بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنہ کہ ترجمہ فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد اول

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

جزو ورق

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مسلسل ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معاینہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ازان ہر اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحے جو سادہ ہین ہم نہین کتب مذہب اہل سنت وجماعت کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

فقہ اردو

راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ۔

مفتاح الجنة۔ از مولوی کرامت علی جونپوری۔

حقیقة الصلواة۔ مع رسالہ بے نمازان۔

ترجمہ فتاوی عالمگیری۔ کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ جلد اول مترجمہ مولانا احتشام الدین و باقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمہ مولانا امیر علی۔

کشف الحاجات۔ ترجمہ اردو مالابد منہ از مولوی محمد نور الدین۔

ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ۔ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صدو سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باریتعالی (۵) حلیہ شریفہ (۶) نورنامہ (۷) چہل مسائل۔ از افاضات مولوی عبد السلام۔

شرع محمدی منظوم۔ مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری۔

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔

تیسیر الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔

جواب السائلین۔ بطور استفتا۔

کنز الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سبحان

جمیل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری

اشرف المسائل۔ از مولوی اشرف علیخان۔

رسالہ تجہیز و تکفین میت۔ از محمد عمر۔

فقہ فارسی

ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو بہت مستداول ہے دو مجلد کامل۔

شرح سفر السعادت۔ از مولانا عبد الحق دہلوی معروف

حج الحج۔ مسمے بہ غایة الشعور از ملا محمد شاہ۔

تحقیق الانساب۔ از فقہ شرعی مولانا عبد الرزاق

تذکرة الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام۔

تبیان۔ در حکم تماکو و حقہ از ملا معین الدین۔

بدایة منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی

نام حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔

مائة مسائل۔ صدو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ

شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔

مسالک المتقین۔ مرغوب علماے ولایت از مولوی الہ یار خان۔

فتاوی سپہسالار۔ جامع ابواب فقہ از مفتی ظہیر الدین۔

قدوری۔ ترجمہ مولانا ابو القاسم جدید الطبع

شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبد الرحمن جامی۔

کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشے مع فہرست

مالابد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ

شرح مختصر وقایہ کوربیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔

رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔

رسالہ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان۔

فقہ عربی

ابو المکارم۔ شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف۔

برجندی۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح۔

جامع الرموز۔ شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول۔

فتح القدیر۔ پیشانی پر ہدایہ اور تحت مین حاشیہ فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر مین تکملہ زین الدین افندی کامل چار مجلد ضخیم۔

عینی۔ یعنی بنایہ شرح ہدایہ از قاضی القضاة بدر الدین عینتابی معروف بعینی نہایت معتمد کامل شرح۔ چھ مجلدات ضخیم۔

ہدایہ۔ حاشیہ پر نہایت عمدہ زواید و فواید تحشی مولوی محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل جلدین اولین عبادات و آخرین معاملات

بعون صانع عالمین و مالک کون و مکان خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنہ کہ ربع دوم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنے

غایة الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد دوم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بتکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَشَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؀

کتاب النکاح

لَیْسَ لَنَا عِبَادَۃٌ شُرِعَتْ مِنْ عَہْدِ آدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلَی الْآنَ ثُمَّ تَسْتَمِرُّ فِی الْجَنَّۃِ اِلَّا النِّکَاحَ وَالْاِیْمَانَ یہ کتاب ہے مسائل نکاح مین نہین کوئی ایسی عبادت ہم مسلمانون کے واسطے جو شروع رہی ہو زمان آدم علیہ السلام سے اب تک پھر بہشت مین دائمی رہے بجز نکاح اور ایمان کے یعنی نکاح اور ایمان دائمی عبادت ہین انمین نسخ کو گنجایش نہین نکاح کو بعد حج کے اسواسطے بیان کیا کہ دونوںمین مال کی حاجت ہے وہو عند الفقہاء عقد یفید ملک المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من امراۃ لم یمنع من نکاحہا مانع شرعی فخرج الذکر والخنثی المشکل لجواز ذکورتہ والوثنیۃ والمحارم والجنیۃ وانسان الماء لاختلاف الجنس واجاز الحسن نکاح الجنیۃ بشہود قنیۃ نکاح نزدیک فقہاء کے عقد مخصوص کا نام ہے یعنے ایسی بندش ایجاب اور قبول کی جو مفید ہو ملک تمتع کی یعنے حلال ہو نفع لینا مرد کا اُس عورت سے کہ نہین روکتا اُسکے نکاح کو مانع شرعی جیسے ذی رحم محرم ہونا یا مشرک ہونا یا ناجنس ہونا عورت کی قید سے مرد اور خنثی مشکل جسکا مرد یا عورت ہونا ہنوز ثابت نہین نکل گیا کہ شاید وہ مرد ہوا اور مانع شرعی کی قید سے مشرکہ بت پرست اور محارم عورتین نکل گئین اور جنی عورت اور دریائی انسان بھی نکل گیا کہ جنس کا اختلاف ہے اور جائز رکھا ہے حسن بصری نے نکاح جنیہ کا گواہون سے کذا فی القنیۃ قصدا خرج ما یفید الحل ضمنا کشراء امۃ للتسری یعنے بالقصد تمتع کا فائدہ بخشے اُسکا نام نکاح ہے نکل گیا اس قید سے جو مفید ہو حلت کا ضمنا جیسے خرید کرنا لونڈی کا حرم بنانے کیواسطے یعنے وطی کے لیے تو یہان اگرچہ بہ نیت وطی کے خرید ہوئی لیکن خرید سے مقصود اصلی ملکیت ہے اور قربت کرنا ضمنا ثابت ہے تو اس حلت ضمنی کا شرع مین نکاح نام نہین وعند اہل الاصول واللغۃ حقیقۃ فی الوطی مجاز فی العقد فحیث جاء فی الکتاب والسنۃ مجردا عن القرائن یراد الوطی کما فی ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم فتحرم مزنیۃ الاب علی الابن بخلاف حتی تنکح زوجا غیرہ لاسنادہ الیہا والمقصود منہا العقد لا الوطی الا مجازا اور نکاح نزدیک علماء اصول اور لغت عربی کے حقیقت ہے معنے جماع مین اور مجاز ہے عقد مین تو جہان آوے لفظ نکاح کا قرآن اور حدیث مین خالی قرائن سے تو وہان جماع مراد ہوگا یعنے اسواسطے کہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر جیسا کہ اس آیت شریف مین ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم یعنے نہ جماع کرو تم جنکو تمھارے باپون نے جماع کیا ہے

حلال ہو یا حرام تو جس سے باپنے زنا کیا وہ بیٹے پر حرام ٹھہری بخلاف اس آیت کے کہ حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ یعنی عورت مطلقہ ثلثہ شوہر اول کو حلال نہین
تا وقتیکہ وہ نکاح کرے شوہر سے جو غیر ہو اول شوہر کا اس آیت مین نکاح سے جماع مراد نہین بسبب نسبت کرنے نکاح کے طرف عورت کے یعنے اسناد
نکاح کی عورت کیطرف یہ قرینہ ہو کہ یہان معنی حقیقی مراد نہین اسواسطے کہ جماع کرنا عورت سے متصور نہین کیونکہ عورت مفعول ہو نہ فاعل او رممکن اس سے
عقد ہو نہ جماع کرنا مگر باعتبار مجاز کے کوئی شبہ نکرے کہ مطلقہ ثلثہ شوہر اول پر جب حلال ہو کہ شوہر ثانی اُس سے جماع کرے اور اس آیت سے فقط نکاح
کا فی معلوم ہوتا ہو اسواسطے کہ مشروط ہونا جماع کا حدیث عسیلہ سے ثابت ہو نہ اس آیت سے ویکون واجبا عند التوقان فان تیقن الزنا الا بہ فرض نہایۃ
وہذا ان ملک المہر والنفقۃ والا فلا اثم بترکہ بدائع اور ہوتا ہو نکاح واجب وقت غلبۂ شہوت کے پس اگر یقین ہو جاے زنا کا بدون نکاح کے تو
نکاح فرض ہو کذا فی النہایہ اور یہ وجوب اور فرضیت اُسوقت ہو کہ مالک ہو مہر دینے اور نفقہ رسانی پر اور اگر مہر اور نفقہ کا مقدور نہین تو اسکے
ترک سے گناہ نہین کذا فی البدائع ویکون سنۃ موکدۃ فی الاصح فیاثم بترکہ ویثاب ان نوی تحصینا او ولدا حال الاعتدال ای القدرۃ
علی وطی ومہر ونفقۃ ورجح فی النہر وجوبہ لثبوت المواظبۃ علیہ والانکار علی من رغب عنہ اور ہوتا ہو نکاح سنت موکدہ بنا بر مذہب اصح کے تو گنہگار
ہوگا اُسکے ترک سے اور ثواب پاویگا اگر نیت کرے عفت کی یا اولاد کی نکاح سنت ہو حالت اعتدال مین یعنے جو قادر ہو جماع اور مہر اور نفقہ پر
اور اگر قادر نہو یا زنا اور جور اور ترک فرائض اور سنن سے ڈرے تو وہ معتدل نہین سو اُسکا نکاح بھی سنت موکدہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اور ترجیح دی
نہر الفائق مین نکاح اعتدال کے واجب ہونے کو بسبب ثابت ہونے مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ثابت ہونے انکار کے اُسپر جو نکاح سے
اعراض کرے صحیحین مین وارد ہو حضرت نے فرمایا کہ مین نکاح کرتا ہون عورتون سے جو میری سنت کی رغبت نہ رکھے وہ میرے طریق پر نہین
لیکن یہ حدیث وجوب پر دلیل نہین ہو سکتی جیسا کہ صاحب نہر نے استدلال کیا ہو اسواسطے کہ انکار اس حدیث مین تارک نکاح پر نہین بلکہ
بے رغبتی پر ہو اور واجب وہ ہو جسکے تارک پر انکار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ومکروہا لخوف الجور وان تیقنہ حرم اور نکاح مکروہ ہو بسبب خوف
ظلم مرد کے عورت پر اور اگر مرد ظلم کو یقینی جانے تو اُسوقت نکاح حرام ہو محشی مدنی نے کہا کہ شارح نے قسم سادس نکاح کو ترک کیا یعنے نکاح
مباح کو نکاح مباح اُسوقت ہوتا ہو جب خوف عجز کا ہو ادا سے حقوق سے کذا فی المجتبی وندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ اور مستحب ہو نکاح کو ظاہر
کرنا اور شہرت دینا اور نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا جامع ترمذی مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
مشہور کرو نکاح کو مسجدون مین اور دف بجاؤ تو معلوم ہوا کہ اعلان شان نکاح ہو اور اخفا خاصہ زنا ہو وکونہ فی مسجد یوم الجمعۃ بعاقد رشید وشہود عدول
والاستدانۃ لہ والنظر الیہا قبلہ اور مستحب ہو ہونا نکاح کا مسجد میں اسواسطے کہ حدیث مین حکم ہو اور نکاح از قسم عبادت ہو مستحب ہو جمعہ کے دن ہو واسطہ عاقد
ہوشیار اور متقی گواہون کے تاکہ کوئی شرط نکاح کی فوت نہو اور صحت نکاح بالاتفاق ہو اسواسطے کہ گواہونکی عدالت امام شافعی کے نزدیک شرط ہو اور مستحب ہو
قرض لینا نکاح کیواسطے یعنے تو انگر بھی قرض لے اسواسطے کہ حق تعالیٰ اُسکے ادا کا ضامن ہو کذا فی البحر اور مستحب ہو نظر کر لینا عورت کیطرف نکاح سے پہلے تاکہ
الفت ہو اور اگر نہ دیکھیگا تو شاید افسوس کرے سوا چہرہ اور دونون ہتیلیون کے اور بدن نہ دیکھے اور دیکھنا بھی اُسوقت درست ہو جب ظن غالب ہو امید نکاح
کر دینے کی ہو تو خاکروب وغیرہ کو عالم یا امیر کی بیٹی اس نیت سے دیکھنا درست نہیں کیونکہ ظاہر مین نکاح ہونا متصور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وکونہا دونہ سنا وحسبا وعزا
ومالا اور مستحب ہو ہونا عورت کا کمتر شوہر سے عمر مین اور حسب مین اور عزت مین اور مال مین حسب فضائل آبائی کا نام ہو کذا فی القاموس جیسے
علما اور سلاطین اور حاتم اور رستم کی اولاد اور اگر عورت مالدار ہوگی تو شوہر اُسکی نظر مین ذلیل ہوگا وفوقہ خلقا وادبا وورعا وجمالا
اور مستحب ہو ہونا عورت کا زیادہ تر شوہر سے اخلاق مین اور ادب مین اور پرہیزگاری مین اور حسن مین ہو بحر الرائق مین کہا کہ مرد نکاح کرے

اس عورت سے جو نسب و حسب اور دینداری میں مشہور ہو کہ صفات خاندانی اولاد میں اکثر منتقل ہوتے ہیں اور خوبصورت کمینی عورت سے نکاح نکرے اور کنواری اور کم خرچ کو اختیار کرے اور نہ نکاح کرے لمبی دُبلی اور ٹھنگنی بدشکل سے اور نہ بدخلق اور اولادوالی اور نہ بڑی عمر والی اور نہ لونڈی سے باوجود قدرت حرّہ کے اور نہ حرّہ سے بدون اجازت ولی کے اور نہ زانیہ سے اور عورت کو چاہیے کہ شوہر دیندار نیکبخت سخی مقدور والے کو اختیار کرے اور فاسق سے نکاح نکرے اور کوئی اپنی جوان بیٹی کو نہایت بڈھے مرد کے نکاح میں نہ دے اور نہ بدشکل کو دے کذا فی حاشیۃ المدنی وہل یکرہ الزفاف المختار لا اذا لم یشتمل علی مفسدۃ دینیۃ اور کیا مکروہ ہی زفاف یعنی عورت کا پہونچانا اُسکے خاوند کے پاس روایت مختار یہ ہی کہ مکروہ نہیں جب کوئی مفسدہ دینی نہو جیسے اختلاط مردوں کا عورتوں سے اور خوش طبعی سے کسیکو ذلیل کرنا یا بُرائی مارنا ہم نقطہ زفاف لائق اختلاف کے نہیں کہ کوئی جائز رکھے اور کوئی مکروہ تو مراد زفاف سے یہاں عورتوں کا اجتماع ہی اسواسطے کہ شب زفاف میں عورتوں کا جمع ہونا عرف میں لازم ہی اور بعضوں نے کہا کہ مراد زفاف باعلان دف بجانا ہے ہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو بعضی جگہ ہندوستان میں رواج ہی کہ شب زفاف میں دولہن کو دولہا کے پاس پردہ میں پہونچاکر عورتین جھانکا کرتی ہیں سو بلاشبہہ مکروہ بلکہ حرام ہی وینعقد ملتبسا بایجاب من احدہما وقبول من الآخر وضعا للمضی لان الماضی ادل علی التحقیق کزوجت نفسی او ابنتی او موکلتی منک ویقول الآخر تزوجت اور نکاح منعقد او بندھتا ہی یعنے گٹھتا ہی جب ملے ایک کے ایجاب سے اور دوسرے کے قبول سے درانحالیکہ ایجاب اور قبول موضوع ہوں فعل ماضی کے واسطے اسواسطے کہ فعل ماضی خوبتر دلالت کرتا ہی تحقق اور وقوع پر کیونکہ زمانہ حال کی کچھ حقیقت نہیں کہ وہ مرکب ہی ماضی اور استقبال سے اور زمانہ استقبال وقت تکلم کے معدوم المضمون ہی اسواسطے ایجاب اور قبول کے لیے صیغہ ماضی کا معین ہوا جیسے کوئی کہے نکاح کیا میں نے اپنی ذات کا یا اپنی بیٹی کا یا اپنی موکلہ کا تجھ سے اس کلام اول کو ایجاب کہتے ہیں مرد کہے یا عورت اور دوسرا کہے میں نے قبول کیا اپنی ذات کے واسطے یا اپنے بیٹے کے واسطے یا اپنے موکل کے واسطے اس دوسرے کلام کو قبول کہتے ہیں خواہ مرد کہے خواہ عورت زوجت نفسی عاقد اصیل کہے اور زوجت ابنتی ولی کہے اور زوجت موکلتی وکیل کہے وینعقد ایضا بما ای بلفظین وضع احدہما للمضی والآخر للاستقبال او للحال فالاول الامر کزوجنی او زوجینی نفسک او کونی امرأتی اور بھی منعقد ہوتا ہی نکاح اُن دو لفظوں سے کہ اُنمیں ایک تو موضوع ہو ماضی کے واسطے اور دوسرا استقبال یا حال کے واسطے سو اول یعنے استقبال سے مراد امر کا صیغہ ہی جیسے کہ مرد کہے ولی سے یا عورت کے وکیل سے کہ میرا نکاح کر دے یا خود عورت سے کہے کہ میرا نکاح اپنی ذات سے کر دے یا یوں کہے کہ تو میری جورو ہوجا فانہ لیس بایجاب بل توکیل ضمنی فاذا قال فی المجلس زوجت او قبلت او بالسمع والطاعۃ قام مقام الطرفین سو البتہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب نہیں بلکہ ضمناً دوسرے کو وکیل کرنا ہی اپنے نکاح کیواسطے یعنے جب زوجنی کہا تو وہ معنی امر کے گویا مطلب یہ ہوا کہ تو میری طرف سے وکیل ہوکر میرا نکاح کر دے پھر جب دوسرے شخص نے کہا اسی مجلس میں کہ میں نے نکاح کر دیا یا قبول کیا یا مان لیا بسمع وطاعت تو یہ قبول قائم ہوگیا بجاے ایجاب اور قبول عاقدین کے تو نکاح صحیح ہوگیا وقیل ہو ایجاب ورجحہ فی البحر رضا و رغبت اور بعضوں نے مثل قاضی خان اور صاحب خلاصہ کے کہا کہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب ہی توکیل نہیں اور ترجیح دی ہی اس قول ثانی کو بحرالرائق میں والثانی المضارع المبدوء بہمزۃ او نون او تاء کتزوجینی نفسک اذا لم ینو الاستقبال اور دوسرا لفظ مضارع کا جو مصدر بہمزہ ہو جیسے اتزوجک یا مصدر بنون جیسے نتزوجک یا مصدر بتا ہو جیسے خود شارح نے مثال دی تو صیغہ مضارع سے اُسوقت نکاح منعقد ہوگا جب متکلم استقبال کے معنی کا ارادہ نکرے بلکہ معنی حال مراد رکھے اور اگر استقبال کا ارادہ کریگا تو وعدہ نکاح ہوگا نہ ایقاع نکاح وکذا انا متزوجک او جئتک خاطبا لعدم جریان المساومۃ فی النکاح اور اسی طرح نکاح منعقد ہوتا ہی اسم فاعل بمعنی حال سے جیسے کہ کہے میں اب تیرے ساتھ نکاح کرنے والا ہوں یا یوں کہے کہ میں آیا تیرے پاس منگنی کرنے والا اسواسطے نکاح صحیح ہوگا کہ مول چکانا نکاح میں جاری اور مروج نہیں بخلاف بیع کے کہ وہاں فقط انا مشتری یعنی خریدار ہوں ۱۲

یا جملہ کہ تشرنا سے اور بعد اسکے بائع کے یون کہنے سے کہ لیکن اسمین منعقد نہیں ہوئی جبتک اسکے بعد اشتریت نہ کہے اسواسطے کہ بیع میں قول کیا ما اقدمت مہر ا
تدرج ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور عطینیہا ان المجلس للنکاح وان الوعد فوعد یا منعقد ہوتا ہی نکاح اس طرح بھی جب کہ مرد نے عورت کے باپ سے کہا تو نے
وہ عورت مجھکو دی اوسنے کہا باپ کہے اعطیت یعنے دی بشرطیکہ مجلس نکاح کی ہو تو دلالت حال مانع ہوگی استفہامی معنی کو یا تشاورت کو اور
اگر مجلس وعدہ کرنے کی ہی تو اس کلام سے وعدہ نکاح کا ہوگا تو اس صورت میں نکاح منعقد نہوگا ولو قال لہا یا عرسی فقالت لبیک انعقد علی الکثیر
اور اگر مرد نے کہا عورت سے کہ ای میری جورو سو اسنے جواب دیا کہ لبیک نکاح منعقد ہوگیا بنابر مذہب مختار کے اسواسطے کہ یا عرسی قائم مقام
انا منزوجتک کے ہی اور لبیک معنی اجبیک بالہ بعد اجابۃ کے تو ایجاب بمعنی حال ہوا اور قبول صیغہ ماضی سے ہوا اسواسطے نکاح منعقد ہوگیا کذا فی
حاشیۃ المدنی فلا ینعقد بقبول بالفعل کقبض مہر جب کہ ایجاب اور قبول لفظی شرط ہوا تو نکاح منعقد نہوگا قبول فعلی سے جیسے مہر پر قبضہ کرنا بدون
لفظ قبلت کے ولا بتعاطی اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے تعاطی یہ کہ مثلاً باپ نے اپنی بیٹی کسی مرد کو دی اُسنے مہر اسکو حوالہ کیا شاہدون کے
روبرو بدون تلفظ کے ولا بکتابۃ حاضر بل غائب بشرط اعلام الشہود بما فی الکتاب اور نہیں منعقد ہوتا نکاح شخص حاضر کے لکھنے سے بلکہ غائب کے
لکھنے سے نکاح منعقد ہوتا ہی بشرطیکہ شاہدون کو مضمون خط سے آگاہ کر دیا ہو خواہ خط پڑھکر خواہ زبانی ما لم یکن بلفظ الامر فیتولی الطرفین فیح
غائب کی تحریر یا اعلام شاہدون کا اسوقت ضرور ہی جب خط میں صیغہ امر کا نہو یعنے لکھا ہو کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اور اگر امر کا صیغہ اسطرح ہو
کہ زوجنی نفسک یعنے بیاہ نکاح اپنی ذات سے کر دے تو اس صورت تو کیل میں عورت دونون طرف کی متولی اور متصرف ہوگی کذا فی فتح القدیر
تو اس صورت میں عورت کا یون کہنا کہ زوجت نفسی منہ یعنے مین نے اپنا نکاح اسکے ساتھ کر دیا قائم مقام ایجاب و قبول کے ہوگا اسوقت میں خط کا
مضمون شاہدون کو سنانا ضرور نہیں فقط لفظ قبول سنانا کافی ہی ولا بالاقرار علی المختار خلاصہ کفولہ ہی امرأتی لان الاقرار اظہار بما ہو ثابت ولیس
بانشاء اور نہ منعقد ہوگا نکاح اقرار سے بنا بر مذہب مختار کے کذا فی الخلاصہ مثل قول مرد کے کہ یہ میری جورو ہی اسواسطے اقرار سے نکاح نہوگا
اقرار ثابت چیز کے اظہار کا نام ہی اقرار انشا نہیں حالانکہ نکاح میں انشا چاہیے وقیل ان کان بمحضر من الشہود صح کما یصح بلفظ الجعل اور بعضون نے
کہا اگر اقرار نکاح کا شاہدون کے حضور میں ہوا تو نکاح صحیح ہوگیا یعنے اس صورت میں اقرار کو انشا نکاح قرار دیا گویا اب نکاح ہوا جیسے نکاح صحیح
ہوتا ہی جعل کے لفظ سے ہم نے بحر الغفار میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر زوج نے اقرار کیا شاہدون کے روبرو نکاح کا اور حالانکہ نکاح بدون گواہون کے
ہوا تھا تو اسمین اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ اگر زوج اور زوجہ نے مہر کا نام لیا تو نکاح جدید منعقد ہوا اور اگر عورت مرد نے بدون نکاح ہوئے
نکاح کا اقرار کیا تو نکاح منعقد نہوگا مگر اسوقت نکاح منعقد ہوگا جب شاہدون نے یون کہا کہ جعلنا ہذا نکاحا یعنے ہمنے اس اقرار کو نکاح بنایا پھر
دونون نے قبول کیا تو یہان بلفظ جعل نکاح صحیح ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی وجعل الاقرار انشاء وہو الاصح ذخیرہ اور اقرار انشا کر ڈالا گیا اور یہی اصح ہی
کذا فی الذخیرۃ یعنے اقرار جملہ خبریہ ہی اور نکاح جملہ انشائیہ ہی منعقد ہوتا ہی اسواسطے اسکو انشا قرار دیا ولا ینعقد بتزوجت نصفک فی الاصح احتیاطا
خانیہ بل لابد ان تضیفہ الی کلہا او ما یعبر بہ عن الکل ومنہ الظہر والبطن علی الاشبہ ذخیرہ ورجحوا فی الطلاق خلافہ فیحتاج للفرق اور نہیں منعقد
ہوتا نکاح اس کلام سے کہ کوئی کہے کہ مین نے تیرے نصف بدن سے نکاح کیا مذہب اصح میں بنابر احتیاط کے کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ
حلت اور حرمت ایک ذات میں جمع ہوئی تو احتیاطاً حرمت کو غلبہ دیا بلکہ ضرور ہی صحت نکاح کے واسطے کہ نسبت کرے نکاح کو عورت کے تمام
بدن کیطرف یا اس عضو کیطرف جو بجائے کل بدن بولا جاتا ہی جیسے پشت اور شکم بنا بر شبہہ مذہب کے کذا فی الذخیرۃ اور ترجیح دی ہی فقہانے
طلاق میں برخلاف اسکے یعنے یون کہا ہی کہ اگر کوئی مرد کہے کہ میں نے اپنی عورت کی پشت یا شکم کو طلاق دی تو یہ اشبہ صحیح طلاق نہیں واقع ہوگی

بیعنی ... نکاح ... بعد واسطے [illegible]

تو احتیاج پڑی اظہار فرق کی کہ کیا وجہ کہ اضافت پشت اور شکم سے نکاح تو صحیح ہوا اور طلاق نہ پڑی وَاِذَا وَصَلَ الْاِیْجَابُ بِالتَّسْمِیَةِ لِلْمَهْرِ کَانَ مِنْ تَمَامِ

ای الایجاب فَلَوْ قَبِلَ الْاٰخَرُ قَبْلَهُ لَمْ یَصِحَّ لِتَوَقُّفِ اَوَّلِ الْکَلَامِ عَلٰی اٰخِرِهٖ و لو فیما یغیر اولہ اور جب ملایا ایجاب کو تسمیہ مہر کے ساتھ تو ہوگا مہر تمامی ایجاب

سو اگر قبول کیا دوسرے نے تسمیہ مہر سے پہلے تو نکاح صحیح نہوگا واسطے موقوف ہونے اول کلام کے اپنے آخر پر اگرچہ آخر کلام میں وہ مضمون ہو جو

مخالف ہو اول کلام کے مثلاً عورت نے مرد سے کہا کہ میں نے نکاح کیا تیرے ساتھ ہزار درم پر اور مرد نے قبول کر لیا مہر کے نام لینے سے پہلے تو

نکاح صحیح نہوگا ومن شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرین وان طال کمخیرة اور شرائط ایجاب و قبول سے مجلس کا متحد ہونا ہے اگر دونوں

حاضر ہوں اگرچہ مجلس دراز ہو تو اگر عورت نے ایجاب کیا اور مرد نے دوسری مجلس میں قبول کیا تو نکاح نہوگا کیونکہ مجلس ایک نہیں اور اگر کوئی غائب

اور اُس نے خط میں ایجاب لکھا ہو تو اتحاد مجلس شرط نہیں ایجاب و قبول میں اتحاد مجلس ایسا شرط ہے جیسے عورت مخیرہ میں شرط ہے مخیرہ سے وہ

عورت مراد ہے جسکے شوہر نے اس سے کہا کہ تو اپنی ذات کو اختیار کر یعنے اگر تیرا جی چاہے تو تو طلاق لے تو یہ اختیار مجلس کا حکم تک مقید ہے مجلس بدلی اختیار

گیا وان لا یخالف الایجاب والقبول کقبلت النکاح لا المهر اور شرائط ایجاب و قبول سے یہ ہے کہ ایجاب قبول کے مخالف نہو جیسے کہ مرد نے کہا کہ

میں نے نکاح کو قبول کیا نہ مہر کو مثلاً مرد نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ ہزار درم پر نکاح کیا عورت نے جواب دیا کہ میں نے نکاح قبول کیا نہ مہر

تو نکاح خالی ہوا مہر مسمی سے تو مہر مثل ہوگا حالانکہ مہر مثل اور مہر مسمی باہم مغائر ہیں تو ایجاب مخالف ہوا قبول کے لہذا اتفاقاً صحیح نہوگا کذا فی

حاشیۃ المدنی نعم یصح الحط بان صحیح ہے مہر کا کم کرنا عورت کیطرف سے مثلاً مرد نے کہا کہ میں نے ہزار درم مہر پر تجھسے نکاح کیا عورت نے کہا کہ میں نے

پانچ سو درم مہر پر نکاح قبول کیا گویا یہ مطلب ہوا کہ ہزار درم کا مہر قبول کیا اور اسمیں سے پانچ سو کم کر ڈالے اس صورت میں مرد کو کمی مہر قبول کرنا شرط نہیں

اسواسطے کہ یہ اسقاط اور ابرا ہے کرنا والزیادة ان قبلتها فی المجلس مہر کا کم کرنا ایسا صحیح ہے جیسے وہ زیادتی مہر کی صحیح ہے جسکو عورت نے اسی مجلس میں قبول کر لیا مثلاً عورت نے

کہا کہ میں نے ہزار درم مہر پر نکاح کیا مرد نے کہا کہ میں نے دو ہزار درم مہر کو قبول کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ عورت نے دو ہزار کو اسی مجلس میں قبول کر لیا ہووے

ان لا یکون مضافاً ولا معلقاً کما سیجیٔ اور شرائط ایجاب و قبول سے یہ ہے کہ نکاح مضاف نہو زمان مستقبل کیطرف جیسے کوئی کہے کہ میں نے تیرے ساتھ

نکاح کیا کل کے دن یا کہا میں قبول کرونگا کل اور شرط یہ ہے کہ نکاح معلق شرط پر نہو جیسے کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوگا

چنانچہ اسکا ذکر آویگا ولا المنکوحة مجهولة اور شرائط ایجاب و قبول سے یہ ہے کہ منکوحہ نامعلوم نہو جیسے ایک شخص کی دو بیٹیاں ہیں اور اُسنے ایک بیٹی کا نکاح

بے نام لیے کر دیا تو نکاح صحیح نہوگا بسبب جہالت کے ولا یشترط العلم بمعنی الایجاب والقبول فیما یستوی فیه الجد والهزل اذ لم یحتج الی نیة به یفتی اور

نہیں شرط ہے دانست ایجاب اور قبول کے معنی کی اس عقد میں جسمیں قصد کرنا اور نہ کرنا یکساں ہے اسواسطے کہ اس عقد میں نیت کی احتیاج نہیں

اسی پر فتوی ہے ھم اسمیں فقہا کو اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ عاقدین کو ایجاب اور قبول کے معنوں کا علم ضرور ہے کذا فی الدرر اور بعضوں نے کہا

قضاءً ضرور نہیں دیانۃً علم ضرور ہے کذا فی الخانیۃ اور عمادیہ میں روایت ہے کہ کوئی عقد بدون علم معنی کے صحیح نہیں اور بعضوں نے کہا سب

صحیح ہیں علم ہو یا نہو اور بعضوں نے کہا جو عقد ایسا ہو کہ جسمیں قصد کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہوں جیسے طلاق اور نکاح اور عتاق تو اسمیں

علم ضرور نہیں اسواسطے کہ علم سے غرض قصد کرنا ہے اور حالانکہ اسمیں قصد اور غیر قصد دونوں برابر ہیں مثلاً اگر کوئی ہزل سے نکاح کرے

یا طلاق دے تو صحیح ہوگا اگرچہ اُسکا قصد متعلق نہیں اسی قول کو شارح نے پسند کیا اور ترجیح دی بخلاف بیع کے کہ بدون علم کے صحیح نہیں

کذا فی حاشیۃ المدنی واللہ اعلم وَاِنَّمَا یَصِحُّ بِلَفْظِ تَزْوِیْجٍ وَنِکَاحٍ لِاَنَّهُمَا صَرِیْحٌ وَمَا عَدَاهُمَا کِنَایَةٌ وهو کل لفظ وُضِعَ لِتَمْلِیْکِ الْعَیْنِ کاملة فلا یصح

بالشرکة اور البتہ نکاح صحیح ہے تزویج اور نکاح کے لفظ سے اسواسطے کہ دونوں لفظ صریحاً اسکے واسطے موضوع ہیں اور جو لفظ ان دو کے سوا ہیں

سو کنا ہی یعنے غیر صریح ہی اور نکاح کا کنایہ وہ لفظ ہی جو موضوع ہو واسطے تملیک ذات کے بطور تملیک کامل کے تو نہ صحیح ہوگا نکاح شرکت کے لفظ
سے واسطے کہ شرکت مین پوری تملیک نہین **فی الحال** خرج الوصیۃ غیر المقیدۃ بالحال یعنے تملیک ذات کی بالفعل ہو تو اُس سے نکل گئی وصیت جسمین
بالفعل کی قید نہین جیسے کسی نے کہا کہ مین نے وصیت کی اپنی لونڈی کی قربت کی ہزار درہم کے بدلے اپنی موت کے بعد اور دوسرے شخص نے قبول
کیا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ تملیک فی الحال نہوئی اور وصیت بالفعل مین نکاح صحیح ہوگا کہبۃ وتملیک وصدقۃ وعطیۃ تملیک بالفعل جیسے ہبہ اور تملیک
اور صدقہ اور عطا مثلاً اگر عورت کہے کہ مین نے اپنی ذات کو ہبہ کیا یا تجھکو مالک کیا یا صدقہ دیا یا دے ڈالا وغیرہ اور دوسرے نے قبول کیا تو نکاح
صحیح ہوگا وسلم واستیجار اور نکاح صحیح ہی بلفظ بیع سلم اور استیجار کے سوا اگر عورت کو اجرت قرار دیا تو نکاح صحیح ہی جیسے یون کہے کہ مین نے اپنا گھر ایک
برس کیو اجارہ دیا تیری بیٹی کے بدلے اور اگر یون کہے کہ مین نے اجارہ دیا اپنی بیٹی کو ہزار درہم کے بدلے تو صحیح یہ ہی کہ نکاح نہوگا کہ اسمین تملیک دائمی
نہین بخلاف صورت اول کے کذا فی حاشیۃ المدنی وقرض وصلح وصرف وکلما تملک بہ الرقاب بشرط نیۃ او قرینۃ وفہم الشہود المقصود اور نکاح صحیح ہوتا ہی
بلفظ قرض اور صلح اور صرف کے اور ہر لفظ کہ گردنون کی ملکیت کا فائدہ بخشے بشرط نیت متکلم کے یا قرینہ مقام کے اور سمجھنے شہود کے مقصود کو
یعنے بلفظ ہبہ وغیرہ کے نکاح جب منعقد ہوتا ہی کہ نکاح کی نیت ہو یا قرینہ ہوا اور گواہ بھی اس مطلب کو سمجھ گئے ہون ہبہ وغیرہ مین نیت کی حاجت اسواسطے
ہوئی کہ یہ الفاظ کنایہ ہین نکاح کے صریحاً نکاح کے واسطے موضوع نہین جو محتاج نیت کے نہون **لا یصح بلفظ اجارۃ** بر اراو بزازیۃ نہ صحیح ہوگا نکاح
اجارہ کے لفظ سے اجارہ بر اصح ہو یا بزازیہ مجمع ہو لفظ اجارہ سے نکاح صحیح نہوا اسواسطے کہ اسمین تملیک دائمی نہین بلکہ تملیک منفعت کی موقت ہی
اور نکاح مین دوام شرط ہی بخلاف لفظ استیجار کے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا اور اجازت سے بھی اسواسطے نکاح نہین منعقد ہوتا کہ لفظ اجازت کا تملیک
عین کیواسطے موضوع نہین **واعارۃ ووصیۃ ورہن** ووديعۃ ونحوها مما لا يفيد الملك لكن يثبت بہ شبہۃ فلا یحد ولها الاقل من المسمى ومهر المثل اور نہین صحیح
نکاح بلفظ اعارہ اور وصیت اور رہن اور ودیعت اور مانند ان الفاظ کے جو ملک کے مفید نہین لیکن ایسے الفاظ سے شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہی تو
حد نہ ماری جاویگی اسکو جسنے ان الفاظ سے نکاح کیا اسواسطے کہ حد شبہہ پڑنے سے ٹل جاتی ہی اور اس صورت مین عورت کو مہر ملیگا جو کمتر ہو مہر مسمی سے
جسپر دونون راضی ہوگئے اور مہر مثل سے یعنے اگر مہر مسمی کم ہی مہر مثل سے تو مسمی ملیگا اور اگر مہر مثل کم ہی مسمی سے تو مہر مثل ملیگا وکذا تثبت بکل لفظ
لا ینعقد بہ النکاح فلیحفظ اور اسی طرح شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہی ہر ایک اس لفظ سے جس سے نکاح منعقد نہین ہوتا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ظاہرا یہ سہو
مکرر ہوگیا **او بالفاظ مصحفۃ کتجوزت** لصدوره لا عن قصد صحیح بل عن تحریف وتصحیف فلم یکن حقیقۃ ولا مجازا لعدم العلاقۃ بل غلطا فلا اعتبار بہ اصلا تلویح
اور نہین منعقد ہوتا نکاح اُن الفاظ سے جنمین تصحیف واقع ہوئی جیسے تجوزت بجاے تزوجت کے تصحیف لغت مین خطا فی الصحیفہ کو کہتے ہین اور یہان
مطلق خطا مراد ہی تصحیف ہو یا تحریف لفظونکی غلطی تصحیف ہی جیسے زوج بمعنی جفت کو روح بمعنی جان کہنا اور تحریف صورت کی غلطی کو کہتے ہین جیسے
سلیم بروزن کریم کو سلیم بروزن حسین بولنا تصحیف اور تحریف سے اسواسطے نکاح منعقد نہین ہوتا کہ اُسکا صدور قصد صحیح سے نہین بلکہ تبدیل اور
تغییر ہی نہ تو حقیقت ٹھہرا نہ مجاز اسواسطے کہ تحریف اور تصحیف مین اصل لفظ سے کچھ علاقہ نہین ہوتا اور حالانکہ مجاز کو معنی مین حقیقی معنی سے علاقہ ہونا
لازم ہی بلکہ ایسے الفاظ محض غلط ہین تو اُنکا کچھ اعتبار نہین کذا فی التلویح نعم لو اتفق قوم على النطق بهذه الغلطۃ وصدرت عن قصد كان ذلك
وضعا جديدا فيصح بہ افتى ابو السعود ہان اگر اتفاق کرلیوے کوئی قوم ایسے غلط الفاظ کے بولنے پر اور صدور انکا بالقصد ہو تو یہ ہوگا یہ اجماعی
تکلم وضع جدید تو اسوقت مین غلط الفاظ سے نکاح منعقد ہوگا اسی پر فتوی دیا شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے واما الطلاق فیقع بہا قضاء
کما فی اواخر الاشباہ اور طلاق تو صحیح ہوگی ایسے غلط الفاظ سے قاضی کے روبرو نہ بنابر دیانت کے چنانچہ کتاب اشباہ و نظائر کے

اور کل میں بھی اسکی تصریح ہے جیسے کوئی طلاق کو تلاق یا طلاک کہے تو طلاق واقع ہوگی بخلاف نکاح کے ولا ینعقد اخراً للفروج اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے واسطے تعظیم اور تکریم فروج کے یعنے حلت فروج اور اجناس کی طرح ذلیل نہیں کہ ایجاب اور قبول لفظی اسمین شرط نہو تعاطی کے معنی سابق ہوچکے وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر لیتحقق رضاہما اور صحت نکاح میں شرط ہے سننا ہر ایک کا عاقدین سے دوسرے کے لفظ کو واسطے ثبوت رضامندی طرفین کے وشرط حضور شاہدین اور شرط ہے صحت نکاح میں موجود ہونا دو شاہدوں کا اسواسطے کہ جامع ترمذی میں حدیث ہے کہ زانی عورتین وہ ہین کہ اپنے نکاح بدون شاہدوں کے کرلیتی ہین اور محمد بن حسن نے مرفوعاً روایت کیا کہ لا نکاح الا بشہود یعنے نکاح صحیح نہیں بدون شاہدوں کے اور جب دو شاہد ہون کے روبرو نکاح ہوا تو اعلان کا ثابت ہوا نکاح سر اور نکاح خفی اسکو نہ کہینگے اسواسطے کہ دو شاہدوں سے زیادہ اعلان شرط نہیں اور اگر شاہدوں سے کہا کہ تم اظہار نہ کرنا تو بھی نکاح فاسد نہین ہوتا اگرچہ ترک مستحب ہے کہ شہرت کامل نہوئی اور ضرور ہے امتیاز منکوحہ کی شاہدوں کے نزدیک تاکہ جہالت نرہے سواگر منکوحہ مجلس عقد مین حاضر ہو تو اشارہ اسکی طرف کفایت کرتا ہے اور چہرہ کھول کر دیکھنا زیادہ تر احتیاط ہے پھر اگر جسم منکوحہ نظر نہ آئے اور وہ اندر مکان سے ایجاب اور قبول کرے سواگر وہان وہ اکیلی ہو تو نکاح جائز ہے اور اگر اسکے ساتھ اور عورت بھی ہو تو درست نہین کہ جہالت مرتفع نہوئی اور اسی طرح اگر منکوحہ نے کسیکو اپنے نکاح کا وکیل کیا تو یہی تفصیل وہان بھی ضرور ہے اور اگر منکوحہ مجلس عقد سے غائب ہو اور وکیل نکاح باندھے تو اگر شاہد عورت کا ارادہ جانتے ہون اور اسکو پہچانتے ہون تو فقط اسکا نام لینا کفایت کرتا ہے اور اگر عورت کو نہ پہچانتے ہون تو اسکا نام اور اسکے باپ دادا کا نام لینا ضرور ہے کذا فی البحر کہا سید احمد طحطاوی محشی نے کہ یہ جو بعضے لوگون مین معمول ہے کہ شاہد دروازے یا پردے کی آڑ سے توکیل عورت کی زبانی سن لیتے ہین اور حالانکہ وہان عورتون کی کثرت ہوتی ہے جائز نہین ہے اسواسطے کہ امتیاز منکوحہ کی نہین ہوتی تو ایسے مقام مین کوئی مخلص اور صورت جواز کی نہین سوا اسکے کہ اسکو نکاح فضولی قرار دیجیے کہ عورت کی اجازت قولی یا فعلی سے تمام ہو کذا فی حاشیۃ المدنی محررین اوحرۃ وحرتین گواہ دو مرد ہون یا ایک مرد اور دو عورتین ہون تو خلا مولیٰ اور فقط عورتون کی گواہی سے نکاح نہوگا مکلفین دونون عاقل اور بالغ ہون تو لڑکون اور دیوانون کی گواہی سے نکاح نہوگا سامعین معاً قولہما علی الاصح دونون ساتھ ہی سامع ہون عاقدین کے قول کو بنابر مذہب اصح کے سواگر عاقدین نے ایجاب اور قبول کو ایک گواہ کو سنایا پھر دوسری مجلس مین دوسرے گواہ کو سنایا تو نکاح درست نہوگا اور اسی طرح حضور نائمین اور اصمین سے نکاح صحیح نہین فاہمین انہ نکاح علی المذہب بحر دونون گواہ سمجھتے ہون کہ کلام عاقدین کا نکاح ہے بنابر مذہب مختار کے کذا فی البحر تو اگر ہندی گواہون کے روبرو عربی یا فارسی مین ایجاب اور قبول ہوا اور انکو نکاح ہونے کا فہم ہو تو نکاح صحیح نہوگا اور اگر فہم ہوگیا گو الفاظ کے معنی نہ سمجھے تو نکاح صحیح ہوگا مسلمین لنکاح مسلمۃ ولو فاسقین دونون گواہون کا مسلمان ہونا شرط ہے عورت مسلمان کے نکاح مین اگرچہ فاسق ہون اسواسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر درست نہین او محدودین فی قذف او اعمیین یا دونون گواہون پر تہمت زنا لگانے سے مار پڑے یا دونون اندھے ہون تو بھی گواہی درست ہے او ابنی الزوجین یا گواہ دو بیٹے زوج اور زوجہ کے ہون جیسے عورت کا بیٹا دوسرے شوہر سے ہو اور مرد کا بیٹا دوسری عورت سے یا انہین زوج اور زوجہ سے دو بیٹے ہون سو یہ دوسری صورت اسوقت واقع ہوگی جب زوجین مین کسی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا ہو اور پھر دونون نکاح ثانی کا ارادہ کرین او ابنی احدہما وان لم یثبت النکاح بہما ای بالابنین ان ادعی القریب یا زوجین مین فقط ایک ہی کے دو بیٹے گواہ ہون اگرچہ نکاح نہین ثابت ہوگا دونون بیٹون کی گواہی سے اگر پیچھے اختلاف ہو اور مدعی ہوگا یعنے فقط عورت کے دو بیٹے ہون یا فقط مرد کے دو بیٹے ہون تو انکی بھی گواہی سے نکاح صحیح ہوجائیگا لیکن اگر عورت کے دو بیٹون کی گواہی سے نکاح ہوا تھا اور مرد نکاح کا منکر ہوا اور عورت نکاح کی مدعی ہو تو

تو اسکے بیٹون کی گواہی سے قاضی کے روبرو اسکا دعوےٰ ثابت نہوگا اور اس صورت مین اگر مرد مدعی ہوگا تو عورت کے بیٹون کی گواہی سے اسکا
دعوی ثابت ہوجائیگا اور اسی طرح اگر مرد کے بیٹون کی گواہی سے نکاح ہوا تھا تو مرد کا دعوی ثابت نہوگا اور عورت کا دعوی ثابت ہوجائیگا
اسواسطے کہ فرع کی گواہی سے اصل کا نفع ثابت نہین ہوتا البتہ ضرر ثابت ہوتا ہی (کما صح نکاح مسلم ذمیۃ عند ذمیین) ولو مخالفین لدینہا (وان لم یثبت النکاح
بہا مع انکاره) جیسے کہ صحیح ہی نکاح مسلمان مرد کا ذمی عورت سے دو ذمیون کے نزدیک گو دونون ذمی عورت کے دین کے مخالف ہون یعنے اگرچہ
عورت نصرانیہ ہو تو گواہ یہودی ہون یا بالعکس اگرچہ ثابت ہوگا نکاح ذمیون کی گواہی سے مسلمان کے منکر ہونے کے وقت یعنے اگر مسلمان ذمیہ کے
نکاح کا انکار کریگا اور عورت مدعی ہوگی تو ذمیون کی گواہی سے دعوی اُسکا ثابت نہوگا اسواسطے کہ کافر کی گواہی مسلمان کے ضرر پر درست
نہین والاصل عندنا ان کل من ملک قبول النکاح بولایۃ نفسہ انعقد بحضرتہ اور قاعدہ کلیہ ہم حنفیون کے نزدیک صحت شہادت مین یہ ہو کہ جو شخص
مالک ہوسکتا ہی قبول نکاح کا اپنی ذات کی ولایت سے اسکے روبرو نکاح بھی منعقد ہوگا مثلاً فاسق اور ذمی کو قبول نکاح کا اختیار ہی تو انکا گواہ
ہونا بھی درست ہی بخلاف صبی اور عبد اور مجنون کے کہ انکو اپنی ذاتون کا اختیار نہین تو انکی گواہی بھی درست نہین (امر الاب رجلا ان یزوج صغیرتہ
فزوجہا عند رجل او امرأتین والحال ان الاب حاضر صح) لانہ یجعل عاقدًا حکمًا اگر کہا باپ نے کسی مرد کو کہ نکاح کر دے اُسکی صغیرہ کا پھر نکاح کر دیا اُس
وکیل نے روبرو ایک مرد کے یا دو عورتون کے اور حالانکہ باپ موجود ہو تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ باپ کو اس صورت مین عاقد قرار دیا جائیگا
حکماً یعنے جب باپ موجود ہوا اسی مجلس مین تو اس مرد کی وکالت کی کچھ حاجت نرہی تو اس صورت مین باپ گویا خود عاقد ہوا اور وکیل اور
دوسرا مرد یا دو عورتین شاہد نکاح کی ہوگئین تو بلا تامل نکاح صحیح ہوگا والالا اور اگر باپ مجلس نکاح مین حاضر نہین اور وکیل نے ایک مرد یا دو عورتون
روبرو نکاح باندھا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ وکیل تو عاقد ٹھہرا تو گواہ ہوا ایک مرد یا دو عورتین حالانکہ ایک مرد یا دو عورتون کی گواہی سے نکاح
نہین ہوتا (ولو زوج ابنتہ البالغۃ) العاقلۃ (بحضرۃ شاہد واحد جاز ان کانت ابنتہ حاضرۃ) لانہا تجعل عاقدۃ (والالا) اور اگر نکاح کر دیا باپ نے اپنی
جوان عاقل بیٹی کا ایک شاہد کے سامنے تو نکاح جائز ہوگا اگر اسکی بیٹی مجلس عقد مین موجود ہو اسواسطے کہ بیٹی عاقد قرار دی جائیگی اور باپ اور
دوسرا مرد شاہد ہو جائینگے اور اگر اسکی بیٹی مجلس عقد مین حاضر نہوگی تو نکاح درست نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین باپ عاقد ہو شاہد نہین تو ایک
شاہد سے نکاح نہوگا والاصل ان الامر متی حضر جعل مباشرًا اور اصل قاعدہ مسائل امر مین یہ ہو کہ امر کرنے والا جب موجود ہوگا تو وہی مباشر اور
عاقد قرار دیا جاویگا اور شخص مامور سفیر محض ہو جائیگا پھر جب مامور عاقد نہ ٹھہرا تو شاہد ہوسکیگا ثم انما تقبل شہادۃ المامور اذا لم یذکر انہ عقد لئلا یشہد علی فعل نفسہ پھر شہادت مامور کی اسی صورت مین مقبول ہوگی جبتک وہ آپ کو عاقد نہ کہے تا کہ لازم آوے گواہی دینا اپنی ذات
کے فعل پر یعنے جب مامور نے آپ کو عاقد کہا تو اُسوقت مین اُسکی گواہی نہ درست ہوگی اسواسطے کہ خود اپنے فعل کی گواہی دینا جائز نہین (ولو زوج
المولی عبدہ البالغ بحضرتہ وواحد لم یجز علی الظاہر) اور اگر نکاح کر دیا مالک نے اپنے بالغ غلام کا اُسی غلام اور ایک شاہد کے سامنے تو نکاح نہ جائز
ہوگا بنا بر قول ظاہر کے اسواسطے کہ بدون اجازت مالک کے غلام کو عاقد ہونے کی لیاقت نہین کہ مالک کو دوسرا شاہد قرار دیجیے (ولو اذن لہ فعقد
بحضرۃ المولی ورجل صح والفرق لایخفی) اور اگر اجازت دی مالک نے اپنے غلام کو نکاح کر لینے کی پھر غلام نے عقد کیا مالک اور ایک مرد کے حضور مین تو نکاح
صحیح ہوگا اسواسطے کہ غلام مالک کے حکم سے اس صورت مین عاقد ہوا اور مالک اور دوسرا مرد شاہد ہوگئے تو نکاح صحیح ہوگیا اور فرق دونون صورتون مین
ظاہر ہو چنانچہ بیان فرق مفصل ہوچکا (ولو قال) رجل لآخر (زوجتنی ابنتک فقال الآخر زوجت او قال نعم) مجیبا لہ (لم یکن نکاحا ما لم یقل الموجب بعدہ
قبلت لان زوجتنی استخبار ولیس بعقد) اور اگر کہا ایک مرد نے دوسرے سے کہ تو نے میرا نکاح کر دیا اپنی بیٹی سے سو دوسرے نے کہا مین نے نکاح کر دیا

یا جواب مین فقط ہان کہا تو یہ نکاح نہوگا جب تک ایجاب کرنے والا اُسکے بعد یون نہ کہے کہ مین نے قبول کیا اسواسطے کہ لفظ زوجتنی کا اخبار اور استفہام ہی اور عقد نہین سابق مین ہو چکا کہ ہان کا مطلب یا اور عطیت سے مجلس نکاح مین نکاح صحیح ہوتا ہی کہ قبلت کہنے کی حاجت نہین تو یہان کیون نہ صحیح ہوا اور حالانکہ استفہام دونون صورتون مین ہی اسکا جواب یہ ہی کہ وہان مجلس نکاح کے قرینہ سے استفہام باقی نرہا بخلاف یہان کے کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف زوجنی فانہ توکیل برخلاف اسکے اگر مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کر دے اور اسنے کہا کہ مین نے نکاح کر دیا تو بعد اسکے قبلت کہنے کی حاجت نہین عقد کامل ہو گیا اسواسطے کہ لفظ زوجنی کا توکیل ہی یعنے جب مرد نے بیٹی کے باپ سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے تو اسنے اُسکو اپنے نکاح کا وکیل کر دیا تو اسکا زوجت کہنا قائم مقام ایجاب و قبول کے ہو گیا اسواسطے کہ نکاح مین ایک شخص متولی طرفین کا ہو سکتا ہی بخلاف بیع کے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ہی ا غلط وکیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح للجہالۃ عورت کے نکاح کا وکیل چوک گیا عورت کے باپ کے نام مین بدون حاضر ہونے عورت کے تو نکاح صحیح نہوگا بسبب عدم امتیاز کے یعنے زید کی بیٹی کو بھول کر خالد کی بیٹی کہ گیا اور عورت وہان موجود نہین تو نکاح نہوگا اور اگر عورت وہان موجود ہی تو وکیل کا چوکنا ضرر نکاح مین نہین کرتا کہ اُسکے موجود ہونے اور اُسکی طرف اشارہ کرنے سے امتیاز حاصل ہی وکذا لو غلط فی اسمہا الا اذا کانت حاضرۃ واشار الیہا فیصح اور اسی طرح اگر چوک گیا مرد اپنی بیٹی کے نام مین نکاح کرنے کے وقت تو نکاح صحیح ہوگا لیکن جب بیٹی مجلس عقد مین حاضر ہو اور اُسکی طرف اشارہ کرے کہ اسکا یعنے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا نام کی غلطی اس صورت مین مضر نہین اسواسطے کہ اشارہ قوی تر ہی نام سے ولو لہ بنتان اراد تزویج الکبری فغلط فسماہا باسم الصغری صح للصغری خانیۃ اور اگر ایک مرد کی دو بیٹیان ہون اور اُسنے بڑی بیٹی کے نکاح کر دینے کا ارادہ کیا اور غلطی سے چھوٹی بیٹی کا نام لیگیا تو چھوٹی بیٹی کا نکاح صحیح ہو جائیگا کذا فی الخانیۃ بشرطیکہ کوئی مانع نکاح نہو اور اگر چھوٹی بیٹی اُسکی منکوحہ ہو یا زوج کی محرم ہو تو اس صورت مین نہ چھوٹی کا نکاح صحیح ہوگا نہ بڑی کا چھوٹی کا اسواسطے صحیح نہوگا کہ محل نکاح نہین اور بڑی کا اسواسطے نہین کہ اُسکا نام مذکور نہوا کذا فی حاشیۃ المدنی و بعث مرید النکاح اقواما للخطبۃ فزوجہا الاب او الولی بحضرتہم صح فیجعل المتکلم فقط خاطبا والباقی شہود ابہ یفتی فتح اور اگر بھیجا نکاح کے ارادہ کرنے والے نے چند قوم کو منگنی کے واسطے سو نکاح کر دیا باپ نے یا ولی نے اُنکے حضور مین تو نکاح صحیح ہوگا تو فقط ایک بولنے والا خاطب قرار دیا جائیگا اور باقی لوگ شاہد ہو جائینگے اسی روایت پر فتوی ہی کذا فی فتح القدیر فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال زوجنی ابنتک علی ان امرہا بیدک لم یکن لہ الامر لانہ تفویض قبل النکاح ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے اس شرط پر کہ اُسکی طلاق تیرے ہاتھ مین ہے تو اس صورت مین باپ کو طلاق کا اختیار نہوگا اور نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ اسمین طلاق کی تفویض ہی نکاح سے پہلے اور یہ لازم کہ یہ صحیح نہین وکلہ بان یزوجہ فلانۃ بکذا فزاد الوکیل فی المہر لم ینفذ وکیل کیا ایک مرد نے دوسرے کو کہ اُسکا نکاح فلانی عورت سے کر دے اتنے درم پر مثلا ہزار درم پر سو زیادہ کر دیا مہر وکیل نے مثلا دو ہزار کا مہر مقرر کر دیا تو یہ نکاح نافذ نہوگا موکل چاہے تو زیادتی مہر کی قبول کرے اور نکاح کو صحیح کر دے اور چاہے نمانے تو نکاح باطل ہو جائے و لو لم یعلم حتی دخل بہا بقی خیارہ بین اجازتہ و فسخہ ولہا الاقل من المسمی و مہر المثل لان الموقوف کالفاسد پھر اگر موکل کو زیادتی مہر کا علم نہوا یہان تک کہ عورت کی قربت کی تو بھی باقی رہیگا اختیار زوج کو نکاح کے صحیح رکھنے مین اور باطل کر دینے مین سو اگر صحیح رکھیگا تو مہر مسمی قبول کریگا اور اگر فسخ کریگا تو عورت کو کمتر مہر مسمی اور مہر مثل سے ملیگا یعنے مہر مسمی زوج پر واجب ہوگا اگر مہر مسمی مہر مثل سے کم ہوگا اور مہر مثل واجب ہوگا اگر مہر مثل مسمی سے کم ہوگا اسواسطے کہ نکاح غیر نافذ جسکو نکاح موقوف کہتے ہین نکاح فاسد کے برابر ہی تو نکاح فاسد کا حکم نکاح موقوف مین جاری ہوگا اور نکاح فاسد کا یہی حکم ہی کہ اُسمین کمتر مہر ملتا ہی تزوج بشہادۃ اللہ و رسولہ لم یجز بل قیل یکفر نکاح کیا کسی شخص نے خدا اور رسول کی گواہی سے تو نکاح درست نہوگا بلکہ بعضون نے یعنے ابو القاسم صفار نے اُسکے کفر کا فتوی دیا ہی کفر اُسکا دو دلیلون سے منقول ہی اول یہ کہ اُسنے حرام کو حلال جانا اسواسطے کہ اللہ اور اُسکے رسول نے نکاح کی گواہی آدمیون

یہ مخصوص کی ہے اسکے سواء اور کی گواہی کا حکم نہیں دیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جب اُسنے رسول کو گواہ قرار دیا تو رسول کو علم غیب ثابت کیا اور ہمارا کہ علم
حق تعالیٰ کو خاص ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی **فصل فی المحرمات** اس فصل میں بیان ہے محرمات کا یعنے وہ عورتیں جنکا نکاح مرد کو شرع میں
درست نہیں اسباب التحریم انواع اسباب تحریم کے چند قسم ہیں یعنے نو ہیں قرابۃ پہلا سبب حرمت کا قرابت ہے یعنے نسبی سات عورتیں حرام ہیں
ماں بیٹی بہن عمہ خالہ بھتیجی بھانجی مصاہرۃ دوسری حرمت سسرالی رشتہ سے جیسے خوشدامن اور مدخولہ کی لڑکیاں اور بہو رضاع
تیسری حرمت شیر خوارگی کی چنانچہ دایہ اور اُسکی لڑکیاں جمع چوتھی حرمت اجتماع کرنے سے جیسے دو بہنوں کو یا عورت اور اسکی عمہ یا خالہ کو
نکاح میں جمع کرنا ملک پانچویں حرمت ملکیت کے سبب سے جیسے مالک کا نکاح اپنی لونڈی سے یا بی بی کا نکاح اپنے غلام سے شرک چھٹی حرمت
مشرک ہونے سے جیسے مجوسیہ اور بت پرست سے نکاح کرنا ادخال امۃ علی حرۃ ساتویں حرمت بی بی پر لونڈی لانا یعنے زوجہ حرہ کے ہوتے
لونڈی سے نکاح کرنا فہی سبعۃ ذکرہا المصنف بہذا الترتیب یہ سات سبب حرمت کے مصنف نے اسی ترتیب سے ذکر کیے وبقیت التطلیق ثلثا وتعلق
حق الغیر بنکاح او عدۃ ذکرہا فی الرجعۃ باقی رہا تین بار کی طلاق دینا اور حرمت بسبب تعلق ہونے حق غیر کے نکاح سے یا عدت سے یعنے مطلقہ ثلثہ
بھی حرام ہے اور غیر کی منکوحہ اور معتدہ بھی حرام ہے ان دو سببوں کو مصنف نے فصل رجعت میں مذکور کیا تو نو سبب حرمت کے ہوگئے اور بعضوں نے
اکیس سبب حرمت کے شمار کیے ہیں جیسے لعان اور خنثی مشکل اور جنیہ اور دریائی انسان مترجم نے خوف تطویل سے سب کا شمار کرنا ضرور نہ جانا
اسواسطے کہ اگر عاقل آدمی کتاب النکاح میں غور کرے تو جابجا سے سب معلوم ہو سکتے ہیں (حرم) علی المتزوج ذکرا کان او انثی نکاح (اصلہ وفرعہ علا
او نزل) حرام ہے نکاح کرنیوالے پر مرد ہو یا عورت نکاح کرنا اپنی جڑ کا اور شاخ کا اگرچہ جڑ نہایت اونچی ہو جیسے ماں اور باپ دادا دادی پردادا پردادی
اور نانا نانی پرنانا پرنانی سرنانا سرنانی اور شاخ بھی حرام ہے اگرچہ جڑ نہایت نیچی ہو جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پرپوتا پرپوتی اور ناتن ناتی پرناتن پرناتی
وعلی ہذا القیاس (وبنت اخیہ) اور حرام ہے اپنی بھتیجی سگے بھائی کی بیٹی ہو یا سوتیلے کی (واختہ) اور حرام ہے اپنی بہن سگی ہو یا سوتیلی
یا اخیافی (وبنتہا) اور حرام ہے اپنی بھانجی سگی بہن کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی (ولو من زنا) اگرچہ یہ سب رشتہ زنا سے ہوں تو بھی حرام ہیں یعنے
اصل اور فروع اور بھتیجی اور بہن اور بھانجی ہر طرح سے حرام ہیں یہ رشتے نکاح سے ہوں یا زنا سے (وعمتہ) اور اپنی پھوپھی حرام ہے
نکاح سے ہو یا زنا سے (وخالتہ) اور اپنی خالہ حرام ہے نکاح سے ہو یا زنا سے شارح اگر قید زنا کی محرمات نسبیہ کے آخر میں لگاتا تو
نہایت مناسب ہوتا کہ سب کو حکم شامل ہو جاتا فہذہ السبعۃ مذکورۃ فی آیۃ حرمت علیکم امہاتکم سو یہ ساتوں رشتے محرمات کے حرمت علیکم
امہاتکم کی آیت میں مذکور ہیں ویدخل عمۃ جدہ وجدتہ وخالتہما الاشقاء وغیرہن اور داخل ہے عمہ اور خالہ کی حرمت میں دادا اور دادی
کی عمہ اور اُن دونوں کی خالہ سواے اصل اور فرع کے باقی رشتہ برابر ہیں حرمت میں سگی ہوں یا سوتیلی یا اخیافی چنانچہ اُسکا
بیان ترجمہ میں مفصل ہو چکا واما عمۃ عمۃ امہ وخالۃ خالۃ ابیہ فحلال اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ حلال ہے اسواسطے کہ
مادری عمہ کا باپ دادی کا زوج ہے تو مادری عمہ کی عمہ دادی کی زوج بہن ہوئی اور چونکہ زوج الام کی بہن حرام نہیں تو زوج الجد
کی بہن بطریق اولے نہ حرام ہوگی اور اگر عمہ سگی یا سوتیلی ہے تو عمہ کی عمہ حرام ہے اسواسطے کہ عمہ یہاں عبارت ہے باپ کی بہن سے
تو عمہ کی عمہ دادا کی بہن ہوئی تو جیسے باپ کی بہن حرام ہے ویسے ہی دادا کی بہن حرام ہے اور سوتیلی خالہ کی خالہ اسواسطے حلال ہوئی کہ
سوتیلی خالہ کی ماں سگی نانی نہیں بلکہ نانا کی زوجہ ہے تو اسکی بہن سالی ہوئی نانا کی اور نانا کی ایسی سالی ناتی پر حرام نہیں اور اگر اُسکی
خالہ یا مادری خالہ ہے تو اس صورت میں خالہ کی خالہ حلال نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر عن المحیط طحطاوی نے کہا شارح کا یوں کہنا

مناسب تھا اور اخوۃ الاخت لام تاکہ جار مجرور مضاف الیہ کا صفت ہوتا اور مدعا واضح ہوجاتا کہ بنت عمہ و عمتہ و خالہ و خالتہ واصل لکم ما وراء ذلکم
چنانچہ چچا اور عمہ کی بیٹی اور ماموں اور خالہ کی بیٹی بھی حلال ہے بموجب اس قول حق تعالیٰ کے کہ حلال کردیا گیا تمہارے واسطے اسکا اول حق تعالیٰ نے
محرمات کو ذکر فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ سوائے ان محرمات کے سب عورتیں حلال ہیں یاد رہے کہ عمہ اور خالہ کی بیٹیاں اور دادی عمہ کی اور سوتیلی خالہ کی
خالہ محرمات مذکورہ میں داخل نہیں تو انکی حلت صاف ثابت ہوگئی (وحرم) بالمصاہرۃ (بنت زوجتہ الموطوءۃ) اور حرام ہے بسبب سسرالی رشتے کے اپنی زوجہ
مدخولہ کی بیٹی یعنی ربیبہ اور اگر عورت سے نکاح کیا اور بدون جماع اسکو طلاق دی تو اسکی بیٹی سے نکاح درست ہے (وام زوجتہ) جداتہا مطلقاً بمجرد العقد الصحیح
(وان لم توطأ الزوجۃ) اور حرام ہے اپنی زوجہ کی ماں اور دادیاں نانیاں ہر طرح سے سگی ہوں یا سوتیلی حرمت ثابت ہوتی ہے بمجرد نکاح صحیح کے اگرچہ زوجہ سے
جماع نہ کیا ہو نکاح صحیح کی اسواسطے قید دی کہ مجرد نکاح فاسد سے خوشدامن حرام نہیں ہوتی جب تک جماع یا مساس وغیرہ نہوا ہو لما تقرر ان وطی الامہات
یحرم البنات ونکاح البنات یحرم الامہات حرمت ربیبہ کا مقید ہونا جماع زوجہ پر اور خوشدامن کی حرمت بلا قید اسواسطے ہے کہ ثابت ہوچکا ہے شرع میں
کہ ماؤں سے جماع بیٹیوں کو حرام کردیتا ہے اور فقط بیٹیوں کا نکاح بدون جماع کے حرام کردیتا ہے ماؤں کو چنانچہ کلام مجید میں یہ دونوں صورتیں صاف
مصرح ہیں ویدخل بنات الربیبۃ والربیب اور داخل ہے ربیبہ کی حرمت میں ربیبہ و ربیب کی بیٹیوں کی حرمت وفی الکشاف واللمس ونحوہ کالدخول
عند ابی حنیفۃ رح واقرہ المصنف اور تفسیر کشاف میں ہے کہ مساس وغیرہ شہوت سے قائم مقام دخول کے ہے نزدیک ابی حنیفہ رحمۃ اللہ کے لو فقط
مساس سے بھی حرمت ربیبہ کی امام اعظم رح کے نزدیک ثابت ہوگی اور اسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں مسلم رکھا ہے (وزوجۃ اصلہ) اور حرام ہے اپنی
اصل کی زوجہ یعنی جن عورتوں سے باپ دادا نے نکاح صحیح کیا وہ حرام ہیں جماع ایسے کیا ہو یا نہ کیا (وفرعہ) مطلقا ولو بعیدا دخل بہا اولا او
حرام ہے مطلقاً اپنی شاخ کی زوجہ یعنی اولاد کی اگرچہ شاخ بعید ہو جیسے پوتا اور نواسی اولاد کے اپنی زوجات سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو یعنی بیٹا
پوتے کی زوجہ اور باپ دادا سے پر حرام ہے جماع یہاں مشروط نہیں فقط نکاح صحیح چاہیے واما بنت زوجۃ ابیہ او ابنہ فحلال اور اسپنے باپ کی
زوجہ کی بیٹی یعنی سوتیلی ماں کی لڑکی جو باپ کے نطفہ سے نہیں اور اپنے فرزند کی زوجہ کی بیٹی جو فرزند کے نطفہ سے نہیں سو حلال ہے اسواسطے کہ دونوں میں
خون کا میل نہیں والکل رضاعا (وحرم الکل مما مر تحریمہ نسبا ومصاہرۃ (رضاعا) الا ما استثنی فی بابہ اور حرام ہیں سب رشتے جنکی تحریم نسبا اور مصاہرۃ مذکور ہوچکی شیرخوارگی سے
مگر جنکی حلت رضاعت سے مستثنی ہے چنانچہ اسکی تفصیل آگے آویگی رضاعی ماں اور بہن اور رضاعی دادی نانی اور رضاعی بھتیجی بھانجی حرام ہیں خلاصہ یہ کہ دایہ کی
سب قرابت والی شیرخوار پر حرام ہیں اور شیرخوار کیطرف سے زوجین و فروع دایہ وغیرہ پر حرام ہیں چنانچہ یہ قاعدہ حدیث کا اس بیان میں موجود ہے
[illegible] شارح مذکور کرتا ہے بشکل جواب [illegible]
[illegible] فانہا فضل متعدد لا اولی واحدۃ ام ثلاث الجواب
[illegible] ایک مرد ہے جسنے اپنی زوجہ کو دو بار طلاق دی اور زوجہ شیردار ہے اس مرد کے نطفہ سے [illegible]
اسنے نکاح کیا کسی شیرخوار لڑکے سے سو اسنے اسکو دودھ پلایا تو حرام ہوگئی شیرپر اسنے اور مرد نے نکاح کیا تو اسنے عورت سے جماع کیا پھر اسنے
اسکو طلاق بائن دی سو عورت کیا پھر نکاح کرسکتی ہے پہلے شوہر سے ایک طلاق سے یا تین طلاقوں سے یعنے شوہر اول دو بار طلاق دے چکا تھا
[illegible] شوہر اول کو ایک باقی ماندہ طلاق کا اختیار ہوگا یا تینوں طلاق کا مالک ہوگا جواب اس سوال کا یہ ہے کہ یہ عورت کبھی نہیں پھر سکتی ہے
شوہر اول کی طرف اسواسطے کہ وہ زوجہ ہوگئی مرد کے رضاعی بیٹے کی اور بہو کبھی حلال نہیں ہوسکتی شرعی امتہ ابیہ لا تحل لہ ان علم انہ وطیہا غیر بدی کی
اپنے باپ کی لونڈی نہ ولد کو اسکی وطی حلال نہیں اگر اسکو معلوم ہو کہ باپ نے اس سے وطی کی تزوج بکرا فوجدہا ثیبا و قالت ابوک فضنی

مسئلہ کہا بانت بلا مہر والا لاستمنے نکاح کیا ایک مرد نے باکرہ عورت سے تو اُسکو باکرہ نہ پایا پھر اُسنے پوچھا کہ کسنے تیرا ازالہ بکارت کیا اُسنے جواب دیا کہ تیرے باپنے میری بکارت کا ازالہ کیا سو اگر زوج نے اسکی تصدیق کی تو اُسکا نکاح ٹوٹ گیا بدون مہر کے یعنے مہر دینا شوہر پر واجب نہوا قصور عورت کا تھا کہ اُسنے اوسکو کیون نہ ظاہر کیا اور اگر شوہر نے عورت کی تصدیق نہ کی تو نکاح نہ ٹوٹا چاہے اُسکو رکھے چاہے چھوڑ دے وَحُرِّمَ اَیضاً بِالصِّہرِیَّۃِ اَصلُ مَزنِیَّتِہٖ اور بھی حرام ہو سسرالی رشتہ سے عورت مزنیہ کی اصل یعنے جس عورت سے زنا کیا تو اُسکی مان اور دادی اور نانی مرد پر حرام ہین اراد بالزنا الوطی الحرام مصنف نے زنا سے حرام جماع مراد رکھا اسواسطے کہ نکاح فاسد کی منکوحہ اور جاریہ مشترکہ اور زوجہ حائضہ اور نفساء کے جماع سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے تو اعتبار جماع کا ٹھہرا حلال ہو یا حرام یہ حرمت بلفظ زنا پر مخصوص نہوئی وَاَصلُ مَمسُوسَتِہٖ بِشَہوَۃٍ وَلَو لِشَعرٍ عَلَی الرَّأسِ بِحَائِلٍ لَا یَمنَعُ الحَرَارَۃَ اور حرام ہے اصل اُس عورت کی جسکو شہوت سے مساس کیا اگرچہ سر کے پٹے ہوئے بالون کو مساس کیا ہو اور اگرچہ ایسا باریک کپڑا درمیان مین حائل ہو کہ گرمی بدن کی اصول کی مانع نہو تو معلوم ہوا کہ لٹکے بالون کا مساس حرمت کا سبب نہین اور اسیطرح گاڑھے کپڑے کا حائل ہونا جو بدن کی گرمی معلوم ہونے کا مانع ہے ممسوسہ کی اصول کو حرام نہین کرتا وَاَصلُ مَاسَّتِہٖ وَنَاظِرَۃٍ اِلٰی ذَکَرِہٖ وَالمَنظُورِ اِلٰی فَرجِہَا المُدَوَّرِ الدَّاخِلِ وَلَو نَظَرَہٗ مِن زُجَاجٍ اَو مَاءٍ ہِیَ فِیہِ اور حرام ہے اصل اُس عورت کی جسنے مرد کو شہوت سے چھو لیا یا مرد کے آلہ تناسل کو شہوت سے دیکھ لیا اور اُس عورت کی اصل حرام ہے جسکی گول شرمگاہ اندر والی کو مرد نے شہوت سے دیکھا گو شیشے سے دیکھا ہو یا اُس پانی سے دیکھا ہو جسکے اندر عورت داخل ہے سو اگر عورت کی شرمگاہ آئینہ مین دیکھی یا عورت جو حوض پر بیٹھی ہوا اور اُسکی شرمگاہ پانی سے نظر پڑی یا ظاہری شرمگاہ دیکھی یا باطنی نہ دیکھی تو اُسکی اصول اور فروع کی حرمت ثابت نہین بحر وَفُرُوعُہُنَّ مُطلَقاً اور فروع اُن محرمات مذکورہ کے حرام ہین مطلقاً یعنے جیسے عورت مزنیہ اور ممسوسہ اور ماسہ اور ناظرہ اور منظورہ کی اصول حرام ہین ویسے فروع بھی حرام ہین اصول پر دادی اور پردادی اگرچہ عالی ہون اور فروع پسری اور دختری اگرچہ سافل ہون وَالعِبرَۃُ لِلشَّہوَۃِ عِندَ المَسِّ وَالنَّظَرِ لَا بَعدَہُمَا اور اعتبار شہوت کا مساس کرنے اور نظر کرنے کے وقت کا ہے نہ بعد کا یعنے مساس اور نظر کے وقت اگر شہوت ہوگی تو حرمت مذکورہ ثابت ہوگی اور اگر بعد مساس کرنے اور بعد نظر پڑنے کے شہوت ہوئی تو اسکا کچھ اعتبار نہین وَحَدُّہَا فِیہِمَا تَحَرُّکُ آلَتِہٖ اَو زِیَادَتُہٗ بِہٖ یُفتٰی اور مقدار شہوت کی مساس اور نظر مین یہ ہے کہ آلہ تناسل جنبش مین آوے یا نظر اور مساس کرنے سے جنبش سابق سے زیادہ ہو جاوے اگر سابق سے کچھ شہوت تھی اسی روایت پر فتوے ہے کذا فی بحر الرائق وَفِی امرَأَۃٍ وَنَحوِ شَیخٍ کَبِیرٍ تَحَرُّکُ القَلبِ اَو زِیَادَتُہٗ اور مقدار شہوت کی عورت اور بڈھے سے مرد مین یہ ہے کہ دل مین جنبش اور خواہش ہو یا دل کی خواہش سابق سے زیادہ ہو جاوے شیخ کے مانند عنین اور مریض اور مقطوع الذکر داخل ہو گئے وَفِی الجَوہَرَۃِ لَا یُشتَرَطُ فِی النَّظَرِ لِلفَرجِ تَحَرُّکُ آلَتِہٖ بِہٖ یُفتٰی اور جوہرہ مین یہ روایت ہے کہ عورت کی شرمگاہ کے نظر کرنے مین جنبش آلہ تناسل کی شرط نہین اسی پر فتوے ہے ہٰذَا اِذَا لَم یُنزِل فَلَو اَنزَلَ مَعَ مَسٍّ اَو نَظَرٍ فَلَا حُرمَۃَ بِہٖ یُفتٰی ابن کمال وغیرہ یہ حرمت مساس اور نظر کی اُس وقت تک ہے جب تک انزال نہین ہوا اور اگر انزال ہو گیا مساس اور نظر کرنے کے ساتھ تو حرمت ثابت نہین اسی پر فتوے دیا ہے ابن کمال وغیرہ نے عدم انزال سبب حرمت کا اسواسطے ہے کہ جب تک انزال نہین ہوا تو جماع کی خواہش ہے اسواسطے اُسکو قائم مقام جماع کے کیا ہے یا انزال سے اُسکی خواہش مطلق خواہش جماع کی نہین ہوئی پھر کیونکر جماع کے قائم مقام ہو کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن الاشباہ وَفِی الخُلَاصَۃِ وَطیُ اُختِ امرَأَتِہٖ لَا تَحرُمُ عَلَیہِ امرَأَتُہٗ اور خلاصہ مین یہ ہے جماع اپنی زوجہ کی بہن کا اُسکی زوجہ کو اُسپر حرام نہین کرتا یعنے مصاہرت کی حرمت سوائے فروع اور اصول کے اور کہین ثابت نہین ہوتی چنانچہ زوجہ کی بہن سے جماع سے زوجہ حرام نہوگی لیکن اگر وطی بالشبہہ ہوئی تو زوجہ کی بہن پر عدت بیٹھنا واجب ہوا تو عدت تک زوجہ کے جماع سے پرہیز لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لَا تَحرُمُ المَنظُورُ اِلٰی فَرجِہَا الدَّاخِلِ اِذَا رَآہُ مِن مِرآۃٍ اَو مَاءٍ لِاَنَّ المَرئِیَّ مِثَالُہٗ

بالانعکاس ہو حرام نہیں اصول اور فروع اُس عورت کی جسکی شرمگاہ نہانی پر نظر پڑی آئینہ سے یا پانی سے اسواسطے کہ شرمگاہ کی مثال نظر پڑی
انعکاس سے نہ خود شرمگاہ اور اسی طرح تصور اور خیال کرنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی اگرچہ انزال ہو گیا وکانت حینئذ مشتہاۃ ولو ماضیا اما عجوزا
فینبغی ثبوتہا وصغیرۃ لم تشتہ فلا تثبت الحرمۃ بہا اصلا کوطی ومباشرۃ حرمت مصاہرت کی زنا اور مساس اور نظر سے جب ہو کہ عورت زندہ لائق
شہوت کے ہو اگرچہ زمانہ ماضی میں لائق شہوت کے تھی اور اب نہو جیسے بڑھیا پس [illegible] اور اگر سوا اسکے ہو یعنے عورت مردہ ہو یا نو برس سے چھوٹی ہو
تو اسکے جماع اور مساس اور نظر شرمگاہ سے ہرگز حرمت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ عورت یا مرد کے اغلام سے مطلق حرمت مصاہرت نہیں اگر کوئی سوال
کرے کہ جب یہ ثابت ہے کہ فقط مساس سے اصول اور فروع کی حرمت تو ثابت ہوا اور عورت کے اغلام سے کیوں نہ ہو حالانکہ اسمیں بھی مساس کامل موجود ہے اسکا
جواب بحر الرائق میں یوں دیا ہے کہ واقع میں علت حرمت کی وہ جماع ہے جس سے لڑکا پیدا ہو اور مساس وغیرہ سے اسواسطے حرمت ثابت ہوتی کہ اس
جماع خاص کا سبب ہے اور اغلام میں اسکا مطلق احتمال نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی [illegible] المفضاۃ لا تحرم بلا تیقن کونہ فی القبل بالحمل [illegible] اور اسی طرح
اگر مرد نے اس عورت سے جماع کیا جسکے قبل اور دبر پردہ پھٹ کر ایک ہو گئی ہو حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوتی اسواسطے کہ یقین نہیں ہوا ہے کہ
کہ جماع قبل میں واقع ہوا یعنے جب دونوں مقام مل گئے تو کیونکر یقین کامل ہو کہ دخول فقط قبل میں ہوا [illegible] اس عورت [illegible] حرمت ثابت
ہو گی جب عورت اس سے حاملہ ہو جاوے اسواسطے کہ حمل قبل سے ہوتا ہے نہ دبر سے بلا فرق [illegible] نکاح [illegible] صغیرہ کے جماع حرمت
ثابت نہیں اسمیں زنا اور نکاح کا کچھ فرق نہیں فلو تزوج صغیرۃ لا تشتہی فدخل بہا فطلقہا وانقضت عدتہا وتزوجت باخر جاز للاول
للاول التزوج ببنتہا لعدم الاشتہاء سو اگر نکاح کیا ایک مرد نے صغیرہ سے جو لائق شہوت کے نہ تھی پھر اس سے صحبت کی پھر اسکو طلاق
دیدی اور اسکی عدت گذر گئی اور اس عورت نے بعد عدت کے دوسرے سے نکاح کیا اور اس شخص سے تو جائز ہے پہلے شوہر کو کہ اس عورت کی بیٹی سے
نکاح کرے اسواسطے کہ شوہر اول کے پاس لائق شہوت کے نہ تھی اور حرمت مصاہرت کی بدون شہوت کے ثابت نہیں ہوتی لیکن اس عورت کی
ماں شوہر اول پر بلا شبہہ حرام ہے اسواسطے کہ نکاح بنات محرم ہے امہات کا کذا تشترط الشہوۃ فی الذکر فلو جامع غیر مراہق زوجۃ ابیہ لم تحرم
اور اسی طرح حرمت مصاہرت میں شرط ہے کہ شہوت ہو مرد میں بھی سو اگر جماع کیا باپ کی زوجہ سے لڑکے نے جو قریب البلوغ نہیں تو باپ کی زوجہ
باپ پر حرام نہو گی کذا فی فتح القدیر یعنے بسبب عدم شہوت کے یہ نہ ٹھہرے گی کہ باپ پر حرام ہو جائے ولا فرق فیما ذکر بین اللمس والنظر بشہوۃ بین عمد
ونسیان وخطاء واکراہ اور مسائل مذکورہ میں کچھ فرق نہیں مساس اور شہوت کی نظر سے درمیان قصد کرنے اور بھول جانے اور چوک جانے
اور زبردستی کے یعنے ہر صورت سے مصاہرت کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور نسیان اور خطا اور اکراہ یہ ان سب برابر ہیں فلو ایقظ زوجتہ
او ایقظتہ ہی لجماعہا فمست یدہ بنتا منہا المشتہاۃ او یدہا ابنہ حرمت الام ابدا فتح سو اگر جگایا اپنی زوجہ کو یا جگایا زوجہ نے شوہر کو قربت کے لیے
پھر لگ گیا مرد کا ہاتھ زوجہ کی جوان بیٹی کو جو بیٹی اس مرد سے ہو یا غیر سے یا لگ گیا زوجہ کا ہاتھ شوہر کے بیٹے سے اسی عورت سے بیٹا ہو
یا اور سے تو ان دونوں صورتوں میں ماں ابد تک باپ پر حرام ہو جائیگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ جب شہوت سے مساس ہوا تو قصد اور خطا دونوں برابر ہیں
تقبیل ام امراتہ فی ای موضع کان علی الفم [illegible] جوہرۃ [illegible] مالم یظہر عدم الشہوۃ وفی الخلاصۃ [illegible] کما فی الذخیرۃ بوسہ لیا اپنی
زوجہ کی ماں کا کسی جگہ کا بوسہ ہو تا یہ صحیح ہے کذا فی الجوہرۃ حرام ہو جائیگی اسپر زوجہ اسکی جب تک ظاہر نہ ہو گا کہ بوسہ بے شہوت لیا [illegible]
ذخیرہ میں اسکا مصنف یوں ہی سمجھا ہے اور اگر [illegible] بوسہ لینے کے وقت شہوت ظاہر نہ ہو گی تو زوجہ حرام نہ ہو گی اگرچہ منہ پر بوسہ لیا ہو
محشیوں نے لکھا ہے کہ یہ جو عموم تقبیل کا شارح نے جوہرہ سے نقل کیا اسمیں شارح چوک گیا اسواسطے کہ جوہرہ میں [illegible] نہیں اگرچہ عموم اور معتبر کتابوں میں

مثل سجھ الاقوم وغیرہ کے سوجھ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن فی المس الحرم بالم اللقم المشھوۃ الان الاصل فی التقبیل الشھوۃ بخلاف المس اور خوشدامن کے مساس کرنے میں مرد پر زوجہ حرام نہیں ہوتی جب تک شہوت کا یقین کرے شہوت کا اور اگر شہوت کا یقین ہو گا تو خوشدامن کے مساس سے زوجہ حرام ہو گی تقبیل میں شہوت شرط نہوئی او مساس میں ہوئی اسواسطے کہ اصل تقبیل میں شہوت ہے یعنی بوسہ لینا کم شہوت سے خالی ہوتا ہے بخلاف مساس کے کہ اکثر شہوت سے خالی ہوتا ہے والمعانقۃ کالتقبیل وکذا القرص والعض بشہوۃ ولو لاجنبیۃ یکفی الشھوۃ من احدھما اور باہم گلے لگانا مثل بوسہ لینے کے ہے یعنی معانقہ میں بھی اصل شہوت ہے تو اس سے بھی حرمت ثابت ہوگی جب تک عدم شہوت ظاہر نہو اور اسیطرح جو شہوت سے چٹکی لینا اور دانت سے کاٹنا اگرچہ اجنبی عورت سے ہو یعنی اگر اجنبی عورت کا بوسہ لیا یا اسکو گلے لگایا یا اسکے چٹکی لی یا دانت سے کاٹا تو اسکی بیٹی مرد پر حرام ہو جائیگی اور اگر ان امور کے ساتھ شہوت متعلق ہوگی تو حرمت ثابت ہوگی اور کفایت کرتی ہے شہوت ان امور میں دونوں میں سے ایک کی یعنی ان امور میں عورت مرد دونوں کو شہوت ہونا ضرور نہیں ایک کو بھی اگر شہوت ہوگی تو حرمت ثابت ہو جائیگی ومراہق ومجنون وسکران کبالغ یعنی بیدار اور ان امور میں قریب البلوغ اور دیوانہ اور مست بالغ کے برابر ہیں کذا فی البزازیۃ وفی الخلاصۃ قبل السکران بنتہ تحرم امھا اور قنیہ میں ہے کہ مست نے اپنی بیٹی کا بوسہ لیا تو اسکی ماں اسپر حرام ہو گئی وبحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطی بھا لایکون زنا اور حرمت مصاہرت سے نکاح ٹوٹ نہیں جاتا یہانتک کہ عورت کو دوسرے سے نکاح کرنا حلال نہیں بدون چھوڑ دینے کے یعنی بعد طلاق دینے اور عدت گذر جانے کے نکاح ہو سکتا ہے اور تفریق کرنا اس حرمت میں ثابت ہوگا یعنی زوج اگر قبل تفریق کے صحبت کریگا تو اسپر حد زنا کی نہ واجب ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی نا قلا عن البحر وفی الخانیۃ ان النظر بفرج ابنتہ بشہوۃ یوجب حرمۃ امرأتہ خانیہ میں ہے کہ نظر کرنا اپنی بیٹی کی شرمگاہ کو شہوت سے اسکی زوجہ کو اسپر حرام کرتا ہے وکذا لو فزعت فدخلت فراش ابیھا عریانۃ فانتشر لھا ابوھا تحرم علیہ امھا اور اسیطرح اگر بیٹی ڈری اور ننگی گھس گئی اپنے باپ کے بچھونے میں پھر باپ کو اس سے شہوت ہوئی تو حرام ہو جائیگی باپ پر اس بیٹی کی ماں بشرطیکہ باپ نے مساس کیا ہو اور اگر مساس نہیں کیا تو فقط گھس جانے سے حرمت ثابت نہیں ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی وبنت سنھا دون تسع لیست بمشتھاۃ یعنی اور جو لڑکی کہ عمر اسکی نو برس سے کم ہو وہ مشتہاۃ نہیں یعنی لائق شہوت کے نہیں اسی پر روایت پر فتوی ہے موٹی اور دبلی ہونیکا کچھ فرق نہیں وان ادعت الشھوۃ فی تقبیلہ وتقبیلھا ابنہ وانکرھا الرجل فھو مصدق لاھی اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کے بوسہ لینے میں یا اپنے بوسہ لینے میں شوہر کے بیٹے کا اور انکار کیا شہوت کا مرد نے تو یہاں شوہر کی تصدیق کیجائیگی نہ عورت کی یعنی اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ شوہر نے میری ماں کا یا بیٹی کا بوسہ شہوت سے لیا یا یوں دعوی کیا کہ میں نے شوہر کے اصول یا فروع کا بوسہ شہوت سے لیا اور شوہر شہوت کا منکر ہے تو شوہر کے قول کی تصدیق ہوگی نہ زوجہ کے یعنی اس صورت میں حرمت مصاہرت نہ ثابت ہوگی الا ان یقوم الیھا منتشرا اٰلتہ فیعانقھا لقرینۃ کذبہ او یاخذ ثدیھا او یرکب معھا او یمسھا علی الفرج او یقبلھا علی الفم قالہ الحدادی مگر شوہر کی تصدیق اسوقت نہوگی جب شوہر اٹھے زوجہ کی بیٹی کی طرف آلہ تناسل کو ایستادہ کئے ہوئے پھر اسکو گلے لگائے تو اسکی تصدیق شوہر کی اسواسطے نہوگی کہ اسکے جھوٹ کا قرینہ موجود ہے یا مرد عورت کی چھاتی پکڑ لے یا اسکے ساتھ سوار ہو یا اسکی شرمگاہ کو مساس کرے یا اسکے منہ کا بوسہ لے یہ کہا حدادی نے [illegible] اگر مرد کہے کہ مجھکو شہوت نہ تھی تو اسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جائیگی وفی الفتح یثبت فی القبلۃ علی الفم او فی الخد [illegible] فتح القدیر میں ہے کہ اسے مرد آتا ہے ملانا دونوں رخساروں کا منہ کے ساتھ یعنی قیاس میں یوں آتا ہے کہ رخساروں کا بوسہ لینا اور لبوں کا بوسہ لینا حکم میں برابر ہو وفی الخلاصۃ قیل لہ ما فعلت بام امرأتک فقال جامعتھا ثبتت الحرمۃ ولا یصدق انہ کذب ولو ھازلا [illegible]

ہیں ہو کہ ایک مرد سے کہا گیا کہ کیا تو نے اپنی خوشدامن سے کیا سو اُسنے کہا کہ میں نے اُس سے جماع کیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جائیگی اور اُسکے کا قرار
ہونے کی تصدیق نہ کیجائیگی اگرچہ اُسنے ہنسی سے کہا ہو وَتُقْبَلُ الشَّهَادَةُ عَلَى الْإِقْرَارِ بِاللَّمْسِ وَالتَّقْبِيلِ عَنْ شَهْوَةٍ اور قبول ہوگی گواہی شہوت سے چھونے اور
بوسہ لینے کی اقرار پر یعنے مرد نے شاہدوں کے روبرو اقرار کیا کہ میں نے زوجہ کی بیٹی کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا پھر جب زوجہ نے اُسکا دعوی کیا
تو مرد منکر ہو گیا تو اس صورت میں اُسکے اقرار کی گواہی مسموع ہوگی اور زوجہ زوج پر حرام ہو جائیگی وَكَذَا تُقْبَلُ عَلَى نَفْسِ اللَّمْسِ وَالتَّقْبِيلِ وَالنَّظَرِ إِلَى ذَكَرِهِ أَوْ
فَرْجِهَا عَنْ شَهْوَةٍ فِي الْمُخْتَارِ تَجْنِيسٌ لِأَنَّ الشَّهْوَةَ مِمَّا يُوقَفُ عَلَيْهَا فِي الْجُمْلَةِ بِانْتِشَارٍ أَوْ آثَارٍ۔ اور اسی طرح سے مقبول ہے گواہی خود چھونے اور بوسہ لینے اور
مرد کے آلہ تناسل یا عورت کی شرمگاہ شہوت سے دیکھنے پر بنابر مذہب مختار کے کذا فی التجنیس اسواسطے کہ شہوت اس قسم کی چیز ہے جس پر فی الجملہ اطلاع
ہو سکتی ہے آلہ تناسل کی ایستادگی سے یا اور آثار سے وَحَرُمَ الْجَمْعُ بَيْنَ الْمَحَارِمِ نِكَاحًا أَيْ عَقْدًا صَحِيحًا اور حرام ہے جمع کرنا محرم عورتوں کا نکاح میں یعنے
عقد صحیح میں جمع بین المحارم جیسے دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا یا خالہ اور بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی سے نکاح کرنا محارم عام ہیں نسبی ہوں یا رضاعی
شارح نے عقد صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ نکاح فاسد میں جمع حرام نہیں جیسے ایک عورت سے نکاح فاسد کیا پھر اُسکی بہن سے نکاح صحیح کیا تو درست ہے
اسواسطے کہ نکاح فاسد میں وطی کرنا حلال نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وَعِدَّةً وَلَوْ مِنْ طَلَاقٍ بَائِنٍ اور حرام ہے جمع کرنا محارم کا عدت میں اگرچہ
طلاق بائن کی عدت ہو یعنے جب عورت کو طلاق رجعی یا بائن دی تو جب تک عدت ہو چکے تو اُسکی بہن یا خالہ یا پھوپھی سے نکاح کرنا درست نہیں
وَحَرُمَ الْجَمْعُ وَطْئًا بِمِلْكِ يَمِينٍ اور حرام ہے جمع کرنا محارم کا وطی میں بواسطے ملک یمین کے یعنے جب لونڈی تصرف میں آئی تو اُسکی بہن یا خالہ یا پھوپھی
اُنکو بھی تصرف میں نہ لاوے بَيْنَ امْرَأَتَيْنِ أَيَّتُهُمَا فُرِضَتْ ذَكَرًا لَمْ تَحِلَّ لَهُ الْأُخْرَى أَبَدًا یعنے نکاح اور عدت اور وطی ملک یمین سے جمع کرنا
اُن دو عورتوں میں حرام ہے کہ اُن دو میں سے جسکو مرد فرض کیجیے تو نہ حلال ہو اُسکو دوسری کبھی جیسے دو بہنیں اور اُسکی پھوپھی سو اگر عورت کو مرد فرض کیجیے
تو پھوپھی کے ساتھ نکاح حلال نہوگا اور پھوپھی کو اگر مرد فرض کیجیے تو بھتیجی سے نکاح درست نہوگا اور اسیطرح خالہ اور بھانجی کا حال ہے کہ حدیث مسلم لَا تُنْكَحُ
الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا وَهُوَ مَشْهُورٌ يَصِحُّ تَخْصِيصُ الْكِتَابِ بِهِ جمع کرنا دو عورتوں کا بسبب حدیث صحیح مسلم کے حرام ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ نکاح نہ کیا جاوے عورت کا اُسکی پھوپھی پر اور حدیث صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہے صلاحیت رکھتی ہے کہ قرآن کی تخصیص ہو جاوے یعنے اگرچہ
قرآن مجید میں سواے جمع بین الاختین کے بھتیجی اور پھوپھی کا جمع کرنا منع نہیں بلکہ عموم اُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ سے حلت معلوم ہوتی ہے لیکن عموم آیت
کا حدیث مسلم سے مخصوص ہو گیا اسواسطے کہ اصول فقہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ عموم آیت کا حدیث مشہور سے تخصیص قبول کر لیتا ہے تیسیر الاصول میں صحیح
سے ابوہریرہؓ کی روایت موجود ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ نکاح کیا جاوے عورت کا اُسکی پھوپھی پر اور عورت کا اُسکی خالہ پر
جمع بین المحارم اسواسطے حرام ہوا کہ اسمیں قطع رحم ہوتا ہے چنانچہ طبرانی میں اسی مضمون کی حدیث موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فَجَازَ الْجَمْعُ بَيْنَ امْرَأَةٍ
وَبِنْتِ زَوْجِهَا أَوِ امْرَأَةِ ابْنِهَا وَأَمَةٍ ثُمَّ سَيِّدَتِهَا لِأَنَّهُ لَوْ فُرِضَتِ الْمَرْأَةُ أَوِ امْرَأَةُ الِابْنِ أَوِ السَّيِّدَةُ ذَكَرًا لَمْ يَحْرُمْ بِخِلَافِ عَكْسِهِ۔ تو جائز ہے جمع کرنا
عورت میں اور اُسکے شوہر کی بیٹی میں اور جائز ہے جمع عورت میں اور اُسکے بیٹے کی جورو میں اور جائز ہے جمع کرنا لونڈی میں پھر اُسکی مالکہ بی بی میں
اسواسطے کہ اگر عورت کو اور بیٹے کی جورو کو اور بی بی کو مرد فرض کیجیے تو دوسری حرام نہیں ہوتی اور اُسکے برخلاف میں حرمت ہے یعنے جمع کرنا
اُن دو عورتوں کا حرام ہے جنکے مرد فرض کرنے سے دونوں طرف سے حرمت ہو اور تینوں صورتوں میں ایک طرف سے حرمت ہے دوسری طرف سے نہیں
اسواسطے جمع کرنا جائز ہوا مثلاً پہلی صورت میں اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو اس عورت کے شوہر کی بیٹی اُسپر حرام نہیں اور اگر شوہر کی بیٹی کو مرد
فرض کیجیے تو البتہ اُسپر عورت حرام ہوگی اور دوسری صورت میں اگر بیٹے کی جورو کو مرد فرض کیجیے تو عورت اُسپر حرام نہیں اور اگر عورت کو مرد فرض کیجیے

تو البتہ بہو حرام ہوگی اور تیسری صورت میں اگر بی بی کو مرد قرار دیجیے تو لونڈی حرام نہیں اور اگر لونڈی کو مرد ٹھہرایئے تو البتہ بی بی حرام ہوگی فان
تزوج بنکاح صحیح اخت امتہ قد وطیہا صح النکاح لکن لا یطأ واحدۃ منہما حتی یحرم محل استمتاع احدہما علیہ بسبب ما پھر اگر صحیح نکاح کیا لونڈی کی بہن سے
جس لونڈی کو صحبت میں لا چکا ہے تو نکاح اسکی بہن کا صحیح ہوگا لیکن دونوں میں سے کسی کو تصرف میں نہ لاوے جب تک ایک کی حاجت جماع کو اپنے اوپر کسی
سبب سے حرام کرے اگر منکوحہ کو رکھنا منظور ہو تو لونڈی کی صحبت سے پرہیز کرے اور اگر لونڈی کو رکھا چاہے تو منکوحہ کو چھوڑ دے لان العقد حکم الوطی
حتی لو نکح مشرقی بمغربیۃ ثبت نسب الولد منہ لثبوت الوطی حکما لونڈی یا اسکی منکوحہ بہن کا حرام کرنا اسواسطے ضرور ہوا کہ نکاح جماع کے حکم میں ہے یہاں تک
کہ اگر نکاح کیا مرد مشرقی نے عورت مغربیہ سے اس طرح کہ اسکے ولی نے مشرق میں نکاح کر دیا تو ثابت ہوگا اس عورت کی اولاد کا نسب مشرقی مرد سے
واسطے ثابت ہونے جماع حکمی کے بسبب نکاح ہونے کے اسواسطے کہ قطع مسافت بطریق کرامت یا بواسطہ اعمال جنوں کے ممکن ہے ولو لم یکن وطی الامۃ لہ
وطی المنکوحۃ اور اگر لونڈی سے جماع نہ کیا ہو تو مرد کو جائز ہے کہ اسکی منکوحہ بہن سے جماع کرے اسواسطے کہ مملوک ہونا وطی کے حکم میں نہیں ودواعی الوطی کالوطی
ابن کمال اور وطی کے اسباب وطی کے برابر ہیں حرمت جمع میں کذا قالہ ابن کمال یعنے اگر لونڈی سے مساس یا تقبیل بشہوت کیا پھر اسکی بہن سے نکاح کیا
تو کسی کی وطی بدون تحریم دوسری کے حلال نہوگی ولو تزوجہما معا ای الاختین او بعقدین ونسی النکاح الاول فرق بینہ
وبینہما وبینہن ظاہرا اور اگر ایک مرد نے نکاح کیا دو محارم سے ساتھ ہی ایک ایجاب اور قبول سے یعنے دو بہنوں سے نکاح کیا یا جو دو بہنوں کے مانند
ہوں حرمت میں یا دونوں سے نکاح کیا دو عقد میں یعنے ہر ایک سے ایجاب و قبول علیحدہ کیا اور پہلا نکاح بھول گیا تو جدائی کیجائیگی درمیان مرد
اور دونوں عورتوں کے اور یہ جدائی طلاق ہوگی نہ فسخ یعنے اسمیں طلاق کے احکام جاری ہونگے نہ فسخ کے ولہما نصف المہر یعنے فی مسئلۃ النسیان
اذ الحکم فی تزوجہما معا البطلان وعدم وجوب المہر الا بالوطی کما فی عامۃ الکتب فتنبہ اور واجب ہوگا ان دونوں بہنوں کے واسطے آدھا
یعنے وجوب نصف مہر کا نسیان کے مسئلہ میں ہے جہاں دو عقد سے نکاح ہوا اسواسطے کہ دونوں کے ساتھ نکاح ہونے میں بطلان نکاح اور نہ واجب
ہونے مہر کا حکم ہے مگر وطی سے البتہ مہر واجب ہوگا چنانچہ یہ مسئلہ تمام کتب فقہ میں صریح ہے سو اس مقام میں آگاہ رہنا دھوکہ نہ کھانا وہذا ان کان مہراہما
متساویین قدرا وجنسا وہو مسمی فی العقد وکانت الفرقۃ قبل الدخول ولو ادعت کل منہما انہا الاولی ولا بینۃ لہما اور یہ وجوب نصف مہر کا
اسوقت ہے کہ جب دونوں کے مہر برابر ہوں مقدار میں اور ایک جنس ہوں اور مہر معین ہو گیا ہو عقد میں اور جدائی قبل دخول ہوئی ہو یا ہر ایک
عورت دعوی کرتی ہو کہ میرا نکاح پہلے ہوا اور دونوں کے گواہ نہوں فان اختلف مہراہما فان علما فلکل ربع مہرہا والا فلکل نصف اقل المسمیین
سو اگر مختلف ہوں دونوں کے مہر پھر اگر دونوں کے مہر معلوم ہوں کہ فلانی کا اتنا اور فلانی کا اتنا تو ہر ایک کو اسکا چوتھائی مہر ملیگا اور اگر ہر ایک کا مہر
بالخصوص معلوم نہو اگرچہ یہ معلوم ہو کہ ایک کا مثلا ہزار ہے اور دوسرے کا دو ہزار تو اس صورت میں ہر ایک عورت کو دونوں مہر میں جو کمتر ہے
اسکا نصف نصف ملیگا مثلا ہزار دو ہزار سے کم ہے تو ہر عورت پانسو پاویگی وان لم یکن مسمی فالواجب متعۃ واحدۃ لہما بدل نصف المہر ولو
مہر معین نہو تو واجب ایک پوشاک ہے دونوں کے واسطے عوض نصف مہر کے وان کانت الفرقۃ بعد الدخول وجب لکل واحدۃ مہر کامل
لتقررہ بالدخول اور اگر جدائی دونوں بہنوں کی بعد دخول کے ہوئی تو واجب ہوگا ہر ایک کو مہر کامل بسبب ثابت ہونے مہر کے دخول سے ومنہ یعلم حکم
دخولہ بواحدۃ اور اس مقام سے ایک عورت کے دخول کا حکم بھی معلوم ہو گیا یعنے اگر دونوں عورتوں کی جدائی ایک عورت کے دخول کے پیچھے
بعد ہوئی تو مدخولہ کو مہر کامل ملیگا اور غیر مدخولہ چوتھائی مہر پاویگی وکذا الحکم فیما جمع بین المحارم فی نکاح یعنے جیسا حکم جمع بین الاختین کا ہے ویسا ہی
حکم جمع بین المحارم ہے نکاح میں اسی تفصیل سے جسکا بیان ہو چکا وحرم نکاح المولی امتہ اور حرام ہے نکاح کرنا مالک کا اپنی لونڈی سے اسواسطے کہ جماع کی

مالکیت مالک کو نکاح سے قبل بھی ثابت ہے اور یہاں حرمت سے یہ مراد نہیں کہ نکاح کرنے سے مولی لائق عذاب کے ہوگا بلکہ مراد یہ ہے کہ مولی پر نکاح کے
احکام مثل مہر اور طلاق وغیرہ کے لازم نہ ہوینگے وَلَا الْعَبْدُ سَیِّدَتَهُ لِاَنَّ الْمَمْلُوکِیَّةَ تُنَافِی الْمَالِکِیَّةَ اور حرام ہے نکاح غلام کو اپنی بی بی سے اسواسطے کہ مملوک
ہونا مخالف ہے مالک ہونے کے یعنے غلام کا نکاح بی بی سے اسواسطے حرام ہوا کہ غلام مملوک ہے اور مملوک کو مغلوب ہونا لازم ہے پھر غلام کا شوہر ہونا غالب
ہونے کا مقتضی ہے سو ایک شخص غالب بھی ہو اور مغلوب بھی یہ کیونکر ہو سکے نعم لو فعله المولی احتیاطا کان حسنا وفیہ انہ لا احتیاط فی عدم عدہا خامسۃ ونحوہا فتامل
ہاں اگر نکاح کرے مولی اپنی لونڈی سے احتیاط کی راہ سے تو خوب ہوگا اسواسطے کہ شاید حرہ یعنے آزاد ہو اسواسطے کہ دست بدست جانے سے ایسا
اکثر ہو جاتا ہے کذا فی البحر شارح نے کہا کہ اسمین یہ ہے کہ اس لونڈی کو پانچوین یا مثل اسکے شمار کرلے مین احتیاط نہین سو اسکو تامل کرلے یعنے اگر بالفرض سکے
نکاح مین چار آزاد یا لونڈیاں ہین تو لونڈی کو پانچوین شمار کرنے مین احتیاط نہین یا یہ کہ لونڈی سے حرہ پر نکاح کرے تو اس نکاح مین کچھ احتیاط نہین پس اس
عبارت سے بظاہر ایسا پایا جاتا ہے کہ مولی کے لیے احتیاط یہی ہے کہ اپنی لونڈی سے عقد نکاح نکرے اور فتاوے عالمگیری مین فتاوی سراجیہ سے روایت
یون ہے کہ علمانے کہا ہے کہ اس زمانے مین بہتر یہ ہے کہ اپنی لونڈی سے نکاح کرے تاکہ اگر حرہ ہو تو جماع اُسکا نکاح سے حلال ہو جاوے اور مراد یہ ہے کہ اگر لونڈی
مول لے اور جماع کا ارادہ کرے تو احتیاط یہ ہے کہ اُس سے نکاح کرلے اسواسطے کہ اگر واقع مین وہ حرہ ہے تو نکاح سے حرمت وطی کی جاتی رہی اور اگر لونڈی ہے
تو کچھ نکاح سے ضرر نہین اس روایت سے معلوم ہوا کہ مولی پر اپنی لونڈی کا نکاح حرام نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وَحَرُمَ نِکَاحُ الْوَثَنِیَّۃِ بِالْاِجْمَاعِ اور حرام ہے
نکاح عورت مشرکہ بت پرست کا بالاتفاق فتح القدیر مین ہے کہ آفتاب پرست بت پرست اور ستارہ پرست اور صورت پرست اور معطلہ اور زندیق یعنے ملحد اور
باطنیہ اور اباحیہ بت پرست مین داخل ہین اور شرح وجیز مین ہے کہ جو مذہب ایسا ہو کہ اسکے معتقد کو تکفیر واجب ہو تو اس مذہب والی عورت سے نکاح نہین
جائز اسواسطے کہ مشرک کا نام اُن سب کو شامل ہے اور بحرالرائق مین بھی اسی قسم کا مضمون ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وَصَحَّ نِکَاحُ کِتَابِیَّۃٍ وَاِنْ کُرِهَ تَنْزِیْهًا
اور صحیح ہے نکاح کتابیہ والی عورت سے اگرچہ مکروہ ہے بکراہت تنزیہی فتح القدیر مین کہا کہ اہل کتاب کی عورتون سے نکاح درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ
نکرے اور کتابیہ حربیہ سے بالاتفاق مکروہ ہے تاکہ مسلمان دارالحرب مین نہ رہ پڑے اور صحبت اہل کفر سے اولاد کے عقائد اور اخلاق نہ بگڑ جائین کذا
فی حاشیۃ المدنی مُؤْمِنَۃٍ بِنَبِیٍّ مُرْسَلٍ مُقِرَّۃٍ بِکِتَابٍ مُنَزَّلٍ وَاِنِ اعْتَقَدُوا الْمَسِیْحَ اِلٰهًا کتابیہ سے مراد وہ عورت ہے جو نبی مرسل کا ایمان رکھتی ہو اور
کتاب آسمانی کا اقرار کرتی ہو جیسے یہود اور نصاری اگرچہ اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کو معبود جانتے ہون گو کہ اس اعتقاد سے وہ مشرک ہو گئے
لیکن شرع مین اہل کتاب کو مشرکون سے جدا کیا چنانچہ قرآن شریف مین فرمایا (لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ) اسواسطے کہ عطف
دلیل ہے مغایرت کی وَکَذَا حِلُّ ذَبِیْحَتِهِمْ عَلَی الْمَذْهَبِ بحر یعنے جیسے کتابیہ سے نکاح درست ہے ویسے ہی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہے بنا بر مذہب
قوی کے کذا فی بحرالرائق وَصَحَّحَ فِی النَّهْرِ جَوَازَ مُنَاکَحَةِ الْمُعْتَزِلَةِ لِاَنَّا لَا نُکَفِّرُ اَحَدًا مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ وَاِنْ وَقَعَ لَهُمْ اِلْزَامًا فِی الْمَبَاحِثِ اور صاف کہدیا ہے نہرالفائق
مین مناکحت معتزلہ کی جواز کو اسواسطے کہ ہم اہل سنت اہل قبلہ مین سے کسیکی تکفیر نہین کرتے اگرچہ واقع ہو گئی ہے تکفیر اُنکی بطور الزام کے
مباحث خلافیہ مین معتزلہ ایک فرقہ ہے اسلام کا قرآن مجید کو مخلوق کہتے ہین اور قیامت مین دیدار الٰہی کے منکر ہین اور عباد کو خالق اپنے فعال کا
جانتے ہین وغیرذلک من القبائح فاضل خیرالدین رملی نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ رافضیہ اُن کے سب فرقے اور معتزلیون کے
سب گروہ اہل کتاب مین داخل ہین تو نہ جائز ہوگا سنی عورت کا نکاح رافضی سے اسواسطے کہ عورت مسلمان ہے اور مرد کافر اور حالانکہ مسلمہ کا نکاح
کافر سے جائز نہین انتہی اور شیخ رحمتی نے کہا کہ بعضون نے معتزلہ سے نکاح کرنا مطلقا ناجائز کہا تو رافضی اُنکے برابر ہونگے یا اُنسے بھی بدتر فاضل رملی نے
انکو از قبیل اہل کتاب کے قرار دیا تو اُنکی عورتون سے نکاح کرنا اہل سنت کو درست ہوگا اور سنیہ کا نکاح رافضی یا معتزلی سے

فصل ۱۵ نکاح مشرکہ اہل کتاب و اہل بدعت [illegible]

ناجائز ہوگا اور یہ قول اعدل الاقوال ہے اسواسطے کہ رافضیون کے کفر مین شک نہین بسبب اُنکے اعتقاد کفریات کے لیکن جب کتابیہ سے نکاح درست ہوا تو اہل کتاب جیسی علیہ السلام کو معبود یا ابن اللہ کہین تو مقتضا اسکا یہ ہے کہ رافضی عورت سے بھی نکاح درست ہوا اور جو شبہات سے بچا اُسنے اپنا دین بچایا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی **لا یصح نکاح عابدۃ کوکب لا کتاب لہا** نہین صحیح ہے نکاح عورت ستارہ پرست کا جسکے پاس آسمانی کتاب نہین صابیہ ایک فرقہ ہے کفار کا اُنکے اہل کتاب ہونے مین اشتباہ ہے صاحب ہدایہ نے کہا کہ صابیہ عورت سے نکاح درست ہے اگر انکو کسی نبی کا ایمان ہوا ور آسمانی کتاب ہو اور اگر وہ ستارہ پرست ہون اور کتاب نہ رکھتی ہون تو نکاح درست نہین ہے واسطے کہ مشرک مین مصنف نے بھی اس قول مین صاحب ہدایہ کی پیروی کی **ولا وطیہا بملک یمین** اور نہین حلال وطی ستارہ پرست کی ملک یمین سے **والمجوسیۃ** اور نہین صحیح ہے نکاح آتش پرست عورت کا اور نہ اُسکی وطی حلال ہے ملک یمین سے اسی پر اجماع ہے چارون اماموں کا **والوثنیۃ** اور نہین صحیح نکاح عورت بت پرست کا یہان عورت بت پرست کے نکاح کی عدم صحت بیان ہوئی اور سابق مین عدم حلت مذکور ہو چکی تو تکرار نہوئی اسواسطے کہ عدم صحت کو عدم حلت لازم نہین **وہذا ساقط من نسخ الشرح ثابت فی نسخ المتن** یعنی یہ لفظ مجوسیہ اور وثنیہ کا لفظ مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون سے ساقط ہے اور متن کے نسخون مین ثابت ہے اور وہ ہو عطف علی عابدۃ کوکب اور یہ یعنے مجوسیہ اور وثنیہ کا لفظ عابدۃ کوکب پر عطف ہے تو مطلب یہ ہوا کہ عابدۃ کوکب اور مجوسیہ اور وثنیہ کا نکاح درست نہین **والمحرمۃ بحج او عمرۃ والمحرم عطف علی کتابیۃ فتنبہ** اور صحیح ہے نکاح اُس عورت کا جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اگرچہ مرد بھی محرم ہو تو بھی صحیح ہے لفظ محرمہ کتابیہ پر عطف ہے تو صحت نکاح محرمہ ثابت ہوئی عابدۃ کوکب پر عطف نہین کہ عدم صحت کوئی سمجھے سو شارح کہتا ہے کہ اے کتاب دیکھنے والے اس مقام مین خبردار رہنا کہین عطف محرمہ کا عابدۃ کوکب پر نکرنا کہ مطلب اُلٹا ہو جاوے **والامۃ ولو کانت کتابیۃ او مع طول الحرۃ** اور صحیح ہے نکاح کرنا لونڈی سے اگرچہ کتابیہ ہو یا بی بی کے ساتھ نکاح کرنیکا مقدور ہو نکاح حرہ کا مقدور ہو یعنے اُسکے مہر نفقہ کا مقدور ہو تو بھی لونڈی سے نکاح کرنا صحیح ہے **والاصل عندنا ان کل وطی یحل بملک یمین یحل بنکاح وما لا فلا** اور قاعدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہ ہے کہ جو وطی حلال ہے ملک یمین سے وہ نکاح سے بھی حلال ہے اور جو ملک یمین سے حلال نہین وہ نکاح سے بھی حلال نہین تو کتابیہ لونڈی کی وطی ملک یمین سے حلال ہے تو نکاح سے بھی حلال ہے اور لونڈی کی وطی ملک یمین سے باوجود قدرت نکاح حرہ کے جائز ہے تو نکاح سے بھی جائز ہے اور مجوسیہ اور بت پرست کی وطی ملک یمین سے درست نہین تو نکاح سے بھی درست نہین **وان کرہ تحریما فی المحرمۃ وتنزیہا فی الامۃ** اگرچہ نکاح مکروہ ہے کراہت تحریمی محرمہ کے نکاح مین اور کراہت تنزیہی لونڈی کے نکاح مین شارح نے کراہت تحریمی نکاح محرمہ کی نہر الفائق کی پیروی سے بیان کی حالانکہ یہ قول جمہور فقہا کے مخالف ہے اسواسطے کہ اُنکے اقوال مین نکاح محرمہ کی حلت مصرح ہے اور حلت کراہت تحریمی کے مبائن ہے اور صحاح ستہ مین ابن عباس رض کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھے ہوے حضرت میمونہ سے نکاح کیا اور حالانکہ حضرت کے افعال مین کراہت تحریمی کا ہرگز احتمال نہین تو قول صاحب نہر الفائق کا اور اُسکے تابع شارح کا لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی مفصلا **وحرۃ علی امۃ** اور صحیح ہے نکاح حرہ کا لونڈی پر یعنے اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا تو درست ہے **لا عکسہ** اور اُسکا عکس صحیح نہین یعنے اول حرہ سے نکاح کرے پھر لونڈی سے نکاح کرے تو درست نہین اسواسطے کہ طبرانی مین حدیث ہے کہ منع کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کا نکاح حرہ پر کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو ام ولد فی عدۃ حرۃ ولو من بائن** اگرچہ نکاح ام ولد کا حرہ کی عدت مین ہو گو عدت طلاق بائن کی ہو تو بھی صحیح نہین **وصح رجعتہا ای الامۃ علی حرۃ لبقاء الملک** اور صحیح ہے اگر رجوع کیا لونڈی کی طرف حرہ پر یعنے اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا پھر لونڈی کو طلاق رجعی دی پھر اُسکی طرف رجوع کیا باوجود حرہ کے تو درست ہے واسطے باقی رہنے ملکیت نکاح لونڈی کے اسواسطے کہ طلاق رجعی سے لونڈی نکاح سے باہر نہوگئی تو حرہ پر ادخال امۃ نہ لازم آیا کہ نادرست ہوتا **ولو تزوج اربعا من الاماء وخمسا من الحرائر فی عقد واحد صح نکاح الاماء لبطلان الخمس** اور اگر نکاح کیا چار لونڈیون سے اور پانچ حرہ سے

ایک عقد مین تو صحیح ہو گیا نکاح لونڈیون کا واسطے باطل ہونے نکاح پانچ حرّہ کے یعنے جیسا حرّہ پر لونڈیون کا نکاح درست نہین ویسے ہی حرّہ اور لونڈی کا
ایک عقد مین نکاح صحیح نہین لیکن یہان اسواسطے درست ہوا کہ جب پانچ حرّہ کا نکاح باطل ٹھہرا تو چار لونڈیون کا نکاح صحیح ہو گیا وصح نکاح اربع من الحرائر والاماء
فقط للحر لا اکثر اور صحیح ہو نکاح فقط چار حرّہ کا اور فقط چار لونڈیون کا مرد حر کے واسطے چار سے زیادہ جائز نہین قولہ التسری بما شاء من الاماء یہ اور
جائز ہی حر کو لونڈی رکھنا صحبت کیواسطے جتنی لونڈیان کہ چاہے یعنے لونڈیون کی مقدار مقرر نہین فلو له اربع من الحرائر والف سریۃ واراد شراء اخریٰ
فلامہ رجل خیف علیه الکفر پس اگر ایک شخص کے پاس چار بیبیان اور ہزار لونڈیان ہون اور وہ اور ایک لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے پھر اسکو کوئی مرد
ملامت کرے تو اُس مرد ملامت کرنے والے پر کفر کا خوف ہی اسواسطے کہ قرآن مین لونڈیون کے تصرف پر کتنی ہی ہون ملامت نہین تو اسکا ملامت
کرنا ظاہرا اسپر دلالت کرتا ہی کہ اسکو قرآن کا یقین نہین ولو اراد التسری فقالت امرأته اقتل نفسی لا یمتنع لانه مشروع اور اگر ارادہ کیا ایک شخص نے
لونڈی کے تصرف کا یا دوسرے نکاح کا پھر کہا اسکی جورو نے کہ مین جان کو ہلاک کرتی ہون تو نہ باز رہے لونڈی کے تصرف سے اسواسطے کہ شرع مین حلال ہی
یعنے باز رہنا اسپر واجب نہین لکن لو ترک لئلا یغمها یوجر لحدیث من رق لامتی رق الله له بزازیۃ لیکن اگر لونڈی کا تصرف یا دوسرے نکاح کو اسواسطے ترک
کرے کہ زوجہ کو رنج نہو تو ثواب پاویگا اس حدیث کی دلیل سے کہ جو میری امت پر نرمی اور شفقت کریگا تو حق تعالی اُسپر رحم کریگا کذا فی البزازیہ کہا محشی شیخ عابد
محدث مدنی نے کہ اس حدیث کا ٹھکانا مجھکو معلوم نہین لیکن اس مضمون کی حدیث جامع ترمذی اور ابو داؤد مین موجود ہی حضرت نے فرمایا کہ رحم کرنے والونپر
رحمن رحم کرتا ہی زمین والون پر رحم کرو تا کہ آسمان والا تمپر رحم کرے اور ابن عساکر اور دیلمی نے صدیق اکبر سے حدیث قدسی مرفوع نقل کی حق تعالے فرماتا ہی
کہ اگر تم میری رحمت کی امید رکھتے ہو تو میری خلق پر رحم کیا کرو وللعبد ان ینکح ثنتین ولو مدبرا فیمتنع علیه غیره ولا یحل له التسری لانه لا یملک الا الطلاق
اور جتنی عورتون کا نکاح حر کو جائز ہی اسکے نصف کا غلام کو صحیح ہی یعنے دو حرّہ کا اور دو لونڈیون کا اگرچہ غلام مدبر ہو اور منع ہی اسپر اسکے سوا
اور حلال نہین اسکو لونڈیون کا تصرف اسواسطے کہ غلام کو کسی چیز کی ملکیت نہین سواے طلاق یعنے اپنی منکوحہ کے غلام و مدبر اسکو کہتے ہین جسے
مالک کہے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہی وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیره ای الزنا لثبوت نسبه ولو من حربی او سیدها المقر به اور صحیح ہی
نکاح حاملہ کا جسکا حمل زنا سے ہی زنا کے سواے اور حاملہ سے نکاح جائز نہین اسواسطے کہ اسکا نسب ثابت ہی اگرچہ حمل کافر حربی سے ہو یا لونڈی کے
ایسے مالک سے جو اسکا اقرار کرتا ہی اور اگر اقرار نہ کرے تو نکاح حاملہ سے درست ہی اسواسطے کہ نفی ولد کی جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہی ویسے ہی
دلالت حال سے ثابت ہوتی ہی کذا فی حاشیۃ الدر لی وان حرم وطؤها ودواعیه حتی تضع متصل بالمسئلۃ الاولی اگرچہ زانیہ حاملہ کی وطی اور بوسہ وغیرہ
حرام ہی اسکا ہونے تک شارح نے کہا کہ حرمت وطی پہلے مسئلہ سے متصل ہی یعنے زانیہ حاملہ کا نکاح درست ہی وطی درست نہین اسکے سواے اور حاملہ کا نہ نکاح
درست نہ وطی لئلا یسقی ماءه زرع غیره اذا الشعر ینبت منه زانیہ حاملہ کی وطی اسواسطے منع ہی کہ نہ سینچے اسکا جماع کرنے والا اپنا پانی بیگانی کھیتی مین اسواسطے
کہ بال اس سے جمتے ہین یعنے زیادہ جمتے ہین نہ یہ کہ اسی پر جمنا موقوف ہی کذا فی حاشیۃ الدر فی فروع لو نکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقا والولد له ولزمه
النفقۃ یہ چند مسائل ہین جنکو شارح نے بڑھایا اگر زانیہ حاملہ سے زانی مرد نے نکاح کیا تو اسکو اُس سے وطی کرنا باتفاق حنفی رح اور شافعی رح کے حلال ہی
اور بچہ اُسیکا ہوگا اور اُسپر نفقہ دینا لازم آویگا اسواسطے کہ وطی اسکو حلال ہی بخلاف غیر زانی کے اور لڑکے کا نسب زانی سے اس شرط سے ثابت ہوگا
جب نکاح کرنے سے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین پیدا ہوا اور اگر چھ مہینے سے کم مین پیدا ہوگا تو ثابت النسب نہوگا ولو زوج امته ام ولده والحامل منه علمه
قبل اقراره به جاز وکان نفیا للولد نهر عن التوشیح اور اگر نکاح کر دیا ایک مرد نے اپنی حاملہ لونڈی کا یا حاملہ ام ولد کا بعد دریافت کرنے حمل کے اور
ولد کے اقرار کرنے سے پہلے تو جائز ہی اور یہ حمل مین نکاح کر دینا باوجود اسکے علم نفی کے ہی ولد کے اپنے نسب سے کذا فی النهر عن التوشیح وصح

نکاح الموطوءۃ بملک یمین اور صحیح ہے نکاح اس عورت کا جس سے صحبت کیجاتی تھی ملک یمین سے یعنے اگر ایک شخص کی لونڈی تھی کہ اُسکے تصرف مین تھی (کرتی تھی) پھر اُسنے دوسرے شخص سے نکاح کردیا تو درست ہے بشرطیکہ حاملہ نہو اسواسطے کہ لونڈی قوی فراش مالک کی نہین یہان تک کہ اگر اُسکے لڑکا پیدا ہو تو بدون اقرار مولی کے ثابت النسب نہوگا بخلاف زوجہ کے ولایستبرئہا زوجہا اور نہ استبرا کرے زوج اُسکا وجوبا نہ استحسانا کذا فی الہدایہ اور امام محمد کے نزدیک استبرا مستحب ہے اور اگر لونڈی خریدکرے تو مشتری پر استبرا واجب ہے اگرچہ عورت یا لڑکے سے خرید کی ہو استبرا یہ ہے کہ بدون ایکبار حیض ہونے کے صحبت نکرنا بل ندبا وجوبا علی الصحیح ذخیرۃ بلکہ اُسکے مالک پر واجب ہے استبرا نکاح کردینے سے پہلے بنابر قول صحیح کے کذا فی الذخیرۃ والموطوءۃ بزنا ای جاز نکاح الزانیۃ وان راہا تزنی ولہ وطیہا بلا استبرا یا اس عورت کی وطی زنا سے ہوتی ہو تو بھی اسکا نکاح صحیح ہے یعنے زانیہ کا نکاح جائز ہے اگرچہ مرد نے عورت کو زنا کرتے دیکھا اور اُسکو جائز ہے وطی کرنا بدون استبرا کے بشرطیکہ حاملہ نہو چنانچہ سابق مین مذکور ہوچکا واما قولہ تعالی الزانیۃ لاینکحہا الا زان فمنسوخ بآیۃ فانکحوا ما طاب لکم اور یہ جو قول ہے حق تعالی کا کہ عورت زانیہ سے نکاح نہین کرتا مگر زانی مرد تو اسکا جواب یہ ہے کہ قول مذکور فانکحوا ما طاب لکم کی آیت سے منسوخ ہوگیا یعنے نکاح کرو جو تمکو اچھا معلوم ہو عورتون سے اس آیت مین بلا قید زنا کے نکاح کا حکم ہوا اور نسخ کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میری عورت کسی ہاتھ لگانے والے کا ہاتھ نہین ٹالتی یعنے زانیہ ہے حضرت نے فرمایا کہ طلاق دے اُسکو اُسنے کہا کہ وہ خوبصورت ہے مین اُسکو چاہتا ہون حضرت نے فرمایا تو اپنا مطلب نکال اُس سے یعنے وطی کر اور اُسکو صحبت مین رکھ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اس مضمون کی حدیث ابوداؤد اور نسائی مین موجود ہے ابن عباس کی روایت سے کذا فی تیسیر الوصول وفی آخر حظر المجتبی لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ ولایجب علیہا تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لایقیما حدود اللہ فلا باس ان یتفرقا فما فی الوہبانیۃ ضعیف کما بسطہ المصنف اور مجتبی کے باب الحظر کے آخر مین ہے کہ واجب نہین مرد پر طلاق دینا بدکار عورت کا بدکاری زنا سے ہو یا ترک فرائض وغیرہ سے ہو اور نہین واجب عورت پر اپنا خلاص کرنا مرد بدکار سے مگر اُسوقت جب دونون ڈرین کہ اقامت احکام الہی کی نہ کرسکینگے تو کچھ مضائقہ نہین دونون کی جدائی مین سو جو روایت کہ وہبانیہ مین ہے کہ زانیہ کی وطی زوج پر حرام ہے جب تک حیض نہوجائے تو وہ روایت ضعیف ہے چنانچہ اُسکو خوب بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین وصح نکاح المضمومۃ الی محرمۃ اور صحیح ہے نکاح حلال عورت کا جو ملائی گئی محرم عورت سے یعنے ایک عورت مرد پر حلال ہے اور دوسری حرام ہے اُن دونون سے ایک عقد مین نکاح کیا تو حلال عورت کا نکاح صحیح ہوگا اور محرم کا نکاح باطل ہوجائیگا والمسمی کلہ لہا اور مہر معین سب حلال عورت کا ہوگا یعنے دونون کا مہر اُسکو ملیگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونون کے مہر مثل پر تقسیم ہوگا ولو دخل بالمحرمۃ فلہا مہر المثل اور اگر صحبت کی محرم عورت سے تو اُسکو مہر مثل ملیگا کتنا ہی ہو وبطل نکاح متعۃ اور باطل ہے نکاح متعہ کا متعہ اُسکو کہتے ہین کہ کوئی شخص عورت سے کہے کہ مین نے تجھسے متعہ کیا دس دن یا مہینے تک انتفاع لیکر اول متعہ خیبر اور فتح مکہ مین مباح تھا جب کہ مردون پر مجرد رہنا نہایت سخت تھا اور عورتون مین قلت تھی پھر بعد فتح مکہ کے قیامت تک حرام ہوگیا چنانچہ صحیح مسلم مین ربیع بن سبرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد فتح مکہ مین متعہ مباح کیا پھر فرمایا کہ اے لوگو مین نے تمکو متعہ کرنیکی اجازت دی تھی عورتون سے اور بالتحقیق حق تعالے نے اُسکو حرام کردیا قیامت کے دن تک ابن عباس رض اول حلت متعہ کے قائل تھے آخر کو وہ بھی حرمت کے قائل ہوئے چنانچہ جامع ترمذی مین مصرح ہے تو باجماع صحابہ اسکی حرمت ثابت ہوئی اور جو متعہ کو حلال جانے وہ کافر ہے چنانچہ مضمرات مین موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وموقت اور باطل ہے نکاح موقت یعنے مدت مقرر کرنا نکاح مین اُسکو نکاح موقت کہتے ہین نکاح موقت اور متعہ مین چند وجوہ سے فرق ہے متعہ مین لفظ متعہ کا بولنا ضرور ہے اور موقت مین لفظ تزویج اور نکاح لازم ہے اور متعہ مین تعین مدت نہین

مہر کی لازم ہو موقت میں نہیں اور متعہ میں گواہ شرط نہیں بخلاف موقت کے کذا فی حاشیۃ المدنی وان جہلت المدۃ او طالت فی الاصح نکاح مؤقت
باطل ہے اگرچہ مدت مجہول ہو یا طویل ہو بنا بر قول صحیح کے ولیس منہ ما لو نکحہا علی ان یطلقہا بعد شہر اور نکاح موقت سے یہ نہیں اگر نکاح کیا عورت سے
اس شرط پر کہ اسکو طلاق دیگا بعد ایک مہینہ کے اسواسطے کہ طلاق قاطع ہے نکاح کی توقیت کی شرط قاطع میں ہوئی نہ نکاح میں تو شرط باطل ہو گی اور نکاح
صحیح ہو گا بخلاف نکاح موقت کے کہ اسمیں خود نکاح مشروط ہوا اور نوی مکثہ معہا مدۃ معینۃ یا نیت کی نکاح کرنے والے نے زوجہ کے ساتھ مدت معین تک
ٹھہرنے کی یعنی یہ نیت کی نکاح موقت میں داخل نہیں ولا بأس بتزوج النہاریات یعنی اور کچھ مضائقہ نہیں نہاریات کے نکاح میں کذا فی العینی نہاریات وہ عورتیں
جنکے پاس شوہر دن کو رہے نہ رات کو ولو ادعی انہ وطی امرأۃ او ادعت علیہ بنت قاض انہ تزوجہا بنکاح صحیح وہی ای والحال انہا محل للانشاء
ای لانشاء النکاح خالیۃ عن الموانع وقضی القاضی بنکاحہا ببینۃ اقاماہا ولم یکن فی نفس الامر تزوجہا اور حلال ہو مرد کو وطی اس عورت کی
جسنے مرد پر دعوی کیا قاضی کے نزدیک اسکا کہ مرد نے اس سے صحیح نکاح کیا اور حالانکہ وہ عورت محل ہو وجہ نکاح کی حلال ہو محرم نہیں خالی ہو موانع نکاح
یعنی مثلاً غیر کی منکوحہ یا معتدہ نہیں اور حکم کر دیا قاضی نے اسکے ثبوت نکاح کا بسبب گواہی ان گواہوں کے جنکو عورت نے قائم کیا اور حالانکہ درحقیقت
مرد نے اس سے نہیں نکاح کیا تھا مدعیہ اور گواہ دونوں جھوٹے تھے سو قاضی کا حکم ظاہر میں نافذ ہو گا نفقہ وغیرہ مرد پر لازم آویگا اور باطن میں بھی نزدیک
امام اعظم کے نافذ ہو گا یعنے بلا تردد وطی حلال ہو گی امام اعظم کی یہ دلیل ہے کہ ایک مرد نے گواہ پیش کیے ایک عورت کا نکاح ثابت کیا علی مرتضی کے روبرو
حضرت نے اسکے ثبوت نکاح کا حکم کیا عورت نے کہا کہ دعوی اسکا جھوٹا ہے چارہ ناچار اگر یہی حکم منظور ہے تو میرا نکاح ہی کر دیجیے حضرت علی نے
فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا یعنے اب نکاح کی کچھ حاجت نہیں اگر نکاح نہ تھا تو بھی شہادت سے موجود ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی
وکذا تحل لہ لو ادعی ہو نکاحہا خلافا لہما اور اسی طرح سے حلال ہو وطی مرد کو اگرچہ اسی نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا اور
گواہ سنکر قاضی نے حکم دیا لیکن اول صورت میں دعوی باطل سے عورت گنہگار ہو گی اور صورت ثانی میں مرد ہو گا اور یہ قول حلت وطی کا خلاف
صاحبین کے نزدیک ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک بدون نکاح جدید کے وطی کرنا حلال نہیں وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب بقولہما یفتی اور شرنبلالیہ
بر مواہب صاحبین کے قول پر فتوی ہے انتہی احتیاط اسی میں ہے کہ وطی نہ کرے لیکن حکم قاضی کا ظاہر میں بالاتفاق نافذ ہے کذا سے
حاشیۃ المدنی ولو قضی بطلاقہا بشہادۃ الزور مع علمہا بذلک نفذ وحل لہا التزوج بآخر بعد العدۃ اور اگر حکم کیا قاضی نے عورت کی طلاق کا
شہادت زور سے باوجود واقف ہونے عورت کے کہ شہادت زور ہے تو نافذ ہو گی اور حلال ہو گا عورت کا نکاح کر لینا دوسرے مرد سے
عدت گذرنے کے بعد شہادت زور کا علم عورت کو یوں متصور ہے کہ اسنے خود طلاق کا دعوی کیا اور کاذب گواہ پیش کیے تو وہ یقینا جانتی ہے
کہ اسکے شوہر نے طلاق نہیں دی وحل للشاہد زورا تزوجہا وحرمت علی الاول اور حلال ہے شاہد زور کو نکاح کر لینا اس عورت کا اسواسطے
کہ قضا نافذ ہو گئی ظاہر اور باطن میں اور حرام ہو گئی عورت پہلے شوہر پر وعند الثانی لا تحل لہما وعند محمد تحل للاول ما لم یدخل الثانی وہی من
فروع القضاء بشہادۃ الزور کما سیجیء اور نزدیک ابو یوسف کے دونوں پر حلال نہیں نہ اول شوہر پر نہ ثانی پر اور نزدیک محمد کے
شوہر اول پر حلال ہے جب تک شوہر ثانی نے صحبت نہ کی اور اگر صحبت کی تو اول پر حرام ہو گی بسبب وجوب عدت کے اور یہ مسئلہ نکاح اور
طلاق کا قضاء بشہادت زور کی فروع سے ہے چنانچہ آگے کتاب القضاء میں آویگا والنکاح لا یصح تعلیقہ بالشرط اور نکاح کا
معلق کرنا شرط پر صحیح نہیں اسواسطے کہ تعلیق بالشرط اسقاطات خالصہ کو مخصوص ہے جو حلف واقع ہوتے ہیں جیسے طلاق اور عتاق اور
نکاح ایمین سے نہیں کتزوجتک ان رضی ابی لم ینعقد النکاح لتعلیقہ بالخطر کما فی العمادیۃ وغیرہا جیسے کوئی کہے کہ میں نے تجھسے نکاح کیا

اگر میرا باپ راضی ہوگا اور دوسرے نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح نہ منعقد ہوگا بواسطے معلق ہونے نکاح کے خطر پر محتمل ہو کہ شرط واقع ہو یا نہو چنانچہ عدم صحت نکاح معلق کی عمادیہ اور سوا اسکے بین موجود ہے چنانچہ فتح القدیر اور خلاصہ اور ظہیریہ اور بزازیہ اور خانیہ اور تاتارخانیہ اور فتاوی ابو اللیث اور جامع الفصولین اور قنیہ میں مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و ما فی الدرر ففیہ نظر اور جو روایت درر میں ہے سو اسمیں بحث ہے اور نظر ہے یعنے مخالف ہے فقہا کے لائق اسناد کے نہیں صاحب درر نے کہا کہ نکاح بالشرط جیسے کوئی کہے کہ اگر تو گھر میں جائیگی تو فلانے سے تیرا نکاح کر دونگا اور فلانے نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ تعلیق باطل ہے اور نکاح صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و لا اضافتہ الی المستقبل کتزوجتک غدا او بعد غد لم یصح اور یہ بھی صحیح ہے اضافت کرنا نکاح کا زمانہ آیندہ کی طرف جیسے یوں کہے کہ میں نے تجھسے نکاح کیا آج کے بعد کل یا پرسوں تو نہ صحیح ہوگا ولکن لا یبطل النکاح بالشرط الفاسد ولیکن نکاح نہیں باطل ہوتا شرط فاسد سے جیسے کوئی کہے کہ میں نے تجھسے نکاح کیا اس شرط سے کہ مہر نہ دونگا یا اپنا گھر تجھکو عاریت دونگا یا اپنا نفقہ مجھسے نہ مانگیو یا میری خدمت کرنا وانما یبطل الشرط دونہ یعنی لو عقد مع شرط فاسد لم یبطل النکاح بل الشرط بخلاف ما علقہ بالشرط اور باطل تو شرط ہوتی ہے نہ نکاح یعنے اگر عقد شرط فاسد کے ساتھ ہوا تو نکاح نہ باطل ہوگا شرط باطل ہوگی بخلاف اسکے کہ اگر نکاح کو شرط پر معلق کیا تو وہاں شرط بھی باطل اور نکاح بھی باطل ہم اس مقام میں فرق بتانا معلق علی الشرط اور مشروط بشرط فاسد کا ضرور ہے کہ بیان کرنا واسطے فقہ دانوں کو حیرانی نہ رہے معلق علی الشرط سے یہ مراد ہے کہ ایسی شرط پر نکاح تعلیق کرے کہ وہ محتمل الوجود ہو نہ متحصل الوجود جیسے کسی کی دل کی خوشی یا نزول ابر یا ہوا چلنا یا پانی کا برسنا یا کسی کے جینے مرنے پر نکاح کا معلق کرنا اسکو معلق علی الشرط کہتے ہیں اور نکاح مشروط بشرط فاسد سے یہ مراد ہے کہ نکاح کے ساتھ ایسی شرط کی جو لوازم نکاح کے خلاف ہے جیسے مہر اور نفقہ نہ دینا وعلی ہذا القیاس الا ان یعلقہ بشرط ماض مگر جب کہ نکاح معلق اسوقت درست ہے جب اسکی تعلیق کرے شرط ماضی موجود بالفعل پر یعنے سابق سے شرط پائی گئی یا وقت ایجاب و قبول کے حاصل ہوئی چنانچہ کسی نے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تجھسے کر دیا بشرطیکہ اسنے زید کے دوسرے نے قبول کیا اور حالت قبول میں فوراً زید آگیا تو نکاح منعقد ہو جائیگا کذا فی حاشیۃ المدنی فیکون تحقیقاً فینعقد فی الحال کما لو خطب بنتا لابنہ فقال الاب زوجتہا قبلک من فلان فکذبہ فقال ان لم اکن زوجتہا من فلان فقد زوجتہا لابنک فقبل ثم علم کذبہ انعقد لتعلیقہ بموجود یعنے جب موجود شرط پر تعلیق ہوئی تو نکاح تحقیق ہو گیا معلق نہ رہا تو اسی وقت منعقد ہو جائیگا جیسے ایک شخص نے اپنے فرزند کے واسطے کسی کی بیٹی سے منگنی کی تو اسکے باپ نے کہا کہ میں تو تجھسے پہلے اسکا نکاح کر چکا ہوں فلانے شخص سے سو اسنے اسکی تکذیب کی پھر بیٹی کے باپ نے کہا کہ اگر میں نے فلانے شخص سے نہیں نکاح کر دیا تو البتہ اسکا نکاح تیرے فرزند سے کیا سو اسنے قبول کیا پھر اسکا کذب معلوم ہو گیا خود اسکے اقرار سے یا فلانے شخص کے اظہار سے تو یہ نکاح منعقد ہو گیا واسطے معلق ہونے نکاح کے شرط موجود پر یعنے نکاح معلق اس سبب سے صحیح نہیں کہ شرط کا وجود محال نہیں اور جب شرط موجود ٹھہری تو نکاح معلق نہ رہا بلکہ محقق ہو گیا تو البتہ صحیح ہوگا وکذا اذا وجد المعلق علیہ فی المجلس کذا ذکرہ جوی زادہ وعمنہ المصنف بحثا اور اسی طرح نکاح صحیح ہو جاویگا جب معلق علیہ یعنے جس پر تعلیق نکاح کی ہوئی وہ ایجاب و قبول کی مجلس میں پایا جاوے جیسا کہ اسکو جوی زادہ نے مذکور کیا اور بعضے نسخوں میں جوی زادہ کے مقام پر خواہرزادہ مرقوم ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو عام رکھا ہے بحث کر کے مصنف نے عمادیہ سے نقل کی کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھسے ہزار درہم پر نکاح کیا اگر فلانا شخص آج راضی ہوا اور وہ شخص مجلس میں حاضر تھا سو بولا کہ میں راضی ہوا تو نکاح صحیح ہوگا بطریق استحسان کے اور اگر حاضر نہو گا تو نہ جائز ہوگا اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر یوں کہا کہ میں نے تجھسے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوا اور اجازت دے پھر دوسرے نے قبول کیا تو صحیح نہیں ہے واسطے کہ تعلیق ہے اور نکاح تعلیق کا احتمال نہیں رکھتا اور اگر باپ مجلس میں حاضر ہوگا اور قبول کرے تو نکاح جائز ہوگا تو معلوم ہوا کہ فقط وجود معلق علیہ کا مجلس میں کافی نہیں جب تک کہ وہ راضی نہو

مسئلہ اور ایک ... مردوں کا ... جوی زادہ ...

اور اجازت نہ دے اور اگر مجلس کے بعد اجازت دیگا تو جائز ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی لکن فی النھر قبیل کتاب الصرف فی مسئلۃ التعلیق برضی الاب والحق الاطلاق فلیتامل المفتی لیکن نہر الفائق مین کتاب الصرف کے قبل مسئلہ تعلیق برضاے والد کے یون کہا ہو کہ حق یہ ہو کہ تعلیق علی الاطلاق صحیح نہین خواہ باپ مجلس مین حاضر ہوکر راضی ہو یا نہ راضی ہوا اور معلق علیہ خواہ باپ ہو یا اجنبی کسی طرح نکاح صحیح نہین اس اطلاق کو صاحب نہر نے خانیہ سے نقل کیا تو چاہیے کہ مفتی تامل کرے اس مسئلہ کے بیان مین اسواسطے کہ خانیہ نہایت معتبر کتاب ہو کہ قاضی خان اسکی تصحیحات پر اعتماد کرتا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الولی

یہ باب ہو تعریف اور احکام ولی مین ہو لغۃ خلاف العدو وعرفا العارف باللہ تعالی وشرعا البالغ العاقل الوارث ولو فاسقا علی المذہب مالم یکن متہتکا ولی لغت مین بمعنی دوست ہو خلاف دشمن اور عرف مین ولی عارف باللہ کو کہتے ہین اور شرع مین ولی اسکو کہتے ہین جو بالغ اور عاقل اور وارث ہو اگرچہ فاسق ہو بنابر مذہب صحیح کے بشرطیکہ بیپردہ در حرمت کھونے والا نہو اس تعریف مین سلطان اور مالک عبد داخل نہین ہو اسواسطے کہ وارث نہین تو مصنف اور شارح کو لازم تھا کہ انکو تعریف مین داخل کرتے فخرج نحو صبي ومجنون ووصي مطلقا علی المذہب تو نکل گیا ولی کی تعریف سے لڑکا اور دیوانہ اور بیہوش اور وصی مطلقا بنابر مذہب صحیح کے لڑکا بالغ کی قید سے نکلا اور دیوانہ اور بیہوش عاقل کی قید سے نکلا اور وصی وارث کی قید سے نکلا وصی کو مطلقا ولایت نکاح کی نہین خواہ اسکو نکاح کردینے کی باپ نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اور وارث کی قید سے کافر اور غلام بھی نکل گیا تو کافر اپنے بیٹے مسلمان کا اور غلام حرہ کا ولی نہین والولایۃ تنفیذ القول علی الغیر اور ولایت عبارت ہو جاری ہونے قول سے غیر پر یعنی دوسرے پر اسکا قول نافذ ہوجاے فتثبت باربع قرابۃ وملک وولاء وامامۃ سو ثابت ہو ولایت چار سبب سے اول قرابت سے جیسے نکاح بیٹی کا باپ کردے دوسرے ملک جیسے نکاح لونڈی یا غلام کا مالک کردے تیسرے ولایت آزاد کرنے کی جیسے نکاح آزاد کا سید کردے چوتھے امامت جیسے نکاح لاوارث کا بادشاہ یا قاضی کردے شاء او ابی الغیر راضی ہو یا نا راضی یعنے ولی کا قول بہر صورت غیر پر نافذ ہو وہ خوش ہو یا ناخوش اور یہ ہنا قوعان ولایۃ ندب علی المکلفۃ ولو بکرا اور جو ولایت یہان نکاح مین دو قسم ہو ولایت مستحب عاقلہ بالغہ پر اگرچہ کنواری ہو یعنے باپ وغیرہ کو بالغہ بیٹی پر جبر کرنا نہین پہونچتا نکاح مین لیکن مکلفہ کو مناسب ہو کہ اپنا نکاح ولی پر رکھے تاکہ خلاف فقہا سے بچے اور بیحیائی کی طرف منسوب نہو وولایۃ اجبار علی الصغیرۃ ولو ثیبا ومعتوہۃ ومرقوقۃ اور دوسری قسم زبردستی کی ولایت ہو چھوٹی لڑکی پر اگرچہ کنواری نہو اور ولایت جبری ہو بالغہ بیہوش پر اور لونڈی پر ولایت اجبار کے یہ معنی کہ ولی سکے عقد کرنے سے انکا نکاح نافذ ہوتا ہو گو یہ انکار کرین کما افادہ بقولہ وہو ای الولی شرط صحۃ نکاح صغیر ومجنون ورقیق لا مکلفۃ چنانچہ قسم ثانی ولایت کو یعنے اجبار کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ وہ یعنے ولی شرط ہو صغیر اور مجنون اور عبد کے نکاح کی صحت مین نہ مکلفہ مین قید ذکورت کی اتفاقی ہے صغیرہ اور مجنونہ اور مرقوقہ کا نکاح بدون ولیا کے صحیح نہین فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی تو نافذ ہوگا نکاح حرہ بالغہ عاقلہ کا بدون رضامندی ولی کے کفو مین یا غیر کفو مین اسواسطے کہ اسپر ولایت استحبابی ہو جبری نہین ہو یہی مذہب ہو امام اعظم اور ابو یوسف کا اور محمد نے بھی اسی طرف رجوع کیا اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک عورتون کو بدون اولیا کے نکاح کا اختیار نہین اسواسطے کہ حدیث شریف مین آیا ہو (لانکاح الا بولی) اور ہمارا جواب یہ ہو کہ اکثر آیات قرآنی مین عورتون کو اختیار نکاح کا ثابت ہوتا ہو کما قال تعالی (لاجناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن) اور حدیث لانکاح الا بولی صحیح نہین بلکہ مضطرب ہو بخاری اور یحیی بن معین نے کہا کہ اسباب مین یعنے اشتراط ولی مین کوئی صحیح حدیث نہین ثابت چنانچہ زیلعی نے

اسکو نقل کیا اور اگر صحت کو حدیث کی مسلم کیجیے تو مراد کمال کی نفی ہو نہ جواز کی تو فیقا بین الادلۃ اور اگر نفی جواز کی مراد لیجیے تو بھی نکاح مکلفہ کا
بطلان نہیں ثابت ہوتا اسواسطے کہ مکلفہ خود اپنی ذات کی ولی ہو چنانچہ جوان مرد اگر نکاح بدون ولی کے کرے تو جائز ہو خود اپنی ولایت سے اور
صحیح مسلم میں حدیث مرفوع موجود ہو کہ (الایم احق بنفسہا من ولیہا) یعنے عورت بے شوہر اپنی ذات کی سزاوار تر ہو بہ نسبت اپنے ولی کے ایم کہتے ہیں عورت
بے شوہر کو خواہ باکرہ ہو یا غیر باکرہ دونوں شامل ہیں تو معلوم ہوا کہ بالغہ پر ولی کا جبر ثابت نہیں اسکو خود اختیار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی (و الاصل ان
کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ وما لا فلا) اور قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ جو اپنے مال میں تصرف کر سکتا ہو وہ اپنی ذات میں بھی تصرف کر سکتا ہو اور جسکو اپنے مال میں
تصرف نہیں پہونچتا اسکو اپنی ذات پر بھی تصرف نہیں سو عاقلہ بالغہ کو اپنے مال میں تصرف کا اختیار ہو تو اپنے نکاح میں بھی اختیار ہوا اور صغیرہ اور مجنونہ کو اپنے مال پر اختیار نہیں
تو اپنے نکاح میں بھی اختیار نہیں (وللولی) ای العصبۃ (اذا کان عصبۃ) ولو غیر محرم کابن العم فی الاصح خانیۃ وخرج ذوو الارحام والام وللقاضی (الاعتراض فی غیر الکفو)
اور ولی کو جو عصبہ ہو اگرچہ غیر محرم ہو جیسے چچا کا بیٹا قول اصح میں کذا فی الخانیۃ اعتراض کرنا غیر کفو میں اسطرح کہ قاضی کے پاس جا کر نکاح کو فسخ کروا لو
اور عصبہ کی قید سے ذوو الارحام اور ماں اور قاضی یعنے انکو اعتراض کا حق نہیں (فیفسخه) القاضی ویتجدد بتجدد النکاح اور جدید ہوگا فسخ نکاح کا نکاح کے تجدد سے
چنانچہ ولی نے عورت کا نکاح کفو سے کر دیا پھر عورت نے اسکو چھوڑ کر دوسرے غیر کفو سے نکاح کیا بدون رضا ولی کے تو پہلا ولی کو تفریق کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ
نکاح اول کی رضا سے لازم نہیں آتا کہ دوسرے نکاح سے بھی راضی ہو (ما لم) یسکت حتی (تلد منه) لئلا یضیع الولد تو نکاح کو فسخ کر دے قاضی بشرطیکہ
سکوت نہ کیا ہو ولی نے یہانتک کہ عورت شوہر غیر کفو سے جنے اور اگر اس سے لڑکا پیدا ہو تو ولی کو حق اعتراض نہیں تاکہ لڑکا نہ ضائع ہو معلوم ہوا کہ بدون
قاضی کے جدائی کا اختیار ولی کو نہیں اور قبل تفریق قاضی کے نکاح کے احکام مثل ارث اور طلاق کے ثابت ہونگے سو اگر تفریق بعد دخول کے ہوئی تو
عورت کو مہر مسمیٰ ملیگا اور اسپر عدت لازم آویگی اور اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو مہر نہ ملیگا اسواسطے کہ جدائی شوہر کی طرف سے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی (فالحق بها الحبل
وینبغی الحاق الحبل الظاہر به) اور مناسب ہو حمل ظاہر کا ملحق کرنا ولادت کے حکم سے یعنے اگر ولی ساکت رہا یہانتک کہ عورت حاملہ ہو گئی تو حق فسخ کا ساقط ہو گیا
اور یہ تجویز ہو صاحب درر کی (ویفتی) فی غیر الکفو (بعدم جوازہ اصلا) وهو المختار للفتوی اور فتویٰ دیا گیا غیر کفو میں عدم جواز نکاح کا یعنے اگر عورت غیر کفو
سے بدون مرضی ولی کے نکاح کرے تو اصلا جائز نہیں اور یہی روایت پسندیدہ ہو فتویٰ دینے کیواسطے اور یہی روایت کی ہو حسن بن زیاد نے امام اعظم رح
سے کہ اگر زوج کفو ہو تو نکاح بدون ولی کے نافذ ہوگا اور اگر غیر کفو ہو تو ہرگز نافذ نہوگا اور معراج میں خانیہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ میں مختار فتوے دینے
کیواسطے حسن کی روایت ہو اور غیرہ میں ہو کہ حسن کی روایت کو اکثر مشائخ نے لیا ہو (لفساد الزمان) عدم جواز پر فتوے ہوا بسبب فساد زمانہ
کے نہ ہر مکلفہ باشرم و حیا ہو کہ عزت کا خیال رکھے نہ ہر قاضی عادل ہو نہ ہر ولی کو نالش کا سلیقہ ہو (فلا تحل مطلقة ثلاثا نکحت غیر کفو بلا رضا ولی
بعد معرفته ایاہ فلیحفظ) تو نہ شوہر اول کی حلال ہوگی مطلقہ ثلثہ جسنے نکاح کیا غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے بعد پہچان لینے ولی کے شوہر
غیر کو سو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ امر یعنے غیر کفو میں کثیر الوقوع ہو یعنے حسب فتوے عدم جواز نکاح غیر کفو کے عدم جواز پر تو ایسے نکاح سے شوہر اول کو مطلقہ ثلثہ
حلال ہوگی اور اگر مطلقہ کا کوئی ولی نہیں یا ولی راضی ہو گیا شوہر غیر کفو کو جان بوجھکر تو مطلقہ شوہر اول پر حلال ہو گی بعد طلاق دینے شوہر ثانی کے
اور نہر الفائق میں بزازیہ سے نقل کیا کہ برہان الائمہ نے ذکر کیا کہ فتوی امام اعظم رح کے قول پر ہو بسبب قوت دلیل کے یعنے اگر مکلفہ غیر کفو سے نکاح کرے بدون مرضی
ولی کے تو جائز ہو باکرہ ہو یا ثیبہ کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا اس مسئلہ میں فتوی مختلف ہو سو اسکو بھی یاد رکھنا چاہیے (وبناء علی الاول وهو ظاہر الروایۃ
فرضا البعض من الاولیاء قبل العقد او بعده کالکل لثبوته لکل کملا) اور بنا بر قول اول کے یعنے ظاہر الروایت کے راضی ہونا بعض اولیا کا قبل عقد کے یا بعد عقد
کے سب کے راضی ہونے کے برابر ہو اسواسطے کہ حق ولایت کا ہر ایک کو پورا ثابت ہو یعنے جب ایک ولی راضی ہوا تو باقی ولیوں کو حق اعتراض کا نہ رہا (ولو زوجها

فی الوقف مانند ولایت امان اور قصاص کے یعنے اگر ایک مسلمان نے حربی کو امان دی تو اور مسلمانون کو اُسکا تعرض نہین پہونچتا اور اسیطرح اگر ایک ولی نے
قصاص معاف کیا تو باقی اولیا کو طلب قصاص کا حق نرہا اور کتاب الوقف مین اسکی ہم آگے تحقیق کرینگے لو استووا فی الدرجۃ والا فللاقرب منہم حق الفسخ
ایک ولی کی رضا سب کی رضا کے برابر ہے اگر سب اولیا درجہ مین برابر ہون جیسے دو بھائی اور دو چچا اور اگر اولیا برابر نہون ایک زیادہ قریب ہے جیسے باپ اور دوسرا
بعید جیسے مثلاً بھائی تو اولیا مین سے اقرب کو حق ہے فسخ کا یعنے اگر بھائی نے نکاح کر دیا تو باپ نکاح کو فسخ کر سکتا ہے وان لم یکن لہا ولی فہو ای
العقد صحیح نافذ مطلقا اتفاقا اور اگر عورت کا کوئی ولی نہین تو عقد صحیح اور نافذ ہے مطلقا خواہ کفو سے نکاح کیا ہو خواہ غیر کفو سے سب کے نزدیک
وقبضہ ای ولی لہ حق الاعتراض المہر ونحوہ مما یدل علی الرضا رضا دلالۃ ان کان عدم الکفاءۃ ثابتا عند القاضی قبل مخاصمتہ والا
لایکون رضا اور قبض کرنا اُس ولی کا جسکو حق اعتراض ہے مہر کو اور جو مہر کے مانند ہو اس قسم سے جو رضا مندی پر دلیل ہو جیسے تحفہ لینا رضا مندی ہے
باعتبار دلالت حال کے اگر عدم کفاءت ثابت ہو قاضی کے نزدیک قبل مخاصمت ولی کے اور اگر عدم کفاءت قاضی کے نزدیک ثابت نہین نالش سے
پہلے تو مہر وغیرہ کا قبض کرنا ولی کی رضا پر دلیل نہین کما لایکون سکوتہ رضا ما لم تلد جیسا چپ رہنا ولی کا رضا مندی پر دلیل نہین جبتک عورت نہ جنے چنانچہ یہ
مسئلہ سابق ہو چکا واما تصدیقہ بانہ کفو فلا یسقط حق الباقین مبسوط اور تصدیق کرنا ایک ولی کا کہ زوج کفو ہے ساقط نہین کرتا باقی اولیا کے حق کو کذا
فی المبسوط ولا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ اور جبر کرنا نہین پہونچتا بالغہ باکرہ پر نکاح کا واسطے قطع ہونے ولایت کے بالغ ہونے
سے فان استاذنہا ہو ای الولی وہو السنۃ او وکیلہ او رسولہ او زوجہا ولیہا واخبرہا رسول او فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ پس اگر اجازت نکاح کی مانگی بالغہ سے
ولی نے اور یہی سنت ہے یا ولی کے وکیل نے یا اسکی پیغامی نے اجازت مانگی یا اسکا نکاح کر دیا اسکے ولی نے استیذان سے پہلے اور خبر کی بالغہ کو نکاح کی ولی
کے پیغامی نے یا فضولی عادل نے فضولی وہ جو ولی کا وکیل اور رسول نہو پھر سکوت کیا بالغہ نے رد نکاح سے حالت اختیار مین تو اگر استیذان کیوقت منہ
چھینک یا کھانسی آئی پھر بعد فراغت کے کہا کہ مین راضی نہین نکاح رد ہو گیا ایسا سکوت حالت بے اختیاری لائق اعتبار کے نہین اور شارح نے سکوت مین قید
عن الرد کی لگائی اسواسطے کہ اگر استیذان کیوقت یا نکاح کی خبر سننے کے بعد بالغہ نے کوئی اجنبی بات کی تو ایسا تکلم سکوت مین شمار کیا جائیگا اسواسطے کہ کلام اجنبی
رد نکاح نہین تھا اجازت مین داخل ہوگا او ضحکت غیر مستہزئۃ یا بالغہ ہنسی بدون تمسخر کے سو اگر تمسخر اور استہزا سے ہنسی تو یہ ضحک اذن نہوگا او تبسمت او بکت بلا صوت
فلو بصوت لم یکن اذنا ولا ردا حتی لو رضیت بعدہ انعقد معراج وغیرہ فما فی الوقایۃ والملتقی فیہ نظر یا مسکرائی یا روئی بدون آواز کے اور اگر آواز سے روئی
تو یہ رونا نہ اذن ہوگا نہ رد نکاح کا ہوگا یہانتک کہ اگر راضی ہو گئی بعد اس رونے کے تو نکاح منعقد ہو جائیگا کذا فی المعراج وغیرہ سو جو روایت وقایہ اور ملتقی مین
ہے اُسمین نظر اور اعتراض ہے یعنے صحیح نہین وقایۃ الروایۃ اور ملتقی الابحر مین یون ہے کہ بالغہ کا رونا بے آواز اذن ہے اور آواز سے رد کی شارح نے اس اعتراض مین
صاحب بحر اور نہر اور منح کی پیروی کی ہے اور حالانکہ متون مقدم ہین شروح پر اور وقایہ اور ملتقی کے شاہد ہین اور دو متن یعنے نقایہ اور اصلاح اور انکی شروح سو کیونکر
کہا جاتا ہے کہ انکی روایت صحیح نہین بلکہ یون کہنا اولی ہے کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین کذا فی حاشیۃ المدنی فہو اذن ای توکیل فی الاول ان اتحد الولی تو یہ
سکوت اور ضحک اور تبسم اور بکا اذن ہے نکاح کا یعنے اپنے نکاح کا وکیل کرنا ہے ولی کو اول صورت مین یعنے استیذان مین اگر ولی ایک ہی ہے فلو تعدد الزوج
لم یکن سکوتہا اذنا سو اگر اولیا نکاح کر دینے والے کثیر ہون تو اسکا سکوت اذن نہوگا مثلاً عورت کے دو بھائی ہین ایک بھائی نے کہا کہ مین تیرا نکاح زید سے
کرتا ہون اور دوسرے نے کہا کہ محمود سے کرتا ہون اور دونون کے استیذان مین عورت چپ رہی تو یہ سکوت اذن نہوگا واجازۃ فی الثانی ان بقی النکاح
الا لو بطل بموتہ او سکوت بالغہ کا یا ضحک وغیرہ جائز رکھنا نکاح کا ہے دوسری صورت مین یعنے ولی نے قبل استیذان نکاح کر دیا پھر بعد خبر ہونے کے
سکوت کیا تو یہ سکوت اجازت ہے نکاح کی اگر ولی ایک ہو اور اگر اولیا زیادہ ہون اور بالغہ ہر ایک کی تزویج سنکر سکوت کرے تو یہ سکوت اجازت نہوگا

بلکہ دونوں نکاح موقوف رہینگے یہانتک کہ ایک پر اجازت قولی یا فعلی ظاہر کرے کذا فی البدائع اور اگر دونوں کو جائز کہا تو دونوں نکاح باطل ہو جائینگے
کذا فی حاشیۃ المدنی سکوت اجازت ہوگا اگر نکاح باقی ہو خبر معلوم ہونے تک اور اگر نکاح باطل ہو گیا بسبب موت شوہر کے یعنے شوہر کے مرنے کے بعد بالغہ
کو نکاح کی خبر پہونچی تو اسوقت میں اسکا سکوت اجازت نہوگا اسواسطے کہ نکاح خود باطل ہو گیا ولو قالت بعد موت زوجہا لم یامری والدی وانکرت الورثۃ فالقول
لہا فترث وتعتد اور اگر بعد موت شوہر کے عورت نے کہا کہ میرا نکاح کر دیا تھا میرے باپ نے میرے اذن سے اور شوہر کے وارث اسکے منکر ہیں تو عورت کا
قول معتبر ہوگا تو اپنے شوہر کی وارث ہوگی اور عدت بیٹھے گی ولو قالت بغیر امری لکنہ بلغنی فرضیت فالقول لہم اور اگر عورت نے کہا کہ میرا نکاح میرے
باپ نے بدون میرے اذن کے کیا لیکن جب مجھکو خبر نکاح کی پہونچی تو میں راضی ہو گئی سو اس صورت میں شوہر کے وارثوں کا قول معتبر ہوگا تو اسکو نہ مہر ملیگا نہ میراث
لیکن اگر اسکو صحت نکاح کا علم ہو تو اسپر عدت لازم آویگی کذا فی حاشیۃ المدنی وقولہا غیرہ اولی منہ رد قبل العقد لا بعدہ اور عورت کا یوں بولنا کہ غیر کا بہتر
اس سے یہ رد ہو قبل عقد کے نہ بعد عقد کے یعنے ولی نے بالغہ سے اذن مانگا زید کے ساتھ نکاح میں تو اسنے کہا زید کے سوا اور شخص بہتر ہے تو اگر یہ قول عقد سے پہلے
ہو تو اجازت نہوگی انکار ہوا اور اگر بعد عقد کے کہا تو انکار نہوگا بلکہ اجازت ہے کذا فی الظہیریۃ اور بحر الرائق میں کہا کہ قبل عقد اور بعد عقد دونوں صورتوں میں
یہ قول انکار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو زوجہا لنفسہ فسکوتہا رد بعد العقد لا قبلہ اور اگر نکاح کیا بالغہ کا ولی نے اپنے ساتھ تو سکوت کرنا انکار ہے بعد عقد کے
نہ قبل عقد کے یعنے نکاح کیا ایک شخص نے اپنے چچا کی بیٹی کے ساتھ بدون اسکے اذن کے پھر جب بالغہ کو خبر پہونچی تو وہ ساکت ہو رہی تو یہ سکوت بعد عقد رضا نہوگا
اسواسطے کہ ابن العم اس نکاح میں اصیل ہوا اپنی طرف سے اور فضولی ہوا عورت کیطرف سے اور متولی عقد طرفین میں یہ شرط ہے کہ فضولی نہوا ایک طرف سے دونوں طرف
تو یہ عقد امام اور محمد کے نزدیک باطل ہوا اور اجازت کے معنی یہاں تک کہ اگر عورت اجازت قولی بھی دے تو بھی صحیح نہیں اور اگر استیذان قبل عقد کے ہوا تو سکوت
کرنا اسکا رضا ہو جائیگا اور عقد صحیح ہوگا بالاتفاق کذا فی الخانیۃ اسواسطے کہ ابن العم اس صورت میں وکیل ہوا عورت کیطرف سے اور اصیل ہوا اپنی طرف سے تو ایک
متولی عقد طرفین ہونا صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنہا فی معین فردت ثم زوجہا منہ فسکتت صح فی الاصح اور اگر اذن مانگا ولی نے عورت سے ایک معین مرد کے
سو اسنے رد کیا تھا پھر بعد اسکے نکاح کر دیا اسی شخص کو سے سو ساکت ہو گئی بعد خبر معلوم ہونے کے تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح میں بخلاف ما لو بلغہا فردت ثم قالت رضیت
لم یجز لبطلانہ بالرد بخلاف اسکے کہ اگر عورت کو نکاح کی خبر پہونچی تو اسنے انکار کیا پھر بولی کہ میں راضی ہوں تو نکاح نہ جائز ہوگا بسبب باطل ہو جانے نکاح اول کے
انکار سے ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظہار النفرۃ عند فجأۃ السماع اور اسی واسطے بہتر جانا ہے فقہانے تجدید نکاح کو زفاف کے وقت اسواسطے
کہ غالب عادت کنواری عورتوں کی اظہار نفرت ہے ناگہان سماعت نکاح کیوقت یعنے احتمال ہے کہ اعلان نکاح کیوقت نکاح سے نفرت کی ہو اور نکاح باطل ہو گیا ہو
عدم رضا کے پھر جب بعد اسکے نکاح جدید کر لیا تو یہ شبہ جاتا رہا بحر الرائق میں کہا تجدید نکاح اسوقت مستحب ہے جب نکاح قبل استیذان کے ہوا ہو اور اگر بعد
استیذان کے نکاح ہوا ہو تو اسکی کچھ حاجت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنہا فی معین فسکتت فوکل من زوجہا ممن سماہ جاز ان عرفت الزوج والمہر کما
فی القنیۃ اور اگر اذن لیا ولی نے عورت سے ایک مرد معین میں سو اسنے سکوت کیا پھر وکیل کیا ولی نے ایک شخص کو کہ عورت کا نکاح کر دے اس سے جسکا نام
لے دیا تو یہ توکیل اور عقد وکیل جائز ہے اگر زوج اور مہر کی معرفت ہو گئی ہو کذا فی القنیۃ صحت نکاح میں معرفت زوج کی ضرور ہے عورت بھی اسکو جان گئی ہو اور وکیل
بھی جان گیا ہو تا کہ دوسرے سے نہ عقد کر دے اور مہر کی معرفت میں خلاف ہے چنانچہ یہ بات آگے تصریح کریگا کہ مہر صحت نکاح کی موقوف نہیں واستشکلہ فی البحر بانہ
لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاہ عدم الجواز واقرہ المصنف ثم استثناہ اور مشکل جانا ہے مسئلہ سابق کو بحر الرائق میں اسطرح ہے کہ وکیل کو اختیار نہیں کہ دوسرے کو
وکیل کر دے بدون اجازت موکل کے تو اس سے لازم آتا ہے عدم جواز نکاح کا یعنے بالغہ کے سکوت سے ولی اسکا وکیل ٹھہرا پھر اسکو وکیل کرنے کا اختیار نہیں کہ ولی کے
وکیل کی تزویج جائز ہو یا یہ کہیے کہ یہ مسئلہ اس قاعدہ سے مستثنی ہے یعنے ہر چند وکیل کو توکیل کا اختیار نہیں لیکن نکاح میں اختیار ہے اسواسطے کہ فقہانے تصریح کی ہے کہ نکاح کی وکالت

حقیقی بوکالت نہیں بلکہ یہاں سفیر محض اور معبّر ہوتا ہے اور اسیواسطے حقوق عقد کے وکیل کی طرف رجوع نہیں کرتے اور باب الوکالت میں آویگا کہ اگر موکل نے
قیمت معین کر دی ہو تو وکیل کو اختیار ہے کہ دوسرے کو وکیل کرے اسیطرح یہاں بھی شوہر اور مہر معروف اور معلوم ہیں تو البتہ وکالت صحیح ہوگی تو اب کچھ اشکال باقی نہ رہا کذا فی
حاشیۃ المدنی ان علمت بالزوج اذ من بہ تظہر الرغبۃ فیہ او عنہ ولو فی ضمن العام کجیرانی او بنی عمی ہو لوکیصون سکوت بالغہ کا اذن ہوگا اگر وہ جان گئی ہو شوہر کو کہ وہ
کون ہے تاکہ اسمیں شوق ظہور کرے یا نفرت اگرچہ علم شوہر کا ضمن عام ہو جیسے ولی نے کہا کہ میں تیرا نکاح کرتا ہوں اپنے ہمسایہ سے یا اپنے چچا کے بیٹوں میں سے ایک
کے ساتھ بشرطیکہ وہ تنہا ہی ہوں تاکہ اکا حال عورت کو معلوم ہو سکے والا لا ما لم تفوض الیہ الامر اگر بہت ہی ہونگے تو رضا نہ ثابت ہوگی جبتک ولی کو اپنا امر سپرد
نکرے مثلاً اگر یوں کہے کہ جو تو کرے میں اسمیں راضی ہوں یا یوں کہے کہ میرا نکاح کر دے جس سے تو چاہے تو البتہ رضا ثابت ہوگی لا العلم بالمہر فتیل یشترط وہو
قول المتاخرین کذا فی البحر عن الذخیرۃ واقرہ المصنف وصححہ فی الدرر عن الکافی وردہ الکمال شرط نہیں مہر کا علم یعنی استیذان میں مقدار مہر کا علم ضرور نہیں
اسواسطے کہ صحت نکاح مہر پر موقوف نہیں کذا فی الہدایہ اور بعضوں نے کہا کہ مہر کا ذکر کرنا شرط ہے اسواسطے کہ قلت اور کثرت مہر سے شوق مختلف ہوتا ہے اور
یہی ہے قول متاخرین فقہا کا کذا فی البحر عن الذخیرۃ اور مصنف نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہے شرح منح الغفار میں اور جسکی تصحیح کی ہے درر میں روایت کافی کے
اسکو رد کیا ہے کمال الدین محقق نے درر میں کہا کہ اگر ولی باپ یا دادا ہے تو ذکر شوہر کا کافی ہے مہر کا ذکر ضرور نہیں اور اگر باپ یا دادا کے سوا اور کوئی ولی ہو تو مہر کا تعیینہ ضرور کر
محقق نے اسکو یوں کہا کہ اسطرح تفصیل کرنا غفلت کی غفلت ہے اسواسطے کہ باپ دادا میں اور انکے سوا اور اولیا میں تفرقہ کرنیکا محل تو صغیرہ ہے کہ وہاں
ولایت اجبار ثابت ہے اور یہاں گفتگو بالغہ میں ہے اسمیں باپ اجنبی کے برابر ہے بدون اسکی رضا کچھ نہیں کر سکتا وکذا اذا زوجہا الولی عندہا ای بحضرتہا
فسکتت صح فی الاصح ان علمت کما مر اور اسیطرح جب نکاح کر دیا بالغہ کا ولی نے اسکے روبرو پھر وہ چپ ہو رہی تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح میں بشرطیکہ
شوہر کو اسنے جانا ہو چنانچہ سابق میں مذکور ہو گیا والسکوت کالنطق فی سبع وثلثین مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور سکوت نطق کے برابر ہے
سینتیس ۳۷ مسئلہ میں جنکا ذکر اشباہ میں ہے کتاب الاشباہ والنظائر میں ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے بارہویں قاعدہ میں کہا کہ سینتیس مسئلے
سکوت مانند نطق کے ہے ۱ سکوت باکرہ کا وقت استیذان ولی کے قبل عقد ہو یا بعد ۲ سکوت کرنا اسکا اپنے قبض مہر کے وقت ۳ سکوت باکرہ کا
اپنے بالغ ہونے کے وقت یعنی خیار نفس میں جبکہ باپ دادا کے سوا اور ولی نے اسکا نکاح کیا ہو ۴ عورت نے نکاح کرنے کی قسم کھائی ہو پھر اسکے باپ نے
اسکا نکاح کر دیا اور وہ چپ رہی تو حانث ہوگی یعنی قسم ٹوٹ جائیگی ۵ سکوت متصدق علیہ یعنی فقیر کا برابر قبول کے ہے نہ موہوب لہ کا ۶ قبض موہوب لہ
اور متصدق علیہ کے وقت سکوت کرنا مالک کا اذن میں داخل ہے ۷ سکوت وکیل کا قبول ہے اور رد کرنے سے وکالت رد ہو جاتی ہے ۸ سکوت مقر لہ کا
قبول ہے ۹ مفوض الیہ یعنی جسکو کچھ سپرد کیجیے اسکا چپ رہنا قبول ہے اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے ۱۰ موقوف علیہ کا سکوت جسپر کوئی چیز وقف کیجیے قبول ہے
اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے ۱۱ بیع التلجیہ میں بائع یا مشتری نے کہا کہ میں اس بیع کو صحیح کرتا ہوں اور دوسرا چپ رہا تو یہ سکوت تصحیح بیع ہوگا ۱۲
غانمین میں تقسیم مال کے وقت مالک قدیم کا سکوت رضا مندی ہے ۱۳ عبد کو بیع اور شری کرتے دیکھکر مشتری بالخیار کا سکوت کرنا اختیار کو ساقط
کرتا ہے ۱۴ مشتری کا قبضہ مبیع پر دیکھکر اس بائع کا سکوت کرنا جسکو حبس مبیع میں اختیار رکھا اجازت ہے قبضہ کرنے کی ۱۵ بیع معلوم ہونیکے وقت
شفیع کا سکوت حق شفعہ کا مبطل ہے ۱۶ غلام کو غیر کا مال خرید فروخت کرتے دیکھکر مولی کا سکوت اجازت ہے تجارت کی ۱۷ مولی نے قسم کھائی کہ غلام کو
تجارت کا اذن نہ دیگا پھر سکوت کیا خرید فروخت کرتے دیکھکر تو حانث ہوگا ۱۸ غلام کا سکوت ورثہ یا بیع اور رہن کے وقت اقرار ہے غلامی کا ۱۹ ایک شخص نے
قسم کھائی کہ فلانے شخص کو اپنے گھر نہ اترنے دونگا پھر اسکو اپنے گھر میں اترتے دیکھا اور سکوت کیا تو حانث ہوگا ۲۰ شوہر کا سکوت کرنا عورت کی ولادت کے وقت
یا مبارکبادی دینے کے وقت اقرار ہے ثبوت نسب کا پھر سکوت کے بعد نفی ولد کا اختیار نہیں ۲۱ مولی کا سکوت نزدیک ولادت ام ولد کے اقرار ہے ولد کا ۲۲ قبل بیع کے

مبیع کا عیب دیکھکر سکوت کرنا رضا بالعیب ہے بشرطیکہ مخبر عادل ہو ۲۳ سکوت باکرہ کا تزویج ولی کے معلوم ہونیکے وقت رضا ہے نکاح کی ۲۴ زوجہ یا اور
کسی قریبی نے زمین بیچی اور اس وقت شوہر نے سکوت کیا تو یہ سکوت اقرار ہے اسکا کہ وہ زمین شوہر کی نہیں اسی پر فتوی ہے مشائخ سمرقند کا بخلاف مشائخ بخارا کے
اور اسیطرح زوجہ کا سکوت زوج کی بیع کے وقت اقرار ہے اپنی عدم ملکیت کا ۲۵ ایک شخص نے دیکھا کہ اسکا اسباب گیر کیلئے بیچا پھر مدت تک مشتری اسمین
تصرف کرتا رہا اور یہ شخص چپ رہا تو اسکا سکوت اسکے دعوی کا مسقط ہے ۲۶ شرکت عنان کے دو شریک ہیں ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس لونڈی کو خاص
میں اپنے واسطے لیتا ہوں اور دوسرا چپ رہا تو اسمین دونوں کی شرکت ہو گی ۲۷ وکیل نے موکل سے کہا کہ فلانی چیز میں خاص اپنے واسطے خرید
کرتا ہوں اور وہ ساکت رہا تو وہ چیز وکیل ہی کی ہوگی ۲۸ صبی عاقل کو خرید فروخت کرتے دیکھکر اسکے ولی نے سکوت کیا تو یہ اذن ہوا ۲۹ غیر کی مشک
پھاڑتے دیکھا یہانتک کہ بہ گیا جو اسمین تھا تو یہ سکوت رضا ہے ۳۰ قسم کھائی کہ مملوک سے خدمت نہ لونگا پھر وہ بدون امر اور نہی کے خدمت کرنے لگا
اور یہ ساکت ہے تو حانث ہوا یہ تیس مسئلہ جامع الفصولین وغیرہ میں تھے اور ساتھ اشباہ کے مصنف نے زیادہ کیے ۱ ماں نے بیٹی کے جہیز میں کچھ اسباب
باپکا دیا اور باپ ساکت ہے تو اسکو پھیر لینا نہیں پہونچتا ۲ ماں نے بیٹی کے جہیز میں وہ سامان دیا جسکا رواج ہے اور باپ ساکت تھا تو ماں اسکی ضامن
نہو گی ۳ زیور پہنے لونڈی کو بیچا بدون شرط کے پھر لونڈی مشتری کو مع زیور حوالہ کی اور وہ اسکو لیگیا اور بائع ساکت رہا تو یہ سکوت بمنزلہ تسلیم ہے
زیور کا مالک مشتری ہوگا ۴ استاد کے آگے شاگرد کا پڑھنا اور استاد کا چپ رہنا تو یہ سکوت بمنزلہ نطق کے ہے قول ابن ۵ بے عذر مدعا علیہ
کا ساکت رہنا انکار ہے اور بعضوں نے کہا کہ انکار نہیں کذا فی القضاء الخلاصۃ ۶ سکوت راہن کا مرتہن کے قبضہ کے وقت رہن پر ۷
قاضی نے شاہد کا حال مزکی سے پوچھا اور اسنے سکوت کیا تو اسکا سکوت تعدیل ہے شاہد کی اور یہ مسئلے حموی نے اشباہ کے حاشیہ پر زیادہ کیے تو سب اکاون
مسئلے ہوئے جنمیں سکوت برابر نطق کے ہے خوف طوالت سے انکا مذکور کرنا ضرور نہیں فان استاذنہا غیر الاقرب کا جنبی او ولی بعید عبۃ نہیں سو اگر اذن
چاہا باکرہ بالغہ سے غیر ولی اقرب نے جیسے اجنبی یا ولی بعید نے اقرب ولی کے ہوتے تو اسکے سکوت کا اسوقت میں کچھ اعتبار نہیں الا تاہین بالقول
کالثیب البالغۃ بلکہ اسوقت میں بولنا ضرور ہے مثل ثیبہ بالغہ کے ثیب اس عورت کو کہتے ہیں جسکا ایکبار نکاح ہوا اور صحبت بھی ہوئی پھر کی موت سے یا طلاق
وغیرہ سے جدائی ہوئی لا فرق بینہما الا فی السکوت نہیں فرق دونوں میں مگر سکوت میں یعنی باکرہ بالغہ اور ثیبہ بالغہ میں سوا سکوت کے کچھ فرق نہیں ہے شلا
باپنے اذن نکاح کا چاہا تو اسوقت میں باکرہ بالغہ کا سکوت دلیل ہے رضا کی اور ثیبہ کا سکوت کافی نہیں بدون صراحۃ قولی کے لان رضاہا یکون بالدلالۃ کما ذکرہ
بقولہ او ما ہو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا کطلب مہرہا ونفقتہا وتمکینہا من الوطی ودخولہ بہا برضاہا ظہیریۃ اسواسطے کہ ان کی رضا
دلالت حال سے بھی معلوم ہوتی ہے چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول میں بیان کیا یعنے ضرور ہے رضا سے قولی یا جو قول کے مانند ہے یعنی فعل جو رضا پر
دلالت کرے جیسے اپنا مہر مانگنا اور نفقہ مانگنا اور وطی کی قدرت دینا اور اپنی خوشی سے شوہر سے خلوت کرنا کذا فی الظہیریۃ مراد دخول سے یہ نہ وطی ہو اسلیے
کہ وطی کا ذکر اول ہو چکا وقبول التہنیۃ وضحکہا سرورا وسکوتہا عند ذلک بخلاف خدمتہ او قبول ہدیتہ اور مبارکبادی کو قبول کرنا اور خوشی سے ہنسنا اور مانند ان
افعال کے رضا مندی پر دلیل ہیں جیسے اپنا اسباب شوہر کے گھر اٹھوا لیجانا بخلاف خدمت کرنے شوہر کے اور قبول کرنے اسکے تحفہ کے کہ یہ رضا مندی دلیل نہیں
ومن زالت بکارتہا بوثبۃ ای نطۃ او درور حیض او حصول جراحۃ او تعنیس ای کبر فہی بکر حقیقۃ کمفرق بجب او عنۃ او طلاق او موت بعد خلوۃ قبل وطی
جس عورت کی بکارت زائل ہوئی یعنے شرمگاہ کا پردہ پھٹ گیا اچھلنے کودنے سے یا حیض جاری ہونے سے یا وہاں زخم لگنے سے یا زیادہ عمر ہو
وہ عورت حقیقی باکرہ ہے کہ مطلق مرد سے خبر نہیں مانند اس عورت کے جسکی تفریق واقع ہوئی شوہر کے مقطوع الذکر ہونے یا عنین ہونے سے یا ناقابل ہونے
طلاق دینے یا مرنے شوہر سے بعد خلوت قبل وطی کے او زنا ونحوہ فقط حکما ان لم یتکرر ولم تحد یا بکارت زائل ہوئی ہو زنا سے اور یہ عورت فقط حکمی بکر

[illegible] باکرہ ہے کیونکہ شرط یہ ہے کہ اس پر زنا کی شہوت ہو اور زنا کی حد بھی اوس پر نہ قائم ہوئی ہو خلاصہ یہ کہ باکرہ حقیقی اور حکمی کا سکوت وقت استیذان

ولی کے بجائے نطق کے ہی ہو گا اسکا شرط نہیں ہوا لاثیب کو طی ہو شبہہ او نکاح فاسد اور اگر چند بار زنا ہوا یا اوس پر زنا کی حد جاری کی گئی تو وہ باکرہ نہیں

ثیب ہی مانا اس عورت کے جسکی صحبت شبہہ سے ہوئی یا نکاح فاسد سے قال الزوج للبکر البالغۃ بلغک النکاح فسکتّ وقالت بل

رددتُ النکاح ولا بینۃ لہما علی ذلک ولم یکن دخل بہا طوعًا فی الاصح فالقول قولہا بیمینہا علی المفتی بہ کہا زوج نے باکرہ بالغہ سے

کہ تجھکو خبر ہو پہونچی نکاح کی پس تو چپ رہی اور اوسنے کہا بلکہ میں نے نکاح کو رد کیا اور حالانکہ دونوں کے گواہ نہیں اپنے اس دعوی پر اور دخول بھی

رضامندی سے نہوا قول اصح پر تو لائق اعتبار کے عورت کا قول ہوگا اوسکی قسم کھانے کے ساتھ بنا بر قول مفتی بہ کے یعنے اگر عورت قسم کھائیگی تو نکاح

نہ ثابت ہوگا وتقبل بینتہ علی سکوتہا لانہ وجودی بضم الشفتین او مقبول ہونگے زوج کے گواہ زوجہ کے سکوت پر اسواسطے کہ سکوت امر وجودی ہے بسبب ملانے

دونوں لبوں کے یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ سکوت عبارت ہے عدم کلام سے پھر زوج کے گواہ نفی پر کیونکر مقبول ہونگے شارح نے جواب دیا کہ سکوت دونوں

لبوں کے ملانے سے ہوتا ہے وجودی ہوا نہ کہ عدمی ولو برہنا فبینتہا اولی الا ان یبرہن علی رضاہا او اجازتہا اور اگر دونوں گواہ لائے تو عورت کے گواہ

اولی ہیں لیکن اگر شوہر گواہ لاویں عورت کی رضامندی پر یا اوسکی اجازت پر تو شوہر کے گواہ اولی ہونگے کما لو زوجہا ابوہا مثلا فادعی عدم بلوغہا فقالت

انا بالغۃ والنکاح لم یصح وہی مراہقۃ وقال الاب والزوج بل ہی صغیرۃ فان القول لہا ان ثبت ان سنہا تسع چنانچہ اگر نکاح کر دیا عورت کا مثلا

اوسکے باپ نے نابالغہ جانکر سو عورت نے کہا کہ میں بالغہ ہوں اور نکاح صحیح نہیں ہوا حالانکہ وہ قریب البلوغ ہے اور کہا باپ نے یا زوج نے بلکہ یہ صغیرہ ہے اس صورت میں بھی

معتبر قول عورت ہی کا ہوگا اگر یہ ثابت ہو کہ عورت کی عمر نو برس کی ہے وکذا لو ادعی المراہق بلوغہ اور اسیطرح اگر دعوی کیا صبی قریب البلوغ نے

اپنے بلوغ کا یعنے باپ نے بیٹے کی کوئی چیز بیچی بیٹا بولا کہ میں بالغ ہوں بدون میری مرضی بیع صحیح نہیں اور باپ یا مشتری نے کہا بلکہ وہ نابالغ ہے

تو قول بیٹے کا معتبر ہوگا ولو برہنا فبینتہ البلوغ اولی اور اگر باپ بیٹے دونوں نے گواہ گذرانے تو گواہ بلوغ کے اولی ہونگے علی الاصح قول صغیرہ یا صغیر کا

[illegible] اصح یہ ہے کہ قول باپ کا معتبر ہے بخلاف قول الصغیرۃ رددت حین بلغت وکذبہا الزوج فالقول لہ لانکارہ زوال ملکہ بخلاف اس قول

صغیرہ کے کہ میں نے نکاح رد کیا جب میں بالغ ہوئی اور زوج اوسکی تکذیب کرتا ہو تو یہاں معتبر قول زوج کا قول ہوگا اسواسطے کہ زوج اپنے زوال ملک کا منکر ہے

اور صغیرہ مدعی ہے [illegible] اور حالانکہ لائق اعتبار کے منکر کا قول ہوتا ہے نہ مدعی کا ولو اختلفا بعد زمان البلوغ ولو حالۃ البلوغ فالقول لہا شرح وہبانیہ

[illegible] لائق ہے کہ قول زوج کا ہو اگر صغیرہ اور زوج میں اختلاف ہوا ہو بعد زمان بلوغ کے اور اگر وقت بلوغ کے اختلاف ہوا تو قول صغیرہ کا

معتبر ہوگا کذا فی الوہبانیہ سو شکو یاد رکھنا چاہیے وللولی الاتی بیانہ انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرا ولو ثیبا کمعتوہ ومجنون شہرا اور واسطے اوس

ولی کے جسکا بیان آویگا اختیار ہے صغیر اور صغیرہ کے نکاح کر دینے کا زبردستی اگرچہ صغیرہ ثیب ہو مانند احمق بدتدبیر اور مجنون کے جسکا جنون مہینہ بھر یا زیادہ

ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرہا وزیادۃ مہرہ او زوجہا بغیر کفو ان کان الولی المزوج بنفسہ بغبن ابا او جدا وکذا المولی وابن المجنونۃ اور

لازم ہوگا نکاح صغیر اور صغیرہ کو فسخ کا اختیار نہیں ہوگا بعد بلوغ کے اگرچہ نکاح نقصان صریح سے ہوا ہو اسطرح کہ صغیرہ کا مہر کم کر دیا ہو اور صغیر کا

زیادہ یا صغیرہ کا نکاح غیر کفو سے کر دیا ہو اگر ولی نے نکاح بذات خود صریح نقصان سے کیا ہو باپ ہو یا دادا اور اسیطرح مولا بھی جسنے صغیرہ یا صغیر غلام

[illegible] کر کے آزاد کیا اور اسیطرح مجنون کا بیٹا لم یعرف منہما سوء الاختیار مجانۃ وفسقا وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا یعنے باپ یا دادا

[illegible] لائق ہے کہ نکی بدتدبیری اور بیباکی اور فسق کے معروف نہیں اور اگر انکی بدتدبیری معروف ہے تو نکاح صحیح نہیں باتفاق امام اور صاحبین

[illegible] مسکر الاب فزوجہا من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفۃ دنیۃ لظہور سوء اختیارہ فلا یعارضہ شفقتہ المظنونۃ اور اسیطرح

بالاتفاق نکاح صحیح نہیں اگر باپ یا دادا مست ہو پھر صغیرہ کا نکاح کر دے فاسق سے یا شریر سے یا محتاج سے جو مہر اور نفقہ دینے پر قادر نہیں یا ذلیل
کسب والے سے جیسے خاکروب یا دھوبی یا موچی اور جولاہا نکاح صحیح نہ ہوگا بسبب ظاہر ہو جانے اُسکی بدتدبیری کے سو ولی کی شفقت مظنون معارض ہوگی اُسکی بدتدبیری
کی یعنے ان صورتوں میں ولی کی حماقت کھل گئی کہ اسکی شفقت زائل ہوگئی ولو کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ ولو الام او القاضی او وکیل
الاب لکن فی النہر بحثا انہ لو عین لوکیلہ القدر صح لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا اگر نکاح کر دینے والا باپ دادے کے سوا ہو گرچہ
ماں ہو یا قاضی یا باپ کا وکیل لیکن نہر الفائق میں بحث کر کے کہا کہ اگر باپ نے اپنے وکیل سے مہر کی مقدار معین کر دی تو نکاح صحیح ہوگا تزویج غیر اب جد سے
نکاح صحیح نہیں غیر کفو سے یا صریح نقصان سے ہرگز وما فی صدر الشریعۃ صح ولھما فسخہ وھم اور جو کہ کتاب صدر الشریعہ میں ہے کہ غیر اب جد کا غیر کفو یا نقصان کے
سے نکاح کر دینا صحیح ہے اور صغیر اور صغیرہ کو بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار ہو سو یہ قول خطا ہے ہرگز یہ نکاح صحیح نہیں کذا فی فتح القدیر وغایۃ البیان وان کان
من کفؤ وبمہر المثل صح ولکن لھما ای لصغیر وصغیرۃ وملحق بھما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقۃ اور اگر تزویج
غیر اب جد کی کفو سے ہے اور ساتھ مہر مثل کے تو نکاح صحیح ہے لیکن ان دونوں کو یعنے صغیر اور صغیرہ اور انکے ملحق کو یعنے احمق اور مجنون کو اختیار ہے نکاح
فسخ کر دینے کا اگرچہ بعد دخول کے ہو فسخ کا اختیار ہے بالغ ہونے کے وقت یا بعد بالغ ہونے کے نکاح معلوم ہونے کے وقت یعنے اگر اول سے نکاح کا علم تھا
تو بلوغ کے وقت اختیار ہوا اور اگر نکاح اول معلوم نہ تھا تو بعد بلوغ کے جب معلوم ہو تب تک اختیار ہے بسبب کم مہری کے یعنے باپ دادا کے برابر اور اولیا کو مہربانی
نہیں ہوتی تو اس واسطے صغیر اور صغیرہ کو وقت بلوغ کے اختیار دیا چاہیے نکاح رکھیں چاہیں توڑ دیں ویبطل عند خیار العتق اور اختیار آزادی کا اختیار بلوغ سبب نہ
کرتا ہو مثلاً صغیرہ لونڈی کا مالک نے نکاح کر دیا پھر اسکو قبل بلوغ آزاد کیا تو بلوغ کے وقت اسمیں دو اختیار جمع ہوے خیار بلوغ اور خیار عتق سو ایسی صورت میں
کون سے فسخ کا اختیار ہوگا خیار بلوغ سے یا خیار عتق سے شارح نے جواب دیا کہ ہوتے خیار عتق کے خیار بلوغ کی کچھ حاجت نہیں بسبب قوی ہونے خیار عتق کے
اسواسطے کہ خیار عتق بسبب سکوت اور قیام مجلس کے باطل نہیں ہوتا بخلاف خیار بلوغ کے اور حق یہ ہے کہ اس صورت میں خیار بلوغ مطلق نہیں اسواسطے کہ تزویج
مولی کی برابر تزویج اب اور جد کے ہے اور حالانکہ وہاں بلوغ کے وقت فسخ کا اختیار نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو بلغت وھو صغیر فرق بینھما بحضرۃ ابیہ او وصیہ
بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیہ ویلزم کل المھر اور اگر لڑکی بالغ ہوئی زوجہ اور زوج صغیر ہے اور زوجہ نے نکاح توڑنا چاہا تو تفریق کروائی جائیگی دونوں صغیر کے
باپ کے روبرو یا اسکے وصی کے روبرو بشرط حکم قاضی کے واسطے فسخ کے تو دونوں باہم وارث ہونگے ایک دوسرے کے نکاح میں اور لازم ہوگا تمام مہر یعنے وقت
بلوغ صغیرہ کے قاضی نے نکاح فسخ نہ کیا یہانتک کہ دونوں میں سے کوئی مرگیا تو بسبب نکاح باقی رہنے کے ایک دوسرے کا وارث ہوگا اور تمام مہر لازم آویگا
اسواسطے کہ موت بمنزلہ دخول کے ہے مہر پورا کرنے میں ثم الفرقۃ ان من قبلھا ففسخ لا ینقص عدد الطلاق پھر جدائی اگر عورت کی جانب سے ہے تو فسخ ہے نکاح کا کم نہیں
کرتا طلاق کے عدد کو یعنے اگر خاوند نے بعد فسخ کے پھر اُسکے نکاح کیا تو زوج پوری تین طلاق کا مالک ہوگا یہاں وہ فرقت مراد ہے جو غیر ہے خیار بلوغ
کی کہ وہ تو محض فسخ ہے طلاق کا اسمیں احتمال نہیں ولا یلحقھا طلاق الا فی الردۃ اور نہیں لاحق ہوتی طلاق اس عورت کو جو فسخ کی عدت میں ہے مگر ارتداد کی عدت
میں طلاق لاحق ہوتی ہے یعنے ارتداد عورت کا اگرچہ فسخ ہے لیکن مرتدہ کی عدت میں طلاق پڑ سکتی ہے وان من قبلہ فطلاق اور اگر فرقت جانب مرد سے
ہو تو طلاق ہے فرقت نہ ہو سکنے سے مراد وہ فرقت ہے جو عورت کی طرف سے نہ ہو سکے تو تقبیل اور اسلام اور ارتداد اور خیار بلوغ وغیرہ کی فرقت نکل گئی اسواسطے
کہ اس قسم کی فرقت طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے کیونکہ عورت اور مرد دونوں کی طرف سے یہ فرقت ہوتی ہے فقط مرد ہی کو خاص نہیں الا بملک او ردۃ
او خیار عتق مرد کی طرف فرقت طلاق ہے لیکن ملک یا ارتداد یا خیار عتق میں طلاق نہیں ملک کی صورت یہ کہ ایک مرد نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو
مول لیا تو نکاح فسخ ہوگیا تو جدائی مرد کی طرف سے ہوئی اور طلاق نہ ہوئی بلکہ فسخ ہوا اور ارتداد زوج بھی فسخ ہے طلاق نہیں اور فرق کر خیار عتق میں

شارح سے سہو ہوا اسواسطے کہ غلام کو خیار عتق نہین ہوتا چنانچہ اسکی تصریح باب نکاح الرقیق مین آویگی ولیس لنا فرقۃ منہ ولا مہر علیہا الا فی اختیار نفسہ بخیار عتق
اور نہین ہی ہم حنفیون کے نزدیک کوئی جدائی زوج کی طرف سے جسمین زوج پر مہر نہو مگر جب کہ اختیار کرے اپنی ذات کو خیار عتق سے شارح کو لازم تھا
کہ بجاے خیار عتق کے خیار بلوغ کہتا چنانچہ ابھی اسکا ذکر ہو چکا یعنے زوج کی طرف کی سب جدائیون مین زوج پر مہر دینا واجب ہی سوا خیار بلوغ کے
کہ اسمین مہر ساقط ہی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وشرط لکل قضاء الا ثمانیۃ اور شرط ہی سب جدائیون کے واسطے حکم قاضی کا مگر آٹھ جدائیون مین
قاضی کا حکم شرط نہین ونظمہ فی النہر فقال اور نظم کیا ہی نہر الفائق مین سو یون کہا اسکے مصنف نے ~ فرق النکاح اتتک جمعا نافعا ؛ فسخ طلاق وہذا
ییکیہا دو جدائیان نکاح کی آئین تیرے پاس مجموعہ نافع ہوکر اور وہ دو جنس مین منحصر ہین فسخ یا طلاق اور یہ نظم جو نفاست مین موتی کے مانند ہی انکو بیان
کرتی ہی ~ تباین الدار مع نقصان مہر کذا فساد عقد و فقد الکفو یعیہا اول فرقت مین تباین دار و دوسری فرقت کمی مہر کی ساتھ نکاح کے اسی طرح
تیسری فرقت فساد عقد اور چوتھی فرقت فقدان کفو کا عورت کو خبر موت کی سناتا ہی تباین دار مثلاً عورت دار الحرب چھوڑکر دار الاسلام مین آ کی
مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر تو اپنے شوہر سے جدا ہو گئی اگر حاملہ نہو تو فی الفور اسکا نکاح درست ہی دوسری فرقت نقصان مہر سے یعنے عورت نے اپنا نکاح مہر مثل
سے کم کر لیا تو ولی دونون مین تفریق کروائیگا اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو کچھ مہر نپاویگی اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو مہر پاویگی تیسری فرقت فساد عقد کی
جیسے لونڈی نے نکاح حرہ پر چوتھی فرقت فقدان کفو کی یعنے جب عورت نے نکاح غیر کفو سے کر لیا تو اولیا کو فسخ کرا دینے کا حق ہی ~ وتقبیل سبی اسلام المحارب
ارضاع ضرتہا قد عدا فیہا ؛ پانچوین فرقت تقبیل کی چھٹی فرقت سبی کی ساتوین فرقت اسلام حربی کی آٹھوین فرقت سوت کے دودھ پلانے کی
اسلام اور ارضاع بھی انھین مین معدود ہین تقبیل کی فرقت یعنے بوسہ لینے سے نکاح ٹوٹنا مراد تقبیل سے جو عمل کہ حرمت مصاہرت کا باعث ہو مثلاً عورت نے
شوہر کے بیٹے کو بشہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا تو نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر نے زوجہ کی بیٹی کا مساس کیا تو نکاح منفسخ ہو گیا سبی کی فرقت یعنی عورت کا قید
ہوکر دار الاسلام مین آنا ناظم سے یہان سہو ہوا اسواسطے کہ باب نکاح الکافر مین معلوم ہوگا کہ عورت تباین دارین سے جدا ہوتی ہی سبی سے جدا نہین ہوتی اور اگر سبی
مع تباین دار مراد لیجیے تو فقط تباین دار فرقت مین کافی ہی سبی کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اسلام حربی کی فرقت یعنے شوہر حربی مسلمان ہوا اور عورت
کے تین حیض ہو چکے یا تین مہینے گذر گئے تو یہ جدائی فسخ ہی ارضاع کی فرقت یعنے جوان عورت نے اپنی صغیرہ سوت کو دودھ پلایا جسکی عمر دو برس سے کم تھی تو
دونون کا نکاح فسخ ہو گیا ~ خیار عتق بلوغ ردۃ وکذا ؛ ملک لبعض وتلک الفسخ یحصیہا نوین فرقت خیار عتق کی دسوین فرقت خیار بلوغ کی گیارھوین
فرقت ارتداد کی بارھوین فرقت ملک بعض کی ان سب جدائیون کو فسخ گنتا ہی یعنے یہ سب جدائیان جو مذکور ہوئین فسخ ہین طلاق نہین خیار عتق
کی فرقت فقط عورت کی طرف سے ہوتی ہی نہ مرد کی طرف سے چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا بخلاف اگلی جدائیون کے کہ وہ دونون طرف سے
ہوتی ہین ملک بعض کی فرقت یعنے زوج زوجہ کا مالک ہوا یا زوجہ زوج کی مالک ہوئی کل ملکیت ہو یا بعض نکاح ٹوٹ گیا ناظم نے ملک بعض کو اسواسطے بیان
کیا کہ جب ملک بعض سے فرقت ہوئی تو ملک کل سے بطریق اولی ہوگی ~ اما الطلاق فجب عنۃ کذا ؛ ایلاء ولعان ذاک یتلوہا ؛ اور جو جدائیان
کہ طلاق ہین وہ چار ہین مجبوب ہونا اور عنین ہونا اور ایلاء اور لعان یہ حکم مین ماقبل کا تابع ہی مجبوب ہونے کی جدائی یعنے عورت نے مرد کو
مقطوع الذکر والخصیتین پایا اور اسیطرح عنین یعنے نامرد پانے کی جدائی اور ایلاء کی فرقت یعنے مرد نے چار مہینے نہ صحبت کرنے کی قسم کھائی اور چار
مہینے بدون جماع گذر گئے لعان کی جدائی یعنے مرد نے عورت کو بدکاری کی نسبت کی بدون گواہون کے پھر کاذب پر لعنت کرکے دونون جدائی ہو گئی
یہ سولہ قسم کی جدائیان مذکور ہوئین انمین سے بارہ جدائیان فسخ ہین اور چار جدائیان طلاق ~ قضاء قاض لہ شرط الجمیع خلا ؛ عتق وملک و
اسلام اتی فیہا ؛ حکم قاضی کا سب ان جدائیون مین شرط ہی سواے خیار عتق اور ملک اور اسلام کے اور انھین مین اگلی چیزین ہین ~ تقبیل سبی

مع الایلاء ویا اسطے ہ تباین مع فساد العقد جدیثا ۸ اور تقبیل اور سبی ساتھ ایلاء کے کا میری امید گاہ اور تباین دار ساتھ فساد عقد کے یہ فساد عقد عورت کو اُسکے مرتبہ سے اُتارتا ہے یعنے کوئی فرقت بدون حکم قاضی کے تمام نہیں ہوتی زوجین کو قاضی کے پاس رجوع کرنا ضرور ہے لیکن ان آٹھ جدائیون مین قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہین ا فرقت خیار عتق کی ۲ ملک کی ۳ فرقت اسلام حربی کی ۴ فرقت تقبیل وغیرہ کی ۵ فرقت سبی کی ۶ فرقت ایلاء کی ۷ فرقت تباین دارین کی ۸ فرقت فساد عقد کی و یبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح اور باطل ہوتا ہے اختیار باکرہ کا بشرطیکہ مختار ہو سکوت مین معذور نہو اور اصل نکاح کا علم رکھتی ہو تو اگر چھینک اور کھانسی آنے سے یا کسی کے منہ بند کر لینے سے بول نہ سکے تو یہ سکوت عذری مبطل خیار کا نہین اور علم نکاح کا اسواسطے شرط ہوا کہ بدون دانست کے تصرف ممکن نہین لیکن ثبوت اختیار کا علم شرط نہین ولو سالت عن قدر المھر قبل الخلوۃ او عن الزوج او سلمت علی شھود لم یبطل خیار ہا مہر بحثا اور اگر باکرہ نے مقدار مہر کی پوچھی قبل خلوت کے یا زوج کا حال پوچھا یا اسلام کیا شاہدون کو تو ایسے کلام سے اُسکا اختیار باطل نہین ہوتا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق مین ہے بحث کے ساتھ ولا یمتد الی آخر المجلس لانہ کالشفعۃ اور خیار بلوغ کا دراز نہین ہوتا آخر مجلس تک اسواسطے کہ خیار بلوغ کا مانند حق شفعہ کے ہے یعنے جس مجلس مین عورت کو بلوغ ہوا یا علم نکاح کا ہوا تو فوراً اظہار کرے اگر سکوت کریگی تو سماعت نہ ہوگی جیسے حق شفعہ کا بعد علم بیع کے سکوت سے باطل ہو جاتا ہے ولو اجتمعت معہ تقول اطلب الحقین ثم تبدا بخیار البلوغ لانہ دینی و تشھد قائلۃ بلغت الان ضرورۃ احیاء الحق اور اگر حق شفعہ خیار بلوغ کے ساتھ جمع ہوا تو کہے مین دو حق طلب کرتی ہون پھر بیان مین ابتدا خیار بلوغ سے کرے اسواسطے کہ یہ دینی امر ہے اور گواہ کرے اپنے بلوغ پر یون کہتی ہوئی کہ مین اب بالغ ہوئی یہ کہنا احیاء حق کی ضرورت کے سبب سے ہے بحر الرائق مین کہا کہ جب سے خون حیض دیکھے طلب کرے پھر اگر رات کو دیکھے تو زبان سے یون طلب کرے کہ مین نے نکاح فسخ کیا اور صبح کو گواہ کرے اور کہے کہ مین نے خون اب دیکھا اسواسطے کہ حیض ہر دم اندک اندک جاری رہتا ہے صبح کو یہ کہنا کہ مین نے اب دیکھا کذب نہین بلکہ وہ آگے بضرورت احیاء حق ایسا کذب بھی رواہے چنانچہ امام محمد سے مروی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی والجہل عذر لیس نحو العلم بخلاف خیار المعتقۃ فانہ یبطل الشفعۃ بالمولی یعنے سکوت سے خیار بلوغ کا باطل ہو جاتا ہے اگرچہ حرہ باکرہ حق خیار سے جاہل ہو بسبب فارغ رہنے حرہ کے احکام شرعی کے دریافت کے واسطے بخلاف آزاد عورت کی خیار کے کہ اُسکو امتداد ہے دریافت ہونے تک بسبب مصروف رہنے لونڈی کے خدمت مولی مین یعنے دار الاسلام مین حرہ کا جہل عذر نہین اسواسطے کہ وہ جان و مال کی مالک تھی کیون نہ اُسنے احکام شرعیہ کو سیکھا اور لونڈی کا جہل عذر ہے اسواسطے کہ مالک کی خدمت سے فراغت نہ تھی کہ احکام شرعیہ کو سیکھتی و خیار الصغیر و الثیب و ان بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالۃ علیہ کقبلۃ و لمس و دفع مھر اور خیار صغیر اور ثیب کا جبکہ وہ بالغ ہوں باطل نہین ہوتا سکوت سے بدون صریح رضا مندی کے یا جو فعل کہ رضا مندی پر دلالت کرے جیسے بوسہ لینا اور مساس کرنا اور مہر کا دینا یعنے لڑکا نابالغ تھا اور ثیب بھی صغیر تھی انکا نکاح غیر اب جد نے کر دیا تو انکا خیار مجرد بالغ ہونے کے باطل نہین ہوتا ولا یبطل بقیامھما عن المجلس لان وقتہ العمر فیبقی حتی یوجد الرضا اور اختیار باطل نہین ہوتا دونون کے کھڑے ہونے سے مجلس مین سے اسواسطے کہ انکے اختیار کا وقت تمام عمر ہے سو باقی رہیگا اختیار جب تک رضا مندی پائی جاوے ولو ادعت التمکین کرھا صدقت اور اگر شوہر نے بعد بالغ ہونے ثیبہ کے جماع کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ قادر ہونا جماع پر زبردستی سے تھا تو عورت کی تصدیق کیجائیگی اسواسطے کہ ظاہر حال اُسکا مصدق ہے و مفادہ ان القول لمدعی الاکراہ ولو فی مسائل الوالی فلیحفظ اور حاصل کلام سابق کا یہ ہے کہ جو دعوی کرے زبردستی کا اُسکا قول لائق اعتبار کے ہے اگرچہ مدعی حاکم کی قید مین ہو سو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ ولی نکاح مین نہ مال مین وہ ہے جو عصبہ ہو بذات خود یہ تعریف ہے نکاح کے ولی کے مال کی ولی کی تعریف آگے آویگی عصبہ بنفسہ کی قید سے عصبہ مع غیرہ

نکل گیا جیسے بنت ابن کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے وہو من یتصل بالمیت حتی المعتقۃ بلا توسط انثی بیان لما قبلہ اور عصبہ بنفسہ وہ ہے جو لگاو رکھے میت سے حتی کہ
آزاد عورت سے بدون واسطے عورت کے کہا شارح نے کہ بلا توسط انثی بیان ہے ما قبل کا یعنے عصبہ بنفسہ کا مثلاً باپ و بیٹا اور مولی عصبہ بنفسہ ہیں کہ باپ کا
اتصال بیٹے سے اور بیٹی کا اتصال ماں سے اور مولی کا اتصال آزاد عورت سے بواسطہ عورت کے نہیں شارح کو مناسب تھا کہ تعریف عصبہ بنفسہ میں
میت کا لفظ نہ کہتا اسواسطے کہ نکاح میں میت کیا علاقہ ہے بلکہ لائق تھا کہ یوں تعریف کرتا کہ عصبہ بنفسہ وہ ہے جو غیر مکلف سے بلا واسطہ عورت کے اتصال
رکھے کذا فی حاشیۃ المدنی علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونۃ علی ابیہا لانہ یحجبہ حجب نقصان ولایت نکاح کی اوپر ترتیب ارث اور حجب کے
ہے تو مقدم ہوگا مجنونہ کا بیٹا مجنونہ کے باپ پر اسواسطے کہ بیٹا حاجب ہوتا ہے باپ کا حجب نقصان کر اگر بیٹا نہ تھا تو باپ سب مال پاتا اور بیٹے کے ہونے سے
کل نہ پاویگا چھٹا حصہ پاویگا تو بیٹے کے سبب حجب نقصان ہوا اسواسطے ولایت بیٹے کی باپ پر مقدم ہوئی بشرط حریۃ وتکلیف واسلام فی حق
مسلمۃ تزوج و ولد مسلم لعدم الولایۃ عصبہ بنفسہ کی ولی ہے بشرط حر ہونے اور مکلف ہونے اور مسلمان ہونے کے عورت مسلمان کے حق میں کہ ارادہ
نکاح کا رکھتی ہے اور اسلام شرط ہے ولی مسلم کے حق میں اسواسطے کہ کافر کی ولایت مسلمان پر نہیں اور عبد اور صغیر کو تو مطلق ولایت نہیں و کذا لا ولایۃ فی نکاح
ولا مال لمسلم علی کافر الا بسبب عام بان یکون المسلم سیدا امۃ کافرۃ او سلطانا او نائبہ او شاہدا یعنے جیسے کافر کو مسلم پر ولایت نہیں ویسے ہی
مسلم کو نکاح اور مال میں کافر پر ولایت نہیں مگر بنام سبب کے البتہ ولایت ہے سبب عام یہ کہ مسلم مالک ہے کافر لونڈی کا یا بادشاہ ہے یا اسکا نائب ہو جیسے
قاضی یا شاہد ہو ولا لکافر و لا نہ علی کافر مثلہ اتفاقا اور کافر کو ولایت ہے اپنے جیسے کافر پر بالاتفاق اہل کفر میں ملت چاہیے گو ملت ہر ایک کی جدا ہو
تو نصرانی کو یہودی کی بیٹی پر ولایت ہے فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم لام الاب فی القنیۃ عکسہ ثم للبنت ثم لبنت الابن ثم لبنت البنت
ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت البنت وہکذا ثم للجد الفاسد سو اگر عورت کا کوئی عصبہ نہو تو ولایت نکاح کی ماں کو ہے پھر دادی کو اور قنیہ میں
اسکے برعکس ہے یعنے اول دادی پھر ماں پھر دادی کے بعد ولایت ہے بیٹی کو مجنون اور مجنونہ کی پھر پوتی کو پھر نواسی کو پھر پڑپوتی کو پھر پڑنواسی کو اسیطرح
آخر فروع تک پھر ولایت نانا کو ہے ثم للاخت لاب وام ثم للاخت لاب ثم لولد الام الذکر والانثی سواء ثم لاولادہم پھر نانا کے بعد ولایت
سگی بہن کو پھر سوتیلی بہن کو پھر مادری اولاد کو انمیں مرد عورت برابر ہیں پھر مادری اولاد کی اولاد کو ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات
ثم بنات الاعمام وبہذا الترتیب اولادہم شمنی پھر ولایت ہے بقیہ ذوی الارحام کو یعنے پھوپھیوں کو پھر ماموؤں کو پھر خالاؤں کو پھر چچا کی بیٹیوں کو
اور اسی ترتیب سے انکی اولاد کو ولایت ہے یعنے پھوپھیوں کی اولاد کو پھر ماموؤں کی اولاد کو وعلی ہذا القیاس کذا فی الشمنی ثم مولی الموالاۃ
پھر ولایت ہے مولی موالات کو مولی موالات اسکو کہتے ہیں کہ جسکے ہاتھ پر کوئی کافر مسلمان ہوا مثلاً زید کے ہاتھ پر خالد مسلمان ہوا اور وہ مجہول النسب تھا
اور وہ مرگیا اور اسکی بیٹی صغیرہ ہے سو اسکے نکاح کی ولایت زید کو ہوگی ثم للسلطان ثم لقاض نص لہ علیہ فی منشورہ ثم لنوابہ ان فوض لہ
ذلک والا لا پھر ولایت بادشاہ کو پھر قاضی کو جسکی سند قضا میں تصریح کر دی گئی ہے نکاح صغار کی ولایت پر پھر قاضی کے نائبوں کو اگر قاضی کو
تزویج صغار کا حکم ہوا ہو بادشاہ کیطرف سے اور اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم نہو تو قاضی کے نائبوں کو تزویج صغار کی درست نہیں ولیس للوصی من حیث
ہو وصی ان یزوج الیتیم مطلقا وان اوصی الیہ الاب بذلک علی المذہب اور جائز نہیں وصی کو وصی ہونے کی راہ سے یہ کہ نکاح کر دے یتیم کا اسیطرح اگرچہ
اسکے باپ نے نکاح کر دینے کی وصیت کی ہو بنا بر قوی مذہب کے نعم لو کان قریبا او حاکما یملکہ بالولایۃ کما لا یخفی ہاں اگر وصی قرابت دار یا حاکم ہو تو مالک
ہوگا تزویج کا بسبب ولایت کے نہ بسبب وصی ہونے کے چنانچہ مخفی نہیں فروع مسائل ماتحت شارح کے لیس للقاضی تزویج الصغیرۃ من نفسہ و لا ممن
لا تقبل شہادتہ لہ کما فی معین الحکام جائز نہیں قاضی کو تزویج صغیرہ کی اپنی ذات سے نہ اس سے کہ جسکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں جیسے باپ

اور بیٹیا کما فی معین الحکام واقرہ المصنف وبہ علم ان فعلہ حکم وان عری عن الدعوی اور ثابت کیا ہی مسئلہ سابقہ کو مصنف نے اپنی شرح مین اور
اس سے معلوم ہوا کہ قاضی کا فعل بھی حکم ہی اگرچہ خالی ہو دعوی سے صغیرہ زوجت نفسہا ولا ولی ولا حاکم ثمہ توقف ونفذ باجازتہا بعد بلوغہا لان لہا
مجیزا وہو السلطان صغیرہ نے نکاح کیا اپنا اور وہان کوئی ولی اور حاکم یعنے قاضی وغیرہ نہین تو یہ نکاح موقوف رہیگا اور نافذ ہوگا بسبب اجازت
صغیرہ کے بعد بالغ ہونے کے یہ نکاح باطل نہین بلکہ موقوف ہی اسواسطے کہ اسکا اجازت دینے والا موجود ہی اور وہ بادشاہ ہی یہ جواب ہی سوال مقدر کا
یہ نکاح موقوف نہین بلکہ باطل ہی اسواسطے کہ جو عقد کہ وقت اگر اسکا کوئی مجیز نہو تو وہ عقد باطل ہی شارح نے جواب دیا کہ یہ باطل نہین کیونکہ اسکا مجیز بادشاہ ہی
(اجازت دہندہ ۱۲)
ولو زوجہا ولیان مستویان قدم السابق فان لم یدر او وقعا معا بطلا اور اگر اسکا نکاح دو برابر کے ولیون نے کر دیا تو پہلا نکاح مقدم کیا جائیگا اور اگر
معلوم نہو کہ پہلا کون اور پچھلا کون ہی یا دونون نکاح ساتھ ہی ہوے تو دونون باطل ہونگے دو برابر کے ولی جیسے دو بھائی یا دو چچا للولی الابعد
التزویج بغیبۃ الاقرب فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ اور جائز ہی ولی ابعد کو نکاح کر دینا ولی اقرب کے غائب ہونے مین سو اگر
نکاح کر دیا ابعد نے اقرب کے موجود ہونے مین تو نکاح موقوف رہیگا اسکی اجازت پر مثلا سوتیلے بھائی نے نکاح کر دیا سگے بھائی کے ہوتے تو
نکاح موقوف رہیگا چاہے سگا بھائی جائز رکھے چاہے باطل کرے ولو تحولت الولایۃ الیہ لم یجز الا باجازتہ بعد التحول قہستانی وظہیریۃ اور اگر پھر گئی
ولایت ابعد کی طرف تو بھی نکاح نہ جائز ہوگا مگر ابعد کی اجازت سے بعد پھر آنے ولایت کے کذا فی القہستانی والظہیریۃ یعنے ابعد نے اقرب کے ہوتے
نکاح کر دیا پھر اقرب مر گیا یا بالکل غائب ہو گیا تو ولایت ابعد پر پھر آئی تب بھی وہ نکاح جائز نہوگا بدون اسوقت کی اجازت کے مسافۃ القصر واختار
فی الملتقی ما لم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان الفتوی علیہ تزویج ابعد کی جائز ہی جب اقرب غائب ہو بقدر مسافت قصر کے
یعنے تین شبانہ روز اور تبیین مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور اختیار کیا ملتقی مین کہ غیبت کی مقدار یہانتک ہی کہ کفو منگنی کرنیوالا
ولی اقرب کے جواب کا منتظر نرہ سکے اور اسی پر باقانی نے اعتماد کیا اور نقل کیا ابن کمال نے کہ اسی روایت پر فتوی ہی بحر الرائق مین کہا کہ تعریف
غیبت مین تصحیح مختلف ہی تو اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہی کیونکہ اکثر شارحین یعنے ملتقی کی روایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی وثمرۃ الخلاف فیمن
اختفی فی المدینۃ ہل یکون غیبۃ منقطعۃ اور ثمرہ خلاف بیچ الفقہاء کا اس ولی اقرب مین ظاہر ہوگا جو چھپ جائے شہر مین اس طرح کہ معلوم نہین
ہو سکتا آیا یہ اختفا غیبت منقطعہ ہی یا نہین تو بموجب روایت متن کے اس صورت مین ابعد کی تزویج نہ جائز ہوگی اسواسطے کہ مسافت قصر کی نہین
اور بموجب روایت ملتقی کے جائز ہی اگر کفو انتظار نہ کر سکے ولو زوجہا الاقرب حیث ہو جاز النکاح علی الظاہر ظہیریۃ اور اگر نکاح کیا عورت کا
ولی اقرب نے جہان کہ وہ ہی یعنے اپنے محل غیبت مین تو یہ نکاح جائز ہوگا بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریۃ اور نہر الفائق مین کہا کہ یہ نکاح جائز نہین
اسواسطے کہ بسبب غیبت کے ولایت منقطع ہو گئی چنانچہ محیط اور مبسوط مین ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وثبت للابعد من اولیاء النسب شرح الوہبانیۃ
لکن فی القہستانی عن الغیاث لو لم یزوج الاقرب زوج القاضی عند فوت الکفو اور ثابت ہی ابعد کو اولیاء نسبی سے تو بادشاہ اور قاضی نکاح کریگا
کذا فی شرح الوہبانیۃ لیکن قہستانی مین غیاث المفتیین سے نقل کیا کہ اگر نہ نکاح کرے ولی اقرب تو قاضی نکاح کرے جب فوت ہو کفو کے
ملنیکا التزویج بعضل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج اجماعا خلاصۃ یعنے ثابت ہی ابعد کو نکاح اقرب کے روک دینے سے یعنے اسکے امتناع تزویج
سے ابعد کو نکاح کر دینا ثابت ہی بالاجماع کذا فی الخلاصۃ یعنے جب اقرب نے بالکل نکاح کو روک دیا تو ولایت سے معزول ہوا تو اسوقت مین ابعد قائم مقام
اقرب کے ہوگا ولا یبطل تزویجہ السابق بعود الاقرب لحصولہ بولایۃ تامۃ اور نہ باطل ہوگی غیبت اقرب مین تزویج ابعد کی جو سابق ہو چکی
اقرب کے پھر آنے سے بسبب حاصل ہونے تزویج کے پوری ولایت سے وولی المجنونۃ والمجنون ولو عارضا فی النکاح ابا التصرف

فی المال لا الاب اتفاقاً ابنہا وان سفل وان ابیاً کما مر اور ولی مجنونہ اور مجنون کا اگرچہ جنون عارضی ہو نکاح میں بیٹا ہے امام اور ابو یوسفؒ کے نزدیک گو سافل ہو جیسے پوتا اور پرپوتا نہ باپ مجنونہ کا چنانچہ آگے ذکور ہو چکا اور مال کے تصرف میں پوتا باپ ولی ہے بالاتفاق شیخین رحمہم کے والا ولی ان یامر الاب لیصح اتفاقاً اور بہتر یہ کہ مجنونہ کے نکاح میں باپ امر کرے بیٹے کو کہ اسکا نکاح کر دے تاکہ بالاتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہو ولو اقر ولی صغیر او صغیرۃ او اقر وکیل رجل او امراۃ او مولی العبد بالنکاح لم ینفذ لانہ اقرار علی الغیر اور اگر اقرار کیا صغیر یا صغیرہ کے ولی نے یا اقرار کیا مرد کے وکیل یا عورت کے وکیل نے یا غلام کے میاں نے نکاح کا تو اقرار نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر اور اقرار اپنی ذات پر حجت ہوتا ہے نہ غیر پر فتح القدیر میں کہا کہ صغیر اور صغیرہ جبکہ بالغ ہو کر نکاح کے منکر ہوں اسوقت میں ولی کا اقرار نافذ نہیں اور اگر ولی نے انکی حالت صغر میں اقرار نکاح کا کیا اور وہ تو بعد بلوغ کے اسکا انکار نہ کیا تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف مولی الامۃ حیث ینفذ اجماعاً لان منافع بضعہا ملکہ بخلاف لونڈی کے مالک کے اسواسطے کہ اسکا اقرار نافذ ہے اجماعاً اس سبب سے کہ منافع اسکے فرج کے مولی کی ملک ہیں یعنے اگر مرد نے لونڈی کے نکاح کا دعوی کیا اور گواہ اسکے نہیں اور اس لونڈی کے میاں نے اسکی تصدیق کی تو اقرار مولی کا نافذ ہوگا الا ان یشہد الشہود علی النکاح بان یدعیہ القاضی خصما عن الصغیر حتی ینکر فیقام البینۃ علیہ مگر اسوقت اقرار ولی کا نافذ ہوگا جب گواہی دیں گواہ نکاح اسطرح پر کہ قاضی قائم کرے ایک مدعی علیہ صغیر کیطرف سے تاکہ وہ نکاح کا انکار کرے پھر گواہ قائم ہوں یہاں سوال کا مقام تھا کہ اقامت بینہ کی صغیر منکر پر کیونکر صحیح ہوگی شارح نے جواب یا کہ صغیر کے قائم مقام پر اقامت بینہ کی ہو او یدرک الصغیر والصغیرۃ فیصدقہ ای الولی اقراراً بشیا بالغ ہو صغیر یا صغیرہ پھر اسکی تصدیق کرے یعنے ولی مقر کی او یصدق الموکل والعبد عند ابی حنیفۃ وقالا یصدق فی ذلک بالتصدیق کرے موکل اپنے وکیل کے اقرار کی یا تصدیق کرے غلام اپنے میاں کے اقرار کی نزدیک ابی حنیفہؒ کے اور صاحبینؒ نے کہا کہ بدون شہادت کے تصدیق کے بھی ولی وغیرہ کے اقرار کی تصدیق ہو گی وہذہ المسئلۃ مخرجۃ من قولہم من ملک الانشاء ملک الاقرار بہ ولہا نظائر اور یہ مسئلہ اقرار کا خارج ہے فقہا کے اس قول سے کہ جو مالک ہے انشا کا وہ مالک ہے اسکے اقرار کرنے کا یعنے باوجودیکہ ولی انشا کا مالک ہے لیکن اقرار نکاح کا مالک نہیں تو اس قاعدہ سے یہ مسئلہ مستثنی ہوا اور اس مسئلہ مستثنی کی اور بھی مثالیں ہیں جیسے قرض لینا وصی کا یتیم پر کہ وصی اسکے انشا کا مالک ہے اور اسکے اقرار کا مالک نہیں یعنے اسکا اقرار بدون شہادت کے نافذ نہیں فرع مسئلہ مذکورہ شارح کا اہل لولی مجنون و معتوہ تزویجہ اکثر من واحدۃ لم ارہ ومقتضی الشافعی جوازہ فی الحبس للحاجۃ آیا درست ہے مجنون اور احمق بد تدبیر کے ولی کو اسکا نکاح کرنا ایک عورت سے زیادہ شارح صاحب النہر کا پیرو ہو کر کہتا ہے کہ یہ مسئلہ اپنے مذہب میں ہم نے نہیں دیکھا اور امام شافعی رحمہ نے منع کیا ہے اور ہم کو حبس کے حق میں جائز رکھا ہے بسبب حاجت کے

باب الکفاءۃ

من کافاہ اذا ساواہ والمراد ہنا مساواۃ مخصوصۃ او کون المرأۃ ادنی یہ باب ہے کفارت کا عرب بولتے ہیں کافاہ جب کسی چیز کے برابر ہوا اور کتاب النکاح میں کفارت سے مراد مخصوص برابری ہے جسکا آگے ذکر ہوگا یا ہونا عورت کا کمتر مرد سے تو اگر عورت نے اپنا نکاح کیا اپنے سے افضل مرد سے تو یہاں ولی کو حق تفریق نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں ولی کو مقام ننگ نہیں الکفاءۃ معتبرۃ فی ابتداء النکاح للزومہ او لصحتہ برابری معتبر ہے شروع نکاح میں اگر نکاح کے وقت مرد عورت کے برابر تھا پھر کمتر ہوگیا یعنے مثلاً فاسق ہوگیا تو نکاح فسخ نہیں ہوتا کفارت معتبر ہے لزوم نکاح کے واسطے یعنے ہر چند نکاح بدون کفارت کے بھی صحیح ہے لیکن ولی کا حق اعتراض باقی ہے پھر جب برابر سے نکاح ہوا تو لازم ہوگیا اور دوسری روایت پر کفارت کا اعتبار واسطے صحت نکاح کے ہے یعنے نکاح بدون کفارت کے صحیح نہیں ہوتا من جانبہ ای الرجل لان الشریفۃ تابی ان تکون فراشاً للدنی کفارت کا اعتبار ہے مرد کی جانب سے اسواسطے کہ عورت شریف انکار کرتی ہے الکتر کے فراش بننے سے یعنے مرد کے نیچے رہنا قبول نہیں کرتی ولذا لا تعتبر من جانبہا لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش اسلیے برابری نہیں عورت کی

کی طرف سے اسواسطے کہ زوج طالب ہو فراش کا تو اسکو ننگ نہیں آتا کمتری بفروش سے وہذا عند الکل فی الصحیح کما فی الخانیۃ لکن فی الظہیریۃ وغیرہا
عندہ وعندہما تعتبر فی جانبہا ایضا اور یہ یعنے کفاءت کا اعتبار مرد کی جانب میں ہے نہ عورت کی جانب میں امام اور صاحبین سب کے نزدیک ہے قول صحیح میں
کما فی الخانیۃ لیکن ظہیریہ وغیرہ میں ہے یعنی عورت کی کفاءت کا استفادہ امام کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک کفاءۃ معتبر ہے عورت کی جانب میں بھی
والکفاءۃ ہی حق الولی لا حقہا فلو نکحت رجلا ولم تعلم حالہ فاذا ہو عبد لا خیار لہا بل للاولیاء اور کفاءت حق ہے ولی کا نہ حق عورت کا تو اگر نکاح کیا
عورت نے ایک مرد سے اور اسکا حال عورت کو معلوم نہ تھا سو ناگہاں وہ غلام نکلا تو اختیار نہ ہوگا عورت کو بلکہ اسکے اولیا کو حق فسخ ثابت ہے ولو زوجوہا برضاہا
ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لا خیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرہم بہا وقت العقد فزوجوہا علی ذلک ثم ظہر انہ غیر کفو کان لہم الخیار ولوالجیۃ فلیحفظ
اور اگر اولیا نے عورت کا نکاح کر دیا اسکی رضا مندی سے اور نہ جانا اولیا نے عدم کفاءت کو پھر معلوم کیا کہ زوج کفو نہیں تو کسیکو اختیار فسخ کا نہیں
نہ اولیا کو نہ عورت کو مگر اسوقت کہ جب شرط کر لی ہو اولیا نے کفاءت کی اور خبر کر دی زوج نے اولیا کو کفو ہونے کی نکاح کے وقت سو اولیا نے
اسی شرط پر اسکا نکاح کر دیا پھر ظاہر ہوا کہ زوج غیر کفو ہے تو اولیا کو اختیار ہوگا فسخ کا کذا فی الولوالجیہ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے وتعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح
خلافا لمالک اور معتبر ہے کفاءت واسطے لزوم نکاح کے بخلاف امام مالک کے کہ انکے نزدیک کفاءت کا کچھ اعتبار نہیں نسبا اول اعتبار برابری کا بجہت
نسب کے ہے اسواسطے کہ آدمی نسب کا بڑا فخر کرتے ہیں فقریش بعضہم اکفاء بعض سو قریش آپسمیں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں قریش انکو کہتے ہیں
جو اولاد ہیں نضر بن کنانہ کی اور نضر بن کنانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارھویں پشت ہیں اور چاروں خلفاء راشدین قریش ہیں قریش باعتبار نسب کے
ایک دوسرے سے افضل نہیں تو ہاشمی اور نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر ہیں اور اسواسطے علی المرتضی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروق سے نکاح کر دیا
حالانکہ علی مرتضی ہاشمی ہیں اور عمر فاروق عدوی ہیں وبقیۃ العرب بعضہم اکفاء بعض قریش کے سوا اور باقی عرب آپسمیں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں عجم کے
لوگ عرب کے ہمسر نہیں واستثنی فی الملتقی تبعا للہدایۃ بنی باہلۃ لخستہم والحق الاطلاق قالہ المصنف کالبحر والنہر والفتح ویعضدہ اطلاق المصنف کالکنز والدرر
اور ملتقی میں ہدایہ کی پیروی سے نکالا ہے بنو باہلہ کو اور عرب سے بسبب انکی خست اور دناءت کے اور حق یہ ہے کہ انکو عرب سے نکالنا صحیح نہیں بلکہ
مطلق عرب برابر ہیں یہی کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مثل بحر الرائق اور نہر الفائق اور فتح القدیر کے اور اسکی تائید کرتا ہے مصنف کا مطلق کہنا
اس متن میں مثل کنز اور درر کے وہذا فی العرب واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما اور یہ یعنے کفاءت نسب کا اعتبار فقط عرب میں ہے اسواسطے کہ عجمی لوگوں
نے اپنے نسب کو ضائع کر دیا تو عرب کے سوا عجم کے لوگوں میں برابری معتبر ہے حر ہونے میں اور مسلمان ہونے میں فمسلم بنفسہ او معتق غیر کفو لمن ابوہا مسلم او حر
او معتق واما حریۃ الاصل سو جو مرد خود مسلمان ہوا یا آزاد ہو وہ برابر نہیں اس عورت سے جسکا باپ مسلمان ہو یا حر ہو یا باپ اسکا آزاد ہو اور یہاں اسکی حریۃ اصلی ہے
ومن ابوہ مسلم او حر غیر کفو لذات ابوین اور جس مرد کا باپ مسلمان ہو یا حر ہو وہ برابر نہیں اس عورت کے جسکا باپ اور دادا دونوں مسلمان ہیں
وابوان فیہما کالآباء لتمام النسب بالجد اور باپ دادا کا حر اور مسلمان ہونا برابر ہے چند پشت کے اسلام اور حر ہونے کے یعنے دو پشت کی آزادی
اور اسلام دس پشت کی آزادی اور اسلام کے برابر ہے بسبب تمام ہونے نسب کے دادا پر وفی الفتح لا یبعد ان کان فاقد مسلم بنفسہ للمعتق بنفسہ اور فتح القدیر میں ہے
کہ بعید نہیں ہے برابری مسلمان بنفسہ کی آزاد بنفسہ سے اسواسطے کہ مسلمان کے باپ دادا حر تھے مگر مسلمان نہیں اور آزاد کے باپ دادا مسلمان تھے
مگر آزاد نہیں تو عیب سے دونوں خالی نہیں والمعتق الوضیع فلا یکافی معتقۃ الشریف اور جو مرد آزاد ہے کم ذات کا سو برابر نہیں اس عورت کے
جسکا آزاد کرنے والا شریف ہے واما مرتد اسلم فکفو لمن لم ترتد اور جو مرتد ہو کر پھر مسلمان ہوا سو برابر ہے اس مسلمان کے جو مرتد نہیں ہوا واما الکفاءۃ
بین الذمیین فلا تعتبر الا لفتنۃ اور کفاءت درمیان دو ذمیوں کے سو معتبر نہیں مگر واسطے دفع فساد کے یعنے راجا اور چمار دونوں برابر نہیں

لیکن اگر راجہ کی بیٹی نے چمار سے نکاح کیا تو قاضی جدائی کرادیگا نہ بخیال عدم کفارت کے بلکہ واسطے رفع فساد کے وَالتقوٰی فی العرب والعجم دیانۃ
ای تقوٰی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان او لا علی الظاہر نہر اور معتبر ہی عرب و عجم میں کفارت دینداری کی یعنے پرہیزگاری کی
تو مرد فاسق برابر نہیں عورت صالحہ کے یا فاسقہ کے جو صالح کی بیٹی ہو فاسق خواہ معلن ہو خواہ غیر معلن بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر وَمالاً بان یقدر
علی المعجل ونفقۃ شہر لو غیر محترف والا فان یکسب کل یوم کفایتہا لو تطیق الجماع اور معتبر ہی کفارت مال میں اس طرح کہ قادر ہو زر مہر معجل پر بطور رواج کے
اور قادر ہو ایک مہینے کے نفقہ پر اگر پیشہ ور نہو اور اگر پیشہ ور ہو تو کسب کرسکتا ہو ہر روز بقدر کفایت عورت کے قدرت نفقہ پر اسوقت
ضرور ہو اگر عورت کو جماع کی برداشت ہو ولا نفقۃ مہر معجل کی قدرت کافی ہو کما فی الذخیرۃ وَحرفۃ فمثل حائک غیر کفو لخیاط اور برابری معتبر ہی پیشوں میں
سو ان جولاہے کی برابر نہیں مثل درزی کی بیٹی کے اسواسطے کہ جولاہہ درزی سے ذلیل ہی ولا خیاط لبزاز وتاجر ولا ہما لعالم وقاضی اور
نہ درزی برابر ہی بزاز اور سوداگر کے اور نہ وہ دونوں ہمسر ہیں عالم اور قاضی کے وان اتباع الظلمۃ اخس من الکل اور ظالمین کے خدام تو سب
پیشہ وروں سے خسیس تر اور بدتر ہیں اگرچہ صاحب مروت اور مالدار ہوں اسواسطے کہ انکے مال ظلم اور ستم سے جمع ہوئے ہیں وَاما الوظائف فمن الحرف
فصاحبہا کفو لبنت تاجر لو غیر دنیۃ کبوابۃ اور وقف کے وظائف اور روزینہ حرفون میں داخل ہیں جیسے امامت اور خطابت سو وقف کا وظیفہ دار
ہمسر ہی تاجر کا اگر وظیفہ حقیر نہو جیسے دربانی اور فراشی وذو تدریس او نظر کفو لبنت الامیر بمصر بحر اور مدرس یا ناظر ہمسر ہی امیر کی بیٹی کا مصر میں کیونکہ انما تعتبر
والکفاءۃ اعتبارہا عند ابتداء العقد فلا یضرہ زوالہا بعدہ اور اعتبار کفارت کا نزدیک شروع عقد کے ہی سو ضرر نہیں کرتا زوال ہمسری کا بعد
عقد کے فلو کان وقتہ کفوا ثم فجر لم یفسخ سو اگر زوج وقت نکاح کے عورت کا ہمسر تھا پھر مثلاً فاسق ہو گیا تو نکاح فسخ نہوگا واما لو کان دباغا ثم صار تاجرا
فان بقی عارہ لم یکن کفوا والا لا نہر بحثا اور اگر شوہر پہلے دباغ تھا پھر تاجر ہو گیا سو اگر دباغت کی عار باقی ہو تو ہمسر نہوگا اور اگر اسکی عار باقی نہیں تو
برابر ہوگا چنانچہ نہر الفائق میں ہی باعتبار بحث کے نہ بنا بر روایت مذہب کے والعجمی لا یکون کفوا للعربیۃ ولو کان العجمی عالما او سلطانا وہو الاصح فتح
عن الینابیع وادعی فی البحر انہ ظاہر الروایۃ واقرہ المصنف مرد عجمی برابر نہیں عورت عربیہ کے اگرچہ عجمی عالم ہو یا بادشاہ ہو اور یہی قول صحیح ہی چنانچہ
فتح القدیر میں ینابیع سے اور دعوی کیا بحر الرائق میں کہ یہی ظاہر الروایت ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح میں لکن فی النہر آن
فسر الحسیب بذی المنصب والجاہ فغیر کفو للعلویۃ کما فی الینابیع وان بالعالم فکفو لان شرف العلم فوق شرف النسب والمال کما جزم بہ البزازی وارتضاہ الکمال وغیرہ
والوجہ فیہ ظاہر ولذا قیل ان عائشۃ افضل من فاطمۃ قہستانی لیکن نہر الفائق میں ہی کہ اگر حسیب کی تفسیر صاحب منصب اور جاہ کی کیجیے تو حسب والا ہمسر
علویہ کا نہیں کذا فی الینابیع اور اگر تفسیر حسیب کی عالم کو کیجیے تو برابر ہو علویہ کے اسواسطے کہ بزرگی علم کی فوق ہی بزرگی نسب اور مال سے چنانچہ اسیکا
یقین کیا ہی بزازی نے اور پسند کیا ہی کمال وغیرہ نے اور وجہ اسکی ظاہر ہی بسبب اشرفیت علم کے اور اسواسطے کہا گیا ہی کہ عائشہ صدیقہ افضل ہیں
فاطمہ سے یعنے بسبب کثرت علم کے کذا فی القہستانی ہم برجندی میں تصریح ہی کہ عالم اور بادشاہ علویہ کا کفو نہیں تو اس روایت سے تفصیل نہر الفائق
کی نفی ہوتی ہی اور قول اصح وہی ہی جو متن میں ہی بموجب تصریح سید احمد محشی کے کذا فی حاشیۃ المدنی والحنفی کفو لبنت الشافعی اور حنفی مرد کفو ہی شافعی مذہب
کی بیٹی کا ظاہر ہی کہنا تھا کہ شافعی ہمسر ہی حنفی کا اسواسطے کہ حنفی کے ہمسر ہونے میں شافعی سے علماء حنفی کو تامل نہیں لیکن شارح نے برعکس کہا اسواسطے کہ بعضے
حنفی متعصب شافعی مذہب پر طعن کرتے ہیں حالانکہ امام شافعی رحمہ رکن اعظم ہیں ارکان اسلام سے اور مجتہد برحق ہیں رحمۃ اللہ علیہ تو انکے مقلد بھی برحق ہیں
کذا فی حاشیۃ المدنی ومتی سئلنا عن مذہبہ اجبنا بمذہبنا کما بسطہ المصنف معزیا لجواہر الفتاوی اور جب ہمسے سوال ہو مذہب شافعی کا تو ہم جواب
دینگے اپنے مذہب سے چنانچہ اسکو بتفصیل بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح میں جواہر الفتاوی سے نقل کرکے جواہر الفتاوی میں یون ہی کہ باکرہ

بالغہ شافعی مذہب نے حنفی سے نکاح کیا اور باپ اسکا راضی نہ تھا تو نکاح صحیح ہوا اور اسیطرح اگر شافعی مذہب سے نکاح کرے پھر شے اگر سوال ہو کہ یہ نکاح
مذہب شافعی میں صحیح ہے یا نہیں تو ہم یہی جواب دینگے کہ نکاح صحیح ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اسواسطے کہ ہمارا مذہب راجح ہوا اور شافعی کا مذہب مرجوح اور اس
مسئلہ کو باب الکفاءۃ سے کچھ تعلق نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والقروی کفو للمدنی فلا عبرۃ بالبلد کما لا عبرۃ بالجمال خانیۃ ولا بالعقل ولا بعیوب یفسخ بہا
البیع خلافا للشافعی رح اور گانوں کا رہنے والا کفو ہے شہر کے رہنے والے کا تو کفایت میں شہر کا کچھ اعتبار نہیں جیسے خوبصورتی کا کچھ اعتبار نہیں کذا
فی الخانیۃ اور نہ عقل کا کچھ اعتبار ہے یعنی مجنون کفو ہے عاقل کا اور نہ ان عیبوں کا اعتبار ہے جیسے بیع فسخ ہو جاتی ہے جیسے جذام اور برص اور گندہ دہنی
برخلاف مذہب شافعی کے لیکن فی الظہیریۃ عن المرغینانی فی المجنون ... لکن نہر الفائق میں منقول ہے مرغینانی سے کہ مجنون ہمسر عاقل کا نہیں
وکذا الصبی کفو بغنی ابیہ او امہ او جدہ ومہر بالنسبۃ الی المہر یعنی المعجل کما مر لا بالنسبۃ الی النفقۃ لان العادۃ ان الاباء یتحملون عن الابناء المہر لا النفقۃ
ذخیرہ اور اسیطرح لڑکا کفو ہے بسبب مالداری اپنے باپ کے یا اپنی ماں کے یا اپنے دادا کے کذا فی النہر کفو ہے بہ نسبت مہر کے یعنی مہر معجل کے جیسا کہ سابق میں
مذکور ہوچکا نہ بہ نسبت نفقہ کے اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ باپ اٹھا لیتے ہیں اپنے بیٹوں کا مہر نہ نفقہ کذا فی الذخیرۃ ولو نکحت باقل من مہرہا فللولی
العصبۃ الاعتراض حتی یتم مہر مثلہا او یفرق القاضی بینہما دفعا للعار اور اگر نکاح کیا عورت نے کمتر اپنے مہر مثل سے تو جائز ہے ولی عصبہ کو روک دینا
یہانتک کہ مہر مثل اسکا پورا ہو جاوے یا جدائی کر دے قاضی دونوں میں ولی کو عار دفع کرنے کے واسطے ولو طلقہا الزوج قبل تفریق الولی
قبل الدخول فلہا نصف المسمی اور اگر طلاق دی اس عورت مذکورہ کو شوہر نے قبل تفریق ولی کے دخول سے پہلے تو اسکو آدھا مہر معین ملیگا
ولو فرق الولی بینہما قبل الدخول فلا مہر لہا وان بعدہ فلہا المسمی اور اگر تفریق کر دی ولی نے دونوں میں قبل دخول کے تو اسکا کچھ مہر نہیں اگر بعد دخول کے
تفریق ہوئی تو اسکو پورا مہر معین ملیگا وکذا لو مات احدہما قبل التفریق فلیس للولی المطالبۃ بالاتمام لانتہاء النکاح بالموت جواہر الفتاوی اور اسیطرح مہر معین ملیگا
اگر دونوں میں سے کوئی مرگیا قبل تفریق کے تو ولی کو مہر مثل پورا کر لینے کا مطالبہ نہیں اسواسطے آخر ہوا نکاح کے موت سے کذا فی جواہر الفتاوی امرہ بتزویج
امرأۃ فزوجہ امۃ نفذ قالوا الاصح وہو استحسان ملتقی تبعا للہدایہ امر کیا ایک شخص نے دوسرے کو کسی عورت سے نکاح کر دینے کا سو وکیل نے موکل کا نکاح کر دیا لونڈی سے
تو نکاح نافذ ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ یہ نکاح صحیح نہیں یعنی نافذ نہیں اور یہ قول استحسان یعنی قیاس خفی ہے یہ روایت ملتقی میں ہے ہدایہ کی پیروی کی وجہ استحسان کی
یہ ہے کہ نکاح کر لینے پر ہر ایک کو قدرت ہے تو وکیل کرنے سے عمدہ غرض یہ ہوتی ہے کہ نکاح ہمسر اور برابر سے ہو نہ کمتر سے وفی شرح الطحاوی قولہما احسن للفتوی
واختارہ ابو اللیث واقرہ المصنف اور شرح طحاوی میں ہے کہ قول صاحبین کا بہتر ہے فتوی کیواسطے اور پسند کیا اسکو فقیہ ابو اللیث نے اور ثابت کہا اسکو
مصنف نے اپنی شرح میں وفی ... اجمعوا انہ لو زوجہ بنتہ الصغیرۃ او مولیتہ لم یجز کما لو زوجہ معیبۃ او ... وامر بتزویجہا ولم یعین فزوجہا غیر کفو
لم یجز اتفاقا اور اجماع کیا فقہا نے اسپر کہ اگر نکاح کر دیا وکیل نے موکل کا اپنی چھوٹی بیٹی سے یا اپنی محکوم عورت سے آزاد ہو لونڈی ہو اسکی یا نہ بیٹی تو
جائز نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ... وہ نکاح جائز نہیں کہ امر کیا ایک نے دوسرے کو کہ نکاح کر دے معین عورت سے یا حرہ سے یا لونڈی سے
پھر وکیل نے موکل کی مخالفت کی یا عورت نے اپنے وکیل سے اپنے نکاح کر دینے کو کہا اور زوج کو معین نکر دیا سو وکیل نے اسکا نکاح غیر کفو سے کر دیا تو
یہ نکاح بالاتفاق جائز نہوگا ولو زوجہ امرأتین فی عقدۃ لم تلزمہ واحدۃ منہما للمخالفۃ اور جسکو امر کیا تھا ایک عورت سے نکاح کر دینے کا اسنے دو عورتوں سے نکاح
کر دیا ایک عقد میں تو یہ نکاح نافذ نہوگا بسبب مخالفت امر کے ولہ ان یجیزہما او احدہما ولو فی عقدین لزم الاول وتوقف الثانی اور جائز ہے موکل کو کہ دونوں عورتوں کا
نکاح درست رکھے یا ایک عورت کا اور اگر دونوں کا نکاح دو عقد میں ہوا ہو تو پہلا نکاح لازم ہوگا اور دوسرا موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر ولو امرہ بامرأتین فی عقد
فزوجہ واحدۃ ... صح ... عقدتین جاز الا اذا قال لا تزوجنی الا امرأتین فی عقدۃ لم یجز ... اور اگر امر کیا ایک نے دوسرے کو دو عورتوں کے نکاح کا ایک عقد میں سو نکاح کر دیا

اُسکا وکیل نے ایک عورت سے یا دو عورتون سے دو عقدون میں تو جائز ہی مگر جبکہ کہا موکل نے کہ میرا نکاح نہ کرنا مگر دو ہی عورتون سے ایک عقد میں سو وکیل نے دو عقدون میں دو عورتون سے کیا یا یون کہا تھا کہ میرا نکاح نکر یا مگر دو ہی عورتون سے دو عقدون میں سو وکیل نے دو عورتون سے ایک عقد میں کر دیا تو یہ مخالفت نہ جائز ہوگی **لا یتوقف شطر العقد علی قبول غائب عن المجلس فی سائر العقود من نکاح و بیع و غیرہما بل یبطل الایجاب و لا تلحقہ الاجازۃ اتفاقا** اور نہیں موقوف ہوتا ایجاب اسکے قبول کرنے پر جو مجلس ایجاب سے غائب ہی حاضر نہیں تمام عقدون میں یعنی معاوضہ کے عقدون میں قسم نکاح و بیع اور انکی نوع کے جیسے صلح اور اجارہ بلکہ ایجاب باطل ہو جاتا ہی اور نہیں لاحق ہو سکتی اسکو اجازت بالاتفاق **و یتولی طرفی النکاح واحد بایجاب یقوم مقام القبول** اور دو طرفون نکاح کا یعنے ایجاب و قبول کا ایک شخص متولی ہوتا ہی فقط ایجاب سے جو قائم مقام ہی قبول کے چنانچہ زوجین صغیرین کے ولی نے کہا کہ مین نے دونون کا نکاح کر دیا تو یہ ایسا ایجاب ہی کہ قبول کے معنی اسمین موجود ہین اسلئے اسکے بعد قبول جداگانہ کی حاجت نہیں **فی خمس صور کان کان ولیا او وکیلا من الجانبین او اصیلا من جانب و وکیلا من اخر او ولیا من اخر او ولیا من جانب و وکیلا من آخر** کذا بقتی من مؤکلی ایجاب و قبول مین ایک شخص کا متولی ہونا پانچ صورتون مین منحصر ہی (۱) جیسے ایک شخص جانبین کا ولی ہو مثلاً زید یون کہے کہ مین نے اپنی ناتن کا نکاح اپنے پوتے سے کر دیا (۲) یا ایک شخص وکیل ہو دونون طرف سے تو یون کہے کہ مین نے اپنے موکل کا نکاح اپنی موکلہ سے کیا (۳) یا ایک طرف سے اصیل ہو اور دوسری طرف سے وکیل ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنی موکلہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا (۴) یا اصیل ایک طرف سے اور دوسری کا ولی ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنے چچا کی بیٹی صغیرہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا (۵) یا ولی ہو ایک طرف سے اور وکیل دوسری طرف سے جیسے یون کہنا کہ مین نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے موکل سے کیا **لیس ذلک لو احد فضولی و لو من جانب ان تکلم بکلامین علی الراجح اذ قولہ غیر معتبر شرعا لما تقرر ان الایجاب لا یتوقف علی قبول غائب** بشرطیکہ یہ شخص واحد جو متولی ہو طرفین کا فضولی نہو گو ایک ہی طرف سے یعنے فضولی نہ چاہیے نہ دو طرف سے نہ ایک طرف سے اگرچہ فضولی دو نون کلام بولے بنا بر قول راجح کے یعنے اگر یون کہے کہ مین نے زید کا نکاح کریمہ سے کیا پھر یون کہے کہ مین نے کریمہ کیطرف سے قبول کیا تو بھی درست نہیں اسواسطے کہ قبول کرنا فضولی کا معتبر نہیں شرعاً اسواسطے کہ یہ ثابت ہو چکا ہی کہ ایجاب موقوف نہیں رہتا غائب کے قبول پر **و نکاح عبد و امۃ بغیر اذن السید موقوف علی الاجازۃ کنکاح الفضولی** اور نکاح کرنا غلام اور لونڈی کا بغیر اذن میان کے موقوف ہی میان کی اجازت پر جس طرح نکاح کر دینا فضولی کا موقوف ہی زوج یا زوجہ کی اجازت پر فضولی وہ ہی جو غیر کیواسطے تصرف کرے بدون ولایت و وکالت کے مثلاً زید محمود کا نکاح کسی عورت سے کرے حالانکہ نہ زید محمود کا ولی ہی نہ وکیل تو یہ نکاح موقوف ہی محمود کی اجازت پر اگر محمود نے اسکو جائز کہا تو نکاح نافذ ہی اور نہیں تو باطل ہو گیا **سیجی فی البیوع توقف عقود کلہا ان لہا مجیز حالۃ العقد و الا تبطل** عنقریب آویگا کتاب البیوع مین موقوف ہونا تمام عقود فضولی کا اگر انکے عقد کا اجازت دینے والا وقت عقد کے ہوگا اور اگر حالت عقد مین انکا مجیز نہین تو عقود باطل ہین **و لابن العم ان یزوج بنت عمہ الصغیرۃ** اور جائز ہی چچا کے بیٹے کو نکاح کرنا اپنے چچا کی چھوٹی بیٹی کا اپنے ساتھ **فلو کبیرۃ فلا بد من استیذان حتی لو تزوجہا بلا استیذان فسکتت او فصحت بالرضاء لا یجوز عندہما و قال ابو یوسف رح یجوز و کذا المولی المعتق و الحاکم و السلطان** جوہرہ یعنے بخلاف الصغیرۃ کما مر **فیجوز** سو اگر بنت عم کبیرہ ہو یعنے بالغہ تو ضرور ہی استیذان اس سے یہان تک کہ اگر ابن عم نے اس سے نکاح کر لیا بدون استیذان کے سو وہ چپ رہی یا رضا مندی کی تصریح کر دی تو بھی نکاح جائز نہیں نزدیک امام اعظم رح اور محمد رح کے اور کہا ابو یوسف نے کہ جائز ہی اور اسی طرح مولی آزاد کرنے والے کو اور حاکم اور سلطان کو نکاح بالغہ مین استیذان ضرور ہی بدون استیذان کے عقد جائز نہیں کذا فی الجوہرہ یعنے بخلاف صغیرہ کے سو اسطے کہ قاضی و سلطان کو صغیرہ سے اپنا نکاح کرنا جائز نہیں چنانچہ یہ سابق مذکور ہو چکا تو یہان تحریر و تنقیح چاہیے ایسا نہو کہ کوئی قاضی اور سلطان کو بسبب تشبیہ کے جواز نکاح صغیرہ مین مانند ابن عم کے سمجھے **من نفسہ فیکون اصیلا من جانب و ولیا من آخر** ابن عم کو جائز ہی نکاح صغیرہ کا اپنی ذات سے

تو ہوگا ابن عم اصیل اپنی جانب سے اور ولی دوسری جانب سے اور یہ ایسا ہے جیسے مولی آزاد کنندہ صغیرہ کے نکاح میں اصیل ہوگا اپنی طرف سے اور ولی ہوگا صغیرہ کیطرف سے کما للوکیل الذی وکلتہ ان یزوجہا من نفسہ فان لہ ذلک فیکون اصیلا من جانب وکیلا من آخر جیسا کہ جائز ہے عورت کے وکیل کو اسکا نکاح کرے اپنی ذات سے سو اسکو یہ نکاح کر لینا درست ہے تو ہوگا اصیل اپنی جانب سے اور وکیل عورت کیطرف سے بخلاف ما لو وکلتہ بتزوجہا من رجل فزوجہا من نفسہ لانہا نصبتہ مزوجا لا متزوجا بخلاف اسکے یہ ہے کہ اگر عورت نے اسکو وکیل کیا اپنے نکاح کر دینے کا کسی مرد سے سو وکیل نے اسکا نکاح اپنے ساتھ کر لیا تو جائز نہیں ہے واسطے کہ عورت نے وکیل کو نکاح کر دینے والا قرار دیا نہ نکاح کر لینے والا او وکلتہ ان یتصرف فی امرہا او قالت له زوجنی ممن شئت لم یصح تزویجہا من نفسہ کما فی الخانیۃ والاصل ان الوکیل معرف بالخطاب فلا یدخل تحت النکرۃ یا وکیل کیا عورت نے اسکو کہ تصرف کرے اسکے امر میں یا کہا اسنے کہ میرا نکاح کر دے جس سے کہ تو چاہے تو نہ صحیح ہوگا وکیل کو اسکا نکاح کر لینا اپنی ذات سے کذا فی الخانیۃ اور عدم جواز کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کے نے عورت کے معرفہ یعنی معین ہوگیا تو نہ داخل ہوگا معرفہ تحت نکرہ کے یعنی غیر معین کے خلاصہ یہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کے معین ہوگیا اور عورت نے وکالت میں زوج کو معین نہ کیا اور قاعدہ یہ ہے کہ معین داخل غیر معین میں نہیں ہوتا ولو اجاز من له الاجازۃ نکاح الفضولی بعد موتہ صح لان الشرط قیام المعقود لہ واحد العاقدین فقط بخلاف البیع فان شرط قیام اربعۃ اشیاء کما سیجیٔ اور اگر اجازت دی جسکو اجازت دینے کا اختیار ہے یعنی زوج یا زوجہ نے جائز رکھا فضولی کے نکاح کو بعد اسکے مرنے کے تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ صحت نکاح میں اجازت کے وقت شرط ہے قیام معقود لہ کا یعنی جسکے واسطے نکاح منعقد ہوا اور احد العاقدین کا فقط ایک عاقد کی موت یعنی فضولی کی مضر صحت نہیں اسواسطے کہ دوسرا عاقد موجود ہے بخلاف اجازت بیع فضولی کے کہ بعد موت فضولی کے جائز نہیں اسواسطے کہ بیع فضولی کی صحت میں چار چیز کا قیام شرط ہے یعنی مبیع اور دونوں عاقد اور قیمت کا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا کتاب البیوع میں فروع یہ چند مسائل ہیں شارح کے الحاقی الفضولی قبل الاجازۃ لا یملک نقض النکاح بخلاف البیع فضولی قبل اجازت مالک کے مالک نہیں نکاح توڑنے کا بخلاف بیع کے کہ اسکو توڑ سکتا ہے یشترط للزوم عقد الوکیل موافقتہ فی المہر المسمی شرط ہے واسطے لازم ہونے عقد وکیل کے موافقت کرنا موکل کی مہر مسمی میں تو عدم موافقت میں نکاح لازم نہوگا بلکہ موکل کو اختیار ہوگا قبول کرنے یا انکار سے حکم رسول کا مثل وکیل کا ہے حکم سپاہی کا مثل حکم وکیل کے ہے مثلاً مرد نے عورت کے پاس کسیکو بھیجا نکاح کا پیام لیکر اور عورت نے شہود کے روبرو قبول کر لیا تو نکاح صحیح ہوگا بشرطیکہ مہر مسمی میں مخالفت نہ کی ہو

باب المہر

ومن اسمائہ الصداق والصدقۃ والنحلۃ والعطیۃ والعقر یہ باب ہے مہر کا صداق اور صدقہ اور نحلہ اور عطیہ اور عقر سب مہر کے نام ہیں اور اجر اور علائق اور حباء اور فریضہ بھی مہر کو کہتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وفی اسبیجابی والجوہرۃ العقر فی الحرائر مہر المثل وفی الاماء عشر قیمۃ البکر ونصف عشر قیمۃ الثیب اور جوہرہ کے باب استیلاد میں ہے کہ بیبیوں میں عقر مہر مثل ہے اور لونڈیوں میں دسواں حصہ قیمت باکرہ کا اور بیسواں حصہ ثیب کا عقر ہے اقلہ عشرۃ دراہم لحدیث البیہقی وغیرہ لا مہر اقل من عشرۃ دراہم کمتر درجہ کا مہر دس درم ہیں بدلیل حدیث بیہقی وغیرہ کے کہ نہیں ہے مہر کمتر دس درم سے اور اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بسبب کثرت طرق کے درجہ حسن تک پہنچ گئی ہے تو لائق حجت کے ہوگی کذا فی النہر وما یۃ الاقل تحمل علی المعجل ورواتیں اقل دس درم کی محمول ہیں مہر معجل پر مثلاً بخاری اور مسلم میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری سے مہر کیواسطے فرمایا کہ تو کچھ تلاش کر لا اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو اور سنن ابو داود میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے اپنی عورت کے مہر میں دو لپ بھر کر ستو یا کھجور کو دیا تو اسنے وطی کو حلال کر لیا اور انکا لوہے کی انگوٹھی اور تھوڑے ستو اور کھجور دینا مہر میں ثابت ہے مگر یہ سب روایتیں کا شارح نے جواب دیا کہ کمتر کی روایت مہر معجل پر محمول ہے واسطے کہ عرب کی عادت تھی کہ مہر میں سے کچھ قبل وطی کے جلد ادا کرتے تھے اور یہ مراد نہیں کہ صرف انگوٹھی اور ستو کے اور کچھ مہر نہ تھا علاوہ اسکے حدیث

جائز کی متعہ کے مہر کی ہو تو قیاس نکاح کا متعہ پر جائز نہیں اور ایک شخص نہایت محتاج تھا چند سورتیں قرآن مجید کی اسکو یاد تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا نکاح
ایک عورت سے کر دیا اور فرمایا ملکتہا بما معک من القرآن کہ میں نے تجھکو عورت کا مالک کر دیا بسبب قرآن کے جو تیرے ساتھ ہے اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ قرآن کو مہر
ٹھہرایا اور یہ واسطے عورت کو قرآن کا سکھلانا شرط نہیں کیا بلکہ یہ مطلب ہے کہ حفظ قرآن کی بزرگی سے تیرا نکاح کر دیا اور اغلب یہ ہے کہ مہر اسکا حضرت نے خود ادا
کیا ہوگا اسواسطے کہ محتاج مسلمین کے اخراجات کے حضرت ہی کفیل ہوا کرتے تھے فضۃ وزن سبعۃ مثاقیل کما فی الزکوۃ چاندی کے دس درم جو وزن میں
سات مثقال کی برابر ہیں چنانچہ بیان زکوۃ میں گذر چکا دس درم شرعی کے ساڑھے اکتیس ماشے ہوتے ہیں جسکے ڈیڑھ ماشہ کم تین روپے ہوئے اگر گیارہ ماشہ کا
روپیہ ہو مضروبۃ کانت او لا ولو دینا او عرضا قیمتہ عشرۃ وقت العقد اما فی ضمانہا لطلاق قبل الوطی فیوم القبض درم سکہ دار ہوں یا بے سکہ جیسے چاندی کی
ڈلی یا پتّر اگرچہ قرض ہوں یعنے شوہر کے دس درم کسی پر قرض تھے اور اُسنے نکاح میں اُنھیں دس درموں کا مہر مقرر کیا تو جائز ہے یا کوئی جنس ایسی ہو جسکی قیمت دس درم
ہوں وقت نکاح کے تو اگر بعد نکاح کے اسکی قیمت کم ہو جائے تو کچھ ضرر نہیں لیکن جنس کی قیمت کے ضامن ہونے میں بسبب طلاق قبل وطی کے تو قبضہ کرنے کے دن کا
اعتبار ہے مثلاً عورت کا نکاح ایک کپڑے پر ہوا جسکی قیمت دس درم تھی پھر جس دن عورت نے کپڑے پر قبضہ کیا تو قیمت اُسکی پانچ درم ہو گئی تھی سو طلاق دی
اسکو شوہر نے قبل دخول کے اور کپڑا ضائع ہو گیا تو عورت کو ڈھائی درم پھیر دینا چاہیے اسواسطے کہ اگرچہ کپڑا اول دس درم کا تھا لیکن جس دن عورت کے قبضہ میں
آیا تو پانچ کا تھا کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن المحیط و تجب العشرۃ ان سماہا او دونہا و یجب الاکثر منہا ان سمی الاکثر اور واجب ہیں دس درم اگر دس کا
نام لیا یا دس سے کم کا نام لیا یعنے اگر پانچ درم کا مثلاً مہر باندھا تو بھی دس ہی درم دینا واجب ہوگا اور واجب ہونگے دس سے زیادہ اگر دس سے زیادہ کا نام لیا
کتنے ہی کیوں نہوں زیادہ مہر کی کچھ حد نہیں و یتاکد عند وطی او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدہما اور پورا مہر لازم اور محکم ہوتا ہے نزدیک
وطی کے یا خلوت کے جو صحیح ہو گئی زوج کی طرف سے یا نزدیک مر جانے زوج یا زوجہ کے او تزوج ثانیا فی العدۃ یا نزدیک دوبارہ نکاح کرنے کے عدت میں صورت
اسکی یہ ہے کہ عورت کو طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اُس سے نکاح کیا عدت میں پھر طلاق دی قبل دخول کے تو واجب ہوگا دوسرا مہر پورا اور عدت جداگانہ
واجب ہوگی مہر کامل قبل خلوت کے اسواسطے واجب ہوا کہ وجوب عدت کا فوقیت ہے خلوت پر کذا فی البحر اور بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی میں نکاح
دوسرا نہیں ہوتا اور اول مہر کے سوا دوسرا مہر نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی او ازالۃ بکارتہا بنحو حجر بخلاف ازالتہا بدفعۃ فانہ یجب النصف بطلاق
قبل وطی یا مہر کامل ہوتا ہے بسبب ازالہ بکارت عورت کا پتھر وغیرہ سے جیسے انگلی یا کنجی سے یا موم کی بتی سے بخلاف اسکے اگر دھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہو گیا
تو نصف مہر مسمی واجب ہوگا طلاق قبل وطی سے ولو الدفع من اجنبی فعلی الاجنبی ایضا نصف مہر مثلہا ان طلقت قبل الدخول و الا فکلہ نہر بحثا اور اگر اجنبی کے
دھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہو گیا تو اجنبی پر بھی نصف مہر مثل واجب ہوگا اگر طلاق دی عورت کو قبل دخول کے اور اگر بعد دخول کے طلاق ہوئی
تو پورا مہر مثل واجب ہوگا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق میں ہے بنا بر بحث کے و یجب نصفہ بطلاق قبل وطی او خلوۃ فلو کان نکحہا علی ما قیمتہ خمسۃ کان لہا
نصفہ درہمان و نصف اور واجب ہوتا ہے نصف مہر طلاق قبل وطی یا خلوت سے تو اگر نکاح کیا عورت سے ایسی چیز پر جسکی قیمت پانچ درم تھی پھر اسکو
طلاق دی قبل وطی یا خلوت کے تو وہ چیز آدھی عورت کو ملیگی اور اڑھائی درم اور ملینگے آدھی چیز عورت کو اسواسطے ملیگی کہ نصف مہر ملتا ہے طلاق قبل وطی سے
اور چونکہ مہر دس درم سے کم تھا تو دس کا پورا کرنا واجب ہوا اسواسطے کہ اڑھائی درم عورت کو اور ملینگے تا اقل مہر کامل ہو جاوے و یعود النصف الی ملک الزوج
بمجرد الطلاق و ان لم یکن مسلما لہا و ان کان مسلما لہا لم یبطل ملکہا منہ بل یتوقف عودہ الی ملکہ علی القضاء او الرضا اور پھر آویگا نصف مہر زوج کی
ملکیت میں بمجرد طلاق دینے کے جبکہ زوج نے زوجہ کو مہر نہ تسلیم کیا ہو اور اگر مہر کو تسلیم کر دیا ہے تو عورت کی ملکیت کُل مہر سے قبل وطی کے باطل نہیں ہوتی بلکہ نصف مہر کی ملکیت کا
عود کرنا زوج کی ملکیت میں موقوف ہے قاضی کے حکم پر یا عورت کی رضامندی پر فلہذا لا ینفذ عتقہ ای الزوج عبد المہر بعد طلاقہا قبلہ ای قبل القضاء و نحوہ

بعدہم بلکہ قبلہ تو اسی سبب سے نافذ نہیں زوج کا آزاد کرنا مہر کے غلام کو بعد طلاق دینے عورت کے قضا یا رضا سے پہلے بسبب مالک ہونے زوج کے قبل قضا
یا رضا کے یعنے جب ملکیت زوج کی قضا یا رضا پر موقوف ہوئی تو بدون اسکے آزاد کرنا کیونکر ثابت ہوگا ونفذ تصرف المرأۃ قبلہ فی الکل لتقرر ملکہا اور نافذ ہوگا
تصرف کرنا عورت کا قبل قضا یا رضا کے کل مہر میں بسبب باقی رہنے ملکیت عورت کے تو جس غلام مہر پر عورت نے مہر کی وجہ سے قبضہ کیا بعد طلاق ہونے کے بھی اگر اسکو
آزاد کردے تو یہ عتق نافذ ہوگا اسواسطے کہ اسکی ملکیت کل مہر پر قبل قضا یا رضا کے ثابت ہے وعلیہا نصف قیمۃ الاصل یوم القبض لان زیادۃ المہر المنفصلۃ
تتنصف قبل القبض لا بعدہ اور عورت پر واجب ہوگی نصف قیمت اصل کی جو قبضہ کرنے کے دن قیمت تھی فقط اصل قیمت اسواسطے واجب ہوئی کہ مہر کی
جدی زیادتی تنصیف ہوتی ہے قبضہ کرنے سے پہلے نہ بعد قبضہ کرنے کے یعنے عورت کو مثلاً لونڈی مہر میں ملی پھر اسکی لڑکی پیدا ہوئی پھر عورت مطلقہ ہوئی
قبل وطی کے تو جتنی لونڈی کی قیمت قبضہ کرنے کے دن تھی اسکی نصف قیمت عورت زوج کو پھیر دیگی مگر لونڈی کی اولاد کو بالکل اپنی ملک میں رکھیگی اسواسطے کہ اولاد
زیادتی منفصل ہے اور زیادتی منفصل کی تنصیف قبضہ کرنے کے بعد نہیں ہوتی ووجب مہر المثل فی الشغار ہو ان یزوجہ بنتہ او اختہ علی ان یزوجہ
الآخر بنتہ او اختہ مثلاً معاوضۃ بالعقدین اور واجب ہے مہر مثل شغار میں شغار اسکو کہتے ہیں کہ نکاح کردے ایک مرد اپنی بیٹی یا بہن کا دوسرے مرد سے اس شرط پر
کہ دوسرا مرد مثلاً اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کردے اس سے تاکہ ایک عقد دوسرے عقد کا بدلا ہو جاوے تو دونوں نکاح مہر سے خالی ہوے وہو منہی عنہ لخلوہ عن المہر
فاوجبنا فیہ مہر المثل فلم یبق شغارا اور شغار ممنوع ہے حدیث سے بسبب خالی ہونے شغار کے مہر سے سو ہمنے اسمیں مہر مثل واجب کیا سو شغار نہ باقی رہا یعنے
شغار رسمی اسسبب سے ممنوع ہوا کہ اسمیں مہر نہیں ہوتا پھر جب مہر مثل اسمیں واجب قرار دیا تو حقیقت میں شغار نہ باقی رہا صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا وفی خدمۃ زوج حر سنۃ للامہار بخدمتہ اوامتہ لان فیہ قلب الموضوع کذا
قالوا اور واجب ہے مہر مثل زوج حر کی خدمت میں ایک برس تک یعنی ایک برس کی خدمت کرنا مہر ٹھہرا ہو حرہ کا یا لونڈی کا اسواسطے کہ شوہر کے خادم ہونے میں
قلب موضوع ہے یعنے الٹا معاملہ ہے یعنے لازم یوں ہے کہ زوجہ زوج کی خدمت کرے پھر جب زوج کا خدمت کرنا مہر ٹھہرا تو بالعکس ہوا اسواسطے نادرست ہوا
اور مہر مثل اسمیں واجب ہوا ایسا کچھ فقہا نے کہا ہے قاضی خان نے کہا کہ زوج سے خدمت لینا حرام ہے اسواسطے کہ ذلت کا سبب ہے کذا فی حاشیۃ الدر
ومفادہ صحۃ تزوجہا علی ان یخدم سیدہا او ولیہا لقصۃ شعیب مع موسی علیہما السلام اور مفاد تعلیل فقہا کا یہ ہے کہ صحیح ہو نکاح لونڈی کا اس مہر پر
کہ خدمت کرے زوج اسکے مالک کی یا حرہ کا نکاح اس شرط پر کہ زوج اسکی ولی کی خدمت کرے بدلیل قصہ شعیب کے ساتھ موسی علیہما السلام کے اسواسطے
کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح موسی علیہ السلام سے کیا اور آٹھ برس یا دس برس اپنی بکریاں چرانا مہر مقرر کرلیا انتہی کصحۃ خدمۃ عبدہ
او امتہ او عبد الغیر برضاء مولاہ او حر آخر برضاہ جیسے صحیح ہو نکاح اس مہر پر کہ شوہر کا غلام یا لونڈی خدمت کرے زوجہ کی یا غیر کا غلام خدمت کرے
اپنے مالک کی رضامندی سے یا کوئی اور حر اپنی خوشی سے خدمت کرے لیکن جب حر کی خدمت مہر ہوگا تو زوج پر خدمت کی قیمت واجب ہوگی اسواسطے کہ
خدمت حر میں مفاسد بہت ہیں جیسے خلوت ہونا اجنبی سے یا انکشاف بعض اعضا کا کذا فی فتح القدیر وفی تعلیم القرآن لنص الابتغاء بالمال اور واجب ہے مہر مثل
تعلیم قرآن میں بموجب نص قرآنی کے کہ طلب نکاح کی مال سے چاہیے قرآن شریف میں فرمایا کہ ان تبتغوا باموالکم یعنے نکاح طلب کرو اپنے مالوں سے
اور تعلیم قرآن مال نہیں اسواسطے تعلیم قرآن میں مہر مثل واجب کیا وبا زوجتکہا بما معک من القرآن للسببیۃ او للتعلیل لکن فی النہر ینبغی ان یصح علے
قول المتاخرین اور جو یہ ہے کہ زوجتکہا بما معک من القرآن سو واسطے سببیت یا تعلیل کے ہے یہ شارح نے دفع دخل کا کیا یعنے حدیث میں آیا ہے کہ
حضرت نے ایک صحابی سے فرمایا کہ زوجتکہا بما معک من القرآن کہ میں تیرا نکاح کرتا ہوں بدلے قرآن کے جو تیرے ساتھ ہے تو معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کی مہر
ہوسکتا ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہ دلیل اسوقت میں پوری ہوتی کہ اس حدیث میں بے کا حرف فقط عوض کے معنی میں مخصوص ہوتا بلکہ سببیت کے اور

معنی اسمین ہو سکتے ہین یعنے بسبب قرآن یاد ہونے کے یا قرآن کی برکت سے تیرا نکاح کیا تو تعلیم قرآن کا مہر ہونا ثابت نہوا چنانچہ دلایل اسکے اس حدیث کا بیان ہو چکا لیکن نہر الفائق مین کہا ہے منزاوار یہ ہے کہ تعلیم قرآن متاخرین کے قول پر مہر ہو سکے بحر الرائق اور نہر الفائق مین کہا ہے کہ متاخرین کا فتوی اسپر ہے کہ تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ پر اجرت لینا درست ہے پھر جب اجرت لینا درست ہوا تو مہر ہونا بھی درست ہوگا اسواسطے کہ جسکی اجرت لینا جائز ہے اسکا مہر ہونا بھی جائز ہے اور فتح القدیر مین ہے

قول مفتی بہ پر تعلیم قرآن کا مہر ہونا صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا خدمته لو کان الزوج عبدا ماذونا فی ذلک اما الحر فخدمته لها حرام لما فیه من الاهانة والاذلال وکذا استخدامه نهر عن البدائع اور جائز ہے حرہ عورت کو خدمت لینا شوہر سے بشرطیکہ شوہر غلام ہو اور اسکے مالک نے خدمت کرنے کی اجازت دی ہو یعنے اگر غلام باجازت اپنے مولی کے حرہ سے نکاح کرے اور اپنی اس کی خدمت مثلاً مہر ٹھہرا دے تو درست ہے اسواسطے کہ خدمت کرنے مین غلام کی ذلت نہین لیکن حر کو خدمت کرنا زوجہ کی حرام ہے اسواسطے کہ اسمین ذلت اور اہانت ہے اور اسیطرح زوجہ کو شوہر سے خدمت لینا حرام ہے چنانچہ نہر الفائق مین بدائع سے

ووجب مهر المثل فیما اذا لم یسم مهرا او نفی ان وطئ الزوج او مات احدهما اذا لم یتراضیا علی شیء یصلح مهرا والا فذلک الشیء هو الواجب اور اسیطرح واجب ہے مہر مثل اس صورت مین جبکہ مہر کا نام نہ لیا گیا یعنے نکاح کیا اور مہر کے ذکر سے سکوت کیا یا نفی مہر کی یعنے یون کہا کہ ہمنے نکاح کیا بدون مہر کے تو مہر مثل واجب ہوگا اگر وطی کی ہو زوج نے یا دونون مین سے ایک مر گیا یہ اسوقت ہے جب دونون راضی ہو گئے ہون کسی چیز پر جو مہر ہونے کی لیاقت رکھتی ہو اور اگر کسی چیز پر راضی ہو گئی ہو تو وہی چیز واجب ہوگی مہر مثل کی کچھ ضرورت نہین او سمی خمرا او خنزیرا او هذا الخل فاذا هو خمر او هذا العبد فاذا هو حر لتعذر التسلیم یا نام لیا شراب یا سور کا مہر مین تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے کہ شراب و سور مسلمان کے حق مین مال نہین یا اشارہ کیا ایک برتن کیطرف اور کہا کہ یہ سرکہ مہر ہے حالانکہ وہ شراب ہے یا ایک شخص کیطرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ غلام مہر ہے حالانکہ وہ حر ہے تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے کہ تسلیم کرنا حر کا متعذر ہے اور اسیطرح تسلیم خمر اور خنزیر بھی متعذر ہے کہ مسلمان کے کام کی نہین او دابة او ثوبا او دارا او لم یبین جنسها لفحش الجهالة یا نام لیا مہر جانور کا یا کپڑے کا یا گھر کا اور یہ بیان کیا انکی جنس کو کہ کون جانور گھوڑا یا بیل اور کون کپڑا ململ یا گزی اور کیسا گھر پکا یا کچا تو ایسا مہر صحیح نہین بسبب کثرت جہالت کے کچھ تمیز نہین ہو سکتی لہذا ان صورتون مین مہر مثل واجب ہوگا وتجب متعة لمفوضة وهی من زوجت بلا مهر طلقت قبل الوطی اور واجب ہے متعہ مفوضہ کیواسطے مفوضہ وہ عورت

جسکا نکاح ہوا بدون مہر کے جو مطلقہ ہو قبل وطی کے وہ تین کپڑے ہین درع وخمار وملحفة لا تزید علی نصفه ای نصف مهر المثل لو الزوج غنیا ولا تنقص عن خمسة دراهم لو فقیرا اور مراد متعہ سے تین کپڑے ہین ایک کرتی دوسری اوڑھنی تیسری چادر سرسے قدم تک زیادہ نہو ان تینون کپڑون کی قیمت نصف مہر مثل سے اگر زوج مالدار ہو اور کم نہو پانچ درم سے اگر زوج محتاج ہو وتعتبر المتعة بحالهما کالنفقة به یفتی اور معتبر ہے متعہ بقدر حال زوجین کے مثل نفقہ کے اسیکا فتوی ہے بحر الرائق مین ہے کہ اگر دونون محتاج ہین تو واجب کپڑا ہے متوسط ہو اور اگر دونون غنی ہین تو واجب ہے عمدہ کپڑا متوسط ہو اور ایک غنی ہو اور دوسرا محتاج تو اسکا کپڑا متوسط ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وتستحب المتعة لمن سواها ای المفوضة الا من سمی لها مهر وطلقت قبل وطی فلا تستحب لها بل للموطوءة

المسمی لها مهر ولا فی المطلقات کلها اور مستحب ہے متعہ دینا سوا مفوضہ کے مگر جسکا مہر معین ہو اور وہ مطلقہ ہو قبل وطی کے تو اسکے واسطے متعہ مستحب نہین بلکہ متعہ اس عورت کو مستحب ہے جسکی وطی ہوئی اور اسکا مہر معین ہوا ہو یا نہوا ہو تو مطلقہ عورتین چار طرح کی ہین ایک وہ مطلقہ جسکی وطی نہوئی نہ مہر معین ہوا تو اسکے واسطے متعہ واجب ہے دوسری وہ مطلقہ جسکا مہر معین تھا اور وطی نہوئی تو اسکو متعہ دینا مستحب نہین تیسری وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر معین نہوا چوتھے وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر اسکا معین تھا تو ان دونون کو متعہ دینا مستحب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی فما فرض بعد العقد او زید لا یتنصف

مهر المثل بعد العقد الخالی عن المهر او زید علی المسمی فانها تأخذه بشرط قبولها او قبول ولی الصغیرة فی المجلس وبقاء الزوجیة علی الظاهر اور جو مہر کہ مقرر ہوا زوجین کی تراضی سے یا بسبب ٹھہرانے قاضی کے مہر مثل کو بعد نکاح کے جو خالی تھا مہر سے یا جو مہر کہ معین پر بڑھایا گیا زوج نے زیادہ کر دیا

یا اُسکے ولی نے سو روپیہ زیادہ کئے تو زوج پر لازم ہوجاتا ہے بشرط قبول کرنے عورت کے مجلس میں یا قبول کرنے عورت کے یہ زیادتی لازم ہوگی درصورت معرفت
مقدار زیادتی کے اور باقی رہنے زوجیت کے بنابر قول ظاہر کے کذا فی النہر تو یہ اگر زوج نے کہا کہ میں نے تیرا مہر زیادہ کردیا تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ زیادتی مجہول ہے
اور اگر بعد طلاق بائن کے کچھ مہر زیادہ کیا تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ زوجیت باقی نہیں ہے وفی الکافی جدد النکاح بزیادۃ الف لزمہ الالفان علی الظاہر
اور کافی میں یوں ہے کہ زوج نے نکاح کی تجدید کی ہزار درم زیادہ کرکے تو اسپر دو ہزار لازم آوینگے بنابر قول ظاہر کے کذا فی النہر دو ہزار اسواسطے
لازم ہوے کہ ایک ہزار اول نکاح کے اور ایک ہزار دوسرے نکاح کے وفی الخانیۃ لو وہبتہ مہرہا ثم اقر بکذا من المہر وقبلت صح وحمل علی الزیادۃ وفی البزازیۃ
الاشبہ انہ لا یصح بلا قصد الزیادۃ اور خانیہ میں ہے کہ اگر زوجہ نے زوج کو مہر بخشدیا پھر اقرار کیا زوج نے اتنے مہر کا اور قبول کرلیا عورت نے تو صحیح ہے
اور یہ محمول ہوگا مہر زیادہ کرنے پر اور بزازیہ میں ہے اشبہ بحق یہ ہے کہ یہ اقرار صحیح نہیں بدون قصد زیادتی کے لا ینصف لاختصاص التنصیف بالمفروض
فی العقد بالنص یعنی جو مہر کہ مفروض ہوا بعد عقد کے یا زیادہ ہوا مسمی پر اسکی تنصیف نہو گی طلاق قبل وطی میں اسواسطے مخصوص ہے تنصیف عقد کے
مفروض مہر سے بموجب نص قرآن کے قرآن میں ارشاد ہوا فنصف ما فرضتم یعنے آدہا مہر مفروض دینا لازم ہے اور عرف میں مفروض اسی مہر کو کہتے ہیں
جو عقد کے وقت مقرر ہوا نہ اسکو جو بعد عقد کے مفروض ہوا یا زیادہ ہوا بل تجب المتعۃ فی الاول ونصف الاصل فی الثانی بلکہ واجب ہوگا متعہ اول صورت میں
یعنے مفروض بعد العقد میں اور واجب ہوگا نصف اصل مہر کا ثانی صورت میں یعنے زیادت علی المسمی میں وصح حطہا لکلہ او بعضہ عنہ قبل او لا ویرتد
بالرد بحر اور صحیح ہے ساقط کردینا عورت کا کل مہر کو یا بعض کو شوہر سے قبول کیا ہو شوہر نے اسکو یا نہ قبول کیا ہو اور پھر جاتا ہے پھیرنے سے کذا فی البحر یعنے وہ
اگر زوج سے اپنا مہر معاف کردے تو صحیح ہو خواہ زوج قبول کرے یا نکرے یہانتک کہ اگر بعد موت زوج کے یا طلاق بائن کے بھی معاف کریگی تو معاف
ہوجاویگا لیکن اگر زوج یوں کہے کہ مہر کا معاف کرنا میں نہیں مانتا تو البتہ وہ معاف ہوگا اور شرط یہ ہے کہ عورت اپنے مرض الموت میں استقاط کرے اور قنیہ میں ہے
کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں تیرے پاس نہیں لیٹتا جتبک تو مہر سے ابراء نہ کرے سو زوجہ نے ابرا کیا بعضوں نے کہا کہ مہر معاف ہوگیا اسواسطے کہ حدیث میں
آیا ہے کہ آپس میں تحفہ دیا کرو تا کہ دوست ہوجاؤ تو جب محبت کیواسطے تحفہ دینے کا حکم ہوا تو محبت کیواسطے مہر معاف کرنا بھی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر
والخلوۃ مبتدا خبرہ قولہ الآتی کالوطی اور لفظ خلوت کا مبتدا ہے اور خبر اسکی مصنف کا آیندہ قول کالوطی ہے یہان سے احکام خلوت صحیحہ کے
شروع ہوے خلوت صحیحہ برابر وطی کے ہے بشرط رفع موانع کے اور مبتدا اور خبر میں موانع کا بیان ہے بلا مانع حسی کمرض لاحدہما یمنع الوطی حقیقی
کو جو ثالث عاقل ذکرہ ابن الکمال وجعلہ فی الاسرار من الحسی وعلیہ فلیس للطبعی مثال مستقل خلوت بدون مانع حسی کے مانند وطی کے ہے
مانع حسی وہ ہے جو حس سے معلوم ہو جیسے زوجین یا زوجہ کا ایسا بیمار ہونا کہ مانع ہو وطی کا اور خلوت بدون مانع طبعی کے جیسے زوج اور زوجہ میں
تیسرے شخص عاقل کا موجود ہونا ایسا ذکر کیا ابن کمال نے اور جو ثالث کو اسرار میں مانع حسی سے ٹھہرایا ہے تو اس تقدیر پر مانع طبعی کی کوئی مستقل
مثال نہیں ہے وشرعی کاحرام لفرض او نفل او مانع شرعی جیسے احرام فرض حج کا یا نفل حج کا ومن الحسی رتق بفتحتین التلاحم وقرن بسکون الراء
وعفل بفتحتین غدۃ وصغر ولو بزوج لا یطاق معہ الجماع اور مانع حسی سے رتق ہے رتق بفتحتین بمعنی تلاحم ہے یعنے شرمگاہ کا ایسا بند ہونا کہ دخول
ممکن نہو اور مانع حسی سے قرن ہے قرن بسکون عظم ہے یعنے ایسی ہڈی شرمگاہ میں جو مانع ہو دخول کی اور بعضے قرن کو غدہ وغلیظ کہتے ہیں اور بعضے
گوشت زائد کہتے ہیں اور مانع حسی سے عفل ہے عفل بفتحتین غدہ ہے قاموس میں کہا کہ عفل ایک شی ہے کہ عورت کی شرمگاہ سے نکلتی ہے جیسے فوطہ بڑھنے کی
بیماری مرد کو ہوتی ہوا ور بحر الرائق میں کہا کہ عفل ایک شی مدور ہے کہ عورت کی شرمگاہ میں نکلتی ہے یعنے مثل تھوڑی کے اور مانع حسی سے کمسنی ہے اگرچہ زوج ہی کم سن ہو
ایسا لڑکپن کہ قدرت نہو اسکی کے ساتھ جماع کرنے کی وبلا وجود ثالث معہما ولو نائما او اعمی الا ان یکون الثالث صغیرا لا یعقل بان لا یعبر عما

یکون بینہما او مجنونا او مغمی علیہ لکن فی البزازیۃ ان فی اللیل صحت لا فی النہار وکذا الاعمی فی الاصح او جاریۃ احدہما فلا یمنع یفتی مجتبیٰ اور خلوت مانند وطی کے ہے بدون موجود ہونے تیسرے شخص کے زوجین کے ساتھ اگرچہ شخص ثالث سوتا ہو یا اندھا مانع ہے خلوت کا مگر یہ کہ تیسرا شخص صغیر العقل ایسا ہو کہ بیان نہ کر سکے جو دونوں میں ہوتا ہے یا دیوانہ یا بیہوش ہو تو خلوت زوجین کا مانع نہیں لیکن بزازیہ میں ہے کہ اگر خلوت رات میں ہو اور دیوانہ یا بیہوش پاس ہو تو خلوت صحیح ہے اور دن میں خلوت صحیح نہیں اسواسطے کہ مجنون کو کبھی ادراک ہوتا ہے اور بیہوش کا ہے ہوش میں آتا ہے اور ایسا ہی حال اندھے کا ہے قول اصح میں یا شخص ثالث لونڈی ہو زوج کی یا زوجہ کی تو لونڈی کا ہونا زوجین کے پاس خلوت کا مانع نہیں یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی المجتبیٰ بحر الرائق میں کہا کہ جاریہ میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ جاریہ مانع خلوت کی نہیں زوجین کی ہو یا اور کسیکی اور بعضوں نے کہا کہ زوجہ کی جاریہ مانع ہے خلوت کی بخلاف جاریہ زوج کے اور مختار یہ ہے کہ زوج اور زوجہ دونوں کی جاریہ مانع خلوت کی نہیں کذا فی الخلاصۃ اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی المجتبیٰ اور امام سرخسی نے مبسوط میں کہا دونوں کی جاریہ مانع ہے خلوت کی اور یہی ہے قول امام اور صاحبین کا اسواسطے کہ لونڈی کے روبرو جماع کرنا زوجہ سے بالطبع نہیں ہو سکتا انتہی مع الحذف زوجہ کی جاریہ کے روبرو وطی کرنا کسی طرح حلال نہیں اسواسطے کہ وہ اجنبی ہے زوج سے اور لائق ہے کہ اس قول سے عدول نہ کیجیے کہ باعتبار درایت اور روایت کے قوی ہے اور عجب ہے کہ امام اور صاحبین کے مخالف قول کو مفتی بہ قرار دیجیے اور متون میں وہ قول کیجیے حالانکہ کسیطرح لائق ترجیح کے نہیں کذا فی

حاشیۃ المدنی عن الشیخ رحمتی المحشی ولو کلبہ یمنع ان کان عقورا مطلقا وفی الفتح وعندی ان الکلب لا یمنع مطلقا او کان للزوجۃ والا یکن عقورا او کان لہ لا یمنع اور کتے کا ہونا زوجین کے پاس مانع ہے خلوت صحیحہ کا اگر کٹہا ہو تو مطلق مانع ہے زوج کا کتا ہو یا زوجہ کا رات ہو یا دن اور فتح القدیر میں کہا کہ میرے نزدیک زوج کا کتا مطلقا مانع خلوت کا نہیں کٹہا ہو یا نہو اسواسطے کہ اپنے مالک کو ہرگز نہیں کاٹتا تو وہ بیخوف وطی پر قادر ہوگا یا کتا زوجہ کا ہو تو اسکا ہونا مانع ہے خلوت کا اسواسطے کہ زوجہ کا کتا اپنی بی بی کو مرد کے تلے دیکھکر غضب میں آویگا اور حملہ کریگا اور اگر کتا کٹہا نہو یا کٹہا ہو اور زوج کا ہو تو مانع خلوت کا نہیں اسواسطے کہ کاٹ کھانیوالا اپنے مالک کو نہیں کاٹتا چنانچہ فتح القدیر کی روایت میں مذکور ہوچکا و بقی منہ عدم

صلاحیۃ المکان کمسجد وطریق وصحراء وسطح وبیت بابہ مفتوح وما اذا لم یعرفہا اور باقی رہگیا مانع حسی سے عدم صلاحیت مکان کی یعنے مکان لائق وطی کے نہونا جیسے مسجد اور راہ اور بیابان اور چھت بدون پردہ کی اور کوٹھری جسکا دروازہ کھلا ہو اسواسطے کہ یہ مکانات آمد و رفت اور نظر غیر سے خالی نہیں اور باقی رہی مانع شرعی کی وہ صورت جبکہ زوج زوجہ کو نہ پہچانے اسواسطے کہ قدرت وطی کی بدون معرفت زوجہ کے شرعاً متصور نہیں وصوم التطوع والمنذور

والکفارات والقضاء غیر مانع لصحتہا فی الاصح اذ لا کفارۃ بالافساد ومفادہ انہ لو اکل ناسیا فامسک فخلی بہا ان تصح وکذا اکل ما اسقط الکفارۃ نہر اور روزہ نفل کا اور نذر اور کفارات اور قضا کا مانع نہیں صحت خلوت کا قول اصح میں اسواسطے کہ ان روزوں کے توڑنے میں کفارہ نہیں اور مفاد اس تعلیل کا یہ ہے کہ اگر صائم بھولکر کھا گیا پھر اُسنے باقی دن کا امساک کیا پھر عورت سے خلوت کی تو خلوت صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسمیں کفارہ نہیں چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الصوم میں ہوچکی اور اسیطرح جو کفارہ کو ساقط کرے سو مانع صحت خلوت کا نہیں کذا فی النہر بل المانع صوم رمضان اداء وصلوٰۃ الفرض فقط بلکہ مانع خلوت صحیحہ کا صوم ہے ادا کے رمضان کا اور نماز فرض فقط خواہ نماز ادا کی ہو خواہ قضا کی اور باقی رہگیا موانع شرعیہ سے وہ طلاق جو خلوت پر معلق ہو یعنے زوج نے کہا عورت سے کہ اگر میں تیرے ساتھ خلوت کروں تو تجکو طلاق ہے پھر اُسنے خلوت کی تو طلاق واقع ہوئی تو زوج فقط نصف مہر دیگا اسواسطے کہ خلوت کرتے ہی عورت مطلقہ ہوگئی تو وطی حرام ہوئی کذا فی الواقعات اور بزازیہ اور خلاصہ میں ہے

کہ اس طلاق میں عدت واجب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی کالوطی فیما یجیئ ولو کان الزوج مجبوبا او عنینا او خصیا او خنثی ان ظہر حالہ والا فنکاحہ موقوف یعنے خلوت بدون موانع مذکورہ کے برابر وطی کے ہے چند احکام میں جنکا ذکر آگے آتا ہے اگرچہ زوج مقطوع الذکر و الخصیتین ہو یا نامرد ہو یا خصی ہو یا خنثیٰ ہو

بشرطیکہ خنثی کا حال قبل خلوت کے کھل گیا ہو یعنے مرد ہونا اُسکا ثابت ہو گیا ہو تب اُسکی خلوت مانند وطی کے ہو گی اور اگر خنثی کا حال نہ ظاہر ہوا ہو کہ مرد ہی یا عورت
تو اُسکا نکاح موقوف رہیگا حال ظاہر ہونے تک تو ایسے خنثی کی خلوت مانند وطی کے نہیں ومافی البحر والاشباہ لیس طلظاہرہ کما بسطہ فی النہر اور جو خنثی کا مسئلہ
بحرالرائق اور اشباہ میں ہو وہ اپنے ظاہر پر محمول نہیں چنانچہ اُسکو خوب بیان کیا ہی نہرالفائق میں ہم اشباہ میں کہا ہو کہ اگر خنثی کے باپ نے اُسکا نکاح مرد سے
کیا پھر مرد نے اُس سے وطی کی تو جائز ہی اور اگر مرد وطی نہ کرسکا تو مجھکو اسکا علم نہیں اور اگر خنثی کے باپ نے اُسکا نکاح عورت سے کیا پھر خنثی نے
عورت سے وطی کی تو جائز ہی اور نہیں تو اُسکی مدت مقرر ہو گی عنین کے مانند انتہی عبارتہ اس عبارت سے یوں ظاہر ہوتا ہی کہ قبل ظاہر ہونے حال خنثی کے
خلوت کرنا اُسکو جائز ہی اور نہرالفائق میں مبسوط سے نقل کیا کہ نکاح خنثی کا قبل ظاہر ہونے اُسکے حال کے موقوف ہی پھر بعد بالغ ہونے کے اگر خنثی مرد نکلا اور
نکاح عورت سے ہوا تھا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر مرد سے نکاح ہوا تھا تو نکاح باطل ہی اس عبارت سے صریحاً ثابت ہوتا ہی کہ خنثی کو خلوت کرنا قبل ظاہر ہونے
اُسکے حال کے صحیح نہیں وفیہ عن شرح الوہبانیۃ ذنیکون العنۃ لمرض او ضعف خلقۃ او کبرسن او رنہرالفائق میں ہی شرح وہبانیہ سے اور کاہے ہوتی نامردی
بیماری سے یا ضعف پیدایش سے یا درازی عمر سے ہم یہ جواب اُس سوال کا ہی جو نہرالفائق کی عبارت پر وارد ہوتا ہی نہرالفائق میں کہا کہ اگر خنثی بعد بالغ
ہونے کے جماع پر قادر نہو تو اُسکی مدت مقرر ہو گی مانند عنین کے اس عبارت پر سوال لگتا ہی کہ نامردی تو درازی عمر میں ہوتی ہی بلوغ کے وقت تو جوش شہوت کا
زمانہ ہی اسوقت میں نامردی کیونکر متصور ہو شارح نے اسکا جواب شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ نامردی فقط پیری پر موقوف نہیں بلکہ بیماری یا ضعف خلقت سے
بھی ہوتی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی فی ثبوت النسب ولو من المجبوب یعنے خلوت صحیحہ مانند وطی کے ہی ثابت ہونے نسب میں اگرچہ خلوت زوج مقطوع الذکر وانثیین
سے ہو مناسب یوں تھا کہ ماتن ثبوت نسب کو احکام خلوت سے نہ شمار کرتا اسواسطے کہ نسب تو مجرد عقد سے ثابت ہو جاتا ہی خلوت پر موقوف نہیں وفی
تاکد المہر المسمی ومہر المثل بلا تسمیۃ اور خلوت مانند وطی کے ہی مہر مسمی اور مہر بدون تسمیہ کے ثابت اور محکم ہو جانے میں یعنے جیسے وطی سے مہر مسمی اور مہر مثل
غیر مسمی میں زوج پر لازم ہوتا ہی ویسا ہی خلوت صحیحہ سے بھی دونوں لازم ہو جاتے ہیں والنفقۃ والسکنی اور خلوت مانند وطی کے ہی نفقہ اور سکنی لازم
ہونے میں یعنے نکاح کے بعد اگر خلوت صحیحہ کرکے طلاق دیدے تو زوج پر نفقہ اور سکنے تا عدت لازم ہوگا والعدۃ وحرمۃ نکاح اختہا واربع سواہا فی عدتہا
اور خلوت مانند وطی کے ہی وجوب عدت میں اور منکوحہ کی بہن کا نکاح اور اُسکے سوائے چار عورتوں کے نکاح حرام ہونے میں اسکی عدت کے اندر یعنے
عورت سے نکاح کیا پھر خلوت صحیحہ کرکے اُسکو طلاق دی تو اُسکی عدت میں اُسکی بہن سے نکاح حرام ہی اور اسیطرح سوائے اس عورت کے اور چار عورتوں سے
نکاح کرنا اُسکی عدت میں حرام ہی وحرمۃ نکاح الامۃ اور خلوت مانند وطی کے ہی لونڈی کے نکاح حرام ہونے میں یعنے حرہ منکوحہ بعد خلوت کے
مطلقہ ہوئی تو اُسکی عدت میں لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہی ومراعاۃ وقت الطلاق فی حقہا اور خلوت مانند وطی کے ہی وقت طلاق کے
رعایت کرنے میں عورت کے حق میں یعنے وطی جیسے بعد وطی کے مسنون ہو کہ طہر میں طلاق دیجائے نہ حیض میں ویسے ہی بعد خلوت صحیحہ کے بھی وقت
طلاق کی رعایت کرے چنانچہ اسکی تصریح کتاب الطلاق میں آویگی وکذا فی وقوع طلاق بائن آخر علی المختار اور اسیطرح خلوت مانند وطی کے ہی دوسری طلاق
بائن پڑنے میں بنا بر قول مختار کے یعنے خلوت کے بعد ایک طلاق دی پھر عدت کے اندر دوسری طلاق بائن دی تو دوسری طلاق واقع ہو گی
قول مختار میں اور اگرچہ پہلی طلاق بلفظ صریح تھی لیکن وہ بھی در حکم بائن ہی علما کے نزدیک احتیاطاً اور مزید تصریح اسکی حاشیۂ طحطاوی اور مدنی میں ہی
جسکو زیادہ شوق ہو وہاں دیکھ لے لا تکون کالوطی فی حق بقیۃ الاحکام کالغسل نہیں ہی خلوت برابر وطی کے بقیہ احکام کے حق میں جیسے
غسل میں یعنے وطی سے زوجین پر غسل واجب ہوتا ہی اور خلوت صحیحہ سے نہیں والاحصان اور نہیں ہی خلوت صحیحہ مانند وطی کے ثبوت احصان
میں یعنے وطی سے حکم احصان کا ثابت ہوتا ہی اور خلوت سے نہیں محصن اگر زنا کرے تو سنگسار ہو بخلاف خلوت والی کے وحرمۃ البنات ونہیں ہی خلوت

مانند وطی کے بیٹیون کی حرمت مین یعنے مرد نے جس عورت سے وطی کی تو اُسکی بیٹی مرد پر حرام ہو اور خلوت سے اُس عورت کی بیٹی حرام نہین وَحِلِّهَا لِلْأَوَّلِ اور
نہین خلوت مانند وطی کے عورت کے حلال ہونے مین پہلے زوج کیواسطے یعنے مطلقہ ثلثہ زوجہ ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوتی ہو اور زوج
ثانی کی خلوت سے اُسکو حلال نہین ہوتی وَالرَّجْعَةِ اور نہین خلوت مانند وطی کے رجعت مین یعنے وطی کے بعد طلاق دینے مین رجعت درست ہو اور خلوت کے بعد
طلاق ہونے سے رجعت درست نہین اسواسطے کہ بعد خلوت کے طلاق رجعی نہین ہوتی بلکہ بائن ہوجاتی ہو چنانچہ ذخیرہ وغیرہ مین اسکی تصریح موجود ہو کذا فی
حاشیۃ المدنی وَالْمِيرَاثِ اور نہین خلوت مانند وطی کے درحق میراث یعنے اگر بعد خلوت کے طلاق ہوئی اور عدت مین زوج مرگیا تو عورت نہ وارث ہوگی
مرد کی بخلاف وطی کے وَتَزْوِيجُهَا كَالْأَبْكَارِ عَلَى الْمُخْتَارِ وغیرہ لکن نظمہ صاحب النہر فقال اور تزویج خلوت والی عورت کی مثل باکرہ عورتون کے ہو بنابر قول مختار
یعنے جب باکرہ کو بعد خلوت کے طلاق ملی تو اُسکا نکاح ثانی مانند باکرہ عورتون کے ہوگا اور سوائے اسکے اور احکام مین جنمین خلوت وطی کی مانند نہین جیسے اجازت
نکاح موقوف کی خلوت سے نہین ہوتی بخلاف وطی کے چنانچہ اسکو نہر الفائق کے مصنف نے نظم کیا ہو اور کہا ہے ؎ وَخَلْوَةُ الزَّوْجِ مِثْلُ الْوَطْءِ فِي صُوَرٍ ٭ وَغَيْرُهَا
وبعد العقد تفصیل ٭ اور خلوت کرنا زوج کا مانند وطی کے ہر چند صورتون مین اور مغائر ہو وطی کے چند صورتون مین اور اس نظم سے جو کہ موتیون کی لڑی ہو
احکام خلوت کی تفصیل ہو ؎ تکمیل مہر وعدۃ وکذا النسب ٭ انفاق سکنی ومنع الاخت مقبول ٭ خلوت برابر ہو وطی کے تکمیل مہر مین اور وجوب عدت مین اور ثبوت
نسب مین اور نفقہ دینے مین اور سکنی مین اور بہن کے نکاح منع ہونے مین مقبول ہو یہ قول علماء کے نزدیک مرد و زن مین ؎ وَأَرْبَعٌ وَكَذَا [illegible]
زمان فراق فیہ تحصیل ٭ اور خلوت مانند وطی کے ہو چار عورتون کے نکاح حرام ہونے مین اُسکی عدت کے اندر اور اسیطرح علماء نے لونڈیون کو کہا ہو اور مقرر رکھا
کی ہو علماء نے زمانہ فراق کی جسمین رخصت کرنا ہو یعنے طہر کے وقت طلاق دینا چاہیے ٭ بعض ہین ؎ وَأَوْقَعُوا فِيهِ تَطْلِيقًا إِذَا لَحِقَا ٭ وَقِيلَ لَا وَهُوَ الْأُولَى [illegible]
اور واقع کی ہو علماء نے طلاق کے اندر دوسری طلاق جبکہ وہ لاحق ہو اول طلاق سے اور بعضون نے کہا کہ دوسری طلاق نہین واقع ہوتی اور درست
پہلا ہی قول ہو یعنے واقع ہوتی ہو ؎ اما الفوائت فالاحصان بالی ٭ ورجعۃ کذا التوریث معقول ٭ لیکن وہ احکام جنمین خلوت مشابہ نہین
وطی کی اول انمین سے احصان ہو اسی سے مقصود اور رجعت ہو اور اسیطرح وراثت معقول ہو ؎ سقوط وطی واحلال لها وکذا ٭ تحریم بنت
نکاح البکر مبذول ٭ اور ساقط ہونا وطی کا یعنے جب ایکبار زوجہ سے وطی کی تو اُسکا وطی کا مطالبہ ساقط ہوگیا اور اگر فقط خلوت کی تو زوجہ کو وطی کے
مطالبہ کرنے کا حق ہو اور حلال ہونا زوجہ کا یعنے زوج ثانی نے اگر عورت کو بعد خلوت کے طلاق دی تو زوج اول کو یہ عورت نہ حلال ہوگی بخلاف
وطی کے اور اسیطرح حرام ہونا بیٹی کا یعنے اگر عورت سے خلوت کی بدون مساس وغیرہ کے پھر طلاق دی تو اس عورت کی بیٹی زوج پر حرام نہین بخلاف وطی کے
اور نکاح باکرہ مبذول ہو یعنے باکرہ کی طرح خلوت والی عورت کا نکاح ہو یعنے اسکے اذن لینے مین اُسکا سکوت قائم مقام اذن کے ہو باکرہ کے مانند ؎
کذاک الفیء والتکفیر یا فتی وکذا ٭ عبادۃ وکذا بالغسل تکمیل ٭ اسیطرح ایلا سے رجوع کرنا یعنے زوج نے قسم کھائی کہ زوجہ سے چار مہینے وطی نہ کرونگا پھر اگر قسم
پوری کی تو طلاق بائن ہوئی اور اگر مدت مذکورہ مین وطی کی تو اسکو فیء کہتے ہین یعنے نکاح باقی رہنے کی طرف رجوع کی تو ایلا کرنے والے کا
رجوع وطی کرنے سے ہوتا ہو نہ خلوت سے اور اسیطرح کفارہ دینا صائم کو خلوت سے واجب نہین ہوتا اور وطی سے کفارہ واجب ہو اور اسی طرح
خلوت سے عبادت حج اور صوم اور اعتکاف فاسد نہین ہوتی بخلاف وطی کے اور اسیطرح خلوت سے غسل واجب نہین ہوتا بخلاف وطی کے اور غسل کی
تکمیل ہوئی اُن مسائل کی جنمین خلوت مانند وطی کے نہین وَلَوِ افْتَرَقَا فَقَالَتْ بَعْدَ الدُّخُولِ وَقَالَ الزَّوْجُ قَبْلَ الدُّخُولِ فَالْقَوْلُ لَهَا
لِإِنْكَارِهَا سُقُوطَ نِصْفِ الْمَهْرِ وَإِنْ أَنْكَرَتِ الْوَطْءَ اور اگر جدائی ہوئی زوج اور زوجہ مین سو زوجہ نے کہا کہ مجھکو طلاق دی بعد دخول کے
اور زوج نے کہا قبل دخول کے تو عورت کا قول معتبر ہوگا بسبب منکر ہونے عورت کے سقوط نصف مہر کو اگرچہ منکر ہو وطی کی تو بھی اسیکا قول معتبر ہوگا

اور پورا مہر ادا ہوگی ولو لم تمکنہ فی الخلوۃ فان بکراً صحت والا لا لان البکر انما توطأ کرہا کما بحثہ الطرسوسی واقرہ المصنف اور اگر زوجہ فادر ہو نے دیا
زوجہ نے زوج کو خلوت میں تو اگر زوجہ باکرہ ہے تو خلوت صحیحہ ہوئی اور اگر باکرہ نہیں تو خلوت صحیحہ نہوئی اسواسطے کہ باکرہ کی وطی نہیں ہوتی
مگر زبردستی سے چنانچہ یہی تفصیل کی ہے طرسوسی نے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں **ولو قال ان خلوت بک
فانت طالق فخلا بہا طلقت بائنا لوجود الشرط ووجب نصف المہر ولا عدۃ علیہا بزازیۃ** اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر میں تیرے ساتھ
خلوت کروں تو تجھکو طلاق ہے پھر خلوت کی زوجہ سے تو اسکو طلاق بائن ہوگئی بسبب پائے جانے شرط کے اور واجب ہوگا نصف مہر اور عدت اُس
عورت پر واجب نہیں کذا فی البزازیۃ پھر جب عدت ہوئی تو نفقہ اور سکنی اور لباس بھی ہوگا اسواسطے کہ یہ چیزیں فروع عدت سے ہیں کذا فی
حاشیۃ الطحاوی **وتجب العدۃ فی الکل ای کل انواع الخلوۃ ولو فاسدۃ احتیاطاً** ای استحساناً لتوہم الشغل اور واجب ہے عدت کل میں یعنی کل
اقسام خلوت میں اگرچہ خلوت فاسدہ ہو خلوت میں عدت واجب ہے احتیاطاً یعنے باعتبار استحسان کے بجہت توہم شغل کے یعنے اس وہم سے کہ رحم عورت کا
نطفہ زوج سے مشغول ہوگیا ہو چند سابق میں خلوت سے وجوب عدت کا حکم ذکر ہو چکا لیکن مصنف نے یہاں عام ذکر کرکے پھر اسواسطے بیان کیا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ خلوت صحیحہ
اور فاسدہ دونوں میں عدت واجب ہے چنانچہ شارح نے اسکی طرف اشارہ کردیا اور سابق فقط خلوت صحیحہ کے احکام مذکور ہوئے تھے **قیل** قائلہ القدوری واختارہ
التمرتاشی وقاضی خان **ان کان المانع شرعیاً** کصوم **تجب العدۃ وان** کان **حسیاً** کصغر ومرض **لا** تجب **والمذہب الاول** لانہ نص محمد قالہ المصنف
اور کہا گیا ہے اس قول کا قائل قدوری ہے اور پسند کیا ہے اسکو تمرتاشی اور قاضی خان نے کہ اگر خلوت صحیحہ کا مانع شرعی ہے جیسے روزہ تو عدت
واجب ہے اور اگر مانع خلوت کا حقیقی ہے جیسے کمسن ہونا یا مرض ایسی جسنے قوت کو بالکل توڑ دیا تو عدت واجب نہیں اور مذہب مختار اول ہی
قول ہے یعنے ہر صورت عدت واجب ہے خلوت صحیح ہو یا نہو اسواسطے کہ تصریح کردی ہے امام محمد نے چنانچہ صریحاً چنانچہ مصنف نے اسکو اپنی شرح میں
کہا ہے وفی المجتبی الموت ایضاً کالوطی فی حق العدۃ والمہر فقط حتی لو ماتت الام قبل دخولہ بہا حلت بنتہا اور مجتبی میں ہے کہ موت بھی مانند وطی کے ہے
عدت کے حق میں اور مہر میں فقط یہاں تک کہ اگر ماں مرگئی قبل دخول کے تو اُسکی بیٹی حلال ہوگی اُس کے زوج پر **قبضت الف المہر فوہبتہ لہ
فطلقت قبل وطی رجع علیہا بنصفہ لعدم تعیین النقود فی العقود** قبض کیے زوجہ نے ہزار درہم مہر کے پھر وہی ہزار زوج کو ہبہ کیے اور طلاق ہوگئی
زوجہ کو قبل وطی کے تو زوج زوجہ سے نصف مہر یعنے پانسو پھیر لے اسواسطے کہ مہر فقط ہزار تھا تو طلاق قبل وطی سے آدھا زوج پر واجب ٹھہرا
اور زوجہ نے پورا مہر لے لیا تھا تو آدھا مہر زوجہ کو پھیر دینا چاہیے اور زوجہ نے جو زوج کو ہبہ کیا اُسکا اعتبار نہیں اسواسطے کہ جو مستحق الاسترداد تھا وہ
بعینہ زوج کو نہیں پہونچا بلکہ غیر مستحق پہونچا بسبب متعین ہونے نقود کے عقود میں مثلاً ایک مرد نے عورت سے نکاح ہزار درہم پر جو اُسکے پاس تھے کیا پھر
مرد کو اختیار ہے کہ اُن درموں کو اپنے پاس رکھے اور اُنکے مانند اور درہم دیدے اور اسیطرح بیع وغیرہ عقود میں نقود کی تعیین کا اعتبار نہیں **وان لم تقبضہ او قبضت
نصفہ فوہبت الکل فی الصورۃ الاولیٰ او ما بقی** وہو النصف **فی الثانیۃ او وہبت عرض المہر** کثوب معین او فی الذمۃ **قبل القبض او بعدہ لا**
رجوع لحصول المقصود اور اگر زوجہ نے مہر پر قبضہ نہ کیا یا نصف پر قبضہ کیا پھر زوج کو سب مہر ہبہ کیا پہلی صورت میں یعنے عدم قبض میں یا باقی
مہر کو ہبہ کیا یعنے نصف مہر کو دوسری صورت میں یعنے نصف مہر کے قبضہ کرنے میں یا مہر نقد نہ تھا بلکہ جنس تھی اور زوجہ نے جنس مہر کی زوج کو ہبہ کی
جیسے کوئی معین کپڑا یا وہ کپڑا ہبہ کیا جو کسی کے ذمہ پر قرض تھا قبل قبضہ کرنے جنس مہر کے ہبہ ہوا ہو یا بعد قبضہ کرنے کے پھر طلاق ہوئی عورت کو قبل وطی کے تو ان چاروں
صورتوں میں نصف مہر کا پھیر لینا زوجہ سے نہیں پہونچتا بسبب حصول مقصود کے یعنے زوج کا حق بعینہ ملگیا **تنبیہ** لکھا بالف علی ان لا یخرجہا من البلد او لا
یتزوج علیہا او نکحہا علی الفین ان اقام بہا وعلی الفین ان اخرجہا فان وفی بالشرط فی الصورۃ الاولی او اقام بہا فی الثانیۃ فلہا

الا الف لعدنا بہا فضا عدیان الاولی تسمیۃ المہر مع ذکر شرط ینفعہا والثانیۃ تسمیۃ المہر علی تقدیر وغیرہ علی تقدیر والاول وفیٰ لم تقیم فمہر المثل لفقد رضاہا بفوات النفع نکاح کیا عورت سے بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ عورت کو شہر سے نہ نکال لیجائیگا یا اس شرط پر کہ اس عورت پر دوسرا نکاح نہ کریگا یا نکاح کیا عورت سے ہزار درم کے مہر پر اگر رہا مرد عورت کے شہر میں اور دو ہزار درم کے مہر پر اگر عورت کو اُسکے شہر سے باہر لیگیا سو اگر زوج نے شرط کو پوری کی پہلی صورت میں یعنے شہر سے باہر نہ لیگیا یا دوسرا نکاح نہ کیا اور دوسری صورت میں عورت کے شہر میں مقیم رہا تو عورت کو ہزار درم ملینگے بسبب راضی ہوجانے عورت کے تسمیہ مہر پر تو یہاں دو صورتیں ہیں ایک تو مہر کا معین ہونا ایسی شرط کے ساتھ جو عورت کو مفید ہو دوسری صورت یہ کہ تسمیہ مہر کا ایک تقدیر پر اور اُسکے سوا دوسری تقدیر یعنے اقامت میں ہزار اور اخراج میں دو ہزار اور اگر شرط پوری نہ کی اول صورت میں اور اقامت شہر کی نہ کی دوسری صورت میں تو مہر مثل واجب ہوگا بواسطے نہ راضی ہونے عورت کے مہر مسمی پر بسبب فوت ہونے منفعت کے لکن لا یزاد علی الالفین

فی المسئلۃ الاخیرۃ علی الالفین ولا ینقص عن الالف لاتفاقہما علی ذلک لیکن مہر مثل زیادہ نہ کیا جائیگا دو ہزار سے مسئلہ اخیرہ میں یعنے جسمیں شرط ہوئی تھی کہ اقامت میں ہزار اور اخراج میں دو ہزار اور کم نہوگا مہر مثل ہزار سے بسبب متفق ہوئے زوجین کے اسپر یعنے عورت راضی ہوچکی تھی ہزار پر حالت اخراج میں تو اُسکو دو ہزار سے زیادہ کیونکر ملینگے مثلاً مہر مثل پانچ ہزار تھے تو وہی ہزار پاویگی نہ زیادہ اور اگر مہر مثل پانسو تھے تو ہزار سے کم نہ دیے جائینگے اسواسطے کہ مرد راضی ہوچکا تھا ہزار پر حالت اقامت میں تو حالت اخراج میں کیونکر ہزار سے کم ہوسکے ولو طلقہا قبل الدخول تنصف المسمی فی المسئلتین لسقوط الشرط وقالا الشرطان صحیحان اور اگر طلاق دی عورت کو قبل دخول کے تو آدھا مہر مسمی دیا جائیگا دونوں مسئلوں میں بسبب ساقط ہوجانے شرط کے طلاق قبل دخول سے اور صاحبین نے کہا کہ دونوں شرطیں صحیح ہیں یعنے عورت ہزار پاویگی اگر مرد شہر میں رہا اور دو ہزار پاویگی اگر اُسکو باہر لیگیا کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف ما لو تزوجہا علی الف ان کانت قبیحۃ وعلی الفین ان کانت جمیلۃ فانہ یصح الشرطان اتفاقا فی الاصح لقلۃ الجہالۃ مسئلہ سابقہ پر خلاف ہے اسکے کہ جب نکاح کیا عورت سے ہزار پر اگر بدصورت ہو اور دو ہزار پر اگر خوبصورت ہو تو یہ دونوں شرطیں صحیح ہیں باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح میں بسبب قلت جہالت کے اسواسطے کہ خوبصورتی اور بدصورتی ایسی چیز نہیں کہ جسکی معرفت دشوار ہو اور اسکے حصول اور عدم حصول میں تردد واقع ہو تو دونوں شرطیں صحیح ہونگی بخلاف شرط اقامت اخراج کے کہ اُسکا وجود اور عدم دونوں محتمل ہیں تو ایسی شرط صحیح نہیں بخلاف ما لو ترددت فی المہر بین القلۃ والکثرۃ للمشیئۃ والبکارۃ فانہا ان ثیبا لزمہ الاقل والا فمہر المثل لا یزاد علی الاکثر ولا ینقص عن الاقل فتح بخلاف اسکے کہ اگر تردد کی قلت اور کثرت مہر میں بسبب ثیب ہونے اور باکرہ ہونے کے یعنے یوں کہا کہ اگر عورت ثیب ہے تو ہزار درم اور اگر باکرہ ہے تو دو ہزار سو اگر عورت ثیب ہوگی تو مرد پر لازم ہوگا کمتر مہر مثلاً ہزار اور اگر باکرہ ہوگی تو مہر مثل لازم ہوگا نہ زیادہ ہوگا اکثر مہر سے مثلاً دو ہزار سے اور نہ کم ہوگا کمتر مہر سے مثلاً ہزار سے کذا فی فتح القدیر ولو شرط البکارۃ فوجدہا ثیبا لزمہ الکل درر وصححہ فی البزازیۃ اور اگر شرط کی بکارت کی پھر اُسکو ثیب پایا تو مرد پر لازم ہوگا کل مہر کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس عبارت کو بزازیہ میں اسواسطے کہ مہر مشروع ہے مجرد استمتاع کیواسطے نہ بکارت کے واسطے تو یہ شرط فاسد ہوئی اور شرط فاسد سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ شرط باطل ہوجاتی ہے ولو تزوجہا علی ہذا العبد او علی ہذا الالف او الالفین او علی ہذا العبد او ہذا العبد او علی احد ہذین او احدہما ارکس حکم القاضی مہر المثل فان مثل الارفع او فوقہ فلہا الارفع وان مثل الاوکس او دونہ فلہا الاوکس والا فمہر المثل اور اگر مہر میں نام لیا دو چیز مختلف القیمت کا خواہ متحد الجنس ہوں خواہ مختلف جیسے نکاح کیا عورت سے اس غلام پر یا اس ہزار درم پر یا دو ہزار درم پر یا نکاح کیا اس غلام پر یا اس غلام پر یا یوں کہا کہ دو میں سے کسی پر اور اُن دو چیزوں میں ایک کم قیمت ہو اور دوسری زائد تو حکم کریگا ان صورتوں میں قاضی مہر مثل کو سو اگر مہر مثل اونچی قیمت والے کے برابر ہو یا زیادہ تو عورت کو اونچی قیمت والی چیز

ایک نسخہ میں الاخیرۃ کی جگہ الثانیۃ ہے ... المتقدمین ... [illegible]

ملیگی اور اگر مہر مثل کم قیمتی چیز کے برابر ہو یا اُس سے بھی کمتر ہو تو عورت کو کم قیمتی چیز ملیگی اور اگر مہر مثل بیش قیمتی سے کم ہو اور کم قیمتی سے زیادہ تو عورت کو مہر مثل ہی ملیگا **وفی الطلاق قبل الدخول تحکم متعۃ المثل** لانہا الاصل حتی لو کان نصف الاوکس اقل من المتعۃ وجبت المتعۃ فتح اور اسی مسئلہ میں طلاق ہونے قبل دخول کے حکم کیا جائیگا متعہ مثل کا اسواسطے کہ متعہ مثل کا اصل ہے فساد تسمیہ کے وقت جیسے مہر مثل اصل ہے قبل طلاق کے سوا اگر متعہ مثل کا برابر نصف بیش قیمتی چیز سے یا زائد ہے نصف بیش قیمتی سے تو عورت کو نصف بیش قیمتی ملیگا اور اگر متعہ مثل برابر ہے نصف کم قیمتی چیز سے تو اسکو اس صورت میں نصف کم قیمتی ملیگا یہانتک کہ اگر نصف کم قیمتی کا کمتر ہوگا متعہ سے تو واجب ہوگا متعہ مثل کا چنانچہ فتح القدیر میں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو تزوجہا علی فرس** او عبد او ثوب ہروی او فراش بیت او عدد معلوم من نحو ابل **فالواجب** فی کل جنس لہ وسط **الوسط او قیمتہ** اور اگر نکاح کیا عورت سے گھوڑے کے مہر پر یا غلام پر مثلاً ہرات کے کپڑے پر یا گھر کے فرش پر یا عدد معلوم پر اونٹ وغیرہ سے تو واجب ہوگا متوسط ہر جنس متوسط والی میں یا قیمت متوسط کی واجب ہوگی مرد کو اختیار ہے چاہے جنس متوسط دے اور چاہے اسکی قیمت دے **وکل ما لم یجز السلم فیہ فالخیار للزوج والا فللمرأۃ** اور جو چیز کہ جسمین بیع سلم جائز نہیں جیسے جانور اور جواہر اور مچھلی تو اسمین اختیار زوج کا ہے خواہ جانور وغیرہ کو دے خواہ اسکی قیمت کو اور جس چیز میں کہ بیع سلم جائز ہے جیسے مکیل اور موزون تو اسمین عورت کا اختیار ہے چاہے وہی چیز لے چاہے اسکی قیمت لے **وکذا الحکم** من لزوم الوسط **فی کل حیوان ذکر جنسہ** ہو عند الفقہاء المقول علی کثیرین مختلفین فی الاحکام **دون نوعہ** ہو المقول علی کثیرین متفقین فیہا اور ایسا ہی حکم یعنی لازم ہونا متوسط کا ہر حیوان کے مہر ہونے میں جس حیوان کی جنس مذکور ہوئی ہو نہ اسکی نوع فقہا کے نزدیک جنس اسکو کہتے ہیں جو بہت افراد پر صادق آوے اور وہ افراد احکام میں مختلف ہوں جیسے انسان کہ مرد اور عورت دونوں پر صادق آتا ہے اور دونوں کے حکم فقہ میں مختلف ہیں مثلاً مرد قضا اور خلافت اور اذان کی لیاقت رکھتا ہے نہ عورت اور گھوڑا بھی جنس ہے کہ فرس غازی اور فرس غیر غازی پر صادق آتا ہے فرس غازی کا غنیمت میں حصہ ہے نہ اور فرس کا اور نوع فقہا کے نزدیک اسکو کہتے ہیں جو کثیر متفق الاحکام پر صادق آوے جیسے فرس عربی اور ترکی اور غلام حبشی اور ہندی اور مرد اور عورت بخلاف مجہول الجنس کثوب ودابۃ لانہ لا وسط لہ بخلاف مجہول الجنس کے جیسے کپڑا اور جانور یعنے اگر مجہول الجنس کا مہر ہوگا تو اس جنس کا متوسط نہ مراد ہوگا اسواسطے کہ مجہول الجنس میں متوسط نہیں مجہول الجنس وہ کہ جسکے احکام کثرت سے مختلف ہوں جیسے کپڑا کہ لباس حرام اور حلال دونوں کو شامل ہے جیسے حریر اور غیر حریر پھر ان دونوں میں باعتبار قیمت کے بڑا اختلاف ہے اور اسیطرح جانور میں بڑا اختلاف ہے بعضے حلال بعضے حرام بعضے سواری کے لائق ہیں بعضے نہیں تو اگر مجہول الجنس کا مہر میں نام لیا جاویگا تو تسمیہ فاسد ہے اسوقت میں مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی و وسط العبید فی زماننا الحبشی اور غلاموں میں متوسط ہمارے زمانے میں حبشی غلام ہے ذخیرہ میں کہا کہ متوسط غلام ہمارے زمانے میں سندھی غلام ہے اور ادنی ترکی اور اعلی ہندی اور مصر میں صاحب بحر الرائق کے وقت میں حبشی متوسط اور اعلی رومی اور ادنی سیاہ غرضکہ اعلی اور ادنی اور متوسط ہونا باعتبار رواج ہر ملک کے اور ہر زمانے کے مختلف ہے جو جس ملک میں ہو وہیں کے رواج کا اعتبار ہے **وان** مہرہا العبدین والحال ان احدہما حر فمہرہا العبد عند الامام ان ساوی اقلہ ای عشرۃ دراہم **والا کمل** لہا **العشرۃ** لان وجوب المسمی وان قل یمنع مہر المثل اور اگر مہر مقرر کیا زوج نے زوجہ کا دو غلام کو اور حالانکہ ایک اُن دونوں میں کا حُر ہے تو مہر عورت کا وہی ایک غلام ہوگا نزدیک امام اعظم کے بشرطیکہ برابر ہو اُس غلام کی قیمت اقل مہر سے یعنے دس درم سے اور اگر اُس غلام کی قیمت دس درم سے کم ہو تو پورا کر دیا جائیگا عورت کیواسطے دس درم کو مثلاً اگر غلام سات درم کا تھا تو تین درم ملکر عشرہ پورا کر دیا جائیگا اسواسطے کہ وجوب مہر مسمی کا اگرچہ کمتر ہو اقل مہر سے مانع ہے وجوب مہر مثل کا وعند الثانی لہا قیمۃ الحر لو عبداً وہو الکمال کما لو استحق احدہما اور نزدیک ابو یوسف کے عورت کو حر کی قیمت ملیگی اگر حر غلام ہوتا یعنے جب دو غلام کا مہر مقرر ہوا اور ایک اُسمیں حر نکلا تو عورت

اس غلام کو لیگی اور حُر کی قیمت لیگی اسطرح کہ حُر کی درصورت غلام ہونیکے جو قیمت ہوسکتی وہی زوج سے طلب کیگی اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال نے
چنانچہ دو غلاموں میں سے اگر ایک غلام غیر کا ثابت ہو تو عورت غیر کے غلام کی قیمت پاویگی اسیطرح ایک کے حُر ہونے میں بھی اسکی قیمت ملیگی ویجب
مہر المثل فی نکاح فاسد وہو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشہود اور واجب ہوتا ہے مہر مثل نکاح فاسد میں نکاح فاسد وہ جسمیں کوئی شرط شرائط
صحت نکاح سے مفقود ہو چنانچہ گواہ نہوں یعنے بدون گواہوں کے زوجین نے ایجاب و قبول کرلیا یا خدا اور رسول کو گواہ قرار دیا تو یہ نکاح
صحیح نہیں فاسد ہے اور اسیطرح دو بہنوں سے ساتھی نکاح کرنا یا ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کرنا یا عدت والی عورت سے نکاح کرنا یا پانچویں
عورت سے چوتھی عورت کی عدت میں نکاح کرنا یا لونڈی سے نکاح کرنا حرہ پر یہ سب صورتیں نکاح کی فاسد ہیں اسواسطے کہ صحت نکاح کی انمیں شرط نہیں بالوطی فی القبل لا بغیرہ
کالخلوۃ لحرمتہ وطیہا مہر مثل واجب ہوتا ہے نکاح فاسد میں فرج میں جماع کرنے سے نہیں واجب ہوتا مہر مثل بدون وطی کے مانند خلوت کے یعنے جیسا خلوت سے
نکاح صحیح میں مہر واجب ہوتا ہے اسطرح نکاح فاسد میں خلوت سے مہر واجب نہیں ہوتا بسبب حرام ہونے وطی عورت کے یعنے نکاح فاسد میں جماع عورت کا حرام ہے
تو وجود مانع شرعی سے خلوت صحیحہ ملتی نہیں ہوئی اسواسطے خلوت قائم مقام وطی کے نہیں ہوسکتی بخلاف نکاح صحیح کے اور وطی میں شرط یہ ہے کہ وطی فی القبل ہو تو وطی فی الدبر
سے نکاح فاسد میں مہر نہیں واجب ہوتا کذا فی حاشیۃ الحلبی ولم یزد مہر المثل علی المسمی لرضاہا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد ولو لم یسم او
جہل لزم بالغا ما بلغ اور مہر مثل زیادہ نکیا جائیگا مہر مسمی پر بسبب راضی ہوجانے عورت کے کمی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہوگا مہر مسمی سے تو بھی مہر مثل ہی لازم ہوگا واسطے فساد مہر مسمی کے
بسبب فاسد ہوجانے تسمیہ مہر کے فساد عقد سے اور اگر نکاح فاسد میں مہر کا نام نلیا یا مہر مسمی ہوا لیکن اسکی مقدار مجہول اور نامعلوم ہوگئی تو مہر مثل ہی لازم آویگا
کتنا ہی کیوں نہو حاصل نکاح فاسد میں اگر مہر مثل کم ہوگا مسمی سے تو مہر مثل ہی واجب ہوگا اگرچہ دس درم سے بھی کم ہو مثلاً پانچ درم کا مہر مثل ہو تو بھی زیادہ نہوگا
بخلاف نکاح صحیح کے کہ اسمیں مہر مثل واجب ہوگا اور کم ہوگا دس درم سے تو دس درم پورے کیے جاوینگے لیکن اگر نکاح فاسد محرم سے ہوا تو مہر مثل واجب ہوگا
کتنا ہی کیوں نہو اگرچہ مہر مسمی سے بھی زیادہ ہوجاوے کما فی حاشیۃ المدنی والحلوانی ویثبت لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا او لا فی الاصح
خروجا عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینہما اور ثابت ہے ہر واحد کو زوجین سے فسخ کردینا نکاح فاسد کا اگرچہ بدون
حاضر ہونے اپنے ساتھی کے ہو وطی کی ہو عورت سے یا نکی ہو قول اصح میں ہر واحد کو فسخ کا اختیار ہے گناہ سے نکلنے کے واسطے اسواسطے کہ عقد
فاسد کا مرتکب ہونا پھر اسکو قائم رکھنا حرام ہے سو ملکیت فسخ کی منافی وجوب فسخ کی نہیں یعنے اگر کوئی کہے کہ نکاح فاسد کا فسخ کرنا واجب ہے تو ماتن کو لازم
تھا بجائے لکل واحد علی کل واحد بولنا شارح نے جواب دیا کہ ملکیت فسخ اور وجوب فسخ میں منافات نہیں ہے علی کل واحد یا ماتن کو کہنا ضرور ہوتا شارح نے
کہا بلکہ واجب ہے قاضی پر جدائی کردینا درمیان دونوں کے یعنے اگر زوجین فسخ نکریں تو قاضی پر تفریق واجب ہے وتجب العدۃ بعد الوطی
لا الخلوۃ للطلاق لا للموت اور واجب ہے عدت نکاح فاسد میں بعد وطی کے نہ بعد خلوت کے واجب ہے عدت طلاق کی نہ عدت موت کی یعنے نکاح فاسد میں
بعد وطی کے اگر زوج نے نکاح فسخ کیا یا وہ مرگیا تو عورت پر طلاق کی عدت واجب ہوگی یعنے تین حیض یا تین مہینے یا وضع حمل اور زوج کی موت سے عدت
موت کی نہ واجب ہوگی یعنے چار مہینے اور دس دن کی من وقت التفریق او متارکۃ الزوج وان لم تعلم المرأۃ بالمتارکۃ فی الاصح عدت واجب ہے تفریق
قاضی کے وقت سے یا زوج کے چھوڑ دینے سے اگرچہ عورت کو چھوڑنے کا علم نہو قول اصح میں ویثبت النسب احتیاطا بلا دعوۃ اور ثابت ہوگا نسب بنا بر
احتیاط حفظ ولد کے بدون دعوے کے یعنے اگر زوج ثبوت نسب کا مدعی نہوگا تو بھی نسب ثابت ہوگا وتعتبر مدتہ وہی ستۃ اشہر من الوطی اور معتبر ہوگی
مدت نسب کی وطی سے مدت نسب کے چھ مہینے ہیں فان کانت منہ الی الوضع اقل مدۃ الحمل یعنی ستۃ اشہر فاکثر یثبت النسب والا بان
ولدتہ لاقل من ستۃ اشہر لا یثبت ہذا قول محمد وبہ یفتی پھر اگر ہے وقت وطی سے پیدائش تک کمتر مدت حمل کی یعنے چھ مہینے

ہون یا زیادہ تو ثابت ہوگا نسب اور اگر اقل مدت سے ہو اسطرح کہ جنے لڑکی کو کم چھ مہینے سے تو نسب ثابت ہوگا یہ قول ہے محمد کا اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے
کہ نکاح فاسد بسبب حرام ہونے کے موجب وطی کا نہیں بخلاف نکاح صحیح کے کہ اسمین وقت عقد سے نسب ثابت ہوتا ہے وقالا ابتداء المدۃ من وقت العقد
کالصحیح ورجحہ فی النہر بانہ احوط وذکر من التصرفات الفاسدۃ احد وعشرین نظم منہا العشرۃ التی فی الخلاصۃ فقال اور کہا امام اعظم اور ابو یوسف نے
کہ ابتداء مدت ثبوت نسب کی عقد کے وقت سے ہے مانند نکاح صحیح کے اور ترجیح دی ہے اس قول کو نہر الفائق مین اس طرح کہ اسی مین زیادہ تر احتیاط ہے
اور صاحب نہر الفائق نے تصرفات فاسدہ کے اکیس ذکر کیے ہین اور انمین سے دس نظم کیے ہین جو خلاصہ مین مذکور ہین سو نظم مین یون کہا ہے ؎
وفاسد من العقود عشرۃ ؎ اجارۃ وحکم ہذا الاجرۃ ؎ وجوب ادنی المثل والمسمی ؎ اوکلہ مع فقد کن المسمی ؎ اور عقود فاسدہ بس ہین ایک انمین سے
اجارہ فاسدہ ہے اور حکم اسکا ہے وجوب اجرت کا اس طرح کہ اگر اجرت معین ہوگئی ہے تو کمتر اجر واجب ہوگا یعنے اگر اجر مثل کم ہوگا مسمی سے تو
اجر مثل واجب ہوگا اور اگر مسمی کم ہوگا تو مسمی واجب ہوگا یا پورا اجر مثل واجب ہوگا ساتھ فقدان مسمی کے یعنے اگر تسمیہ اجر کا نہوا یا اجر مجہول
ہوا تو اجر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیون نہو اجارہ فاسدہ وہ ہے جسمین شروط صحت اجارہ کے نہون ؎ والواجب الاکثر فی الکتابۃ ؎ من الذی سماہ او
من قیمۃ ؎ اور کتابت فاسدہ مین جو مسمی اور قیمت سے زائد ہو وہ واجب ہے ؎ فی النکاح المثل ان لم یکن قل ؎ وخارج البذر لمالک اجل ؎ اور نکاح فاسد مین
مہر مثل واجب ہے اگر وطی ہوئی ہو اور مزارعت فاسدہ مین جو چیز کہ پیدا ہوئی ہے کھیت مین وہ بیج کے مالک کی ہے پھر اگر بیج زمین والے کا ہے تو عامل کو اجر مثل
ہے اور اگر بیج عامل کا ہے تو زمین والے کو اجرت زمین کی ہے ؎ والصلح والرہن لکل نقضہ ؎ امانۃ کالصحیح حکمہ ؎ اور صلح فاسد اور رہن فاسد مین ہر ایک کو
عاقدین مین سے اختیار ہے توڑ دینے کا اور بدل صلح کا مصالح کے ہاتھ مین امانت ہے اور اسیطرح رہن مرتہن کے ہاتھ مین امانت ہے یا صلح فاسد کا مثل صلح
صحیح کے حکم ہے اور رہن فاسد کا مثل رہن صحیح کے حکم ہے ؎ ثم الہبۃ مضمونۃ یوم قبض ؎ وصح بیعہ لعبد قرض ؎ پھر ہبہ فاسد مین موہوب کا ضمان ہے جس دن
قبضہ کیا اور قرض فاسد مین جیسے جانور کے قرض لینے مین مستقرض مالک ہوتا ہے تو بیع کرنا غلام کا صحیح ہے قرض لینے والے کو اور اسوقت مین
اسکی قیمت کا ضمان دیگا مقرض کو ؎ مضاربۃ وحکمہا الامانۃ ؎ والمثل فی البیع اولا القیمۃ ؎ اور مضاربت فاسدہ مین مال مضاربت کا امانت ہے
مضارب کے ہاتھ مین اور بیع فاسد مین اگر مثلی چیز ہے تو مثل مقبوض مالک کا ضمان مشتری پر اور اگر قیمت والی چیز ہے تو قیمت کا ضمان اور آگے ان
عقود کے خود تصریح آویگی اسواسطے کہ زیادہ تر تصریح کرنا ضرور نہین والحرۃ مہر مثلہا الشرعی مہر مثلہا اللغوی ای مہر امرأۃ تماثلہا اور حرہ کا مہر مثل
شرعی وہی ہے جو اسکے مثل لغوی کا مہر ہے یعنے مہر مثل شرع مین اسکو کہتے ہین جو دوسری عورت برابر والی کا مہر ہو من قوم ابیہا لا امہا ان لم تکن من قومہ
کبنت عمہ وہ عورت برابر والی اس عورت کے باپ کی قوم سے ہو نہ اسکی مان کی قوم سے اگر اسکی مان اسکے باپ کی قوم سے نہو اور اگر مان بھی
باپ کی قوم سے ہو جیسے اسکے چچا کی بیٹی تو مان کی قوم کا بھی اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دونون ایک ہی قوم کے ٹھہرے خلاصہ یہ کہ اعتبار باپ کی قوم کا ہے
نہ مان کی قوم کا وفی الخلاصۃ یعتبر باخواتہا وعماتہا فان لم تکن فبنت الشقیقۃ وبنت العم انتہی ومفادہ اعتبار الترتیب فلیحفظ اور خلاصہ مین ہے
کہ مہر مثل مین اول اعتبار ہوگا عورت کی بہنون کا اور پھوپھیون کا پھر اگر وہ نہونگی تو سگی بھانجی اور چچا کی بیٹی کا اعتبار ہوگا انتہی اور مفاد قول
خلاصہ کا یہ ہے کہ باپ کی قوم مین بھی ترتیب کا اعتبار ہے اول زیادہ تر قریب کا اعتبار ہے پھر اور قرابت والے درجہ بدرجہ اسکو یاد رکھنا چاہیے وتعتبر
المماثلۃ فی الاوصاف وقت العقد سنا وجمالا ومالا وبلدا وعصرا وعقلا ودینا وبکارۃ وثیوبۃ وعفۃ وعلما وادبا وکمال خلق
وعدم ولد اور معتبر ہے برابری اس عورت کے باپ کی قوم کی عورتون سے وقت عقد کے ان اوصاف مین عمر مین اور جمال مین اور مال مین اور ایک شہر کے ہونے
مین اور ہمعصر ہونے مین اور عقل مین اور تقوی مین اور باکرہ ہونے مین اور ثیبہ ہونے مین اور پاکدامنی مین اور علم وادب مین اور کمال خلق مین اور نہ لڑکا ہونے مین

تو چھوٹی عورت بڑی عورت کی برابر نہیں اور خوبصورت بدصورت کے برابر نہیں اور مالدار مفلس کے برابر نہیں اور ایک شہر کی رہنے والی دوسرے شہر والی کے برابر نہیں
اور اپنے زمانے والی دوسرے زمانے والی کے برابر نہیں اور عاقلہ اور مجنونہ برابر نہیں اور متقیہ اور فاسقہ برابر نہیں اور باکرہ اور غیر باکرہ برابر نہیں اور عفیفہ اور غیر عفیفہ
برابر نہیں اور عالمہ اور غیر عالمہ برابر نہیں اور با ادب والی اور بے ادب برابر نہیں اور خلیق اور بدخلق برابر نہیں اور لڑکے والی اور بے لڑکے والی برابر نہیں **وتعتبر حال الزوج ایضا**
ذکرہ الکمال وقال مہر الامۃ بقدر الرغبۃ فیہا اور معتبر ہے حال زوج کا بھی مماثلت میں یعنے اس عورت کا زوج اور عورتوں کے ازواج کے برابر ہو مال اور حسب میں ذکر
کیا اسکو کمال ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور کہا ہے لونڈی کا مہر مثل بقدر اسکی خواہش کے ہے یعنے دیکھنا چاہیے کہ اسکا خواہش کرنے والا کہاں تک مہر دے سکتا ہے
وہی اسکا مہر مثل ہے اور لونڈی میں اسکے باپ کی قوم کا کچھ اعتبار نہیں بحر الرائق میں کہا کہ مہر مثل وہاں واجب ہوتا ہے جہاں نکاح صحیح ہو اور مہر کا تسمیہ نہ ہو یا تسمیہ مجہول ہو یا
اس چیز کا تسمیہ ہو جو شرعا حلال نہیں اور نکاح فاسد میں بعد وطی کے مہر مثل ہے اور وطی بالشبہہ میں جو مہر لازم آتا ہے تو مراد اس سے یہ مہر مثل مذکور نہیں ہوتی بلکہ وہاں مہر
سے مراد عقر ہے عقر اسکو کہتے ہیں کہ اگر زنا حلال ہوتا تو اس عورت کی کیا اجرت ہوتی اسی قدر وطی بالشبہہ میں دینا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی **ویشترط فیہ**
ای فی ثبوت مہر المثل ہاہنا اخبار رجلین او رجل وامرأتین ولفظ الشہادۃ اور شرط ہے ثبوت مہر مثل میں چنانچہ مذکورہ کے اندر خبر دینا دو عادل مردوں کا
یا ایک مرد اور دو عورتوں کا اور شرط ہے لفظ شہادت کا یعنے فقط اخبار بدون لفظ گواہی کے معتبر نہیں **فان لم توجد شہود عدول فالقول للزوج بیمینہ**
وما فی المجتبیٰ من ان للقاضی فرض المہر حملہ فی النہر علی ما اذا رضیا بذلک سو اگر نہ پائے جاویں گواہ عادل تو قول زوج کا قسم کے ساتھ تقدیر مہر مثل میں
معتبر ہوگا اور جو مجتبیٰ میں ہے کہ گواہ نہونے میں قاضی کو چاہیے مہر مثل کا ٹھہرانا سو جبکہ نہر الفائق میں اس صورت پر محمول کیا ہے جبکہ زوجین فرض
قاضی پر راضی ہوگئے ہوں **فان لم یوجد من قبیلۃ ابیہا فمن الاجانب** ای فمن قبیلۃ تماثل قبیلۃ ابیہا سو اگر نہ پائے جائیں سب اوصاف
مذکورہ یا بعض عورت کے باپ کی برادری میں تو اجنبی قوم کے مہر کا اعتبار ہوگا یعنے وہ قوم جو مساوی اور مماثل ہو اسکے باپ کی قوم سے تو اونچی
قوم یا نیچی قوم کا اعتبار نہوگا ہم شرح مجمع اور برجندی میں ہے کہ اگر سب اوصاف مذکورہ باپ کی قوم میں نہوں تو جس قدر موجود ہوں وہی معتبر ہونگے اسواسطے
کہ ان سب اوصاف کا دو عورتوں میں جمع ہونا متعذر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **فان لم یوجد فالقول لہ ای للزوج فی ذلک بیمینہ کما مر** اگر غیر قوم میں بھی
مماثلت باپ کی قوم کی نہ پائی جاوے تو معتبر قول زوج کا ہوگا مہر مثل کی تقدیر میں قسم کھانے کے ساتھ چنانچہ مختصر بیان گذرا **وصح ضمان الولی مہرہا**
ولو المرأۃ صغیرۃ ولو عاقدا لانہ سفیر لکن بشرط صحتہ فلو فی مرض موتہ وہو وارثہ لم یصح والا صح من الثلث وقبول المرأۃ او غیرہا فی مجلس الضمان
اور صحیح ہے ضامن ہونا ولی کا عورت کے مہر کا اگرچہ عورت صغیرہ ہو اگرچہ ولی ہی عاقد ہو نکاح کا تو بھی اسکا ضامن ہونا درست ہے اسواسطے کہ
ولی عاقد تو محض سفیر معتبر ہوتا ہے حقوق نکاح کے اسپر لازم نہیں آتے کہ ایک ہی شخص عاقد بھی ٹھہرے اور ضامن بھی ٹھہرے ولی ضامن زوج کا ولی
یا زوجہ کا خواہ زوجین صغیر ہوں یا جوان لیکن جواز ضمان بشرط صحت ولی کے ہے تو اگر ولی ضامن ہوگا اپنے مرض موت میں اور مکفول عنہ یا مکفول لہ
وارث ہے ولی کا تو ولی کا ضامن ہونا صحیح نہیں اور اگر مکفول عنہ یعنے جسکی طرف سے ضامن ہوا یا مکفول لہ یعنے جسکے واسطے ضامن ہو وارث نہیں ہے
ولی کا تو ضمانت صحیح ہوگی ولی کے ثلث مال سے یعنے ولی کے ثلث متروکہ سے مہر ادا کیا جاویگا اور دوسری شرط صحت ضمان ولی کی قبول کرنا عورت کا ہے
یا اسکے غیر کا مجلس ضمان میں یعنے بشرطیکہ عورت بالغہ مجلس ضمان میں ولی کی ضمانت قبول کرے اور اگر عورت صغیرہ ہو تو اسکا ولی قبول کرے تب اسکی ضمانت صحیح ہوگی
نہر الفائق میں ہے کہ اگر صغیرہ کا ولی ضامن ہو تو اسکا ضامن ہونا قائم مقام ہے عورت کے قبول کے کذا فی حاشیۃ المدنی **وتطالب ای بالاثبات من شاءت من زوجہا**
البالغ والولی الضامن اور عورت مہر کو طلب کرے جس سے چاہے خواہ اپنے زوج بالغ سے یا ولی ضامن سے خواہ ولی ضامن زوجہ کا ولی ہو خواہ زوج کا
اور اگر زوج بالغ نہیں تو مطالبہ مہر کا فقط ولی ہی سے ہوگا نہ زوج سے **فان ادی رجع علی الزوج ان امر کما ہو حکم الکفالۃ** پھر اگر ولی ضامن نے

مہر کو اپنے پاس سے ادا کیا تو زوج سے پھیرے اگر کیا ہو زوج نے ضامن ہونے کا چنانچہ یہی حکم ہے ضمانت کا اور اگر بدون امر زوج کے ضامن ہوا تو
پھیر لینا نہیں پہونچتا ہے ولا یطالب الاب بمہر ابنہ الصغیر الفقیر اما الغنی فیطالب ابوہ بالدفع من مال ابنہ لا من مال نفسہ اور مطالبہ نہوگا باپ سے اسکے بیٹے
صغیر محتاج کے مہر کا یعنے اگر باپ مہر کا ضامن نہیں تو اسکے بیٹے صغیر محتاج کے مہر کا اس سے مطالبہ نہوگا لیکن فرزند مالدار صغیر کے مہر کا باپ سے تقاضا ہوگا کہ اپنے
بیٹے کے مال سے ادا کرے نہ اپنے مال سے اذا زوجہ امرأۃ الا اذا ضمنہ علی المعتمد کما فی الفتح فانہ لا یؤخذ بہا الا اذا ضمن ولا رجوع للاب الا اذا
اشہد علی الرجوع عند الاداء ابن صغیر فقیر کے مہر کا باپ پر مطالبہ نہیں جبکہ نکاح کر دیا ہو اُسکا کسی عورت سے یعنے فقط نکاح کر دینے سے باپ کو مہر دینا لازم
نہیں ہوتا مگر جبکہ ضامن ہو مہر کا بنا بر قول معتمد کے چنانچہ نفقہ دینے میں ماخوذ باپ سے نہیں ہوتا بدون ضمانت کے اور جبکہ باپ نے بیٹے صغیر کا مہر ادا
کیا خواہ صغیر محتاج ہو یا غنی تو اسکو پھیر لینا بیٹے سے نہیں پہونچتا مگر جس صورت میں کہ باپ نے گواہ کر لیا ہو پھیر لینے پر مہر ادا کرتے وقت یا ضامن ہونے
کے وقت تو البتہ پھیر سکتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولہا منعہ من الوطی ودواعیہ شرح مجمع والسفر بہا ولو بعد وطی او خلوۃ رضیتہما لان
کل وطئۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لا یوجب تسلیم الباقی جائز ہے عورت کو روکنا زوج کو وطی سے اور اُسکے دواعی سے یعنے تقبیل اور مساس سے
کذا فی شرح المجمع اور روک دینا اپنے سفر لیجانے سے اگرچہ روکا ہو عورت نے اس وطی یا خلوت کے بعد جو اُسکی رضامندی سے ہو چکی یعنے عورت کو
مہر معجل کے لینے کے واسطے وطی اور سفر سے روکنا پہونچتا ہے اگرچہ اُسکی خوشی سے ایکبار وطی ہو چکی ہو یا خلوت ہو چکی ہو تو بھی اُسکو منع کرنے کا
حق ثابت ہے اسواسطے کہ ہر وطی مہر پر معقود ہے یعنے ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم ہے تو تسلیم بعض کی موجب نہیں تسلیم باقی کی لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلا او بعضا
او اخذ قدر ما یعجل لمثلہا عرفا بہ یفتی لان المعروف کالمشروط ان لم یؤجل او یعجل کلہ فکما شرطا لان الصریح یفوق الدلالۃ عورت کو جائز ہے
روک دینا وطی کا واسطے لینے اس مہر کے جسکا جلد دینا بیان ہو چکا ہے کل مہر ہو یا بعض یا واسطے لینے اُسقدر مہر کے جو جلد دیا جاتا ہے اُس سے
عورت کو عرف میں اسی کا فتوی ہے اسواسطے کہ مروج مثل مشروط کے ہے رواج کا اعتبار ہے اگر کل مہر کی مدت یا تعجیل نہ مقرر ہوگئی ہو اور اگر کل مہر کی تعجیل یا تاجیل
مقرر ہو چکی ہو تو ویساہی کرنا چاہیے جیسا کہ دونوں نے شرط کیا یعنے مہر موجل میں عورت کو منع کرنا وطی سے نہیں پہونچتا اور معجل میں پہونچتا ہے مشروط
مروج پر اسواسطے کہ مقدم ہوا کہ صریح فائق ہے دلالت پر معلوم ہوا کہ کل مہر کی بھی تاجیل درست ہے بخلاف منظور کے کہ اُسنے اپنے فتاوی میں عدم صحت ذکر کی ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا جہل الاجل جہالۃ فاحشۃ فیجب حالا غایۃ الا التاجیل لطلاق او موت فیصح للعرف بزازیۃ مہر موجل میں عورت کو حق منع وطی کا نہیں مگر
اسوقت جبکہ مدت مجہول ہو جہالت فاحشہ کہ جیسے مہر کی مدت مقرر ہوئی ہو زوج کی کشایش تک یا آندھی چلنے تک یا پانی برسنے تک یعنے ان چیزوں کا ایک وقت
مقرر نہیں تو اسی مدت میں مہر فی الحال ادا ہوگا کذا فی غایۃ البیان لیکن اگر مہر کی مدت طلاق ہونے تک یا موت تک مقرر ہو تو صحیح ہے حالانکہ اسمیں بھی جہالت
فاحشہ ہے کہ ہرگز طلاق یا موت کا وقت معین نہیں مگر صحیح ہے بسبب رواج کے کذا فی البزازیۃ زاہدی نے کہا کہ تاخیر مہر کی موت اور طلاق تک خوارزم میں عادۃ
ماثورہ اور شرعیہ مروجہ ہو گئی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ہم اکثر بلاد ہندوستان میں بھی ایسا مروج ہے بلکہ اگر زوج مہر دینے کا ارادہ کرے تو عورت ہرگز
نہیں لیتی نادانی سے جانتی ہے کہ مہر لینے سے نکاح فسخ ہو جاویگا وعن الثانی لہا منعہ ان اجل کلہ وبہ یفتی استحسانا ولوالجیۃ اور ابو یوسف سے منقول ہے کہ
عورت کو منع وطی کا حق ہے اگر کل مہر کی مدت مقرر ہو گئی ہو اور اسی پر فتوی ہے بدلیل استحسان کے کذا فی الولوالجیۃ دلیل استحسانی یہ ہے کہ جب شوہر نے سب مہر کی
مدت مقرر کی تو گویا اپنے حق استمتاع کے ساقط ہونے پر راضی ہوگیا اسواسطے مہر بدلا ہے استمتاع کا خلاصہ میں ہے کہ اُستاذ ظہیر الدین کا فتوی عدم امتناع پر ہے
اور صدر شہید کا فتوی جواز امتناع پر ہے بحر الرائق میں کہا تو معلوم ہوا کہ اسمیں فتوی مختلف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی النہر لو تزوجہا علی
مائۃ علی ان یعجل منہا اربعین لہا منعہ حتی تقبضہ اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر نکاح کیا عورت سے سو درم مہر کا بشرطیکہ تقاضا کرے مدت ...

اس شرط پر کہ چالیس درم جلد ادا کردیگا تو عورت کو جائز ہی کہ منع کرنا وطی وغیرہ کا زوج سے یہان تک باقی درمون کو بھی قبضہ کرلے ولہا النفقۃ بعد المنع
اور ثابت ہی عورت کے واسطے نفقہ بعد منع کے بھی نزدیک امام کے بشرطیکہ قبل مطالبہ کے خلوت یا دخول رضامندی سے ہوچکا ہو ولہا السفر والخروج
من بیت زوجہا للحاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ ما لم تقبضہ ای المعجل اور جائز ہی عورت کو سفر کرنا اور شوہر کے گھر سے نکلنا حاجت کیواسطے
تو بے حاجت نکلنا جائز نہین اور جائز ہی عورت کو زیارۃ کرنا اپنے اقربا کی بدون اذن زوج کے جب تک کہ مہر معجل نپایا ہو فلا تخرج الا لحق لہا او علیہا او لزیارۃ
ابویہا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ ولکونہا قابلۃ او غاسلۃ لا فیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین اور جب مہر معجل پاچکی ہو تو گھر سے نہ نکلے مگر بسبب
حق کے عورت کا حق کسی پر ہو یا کسی کا حق عورت پر ہو یعنے اگر عورت کا قرض کسی پر ہو یا کسی کا قرض عورت پر ہو تو اُسکا نکلنا درست ہی زوج کی اجازت
ہوئی یا نہو یا عورت نکلے واسطے زیارت ماں باپ کے ہر ہفتہ مین ایکبار یا محارم کی ملاقات کیواسطے نکلے ہر سال اگرچہ زوج منع کرے کذا فی فتح القدیر یا عورت دائی
جنائی ہو یا مردہ شو ہو تو بھی نکلنا درست ہی لیکن دائی اور مردہ شو کو زوج منع کرسکتا ہی نہ نکلے اُنکے سوا مین یعنے سوائے قرض اور زیارت والدین
محارم کے اور لڑکا جنانے اور مردہ نہلانے کے اور کسی کام کیواسطے نکلنا عورت کا جائز نہین اور اگر زوج سوائے ان امور کے نکلنے کی اجازت دیگا تو
زوج اور زوجہ دونون گنہگار ہونگے والمعتمد جواز الحمام بلا تزین اشباہ ویجیٔ فی النفقۃ اور قول معتمد یہ ہی کہ عورت کا حمام مین جانا درست ہی بدون آرائش
اور عطر ملنے کے کذا فی الاشباہ اور عنقریب مسائل خروج عورت کے باب النفقۃ مین بھی آوینگے محقق ابن ہمام نے کہا کہ جہان عورت کا نکلنا درست ہی
وہان یہی شرط ہی کہ آرائش اور سنگار نہ کرے بلکہ ایسی صورت بگاڑ کے نکلے کہ مردون کی نظر اُسپر نہ پڑے اور چند احادیث نسائی اور ترمذی اور حاکم مین
درباب حمام وارد ہوئی ہین ازانجملہ یہ حدیث ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ عنقریب تمپر ملک عجم فتح ہوگا اور وہان تم چند بیوت پاؤگے اُنکو
حمام کہتے ہین تو مرد اُسمین جاوین بدون ازار کے اور عورتون کو اُسمین بھیجانے دو سوائے مریضہ اور نفاس والی کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویسافر بہا بعد اداء
کلہ مؤجلا او معجلا لو کان مامونا علیہا والا یؤد کلہ او لم یکن مامونا لا یسافر بہا وبہ یفتی کما فی شرح المجمع واختارہ فی الملتقی الابحر ومجمع الفتاوی واعتمدہ المصنف
وبہ افتی شیخنا الرملی اور سفر مین ساتھ لیجائے عورت کو تین منزل یا زیادہ بعد ادا کرنے کل مہر کے موجل ہو یا معجل ہو جبکہ زوج پر اطمینان ہو
عورت کی طرف سے یعنے سفر مین ایذا رسانی کا خوف نہو اور اگر کل مہر ادا نہ کیا اور زوج لائق اطمینان کے نہو تو عورت کو سفر مین نہ لیجائے
اور اسی قول پر فتوے ہی کذا فی شرح مجمع اور اسی کو پسند کیا ملتقی نے الابحر اور مجمع الفتاوے مین اور مصنف نے اپنی شرح مین اسی پر اعتماد کیا ہی
اور اسی پر فتوے دیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے لکن فی النہر والذی علیہ العمل فی دیارنا انہ لا یسافر بہا جبرا علیہا وجزم بہ البزازی
وغیرہ وفی المختار علیہ الفتوے وفی الفصول یفتی بما یقع عندہ من المصلحۃ لیکن نہر الفائق مین ہی جسپر عمل ہی ہمارے ملک یعنے مصر مین
وہ یہ ہی کہ عورت کو سفر مین نہ لیجاوے اسپر زبردستی کرکے یعنے سفر عورت کی خوشی پر موقوف ہی اور اسی قول کی حقیقت پر یقین کیا ہی بزازی
وغیرہ نے اور مختار مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی اور فصول مین ہی کہ فتوے دے مفتی جو اُسکے نزدیک مصلحت اور مناسب معلوم ہو یعنے اگر زوج امانت دار اور صالح ہی
اور نہ جانے مین عورت کی سرکشی معلوم ہو تو سفر مین لیجانے کا فتوے دے والا نہ لیجانے کا فتوے دے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وینقلہا فیما دون
مدتہ ای السفر من المصر الی القریۃ وبالعکس ومن قریۃ الی قریۃ لانہ لیس بغربۃ وقیدہ فی التاتارخانیۃ بقریۃ یمکنہ الرجوع قبل اللیل الی وطنہ وا طلقہ
فی الکافی وعلیہ الفتوے اور لیجاوے زوج زوجہ کو وہان جو مدت سفر سے کم ہو یعنے تین منزل سے کم ہو خواہ شہر سے گانون کی طرف لیجاوے
خواہ گانون سے شہر مین لاوے اور ایک گانون سے دوسرے گانون مین لیجاوے اسواسطے کہ اتنی دور جانا غربت نہین اور قید لگائی ہی فتاوی
تاتارخانیہ مین گانون کی یعنے ایسے گانون تک لیجانا جائز ہی کہ ممکن ہو پلٹ آنا زوج کو رات کے آنے سے پہلے اپنے وطن تک اور کافی مین

اُسکو مطلق رکھا ہو یون کہا کہ اسی پر تجھسے ہو۔ وَاِنِ اخْتَلَفَا فِی الْمَهْرِ فَفِی اَصْلِهِ حَلَفَ مُنْكِرُ التَّسْمِيَةِ فَاِنْ نَكَلَ ثَبَتَ وَاِنْ حَلَفَ يَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ اور اگر
اختلاف کیا زوجین نے مہر مین سو اگر اختلاف اصل مہر مین کیا اس طرح کہ ایک نے کہا کہ مہر معین تھا اور دوسرے نے کہا نہین تھا لا انکہ دونون گواہ
لانے سے عاجز ہین تو قسم کھاوے منکر تسمیہ کا سو اگر منکر نے قسم سے انکار کیا تو دعوی تسمیہ کا ثابت ہوگا اور اگر منکر نے قسم کھائی تو واجب ہوگا مہر مثل
لیکن اگر عورت مدعی ہو تو مہر مثل اُسکے دعوے سے زیادہ نہ دیا جائیگا مثلاً عورت نے کہا تھا کہ مہر مسمی ہزار تھا اور مہر مثل دو ہزار ہو تو ایک ہزار وہ
پاویگی نہ دو ہزار اور اگر مرد مدعی تھا تو مہر مثل اُسکے دعوے سے کم نہ کیا جائیگا مثلاً مہر مثل ایک ہزار تھا اور مرد مدعی دو ہزار کا ہو تو وہی ہزار
اسے دلائے جاوینگے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البدائع وَفِی الْبُرْهَانِ يُحَلَّفُ اِجْمَاعًا اور مہر مین منکر پر قسم ہو باتفاق امام اور صاحبین کے لفظ اجماع سے
ماتن نے رد کیا قول صدر الشریعۃ کا کہ اُسنے کہا کہ منکر پر قسم ہو صاحبین کے نزدیک نہ امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ امام کے نزدیک نکاح مین قسم نہین ہے
بحر الرائق وغیرہ نے جواب دیا کہ یہان اصل نکاح پر قسم نہین بلکہ مال پر قسم ہو تو بالاجماع منکر مہر پر قسم ثابت ہوئی کذا فی حاشیة المدنی ملخصًا وَاِنِ اخْتَلَفَا فِی قَدْرِهِ
حَالَ قِيَامِ النِّكَاحِ فَالْقَوْلُ لِمَنْ شَهِدَ لَهُ مَهْرُ الْمِثْلِ بِيَمِينِهِ اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مقدار مہر مین قیام نکاح کیوقت تو قول اُسیکا معتبر ہو جسکی گواہی دے
مہر مثل ساتھ قسم کے لہٰذا اگر مہر مثل زوج کے دعوے سے برابر ہو یا کم تو زوج کا قول معتبر ہوگا قسم کے ساتھ اور اگر مہر مثل زوجہ کے دعوے سے برابر ہو یا زیادہ تو زوجہ کا
قول مع الیمین معتبر ہوگا وَاَیٌّ اَقَامَ بَيِّنَةً تُقْبَلُ سَوَاءٌ شَهِدَ لَهُ مَهْرُ الْمِثْلِ اَوْ لَهَا اَوْ لَا اور اختلاف مقدار مین زوجین مین سے جو اپنے گواہ قائم کریگا تو قبول
ہونگے خواہ مہر مثل زوج کی شہادت دے یا زوجہ کی یا دونون کا شاہد ہو یعنے گواہ ہونیکے ہوتے مہر مثل کی موافقت اور عدم موافقت کا کچھ اعتبار نہین ہے اِنْ
اَقَامَا الْبَيِّنَةَ فَبَيِّنَتُهَا مُقَدَّمَةٌ اِنْ شَهِدَ لَهُ مَهْرُ الْمِثْلِ وَبَيِّنَتُهُ مُقَدَّمَةٌ اِنْ شَهِدَ لَهَا مَهْرُ الْمِثْلِ لِاَنَّ الْبَيِّنَاتِ لِاِثْبَاتِ خِلَافِ الظَّاهِرِ اور اگر دونون نے گواہ
قائم لیے تو گواہ عورت کے مقدم ہونگے اگر مہر مثل مرد کے دعوے سے موافق ہوا اور گواہ مرد کے مقدم ہین اگر مہر مثل عورت کے دعوے سے مطابق ہو اسواسطے
کہ گواہ مقرر ہوے ہین واسطے ثابت کرنے خلاف ظاہر کے اور ظاہر کے خلاف اُسیکا دعوی ہو جو مہر مثل سے موافق نہو وَاِنْ كَانَ مَهْرُ الْمِثْلِ بَيْنَهُمَا تَحَالَفَا
اور اگر مہر مثل دونون کے مابین ہو تو دونون سے قسم لیجاوے مثلاً عورت دو ہزار کی مدعی ہو اور مرد ایک ہزار کا اور مہر مثل پندرہ سو تو مہر مثل کسی کے
موافق نہوا بلکہ دونون کے درمیان مین پڑا تو دونون پر قسم آویگی مرد اسطرح قسم کھائے کہ واللہ مین نے دو ہزار پر نکاح نہین کیا اور عورت اسطرح قسم کھائے
کہ واللہ مین نے ایک ہزار پر نکاح نہین کیا فَاِنْ حَلَفَا اَوْ بَرْهَنَا قُضِیَ بِهِ سو اگر دونون نے قسم کھائی یا دونون گواہ لائے تو حکم کریگا قاضی مہر مثل کا یعنے
مہر مثل دلاویگا اسواسطے کہ دونون کی قسم اور گواہ برابر ہین کسیکا دعوی ثابت نہین ہو سکتا وَاِنْ بَرْهَنَ اَحَدُهُمَا قُبِلَ بُرْهَانُهُ لِاَنَّهُ نَوَّرَ دَعْوَاهُ اور اگر
دونون مین سے کوئی ایک گواہ لایا تو مقبول ہونگے اُسکے گواہ اسواسطے کہ اُسنے اپنے دعوے کو روشن اور ظاہر کردیا وَفِی الطَّلَاقِ قَبْلَ الْوَطْیِ حُكْمُ مُتْعَةِ الْمِثْلِ
لو المسمی دینا وان عینا کمسئلۃ العبد والجاریۃ فلہا المتعۃ بلا تحکیم الا ان یرضی الزوج بنصف الجاریۃ اور طلاق قبل وطی مین فیصلہ مقرر ہوگا متعہ مثل پر یعنے
اگر اختلاف ہوا زوجین مین بعد طلاق قبل وطی کے تو متعہ مثل جسکے دعوے سے مطابق ہوگا اسی کے قول کا اعتبار ہوگا قسم کے ساتھ بشرطیکہ مہر مسمی دین ہو
جیسے درم یا دینار اور اگر مہر مسمی عین ہو یعنے مثلی ہو قیمتی چیز ہو جیسے مسئلہ غلام اور لونڈی کا مثلاً زوج کہتا ہو کہ مہر غلام تھا اور زوجہ کہتی ہو کہ مہر لونڈی تھی
تو زوجہ کو متعہ مثل ملیگا بدون تحکیم کے مگر اس صورت مین متعہ مثل کی حاجت نہین اگر زوج راضی ہو جاوے نصف جاریہ پر وَاَیٌّ اَقَامَ بَيِّنَةً قُبِلَتْ اور
دونون مین سے جو گواہ لاویگا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے فَاِنْ اَقَامَا فَبَيِّنَتُهَا اَوْلٰى اِنْ شَهِدَتْ لَهُ الْمُتْعَةُ وَبَيِّنَتُهُ اِنْ شَهِدَتْ لَهَا سو اگر دونون گواہ
لاے تو عورت کے گواہ اولے ہین اگر موافق ہو متعہ مثل کا مرد کے اور گواہ مرد کے اولی ہین اگر مطابق ہو متعہ عورت کے اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کو اثبات کرتے ہین
وَاِنْ كَانَتِ الْمُتْعَةُ بَيْنَهُمَا تَحَالَفَا وَاِنْ حَلَفَا وَجَبَتْ مُتْعَةُ الْمِثْلِ اور اگر متعہ مثل دونون کے مابین مین واقع ہو یعنے نصف دعوی زوج سے زیادہ ہو اور

فعدت دعوی زوجہ سے کم ہو تو دونون سے قسم لیجائیگی اور اگر دونون نے قسم کھائی تو مہر مثل کا واجب ہوگا **و موت احدہما کحیوتہما فی الحکم** اصلا و قدرا لعدم
سقوطہ بموت احدہما اور دونون مین کسیکا مرنا انکے زندہ ہونے کے برابر ہے حکم مین خواہ اختلاف اصل مہر مین ہو یا مقدار مین بسبب باقی نہونے مہر مثل کے ایک کی
موت سے **و بعد موتہما ففی القدر القول لورثتہ** اور اگر دونون کے مرجانے کے بعد اختلاف ہو وارثون مین تو مقدار مہر کی اختلاف مین زوج کے
وارثون کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے **وفی الاختلاف فی اصلہ القول لمنکر التسمیۃ** اور اصل مہر کے اختلاف مین منکر تسمیہ کا قول معتبر ہوگا یعنے زوج کے وارثون کا
اسواسطے کہ اگر عورت کے وارث تسمیہ مہر کے منکر ہون تو انکا حق ثابت ہوتا ہے **لم یقض بشئی ما لم یبرہن علی التسمیۃ** یعنے بعد موت زوجین کے اختلاف
پڑا اصل تسمیہ مہر مین تو کچھ حکم نہ کیا جاویگا جب تک کہ گواہ نہ قائم کیے جاوینگے تسمیہ پر یعنے بدون گواہون کے مہر مثل پر فیصلہ نہوگا نزدیک امام کے
اسواسطے کہ مرنا دونون کا دلالت کرتا ہے کہ انکی ہمسر عورتین بھی مرگئین تو قاضی کس عورت کے مہر کو مہر مثل ٹھہراوے کذا فی الہدایۃ اس دلیل سے معلوم ہوا
کہ مہر مثل کا اعتبار نکرنا اس صورت مین ہے جبکہ زوجین کی موت کا زمانہ بہت گذر گیا ہو اور زمانہ قریب ہوگا تو مہر مثل پر فیصلہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی
والطحطاوی ناقلا عن البحر **وقالا یقضی بمہر المثل کما فی الحیوۃ و بہ یفتی** اور کہا صاحبین نے بعد موت زوجین کے بھی مہر مثل پر حکم ہوگا مانند حالت زندگی
اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی قاضی خان لیکن اگر زوج کے وارث گواہ لاوین ادائے مہر یا زوجہ کے اقرار پر یا اسکے اقرار پر کہ مہر پا چکی ہے تو اس صورت مین
مہر مثل کے اعتبار کی کچھ حاجت نہین ہے **وہذا کلہ اذا لم تسلم نفسہا** اور یہ سب اس صورت مین ہے جبکہ زوجہ نے اپنی ذات بخوشی زوج کو نہ تسلیم کی ہو یعنے
تحکیم مہر مثل اختلاف قدر مہر مین زوجین کی حیات مین یا ایک کی حیات یا دونون کی موت مین یا اختلاف اصل مہر مین در صورت عدم تسلیم ہے **فان سلمت**
ووقع الاختلاف فی الحالین الحیوۃ و بعدہا لا یحکم بمہر المثل لانہا لا تسلم نفسہا الا بعد تعجیل شئی عادۃ پھر اگر زوجہ نے اپنی ذات تسلیم کی زوج کو اور
واقع ہوا اختلاف دو حال مین یعنے زندگی مین اور بعد اسکے تو نہ فیصلہ ہوگا مہر مثل پر اسواسطے کہ عورت اپنی ذات تسلیم نہین کرتی ہاں مگر کچھ مہر معجل لینے کے بعد
بطور رواج کے اور تعجیل مہر کی دلیل ہے تسمیہ مہر کی اور تسمیہ کے ہوتے مہر مثل کا اعتبار نہین لیکن یہ اس صورت مین ہے جہان عادت ہو مہر تعجیل کی اور جہان
تعجیل مہر کی تاخیر ہوئی ہو طلاق یا موت تک جیسے خوارزم مین تو وہان تسلیم اور عدم تسلیم دونون برابر ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن القاسمیۃ **بل یقال**
لہا لا بد ان تقری بما تعجلت و الا قضینا علیک بالمتعارف تعجیلہ ثم یعمل فی الباقی کما ذکرنا وہذا اذا ادعی الزوج ایصال الیہا
بلکہ عورت سے یا اسکے وارثون سے کہا جائیگا کہ یا تو تم اقرار کرو کہ تجھکو مہر معجل پانے کا اقرار کرنا ہوگا اور نہین تو ہم تجھپر حکم کرینگے تعجیل متعارف کا چنانچہ مصر مین
دو ثلث مہر معجل لینے کا رواج ہے پھر بعد وضع متعارف کے عمل کیا جائیگا باقی مہر مین یعنے مثلاً ثلث مین جیسا کہ ہمنے بیان کیا اور یہ اسوقت ہے جب زوج نے
کچھ عورت کو دینے کا دعوی کیا کذا فی البحر یعنے متعارف التعجیل پر فیصلہ اسوقت ہوگا جب زوج کچھ ادا کرنے کا مدعی ہو اور اگر زوج مدعی نہوگا تو متعارف پر
فیصلہ نہوگا بلکہ سابق کی تفصیل پر عمل ہوگا اور قضا بالمتعارف بحر الرائق اور نہر الفائق مین محیط سے منقول ہے اور یہی قول ہے فقیہ ابو اللیث کا اور قاضی خان
کے نزدیک یہ قول مسلم نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو بعث الی امرأتہ شیئا ولم یذکر جہتہ عند الدفع غیر جہۃ المہر** کقولہ لشمع او حناء ثم قال انہ
من المہر لم یقبل قولہ لوقوعہ ہدیۃ فلا ینقلب مہرا اور اگر بھیجا زوج نے اپنی عورت کو کچھ نقد یا جنس اور نہ بیان کیا دینے کے وقت کسی وجہ کو جو مغایر ہو جہت
مہر کی یعنے دینے کے وقت مہر یا غیر مہر کا کچھ ذکر نہ کیا سو اگر غیر مہر کو ذکر کیا مثلاً یون کہا کہ اس نقد کو شمع مین صرف کر دیا مہندی مین پھر زوج نے کہا کہ وہ نقد
مہر مین تھی تو اسکا قول مقبول نہوگا کذا فی القنیۃ اسواسطے کہ وہ چیز ہدیہ ہو چکی تو مہر نہو سکیگی اور اگر قبل عقد کے کچھ بھیجا تھا تو اسکا بعینہ پھیر لینا درست ہے
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **فقالت ہو ای المبعوث ہدیۃ وقال ہو من المہر** او من الکسوۃ او عاریۃ **فالقول لہ** بیمینہ والبینۃ لہا سو کہا عورت نے
وہ بھیجی چیز ہدیہ ہے اور کہا زوج نے کہ وہ مہر مین ہے یا از قسم لباس ہے یا عاریت ہے تو قول زوج کا معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر وہ دونون گواہ لاوین

تو عورت کے گواہ مقدم ہونگے فان حلفت والمبعوث قائم فلہا ان تردہ وترجع بباقی المہر ذکرہ ابن کمال پھر اگر قسم کھائی زوج نے اور بھیجی چیز موجود ہو
تو عورت کو اختیار ہے کہ اسکو پھیر دے اور اپنا باقی مہر زوج سے لے چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ولو عوضتہ ثم ادعاہ عاریۃ فلہا ان تسترد العوض من جنسہ
زیلعی اور اگر زوج نے ہدیہ بھیجا عورت کی طرف اور عوض میں عورت نے بھیجا زوج کی طرف پھر عورت کا زفاف ہوا پھر مرد نے اسکو جدا کیا پھر دعوی کیا کہ
وہ چیز عاریت ہے تو جائز ہے عورت کو کہ عوض کی چیز کو پھیر لے عوض کی جنس سے کذا فی الزیلعی لفظ من جنسہ کا زیلعی اور بحر الرائق میں نہیں اور قناوی میں لکھا
ہے یوں ہے کہ کان للمرأۃ ان تسترد منہ ما عوضتہ علیہ کذا فی حاشیۃ المدنی فی غیر المہیا للاکل کثیاب وشاۃ حیۃ وسمن وعسل وما یبقی شہرا اخی زادہ اختلاف
زوجین میں زوج کا قول معتبر ہوگا اُسمیں جو کھانے کے واسطے مہیا نہیں جیسے کپڑے اور زندہ بکری اور گھی اور شہد اور جو چیز کہ مہینا بھر باقی رہے اور یہ شرح
کذا ذکرہ اخی زادہ والقول لہا بیمینہا فی المہیا لہ کخبز ولحم مشوی لان الظاہر یکذبہ ولذا قال الفقیہ المختار انہ یصدق فیما لا یجب علیہ کخف وملاءۃ
فیما یجب کخمار ودرع یعنی ما لم یدع انہ کسوۃ لان الظاہر معہ اور قول زوجہ کا معتبر ہے قسم کے ساتھ اسمیں جو کھانے کے واسطے مہیا ہے جیسے روٹی اور
بھنا گوشت عورت کا قول کھانے کی چیزوں میں اسواسطے معتبر ہوا کہ ظاہر حال زوج کا جھٹلاتا ہے یعنے روٹی اور پختہ گوشت کوئی مہر میں نہیں دیتا
اور اسی واسطے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ مختار یہ ہے کہ زوج کی تصدیق اسمیں ہوگی جو زوج پر واجب نہیں جیسے موزہ اور چادر یا باریک کپڑا
نہ اسمیں تصدیق ہوگی جو اسپر واجب ہے جیسے اوڑھنی اور قمیص یعنے جب تک زوج نے اسکا دعوی نہ کیا ہو کہ اوڑھنی اور قمیص کہ پوشاک میں دیا ہے
اور اگر پوشاک کا دعوی کیا زوج نے اور زوجہ نے کہا کہ پوشاک نہیں بلکہ یہ ہے تو اس صورت میں زوج ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال زوج کا
مصدق ہے خطب بنت رجل وبعث الیہا اشیاء ولم یزوجہا ابوہا فما بعث للمہر یسترد عینہ قائما فقط وان تغیر بالاستعمال او قیمتہ ہالکا لانہ
معاوضۃ ولم تتم فجاز الاسترداد منگنی کی ایک مرد کی بیٹی سے اور بھیجا زوج نے عورت کی طرف چند چیزوں کو اور عورت کے باپ نے عورت کا نکاح
نہ کیا تو جو چیز مہر کے واسطے بھیجی ہو اور وہ موجود بھی ہو تو فقط اسکو پھیر لے نہ اسکی قیمت کو اگرچہ متغیر ہوگئی ہو استعمال سے یا قیمت اسکی پھیر لے اگر وہ موجود
اسواسطے پھیر لے کہ یہ تو بدلا تھا سو پورا نہوا تو پھیر لینا جائز ہوا وکذا یسترد ما بعث ہدیۃ وہو قائم دون الہالک والمستہلک لان فیہ معنی الہبۃ
اسی طرح اسکو پھیر لے جو بطریق تحفہ کے بھیجا اور وہ موجود بھی ہو نہ پھیر سے ہالک اور مستہلک کو ہالک وہ جو آپ بگڑ گیا جیسے میوہ سڑ گیا اور مستہلک
وہ جو دوسرے کے فعل سے معدوم ہوا جیسے شیرینی کسی نے کھالی ہالک اور مستہلک کا پھیر لینا اسواسطے جائز نہوا کہ تحفہ دینے میں معنی ہبہ کے
موجود ہیں اور موہوب جب ہالک و مستہلک ہوا تو اسکا پھیر لینا درست نہیں ولو ادعت انہ ای المبعوث من المہر وقال ہو ودیعۃ
فان کان من جنس المہر فالقول لہا وان کان من خلافہ فالقول لہ بشہادۃ الظاہر اور اگر دعوی کیا عورت نے کہ بھیجی چیز مہر ہے اور کہا
زوج نے کہ وہ امانت ہے تو اگر وہ چیز مہر کی جنس سے ہو جیسے مہر مسمی میں روپیہ و اشرفی تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ چیز مخالف ہو جنس مہر کے
جیسے مہر تھا درم اور زوج نے فرش یا کپڑا بھیجا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ دونوں صورتوں میں ظاہر حال دونوں کا گواہ ہے انفق رجل
علی معتدۃ الغیر بشرط ان یتزوجہا بعد عدتہا ان تزوجتہ لا رجوع مطلقا وان ابت فلہ الرجوع ان کان دفع لہا وان اکلت
معہ فلا مطلقا بحر عن العمادیۃ خرچ کیا ایک مرد نے غیر کی معتدہ پر اس شرط سے کہ نکاح کریگا اس سے بعد عدت کے تو اگر عورت نے اس مرد سے
نکاح کرلیا تو خرچ کا پھیر لینا مطلقا نہیں خواہ دونوں ساتھ کھاتے ہوں یا علیحدہ اور اگر عورت نے نکاح سے انکار کیا تو مرد کو خرچ کا پھیر لینا پہنچتا ہے
اگر عورت کو دیا ہو اور اگر عورت مرد کے ساتھ کھاتی ہو تو مطلقا پھیر لینا نہیں خواہ نکاح کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا فی البحر عن العمادیۃ وفیہ عن المبتغی
بجہز ابنتہ بجہاز وسلمہا ذلک لیس لہ الاسترداد منہا ولا لورثتہ بعدہ ان سلمہا ذلک فی صحتہ بل تختص بہ وبہ یفتی

اور بحر الرائق میں مبتغی سے منقول ہے باپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا اور اُسکے قبضہ میں کر دیا تو اُسکو پھیر لینا اس سے نہیں پہونچتا اور نہ باپ کے
وارثوں کو بعد مرنے باپ کے اگر بیٹی کو جہیز تسلیم کیا ہو باپ نے اپنی صحت میں بلکہ اس جہیز کی ملکیت بیٹی کو مخصوص ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے اور جہیز تسلیم نہیں کیا
تو پھیر لے سکتا ہے اسواسطے کہ تملیک بدون تسلیم کے تمام نہیں ہوتی اور اسیطرح اگر مرض الموت میں باپ نے جہیز تسلیم کیا تو وہ وصیت ہوگی اور وصیت وارث
کے حق میں درست نہیں ہے کذا لو اشتراہ لہا فی صغرہا ولوالجیۃ اور اسیطرح اگر استرداد نہوگا اگر باپ نے جہیز کو مول لیا صغیرہ بیٹی کیواسطے کذا فی الولوالجیۃ اس
صورت میں تسلیم کی حاجت نہیں ہے اسواسطے کہ باپ کا قبضہ قائم مقام صغیر کے قبضہ کے ہے والحیلۃ ان یشہد عند التسلیم الیہا انہا سلمہ عاریۃ اور حیلہ استرداد کا
یہ ہے کہ گواہ کرے باپ بیٹی کے جہیز دینے کے وقت اسپر کہ جہیز کو بطور عاریت ہی دیا ہے والاحوط ان یشتری منہا ثم تبرئہ درایۃ اور زیادہ تر احتیاط
حیلہ استرداد میں یہ ہے کہ باپ جہیز کو بیٹی سے مول لے پھر بیٹی قیمت سے ابرا کرے کذا فی الدرر اخذ اہل المراۃ شیئا عند التسلیم فللزوج ان
یسترده لانہ رشوۃ دولہن کے لوگوں نے کچھ لیا تسلیم زوجہ کیوقت مثلاً بھائی نے بدون لیے رخصت نہ کیا تو زوج اُسکو پھیر لے سکتا ہے اسواسطے
کہ یہ رشوت ہے جہز ابنتہ ثم ادعی ان ما دفعہ الیہا عاریۃ وقالت ہو تملیک او قال الزوج ذلک بعد موتہا لیرث منہ وقال الاب
او ورثتہ بعد موتہ عاریۃ فالمعتمد ان القول للزوج ولہا اذا کان العرف مستمرا ان الاب یدفع مثلہ جہازا لا عاریۃ اور جہیز دیا اپنی بیٹی کو
پھر دعویٰ کیا کہ اسکو تو عاریت ہی دیا ہے اور بیٹی نے کہا کہ وہ تملیک ہے یا زوج نے یہی کہا بعد مرنے زوجہ کے تاکہ جہیز کا وارث ہو اور باپ نے یا اُسکے
وارثوں نے اُسکے مرنے کے بعد کہا کہ عاریت ہے تو قول زوج اور بیٹی کا معتمد ہوگا جبکہ رواج عموماً ایسا ہو کہ باپ اتنا مال جہیز میں دیا کرتا ہو نہ بطور عاریت کے
و اما ان کان مشترکا کمصر والشام فالقول للاب کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا اور اگر رواج مشترک ہے یعنی بعضے جہیز دیتے ہوں اور بعضے عاریت تو قول باپ کا معتمد ہوگا
چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو اُس سے جو اُس جیسی عورت کو لاکرتا ہے یعنے رواج سے جہیز زیادہ تر دیا تو سوائے رواج کے زیادتی میں باپ کا قول معتمد ہوگا والام
کالاب فی تجہیزہا وکذا ولی الصغیرۃ شرح وہبانیۃ اور ماں مثل باپ کے ہے بیٹی کے جہیز میں اور اسیطرح صغیرہ کا ولی کذا فی شرح الوہبانیۃ یعنے اگر ماں نے جہیز
تسلیم کر دیا تو استرداد نہیں کر سکتی اور دعویٰ عاریت میں ماں اور ولی صغیرہ کا وہی حکم ہے جو باپ کا حکم معلوم ہوا واستحسن فی النہر تبعا لقاضیخان ان الاب
ان کان من الاشراف لم یقبل قولہ انہ عاریۃ واستحسن ہذا ہو النہر الفائق میں قاضیخان کی پیروی سے یہ کہ اگر باپ اشراف میں سے ہے تو اُسکا قول مقبول
نہوگا کہ جہیز عاریت ہے ولو دفعت فی تجہیزہا لابنتہا اشیاء من امتعۃ الاب بحضرتہ وعلمہ وکان ساکتا وزفت الی الزوج فلیس للاب ان یسترد
ذلک من ابنتہ لجریان العرف بہ اور اگر ماں نے بیٹی کے جہیز میں کچھ چیزیں دیں باپ کے اسباب سے اُسکے حضور اور دانست میں اور وہ ساکت تھا
اور بیٹی زوج کے گھر پہونچائی گئی تو باپ کو نہیں پہونچتا کہ اس جہیز کو پھیر لے اپنی بیٹی سے بسبب جاری ہونے رواج کے اسپر یعنے مروج یہی ہے کہ باپ
جہیز کو ماں پر سپرد کرتا ہے وکذا لو انفقت الام فی جہازہا ما ہو معتاد والاب ساکت لا تضمن الام وہما من المسائل السبع والثلاثین بل الثمان
والاربعین علی ما فی زواہر الجواہر التی السکوت فیہا کالنطق اور اسیطرح اگر خرچ کیا ماں نے بیٹی کے جہیز میں اسقدر جسکی عادت ہے اور باپ ساکت ہے تو ماں پر
ضمان نہیں اور یہ دونوں مسئلے ان سینتیس بلکہ اڑتالیس مسئلوں میں سے ہیں جنمیں سکوت برابر نطق کے ہے کذا فی زواہر الجواہر فروع مسائل متفرقہ
شارح کے لم تزف الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد قنیۃ اگر پہونچائی گئی زوجہ زوج کی طرف بدون ایسے جہاز کے جو لائق ہو زوج کے تو
زوج کو جائز ہے مطالبہ باپ کا نقد مال میں کذا فی القنیۃ یہ حکم اس صورت میں مخصوص ہے جہاں عادت ہے کہ ولی زوجہ کا زوج سے کچھ نقد لیتا ہو نکاح
سامان کے واسطے پھر کچھ سامان زوج کا تیار کرتا ہو اور کچھ زوجہ کا تو ایسی صورت میں اگر زوج کے لائق دینے کے باپ نے نہ کچھ دیا تو زوج کو نقد
مال پھیر لینا پہونچتا ہے اور اسیطرح عورت کو اپنے جہیز کا مطالبہ پہونچتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وہذا فی البحر عن المبتغی الا انہ سکت طولا

فلا خصومة لہ اور بحر الرائق میں یہ مضمون زیادہ نقل کیا ہی منتقی سے مگر جب زوج جب کہ مطالبہ سے مدت تک تو اسکو نزاع کرنا نہیں پہونچتا اسواسطے کہ
زمان طویل تک ساکت رہنا دلیل ہی رضامندی کی لکن فی النہر عن البزازیة الصحیح انہ لا یرجع علی الاب بشیء لان المال فی النکاح غیر مقصود لیکن نہر الفائق میں
بزازیہ سے منقول ہی کہ صحیح یہ قول ہی کہ زوج باپ سے کچھ نہ پھیرے اسواسطے کہ مال نکاح میں مقصود نہیں کہا سید احمد طحطاوی نے کہ یہ تصحیح مخالف ہی عرف کے
اسواسطے کہ لوگوں میں قلت جہیز اور کثرت مہر ننگ و عار ہی اور مال کا بالکل نکاح میں مقصود نہونا بھی علی الاطلاق صحیح نہیں کہ حق تعالی نے طلب
نکاح کی بعوض مال کے مباح کی نکح ذمی او مستامن ذمیة او حربی حربیة ثمہ میتة او بلا مہر وان سکتا عنہ او نفیاہ والحال ان ذا جائز
عندہم فوطئت او طلقت قبلہ او مات عنہا فلا مہر لہا وکذا لو اسلما وترافعا الینا لانا امرنا بترکہم وما یدینون نکاح کیا ذمی یا مستامن نے ذمیہ سے یا
حربی نے نکاح کیا حربیہ سے دار الحرب میں مردار جانور کے مہر پر یا بدون مہر کے نکاح کیا اسطرح کہ دونوں بیان مہر سے ساکت رہے یا دونوں نے مہر کی نفی کی
اور حالانکہ یہ انکے نزدیک جائز ہی پھر وطی ہوئی ذمیہ یا حربیہ کی یا طلاق قبل وطی کے ہوئی یا زوج زوجہ کو چھوڑکر مرگیا تو عورت کا کچھ مہر نہوگا اور نہ متعہ
طلاق قبل وطی میں اگرچہ دونوں مسلمان ہوگئے ہوں اور ہمسے معاملہ رجوع کیا ہو تو بھی مہر نہوگا اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور ہیں ذمیوں کے
چھوڑنے پر اور انکے دین کے چھوڑنے پر یعنے انکے دین اور عقاید پر انکو چھوڑنا چاہیے احکام اسلام کے انہیں جاری کرنے کا حکم نہیں ہی واسطے انکے
شراب پینے اور سور کھانے سے روکنا ہمکو نہیں پہونچتا وتثبت بقیة احکام النکاح فی حقہم کالمسلمین من وجوب النفقة فی النکاح ووقوع
الطلاق ونحوہا کعدة ونسب وخیار بلوغ وتوارث بنکاح صحیح وحرمة مطلقة ثلثا ونکاح المحارم اور مہر کے سوا باقی احکام نکاح کے انکے حق میں ثابت ہونگے
مثل مسلمانوں کے جیسے واجب ہونا نفقہ کا نکاح میں اور واقع ہونا طلاق کا اور مثل ان احکام کے جیسے عدت اور نسب اور خیار بلوغ کا اور وارث ہونا نکاح صحیح سے
اور حرام ہونا مطلقہ ثلثہ کا اور حرام ہونا نکاح محارم کا لیکن یہ احکام اسوقت انمیں جاری ہونگے جب انکو بھی ان احکام کا اعتقاد ہو اور ہماری طرف مرافعہ
کرین کذا فی حاشیة الطحطاوی وان نکحہا بخمر او خنزیر عین ای مشار الیہ ثم اسلما او اسلم احدہما قبل القبض فلہا ذلک فتخلل الخمر وتسیب الخنزیر
وان طلقہا قبل الدخول فلہا نصفہ اور اگر نکاح کیا ذمی نے ذمیہ سے شراب معین پر یا معین سور پر یعنے جسکی طرف اشارہ ہوا اسطرح کہ اس سور پر نکاح کیا
پھر دونوں مسلمان ہوگئے یا ایک انہیں سے مسلمان ہوا قبضہ کرنے سے پہلے تو عورت کو وہی ملیگا یعنے وہی شراب اور سور پاویگی تو سرکہ کرڈالے شراب کو اور
چھوڑدے سور کو اور بہتر یہ ہی کہ سور کو قتل کرے کذا فی حاشیة المدنی اور اگر طلاق دی قبل دخول کے تو عورت کو آدھی شراب معین اور آدھا سور معین ملیگا
ولہا فی غیر عین قیمة الخمر ومہر المثل فی الخنزیر اذا اخذ قیمة القیمی کاخذ عینہ اور عورت کو غیر معین شراب اور غیر معین سور میں قیمت شراب کی ملیگی
اور مہر مثل سور میں ملیگا یعنے سور کی قیمت لینا درست نہیں اسواسطے کہ قیمت والی چیز کی قیمت لینا ویسا ہی ہی جیسے اسی چیز کو بعینہ لینا تو اگر سور کی
قیمت لی تو گویا سور لیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے الوطی فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او مہر الا فی مسئلتین صبی نکح بلا اذن ووطاء وبائع امة
وطئہا قبل تسلیم ویسقط من الثمن ما قابل البکارة والا خلا وطی دار الاسلام میں سواے ملک یمین کے خالی نہیں حد سے یا مہر سے مگر دو مسئلوں میں
نہ حد ہی نہ مہر ایک یہ مسئلہ کہ لڑکے نابالغ نے نکاح کیا جوان عورت سے بدون اجازت اپنے ولی کے اور عورت نے نابالغ کی اطاعت کی وطی میں
تو اس صورت میں نہ حد ہی نہ مہر اور دوسرا مسئلہ یہ کہ لونڈی کے بیچنے والے نے لونڈی سے وطی کی قبل تسلیم مشتری کے تو بائع پر نہ حد ہی نہ مہر اور کم ہوجائیگی
اس صورت میں وہ قیمت جو مقابل تھی بکارت کے یعنے ازالہ بکارت سے عیب ہوا تو اتنی قیمت ساقط ہوگی اور اگر لونڈی باکرہ نہ تھی تو کچھ قیمت نہ گھٹیگی دفعت
جاریة مع اخری فازالت بکارتہا لزمہا مہر المثل ایک لڑکی نے دوسری لڑکی کو دھکیلا سبب کی بکارت کو کھویا لازم ہوگا دھکیلنے والی پر مہر مثل
اور اسیطرح صبی اور مرد اجنبی کے دھکیلنے سے ازالہ بکارت کا اگر ہوگا تو انپر بھی مہر مثل لازم آویگا کذا فی الحاشیة المدنی للاب الصغیرة المطالبة

[illegible] اگر غلام سے کہا کہ نکاح کر لے [illegible] طلاق [illegible]

[illegible] نکاح کی اجازت [illegible] طلاق [illegible]

[illegible] طلاق کا اختیار نہیں [illegible] فی النکاح [illegible] فاسد [illegible]

[illegible] اور اذن دینا مولیٰ کا اپنے غلام کو نکاح میں شامل [illegible] نکاح جائز [illegible] نکاح فاسد [illegible] غلام [illegible]

[illegible] نکاح فاسد [illegible] مولیٰ [illegible] فاسد کو شامل نہیں [illegible] نکاح فاسد [illegible]

[illegible] غلام [illegible] کذا فی حاشیۃ [illegible] الصحیح [illegible]

صحیح [illegible] اور اگر مولیٰ نے غلام کو نکاح کا اذن دیا اور فقط صحیح نکاح کی نیت کی تو یہ اذن نکاح صحیح کو [illegible] ہوگا چنانچہ اگر مولیٰ تصریح کر دے

[illegible] فقط صحیح [illegible] فاسد اور اگر تصریح کی مولیٰ نے نکاح فاسد کے اذن پر تو نکاح فاسد کرنا درست ہوگا اور نکاح صحیح بھی درست ہوگا

[illegible] الاخری [illegible] صحیحا [illegible] علی الاجازۃ [illegible] الاذن [illegible] اور اگر مطلق اذن دیا مولیٰ نے غلام

نکاح فاسد کیا [illegible] عورت سے پھر دوسری بار اسی عورت سے نکاح صحیح کیا یا دوسری عورت سے نکاح [illegible] پہلی عورت کے بعد [illegible]

[illegible] کا اذن ایک بار نکاح کرنے پر منتہی ہو جائیگا اگرچہ مولیٰ نے چند بار نکاح کرنے کی نیت کی ہو تو بھی [illegible]

[illegible] اور اگر مولیٰ نے اپنے اذن میں دو بار [illegible] سے نکاح کرنے کی نیت کی تو یہ نیت دو بار کی صحیح ہوگی اور [illegible] غلام [illegible]

عورت سے نکاح [illegible] درست ہوگا اس واسطے کہ دو نکاح [illegible] غلام کے نکاح کی تمامی [illegible] دو نکاح سے زیادہ کرنا درست نہیں کذا التوکیل بالنکاح [illegible]

[illegible] ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح کر دے تو وکیل کو ایک نکاح کے سوا دوسرا نکاح کرنے کا اختیار نہیں بخلاف التوکیل [illegible]

[illegible] الفاسد [illegible] یعنی اذن مولیٰ کا نکاح صحیح اور فاسد دونوں کو شامل ہے بخلاف توکیل بالنکاح کے کہ وہ نکاح فاسد کو شامل نہیں [illegible]

نکاح فاسد [illegible] اسی قول پر فتوی ہے یعنی اگر نکاح کے وکیل نے فاسد نکاح کیا تو نافذ نہ ہوگا اور نکاح فاسد کرنے سے [illegible] وکالت [illegible]

اور اگر اسی عورت سے یا دوسری عورت سے دوبارہ نکاح صحیح وکیل کریگا تو نافذ ہوگا والوکیل بنکاح فاسد [illegible] الصحیح [illegible]

وکیل [illegible] صحیح نکاح کرنے کا بخلاف بیع کے [illegible] فاسد کا وکیل بیع صحیح کا مالک ہوگا کذا فی [illegible] وفی الاشباہ فی قاعدۃ [illegible]

الحقیقۃ الاذن فی النکاح والبیع والتوکیل بالبیع [illegible] الفاسد بالنکاح لا اور اشباہ کے [illegible] کہ اصل ہر کلام میں معنی حقیقی ہیں [illegible] مجازی [illegible] نکاح

بیع کے [illegible] اور بیع کی وکالت میں فاسد بھی شامل ہے اور نکاح کی وکالت میں نکاح فاسد شامل نہیں یعنی اگر مولیٰ غلام کو نکاح اور بیع کا اذن دے تو

نکاح صحیح اور فاسد [illegible] اور بیع صحیح اور بیع فاسد دونوں کو شامل ہے اور [illegible] بیع کی وکالت بیع صحیح اور فاسد دونوں کو عام ہے لیکن نکاح وکالت نکاح فاسد [illegible]

[illegible] نکاح [illegible] وصوم [illegible] ان کانت علی الماضی [illegible] علی المستقبل [illegible] اور قسم نکاح پر اور نماز پر اور روزہ پر اور بیع پر اگر فعل ماضی پر ہو

فاسد کو بھی شامل ہے اور اگر قسم فعل مستقبل پر ہو تو سوائے صحیح کے فاسد کو شامل نہیں یعنی اگر یوں قسم کھائی کہ میں نے نکاح نہیں کیا تو نکاح صحیح اور فاسد دونوں کو شامل [illegible]

اور اگر قسم کھائی کہ میں نکاح نہ کرونگا تو فقط صحیح کو شامل ہے فاسد کو تو حانث نہ ہوگا مگر صحیح نکاح سے اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ میں نے نماز نہیں پڑھی یا حج نہیں کیا یا بیع نہیں کی

تو نماز فاسد اور حج فاسد اور بیع فاسد سے بھی حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ میں نماز نہ پڑھونگا یا حج نہ کرونگا یا بیع نہ کرونگا تو حانث نہ ہوگا مگر نماز صحیح اور حج صحیح اور بیع

صحیح سے [illegible] باذنہ [illegible] وساوت [illegible] مثلہا والاقل والزائد علیہ [illegible]

اور اگر نکاح کیا مولیٰ نے اپنے غلام [illegible] قرضدار کا تو نکاح صحیح ہوگا اور برابر ہو جائیگی عورت غلام کے قرضخواہوں کے [illegible] اپنی مہر مثل میں اور کمتر میں

یعنے جیسے اور قرضخواہ غلام کی کمائی سے حصہ لیتے ہیں ویسا ہی عورت بھی حصہ پاویگی مہر مثل میں اور کمتر میں اور جو مہر کہ زائد ہو مہر مثل سے اور اقل سے تو
عورت غلام سے مطالبہ کریگی زائد کا قرضخواہوں کے قرض پانے کے بعد کدین الصحۃ مع دین المرض جیسے دین صحت کا ساتھ دین مرض کے یعنے ایک شخص پر دین حالت
صحت کا اور حالت مرض کا تو اول صحت کا دین دیا جائیگا پھر اگر کچھ مال باقی رہیگا تو دین مرض کا ادا ہوگا الا اذا باعہ منہا لما مر مگر جبکہ مولی نے غلام کو
عورت کے ہاتھ بیچا تو باقی مہر کا مطالبہ غلام پر نہ رہیگا چنانچہ یہ مسئلہ سابق میں مذکور ہوا صورت اسکی یہ ہے کہ مولی نے غلام ماذون کا نکاح ایک عورت سے ہزار درہم
مہر پر کیا اور غلام پر سابق سے ہزار درم قرض تھے پھر مولی نے غلام کو اسی عورت کے ہاتھ قرضخواہوں کی اجازت سے دو سو درم کو بیچا تو دو سو درم کو قرضخواہ
اور عورت موافق اپنے حصوں کے بانٹ لینگے اور جسقدر عورت کا مہر باقی رہیگا وہ ساقط ہوگا اذا فی الحاشیۃ المدنی عن لو زوج بنتہ مکاتبہ ثم مات لا
یفسد النکاح لانہا لم تملک المکاتب بموت ابیہا الا اذا عجز فرد فی الرق فیفسد للتنافی اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی بیٹی کا اپنے مکاتب غلام سے پھر مولی
مر گیا تو نکاح فاسد نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ بیٹی مالک نہیں ہوئی مکاتب کی اپنے باپ کے مرنے سے مگر جبکہ عاجز ہوا ادا کرنے بدل کتابت سے اور پھر غلام رہا گیا تو بیٹی کا
نکاح فاسد ہوگا بسبب منافات زوجیت و ملکیت کے زوج امتہ او ام ولدہ لا یجب علیہ تبوئتہا وان شرطہا فی العقد نکاح کر دیا مولی نے اپنی لونڈی کا
یا ام ولد کا تو واجب نہیں مولی پر شب باشی کرنا لونڈی کا زوج کے گھر اگرچہ مولی نے شب باشی نکاح میں شرط کر لی ہو تو بھی واجب نہیں اسواسطے کہ مولی کا حق زوج کے
حق پر مقدم ہے اگر کوئی کہے کہ کیا سبب ہے کہ شب باشی کی شرط مولی پر لازم نہ ہوگی اور اگر زوج لونڈی کا آزادی اولاد کی شرط کرلے تو آزادی ثابت ہو جاتی ہے
اسکا جواب شارح نے اپنے اگلے قول میں دیا اما لو شرط الحریۃ اولادہا فیصح وتعتق کل من لدتہ فی ہذا النکاح لان قبول المولی الشرط والتزویج علی اعتبارہ بمعنی تعلیق
الحریۃ بالولادۃ فیصح فتح ومفادہ انہ لو باعہا او مات عنہا قبل الوضع فلا حریۃ لیکن اگر شرط کرلیا زوج نے آزاد ہونا لونڈی کی اولاد کا عقد میں تو یہ شرط صحیح
ہوگی اور آزاد ہونگے جنکو لونڈی اس نکاح میں جنے گی اسواسطے کہ قبول کرنا مولی کا اس شرط کو اور نکاح کر دینا اس شرط کے اعتبار پر در حقیقت آزادی کی
تعلیق ہے ولادت پر یعنے گویا مولی نے لونڈی سے یوں کہا کہ اگر تو اس نکاح میں اولاد جنیگی تو وہ سب حرہیں تو یہ تعلیق صحیح ہوگی اور جب تعلیق صحیح ہوگی تو
بالضرور حریت اولاد کی ثابت ہوگی اور مولی کو اسمیں کچھ اختیار باقی نرہیگا بخلاف شب باشی کی شرط کے کہ اسمیں تعلیق کے معنی نہیں ہو سکتے کذا فی فتح القدیر
اور اس تعلیق سے یہ نکلا کہ اگر مولی نے اس لونڈی کو بیچا یا اسکو چھوڑ کر مر گیا قبل ولادت کے تو اولاد کی آزادی نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ تعلیق نہیں صحیح ہوتی
مگر اسوقت کہ تعلیق کرنے والا زندہ ہو اور مالک ہو وجود شرط کیوقت ولو ادعی الزوج الشرط لا بینۃ لہ حلف المولی نہر اور اگر دعوی کیا لونڈی کے
زوج نے حریت اولاد کی شرط کا اور اسکے پاس گواہ نہیں تو قسم کھاوے مولی کذا فی النہر لکن لا نفقۃ ولا سکنی الا بہا بان یبوئہا السید لا
یستخدمہا لیکن لونڈی کا نفقہ اور سکنی زوج پر نہیں بدون شب باشی کے شب باشی کا یہ طریق ہے کہ مولی اسکو اسکے شوہر کے حوالہ کرے اور اس سے
خدمت نہ لے وتخدم المولی ویطأہا الزوج ان ظفر بہا فارغۃ عن خدمۃ المولی ویکفی فی تسلیمہا قولہ متی ظفرت بہا وطئتہا نہر اور لونڈی خدمت
کیا کرے مولی کی اور وطی کرے زوج اگر اسکو پاوے مولی کی خدمت سے خالی اور کفایت کرتا ہے لونڈی کی تسلیم میں مولی کا یوں کہنا اسکے
زوج سے کہ جب اسکو خالی پاوے تو وطی کیا کر کذا فی النہر فان بوأہا ثم رجع عنہا صح رجوعہ لبقاء حقہ وسقطت النفقۃ سو اگر مولی نے شب باشی کی اجازت
دی پھر اس سے رجوع کی تو اسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا بسبب باقی رہنے حق مولی کے اور ساقط ہوگا نفقہ زوج سے یعنے زمان آئندہ کا نفقہ نہ طلب ہوگا اور
گذشتہ کا نفقہ البتہ طلب ہوگا ولو خدمتہ ای السید بعد التبوئۃ بلا استخدام ای استخدامہا نہارا و اعادہا لبیت الزوج لیلا لا یسقط لبقاء التبوئۃ
اور اگر خدمت کی لونڈی نے مولی کی بعد اجازت شب باشی کے بدون خواہش مولی کے یا مولی نے اس سے دن کی خدمت چاہی اور رات کو
شوہر کے گھر اسکو پھر بھیجا تو نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے شب باشی کے ولہ ای للمولی السفر بہا ای بامتہ ان ابی الزوج

اور مولی کو اختیار ہے اپنی منکوحہ لونڈی کو سفر میں لیجانے کا اگرچہ اُسکا زوج نہ مانے کذا فی الظہیریۃ ولا اجبار لقنہ وامتہ ولو ام ولدہ اور مولی کو اختیار ہے
اپنے مرد اور لونڈی کے نکاح میں جبر کرنے کا اگرچہ لونڈی ام ولد ہو اسواسطے کہ اُسکی ملکیت کامل ہے تو اُسکے نکاح میں زبردستی کرنا جائز ہے اگرچہ وہ راضی
نہیں مگر بار کوشش کر نکاح کرنا چاہیے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن البحر ولا یلزم الاستبراء بل یندب فلو ولدت لاقل من نصف حول فہو من المولی
والنکاح فاسد بحر من الاستیلاد وثبوت النسب اور لازم نہیں مولی پر استبراء بلکہ مستحب ہے یعنے جو لونڈی مولی کے تصرف میں ہو اور وہ اُسکا
نکاح کردے تو استبراء مولی پر ضرور نہیں سو اگر لونڈی بعد نکاح کے چھ مہینے سے کم میں جنے وہ لڑکا مولی کا بیٹا ہوگا اور نکاح فاسد ہوجائیگا البحر
تتمہ اور مدبرہ میں مولی نے دعوی نسب کا کیا ہو اور ام ولد میں نفی ولد کی نکی ہو چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق کے باب الاستیلاد وثبوت النسب میں مذکور ہے
علی النکاح وان لم یبلغا المکاتب والمکاتبۃ بل یتوقف علی اجازتہما ولو صغیرین الحاقا بالبالغ مولی کو جبر کرنے کا اختیار ہے لونڈی غلام کے
نکاح پر اگرچہ دونوں راضی نہوں نہ غلام مکاتب پر اور نہ لونڈی مکاتبہ پر بلکہ نکاح مکاتب اور مکاتبہ کا اُن دونوں کی اجازت پر موقوف ہے اگرچہ
دونوں صغیر ہوں بسبب ملا دینے صغیرین کے بالغ کے ساتھ یعنے بسبب کتابت کے مکاتب اور مکاتبہ خود مختار ہو گئے تو اُنکا نکاح اُنکی اجازت پر موقوف رہا
یہاں تک کہ اگر دونوں صغیر بھی ہونگے تو بھی انکا نکاح انکی اجازت پر ہی موقوف رہیگا یعنے بسبب کتابت کے صغیر بھی بالغ کے برابر ہو گیا مولی کا اختیار نکاح کردینے میں
باقی نہ رہا فلو ادیا فعتقا نفذ موقوفا علی اجازۃ المولی لا علی اجازتہما لعدم اہلیتہما ان لم یکن ثمہ عصبۃ غیرہ پھر اگر مکاتب اور مکاتبہ صغیرین نے نکاح ہونے کے بعد
مال کتابت کا مولی کو ادا کیا تو آزاد ہو گئے نکاح پھر پلٹا مولی کی اجازت پر موقوف ہو کر نہ صغیرین کی اجازت پر بسبب عدم اہلیت صغیرین کے اگر کوئی عصبہ
صغیرین کا نہو سوا مولی کے تب مولی کی اجازت پر نکاح انکا موقوف ہوگا اور اگر صغیرین کا بعد آزاد ہونے کے بھائی یا چچا ہوگا تو اُسکی اجازت پر موقوف
رہیگا نہ مولی کی اجازت پر خلاصہ یہ ہے کہ مولی نے مکاتب اور مکاتبہ صغیرین کا نکاح کیا نکاح نافذ نہوا اسواسطے کہ مکاتب پر ولایت جبری نہیں بلکہ صغیرین کی
اجازت پر موقوف رہا بعد اسکے صغیرین نے بدل کتابت ادا کیا تو آزاد ہو گئے تو اب بھی نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا اسواسطے کہ بسبب آزاد ہونے صغیرین کے مولی کی
ولایت جدید پیدا ہوئی اسواسطے کہ آزاد کرنے والا عصبہ ہوتا ہے اور یہ مسئلہ عجیب ہے کہ لڑکا جبکہ مکاتب تھا تو مختار تھا اور بعد آزاد ہونے کے مجبور ہو گیا اور مولی کی ملکیت قبل آزادی
کے مکاتب پر تھی تو اُسپر اختیار نہ تھا اور بعد آزاد ہونے کے بالکل ملکیت باقی نہ رہی اب اختیار حاصل ہوا ولو عجزا توقف نکاح المکاتب علی رضی المولی ثانیا فلو [illegible] النکاح علیہ اور اگر
عاجز ہوئے مکاتب اور مکاتبہ ادا سے بدل کتابت کے تو موقوف رہیگا نکاح مکاتب کا مولی کی رضامندی پر دوبارہ اسواسطے پھر آئے قن محض اور دوبارہ نکاح کے مولی پر
پہلے اول مکاتب کی رضا پر موقوف تھا جبکہ عاجز ہوا تو خالص غلام ہو گیا اُسکی اجازت اور عدم اجازت کا کچھ اعتبار نہ رہا اب دوسری بار مولی کی اجازت چاہیے اور مولی کی رضا
اول کا اعتبار نہیں اسواسطے کہ مہر اور نفقہ سو وقت میں مکاتب پر تھا نہ مولی پر جب مکاتب عاجز ہوا تو اب اُسکی کمائی مولی کی ہو گئی اسواسطے دوسری بار مولی کی رضامندی ضرور ہوئی بطل
نکاح المکاتبۃ لانہ طرأ حل بات علی موقوف فابطلہ والدلیل یعمل العجائب وبحث الکمال ہنا شہیر صائب اور باطل ہو گیا نکاح مکاتبہ کا عاجز ہونے سے اسواسطے کہ طاری ہوئی حلت
نافذ موقوف پر سو اسکو باطل کر ڈالا اور دلیل سے امور عجیب ثابت ہوتے ہیں اور اعتراض کمال الدین ابن الہمام کا یہاں ٹھیک نہیں یعنے جب مولی نے مکاتبہ کا نکاح بدون
اُسکی رضا کے کردیا تو وہ نکاح موقوف تھا اُسکی اجازت پر پھر جب مکاتبہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گئی تو رقیت نے عود کیا تو مولی پر بسبب عود ملکیت کے
اسکی وطی حلال ہوئی اس حلت کاملہ نے نکاح موقوف غیر نافذ کو فاسد کر ڈالا نکاح باطل ہو گیا محقق ابن الہمام نے یہاں اعتراض کیا ہے کہ بعد آزاد ہونے مکاتب صغیر کے
اُسکے نکاح کا اجازت پر موقوف ہونا معقول نہیں اسواسطے کہ مولی کی ولایت بعد آزاد ہونے کے باقی نہ رہی خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ بعد آزاد ہونے صغیر کے مولی کو بسبب
حکم ولاء کے ولایت جدیدہ حاصل ہوئی اور جو ولایت کہ منتفی ہوئی وہ بحکم ملک تھی موقوف ہونا اُسکے نکاح کا مولی کی اجازت پر بلا تردد معقول ہو گیا دلیل
کی یہی صفت ہے کہ ایسے مسائل عجیبہ اس سے ثابت ہو جاتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ولو قتل المولی امتہ قبل الوطی لو خطأ فتح و ہو

مکلف فلو صبیا لم یسقط علی الراجح ذکرہ المصنف سقط المہر لمنعہ المبدل کحرۃ ارتدت ولو صغیرۃ اور اگر قتل کیا مولی نے اپنی لونڈی کو قبل وطی یا خلوت صحیحہ کے
اگرچہ قتل خطا کا ہو کذا فی فتح القدیر اور حالانکہ مولی مکلف ہو یعنے عاقل بالغ ہو تو اگر مولی لڑکا ہوگا تو مہر ساقط نہوگا بنا بر قول راجح کے چنانچہ اسکو
مصنف نے اپنی شرح میں ذکر کیا تو مولی کے قتل سے ساقط ہوگا مہر لونڈی کا اُسکے زوج پر بسبب روکنے مولی کے عوض کو یعنے مہر عوض ہے وطی کا پھر
جب قبل وطی مولی نے لونڈی کو قتل کیا تو مہر کو کس وجہ سے پاویگا جیسے حرہ کا مہر ساقط ہو جاتا ہے اُسکے مرتد ہونے سے قبل وطی کے اگرچہ حرہ صغیرہ ہو تو بھی ساقط ہوگا
اسواسطے کہ جدائی عورت کیطرف سے ہوئی نہ مرد کی طرف سے لا لو فعلت ذلک ای القتل امرأۃ ۔ او امتہ علی الصحیح خانیۃ بنفسہا او قتلہا وارثہا او وارث الامۃ
او قبلت ابن زوجہا کما رجحہ فی النہر اذ لا تفویت من المولی نہ مہر ساقط ہوگا اگرچہ قتل عورت نے کیا اگرچہ لونڈی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخانیۃ عورت نے
خود آپکو قتل کیا یا اُسکے وارث نے اُسکو قتل کیا یا لونڈی مرتد ہوگئی یا اُسنے زوج کے فرزند کا بوسہ لیا چنانچہ نہر الفائق میں اسی قول کی ترجیح دی ہے لونڈی کے قتل
اور مرتد ہونے اور بوسہ لینے سے اسواسطے مہر نہ ساقط ہوگا کہ مولی کیطرف سے تفویت اور قصد نہیں یعنے مہر کا مالک مولی ہے تو لونڈی کے قصور سے مہر کیونکر ساقط
ہوگا اور اسیطرح اگر حرہ نے آپکو قتل کیا تو اُسکے مہر کے وارث مالک ہونگے اور اگر ایک وارث نے حرہ کو قتل کیا تو اور وارث مالک ہونگے اُن صورتوں میں مہر نہیں ساقط ہوتا
او قتلہا بعدہ ای الوطی لتقررہ بہ یا مولی مکلف نے لونڈی کا قتل بعد وطی کے کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بسبب ثابت ہو جانے مہر کے وطی سے ولو قتلہ بعبدہ او
مکاتبۃ او ماذونۃ مدیونۃ لم یسقط اتفاقا اور اگر مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا یا اپنی مکاتبہ کو قتل کیا یا لونڈی ماذونہ قرضدار کو قتل کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بالاتفاق
اسواسطے کہ مہر کا مالک ان صورتوں میں مولی نہیں جب مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اُسکی زوجہ غلام کی قیمت سے اپنا مہر مولی سے
لیگی والاذن فی العزل وہو الانزال خارج الفرج لمولی الامۃ لا لہا لان الولد حقہ وہو یفید التقیید بالبالغۃ وکذا الحرۃ نہر اور اذن دینا عزل میں
عزل خارج شرمگاہ کے انزال کو کہتے ہیں اور بہتر تعریف عزل کی بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے وہ یہ کہ وطی کرے جب وقت انزال کا آوے تو جلد جدا ہو کر خارج
شرمگاہ سے انزال کرے سو عزل میں اجازت دینا مولی کے اختیار میں ہے نہ لونڈی کے اسواسطے کہ لونڈی کا لڑکا حق ہے مولی کا اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ لونڈی کو بالغہ کر
مقید کرنا چاہیے یعنے جب لڑکا مولی کا حق ٹھہرا تو اگر لونڈی بالغہ ہو تو اُسکا شوہر مولی سے عزل کی اجازت لے صغیرہ لونڈی میں اجازت مولی کی حاجت نہیں اسلیے کہ
صغیرہ کے لڑکا نہیں ہوتا جو عزل سے حق مولی کا تلف ہو اور اسیطرح حرہ کو بھی بالغہ کر مقید کرنا چاہیے یعنے اگر حرہ بالغہ ہو تو اُسکا شوہر اس سے عزل کی اجازت لے اور صغیرہ سے
اجازت کی حاجت نہیں کذا فی النہر ویعزل عن الحرۃ وکذا المکاتبۃ نہر بحثا باذنہا اور عزل کرے حرہ کی اجازت سے اور یہی حال ہے مکاتبہ کا چنانچہ نہر الفائق میں ہے
باعتبار بحث کے لکن فی الخانیۃ انہ یباح فی زماننا لفساد الزمان قال الکمال فلیعتبر عذرا مسقطا لاذنہا لیکن خانیہ میں ہے کہ عزل حرہ سے بدون اجازت حرہ کے مباح ہے
ہمارے زمانے میں بسبب فساد زمانہ کے یعنے اسوقت میں اکثر لڑکے اطاعت نہیں کرتے والدین کو رنج پہونچاتے ہیں علامہ کمال الدین محقق نے کہا کہ فساد زمانے کو اذن
حرہ کا عذر مسقط اعتبار کرنا چاہیے وقالوا یباح اسقاط الولد قبل اربعۃ اشہر ولو بلا اذن الزوج اور کہا ہے فقہا نے کہ مباح ہے اسقاط ولد کا چار مہینے سے پہلے اگرچہ
بے اجازت زوج کے ہو یعنے جان پڑنے سے قبل پیٹ کا گرانا درست ہے چنانچہ شارح نے اسقاط ولد مطلقا بیان کیا لیکن حق یہ ہے کہ بدون ضرورت کے جائز نہیں جیسے
لڑکا عورت کا دودھ پیتا ہو اور اُسکے حمل رہ گیا اور زوج کو دایہ رکھنے کی طاقت نہیں تو بسبب خوف ہلاکی ولد کے اسقاط قبل نفخ روح کے جائز ہے خانیہ کے باب الکراہیت
میں ہے کہ میں نہیں کہتا کہ اسقاط مطلقا مباح ہے اسواسطے کہ محرم اگر شکاری پرند کا انڈا توڑے تو اُسپر ضمان ہے اسواسطے کہ انڈا اصل ہے پرند کی جب محرم ماخوذ ہوا
تو بیعذر اسقاط میں کیونکر گنہ نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وعن امتہ بغیر اذنہا بلا کراہۃ فان ظہر بہا حبل حل نفیہ ان لم یعد قبل البول اور عزل کرے اپنی
لونڈی سے بدون اُسکی اجازت کے بلا کراہیت سو اگر لونڈی سے عزل کیا اور اُسکے حمل ظاہر ہوا تو مولی کو اسکی نفی کرنا درست ہے یعنے یوں کہنا کہ یہ حمل
میرے نطفہ سے نہیں ہے درست ہے بشرطیکہ دوبارہ وطی نکی ہو پیشاب کرنے سے پہلے یعنے اگر مولی نے اول جماع کیا اور عزل کیا پھر بدون پیشاب کیے

دوبارہ غسل کیا تو نفی کرنا درست نہوگا اسواسطے کہ احتمال ہے کہ بقیہ منی دوسرے غسل میں نکلی ہو اور موجب حمل کی ہوئی ہو اور وہ دوسری شرط نفی کی یہ ہے کہ لونڈی محصنہ
ہو یعنے گھر سے باہر آتی جاتی ہو اور اگر محصنہ ہے تو نفی جائز نہیں ہے اسواسطے کہ غسل کیوقت شاید کچھ منی اندر رہ گئی ہو تیسری شرط نفی کی یہ ہے کہ غیر محصنہ میں ظن غالب چاہیے
کہ یہ حمل غیر نطفہ سے نہیں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وَعُتِقَتْ اَمَۃٌ اَوْ اُمُّ وَلَدٍ اَوْ مُکَاتَبَۃٌ اَوْ حُکْمًا کَمُعْتَقَۃِ الْبَعْضِ عَتَقَتْ تَحْتَ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ وَلَوْ کَانَ النِّکَاحُ بِرِضَاہَا
دفعا لزیادۃ الملک علیہا بطلقۃ ثالثۃ نکاح باقی رکھنے یا نہ رکھنے میں مختار ہے لونڈی اگرچہ ام ولد ہو اور مکاتبہ مختار ہے اگرچہ حکمی مکاتبہ ہو جیسے وہ لونڈی کہ کل آزاد نہو
مثلاً نصف آزاد ہو یا ربع یا اختیارہ سوقت ہے جب آزاد ہو جاوے خواہ حر کے نیچے ہو خواہ عبد کے اگرچہ نکاح اسکی رضا سے ہوا ہو تو بھی اسکو اختیار ہے تاکہ دفع ہو زیادتی
ملک کی اوپر سے بسبب طلقہ ثالثہ کے یعنے جب لونڈی تھی زوج کے دو بار طلاق دینے سے چھٹ سکتی تھی اور حرہ بدون تین طلاق کے نہیں چھٹتی تو حرہ پر بنسبت لونڈی
کے ایک طلاق کی ملک زیادہ ہوتی ہے تو اسواسطے شارح نے اسکو اختیار دیا کہ اپنے اوپر سے طلقہ ثالثہ کی ملک چاہے دفع کرے اور چاہے جائز رکھے فَاِنِ
اخْتَارَتْ نَفْسَہَا فَلَا مَہْرَ لَہَا اَوْ زَوْجَہَا فَالْمَہْرُ لِسَیِّدِہَا اسواسطے اگر لونڈی آزاد نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنے نکاح توڑا تو اسکا کچھ مہر نہیں اگر وطی نہوئی ہو اسواسطے
کہ جدائی اسیکی طرف سے ہوئی اور اگر وطی ہوئی ہو تو مہر مولی کو ملیگا اور اگر اسنے زوج کو اختیار کیا یعنے نکاح قائم رکھا تو مہر اسکے مولی کا ہے وطی ہوئی
یا نہوئی ہو مولی مہر کا اسواسطے مالک ہوگا کہ مہر ثابت ہوا تھا نفقہ سے اور اسوقت لونڈی کی ملک تھی اَوْ صَغِیْرَۃً تَاَخَّرَ کَبُلُوْغِہَا وَلَیْسَ لَہَا خِیَارُ بُلُوْغٍ فِی الْاَصَحِّ اور اگر لونڈی
صغیرہ ہو تو اسکی آزادی کا اختیار اسکے بالغ ہونے تک متاخر رہیگا اسواسطے کہ صغیر کے افعال کا سبب عقل نہونے کے کچھ اعتبار نہیں اور نہیں ہے اختیار
لونڈی کو بلوغ کا قول اصح میں اسواسطے کہ خیار عتق کا معنی ہے خیار بلوغ سے چنانچہ باب الولی میں مذکور ہوگا اَوْ کَانَتِ الْاَمَۃُ عِنْدَ النِّکَاحِ حُرَّۃً ثُمَّ صَارَتْ
اَمَۃً بِاَنِ ارْتَدَّا وَلَحِقَا بِدَارِ الْحَرْبِ ثُمَّ سُبِیَا مَعًا فَاُعْتِقَتْ خُیِّرَتْ عِنْدَ الثَّانِی خِلَافًا لِلثَّالِثِ مبسوط یا خیار عتق کا اسوقت بھی ثابت ہوگا جب لونڈی نکاح کے وقت
حرہ تھی پھر لونڈی ہوگئی اس طرح کہ زوج اور زوجہ مرتد ہوگئے اور دونوں دار الحرب میں جا رہے پھر وہاں سے دونوں قید ہو آئے دار الاسلام میں
پھر عورت آزاد ہوئی تو اسکو نکاح رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہوگا نزدیک ابو یوسف کے نہ نزدیک محمد کے کذا فی المبسوط وَالْجَہْلُ بِہٰذَا الْخِیَارِ خِیَارِ الْعِتْقِ
عُذْرٌ فَلَوْ لَمْ تَعْلَمْ بِہٖ حَتّٰی ارْتَدَّا وَلَحِقَا فَعَلِمَتْ فَفَسَخَتْ صَحَّ اِلَّا اِذَا قُضِیَ بِاللَّحَاقِ وَلَیْسَ ہٰذَا الْحُکْمَ بَلْ فَتْوٰی کافی اور بے علمی اس خیار عتق کی عذر ہے بخلاف خیار بلوغ
کے اسواسطے کہ لونڈی کو بسبب مشغولی خدمت مولے کے تحصیل مسائل دینی کی فرصت نہیں بخلاف حرہ کے سو اگر لونڈی کو خیار عتق کا علم نہوا اسطرح
کہ لونڈی منکوحہ تھی پھر مولی نے اسکو آزاد کیا اور اسکو خیار عتق کا مسئلہ نہ معلوم ہوا یہاں تک کہ وہ اور اسکا شوہر دونوں مرتد ہوگئے اور دار الحرب میں
جا ملے پھر دار الاسلام میں گرفتار ہو آئے یا مسلمان ہو کر خود آگئے پھر عورت نے خیار عتق کا مسئلہ جانا خواہ دار الاسلام میں خواہ دار الحرب میں سو نکاح
فسخ کیا تو یہ فسخ کرنا باوجود اتنی مدت گذرنے کے بسبب عذر جہل کے صحیح ہوگا مگر جبکہ قاضی نے اسکے حق میں لحوق کفار کا حکم دیا تو عورت کا فسخ کرنا صحیح نہوگا اسواسطے
کہ بعد حکم لحوق کے اگر پھر آویگی تو لونڈی ہو جاویگی اور فسخ کو صحیح کہنا حکم نہیں ہے بلکہ فتوی ہے یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ تمنے دار الحرب کے
ملنے والوں میں یہی حکم دیا کہ فسخ نکاح کا صحیح ہے اور حالانکہ دار الحرب سے احکام مسلمین کے منقطع ہیں شارح نے جواب دیا کہ یہ حکم نہیں بلکہ فتوی ہے یعنے حادثہ کے
سوال کا جواب ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی وَلَا یَتَوَقَّفُ عَلَی الْقَضَاءِ وَلَا یَبْطُلُ بِسُکُوْتٍ وَلَا یَثْبُتُ لِغُلَامٍ وَیَقْتَصِرُ عَلَی الْمَجْلِسِ کَخِیَارِ مُخَیَّرَۃٍ بِخِلَافِ خِیَارِ الْبُلُوْغِ
فِی الْکُلِّ خانیۃ اور نہیں موقوف ہے خیار عتق کا قاضی کے حکم پر اور نہیں باطل ہوتا سکوت سے اور ثابت نہیں خیار عتق غلام صغیر کو یعنے جب غلام صغیر آزاد ہو
تو اسکو خیار عتق حاصل نہیں اور منحصر ہے خیار مجلس علم پر تو اگر مجلس سے عورت اٹھ گئی خیار باطل ہوگیا جیسے خیار مخیرہ کا مجلس علم پر منحصر ہے مخیرہ وہ عورت
جسکے زوج نے اس سے کہا کہ تجھکو میں نے طلاق کا اختیار دیا تو اگر وہ مجلس سے اٹھ گئی تو اختیار اسکا باطل ہوگیا بخلاف خیار بلوغ کے کہ وہ
پانچوں حکم میں مخالف ہے خیار عتق کے کذا فی الخانیہ یعنے خیار بلوغ قضاء پر موقوف ہے اور سکوت سے باطل ہوتا ہے اور غلام کو بھی ثابت ہے اور آخر مجلس تک

متحقق نہیں ہوتا اور باندی میں قبل عقد نہیں چنانچہ باب الولی میں مفصل ذکر ہو چکا **نکح عبد بلا اذن فعتق** او باعہ فاجاز المشتری **نفذ** لزوال المانع نکاح کیا غلام نے بدون اجازت مولیٰ کے پھر آزاد ہو گیا یعنی آزاد کیا مولیٰ نے یا اسکو مشتری نے اسکا نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہوگا بسبب زوال مانع کے یعنی اول غلام کا نکاح موقوف اجازت پر موقوف تھا جب آزاد ہوا تو حق مولیٰ کا جاتا رہا اب کسی اجازت کی کچھ حاجت نہیں **وکذا الحکم الامۃ ولا خیار لہا** لکون النفوذ بعد العتق فلم تتحقق زیادۃ الملک وہ ایسا ہی حکم ہے لونڈی کا یعنی اسکا بھی نکاح بلا اذن بعد آزادی کے نافذ ہوتا ہے اور بعد نکاح فسخ کرنے میں لونڈی کا اختیار نہیں اسواسطے کہ نافذ ہونے نکاح کے بعد آزادی کے ہے تو زیادتی ملک طلقہ ثالثہ کی ثابت ہوگی وکذا لو زوجہا فضولی وعتقہا فضولی واجازہا المولیٰ اور اسیطرح لونڈی کو اختیار فسخ کا نہیں اگر بلا اجازت نکاح کی اور آزادی ساتھ ہی ہو اس طرح پر کہ نکاح کر دیا لونڈی کا ایک فضولی نے اور آزاد کیا اسکو دوسرے فضولی نے اور جائز رکھا ان دونوں کو یعنے نکاح و عتق کو مولیٰ نے وکذا مدبرۃ عتقت بموتہ او اسیطرح اختیار فسخ کا مدبرہ کو نہیں جسنے اپنا نکاح بے اذن مولیٰ کے کیا پھر آزاد ہوئی مولیٰ کی موت سے وکذا ام الولد ان دخل بہا الزوج والا لم ینفذ لان عدتہا من المولیٰ تمنع نفاذ النکاح اور اسیطرح اس ام ولد کو اختیار فسخ کا نہیں جسنے اپنا نکاح بے اذن مولیٰ کے کیا پھر وہ آزاد ہوئی مولیٰ کے آزاد کرنے سے یا اسکی موت سے نکاح ام ولد کا اسوقت نافذ ہوگا اگر اسکے زوج نے وطی کی ہوگی اور اگر زوج نے قبل آزادی کے وطی نہ کی تو اسکا نکاح نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ عدت ام ولد کی مولیٰ کی وفات سے مانع ہے نفاذ نکاح کی اور جب قبل عتق کے زوج وطی کر چکا تو مولیٰ کی عدت معدوم ہو گئی موجب روایت ابن سماعہ کے محمد سے اور ظاہر الروایہ میں زوج کی وطی سے بھی مولیٰ کی عدت نہیں جاتی تو نکاح صحیح نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحاوی **فلو وطی الزوج الامۃ قبلہ ای العتق فالمہر المسمی لہ ای المولیٰ وبعدہ فلہا** لقابلتہ منفعۃ بملکہا سو اگر وطی کی زوج نے لونڈی سے قبل آزاد ہونے کے تو مہر مسمی مولیٰ کا ہے اور اگر وطی کی بعد آزادی کے تو مہر عورت کا ہے واسطے مقابل ہونے مہر کے اسکی ملک کی منفعت سے یعنے جب لونڈی آزاد ہوئی تو اپنی ذات کے تصرف کی مالک ہوئی اور مہر بدلا ہے وطی کا تو بعد آزادی کے مہر کی مالک عورت ہی ہوگی **ومن وطی امۃ ابنہ فولدت فادعاہ** لم یتزوجہا ولم یحبلہا **ثبت نسبہ** بشرط بقاء ملک ابنہ من وقت الوطی الی الدعوۃ اور وطی کی اپنے بیٹے کی لونڈی سے پھر وہ حاملہ ہوئی اور لڑکا جنی تو اگر نہ بیٹے کی تو لازم ہوگا باپ پر مہر مثل اور آنسے حرام کام کیا اور جنسے اسکو زنا کی حد ساقط ہو جائیگی پھر باپ نے اس لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور حالانکہ باپ حر اور مسلمان اور عاقل ہے تو اسکا نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ بیٹے کی ملک لونڈی پر باقی رہی ہو وطی کے وقت سے دعوی کرنے تک [illegible] لونڈی کا بیٹے بھائی سے حد نہیں کرتا [illegible] مہر [illegible] کے ساتھ یعنے جب باپ نے بیٹے کی لونڈی سے وطی کی اور وہ لونڈی دوسرے بیٹے کی ملک میں جاتی رہی خواہ بیع سے خواہ ہبہ سے اور وہاں جنی تو تمام ملک میں کچھ حرج نہیں اسواسطے کہ باپ کے دونوں بیٹے برابر ہیں ولایت میں [illegible] **ام ولدہ** لاستناد الملک لوقت العلوق تو بیٹے کی لونڈی ام ولد ہوگئی باپ کی بسبب استناد ملک کے حمل رہنے سے اسواسطے کہ باپ مالک ہے بیٹے کے مال کا حاجت کے وقت کیونکہ حدیث میں آیا ہے انت ومالک لابیک یعنے تو اور تیرا مال تیرے باپ کا مملوک ہے اور نطفہ آدمی کا جزو ہے تو اسکی حفاظت ضروری ہے اس ضرورت سے بیٹے کے مال کا باپ مالک ٹھہرا اور لونڈی اسکی ام ولد ہوگئی **و علیہ قیمتہا** ولو فقیرا لان حاجتہ بقاء نسلہ دون بقاء نفسہ لذا یحل لہ عند الحاجۃ الطعام لا الوطی ویجبر علی نفقۃ ابیہ لا علی دفع جاریتہ لتسری اور باپ پر واجب ہے قیمت لونڈی کی حمل رہنے کے دن سے اگرچہ باپ فقیر ہو بسبب کم ہونے حاجت بقائے نسل کے بہ نسبت بقائے نفس کے اور اسیواسطے حلال ہے باپ کو حاجت کے وقت طعام بیٹے کا نہ وطی اسکی لونڈی کی اور جبر کیا جائیگا بیٹے پر باپ کے نفقہ کا اور جبر نہ ہوگا لونڈی دینے پر تاکہ باپ اسکا حرم بنا وے یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ تمنے فقیر باپ پر کیوں قیمت واجب کی حالانکہ باپ اپنی حفظ منی اور بقائے نسل میں مضطر ہو اور باپ اگر مضطر ہو بیٹے کا طعام کھا تو اس پر ضمان نہیں شارح نے جواب یا کہ طعام میں بقائے نفس ہے اور حفظ منی میں بقائے نسل ہے اور بقائے نفس اعظم ہے بقائے نسل سے تو دونوں برابر نہوئے اسواسطے حفظ منی میں

قیمت واجب ہوگی نہ طعام میں لا عقرہا ولا قیمۃ ولدہا اما لو کانت مشترکۃ فیجب حصۃ الشریک یا باپ پر قیمت لونڈی کی واجب ہوگی نہ اسکا مہر مثل ورنہ قیمت اسکے

لڑکے کی بشرطیکہ لونڈی مشترکہ نہو اور اگر لونڈی بیٹے اور اجنبی میں مشترک ہو تو بقدر حصہ شریک کے مہر مثل واجب ہوگا وہذا اذا ادعاہ وحدہ فلو مع الابن فان شریکین

قدم الاب والا فالابن اور یہ حکم مسائل سابقہ کا اسوقت ہے جب فقط باپ ہی نے دعوی نسب کا کیا پھر اگر شریک ہوا باپ بیٹے کے ساتھ دعوی میں یعنے باپ نے

کہا یہ میرا بیٹا ہے اور بیٹے نے کہا میرا بیٹا ہے تو اگر باپ اور بیٹا دونوں شریک ہوں لونڈی کی ملکیت میں تو باپ کا دعوی مقدم ہوگا دو وجہ سے کہ اپنے حصہ میں ملک حقیقی اور

اور بیٹے کے حصہ میں ملک حکمی اور اگر دونوں شریک نہوں تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ لونڈی فقط بیٹے کی ملک ہے تو بیٹے کا دعوی مقدم ہے دوسرے یہ کہ باپ کی خاص

ملک ہو تو دعوی بیٹے کا غیر مسموع ہے اور ظاہر کلام شارح سے یہی نکلتا ہے کہ دوسری صورت میں بھی دعوی بیٹے کا مقدم ہے اور حالانکہ ظاہر الفساد ہے کذا فی الطحطاوی

ولو ادعی ولد ام ولدہ المنفی او مدبرتہ او مکاتبتہ شرط تصدیق الابن اور اگر دعوی کیا باپ نے اپنے بیٹے کی ام ولد کے ولد منفی کا یا اسکے مدبرہ کے ولد کا یا اسکی

مکاتبہ کے ولد کا تو ثبوت نسب کے واسطے مشروط ہے تصدیق بیٹے کی پھر جب بیٹا باپ کے دعوی کی تصدیق کریگا تو نسب ثابت ہوگا اس احتمال سے کہ باپ نے نکاح کرلیا ہو صحیح

یا فاسد یا وطی اشتباہ سے ہوگئی ہو اور اگر بیٹے نے اپنی ام ولد کے ولد کی نفی نکی تو الحاق اس ولد کا باپ سے صحیح نہوگا اسواسطے کہ نسب قابل انتقال کے نہیں ہو دیکھا

صحیح کتاب بعد زوال ولایۃ بموت او کفر او جنون او رق فیہ ای فی الحکم المذکور اور دادا مانند باپ کے ہے بعد زائل ہونے ولایت باپ کے سبب موت یا کفر کے

یا جنون کے یا غلام ہونے کے حکم مذکور میں یعنے اگر دادا پوتے کی لونڈی کے ولد کا دعوی کرے تو صحیح ہے بشرطیکہ ولایت باپ کی اسباب مذکورہ سے زائل ہوگئی ہو لا یکون

کالاب قبلہ ای قبل الزوال المذکور نہوگا دادا مثل باپ کے قبل اسکے یعنے قبل زوال ولایت مذکورہ کے دادا مثل اجنبی کے ہے ویشترط ثبوت ولایتہ من حین العلوق الی الدعوۃ

اور صحت دعوی میں شرط ہے ثبوت ولایت دادا کی وقت وطی سے دعوت تک سو اگر وطی کی دادا نے باپ کی ولایت میں پھر مثلاً باپ مرگیا اور لونڈی جنی

دادا کی ولایت میں تو دعوی صحیح نہوگا لکونہ تحقیقا ولو فاسدا ابوہ ولو بالولایۃ فولدت الامۃ ام ولدہ لتولدہ من نکاح اور اگر نکاح کیا باپ نے بیٹے کی

لونڈی سے اگرچہ نکاح فاسد ہو اسواسطے کہ نکاح فاسد مثل صحیح کے ہے ثبوت نسب میں اور گو کہ باپ نے نکاح بولایت کیا اس صورت میں کہ بیٹا صغیر یا مجنون تھا پھر لونڈی

جنی تو ہوگی ام ولد باپ کی اسواسطے پیدا ہونے ولد کے نکاح سے اور ام ولد ہونا ملک سے نہیں ہوتی و یجب المہر لا القیمۃ وولدہ حر لملک اخیہ اور جب

ہوگا باپ پر مہر یا مہر مثل نہ قیمت لونڈی کی اور بیٹا لونڈی کا آزاد ہوگا اسواسطے کہ اسکا بھائی اسکا مالک ہے تو بسبب قرابت کے آزاد ہوگیا ومن الحیل ان یملکہا

لطفلہ ثم یتزوجہا اور حیلہ ہے کہ لونڈی سے وطی کرے اور وہ لڑکا پیدا ہونے سے ام ولد نہو تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی لونڈی کو اپنے لڑکے کی ملک میں کردے خواہ بیع

خواہ ہبہ پھر اس لونڈی سے نکاح کرلے تب یہ لونڈی جنے گی تو ام ولد باپ کی نہوگی اور لڑکا حر ہوگا ولو وطی جاریۃ امرأتہ او والدہ او جدہ فولدت و

ادعاہ لا یثبت النسب الا بتصدیق المولی فلو کذبہ ثم ملک الجاریۃ یوما ثبت النسب یعنی فی الاستیلاد اور اگر وطی کی اپنی جورو کی لونڈی سے یا اپنے باپ کی

لونڈی یا دادا کی لونڈی سے پھر وہ جنی اور وطی کرنے والے نے دعوی نسب کا کیا تو نسب نہ ثابت ہوگا مگر لونڈی کے مالک کی تصدیق سے یعنے جورو اور باپ اور دادا اگر

کہے کہ یہ لونڈی مدعی کے ولد سے جنی ہے اور یہ لڑکا اسی کا ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر مالک نے اسکی تکذیب کی پھر مدعی اس لونڈی کا مالک ہوگیا عمر بھر میں کسیوقت تو ثابت ہوگا

نسب اس لڑکے کا اور یہ مسئلہ باب الاستیلاد میں آویگا حرۃ متزوجۃ برقیق قالت لمولی زوجہا الحر المکلف اعتقہ عنی بالف او زادت رطل من خمر اذ الفاسد ہنا

کالصحیح ففعل فسد النکاح لتقدیم الملک فتضاد بکانہ قال بعہ منک ثم اعتقہ عنک حرہ غلام کی منکوحہ نے اپنے زوج کے مولی سے جو حر اور مکلف ہے کہا کہ آزاد کردے اسکو میری طرف سے

بعوض ہزار درہم کم یا زیادہ کیا ہزار پر یعنے یوں کہا کہ بدلے ہزار درہم اور ایک رطل شراب کے اسکو آزاد کر اسواسطے کہ فاسد بھی یہاں یعنے احتمال سقوط قبض میں مانند

صحیح کے ہے پھر مولی نے ایسا ہی کیا یعنے اسکو آزاد کردیا تو فاسد ہوگا نکاح بسبب مقدم ہونے ملک کے اسواسطے کہ بطریق اقتضا کلام کے گویا عورت نے کہا کہ بیچ اپنے غلام کو میرے ہاتھ

پھر اسکو آزاد کر میری طرف سے آزادی یعنے آزاد کیا بدون مالکیت کے نہیں ہوتی پھر جب اسکی طرف سے آزاد کیا تو اول وہ مالک ٹھہری جب مالک ٹھہری تو نکاح فاسد ہوگیا لکن قال کذا لک

العتق من الماموربعدم القبول لمامرعن الحواشی السعدیۃ ومفادہ انہ لوقال تقبلت ثم عمرالآمرلمکن یا اگرمولی نے صریح کہاکہ مین نے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا یا تیری طرف سے اُسکو آزاد کیا تو عتق مامورکی طرف سے یعنے مولی کیطرف سے واقع ہوگا بسبب پائے جانے قبول کے آمرکیطرف سے چنانچہ حواشی سعدیہ مین ہے یعنے اس صورت مین فقط مامور کیطرف سے ایجاب بیع کا ہوا اور قبول آمرکا نہوا تو بیع منعقد نہوئی تو آزادی غلام کی مامورکی جانب سے ہوگی نہ آمرسے بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اگرچہ وہان بھی قبول آمرکا ثابت نہین لیکن بیع وہان ضمنا منعقد ہوئی تھی نہ صریحا اور بیع ضمنی مین قبول کی حاجت نہین بخلاف بیع صریح کے تو حواشی سعدیہ کی تعلیل سے یہ نکلا کہ اگرمامور کیطرف سے ایجاب ہے اور بعدہ آمرکہے کہ مینے قبول کیا تو عتق آمرکیطرف سے ہوگا والولاء لہما ولزمہا الالف وسقط المہراو الاحرۃ مذکورہ کیواسطے اور اسپر ہزار درم لازم ہونگے اور مہر اسکا ساقط ہوگا یعنے جب آزادی غلام کی حرہ کیطرف سے ہوئی تو ولا حرہ کا ہوگا اسواسطے کہ وہ ملاحق ہوا آزاد کرنے والیکا ولا اسکو کہتے ہین کہ بعد مرنے غلام آزاد کے اگر اسکا کوئی وارث نہو تو آزاد کرنے والا اسکے مال کا مالک ہوگا ویقع العتق عن کفارتہا ان نوتہ عنہا اور واقع ہوگا عتق عورت کے کفارہ سے اگر عورت نے عتق سے کفارہ کی نیت کی ہو ولو لم تقل بالف لایفسد لعدم الملک فالولاء لہ لانہ المعتق اور اگر حرہ نے یون نہ کہا کہ ہزار درم کے بدلے آزاد کر بلکہ فقط آزاد کرنے کو بدون ذکرمال کے تو نکاح نہ فاسد ہوگا بسبب مالک ہونے حرہ کے اور اس صورت مین حق ولا مولی کا ہوگا اسواسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہے

باب نکاح الکافر

یشمل الشرک والکتابی یہ باب ہے کافرکے نکاح کا اور کافر شامل ہے مشرک اور کتابی کو وہہنا ثلثۃ اصول الاول ان کل نکاح صحیح بین المسلمین فہو صحیح بین اہل الکفر خلافا لمالک یہ ردہ قولہ تعالی (وامرأتہ حمالۃ الحطب) وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ولدت من نکاح لا من سفاح اور یہان یعنے نکاح کفار مین تین قاعدے ہین پہلا قاعدہ یہ ہے کہ جو نکاح صحیح ہے مسلمانون مین سو صحیح ہے کافرون مین بخلاف امام مالک کے کہ انکے نزدیک کافرون کا نکاح صحیح نہین اور رد کرتا ہے اس قول کو قول اللہ تعالی کا وامرأتہ حمالۃ الحطب حق تعالی نے ابولہب کی جورو کو فرمایا تو یہ اضافت عرف اور لغت مین صحت نکاح پر اطلاق ہوا اور یہ کہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رد کرتا ہے حضرت نے فرمایا کہ مین نکاح سے پیدا ہوا نہ زنا سے تو معلوم ہوا کہ قبل اسلام کے بھی نکاح صحیح تھا والثانی ان کل نکاح حرم بین المسلمین لفقد شرطہ کعدم شہود یجوز فی حقہم اذا اعتقدوہ عند الامام ویقرون علیہ بعد الاسلام اور دوسرا قاعدہ یہ ہے جو نکاح کہ حرام ہے مسلمانون مین بسبب نہ ہونے شرط نکاح کے جیسے گواہون کا نہونا یا عدت مین نکاح کرنا وہ نکاح جائز ہے کفار کے حق مین جبکہ وہ اسکی صحت کے معتقد ہون نزدیک امام اعظم کے اور ثابت رکھے جاوینگے اسی نکاح پر بعد مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد مسلمان ہونے کفار کے انکے نکاحون کو دوبارہ نکیا اور استفسار نفرمایا کہ تمنے اپنا نکاح کیونکر کیا تھا تو اس دلیل سے معلوم ہوا کہ انکے حق مین ویسا ہی نکاح صحیح تھا گو ہمارے حق مین صحیح نہین والثالث ان کل نکاح حرم لحرمۃ المحل کمحارم یقع جائزا وقال مشایخ العراق لا بل فاسدا والاول الاصح وعلیہ تجب النفقۃ ویحد قاذفہ اور تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو نکاح حرام ہے بسبب حرمت محل کے جیسے محارم سے نکاح کرنا تو ہمارے مشایخ کے نزدیک جائز ہوگا اور مشایخ عراق نے کہا کہ جائز نہوگا بلکہ فاسد ہوگا اور پہلا قول اصح ہے تو اسی قول پر نفقہ عورت کا واجب ہوگا اور بعد مسلمان ہونے اُس نکاح والے کے اگر اسکو کوئی زانی کہیگا تو اسپر حد ماری جاویگی واجمعوا انہم لا یتوارثون لان الارث ثبت بالنص علی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقا فیقتصر علیہ ابن ملک اور اتفاق کیا ہے فقہانے کہ کفار باہم وارث نہین ہوتے بسبب نکاح محارم کے لیکن نسب کی جہت سے البتہ وارث ہونگے مثلا ایک کافر نے اپنی بہن سے نکاح کیا اور مرگیا تو عورت بسبب نکاح کے وارث نہوگی لیکن بہن ہونے کی راہ سے وارث بھائی کی ہوگی اسواسطے کہ وراثت زوجین ثابت ہے نص سے برخلاف قیاس کے اس نکاح مین جو کہ بالاطلاق صحیح ہے تو اسی پر منحصر ہوگی اسواسطے کہ جو برخلاف قیاس ہے وہ عام نہین ہے تا کہا کہ ابن ملک نے وراثت زوجین کی خلاف قیاس اسواسطے ہوئی کہ دونون اجنبی ہین الکلم المتنزوجان بلا سماع شہود او فی عدۃ کافر معتقدین لذلک اقرا علیہ لا نا امرنا بترکہم

وما يعتقدون واسلام لائے زوج اور زوجہ جنہوں نے نکاح بدون سماع شاہدون کے یا کافر کی عدت مین کیا اور حالانکہ دونون حالت کفر مین اُسکے معتقد تھے
یعنے نکاح بلا شہود اور نکاح عدت کو درست جانتے تھے تو اسی پر ثابت رکھے جاوینگے اسواسطے کہ ہم مامور ہین انکے ترک پر اور انکے معتقدات سے ترک پر دونون مسلمان
ہوے ہون یا ایک دونون نے قاضی کے پاس نالش کی ہو یا ایک نے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو کانا ای الکفرۃ جان الذان اسلما محرمین او اسلم احدھما او تحرا فعا
الینا وھما علی الکفر فرق القاضی اذ الذی حکاہ بینھما لعدم المحلیۃ بمرافعۃ احدھما لا یفرق لبقاء حق الآخر بخلاف اسلامہ لان الاسلام یعلو ولا یعلی
علیہ اور اگر وہ دونون نکاح کرنے والے جو مسلمان ہوے محرم ہون یا دو محرم ہون اور ان سے ایک مسلمان ہوا یا دونون نے جنہے نالش کی اور حالانکہ وہ کافر ہین
تو جدائی کرادے دونون کے درمیان مین قاضی یا جسکو انھون نے حکم قرار دیا بسبب عدم محلیت نکاح کے اور دو کافرون مین سے ایک کافر کی نالش سے
تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حق دوسرے کا باقی رہا بخلاف ایک کے مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ اسلام بلند ہے پست نہین ہوسکتا الا اذا طلقھا ثلثا و
طلبت التفریق فانہ یفرق بینھما اجماعا کما لو خالعھا ثم اقام معھا من غیر عقد او تزوج کتابیۃ فی عدۃ مسلم او تزوجھا قبل زوج آخر و
طلقھا ثلثا فانہ فی ھذہ الثلثۃ یفرق من غیر مرافعۃ بحر عن المحیط خلافا عن الزیلعی والحاوی من اشتراط المرافعۃ مگر جب طلاق دی مرد نے عورت کو
تین بار اور عورت نے جدائی چاہی تو یہان فقط ایک کی نالش سے جدائی کرا دی جاویگی دونون مین بالاتفاق اسواسطے کہ تین طلاق نکاح کی قاطع
دین سب دینون مین تو دوسرے کا حق باقی نہ رہا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے کہ مرد نے عورت سے خلع کیا پھر اسکے ساتھ قائم رہا بدون عقد کے یا نکاح کیا
کتابیہ سے مسلمان کی عدت مین یا عورت سے نکاح کیا قبل دوسرے زوج کے اور حالانکہ اُسکو طلاق دے چکا تھا تین بار سو ان تینون صورتون مین تفریق کیجائیگی بدون نالش کے
کذا فی البحر عن المحیط بخلاف زیلعی اور حاوی کہ انہین جدائی کیواسطے نالش شرط ہے واذا اسلم احدھما اہ جبین المجوسیین او امرأۃ الکتابی عرض الاسلام علی الآخر
فان اسلم فبھا والا بان ابی او سکت فرق بینھما ولو کان الزوج صبیا ممیزا اتفاقا علی الاصح ولو مجنونۃ کالصبی فیا ذکرہ الاصل ان کل من صح
منہ الاسلام اذا اتی بہ صح منہ الاباء اذا عرض علیہ اور جب مسلمان ہوا دو مجوسی زوج اور زوجہ مین سے ایک شخص یا مسلمان ہوئی جورو کتابی کی تو عرض کیا جائیگا
اسلام دوسرے پر یعنے اُس سے کہا جائیگا کہ تو بھی مسلمان ہوجا سو اگر وہ بھی مسلمان ہوگیا تو خوب ہوا کہ نکاح باقی رہا اور اگر اُسنے اسلام نہ قبول کیا اسطرح کہ انکار کرگیا
یا ساکت رہا تو دونون مین جدائی کرائی جائیگی اگرچہ زوج لڑکا باتمیز ہو تو بھی اسکے انکار سے تفریق ہوگی بالاتفاق بنابر قول اصح کے اور اس تمیز کی حد یہ ہوکہ
جب اسکو اقوال اور افعال کا سمجھنا ہو اور یہ حد بعض نے سات برس مقرر کیے ہین اور یہی پایا صبی کے ہر حکم مذکور مین یعنے اگر زوج کتابی مسلمان ہوا اور اسکی زوجہ صبیہ ہو با تمیز
جو دینون کا سمجھتا ہو تو اسے بھی مسلمان ہونے کو کہا جائیگا سو اگر وہ مسلمان ہوئی تو نکاح باقی رہیگا اور اگر نہ مسلمان ہوئی تو تفریق واقع ہوگی اور اصل جامع اسکی یہ ہے کہ
مسلمان ہونا صحیح ہو اسلام لانیکے وقت اُسکا انکار بھی صحیح ہے اسلام سے غرض اسلام کیوقت منہ سے صبی اور صبیہ کا اسلام لانا تو صحیح ہے تو انکا انکار بھی صحیح ہے
وینتظر عقل ای تمییز غیر الممیز ولو کان مجنونا لا ینتظر لعدم نہایتہ بل یعرض الاسلام علی ابویہ فایھما اسلم تبعہ فیبقی النکاح فان لم یکن لہ اب نصب القاضی
عنہ وصیا فیقضی علیہ بالفرقۃ باقانی عن البھنسی عن روضۃ العلماء للزاہدی اور صبی غیر ممیز کی عقل یعنے تمیز کا انتظار کیا جائیگا اور اگر زوج مجنون ہو
تو انتظار نہوگا اسواسطے کہ جنون کی کچھ نہایت نہین بلکہ اسلام عرض ہوگا مجنون کے ماں باپ پر جو اُنمین سے اسلام قبول کریگا مجنون بھی
اسلام مین اُسکا تابع ہوگا تو نکاح باقی رہیگا پھر اگر اُسکا باپ یا ماں نہو تو قائم کرے قاضی مجنون کی طرف سے ایک وصی کو پھر اُسپر حکم ہوگا تفریق کا چنانچہ
اسکو باقانی نے بہنسی سے اور اُسنے زاہدی کے روضۃ العلماء سے نقل کیا ولو اسلم الزوج وھی مجوسیۃ فتھودت او تنصرت بقی نکاحھا
کما لو کانت فی الابتداء کذلک لانھا کتابیۃ مالا اور اگر مسلمان ہوا زوج اور عورت مجوسیہ تھی پھر یہودیہ ہوگئی یا نصرانیہ تو اُسکا نکاح باقی
رہیگا جیسا اگر عورت پہلے سے یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو نکاح بنا رہیگا مجوسیہ کے یہودیہ یا نصرانیہ ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہا کہ وہ اہل کتاب ہوئی باعتبار

انجام کار کے اور مسلم اور کتابیہ مین نکاح درست ہے والتفریق بینہما طلاق فیقص العدد لو ابی لا العواء بتہ لان الطلاق لا یکون من النساء اور تفریق کرنا دونون
مین طلاق بائن ہے کہ کم کرتا ہے عدد طلاق کو یعنے اگر بعد تفریق کے اس عورت سے نکاح کریگا تو زوج تین طلاق کا مالک نہیگا بلکہ دو ہی کا مالک ہوگا اور اگر
زوجہ لونڈی ہے تو ایک طلاق کا مالک ہیگا تفریق اسوقت طلاق ہے اگر زوج اسلام سے انکار کرے اور اگر عورت انکار کرے تو تفریق طلاق نہین ہے اسواسطے
کہ طلاق عورتون کیجانب سے نہین ہوتی وابا المميز واحد الابوی المجنون طلاق فی الاصح وہی من اغرب المسائل حیث یقع الطلاق من صغیر ومجنون زیلعی
وفیہ نظر اذ الطلاق من القاضی وہو علیہما لا منہما فلیسا باہل للایقاع بل الوقوع اور انکار جیسی ممیز کا اور مجنون کی ماں باپ کا طلاق ہے قول صحیح مین اور یہ مسئلہ
نہایت عجیب غریب ہے اسواسطے کہ طلاق واقع ہوئی صغیر اور مجنون کی طرف سے کذا فی الزیلعی شارح نے کہا کہ زیلعی کے کلام مین خلل ہے اسلئے کہ طلاق واقع
ہوتی ہے قاضی کیطرف سے اور طلاق صغیر اور مجنون پر زبردستی ڈالی جاتی ہے نہ کہ انکے اختیار سے تو وہ دونون طلاق دینے کے اہل نہین بلکہ طلاق پڑنے کے اہل ہین
پھر جب طلاق انکی طرف سے ہوئی تو انہین تعجب کیا باقی رہا کما لو ورث قریبہ فانہ یعتق علیہ لو قال ان جننت فانت طالق فجن لم یقع بخلاف ما اذا قال ان دخلت الدار
فدخلہا مجنونا وقع جیساکہ اگر صغیر یا مجنون وارث ہو اپنے قرابت دار کا تو آزاد ہوجائیگا تو یہ آزادی شارع کی طرف سے واقع ہوئی نہ صغیر اور مجنون کیطرف سے اور
اسی طرح اگر مکلف نے اپنی زوجہ سے یون کہا کہ اگر مین مجنون ہوجاؤن تو تجھکو طلاق ہے پھر وہ مجنون ہوگیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق بعد وجود
شرط کے واقع ہوتی ہے اور یہان شرط تھی جنون پھر جب جنون پایا گیا تو وہ شخص مکلف باقی نرہا بخلاف اسکے کہ اگر اسنے کہا کہ مین اگر گھر مین داخل ہون تو تجھکو طلاق
ہے پھر گھر مین مجنون ہوکر داخل ہوا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ معلق ہے دخول پر سو دخول پایا گیا تو یہ وقوع ہوا طلاق کا نہ ایقاع اور پہلی صورت مین ایقاع
تھا نہ وقوع اسواسطے واقع نہوا خلاصہ یہ کہ مجنون اور صغیر سے ایقاع طلاق صحیح نہین وقوع طلاق البتہ صحیح ہے اور زیلعی نے ایقاع اور وقوع مین فرق نکیا اسواسطے تعجب اور
غرابت کا قائل ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم احدہما ای احد المجوسیین وامرأۃ الکتابی ثمہ ای فی دار الحرب وملحق بہا کالبحر الملح لم تبن حتی تحیض ثلثا او تمضی
ثلثۃ اشہر قبل اسلام الآخر اقامۃ لشرط الفرقۃ مقام السبب ولیست بعدۃ لدخول غیر المدخول بہا اور اگر اسلام لائے دو مجوسی مرد اور عورت سے ایک یا کتابی کی
عورت مسلمان ہوگئی وہان یعنے دار الحرب مین اور جو کہ دار الحرب سے ملحق ہے جیسے دریائے شور تو عورت نکاح سے جدا نہوگی یہانتک کہ تین بار اسکو حیض
آوے یا تین مہینے گذرجاوین دوسرے کے مسلمان ہونے کے پہلے واسطے قائم کرنے شرط فرقت کے یعنے گذرجانا عدت کا بجائے سبب فرقت کے یعنے انکا
اسلام کا یعنے جب وجہ ا ورزوج دونون دار الاسلام مین نہوئے ایک اینمین سے دار الحرب مین ہے تو ایک کے مسلمان ہونے سے دوسرے پر عرض اسلام نہین ہوسکتا
کہ وہان مسلمانون کی حکومت نہین اسواسطے اتنی مدت جدائی کی قائم مقام عرض اسلام کے مقرر ہوئی اور یہ مدت عدت نہین ہے اسواسطے کہ عورت غیر مدخولہ
بھی اسمین داخل ہے اور غیر مدخولہ پر عدت نہین ولو اسلم زوج الکتابیۃ ہو لو الا کما ہو فی لہ اور اگر مسلمان ہوگیا کتابیہ عورت کا شوہر تو وہ عورت اسکی
ہوگی یعنے جدائی دونون مین نہوگی اسواسطے کہ مسلم اور کتابیہ کا نکاح درست ہے اگرچہ عورت پہلے سے کتابیہ نہو بلکہ پہلے مجوسیہ یا مشرکہ ہو آخرکار یہودیہ یا
نصرانیہ ہوگئی چنانچہ سابق مین اسکا مذکور ہوچکا والمرأۃ تبین بتباین الدارین حقیقۃ وحکما اور عورت جدا ہوجاتی ہے اپنے زوج سے بسبب تباین دارین کے یا حقیقتاً
تباین حقیقی اور حکمی کے تباین حقیقی یہ کہ دونون شخصون مین دوری واقع ہو جیسے مثلاً زوج دار الاسلام مین ہوا اور زوجہ دار الحرب مین اور تباین حکمی یہ کہ مثلاً
دار الحرب کا رہنے والا دار الاسلام مین پھر جانے کے قصد سے نہ آوے بلکہ بطریق سکونت اور توطن کے وارد ہو تو اگر کافر حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا
تو اسکی زوجہ نہ چھوٹ جاویگی اسواسطے کہ وہ حکماً اپنے ملک مین ہے مگر جبکہ ذمی ہوکر رہیگا تو دونون مین جدائی ہوجاویگی لا بالسبی نہین جھوٹتی عورت اپنے
زوج سے بسبب قید ہوجانے کے یعنے علت فرقت کی تباین دارین ہے امام اعظم کے نزدیک نہ قید ہونا اور امام شافعی کے نزدیک بالعکس ہے فلو خرج احدہما
الینا مسلما او ذمیا او اسلم او صار ذمیۃ فی دارنا او اخرج مسبیا وادخل دارنا بانت بتباین الدارین ہو اہل الحرب کالموتی ولا نکاح

مین حکمی و میت سو اگر ایک حربی زوج یا زوجہ دار الاسلام مین نکل آیا مسلمان ہوکر یا ذمی ہوکر یا وہ مسلمان ہوگیا یا دار الاسلام مین ذمی ہوگیا یا نکال لایا
دار الحرب سے مقید کرکے اور دار الاسلام مین داخل کیا گیا تو عورت چھوٹ گئی اپنے شوہر سے بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ کافر حربی مردون کا ماننا مین
اور حالانکہ زندہ اور مردہ مین نکاح نہین اور یہی سبب ہے کہ جب مرتد حربیون مین ملا تو اسپر احکام میت کے جاری ہوتے ہین وان سبیا وخرج الینا معا ذمیین
او مسلمین او ثم اسلما او صارا ذمیین لا تبین لعدم التباین حتی لو کانت المسبیۃ منکوحۃ مسلم او ذمی لم تبن اور اگر زوج اور زوجہ دونون ساتھ ہی مقید ہوکے
یا دونون نکل آئے ہماری طرف ساتھ ذمی ہوکر یا مسلمان ہوکر یا دونون نکلے مسلمانون سے امان لیکر پھر اسلام لائے یا امان لیکر نکلے پھر دونون ذمی ہوگئے
تو ان صورتون مین زوجہ زوج سے جدا نہوگی بسبب نہ تباین دارین کے یہان تک کہ اگر عورت مقیدہ منکوحہ ہو مسلم کی یا ذمی کی تو جدا نہوگی اپنے شوہر سے
اسواسطے کہ دونون دار الاسلام مین ہوگئے اختلاف دارین نہین جو موجب فرقت زوجین کا ہو ولو خرجا ثم خرج قبلہا بانت وان خرجت قبلہ لا وما فی الفتح
عن المحیط تحریف نہر اور اگر نکاح کیا مسلمان نے کتابیہ سے وہان یعنے دار الحرب مین پھر نکلا وہان سے قبل عورت کے تو وہ جدا ہوگئی بسبب اختلاف دارین کے اور اگر
نکلی عورت قبل مرد کے تو جدائی نہوگی اسواسطے کہ اگرچہ اختلاف حقیقی ہوا لیکن اختلاف حکمی نہین ہوا کیونکہ مسلم دار الاسلام کا مقیم ہے تو دار الحرب کا اور جو روایت کہ
فتح القدیر مین محیط سے منقول ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق فتح القدیر مین محیط سے منقول ہے کہ اگر مسلم عورت کو نکال لایا دار الاسلام مین اور پہلے نکاح
اس سے کرچکا تھا دار الحرب مین تو وہ جدا ہوگئی صاحب نہر الفائق نے کہا کہ مین نے محیط رضوی کو دیکھا تو اسمین یہ مضمون تھا کہ مسلم نے حربی کتابیہ سے دار الحرب مین
نکاح کیا پھر نکلا وہان سے اکیلا بدون عورت کے تو عورت جدا ہوگئی اور اگر عورت مرد سے پہلے نکلی تو جدا نہوئی تو صاف معلوم ہوگیا کہ فتح القدیر کی نقل و ہنیا
محیط مین تحریف اور تبدیل واقع ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن ہاجرت الینا مسلمۃ او ذمیۃ غیر حاملۃ بانت بلا عدۃ فیحل تزوجہا اما الحامل فحتی تضع لا
للعدۃ بل لشغل الرحم بحق الغیر اور جس عورت نے کہ ہجرت کی ہماری طرف یعنے دار الحرب سے دار الاسلام مین آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر درانحالیکہ وہ حاملہ نہین تو وہ
جدا ہوگئی اپنے زوج سے بدون عدت کے پھر ابو حنیفہ کے نزدیک بسبب عدت نہ ہونے کے تو فوراً اس سے نکاح کرلینا درست ہوا لیکن اگر مہاجرہ حاملہ ہو تو اس سے نکاح کرنا
تب درست ہوگا جب بچہ جنے بنابر قول اظہر کے حاصل یہ کہ نکاح کرنا بسبب عدت کے نہین بلکہ بسبب خالی نہونے رحم کے حق غیر سے وارتداد احدہما ای الزوجین فسخ
فلا ینقص عددا وطلاق عاجل بلا قضاء اور مرتد ہونا ایک کا زوجین مین سے بالفعل فسخ ہے نکاح کا تو حکم قاضی کی حاجت نہین ارتداد طلاق نہین بلکہ فسخ ہے تو عدد
طلاق نہ کم ہوگا سو اگر مرد چند بار مرتد ہوگیا اور ہر بار مسلمان ہوا اور ہر بار تازہ نکاح کرلیا امام کے نزدیک عورت حلال ہوگی دوسرے زوج کی وطی کی حاجت نہین
کذا فی الطحطاوی ناقلا عن الخانیۃ فللموطوءۃ ولو حکما کل مہرہا لتاکدہ یہ جس عورت کی وطی ہوگئی اگرچہ وطی حکمی ہو جیسے خلوت صحیحہ تو عورت کا کل مہر واجب
ہوگا بسبب محکم ہوجانے مہر کے وطی سے خواہ مرد مرتد ہوا ہو خواہ عورت کذا فی الطحطاوی ولغیرہا نصف المسمی والا المتعۃ لو ارتد فعلیہ نفقۃ العدۃ اور
جس عورت کی وطی نہین ہوئی تو اسکو نصف مہر ملیگا اگر مہر معین ہو اور اگر معین نہین تو متعہ یعنے پوشاک پاویگی اور اگر مرد مرتد ہوا تو نصف مہر اور متعہ عورت کو
پایگا اور مرد پر نفقہ عدت کا واجب ہوگا اور اگر عورت مدخولہ نہین تو عدت واجب ہے نہ نفقہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا شیء من المہر والنفقۃ سوی السکنی بہ یفتی
لو ارتدت لمجیء الفرقۃ منہا قبل تاکدہ اور اگر عورت مرتد ہوئی تو کچھ مہر اور نفقہ مرد پر نہین سوا امکان سکونت کے اسی پر فتوی ہے مہر اور نفقہ اسواسطے نہوا کہ جدائی
عورت کیطرف سے ہوئی قبل محکم ہونے مہر کے اسواسطے کہ مہر محکم ہوتا ہے دخول یا موت سے سو یہان پایا نہین گیا سکنی مرد پر اسوقت واجب ہوگا جب بادشاہ حکم
کرے زوج کو کہ عورت کو اپنے پاس قید مین کر اور اگر بادشاہ خود قید کرے تو زوج پر سکنی واجب نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ماتت فی العدۃ ورثہا زوجہا المسلم استحسانا
اور اگر عورت مرتدہ مرگئی عدت مین تو وارث ہوگا اسکا زوج مسلم بدلیل استحسان وتجبر بتعزیر خمسۃ وسبعین اور تصحیح کی فقہانے عورت مرتدہ کو تعزیر
دینے کی پچھتر کوڑے سے اور یہ مذہب ہے ابو یوسف کا اور امام اور محمد کے نزدیک نہایت تعزیر آزاد کی ننانوے کوڑے ہین حلوانی مین کہا کہ ابو یوسف کے

قول پر فتویٰ ہے اور بحر الرائق میں کہا کہ یہی معتمد ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا لہا بمہر یسیر کدینار وعلیہ الفتویٰ
ولوالجیہ اور زبردستی کیجاوے عورت مرتدہ کے اسلام پر اور تجدید نکاح پر جھڑکی کیواسطے تھوڑے مہر پر جیسے ایک دینار پر یعنے اقل مہر پر اور اسی روایت پر فتویٰ ہے
کذا فی الولوالجیہ تو مہر قاضی پر ضرور ہے کہ تجدید نکاح کی کر دے عورت خوش ہو یا ناخوش اور اگر زوج اُسکے نکاح سے انکاری ہو یا ساکت رہے تو اسپر جبر نہیں اور عورت کو
نکاح اُسکا کرنے جبر اسلام اور تجدید نکاح پر اس صورت میں ہے جب عورت ابطال نکاح کیواسطے ارتداد اختیار کرے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں اسکی تصریح کی ہے کہ
اگر عورت کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرے زوج کو رنج دینے کیواسطے اور صریح [illegible] کیواسطے بسبب نکاح جدید کے تو اُسکو بزبردستی مسلمان کرنا چاہیے اور ہر
قاضی اسکا نکاح جدید کر دے تھوڑے مہر پر کذا فی حاشیۃ المدنی وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتہا زجرا وتیسیرا لا سیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر قال فی النہر
والافتاء بہذا اولی من الافتاء بما فی النوادر اور فتویٰ دیا مشائخ بلخ نے [illegible] عورت کے مرتدہ ہونے سے عورت کی جھڑکی کیواسطے تاکہ شوہر
پر اُسکا حیلہ نہ چلے اور خلق پر آسانی کے واسطے جہاں [illegible] کہ موجبات کفر کرے پھر منکر ہو جاوے نہر الفائق میں
کہا کہ اس روایت پر فتویٰ دینا بہتر نوادر کی روایت کے فتویٰ سے لکن قال المصنف ومن تصفح احوال نساء زماننا وما یقع منہن من موجبات الردۃ
مکررا فی کل یوم لم یتوقف فی الافتاء بروایۃ النوادر اقول وقد بلغت فی الحنفیۃ والقنیۃ والمجتبی والفتح والبحر وما حاصلہا انہا بالردۃ تسترق وتکون فیئا
للمسلمین عند ابی حنیفۃ ویشتریہا الزوج من الامام ان لم یکن مصرفا او یصرفہا الیہ لو کان مصرفا ولو استولی علیہا الزوج بعد الردۃ ملکہا ولہ بیعہا ما لم تکن ولدت منہ
فتکون کام الولد لیکن مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ جو کوئی تصفح اور تلاش کرے ہمارے زمانہ کی عورتوں کے احوال کو اور جو اُنسے
موجبات ارتداد واقع ہوتے ہیں مکرر ہر دن میں تو توقف اور تردد نکرے نوادر کی روایت پر فتویٰ دینے سے شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ نوادر کی
روایت مبسوط اور شرح ہے قنیہ و مجتبی اور فتح القدیر اور بحر الرائق میں اور خلاصہ اس روایت کا یہ ہے کہ عورت بسبب مرتد ہونے کے لونڈی بنائی جاتی ہے اور
مسلمانوں کیواسطے غنیمت ہو جاتی ہے نزدیک امام ابو حنیفہ کے اور مول لیوے زوج اُسکو امام سے اگر وہ مصرف غنیمت کا نہو یا زوج اُسکو اپنے صرف میں لاوے
اگر وہ مصرف ہو غنیمت کا اور اگر زوج اُسپر مسلط ہو بعد ارتداد کے مالک ہوگا اُسکا اور اُسکو اسکی بیچ ڈالنا درست ہے جب تک عورت جنی نہو زوج سے اور اگر زوج کا لڑکا
عورت جنے تو وہ ام ولد کی مثل ہو جاویگی نقل المصنف فی کتاب الغصب ان عمر رضی اللہ عنہ ہجم علی نائحۃ فضربہا بالدرۃ حتی سقط خمارہا فقیل لہ یا امیر المؤمنین
قد سقط خمارہا فقال انہا لا حرمۃ لہا ومن ہذا قال الفقیہ ابو بکر البلخی حین مر بنساء علی شط نہر کاشفات الرؤس والذراع فقیل لہ کیف ہذا فقال لا حرمۃ لہن انما الشک
فی ایمانہن کانہن حربیات اور نقل کیا مصنف نے کتاب الغصب میں کہ البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفعتہ جا پڑے ایک عورت نوحہ گر پر پھر اُسکو دُرے سے
مارا یہاں تک کہ اُسکے سر کا کپڑا گر پڑا تو لوگوں نے اُنسے کہا کہ یا امیر المؤمنین اُسکے سر کا کپڑا گر پڑا اور حالانکہ عورت کا سر کھولنا جائز نہیں تو فرمایا فاروق اعظم
نے کہ مقرر اس عورت کی کچھ حرمت اور عزت نہیں ہے اسواسطے کہ خدا کی نافرمانی پر سرگرم ہے اور گاہے نوحہ گری مرتد بھی کر دیتی ہے اور اسی جگہ سے فقیہ
ابو بکر بلخی نے جبکہ وہ گذرے عورتوں پر جو نہر کے کنارے پر سر اور ہاتھ کھولے تھیں تو اُنسے لوگوں نے کہا کہ آپ کیونکر انکو برہنہ دیکھکر اُنکے پاس سے نکلے
تو فقیہ موصوف نے کہا کہ اُنکی کچھ عزت اور حرمت نہیں اُنکے تو ایمان میں شک ہے گویا کہ وہ حربی عورتیں ہیں اور حربی عورتیں لونڈیاں ہیں تو اُنکے سر اور
ہاتھ واجب الستر نہیں ہیں یہ نقل مصنف کی استدلال نہیں بلکہ روایت سابقہ کی استیناس ہے اسواسطے کہ غالب حال نوحہ گری کا یہ ہے کہ باعث ارتداد کا ہو جاتا ہے کذا فی
حاشیۃ الطحطاوی ویبقی النکاح ان ارتدا معا بان لم یعلم السبق فیجعل کالغرقی ثم اسلما کذلک استحسانا اور باقی رہیگا نکاح اگر زوج اور زوجہ ساتھ ہی مرتد ہو جاویں
پھر اسیطرح ساتھ ہی مسلمان ہوں ساتھ ہی مرتد ہوں جیسے مثلاً دونوں یکبار کی بت کو سجدہ کریں یا معاذ اللہ قرآن مجید کو اہانت سے پھینکیں یا اس طرح
کہ دونوں میں سے کسیکے ارتداد کی سبقت نہ معلوم ہو تو غرقی کے مانند قرار دیے جاوینگے یعنے دو شخص غرق ہو گئے یا جل گئے اور معلوم نہیں کون پہلے مرا یا کون پہلے جلا

تو دونوں ساتھی عورت اور مرد قرار دیے جاوینگے لہذا اگر ان میں ایک دوسرے کا وارث ہوگا اور نکاح باقی رہنا باطل تھا کیونکہ بطور تبایں کے ہوا سطے کہ جب ایک کا ارتداد منافی ہوا نکاح کا تو دونوں کا ارتداد بطریق اولی منافی ہوگا وفسد ان اسلم احدھما قبل الآخر لا خرقبل الدخول لوالمتاخر ہی لو متر فنصفہ ومتعۃ اور فاسد ہوگا نکاح اگر مسلمان ہوا ایک قبل دوسرے کے اور مہر ہوگا قبل دخول کے اگر عورت پیچھے مرد سے مسلمان ہوئی اور اگر مرد عورت سے پیچھے مسلمان ہوا تو نصف مہر واجب ہوگا اگر مہر معین تھا اور اگر مہر معین نہیں تو متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد دخول کے ارتداد اور اسلام ہوا تو مہر مسمی یا مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والولد یتبع خیر الابوین دینا ان اتحدت الدار ولو حکما بان کان الصغیر فی دارنا والاب ثمہ بخلاف العکس اور لڑکا تابع ہے والدین میں سے بہتر دین والے کا یعنے اگر باپ مسلمان ہے تو لڑکا باپ کا تابع ہوگا دین میں اور اگر ماں مسلمان ہے تو ماں کا تابع ہوگا بشرطیکہ ملک متحد ہو اگرچہ حکمی اتحاد ہو اسطرح کہ لڑکا ہمارے ملک میں ہو اور ماں اسکی نوسیہ ہو اور باپ وہاں یعنے دارالحرب میں اسلام لایا ہو تو اگرچہ یہاں حقیقت میں اختلاف دارین ہے لیکن باپ بسبب اسلام کے دارالاسلام میں حکما داخل ہے بخلاف بالعکس کے یعنے لڑکا دارالحرب میں ہو اور باپ دارالاسلام میں مسلمان ہوا ہو تو اس صورت میں لڑکا اسلام میں باپ کا تابع نہوگا بسبب اختلاف دارین کے حقیقۃً وحکماً والمجوسی ومثلہ کوثنی وسائر اہل الشرک شر من الکتابی والنصرانی شر من الیہودی فی الدارین لانہ لا ذبیحۃ لہ بل یخنق کمجوسی وفی الآخرۃ اشد عذابا اور مجوسی اور اسکے مانند جیسے بت پرست اور باقی اہل شرک جنکا دین آسمانی نہیں وہ بدتر ہیں کتابی سے اسواسطے کہ اہل کتاب کا دین باعتبار دعوی کے آسمانی ہے اسواسطے انکا ذبیحہ حلال ہے بخلاف مجوس کے تو اگر مجوسی اور کتابی سے لڑکا پیدا ہوگا تو کتابی شمار ہوگا اور نصرانی بدتر ہے یہودی سے دارین میں اسواسطے کہ نصرانی کا ذبیحہ نہیں بطور عادت کے بلکہ نصرانی جانور کا گلا گھونٹ ڈالتا ہے مجوسی کیطرح ہاں اگر نصرانی بوجہ شرع کے حلال کریگا تو ذبیحہ حلال ہوگا جیسا یہاں یہودی ہے اور آخرت میں سخت تر عذاب ہے نصرانی پر نسبت یہودی کے اسواسطے کہ نزاع نصاری کا الہیات میں ہے اور نزاع یہود کا نبوت میں لیکن اگر نصرانی اور یہودی کا لڑکا ہوگا تو یہودی ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر وفی الجامع الفصولین لو قال النصرانیۃ خیر من الیہودیۃ او المجوسیۃ کفر لاثباتہ الخیر لما قبح بالقطعی لکن ورد فی السنۃ ان المجوسی اسعد حالا من المعتزلۃ لاثبات المجوسی خالقین فقط وہؤلاء خالقا لا عدد لہ بزازیۃ ونہر اور جامع الفصولین میں ہے اگر کوئی کہے دین نصاری کا بہتر ہے یہود کے دین سے یا مجوس کے دین سے تو کافر ہو جائیگا بسبب ثابت کرنے بہتری کے اسکو جو دلیل قطعی سے قبیح ہے یعنے سوا دین اسلام کے سب دینوں سے خیریت اور بہتری مسلوب ہے لیکن حدیث میں وارد ہے کہ مجوسی خوشحال ہے معتزلہ سے اسواسطے کہ مجوسی فقط دو خالق کو ثابت کرتا ہے اور معتزلہ بیشمار خالق ثابت کرتے ہیں کذا فی البزازیۃ والنہر مسند امام اعظم وغیرہ میں بروایت صحیح ثابت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القدریۃ مجوس ہذہ الامۃ یعنے قدریہ مجوس ہیں اس امت کے قدریہ سے مراد وہ فرقہ ہے جو منکر ہے قدر کا اور معتزلہ قائل ہیں کہ خدا خالق شر کا نہیں بلکہ شر بندے کا مخلوق ہے تو بہت خالق ٹھہرے اور مجوسی قائل ہیں دو خالق کے ایک نور جسکو یزدان کہتے ہیں اور دوسرا ظلمت جسکو اہرمن کہتے ہیں ولو تمجس ابو صغیرۃ نصرانیۃ تحت مسلم بانت بلا مہر ولو کانت قد ماتت الام نصرانیۃ مثلا وکذا لو کانا مسلمین فارتدا لا تبین لتناہی التبعیۃ بموت احدہما ذمیا او مسلما او مرتدا قلم یبطل بکفر الآخر اور اگر مجوسی ہو گیا صغیرہ نصرانیہ کا باپ جو مسلمان کے نیچے ہے تو جدا ہو جائیگی نصرانیہ بدون مہر کے اسواسطے کہ صغیرہ نصرانیہ تابع ہوگی دین میں باپ کی پھر جب وہ مجوسی ٹھہری تو نکاح ٹوٹ گیا اور اگر صغیرہ کی ماں نصرانیہ مثلاً یا یہودیہ مر چکی ہو اور باپ اسکا مجوسی ہو جاوے اور اسیطرح بالعکس یعنے باپ صغیرہ کا نصرانی مر چکا ہو اور ماں اسکی مجوسیہ ہو جاوے تو صغیرہ جدا نہوگی مسلم سے بسبب تناہی ہونے تابعداری کے ایک کی موت پر ذمی ہو کر یا مسلمان ہو کر یا مرتد ہو کر تو باطل نہوگی دوسرے کے کفر سے یعنے جب صغیرہ کی ماں یا باپ ذمی یا مسلمان یا مرتد ہو کر مرا تو تبعیت دین کی ختم ہو گئی اب دوسرے کے کافر ہونے سے نکاح نہ ٹوٹ جائیگا ماں یا باپ کے مرتد ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہیگا کہ مرتد بحکم مسلمان کیا جاتا ہے اسکے مرتد ہونے سے لڑکا مرتد نہیں ہوتا وفی المحیط لو ارتدا لم تبن ما لم یلحقا اور محیط میں ہے کہ اگر ماں باپ صغیرہ کے دونوں مرتد ہو گئے تو صغیرہ جدا نہوگی اپنے زوج مسلم سے جبتک وہ دونوں دارالحرب میں صغیرہ کو لیکر نہ ملیں ابتداً والدین سے جدائی اسواسطے نہوئی کہ ہنوز

احکام اسلام کے دونون پر قائم ہین کیونکہ اُنپر جبر کرنا مسلمان ہونے کیواسطے ثابت ہوا اور انکا کسب بسبب اسلام کے ہوا اور جب دار الحرب میں صغیرہ کو لیکر چلا گئے تو انکا
حربی ہونا ثابت ہو گیا اور حکومت مسلمین سے بالکل باہر ہو گئے اور اگر صغیرہ دار الاسلام میں رہی تو بھی نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ اسکا اسلام حکمی موجود ہو فاذا بلغت
عاقلۃ مسلمۃ ثم جنت فارتدا لم تبن مطلقا اور اگر صغیرہ منکوحہ مسلم کی بالغ ہوئی عاقل مسلمان ہوکر پھر مجنون ہوگئی پھر اسکے ماں باپ مرتد ہو گئے تو اپنے زوج سے
جدا نہو گی کسیطرح خواہ والدین دار الحرب میں چلے گئے ہوں خواہ نہ گئے ہوں اسواسطے کہ عورت خود اہلی مسلمان ہو چکی اب تبعیت والدین کی باقی نہ رہی مسلم تحتہ
نصرانیۃ فتمجسا او تنصرا بانت ایک مسلمان کے نیچے نصرانیہ ہی پھر زوج اور زوجہ مجوسی ہو گئے یا نصرانی ہو گئے تو نکاح ٹوٹ جائیگا عورت جدا ہو گی نزدیک
ابو یوسف کے اسواسطے کہ سبب فرقت کا یعنی ارتداد فقط زوج کیطرف سے ہوا اور عورت تو کافرہ کتابی اصلیہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح ان ینکح مرتد او مرتدۃ
احدا من الناس مطلقا اور نہیں صحیح ہو کہ نکاح کرے مرد مرتد اور عورت مرتدہ سے کوئی آدمی مطلقا یعنی نہ مرتد نہ مسلم نہ کافر اسواسطے کہ مرتد مستحق قتل کا ہو لیکن
مہلت بضرورت تامل کے ہو کہ شاید جھگڑ مسلمان ہو جاوے اور مرتدہ واجب الحبس ہو واسطے تامل کے تو فوائد نکاح کے دونون میں کیا حاصل نہین اسلم الکافر وتحتہ
خمس نسوۃ فصاعدا او اختان او ام وبنتہا بطل نکاحہن ان تزوجہن بعقد واحد فان رتب فالآخر باطل مسلمان ہوا ایک کافر اور اسکے نیچے
پانچ عورتین ہین یا زیادہ یا اسکے نیچے دو بہنین ہین یا ماں اور اسکی بیٹی ہو تو نکاح اُن عورتون کا باطل ہو اگر اُنسے نکاح ایک عقد میں کیا اور اگر نکاح ترتیب کیا یعنے
اول پہلی سے پھر دوسری سے علی ہذا القیاس پانچوین تک یا ایک عقد میں تین سے اور دو سے عقد میں دوسے کیا یا اول ایک بہن سے نکاح کیا پھر دوسری
وعلی ہذا القیاس ماں اور بیٹی میں بھی نکاح مرتب ہوا تو پچھلا نکاح باطل ہوگا یعنے پانچوین عورت کا یا دوسری بہن کا یا ماں کا یا بیٹی کا وخیرہ محمد والشافعی بحدیث
فیروز او را اختیار دیا ہو اسکو محمد اور شافعی نے حدیث فیروز کی دلیل سے یعنے محمد اور شافعی نے مختار کیا ہو اسلام لانے والے کو چار عورتون کے رکھنے میں کوئی ہون
اور دو بہنون میں بھی اختیار ہو کہ جسکو چاہے رکھے اور ماں اور بیٹی کے نکاح میں فقط بیٹی کو اختیار کرے یا دونون کو چھوڑے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور
صحیح ابن حبان میں ضحاک ابن فیروز عن ابیہ سے مروی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیروز دیلمی سے اور حالانکہ وہ مسلمان ہوئے تھے اور اسکے نیچے دو بہنین
تھیں کہ ان دو میں سے جسکو تیرا جی چاہے اختیار کر اور دوسری کو طلاق دیدے اور ترمذی میں مروی ہو کہ غیلان بن سلمہ ثقفی مسلمان ہوئے اور اُنکے پاس دس عورتین تھیں جاہلیت میں
وہ بھی مسلمان ہوئین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ ان عورتون میں سے چار کو اختیار کر لے کذا فی حاشیۃ المدنی قلنا کان تخییرہ فی التزوج
بعد الفرقۃ محمد اور شافعی کے جواب میں ہم کہینگے کہ حضرت کا اختیار دینا نکاح کرنے میں ہو بعد فرقت کے یعنے نکاح سابق باطل ہو گیا پھر نکاح جدید میں فیروز اور غیلان کو
مختار کیا کہ جسسے چاہیں کرلیں بلغت المسلمۃ المنکوحۃ ولم تصف الاسلام بانت ولا مہر قبل الدخول وینبغی ان یذکر اللہ تعالی بجمیع صفاتہ عندہا وتقر بذلک
کما فی الکافی بالغ ہوئی مسلمہ منکوحہ اور بیان نکرسکی ارکان اسلام کو بسبب جہل کے تو جدا ہو گی شوہر سے اور اسکو مہر ملیگا قبل دخول کے اور لائق ہو زوج کو
کہ ذکر کرے حق تعالی کو اُسکی جمیع صفات سے عورت کے پاس اور اُسسے اُسکا اقرار کراوے کذا فی الکافی یعنے اُس سے یون کہلاوے کہ آیا خدا ایسا ہو
تو اگر وہ کہے کہ ہاں ایسا ہو تو وہ مسلمان ہو نکاح قائم رہا اور اگر اسلام کو جانتی ہو اور بیان نکرسکتی ہو تو بھی نکاح موجود ہو کذا فی حاشیۃ المدنی عن الکافی

باب القسم

بفتح القاف القسمۃ وبالکسر النصیب یہ باب ہو ازواج کے برابر رکھنے کا قسم بفتح قاف اور سکون سین بمعنی قسمت کے اور قسم بکسر قاف بمعنی نصیب اور حصہ کے
ہو اور یہان مراد تسویہ منکوحات ہو بحسب وظاہر الآیۃ انہ فرض ان یعدل ای ان لا یجوز فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس
والماکول والصحبۃ لا فی المجامعۃ کالمحبۃ واجب ہو اور ظاہر آیت کا یہ ہو کہ فرض ہو عدل کرنا یعنے جور اور ظلم نکرنا قسم میں اسطرح کہ برابر رکھنا
چاہیے منکوحات کو شب باشی میں اور لباس اور کھانے اور مونست میں نہ جماع کرنے میں مثل محبت کے یعنے جماع میں برابری ضرور نہیں اسواسطے کہ

جماع نشاط و خاطر پر موقوف ہو اور سیطرح محبت مین بھی برابر رکھنا ضرور نہین ہے اسلئے کہ محبت آدمی کے اختیار مین نہین بل یستحب و یسقط حقہا بمرۃ و یجب
دیانۃ احیانا جماع واجب نہین بلکہ مستحب ہے اور ساقط ہوتا ہے حق عورت کا ایکبار جماع کرنے سے باعتبار حکم قضا کے اور واجب ہے جماع باعتبار دیانت کے
گاہ گاہ ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاہا اور نہ پہونچے چھوڑنا جماع کا ایلا کی مدت تک یعنے حرہ کے حق مین چار مہینے اور لونڈی کے حق مین دو مہینے تک کہ
کی نوبت نہ پہونچے مگر عورت کی خوشی سے ویومر المتعبد بصحبتہا احیانا اور امر کیا جاوے عابد کو عورت کی صحبت کا گاہ گاہ اور سیطرح جو شخص مشغول ہو
لونڈیون کے تصرف کا اسکو بھی موانست ازواج کا قاضی حکم کریگا گاہے گاہے یعنے اسمین مدت مقرر نہین و قدرہ الطحاوی بیوم و لیلۃ من کل اربع لحرۃ و سبع
لامۃ اور ٹھہرائی ہے مدت صحبت کی طحاوی نے ہر چار دن مین ایک رات اور دن حرہ کیواسطے اور ہر ہفتے مین ایک رات اور دن منکوحہ لونڈی کیواسطے
ولو تضررت من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتہا والرای فی تعیین المقدار للقاضی بما یظن طاقتہا نہر بحثا اور اگر ضرر ہو عورت کو کثرت جماع
زوج سے تو جائز نہین زیادتی اسکی قدر طاقت پر اور تجویز تعیین مقدار جماع کی قاضی پر ہے جسقدر عورت کی طاقت کو گمان کرے کذا فی النہر از روے
بحث کے شرح ملتقی مین کہا ہے کہ نظر کرنا مقدار جماع کا بیچ اپنے علما کی کتب مین نہین دیکھا البتہ کتب مالکیہ مین ہے کہ چار بار دن اور چار بار رات کو چاہیئے و بعضی نے
مین دو بار دن اور دو بار رات اور نہر الفائق مین کہا کہ میرے نزدیک قاضی کی تجویز تعیین مقدار مین پسند ہے اور حالانکہ جو مسئلہ ہمارے مذہب مین مصرح نہو تو امام مالک کیطرف
رجوع کرنا چاہیئے چنانچہ حموی نے حاشیہ اشباہ مین اسکو صریح کہا ہے اور صاحب نہر الفائق کی تجویز اور بحث کوئی وجہ معقول نہین کذا فی حاشیۃ المدنی بلا فرق
بین فحل وخصی وعنین ومجبوب ومریض وصحیح وصبی دخل بامرأتہ و بالغ لم یدخل بحر بحثا و اقرہ المصنف قسم زوج پر واجب ہے بدون فرق کے درمیان فحل جماع مرد
اور خصی کے اور نامرد اور مقطوع الذکر کے اور بلا فرق درمیان بیمار اور تندرست اور صبی کے جو وطی کر چکا ہو اپنی عورت کی اور بلا فرق بالغ کے جسنے وطی نہین کی
چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق مین ہے بحث کر کے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین فحل وہ جسکا آلۂ تناسل صحیح اور جماع پر قادر ہو اور خصی وہ جسکے خصیے
نکال ڈالے گئے ہون یعنے خصی اور عنین اور مجبوب ہے اگرچہ جماع متصور نہین تو بھی انکو شب باشی اپنے منکوحات کے ساتھ واجب ہے مانند فحل کے واسطے
صحبت اور موانست کے نہ واسطے جماع کے و مریضۃ و صحیحۃ و حائض و ذات نفاس و مجنونۃ لا تخاف و رتقاء و قرناء و صغیرۃ یمکن وطیہا
و محرمۃ و مظاہرۃ و مولی منہا و مقابلاتہن و کذا مطلقۃ رجعیۃ ان قصد رجعتہا و الا لا بحر اور قسم واجب ہے بلا فرق درمیان عورت بیمار اور تندرست کے
اور حائض اور نفاس والی کے اور اس مجنونہ کے جس سے خوف ضرر رسانی کا نہین اور بدون فرق رتقا اور قرنا کے رتقا وہ عورت جسکی شرمگاہ بند ہو
لائق دخول کے نہو اور قرنا وہ عورت جسکی شرمگاہ مین ہڈی زائد مانع ہو جماع کی اور بدون فرق اس صغیرہ کے جس سے وطی کرنا ممکن ہو اور بلا فرق محرمہ کے
جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اور بدون فرق مظاہرہ یعنے جسکو محارم کے ساتھ تشبیہ دی اور بدون فرق اس عورت کے جس سے ایلا کیا یعنے چار مہینے تک جماع
نکرنے کی قسم کھائی اور بلا فرق انکے مقابلات کے یعنے غیر محرمہ اور جس سے ظہار اور ایلا نہین کیا اور سیطرح سے مطلقہ رجعیہ اگر اسکے ساتھ قصد رجوع
کرنے کا ہو اور اگر قصد رجوع کا نہو تو اسکے ساتھ قسم نہین کذا فی البحر خلاصہ یہ کہ منکوحات مذکورہ کے ساتھ شب باشی وغیرہ واجب ہے واسطے دفع وحشت کے
نہ جماع کے ولو اقام عند واحدۃ شہرا فی غیر سفر ثم خاصمتہ الاخری فی ذلک یومر بالعدل بینہما فی المستقبل و ہدر ما مضی وان اثم بہ
لان القسمۃ تکون بعد الطلب اور اگر اقامت کی زوج نے ایک زوجہ کے پاس ایک مہینہ بدون سفر کے پھر جھگڑا کیا زوج سے دوسری زوجہ نے اسکی نسبت
زوج کو دونون کے برابر رکھنے کا حکم ہوگا زمانہ آئندہ مین اور جو زمانہ ماضی مین ہو چکا اسکا عوض نہین اگرچہ زوج اسکے سبب سے گنہگار ہوا اسواسطے کہ قسمت
بعد طلب کے ہوتی ہے اور طلب نہین ہوئی مگر زمانہ آئندہ قبل ہے وان عاد الی الجور بعد نہی القاضی عزر بغیر حبس جوہرۃ لتفویتہ الحق وہذا اذا لم یقل
انما فعلت ذلک لان خیار الدور لی مجتبی یقضی القاضی بقدرہ نہر بحثا اور اگر پھر ظلم کیا زوج نے بعد منع کرنے قاضی کے یعنے ایک

مناہ صد کے پاس زیادہ رہا تو اسکو تعزیر دی جاوے گی بدون قید کے کذا فی الجوہرہ تعزیر ہوگی بسبب شرارت کرنے یعنی زوج کے حق کو یعنی حق زوجہ کا فوت کر دیا اور
ممنوع شرعی کا مرتکب ہوا اور یہ تعزیر اسوقت ہوگی جبکہ زوج نے یہ کہا ہو کہ میں ایک کے پاس زیادہ ہوا واسطے ٹھہرا کہ اختیار دورہ کا مجھکو ہے یعنی دوسری زوجہ کی
باری میں اسیقدر اسکے پاس بھی رہونگا تو اسوقت میں قاضی حکم کرے اسیقدر کا یعنی تنہا ایک کے پاس یا دوسری کے پاس بھی اتنا ہی رہے کذا فی النہر وتجا والبکر
والثیب والجدیدۃ والقدیمۃ والمسلمۃ والکتابیۃ سواء لاطلاق الآیۃ اور باکرہ اور ثیبہ و جدیدہ اور قدیمہ اور مسلمہ اور کتابیہ سب برابر ہیں
بسبب مطلق ہونے آیت قرآنی کے عدل کرنیکا سب کو شامل ہے اور حدیث میں بھی صریح ہے کہ جسکی دو جوروئیں ہوں اور وہ ایک کیطرف مائل ہو تو وہ قیامت میں
آویگا اور اسکا آدھا بدن ٹیڑھا ہوگا یہ حدیث بھی مطلق ہے باکرہ اور ثیبہ اور قدیمہ و جدیدہ وغیرہ کا اسمیں کچھ فرق نہیں اور امام شافعی کے نزدیک اگر باکرہ سے نکاح
کرے تو سات دن اسکے پاس رہے اور اگر ثیبہ سے نکاح کرے تو تین دن اسکے پاس رہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ باکرہ کے سات دن اور ثیبہ کے تین دن ہیں تو حدیث
مذکور کا یہ مطلب ہے کہ ابتدا سے نوبت جدیدہ سے چاہیے نہ زیادتی نوبت کی یعنی اگر سات دن باکرہ کے پاس رہے تو اور ازواج کے پاس بھی سات دن رہے اور اگر
تین دن ثیبہ کے پاس رہے تو اسیقدر اور منکوحات کے پاس بھی رہنا چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی وللامۃ والمکاتبۃ وام الولد والمدبرۃ والمبعضۃ نصف
ما للحرۃ ای من البیتوتۃ والسکنی معھا اما النفقۃ فیجا لحالھا اور لونڈی اور مکاتبہ اور ام ولد اور مدبرہ اور معتقۃ البعض کیواسطے بقدر نصف حرہ کے ہے یعنی شب باشی اور
اسکے ساتھ رہنے میں لیکن نفقہ میں ہر ایک بقدر حال کے ہے تونگری اور افلاس میں خلاصہ یہ ہے کہ اگر لونڈی اور مکاتبہ منکوحہ ہو تو اسکی باری حرہ سے آدھی ہے مثلاً
ایک مرد کے پاس ایک حرہ اور ایک لونڈی منکوحہ ہو تو وہ دو شب حرہ کے پاس رہے اور ایک شب لونڈی کے پاس اور عورت جو کل آزاد نہو نصف آزاد ہو یا بعض ولا
قسم فی السفر فیسافر بمن شاء منھن والقرعۃ احب اور سفر میں باری نہیں اسواسطے دفع حرج کے تو مرد کو اختیار ہے جسکو چاہے اپنے
سفر میں لیجاوے اور قرعہ کر لینا مستحب ہے واسطے دل جوئی کے اور قرعہ کا یہ طریق ہے کہ ایک پرچہ کاغذ میں سفر کا لفظ لکھا اور دوسرے کاغذ میں حضر کا
لفظ لکھا پھر دونوں پرچوں کو مٹھی میں بند کر کے گولی بنائے پھر کسی لڑکے کو دے کہ ہر عورت کو ایک دے جسکے پاس سفر کی گولی جاوے اسکو ساتھ لے کذا فی الطحطاوی والمدنی
عن القہستانی ولو وھبت قسمھا للاخری ای نوبتھا لضرتھا صح ولھا الرجوع فی ذلک فی المستقبل لانہا وھبت ما لم یجب فلا یسقط اور اگر ایک زوجہ اپنی باری چھوڑے
اپنی سوت کیواسطے تو درست ہے اور اسکو رجوع کر لینا یعنی باری پھیر لینا بھی آئندہ میں جائز ہے زمانہ آئندہ میں اسواسطے کہ زمانہ مستقبل میں حق عورت کا واجب نہیں
تو اسکے ساقط کرنے سے ساقط بھی نہ ہوگا ولہ جعلہا لمعینۃ لو جعلہا لغیرہا ذکرہ الشافعی وفی البحر بحثا نعم ونازعہ فی النہر اور اگر ایک عورت نے اپنی باری مخصوص
ایک سوت کو دی تو کیا زوج کو جائز ہے کہ اسکے سوا دوسری کے واسطے مقرر کرے شافعی نے ذکر کیا کہ دوسری کو باری دینا جائز نہیں اور بحر الرائق میں
بعد گفتگو کے کہا کہ ہاں زوج کو اختیار ہے اور نزاع کیا ہے اس سے نہر الفائق میں ہم بحر الرائق میں کہا کہ شاید مشائخ حنفیہ نے اس تفصیل شافعیہ کو اسواسطے ذکر نہیں کیا
کہ ہبہ اسقاط ہے نوبت سے تو اسمیں زوج کا اختیار رہیگا خواہ زوج کو ہبہ کرے خواہ سوت کو نہر الفائق میں کہا کہ سوت کو دینے سے زوج کا حق ہو جاتا ہے
یہ مسلم نہیں اسواسطے کہ باری عورت کا حق ہے چاہے لے چاہے ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ باری عورت کا حق ہے قبل اسقاط کے اور بعد اسقاط کے زوج کا اختیار
ہے نزدیک مشائخ کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویقیم عند کل واحدۃ منھا یوما ولیلۃ لکن انما تلزمہ التسویۃ فی اللیل حتی لو جاء للاولی بعد الغروب والثانیۃ بعد العشاء
فقد ترک القسم اور ٹھہرے ہر ایک کے پاس دو عورتوں میں ایک دن اور ایک رات اور جو دو کا حال وہی چار کا حال لیکن برابری تو زوج کو رات میں لازم ہے
یہاں تک کہ اگر آیا زوج پہلی عورت کے پاس بعد غروب کے اور دوسری کے پاس بعد عشا کے تو البتہ اسنے چھوڑا عدل کو خلاصہ یہ کہ عورتوں کے پاس رات کے
رہنے میں زیادتی کمی نہ کرے اور دن کو اختیار ہے یہاں تک کہ اگر ایک کے پاس دن بھر رہا اور دوسری کے پاس ایک ساعت ٹھہرا تو جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن فتح القدیر

ولا یجامعھا فی غیر نوبتھا وکذا لا یدخل علیھا بالیل الا لعیادتھا ولو اشتد ففی الجوہرۃ لا باس ان یقیم عندھا حتی تشفی او تموت انتھی

یعنے اذا لم یکن عندہا من یونسہا اور جماع نکرے عورت سے اسکی باری کے سوا مین اگرچہ دن ہو اور اسیطرح سے باری کی رات کو اسکے پاس نجاوے مگر اسکی عیادت کیواسطے اور اگر زوجہ کی بیماری سخت ہو تو جہرہ مین ہو کہ کچھ مضائقہ نہین کہ ٹھہرا رہے اُسکے پاس یہانتک کہ اُسکو آرام ہو یا مرجاوے فقط یعنے بمقدار بیمار عورت کے پاس ٹھہرنا اس صورت مین ہی جبکہ اُسکے پاس کوئی مونس اور غمخوار نہو وقیہ مرض ہوئی بنیہ وغی کلافی نو نیہا لانہ لوکان صحیحا وارادوہ بذلک ینبغی ان یقبل منہ نہارا وراگر بیمار ہو زوج اپنے گھر مین تو بلاوے ہر عورت کو اُسکی باری مین اسواسطے کہ اگر تندرست ہوا ور یہی ارادہ کرے یعنے بلانے کا تو لائق ہی کہ اُسکا امر قبول کیا جاوے کذا فی النہر

وان شاء ثلثا ثلثا ای ثلثۃ ایام ولیالیہا اور اگر چاہے تین دن اور تین راتین ہر ایک کے پاس رہے ولا یقیم عند احدہما اکثر الا باذن الاخری خلاصۃ وزاد فی الخانیۃ والرای فی المبادرۃ فی القسم الیہ کذا فی مقدار الدور بدایۃ تبیین نہ ٹھہرے دو مین سے ایک کے پاس زیادہ مگر دوسری کی اجازت سے کذا فی الخلاصۃ اور زیادہ کیا ہی خانیہ مین اور تجویز شروع باری مین زوج کی طرف ہی یعنے مثلاً اگر سفر سے آوے تو جسکے پاس چاہے رہے اور اسیطرح مقدار دور کی زوج کے اختیار مین ہی چاہے ہر ایک پاس سات سات دن رہے چاہے کم و بیش کذا فی الہدایۃ والتبیین وقیدہ فی الفتح بحثا بمدۃ الایلاء اربعۃ اشہر وعممہ فی البحر فنظر فیہ فی النہر

قال المصنف وظاہر بحثہما انہما لم یطلعا علی ما فی الخلاصۃ من التقیید بثلثۃ ایام کما عولنا علیہ فی المختصر واللہ اعلم اور مقید کیا ہی فتح القدیر مین مدت دور کو از راہ بحث کے ساتھ مدت ایلاء کے بلکہ ساتھ مدت ایک ہفتہ کے اور عام رکھا ہو مدت دور کو بحر الرائق مین سو اعتراض کیا ہی عموم بحر مین صاحب نہر الفائق نے کہا مصنف نے منح الغفار مین اور ظاہر بحث صاحب فتح القدیر اور بحر الرائق کی دلالت کرتی ہی کہ دونون مطلع نہین ہوے اس روایت پر جو خلاصہ مین ہی یعنے تین دن کی تقیید سے جیسا کہ ہمنے اسی خلاصہ کی روایت پر اعتماد کیا ہی مختصر مین یعنے تنویر الابصار مین واللہ اعلم فتح القدیر مین کہا کہ اطلاق دور کا معتبر نہین ہوسکتا کہ اگر ایک ایک برس کا دور واسطے زوج مقرر کرے تو یہ اطلاق خیال مین نہین آتا بلکہ مدت ایلا تک یعنے چار مہینے تک معلق رکھنا بھی لائق نہین ہی جبکہ باری تانیس و دفع وحشت کے لیے واجب ہی تو مدت کا اعتبار کرنا چاہیے اور میرے گمان مین یہ ہی کہ ایک ہفتہ سے زیادہ دورہ مقرر کرنا ضرر رسانی ہی مگر یہ کہ دونون راضی ہو جاوین فقط تو معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین لفظ او بمعنی بل ہی اسواسطے مترجم نے ویسا ہی ترجمہ کیا اور بحر الرائق مین کہا کہ مدت دور کی مطلق ہی اسواسطے کہ جب دورہ برابر ہوا تو کچھ ضرر رسانی نہین کیونکہ عورت اپنی باری کے آنے پر مطمئن ہوگی اور نہر الفائق مین کہا کہ اطلاق دور مین نفی مضرت کی مسلم نہین فقط یعنے مثلاً اگر مدت دور کی دس سال کی او زوج قبل آنے باری دوسری عورت کے مرگیا تو صریحاً مضرت ہی اور مصنف جو خلاصہ کی عبارت سے تین دن کی تقیید سمجھا سو بھی لائق اعتماد کے نہین اسواسطے کہ خلاصہ کی عبارت محتمل ہی تمثیل کی نہ تحدید کی اور شارح قہستانی نے خانیہ وغیرہ سے نقل کیا کہ زوج کو اختیار ہی کہ ہر ایک عورت کے پاس سات سات دن رہنے اور ظاہر شروح متون کی ترجیح مین مقدم ہین فتاوون پر کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل متعلقہ شارح کے لوکان عملہ لیلا کالحارس ذکر الشافعیۃ انہ یقسم نہارا وہو حسن اگر کام زوج کا رات کو ہو جیسے چوکیدار اور اُسکی دو تین عورتین ہون تو شافعیون نے ذکر کیا ہی کہ وہ دن کو باری مقرر کرے شارح نے کہا کہ یہ کلام شافعیون کا خوب ہی وحقہ علیہا ان تطیعہ فی کل مباح یامرہا بہ اور حق زوج کا زوجہ پر یہ ہی کہ اُسکی اطاعت کرے ہر ایک امر مباح مین جسکا عورت سے حکم کرے ظاہر یہ ہی کہ امر مباح زوج کے امر سے عورت پر واجب ہوتا ہی جیسے حکم سلطان کا رعیت پر اور زوج کو جائز ہی کہ ترک آرائش سے اور ترک نماز اور طہارت سے اور وطی کی عدم اجابت سے عورت کو مارے کذا فی فتح القدیر اور اگر مرد کے پاس عورت ہو کہ نماز نہ پڑھتی ہو تو اُسکو طلاق دینا جائز ہی اگرچہ ادا مہر پر قادر نہو اور اگر عورت کا باپ لنگڑا ہو اور اُسکا کوئی خبر گیر نہو اور زوج اُسکے پاس جانے سے منع کرتا ہو تو اس صورت مین عورت کو نافرمانی زوج کی جائز ہی اور خدمت باپ کی ضرور ہی باپ خواہ مسلمان ہو خواہ کافر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن العالمگیریۃ ولہ منعہا من الغزل اور جائز ہی مرد کو عورت کا منع کرنا سوت کاتنے سے اسواسطے کہ نفقہ اُسکا زوج پر واجب ہی ومن اکل ما یتاذی من رائحتہ اور مرد کو جائز ہی کہ عورت کو منع کرے اُس چیز کے کھانے سے جسکی بو سے اُسکو تکلیف ہوتی ہو جیسے کچا پیاز اور لہسن اور مولی اور حقہ کشی اسواسطے کہ بوسہ لینا حق ہی زوج کا اور بدبو سے نفرت آتی ہی اور سید اسعد مدنی نے

اپنے فتاوے میں صریح کیا ہے کہ زوج کو اگر کہ وہ معلوم ہو تو حقہ پینے سے عورت کو منع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی بل ومن الحناء والنقش ان تاذی من رائحتہ نہر
وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی بلکہ زوج کو اختیار ہے کہ مہندی لگانے اور نقش کاری سے منع کرے عورت کو اگر اسکی بو سے اسکو تکلیف ہوتی ہو کذا فی النہر الفائق
اور اس مقام کی پوری تقریر ملتقی کے حاشیہ میں ہم نے بیان کی ہے ہم بدائع میں ہے کہ احکام نکاح سے ایک معاشرت بالمعروف ہے بموجب آیت قرآنی کے یعنے احسان
اور کرم کرنا عورت سے باعتبار قول اور فعل اور خلق کے اور معاشرت بالمعروف کے بعضوں نے یہ معنی کہے کہ مرد عورت سے ایسا سلوک کرے جو اپنی ذات کیواسطے
پسند کرتا ہے اور یہ حسن سلوک دونوں طرف سے مستحب ہے اور احکام نکاح سے یہ ہے کہ اگر عورت نافرمانی زوج کی کرے تو اول اسکو نصیحت کرے اگر نصیحت نہ مانے تو
کلام کرنا اور پاس لیٹنا اور جماع کرنا ترک کرے اگر اس سے بھی نہ باز آئے تو پھر مارنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی آور مکروہ ہے مرد کو اپنی عورت سے وطی کرنا
جبکہ عاقل اور دانا ہے اور اسکی سوت کے نزدیک اور یہ اصطلاح اپنی لونڈی اور اسکی لونڈی کے روبرو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الرضاع

یہ باب ہے رضاع کا یعنے اسمیں احکام شیرخوارگی کے مذکور ہیں ہو لغۃ بالفتح وکسر مص الثدی وشرعا مص من ثدی آدمیۃ ولو بکرا او میتۃ او آیسۃ والحق بالمص
الوجور والسعوط رضاع بالفتح وکسر لغت میں چوسنا ہے چھاتی کا اور شرع میں چوسنا ہے عورت کی چھاتی سے اگرچہ عورت کنواری ہو یا مردہ یا بڈھی اور چوسنے سے
ملحق ہے حلق میں ڈالنا اور ناک سے دینا یہ اشارہ ہے صاحب بحر الرائق کی رد پر اُنہے کہا کہ کبھی مص متحقق ہوتا ہے اور پیٹ میں نہیں جاتا اور کبھی رضاع ثابت ہوتا ہے بدون
مص کے جیسے کہ وجور اور سعوط میں شارح نے جواب دیا کہ وجور اور سعوط ملحق ہے مص سے اور چونکہ سبب غالب پیٹ میں جانے کا مص ہی ہے اسیواسطے اسکو ذکر کیا نہر الفائق میں کہا
کہ مص مستلزم ہے وصول کا اسواسطے کہ صاحب قاموس نے مص کو شرب رفیق کر تعبیر کیا ہے فی وقت مخصوص ہو حولان ونصف عندہ وحولان فقط عندہما
ہو الاصح فتح وبہ یفتی کما فی تصحیح القدوری عن العون ہے وقت مخصوص میں وہ وقت اڑھائی برس ہیں امام کے نزدیک اور فقط دو برس ہیں
صاحبین کے نزدیک اور یہی مذہب صاحبین کا صحیح ہے کذا فی فتح القدیر اور اسی پر فتوی ہے کما فی تصحیح القدوری ناقلا عن عون المروزی وفی نسخۃ عن العیون
اور لفظا حولین کا بایں سبب جو کلام مجید میں واقع ہے ثابت ہوتا ہے کہ رضاع بعد تمامی حولین کے نہیں اور طحاوی نے اسی روایت کو پسند کیا ہے لکن فی الجوہرۃ
انہ فی الحولین ونصف ولو بعد الفطام محرم وعلیہ الفتوی لیکن جوہرہ میں ہے کہ البتہ رضاع اڑھائی برس کے اندر اگرچہ بعد چھوٹانے کے ہو حرمت ثابت
کرتا ہے اور اسی روایت پر فتوی ہے کما فی المواہب اور یہی ظاہر الروایت ہے کما فی الخانیہ اور فتح القدیر میں واقعات ناطفی سے منقول ہے کہ فتوی ہے
ظاہر الروایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا کہ مدت رضاع میں فتوی مختلف ہے تو اس صورت میں ظاہر الروایت صحیح ہوگی واستدلوا لقول الامام
بقولہ تعالی وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا ای مدۃ کل منہما ثلثون استدلال کیا ہے علما نے واسطے قول امام کے حق تعالی کے اس قول پاک سے کہ حمل
لڑکے کا اور دودھ سے چھوٹنا اسکا تیس مہینے میں ہے یعنے مدت ہر ایک کی دونوں میں سے تیس مہینے ہیں یعنے حمل بھی تیس مہینے اور فصال بھی تیس مہینے
اسواسطے کہ حق تعالی نے دو چیزیں ذکر کیں اور دونوں کی مدت مقرر فرمائی تو وہ پوری مدت دونوں میں سے ہر ایک کیواسطے ہوگی جیسے کہ مدت مقرر کرے
دو قرض کیواسطے یوں کہکر کہ ایک تھیلا اسکو ایک درم اور پانچ من جو ہیں ایک مہینہ تک کے وعدہ پر تو مہینہ بھر درم کی بھی مدت ہوئی اور پورا مہینہ جو کی ہوگی الا انہ نقص کہ
اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ مدت حمل اڑھائی برس ہو اور حالانکہ امام کے نزدیک حمل کی مدت دو برس سے زیادہ نہیں تو اسکا جواب شارح نے دیا ہے
فی الاول ای الحمل لقول عائشۃ لا یبقی الولد اکثر من سنتین ومثلہ لا یعرف الا سماعا مگر یہ کہ کمی چھ مہینے کی اول امر میں یعنے حمل میں ثابت ہوئی عائشہ صدیقہ کے قول سے فرمایا کہ
نہیں باقی رہتا ہے لڑکا پیٹ میں زیادہ دو برس سے اور مثل اس مضمون کا معلوم نہیں ہو سکتا مگر شارع کی سماع سے یعنے قیاس میں رائے اجتہاد مجتہد کو دخل نہیں تو یقینا معلوم
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا تو اسوقت یہ قول صحابی کا قائم مقام حدیث مرفوع کے ہو گیا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسکو شرح نخبۃ الفکر میں شرح بیان کیا ہے

العون کی جگہ العیون ہو

اور قول حضرت صدیقہؓ کا سنن دار قطنی اور بیہقی میں جمیلہ بنت سعد کی روایت سے موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی پھر یہاں دوسرا سوال وارد ہوا کہ امامؒ نے
تخصیص آیت کی حدیث سے کیونکر تجویز کی حالانکہ آیت قطعی ہے اور حدیث ظنی اور تخصیص قطعی کی ظنی سے جائز نہیں اسکا جواب شارح نے اگلے قول سے دیا الا انہا ماولۃ
للتوزیعھم الاجل علی الاقل والاکثر فلم تکن دلالتہا قطعیۃ اور آیت موصوفہ ماول ہے یعنے اپنے ظاہری معنی پر محمول نہیں بسبب تقسیم کرنے علماء کے مدت کو اقل مدت حمل پر
اور فصال اکثر مدت پر یعنے صاحبین اور شافعی وغیرہ نے تیس مہینے کو یون تقسیم کیا کہ چھ مہینے حمل کی مراد رکھے اور دو برس فصال کی پھر جب تیس مہینے کی مدت حمل اور فصال پر
اسطرح تقسیم ہوئی تو دلالت آیت کی قطعی نہ رہی ظنی ہوگئی اور حدیث بھی ظنی ہے تو تخصیص ظنی کی ظنی سے درست ہوگئی علی ان الواجب علی المقلد العمل بقول المجتہد وان
لم یظہر دلیلہ کما افادہ فی رسم المفتی علاوہ استدلال سے یہ ہے کہ مقلد پر واجب ہے عمل کرنا مجتہد کے قول پر اگرچہ اسکی دلیل ظاہر نہ ہو چنانچہ قاضی خان نے اسکو بیان کیا ہے اپنے فتاوی میں
رسم مفتی کے مقام میں یعنے اگر کوئی بسبب دقت کلام کے استدلال امام کو نہ سمجھے تو کچھ حرج نہیں اسواسطے کہ جسکو اجتہاد کا پایہ نہیں اُسپر تقلید مجتہد کے قول کی واجب ہے
گو اسکی دلیل کو نہ جانے تو حنفی مذہب کو مثلاً امامؒ کا قول کافی ہے دلیل کا سمجھنا اسپر ضرور نہیں لکن فی آخر الحاوی فان خالفاہ قیل یخیر المفتی والاصح ان العبرۃ لقوۃ
الدلیل لیکن حاوی قدسی کے آخر میں یون ہے کہ اگر مخالفت کی صاحبینؒ نے امام کی کسی مسئلہ میں تو بعضون نے کہا ہے کہ مختار ہے مفتی دونون قول میں
جس قول پر چاہے فتوی دے اور بعضون نے کہا کہ امام کے قول کو مقدم رکھے اور صحیح یہ ہے کہ خلاف امام اور صاحبین میں قوت دلیل کا اعتبار ہے یعنے اگر امامؒ کی
دلیل قوی ہے تو امامؒ کے قول پر فتوی دے اور اگر صاحبین کی دلیل قوی ہے تو انکے قول پر مفتی فتوی دے لیکن قوت دلیل کو کون سمجھ سکتا ہے سوا اہل اجتہاد کے
اور صاحب بحر الرائق اور نہر الفائق کہ گو وہ پایہ اجتہاد کا نہ رکھتے ہیں تصریح کر چکے ہیں کہ مدت رضاع میں دلیل صاحبین کی قوی ہے کما قال تعالی والوالدات یرضعن اولادھن
حولین کاملین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ثم الخلاف فی التحریم اما لزوم اجر الرضاع للمطلقۃ فمقدر بحولین بالاجماع پھر معلوم کیا چاہیے کہ خلاف امام
اور صاحبین کا تحریم میں ہے یعنے امام کے نزدیک اڑھائی برس کے اندر دودھ پینے سے حرمت رضاعۃ وغیرہ کی ثابت ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک فقط دو برس
کے اندر لیکن لازم ہونا دودھ پلانے کی اجرت کا مطلقہ کیواسطے سو دو ہی برس کر مقدر ہے باجماع امام اور صاحبین کے یعنے اگر زوج زوجہ کو طلاق دے اور وہ لڑکے کو
دودھ پلوانے جائے بعد طلاق تو فقط دو ہی برس تک بالاتفاق اجرت پاویگی نہ دو برس سے زیادہ وثبوت التحریم فی المدۃ فقط ولو بعد الفطام والاستغناء
بالطعام علی ظاہر المذہب وعلیہ الفتوی فتح وغیرہ قال المصنف تبعا للبحر فما فی الزیلعی خلاف المعتمد لان الفتوی متی اختلفت رجح ظاہر الروایۃ اور ثابت ہوتی
تحریم مدت رضاع میں فقط یعنے بعد مدت کے شیر خوارگی سے تحریم نہیں مدت کے اندر تحریم ثابت ہے اگرچہ رضاعت ہو بعد دودھ چھوڑانے کے اور بسبب استغناء کے
طعام کے یہ بنا بر ظاہر مذہب کے ہے یعنے اگر مدت کے اندر مثلاً چھ مہینے کے بعد لڑکا روٹی دال کھانے لگا ہوا اور دودھ چھٹ چکا ہو تو بھی اگر دو برس کے اندر دودھ پیئیگا
تو حرمت ثابت ہوگی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ فتح القدیر وغیرہ میں مصرح ہے کہا مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے سو جو روایت کہ زیلعی میں ہے مخالف
معتمد کے زیلعی نے کہا کہ حسن نے امامؒ سے روایت کی کہ اگر لڑکے کو دودھ کے سوا کھانے کی عادت ہوگئی قبل گذرنے مدت رضاع کے تو تحریم نہیں ثابت ہوتی اور
اسی پر فتوی ہے مصنف نے کہا کہ یہ قول لائق اعتماد کے نہیں ہے اسواسطے کہ جب فتوی مختلف ہوا تو ظاہر الروایت کو ترجیح ہوئی اور ظاہر الروایت یہی ہے کہ مدت کے اندر
مطلقا تحریم ثابت ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولم یبح الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء آدمی والانتفاع بہ لغیر ضرورۃ حرام علی الصحیح شرح الوہبانیۃ اور مباح نہیں ہے پلانا
بعد مدت رضاع کے یعنے دو برس کے بعد اسواسطے کہ دودھ جزو ہے آدمی کا اور نفع لینا جزو آدمی سے بغیر ضرورت شرعی کے حرام ہے بنا بر قول صحیح کے کذا فی شرح الوہبانیۃ یعنے
بعد دو برس کے لڑکا کھانے پینے لگتا ہے اب ان کے دودھ کی ضرورت نہ رہی یہاں شبہہ ہوتا تھا کہ جب انتفاع آدمی کے دودھ سے بضرورت جائز نہ ہوا تو بطور علاج کے
استعمال اسکا جائز ہونا چاہیے سو اس وہم کو شارح نے اپنے اگلے قول سے دفع کیا وفی البحر لایجوز التداوی بالمحرم فی ظاہر المذہب اصلہ بول ما یوکل لحمہ کما مر اور
بحر الرائق میں ہے کہ جائز نہیں دوا کرنا حرام چیز سے ظاہر مذہب میں اصل تداوی بالمحرم کی ماخوذ ہے تداوی ببول ما یوکل لحمہ سے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں

قبل فصل چیز کے اسکا ذکر ہو چکا شارح نے وہان کہا کہ تداوی بالمحرم مین اختلاف ہے ظاہر مذہب مین تو منع ہے اور بعضون نے کہا جائز ہے جب شفا یقین
معلوم ہو اور کوئی دوسری دوا اُسکے سوا نہو اور اسی روایت پر فتوی ہے جیسے شراب جائز ہے پیاسے کو **وللاب جبار امتہ علی فطام لہا منہ قبل الحولین**
انہ لم یضرہ ای الولد الفطام کما لہ ایضا اجبارہا ای امتہ علی الارضاع اور باپ کو جائز ہے اپنی لونڈی سے زبردستی کرنا اُسکے لڑکے کے دودھ چھڑانے
پر جو لڑکا مولی کے نطفے سے ہے دودھ چھڑانے پر جبر جائز ہے قبل دو برس کے اگر لڑکے کو دودھ چھڑانا مضرت نکرے جسطرح باپ کو جبر کرنا اپنی لونڈی پر دودھ پلانے پر
بھی جائز ہے یعنے لونڈی مال ہے مولی کا تو اسکو دودھ پلانے اور چھڑانے پر اختیار ہے لڑکا مولی کے نطفے سے ہو یا غیر کے نطفے سے ہان اگر غیر نے حریت اولاد کی شرط کر لی ہو
تو مولی کو جبر کرنا جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی **ولیس لہ ذلک یعنی الاجبار بنوعیہ مع زوجتہ الحرۃ ولو قبلہما لان حق التربیۃ لہا جوہرہ** اور باپ کو یہ جائز نہین
یعنے دونون قسم کا جبر اپنی زوجہ حرہ کے ساتھ اگرچہ قبل مدت دو برس کے ہو اسواسطے کہ حق پرورش کا زوجہ کیواسطے ہے تو دودھ پلانے اور چھڑانے مین حرہ کا اختیار ہے کذا فی الجوہرہ
یعنے دودھ چھڑانے اور دودھ پلانے مین اگرچہ قبل مدت کے ہو زوجہ کو جبر کرنا جائز نہین ہان بعد مدت کے دودھ چھڑانے پر اسکو جبر کرنا درست ہے **ویثبت بہ ولو بین الحربیین بزازیۃ**
وان قل ان علم وصولہ لجوفہ من فمہ او انفہ لا غیر فلو التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل اللبن فی حلقہ ام لا لم یحرم لان فی المانع شکا والوالجیۃ اور ثابت ہوتا ہے یعنے دائی کا ماں ہونا
دودھ پینے سے اگرچہ یہ فعل دو حربی کافرون مین ہو کذا فی البزازیہ اگرچہ دودھ نہایت قلیل ہو بشرطیکہ معلوم ہو دودھ کا پیٹ مین پہونچنا لڑکے کے منہ سے یا اُسکی
ناک سے نہ اور طرح سے یعنے کان مین ٹپکانے سے یا حقنہ وغیرہ سے سو اگر لڑکے نے سر پستان کا منہ مین لیا اور معلوم نہوا کہ دودھ حلق مین داخل ہوا یا نہین تو حرمت نہ ثابت ہوگی
اسواسطے کہ حلت کے مانع مین شک ہے یعنے حلت اصل ہے اور بالیقین ثابت ہے اور مانع حلت مین یعنے دودھ کے اندر جانے مین شک ہے تو شک سے یقین نہین اٹھتا کذا فی الولوالجیہ
ولو ارضعہا اکثر اہل القریۃ ثم لم یدر من ارضعہا واراد احدہم تزوجہا ان لم تظہر علامۃ ولم یشہد بذلک جاز بزازیۃ اور اگر دودھ پلایا ایک لڑکی کو اکثر اہل قریہ نے پھر معلوم نہوا کہ
کون کون عورت نے اُسکو دودھ پلایا ہے پھر ارادہ کیا اہل قریہ مین سے کسی نے اُس عورت سے نکاح کا تو اگر علامت ظاہر نہو اور کوئی تعیین مرضعہ کا گواہ نہو تو نکاح کرنا جائز ہے کذا
فی البزازیہ طحطاوی نے کہا کہ اس علامت کو کسی نے تفسیر نہین کیا اور ممکن ہے کہ علامت کو یون بیان کیجیے کہ مثلاً ایک عورت دودھ والی وہان بہت آتی جاتی ہو جہان
رہتی تھی یا اسی گھر مین وہ رہتی ہو تو یہ نشانی ہے دودھ پلانے پر اور تقدیر ایسے مسائل مین یہ ہے کہ مواقع اشتباہ مین نکاح نکرے اور ولوالجیہ مین ہے کہ عورتون پر
واجب ہے کہ ہر لڑکے کو دودھ نہ پلاوین بلا ضرورت اور اگر پلاوین تو یاد رکھین بلکہ لکھ رکھین یعنے نادانستگی مین حرام نہ واقع ہو اور خانیہ مین ہے کہ عورت کو اپنی
لڑکے کا دودھ پلانا بدون اجازت شوہر کے مکروہ ہے مگر جب ہلاک ہونے کا خوف ہو تو مضائقہ نہین اور محیط مین ہے کہ مرد کو مناسب نہین کہ اپنے لڑکے کو احمق عورت کا
دودھ پلاوے سواسطے کہ حدیث مین منع ہے کہ دودھ کا اثر ہوتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **وحرمتہ الا مرضعۃ للرضیع ویثبت ابوۃ زوج مرضعۃ اذا کان لبنہا**
لہ والا لا کما یجی ثابت ہوتا ہے مان ہونا دائی کا شیرخوار کی کیواسطے اور ثابت ہوتا ہے باپ ہونا دائی کے زوج کا جبکہ دودھ دائی کا اُسی زوج سے ہو اور
اگر دودھ دائی کا پہلے زوج سے ہو تو زوج ثانی کا باپ ہونا ثابت نہوگا بلکہ شیرخوار ربیب رضاعی ہوگا زوج ثانی کا چنانچہ اسکی تصریح آگے آوے گی
فیحرم منہ ای بسببہ ما یحرم من النسب رواہ الشیخان واستثنی بعضہم احدی وعشرین صورۃ وجمعہا فی قولہ پس حرام ہوتا ہے اُس سے یعنے بسبب رضاعت کے جو
حرام ہے نسب سے یہ حدیث بالمعنی ہے روایت کیا ہے اسکو بخاری اور مسلم نے مرفوع ابوہریرہ سے اور ابن عباس کی روایت سے انہی الفاظ سے کہ یحرم
من الرضاعۃ ما یحرم من النسب اور حرام اس حدیث سے بعض علمانے اکیس صورتین مستثنی کی ہین اور انکو اپنی آیندہ قول مین نظم کیا ہے **یفارق النسب الارضاع فی**
صور کام فلد او جدۃ الولد جدا ہے دودھ پلانا نسب سے چند صورتون مین چنانچہ پوتے کی مان یا لڑکے کی نانی یعنے پوتے کی رضاعی مان دادا کو حلال ہے مثلاً زید کا
بیٹا محمود ہو اور محمود کا بیٹا خالد ہو سو خالد کو ایک اجنبی عورت کریمہ نے دودھ پلایا تو زید کو کریمہ سے نکاح کرنا حلال ہے بخلاف نسب کے کہ پوتے کی ماں نسبی دادا کو
حلال نہین اسواسطے کہ خالد کی ماں زوجہ ہے محمود کی تو بہو ہوئی زید کی اور اگر محمود کا بیٹا رضاعی ہو اس طرح کہ محمود کی زوجہ نے بکر کو دودھ پلایا ہو تو زید کو

بلکہ کی نسبی بہن سے نکاح درست ہے اور اسیطرح بکر کو زید کی پھوپھی سے سوا اگر حلیمہ نے دودھ پلایا ہو تو حلیمہ بھی زید کو حلال ہے اور لڑکے کی نانی حلال ہے اسطرح کہ زید کے بیٹے عبداللہ کو حمیدہ نے دودھ پلایا
تو حمیدہ کی ماں رضاعی نانی ہوئی عبداللہ کی سو زید کو حلال ہے بخلاف اسکے کہ عبداللہ کی نانی نسبی ہو شدہ بہن ہو زید کی تو اسپر حرام ہے اور اسیطرح زید کا بیٹا ہے رضاعی خالہ اسکا نام توحفا
کی نانی نسبی ہو یا رضاعی زید کو حلال ہے سوا وام اخت ابن وام اخ ہ وام خال و عمۃ ابن ی عمتہ اور حلال ہے باعتبار رضاعت کے بہن کی ماں اور بیٹے کی بہن اور بھائی
کی ماں اور بیٹیوں کی ماں اور بیٹے کی پھوپھی سو بہن کی ماں سو اسکی بھی تین صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ ماں رضاعی ہو اور بہن نسبی مثلا زید کی سگی بہن کو حافظہ نے دودھ
پلایا تو زید کو حافظہ سے نکاح درست ہے دوسری صورت یہ کہ بہن رضاعی ہو اور اسکی ماں نسبی جیسے زید کی رضاعی بہن رشیدہ ہو تو زید پر رشیدہ کی ماں نسبی حلال ہے اور تیسری صورت یہ
ہے کہ ماں بھی رضاعی ہو اور بہن بھی رضاعی چنانچہ مثال سابق میں رشیدہ کی رضاعی ماں زید پر حلال ہے اور بیٹے کی بہن کی بھی تین صورتیں ہیں پہلی یہ کہ بہن رضاعی اور بیٹا
نسبی چنانچہ زید کا بیٹا ہے خالد اور اسکی رضاعی بہن ہے فریدہ جیسے خالد اور فریدہ نے ایک اجنبی عورت کا دودھ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہے دوسری یہ کہ بیٹا فقط رضاعی
ہو جیسے زید کا بیٹا ناصر ہے رضاعی اور ناصر کی بہن نسبی زینب ہو تو زید پر زینب حلال ہے تیسری یہ کہ بیٹا بھی رضاعی اور اسکی بہن بھی رضاعی جیسے کہ مثال سابق میں ناصر کی
رضاعی زید پر حلال ہے اور بھائی کی ماں اسکی بھی تین صورتیں ہیں چنانچہ اسکی تفصیل بہن کی ماں میں مذکور ہو چکی اور ماموں کی ماں اسکی بھی تین صورتیں ہیں پہلی
صورت یہ کہ زید کے ماموں نسبی کو دودھ پلایا اجنبیہ نے تو زید کو ماموں کی دائی حلال ہے دوسری یہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی نسبی ماں زید کو حلال ہے تیسری یہ کہ زید کے
رضاعی ماموں کی رضاعی ماں زید پر حلال ہے اور اگر ماموں اور اسکی ماں دونوں نسبی ہوں تو حلال نہیں اسواسطے کہ ماموں کی ماں یا سگی نانی ہے یا نانا کی منکوحہ اور
بیٹے کی پھوپھی اسکی بھی تین صورتیں ہیں پہلی یہ کہ زید کا بیٹا نسبی ہے حسن اسنے دودھ پیا اجنبی عورت کا جو زوجہ ہے خالد کی اور خالد کی بہن ہے عظیمہ تو عظیمہ رضاعی پھوپھی
ہوئی حسن کی سو عظیمہ زید پر حلال ہے دوسری یہ کہ زید کا بیٹا رضاعی ہے قاسم سو قاسم کی نسبی عمہ زید پر حلال ہے تیسری یہ کہ قاسم نے زید کی زوجہ کے سوا کسی کا دودھ پیا
تو کسی کے خاوند کی بہن زید پر حلال ہے اور اگر بیٹا اور اسکی عمہ دونوں نسبی ہوں تو زید پر اسکی عمہ حلال ہوگی اسواسطے کہ وہ بہن ہے زید کی ہم یہاں تک اکیس صورتیں مسئلہ کی
مشرح تفصیل بیان ہو چکیں اسواسطے کہ ناظم نے سات صورتیں نظم کی ہیں اور ہر ایک میں تین تین صورتیں محتمل ہیں تو سب اکیس ہوئیں الا ام اخیہ و اختہ یعنی سوائے
حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے مگر بھائی اور بہن کی ماں اور اسکے سوا اور معلومات آیندہ رضاعت سے حلال ہیں نسب سے چنانچہ حلت کا بیان مفصل ہو چکا استثنا میں
قاضی بیضاوی کا اعتراض ہے کہ یہ جو فقہانے حدیث یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب سے ام اخیہ وغیرہ کو استثنا کیا ہے سو صحیح نہیں اسواسطے کہ ان صورتوں کی حرمت باعتبار
مصاہرت کے ہے نہ باعتبار نسب کے پھر جب مستثنی مستثنی منہ میں داخل نہوا تو استثنا کیونکر صحیح ہوگا اسکا جواب شارح نے آیندہ میں دیا استثناء منقطع لان حرمۃ من
ذکر بالمصاہرۃ لا بالنسب فلم یکن الحدیث متناولا لما استثناہ کالفقہاء فلا تخصیص بالعقل کما قیل یہ استثنا منقطع ہے اسواسطے کہ حرمت مذکورات کی
مصاہرت کے سبب ہے نہ نسب کے سبب سے تو حدیث مذکور شامل نہوگی ان صورتوں کو جنکو فقہانے استثنا کیا ہے تو عموم حدیث کی تخصیص عقل سے نہوئی جیسا کہ
بعضوں نے کہا یعنی یہ استثنا متصل نہیں جسمیں مستثنی کا داخل ہونا مستثنی منہ میں ضرور ہو بلکہ یہ استثنا منقطع ہے اور استثنا منقطع میں مستثنی مستثنی منہ میں داخل نہیں ہوتا
چنانچہ اسی قول میں کہ جاء القوم الا حمارا یہاں تک قاضی بیضاوی کے اعتراض کا جواب ہو چکا پھر شارح نے اسی تقریر میں دوسرا اعتراض دفع کیا صاحب الفتح
نے کہا کہ حدیث مذکور عام ہے تو فقہانے حدیث کو دلیل عقلی سے تخصیص کیا کہ چند صورتوں کو عموم حدیث سے نکالا شارح نے جواب دیا کہ جن صورتوں کو
فقہانے استثنا کیا ہے انکو حدیث مذکور شامل ہی نہیں تو تخصیص بالعقل کہنا غلط ہے فتح القدیر میں ہے کہ محققین کے نزدیک استثنا فقہا کا تخصیص عقلی نہیں
اسواسطے کہ قرآن مجید میں محرمات نسبیہ کی یوں تعبیر ہوئی ہے کہ (حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت)
سو ان الفاظ کے مسمیات جو رضاعت میں متحقق ہیں وہ بھی بلاشبہہ حرام ہیں یعنے ماں اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی جیسے نسب سے
حرام ہیں ویسے ہی یہ ساتوں رشتے رضاعت سے بھی حرام ہیں اور جنکو فقہانے استثنا کیا ہے وہ ان سات رشتوں میں داخل نہیں تو تخصیص کیونکر

ل
[illegible]

کیونکہ ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی فان ترشد ام الاخت والاخ نسبا لکونہا امہ او موطوءۃ ابیہ وہذا المعنی مفقود فی الرضاع سو حرام ہونا بہن اور بھائی کی ماں کا باعتبار
نسب کے اسواسطے ہے کہ بہن بھائی کی ماں خود اپنی ماں ہو یا اپنے باپ کی مدخولہ ہو اور یہ امر مفقود ہے رضاعت میں یعنی رضاعی بھائی کی رضاعی ماں زید کی ماں
نہیں اور نہ اسکے باپ کی مدخولہ ہے چنانچہ اسکا مفصل بیان نظم کی شرح میں گذر چکا پھر جو علت تھی حرمت کی نسب میں وہ جب رضاعت میں نہ پائی گئی تو حدیث
مذکور مستثنیٰ صورتوں کو ہرگز شامل نہ ہوئی تو دعوی تخصیص عقلی کا غلط ہو گیا وقس علیہ اخت ابنہ وبنتہ وجدۃ ابنہ وبنتہ وام عمہ وعمتہ
وام خالہ وخالتہ اور قیاس کر لے بھائی بہن کی ماں پر بیٹا بیٹی کی بہن اور باقی معطوفات کو یعنے ان رشتوں میں جو حرمت کا سبب نسب میں ہے وہ امر رضاعت
میں مفقود ہے بیٹا بیٹی کی بہن بیٹا بیٹی کی نانی اور چچا اور پھوپھی کی ماں اور ماموں اور خالہ کی ماں باعتبار رضاعت کے حلال ہیں چنانچہ اسکا بیان شرح نظم میں مثالوں کے ساتھ
ہو گیا دوبارہ بیان ضرور نہیں لیکن چچا اور عمہ کی ماں کی حلت ماتن کو بعینہ اسی بیان پر یافت کرنا چاہیے کہ مثلاً زید کا چچا اور عمہ ہیں انکو ایک اجنبی عورت
نے اسکا جمیلہ نام ہے دودھ پلایا سو زید پر جمیلہ حلال ہے اور اسیطرح اگر زید کا چچا رضاعی ہو یعنے زید کے باپ نے اور اسنے حمید کا دودھ پیا ہو پھر رضاعی چچا زید کا
دودھ پیا تو زید کو وہ حلال ہے اور باعتبار نسب کے چچا یا عمہ کی ماں حلال نہیں اسواسطے کہ چچا کی نسبی ماں اسکی دادی ہے یا دادا کی مدخولہ ہے دونوں حرام ہیں
وکذا عمۃ ولدہ وبنت عمتہ وبنت اخت ولدہ وام اولاد اولادہ فہولاء من الرضاع حلال للرجل اور اسیطرح اپنے ولد کی عمہ اور اپنے ولد کی عمہ کی بیٹی اور اپنے ولد کی
بہن کی بیٹی اور اپنے پوتوں کی ماں یہ سب شخص ام الاخ سے یہاں تک رضاعت سے حلال ہیں مرد کو چنانچہ انکا بیان نظم کے ترجمہ میں گذرا لیکن دو کا بیان یہاں ضرور ہے ایک یہ
ولد کی عمہ کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے نسب سے نہیں اسواسطے کہ بہن کی بیٹی بھانجی ہوئی دوسری یہ کہ ولد کی بہن کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے نسب سے نہیں اسواسطے کہ یا وہ اپنی بیٹی
یا ربیبہ کی بیٹی سو یہ دونوں حرام ہیں کذا اخو ابن المراۃ لہا فہذہ عشر صور اور اسیطرح عورت کے بیٹے کا بھائی عورت کو حلال ہے یہ حکایت مکرر ہو گئی ماتن کے قول ام الاخ سے
یعنے مثلاً عمر بیٹا زید کے بھائی کی ماں پر یہ حلال ہوئی تو زید کے بھائی کی ماں پر یہ بھی حلال ہے اسو زید اسکے بیٹے کا بھائی ٹھہرا سو دس ہوئیں یعنی
پہلی صورت بھائی بہن کی ماں دوسری بیٹا بیٹی کی بہن تیسری بیٹا بیٹی کی دادی چوتھی چچا اور عمہ کی ماں پانچویں ماموں اور خالہ کی ماں چھٹی ولد کی عمہ ساتویں ولد کی
عمہ کی بیٹی آٹھویں ولد کی بہن کی بیٹی نویں پوتے کی ماں دسویں عورت کے بیٹے کا بھائی لیکن دسویں صورت مکرر ہے اسواسطے کہ مقابلات ہیں تو حقیقت میں نو ہیں
فصل باعتبار الذکورۃ والانوثۃ الی عشرین یہ دس صورتیں باعتبار مرد ہونے اور عورت ہونے مضاف الیہ کے بیس صورتوں تک پہنچتی ہیں اگر مضاف الیہ کو صورتوں میں
مرد فرض کیجیے تو یوں ہوگا بھائی کی ماں اور بیٹے کی بہن اور بیٹے کی دادی اور چچا کی ماں اور ماموں کی ماں اور بیٹے کی عمہ اور بیٹے کی عمہ کی بیٹی اور بیٹے کی بہن کی بیٹی اور
پوتے کی ماں اور اگر مضاف الیہ کو عورت فرض کیجیے تو یوں ہوگا بہن کی ماں اور بیٹی کی بہن اور بیٹی کی دادی اور عمہ کی ماں اور خالہ کی ماں اور بیٹی کی عمہ اور بیٹی کی
عمہ کی بیٹی اور بیٹی کی بہن کی بیٹی اور پوتی کی ماں وباعتبار التحلیل لہ اولہا الی اربعین مثلاً یجوز تزوجہ بام اخیہ وتزوجہا بابی اخیہا اور اصل اعتبار یہ ہے کہ یہ بیس
صورتیں مرد کو حلال ہیں یا عورت کو حلال ہیں تو چالیس صورتوں تک نوبت پہونچے گی مثلاً جبکہ مرد کے واسطے حلت ہو تو اول صورت میں یوں
کہا جائیگا کہ مرد کو اپنے بھائی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے اور جب عورت کے واسطے حلت ہوگی تو اس صورت میں یوں بولینگے کہ عورت کو اپنے
بھائی کے باپ سے نکاح کرنا درست ہے ہم جو متن اور شرح میں مثالیں ہیں سو مرد کی حلت کی ہیں اور عورت کی حلت میں یوں بولینگے کہ بھائی کا باپ اور
بیٹے کا بھائی اور بیٹے کا دادا اور چچا کا باپ اور ماموں کا باپ اور بیٹے کا ماموں اور بیٹے کے ماموں کا بیٹا اور بیٹے کی بہن کا بیٹا اور پوتے کا باپ عورت کو
حلال ہیں وہ مثالوں میں خلاف قیاس تعبیر واقع ہوئی اسواسطے کہ بیٹے کا چچا اور بیٹے کی عمہ کا بیٹا نسب سے بھی حرام نہیں سو یہاں اسکا بیان ہے جو رضاعت
سے حلال ہو نسب سے نہیں اور بعض نسخوں میں تزوجہا بابی اخیہا کے مقام پر تزوجہا بابن اخیہا واقع ہے سو غلط ہو کذا فی حاشیۃ المدنی کل منہا
یجوز ان یتعلق الجار والمجرور اعنی من الرضاع تعلقا معنویا بالمضاف کام کان تکون لا اخت نسبیۃ لہا

ام رضاعیۃ او بالمضاف الیہ کالاخ کان یکون لاخ نسبی لہ ام رضاعیۃ او بھا کان یکن مع آخر حلی ثدی اجنبیۃ ولاخیہ رضاعا ام اخری رضاعیۃ ہی ایۃ
دہشر ون منہا من خواص کتابنا اور ہر ایک صورت کو ان چالیس صورتوں سے جائز ہر کہ جا اور مجرور یعنے من الرضاع باعتبار تعلق معنوی کے
متعلق ہو مضاف سے یعنے من الرضاع مقدر ہو بعد استثنا کے اس قرینہ سے کہ مستثنے منہ میں مذکور ہر تو تقدیر کلام یون ہر کہ تحرم من الرضاع الحرم من النسب
الا ام اختہ من الرضاع سویہ جار مجرور رضاعت سے متعلق ہو جیسے ام اختہ میں ام کا لفظ اسطرح کہ مثلاً زید کی نسبی بہن کی رضاعی ماں ہر یا من الرضاع متعلق ہو مضاف
یعنے اخ کے لفظ سے اسطرح کہ اسکے بھائی نسبی کی رضاعی ماں ہو اور مثال میں شارح سے غلطا ہو گئی یون کہنا ٹھیک تھا لاخ رضاعی لہ ام نسبیۃ یعنے رضاعی بھائی کی نسبی ماں یا
من الرضاع مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے متعلق ہو اسطرح کہ ایک شخص دوسرے کے ساتھ اجنبی عورت کی چھاتی پر مجتمع ہو یعنے مثلاً زید خالد کے ساتھ اجنبی عورت کا
زینب نام ہر دودھ پیے اور اسکے رضاعی بھائی کی زینب کے سوا اور رضاعی ماں ہو چنانچہ کلثوم سو کلثوم زید پر حلال ہر تو اس صورت میں بھائی بھی رضاعی ہر اور اسکی ماں بھی رضاعی
ہر یعنے خالد اور کلثوم تو یہ کل بیس صورتیں ہیں اسطرح پر کہ چالیس صورت میں سے ہر ایک صورت میں تین صورتیں نکلیں باعتبار تعلق جار اور مجرور کے اور چالیس کو تین میں ضرب
دینے سے ایک سو بیس ہوتی ہیں شارح کہتا ہر کہ ایسا بیان ہماری کتاب کے خواص سے ہر یعنے ایک سو بیس صورتیں مسائل رضاعیہ میں نکالنا فقط در مختار کا خاصہ ہر دوسری کتاب میں
اظہار بیان نہیں سید احمد طحطاوی نے کہا کہ ابن وہبان نے شرح منظومہ میں مسائل استثنائی رضاعت کے لکھے اور پھر صاحب بحر الرائق نے بحر الرائق میں کہا کہ یہ اسکی کتاب کا خاصہ ہر پھر صاحب بحر الرائق نے
مسائل مذکورہ کو اکاسی تک پہونچایا اور صاحب نہر الفائق نے ایک سو آٹھ تک پہونچایا اور کہا کہ یہ میری کتاب کے خصائص سے ہر شارح نے چاہا کہ ایک سو بیس تک پہونچاوے
سو اسکا ارادہ پورا ہوا اس واسطے کہ نہر الفائق میں نو صورتوں پر بنا تھی شارح نے وہ سو بیس صورت زیادہ کی سو مکرر ہو گئی چنانچہ اسکا بیان سابق میں گذرا تو اس حساب سے ایک سو بیس
بارہ صورتیں نکل گئیں تھی وہی نہر الفائق والی ایک سو آٹھ صورتیں باقی رہ گئیں اور شیخ عابد سندھی نے دو سو سوا ایک تک نوبت پہونچائی ہر اور کہا ہر کہ یہ ہماری شرح کے خصائص
سے ہر مترجم نے خوف طوالت کتاب سے انکو ذکر نکیا واللہ اعلم بالصواب تنبیہ تشکل اسکا طلب الافکار کا مطلب اس مقام میں حل ہو گیا وتحل اخت اخیہ رضاعا یصح اتصالہ بالمضاف
کان یکون لاخ نسبی لہ اخت رضاعیۃ وبالمضاف الیہ کان یکون لاخیہ رضاعا اخت نسبا وبھما وہو ظاہر اور حلال ہر اپنے بھائی کی بہن باعتبار رضاعت کے صحیح ہر اتصال
رضاعت کا مضاف سے جسطرح کہ اسکے نسبی بھائی کی رضاعی بہن ہو اور صحیح ہر کہ مضاف الیہ سے متصل ہو جسطرح کہ اسکے رضاعی بھائی کی نسبی بہن ہو اور یہ بھی صحیح ہر کہ رضاعت
اور مضاف الیہ دونوں سے متصل ہو اور وہ ظاہر ہر یعنے رضاعی بھائی کی رضاعی بہن ہو لیکن رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہر مثل نسب کے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الملا حسنہ
وکذا نسبا بان یکون لاخیہ لابیہ اخت لام فہو متصل بہما لا باحدہما للزوم التکرار کما لا یخفی اور اسیطرح حلال ہر اپنے بھائی کی بہن باعتبار نسب کے اسطرح کہ سوتیلے بھائی کی
مادری بہن ہو یعنے زید اور خالد ایک باپ میں مشترک ہوں اور ماں دونوں کی مختلف اور خالد اور کلثوم فقط ایک ماں میں شریک اور باپ میں مختلف تو یہ کلثوم زید پر حلال ہر تو لفظ نسب کا
مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے متصل ہر دونوں سے بسبب لازم آنے تکرار کے چنانچہ یہ چھپا نہیں ہر اسواسطے کہ اگر فقط مضاف سے نسب متصل ہو تو مضاف الیہ رضاعی ہو گا اور اگر مضاف الیہ
سے متصل ہو تو مضاف نسبی ہو گا اور یہ دونوں صورتیں مسئلہ سابقہ میں داخل ہیں والاصل ان حل امرأۃ لکونہا اخو بیا ان تحلہ اخت الرضیع من الاب وحلت نہیں ایک عورت کے
دو شیر خوار بچوں کے اسواسطے کہ وہ دونوں بھائی ہیں اگرچہ مختلف ہو زمانہ شیر خوارگی کا اور مختلف ہو دونوں کا باپ رضاعی لاصل بین الرضیعۃ وولد مرضعتہا ای التی ارضعتہا
وولد ولدہا لانہ ولد الاخ اور حلت نہیں درمیان عورت شیر خوار کے اور اسکی دائی کے بیٹے کے اسواسطے کہ دونوں بہن بھائی ہیں اگرچہ دائی کے بیٹے نے اپنی ماں کا
مطلق دودھ نہ پیا ہو اور اسیطرح حلت نہیں شیر خوار عورت میں اور اسکی دائی کے پوتے میں اسواسطے کہ دائی کا پوتا بھتیجا ہر اسکا ولبن بکر بنت تسع سنین
فاکثر محرم والا لا جوہرہ اور دودھ کواری نو برس کی عمر والی کا اور زیادہ عمر والی کا حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہر اور اگر نو برس سے عمر کم ہو تو اسکے
دودھ کے حرمت نہیں کذا فی الجوہرہ کواری عورت سے مراد یہ کہ جسکی وطی منوکی ہو نہ نکاح سے نہ زنا سے وکذا یحرم لبن میتۃ ولو محلوبا فیوجر لصبی بالمیتۃ تیممہا
ویدفنہا اور اسیطرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہر مردہ عورت کا دودھ اگرچہ برتن میں نہ ہو تو نابالغ رضیعہ میت کا محرم ہو گیا میت کا تو میت کا بلا حائل تیمم کرا دے

اور اُسکو دفن کرے یعنے ایک صغیرہ نے مردہ عورت کا دودھ پیا پھر اُس صغیرہ سے ایک مرد نے نکاح کیا تو صغیرہ کا زوج محرم ہو میت کا یعنے داماد ہو اسواسطے اگر یہاں عورتیں نہوں
تو زوج صغیرہ کا میت کو غسل کے بدلے تیمم کرا دے اور کپڑا حائل کرنے کی حاجت نہیں اور دفن بھی کرے اسواسطے کہ عورت کا دفن کرنا محرم کو بہتر ہے اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ مردہ کے
دودھ پینے سے حرمت رضاعت کی ثابت ہوتی ہے اور میت کے جماع سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں اسکا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا بخلاف وطیہا و فرق بوجود المعنی لا اللذۃ
بخلاف وطی میت کے کہ اس سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوتی اور وطی اور رضاعت میں فرق ثابت کیا ہے بسبب وجود غذا ہونے کے نہ حاصل ہونے لذت کے یعنے مقصود اصلی رضاعت سے
غذا ہے سو میت کے دودھ سے بھی حاصل ہے اور مقصود وطی سے لذت کا ملنا ہے سو میت کے جماع میں حاصل نہیں اسواسطے اس سے حرمت نہ ہوگی لیکن بیان فرق میں لذت کا ذکر کرنا خوب نہیں اسواسطے
کہ اگر فقط لذت ثبوت مصاہرت کی علت ہو تو انزال بشہوت اور وطی فی الدبر سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہو حالانکہ ایسا نہیں تو شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کہ حرمت مصاہرت
سبب طلب ولد ہے اور جماع میت میں یہ امر حاصل نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی و مخلوط بماء و دواء او لبن اخری و لبن شاۃ اذا غلب لبن المرأۃ و کذا اذا استویا اجماعا
لعدم الاولویۃ جوہرۃ اور اسیطرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے جو دودھ کہ مخلوط ہو پانی یا دوا سے یا دوسری عورت کے دودھ سے یا بکری کے دودھ سے بشرطیکہ عورت کا دودھ پانی
وغیرہ سے غالب ہو اور اسیطرح جب دو عورتوں کا دودھ برابر مخلوط ہو تو دونوں عورتوں کی تحریم بالاتفاق ثابت ہوگی بسبب عدم ترجیح کے و علق محمد الحرمۃ بالاکثر مطلقا و قیل یعلاج
اور متعلق کیا ہے محمد نے حرمت کو دونوں عورتوں سے مطلقا یعنے دونوں عورتوں کے مخلوط دودھ سے دونوں عورتوں کی حرمت ہر طرح سے ثابت ہے خواہ دونوں کے دودھ برابر ہوں
خواہ کم و بیش بعضوں نے کہا ہے کہ یہی قول صحیح ہے لا یحرم المخلوط بطعام مطلقا و ان حساہ حسوا و کذا لو جبنہ لان اسم الرضاع لا یقع علیہ یعنے حرمت ثابت نہیں کرتا
وہ دودھ جو مخلوط ہو طعام سے کسی طرح اگرچہ اس مخلوط دودھ کو گھونٹ گھونٹ پیا ہو اور اسیطرح اگر دودھ کو پنیر بنایا ہو تو بھی حرمت ثابت نہیں ہوتی اسلئے کہ نام رضاعت کا اس پر نہیں واقع ہوتا
یعنے پنیر کھانے کو دودھ پینا نہیں کہتے کذا فی البحر الرائق و لا الاحتقان و الاقطار فی اذن و احلیل و جائفۃ و آمۃ اور حرمت ثابت نہیں کرتا دودھ کا حقنہ لینا اور کان میں اور
سوراخ ذکر اور پیٹ کے زخم اور سر کے زخم میں دودھ کا ٹپکانا و لبن رجل و خنثی مشکل الا اذا قال النساء انہ لا یکون علی غزارتہ الا للمرأۃ و الا لا جوہرۃ اور حرمت ثابت نہیں کرتا مرد اور خنثی
مشکل کا دودھ مگر جبکہ عورتیں خنثی مشکل کے دودھ کو کہیں کہ اس کثرت کا دودھ بجز عورت کے نہیں ہوتا تو البتہ اس سے حرمت ثابت ہوگی جوہرۃ اور اگر عورتیں اسکے دودھ
کو ایسا نہ کہیں تو حرمت نہ ثابت ہوگی کذا فی الجوہرۃ اور اگر مرد کے دودھ نکلے تو وہ حقیقت میں دودھ نہیں ہے اسلئے کہ حقیقت میں دودھ اسکا ہوتا ہے جس سے ولادت متصور ہو و لا لبن شاۃ
و غیرہا لعدم الکرامۃ اور حرمت رضاعت کی ثابت نہیں کرتا بکری کا دودھ اور اسکے سوا اور حیوانات کا دودھ بسبب عدم بزرگی کے یعنے حرمت رضاعت کی بطریق کرامت و فضیلت کے
باشتباہ جزئیت کے ہے اور آدمی و بہائم میں جزئیت نہیں ہے فلو ارضعت الکبیرۃ و لو مبانۃ ضرتہا الصغیرۃ و کذا لو اوجرہ رجل فی فیہا حرمتا ابدا ان دخل بالام و الا
جاز تزوج الصغیرۃ ثانیا اور اگر دودھ پلایا زوجہ کبیرہ نے اگرچہ مطلقہ بائنہ ہو اپنی سوت صغیرہ کو اور اسیطرح اگر اُسکے دودھ کو کسی مرد نے زوجہ صغیرہ کے حلق میں ڈالدیا ہو
تو کبیرہ اور صغیرہ دونوں اپنے زوج پر دائمی حرام ہوجاوینگی اسلئے کہ ماں اور بیٹی رضاعی کا اجتماع ہے بشرطیکہ وطی کی ہو زوج نے ماں کی یعنے زوجہ کبیرہ کی جو دودھ کی پلانے والی ہے
اور اگر زوجہ کبیرہ کی وطی نہ کی ہو اور دودھ پلایا تو زوج کو صغیرہ سے دوسری بار نکاح کرنا جائز ہے اسلئے کہ پہلا نکاح بسبب جمع ماں بیٹی کے ٹوٹ گیا اور دوسرا نکاح صحیح ہو
کہ زوجہ کبیرہ مدخولہ نہ تھی تو صغیرہ بیٹی ہوئی ربیبہ کی طرح اور ربیبہ سے نکاح درست ہے جب اسکی ماں مدخولہ نہو اور کبیرہ سے مطلقا نکاح جائز نہیں اسلئے کہ بیٹی کا فقط نکاح ماں کو حرام کر دیتا ہے خواہ مدخول
ہو یا نہو اور اگر کبیرہ غیر مدخولہ ہو بعد طلاق کے صغیرہ کو دودھ پلایا تو صغیرہ کا نکاح فسخ نہوگا اسلئے کہ پلانے کے وقت کبیرہ منکوحہ نہیں ہے کہ غیر مدخولہ کی عدت نہیں
کذا فی حاشیۃ المدنی و لا مہر للکبیرۃ ان لم توطأ لمجیء الفرقۃ منہا و للصغیرۃ نصفہ لعدم الدخول اور کچھ مہر نہیں کبیرہ کا بشرطیکہ مدخولہ نہو بسبب آنے جدائی کے
اُسی کی طرف سے اور زوجہ صغیرہ کو نصف مہر ملیگا بسبب عدم دخول کے اور اگر کبیرہ مدخولہ ہوگی تو کل مہر پاویگی لیکن عدت کا نفقہ اسکو نہ ملیگا و یرجع الزوج بہ
علی الکبیرۃ و کذا علی الموجر ان تعمدت الفساد بان تکون عاقلۃ طائعۃ متیقظۃ عالمۃ بالنکاح و بافساد الارضاع و لم تقصد دفع جوع او ہلاک او رجوع
کرے زوج مہر کو کبیرہ پر اور اسیطرح اس مرد پر جسنے اسکا دودھ صغیرہ کی حلق میں ڈالا یعنے نصف مہر جو صغیرہ کو دیا اسکو کبیرہ سے بھریگا بشرطیکہ کبیرہ نے دودھ

پلانے سے فساد نکاح کا قصد کیا ہو اسطرح پر کہ کبیرہ دودھ پلانے کیوقت عاقل ہوا ور اپنی خوشی سے دودھ پلایا ہو جاگتی ہو اور صغیرہ کے نکاح کو اور نیز یہ بات کہ فساد نکاح کو جانتی ہو اور
دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کا مقصود نہو تب اسکو نصف مہر دینا ہوگا **والا لا لان التسبب شرط فیہ التعدی** اور اگر کبیرہ نے دودھ پلانے سے فساد نکاح کا قصد نکیا اسطرح پر کہ وہ
مجنونہ تھی یا سوتی تھی یا اسپر کسی نے جبر کیا یا وہ نکاح صغیرہ کو اور فساد رضاعت کو نجانتی تھی یا اسکو دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کی مقصود تھی تو ان صورتوں میں نصف
مہر کو کبیرہ سے نہ لیگا اسواسطے کہ ضمان دینے میں متعدی ہونا یا شرط ہے اور ان صورتوں میں کبیرہ کی تعدی نہیں **والقول لها ان لم یظهر منها تعمد الفساد معراج** اور قول کبیرہ کا
قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اگر اسکی طرف سے فساد کا قصد نہ ظاہر ہوگا کذا فی معراج الدرایۃ **طلق ذات لبن فاعتدت وتزوجت باٰخر فحملت وارضعت فحکمه من الاول**
لان نسبه بیقین فلا یزول بالشک ویکون ابنا للثانی حتی تلد فیکون اللبن من الثانی فی طلاق وبائن وفسخ دودھ والی زوجہ کو پھر وہ عدت میں رہی اور بعد عدت کے اسنے دوسرے زوج سے
نکاح کیا سو اسکو حمل رہ گیا اور اسنے کسی صغیرہ کو دودھ پلایا تو حکم اس دودھ کا زوج اول کیطرف ہوگا اسواسطے کہ یہ دودھ زوج اول کا ہے بالیقین تھا یہ یقین زائل نہوگا شک سے تو صغیرہ زوج
اول کا بیٹیا ہوگا اور زوج ثانی کا ربیبہ ہوگا تو زوج ثانی کی بیٹی کا نکاح اس صغیر سے جائز ہوگا زوج اول کا حکم ثابت ہوگا یہانتک کہ وہ عورت پھر جنیگی تو اب زوج ثانی سے
دودھ ثابت ہوگا **والوطء بشبهة کالحلال قیل وکذا الزنا والا وجه لا فتح** اور شبہہ کی وطی حلال وطی کی برابر ہے حرمت رضاعت کے ثبوت میں بعضوں نے کہا اور اسیطرح زنا
بھی حرمت ثابت ہوتی ہے اور قول معقول یہ ہے کہ زنا کے دودھ سے حرمت نہیں کذا فی فتح القدیر مثلاً ایک عورت کی وطی ہوئی شبہہ سے سو وہ حاملہ ہوئی اور جنی اور پھر اسنے نکاح کیا اتفاقا
دودھ پلایا صغیر کو تو یہ صغیر بیٹیا اس مرد کا ہوگا جسنے شبہہ سے وطی کی تھی اسکے زوج کا اور اسیطرح زنا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **قال لزوجته هذه رضیعتی ثم رجع عن قوله صدق**
لان الرضاع مما یخفی فلا یمنع التناقض فیه ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے پھر اپنے اس قول سے پلٹا یعنے منکر ہوا کہ میں نے غلطی سے کہا تو اسکو
صادق جانینگے اور زوجہ کی تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شیرخوارگی اس قسم کی چیز ہے کہ مخفی رہ سکتی ہے تو اسمیں تناقض قول کا ممنوع نہیں **ولو ثبت علیه**
بان قال هذا حق کما قلت ونحوه کهذا فسر الثبات فی الهدایۃ وغیرها فرق بینهما اور اگر ثابت رہا زوج اول اقرار پر اس طرح پر کہ اسکے بعد بھی
کہہ گیا کہ قول اول حق ہے جیسا کہ میں نے کہا اور مانند اس کلام کے ایسی ہی تفسیر ثبات کی ہدایہ وغیرہ میں ہے تو صورت ثبات تفریق کرائی جائیگی زوج اور زوجہ میں
خانیہ میں ہے کہ قاضی تفریق کرادیگا کذا فی حاشیۃ المدنی **وان اقرت المرأة بذلک ثم اکذبت نفسها وقالت خطأت تزوجها جاز کما لو تزوجها**
قبل ان تکذب نفسها وان اصرت علیه لان الحرمۃ لیست الیها قالوا وبه یفتی فی جمیع الوجوه بزازیة اور اگر اقرار کیا عورت نے اسکا یعنے یوں کہا کہ مرد میرا رضاعی
باپ ہے یا بھائی اور مرد اسکا منکر ہے پھر عورت نے آپ کو جھٹلایا اور کہا کہ میں نے خطا کی تھی دعوی رضاعت میں اور اس مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو درست ہے جیسا
مرد کو جائز ہے کہ عورت سے نکاح کرلے قبل اسکے کہ عورت اپنی خطا کی قائل ہو اگرچہ عورت دعوی رضاعت پر مصر ہو تو بھی نکاح درست ہے اسواسطے کہ شرع میں حرمت کا ثابت کرنا
عورت کو نہیں پہنچتا مشائخ نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے جمیع اقسام میں کذا فی البزازیہ یعنی مرد کو نکاح کرنا اور اسکے پاس رہنا حلال ہے خواہ عورت نے مرد کو باپ رضاعی کہا ہو خواہ بھائی یا یوں کہا ہو
کہ میں نے اس سے خلع کیا ہے اسنے مجھکو طلاق بائن دی ہے سو اسکو بیمر اس نہ جانا چاہیے اور مرد کو باوجود ایسے اقرار کے نکاح اسواسطے جائز ہوا کہ عورت کا مستعد ہونا نکاح پر
دلیل ہے کہ وہ دعوی رضاعت میں جھوٹی ہے فتوی یہی ہے لیکن ایسے مقام میں تقوی یہ ہے کہ نکاح نکرے اسواسطے کہ حدیث میں ثابت ہے کہ جو شبہات سے بچا اسکا دین سلامت رہا
کذا فی حاشیۃ المدنی **ومفاده انها لو اقرت بثلاث من رجل حل لها تزوجها** اور مفاد تعلیل سابق کا یہ ہے کہ اگر عورت اقرار کرے تین طلاق کا ایک مرد سے تو حلال ہے
اس عورت کو اس مرد سے کہ نکاح کرلے اسواسطے کہ طلاق عورت کے حق میں مخفی رہ سکتی ہے تو اسکو رجوع کرنا اس اقرار سے درست ہے کذا فی النهر عن البحر لیکن یہ حکم
ظاہر کا ہے اور اگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو باعتبار دیانت کے عورت کو نکاح اس مرد کا حلال نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحلبی **واقرا بذلک**
جمیعا ثم اکذبا انفسهما وقالا اخطأنا ثم تزوجها جاز یا اقرار کیا اس رضاعت کا عورت مرد دونوں نے پھر دونوں نے آپ کو جھٹلایا اور کہا کہ ہمنے خطا کی اقرار
رضاعت میں پھر مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو جائز ہے اور اگر قیام نکاح کی حالت میں یوں کہا تو دونوں میں تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

وكذا الاقرار بالنسب ليس بلازم الا اذا ثبت عليه فلو قال هذه اختي او امي وليس لها معروف ثم قال وهمت صدق وان ثبت عليه فرق

بينهما اور اسیطرح اقرار نسب کا مرد کو لازم نہیں مگر جبکہ اقرار پر کہ ثابت ہو رہا قائم رہے سو اگر ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری بہن ہے یا ماں ہے اور عورت کا نسب مشہور نہیں پھر اس مرد نے کہا
کہ میں نے اقرار نسب میں خطا کی تو اسکی تصدیق کیجائیگی یعنے نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ نماز اشتباہ نسب میں رضاعت سے زیادہ متصور ہے اور اگر مرد ثابت رہا اقرار نسب پر تو دونوں میں تفریق
کیجائیگی لیکن اگر عورت کا نسب مشہور ہوگا تو مرد کے اقرار کرنے اور ثابت رہنے سے تفریق نہ واقع ہوگی اور اسیطرح اگر عورت کا بھیج یا باپ نا معلوم ہو اور اس مرد کی عمر کے لائق نہ ہو تو بھی تفریق
نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار **والرضاع حجته حجة المال** وهي شهادة عدلين او عدل وعدلتين لكن لا يقع الفرقة الا بتفريق القاضي لتضمنها حق العبد
اور رضاعت کی حجت کا ثبوت وہ ہے جو حجت ہے ثبوت مال کی اور ثبوت مال کی حجت گواہی دو عادل مرد کی یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی لیکن اگر دو عادل مرد گواہی
رضاعت کی دینگے تو دو جمیع میں تفریق واقع ہوگی بدون قاضی کی تفریق کے اسواسطے کہ شہادت متضمن ہے حق العبد کو یعنے اگر نکاح قائم ہو تو ابطال حق عبد ہے اور اگر نکاح نہیں تو
ابطال حلت نکاح ہے اور تو فرقہ گواہی سے ثبوت رضاعت کا نہ ہوگا بدون حکم قاضی کے **وهل يتوقف ثبوته على دعوى المرأة الظاهر لا** لتضمنها حرمة الفرج وهو من حقوقه تعالى اور کیا
موقوف ہے ثبوت رضاع کا عورت کے دعوے پر ظاہر یہ ہے کہ عورت کے دعوی پر ثبوت اسکا موقوف نہیں بسبب متضمن ہونے رضاعت کے شرمگاہ کی حرمت کو اور وہ حق اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہے
اور ثبوت حق اللہ دعوی پر موقوف نہیں **كما في الشهادة بطلاقها** ثبوت رضاع دعوے پر موقوف نہیں جیسے کہ عورت کی طلاق کی گواہی میں عورت کی دعوی کا ضرور نہیں اسواسطے
کہ حق اللہ دعوی پر موقوف نہیں ولو شهد عندها عدلان على الرضاع بينهما او طلاقها ثلثا وهو يجحد ثم ماتا او غابا قبل الشهادة عند القاضي لا يسعها المقام معه لا قتله افتيه
ولا التزوج باخر وقيل لها التزوج ديانة شرح وهبانية اور اگر گواہی دی نزدیک عورت کے دو عادل گواہوں نے دونوں کی رضاعت پر یعنی یوں گواہی دی کہ وہ عورت
اور اسکا زوج مثلاً رضاعی بھائی بہن ہیں یا گواہی دی دو عادلوں نے عورت کی تین طلاق پر اور زوج اسکا انکار کرتا ہے پھر وہ دونوں شاہد مر گئے یا وہ دونوں غائب ہوئے قاضی پاس گواہی
دینے سے پہلے تو نہیں جائز ہے عورت کو مرد کے ساتھ قیام کرنا اسواسطے کہ حرمت رضاعت کی ثابت ہو گئی فقط حکم قاضی کا باقی رہ گیا اور عورت کو جائز ہے زوج کا قتل کرنا اور منع بھی یہی
ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر عورت کو قدرت ہو کہ دفع کرے وہ کہنے کی تو اسکو زہر مار ڈالے تا حرام سے بچے لیکن اس روایت پر فتویٰ نہیں اسواسطے کہ حکم قاضی کا رضاعت کی گواہی سے متعلق ہے نہ
کہ شبہ قتل ہو اور یہ بھی عورت کو جائز نہیں کہ تین طلاق کی گواہی سنکر دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا باعتبار دیانت جائز ہے کذا فی
شرح الوہبانیہ شیخ عبد الغنی نے شرح وہبانیہ کی عبارت نقل کی اصح ان کی کہ اگر دو گواہ زوج اور زوجہ کی رضاعت کی گواہی دیں تو عورت کو مرد کے پاس سے بھاگ جانا حلال ہے اور دوسرے
زوج سے نکاح کر لینا دیانتاً درست ہے اور بعضوں نے کہا کہ عورت کو جائز نہیں تحقیق تضعیف شارح کی مخالف ہے اس کے **فرع** مسائل لطيفة شارح **قضى القاضي بالتفريق برضاع بشهادة امرأة**
لم ينفذ حکم کیا قاضی نے تفریق کا زوجین کی رضاعت کے سبب سے گواہی پر ایک عورت کے تو یہ حکم نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ شہادت کامل نہیں **مص رجل ثدي زوجته لم تحرم** جیسے ایک مرد نے اپنی زوجہ کی
چھاتی چوسی تو زوجہ حرام نہ ہوگی اسواسطے کہ جوان کی رضاعت سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تزوج صغيرتين فارضعتهما امراة ولبنهما من رجل لم تضمنا وان تعمدتا الفساد
لعروضه بالاتفاقية نکاح کیا دو صغیرہ سے پھر دودھ پلایا ہر ایک صغیرہ کو عورت نے یعنے ایک عورت نے ایک صغیرہ کو پلایا اور دوسری عورت نے دوسری صغیرہ کو پلایا اور
وہ دودھ دونوں عورتوں کا ایک مرد سے ہے یعنے دونوں کا زوج ایک ہے تو دونوں عورتیں نصف نصف مہر کی ضامن نہ ہوں گی اگرچہ دونوں نے عمداً فساد کیا ہو اسواسطے کہ فساد نکاح کا
بسبب بہن ہو جانے دونوں صغیرہ کے ہو گیا یعنے جب دونوں عورتوں کا دودھ ایک مرد کا لگا ہوا تو وہ مرد رضاعی باپ ہوا دونوں صغیرہ کا اور دونوں صغیرہ آپس میں ایک دوسری کی
بہن ہو گئیں نکاح ٹوٹ گیا بسبب جمع بین الاختین کے اور زوج کو نصف نصف مہر دونوں کو دینا پڑا لیکن زوج اس کو دودھ پلانے والیوں سے نہیں لے سکتا اسواسطے کہ ہر واحد کے فعل سے
حرمت نہیں ہوئی تھی بلکہ حرمت تو بسبب بہن ہو جانے دونوں کے عارض ہو گئی قبل الابن قنیہ قال تعمدت الفساد غرم المهر ولو وطئها وقال ذلك لم يلزم
فيلزمه المهر ... بیٹے نے باپ کی زوجہ کا اور کہا کہ میں نے عمداً فساد نکاح باپ کا کیا تو بیٹا مہر کا ضامن ہوگا بسبب تعدی کے اور اگر بیٹے نے باپ کی زوجہ سے وطی کی اور
یہی کہا یعنے فساد نکاح کے واسطے عمداً میں نے وطی کی تو مہر کا ضامن نہ ہوگا اسواسطے کہ بیٹے پر حد زنا کی لازم آئی تو مہر لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ حد اور مہر دونوں جمع نہیں ہوتا ہے

کتاب الطلاق

یہ کتاب ہے جس میں مسائل طلاق کے مذکور ہیں طلاق لغت عرب میں بمعنی رفع قید ہے یعنے بند کھولنا لیکن فقہانے عورت کی رفع قید نکاح میں طلاق بولنا قرار دیا ہے اور عورت کے سوا اور چیز کی رفع قید میں اطلاق مستعمل ہوتا ہے **ھو لغۃ رفع القید لکن جعلوہ فی المرأۃ طلاقا وفی غیرہا اطلاقا فلذا کان انت مطلقۃ بالسکوت کنایۃ** تو اسیطے انت طلقۃ بسکون طا کنایہ ہے طلاق سے اسیطے کہ مطلقۃ اطلاق سے مشتق ہے اور طلاق بمعنی طلاق کے مستعمل نہیں **شرعا رفع قید النکاح فی الحال بالبائن او المآل بالرجعی بلفظ مخصوص ہو ما اشتمل علی الطلاق فخرج الفسوخ کخیار عتق وبلوغ وردۃ فانہ فسخ لا طلاق** اور طلاق شرع میں رفع قید نکاح کو کہتے ہیں خواہ رفع قید فی الحال ہو جیسے طلاق بائن سے یا آخرکار رفع قید ہو جیسے طلاق رجعی سے بعد گذرنے عدت کے اسیطے کہ زوج کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار ہوا اور اگر زوج عدت میں مر جاوے تو زوجہ مطلقہ اُسکی وارث ہوگی نہ رفع قید نکاح ہوتا ہے لفظ مخصوص سے لفظ مخصوص سے مراد وہ جو شامل ہے طلاق پر طلاق صریح ہو یا کنایہ رجعی ہو یا بائن تو قید لفظ مخصوص کی قید سے فسوخ نکاح نکل گئی جیسے خیار عتق لونڈی کا اور خیار بلوغ صغیر اور صغیرہ کا اور فسخ بسبب ارتداد کے تو تفریق ان صورتوں میں فسخ ہے نہ طلاق چنانچہ شارح باب الولی میں اقسام فسخ اور طلاق کے جملۃً مفصل بیان کیے ہیں اور مراد قید نکاح سے وہ احکام ہیں جو نکاح صحیح میں ثابت ہیں چنانچہ حلت وطی اور حلت نظر اور ملک تمتع اور ملک حبس وغیر ذلک **ہذا اعم من عبارۃ الکنز والملتقی لسقوط منہما ذکر المآل** اور الفاظ مخصوص کی قید سے معلوم ہو گیا کہ متقرعبارت کنز اور ملتقی الابحر کی تعریف طلاق منقوض ہے باعتبار جمع و منع کے کذا فی البحر الرائق کنز اور ملتقی میں عبارت ہے کہ الطلاق **رفع القید الثابت شرعا بالنکاح** یعنے طلاق عبارت ہے رفع قید نکاح سے جو شرعاً ثابت ہے تو یہ تعریف افراد محدود کو یعنے طلاق کو جامع نہیں کیونکہ رجعی کو شامل نہیں اسلیے کہ اسمیں رفع قید بالفعل نہیں بلکہ بعد عدت کے ہے اور غیر محدود کی مانع نہیں اسلیے کہ تفریق ارتداد اور خیار بلوغ اور خیار عتق وغیرہ پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے اور حالانکہ یہ جملہ فسخ ہیں طلاق نہیں ہیں اسواسطے مصنف نے لفظ آل کا زیادہ کیا تاکہ طلاق رجعی داخل ہو اور لفظ مخصوص کو بھی زیادہ کیا تاکہ یہ فسوخ حد طلاق سے نکل جاویں **وایقاعہ مباح عند العامۃ لاطلاق الآیات اکمل** اور طلاق دینا مباح ہے نزدیک جمہور فقہا کے بسبب مطلق ہونے آیات طلاق کے کما ذکرہ الاکمل یعنے آیات قرآنی میں طلاق کی اجازت ہے بلا قید تو یہ دلیل ہے اباحت کی نہ کراہت کی لیکن **ابغض المباحات** چنانچہ ابو داود حاکم نے عبد اللہ ابن عمر سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ابغض الحلال الی اللہ الطلاق** اسیطے کہ مصالح دینیہ کا قاطع ہے اور قلت تناسل کا باعث ہے یعنے فی نفسہ حلال ہے مگر اس وجہ سے مبغوض ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا طلاق دینا بھی ثابت ہے اگر مکروہ ہوتا تو حضرت سے نہ واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی **وقیل قائلہ الکمال الاصح حظرہ ای منعہ الا لحاجۃ کریبۃ وکبر والمذہب الاول کما فی البحر** اور بعضوں نے کہا یعنے کمال الدین بن الہمام نے کہ قول اصح یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر وقت حاجت کے ممنوع نہیں حاجت جیسے شبہہ حرام کاری وجہ کا یا بڑھاپا عورت کا اور قوی مذہب پہلا ہے یعنے اباحت قوی ہے بسبب اطلاق آیات کے اور فعل نبوی کے کذا فی البحر الرائق لیکن یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ فقہا نے طلاق کو مباح قرار دیا ہے اور بعضے مسائل کی تعلیل میں کہا ہے کہ طلاق اصل میں منع ہے حاجت کے واسطے جائز ہے تو اباحت اور منع میں صریح تناقض ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا **وقولہم الاصل فیہ الحظر معناہ ان الشارع ترک ہذا الاصل فاباحہ بل یستحب لو مؤذیۃ او تارکۃ صلوۃ نہایۃ** اور فقہا کا یہ قول کہ اصل طلاق میں منع ہے اسکی یہ مراد ہے کہ شارع نے اس اصل کو چھوڑ دیا سو اسکو مباح کر دیا تو حقیقت میں حلت اباحت اور منع کے دونوں قول میں تناقض باقی نہ رہا جب شرع میں اصل متروک ہوئی تو اباحت بلا تردد ثابت ہو گئی بلکہ طلاق مستحب ہے اگر زوجہ قول و فعل سے ایذا رسانی کرے یا تارک الصلوۃ ہو کذا فی النہایۃ **ومفادہ ان لا اثم بمعاشرۃ من لا تصلی** اور مفاد تعلیل استحباب کا یہ ہے کہ گناہ نہیں بے نماز عورت کے ساتھ رہنے میں اسیطے کہ اگر گناہ ہوتا تو طلاق واجب ہوتی نہ مستحب **ویجب لو فات الامساک بالمعروف** اور طلاق واجب ہے اگر فوت ہو جاوے نیک موافقت سے رکھنا چنانچہ اگر زوج خصی یا عنین ہو یا مقطوع الذکر ہو یا شکار ہو یعنے عورت کو ہاتھ لگانے سے منزل ہو جاوے پھر طاقت کے اتنا دگی نہ ہو تو ان صورتوں میں طلاق واجب ہے اسیطے کہ اسمیں عورت کی حق تلفی ہے **ویحرم لو بدعیا** اور طلاق حرام ہے اگرچہ بدعی ہو بدعت کی طلاق یہ ہے کہ حیض میں طلاق دے یا طہر میں وطی کے بعد طلاق دے یا تین طلاق ایک لفظ سے دے یا تین طلاق ایک آن میں دیوے چنانچہ نسائی میں حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر معلوم ہوئی کہ ایک مرد نے تین طلاق یکبارگی دی تو آپ غضبناک میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کھیل ہوتا ہے میرے ہوتے یعنے یکبارگی قرآن مجید میں اجازت نہیں اور ابن عمر رضی اللہ کی حدیث میں

ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ اگر تین طلاق دے تو کیسا فرمایا کہ تو نے نافرمانی کی اپنے رب کی اور تیری عورت تجھ سے جدا ہو گئی کذا فی
حاشیۃ المدنی ومن محاسنہ التخلص بہ من المکارہ اور طلاق کی خوبیوں سے یہ ہے کہ بسبب طلاق کے کروہات سے نجات ہوتی ہے یعنے مرد طلاق سے عورت کی بدخلقی سے بچتا ہے اور
اگر بقدر رشتہ تو نان نفقہ کی فکر سے نجات پاتا ہے اور اگر دو عورتیں ہیں تو ایک کی طلاق سے خصومت باہمی کی کشاکش سے خلاصی ہوتی ہے اور ایک وہ طلاق پر جدائی مقرر ہوئی تا
اگر طلاق سے ندامت ہو تو تدارک کر سکے اور یہ عام واسطے اسکے متعین ہو کہ تین جمع ہوں یعنی ان طلاق المدور بحوائج الطلاق فان طلاق قبلہ ثلثا وقع اجماعا کما حررہ المصنف معزیا لجواہر الفتاوی
حتی لو حکم بصحۃ الدور حاکم لا ینفذ حکمہ اور اسی یعنے خلاصی کروہات سے معلوم ہوا کہ طلاق دور کی بالاجماع واقع ہوتی ہے چنانچہ اسکو مصنف نے تحریر کیا ہے جواہر الفتاوی کی طرف نسبت
کر کے یہاں تک کہ اگر کوئی حاکم صحت دور کا حکم کرے یعنے بسبب طلاق دور کے عدم طلاق کا حکم دے تو اسکا حکم ہرگز نہ جاری ہوگا اسواسطے کہ مخالف ہے اجماع کے طلاق دور یہ ہے کہ جیسے کوئی
اپنی عورت سے کہے کہ میں تجھ کو طلاق دوں تو طلاق دینے سے پہلے تجھ پر تین طلاق ہیں اسکو طلاق دور اسواسطے کہا کہ اسمیں دائر ہو درمیان معانی کے اسواسطے کہ لازم آتا ہے کہ جب طلاق دے
تو تین طلاق اس سے پہلے واقع ہو جاویں پھر جب تین طلاق پہلے ہو گئیں تو لازم آتا ہے کہ طلاق نہ واقع ہو اور اس مقام میں دور سے مراد نہیں جو علم کلام میں مصطلح ہے خلاصہ یہ کہ طلاق دور واقع
ہوتی ہے بسبب لغو ہونے قبلیت کے اسواسطے کہ خلاصی کروہات محاسن طلاق سے ہے سو اگر طلاق نہ واقع ہو تو حکمت فوت ہوتی ہے پھر جب قبلیت لغو ہوئی تو گویا اسنے یوں کہا کہ اذا طلقتک فانت
طالق ثلثا یعنے اگر تجھ کو طلاق دوں تو تجھ پر تین طلاق ہیں پھر جب طلاق دیگا تو ایک طلاق پڑیگی پھر اسکے بعد تین طلاق پڑینگی تین میں سے ایک لغو ہو گی کہ اسکی گنجائش نہیں تو تین
طلاق پڑ جاوینگی ایک پہلی اور دو پچھلی ابن شریح شافعی قائل ہے کہ طلاق دور واقع نہیں ہوتی بعض صالحین نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ طلاق دور واقع ہوتی
یا نہیں فرمایا کہ جو طلاق دور کے عدم وقوع کا قائل ہوا اسنے میری امت کو گمراہ کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی واقسامہ ثلثۃ حسن واحسن وبدعی یاثم بہ اور اقسام طلاق کے
تین ہیں ایک حسن یعنے خوب دوسرا احسن یعنے خوبتر تیسرا بدعی یعنے بدعت والا جسکے فعل سے آدمی گنہگار ہوتا ہے بدعت کی طرح یہاں تک تحریر ہے والفاظہ صریح وملحق بہ وکنایۃ
اور الفاظ طلاق کے بھی تین ہیں ایک صریح دوسرا ملحق تیسرا کنایہ طلاق صریح وہ جو طلاق کے سوا اور معنوں میں مستعمل نہوا اور نیت کا محتاج نہو جیسے لفظ طلاق اور طالق اور مطلق
اور مطلقہ کہ ان الفاظ سے طلاق پڑ جاتی ہے نیت طلاق کی کرے یا نکرے لیکن وقوع طلاق میں عورت کا خطاب شرط ہے تو اگر عورت نے مرد سے طلاق چاہی ہو اور اسنے کہا کہ طالق
طالق یا یوں کہا کہ طلاق طلاق طلاق تو طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ خطاب عورت کا معروف نہیں چنانچہ حموی نے شرح کنز میں اسکی تصریح کر دی ہے پھر طلاق صریح کا ہے رجعی ہوتی ہے
جیسے یکبار یا دو بار طلاق دینا اور کا ہے بائن ہوتی ہے جیسے تین بار طلاق دینا اور ملحق بصریح جیسے لفظ حرام اور تحریم کا کہ اسمیں بھی نیت کی حاجت نہیں اور کنایہ وہ جو طلاق اور
غیر طلاق دونوں کا محتمل ہو اسمیں بدون نیت کے طلاق نہیں پڑتی کذا فی حاشیۃ المدنی ومحلہ المنکوحۃ اور محل طلاق کا منکوحہ ہے یعنے جسپر طلاق واقع ہوتی ہے سو منکوحہ عورت
تو لونڈی محل طلاق کا نہیں ہو سکتی واہلہ زوج عاقل بالغ مستیقظ اور اہل طلاق کا زوج ہے جو عاقل اور بالغ اور جاگتا ہو تو مولی اور اجنبی زوج کی قید سے نکل گیا اور مجنون اور
سوتا آدمی بھی نکل گیا یعنے انکی طلاق نہیں واقع ہوتی ورکنہ لفظ مخصوص خال عن الاستثناء اور رکن طلاق کا لفظ مخصوص ہے جو خالی ہو استثناء سے تو لفظ مخصوص سے فسخ نکل گیا اور
معلوم ہوا کہ اگر انشاء اللہ کی قید طلاق میں شامل کرے تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ لفظ مخصوص استثنا سے خالی نہیں طلقۃ رجعیۃ فقط فی طہر لا وطی فیہ وترکہا
حتی تمضی عدتہا احسن بالنسبۃ الی البعض الآخر فقط ایکبار طلاق رجعی دینا اس طہر میں جسمیں وطی نہیں کی اور چھوڑنا اسکا یعنے دوسری نہ دینا یہاں تک کہ اسکی عدت
گذر جائے یہ طلاق احسن ہے بہ نسبت اور دوسری طلاق کے یعنے حسن و بدعی سے احسن ہے نہ یہ کہ فی نفسہ احسن ہے تو اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہوا جو بعضوں نے کہا
کہ طلاق احسن یا حسن کہنا کیونکر درست ہوگا حالانکہ وہ ابغض المباحات ہے وطلقۃ لغیر موطوءۃ ولو فی حیض ولموطوءۃ تفریق الثلث فی ثلثۃ اطہار لا وطی
فیہا ولا فی حیض قبلہا ولا طلاق فیہ فیمن تحیض وثلثۃ اشہر فی حق غیرہا حسن وسنی فکان الاول سنی بالاولی اور ایک طلاق دینا غیر مدخولہ کو
اگرچہ طلاق حیض میں واقع ہو اور مدخولہ کو جدا جدا تین طلاق دینا تین طہروں میں جسمیں وطی نہ کی ہو اور نہ اس حیض میں وطی ہوئی ہو جو طہر
سے پہلے تھا اور نہ اسمیں طلاق ہوئی ہو حیض آنے والی عورت کے حق میں ہے اور تفریق تین طلاق کی تین مہینے میں اس عورت کے حق میں جسکو حیض نہیں آتا یعنے بڑی

عمر والی اور صغیرہ اور حاملہ تو ان شرطوں سے طلاق دینا طلاق حسن ہے اور سنی ہے یعنے مسنون ہے سو جبکہ طلاق حسن مسنون ہوئی تو طلاق احسن بطریق اولی مسنون ہوگی کہ اس میں
فقط ایک ہی طلاق ہے خالی طہر میں جماع تک اور مسنون کے یہ معنی کہ لائق عتاب کے نہیں ہے یہ مراد نہیں کہ اس میں کچھ ثواب ہے اسواسطے کہ طلاق فی نفسہ عبادت نہیں کہ ثواب کی توقع
وحل طلاقهن ای الآیسة والصغیرة والحامل عقب وطء لان الکراهة فیمن تحیض لتوهم الحبل وهو مفقود هنا اور حلال ہے طلاق دینا انکا یعنے آیسہ اور صغیرہ اور حاملہ کا بعد
وطی کے بھی اسواسطے کہ کراہت طلاق کی حیض والی عورتوں میں بسبب احتمال حمل کے ہے اور احتمال حمل کا یہاں یعنے ان عورتوں میں مفقود ہے آیسہ وہ عورت ہے جسکا حیض زیادتی سن کے سبب
بند ہو گیا ہو سو پچپن برس والی عورت آیسہ ہے قول ظاہر میں اور جسکی عمر نو برس سے کم ہو وہ صغیرہ ہے بنا بر قول مختار کے والبدعی ثلاث متفرقة او ثنتان
بمرة او مرتین فی طهر واحد لا رجعة فیه او واحدة فی طهر وطئت فیه او واحدة فی حیض موطوءة اور طلاق بدعی کہ تین طلاق دینا جدا جدا یا دو طلاق
یکبارگی یعنے ایک لفظ سے یا طلاق دو لفظ سے ایک طہر میں جس میں رجعت نہیں یا ایک طلاق دینا اس طہر میں جس میں وطی ہو چکی ہے یا ایک طلاق دینا مدخولہ کو حیض میں سب صورتیں
طلاق بدعی کی ہیں جب تین طلاق متفرق بدعی ہوئیں تو یکبارگی تین طلاق دینا بطریق اولی بدعی ہوگا اور اگر طہر میں طلاق بدعی دے کر رجعت کریگا تو طلاق بدعی باقی
نہ رہیگی خلاف اور شیعہ کے نزدیک تین طلاق یکبارگی دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے نہ تین اور ہمارے نزدیک تینوں واقع ہو جاتی ہیں اگرچہ تین طلاق دینا یکبارگی گناہ ہے ہماری
دلیل حدیث عجلانی کی ہے جو صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے اس میں یہ مضمون ہے کہ عجلانی نے تین طلاق بدون اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیں اور حضرت نے اسپر انکار
نفرمایا تو اس حدیث سے تقریری وقوع ثابت ہوا کذا فی حاشیة المدنی لو قال البدعی ما خالفها لکان اوجز وادفع شارح کہتا ہے کہ اگر مصنف صاحب شرع بدعی کی تعریف میں
یوں کہتا کہ طلاق بدعی وہ ہے جو مخالف طلاق حسن و احسن کے تو کلام مختصر ہوتا اور زیادہ مفید ہوتا اسواسطے کہ طلاق بدعی کئی قسم ہے اول قسم تین طلاق متفرق ایک طہر میں دینا دوسری
قسم تین طلاق ایک لفظ سے ایک طہر میں دینا تیسری دو طلاق ایک لفظ سے دینا چوتھی دو طلاق دو لفظ سے اول طہر میں دینا جس میں رجعت نہیں پانچویں حیض میں طلاق دینا چھٹی اس طہر میں
طلاق دینا جس میں وطی ہو چکی ساتویں اس طہر میں طلاق دینا جس میں وطی نہیں ہوئی لیکن طہر سے قبل حیض میں وطی ہو چکی آٹھویں نفاس میں طلاق دینا سو ساتویں اور آٹھویں قسم مصنف
کی تعریف میں داخل نہیں اگر یوں کرتا کہ بدعی مخالف ہے حسن اور احسن کے تو یہ دونوں قسمیں بھی داخل ہو جاتیں کذا فی حاشیة المدنی وتجب رجعتها علی الاصح فیه ای الحیض رفعا
للمعصیة فاذا طهرت طلقها ان شاء او امسکها قید بالطلاق لان التخییر والاختیار والخلع فی الحیض لا یکره مجتبی اور واجب ہے رجعت کرنا زوجہ کیطرف بنا بر قول صحیح
کے حیض میں یعنے حیض میں اگر طلاق دی ہو تو رجعت کر لے واسطے گناہ دور ہونے کے پھر جب عورت طاہر ہو حیض سے تو چاہے اسکو طہر میں طلاق دے یا چاہے اسکو رکھے
شارح کہتا ہے کہ مصنف نے قید طلاق کی اسواسطے لگائی کہ تخییر اور خلع اور اختیار حیض میں مکروہ نہیں کذا فی المجتبی تخییر یہ کہ زوج اپنی زوجہ کو نکاح باقی رکھنے اور طلاق لینے
میں مختار کرے اور اختیار یہ کہ نابالغ کا باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے نکاح کیا پھر جب بالغ ہوا تو اسکو اپنی ذات کا اختیار ہے چاہے نکاح کو باطل کر دے اگرچہ اسوقت زوجہ
حیض میں ہو خلاصہ یہ کہ طلاق دینا حیض میں مکروہ ہے اور تخییر زوج اور اختیار صبی اور خلع حیض میں مکروہ نہیں والنفاس کالحیض جوہرہ اور نفاس مانند
حیض کے ہے کذا فی الجوہرہ یعنے طلاق نفاس میں مکروہ اور تخییر اور اختیار صبی اور خلع نفاس میں مکروہ نہیں قال الموطوءة وهی حائل او ممن تحیض انت
طالق ثلثا او ثنتین للسنة وقع عند کل طهر طلقة وتقع اولها فی طهر لا وطء فیه کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے دران حالیکہ وہ حیض آنے
والیوں میں ہے کہ تجھکو تین طلاق ہیں یا دو ہیں مخصوص سنت تو واقع ہوگی ہر طہر کے نزدیک ایک طلاق خواہ قائل نے نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور
پہلی طلاق ان تینوں سے یا دو سے اس طہر میں واقع ہوگی جسمیں وطی نہیں ہوئی فلو غیر موطوءة او لا تحیض تقع واحدة للحال ثم کلما نکحها او
مضی شهر تقع سو اگر وہ عورت جسکو تین طلاق مسنون ہوئی مدخولہ نہو یا حیض نہ آتا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی فی الحال پھر غیر مدخولہ
سے جب پھر نکاح کریگا تو دوسری طلاق واقع ہوگی پھر جب تیسرا نکاح کریگا تو تیسری طلاق واقع ہوگی یا جس عورت کو حیض نہیں آتا جب ایک مہینہ
گذریگا تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیة المدنی وان نوی ان تقع الثلث الساعة او ان تقع عند راس کل شهر واحدة صحت نیته لانه محتمل کلامه

اور اگر نیت کی تینوں طلاق واقع ہونیکی اسی مسئلہ میں یا نیت کی ایک طلاق واقع ہونے کی ہر مہینے کے سرے پر تو نیت اسکی صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسکے کلام میں سکا بھی احتمال ہے اسواسطے کہ لفظ السنۃ کا لام جیسے اختصاص کا محتمل ہے ویسے ہی تعلیل کا بھی احتمال رکھتا ہے تو اسکو تشریح یوں ہے بالسنۃ کے یہ معنی ہونگے کہ وہ طلاق جسکا حکم سنت سے ثابت ہے یا واقع ہونا اُسکا بسبب اہل سنت کا **ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل** تو تقدیراً ایعنی لیدخل السکران اور واقع ہوتی ہے طلاق ہر زوج بالغ عاقل کی اگرچہ تقدیراً عاقل ہو کذا فی البدائع تقدیراً کی قید اسواسطے لگائی تا کہ مست عاقل میں داخل ہے یعنے عقل اور نشے میں کوئی تباین نہیں سمجھے اسواسطے کہ شارع نے مست کے وقوع طلاق میں قائم مقام عاقل کے قرار دیا ہے **ولو عبدا او مکرھا فان طلاقہ صحیح لا اقرارہ بالطلاق** اگرچہ وہ زوج غلام ہو یا مکرہ ہو یعنے زبردستی کسی نے اُس سے طلاق دلوائی ہو اسواسطے کہ طلاق دینا مکرہ کا صحیح ہے اور اقرار طلاق مکرہ کا صحیح نہیں

یعنے زبردستی سے کوئی طلاق کا اقرار کرائے تو اس اقرار سے طلاق نہیں واقع ہوتی ہے وقد نظم فی النہر ما یصح مع الاکراہ فقال طلاق وایلاء ظہار ورجعۃ و نکاح مع استیلاد و عفو عن العمد اور البتہ نظم کیا ہے نہر الفائق میں ان عقود کو جو اکراہ اور زبردستی کے ساتھ صحیح ہوتے ہیں کہا کہ طلاق ہو اور ظہار ہو اور ایلا اور رجعت اور نکاح ہو ساتھ استیلاد کے اور عفو کرنا ہو قصاص عمد سے رضاع وایمان وفی وندرۃ وقبول لایداع کذا الصلح عن عمد رضاع ہو اور مدا کی قسمیں کھانا اور ایلاء کر کے رجوع کرنا اور نذر کرنا اور ودیعت قبول کرنا اسی طرح قصاص عمد سے مال پر صلح کرنا سے طلاق علی جعل بعض یاتی وکذا العتق والاسلام تدبیر للعبد و ایجاب احسان وعتق فمنہ عشرتین تصح مع الاکراہ عتقہا تحرر طلاق عوض مال کے خواہ زوجہ کیطرف سے ہو یا زوجہ کیطرف سے اور قسم طلاق کی یعنے زبردستی سے کسی نے یوں قسم کھائی کہ اگر فلانا کام کرے تو اسکی عورت پر طلاق ہو سو اگر وہ کام کریگا تو طلاق واقع ہو گی اور اسیطرح بندہ آزاد کرنا اور مسلمان ہونا اور غلام یا لونڈی کا مدبر کرنا سے وایجاب احسان وعتق فمنہ عشرتین تصح مع الاکراہ عشرتین فی العدد ذا او واجب کرنا صدقہ کا اور واجب کرنا عتق کا یعنے زبردستی یوں کہلائے کہ مجھ پر اپنے اوپر خدا کیواسطے ایک درم یا ایک غلام کی آزادی واجب ہے تو یہ عقود کہ گنتی میں بیس ہیں اکراہ کے ساتھ صحیح ہیں او ھازلا لا یقصد حقیقۃ کلامہ او سفیھا خفیف العقل اگرچہ وہ زوج ہازل ہو یعنے ٹھٹھے اور ہنسی سے طلاق دی ہو ہازل وہ ہے جسکو اپنے کلام کی حقیقت مقصود نہ ہو یا زوج سفیہ خفیف العقل کم فہم ہو او سکران ولو بنبیذ او حشیش او افیون او بنج زجرا بہ یفتی تصحیح القدوری یا مست ہو اگرچہ نشا جیسا تھر کا ہو یا بھنگ کا ہو یا افیون کا یا خراسانی اجوائن کا ان چیزوں کے نشے سے طلاق واقع ہوتی ہے واسطے زجر اور توبیخ کے تا لوگ باز رہیں اسی پر فتوی ہے کذا فی تصحیح القدوری زجر اور توبیخ کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر خراسانی اجوائن اور افیون کو بطریق دوا استعمال کیا ہے تو زجر نہیں اسواسطے کہ معصیت نہیں تو اس صورت میں طلاق بھی واقع ہو گی نہر الفائق میں کہا کہ خراسانی اجوائن کی اباحت اور حرمت میں اختلاف ہے اور حق یہ ہے کہ اگر بطریق دوا کے استعمال ہے تو طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ معصیت نہیں اور اگر بطریق لہو و سرور کے ہے تو طلاق واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی مست کی طلاق اسواسطے واقع ہے کہ شارع نے مست کو اسکی حالت مستی میں مکلف اور ذی خطاب رکھا ہے چنانچہ فرمایا یا ایہا الذین امنوا لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکاری تو معلوم ہوا کہ اسکو عاقل کے احکام شرعیہ میں تکلیف کے لئے قرار دیا اور وقوع طلاق اس حد تک ہے کہ عورت کو مرد سے اور آسمان کو زمین سے فرق نکرے یہی مذہب ہے امام کا اور یہی قول بیان معتبر ہے اور سکر کی حد صاحبین کے نزدیک مختار ہے وہ یہ ہے کہ جسکا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو اور طہارت توڑنے میں حد سکر یہ ہے کہ جسکی چال میں لغزش ہو بحرالرائق میں کہا کہ ورق القنب یعنی بھنگ کے نشے سے باتفاق علما شافعیہ و حنفیہ طلاق واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ اُسکے حرام ہونے پر بالاتفاق فتوی ہے اور اسکے بائع پر تعزیر ہے اور جو اُسکو حلال کہے وہ زندیق اور ملحد ہے کذا فی الفتح اور یہی حرمت افیون اور خراسانی اجوائن کی مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف التصحیح نہیں بکرہا او مضطرا اور مختلف ہے تصحیح کہتا ہے کہ اُس شخص کے حق میں جو مست ہو گیا زبردستی نشا پلانے سے یا اضطرار سے پھر اُسنے طلاق دی نہر الفائق میں کہا صحیح یہ ہے کہ اسکی طلاق واقع نہیں ہوتی چنانچہ تحفہ اور شرح جامع اور خانیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی نعم لو زال عقلہ بالصداع او بمباح لم یقع ہاں اگر زائل ہو عقل نشا پینے والے کی بسبب درد سر کے یا مباح چیز کے استعمال سے جیسے کوئی افیون کھائے بطریق دوا کے تو طلاق واقع نہیں ہو گی اسواسطے کہ زوال عقل درد سر سے ہوا نہ نشے سے فی القہستانی معزیا للزاہدی انہ لو لم یمیز ما یقوم بہ الخطاب کان تصرفہ باطلا انتہی اور قہستانی میں زاہدی سے منقول ہے کہ اگر مست کی ایسی عقل زائل ہو گئی ہو کہ تمیز نہ کرے

احکام شرعیہ کے تو اسکا تصرف باطل ہوگا تصحیح یعنی نہایت بدمست کی طلاق نہ واقع ہوگی بحرالرائق میں کہا کہ یہ قول ضعیف ہے واستثنی فی الاشباہ من تصرفات السکران
سبع مسائل منہا التوکیل بالطلاق صاحیا اور مستثنی کیا ہے اشباہ میں مست کے تصرفات سے سات مسائل کو یعنے مست اور ہوشیار کا ایک حکم ہے لیکن سات مسائل میں
مست ہوشیار کے برابر نہیں از انجملہ طلاق کا وکیل ہوشیاری میں بنے مثلاً ہوشیار نے حالت ہوشیاری میں خالد کو وکیل کیا طلاق کا سو خالد نے مستی میں طلاق دی تو طلاق نہ واقع ہوگی
لکن قیدہ البزازی بکونہ علی مال والا وقع مطلقا لیکن مقید کیا ہے بزازی نے طلاق وکیل کو مال کے بدلے پر یعنے اگر وکیل نے عوض مال کے طلاق دی ہے تو طلاق صحیح نہ ہوگی اور اگر طلاق
عوض مال کے نہیں تو واقع ہوگی ہر طرح سے خواہ موکل نے ہوشیاری میں وکیل کیا ہو خواہ مستی میں اور وکیل نے ہوشیاری میں طلاق دی ہو یا مستی میں ولم یوقع الشافعی طلاق السکران
واختارہ الطحاوی والکرخی وفی التاتارخانیۃ عن التفریق والفتوی علیہ اور امام شافعی نے مست کی طلاق کو واقع نہیں کہا اور پسند کیا ہے اس قول کو طحاوی اور کرخی نے اور
تاتارخانیہ میں تفریق سے ہے یہ ہے کہ اس روایت پر فتوی ہے مگر یہ روایت مخالف ہے متون کے اور کتب معتمدہ میں ہرگز اسپر اعتماد نہیں قاضی خاں کی تصحیح سے منقول ہے کہ طلاق مست کی واقع
اور یہی مذہب ہے ہمارے اصحاب کا کذا فی حاشیۃ المدنی او اخرس ولو طارئا ان دام للموت بہ یفتی یا گونگا ہو یعنے گونگے کی طلاق اشارہ سے ہوتی ہے اگرچہ پیدایشی گونگا نہو بشرطیکہ موت تک
گونگا رہے اسی پر فتوی ہے وعلیہ فتصرفاتہ موقوفۃ وصحح الکمال اشتراط کتابتہ اور اس شرط پر گونگے کے تصرفات موقوف رہینگے موت تک یعنے اگر موت تک گونگا رہا تو اشارہ
کی طلاق وغیرہ تصرفات صحیح ہونگے اور اگر زبان کھل گئی بولنے لگا تو اس سے دریافت کیا جائیگا اور پسند کیا ہے کمال الدین بن ہمام نے اسکی کتابت کا شرط ہونا یعنے اگر گونگا
لکھ جانتا ہو تو اسکی طلاق اشارہ سے نہ واقع ہوگی لکھنے سے واقع ہوگی بالاشارۃ المعہودۃ فانہا تکون کعبارۃ الناطق استحسانا گونگے کی طلاق واقع ہوگی اسکے اشارہ
معلومہ سے اسواسطے کہ اسکا اشارہ ناطق کے بیان کے برابر ہے باعتبار استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اگر اسکا اشارہ مثل عبارت ناطق کے نہو تو موجب حرج کا ہے او مخطئا بان
اراد التکلم بغیر الطلاق فجری علی لسانہ الطلاق او تلفظ بہ غیر عالم بمعناہ او غافلا او ساہیا او بالفاظ مصحفۃ یقع قضاء فقط یا زوج نے خطا سے طلاق دی اسطرح پر کہ ارادہ کسی بات کے
کہنے کا کیا سو اسکی زبان پر طلاق جاری ہوگئی یا طلاق کا لفظ بولا حالانکہ اسکے معنی سے آگاہ نہ تھا یا زوج بھولا کم عقل ہو یا بھولکر طلاق بولا ہو یا سہو کی صورت
یہ کہ اسنے قسم کہائی کہ لفظ طلاق نہ بولونگا پھر طلاق بول گیا بھول کر یا طلاق کو الفاظ محرفہ سے بولا چنانچہ بجاے قاف کے کاف یا عین یا غین یا لام بولا تو ان صورتون میں
طلاق واقع ہوگی فقط باعتبار قضا کے یعنے باعتبار حکم ظاہر کے نہ باعتبار دیانت کے بخلاف الہازل واللاعب فانہ یقع قضاء ودیانۃ لان الشارع جعل ہزلہ بہ جدا فتح
بخلاف ہنسی کرنے والے اور کھیلنے والے کے کہ انکی طلاق ظاہر اور باطن دونون میں واقع ہو جاتی ہے اسواسطے کہ شارع نے اسکی ہزل کو جد قرار دیا ہے یعنے طلاق دینے والے کی ہنسی اور
خوش طبعی کو سچا واقعی کلام ٹھہرایا ہے کذا فی فتح القدیر او مریضا او کافرا لوجود التکلیف یا زوج بیمار یا کافر ہو بسبب ہونے تکلیف کے یعنے کافر بھی احکام شرعی کا مخاطب ہے لیکن
قاضی حکم تفریق کا کافر کے حق میں اسوقت کریگا جبکہ نوبت اسکے پاس نالش کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ویقع طلاق الفضولی والاجازۃ قولا وفعلا کالنکاح بزازیۃ
اور طلاق دینا فضولی کا اور جائز کرنا زوج کا باعتبار قول اور فعل کے مانند نکاح کے ہے کذا فی البزازیہ یعنے جیسے نکاح فضولی کا زوج کی اجازت پر موقوف ہے اسیطرح طلاق
فضولی کی بھی اسکی اجازت پر موقوف ہے اجازت خواہ قولی ہو چنانچہ زوج فضولی سے کہے کہ خدا تجھکو راحت دے جیسے تونے مجھکو اس عورت سے چھڑا دیا یا یون کہے کہ تونے
احسان کیا کہ اس سے چھڑایا خواہ اجازت فعلی ہو چنانچہ اسکا باقی مہر حوالہ کرے یا اسکے سوا چار عورتون سے نکاح کرے وبناء علی اعتبار الزوج المذکور لا یقع طلاق المولی علی
امرأۃ عبدہ لحدیث ابن ماجۃ الطلاق لمن اخذ بالساق الا اذا شرط فی النکاح فقال زوجتہا منک علی ان امرہا بیدی اطلقہا کلما شئت فقال العبد قبلت وکذا اذا قال
العبد اذا تزوجتہا فامرہا بیدک ابدا کان کذلک منح اور بنا بر اعتبار زوج کے جو سابق میں مذکور ہو چکا یعنے زوج عاقل بالغ کی طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ
وہ غلام ہو تو اسی اعتبار سے نہ واقع ہوگی طلاق مولی کی اپنے غلام کی جورو پر بدلیل حدیث ابن ماجہ کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق کا اختیار اسکو
ہے جسنے عورت کی پنڈلی کو پکڑا یعنے زوج کے سوا دوسرے کو طلاق کا اختیار نہیں مگر جبکہ مولی نے شرط کر لیا ہو حالت عقد میں سو یون کہا ہو غلام کو کہ
اسکا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہون اس شرط پر کہ عورت کا امر میرے ہاتھ میں ہے سکو میں طلاق دون جب چاہون پھر غلام کہے کہ مینے قبول کیا اور اسیطرح جب غلام نے

کہا کہ جب مین اُس سے نکاح کرون تو اُسکا امر تیرے ہاتھ مین ہوگا ہمیشہ تو اس شرط سے ایسا ہی ہوگا یعنے مولے کو طلاق کا اختیار رہیگا کذا فی الخانیۃ والمجنون الا اذا علق عاقلاً ثم جن فوجد الشرط او کان عنینا او مجبوبا او اسلمت هو کافر وابی ابوہ الاسلام فتقع الطلاق بشأنہ اور نہین واقع ہوتی طلاق مجنون کی مگر جبکہ معلق کیا طلاق کو کسی شرط پر حالت ہوشیاری مین پھر دیوانہ ہوگیا پھر پائی گئی شرط یا مجنون نامرد یا مقطوع الذکر ہو یا زوجہ مجنون کی مسلمان ہوگئی اور وہ کافر ہو اور اسکے باپ نے اسلام قبول کیا تو ان صورتون مین مجنون کی طلاق واقع ہوگی کذا فی الاشباہ ان صورتون مین وقوع طلاق ہے نہ ایقاع اور مجنون سے ایقاع طلاق ممتنع ہے نہ وقوع کذا فی حاشیۃ المدنی والصبی ولو مراہقا او اجازہ بعد البلوغ اما لو قال اوقعتہ وقع لانہ ابتداء ایقاع وجوزہ الامام احمد اور نہین واقع ہوتی طلاق صبی کی اگرچہ لڑکا قریب البلوغ ہو یا لڑکپن مین طلاق دی ہو اور اسکو بعد بلوغ کے جائز کہے تو بھی طلاق نہوگی لیکن اگر یون کہیگا کہ مین نے طلاق کو واقع کردیا تو واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ اس کلام مین ابتداء ایقاع ہے یعنے اب بلوغ مین واقع کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اسمین طلاق بالفعل نہین واقع ہوگی بلکہ طلاق سابق کو بحال رکھا اور سابق مین اسکا اہل نہ تھا طلاق کی نہ تھی اور امام احمد بن حنبل نے طلاق صبی جائز رکھی ہے والمعتوہ من العتہ وہو اختلال فی العقل اور نہین واقع ہوتی طلاق پریشان عقل کی لفظ معتوہ کا مشتق ہے عتہ سے بمعنی اختلال عقل بحر الرائق مین کہا کہ بہتر یہ قول ہے معتوہ اور مجنون کے فرق مین یہ ہو کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل الفہم پریشان کلام فاسد التدبیر ہو لیکن نہ مارتا ہو نہ گالی دیتا ہو بخلاف مجنون کے والمبرسم من البرسام بالکسر علۃ کالجنون اور نہین واقع ہوتی طلاق مبرسم کی لفظ مبرسم کا مشتق ہے برسام سے جو بروزن قرطاس ہے برسام بیاری ہے مانند جنون کے اور بعض نے کہا ہے کہ برسام ورم گرم ہے جو حجاب درمیان دل اور جگر کے پیدا ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ اس بیاری سے بیہوشی لاحق ہوتی ہے اسواسطے طلاق واقع نہین ہوتی والمغمی علیہ ہو لغۃ المغشی اور نہین طلاق واقع ہوتی جسکو غش آوے اغمی لغت مین بمعنی غشی کے ہے اور یہی معنی فقہ مین بھی مراد ہین فتح الغفار مین کہا کہ اغما کی وجہ دماغ میں بلغم غلیظ بارد سے بھر جانے سے اور قہستانی مین کہا کہ غشی عبارت ہے تعطل قوی محرکہ اور حساسہ سے بسبب ضعف قلب کے تو غشی نیند کے برابر ہے بے اختیاری مین کذا فی حاشیۃ المدنی والمدہوش فتح وفی القاموس دہش تحیر ودہش بالبناء للمفعول فہو مدہوش وادہشہ اللہ اور نہین واقع ہوتی طلاق مدہوش کی مدہوش وہ ہے جسکی عقل جاتی رہے کذا فی فتح القدیر اور قاموس مین کہا کہ دہش بمعنی تحیر کے ہے اور دہش مجہول کا صیغہ ہے اور اسم مفعول مدہوش ہے اور عرب کہتے ہین ادہشہ اللہ یعنے بیہوش یا متحیر کیا اسکو اللہ خلاصہ کہ یہ لفظ لازم بھی ہے اور متعدی بھی ہے اور باب افعال سے بھی مستعمل ہے ہمارے شارح کے استاد خیر الدین رملی نے فتاوی خیریہ مین کہا کہ تاتارخانیہ اور فتح القدیر مین مصرح ہے کہ طلاق مدہوش کی نہین واقع ہوتی اور اجماع ہے فقہا کا کہ طلاق غیر عاقل کی نہین پڑتی سوا مست کے کہ مست کی طلاق بنا بر زجر اور توبیخ کے واقع ہوجاتی ہے تو غیر عاقل مجنون اور معتوہ اور مبرسم اور مغمی علیہ اور مدہوش سب شامل ہین اور مدہوش یہان بمعنی ذاہب العقل کے ہے اور جسنے مدہوش کو یہان بمعنی تحیر کے تفسیر کیا سو غلط ہے اسواسطے کہ تحیر اور تردد ذاہب العقل لازم نہین اور مدہوش قاموس مین بمعنی متحیر اور ذاہب العقل کے مذکور ہے انتہی ملخصاً کذا فی حاشیۃ المدنی والنائم لانتفاء الارادۃ ولذا لا یتصف بصدق ولا کذب ولا خبر ولا انشاء اور نہین واقع ہوتی طلاق سونے والے کی بسبب نہ ہونے ارادہ اور اختیار کے اور اسی واسطے سونے والے کو صادق اور کاذب نہین بولتے اور اُسکے کلام کو خبر اور انشا نہین کہتے اسواسطے کہ اسکا کلام بالقصد نہین چنانچہ کتب اصول مین یہ مصرح ہے فلو قال اجزتہ او اوقعتہ لا یقع لانہ اعادہ الی غیر معتبر جوہرہ اور اگر سونے والے نے اُسکے جاگنے کے بعد کسی نے کہا کہ تو نے سوتے ہوے طلاق دی سو اُسنے کہا کہ مین نے اسکو جائز رکھا یا واقع کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اُسنے ضمیر کو اُسکی طرف پھیرا جو غیر معتبر ہے لائق اعتبار کے نہین یعنے طلاق نوم کذا فی الجوہرہ اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے کہ صبی اگر بعد بلوغ کے کہے کہ اوقعتہ یعنے اسکو مین نے واقع کردیا تو طلاق پڑجاتی ہے اور اگر یہی لفظ نائم بعد جاگنے کے کہے تو نہین پڑتی دونون مین کیا فرق ہے شارح نے اسکا جواب یا کہ کلام صبی کا لغت اور نحو مین معتبر ہے لیکن شارع نے بسبب قصور عقل کے اسکو لغو کردیا بخلاف نائم کے کہ اسکا کلام کسی کے نزدیک معتبر نہین ہے اسواسطے کہ اسکا قصد نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اوقعت ذلک الطلاق او جعلتہ طلاقا وقع بحر اور اگر نائم نے کہا بعد بیدار ہونے کے کہ مین نے اس طلاق کو واقع کردیا یا مین نے اسکو طلاق ٹھہرا دی تو واقع ہوگی کذا فی البحر الرائق تو اسوقت مین مطلب یہ ہوگا کہ جس جنس کی طلاق حالت نوم مین جاری ہوئی تھی

گر جب ثابت ہوا کہ طلاق صریح محتاج نیت کی نہیں تو معلوم ہوا کہ اسکے معنی کا علم شرط نہیں حتی اگر جاہل کو کسی نے لفظ طلاق سکھایا اور وہ عورت کیطرف خطاب کرکے بولا تو قضا طلاق واقع ہوگی نہ دیانت میں اور مشائخ اوزجند نے کہا کہ مطلقا طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضا میں نہ دیانت میں کیونکہ اسکے ذریعے سے لوگ آدمیوں کی ضائع ہونے سے محفوظ رہیں اسکی تصحیح ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفی انت الطلاق وطلاق وانت طالق الطلاق وانت طالق طلاقا واحدۃ رجعیۃ ان لم ینو شیئا او نوی واحدۃ او نوی ثنتین لانہ صریح مصدر لا یحتمل العدد وفی انت طلاق یا انت طلاق معنی جس کے یہ ہیں مصدر خبر واقع ہو خواہ مصدر معرفہ ہو خواہ نکرہ یا انت طالق الطلاق یا انت طالق طلاقا میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگر متکلم نے ایک کی یا کچھ نیت نہ کی ہو یا ایک دو طلاق کی فقط مصدر سے نیت کی تو بھی ایک رجعی طلاق واقع ہوگی مصدر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر انت طالق طلاقا میں لفظ طالق سے ایک طلاق کی نیت کریگا اور لفظ طلاق سے دوسری طلاق کا ارادہ کریگا تو دو طلاق رجعی واقع ہونگی اگر عورت مدخولہ ہوگی اور اگر مدخولہ نہوگی تو ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے جدا ہو جاویگی دوسری طلاق کا محل نہ باقی رہیگا انت طالق طلاقا میں دو طلاق اسی واقع ہونگی جیسے طلاق رجعی اس قول سے واقع ہوتی ہیں یعنی انت طالق انت طالق سے کذا فی الزیلعی فقط مصدر سے ایک یا دو طلاق کی نیت کرنے سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح مصدر احتمال شمار کا نہیں رکھتا یعنی مصدر صیغہ مفرد ہوا اسمیں کثرت کی گنجایش نہیں ہاں نوی الثلث ثلاث لانہ فرد حکمی ولذا کان الثنتین فی الامۃ واحدا کذا فی حرۃ تقدمہا واحدۃ جوہرۃ لکن جزم فی البحر انہ سہو بمنزلۃ الثلث فی الحرۃ سو اگر اقوال مذکورہ میں مصدر سے تین طلاق کا ارادہ کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ تین فرد حکمی ہیں یعنی تین کل ہیں طلاق کا اس سے زیادہ طلاق نہیں تو طلاق کی فرد کامل ہوئی اور اسیواسطے دو طلاق لونڈی کے حق میں بمنزلہ تین طلاق کے ہیں حرہ کے حق میں یعنی لونڈی کے حق میں دو طلاق کل طلاق ہیں جیسے حرہ کے حق میں تین طلاق تو اگر لونڈی سے کہا کہ انت طالق اور مصدر سے دو طلاق کی نیت کی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ دو طلاق اسکے حق میں فرد حکمی ہیں اور اسیطرح اس حرہ کے حق میں جسکو ایک طلاق سابق ہو چکی ہو دو طلاق فرد حکمی ہیں کذا فی الجوہرہ لیکن بحر الرائق میں یقین کیا ہے کہ روایت جوہرہ کی سہو ہے یعنے دو طلاق حرہ کے حق میں مصدر سے نہ واقع ہونگی ومن الالفاظ المستعملۃ الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلا نیۃ للعرف فلو لم یکن لہ امرأۃ یکون یمینا فیکفر بالحنث تصحیح القدوری اور الفاظ مستعملہ عوام سے یہ اقوال ہیں کہ طلاق مجھکو لازم ہو اگر میں ایسا نکروں اور حرام مجھکو لازم ہو اگر میں نے ایسا کیا اور مجھپر طلاق لازم ہے اگر ایسا نکروں اور مجھپر حرام لازم ہو اگر میں ایسا کام کروں تو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے بسبب عرف کے یعنے ہمارے ملک میں طلاق کی قسم کہانا رائج ہوگیا ہو تو انپر جاری ہوا اسکا وقوع اور اگران اقوال کے بولنے والے کی زوجہ نہوگی تو یہ الفاظ قسم ہو جاوینگے تو کفارہ دینا ہوگا قسم توڑنے سے کذا فی تصحیح القدوری وکذا علی الطلاق من ذراعی بحر اور اسیطرح طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مجھپر طلاق لازم ہو میرے ہاتھ سے کذا فی بحر الرائق ہم صاحب بحر نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں مصرح ہو کہ انت طالق من ہذا العمل سے قضاءً طلاق واقع ہوتی ہے نہ دیانۃ تو یہ دلالت کرتا ہے کہ علی طلاق من ذراعی سے بطریق اولی طلاق واقع ہو اور مقدسی نے کہا کہ قیاس صحیح نہیں اسواسطے کہ مقیس علیہ میں صریح مخاطب ہے اور وہ محل ہے طلاق کی بخلاف مقیس کے علامہ نے کہا کہ کلام مقدسی کا مدلل ہے اور مرغی نے کہا کہ تحقیق لائق ہے قبول کرنے کے ولو قال طلاقک علی لم یقع ولو زاد لازم او واجب او ثابت او فرض ہل یقع قال المرغینانی المختار لا وقال الناصحی المختار نعم اور اگر یوں کہا کہ تیری طلاق مجھپر ہے تو نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ احتمال ابھی یہ ہے کہ تیری طلاق مجھپر حرام ہے اور اگر اس قول پر لازم یا واجب یا ثابت یا فرض کو بڑھایا یعنے یوں کہا کہ تیری طلاق مجھپر لازم ہے یا واجب ہے یا ثابت ہے یا فرض ہے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں مرغینانی نے کہا کہ قول مختار یہ ہے کہ نہ واقع ہوگی اور ناصحی نے کہا اپنے فتاوی میں کہ قول مختار یہ ہے کہ ہاں واقع ہوگی اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ وجوب میں صحیح واقع ہوگی نہ اور الفاظ میں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال طلقک اللہ تعالی ہل تفتقر للنیۃ قال الکمال الحق نعم اور اگر یوں کہا کہ خدا تجھکو طلاق دے کیا اس کلام میں نیت طلاق کی حاجت ہے یا نہیں کمال الدین بن ہمام نے کہا کہ حق یہ ہے کہ ہاں نیت کی حاجت ہے یعنے بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ یہ کلام بطریق بددعا کے ہو ولو قال لہا کونی طالقا او اطلقی او یا مطلقۃ بالتشدید یقع اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طلاق والی ہو جا یا یوں کہا کہ او مطلقہ تشدید لام تو طلاق واقع ہوگی وکذا یا طلال بکسر اللام وضمہا لانہ ترخیم وانت طال بالکسر الا توقف علی النیۃ کما لو تہجی بہ او بالعتق

اور اسی طرح واقع ہوتی ہے طلاق بدون نیت کے اگر زوج نے زوجہ کو کہا یا طال لام کو زیر کرکے یا پیش دیکر اسواسطے کہ طال ترخیم ہے یا طالق کی یا زوجہ کو کہا انت طال زیر
دیکر یعنی تو طالق ہے تو بھی طلاق بلا نیت واقع ہوگی اور اگر انت طال میں لام کو زبر دیکر یا پیش دیکر کہا تو طلاق موقوف ہوگی نیت پر یعنی بدون نیت کے طلاق واقع
ہوگی چنانچہ طلاق نیت پر موقوف ہوا اگر اسکے حرف جدا جدا کرکے جیسے انت طا ل ق یا لفظ عتق کو علیحدہ علیحدہ کا شکر کیے جیسے انت ح ر یعنی تو حر ہے تو ان دونوں
صورتوں میں بدون نیت کے طلاق نہ ہوگی ہم شارح نے یہاں تہجی طلاق کو کنایات میں داخل کیا اور سابق میں صریح میں شمار کر چکا ہے اسواسطے کہ تہجی طلاق میں روایت مختلف ہے
خانیہ میں صریح ہے کہ تہجی طلاق کی صریح میں داخل ہے نیت کی حاجت نہیں اور بدائع میں کہا ہے کہ تہجی طلاق کی کنایات میں داخل ہے تو طلاق نیت پر موقوف ہوگی
شارح اول الولوالجیہ کے بیان کیا اور یہاں البدائع کے کذا فی الطحطاوی والمدنی وفی النہر عن التصحیح التصحیح عدم الوقوع بہ ہستک طلاقاً فاحشاً نحوہ اور نہر الفائق میں تصحیح
قدوری سے منقول ہے کہ طلاق واقع نہ ہونا صحیح قول ہے اس کلام سے کہ میں نے تجھکو تیری طلاق بخشی اور بیان اس کلام کے چنانچہ اگر دھتکا طلاقاً تک یعنی تیری طلاق تجھے یا تو ہبہ کی
اور تجھے یا بس تیری طلاق کر دی یعنی بنا بر قول صحیح کے انتظار اور ودیعت اور رہن سے طلاق نہیں واقع ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی واذا اضاف الطلاق الیہا
کانت طالق او الی ما یعبر بہ عنہا کالرقبۃ والعنق والروح والبدن والجسد لان الاطراف داخلۃ فی الجسد دون البدن والفرج والوجہ والراس وکذا ان
دون البضع والدم والید الخ صحاح ولو اضافہ الی جزء شائع منہا کنصفہا او ثلثہا وقع لعدم تجزیہ حیث طلاق منسوب کی عورت کیطرف چنانچہ یوں کہا
تو طالق ہے یا نسبت کی طلاق کی طرف اس عضو کی جس سے کل عورت کی تعبیر ہوتی ہے جیسے رقبہ اور عنق یعنی گردن اور روح اور بدن اور جسد اور فرج اور چہرہ اور سر
انت یعنی تو یعنی یوں کہا کہ تیری گردن یا روح کو طلاق ہے مصنف نے بدن اور جسد دونوں کو ذکر کیا کہ ہاتھ پاؤں سر جسد میں داخل ہیں بدن میں داخل نہیں
اور یہ دونوں بنا بر قول مختار کے کذا فی الخلاصہ یعنی اگرچہ لفظ بضع کا ارادہ ہو نہیں سکے اور دم مراد نہیں ہو سکے لیکن یہ لفظ کل آدمی کی تعبیر نہیں ہو سکتے
طلاق کو عورت کے جزء شائع کیطرف جیسے نصف عورت یا ثلث عورت کیطرف تو ان تینوں صورتوں میں طلاق واقع ہوگی نصف او ثلث کی نسبت اسواسطے کہ طلاق کو
طلاق میں تقسیم نہیں کہ نسبت نصف یا ثلث کی جائے خلاصہ یہ کہ جب کل کیطرف طلاق کی نسبت کی یا جزء معین کیطرف نسبت کی جو جزء کہ بجائے کل کے مستعمل ہو
نصیب جزء چنانچہ نصف یا ثلث کیطرف نسبت ہوئی تو ان صورتوں میں طلاق واقع ہو جاویگی ولو قال نصفک الاعلی طالق واحدۃ ونصفک الاسفل ثنتین وقعت ثلاث
بعضہم ثلث علا بالاحتیاط اور اگر کہا زوج نے زوجہ کو کہ تیرے اوپر کے آدھے جسم کو ایک طلاق ہے اور نیچے کے آدھے جسم کو دو طلاق ہیں
ہو گی تھی بنا بر احتیاط ... ایک طلاق کا فتوی دیا ہے اسواسطے کہ نصف اعلی میں سر داخل ہے اور سر بجائے کل کے واقع ہو تو کل پر
طلاق واقع ہو گئی اور نصف اسفل میں اگرچہ فرج داخل ہے اور وہ بھی بجائے کل کے واقع ہوتی ہے لیکن جب نصف اعلی میں طلاق واقع ہو چکا تو اسکا کچھ اثر باقی نہ رہا
طلاق لغو ہو گئی اور بعض فقہا نے تین طلاق کا فتوی دیا اور دونوں جزء پر عمل کر کے کذا فی الخلاصہ واذا قال الرقبۃ منک او الوجہ او وضع یدہ علی الراس
او العنق او الوجہ وقال ہذا العضو طالق لم یقع فی الاصح لانہ لم یجعلہ عبارۃ عن الکل بل عن البعض حتی لو لم یضع یدہ بل قال ہذا الراس طالق واشار الی راسہا
وقع فی الاصح ولو نوی تخصیص العضو فینبغی ان یدین اور جب کہا کہ تیرے جسم سے گردن یا چہرہ کو طلاق ہے یا رکھا اپنا ہاتھ سر یا گردن یا چہرہ پر اور کہا
کہ اس عضو کو طلاق ہے تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ اسنے گردن وغیرہ اور سر کو بجائے کل جسم کے مراد نہ رکھا بلکہ بسبب تعیینیہ اور ہاتھ رکھنے کے اور اشارہ
کرنے کے بعض کا ارادہ کیا یہاں تک کہ اگر ہاتھ نہ رکھتا بلکہ یوں کہتا کہ اس سر کو طلاق ہے اور اشارہ کرتا عورت کے سر کیطرف تو طلاق واقع ہو جاتی قول اصح میں
اور اگر اشارہ یا ید یعنی ہاتھ کا طلاق ... تخصیص عضو کی ... تو لا ہی کیا باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق کیجاوے گی نہ باعتبار قضا کے کذا فی
فتح القدیر لیکن ... کہ سر اور گردن وغیرہ سے تعبیر کل جسم کی عرف میں مشہور اور رائج ہو اور اگر رواج اسکا نہ ہو تو باعتبار دیانت اور قضا کے بھی اسکی تصدیق
ہوگی چنانچہ بحر الرائق سے مطلب یہ مفہوم ہوتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی کما لا یقع لو اضافہ الی الید الا بنیۃ المجاز والرجل والدبر والشعر الا انف والساق

والفخذ والظہر والبطن واللسان والاذن والفم والصدر والذقن والسن والریق والعرق وکذا الثدی والدم جوہرہ لانہ لایعبر بہا عن الجملۃ فلو عبر قوم بہ عنہا وقع جیسا کہ

طلاق واقع نہیں ہوتی اگر نسبت کی طلاق کی ہاتھ کیطرف مگر بہ نیت مجاز کے اور نہیں واقع ہوتی اگر طلاق کی نسبت کی طرف پاؤں کے اور انگلی اور بال کے اور

ناک کے اور پنڈلی کے اور ران کے اور پیٹھ کے اور پیٹ کے اور زبان کے اور کان کے اور منہ کے اور سینہ کے اور ٹھوڑی کے اور دانت کے اور رال کے اور پسینہ کے اور اسیطرح چھاتی

اور خون کی کذا فی الجوہرہ اسلیے کہ ان عضوون کیطرف طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق نہیں واقع ہوتی اسواسطے کہ ان سے تمام کل جسم کی تعبیر نہیں کیجاتی اور اگر کسی قوم کے عرف میں ان عضو سے بھی

کل عورت کی تعبیر ہوتی ہو تو طلاق واقع ہوگی وکذا الحکم لو کان من اسباب الحرمۃ لا الحل اتفاقا اور اسیطرح جو اسباب حرمت کے ہیں نہ حلت کے انکا یہی حکم ہے بالاتفاق جو طلاق کا

حکم ہے حرمت کے اسباب جیسے ایلا اور ظہار اور عتق اور حلت کے اسباب جیسا کہ نکاح یعنے اگر ایلا اور ظہار کل عورت کی یا اس عضو کی جو بجائے کل مستعمل ہے چنانچہ سر اور گردن

اور چہرہ اور فرج یا نصف اور ثلث کی تو ایلا اور ظہار واقع ہوگی اور ہاتھ یا پاؤں کیطرف نسبت کرنے سے نہ واقع ہوگی بخلاف نکاح کے کہ گردن اور سر اور فرج اور نصف کیطرف

نسبت کرنے سے صحیح نہ ہوگا بنا بر احتیاط کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر و نہر او طلقہ ولو من الف جزء لطلقۃ لعدم التجزی اور حصہ ایک طلاق کا اگرچہ ہزار وان حصہ ایک طلاق

نسبت کرنے سے صحیح ہے کیونکہ طلاق لائق قسمت کے نہیں تو اسکا جزاگرچہ نہایت قلیل ہو بجائے کل کے ہے مثلا اگر کوئی کہے میں نے کہ ایک طلاق کا ہزاروان یا

[illegible] کے برابر ہو بسبب عدم قسمت پذیر ہی کے یعنے طلاق لائق قسمت کے نہیں تو اسکا جزاگرچہ نہایت قلیل ہو بجائے کل کے ہے

لاکھوان حصہ واقع کیا تو پوری ایک طلاق واقع ہوگی ولو زادت الاجزاء وقع اخری کذا اور اگر زیادہ ہون اجزا ایک طلاق سے تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح اگر

اجزا دو طلاق سے زیادہ ہون تو تین طلاق واقع ہونگی چنانچہ اگر یون کہا انت طالق نصف طلقۃ و ثلثہا یعنے تجھکو آدھی طلاق ہے اور دو تہائیان اسکی تو دو طلاق واقع

ہونگی اسلیے کہ ایک طلاق سے حصہ زیادہ ہوگیا مالم یقل نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ فیقع الثلث حکم سابق سو وقت تک ہے جب یون نہ کہا کہ نصف طلقۃ

وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ اور اگر یون ہی کہا تو تین طلاقین واقع ہونگی یعنے جب نصف اور ثلث اور سدس سے ایک طلاق پوری ہوئی زیادتی اجزا کی نہ ہوئی لیکن لفظ

طلاق کا مکرر ہے تین بار مکرر ہوا اور قاعدہ کلیہ ہے کہ نکرہ کا جب اعادہ ہوا تو وہ غیر ہوتا ہے اول کا تو بسبب مغایرت کے تین طلاقین ٹھہرینگی بخلاف معرفہ کے کہ اگر وہ مکرر آوے تو

عین ہوگا اول معرفہ کا ولو بلا واو فواحدۃ اور اگر مثال مذکور کو بدون واو عاطفہ کے بولا مثلا یون کہا کہ انت طالق نصف طلقۃ ثلث طلقۃ سدس طلقۃ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی

اسلیے کہ ہر واحد بدل واقع ہوگا اپنے قبل سے والمبدل منہ ساقط ہوجاتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال طلقۃ نصفہا قہستانی عن المختار جوہرہ اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہے

اور نصف اسکا تو دو طلاقین ہونگی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ وکذا لو کان بالسدس لعا قہستانی عن المختار وقیل واحدۃ قہستانی اور اسیطرح اگر مثال سابق میں بجائے سدس کے

ربع ہو تو دو طلاقین ہونگی بنابر قول مختار کے اور قول ضعیف میں ایک طلاق ہے کذا فی القہستانی سید احمد طحطاوی نے کہا کہ قہستانی سے اس مقام میں خطا ہوئی واقع ہوئی

ایک نقل میں دوسری حکم میں نقل میں خطا ہوئی کہ اس عبارت کو اپنے محیط سرخسی سے نقل کیا حالانکہ یہ عبارت محیط میں نہیں چنانچہ فتاوی ہندی یعنے عالمگیری میں محیط کی

عبارت منقول ہوا اور حکم میں خطا ہوئی کہ جب انت طالق نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ میں بسبب تکرار نکرہ کے تین طلاق واقع ہوئیں تو انت طالق نصف طلقۃ

وثلث طلقۃ وربع طلقۃ میں بطریق اولی تین واقع ہونگی اسواسطے کہ ربع زائد ہے سدس سے کذا فی حاشیۃ المدنی وسیجی ان الحساب بمفہوم التطلیق لغو بخلاف ایقاعہ ا در مختصر سبب

الیہ ہمیں آئیگا کہ حساب کرنا بمفہوم تطلیق کا لغو ہے بخلاف ایقاع طلاق کے یعنے اگر یون کہا کہ انت طالق ثلثا الا نصف طلقۃ تو امام محمد کے نزدیک تین طلاق

واقع ہونگی اسلیے کہ طلاق قسمت پذیر نہیں بخلاف ایقاع کے کہ اسمیں بعض طلاق لغو نہیں ہوتی یعنے اگر یون کہیگا کہ تجھکو ایک طلاق واقع ہے اور آدھی طلاق ہے تو دو واقع

ہونگی والواقع بقولہ من واحدۃ او ما بین واحدۃ الی ثنتین واحدۃ اور ایک طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے ایک سے دو تک یا یون کہا کہ تجھکو

طلاق ہے ما بین ایک کے دو تک وثنتان فی من واحدۃ او ما بین واحدۃ الی ثلث ثنتان لان الاصل فیما اصلہ المنع دخول الغایۃ الاولی فقط عند الامام

و فیما مرجعہ الاباحۃ کخذ من مالی من مائۃ الی الف الغایتین اتفاقا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے ایک سے تین تک یا مابین ایک کے

تین تک دو طلاقین واقع ہونگی اسواسطے کہ شارح کہتا ہے کہ قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ اصل اسمیں منع ہے یعنے ضرورت ہے اسطرح کہ غایت فقط پہلی حد داخل ہوتی ہے

نزدیک امام اعظم رحمہ اللہ کے نہ دوسری حد اور چونکہ طلاق میں اصل منع ہی ہے اسواسطے احتیاطاً دوسری حد یعنی عدد اول و ثانی کا اعتبار رہنے دیا فقط پہلی حد یعنی ایک معتبر ہوئی اور جو مسائل کہ
جنکا مجمع اور اصل یہ جست ہے چنانچہ یہ مثال کہ سے ہزار تک سو اور ہزار داخل ہونگے باتفاق امام اور صاحبین کے ویقع بثلاثۃ انصاف
طلقتین ثلاث وقیل ثنتان اور واقع ہوگی دو طلاق کے تین آدھوں سے تین طلاق اور قول ضعیف یہ ہے کہ دو طلاق واقع ہونگی وبثلاثۃ انصاف طلقۃ او نصفی طلقتین
طلقتان وقیل ثلاث والاول اصح اور واقع ہوگی ایک طلاق کے تین آدھوں سے اور دو طلاق کے دو آدھوں سے دو طلاق اور قول ضعیف میں تین طلاق اور یہ پہلا
قول اصح ہے یعنی دو طلاق کا وبواحدۃ فی ثنتین واحدۃ ان لم ینو او نوی الضرب لانہ تکثیر الاجزاء لا الافراد اور اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق ہے دو طلاق
میں ایک طلاق واقع ہوگی اگر ضرب کی نیت نہ کی یا نیت کی ایک کی ضرب کی دو میں یعنی خواہ ضرب کی نیت کی یا نہ کی ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ضرب اجزا کو
بڑھاتی ہے نہ افراد عدد کو فتح القدیر میں اس قول کو مسلم نہیں رکھا کذا فی حاشیۃ المدنی وان نوی واحدۃ وثنتین فثلاث فی مدخول بہا اور اگر نیت کی ایک اور دو کی یعنی
واحدۃ فی ثنتین میں لفظ فی کو بمعنی واو عاطفہ کے استعمال کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اگر زوجہ مدخولہ ہوگی وفی غیر المدخولۃ واحدۃ کقولہ لہا واحدۃ وثنتین لانہ لم یبق لہا ثنتین
محل اور زوجہ غیر مدخولہ میں ایک واقع ہوگی چنانچہ اس قول میں کہ جب غیر مدخولہ سے کہا کہ تجھکو ایک اور دو طلاق ہیں تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے
بدون عدت کے جدا ہوگئی تو طلاق کا محل باقی نہ رہا وان نوی مع الثنتین فثلاث مطلقا اور اگر نیت کی ساتھ ایک طلاق کے دو طلاق کی یعنی واحدۃ فی ثنتین میں لفظ
فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہونگی مطلقاً خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ اسواسطے کہ معیت اجتماع کی مقتضی ہے وبثنتین فی ثنتین ولو بنیۃ الضرب
ثنتان لما مر ولو نوی معنی الواو او مع فکما مر اور دو واقع ہونگی دو طلاق اس قول سے کہ تجھکو دو طلاق ہیں دو طلاق کے اندر اگرچہ ضرب عدد کی نیت کی ہو
اسواسطے کہ عنقریب گذرا کہ ضرب سے اجزا زیادہ ہوتے ہیں نہ افراد اور اگر لفظ فی کو بمعنی واو یا مع کی نیت کی سو اسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا کہ گذر گیا یعنے اگر طلقتین
فی ثنتین میں فی کو بمعنی واو عاطفہ کے مستعمل کیا تو زوجہ مدخولہ کو تین طلاق ہونگی اور غیر مدخولہ کو ایک طلاق ہوگی اور اگر فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو مدخولہ اور
غیر مدخولہ دونوں کو تین طلاق واقع ہونگی وبقولہ من ہنا الی الشام واحدۃ رجعیۃ مالم یصفہا بطول او کبر فبائنۃ اور واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے
یہاں سے شام تک ایک طلاق رجعی بشرطیکہ طلاق کو طول اور بزرگی کیساتھ موصوف نہیں کیا اور اگر طول اور بزرگی کیساتھ متصف کریگا تو طلاق بائن واقع ہوگی وانت
طالق بمکۃ او فی مکۃ او فی الدار او الظل او الشمس او ثوب کذا تنجیز یقع للحال کقولہ انت طالق مریضۃ او مصلیۃ وانت مریضۃ او انت تصلین اور
یہ قول کہ انت طالق بمکۃ او فی مکۃ یعنی تجھکو طلاق ہے مکہ میں یا گھر میں یا سایہ میں یا دھوپ میں یا ایسے کپڑے میں تنجیز ہے طلاق کی یعنے اس قول سے بالفعل طلاق پڑ جاتی ہے
دخول مکہ اور گھر اور سایہ اور دھوپ پر موقوف نہیں چنانچہ اس قول سے بھی بالفعل طلاق پڑ جاتی ہے کہ تجھکو طلاق ہے حالت بیماری اور نماز خوانی میں خواہ بیمار ہو
یا نہو نماز پڑھے یا نہ پڑھے اسواسطے کہ طلاق کو مکان اور نماز اور اسیطرح سایہ اور دھوپ سے کچھ خصوصیت نہیں ویصدق فی الکل دیانۃ اور تصدیق کیجاویگی زوج کی ان
مثالوں میں باعتبار دیانت کے نہ باعتبار قضا کے لو قال عنیت اذا دخلت الدار او اذا لبست او اذا مرضت ونحو ذلک فیتعلق بہ کقولہ الی سنۃ او الی راس الشہر
او الی الشتاء اور اگر کہا زوج نے کہ میں نے انت طالق فی الدار میں انت طالق اذا دخلت الدار کا ارادہ کیا ہے وانت طالق فی ثوب میں انت طالق اذا لبست کا وانت طالق
مریضۃ میں انت طالق اذا مرضت کا ارادہ کیا اور اسیطرح بعضے اقوال میں تو طلاق معلق ہوگی اسی شرط سے یعنے بدون دخول دار اور وجود مرض وغیرہ کے طلاق نہ واقع ہوگی
چنانچہ یہ قول کہ تجھکو طلاق ہے ایک سال تک یا مہینے کے شروع تک یا موسم سرما تک یعنی جب سال گذر جاویگا اور بدون آنے کے طلاق نہ واقع ہوگی وان ادخلت مکۃ تعلیق اور
یوں کہنا کہ تجھکو طلاق ہے جبکہ تو مکہ میں داخل ہوگی یہ تعلیق ہے حقیقت میں یعنی بدون دخول مکہ کے طلاق نہ واقع ہوگی وکذا فی دخولک الدار وکذا فی لبسک ثوب کذا او فی
صلوتک ونحوہ لکان الفی بمعنی الشرط اور اسیطرح یہ قول تعلیق ہے کہ تجھکو طلاق ہے تیرے گھر داخل ہونے میں اور اسیطرح تجھکو طلاق ہے تیرے ایسے کپڑا پہننے میں یا تجھکو طلاق ہے
تیری نماز میں اور مانند ان اقوال کے تعلیق میں داخل ہیں اسواسطے کہ ظرف مشابہ ہے شرط کے باعتبار جمعیت کے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہیں ہوتا جیسے مشروط

بدون شرط کے نہیں ہے اور تو قال لها انت طالق لدخولک الدار او لحیضتک تنجیز اور اگر یون کہا کہ تجھکو طلاق ہے بسبب داخل ہونے تیرے کے تیرے گھر مین یا بسبب تیرے حیض کے تو یہ قول تنجیز ہے یعنی فی الحال طلاق واقع ہوگی دخول دار اور حیض پر موقوف نہین ہو یا لباء تعلیق اور اگر بجای لام کے باء موحدہ بولا یعنے یون کہا کہ انت طالق بدخولک الدار وبحیضتک تو یہ قول تعلیق ہے یعنے دخول دار اور حیض پر طلاق موقوف ہوگی وفی حیضتک ہی حالکون تحتمل تحیض او تحبل او اگر اس قول ہی کہ تجھکو طلاق ہے تیرے حیض میں یہ حال ہے کہ اسکو حیض موجود ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی یہان تک کہ اسکو دوسرا حیض آئے وفی حیضتک تحتمل تحیض و تطہر اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تیرے حیضہ میں یعنی ایکبار حیض آنے میں تو وہ مطلقہ نہوگی یہان تک کہ اسکو دوسرا حیض آئے اور پاک بھی ہو جائے اسواسطے کہ حیضہ حیض کامل کو کہتے ہین اور کمال حیض بدون طہر کے نہین حاصل ہے یہ کہ اگر حیض بدون آنے کے بولا تو تعلیق طلاق حیض ثانی پر ہوگی اور اگر اسکو حیض آیا تو تعلیق طلاق کی طہر بعد حیض ثانی کے ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی ثلثۃ ایام تنجیز وفی مجیٔ ثلثۃ ایام تعلیق حتی یجیء الثالث لان الشروط تعتبر فی المستقبل اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تین دن مین فی الحال طلاق ہوگی اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تین دن کے آنے مین تعلیق ہے طلاق کے تیسرے دن کے آنے پر اسواسطے کہ جس دن کلام کیا اسواسطے کہ شروط کا اعتبار زمانہ مستقبل مین ہوتا ہے اور پہلے دن کا آنا ابتداے یوم سے ہوتا ہے حالانکہ یوم تکلم کچھ دن گذر چکا تھا تو یوم تکلم کا آنا ثابت نہوا اسواسطے اسدن کو شمار سے نکالا الا ویوم القیمۃ لغو اور یون کہنا کہ تجھکو طلاق ہے قیامت کے دن لغو ہے یعنے اس کلام سے طلاق نہین واقع ہوتی اسواسطے کہ قیامت کا دن محل وقوع احکام شرعیہ نہین ہے وقبلہ تنجیز اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے روز قیامت سے پہلے فی الحال طلاق واقع ہوگی انت طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار ان رفع حسنۃ تنجیز وان نصبها تعلیق اور اس قول مین کہ انت طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار اگر رفع دیا لفظ حسنۃ کو تو فی الحال طلاق ہوگی اور اگر نصب دیا اسکو تو تعلیق ہوگی اسواسطے کہ لفظ حسنۃ حالت رفع مین صفت ہوگی عورت کی تو فاصل ہوگی درمیان طلاق اور تعلیق کے یعنی دخولک الدار جدا کلام ہوگیا تعلیق نرہا تو تنجیز ہوگا اور حسنۃ کو نصب دیا تو صفت ہوگی طلاق کی تو فاصل نہوگی تو دخول دار پر تعلیق ہوگی طلاق کی وسأل الکسائی محمدا عمن قال لامرأتہ شعر فان ترفقی یا ہند فالرفق ایمن ٭ وان تخرقی یا ہند فالخرق اشأم ٭ فانت طلاق والطلاق عزیمۃ ٭ ثلاث ومن یخرق اعق واظلم ٭ کم یقع فقال ان رفع ثلثا فواحدۃ وان نصبها فثلث وتمامہ فی المغنی وفیما علقناہ علی الملتقی اور سوال کیا کسائی نحوی اور قاری نے امام محمد سے کہ جس شخص نے اپنی عورت سے یہ شعر کہا کہ اگر نرمی کریگی تو اے ہند تو نرمی کرنا مبارک ہے اور اگر سختی اور بدمزاجی کریگی اے ہند تو سختی نامبارک ہے سو مطلقہ ہے اور طلاق تو عزیمت کی چیز ہے یعنے لہو اور لعب نہین تین بار اور جو سختی اور بدمزاجی کرتا ہے وہ نافرمان اور ظالم تر ہے تو کسائی نے پوچھا کہ اس کلام سے کے بار طلاق واقع ہوتی ہے تو امام محمد نے جواب دیا کہ اگر اسنے لفظ ثلث کو رفع دیا تو ایک طلاق ہوگی اور اگر اسکو نصب دیا تو تین بار طلاق ہوگی شارح کہتا ہے اور پوری تقریر اسکی مغنی اللبیب ہماری شرح مین ہے جو ملتقی پر ہے ہم لفظ ثلث مرفوع ہوگا تو ایکبار طلاق ہوگی گویا یون کہا کہ انت طالق پھر خبر دی کہ پوری طلاق تین بار ہے اور جب ثلثا منصوب ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی تو تقدیر کلام کی انت طالق ثلثا ہوگی اور والطلاق عزیمۃ جملہ معترضہ ہوگا کتاب مغنی اللبیب کے باب اول مین کو ہے کہ ہارون رشید نے یہ سوال امام ابو یوسف سے کیا انکو جواب آیا کسائی نے یافت کرکے جواب دیا بحر الرائق مین کہا کہ یہ حکایت غلط ہے اسواسطے کہ ابو یوسف مجتہد تھے اور شرط اجتہاد کی ایک یہ بھی ہے کہ معرفت کاملہ عربیت کی ہو اور یہ نقل اہل ادب کے مخالف ہے چنانچہ مبسوط مین کہا ہے کہ یہ سوال کسائی نے امام محمد سے کیا اور تاریخ خطیب بغدادی مین بھی یون ہی مذکور ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے حاشیہ مغنی اللبیب مین اسکی تصریح کردی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وبقولہ انت طالق غدا او فی غد یقع عند طلوع الصبح اور اس قول سے کہ تو طالق ہے کل یا کل مین تو واقع ہوگی طلاق طلوع صبح کے وقت وصح فی الثانی نیۃ العصر ای آخر النہار قضاء وصدق فیهما دیانۃ ومثلہ انت طالق شعبان او فی شعبان اور صحیح ہے قول ثانی مین یعنی انت طالق فی غد مین نیت عصر کی یعنی آخر دن کی باعتبار قضا کے اور تصدیق کیا جائیگا متکلم کے دونوں قولوں مین باعتبار دیانت کے اور مانند اسکے ہے یہ قول کہ تو طالق ہے شعبان یا شعبان مین تو اگر اس متکلم نے کچھ نیت نکی تو اول رجب یا بعد غروب آفتاب کے طلاق واقع ہوگی اور اگر آخر شعبان کی نیت کی تو تصدیق قول ثانی مین صحیح ہوگی اور دیانۃ دونوں مین تصدیق ہوگی وفی انت طالق الیوم غدا او غدا الیوم اعتبر اللفظ الاول

اور اسی طرح اگر یون کہ تو طالق ہے آج کل یا تو طالق ہے کل آج پہلا لفظ معتبر ہوگا اور دوسرا لفظ لغو ہوگا تو اول صورت میں آج طلاق پڑیگی اور ثانی صورت میں کل ہوگی ولو عطف بالواو یقع فی الاول واحدۃ وفی الثانی ثنتان اور اگر مثال سابق میں حرف عطف واو ذکر کیا یعنی یون کہا کہ انت طالق الیوم وغدا یا انت طالق غدا والیوم تو قول اول میں ایک طلاق ہوگی یعنی الیوم وغدا میں اور قول ثانی میں دو طلاق ہونگی یعنی غدا والیوم میں کذا لو قال انت طالق باللیل والنهار او اول النهار وآخره او بعکسه او الیوم ورأس الشهر چنانچہ اسی طرح اگر یون کہا کہ انت طالق باللیل والنهار اگر یہ قول دن کو کہا تو دو بار طلاق ہوگی اور اگر یون کہا انت طالق بالنهار واللیل تو ایکبار واقع ہوگی اور اگر رات کو یہ قول کہا تو حکم بالعکس ہوگا یا یون کہا کہ انت طالق اول النهار وآخره سو اگر یہ قول دن کو کہا تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور اگر اول روز یون کہا کہ انت طالق آخر النهار واوله تو دو بار طلاق ہوگی اور اگر آخر روز میں یون کہا کہ انت طالق اول النهار وآخره تو دو بار طلاق واقع ہوگی اگر آخر روز یون کہا کہ انت طالق آخر النهار واوله تو ایکبار طلاق ہوگی اور اسیطرح بعکس کا یعنی بعکس اللیل والنهار کا النهار واللیل اور بعکس اول النهار وآخره کا آخر النهار واوله چنانچہ اسکا حکم بھی متصل مذکور ہو چکا یا یون متکلم بولا کہ انت طالق الیوم ورأس الشهر تو اگر یہ کلام دن میں کہا تو ایک طلاق ہوگی اور اگر شروع مہینہ میں کہا تو دو بار طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والاصل انہ متی اضاف الطلاق الی وقتین کائن ومستقبل بحرف عطف فان بدأ بالکائن اتحد او بالمستقبل تعدد اور قاعدہ کلیہ امثلہ سابقہ میں یہ ہے کہ جب مضاف کیا طلاق کو دو وقت کی طرف کہ ایک آئندہ ہی ہے اور دوسرا مستقبل اور دونون وقتون کے درمیان میں حرف عطف کا ہے الا سو اگر ابتدا ماضی سے کی تو دونون وقت متحد ہونگے اس صورت میں ایک ہی بار طلاق واقع ہوگی چنانچہ انت طالق الیوم وغدا میں اور اگر ابتدا مستقبل سے کی تو تعدد اور کثرت ہوگی یعنے دو بار طلاق واقع ہوگی چنانچہ انت طالق غدا والیوم میں وفی انت طالق الیوم واذا جاء غدا او انت طالق لا بل غدا طلقت واحدۃ للحال واخری فی الغد اور اس قول میں کہ تو طالق ہے آج اور جب کل آویگا یا یون کہا کہ تو طالق ہے نہیں بلکہ کل طالق ہے تو اسکو ایکبار طلاق ہوگی فی الحال اور دوسری بار کل مثال ثانی میں متکلم نے لفظ لا و بل سے نفی کلام سابق کی ارادہ کی سو ابطال منجز کا ممکن نہیں انت طالق او واحدۃ اولا او مع موتی او مع موتک لغو اما الاول فلحرف الشک واما الثانی فلانہ اضافہ لحالۃ منافیۃ للایقاع او للوقوع تو طالق ہے ایکبار یا کہ طالق نہیں یا یون کہنا تو طالق ہے میری موت کے ساتھ یا اپنی موت کے ساتھ تو یہ دونون قول لغو ہیں یعنی ایسے کلام سے طلاق نہیں پڑتی پہلا قول تو اسواسطے لغو ہوا کہ حرف شک کا اسمین واقع ہے اور قول ثانی اسواسطے لغو ہوا کہ اسمین طلاق مضاف ہے ایسی حالت کی طرف جو مخالف ہے ایقاع طلاق کے یا وقوع طلاق کے یعنی موت زوج کی منافی ہے ایقاع طلاق کی کہ اس حالت میں اسکو اہلیت طلاق دینے کی نہیں رہتی اور موت زوجہ کی منافی ہے وقوع طلاق کی کہ اس حالت میں محل طلاق باقی نہیں کذا انت طالق قبل ان اتزوجک وامس وقد نکحہا الیوم اور اسیطرح لغو ہے یہ قول کہ تو طالق ہے قبل اسکے کہ میں تیرے ساتھ نکاح کرون یا یون کہے کہ تو طالق ہے کل یعنی جو دن کہ ہو چکا اور حالانکہ نکاح کیا اس عورت سے آج یہ دونون قول اسواسطے لغو ہیں کہ طلاق کو اسوقت کی طرف مضاف کیا جبکہ اسکو ملکیت طلاق کی نہ تھی اسلئے کہ بعد نکاح کے زوج طلاق کا مالک ہوتا ہے نہ قبل نکاح کے ولو نکحہا قبل امس وقع الآن لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال اور اگر نکاح کیا تھا عورت سے کل سے پہلے یعنے پرسون نکاح کیا تھا اور پھر یون کہا کہ انت طالق امس تو وقت تکلم طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ماضی کا ایقاع زمانہ موجود کا ایقاع ہے ولو قال امس والیوم تعددا وبعکسہ اتحد وقیل بعکسہ اور اگر کہا کہ انت طالق امس والیوم تو دو بار طلاق ہوگی یا بالعکس اسکے کہا یعنے یون کہا کہ انت طالق الیوم والامس تو ایکبار ہوگی اور بعض علما نے اسکے بالعکس کہا ہے یعنے اول صورت میں ایکبار اور دوسری صورت میں دو بار ہوگی اور یہی قول اخیر موافق ہے قاعدہ سابقہ کے یعنے اگر ماضی مقدم ہے مستقبل پر تو متحد ہوگا اور اگر مستقبل مقدم ہے ماضی پر تو تعدد ہوگا اور یہی حق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحلبی وانت طالق قبل ان اخلق او قبل ان تخلقی او طلقتک وانا صبی او نائم او مجنون وکان معہودا کان لغوا یا یون کہا کہ تو طالق ہے قبل میری پیدایش کے یا قبل تیری پیدایش کے یا یون کہا کہ میں نے تجھکو

طلاق دی تھی جبکہ مین لڑکا تھا یا جبکہ مین سوتا تھا یا جبکہ مین دیوانہ تھا اور حالانکہ اُسکا جنون معلوم تھا تو یہ قول لغو ہوگا اسواسطے کہ حالات مذکورہ منافی ہین ایقاع طلاق کے
بخلاف قولہ انت حر قبل ان اشتریک او انت حر امس وقد اشتراہ الیوم فانہ یعتق کما یعتق لو اقر بعبد ثم اشتراہ لاقرارہ بحریتہ بخلاف حکم
سابق کے ہے قول کہ تو آزاد ہے قبل اسکے کہ مین تجھکو خرید کرون یا یون کہا کہ تو آزاد تھا کل اور حالانکہ اسکو خرید کیا آج تو وہ آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ آزادی
ایقاع اور وقوع کی محتاج نہین بلکہ احتمال ہے کہ اسکو اُس شخص نے آزاد کیا ہو یا کہ وہ اصلی آزاد ہو بخلاف طلاق کے چنانچہ اسطرح بھی آزاد ہو جاویگا اگر اقرار کیا ایک شخص نے
کسی غلام کے حق میں کہ یہ آزاد ہے پھر اُسکو خرید کیا ان تینون صورتون مین آزادی ثابت ہوگی بسبب اقرار کرنے قائل کے اُسکی آزادی کا انت طالق قبل موتی
بشہرین او اکثر و مات قبل مضی شہرین لم تطلق لانتفاء الشرط وان مات بعد طلقت مستندا الی اول المدۃ لا عند الموت فائدۃ انہ لا
میراث لہا لان الفقہ تقتضی بشہرین بالاث حیض لو طالق ہے میری موت سے دو مہینے پہلے یا کہ اس مدت سے زیادہ اور مر گیا زوج قبل گذرنے دو مہینے کے تو عورت
مطلقہ نہوگی بسبب نہ پائے جانے شرط کے اور اگر زوج مر گیا بعد دو مہینے کے تو مطلقہ ہوگی نزدیک امام کے فی الحال استناداً اول مدت کے یعنی دو مہینے سے مطلقہ ہوگی
نہ موت کے نزدیک سے اور فائدہ طلاق مستند کا یہ ہے کہ عورت کو میراث زوج کی نملیگی اسواسطے کہ عدت اُسکی منقضی ہو جاتی ہے دو مہینے مین تین حیض سے کہ مصنف اور شارح نے
اس مقام مین قول ضعیف کو پسند کیا ہے باتباع صاحب درر کے اور قول صحیح یہ ہے کہ عدت وقت موت سے ہوگی اور عورت وارث ہوگی نزدیک امام کے اسواسطے کہ حق میراث
مین استناداً طلاق نہین ہوتا کیونکہ اسمین ابطال ہے عورت کے حق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور بحر مین تصریح ہے کہ وجوب عدت نزدیک امام کے موت سے ہے اور علامہ سمرقندی نے کہا کہ
اسی پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا انت طالق کل یوم او کل جمعۃ او راس کل شہر ولا نیۃ لہ تقع واحدۃ فان نواہ کل یوم او قال فی کل یوم
مع او عند او کلما مضی یوم تقع ثلاثا فی ایام ثلثۃ الاصل انہ متی ترک کلمۃ الظرف اتحد والا تعدد کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہے ہر دن یا ہر جمعہ یا ہر مہینے کے شروع پر اور
زوج کی ان اقوال مین کچھ نیت نہین تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور اگر اُسنے نیت کی ہر روز ایک طلاق کی یا اُسنے یون کہا کہ تو طالق ہے ہر ایک دن مین یا یون کہا کہ
تو طالق ہے ہر دن کے ساتھ یا کہا کہ تو طالق ہے نزدیک ہر دن کے یا یون کہا کہ تو طالق ہے ہر بار کہ دن بیت چکے تو ان صورتون مین تین بار طلاق واقع ہوگی تین دن مین
اور قاعدہ کلیہ تین طلاق یا ایک طلاق کے واقع ہونے کا ان مثالون مین یہ ہے کہ جب کلمہ ظرف کا ترک ہوگا کلام مین تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور جب کلمہ
ظرف کا مذکور ہوگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی کلمہ ظرف کا ان اقوال مین لفظ فی اور مع اور عند ہے وفی الخلاصۃ انت طالق مع کل یوم تطلیقۃ وقع ثلث
للحال اور خلاصہ مین ہے کہ اگر یون کہیگا کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتھ ایک طلاق تو واقع ہونگی تین طلاق فی الحال ھ روایت خلاصہ کی مخالف ہے شارح کے
قول کے اسواسطے کہ شارح نے کہا کہ مع کل یوم مین تین طلاق تین دن مین واقع ہونگی اور خلاصہ مین فی الحال واقع کہا اور دونون کلامون مین سے ایک
مفعول مطلق ہے کہ کوئی فارق ظاہر نہین ہوتا اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ خلاصہ مین یون عبارت ہے کہ انت طالق مع کل تطلیقۃ یعنی اسمین لفظ یوم کا نہین
تو یہ مطلب ہوا کہ تو طالق ہے ہر طلاق کے ساتھ تو اس صورت مین تین بار طلاق فی الحال واقع ہونگی اور شاید کہ نسخہ بحر الرائق مین تحریف واقع ہوگئی اور یہ
مصنف اور شارح نسخہ محرفہ کے پیرو ہو گئے کذا فی حاشیۃ المدنی قال الطولکما عمرا طالق الآن لا تطلق حتی تموت احدیہما فتطلق الاخری
لوجود شرطہ جیسے کہا زوج نے اپنی دو زوجہ سے کہ تم دونون مین بڑی عمر والی کو طلاق ہے اسوقت تو کسی کو طلاق نہوگی یہان تک کہ ایک انمین سے مر جاوے پھر
جب ایک مر گئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے شرط زوج کے اسوقت یعنی جب ایک مر گئی تو دوسری عورت کی زیادتی عمر کی ثابت ہوئی ھ
شیخ رحمتی نے کہا کہ طول عمر مدہ دونون عورتون کے مرجانے کے ثابت نہین ہو سکتا اسواسطے کہ جو عورت کہ اول مر گئی جائز ہے کہ چالیس برس کی ہو اور جو زندہ
رہی شاید اُسکی عمر پچاس برس کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور نسخہ مطبوع مین بعد حینئذ کے لفظ مستند اً کا بھی مرقوم ہے قال انت طالق قبل قدوم
زید بشہر فقدم بعد شہر وقع الطلاق مقتصرا کہا زوج نے کہ تو طالق ہے زید کے آنے سے پہلے بقدر ایک مہینہ کے پھر زید آیا بعد مہینے کے

تو طلاق واقع ہوگی فی الحال بطور اقتصار کے جو مصنف نے طلاق قبل موت میں اسناد کو ذکر کیا اور طلاق قبل قدوم میں اقتصار کو ذکر کیا تو واسطے شارح
اسناد اور اقتصار کو انکے قول میں صریح کیا اعلم ان طرق ثبوت الاحکام اربعۃ الانقلاب والاقتصار والاستناد والتبیین معلوم کر کہ ثبوت احکام شرعیہ کے چار طریقے ہیں
ایک انقلاب دوسرا اقتصار تیسرا استناد چوتھا تبیین فالانقلاب صیرورۃ مالیس بعلۃ علۃ کالتعلیق سو انقلاب یہ ہے کہ جو چیز علت نہیں ہو واقع میں سو علت
ہوجاوے چنانچہ تعلیق مثلاً یوں کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تجھکو طلاق ہے سو دخول دار واقع میں طلاق کی علت نہیں وقت تکلم کے لیکن بسبب تعلیق زوج کے
علت ہوگیا طلاق کی یعنے بعد تعلیق کے جب دخول دار پایا جاویگا تو طلاق واقع ہوگی اور مراد تعلیق سے معلق علیہ ہے یعنے دخول دار والاقتصار ثبوت الحکم
فی الحال اور اقتصار عبارت ہے ثبوت حکم سے فی الحال چنانچہ انشاء عقود مثل بیع اور نکاح کے یا فسوخ مثل طلاق اور خلع کے تو بمجرد ایجاب و قبول کے بیع اور
نکاح ثابت ہوجاتا ہے والاستناد ثبوتہ فی الحال مستندا الی ما قبلہ بشرط بقاء المحل کل المدۃ کلزوم الزکوۃ حین الحول مستندا الی وجود النصاب اور استناد عبارت ہے
ثبوت حکم سے فی الحال اپنے ماقبل کیطرف مستند ہوکر بشرطیکہ باقی رہے محل حکم کے تمام مدت میں جیسے لازم ہونا زکوۃ کا سال تمام ہونے کے وقت باعتبار وجود
نصاب کے یعنی بعد سال کے زکوۃ بالفعل واجب ہوتی ہے باعتبار ماقبل کے یعنے حولان حول کے بشرطیکہ باقی رہے مال کے اول سے آخر تک کہ نصاب درمیان
سال کے کم ہوجاوے تو والتبیین ان یظہر فی الحال تقدم الحکم کقولہ ان کان زید فی الدار فانت طالق وتبین فی الغد وجودہ فیہا فیقع من حین القول فتعتد منہ
اور تبیین یہ ہے کہ ظاہر ہو فی الحال حکم کا مقدم ہونا یعنے ظاہر ہوا وقت تکلم سے حکم مقدم تھا چنانچہ زوج کا یہ قول کہ اگر زید گھر میں ہوگا تو تجھکو طلاق ہے پھر
کل ظاہر ہوا وجود زید کا گھر میں یعنی دوسرے روز ثابت ہوا کہ وقت تعلیق کے زید گھر میں موجود تھا تو عورت مطلقہ ہوگی وقت تکلم سے تو اسی وقت سے اسکی عدت ہوگی
خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت حکم تین حال سے خالی نہیں یعنی زمانہ مستقبل میں ہوگا یا زمانہ حال میں یا زمانہ ماضی میں تو اگر زمانہ استقبال میں ہے بطور تعلیق کے تو اسکو انقلاب کہتے ہیں
اور اگر زمانہ حال میں ہے بلا استناد سابق تو اسکو اقتصار بولتے ہیں اور اگر زمانہ حال میں ہے ماقبل سے مستند ہوکر تو اسکو استناد کہتے ہیں اور اگر بسبب ظہور زمانہ ماضی میں ہے
اسکو تبیین بولتے ہیں انت طالق ما لم اطلقک او متی لم اطلقک او متی ما لم اطلقک وسکت طلقت للحال لسکوتہ اگر زوج نے کہا کہ تو طالق
ہو جب تک تجھکو طلاق نہ دوں یا جس وقت کہ میں تجھکو طلاق نہ دوں یا جس وقت کہ تجھکو طلاق نہ دوں اور یہ کلام کرکے زوج ساکت ہوگیا تو عورت فی الحال
مطلقہ ہوگی بسبب اسکے سکوت کے اس واسطے کہ کلمہ متی کا ظرف زمان ہے اور اسیطرح کلمہ ما سے بھی قائم مقام ظرف کے ہے اگرچہ معنی شرط کے مستعمل ہے لیکن فقہا کا
اتفاق ہے کہ وہ یہاں بمعنی وقت کے ہے خلاصہ یہ ہے کہ ان مثالوں میں طلاق کی اضافت ہوئی ہے اس زمانہ کی طرف جو طلاق سے خالی ہو پھر جب اسنے سکوت کیا
تو وہ زمانہ پایا گیا لہذا وہ مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وفی ان لم اطلقک لا تطلق بالسکوت بل یمتد النکاح حتی یموت احدہما قبلہ ای قبل طلاقہا
فتطلق قبیل الموت لتحقق الشرط ویکون فارا اور قول ہے کہ تو طالق ہوا اگر میں تجھکو طلاق نہ دوں عورت مطلقہ ہوگی بسبب سکوت زوج کے بلکہ نکاح قائم رہیگا یہاں تک
کہ کوئی ان دونوں میں سے قبل طلاق دینے زوج کے مرجانے پھر جب ان میں کوئی مریگا تو عورت مطلقہ ہوگی قبل موت کے قریب بسبب پائے جانے شرط کے یعنے عدم طلاق کے
پھر اگر زوج اول مریگا تو فار ہوگا سو اگر عورت مدخولہ ہوگی تو وارث ہوگی زوج کی فار کا بیان آگے آویگا واذا وما واذا ما بلا نیۃ مثل ان عندہ وقالا مثل متی وبہا
وقد مرحکما اور کلمہ اذا کا اور اذا ما کا بدون نیت کے مانند کلمہ ان کے ہے نزدیک امام کے اور مثل کلمہ متی کے ہے نزدیک صاحبین کے اور دونوں کا یعنے ان اور متی کا
حکم متقدم بیان کو ہوچکا یعنے جب اذا اور اذا ما بمعنی ان کے ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی تا وقتیکہ کوئی زوجین میں سے نہ مرے اور جب بمعنی متی کے ہوگی
تو فی الحال بسبب سکوت زوج کے طلاق واقع ہوگی ولو نوی الوقت او الشرط اعتبرت نیتہ اتفاقا ما لم تقم قرینۃ الفور فعلی الفور اور اگر نیت کی
زوج نے کلمہ اذا سے وقت کی یا شرط کی تو اسکی نیت معتبر ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جب تک کہ قرینہ فی الفور کا قائم نہو اور اگر فی الفور کا قرینہ
قائم ہوگا تو فی الفور طلاق واقع ہوگی نیت شرط کی معتبر نہوگی قرینہ فی الفور کا یہ کہ عورت نے کہا کہ مجھکو طلاق دے پس زوج نے کہا کہ انت طالق اذا لم اطلقک

فی الفور طلاق واقع ہوگی و فی قولہ انت طالق ما لم اطلقک انت طالق مع الوصل بقولہ ما لم اطلقک طلقت بالمنجزۃ الا ذخیرہ فقط استحسانا
اور اس قول میں کہ انت طالق ما لم اطلقک انت طالق یعنے زوج نے انت طالق کو اپنے قول ما لم اطلقک سے ملا کر کہا تو عورت مطلقہ ہوگی فقط پچھلے قول منجز سے
باعتبار استحسان کے یعنے اخیر قول انت طالق سے کہ وہ منجز ہے معلق نہیں طلاق واقع ہوگی اور اگر انت طالق کو ما لم اطلقک سے جدا ذکر کیا وصل نکیا تو منجز اور معلق دونوں
واقع ہونگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی المدنی عن البحر فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال ان لم اطلقک الیوم ثلثا فانت طالق فحیلتہ ان یطلقہا علی الف و لا تقبل المرأۃ
فان مضی الیوم لا تطلق یفتی خانیۃ لان التعلیق المقید یدخل تحت المطلق کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر میں آج تجھکو تین طلاق نہ دوں تو تجھکو طلاق ہے
تو حیلہ نہ طلاق واقع ہونے کا یہ ہے کہ اسکو طلاق دے بعوض ہزار کے یعنے یوں کہے کہ میں نے تجھکو طلاق دی بشرط ہزار اشرفی کے اور عورت ہزار اشرفی
دینا قبول نکرے پھر اگر وہ دن گذر جاویگا تو عورت مطلقہ نہوگی اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیۃ و الخلاصۃ و المحیط اسواسطے کہ تعلیق مقید داخل ہے تعلیق مطلق
کے تحت میں یعنی ہر چند تعلیق طلاق مطلق پر تھی بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جو طلاق کہ زوج نے دی وہ مقید ہے یعنے بعوض مال کے ہے لیکن چونکہ تقیید مطلق میں
داخل ہے اسواسطے طلاق واقع ہوگی انت طالق یوم اتزوجک فنکحہا لیلا حنث بخلاف الامر بالید امرک بیدک یوم یقدم زید فقدم لیلا لم تتخیر و
لو نہارا بقی الی الغروب کہا مرد نے عورت سے کہ تو طالق ہوگی جسدن کہ میں تجھسے نکاح کروں پھر نکاح کیا اُس سے رات میں تو حانث ہوگا یعنے طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ یوم اس قول میں یعنی مطلق وقت کے ہے جو رات اور دن دونوں کو شامل ہے بخلاف امر بالید کے یعنی زوج نے زوجہ سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ
میں ہے یعنی تجھکو طلاق کا اختیار ہے جسدن کہ زید آوے پھر زید آیا رات کو تو عورت کو اختیار طلاق کا نہوگا اور اگر دن میں آیا دیکھا تو عورت کو اختیار طلاق کا باقی رہیگا
اسی دن کے غروب تک والاصل ان الیوم متی قرن بفعل ممتد یستوعب المدۃ یراد بہ النہار کالامر بالید فانہ یصح جعلہ بیدہا یوما او شہرا و متی قرن بفعل لا یستوعبہا یراد بہ
مطلق الوقت کایقاع الطلاق فانہ لو قال طلقتک شہرا کان ذکر المدۃ لغوا و یطلق للحال اور قاعدہ کلیہ جو فارق ہے طلاق اور امر بالید میں یہ ہے
کہ یوم جب مقرون ہو ایسے فعل سے کہ پورا بھر لے تمام مدت کو تو وہاں یوم سے مراد نہار ہوگا چنانچہ امر بالید ایسی چیز ہے کہ اسکو عورت کے اختیار میں دینا
ایک دن یا ایک مہینہ درست ہے اور اسیطرح ہے سیر اور رکوب و صوم کہ کل مدت یوم میں ممتد ہو سکتا ہے اور جبکہ یوم مقرون ہو اس فعل سے کہ کل مدت ممتد نہ ہو سکے
تو وہان یوم سے مراد مطلق وقت ہوگا جو شامل ہے لیل اور نہار کو چنانچہ ایقاع طلاق اور تزوج اور کلام اور دخول اور خروج اور عتاق سو اگر کہیگا کہ میں نے
تجھکو طلاق دی مہینہ بھر تو ذکر مدت کا لغو ہوگا اور فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایقاع طلاق لائق امتداد کے نہیں انا منک طالق اور بری
لیس بشیء و لو نوی بہ الطلاق اور اگر کہا اپنی عورت سے کہ میں تجھسے طالق ہوں یا کہ میں تجھسے بری ہوں تو یہ قول کچھ نہیں اگرچہ اس قول سے طلاق کی
نیت کرے تو بھی طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ محل طلاق عورت ہے نہ مرد سو جبکہ اضافت طلاق کی مرد کی طرف کی تو موقع ہوئی لغو ہوئی و تبین فی البائن و الحرام
ای انا منک بائن او انا علیک حرام ان نوی لان الابانۃ لازالۃ الوصلۃ و التحریم لازالۃ الحل و ہما مشترکان فیصح الاضافۃ الیہ حتی لو لم یقل منک او علیک لم یقع اور
جدا ہو جاویگی عورت لفظ بائن اور حرام میں یعنی اگر عورت سے کہا کہ میں تجھسے بائن ہوں یعنی جدا ہوں یا کہ میں تجھپر حرام ہوں تو مطلقہ ہوگی اگر طلاق کی نیت
کرے اسواسطے کہ لفظ ابانت یعنی جدائی کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے اتصال نکاح کے اور لفظ تحریم کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے حلت کے اور وہ دونوں یعنی ازالہ
اتصال نکاح اور ازالہ حلت مشترک ہیں میان زوجین اور زوجہ کے تو صحیح ہوگی اضافت ابانت اور تحریم کی طرف زوج کے یہان تک کہ اگر نہ کہیگا لفظ منک اور علیک کا تو
طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ تب میں عورت کیطرف خطاب ہے بائن تو احتمال ہے کہ دوسری وجہ کی جدائی اور حرمت مراد ہو بخلاف انت بائن او حرام حیث یقع اذ لو نوی انہ
لم یقل منی بخلاف اسکے کہ انت بائن او حرام یعنے تو جدا ہے یا کہ تو حرام ہے اسواسطے کہ اس کلام سے طلاق واقع ہوگی جبکہ زوج نیت طلاق کی کرے اگرچہ
لفظ منی کا نہ کہے یعنے اگرچہ یوں نکہے کہ تو جدا ہے مجھسے تو بھی طلاق واقع ہوگی شارح نے اس کلام سے خزانۃ الاکمل کی عبارت کو رد کیا اسمیں یوں ہے

کہ انت بائن سے جدائی نہیں ہوتی تا وقتیکہ انت بائن منی نہ کہے نعم لو جعل امرہا بیدہا فقالت انا بائن تو کہا بائن ہو گئی یعنی اگر عورت کو طلاق کا اختیار دے تو عورت کا یون
کہنا مشروط ہے کہ بائن منی یعنی تو مجھ سے جدا ہے یعنی نوع طلاق میں منی کا لفظ عورت کو کہنا ضرور ہے لیکن بحر الرائق میں خلاصہ سے ایسا نقل کیا یون کہ ہے کہ اگر
اضافت حرمت اور بینونت کی عورت کی طرف کی یعنی یون کہا کہ تو حرام یا بائن ہے تو طلاق واقع ہوگی زوج کی طرف اضافت کی حاجت نہیں یعنی یون کہنا کہ تو حرام ہے مجھ پر
ضرور نہیں ہے اور اگر حرمت کی اضافت اپنی طرف کی یعنی یون کہا کہ مین حرام یا بائن ہون تو طلاق نہ واقع ہوگی بدون اضافت عورت کے یعنی یون کہے کہ مین حرام ہون
تجھپر یا تو بائن ہے مجھسے اور اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا تو حرمت اور بینونت کی اضافت زوج اور زوجہ دونون کی طرف ضرور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یقع بابرأ
عن المہر وجیعۃ بلا نیۃ اور طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مین نے تجھکو بری کیا اپنے مہر سے بدون نیت کے جدائی ہوگی اسواسطے کہ قول اصح ہے ابطال نکاح میں لفظ صریح محتاج
نیت کا نہیں انت طالق ثنتین مع عتق مولاک ایاک او معہ سیدہا طلقت ثنتین ولہ الرجعۃ لوجود التعلیق بعد الاعتاق لان الشرط کہا زوج نے اپنی
زوجہ سے جو لونڈی ہے کسیکی کہ تو طالق ہے دو بار ساتھ آزاد کرنے مولی کے تجھکو یعنی تیری آزادی کے ساتھ تجھکو دو بار طلاق ہے پھر اسکے مالک نے اسکو آزاد کیا تو دو طلاق کی
مطلقہ ہوگی اور اسکے زوج کو رجعت کا اختیار رہیگا بسبب وجود تعلیق کے بعد آزاد کرنے کے یعنی اول آزادی ہوئی ہے پیچھے طلاق واقع ہوئی ہے اسواسطے کہ آزادی شرط تھی طلاق
کی اور شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر تو آزادی مقدم ہوئی طلاق پر یعنی عورت پہلے حرہ ہو چکی پھر طلاق ہوئی اور حرہ سے رجعت کرنا دو طلاق کی درست ہے اگر
کوئی کہے کہ لفظ مع مقارنت کا مقتضی ہے جب مقارنت ہوئی تو تقدیم اور تاخیر کی کہان گنجائش ہے اسکا جواب یہ ہے کہ لفظ مع کا ہے بمعنی تاخیر بھی مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ
ان مع العسر یسرا یعنی سختی کے بعد آسانی ہے اور یہ مطلب نہیں کہ سختی اور آسانی آن واحد میں مقارن ہیں ونقل ابن الکمال ان کلمۃ مع اذا اقحم بین متجانسین یحمل معنی الشرط
نقل کیا ہے ابن کمال نے ایضاح میں طحطاوی سے کہ کلمہ مع کا جب اقحام کیا جاوے درمیان دو مضمون مختلف کے تو قائم مقام ہوتا ہے شرط کے تو طلاق اور عتاق دو مضمون مختلف ہیں
کلمہ مع کا داخل ہوا اسواسطے بجاے شرط ہوگیا تو گویا تقدیر کلام یون ہوئی کہ ان اعتقک مولاک فانت طالق ثنتین یعنی اگر تیرا مولی تجھے آزاد کرے تو تجھکو دو طلاق
ہے ولو علق بالبناء للمجہول عتقہا وطلاقہا بمجیء الغد فجاء الغد لا رجعۃ لتعلیقہما بشرط واحد اور اگر معلق ہو آزادی لونڈی کی اور طلاق اسکی کل کے
آنے پر یعنے اسکے مولی نے کہا ہو کہ جب کل کا دن آوے تو تو آزاد ہے اور اسکے زوج نے کہا کہ جب کل آوے تو تجھکو طلاق ہے پھر آیا کل کا دن تو زوج کو رجعت کا اختیار
نہوگا اسواسطے معلق ہونے عتق اور طلاق کے ایک شرط پر یعنے زمانہ عتق اور طلاق کا ایک ہی ہوا کیونکہ شرط دونون کی ایک ہی تھی بخلاف مسئلہ سابقہ
کہ وہان عتق طلاق پر مقدم تھا باعتبار مرتبہ کے اور لونڈی کے حق مین دو طلاق ایسی جیسے حرہ کے حق مین تین طلاق تو اسکے زوج کو رجعت کا اختیار نہ
رہا وعدتہا فی المسئلتین ثلث حیض احتیاطا اور عدت اس عورت کی دونون مسئلونمین یعنی اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ مین تین حیض مین بنابر احتیاط کے ولو کان الزوج
مریضا لا ترث منہ لوقوعہ وہی امۃ فلا ترث مبسوط اور مسئلہ ثانیہ میں اگر زوج مریض ہوگا تو عورت اسکی وارث نہوگی اسواسطے کہ طلاق اسوقت واقع ہوئی
جبکہ وہ لونڈی تھی تو وارث نہوگی کذا فی المبسوط بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہ وارث ہوگی انت طالق ہکذا مشیرا بالاصابع المنشورۃ وقع بعددہا
کہا عورت سے کہ تو طالق ہے اسطرح منتشر انگلیون سے اشارہ کرکے تو واقع ہوگی طلاق موافق انکے شمار پر یعنی اگر ایک انگلی سے اشارہ کیا تو ایک طلاق
اور دو انگلیون سے اشارہ کیا تو دو طلاق اور اگر تین انگلیون سے اشارہ کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ ہکذا مین ہا واسطے تنبیہ کے ہے اور کاف
واسطے تشبیہ کے اور ذا واسطے اشارہ کے ہے بخلاف مثل ہذا فانہ ان نوی ثلثا فثلث والا فواحدۃ لان الکاف للتشبیہ فی الذات ومثل للتشبیہ فی الصفات
ولذا قال ابو حنیفۃ ایمانی کایمان جبرئیل لا مثل ایمان جبرئیل بحر بخلاف اسکے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالق ہے مثل اسکے اور تین انگلیون سے
اشارہ کیا تو اگر تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر نیت تعدد نہ کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اسواسطے کہ مسئلہ سابقہ مین کاف
ہکذا کا موضوع ہے واسطے تشبیہ فی الذات کے تو گویا اسنے یون کہا کہ تجھکو ایسی طلاق ہے جسکی ذات ان انگلیون کی [illegible]

انگلیون کا عدد معتبر ہوگا اور اس مسئلہ مین یعنی مثل ہذا مین کلمہ مثل کا موضوع ہے واسطے تشبیہ فی الصفات کے تو اسنے گویا یون کہا کہ تجھکو طلاق ثابت ہو تا ثبوت ان انگلیون کے اور طلاق ثابت ہے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اور جبکہ کاف اور مثل مین تفرقہ ثابت ہوا تو بنا بر اسی تفرقہ کے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایمانی کایمان جبرئیل یعنی میرا ایمان جبرئیل علیہ السلام کا ایمان ذات مین کیسان ہے نہ مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام ہے صفات مین کذا فی بحر الرائق اسواسطے کہ ایمان عبارت ہے تصدیق جانبہ سے اور ایمان امام کے نزدیک زیادہ اور کم نہین ہوتا تو ایمان امام کا اور ایمان ملائکہ کا اور ایمان ہر نبی کا ذات مین متحد ہوا اور یون امام نے نہین کہا کہ میرا ایمان مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام ہے اسواسطے کہ صفات مختلف ہین کیونکہ علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین مین فرق ہے جو ترقی انوار اور ثمرات تقرب وغیرہ ملائکہ کو حاصل ہے وہ اور مومنین کو کہان کذا فی حاشیۃ المدنی **وتعتبر المنشورۃ** لا المضمومۃ الا دیانۃ کالکف او اشارہ کرنے مین معتبر منتشر انگلیان ہین بنا بر عرف کے نہ مضموم اور متصل مگر باعتبار دیانت کے یعنے اگر دو مضموم انگلیون سے اشارہ کرکے نیت کریگا تو اسکی دیانت مین تصدیق ہوگی نہ قضا مین مانند کف کے یعنی اگر نیت کریگا ہتیلی سے اشارہ کرکے بدون انگلیون کے تو فقط دیانت مین اسکی تصدیق ہوگی نہ قضا مین بنا بر عدم عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والمعتبر فی الاشارۃ فی الاصابع نشرکل الاصابع اور معتبر کف کے اشارہ مین کھولنا سب انگلیون کا ہے یعنے اشارہ کف مین باعتبار دیانت کے تصدیق ہوگی جبکہ سب انگلیون کو ملا ہی ہوئی رکھیگا اور جبکہ بعض کو کھولیگا اور بعض کو متصل رکھیگا تو معتبر منتشر انگلیان ہونگی اسواسطے کہ نشر کرنا انگلیون کا وضع ہے عدد کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ونقل القہستانی انہ یصدق قضا بنیۃ الاشارۃ بالکف وہی واحدۃ اور قہستانی نے نقل کیا ہو کہ قضا مین اسکی تصدیق ہوگی اشارہ کف کی نیت سے یعنے اپنی انگشت شہادت اور کف سے اشارہ کرکے نیت کرے تو قائل کی تصدیق ہوگی قضا مین اور اسطرح اشارہ کف سے ایک طلاق ہوگی وہو المختار کہذا تقع واحدۃ لفقد التشبیہ اور اگر کہا کہ تو اسطرح طلاق ہے اور اشارہ انگلیون سے کیا اور نہ کہا ہکذا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بسبب مفقود ہونے تشبیہ کے **ولو قال انت ہکذا مشیرا ولم یقل طالق** لغا اور اگر عورت سے کہا کہ تو ایسی ہے انگلیون سے اشارہ کرکے اور یون نہ کہا کہ تو طالق ہے شارح کہتا ہے کہ بیچ اس مسئلہ کا حکم کسی کتاب مین نہین دیکھا ہم حلبی نے کہا کہ اس صورت مین طلاق نہ واقع ہونا نہایت صحیح ہے اسواسطے کہ یہ لفظ نہ طلاق صریح مین داخل ہے نہ کنایہ مین اور اشارہ بیان ہوتا ہے ملفوظ کا سو بیان موجود نہین ہے خیر الدین رملی نے بھی کہا کہ ایسا قول لغو ہے اگرچہ قائل نیت طلاق کی کرے اسواسطے کہ لفظ مشعر طلاق کا نہین ہے نیت کو بدون لفظ کے طلاق مین تاثیر نہین اور رحموی نے بھی عدم وقوع طلاق کی بعض علما کے قول سے تصریح کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو اشار بظہورہا فالمضمومۃ** للعرف اور اگر اشارہ کیا انگلیون کی پیٹھ سے یعنی پیٹھ انگلیون کی مخاطب کی طرف کی اور پیٹ انکا متکلم کی طرف تو اس حالت مین انگلیان بند کی ہوئی معتبر ہونگی بسبب عرف و محاورہ کے یاروج ہے البحر ولو کان رؤوسہا نحو المخاطب فالنشر للعرف او الضم نحوہ فالضم ابن الکمال اور اگر ہون سر انگلیون کے مخاطب کی طرف سو اگر افتراق کیا انگلیون کا بعد اتصال کے تو اعتبار ہے افتراق کا اور اگر اتصال کیا انگلیون کا بعد افتراق کے تو اعتبار ہے اتصال کا چنانچہ ابن کمال نے اسکو ذکر کیا ہے چونکہ فراغت ہوئی بیان طلاق رجعی سے تو اسکے بعد طلاق بائن کا بیان شروع ہوا **ویقع بقولہ انت طالق بائن او البتۃ** وقال الشافعی یقع رجعیا لو موطوءۃ اور واقع ہوتی ہے طلاق بائن خاوند کے اس قول سے کہ تو طالق بائن ہے یا یون کہا کہ تو طالق ہے البتہ کلمہ بتہ کا مصدر ہے بمعنی قطع اور جزم کے اور منصوب ہے بنا بر مصدریت کے تو جملہ کے یہ معنی ہونگے کہ تو طالق ہے قطعا اور یقینا اور امام شافعی نے کہا کہ لفظ بائن اور البتہ سے اور اسطرح اور الفاظ آیندہ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اگر بعد مدخولہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی **او افحش الطلاق وطلاق الشیطان والبدعۃ او شر الطلاق او کالجبل او کالف او ملاء البیت** یا یون کہا کہ تو طالق ہے افحش الطلاق کر یا تجھکو طلاق شیطان ہے یا طلاق بدعت ہے یا تجھکو بدتر طلاق ہے یا تجھکو مانند پہاڑ کے طلاق ہے یا تو طالق ہے مانند ہزار کے یا تجھکو گھر بھر کی طلاق ہے **او تطلیقۃ شدیدۃ او عریضۃ او طویلۃ** یا یون کہا کہ تجھکو سخت طلاق ہے یا چوڑی طلاق یا لمبی طلاق ہے او اسودہ او شدہ او اخبثہ

او اخشنہ او اکبرہ او اعرضہ او اطولہ او اغلظہ او اعظمہ فواحدۃ بائنۃ فی الکل لانہ وصف الطلاق بما یحتملہ ان لم ینو ثلاثا فی الحرۃ

وصفه بافعل التفضيل كهو أفحش الطلاق وصح مريد يون كہا كہ تجھكو ايسي طلاق ہے يعنے بري طلاق ہے يا اشد طلاق ہے يا اخبث طلاق ہے يا افحش طلاق ہے افحش بمعنى اشد اور يا اكبر طلاق ہے يا اعرض طلاق ہے يا اطول طلاق ہے يا اغلظ طلاق ہے يا اعظم طلاق ہے تو ايک ہي طلاق باين واقع ہوتي ہے ان سب الفاظ مذكورہ مين اسواسطے كہ قايل نے طلاق كو موصوف كيا ايسي صفت كہ جسكو طلاق محتمل ہے يعنے صفت بينونت كي ان سب الفاظ باين صريح ہو مثلا طلاق بدعت اسواسطے طلاق باين بھي ہوتي كہ طلاق رجعي بھي ہوتو بدعي باين ہوگي بسبب تقابل اور ضديت كے اور طلاق شديد اسواسطے باين صريح لي كہ طلاق رجعي شديد نہين چنانچہ تفصيل اسكي مطولات مين صريح ہو اور طلاق باين ان الفاظ مين اسوقت ہے كہ اگر قايل نے نيت تين طلاق كي حرہ مين اور دو طلاق كي لونڈي مين كي ہو اور اگر قايل نے تين طلاق كي حرہ مين اور دو طلاق كي لونڈي مين نيت كي تو صحيح ہوگي اسواسطے كہ باين كا اطلاق دونون پر ہوسكتا كہ مصدر محتمل ہے فرد اعتباري كو تو تين طلاق كي نيت حرہ مين اور دو طلاق كي لونڈي مين صحيح ہوگي ہم نے اسي واسطے ان الفاظ مين يعني تفضيل كے نہين بلكہ اصل صفت مراد ہے يعني افحش بمعنى فاحش اور اشد بمعنى شديد ہے يعني شديدہ اور فاحش كذا في حاشية المدني كما لو نوي بطالق واحدة وبنحو باين اخري فيقع ثنتان باينتان چنانچہ اس قول مين كہ انت طالق باين صحيح ہے اگر نيت كرے لفظ طلاق سے ايک طلاق كي اور باين اور اسكے مانند دوسري طلاق كي تو دو طلاق باين واقع ہونگي باين كي مانند لفظ بتہ اور جميع كنايات جو مقتضي طلاق كے واقع ہون كذا في حاشية المدني ولو عطف فقال طالق باين او ثم باين ولم ينو شيئا فرجعية ولو بالفاء فباينة ذخيرہ اور اگر عطف كيا سو يون كہا كہ انت طالق باين يا يون كہا كہ انت طالق ثم باين اور لفظ باين سے كچھ نيت نكي تو ايک طلاق رجعي واقع ہوگي اور اگر بحرف فا عطف كيا يعنے يون كہا كہ انت طالق فباين اور كچھ نيت نكي تو ايک طلاق باين واقع ہوگي كذا في الذخيرہ كما يقع البائن لو قال انت طالق طلقة تملكين بها نفسك لانها لا تملك نفسها الا بالبائن چنانچہ طلاق باين واقع ہوتي ہے اگر يون كہے كہ تو مطلقہ ہے ايسي طلاق كر كہ مالك ہو جائے تو بسبب اس طلاق كے اپني ذات كي اس قول سے طلاق باين ہے اسواسطے ثابت ہوتي كہ عورت اپني ذات كي مالك نہين ہوتي مگر طلاق باين سے اسواسطے كہ طلاق رجعي مين رجعت ہر طرح سے ثابت ہے يہان تك كہ اسكي بازي واجب ہے كذا في حاشية الطحطاوي

ولو قال انت طالق على ان لا رجعة لي عليك فالرجعية وقيل البائن جوهرہ ورجح في البحر الثاني اور اگر كہا كہ طلاق ہے اس شرط پر كہ مجھكو رجعت نہين تجھپر تو اسكي رجعت كرنا جائز ہے يعنے شرط عدم رجعت كي لغو ہے اور بعضون نے كہا كہ اس قول سے زوج مالك رجعت كا نہين اسواسطے كہ طلاق باين پڑ گئي اور اگر تين طلاق كي نيت كريگا تو تين واقع ہونگي كذا في الجوہرہ اور ترجيح دي ہے بحر الرائق مين قول ثاني كو اسلئے كہ ظاہر ہدايہ سے ثابت ہوتا ہے كہ قول ثاني قوي ہے كيونكہ ہدايہ مين كہا ہے كہ جب طلاق كو كسي طرح كي شدت اور زيادت كے موصوف كيا تو طلاق باين ہوتي ہے اور عنايہ اور فتح القدير مين مصرح ہے كہ شرط عدم رجعت كے طلاق باين واقع ہوتي ہے تو مذہب صحيح قول ثاني ہو گئي كذا في حاشية المدني وبه ظهر ان ما في النهر من الرجعي في التعاليق وقول الموثقين كون طالقا طلقة تملك بها نفسها الخ اور بحر الرائق مين خطا كار كہا ہے انكو جنھون نے فتوي طلاق رجعي كا ديا تعليقات مين اور اس قول موثقين مين جو وثيقہ نكاح مين بعد ذكر عقد اور شروط كے لكھتے ہين كہ جب اس عورت پر دوسرا نكاح كريگا يا اسكو شہر سے باہر ليجاويگا تو يہ عورت طالق ہوگي ايسي طلاق كر كہ مالك ہو جاويگي بسبب اس طلاق كے اپني جان كي الي آخر عبارة البحر ثم موثقين يشہر پيشہ ور منشلہ وكسيرہ لوگ ہين جو عدول ہين دار القضا كے موثقين اسواسطے انكو كہتے ہين كہ وہ شاہدون كي توثيق كرتے ہين يا يہ وجہ ہے كہ انكے لكھے شرعي كاغذ لوگون مين معتمد ہوتے ہين كذا في الطحطاوي خلاصہ بحر الرائق كا يہ ہے كہ تعاليق مذكور موثقين كي طلاق باين ہے رجعي نہين ہے في البزازية

وغيرها لو قال لها ان طلقتك واحدة فهي باينة او ثلاث ثم طلقها يقع رجعيا لان الوصف لا يسبق الموصوف لكن في البزازية وغيرہ مين يون ہے كہ اگر كہا زوجہ مدخولہ سے كہ اگر مين تجھكو ايک طلاق دون تو وہ ايک طلاق باين ہے يا تين بار طلاق ہے پھر زوج نے اسكو طلاق دي تو طلاق رجعي واقع ہوگي اسواسطے كہ صفت مقدم نہين ہوتي موصوف پر يعنے اگر ہم اس قول كو طلاق باين يا رجعي كہين تو لازم آوے سبقت صفت كي موصوف پر اسواسطے كہ اصل طلاق تو معلق ہے معدوم واقع نہين ہوئي پھر قبل وقوع اسكو باين قرار دينا كيونكر صحيح ہوگا شارح نے اس قول سے استدراك كيا تحفہ صاحب بحر پر

ہو گئی اور طلاق واقع نہیں ہوتی مگر جملہ انشائیہ ہے اور سوال کا جواب بھی جملہ خبریہ ہوتا ہے وفی الخلاصۃ قیل لہ الست طلقتہا فقال بلی طلقت او نعم لا۔ یعنی ہر کہ پوچھا گیا ایک مرد سے کہ الست طلقتہا یعنی تو نے اپنی عورت کو طلاق کیا نہیں دی تو طلاق واقع ہوگی لفظ بلے سے نہ نعم سے یعنی اگر اسنے جواب میں بلے کہا تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نعم کہا تو نہ ہوگی اسواسطے کہ کلمہ بلے کا موضوع ہے واسطے منفی کے اثبات کے تو مثال مذکور کا مطلب ہوا کہ میں نے طلاق دی اور کلمہ نعم کا موضوع ہے واسطے اثبات ماقبل کے منفی ہو یا مثبت استفہام ہو یا خبر تو مثال مذکور کا مطلب یہ ہے کہ طلاق نہیں دی اور فی الفتح مقتضی ما ذکر الفرق ما ذکرت او فتح القدیر میں ہے کہ بلے اور نعم میں فرق کرنا نہ چاہیے بسبب عدم اطلاع ما ذکرت یعنی ہر چند اصل لغت عرب میں بلے اور نعم میں فرق ثابت ہے لیکن طلاق میں دونوں میں فرق کرنا لائق نہیں اسواسطے کہ عرف میں دونوں برابر ہیں تو دونوں لفظوں سے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ مدار طلاق کا عرف پر ہے نہ اصل لغت پر و فی البزازیۃ قالت لہ انا امرأتک فقال انت طالق کان اقرارا بالنکاح وتطلق لاقتضاء الطلاق النکاح وضعا اور بزازیہ میں ہے کہ کہا عورت نے مرد سے کہ میں تیری جورو ہوں سو مرد نے کہا کہ تو طالق ہے تو مرد کا یہ کلام اقرار ہے نکاح کا اور عورت پر طلاق واقع ہو گی اس کلام سے نکاح اسواسطے ثابت ہوا کہ طلاق مقتضی ہے نکاح کو باعتبار شرع اور لغت کے علم حلف ولم یدر بطلاق او غیرہ لغا کما لو شک اطلق ام لا اور مرد کو معلوم ہے کہ قسم کھائی ہے اور یہ یاد نہیں کہ طلاق کی قسم کھائی یا غیر طلاق کی تو ایسی قسم لغو ہے یعنی طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اگر مرد کو شک پڑے کہ طلاق دی ہے یا نہیں تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ نکاح بالیقین ثابت ہوا اور قاطع نکاح کا مشکوک ہو حالانکہ شک سے یقین نہیں جاتا ولو شک اطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل اور اگر شک ہے کہ آیا ایک طلاق دی ہے یا زیادہ تو کمتر کو قائم رکھے یعنے اگر ایک اور دو میں شک ہو تو ایک کو قائم رکھے اور اگر دو میں اور تین میں شک ہو تو دو کو قائم رکھے وفی الجوہرۃ طلاق المنکوحۃ فاسدا ثلثا لہ تزوجہا بلا محلل لم یحک خلافا اور جوہرہ میں ہے کہ اگر کسی نے اس عورت کو طلاق دی جس سے نکاح فاسد کیا تھا تو جائز ہے اسمرد کو کہ اسی عورت سے بدون محلل کے نکاح کر لے اور صاحب جوہرہ نے اس مسئلہ میں خلاف فقہا کا نہیں نقل کیا اور نکاح فاسد یہ کہ مثلا عورت سے اسکی بہن کی عدت میں نکاح کرے یا نکاح بدون گواہوں کے کرے طلاق نکاح فاسد میں محلل کی اسواسطے حاجت نہوئی کہ طلاق لاحق نہیں ہوتی مگر نکاح صحیح میں یا عدت میں یا فسخ ارتدادی میں یا انکار اسلام میں تو نکاح فاسد انمیں داخل نہیں

باب طلاق غیر المدخول بہا

اس باب میں مسائل ہیں عورت غیر مدخول کی طلاق کے قال لزوجتہ غیر المدخولۃ بہا انت طالق یا زانیۃ ثلثا فلا حد ولا لعان لوقوع الثلث علیہا بلا زوجیۃ ثم بانت لبعدہ کہا زوج نے اپنی زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہے اے زانیہ تین بار تو زوج پر نہ حد ہے قذف کی اور نہ لعان واسطے پڑ جانے تین طلاقوں کے حالت زوجیت میں پھر وہ عورت بائن ہو گئی بعد تین طلاق کے یعنے حد قذف اسواسطے ساقط ہوئی کہ زوجہ کا قذف موجب حد کا نہیں ہے جبکہ مرد نے اسکو زانیہ کہا تھا تو وہ اسکی زوجہ تھی پھر جب اسنے تین طلاق کہے تو بائن ہو گئی زوجیت قطع ہو گئی اور لعان نہیں تھا اگر زوجہ ہے کی زادانت طالق ثلثا یا زانیۃ ان شاء اللہ تعلق الاستثناء بالوصف بزازیہ اور چنانچہ واقع ہوا قذف کا درمیان طلاق اور عدد کے مثال سابق میں فاصل نہیں اسیطرح واقع ہوا قذف کا درمیان طلاق اور استثناء کے اس مثال میں حائل نہیں کہ زوج نے اپنی زوجہ کو کہا کہ تو طالق ہے تین بار اے زانیہ اگر خدا نے چاہا استثناء متعلق ہوتا ہے یعنے مشیت خدا وصف ہے یعنے طلاق سے کذا فی البزازیہ تو طلاق اس صورت میں واقع ہوگی اسواسطے کہ فاصل کا کچھ اعتبار نہیں اور اس صورت میں یا زانیہ کہنا موجب ہے لعان کا بسبب بقاء زوجیت کے تو تشبیہ اس مثال کی مثال سابق سے محض بنا بر عدم فصل کے ہے نہ باعتبار نفی حد اور لعان کے ۔ فعن لما تقرر انہ متی ذکر العدد کان الوقوع بہ یعنے اگر غیر مدخولہ سے کہا کہ انت طالق ثلثا تو اسپر تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ جب طلاق کے بعد عدد مذکور ہوگا تو واقع ہونا طلاق کا بقدر عدد کے ہوگا اور امام محمد نے تصریح کی ہے کہ غیر مدخولہ پر تین طلاق واقع ہونگی حدیث مرفوع اور آثار علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو چکا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی المدنی یہ رد ہے حسن بصری اور عطا کے مذہب کا کہ انکے نزدیک غیر مدخولہ پر تین طلاق نہیں واقع ہوتیں فقط انت طالق سے اسپر طلاق بائن

ہوگئی انقضائے ثلاث کا بسبب باقی رہنے محل کے لغو ہوگیا اُسکے زوج کو جائز ہو کہ اُس عورت سے پھر بدون حلالہ کے نکاح کرلے اور یہ شریفہ (فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ) عورت مدخولہ کے حق میں نازل ہوئی ہو غیر مدخولہ میں زوج ثانی سے نکاح کرلینا شرط نہ ہوگا جو اشارح نے آیندہ قول سے دیا وما قیل انہ لا یقع الزوال الا فی المطلقۃ بائن حنفی مشاء مع الاتفاق عاتقدیر الخبر بموجب للفظا الخصوص سبب اور یہ جو بعضوں نے کہا ہو کہ ابتہ طلاق ثلاثہ سے تین طلاق نہیں واقع ہوتیں اور غیر مدخولہ میں حلالہ شرط نہیں بنا پر نازل ہونے آیت کے حق مدخولہ میں سو یہ قول باطل ہو قابل اعتبار کے نہیں منشاء اس قول باطل کا غفلت ہو اس قاعدہ سے جو مقرر ہوچکا ہو کہ سہل لال اور حدیث میں اعتبار ہو عموم لفظ کا نہ خصوص سبب کا یعنی ہر چند آیت مدخولہ کے حق میں نازل ہوئی لیکن لفظ آیت عام ہو مدخولہ اور غیر مدخولہ دونوں کو شامل ہو وحلا فی غیر الاولی کارجعی کو نہا متفرقۃ فلا یقع الا الاولی فقط اور محمول کیا ہو حسن بصری کے قول کو مکرر الاولی کا میں متفرق تین طلاق ہونے پر یعنے اگر جدا جدا تین بار طلاق کہیگا تو وہ واقع ہوگی اس صورت میں کہ پہلی طلاق فقط اور اگر بالاجماع یکبارگی تین طلاق کہیگا تو تینوں واقع ہونگی سو اگر یہ قول واقع میں صحیح ہو تو حسن بصری اور جمہور میں کچھ خلاف نہیں لیکن ظاہر کتب کے مخالف ہو واللہ اعلم **وان فرق** بوصف او خبر او جمل بعطف او غیرہ بانت بالاولی لا الی عدۃ و لذا لم تقع الثانیۃ اور اگر تین طلاق کو جدا جدا کہیگا بذکر وصف یعنی یوں کہیگا کہ انت طالق واحدۃ و واحدۃ و واحدۃ یا بذکر خبر تفریق کے چنانچہ یوں کہا کہ انت طالق و طالق و طالق یا بذکر جملہ اقوال تفریق کی خواہ بعطف چنانچہ یوں کہا کہ انت طالق و انت طالق و انت طالق یا بدون عطف کے چنانچہ یوں کہیگا کہ انت طالق انت طالق انت طالق تو ان تینوں صورتوں میں پہلی لفظ سے طلاق بائن غیر مدخولہ پڑ جائیگی بدون عدت کے اسیلئے کہ طلاق غیر مدخولہ میں عدت نہیں چنانچہ کلام مجید میں مصرح ہو و لذا لم تقع الثانیۃ بخلاف الموطوۃ حیث یقع الکل اور چونکہ غیر مدخولہ پر اول لفظ سے طلاق بائن بلا عدت پڑ جاتی ہو اسیلئے دوسری طلاق ثانی نہیں پڑتی تیسری بطریق اولی نہ واقع ہوگی بخلاف مدخولہ کے کہ اسپر دوسری اور تیسری طلاق سب واقع ہوجاتی ہیں محل اشکال یا قصد میں عدم التفریق قولہ وکذا انت طالق ثلثا متفرقات او ثنتین مع طلاقی ایاک فطلقہا واحدۃ وقع واحدۃ اور شارح نے عدم تفریق طلاق یعنی اس قول کو اور اسیطرح ہو یوں کہنا کہ تو طالق ہو تین بار جدا جدا یا یوں کہنا کہ تو طلاق ہو دو بار ساتھ طلاق دینے میری کے تجھکو پھر طلاق دی عورت کو ایکبار تو واحد ہوگی دونوں صورتوں میں ایک طلاق اسیلئے کہ لفظ مع کا شامل ہی میں بھی شرط کے ہو اور شرط مقدم ہوتی ہو مشروط پر اور شرط ایک طلاق تھی جب ایک طلاق واقع ہوگی تو مشروط کیواسطے یعنے وہ طلاق کیواسطے محل باقی رہا اور طرطا یعنی کہا کہ آیا مع بیان بعنی بعد کے چنانچہ ان مع العسر یسرا میں ہو تو غیر مدخولہ میں بعد ایک طلاق پڑنے کے دو طلاق کا محل باقی رہا بسبب نہ ہونے عدت کے ولو قال انت طالق واحدۃ و نصفا وقعت ثنتان علی الصحیح جوہرۃ چنانچہ اگر کہا کہ تو طالق ہو ایک اور آدھی طلاق تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بنابر قول صحیح کے کذا فی الجوہرۃ اسیلئے کہ نصفا و واحدۃ بعد ایک تنہا مستعمل نہیں بلکہ واحدۃ و نصفا بولتے ہیں پھر جب خلاف استعمال ہوا تو کلام واحد نہ ٹھہرا متفرق ہوا ولو قال واحدۃ و نصفا فثنتان اتفاقا لانہ جملۃ واحدۃ اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہو اور آدھی تو دو طلاق تین مع ہونگی بالاتفاق اسیلئے کہ یہ ایک جملہ ہو موافق استعمال کے ولو قال واحدۃ و عشرین او ثلثین فثلث لما مر اور اگر کہا انت طالق واحدۃ و عشرین یا یوں کہا کہ واحدۃ و ثلثین تو تین بار طلاق واقع ہونگی بدلیل گزشتہ یعنی یہ ایک جملہ ہو طلاق متفرق نہیں **وان الطلاق یقع بعدد قرن بہ لا بہ** عنہ ذکر العدد اور طلاق واقع ہوتی ہو عدد کیسے جو طلاق کے متصل ہو نہ کہ خود لفظ طلاق سے نزدیک ذکر عدد کے بیان مراد عدد کے وہ ہو جو واحد کو بھی شامل ہو وعند عدم الوقوع بالصیغۃ اور نزدیک عدم ذکر عدد کے وقوع طلاق ہوگا صیغۃ طلاق سے خلاصہ یہ ہو کہ جب طلاق کے ساتھ عدد مذکور ہو واحد چنانچہ انت طالق واحدۃ او ثنتین و ثلثا تو وقوع طلاق متعلق ہوگا عدد سے نہ صیغۃ طلاق سے اور اگر عدد مذکور نہیں چنانچہ انت طالق تو یہاں وقوع طلاق فقط صیغۃ طلاق سے متعلق ہوگا فلو ماتت بعد المطلقۃ وغیرہا بعد الایقاع قبل تمام العدد لغا تفریع تو اگر مرگئی خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ بعد ایقاع طلاق کے قبل تمام ہونے عدد کے تو طلاق لغو ہوگی یعنے نہ واقع ہوگی اسیلئے کہ ابھی ثابت ہوچکا کہ وقوع طلاق عدد سے ہوتا ہو نہ صیغۃ طلاق سے اور جبکہ زوج نے عدد ذکر کیا نہ تھی وجہ بسبب موت کے محل طلاق نہ باقی رہی پھر جب طلاق نہ واقع ہوئی تو مہر پورا ثابت ہوا اور زوج وارث زوجہ کا ہوگا

شارح نے لفظ تمام کا شارہ کرکے اشارہ کیا کہ اگر اثنائے تلفظ عدد کے بھی عورت نہ مری تو طلاق واقع ہوگی **ولو مات الزوج** او اخذ احد فمہ قبل ذکر العدد **وقع واحدۃ** عملا بالصیغۃ لان الوقوع بلفظہ لا بقصدہ اور اگر مرگیا زوج یا کسی نے اسکا منھ بند کرلیا قبل ذکر عدد کے تو ایک طلاق واقع ہوگی بنا بر عمل صیغہ طلاق کے اسواسطے کہ جب عدد مذکور نہو سکا تو انت طالق باقی رہگیا اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ درصورت عدم ذکر عدد تعلق طلاق کا صیغہ سے ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ عدد منوی سے وقوع طلاق کو متعلق کیجیے اسواسطے کہ وقوع طلاق کا لفظ عدد سے ہوتا ہے نہ اسکے قصد کرنے سے بدون تلفظ کے **ولو قال لغیر الموطوۃ انت طالق واحدۃ وواحدۃ** بالعطف **او قبل واحدۃ او بعدہا واحدۃ یقع واحدۃ بائنۃ** ولا تلحقہا الثانیۃ لعدم العدۃ اور اگر کہا زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طلاق ہے ایکبار اور ایکبار یعنی بواو عاطفہ بولا یا یون کہا کہ تو طالق ہے ایکبار قبل ایکبار کے یا یون کہا کہ تجھکو ایک طلاق ایسی ہے جسکے بعد ایک اور طلاق ہے تو ان تینون صورتون مین ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور دوسری طلاق اسکے لاحق نہوگی بسبب نہونے عدت غیر مدخولہ کے **وفی انت طالق واحدۃ بعد واحدۃ او قبلہا واحدۃ او مع واحدۃ معہا واحدۃ ثنتان** الاصل انہ متی وقع بالاول لغا الثانی او بالثانی اقترنا لان الایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال اور اس کلام مین کہ تو طالق ہے ایکبار بعد ایکبار کے یا یون کہا کہ تو طالق ہے ایکبار جسکے قبل ایک طلاق ہے یا تو طالق ہے ایکبار ساتھ ایک طلاق کے یا تجھکو ایک طلاق جسکے ساتھ ایک اور طلاق ہے دو طلاق واقع ہونگی ان مثالون مین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب طلاق واقع ہوئی اول لفظ سے تو دوسرا لفظ لغو ہوگا چنانچہ انت طالق واحدۃ وواحدۃ او قبل واحدۃ او بعدہا واحدۃ مین طلاق واقع ہوئی ثانی لفظ سے چنانچہ دو طلاق پڑنے کی مثالون مین تو اول و ثانی دونو متصل ہوجاوینگی اسواسطے کہ ایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال ہے یعنی زمان ماضی مین طلاق واقع کرنا متصور نہین تو فی الحال واقع ہوگی تو گویا دو طلاق دفعۃ واقع ہوئین تعلیل جاری ہے قبلیت اور بعدیت مین معیت مین تو ہمعنا اقتران ملت ہے **ویقع بانت طالق واحدۃ وواحدۃ ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت** لتعلقہما بالشرط دفعۃ اور واقع ہوتی ہین اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق اور ایک طلاق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوئی دو طلاقین بسبب تعلیق ہونے دو طلاقون کے شرط سے یکبارگی اور معلق نزدیک وجود شرط مثل منجز کے ہے **ویقع واحدۃ ان قدم الشرط** لان المعلق کالمنجز اور واقع ہوگی ایک طلاق اگر شرط مقدم ہو یعنی شرط پہلے کر یوں کہے کہ ان دخلت الدار فانت طالق واحدۃ وواحدۃ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور ثانی لغو ہوگی اسواسطے کہ معلق نزدیک وجود شرط کے مانند منجز کے ہے **وتقع فی الموطوۃ ثنتان فی کلہا** لوجود العدۃ اور واقع ہونگی زوجہ مدخولہ کے حق مین دو طلاقین سب اگلی مثالون مین بسبب موجود ہونے عدت کے یعنی ایک طلاق حالت بقائے نکاح مین پڑیگی اور دوسری عدت مین اثنائے عدت غیر مدخولہ کے کہ دوسری طلاق عدت مین نہیں تو طلاق ثانی کے وقوع کیواسطے محل باقی نہین **ومن مسائل قبل وبعد ما قیل شعر** وما یقول الفقیہ ایدہ اللہ ولا زال عندہ الاحسان ﴿ فی فتی علق الطلاق بشہر قبل ما بعد قبلہ رمضان ﴾ ویتشعب علی ثمانیۃ اوجہ اور مسائل قبل و بعد سے وہ نظم ہے جو بعضون نے منظوم کی کہ کیا کہتا ہے فقیہ اللہ تعالی اسکی مدد کرے اور ہمیشہ اس فقیہ کے نزدیک احسان اور کرم بنا رہے اس جوان کے مقدمہ مین کہ اسنے طلاق معلق کی ایک مہینہ پر جسکے ما بعد قبل کے قبل رمضان ہے جواب اس کا یہ ہے کہ وہ مہینہ شوال کا ہے اور مصرع اخیر آٹھ طرح پر پڑھا گیا ہے پہلی وجہ یہ کہ قبل ما قبل قبلہ رمضان دوسری وجہ یہ کہ قبل ما بعد قبلہ رمضان تیسری یہ کہ قبل ما قبل بعدہ رمضان چوتھی یہ کہ بعد ما قبل قبلہ رمضان پانچوین یہ کہ بعد ما بعد بعدہ رمضان چھٹی یہ کہ بعد ما قبل بعدہ رمضان ساتوین یہ کہ بعد ما بعد قبلہ رمضان آٹھوین یہ کہ قبل ما بعد بعدہ رمضان **فیقع بمحض قبل فی ذی الحجۃ** تو طلاق واقع ہوگی صرف قبل کی تین لفظون سے ذی الحجہ کے مہینہ مین چنانچہ پہلی وجہ مین ہے اسواسطے کہ پہلی ذی الحجہ کی ذیقعدہ ہے اور اسکے قبل شوال ہے اور اسکے قبل رمضان ہے تو رمضان قبل قبل القبل ٹھہرا **وبمحض بعد فی جمادی الاخری** اور واقع ہوگی طلاق صرف بعد کے تین لفظون سے جمادی الاخری مین چنانچہ پانچوین وجہ مین ہے اسواسطے کہ بعد جمادی الاخری کے رجب ہے اور بعد رجب کے شعبان ہے اور بعد شعبان کے رمضان ہے تو رمضان بعد بعد البعد ٹھہرا **وبقبل ولا او وسطا او آخرا فی شوال وبعد کذلک فی شعبان** لالغاء الطرفین فیبقی قبلہ وبعدہ رمضان اور واقع ہوگی طلاق لفظ قبل سے خواہ

اول ہو یا درمیان یا آخر شوال میں اور لفظ بعد سے اسطرح یعنے بعد اول پڑے یا درمیان یا آخر طلاق واقع ہوگی شعبان میں اسلئے لغو ہوجاویگا دو طرفوں
متقابل کے یعنے قبل اور بعد کے سو اگر دو قبل ہونگے اور ایک بعد تو لغو ہوجاویگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے قبل رمضان ہو یعنی شوال اور اگر دو بعد ہونگے
اور ایک قبل تو لغو ہوجائیگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے بعد رمضان ہو یعنے شعبان اسیطرح شرح کی ہے محشیوں نے یعنے حلبی اور شیخ رحمتی اور طحطاوی نے اور
اسیواسطے انہوں نے بھی کہا ہے کہ شارح کی عبارت منقلب ہوگئی ہے شوال کے مقام پر شعبان چاہیئے ہے اسواسطے کہ قبلیت مقابلہ بعدیت کے ساقط ہوگئی تو باقی رہا بعد رمضان
اور رمضان بعد ہے شعبان کے اور جہانتک شارح نے شعبان کہا وہاں شوال چاہیے بوجہ تقریر گذشتہ کے شارح نے اس مقام میں اتباع کیا ہے صاحب بحر الرائق کا
اور صاحب نہر الفائق نے اُسکے خلاف تحقیق کی ہے یہ مختصر لائق اُس سے یہاں کے نہیں اور قاعدہ سہل اختلاط قبل و بعد کے جواب پا لینے کا یہ ہے کہ جہاں
دو قبل ہوں یا بعد ساتھ کسیطرح وہاں شوال جواب ہے اور جہاں دو بعد ہوں قبل کے ساتھ کسیطرح وہاں شعبان جواب ہے چنانچہ بعضے علما نے اس قاعدہ کو سوال منظوم کے
کے جواب میں یوں نظم کیا ہے اشعار محض قبل حج محض بعده فالجار الاخیر فذا اعلان ومع قبلین کیف ما کان بعده فشوال وعکسه شعبان ہکذا فی حاشیۃ المدنی
ولو قال امرأتی طالق وله امرأتان او ثلث تطلق واحدة منهن وله خیار التعیین اتفاقا اور اگر کہا زوج نے کہ میری عورت کو طلاق ہے اور اُسکی
دو عورتیں ہیں یا تین تو مطلقہ ہوگی ایک عورت انمیں سے اور زوج کو باتفاق فقہا اختیار ہے کہ جسکو چاہے اُسکو مطلقہ ٹھہرائے اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے
کہ شارح نے اس مسئلہ میں اتفاق نقل کیا ہے اور علامہ زیلعی نے ذکر کیا ہے کہ خیار تعیین بھی صحیح ہے اور صحیح کہنا مشعر ہے اسمیں کہ علما کا خلاف ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اسیلئے
اگلے قول میں یا وا التصحیح الزیلعی فانما هو فی غیر الصحیح کامرأتی حرام کما حرره المصنف وتبعه فی الایلاء اور تصحیح زیلعی کی تو فقط طلاق غیر صریح میں ہے چنانچہ یوں
کہنا کہ میری عورت حرام ہے اور نقل اتفاق کی طلاق صریح میں ہے چنانچہ اسکو مصنف نے تحریر کیا ہے اور مختصر بیان باب الایلاء میں ہوچکا **قال لنسائه الاربع بینکن**
تطلیقة طلقت کل واحدة تطلیقة کہا اپنی چار عورتوں سے کہ تمہارے درمیان میں ایک طلاق ہے تو ہر ایک عورت پر ایک طلاق پڑ جاویگی اسواسطے کہ
حصہ ہر ایک کیلیے جو تمہائی طلاق ہوا اور چونکہ طلاق تقسیم نہیں ہوتی ہے اسواسطے ہر ایک کے ایک طلاق ہوگی **وکذا لو قال بینکن تطلیقتان او ثلث او اربع الا ان نوی**
کل واحدة بینهن فتطلق کل واحدة ثلثا اور اسیطرح چار عورتوں میں ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہوگی اگر کہا انسے کہ درمیان تمہارے دو طلاق ہیں تو ہر ایک کا حصہ آدھا ہوا
یا تین طلاق ہیں تو ہر ایک کا حصہ پون ہوا یا چار طلاق ہیں تو ہر ایک کا پورا ایک ہوا لیکن اگر ہر طلاق کی قسمت درمیان عورتوں کے مراد رکھے یعنے تین طلاق یا چار طلاق
میں ہر ایک فرد طلاق سے ہر ایک عورت کو حصہ پاتا ہے ہر عورت پر اس نیت سے تین طلاق واقع ہونگی اور چوتھی طلاق لغو ہوجائیگی اور اگر چار عورتوں سے کہا کہ تمہارے
دو طلاق ہیں اور قسمت ہر فرد طلاق کا ارادہ کیا تو ہر ایک پر دو طلاق ہونگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الطحطاوی **وفی قوله بینکن خمس تطلیقات یقع علی کل واحدة**
طلقتان وهكذا الی ثمان تطلیقات اور اگر کہا چار عورتوں سے کہ تمہارے درمیان پانچ طلاق ہیں تو واقع ہونگی ہر ایک عورت پر دو طلاق اسلیئے کہ چار طلاق چاروں پر تقسیم ہوئیں ایک
پانچویں طلاق سے چوتھائی ہر ایک کو پہونچا اُسکو کل قرار دیا تو ہر ایک کو دو پہونچے اسیطرح ہر ایک کو دو دو ملینگی آٹھ طلاق تک **فان زاد علیها طلقت کل واحدة**
ثلثا سو اگر زیادہ ہونگی طلاق آٹھ سے تو ہر ایک کو تین تین طلاق ہونگی کیا رہتا ہے بعض کو کل کرینگے اور بارہ میں تین تین پوری ہونگی اور بارہ سے زیادہ میں لغو
ہوجاوینگی مسئلہ قوله اشرکتکن فی تطلیقة الخانیة ومثل بینکن تطلیقة ہے اشرکتکن یعنے تطلیقة یعنی میں شریک کیا تمہیں ایک طلاق میں کذا فی الخانیة **وفیها قال لامرأتین لم یدخل**
بواحدة منهما امرأتی طالق امرأتی طالق ثم قال اردت واحدة منهما لا یصدق لو مدخولتین فلایقاع الطلاق علی احدیهما لصحة تفریق الطلاق علی المدخولة
ولا علی غیرها اور خانیہ میں ہے کہا زوج نے اپنی دو عورتوں سے جو مدخولہ نہیں ہیں کہ میری عورت طالق ہے میری عورت طالق ہے پھر زوج نے کہا کہ
میں نے اس طلاق مکرر سے ان دو میں سے ایک عورت کے طلاق کا ارادہ کیا نہ دونوں عورتوں کا تو اسکی تصدیق نہ ہوگی اور اگر دونوں
عورتیں مدخولہ ہیں تو زوج کو انمیں سے ایک پر طلاق واقع کرنا جائز ہے بسبب صحت تفریق طلاق کے مدخولہ پر نہ غیر مدخولہ پر یعنی مدخولہ کی تو عدت ہوتی

تو دوسری طلاق واقع ہونے کی یہیں گنجایش ہے بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اسکی عدت نہیں تو دوسری طلاق کا وہان محل نہیں اسواسطے زوج کی تصدیق نہو گی قال
کے نزدیک **قال امرأتی طالق ولم یسم ولہ امرأة معروفة طلقت امرأته استحسانا** کہا زوج نے کہ میری عورت طلاق ہوا ور عورت کا نام لیا اور اسکی
ایک عورت مشہور ہے تو اسکی وہی عورت طالقہ ہوگی استحسانا اگرچہ قیاس یہ ہے کہ وہ ثابت نہ ہو کیونکہ طلاق منضبط و متعین نہیں کیا ہے کہ زوج مدعی دوسری عورت کا ہو اور
ایک ہی اسکی عورت مشہور ہے تو قیاس مقتضی ہے اسکی طلاق کا **فان قال لی امرأة اخری ایاہا عنیت لایقبل قوله الا ببینة ولو کان له امرأتان**
کلتاہما معروفة له صرف الی ایتہما شاء خانیة ولم یجا سقالا نا جبکہ زوج کی سوا ایک عورت کے مشہور کے اور اسنے کہا کہ میری عورت کو طلاق ہے اگر
زوج کہیگا کہ میری ایک عورت اور ہے اور اسی غیر مشہور عورت کی طلاق کا ارادہ میں نے کیا تو اسکا یہ قول نہ مقبول ہوگا بدون گواہوں کے اور اگر زوج کی دو عورتین ہون اور دونو
مشہور ہون تو اسکو اختیار ہے طلاق کو جسکی طرف چاہے پھیرے کذا فی الخانیة و خانیہ کے مصنف نے اس مسئلہ میں خلاف فقہا کا نہیں منقول کیا شرح ع مسائل ملحقہ شارح کے کر لفظ
والطلاق یقع بکل فانی علی انا کیدہ بین مکرر کہا لفظ طلاق کو یعنی یون کہا کہ انت طالق انت طالق تو ہر ایک طلاق علحدہ واقع ہوگی پھر اگر کہیگا کہ میں نے طلاق
ثانی سے طلاق اول کی تاکید کی نیت کی تو باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے کذا فی العالمگیریہ کان سمہا طالق او حرة فنادا ہا ان قع ہی
الطلاق والعتاق وقعا والا لاتہا نام زوجہ کا طالق اور لونڈی کا حرہ چھوڑ دیا تو زوجہ کو طالق کہا اور لونڈی کو حرہ کہکر پکارا اگر نیت طلاق یا عتاق کی کی تو طلاق
یا عتاق واقع ہو نگے اور اگر نیت نہیں کی نہ عتاق واقع ہوگا نہ طلاق قال الامرأته ہذہ الکلبة طالق طلقت او لعبدہ ہذا الحمار حر عتق کہا اپنی زوجہ کو کہ کتیا مطلقہ
تو وہ مطلقہ ہو جائیگی یا کہا اپنے غلام سے کہ یہ گدھا آزاد ہے تو وہ آزاد ہو جائیگا اسواسطے کہ پہلی صورت میں گالی کا ارادہ کیا اور طلاق کا اور دوسری صورت مین
گالی کا قصد کیا اور آزادی کا قال انت طالق او انت حر وعنی بہ الاخبار کذبا وقع قضاء الا اذا اشہد علی ذلک کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے یا کہا غلام سے کہ تو حر ہے
اور ارادہ ہے واحد سے جھوٹ خبر دینے کا کیا تو طلاق و عتاق باعتبار حکم قاضی کے واقع ہو نگی مگر جبکہ گواہ کر رکھے جھوٹ خبر دینے پر تو باعتبار دیانت کے بھی اسکی
تصدیق ہوگی اور باعتبار قضا کے بھی و کذا المظلوم اذا اشہد عند استحلاف الظالم بالطلاق الثلث انہ یحلف کاذبا صدق قضاء و دیانة شرح وہبانیة اور اسیطرح مظلوم
جبکہ گواہ کر رکھے نزدیک قسم لینے ظالم کے تین طلاق کی اس بات پر کہ مظلوم جھوٹی قسم کھائیگا تو اسوقت مظلوم کی قضاء اور دیانت دونون میں تصدیق ہوگی
کذا فی شرح الوہبانیة اور اگر گواہ نہ کرے گا جھوٹی قسم کھانے پر تو قضاء میں اسکی تصدیق نہ ہوگی اسکی زوجہ پر طلاق کا حکم ہو جائیگا علما میں خلاف ہے کہ قسم میں
قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہے یا قسم لینے والے کی فتوی اسپر ہے کہ اگر قسم کھانے والا مظلوم ہو تو اسکی نیت کا اعتبار ہے اور نہیں تو قسم لینے والے کی نیت معتبر ہے کذا
فی حاشیة المدنی نا قلا عن الاشباہ وفی النہر قال زینب طالق واسمہا کذلک قال عنیت غیرہا دین ولو غیرہ صدق قضاء او نہر الفائق میں ہے کہ کہا فلانی یعنی
زینب طالق ہے اور واقع میں اسکی عورت کا نام بھی زینب تھا اور کہا زوج نے کہ میں نے اپنی زوجہ کے سوا اور عورت جسکا نام بھی زینب ہے ارادہ کیا تو اسکی دیانت میں
تصدیق ہوگی نہ قضاء میں اور اگر اسکی زوجہ کا نام غیر زینب ہے تو قضاء میں بھی اسکی تصدیق ہوگی وعلی ہذا لو حلف انہ بطلاق امرأته فلانة واسمہا غیرہ لم تطلق
اور اسیطرح پر اگر قسم کھائی اپنے قرضخواہ سے اپنی زوجہ زینب کی طلاق کی اگر فلان دن قرض ادا کرے اور حالانکہ اسکی زوجہ کا نام زینب نہیں بلکہ حلیمہ ہے مثلاً
تو اسکی زوجہ پر طلاق نہ واقع ہوگی وقد کثر فی زماننا قول الرجل انت طالق علی المذاہب الاربعة قال المصنف ینبغی الجزم بوقوعه قضاء و دیانة اور البتہ
بکثرت مستعمل ہو رہا ہے زمانہ میں مرد کا یون کہنا کہ تو طلاق ہے چارون مذہب پر یعنی باتفاق مذاہب اربعہ تجھکو طلاق ہے کہا مصنف نے اپنی
شرح منح الغفار میں کہ لائق ہے یقین کرنا وقوع اس طلاق کا قضاء میں بھی اور دیانت میں بھی یا ورثناء وسے ... لکھا ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے نہ بائن اسواسطے
کہ مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے کہ انت طالق سے طلاق رجعی ہوتی ہے نہ بائن کذا فی حاشیة المدنی ولو قال انت طالق فی قول الفقہاء او فلان القاضی
او المفتی دین اور اگر کہا کہ تو طالق ہے فقہا کے قول میں یا فلانے قاضی کے قول میں یا فلانے مفتی کے قول میں تو باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق ہوگی

یعنے طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے لیکن قضا مین تصدیق نہ ہوگی قال نساء الدنیا او نساء العالم طوالق لم تطلق امرأتہ بخلاف نساء المحلۃ او الدار او البیت
کہا مردنے کہ دنیا کی عورتین یا جہان کی عورتین مطلقہ ہین تو اُسکی عورت کو نہ طلاق ہوگی اسواسطے کہ یہ طلاق صریح نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر لیکن اگر نیت
کر لیگا تو مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف محلہ یا گھر یا کوٹھری کی عورتون کے یعنے اگر یون کہا کہ محلہ کی عورتین یا گھر کی عورتین یا کوٹھری کی عورتین مطلقہ ہین
اور انمین اُسکی زوجہ بھی داخل ہے تو اُسکی زوجہ پر طلاق واقع ہوگی وفی نساء القریۃ والبلدۃ خلاف الثانی اور گانون اور شہر کی عورتون مین خلاف ہے
ابو یوسف کا یعنی اگر یون کہا کہ گانون کی عورتین یا شہر کی عورتین مطلقہ ہین تو ابو یوسف کے نزدیک اُسکی زوجہ پر طلاق نہوگی وکذا العتق او مثل طلاق
کے یہی حال عتق کا یعنے اگر کہا کہ دنیا کے غلام یا جہان کے غلام آزاد ہین تو اسکا غلام نہ آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ محلہ کے غلام یا گھر کے غلام یا کوٹھری کے غلام
آزاد ہین تو اُسکا غلام آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ گانون کے غلام یا شہر کے غلام آزاد ہین تو اُسکا غلام ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد کے نزدیک آزاد ہوگا
قالت لزوجہا طلقنی فقال فعلت طلقت کہا عورت نے اپنے زوج سے کہ مجھکو طلاق دے زوج نے کہا مین نے کیا تو عورت مطلقہ ہوگی فان قالت زدنی فقال
فعلت طلقت اخری پھر اگر زوجہ نے کہا کہ میری طلاق کو زیادہ کر سو زوج نے کہا کہ مین نے کیا تو دوسری طلاق اسپر واقع ہوگی ولو قالت طلقنی طلقنی طلقنی فقال
طلقت فواحدۃ ان لم ینو الثلث ولو عطفت بالواو فثلث اور اگر کہا زوجہ نے کہ مجھکو طلاق دے مجھکو طلاق دے مجھکو طلاق دے سو کہا زوج نے کہ مین نے طلاق دی
تو ایک طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے نیت تین طلاق کی نہین کی اور اگر زوجہ نے عطف واو سے کیا یعنے یون کہا کہ طلقنی وطلقنی وطلقنی تو تین بار طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ واو موضوع ہے واسطے جمع کے ولو قالت طلقت نفسی فاجاز طلقت باعتبار الانشاء وکذا ابنت نفسی فی الاصح لو نواہا بخلاف الاول اور اگر کہا
زوجہ نے کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق دی پھر زوج نے اُسکو جائز رکھا تو اسپر طلاق پڑ گئی باعتبار انشاء طلاق کے یعنے اجازت طلاق قائم مقام انشاء طلاق کے ہوگئی گویا
زوج نے خود کہا کہ طلقت اسیطرح ابنت نفسی یعنی زوجہ نے کہا کہ مین نے اپنی ذات کو جدا کیا اور زوج نے اجازت دی تو اسپر طلاق پڑ جائیگی بشرطیکہ زوج نے نیت طلاق
کی کی ہو اگرچہ تین طلاق کی بھی نیت کی ہو اسواسطے کہ ابانت طلاق کنایہ ہے اور کنایہ بدون نیت کے معتبر نہین بخلاف صورت اول کے یعنے طلقت محتاج نیت کا
نہین اور تین طلاق کی نیت کرنا اسمین صحیح نہین وفی اخترت لا یقع لانہ لم یوضع الا جواباً اور لفظ اخترت مین طلاق نہین واقع ہوتی یعنے اگر زوجہ نے کہا کہ مین نے اپنی
ذات کو اختیار کیا اور زوج نے کہا کہ مین نے اجازت دی تو طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ لفظ اخترت کا موضوع نہین مگر واسطے جواب کے یعنے اگر زوج کہے کہ مثلاً اختاری
نفسک وہ اُسکے جواب مین کہے کہ اخترت اور لفظ جواب کا سبب انشاء طلاق کے نہین ہو سکتا وفی البزازیۃ قال لصحابہ من کانت امرأتہ علیہ حراماً فلیفعل ہذا الا
ففعلوا احد منہم فہو اقرار منہ بحرمتہا وقیل لا انتہی اور بزازیہ مین ہے کہا ایک مرد نے اپنے ساتھیون سے کہ جس شخص کی زوجہ اسپر حرام ہو وہ یہ کام کرے یعنی تالی بجاوے
یا اپنے مقام سے اٹھ کھڑا ہو پھر ایک شخص نے یہی کام کیا تو یہ کام کرنا اُسکی جانب سے اقرار ہے اُسکی زوجہ کی حرمت کا اور بعضون نے کہا کہ یہ فعل اقرار حرمت کا نہین
اسواسطے کہ طلاق قولی چیز ہے نہ فعلی انتہی قول البزازیۃ وسئل ابو اللیث عمن قال لجماعۃ کل من لہ امرأۃ مطلقۃ فلیصفق بیدیہ فصفقوا فقال طلقن وقیل
لیس ہذا باقرار اور سوال ہوا ابو اللیث فقیہ سے اُس شخص کے کلام کا کہ اُسنے ایک جماعت سے کہا کہ جسکی عورت مطلقہ ہو وہ اپنے ہاتھ سے تالی بجاوے سو کل
جماعت نے تالی بجائی تو جواب دیا ابو اللیث نے کہ سب کی عورتین مطلقہ ہوگئین اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ فعل اقرار طلاق کا نہین ہے عبارت بزازیہ مین فاعل ایک ہے اور
اسمین جماعت شارح نے مزید لیکا بیان ارادہ کیا جماعۃ یتحدثون فی مجلس فقال رجل منہم من تکلم بعد ہذا فامرأتہ طالق ثم تکلم الحالف طلقت امرأتہ لان کلمۃ من للتعمیم
والحالف لا یخرج نفسہ عن الیمین فیحنث چند لوگ ہین کہ باتین کر رہے ہین ایک مجلس مین سو ایک مرد نے اُنمین سے کہا کہ جو بولیگا بعد اسکے تو اُسکی جورو کو طلاق ہے
پھر بولا قسم کھانیوالا تو اُسکی جورو پر طلاق پڑ جائیگی اسواسطے کہ کلمہ من کا جسکا ترجمہ جو ہے عام ہے متکلم اور غیر متکلم دونون کو شامل ہے اور حالف یعنی قسم کھانیوالا اپنی
ذات کو قسم سے نہ نکالیگا تو حانث ہوگا یعنے طلاق واقع ہوگی لیکن اگر جماعت سے متکلم کے سوا کوئی اور بولا تو اُسکا حکم بیان نہین کیا ظاہر اُسکے کلام سے طلاق نہوگی اسواسطے کہ

قسم کو توڑنے والا ۱۲

تعلیق اور قسم متکلم کی غیر پر جاری نہیں واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الکنایات

یہ باب ہے کنایات طلاق میں جب بیان احکام طلاق صریح سے کہ حقیقت میں وہی اصل ہے فراغت ہوئی تو وقت بیان احکام کنایات کا آیا کنایۃ عند الفقہا
ما لم یوضع لہ ای الطلاق واحتملہ وغیرہ کنایہ طلاق فقہا کے نزدیک اس مقام میں وہ لفظ ہے جو طلاق کیواسطے موضوع نہوا اور احتمال رکھے طلاق کا اور غیر طلاق کا مثلاً
لفظ بائن کا لم یوضع لہ طلاق کیواسطے موضوع نہیں کیا لیکن طلاق اور غیر طلاق کا محتمل ہے اسواسطے کہ بتہ بمعنی قطع کے ہے تو اگر پیوند نکاح کا کاٹنا مراد لیجیے تو معنی طلاق کے
اور اگر قطع الفضا او قطع الرحم وغیرہ کا ارادہ کیجیے تو طلاق کا محتمل نہیں مصنف نے کنایہ کی تعریف بطریقہ عام کی تو معلوم ہوا کہ کنایات منحصر نہیں شرح ملتقی میں کہا کہ
الفاظ کنایات بچپن سے زیادہ ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فالکنایات لا تطلق بہا قضاء الا بنیۃ او دلالۃ الحال وہی حالۃ مذاکرۃ الطلاق او الغضب کنایات
سے طلاق نہیں واقع ہوتی باعتبار قضا کے مگر نیت طلاق سے یا دلالت حال سے اور دلالت حال کبھی اسوقت ہے کہ گفتگو ہو طلاق کی یا رنج یا غصہ ہو شارح نے قضا کی قید
اسواسطے لگائی کہ وقوع طلاق باعتبار دیانت کے محض نیت پر موقوف ہے اسمیں دلالت حال کا کچھ اعتبار نہیں اور کنایات سے وقوع طلاق میں نیت یا دلالت حال اسواسطے
شرط ہوئی کہ الفاظ کنایہ کے طلاق اور غیر طلاق دونوں کے محتمل ہیں تو احتیاج پڑی طرف مرجح کے کہ وہ غیر طلاق کے احتمال کو قطع کر دے اور یہاں ایسا مرجح سوائے نیت
یا دلالت حال کے کوئی نہیں مذاکرہ طلاق اسطرح پر کہ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مجھکو طلاق دیدے اور زوج نے کہا اعتدی تو حالت مذاکرہ دلالت کرتی ہے کہ اس لفظ نے وقوع
طلاق کا ارادہ کیا فالحالات ثلث رضا وغضب ومذاکرۃ والکنایات ثلث ما یحتمل الرد او ما یصلح للسب او لا ولا پس حالات تین ہیں ایک رضامندی کی حالت دوسری
رنج وخفگی کی حالت تیسری مذاکرہ طلاق کی حالت اور الفاظ کنایات کے بھی تین احتمال سے خالی نہیں یعنے نہیں محتمل ہیں رد کو یعنی عورت کے سوال طلاق کا رد انمیں
سے نکلتا ہے اور جواب طلاق کے بھی محتمل ہیں یا یعنے انمیں صلاحیت سب اور دشنام کی رکھتے ہیں اور محتمل ہیں جواب طلاق کے بھی یا یعنے وہ ہیں کہ نہ رد سوال کے محتمل ہیں
نہ لیاقت سب اور دشنام کی رکھتے ہیں لیکن جواب طلاق کا البتہ احتمال رکھتے ہیں فنحو اخرجی واذہبی وقومی تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی من الغربۃ او العزوبۃ
یحتمل ردا اسواسطے اخرجی اذہبی اور قومی کے تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی احتمال رکھتے ہیں یہ الفاظ رد سوال طلاق کا اور جواب کے بھی محتمل ہیں
اور سب وشتم کی صلاحیت نہیں رکھتے سو اخرجی بمعنی نکل یعنے اس مکان سے نکل تاکہ تیرے شر سے نجات ہو تو یہ رد ہوا طلاق کے سوال کا یا یہ مطلب کہ نکل میرے گھر سے
اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے طلاق کے سوال کا اور اذہبی بمعنی جا یعنے اپنے کام کو جا یہ رد ہے سوال کا یا یہ مطلب کہ اپنے ماں باپ کے گھر جا اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی
یہ جواب ہے سوال کا اور قومی بمعنی اٹھ یعنے اپنے ضروری کام کیواسطے اٹھ یہ رد ہے سوال کا یا اٹھ میرے پاس سے اسواسطے کہ تجھکو طلاق ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور تقنعی یا مشتق
قناع سے ہے یا قناعت سے قناع بمعنی چادر ہے یعنے اپنا منہ کپڑے سے چھپالے حیا کر ایسا کام نکر یا قناعت سے یعنے اس کلام سے قناعت کر باز رہ یہ رد ہے سوال کا یا استتار اور
باز رہنے کلام کا اسواسطے امر کیا کہ طلاق واقع ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور تخمری یعنے اپنے سر پر چادر ڈال خمار وہ کپڑا جس سے سر چھپاتے ہیں اس لفظ میں بھی مثل تقنعی کے
دو احتمال ظاہر ہیں اور استتری بمعنی چھپ اور پردہ کر استتار کا حکم اسواسطے کیا کہ شرعا محمود ہے تو رد ہوا سوال کا یا اسواسطے کہ تجھکو میرا دیکھنا جائز نہ رہا بسبب طلاق کے یہ جواب ہے
سوال کا انتقلی اور انطلقی بمعنی چل جا مانند اذہبی کے دو احتمال ہیں اور اغربی بغین معجمہ اور رائے مہملہ مشتق ہے غربت سے یعنے دور ہو یا اعزبی بعین مہملہ وزاء معجمہ
مشتق ہے عزوبت سے بمعنی بعد اور دوری کے تو مطلب یہ کہ دور ہو ایسا کلام نکر یہ رد ہے سوال کا یا دور ہو میرے پاس سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے
سوال کا ونحو خلیۃ بریۃ حرام بائن ومرادفہا کبتۃ بتلۃ یصلح سبا اور مانند الفاظ خلیہ بریہ حرام بائن اور ہم معنی ان الفاظ کے مثل بتہ اور بتلہ کے
صلاحیت رکھتے ہیں سب اور دشنام کی مراد سب سے وہ کلام ہے جس سے آبرو ریزی ہو اور بے حرمتی نکلے مخاطب کی ان الفاظ میں رد سوال کا احتمال نہیں لیکن
جواب سوال طلاق کا احتمال البتہ موجود ہے خلیہ یعنے تو خالی ہے حسن یا خوبیوں سے یہ دشنام ہوئی یا خالی ہے نکاح سے یہ جواب ہے سوال کا اور بریہ یعنے

تو جو بیوی سے بری ہو یا نکاح سے بری اور حرام یعنی منع یا ممنوع لفظ حرام کا مصدر ہے بمعنی صفت کے یا خود صفت ہے اور آگے مذکور ہوگا کہ ہمارے زمانہ میں
بلفظ حرام طلاق بائن واقع ہوتی ہے بدون نیت کے بسبب عرف اہل زمانہ کے اور بائن یعنی منفصل ہے یعنی تو جو بیوی سے منفصل اور منقطع ہے یہ دشنام ہو یا نکاح سے
منفصل ہے یہ جواب سوال کا اور تبتہ یعنی قطع کیا ہوا یہ مشتق ہے بتل سے معنی انقطاع مثل الفاظ سابقہ کے ان لفظوں میں بھی احتمال ہے جیسے جواب کا
ظاہر ہے اور یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تجھ سے میری ہمبستری حرام ہے اور حکمت انت واحدۃ اختاری امرک بیدک سرحتک فارقتک لا سبیل لی علیک اور مانند ان الفاظ
کے نہیں احتمال رکھتے ہیں سوال کا اور نہ سب و دشنام کا اعتدی یعنی شمار کر اپنے حیضوں کو اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ احتمال ہے سوال کے جواب کا یا میرے
نکاح کو خدا کی نعمت اپنے اوپر شمار کر استبری یعنی اپنے رحم کی صفائی حاصل کر لڑکے سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی تو یہ جواب ہے سوال کا یا یہ مطلب کہ تو اپنے رحم کو صاف
کر لے تاکہ میں تجھکو طلاق دوں تو یہ عذر ہے طلاق کا ایسے کلام سے طلاق نہیں ہوتی انت واحدۃ یعنی تو طلاق ہے یا طلاق واحد یہ جواب ہے سوال کا یا یہ مطلب کہ تو میرے نزدیک اپنی
برادری میں ایک ہی ہے خوبیوں میں یا برائیوں میں بے مثل ہے تو یہ جواب ہے یا مذمت انت حرۃ تو آزاد ہے تحقیق تو کسبیہ یا آزاد ہے ملوکیت نکاح سے اختاری یعنی اپنی ذات
اختیار کر لے امرک بیدک یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے یہ دونوں الفاظ کنایہ ہیں تفویض طلاق سے تو عورت مطلقہ ہوگی جبکہ وہ اپنی ذات کو طلاق نہ دے
اور کنایات طلاق میں ان دونوں لفظوں کو اسواسطے داخل کیا کہ طلاق اور غیر طلاق کا بھی انہیں احتمال موجود ہے چنانچہ اختاری میں یہ احتمال ہے کہ تہاری تفویض
بالفراق یا فی عمل یعنی اختیار کر اپنی ذات کو بسبب فراق کے یا پسند کر لے اپنی ذات کو کسی کام کی مشغولی میں اور امرک بیدک میں یہ احتمال ہے کہ امرک بیدک فی الطلاق
اور فی تصرف آخر یعنی تیرے قابو میں ہے طلاق یا کوئی اور کام اور یہ اتفاق ہے جیسا کہ شیخ سے منقول ہے کہ ان دونوں لفظوں کا ذکر کرنا کنایات طلاق میں مناسب نہیں
اسواسطے کہ اسکی جہت سے یعنی منفی خود اسی علم میں داخل ہو گئے گمان کرتے کہ ان لفظوں سے طلاق واقع ہوتی ہے یا ایقاع زوجہ اور شارح نے بھی اس پر آگاہ کر دیا ہے کہ اختیار
کنایات تفویض طلاق سے ہے نہ ایقاع طلاق سے کذا فی حاشیۃ المدنی والطلاق و سرحتک شتق ہے سراح بالفتح سے معنی ارسال کے یعنی میں نے تجھکو کسی کام کیواسطے بھیجا یا اسواسطے بھیجا کہ تو
مطلقہ ہے اور اسیطرح فارقتک یعنی کسی کام کیواسطے اسکی نسبت میں تجھکو چھوڑ دیا یا طلاق دی اسواسطے چھوڑا ہے ان الفاظ میں احتمال ہے سوال و دشنام کا نہیں بلکہ مخصوص ہیں جواب
کیواسطے چنانچہ صاحب بحر الرائق اور قہستانی نے اسکی تصریح کی ہے اور بعضے مشائخ نے کہا ہے کہ انت واحدۃ میں احتمال دشنام کا موجود ہے یعنی تو بدکاموں میں یکتا ہے چنانچہ فتح القدیر
میں اسکی تصریح ہے اور اعتدی میں بھی احتمال دشنام ہے یعنی شمار کر اپنے قبائح کو جو تجھ سے صادر ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فی حالۃ الرضا ای غیر الغضب و المذاکرۃ
الاقسام الثلثۃ تاثیرا علی النیۃ للاحتمال یعنی حالت رضا مندی میں یعنی سوا حالت خفگی اور مذاکرہ طلاق میں تینوں قسم کے کنایات کی تاثیر نیت پر موقوف ہے
بسبب احتمال کے یعنے اس حالت میں احتمال ہے کہ زوج نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور قرینہ کوئی موجود نہیں تو بدون نیت کے ایقاع طلاق کی کوئی وجہ
نہیں اگر کوئی کہے کہ جو الفاظ کہ جواب کیواسطے مخصوص ہیں تو لائق یوں ہے کہ رضا مندی میں ان سے طلاق بدون نیت کے بھی واقع ہو جاوے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ
مسلم نہیں کیونکہ وہ الفاظ فقط جواب طلاق کیواسطے موضوع نہیں بلکہ وہ الفاظ مطلق کلام کے جواب ہیں اگر عورت نے طلاق کا سوال کیا اور زوج نے جواب کا لفظ کہا تو یہ حالت
مذاکرہ طلاق کی ہوگئی اس حالت میں وقوع طلاق نیت پر موقوف نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والقول له بیمینه فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفها له فی منزله فان ابی رفعته
للحاکم فان نکل فرق بینهما مجتبی اور قول زوج کا قسم کے ساتھ معتبر ہے عدم نیت میں اور کفایت کرتا ہے قسم لینا عورت کا زوج سے اسکے گھر میں سو اگر زوج
نے قسم کھانے سے انکار کیا تو عورت نالش کرے اسکی حاکم سے سو اگر زوج وہاں بھی قسم نہ کھاوے تو قاضی دونوں میں جدائی کرا دے کذا فی المجتبے
لیکن قسم نہ کھانا غیر مجلس قاضی میں باعث تفریق کا نہیں و فی الغضب توقف الاولان ان نوی وقع والا لا اور خفگی کی حالت میں دونوں میں
پہلی نیت پر موقوف ہونگی یعنی جو قسم صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہے اور جو کہ لیاقت دشنام اور جواب کی رکھتی ہے اگر دونوں قسموں میں نیت طلاق کی
کی تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نیت نہ کی تو نہ واقع ہوگی لیکن جو الفاظ جواب کے واسطے متعین ہیں حالت غضب میں انسے بلا توقف نیت کے طلاق واقع ہو جاویگی

اسواسطے کہ غضب بیشہ مرجح ہے طلاق کا وفی مذاکرۃ الطلاق یتوقف الاول فقط اور مذاکرہ طلاق کی حالت مین فقط اول قسم نیت پر موقوف ہوگی
یعنے جو صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہو ویقع فی الآخرین ان لم ینویا لان مع الدلالۃ لا یصدق قضاء فی نفی النیۃ لانہا اقوی لکونہا ظاہرۃ والنیۃ باطنۃ ولذا
تقبل بینتہا علی الدلالۃ لا علی النیۃ الا ان تقام علی اقرارہ بہا عمادیۃ اور واقع ہوتی ہے طلاق دو اخیر قسمون مین یعنے جو صلاحیت دشنام کی رکھے اور جو دشنام اور
رد کا محتمل نہو انسے طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اسواسطے کہ باوجود دلالت تعیین کے یعنے حالت مذاکرہ طلاق اور حالت غضب کے
مرد کی تصدیق نہ کیجائیگی باعتبار قضاء کے نفی نیت مین اسواسطے کہ دلالت قوی تر ہے نیت سے اس سبب سے کہ دلالت امر ظاہر ہے ہر شخص کو اسپر اطلاع ممکن ہے اور نیت
امر باطن ہے کہ سوائے زوج کے کوئی نہین جان سکتا اور قاضی کو حکم ہے ظاہر پر عمل کرنے کا اور چونکہ دلالت امر ظاہر ہے اور نیت امر باطن اسیواسطے مقبول ہونگے گواہ عورت کے
دلالت کے اثبات پر نہ نیت پر مگر یہ کہ گواہ قائم کیے جاوین نیت کرنے زوج کے اقرار پر یعنے اگر زوج نے اپنی نیت کا کہین اقرار کیا ہو اور پھر منکر ہو گیا ہو تو اسکے
اقرار کے گواہ البتہ مقبول ہونگے کذا فی العمادیۃ ثم فی کل موضع یشترط النیۃ فلو السؤال بہل یقع بقول کذا ان نویت ولو کم تقع یقول واحدۃ ولا یتعرض لاشتراط النیۃ
بزازیۃ فلیحفظ پھر جس مقام مین وقوع طلاق کنایات مین نیت مشروط ہے یعنی قسم ثالثہ حالت رضا مین اور قسم اول بین حالت غضب مین اور قسم اول حالت مذاکرہ مین تامل
کرے فتوی دینے والا سوال سائل مین سو اگر سوال یون ہو یعنی سائل کہے کہ مین نے یون کہا ہے آیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے تو مفتی جواب دے کہ ہان طلاق
واقع ہوتی ہے اگر تونے طلاق کی نیت کی ہو اور اگر سائل نے کہا کہ مینے یون کہا ہے اس لفظ سے چند بار طلاق واقع ہوگی تو مفتی کہے کہ ایکبار اور تعرض نکرے یہان
نیت مشروط ہونیکا کذا فی البزازیۃ اسکو یاد رکھنا چاہیے سوال ثانی مین نیت مشروط ہونیکا ذکر اسواسطے نہ چاہیے کہ سائل کا یون سوال کرنا کہ چند بار طلاق واقع ہوگی یہ صاف
دلیل ہے نیت طلاق کی اب نیت کا ذکر کرنا گویا حیلہ سکھلانا ہے انکار نیت کا وتقع رجعیۃ بقولہ اعتدی واستبرئی رحمک وانت واحدۃ وان نوی اکثر ولا عبرۃ باعراب واحدۃ
فی الاصح اور ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اعتدی اور استبرئی رحمک اور انت واحدۃ کے قول سے اگرچہ زوج نے ایک سے زیادہ کی نیت کی ہو اور کچھ اعتبار نہین لفظ واحدۃ
کے اعراب کا قول اصح پر اور بعضون نے کہا کہ انت واحدۃ مین اگر لفظ واحدۃ کو قائل نے منصوب کہا تو طلاق بلا نیت واقع ہوگی اسواسطے کہ واحدۃ اس ترکیب مین صفت ہے
مصدر موصوف محذوف کی اصل مین یون تھا کہ انت طالق تطلیقۃ واحدۃ اگر واحدۃ کو مرفوع کہا تو طلاق واقع ہوگی اگرچہ نیت کی ہو اسواسطے کہ واحدۃ اس صورت
مین صفت ہوگی عورت کی نہ طلاق کی اور اگر واحدۃ کو ساکن پڑھا تو دونون احتمال ہین لیکن اصح یہ ہے کہ اعراب واحدۃ کا کچھ اعتبار نہین ہر صورت مین طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ عوام اعراب کا تفرقہ نہین جانتے ہین اور خواص بھی اسکا التزام نہین کرتے یہان عرف پر مدار ہے نہ نحو اور لغت پر وتقع بباقیہا ای باقی
الفاظ الکنایات المذکورۃ طلاقا بائنا ووقوع الرجعی ببعض الکنایات ایضا نحو انا بری من طلاقک وخلیت سبیل طلاقک وانت مطلقۃ بالتخفیف وانت اطلق
من امرأۃ فلان وہی مطلقۃ وانت طال بترخیم غیر لکن الحصر اضافی اور طلاق بائن واقع ہوتی ہے باقی الفاظ کنایات سے یعنے باقی وہ الفاظ کنایات کے جو یہان
مذکور ہو چکے تو اعتراض وارد ہوگا کہ واقع ہونا طلاق رجعی کا بعضے کنایات سے بھی مثل انا بری من طلاقک یعنے مین بیزار اور دور ہون تیری طلاق سے وخلیت سبیل
طلاقک یعنے تیری طلاق کی راہ مینے چھوڑ دی سو طلاق نے راہ پائی اور تجھپر واقع ہوئی وانت مطلقۃ بالتخفیف یعنی تو مطلق العنان ہے وانت اطلق من
امرأۃ فلان اور تو مطلق العنان زیادہ تر ہے مثلا زید کی عورت سے اور حالانکہ زید کی عورت پر طلاق واقع ہو چکی ہے وانت طال یعنے تو طالق ہے اور طالق کو بطور
ترخیم کے کہا اور سوائے ان مثالون کے جنکی فقہا نے تصریح کی ہے ہم مصنف نے کہا کہ سوائے الفاظ ثلثہ کے باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے حالانکہ چند کنایات
ایسے ہین کہ انسے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے تو حصر کرنا مصنف کا صحیح نہوا شارح نے جواب اس سوال مقدر کا یون دیا کہ مصنف کو حصر اضافی مراد ہے یعنے
جو الفاظ کنایات کے اس کتاب مین مذکور ہو چکے ہین انمین سوائے تین کے طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہے تو اگر بعضے کنایات غیر مذکورہ سے طلاق رجعی
واقع ہو تو قادح اس حصر کی نہین خانیہ اختیار ہے فان نیۃ الثلث لا تصح فیہ ایضا ولا یقع بہ ولا بامرک بیدک ما لم تطلق المرأۃ نفسہا کما یاتی

یعنے باقی الفاظ کنایات سے تین طلاق کی نیت کرنا صحیح ہے سوا لفظ اختاری کے اسواسطے کہ تین طلاق کی نیت کرنا لفظ اختاری میں کبھی صحیح نہیں
چنانچہ اعتدی اور استبری رحمک اور انت واحدۃ میں صحیح نہیں چنانچہ باب تفویض طلاق میں اسکی تصریح آویگی اور اس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور یہ اسلیے
بیدک سے ہوتی ہے کیونکہ عورت اپنی ذات کو طلاق نہ دے چنانچہ اسکا بیان بھی باب تفویض طلاق میں آویگا البائن الی آخرہ لفظ البائن الی آخرہ لانہا لا تحتمل العدد لانہا
مصدر لا تحتمل العدد ولفظ بائن فاعل ہے یقع بہا قیما کا یعنے باقی الفاظ کنایات سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگر ایک طلاق کی نیت کی یا دو کی اسواسطے کہ ابھی
ہو چکا ہو کہ لفظ طلاق مصدر ہے محتمل نہیں ہے عدد کا تو طلاق سے دو کا ارادہ کرنا صحیح نہوگا دو کی نیت کرنے سے بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی لیکن اگر بیوی
کل الفاظ کنایات میں ظاہر نہیں ہوتی اسواسطے کہ سرحتک فارقتک خلیۃ بریۃ میں مصدر نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وتصح نیۃ الثلث فی الا
نیۃ الثنتین اور الفاظ باقیہ کنایات سے تین طلاقیں واقع ہونگی اگر زوج تین طلاق کی نیت کریگا بسبب وحدت جنسی کے اسواسطے ان الفاظ سے لونڈی کے حق میں دو طلاق کی
بھی نیت کرنا صحیح ہے اسلیے کہ مصدر موضوع ہے وحدت کیواسطے خواہ وحدت حقیقی ہو چنانچہ ایک ہے یا وحدت جنسی ہو چنانچہ تین ہیں تو تین فرد حکمی ہوئی اسواسطے کہ تین حرہ کے
حق میں کل طلاق ہیں اور اسیطرح دو لونڈی کے حق میں فرد حکمی ہیں اسواسطے کہ کل طلاق ہیں قال اعتدی ثلثا ونوی بالاول طلاقا وبالباقی حیضا صدق
قضاء لنیتہ حقیقۃ کلامہ زوج نے زوجہ سے اعتدی کا لفظ تین بار کہا اور نیت کی اول لفظ سے طلاق کی اور باقی دوسرے اور تیسرے لفظ سے حیض کی تو اسکی تصدیق
کیجاویگی قضا میں بسبب نیت کرنے حقیقت کلام اپنے کے اسواسطے کہ اعتداد کے حقیقی معنی حیض ہیں اور طلاق مجاز ہے تو حیض والی عورت میں جب زوج نے حیض کا ارادہ کیا
یا لفظ اعتدی کے تو معنی حقیقی کا ارادہ کیا تو بلاشبہ اسکی قضا میں تصدیق ہوگی اور جب قضا میں تصدیق ہوئی تو دیانت میں بھی ہوگی وان لم ینو بالباقی شیئا
فثلث لدلالۃ الحال بنیۃ الاول اور اگر نیت نہ کی باقی سے کچھ نہ طلاق کی نہ حیض کی تو تین طلاق واقع ہونگی بواسطہ دلالت حال کے بسبب نیت کرنے طلاق کے
لفظ اول سے یعنی جبکہ اسنے اول لفظ اعتدی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو بسبب اس قرینہ کے باقی دونوں لفظوں سے بھی طلاق کا تعین ہو گیا
تو اس صورت میں نفی نیت زوج کی تصدیق نہوگی قضا میں لیکن دیانت میں طلاق نہ واقع ہوگی مگر اول لفظ سے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نوی بالثانی فقط فثنتان وبالثالث
فواحدۃ لدلالۃ الحال یہاں تک مختصر ہے کہ اگر زوج فقط لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کریگا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک طلاق لفظ ثانی سے اور دوسری طلاق لفظ ثالث سے اسواسطے
کہ جب اسنے لفظ ثانی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو لفظ ثالث سے بھی بقرینہ حال طلاق ثابت ہوگی اور اگر فقط لفظ ثالث سے طلاق کی نیت
کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اسواسطے کہ اول ولفظوں میں حالت مذاکرہ طلاق کی نہ پائی گئی ولو لم ینو بالکل لم یقع اور اگر زوج کل الفاظ ثلثہ سے نیت طلاق کی نہ کی تو ایک طلاق
بھی واقع ہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال میں کوئی قرینہ نہیں نیت کا اور اگر ان الفاظ سے حیض کی نیت کریگا تو ایک طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وتمامہا اربعۃ وعشرون
ذکرہا الکمال ومسئلہ اعتدی کی جب تین بار کہے ہو چوبیس قسمیں ہیں فتح القدیر میں کمال الدین نے انکو ذکر کیا ہے انمیں سے چھ قسموں میں ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور گیارہ میں
دو طلاق واقع ہوتی ہیں اور چھ میں تین طلاقیں ہوتی ہیں اور ایک قسم میں طلاق طلاق نہیں ہوتی پہلی صورت یہ کہ اول وثانی وثالث سے حیض کی نیت کی دوسری میں ایک طلاق
ہوگی دوسری صورت یہ کہ فقط تیسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی تیسری یہ کہ تیسرے لفظ سے فقط حیض کی نیت کی چوتھی یہ کہ دوسرے لفظ سے طلاق اور تیسرے لفظ سے
حیض کی نیت کی پانچویں یہ کہ ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی چھٹی یہ کہ اول سے طلاق اور ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی ان چھ صورتوں میں ایک طلاق
واقع ہوگی ساتویں یہ کہ فقط دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی آٹھویں یہ کہ اول سے طلاق اور ثانی سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نہ کی نویں یہ کہ اول
دو لفظوں سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نہ کی دسویں یہ کہ اول وثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نہ کی گیارہویں یہ کہ اول وثانی سے طلاق کی
نیت کی اور ثالث سے حیض کی بارہویں یہ کہ اول وثالث سے طلاق کی اور ثانی سے حیض کی تیرہویں یہ کہ اول وثانی سے حیض اور ثالث سے طلاق کی نیت
کی چودہویں یہ کہ اول وثالث سے حیض اور ثانی سے طلاق کی نیت کی پندرہویں یہ کہ ثانی سے حیض کی نیت کی باقی سے کچھ نیت نہ کی سولہویں یہ کہ اول سے طلاق اور

ثالث سے حیض کی نیت کی او ثانی سے کچھ نیت نہ کی تو یہ بیسویں صورت ہے یا اول سے کچھ نیت نہ کی اور ثانی و ثالث سے طلاق کی نیت کی تو یہ اکیسویں صورت ہے ان سب صورتوں میں اگر ثالث سے طلاق کی نیت کی تو تین

طلاقیں واقع ہونگی اٹھارہویں یہ کہ فقط اول سے حیض کی نیت کی انیسویں یہ کہ اول و ثانی سے طلاق کی نیت کی او ثالث سے کچھ نیت نہ کی بیسویں یہ کہ اول و ثالث

سے طلاق کی نیت کی او ثانی سے کچھ نیت نہ کی اکیسویں یہ کہ اول سے حیض کی او ثانی او ثالث سے طلاق کی نیت کی بائیسویں یہ کہ الفاظ ثلثہ سے طلاق کی نیت کی تئیسویں

یہ کہ اول سے طلاق کی نیت کی او ثانی او ثالث سے کچھ نیت نہ کی ان چھ صورتوں میں یعنی اٹھارہویں سے بائیسویں تک تین طلاقیں واقع ہونگی چوبیسویں صورت یہ کہ الفاظ ثلثہ سے کچھ

نیت نہ کی تو کچھ نہ واقع ہوگا او واضح ہو کہ یہ کلیہ اس مسائل کے دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جب ایک لفظ سے طلاق کی نیت کی تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی سوا بعد اس لفظ کے نفی نیت کی

تصدیق نہ ہوگی ہاں اگر اسکے بعد حیض کی نیت کریگا تو صحیح ہوگی اور اگر کسی لفظ سے طلاق کی نیت نہ کریگا تو صحیح ہوگا اور اسیطرح قبل منوی کے عدم نیت صحیح ہے مثلاً الفاظ ثلثہ میں

سے طلاق کی نیت کی تو ثانی میں نفی نیت مقبول نہ ہوگی اسواسطے کہ بعد منوی کے واقع ہوا اور اول لفظ میں عدم نیت طلاق کی البتہ مقبول ہے اسواسطے کہ قبل منوی کے واقع ہے

اور اگر کسی لفظ سے حیض کی نیت کی اور اسکے قبل طلاق کی نیت نہیں تو اس حیض کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور اگر اسکے قبل طلاق کی نیت ہو چکی ہے تو حیض کی نیت سے

طلاق نہ واقع ہوگی اگر اس قاعدہ کو خوب سمجھ لے تو مسائل کو رکھا حکم نکالنا آسان ہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر و نیز او لونوی بالکل واحدۃ فواحدۃ دیانۃ و

قضاء اور یہ چوبیس قسمیں ہیں کو پہلے ایک قسم اور زیادہ کی گئی ہے کہ اگر کل الفاظ ثلثہ سے ایک طلاق کا ارادہ کرے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی دیانت میں بنظر احتمال

تاکید کے اور تین طلاق ہونگی قضاء میں اسلیے کہ تاکید خلاف ظاہر ہے و لو قال انت طالق اعتدی و عطف بواو او فاء فان نوی واحدۃ فواحدۃ او ثنتین فثنتان قضاء والا لم یحتج

الواو ثنتان فی الفاء قیل واحدۃ و قیل ثنتان اور اگر کہا زوج نے کہ انت طالق اعتدی بدون عطف کے یا لفظ اعتدی کو عطف کیا واو یا فے سے یعنی یوں کہا

کہ انت طالق واعتدی یا یوں کہا کہ انت طالق فاعتدی سو اگر ان تینوں صورتوں میں ایک طلاق کا ارادہ کیا تو ایک ہی طلاق ہوگی یا دو طلاق کا قصد کیا

تو دو واقع ہونگی اور اگر کچھ نیت نہ کی تو انت طالق واعتدی میں دو طلاق واقع ہونگی اور فاعتدی میں بعضوں کے نزدیک ایک طلاق اور بعضوں کے نزدیک دو طلاق

واقع ہونگی طلقہا واحدۃ بعد الدخول فجعلہا ثلثا صح کما لو طلقہا رجعیا فجعلہ قبل الرجعۃ بائنا او ثلثا ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اس ایک

طلاق کو تین طلاق کر ڈالا تو یہ ایک کا تین کر ڈالنا امام کے نزدیک صحیح ہے چنانچہ یہ بھی صحیح ہے کہ اگر عورت کو ایک طلاق رجعی دی پھر اسکو قبل رجعت کے بائن

کر ڈالا یا ایک رجعی کو تین کر ڈالا و کذا لو قال فی العدۃ الزمت امرأتی ثلث تطلیقات بتلک التطلیقۃ او الزمتہا تطلیقتین بتلک التطلیقۃ فہو کما قال او

اسیطرح اگر کہا زوج نے عدت میں کہ لازم کر دی میں نے اپنی عورت کو تین طلاق اسی ایک طلاق سے جسکے سبب عدت میں ہے یا یوں کہا کہ میں نے اسکو دو طلاق

لازم کر ڈالی اسی ایک طلاق سے تو ویسا ہی ہوگا جیسا اسنے کہا یعنے وہ عورت اسپر حرام ہوگئی اور کبھی اسکو حلال نہ ہوگی مگر بعد حلالہ زوج ثانی کے

ولو قال ان طلقتک فہی بائن او ثلث ثم طلقہا یقع رجعیا لان الوصف لا یسبق الموصوف کما مر فتذکر اور اگر کہا کہ اگر تجھکو طلاق دوں تو وہ

طلاق بائن ہوگی یا تین پھر اسکو طلاق دی تو رجعی واقع ہوگی نہ بائن اور نہ تین اسواسطے کہ صفت مقدم نہیں ہوتی موصوف پر یعنے بائن یا تین

ہونا صفت ہے طلاق کی تو طلاق پر کیونکر مقدم ہوگی چنانچہ یہ امر سابق مذکور ہو چکا اسکو یاد کر الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدۃ

طلاق صریح لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو اور لاحق ہوتی ہے طلاق بائن کو بشرط عدت کے یعنے اول کہا انت طالق پھر کہا انت طالق یا طلاق بائن دی

بال کے دی تو یہ دوسری طلاق بھی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح لاحق ہوتی ہے صریح کو یا اول یوں کہا کہ انت بائن پھر کہا انت طالق تو یہ دوسری طلاق

واقع ہوگی اور بائن ہو جائیگی اسواسطے کہ طلاق سابق کا بائن ہونا مانع ہوا رجعی ہونے سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والبائن یلحق الصریح اور طلاق بائن

لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو بشرط عدت کے مثلاً اول یوں کہا کہ انت طالق پھر کہا انت بائن تو طلاق ثانی بھی واقع ہوگی والصریح ما لا یحتاج

الی نیۃ بائنا کان الواقع بہ او رجعیا فتح فمنہ الطلاق الثلث فیلحقہما طلاق صریح وہ ہے جو محتاج نہ ہو نیت کی خواہ صریح سے طلاق بائن واقع ہو

یا رجعی کذا فی فتح القدیر سے طلاق صریح میں داخل ہو تینوں بار طلاق دینا تو یہ طلاق ثلث صریح اور بائن دو نوں کو لاحق ہو گی ہم بعضوں نے کہا کہ طلاق صریح وہ ہے جس سے رجعی واقع ہو شارح نے اس قول کو رد کیا تعمیم صریح کی ثابت کر کے اور فی الواقع طلاق ثلث یا طلاق معوض مال کے اگر بائن ہو گی چنانچہ بعضوں کا گمان ہے

تو طلاق بائن کو نہ لاحق ہو گی حالانکہ دونوں اسکو لاحق ہوتی ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الطلاق علی مال یلحق الرجعی ویجب المال والبائن ولا یلزم المال کما فی الخلاصۃ اور اسی طرح طلاق عوض مال کے صریح میں داخل ہو تو لاحق ہو گی طلاق رجعی کو اور مال دینا عورت کو واجب ہوگا اور بائن کو لاحق ہو گی اور مال دینا اسمیں لازم نہ آویگا کذا فی الخلاصۃ ہم رجعی کے بعد مال دینا اسواسطے واجب ہوا کہ رجعی میں زوج کو اختیار ہے کہ رجوع کرے اور عورت کہ چھوٹے سے تو عورت نے اپنی جان چھوڑنے کا بدلا دیا اور بائن میں زوج کا عورت پر بدون اسکی رضامندی کے کچھ اختیار باقی نہ رہا تو عوض دینے کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فالمعتبر فیہ اللفظ لا المعنی علی المشہور تو معتبر طلاق کے صریح بائن ہونے میں لفظ ہے نہ معنی بنابر قول مشہور کے یعنی اگر لفظ محتاج نیت کا نہیں تو وہ صریح ہے خواہ طلاق اُس سے بائن پڑے یا رجعی تو صریح میں طلاق ثلث اور طلاق عوض مال کے داخل ہو گی اور یہ جو کہ بلفظ حرام ہے وہ بائن میں داخل ہے اسواسطے کہ عدم احتیاج نیت کی اسمیں طاری ہو گئی ہے بسبب شیوع استعمال عرفی کے لا یلحق

البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن بائن او ابنتک بتطلیقۃ فلا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاء نہیں لاحق ہوتی طلاق بائن اول طلاق بائن کو جب ممکن ہو دوسری بائن کو اول بائن سے خبر ٹھرانا چنانچہ اول کہا انت بائن دوسری بار کہا انت بائن یا دوسری بار یوں کہا کہ ابنتک بتطلیقۃ یعنی میں نے تجھکو ایک طلاق بائن کر جدا کیا تو یہ دوسری بائن نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ یہ اخبار ہے اول سے تو کچھ ضرورت نہیں اسکے انشاء طلاق ٹھرانے میں یعنی بائن ثانی سے دوسری طلاق بائن پیدا کرنا کچھ ضرور نہیں اسواسطے کہ اسکا خبر ٹھرانا اول سے ممکن ہے یعنے اول کلام سے طلاق واقع کی اور کلام ثانی سے وقوع طلاق سابق کی خبر دی ہم یہ جو کہا کہ بائن بائن سے ملحق نہیں ہوتی مراد یہ ہے کہ جو بائن بلفظ کنایات ہے وہ ملحق نہیں ہوتی اور اگر بائن بلفظ کنایہ نہیں تو وہ واقع ہوتی ہے چنانچہ اگر اول یوں کہا کہ انت طالق افحش الطلاق پھر دوسری بار کہا انت طالق افحش الطلاق تو یہ طلاق ثانی بھی واقع ہو گی اور یہ جو شارح نے کہا اخبار کی مثال انت بائن بائن کو ذکر کر کے خوب نہیں بلکہ یوں کہنا مناسب تھا کہ انت بائن انت بائن اسواسطے کہ یہاں

اخبار سے خبر نحوی مراد نہیں بلکہ جملہ خبریہ مراد ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف ابنتک بأخری او انت طالق بائن او قال نویت البینونۃ الکبری لتعذر حملہ علی الاخبار فیجعل انشاء بخلاف سابق کے یہ ہے کہ اول طلاق بائن دی پھر کہا کہ میں نے تجھکو دوسری طلاق کر بائن کیا یا اول طلاق بائن دی پھر کہا انت طالق بائن یا اول کہا انت بائن پھر کہا انت بائن اور کہا کہ میں نے ثانی بائن سے بینونت کبری یعنے بہت بڑی جدائی کی نیت کی تو ان تینوں صورتوں میں دوسری طلاق بھی واقع ہو گی بسبب تعذر محمول کرنے اس کلام کے اخبار پر تو یہ کلام ثانی انشاء طلاق قرار دیا جائیگا ہم صورت اول میں لفظ اخری کا مانع ہے حمل اخبار کا اور صورت ثانی میں لفظ طلاق کا صریح ہے اور حمل اخبار کا نہیں ہوا مگر کنایہ میں اور لفظ بائن کا لغو ہے اور صورت ثالث میں بینونت کبری یعنے طلاق ثلث کا ارادہ کیا پھر جب ان تینوں صورتوں میں بسبب وجوہ مذکورہ کے حمل علی الاخبار نہ ہو سکا تو خواہ مخواہ دوسری طلاق بائن بھی واقع ہو گی ولذا وقع المعلق کما قال الا اذا کان البائن معلقا بشرط او مضافا قبل ایجاد المنجز البائن کقولہ ان دخلت الدار

فانت بائن ناویا الطلاق ثم ابانہا ثم دخلت بانت بأخری لانہ لا یصلح اخبارا اور اسیواسطے یعنے بسبب تعذر حمل اخبار کے واقع ہوتی ہے طلاق معلق چنانچہ مصنف نے کہا کہ بائن ملحق نہیں ہوتی بائن سے مگر جبکہ بائن معلق شرط پر ہو یا کہ بائن مضاف ہو قبل واقع کرنے منجز بائن کے یعنے اول تعلیق یا اضافت ہو بعد اسکے منجز بائن یعنے طلاق بائن بلا شرط واقع ہو گی مانند قول زوج کے کہ اگر تو گھر میں داخل ہو گی تو بائن ہو گی تو یہ کہا طلاق کی نیت سے پھر اس کہنے کے بعد عورت کو طلاق بائن دی پھر عورت گھر میں داخل ہوئی تو اسپر دوسری طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ طلاق معلق کو صلاحیت نہیں خبر واقع ہونے کی ہے اسواسطے کہ تعلیق قبل ہو چکی تھی اور خبر نہیں ہوتی مگر بعد مخبر عنہ کے و مثال المضاف انت بائن غدا ثم ابانہا ثم جاء الغد یقع اخری

اور بائن معلق کے بعد بھی مضاف چنانچہ اول زوج نے کہا کہ تجھکو طلاق بائن ہے کل پھر اسکو آج ہی طلاق بائن دی پھر جب کل کا دن آویگا تو دوسری طلاق بائن واقع
ہوگی بسبب اضافت سابقہ کے اسواسطے کہ مضاف بھی بسبب اضافت سابقہ کے خبر نہیں ہوسکتا وفی البحر الخ ہم بانیۃ انت بائن کنایۃ معلقا کان او منجزا فیفتقر الی النیۃ
اور بحر الرائق میں ہے جو مشابہ ہے کہ انت بائن یہ کنایہ ہے طلاق سے خواہ معلق ہو خواہ منجز تو لفظ بائن کا محتاج ہے نیت کیطرف اس قول سے شارح نے استدلال کیا کہ
لفظ بائن میں نیت کرنا ضرور ہے بدون نیت کے طلاق نہوگی ولو قال ان دخلت الدار فانت بائن ثم قال ان کلمت زیدا فانت بائن ثم دخلت الدار بانت ثم کلمت
یقع اخری و غیرہ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو بائن ہے پھر کہا کہ اگر تو زید سے بولیگی تو تو بائن ہے پھر وہ گھر میں داخل ہوئی تو اسکو
طلاق بائن ہوجائیگی پھر وہ زید سے بولی تو دوسری طلاق بائن بھی واقع ہوگی کذا فی الذخیرۃ یہ مثال ہے دو معلق بائن کی وفی البزازیۃ ان فعلت کذا فحلال
الله علی حرام ثم قال کذلک لامر اخر ففعل احدہما بانت ثم کذا الفعل الثانی علی الاشبہ فلیحفظ اور بزازیہ میں ہے کہ زوج نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنے مثلا اگر شراب
پیوں تو اللہ کا حلال مجھپر حرام ہے پھر اسیطرح دوسرے امر کے واسطے کہا یعنے مثلا اگر میں ترک صلوۃ کروں تو حلال خدا کا مجھپر حرام ہے سو زوج نے کوئی ان دونوں میں سے
کیا تو اسکی عورت پر ایک طلاق بائن پڑیگی اسیطرح اگر دوسرا امر کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی بنا بر قول اشبہ کے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے قید بالقبلیۃ لانہ
لو ابانہا اولا ثم اضاف البائن او علقہ لم یصح تنجیزہ بدائع … مقید کیا معلق کو قبلیت کے ساتھ اسواسطے کہ اگر عورت کو طلاق بائن دیگا پھر مضاف کریگا بائن
یا معلق کریگا تو صحیح نہوگا مثل تنجیز بائن کے کذا فی البدائع یعنے جیسے بائن بلا تعلیق بعد بائن کے صحیح نہیں ویسے ہی تعلیق اور اضافت بعد بائن کے درست نہیں واستثنی
فی البزازیۃ ما قال کل امرأۃ له طالق لم یقع علی المختلعۃ اور استثنا کیا ہے کہ طلاق صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے وہ روایت جو بزازیہ میں ہے یعنی کہ کہا
مرد نے کہ جو عورت کہ اسکی ہے وہ طالق ہے تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی مختلعہ پر یعنے وہ عورت جسپر طلاق بالعوض مال کے واقع ہوئی اسواسطے کہ صریح بائن کو تب
لاحق ہوتی ہے جبکہ عورت کیطرف خطاب ہو طلاق کا یا اشارہ ہو اسکی طرف اور یہاں نہ خطاب ہے نہ اشارہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال ان فعلت کذا فامرأتہ
کذا لم یقع علی معتدۃ البائن اور اگر کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو اسکی عورت ایسی ہے یعنے طالق ہے نہ واقع ہوگی معتدہ بائن پر اسواسطے کہ بائن سے نکاح جاتا رہتا ہے
تو وہ اسکی عورت نہ رہی علاوہ اسکے خطاب و اشارہ یہاں بھی نہیں و ینضبط الکل بما قیل … کلا اجز لا بائنا مع مثلہ الا اذا علقتہ من قبلہ والا … امرأۃ وقد
خلع … والحق الصریح بعد لم یقع ادرج … کردی ہیں نظم میں بعضے علما نے تمام لحوق کی صورتیں مع استثنا اور عدم لحوق کی صورتیں مع الاستثنا یعنے
طلاق صریح اور بائن کی ہر صورت کے لحوق کو جائز رکھ نہ جائز جان بائن کے لحوق کو ساتھ بائن کے مگر جبکہ تو نے تعلیق کی ہو بائن کی قبل بائن کے یعنے اس
صورت میں بائن لاحق ہوگی بائن سے اور صریح بعد بائن کے لاحق ہوتی ہے مگر اس صورت میں کہ کل امرأۃ له طالق کہا اور حالانکہ اول خلع کیا اور طلاق صریح کو بعد خلع
کے لاحق کیا تو یہ طلاق صریح بعد بائن کے نہ واقع ہوگی اور بعضے نسخوں میں مصرع اولی یوں ہے وکل اجز لا بائنا مع مثلہ یعنے ہر لحوق کو جائز جان بائن بعد بائن کے
وکل فرقۃ ہی فسخ من کل وجہ کاسلام وردۃ مع لحاق وخیار بلوغ وعتق لا یقع الطلاق فی عدتہا مطلقا جو جدائی کہ وہ فسخ نکاح ہے ہر طرح سے جیسے
مسلمان ہو جانا زوجین میں سے کسیکا یا مرتد ہو عورت کا اور دار الحرب میں جا کر ملنا اور خیار بلوغ کا عورت یا مرد کو یا خیار عتق عورت کا تو نہ واقع ہوگی طلاق اسکی
عدت میں مطلقا طلاق صریح نہ بائن منجز نہ معلق خواہ عدت حیض سے ہو خواہ مہینوں سے کذا فی حاشیۃ المدنی وکل فرقۃ ہی طلاق یقع الطلاق فی عدتہا علی ما بینا اور
جو جدائی کہ وہ طلاق ہے تو واقع ہوگی طلاق اسکی عدت میں اسیطرح پر واقع ہوگی جیسا کہ ہمنے بیان کیا یعنے الصریح یلحق الصریح الی آخرہ فروع مسائل ملحقہ شارح انما
یلحق الطلاق لمعتدۃ الطلاق اما المعتدۃ للوطی بشبہۃ لا یلحقہا خلاصہ طلاق تو اس عورت کو لاحق ہوتی ہے جو طلاق کی عدت میں ہو اور جو عورت بسبب
وطی بشبہ کے عدت میں ہے اسکو طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی الخلاصۃ ہم اسیطرح نکاح فاسد اور لونڈی جبکہ آزاد ہوجاوے تو اسکی عدت میں بھی
طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی القنیۃ تزوج امرأتہ من غیرہ لم یکن طلاقا ثم رقم ان نوی طلقت اور قنیہ میں ہے کہ زوج نے

نکاح کر دیا یا بہن زوجہ کا غیر سے تو یہ تزویج طلاق نہیں ہوا اسلئے کہ تزویج نہ طلاق صریح ہے نہ اُسکا محتمل ہے کنایہ یا ہے پھر صاحب قنیہ نے بعض مشائخ کیطرف اشارہ کر کے رقم کیا کہ اگر زوج اِس تزویج سے طلاق کی نیت کریگا تو عورت مطلقہ ہوگی اور ظاہر عدم طلاق معتمد ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اذہبی تزوجی یقع واحدۃ بلا نیۃ کہا زوج نے زوجہ سے کہ جا اور نکاح کر لے تو اس قول سے ایک طلاق بدون نیت کے واقع ہوگی کذا فی البزازیۃ اور قاضیخان کی شرح جامع صغیر میں یوں ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اذہبی فتزوجی اور طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوگی اسوسطے کہ مطلب یہ ہے کہ تو نکاح کرے اگر تجھکو نکاح کرنا حلال ہو تو ان دونوں روایتوں میں اختلاف ثابت ہوا اور دونوں تطبیق ... اور ان کا فرق نکالنا نہایت بعید ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر و کذا اذہبی الی جہنم یقع ان نوی خلاصۃ کہا زوج نے زوجہ سے کہ جہنم کو جا تو اس قول سے طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے طلاق کی نیت کی کذا فی الخلاصہ تو مراد اس قول سے گالی اور طلاق ہے و کذا اذہبی عنی اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ جا میرے پاس سے و افلحی اور اسیطرح افلحی سے بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اسلئے کہ افلحی بمعنی اذہبی ہے یعنے جا رخصت کیوقت عرب کہتے ہیں افلحی بخیر اور یہ بھی محتمل ہے کہ افلحی بمعنی اظفری بمرادک تو بامراد ہو یعنے اپنا مطلب حاصل کر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق و فسخت النکاح اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ میں نے نکاح کو فسخ کر دیا وقوع طلاق ہے اس قول سے شاید نیت اسوسطے شرط ہوئی کہ نکاح کی نسبت زوجہ کیطرف نہیں ہے یوں نہیں کہا کہ میں نے تیرا نکاح فسخ کر دیا اور اگر عورت کیطرف نسبت کرے تو نیت کی حاجت نہو لیکن مشکل ہے کذا قال کہ الفاظ طلاق صریح میں شمار نہیں کیا تو یہ مقتضے ہے احتیاج نیت کا بہر صورت یہ مسئلہ تحریر اور تنقیح طلب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی و انت علی کالمیتۃ و لحم الخنزیر او حرام کالماء للتشبیہ بالسرعۃ اور اسیطرح بشرط نیت طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تو مثل خنزیر یا مثل مردار کے ہے یا مثل سور کے گوشت کے ہے یا تو مجھپر حرام ہے مثل پانی کے اسوسطے کہ یہ تشبیہ ہے جلدی و شتابی میں یعنی یا یوں کہا کہ تو مجھپر حرام ہے جیسا جلد جیسے پانی میں جلدی ہوتی ہے یعنے کیوقت و لا یقع باربعۃ طرق علیک مفتوحۃ و ان نوی ما لم یقل فخذی ای طریق شئت ورنہ نہیں واقع ہوتی طلاق اس قول سے کہ چاروں رستے تجھپر کھلے ہیں اگرچہ نیت طلاق کی بھی کرے جبتک یہ نہ کہے کہ تو جسکو چاہے لے ... فائدہ چند الفاظ کنایات طلاق کا ذکر کرنا یہاں مناسب معلوم ہوا اسلئے مزید افادہ طالبین کے ازانجملہ انت سائبۃ یعنے تو سانڈ ہے یعنے تو بیقید ہے جیسے سانڈ حبلک علی غاربک یعنی تیری رسی تیری گردن پر یہ استعارہ ہے ... عرب کا دستور ہے کہ جب اونٹنی کو چھوڑتے ہیں تو اسکی گردن پر رسی ڈالدیتے ہیں ... الحقی باہلک یعنے اپنے لوگوں میں جا مل وہبتک لاہلک ... یعنی میں نے تجھکو تیرے لوگوں کو دیا یا تجھکو تیرے باپ کو یا تیری ماں کو دیا عفوت عنک لاجل اہلک یعنی میں نے تجھکو معاف کیا تیرے لوگوں کے سبب سے رددتک الیہم یعنے میں نے تجھکو تیرے لوگوں پر پھیر دیا اور ان صورتوں میں انکا قبول کرنا شرط نہیں اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھکو تیرے بھائی کو دیا یا تیری بہن یا تیری عمہ یا تیرے چچا کو یا تیرے خالو کو دیا تو ان الفاظ سے طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو و اعتقتک یعنے میں نے تجھکو آزاد کیا و کونی حرۃ یعنے تو آزاد ہو جا و اظفری بمرادک یعنے تو اپنے مطلب کو حاصل کر و فارقتک میں نے تجھ سے خلع کیا و تنحی یعنے ہٹ جا لست لی بامراۃ یعنے تو میری جورو نہیں لست لک بزوج یعنے میں تیرا زوج نہیں لا نکاح بینی و بینک یعنے میرے اور تیرے درمیان نکاح نہیں ہے ... یعنے تو میری جورو نہیں قالت لست لی بزوج فقال صدقت یعنے زوجہ نے کہا کہ تو میرا شوہر نہیں شوہر نے کہا کہ تو نے سچ کہا و ابتغی الازواج یعنے اور شوہر تلاش کر ... ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بشرط نیت کے یا دلالت حال کے اور اگر زوج نے کہا لا اریدک لا احبک لا اشتہیک یعنے میں تجھکو نہیں چاہتا میں تجھسے محبت نہیں رکھتا مجھکو تیری خواہش نہیں تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الملتقی والہندیۃ

باب تفویض الطلاق

یہ باب ہے تفویض طلاق کا لما ذکر ما یوقعہ بنفسہ بنوعیہ ذکر ما یوقعہ غیرہ باذنہ شارح کہتا ہے جبکہ مصنف نے ذکر کیا اُس طلاق کو جسکو زوج خود واقع کرتا ہے دونوں قسموں کے ساتھ یعنے صریح اور کنایہ تو اب ذکر کیا اُس طلاق کو جسکو غیر زوج بحکم زوج واقع کرتا ہے و انواعہ ثلثۃ تفویض و توکیل و رسالۃ اور ایقاع غیر کی تین قسمیں ہیں ایک تفویض یعنے غیر کو طلاق کا مالک کر دینا دوسرے توکیل یعنے دوسرے کو طلاق کا وکیل کرنا تیسری قسم

باب تفویض الطلاق

رسالت یعنے غیر سے طلاق کو کہلا بھیجنا فرق تفویض اور توکیل مین یہ ہے کہ جسکو تفویض ہو وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرتا ہے اور توکیل مین وکیل مامور یا امر
غیر کے واسطے عمل کرتا ہے اور رسالت تو محض نقل اور سفارت ہے عبارت ہے الفاظ التفویض ثلثۃ تخییر و امر بید و مشیۃ اور الفاظ تفویض کے
تین ہین ایک تخییر دوسرا امر بالید تیسرا مشیت قال لہا اختاری او امرک بیدک ینوی تفویض الطلاق لانہا کنایۃ فلا یعملان بلا نیۃ
او طلقی نفسک فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا بہ مشافہۃ او اخبارا اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اختیار کر لے یا یون کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین
ہو نیت کی ان دونون لفظون مین طلاق سپرد کرنے کی اسواسطے کہ یہ دونون لفظ کنایۂ طلاق ہین تو طلاق واقع ہونے مین بدون نیت کے عمل
نکرینگے یا زوج نے یون کہا کہ طلاق دیدے اپنی ذات کو تو ان تینون صورتون مین زوجہ کو اختیار ہے کہ اپنی ذات کو طلاق دیدیوے علم تفویض کی
مجلس مین یعنے جس جگہ عورت کو تفویض طلاق کا حال معلوم ہوا وہین تک اسکو اختیار حاصل ہے خواہ بالمشافہہ زوج سے اسکا علم ہوا ہو خواہ وکیل یا رسول سے
خبر پہنچی ہو یا زوج کا خط آیا ہو وان طال یوما او اکثر ما لم یوقتہ ویمضی الوقت قبل علمہا مجلس علم تک عورت کو اختیار حاصل ہے اگرچہ مجلس دراز ہو گئی ہو ایک دن
یا زیادہ مجلس طول مین ہان تک اختیار ہے جب تک زوج نے تفویض کا وقت نہین ٹھہرایا اور حال یہ ہے کہ وقت معین گذر گیا قبل علم زوجہ کے یعنی مثلاً زوج نے
کہا تھا کہ زوجہ کو جمعہ تک اختیار ہے پھر زوجہ کو خبر ہوئی بعد غروب آفتاب جمعہ کے تو تفویض باطل ہو گئی ما لم تقم لتبدل مجلسہا حقیقۃ او حکما بان تعمل ما یقطعہ
مما یدل علی الاعراض لانہ تملیک فیتوقف علی قبولہا فی المجلس لا توکیل فلم یصح رجوعہ زوجہ کو اختیار باقی ہے جب تک مجلس علم سے نہ اٹھے اسواسطے کہ اٹھنے مین
اصل مجلس کا تبدل ہے حقیقت مین یا تبدل مجلس حکما ہو اسطرح پر کہ وہ کام کرنے لگے جو قاطع ہے اختیار کا اس قسم سے جو دلالت کرے بے التفاتی اور
روگردانی پر اسواسطے کہ تفویض تملیک ہے تو موقوف رہیگی عورت کے قبول پر مجلس مین تفویض توکیل نہین بلکہ تملیک ہے تو زوج کو تفویض سے رجوع کرنا صحیح
نہین حتی لو خیرہا ثم حلف ان لا یطلقہا فطلقت لم یحنث فی الاصح تفویض تملیک ہی یہان تک کہ اگر زوجہ کو اختیار طلاق کا دیا پھر قسم کھائی کہ مین اسکو طلاق
نہ دونگا پھر عورت نے خود طلاق دے لی تو زوج حانث نہوگا قول اصح مین اسواسطے کہ طلاق دینے والی عورت ہوئی نہ زوج اور اگر تفویض تملیک نہوتی بلکہ توکیل
ہوتی تو عورت کی طلاق سے زوج حانث ہوتا اسواسطے کہ وکیل کا فعل بعینہ موکل کا فعل ہوتا ہے اور اگر زوج بعد حلف کے زوجہ کو مختار کریگا تو بالاتفاق حانث ہوگا شارح
کو مناسب تھا کہ حتی لو خیرہا کے مقام پر ولو خیرہا کہتا اسواسطے کہ یہ مسئلہ بھی متفرع ہے تملیک تفویض پر کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق بعد المجلس الا اذا زاد او علی قولہ طلقی نفسک
و اخواتہ متی شئت او متی ما شئت او اذ شئت او اذا ما شئت فلا یتقید بالمجلس طلاق دے سکیگی عورت بعد مجلس علم کے مگر اسوقت کہ زیادہ کرے
اپنے قول طلقی نفسک اور اسکے مثال لفظ متی شئت کا یا متی ما شئت کا یا اذ شئت کا یا اذا ما شئت کا تو اسکے زیادہ کرنے سے اختیار عورت کا مجلس علم تک مقید نہوگا بلکہ
ہر وقت اسکا اختیار باقی رہیگا اسواسطے کہ قول زوج کا یون ترجمہ ہے کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے لے جب تو چاہے یا جسوقت تو ارادہ کرے ولم یصح رجوعہ
لما مر اور نہین صحیح ہے رجوع کرنا زوج کا اس سبب سے جو مذکور ہو چکا یعنے تفویض تملیک ہے نہ توکیل جو پلٹ جانا درست ہوتا واما فی طلقی ضرتک او
قولہ لاجنبی طلق امراتی فیصح رجوعہ عنہ ولم یتقید بالمجلس لانہ توکیل محض اور اس قول مین کہ طلقی ضرتک یعنے طلاق دیدے اپنی سوت کو
یا اس قول مین جو اجنبی سے کہا کہ تو طلاق دیدے میری عورت کو صحیح ہے رجوع کرنا اس قول سے اور یہ تخییر مقید اسی مجلس کے ساتھ نہین اسواسطے کہ یہ قول محض
توکیل ہے تملیک نہین اسواسطے کہ مامور اس کام کو غیر کے واسطے کرتا ہے نہ اپنے واسطے بخلاف مسئلہ سابقہ کے پھر جب توکیل ہوئی تو رجوع کرنا درست ہے
اور توکیل مین مجلس کی قید نہین وفی طلقی نفسک وضرتک کان تملیکا فی حقہا توکیلا فی حق ضرتہا جوہرہ اور اس قول مین کہ طلاق دیدے اپنی
ذات کو اور اپنی سوت کو تو یہ قول تملیک ہے مخاطبہ کے حق مین اور توکیل ہے اسکی سوت کے حق مین کذا فی الجوہرہ تو زوج کو طلاق دلانے
مخاطبہ سے رجوع کرنا درست نہین اور اسکی سوت کے طلاق دلانے سے رجوع درست ہے اور مخاطبہ کی تخییر مقید بمجلس ہے بخلاف اسکی سوت کے

الا اذا علقہ بالمشیئۃ فیصیر تملیکا لا توکیلا تو وکیل مین رجوع کرنا درست ہوگا جبکہ زوج نے طلاق کو مشیت وکیل سے معلق کیا تو اسوقت مین توکیل
تملیک ہو جاویگی تو وکیل نہ باقی رہیگی یعنے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اپنی سوت کو طلاق دے تو اب رجوع کرنا زوج کو اس قول سے جائز نہین کیونکہ
یہ توکیل نہ رہی بلکہ تملیک ہو گئی اسواسطے کہ وکیل سے فعل مطلوب ہوتا ہے وکیل کا دل چاہے یا نہ چاہے اور جب اسکی خواہش پر اسے کہا تو اسکو مالک کر دیا اسواسطے
کہ اپنی خواہش کے موافق تصرف کرنا یہ صفت ہے مالک کی نہ وکیل کی اس قول سے وہ کیا مذہب غیر کو کذا فی حاشیۃ المدنی والفرق بینہما فی خمسۃ احکام ففی التملیک
لا یرجع ولا یعزل ولا یبطل بجنون الزوج وتتقید بمجلس لا العقل فیصح تفویضہ لمجنون وصبی لا یعقل بخلاف التوکیل ہے اور فرق درمیان توکیل اور تملیک کے پانچ
حکمون مین ہے سو تملیک مین نہین رجوع کر سکتا زوج اور نہین معزول کر سکتا مالک کو اور باطل نہین ہوتی تملیک زوج کے دیوانہ ہو جانے سے اور مقید ہوتی ہے
تملیک مجلس سے اور نہین مقید ہوتی مالک کی عقل سے تو صحیح ہے تفویض طلاق کی دیوانہ کو اور ایسے بچے بے عقل کو بشرطیکہ وہ دونون کلام کر سکتے ہون بخلاف توکیل کے
کہ اسمین رجوع کرنا اور وکیل کو معزول کرنا درست ہے اور موکل کے جنون سے وکالت باطل ہوتی ہے اور وکالت مقید بمجلس نہین اور وکیل کے عاقل ہونے پر مقید ہے کذا
فی البحر الرائق ہم عزل کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اگر عدم رجوع کافی ہے یعنے جب تملیک ہے رجوع کرنا جائز نہوا تو معزول کرنا بھی جائز نہوگا کذا فی حاشیۃ
الطحطاوی والمدنی فلو جن بعد التفویض لم یقع فہنا تسومح ابتداء لا بقاء عکس القاعدۃ فلیحفظ ہان اگر مفوض الیہ یعنے جسکو طلاق کی تفویض کی مجنون
ہو گیا بعد تفویض کے پھر اُسنے حالت جنون مین طلاق دی تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی تو اس مسئلہ مین مسامحہ و تساہل ہوا ابتدا مین نہ بقا مین بالعکس قاعدہ فقہیہ کے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ یتسامح فی البقاء ما لا یتسامح فی الابتداء یعنے مسامحہ کیا جاتا ہے بقاء امر مین ایسا جو کہ نہین مسامحہ ہوتا ابتدا امر مین
اور اس مسئلہ مین برعکس ہے قاعدہ کے ہوا یعنے ابتدا مین مسامحہ ہوا نہ بقا مین یعنی مجنون کو تفویض طلاق درست ہے اور اسکا ایقاع بھی درست ہوا اگر مفوض الیہ وقت تفویض کے
عاقل ہوا اور پھر مجنون ہو گیا تو اسکی طلاق درست نہوئی سبب اسکا یہ ہے کہ جب مجنون کو زوج نے تفویض طلاق کی تو اُسکے ایقاع طلاق پر باوجود اسکی بے عقلی کے
راضی ہوا تو گویا طلاق کو جنون کی وجہ پر معلق کیا بخلاف اسکے اگر عاقل کو تفویض کی پھر وہ دیوانہ ہو گیا تو یہان تفویض تھی اسکی عقل کے اعتماد پر حالانکہ
عقل بعد جنون کے باقی نہین وجلوس القائمۃ واتکاء القاعدۃ وقعود المتکئۃ ودعاء الاب او غیرہ للمشورۃ بفتح فضم المشاورۃ ودعاء الشہود
للاشہاد علی اختیارہا الطلاق اذا لم یکن عندہا من یدعوہم سواء تحولت عن مکانہا اولا فی الاصح خلاصہ اور قاطع مجلس کا نہین بیٹھنا
کھڑی عورت کا اور تکیہ لگانا بیٹھی کا اور اُٹھنا تکیہ لگانے والی کا اور بلانا باپ کا یا غیر اُسکے کسی اور کا باہم صلاح کرنے کے واسطے اور بلانا گواہون کا
گواہ کرنے کے واسطے اپنی طلاق کے اختیار کرنے پر جبکہ عورت کے نزدیک کوئی اُنکا بلا دینے والا نہو خواہ اُس بلانے مین عورت اپنے مکان سے ٹل گئی ہو
یا نہ ٹلی ہو دونون برابر ہین قول اصح مین کذا فی الخلاصہ معلوم ہوا کہ اگر باپ وغیرہ کو صلاح کرنے کو نہ بلایا یا ہوتے ہوئے دوسرے بلا دینے والے کے عورت خود
گواہون کے بلانے کو گئی تو مجلس بدل گئی اسکو اختیار نہ باقی رہا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شارح نے کہا کہ مشورہ بفتح میم وضم شین معجمہ بمعنی مشاورت ہے یعنے باہم
صلاح کرنا اور مصباح مین تصریح ہے کہ مشورہ مین دو لغت ہین لغت اول سکون شین کا اور فتح واو کا لغت ثانی ضمہ شین کا اور سکون واو کا اور قاموس
مین ہے کہ مشورہ مفعلہ کے وزن پر ہے نہ مفعولہ کے کذا فی حاشیۃ المدنی وایقافہا دابتہا لانتہا لا یقطع المجلس اور ٹھہرانا اُس سواری کا جسپر
عورت سوار ہے مجلس اختیار کو قطع نہین کرتا ولو اقامہا او جامعہا مکرہۃ بطل لتمکنہا من الاختیار اور اگر زوج نے بعد تخییر کے عورت کو مجلس سے
اُٹھایا یا زبردستی اُس سے صحبت کی تو باطل ہو گیا اختیار عورت کا واسطے قادر ہونے عورت کے اختیار سے یعنے حالت اقامت اور حالت
جماع مین عورت یون کہنے پر قادر تھی کہ اخترت نفسی پھر جبکہ اُسنے نہ کہا تو اختیار باطل ہو گیا والفلک لہا کالبیت وسیر دابتہا کسیرہا حتی
لا یتبدل المجلس بجری الفلک ویتبدل بسیر الدابۃ لاضافتہ الیہا اور کشتی عورت کے حق مین مانند کوٹھری کے ہے اور چلنا اُسکی سواری کا

مانند چلنے عورت کے ہے یہانتک کہ نہیں بدلتی مجلس کشتی کے بہنے سے اور بدلتی ہے سواری کے چلنے سے واسطے منسوب ہونے چال کے عورت کی طرف
اسواسطے کہ سواری بچے چلانے پر جانور چلتا ہے بخلاف کشتی کے الا ان تجیب مع سکوتہ او یکونا فی محمل یقودھا الجمال فانہا کالسفینۃ سواری کے چلانے سے اور عورت کے
خود چلنے سے مجلس بدل جاتی ہے مگر اسوقت مجلس نہیں بدلتی جب عورت بول اٹھے جواب میں زوج کے دیدینے کے ساتھ ہی یعنی فوراً اسکا جانور کے یا اپنے قدم آٹھا ہی
جواب پایا اور اگر پہلے قدم اٹھا پھر جواب پایا تو طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی نقلاً عن الہندیۃ یا کہ زوج اور زوجہ دونوں ایک کجاوے میں ہوں اور
اونٹ کو اونٹ والا ہانکتا ہو اسوقت میں مثل کشتی کے ہی یعنی اسکے چلنے سے مجلس نہیں بدلتی وفی اختاری نفسک لاتصح نیۃ الثلث لعدم تنوع الاختیار
بخلاف انت بائن او امرک بیدک او اختاری نفسک یعنی اپنی ذات کو اختیار کرلے اسمیں صحیح نہیں عورت کو تین طلاق کی نیت کرنا بسبب
عدم تنوع اختیار کے یعنے اختیار ایسا امر نہیں جو چند قسم ہو بخلاف انت بائن کے یا امرک بیدک کے اسواسطے کہ بینونت چند قسم ہوسکتی ہے یعنی بینونت صغریٰ
اور بینونت کبریٰ تو اگر انت بائن میں تین طلاق کی نیت کریگا تو صحیح ہے بسبب تنوع کے اور اسیطرح امر بالید بھی چند قسم ہے زوج کو اختیار کرے یا طلاق کو پھر
طلاق رجعی کو اختیار کرے یا بائن کو پھر بینونت صغریٰ کا ارادہ کرے یا کبریٰ کا بخلاف اختاری نفسک کے کہ اسمیں تنوع اور تعدد کو گنجایش نہیں اسواسطے کہ اختیار
عورت کا مفید ہے استخلاص نفس کو اور استخلاص کو بینونت اقتضاءً ثابت ہوا اور جو چیز اقتضاءً ثابت ہوتی ہے اسکو عموم نہیں ہے تو بقدر ضرورت تصحیح کلام کے اسکا
تقدیر ہوگی اور قدر ضرورت یہانپر ادنی مرتبہ ہے بینونت کا یعنی بینونت صغریٰ اسواسطے کہ بینونت صغریٰ سے بھی استخلاص نفس کا ملک زوج سے ہوجاتا ہے تو بینونت کبریٰ
یعنے تین طلاق کی نیت کرنا صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی بل تبین بواحدۃ ان قالت اخترت نفسی او انا اختار نفسی استحسانا بخلاف قولہ طلقی نفسک فقالت
انا طالق او انا اطلق نفسی لم یقع لانہ وعد جوہرۃ مالم یتعارف او تنوی الانشاء بلکہ اختاری نفسک میں بائن ہوگی عورت ایک طلاق کا اگر یوں کہیگی کہ میں نے اپنی
ذات کو اختیار کیا یا یوں کہے کہ میں اختیار کرتی ہوں اختار نفسی سے طلاق واقع ہوگی بدلیل استحسان کے برخلاف قیاس بخلاف اس قول کے کہ طلقی
نفسک تو عورت نے جواب میں کہا کہ انا طالق یعنے میں مطلقہ ہوں یا یوں کہا کہ میں اپنی ذات کو طلاق دیتی ہوں تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ وعدہ ایقاع طلاق کا
یہ قول خود ایقاع طلاق نہیں کذا فی الجوہرہ عدم وقوع طلاق جب تک ہے کہ وقوع طلاق اس لفظ سے متعارف نہو یا عورت نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اور اگر اس
زمانہ میں صیغہ مضارع سے یا جملہ اسمیہ سے طلاق واقع کرنا مروج اور مشہور ہو یا عورت نے ایسی ایقاع طلاق کی نیت کی ہو تو البتہ طلاق واقع ہوگی ہم قیاس
چاہتا ہے کہ انا اختار نفسی سے طلاق نہ واقع ہو اسواسطے کہ یہ وعدہ ہے خود انشاء طلاق نہیں یا انشاء تو ہے ماضی سے نہ مضارع سے لیکن باعتبار استحسان کے اس لفظ سے
طلاق واقع ہوتی ہے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ صحیح مسلم میں حدیث مروی ہے کہ جب آیت تخییر کی نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
سے حال کہا تو صدیقہؓ نے کہا کہ انی ارید اللہ و رسولہ والدار الآخرۃ یعنے میں اللہ اور اسکے رسول اور آخرۃ کے گھر کو چاہتی ہوں اور سلم کی دوسری روا
میں یوں ہے کہ بل اختار اللہ و رسولہ یعنے بلکہ میں اللہ اور اسکے رسول کو اختیار کرتی ہوں اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو بصیغہ مضارع معتبر
رکھا وذکر النفس او الاختیارۃ فی احد کلامیہما شرط لصحۃ الوقوع بالاجماع اور مذکور کرنا نفس کا یا لفظ اختیارہ کا زوجین میں سے ایک کے کلام میں شرط ہے واسطے
صحت وقوع طلاق کے باجماع صحابہ یعنے وقوع طلاق کا بلفظ اختیارہ باجماع صحابہ کرام معلوم ہوا ہے ہم ذکر نفس و اختیارہ کا بالخصوص ضرور نہیں بلکہ جو لفظ
قائم مقام نفس و اختیارہ کے ہے وہ بھی انکے دونوں لفظوں کی برابر ہے ویشترط ذکرہا متصلا فان کان منفصلا فان فی المجلس صح لانہا تملک
عنہ بالانشاء او بشرط ہے ذکر نفس کا یا اختیارہ کا متصل کلام میں پھر اگر منفصل ہو سو اگر اسی مجلس میں اسکا ذکر ہوگیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ عورت مجلس میں
انشاء طلاق کی مالکہ ہے تو ذکر نفس اور اختیارہ کی بھی مالک ہے والا لا الا ان یتصادقا علی اختیار النفس فیصح وان خلا کلامہما عن ذکر النفس لم یقع اجماعا
واقرہ المصنف والباقانی لکن ردہ الکمال بانہ لا کمال و نقل نحالق ضعف وشرط ذکر نفس کا عورت نے مجلس میں کیا تو ایقاع طلاق صحیح نہیں بلفظ طلقی نفسی ... اگر زوج

ف٥ یعنی سورۂ احزاب کی یہ آیت یا ایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات

اختيار نفس پر اتفاق کيا يعنے زوج نے زوجہ کی تصديق کی کہ اسنے اپنا نفس اختيار کيا تو طلاق واقع ہوگی اگرچہ دونوں کا کلام ذکر نفس سے خالی ہو كذا فی الدرر والغرر لفظ اتفاق بہا اور زيادت کہا ہے اس قول کو بہنسی اور باقانی نے ليکن رد کيا ہے اسکو کمال الدين محقق نے اور نقل کيا ہے اس قول کو اکمل الدين نے عنايہ ميں بصيغہ تمريض يعنی قيل کے لفظ سے تو ضعيف ہوا اس قول کا ٹھيک ہے بدون ذکر نفس کے تصادق زوجين کا کچھ اعتبار نہيں كذا فی النہر الفائق **فلو قال اختاری اختيارة او طلقة او امرک بيدک فقالت اخترت** فان ذكر الاختيارة كذكر النفس فی انها للوحدة وكذا ذكر التطليقة پھر اگر کہا زوج نے اختاری اختيارة يا يوں کہا اختاری طلقة يا يوں کہا کہ اختاری امرک تو طلاق واقع ہوگی اگر زوجہ نے کہا اخترت اسواسطے کہ ذکر لفظ اختيارة کا مانند ذکر نفس کے ہے خصوصيت طلاق ميں اسواسطے کہ لفظ اختيارة ميں تے واسطے وحدت کے ہے اور تا وحدت نشانی ہے اتحاد کی اور اسيطرح ذکر تطليقة کا وقوع طلاق ميں مثل ذکر نفس کے ہے بلکہ اس سے بھی صريح تر ہے كذا فی حاشية المدنی وتكرار لفظ اختاری وقولها اخترت ابی او امی او اهلی او الازواج يقوم مقام ذكر النفس اور تکرار لفظ اختاری کا اور يوں کہنا عورت کا کہ ميں نے اپنے باپ يا اپنی ماں کو يا اپنے اہل کو يا اپنے شوہروں کو اختيار کيا قائم مقام ہے ذکر نفس کے ليکن اختيار کرنا قوم کا يا اور کسی قرابت والے کا موجب طلاق کا نہيں ليکن اگر عورت کے ماں باپ نہوں اور اسکا بھائی ہو اور وہ کہے کہ ميں نے بھائی کو اختيار کيا تو اس صورت ميں بھی طلاق واقع ہوگی كذا فی حاشية المدنی نافلا عن البحر والشرط ذكرها فی كلام احدهما كما مثلنا فلو نقص الاختيارة كلامه كما ظن اور شرط ہے ذکر کرنا اسکا يعنے نفس يا قائم مقام نفس کا ايک کے کلام ميں خواہ زوج کے خواہ زوجہ کے چنانچہ ہمنے مثالوں ميں مذکور کيا تو يقين مخصوص ہے اسکا ذکر زوج کے کلام ميں چنانچہ بعضوں کا گمان ہے ولو قالت اخترت نفسی او زوجی او نفسی لا بل زوجی وقع اور اگر کہا عورت نے کہ ميں نے اختيار کيا اپنی ذات کو اور اپنے زوج کو يا يوں کہا کہ ميں نے اختيار کيا اپنی ذات کو نہيں بلکہ اپنے زوج کو اختيار کيا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جب اول اپنے نفس کو اختيار کيا تو طلاق واقع ہوگئی پھر زوج کو اختيار کيا تو يہ رجوع ہوا طلاق سے حالانکہ بعد وقوع طلاق کے اس سے رجوع کرنا درست نہيں كذا فی الاختيار من عدم الوقوع سهو اور جو کتاب اختيار ميں مسئلہ ثانيہ ميں عدم وقوع طلاق مذکور ہے سو خطا ہے نعم لو عكست لم يقع اعتبارا للمقدم وبطل امرها كما لو عطفته باو او ردشا بالقنيارة فاختارته او قالت الحقت نفسی باهلی ہاں اگر عورت اس کلام کو بالعکس کہے يعنے يوں کہے کہ ميں نے اختيار کيا اپنے زوج کو اور اپنے نفس کو يا يوں کہے کہ ميں نے اختيار کيا اپنے زوج کو نہيں بلکہ اپنے نفس کو تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب اعتبار مقدم کے يعنے جسکو اول ذکر کيا اسکا اعتبار ہوا اور موخر کا کچھ اعتبار نہيں اور باطل ہوگيا اختيار اسکا چنانچہ باطل ہے اختيار عورت کا اگر عطف کيا بحرف او يعنے يوں کہا کہ اخترت نفسی او زوجی يعنے اختيار کيا ميں نے اپنی ذات کو يا اپنے زوج کو اسواسطے کہ بسبب مذہب او متردد کے اختيار اسکا باطل ہوگيا طلاق واقع ہوئی يا زوج نے عورت کو رشوت دی تا کہ زوج ہی کو اختيار کرے سو اسنے زوج ہی کو اختيار کيا تو عورت کا اختيار باطل ہوا طلاق نہ واقع ہوئی اور زوج کو مال دينا واجب نہيں اسواسطے کہ رشوت دينا حرام ہے بلکہ اگر دی ہو تو پھير سکتا ہے يا زوج نے کہا اختاری اور عورت نے کہا الحقت نفسی باهلی يعنے ميں نے اپنی ذات کو اپنے لوگوں ميں ملايا تو طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ اختيار کا جواب ان الفاظ سے معروف اور مشہور نہيں كذا فی حاشية المدنی والطحاوی ولو كرر اى لفظ اختاری ثلثا بعطف او غيره فقالت اخترت او اخترت اختيارة او اخترت الاولى او الوسطى او الاخيرة يقع ثلثا بلا نية من الزوج لدلالة التكرار عليه اور اگر مکرر کيا زوج نے لفظ اختاری کو تين بار خواہ بعطف چنانچہ اختاری و اختاری و اختاری کہا يا تکرار بدون عطف کے کی چنانچہ اختاری اختاری اختاری کہا سو عورت نے جواب ميں فقط اخترت کہا يعنے ميں نے اختيار کيا يا يوں کہا کہ اخترت اختيارة يا يوں کہا کہ ميں نے پہلی يا درميانی يا پچھلی اختيار کی تو تين بار طلاق واقع ہوگی بدون نيت زوج کے واسطے دلالت کرنے تين بار کے تکرار کے اوپر طلاق کے اور صاحب کنز اور ہدايہ اور صدر الشہيد اور عتابی نے اسی قول کو پسند کيا ہے اسواسطے کہ جامع صغير ميں امام محمد نے اسميں نيت مشروط نہيں کی اور زيادات اور جامع کبير ميں اور قاضی خان وغيرہا ميں نيت مشروط ہے اور صاحب فتح القدير نے بھی شرط نيت کو پسند کيا ہے اسطرح اگر کہا کہ اختيار

اور درایت کے یہی قول معتمد ہے کہ نیت شروط ہے نذکر نفس کذا فی حاشیۃ المدنی وقال لایقع فی اخترت الاولی الی الآخرہ واحدۃ بائنۃ واختارہ الطحاوی بحر واقرہ
المقدسی وفی الحاوی القدسی وبہ ناخذ انتہی فقد افاد ان قولہما ہو المفتی بہ لان قولہم وبہ ناخذ من الالفاظ المعلم بہا علی الافتاء کذا بخط الشرف الغزی
محشی الاشباہ اور صاحبین نے کہا کہ اخترت الاولی میں اور اخترت الوسطی اور اخترت الاخرۃ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور طحاوی نے
اسکو پسند کیا ہے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مقدسی نے اور حاوی قدسی میں ہے کہ اسی روایت کو ہم لیتے ہیں تو حاوی قدسی کے کلام نے
البتہ یہ فائدہ بخشا کہ صاحبین ہی کا قول مفتی بہ ہے اسواسطے کہ فقہا کا یون کہنا کہ نا خذ یعنے ہم اسکو لیتے ان الفاظ سے ہے جن سے اعلام دیا جاتا ہے فتوی پر
ایسا ہی مرقوم ہے شرف غزی محشی اشباہ کے دستخط سے ولو قالت فی جواب التخییر المذکور طلقت نفسی او اخترت نفسی بطلیقۃ او اخترت الطلقۃ الاولی
بانت بواحدۃ فی الاصح لتفویضہ بالبائن فلا تملک غیرہ اور اگر عورت نے کہا تخییر مذکور کے جواب میں کہ طلاق دی میں نے اپنی ذات کو
یا اختیار کیا میں نے اپنی ذات کو ایک طلاق کر یا یہ کہ میں نے پہلی طلاق اختیار کی تو ایک طلاق کر بائن ہوگی مذہب اصح میں اسواسطے کہ زوج نے طلاق بائن تفویض کی ہے
تو عورت مالک نہین غیر بائن کی یعنے رجعی کو اختیار نہین کر سکتی امرک بیدک فی تطلیقۃ او اختاری تطلیقۃ فاختارت نفسہا طلقت
رجعیۃ لتفویضہ الیہا بالصریح ولقید للبینونۃ اذا قرن بالصریح صار رجعیا کعکسہ زوج نے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے ایک طلاق میں اور اختیار کر ایک طلاق کو
سو عورت نے اپنی ذات کو اختیار کیا تو اسکو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ زوج نے اسکو صریح طلاق تفویض کی اور صریح طلاق سے رجعی طلاق
واقع ہوتی ہے نہ بائن اور جو لفظ کہ بینونت کا فائدہ دیتا ہے جب صریح سے متصل ہوگا تو بائن بھی رجعی ہو جائیگا چنانچہ بالعکس اسکے یعنے جب صریح متصل بائن کے ہوگا
تو صریح بائن ہو جاتا ہے چنانچہ انت طالق بائن میں طلاق بائن ہی واقع ہوگی یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنے لفظ امر بالید اور لفظ اختیار کا بینونت کا مفید ہے
پھر طلاق رجعی ہونے کی کیا وجہ شارح نے جواب دیا کہ جب بائن کے بعد صریح متصل ہو تو رجعی ہو جاتا ہے اور صریح کے بعد بائن جب متصل ہوگا تو بھی رجعی ہوگا قید بقی وشلہا الباء
بخلاف لتطلقی نفسک او حتی تطلقی فہی بائنۃ مقید کیا مصنف نے مثال مذکور کو بحرف فی اور مثل فی کے ہے بھی ہے مقید کیا بسبب مخالف لتطلقی نفسک یا حتی تطلقی کے
کہ ان میں ایک طلاق بائن ہوتی ہے یعنے امرک بیدک فی تطلیقۃ میں رجعی طلاق ہوتی ہے بسبب اتصال صریح کے بائن کے ساتھ اسواسطے کہ فی اور بے یہان واسطے ظرفیت
کے ہے اور ظرف اور مظروف کا اتصال صریح ہے بخلاف امرک بیدک لتطلقی نفسک کے یعنے تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے تا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے یا یون کہا کہ امرک بیدک
حتی تطلقی یعنے تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے طلاق دینے تک کہ ان میں لفظ طلاق کا تصل ہے اسواسطے کہ علت اور غایت شی کی شی سے جدا ہوتی ہے تو جب صریح بائن سے
متصل نہوئی تو بائن ہی واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو جعل امرہا بیدہا لو لم تصل نفقتی الیک فطلقی نفسک متی شئت فلم تصل فطلقت کان بائنا لان
لفظۃ الطلاق لم تکن فی نفس الامر چنانچہ اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا اسطرح کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اگر میری طرف سے تجھکو خرچ نہ پہونچے تو طلاق دے
لیے اپنی ذات کو جب چاہے پھر زوج کیطرف سے خرچ نہ پہونچا سو عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہوگی اسواسطے کہ لفظ طلاق کا لفظ امر کی ذات سے
متصل نہ تھا پھر جب اتصال صریح کا بائن سے نہوا تو بائن طلاق واقع ہوگی ہم نفس الامر سے یہان واقع مراد نہیں بلکہ لفظ امرک بیدک مراد ہے قال فی فروع مسائل طلقہ شارح
کے قال الرجل خیر امرتی فلا خیار لہا الا ان یخیرہا زوج نے کسی مرد سے کہا طلاق کا اختیار دے میری زوجہ کو سو عورت طلاق کو اختیار نہین کر سکتی جب تک
وہ مرد عورت کو اختیار نہ دے اسواسطے کہ زوج نے ایک امر کا امر کیا تو جب وہ مرد اسکو نکریگا زوج کا مامور حاصل ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر
بخلاف اخبرہا بالخیار لاقرارہ بہ بخلاف اس قول کے کہ اگر زوج نے کسی مرد سے کہا کہ خبر کر دے عورت کو اختیار کی سو عورت نے قبل خبر پہونچانے اس مرد
کے طلاق لی تو طلاق واقع ہوگی بسبب اقرار کرنے زوج کے اختیار کے یعنے اس قول میں اختیار مقدم ہے خبر پر تو گویا زوج نے خود ثبوت اختیار کا اقرار کیا
قال لہا انت طالق ان شئت واختاری فقالت شئت واخترت وقع ثنتان زوج نے کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اختیار کر طلاق کو

سو کہا زوجہ نے کہ میں نے چاہا اور اختیار کیا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک مشیت سے اور دوسری اختیار سے قال اختاری الیوم وغدا تحد کہا زوج نے
کہ اختیار کر آج اور کل تو یہ ایک ہی اختیار ہوا تو اگر عورت آج کے اختیار کو رد کریگی تو کل کا بھی اختیار باطل ہوگا ولو قال اختاری الیوم واختاری غدا تعدد
اور اگر کہا کہ اختیار کر آج اور اختیار کر کل تو یہ متعدد ہوا یعنے دو اختیار ہوے بسبب اعادہ لفظ اختیار کے بواسطہ عطف کے او عطف مقتضی ہے مغایرت کا
تو آج کے اختیار رد کرنے سے کل کا اختیار نہ باطل ہوگا قال اختاری الیوم او امرک بیدک ہذا الشہر خیرت فی بقیتہما کہا کہ اختیار کر آج یا یوں کہا کہ تیرا امر
تیرے ہاتھ میں ہے اس مہینے میں تو مختار ہوگی عورت بقیہ دن میں اور بقیہ مہینے میں یعنے اگر زوج نے پہر دن چڑھے اختیار دیا تو تین پہر تک اختیار عورت کو
حاصل ہے اور اگر مثلا دسویں تاریخ اختیار دیا تو انیس یا بیس دن تک اختیار رہے وان قال یوما او شہرا فمن ساعۃ تکلم الی مثلہا من الغد والی تمام ثلثین یوما اور اگر
زوج نے کہا اختاری یوما یعنے اختیار کر ایک دن یا یوں کہا کہ اختیار کر ایک مہینا یعنے یوم اور شہر کو نکرہ کہا تو بولنے کے وقت سے دوسرے دن کے اسی وقت تک
پہلی صورت میں اور بولنے کے وقت سے پورے تیس دن تک دوسری صورت میں عورت مختار ہو طلاق کی ولو جعلہ لہا رأس الشہر خیرت فی اللیلۃ الاولی ویومہا اور اگر زوج نے عورت کا اختیار
مہینے کے سرے پر قرار دیا تو عورت مختار ہوگی اس مہینہ کی پہلی رات اور اسکے دن میں ولا یبطل الموقت بالاعراض بل بمضی الوقت علمت او لا اور باطل نہیں ہوتا معین وقت با مجلس
عورت کے اعراض اور روگردانی سے بلکہ اختیار باطل ہوتا ہے وقت معین کے گذرنے سے عورت کو تخییر کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو بخلاف اختیار غیر معین کے کہ وہ اعراض سے باطل ہوتا ہے

باب الامر بالید

یہ باب ہے امر بالید کا امر بمعنی شان یعنی حال کے ہے اور ید بمعنی تصرف کے یعنی یہ باب ہے طلاق عورت کے حال کے بیان کا جس طلاق کو اسکے زوج نے اسکے تصرف میں کر دیا
تخییر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تخییر باجماع صحابہ ثابت ہے بخلاف امر بالید کے اگرچہ یہاں اختلاف نہیں لیکن صحابہ کا اجماع نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ہو کالاختیار الا فی نیۃ الثلث
لا غیر امر بالید مانند اختیار کے ہے نیت کیطرف محتاج ہونے میں اور مجلس تک مقید ہونے میں اور نفس کے ذکر کرنے میں یا جو نفس کے قائم مقام ہو مگر تین طلاق کی نیت کرنے
میں اختیار کے مانند نہیں ہے اسکے غیر میں یعنی فقط اتنا فرق ہے کہ اختیار میں تین طلاق کی نیت صحیح نہیں اور امر بالید میں صحیح ہے باقی امور میں دونوں برابر ہیں
**اذا قال لہا ولو صغیرۃ لانہ کالتعلیق بزازیۃ امرک بیدک او بشمالک او فمک او لسانک ینوی ثلثا ای تفویضہا فقالت فی مجلسہا اخترت نفسی بواحدۃ
او قبلت نفسی او اخترت امری او انت علی حرام او منی بائن او انا منک بائن او طالق وقعن** جبکہ کہا زوج نے زوجہ سے اگرچہ عورت صغیرہ ہو اسواسطے
کہ امر بالید مثل تعلیق کے ہے کذا فی البزازیہ اس طرح کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے یا تیرے بائیں ہاتھ میں ہے یا تیرے منہہ میں یا تیری زبان میں ہے تفویض
تین طلاق سے تین کی نیت کر کے کہا سو زوجہ نے اپنی مجلس میں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو اختیار واحدہ کر اختیار کیا یا قبول کیا میں نے اپنی ذات کو
یا اختیار کیا امر اپنا یا عورت نے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے یا کہ تو مجھ سے بائن ہے یا کہ میں تجھ سے بائن ہوں یا طالق ہوں تو سب صورتوں میں تین طلاق واقع ہونگی ہم صغیرہ کی تخییر
صحیح ہے مثل تعلیق کے یعنے اگر یوں کہا کہ ان اخترت نفسک فانت کذا پھر جب صغیرہ اختیار کریگی تو شرط پائی جاویگی تو طلاق واقع ہوگی اسیطرح صغیرہ کے ایقاع سے
بھی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جانور کے فعل سے بھی تعلیق صحیح ہے اسیطرح صغیرہ کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو قال ابوہا قبلتہا خلاصۃ وینبغی ان یقید بالصغیرۃ اور
اسیطرح تین طلاق واقع ہونگی اگر تفویض مذکور میں عورت کے باپ نے کہا کہ میں نے قبول کیا انکو یعنی تین طلاق کو کذا فی الخلاصۃ اور لائق یوں ہے کہ اس مسئلہ کو مقید
بصغیرہ کیجیے یعنے صغیرہ کے باپ کا قبول بھی موجب ہے طلاق کا ہم شارح نے قید صغیرہ کی مصنف نہر الفائق کی تقلید سے لگائی حالانکہ اسکی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عبارت
خلاصہ میں ہے بلا قید یعنی لفظ لو جعل امرہا بیدہا فقال ابوہا قبلت طلقت اسواسطے کہ امر جب باپ کے ہاتھ میں ہوا اور پھر اسنے قبول کیا تو طلاق واقع ہو جاویگی خواہ عورت صغیرہ ہو
خواہ کبیرہ اسواسطے کہ یہ مانند تعلیق کے ہے بلکہ اجنبی شخص کو اختیار دینا بھی صحیح ہے اگرچہ عورت کبیرہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی المحشی وانما کان طلاق
وامرک بیدک لتہدو یدک او امری بیدک علی المختار خلاصۃ کامرک بیدک وذکر اسم اللہ تعالی للتبرک ای ان لم ینو ثلثا فواحدۃ اور یوں قوال نفی میرے ہاتھ میں تجھکو تیری طلاق وقاریت لی (؟)

امر تیرا خدا کے ہاتھ میں ہے یعنے اختیار میں اور تیرے ہاتھ میں ہے اور امر میرا تیرے ہاتھ میں ہے بنا بر قول مختار کے کذا فی الخلاصۃ یا اقوال مذکورہ مانند امرک
بیدک کے ہین تین طلاق واقع ہونے میں بشرط نیت کے اور اس قول میں کہ امرک بید اللہ و بیدک ذکر اسم اللہ تعالی کا محض برکت کیواسطے ہے اور اگر ان اقوال میں
تین طلاق کی نیت نکریگا تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی و لو طلقت ثلثا فقال نویت واحدۃ و لا دلالۃ حلف وتقبل بینتہا علی الدلالۃ کما مر اور اگر امر بالید میں
عورت نے اپنی ذات کو تین طلاق سے مطلقہ کیا پھر زوج نے کہا کہ مینے تخییر میں ایک ہی کی طلاق نیت کی تھی اور حالانکہ دلالت حال اسوقت موجود نہیں
تو قسم لیجاویگی زوج سے تین طلاق کی نیت کرنے پر اور اگر عورت گواہ لاویگی تو مقبول ہونگے اُسکے گواہ دلالت حال پر یا اُسکے اقرار پر چنانچہ یہ مضمون باب الکنایات
میں مذکور ہو چکا و اتحاد المجلس علمہا و ذکر النفس او ما یقوم مقامہا شرط فلو جعل امرہا بیدہا ولم تعلم بذلک وطلقت نفسہا لم تطلق لعدم شرطہ نیتہ
اور متحد ہونا مجلس تخییر اور اختیار کا اور دریافت کرنا عورت کا تخییر زوج کو اور مذکور ہونا نفس یا اُسکے قائم مقام کا شرط ہے سو اگر زوج نے لفظ امر بالید کا عورت کو
اختیار دیا اور اُسکو اسکا علم نہوا اور عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو عورت پر طلاق نہ پڑیگی بسبب نہ پائے جانے شرط وقوع طلاق کے یعنے علم کے کذا فی الخانیہ
وکل لفظ یصلح للایقاع منہ یصلح للجواب منہا و ما لا یصلح للایقاع منہ فلا یصلح للجواب منہا فلو قالت انا طالق او طلقت نفسی وقع بخلاف نحو
طلقتک لان المرأۃ توصف بالطلاق دون الرجل اختیار اور جو لفظ کہ لیاقت رکھتا ہے ایقاع طلاق کی جانب زوج سے وہی لیاقت رکھتا ہے جواب کی
جانب زوجہ سے اور جو ایقاع کی لیاقت نہیں رکھتا جانب زوج سے وہ عورت کی طرف سے بھی جواب کی لیاقت نہیں رکھتا تو اگر عورت نے کہا کہ
میں طالق ہوں یا یوں کہا کہ مینے اپنی ذات کو طلاق دی تو واقع ہو گی اسواسطے کہ دونوں لفظ ایقاع طلاق کے لائق ہیں جانب زوج سے
بخلاف ایسے قول کے کہ عورت مرد سے کہے کہ مینے تجھکو طلاق دی ہر چند یہ لفظ ایقاع زوج کے لائق ہے لیکن عورت کے جواب کے لائق نہیں اسواسطے
کہ عورت موصوف ہوتی ہے وقوع طلاق کے نہ مرد کذا فی الاختیار یعنی عورت پر طلاق واقع ہوتی ہے نہ مرد پر الا لفظ الاختیار خاصۃ فانہ لیس
الفاظ الطلاق ویصلح جوابا منہا بدائع مگر لفظ اختیار کا خاص کر اسواسطے کہ لفظ اختیار کا طلاق واقع کرنے کے الفاظ سے نہیں اور حالانکہ جواب کے لائق ہے
عورت کیطرف سے کذا فی البدائع لکن یرد علیہ صحتہ بقبولہا وقبول ابیہا کما مر فتدبر لیکن اعتراض وارد ہوتا ہے مصنف کے حصر کرنے پر جواب صحیح ہونے کا
عورت کے قبول کرنے سے اور اُسکے باپ کے قبول کرنے سے چنانچہ اسی باب میں تقریب مذکور ہو چکا سو اسکو غور کر یعنے مصنف نے دعوی کیا کہ سوائے لفظ اختیار کے
جو لفظ صالح ہے ایقاع کا وہی صالح ہے جواب کا اور حالانکہ قبول کرنا زوجہ اور اُسکے باپ کا جواب کا صالح ہے اور ایقاع کا صالح نہیں اور جواب مصنف کیطرف سے
یوں ہوسکتا ہے کہ قبول کا جواب ہونا بتقدیر طلاق کے ہے یعنے گویا عورت یوں کہتی ہے کہ مینے طلاق قبول کی اور طلاق کا لفظ ایقاع اور جواب دونوں کے
لائق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی قولہا فی جوابہ طلقت نفسی او اخترت نفسی بتطلیقۃ بائنۃ بواحدۃ لما مر ان المعتبر تفویض الزوج لا ایقاعہا اور
یوں عورت کے کہنے میں مرد کے جواب امر بالید میں کہ مینے اپنی ذات کو مطلقہ کیا ایک طلاق کر یا یوں کہا کہ مینے اپنی ذات کو پسند کیا ایک طلاق کر تو
بائن ہو گی ایک طلاق کر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معتبر بائن یا رجعی ہونے میں تفویض زوج کی ہے نہ ایقاع عورت کا یعنے ہر چند عورت کے جواب میں لفظ طلاق ہے اور
لفظ طلاق سے رجعی واقع ہوتی ہے نہ بائن لیکن چونکہ زوج نے بلفظ امر بالید بائن کی تفویض کی تو اُسی کی تفویض کا اعتبار ہوگا نہ عورت کے جواب کا اور
جبکہ مرد نے تین طلاق کا اختیار عورت کو دیا تو ایک طلاق کا بھی اسکو اختیار ہوگا ولا یدخل اللیل فی قولہ امرک بیدک الیوم وبعد غد لانہما تملیکان فلا یدخل ہوگی رات
مرد کے اس قول میں کہ تیرا امر تیرے ہاتھ آج اور کل کے بعد یعنی پرسوں رات اسواسطے داخل نہیں کہ اس قول میں دو تملیکیں ہیں جدا جدا فان ردت الامر فی یومہا بطل
فی ذلک الیوم وکان امرہا بیدہا بعد غد ولو طلقت لیلا لم یصح لا التعلیق الا مرہ سو اگر شال مذکور میں رد کیا عورت نے اختیار آج کا تو باطل ہوگا اختیار اسدن کا تو اسکا اختیار باقی
رہیگا پرسوں اور اگر عورت طلاق دیگی رات کو تو صحیح نہوگی اسواسطے کہ رات اس تخییر میں داخل نہیں اور طلاق نہ دیگی عورت مگر ایکبار یعنے ہر چند دو تملیکین ہیں یہاں جدا جدا لیکن ایک طلاق کے سوا

وہ طلاق نہیں دے سکتی کذا فی حاشیۃ الحموی یدخل اللیل فی امرک بیدک الیوم وغدا وان ردته فی یومها لم یبق فی الغد لانه تفویض واحد اور داخل ہو رات
اس قول میں کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے آج اور کل اور اگر عورت رد کریگی تفویض کو آج تو باقی نہ رہیگا اختیار کل کے دن میں اسواسطے کہ یہ ایک ہی تفویض تھی قولہ فی
امرک بیدک الیوم وامرک بیدک غدا فهما امران لم یذکر خلافا ولا یدخل اللیل کما لا یخفی اور اگر زوج کہیگا کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے آج اور امر تیرا
تیرے ہاتھ میں ہے کل تو یہ دو امر ہیں اسواسطے کہ دو کلام مستقل ہیں اور قاضی خان میں اس مسئلہ میں خلاف فقہا کا مذکور نہیں کیا اور اس مسئلہ میں رات نہیں داخل ہے چنانچہ مخفی نہیں کذا
فی حاشیۃ المدنی تنبیہ یہ آگاہ کرنا ہے شارح کیطرف سے دفع تناقض وغیرہ سے ظاہر مرادہ بر تدبیرہا لکن فی العمادیۃ اذا بدأت قبل قبوله لا بعده کالابراء ظاہر مطلب
مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ اختیار عورت کا پھر جاتا ہے اسکے رد کردینے سے اور ذخیرہ میں ثابت ہے کہ امر بالید لازم ہے عورت کے رد کرنے سے رد نہیں ہوتا دونوں قول
میں تناقض ثابت ہوا لیکن عمادیہ میں توفیق اس تناقض کی یوں مذکور ہے کہ امر بالید میں اختیار عورت کا پھر جاتا ہے قبل قبول کرنے امر کے نہ بعد قبول کرنے کے یعنی اگر
عورت نے صرف تخییر کو قبول نہیں کیا تو رد کرسکتی ہے اور بعد قبول کر چکنے کے رد نہیں کرسکتی مانند ابرا کے یعنی قرض سے ابرا کرنا ہے چنانچہ قرضدار کے قبول
کرنے پر موقوف نہیں لیکن اسکے رد کرنے سے رد ہوجاتا ہے اور مراد قبول سے یہاں بالیقین مفوض الیہ کی ہے قبول لفظی ضرور نہیں تو اگر عورت نے بعد تفویض کے اپنی ذات کو
اختیار کیا تو طلاق واقع ہوچکی اب یہ طلاق نہیں رد ہوسکتی اور یہ دفع تناقض کا نہایت خوب ظاہر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وانه فی التمہید لا یبقی فی الغد لکن فی البزازیۃ
امرک بیدک الی راس الشهر فقالت اخترت زوجی یبطل خیارها فی الیوم ولها ان تختار نفسها فی الغد عند الامام ووجهه فی الدرایۃ انه متی ذکر الوقت اعتبر تعلیقا
والا اعتبر تملیکا اور ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ تخییر متحد میں یعنے امرک بیدک الیوم وغدا میں اگر عورت اول دن انکار کریگی تو دوسرے دن میں بھی
اختیار عورت کا باقی نہ رہیگا اور بزازیہ میں یوں ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اس مہینے کے سرے تک پھر عورت نے کہا کہ میں نے
اپنے زوج کو اختیار کیا تو باطل ہوگا اختیار اسکا اسدن جسدن اسنے یہ کہا اور جائز ہے عورت کو کہ اپنے نفس کو اختیار کرے بعد اسکے نزدیک امام کے بخلاف ابی یوسف کے
تو باوجود تخییر متحد ہونے کے ایک دن اسکو رد کرنے سے دوسرے دن کا اختیار باقی رہا تو یہ قول اول قول کا متناقض ہوا اور وجہ قول امام کی درایہ میں مذکور ہے کہ جب تفویض کیساتھ
وقت مذکور ہوگا تو اسکو تعلیق سے تعبیر کرینگے اور اگر وقت مذکور نہیں تو اسکو تملیک قرار دینگے جاننا چاہیے کہ یہاں دونوں قضیوں میں وقت مذکور ہے تو شارح کی تقریر سے
تناقض نہ دفع ہوا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو یہاں اثبات تناقض منظور ہے نہ دفع تناقض کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو طلقها بائنا هل یبطل الامر بالید ان کان التفویض منجزا
نعم وان کان معلقا کان دخلت الدار فامرک بیدک او موقتا لا کما فی العمادیۃ باقی رہا بیان اس مسئلہ کا کہ اگر زوج نے اول تفویض کی پھر اسکو طلاق بائن دی تو آیا باطل
ہوا اختیار عورت کا جواب اسکا یہ ہے کہ اگر تفویض منجز تھی یعنے معلق شرط پر نہ تھی تو ہاں اسکا اختیار باطل ہوا اسواسطے کہ اگر باطل نہ ہو تو لازم آوے لاحق ہونا بائن کا بائن کو
اور حالانکہ یہ جائز نہیں اور اگر تفویض معلق ہے اسطرح کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو امر تیرا میرے ہاتھ میں ہے یا تفویض موقت ہے اسطرح کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے کل
تو اختیار عورت کا باطل نہ ہوگا اسواسطے کہ بائن معلق اور بائن موقت کا لاحق ہونا جائز ہے چنانچہ سابق میں گذرا کذا فی العمادیۃ لکن فی البحر عن القنیۃ ظاہر الروایۃ ان المعلق
کالمنجز لکن بحر الرائق میں قنیہ سے منقول ہے کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ تفویض معلق مانند تفویض منجز کے ہے یعنے دونوں صورتوں میں اختیار باقی نہیں رہتا تو جواب اسکا یہ
کی تفصیل معتمد اسواسطے کہ ظاہر روایت مقدم ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے لکھا علی ان امرها بیدها صح نکاح کیا مرد نے عورت سے اس شرط پر کہ عورت طلاق
کی مختار ہے تو نکاح صحیح ہے بحر الرائق میں خلاصہ و بزازیہ سے اسکی تفصیل مذکور ہے یعنے اگر شرط مرد کی طرف سے ہے تو عورت کو اختیار نہیں اور اگر عورت کیطرف سے ہے
تو اختیار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ادعت جعله امرها بیدها لم تسمع الا ان طلقت نفسها بحکم الامر ثم ادعته فتسمع اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کے مختار کرنے کا
عورت کو اس دعوی کی سماعت نہ ہوگی مگر جبکہ طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو بموجب امر زوج کے پھر اس تفویض کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور گواہ طلب ہونگے فقالت طلقت
فی المجلس بلا تبدل وانکر فالقول لها کہا عورت نے کہ میں نے طلاق دی اپنی ذات کو مجلس میں بلا تبدل مجلس کے اور زوج نے اسکا انکار کیا تو عورت ہی کا قول مقدم ہوگا جعل امرها بیدها

بغیر جنایۃ نفسہا ثم اختلفا فالقول لہ لانہ منکر مرد نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا اگر اسکو بے قصور یا بے قصور اسکو مارا پھر دونوں مختلف ہوئے زوج کہتا ہے کہ میں نے
قصور پر مارا زوجہ کہتی ہے کہ نہیں بلا قصور مارا تو مرد ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے ولا تقبل بینتہا علی الشرط المنفی کما سیجی اور مقبول ہوتے ہیں گواہ عورت کے
شرط منفی پر چنانچہ باب التعلیق میں اسکا ذکر آ چکا یعنے اگر عورت گواہ لاوے کہ زوج نے اسکو بلا قصور مارا تو لائق یہ ہے کہ مقبول ہوں ہر چند نفی پر گواہ مقبول نہیں لیکن
شرط منفی پر مقبول ہیں طالت ولیاہا طلاقہا فقال الزوج لابیہا ماترید منی افعل ما ترید فخرج فطلقہا ابوہا لم تطلق ان لم یرد الزوج التفویض والقول لہ فیہ خلاصہ
عورت کے والدین نے عورت کی طلاق طلب کی سو زوج نے اسکے باپ سے کہا کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے کر جو تیرا جی چاہے اور یہ کہکر زوج باہر نکلا پھر عورت کے باپ نے اسکو
طلاق دی تو عورت کو طلاق نہو گی اگر زوج نے اس قول سے تفویض طلاق کا ارادہ نہ کیا اور زوج ہی کا قول اسمیں معتبر ہوگا کذا فی الخلاصہ لاتدخل نکاح الفضولی
ما لم یقل ان دخلت امرأۃ فی نکاحی نہ داخل ہوگا نکاح فضولی کا جبتک زوج یوں نہ کہے کہ اگر داخل ہو عورت میرے نکاح میں یعنے زوجہ سے زوج نے کہا کہ اگر میں تجھ پر دوسری
عورت سے نکاح کروں تو اسکی طلاق تیرے اختیار میں ہے پھر ایک عورت داخل ہوئی اسکے نکاح میں فضولی کے نکاح کر دینے سے اور زوج نے فضولی کے نکاح کو جائز رکھا تو زوجہ اولی اسکی طلاق
کی مالک نہو گی اسواسطے کہ زوج نے اس عورت سے خود نکاح نہیں کیا بلکہ دوسرے شخص نے اسکا نکاح کر دیا اور زوج نے اسکو جائز رکھا اسیطرح اگر وکیل نے نکاح کر دیا کذا فی حاشیۃ المدنی جعل امرہا
بید رجلین فطلقہا احدہما لم تقع زوج نے طلاق عورت کی دو شخص کو تفویض کی پھر ان میں سے ایک شخص نے طلاق عورت کو دی تو طلاق واقع نہ ہوگی اسواسطے کہ ایک کو فقط اختیار نہ تھا

فصل فی المشیئۃ

یہ فصل مشیت میں یعنے وہ مسائل جنمیں طلاق عورت کی خواہش پر زوج نے رکھی لیکن اول مصنف نے مسئلہ طلقی نفسک کا مقدم کیا مسائل مشیت پر

قال لہا طلقی نفسک ولم ینو او نوی واحدۃ او ثنتین فی الحرۃ فطلقت وقعت رجعیۃ وان طلقت ثلثا ونواہ وقعن وقید بخطابہا لانہ لو قال
طلقی ای نسائی شئت لم تدخل تحت عموم خطابہ کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور کچھ نیت نہ کی یا ایک طلاق کی نیت کی یا دو
طلاق کی نیت کی حرہ میں پھر زوجہ نے اپنی ذات کو طلاق دی خواہ ایکبار خواہ دوبار خواہ تین بار اور یہ تینوں صورتیں عدم نیت کے ساتھ ہوں
یا ایک طلاق کی نیت کے ساتھ ہو یا دو طلاق کی نیت کے ساتھ ہو تو ان سب صورتوں میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت نے تین بار طلاق دی اور
مرد نے نیت بھی تین کی کی تھی تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہونگی مصنف نے طلقی نفسک کو عورت کے خطاب سے مقید کیا اسواسطے کہ اگر یوں کہتا کہ تو طلاق دے میری
عورتوں میں سے جس عورت کو کہ تو چاہے تو مخاطبہ اس عموم خطاب میں داخل نہ ہوگی یعنے بسبب قرینہ مقام کے مخاطبہ اس صورت میں خود اپنی ذات کو طلاق دے سکتی وتقع لہا
فی جوابہ ابنت نفسی طلقت رجعیۃ ان اجازہ لانہ کنایۃ اور زوج کے جواب میں یعنی طلقی نفسک کے جواب میں عورت کا یوں کہنا کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق بائن دی
ایک طلاق رجعی اسپر واقع ہوگی اگر زوج نے اسکو جائز رکھا اسواسطے کہ ابنت نفسی کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہوتا ہے نیت کا اور زوج نے طلاق رجعی کو مفوض کیا اور زوجہ نے
طلاق بائن دی تو اصل طلاق میں دونوں کلام موافق ہیں وصف بینونت زوجہ نے زیادہ کیا تھا سو لغو ہو گیا اور یہ جو شارح نے اجازت زوج کی شرط لگائی اور
بسبب کنایہ ہونے کے احتیاج نیت کیطرف اشارہ کیا سو اسکی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ طلاق کا حکم کرنا صاف دلیل ہے کہ زوج نے طلاق کی نیت کی تو اب کیا حاجت
رہی اجازت و نیت کی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی لا باخترت نفسی ان اجازہ لان الاختیار لیس بصریح ولا کنایۃ اور نہ واقع ہوگی طلاق عورت کے اس قول
سے کہ میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ زوج اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ لفظ اختیار نہ طلاق صریح میں داخل ہے نہ کنایہ میں اور لفظ اختیار سے ایقاع طلاق نہیں ہوتا تو جواب
بھی نہ لگا چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ولا یملک الزوج الرجوع عنہ ای عن التفویض بانواعہ الثلثۃ لما فیہ من معنی التعلیق اور مالک نہیں زوج تینوں قسم کی تفویض سے
رجوع کرنے کا خواہ تفویض بلفظ تخییر ہو خواہ بلفظ امر بالید ہو خواہ یوں ہو کہ طلقی نفسک رجوع کا اختیار اسواسطے نہیں کہ تفویض میں تعلیق کے معنی پائے جاتے ہیں اور تعلیق میں
رجوع کا اختیار نہیں تو تفویض میں بھی نہیں وتقید بالمجلس لانہ تملیک الا اذا زاد متی شئت ونحوہ مما یفید عموم الوقت فتطلق مطلقا اور امر تطلیق کا مقید ہے مجلس علم
سے اسواسطے کہ تملیک ہے مگر جبکہ زوج نے متی شئت اور مانند اسکے جو عموم وقت کا مفید ہو زیادہ کیا ہو تو عورت مطلقہ ہوگی مطلقا یعنے ہر وقت طلاق دے سکیگی یعنی

جب زوج نے کہا کہ طلقی نفسک ان شئت و اذا شئت تو مجلس اور غیر مجلس ہر وقت عورت کو اختیار ہے ولو قال لرجل فوض الیک او قال لہا طلقی ضرتک لم یتقید
بالمجلس لانہ توکیل فلہ الرجوع الا اذا زاد وکلما عزلتک فانت وکیل اور اگر کہا زوج نے کسی مرد سے اس کلام کو یعنی اپنی زوجہ کی تطلیق کو یا کہا زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی
سوت کو تو یہ مقید بمجلس نہ ہوگا تو اسکو مجلس اور بعد مجلس کے طلاق دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ یہ کلام خالص توکیل ہے تملیک کا اسمیں لگاؤ نہیں پھر جب توکیل ہوئی تو زوج کو رجوع کرنا
بھی درست ہے اسواسطے کہ وکالت عقد جائز ہے نہ لازم مگر جس وقت کہ زوج نے امر تطلیق کے ساتھ اتنا مضمون زیادہ کیا کہ ہر وقت کہ میں تجھکو معزول کر دوں سو تو میرا وکیل ہے تو اب زوج
وکیل کو معزول نہیں کر سکتا ہے بحر الرائق میں اس وکالت دائمہ کے عزل کی تدبیر یوں بتلائی کہ یوں کہے کہ میں نے تجھکو جمیع وکالات سے معزول کیا کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا زاد
ان شئت فیتقید بہ ولا یرجع لصیرورتہ تملیکا توکیل مقید بمجلس نہیں ہوتی مگر جبکہ توکیل میں زوج نے ان شئت کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں کہا طلاق دے تو سوت کو اگر تیرا جی
چاہے تو اسوقت میں مقید بمجلس ہوگا اور زوج رجوع نہ کر سکیگا بسبب ہو جانے توکیل کے تملیک یعنی جب وکیل کی خواہش پر تفویض ہوئی تو وکالت باقی رہی اسواسطے کہ وکالت میں
خواہش یا عدم خواہش وکیل کو دخل نہیں ففی الخانیۃ طلقہا ان شئت فلم تشأ کیا ما تشأ رضا فاشارت فی مجلس علمہا طلاقہا فی مجلسہا لا فیما الوکلاء عنہ غافلون خانیہ میں ہے کہ ایک
مرد نے زوج سے کہا کہ طلاق دے زوجہ کو اگر وہ چاہے تو وہ مرد وکیل نہ ہوگا جبتک عورت طلاق کی خواہش کریگی پھر جب عورت طلاق کی خواہش کریگی اپنی مجلس علم میں تو یہی وکیل اسکو طلاق دے اپنی مجلس
میں نہ غیر اس مجلس میں اسواسطے کہ مشیت عورت کی منحصر ہو مجلس پر تو اسیطرح وکالت اسکی مشیت کی بھی مجلس پر منحصر ہوگی اور وکیل اس مسئلہ سے غافل ہیں یعنی وکلاء طلاق نہیں جانتے کہ
ایقاع طلاق مشیت کی مجلس تک مقید ہے تو یہ مسئلہ مستثنی ہے اس قاعدے سے کہ وکالت مجلس کی مقید نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ناقلا عن النہر قال لہا طلقی نفسک
ثلثا او ثنتین فطلقت واحدۃ وقعت لانہ بعض ما فوضہ کذا الوکیل ما لم یقل بالف کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین بار یا دو بار پھر زوجہ نے اپنی ذات کو ایک بار
طلاق دی تو یہ ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک طلاق بعض ہے تفویض زوج کی یعنی جب کل کا اختیار ہے تو بعض کا بھی ہوگا اور اسیطرح وکیل کا حکم ہے جبتک یوں زوج نہ کہے عوض ہزار کے
یعنی وکیل کو تین یا دو طلاق کا اختیار دیا اور وکیل نے ایک طلاق واقع کی تو واقع ہوگی اور اگر وکیل سے زوج نے یوں کہا کہ زوجہ کو تین طلاق دے بعوض ہزار درم کے مثلا تو اسصورت میں
اگر وکیل ایک طلاق واقع کریگا تو نہ واقع ہوگی لا یقع شیء فی عکسہ خلافا لہما نہ واقع ہوگی کوئی طلاق اسکے بالعکس میں یعنی اگر یوں کہا کہ ایک طلاق دے اپنی ذات کو سو عورت نے
یکبارگی تین دیدی تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوگی طلقی نفسک ثلثا ان شئت فطلقت واحدۃ وعکسہ لا یقع فیہما
لاشتراط الموافقۃ لفظا الا فی تعلیق الخانیۃ امرہا ببعض فطلقت ثلثا او بواحدۃ فطلقت نصفا لم یقع کہا مرد نے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین طلاق اگر تو چاہے سو طلاق دی
عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق اور اسیطرح بالعکس یعنی طلاق دے اپنی ذات کو ایک طلاق سو عورت نے تین طلاق واقع کیں تو ان دونوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے
شرط ہے موافقت لفظی کے اسواسطے کہ خانیہ کے باب التعلیق میں ہے کہ امر کیا زوج نے زوجہ کو دو طلاق کا اسطرح پر کہ اپنی ذات کو دو طلاق دے اگر تو چاہے پھر عورت نے تین طلاق
واقع کیں یا امر کیا تھا ایک طلاق کا سو عورت نے نصف طلاق واقع کی تو دونوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہوگی بسبب مخالفت لفظی کے اس مسئلہ میں اور موافقت لفظی سے موافقت
معنوی کافی نہیں بخلاف مسئلہ سابقہ کے جسمیں مشیت پر تعلیق نہیں امرہا ببائن او رجعی فعکست فی الجواب وقع ما امر الزوج ولغو وصفہا والاصل ان المخالفۃ
فی الوصف لا تبطل الجواب بخلاف الاصل ہذا اذا لم یکن معلقا بمشیتہا فان علقہ بمشیتہا فعکست لم یقع شیء لانہا ما اتت بمشیتہ ما فوض الیہا خانیہ حکم
امر کیا مرد نے عورت کو طلاق بائن کا یا رجعی کا سو عورت نے جواب میں بالعکس کہا یعنی پہلی صورت میں طلاق رجعی اور دوسری صورت میں طلاق بائن واقع کی تو وہی
طلاق واقع ہوگی جسکا زوج نے امر کیا ہے اسواسطے کہ اصل طلاق حاصل ہے ساتھ زیادتی وصف کے یعنی رجعی ہونا یا بائن ہونا سو اصل قائم رہیگی اور وصف لغو ہو جائیگا
قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ مخالفت جواب کی تفویض سے اگر وصف میں ہے تو مخالفت جواب کو باطل نہیں کرتی بلکہ وصف باطل ہوتا ہے جیسا بائن و رجعی کی مخالفت بخلاف
مخالفت اصل کے کہ اسمیں جواب ہی باطل ہوجاتا ہے جیسا امام کے نزدیک ایک طلاق کی تفویض میں تین طلاق واقع کرنا اور یہ وصف کا لغو ہونا اور بموجب تفویض زوج کے واقع
ہونا اسوقت ہے جبکہ طلاق معلق نہ ہو سو اگر عورت کی مشیت پر مرد نے طلاق کو معلق کیا اور عورت نے جواب بالعکس کہا تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ عورت بجا نہ لائی اس امر کو

جو اسکی مشیت پر مفوض ہوا تھا کذا فی البحر ناقلا عن الخانیۃ قال لہا انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت انت فقال شئت ینوی الطلاق
او قالت شئت ان کان کذا لمعدوم ای لم یوجد بعد کان شاء ابی وان جاء اللیل وہی فی النہار بطل الامر لفقد الشرط کہا عورت سے کہ تو طالق ہو اگر تو چاہے عورت نے
کہا مرد کو کہ میں نے چاہا اگر تو نے چاہا سو مرد نے کہا کہ میں نے چاہا اور اس قول سے طلاق کی نیت کی یا عورت نے جواب میں یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا امر ہو یعنی امر معدوم پر تعلیق کی
مراد امر معدوم سے وہ امر ہے جو ممکن الوجود ہو لیکن ہنوز موجود نہیں مثلاً یوں کہا عورت نے کہ میں نے چاہا اگر میرے باپ نے چاہا یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر رات آوے حالانکہ عورت اس وقت کہ
دن میں ہے تو ان دونوں صورتوں میں باطل ہوگا امر یعنی طلاق جو معلق تھی عورت کی مشیت پر وہ باطل ہوئی بسبب نہ پائے جانے شرط کے اسواسطے کہ شرط زوج کی مطلق مشیت تھی
بلا قید اور عورت نے اپنی مشیت کو معلق و مقید کر دیا تو حقیقت میں شرط نہ پائی گئی وان قالت شئت ان کان کذا لامر قد مضی اراد بالماضی المحقق وجودہ کان کان
ابی فی الدار وہو فیہا او ان کان ہذا لیلا وہی فیہ مثلا طلقت لانہ تنجیز اور اگر تفویض کو رکھے جواب میں عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا ہو یعنی معلق کیا امر ماضی پر مراد
ماضی سے وہ امر ہے جو ثابت الوجود ہو چنانچہ عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر میرا باپ گھر میں ہو اور حالانکہ اسکا باپ گھر میں موجود ہے یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر یہ وقت رات ہو حالانکہ
عورت اسوقت رات ہی میں تھی مثلاً تو عورت مطلقہ ہوگی اسوقت اسواسطے کہ تعلیق امر ثابت الوجود پر درحقیقت تعلیق نہیں ہے بلکہ تنجیز ہے قال لہا انت طالق متی شئت
او متی ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت فردت الامر لا یرتد ولا یتقید بالمجلس ولا تطلق نفسہا الا واحدۃ لانہا تعم الازمان لا الافعال فتملک التطلیق فی
کل زمان لا تطلیقا بعد تطلیق کہا عورت سے کہ تو طالق ہے جبکہ تو چاہے یہ عموم زمانی خواہ بلفظ متی شئت کے کہا یا متی ما شئت یا اذا شئت یا اذا ما شئت کے لفظ سے بیان کیا پھر
عورت نے رد کیا امر کو یعنی کہا کہ میں طلاق نہیں چاہتی تو اس رد کرنے سے عورت کا اختیار رد نہ ہوگا یہ اختیار مشیت کا مجلس علم پر اور نہ طلاق دے سکیگی عورت مگر ایک طلاق اسواسطے
کہ یہ الفاظ سب زمانوں کو شامل ہیں نہ افعال کو تو عورت مالک ہے ایک طلاق کی ہر زمانہ میں نہ مالک ہوگی دوسری تطلیق کی بعد تطلیق اول کے بسبب عدم عموم افعال کے
ولہا تفریق الثلث فی کلما شئت لا تجمع ولا تثنی لانہا تعم الافراد اور عورت کو اختیار ہے تین طلاق کو علیحدہ علیحدہ دینا کلما شئت میں یعنی مرد نے
کہا کہ تو طالق ہو ہر بار کہ تو چاہے سو عورت نے ایک مجلس میں کہا کہ میں نے اپنی ذات کی طلاق چاہی پھر دوسری مجلس میں یوں ہی کہا تیسری مجلس میں یوں ہی کہا تو درست
ہے لیکن تین طلاق کو ایک مجلس میں جمع نہ کر سکیگی اور نہ دو طلاق کو اسواسطے کہ کلما کا لفظ موضوع ہے واسطے عموم افراد کے تو اسمیں جمع اور تثنیہ کا ارادہ صحیح نہیں ولو طلقت
بعد زوج آخر لا یقع ان کانت طلقت نفسہا ثلثا متفرقۃ والا فلہا تفریقہا بعد زوج آخر وہی مسئلۃ الہدم الآتیۃ اور اگر طلاق واقع کی عورت نے بعد دوسرے زوج کے
تو طلاق نہ واقع ہوگی اگر اپنی ذات کو تین متفرق طلاق دے چکی ہوگی یعنے اگر زید نے مثلاً حمیدہ سے کہا کہ انت طالق کلما شئت سو حمیدہ نے تین طلاق متفرق اپنے نفس پر واقع
کیں اسکے بعد اسنے خالد سے نکاح کیا پھر خالد نے اسکو طلاق دی پھر حمیدہ نے زید سے نکاح کیا اور اپنی ذات پر طلاق واقع کی تو یہ طلاق ثانی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ
تعلیق کلما شئت کی اول ملک تک تھی تو اس ملک ثانی مستحدث کو شامل نہ ہوگی اور اگر حمیدہ نے اپنی ذات پر مطلق طلاق واقع کی تھی یا تین طلاق ایک مجلس میں کر چکی تھی یا فقط ایک
طلاق یا دو طلاق ایک مجلس میں واقع کر چکی ہے تو حمیدہ کو تین متفرق طلاق واقع کرنے کا اختیار رہیگا بعد دوسرے زوج کے اور یہ مسئلۃ الہدم نام ہے جو باب التعلیق اور باب الرجعۃ
میں آویگا انت طالق حیث شئت او این شئت لا تطلق الا اذا شاءت فی المجلس وان قامت من مجلسہا قبل مشیتہا فلا مشیئۃ لہا لانہما للمکان ولا تعلق
للطلاق بہ فجعلا مجازا عن ان لانہا ام الباب کہا زوج نے انت طالق حیث شئت یعنی تو طالق ہے جہاں تو چاہے یا یوں کہا کہ انت طالق این شئت یعنی تو طالق ہے
جس جگہ تو چاہے تو عورت طلاق دے سکیگی مگر جبکہ چاہیگی مجلس علم میں اور اگر اٹھ کھڑی ہوگی اپنی مجلس سے قبل مشیت کے تو اب اسکی خواہش کا کچھ اعتبار نہوگا اسواسطے کہ حیث
اور این موضوع ہیں واسطے مکان کے اور حالانکہ طلاق کو کچھ تعلق نہیں مکان سے تو مکان کا وجود اور عدم بنسبت طلاق کے برابر ہو تو اسواسطے حیث اور این باعتبار مجاز کے
بمعنی ان شرطیہ کے قرار دیئے گئے اسواسطے کہ ان شرطیہ اصل ہے باب تعلیق میں علاقہ مجاز کا یہ کہ ظرف اور شرط میں مناسبت ہے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہیں ہوتا جیسے کہ جزا
بدون شرط کے نہیں ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وفی کیف شئت یقع فی الحال رجعیۃ اور انت طالق کیف شئت میں یعنی تو طالق ہے جسطرح کہ تو چاہے

ایک طلاق رجعی فی الحال واقع ہوگی یعنے قبل مشیت عورت کے طلاق رجعی ہوگی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بدون مشیت کے طلاق نہوگی دلیل امام کی یہ کہ زوج نے طلاق کو خود واقع کیا اور وصف طلاق میں یعنی رجعی یا بائن واقع کرنے میں عورت کو مختار کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وان شاءت بائنۃ او ثلثا وقع باشارتہ مع نیتہ والا فرجعیۃ لو موطوءۃ والابانت وبطل الامر وقول الزیلعی والعینی قبل الدخول صوابہ بعدہ فتنبہ سو اگر کیفیت مشیت میں عورت نے طلاق بائن کو چاہا یا تین طلاق سو واقع ہوگا جو کہ وہ چاہیگی اسواسطے کہ وہ مختار تھی وصف اور عدد میں اگر مشیت عورت کی موافق ہو ساتھ نیت زوج کے اور اگر مشیت زوج کے مخالف ہو مشیت زوجہ کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی یعنی اس صورت میں دونون کی نیت لغو ہوگی اصل وقوع صریح کا باقی رہیگا اگر عورت مدخولہ ہو اور اگر مدخولہ نہیں تو عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی اور باطل ہوگا امر مشیت کا اور قول زیلعی و عینی کا قبل دخول کے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے سو سہو ہے قلم کا ٹھیک یون ہے کہ بعد دخول کے رجعی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی کم شئت او ما شئت لها ان تطلق ما شاءت فی مجلسها ولم یکن بعدها للضرورۃ اور اس قول میں کہ انت طالق کم شئت یا ما شئت یعنی تو طالق ہے جتنا کہ تو چاہے یا جو بار کہ تو چاہے تو عورت مختار ہو طلاق دینے میں تین طلاق تک جیسا کہ وہ چاہے اُسی مجلس میں اپنی ذات کو خواہ ایک طلاق دے خواہ دو یا تین اور عورت کا تین طلاق واقع کرنا طلاق بدعی میں شمار ہوگا بسبب ضرورت کے یعنے عورت مضطر ہے تین طلاق کیطرف اپنی خلاصی کیواسطے اسواسطے کہ اسکو بعد مجلس کے اختیار نہ باقی رہیگا بخلاف زوج کے کہ اسکو تین طلاق دینا بدعت ہے وان ردت او قالت ما یفید الاعراض ارتدلانہ تملیک فی الحال فجوابہ کذلک اور اگر عورت نے رد کیا امر کو یعنے یون کہا کہ میں طلاق نہیں چاہتی یا لائی اُس فعل کو کہ جو مفید ہے اعراض کا تو امر رد ہو جائیگا پھر عورت کو اختیار نہ باقی رہیگا اسواسطے کہ یہ تملیک ہے فی الحال تو اسکا جواب بھی ایسا ہی فی الحال چاہیے قال لها طلقی نفسک من ثلث ما شئت تطلق ما دون الثلث ومثلہ اختاری من الثلث ما شئت لان من تبعیضیۃ وقالا بیانیۃ فتطلق الثلث والاول اظہر کہا عورت سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین سے جس قدر کہ تو چاہے تو عورت طلاق دے کمتر تین سے یعنے دو یا ایک طلاق میں وہ مختار ہے اور مانند اسی قول کے یہ قول ہے کہ اختیار کر اپنی ذات کے واسطے تین سے جسقدر کہ تو چاہے اسواسطے کہ کلمہ من کا طلقی من ثلث میں تبعیضیہ ہے اور کہا صاحبین نے کہ من بیانیہ ہے تو اس صورت میں عورت تین طلاق بھی دے سکیگی اور پہلا قول ظاہر تر ہے اسواسطے کہ من اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال انت طالق ان شئت وان لم تشائی طلقت للحال کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے تو فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ خواہش یا عدم خواہش سے خالی ہونا ممکن نہیں تو ایک شرط پایا جبکہ ثابت ہوئی تو قال ان کنت تحبین الطلاق فانت طالق وان کنت تبغضینہ فانت طالق لم تطلق لانہ یجوز ان لا تحب ولا تبغض ولا یجوز ان تشاء وان لا تشاء اور اگر کہا مرد نے کہ اگر تو طلاق کو محبوب رکھتی ہو تو تو طالق ہے اور اگر اسکو مبغوض رکھ رہ جانتی ہو تو تو طالق ہے تو اس صورت میں عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ یہ جائز ہے کہ عورت طلاق کو محبوب رکھتی ہو نہ مبغوض بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان مشیت اور عدم مشیت عورت سے خالی ہونا جائز نہیں قال انما اشد کما حبا للطلاق او اشد کما بغضا للطلاق فقالت کل انا اشد حبا لم یقع لدعوی کل ان صاحبتها اقل حبا منها فلم یتم الشرط اور اگر کہا مرد نے اپنی دو عورتون سے کہ تم دو میں جو زیادہ تر محبت رکھتی ہو طلاق سے اُسکو طلاق ہے یا یون کہا کہ تم میں جو زیادہ تر بغض رکھتی ہو طلاق سے اُسکو طلاق ہے سو کہا ہر عورت نے کہ میں زیادہ تر محبت رکھتی ہون طلاق سے تو کسی عورت پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر ایک عورت کا دعوی یہ ہے کہ اُسکی سوت کو کمتر حب ہے نسبت مدعیہ کے تو نہ تمام ہوئی شرط زوج کی یعنے کثرت حب کسی کی نہ ثابت ہوئی بسبب عدم تصادق آپس کے ثم التعلیق بالمشیۃ او الارادۃ او الرضاء او الهوی او المحبۃ یکون تملیکا فیہ معنی التعلیق فیتقید بالمجلس کالامر بیدک بخلاف التعلیق بغیرها پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ طلاق کو معلق کرنا عورت کی مشیت پر یا ارادہ پر یا رضا پر یا ہوا یعنے خواہش پر یا محبت پر یہ تملیک ہے جسمین تعلیق کے معنی ہین پھر جب یہ تعلیق تملیک ٹھہری تو مقید بمجلس ہوگی مانند امرک بیدک کے بخلاف اس تعلیق کے جو بغیر ان الفاظ مذکورہ کے ہو جیسے دخول دار کی تعلیق کہ وہ تملیک نہین بلکہ خاص تعلیق ہے تو وہ مقید بمجلس نہین واللہ اعلم بالصواب

باب التعليق

یہ باب ہے مسائل تعلیق طلاق میں جب طلاق منجز سے مصنف نے فراغت پائی تو طلاق معلق کا بیان شروع کیا اسواسطے کہ معلق مرکب ہے طلاق و شرط سے
لہذا الطلاق مفرد کے بعد مذکور ہوا **هو لغة من علقه تعليقا جعله معلقا وشرعا ربط حصول مضمون جملة بحصول مضمون جملة اخرى**
تعلیق باعتبار لغت کے ماخوذ ہے علقه تعليقا سے عرب اس کلام کو اسوقت بولتے ہیں جب کسی چیز کو کوئی معلق کرے یعنی لٹکاوے اور اصطلاح فقہ میں تعلیق عبارت ہے
مربوط کرنے حصول مضمون ایک کلام کے ساتھ حصول مضمون دوسرے کلام کے یعنے مضمون جزا کو مضمون شرط سے گانٹھنا اور لٹکانا اسکو تعلیق کہتے ہیں چنانچہ انت طالق
ان دخلت الدار تعلیق ہے اسواسطے کہ طلاق مخاطبہ کی دخول دار سے مربوط ہے یعنے طلاق کا حصول دخول دار کے حصول پر موقوف ہے **ویسمی یمینا مجازا** اور تعلیق کو یمین بھی مجازا
کہتے ہیں **وشرط صحته کون الشرط معدوما على خطر الوجود فالمحقق كان كانت السماء فوقنا تنجيز والمستحيل كان دخل الجمل في سم الخياط لغو** اور شرط صحت تعلیق کی یہ ہے کہ شرط کا
معدوم جائز الوجود ہونا یعنی وقت تکلم کے شرط موجود نہیں لیکن موجود ہونا اسکا محال نہیں تو اگر ثابت الوجود جیسے ان كانت السماء فوقنا تو یہ تنجیز ہے تعلیق نہیں یعنی اگر کوئی
یون کہے کہ تو طالق ہے اگر آسمان ہمارا اوپر ہے تو اسیوقت طلاق واقع ہوگی اور امر محال چنانچہ اگر اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو تو ایسی تعلیق لغو ہے یعنی اگر طلاق کو امر محال
پر معلق کرے تو طلاق واقع نہ ہوگی **وکونه متصلا الا لعذر** اور شرط صحت تعلیق کی ہے ہونا شرط کا متصل مشروط کے تو اگر انت طالق کہا پھر بعد سکوت کے شرط بیان کی تو تنجیز ہوگی
مگر بسبب عذر کے البتہ صحیح ہوگی عذر یہ ہے کہ کلام ہوگا مشکل سے بات چوری کرتا ہو **والا یقصد به المجازاة فلو قالت یا سفلة فقال ان كنت كما قلت فانت كذا تنجيز كان كذا او لا**
اور شرط صحت تعلیق کی یہ ہے کہ مرد تعلیق سے عورت کے کلام کا بدلا دینے کا نہ قصد کرے سو اگر عورت نے مرد سے کہا یا سفلة یعنی اے بے غیرت پھر مرد نے کہا کہ اگر میں ایسا ہی ہون جیسا کہ تونے
کہا تو تو ایسی ہے یعنی طالق ہے تو یہ تعلیق نہیں تنجیز ہے یعنے فی الحال طلاق واقع ہوگی مرد سفلہ ہو یا نہو **وذكر الشرط فنحو انت طالق ان لغو به يفتى** اور شرط صحت تعلیق کی یہ ہے
کہ شرط مذکور ہو شارح نے لفظ شرط سے فعل شرط کا ارادہ کیا تو ایسا کہنا کہ انت طالق ان یعنی صرف شرط کا بدون فعل شرط کے بولنا لغو ہے اس صورت میں طلاق نہ واقع
ہوگی اسی روایت پر فتوی ہے **ووجود رابط حيث تاخر الجزاء کما یاتی** اور شرط صحت تعلیق کی وجود رابط کا ہے جہان جزا موخر ہو شرط سے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا اور رابط سے
مراد وہ حرف جو ربط دے شرط اور جزا کو چنانچہ ف اور اذا مفاجات کا **شرطه الملك حقيقة كقوله لقنه ان فعلت كذا فانت حر او حكما كقوله لمنكوحته او معتدته ان**
ذهبت فانت طالق اور شرط لزوم تعلیق کی ملک ہے خواہ ملک حقیقی ہو چنانچہ یون کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ اگر تو ایسا کام کریگا تو تو آزاد ہے یا ملک حکمی ہو
اگرچہ ملک حکمی حقیقۃً نہو بلکہ حکماً ہو مانند قول زوج کے اپنی منکوحہ یا عدت والی سے اگرچہ تو جاویگی تو تو طالق ہے ملک حقیقی کی مثال غلام ہے اسواسطے کہ مولی غلام کی گردن کا
مالک ہے اور منکوحہ ملک حکمی کی مثال ہے اسواسطے کہ زوج منکوحہ کی گردن کا مالک نہیں لیکن بسبب نکاح کے انتفاع قربت کا مالک ہے اور معتدہ ملک حکمی حکماً کی مثال ہے تو
ملک حکمی کی دو صورتیں ہیں اگر نکاح بلا مانع قائم ہے تو ملک حکمی ہے حقیقۃً اور اگر طلاق کے بعد عورت عدت میں ہے تو یہ ملک حکمی ہے حکماً بسبب باقی رہنے اثر نکاح کے اسواسطے کہ معتدہ
محل ہے طلاق کی کذا فی حاشية المدني **او الاضافة اليه اي الملك الحقيقي عاما او خاصا كان ملكت عبدا او ان ملكتك لعين فكذا او الحكمي كذلك كان نكحت امراة**
او ان نكحتك فانت طالق وكذا كل امرأة یا اضافت ہو نسبت ہو ملک حقیقی کیطرف عام ہو یا خاص چنانچہ یون کہنا کہ اگر میں مالک ہوا کسی غلام کا تو وہ آزاد ہے یا اگر تیرا
مالک ہوا یعنی معین شخص سے تو تو آزاد ہے اول مثال ہے ملک حقیقی عام کی اضافت کی اور ثانی مثال ہے ملک حقیقی خاص کی اضافت کی یا اضافت ہو ملک حکمی کیطرف اسیطرح یعنے
حکمی عام ہو یا خاص حکمی عام کی مثال چنانچہ یون کہنا کہ اگر میں کسی عورت سے نکاح کرون تو وہ مطلقہ ہے یا یون کہنا اجنبی عورت سے کہ اگر میں تجھسے نکاح کرون تو تو طالق ہے یہ مثال ہے حکمی
خاص کی اضافت کی اور اسیطرح کل امرأة انكحها فهي طالق مثال ہے حکمی عام کی اضافت کی **ویکفی معنی الشرط الا في المعينة باسم او نسب او اشارة** اور اضافت ملک کی صحت کیواسطے کافی
ہے معنی شرط کے خواہ صرف شرط مذکور ہو یا نہو مگر جو عورت کہ معین ہو کسی نام یا نسب یا اشارہ کرنے سے تو وہان معنی شرط کے کافی نہیں بلکہ معینہ کی تعلیق طلاق میں
شرط صریح کا ضرور ہے ہم شارح نے باسم او نسب کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق اور شارح کی شرح ملتقی میں تعبیر ہوا ہے یعنی باسم و نسب تعبیر ہوا و نہایت عجب ہے مصنف تعبیر باسم

اور نسب کی یوں ہو کہ زینب بیٹی زید بن خالد ہاشمی کی جس سے میں نکاح کرونگا مطلقہ ہے پھر زینب سے نکاح کیا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ زینب معین ہو چکی اسم و نسب سے
اسکی تعلیق طلاق میں معنی شرط کے کافی نہیں بلکہ شرط صریح چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی فلو قال المراۃ التی اتزوجہا طالق تعلق بتزوجہا سو اگر یوں کہا کہ
جس عورت سے میں نکاح کروں وہ طالق ہے تو وہ عورت مطلقہ ہوگی بعد نکاح کے اسواسطے کہ یہ عورت باسم و نسب یا اشارہ معین نہیں ہے اسکی صحت تعلیق میں معنی شرط کے کافی ہیں لو قال ہذہ
المراۃ الی آخرہ لتعریفہا بالاشارۃ فلغا الوصف اگر یوں کہیگا کہ ہذہ المراۃ التی اتزوجہا طالق یعنی یہ عورت جس سے میں نکاح کرونگا طالق ہے تو پھر طلاق نہ واقع ہوگی کیونکہ
اس اضافت کے اُس سے نکاح کرنیکا اسواسطے کہ وہ معین ہو چکی بسبب اشارہ کرنے کے تو لغو ہوگیا وصف یعنی التی اتزوجہا کہنا بیفائدہ ہوگیا اسواسطے کہ وصف معتبر تو ہے غیر معروف میں اور معروف میں
وصف کی کیا حاجت ہے بلکہ عورت معینہ کی تعلیق ہذا نت ... صحیح ذکر کرنا چاہیے اسطرح کہ اگر اس عورت سے نکاح کرونگا تو طالق ہے تب تعلیق صحیح ہوگی فلغا قولہ لاجنبیۃ ان زرت
زیدا فانت طالق فنکحہا فزارت تو لغو ہوا یوں کہنا مرد کا اجنبی عورت سے کہ اگر تو زیارت یعنی ملاقات کریگی زید سے تو تو طالق ہے پھر بعد اس قول کے اس عورت سے نکاح کیا پھر
عورت نے زید کی ملاقات کی تو تعلیق ہونا اسکا لغو ہوا کہ تعلیق کیوقت نہ ملک تھی اور نہ عورت پر اور نہ اضافت طرف ملک کے وکذا کل امراۃ اجتمع معہا فی فراش فہی طالق فتزوجہا لم تطلق
ومثلہ کل جاریۃ اطاہا حرۃ فاشتری جاریۃ فوطیہا لم تعتق لعدم الملک والاضافۃ الیہ اور اسیطرح لغو ہے یہ قول کہ جس عورت کے ساتھ میں جمع ہوں فرش پر تو وہ طالق ہے پھر نکاح کیا تو نہ
نہ طلاق ہوگی اسواسطے کہ اجتماع فی الفراش لازم نہیں کہ بعد نکاح ہی کے ہو تو اجتماع فی الفراش ملک سے جدا اضافت ملک کی طرف نہ ہوئی اور یہی قول ہے کہ جس لونڈی سے میں صحبت کروں وہ آزاد ہے پھر
مول لیا ایک لونڈی کو پھر اس سے صحبت کی تو وہ آزاد نہ ہوگی بسبب نہ ہونے ملک اور بسبب عدم اضافت الی الملک کے وافاد فی البحر ان زیارۃ المراۃ فی عرفنا لا تکون الا بدعائہا
ویطبخ عند المزور فلیتنبہ لذا اور فائدہ بیان کیا ہے بحر الرائق میں کہ عورت کی زیارت ہمارے زمانے میں یعنی عرف میں نہیں ہوتی مگر جبکہ عورت کے ساتھ کھانا ہو اور اسکو کھانے کو جسکی زیارت کو
گئی ہو اُسکے پاس پکایا جاوے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو موجب اس عرف کے اگر عورت قرض مانگنے یا خرید فروخت کو گئی تو اسکو زیارت نہ کہینگے علماؤں نے کہا کہ اب مصر میں یہ عرف باقی نہیں ہے
کما لغا ایقاعہ للطلاق مقارنا بالثبوت الملک کانت طالق مع نکاحک ونحوہ مع تزوجی ایاک لتمام الکلام بفاعل ومفعولہ جیساکہ لغو ہے واقع کرنا زوج کا طلاق کو اپنی ملک کے
ثابت ہونے کے متصل یعنی بمجرد ثبوت نکاح ایقاع طلاق لغو ہے چنانچہ یوں کہنا کہ تو طالق ہے اپنے نکاح کے ساتھ یا دو انقاع طلاق یوں صحیح ہے کہ تو طالق ہے ساتھ نکاح
کرنے میرے کے تجھکو بسبب تمام ہوجانے کلام کے اپنے فاعل اور مفعول پر ہم بحرالرائق میں دونوں صورتوں میں اسطرح فرق بیان کیا ہے کہ مع تزوجی ایاک میں لفظ تزوج کا اپنے فاعل اور
مفعول سے ملکر کلام کامل ہوا تو تزوج بمعنی ملک مجازا قرار دیا گیا اور مع بمعنی بعد کے محمول ہوا اور اسیلئے تصحیح کلام کے اور مع نکاحک میں فقط مفعول ہے فاعل کو نہیں تو کلام ناقص
ہوا اسواسطے مع بمعنی بعد کے محمول ہو لیکن اس تعلیل میں مناقشہ ہے کہ اگرچہ مع نکاحک میں فاعل کو نہیں لیکن مقدر ہے اسطرح کہ مع نکاحی ایاک اور حذف فاعل کا بیان کیا
ہے اور جبکہ فاعل مقدر ہوا تو قائم مقام ملفوظ کے ہے تو اب دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہ ثابت ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی او نزوال الملک مع موتی او موتک یا لغو ہے
ایقاع طلاق زوال ملک زوج کے متصل چنانچہ یوں کہنا کہ تو طالق ہے میری موت کے ساتھ یا یوں کہا کہ تو طالق ہے اپنی موت کے ساتھ یہ کلام لغو ہوا اسواسطے کہ حالت موت منافی ہے
ایقاع اور وقوع طلاق کی چنانچہ طلاق صریح کے باب میں یہ مضمون مذکور ہو چکا فائدۃ فی المجتبی عن محمد فی المضافۃ لا یقع و بہ افتی ائمۃ خوارزم انتہی وہو قول الشافعی و
تقلیدہ بفسخ قاض شافعی بل حکم بل افتاء عدل و یفتقون فی حادثتین بذا یعلم ولا یفتی بہ بزازیۃ فائدہ ہے منا شتقام کے مجتبی میں امام محمد سے روایت ہے کہ مضافہ میں طلاق
نہیں واقع ہوتی یعنے تعلیق بہ اضافت ملک اسطرح کہ اگر میں تجھسے نکاح کروں یا جس عورت سے کہ نکاح کروں وہ مطلقہ ہے تو بقول امام محمد نکاح کرنے کے بعد طلاق واقع ہوگی اور اسی
پر ائمہ خوارزم نے فتوے دیا ہے انتہی عبارۃ المجتبی اور یہی قول ہے امام شافعی کا اور حنفی کو جائز ہے تقلید مذہب شافعی کی قاضی شافعی کے فسخ کردینے میں یعنی اگر حنفی مذہب نے تعلیق مضاف کی
تو اسکو جائز ہے کہ مقدمہ قاضی شافعی کے نزدیک رجوع کرے تاکہ قاضی اس تعلیق کو فسخ کرے پھر وطی اس عورت کی بلا تردد حلال ہوگی کذا فی البحر الرائق بلکہ حنفی کو فسخ اس تعلیق پر بھی حکم
حکم اور فسخ کی بھی جائز ہے لیکن تقلید قاضی شافعی کی بالاتفاق جائز ہے اور تقلید بحکم شافعی میں خلاف ہے بلکہ حنفی کو فتوی دینا عادل شافعی کا کافی ہے اور وہ فتوے پر عمل
کرنا در مقدمہ میں جائز ہے یعنے ایک شخص کو ایک مفتی نے بطلان تعلیق مضاف کا فتوی دیا اور اس نے اس فتوے پر عمل کیا ایک عورت سے نکاح کر لیا پھر دوسرے مفتی نے حرمت کا فتوی دیا تو وہ

شخص وہ ہے جو فتوی پر عمل کرے دوسری عورت کے حق میں نہ پہلی عورت میں اور اس مسئلہ کو دریافت کر لینا چاہیے فتوی اسپر دینا بجا ہے کذا فی البزازیہ شیخ الاسلام مفتی ابو سعود
نے کہا فائدہ دریافت کرنے کا یہ ہے کہ وقت ضرورت کے اپنی ذات پر عمل کرے حلوائی نے کہا اسکا عالم کہے فتوی دیتے کہ جاہل لوگ ہم مذہب پر راہ پاویں بحرالرائق
میں بزازیہ سے منقول ہے کہ ہمارے زمانہ میں فسخ یمین سے نکاح فعلی بہتر ہوا اسطرح کہ کسی عالم پاس جائے اور اپنی یمین کا ذکر کرکے اپنی حاجت طرف نکل فضولی کے بیان کرے سو عالم اسکا
نکاح عورت سے کر دیوے اور پھر شخص اجازت فعلی سے نکاح کو صحیح کر دیوے تو اس تدبیر سے نکاح بھی ہو گیا اور حانث بھی ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی **ویبطل تنجیز الثلث للحرۃ والثنتین للامۃ**
تعلیقہ للثلاث وما دونہا اور باطل کرتا ہے فی الحال تین طلاق واقع کرنا حرہ کے حق میں اور دو طلاق لونڈی کے حق میں تین طلاق کی تعلیق کو اور تین سے کمتر کو یعنی زوج نے
اول تین طلاق یا کمتر کی تعلیق کی پھر اسکے بعد تین طلاق کو بلا تعلیق کے فی الحال واقع کر دیا تو اگلی تعلیق کا کچھ اعتبار نہ رہا اگر اس مطلقہ سے بعد زوج ثانی کے نکاح کریگا اور بعد اسکے
شرط تعلیق پائی جائیگی تو طلاق واقع نہ ہوگی الا المضافۃ الی الملک کہ تنجیز تین کی مبطل ہے تعلیق کی مگر اس تعلیق کو جو ملک کیطرف مضاف ہے مبطل نہیں چنانچہ سابق
میں یہ مذکور ہو چکا مراد تعلیق مضاف سے وہ تعلیق ہے جو بلفظ کلما ہو چنانچہ کلما تزوجتک فانت طالق یعنے جب بار کہ میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طالق ہے تو تنجیز تین
طلاق کی اس تعلیق مضاف کی مبطل نہیں ہو سکتی کذا فی حاشیۃ المدنی طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے کہا کہ یہ مسئلہ مذکور ہو چکا سو درست نہیں ہوا اسلئے کہ سابق میں مسئلہ
کہیں مذکور نہیں **لا تنجیز ما دونہا** مبطل تعلیق ثلث کی نہیں تین طلاق سے کمتر کی تنجیز اعلم ان التعلیق یبطل بزوال الحل لا بزوال الملک درمختار جاننا چاہیے کہ تعلیق طلاق
کی باطل ہوتی ہے زوال حلت سے نہ زوال ملکیت سے اور حلت زائل ہوتی ہے بینونت کبری سے یعنے تین طلاق سے حرہ میں اور دو طلاق سے لونڈی میں پھر جب تین طلاق
کے بعد جدائی کامل ہو گئی اور حلت باطل ہو چکی تو اب وقوع طلاق کا محل باقی نہ رہا تو تعلیق بھی باطل ہو گئی اور جو حلت کہ بعد زوج ثانی کے پیدا ہو گی وہ بالفعل معدوم ہے اور
معدوم لائق اعتبار کے نہیں فلو علق الثلاث او ما دونہا بدخول الدار ثم نجز الثلاث ثم نکحہا بعد التحلیل بطل التعلیق فلا یقع بدخولہا شیئ تو اگر زوج نے تین طلاق یا کم
کی تعلیق دخول دار پر کی پھر فی الحال تین طلاق کو واقع کر دیا پھر نکاح کیا اسی عورت سے بعد تحلیل زوج ثانی کے تو باطل ہو گی تعلیق مذکور تو نہ واقع ہوگا کچھ
عورت کے دخول دار سے اسواسطے کہ اثر تعلیق کا اب کچھ باقی نہ رہا تعلیق کے وقت کی حلت بالکل مٹ گئی اور حلت حادثہ سے اس تعلیق کو کچھ علاقہ نہیں ولو کان المنجز
ما دونہا لم یبطل فیقع المعلق کلہ اور اگر زوج نے تین طلاق یا کمتر تعلیق کی پھر فی الحال دو طلاق یا ایک طلاق کو واقع کر دیا تو تعلیق باطل نہ ہو گی تو بالکل معلق واقع ہوگا
تعلیق اسواسطے نہ باطل ہوئی کہ حلت زوج کی ایک یا دو طلاق سے نہ زائل ہوئی زوج کو جائز تھا بعد ایک یا دو طلاق کے کہ بدون زوج ثانی کے مطلقہ کی رضامندی سے نکاح
کر لیتا اس صورت میں تو فقط ملکیت زوج کی بسبب بینونت صغری کے زائل ہوئی تھی اور ثابت ہو چکا ہے کہ زوال ملک سے تعلیق باطل نہیں ہوتی پھر جب حلت
باقی ہے تو تعلیق بھی باقی ہے پھر جب عورت زوج مطلق معلق کے پاس عود کریگی اور شرط پائی جائیگی تو جسقدر طلاق کی تعلیق ہوئی تھی سب واقع ہوگی خواہ ایک طلاق تھی
خواہ دو خواہ تین **واوقع محمد بقیۃ الاولی وہی مسئلۃ الہدم الآتیۃ** اور واقع کرتے ہیں امام محمد بقیہ اول کو یعنی جب تنجیز تین طلاق سے کم کی ہوئی تو جسقدر ملک
اول میں عدد طلاق کے باقی رہ گئے اتنے بعد وجود شرط کے واقع ہونگے مثلاً زوج نے تعلیق تین طلاق کی دخول دار پر پھر ایک طلاق کی تنجیز کی یعنی فی الحال واقع کر دی
بعد زوج ثانی کے پھر زوج اول کے نکاح میں عورت آئی اور شرط تعلیق کی پائی گئی تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر بار اول دو طلاق کی تنجیز کی تھی تو ایک ہی طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ اتنا ہی بقیہ تھا ملک اول کا اور یہ مسئلہ ہدم کا ہے جو باب الرجعۃ میں آویگا خلاصہ یہ کہ تنجیز ما دون ثلث میں باتفاق شیخین اور محمد تعلیق باطل نہیں
ہوتی لیکن اختلاف ہے وقوع معلق میں شیخین کے نزدیک کل معلق واقع ہوتا ہے اور محمد کے نزدیک جسقدر تین طلاق سے باقی رہا ہے اتنا واقع ہوتا ہے **وثمرتہ فیمن علق**
واحدۃ ثم نجز ثنتین ثم نکحہا بعد زوج آخر فدخلت لہ رجعتہا خلافا لمحمد اور ثمرہ اختلاف شیخین اور محمد کا ظاہر ہوتا ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک طلاق کی
تعلیق کی دخول دار پر پھر بعد تعلیق کے اسنے دو طلاق کو فی الحال واقع کر دیا پھر اس عورت سے نکاح کیا بعد دوسرے زوج کے پھر عورت دار میں داخل ہوئی تو شیخین کے نزدیک
زوج اول کو رجعت کرنا عورت سے درست ہے اسواسطے کہ زوج ثانی نے طلاق منجز کو ہدم کر دیا گویا اسکا وجود ہی نہ تھا تو زوج اول کو ملک جدید پھر تین طلاق کا حاصل ہوا پھر ایک

طلاق معلق واقع ہوئی تو دو طلاق کا اختیار باقی رہا اسواسطے اُسکو رجعت کا اختیار ہے بخلاف امام محمد کے کہ اُنکے نزدیک زوج اول رجعت نہیں کر سکتا ہے اسواسطے کہ
دو طلاق پہلے واقع ہو چکی تھیں اور ایک طلاق معلق اب واقع ہوئی تینوں طلاق پوری ہو چکیں رجعت کی گنجایش کہاں ہی ایسا ہی کنا یبطل بلحاقہ مرتدا بدار الحرب خلافا لہما
اور اسیطرح باطل ہوتی ہے تعلیق طلاق کی بسبب ملحق ہونے زوج کے دار الحرب میں مرتد ہو کر بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک اس لحوق سے تعلیق باطل نہیں ہوتی و بفوت
محل البر کان کلمت فلانا او دخلت ہذہ الدار فمات او جعلت بستانا کما بسطناہ فیما علقناہ علی الملتقی و سیجی مسئلۃ الکوز بفروعہا اور اسیطرح باطل ہوتی ہے
تعلیق بسبب فوت ہونے محل بر کے یعنے قسم پورا کرنے کا مقام باقی نہ رہنے سے مثلاً زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو فلانے شخص سے کلام کریگی یا داخل ہوگی اُس
گھر میں تو طلاق ہے پھر وہ شخص مرگیا اور وہ گھر باغ بنایا گیا تو یہ تعلیق باطل ہوگئی یعنے اگر عورت اُس باغ میں جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اس مسئلہ کو ہمنے
شرح ملتقی میں خوب واضح بیان کیا ہے اور عنقریب مسئلہ کوزہ کا مع الفروع کتاب الایمان کے باب الاکل و الشرب میں آویگا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال لزوجتہ
الامۃ ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا فعتقت فدخلت لہ رجعتہا قنیہ کہا زوج نے اپنی زوجہ لونڈی سے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے تین بار
پھر وہ لونڈی آزاد ہوئی پھر گھر میں داخل ہوئی تو زوج کو اُس سے رجعت کرنا درست ہے کذا فی القنیہ اسواسطے کہ وقت تعلیق کے لونڈی تھی دو طلاق سے
زیادہ اُسپر اختیار نہ تھا تو گویا دو ہی طلاق کی تعلیق ہوئی نہ تین کی پھر جب شرط پائی گئی تو وہ حرہ تھی تو زوج کو تین طلاق کا اختیار ہوا تو جب طلاق معلق
واقع ہوئیں تو ایک طلاق کی ملکیت زوج کو باقی رہی اسواسطے رجعت کرسکتا ہے و الفاظ الشرط اے علامات وجود الجزاء ان المکسورۃ ولو فتحہا وقع للحال
ان لم ینو التعلیق فیدین وا الفاظ شرط کے یعنے نشانیاں وجود جزا کی یعنے یہ الفاظ بالذات وجود جزا پر دلالت کرتے ہیں نہ کہ وجود شرط کے ایک انمیں سے اِن مکسورہ ہے
اور اگر زوج اسکو فتح دیا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی جبکہ زوج تعلیق کی نیت نکرے اور اگر تعلیق کی نیت کریگا باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق ہوگی
نہ باعتبار قضا کے و کذا لو حذف الفاء من الجواب فی نحو طلبیۃ و اسمیۃ و بجامد و بما و قد و لن و بالتنفیس کما لخصناہ فی شرح الملتقی اور اسیطرح فی الحال طلاق
واقع ہوگی اگر حرف فا کو جواب سے حذف کرے جملہ طلبیہ میں اور جملہ اسمیہ میں اور جملہ فعلیہ جامدہ میں اور اُس جملہ میں جو متصل ہے ما اور قد اور لن اور تنفیس سے شارح کہتا ہے
چنانچہ ہمنے اس مقام کو ملخص کیا ہے شرح ملتقی میں ہم جملہ طلبیہ عبارت ہے امر و نہی اور تمنی اور تحضیض اور دعا سے اور جملہ اسمیہ کی مثال چنانچہ اِن تعذبہم فانہم عبادک
اور جملہ فعلیہ جامدہ کی مثال چنانچہ اِن تبدوا الصدقات فنعما ہی اور ما کی مثال فان تولیتم فما سألتکم من اجر اور قد کی مثال چنانچہ اِن یسرق فقد سرق اخ لہ
اور لن کی مثال چنانچہ و ما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ اور تنفیس کی مثال چنانچہ اِن خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ اور اِن امر کی مثال نہاست تعلیق طلاق کی
یوں ہے اِن دخلت فطلقی او فانت طالق یعنی یا اِن طلقتی او فما انت لی بزوجۃ بنیت طلاق او فقد طلقتک او فلن تکونی بنیت طلاق او فسوف اطلقک
خلاصہ یہ ہے کہ اِن مواقع میں فا کا لانا واجب ہے پھر جب زوج ایسے موقع پر فا نہ لایا تو اُسنے شرط کی شرط ادا کی پھر جب شرط نہ ثابت ہوئی تو تعلیق نہ ہوئی جب تعلیق نہ ہوئی
تو بالضرور طلاق فی الحال واقع ہوگی ہاں اگر زوج تعلیق کی نیت کریگا تو دیانۃ مقبول ہوگی نہ قضاءً کما مر واللہ اعلم و اذا و اذا ما و کل و لم تسمع کلما الا منصوبۃ
و لو مبتدا لاضافتہا للمبنی اور الفاظ شرط سے اذا ہے اور اذا ما اور کل اور مسموع نہیں ہے لفظ کلما کا مگر منصوب اگرچہ وہ مبتدا ہو بوجہ منصوب ہونے ظرف کے یعنی ابن عصفور نحوی کے
بسبب اضافت ہونے کلما کے طرف مبنی کی مراد مفتوح ہے بدلیل اضافتہا الی المبنی و متی و متی ما و نحو ذلک کلو کانت طالق لو دخلت الدار لتعلق بدخولہا او
الفاظ شرط سے متی ہے اور متی ما ہے اور مانند اِن الفاظ کے جیسا لو چنانچہ انت طالق لو دخلت الدار یعنی تو طالق ہے اگر داخل ہوگی گھر میں تو طلاق معلق ہوگی
عورت کے دخول پر و من نحو من دخل منکن الدار فہی طالق فلو دخلت واحدۃ مرارا طلقت بکل مرۃ لان الدخول اضیف الی جماعۃ فاراد عموما کذا فی العنایۃ
و ہی غریبۃ و جعلہ فی البحر احد القولین اور مانند الفاظ مذکورہ کے لفظ من ہے چنانچہ قول زوج کا اپنی ازواج سے کہ جو تم میں سے داخل ہوگی گھر میں
وہ طالق ہے تو اگر ایک عورت انمیں سے داخل ہوگی گھر میں چند بار تو ہر بار داخل ہونے کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دخول منسوب ہوا جماعت کی طرف تو

اسکا عموم ثابت ہو گیا یعنے تعمیم فعل کی بار بار مراد ہوئی کذا فی الدرایہ اور یہ مسئلہ غریب ہے وجہ غرابت کی یہ ہے کہ تکرار فعل کی فقط کلما میں ثابت ہوتی ہے اسکے غیر میں بحر الرائق
میں درایت نمایہ کو احد القولین ٹھہرایا ہے اور کہا ہے کہ غیر کلما کے کوئی موجب تکرار فعل نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا کلہا تنحل ای تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا
وجد الشرط مرة الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلث لاقتضائہا عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء اور ان الفاظ شرط میں سب میں باطل ہو جاتی ہے
یمین بسبب باطل ہو جانے تعلیق کے جبکہ ایکبار شرط پائی جاوے مگر کلما کے لفظ میں ایکبار شرط پائی جانے سے یمین باطل نہیں ہوتی اسواسطے کہ کلما میں بعد تین بار کے یمین
باطل ہوتی ہے بوجہ اقتضا کلما کے عموم افعال کو جیسے کہ مقتضی ہے لفظ کل کا عموم اسما کو تو اگر زوج نے کہا کہ کلما دخلت الدار فانت طالق پھر عورت داخل ہوئی گھر میں
تین بار تو وہ تین طلاق کر بائن ہو گی پھر اگر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح میں آ گئی اور چوتھی بار گھر میں داخل ہو گی تو کچھ واقع نہ ہوگا بسبب بطلان تعلیق کے اور اگر کہا کل
امرأۃ اتزوجہا فہی طالق یعنی جس عورت سے کہ میں نکاح کروں تو وہ طالق ہے تو ہر عورت مطلقہ ہو گی بعد نکاح کے پھر اگر دوسری بار اسی عورت سے نکاح کریگا تو طلاق نہ واقع
ہو گی اسواسطے کہ لفظ کل عموم اسما کو مقتضی ہے نہ عموم افعال کو فلا یقع ان نکحہا بعد زوج آخر الا اذا دخلت کلما علی التزوج نحو کلما تزوجتک فانت کذا
لدخولہا علی سبب الملک وہو غیر متناہ تو نہ واقع ہو گی طلاق کلما دخلت الدار فانت طالق کے کہنے اور عورت کے تین بار داخل ہونے کے بعد اگر زوج اول اسسے
نکاح کریگا بعد زوج ثانی کے مگر جبکہ داخل ہو کلما تزوج کے لفظ پر چنانچہ کلما تزوجتک فانت کذا یعنے جبکہ میں تجھسے تزوج کروں تو تو طالق ہے تو اس صورت میں بعد
نکاح کرنے تین بار کے بھی تعلیق نہ باطل ہو گی بسبب داخل ہونے کلما کے ملک کے سبب پر یعنے تزوج پر اور سبب ملک کا غیر متناہی ہے تو ہر بار طلاق واقع ہو گی ہر بار نکاح کرنے
سے اگرچہ سو بار نکاح کرے شوہر زوج کے بعد اسواسطے کہ جب شرط پائی جائیگی یعنی تزوج تو بالفور اسکو جزا لاحق ہو گی یعنی طلاق ومن لطیف مسائلہا لو قال لموطوءۃ
کلما طلقتک فانت طالق فطلقہا واحدۃ یقع ثنتان اور مسائل کلما سے لطیف مسئلہ یہ ہے کہ اگر کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے کہ جبکہ میں تجھکو طلاق دوں تو تو طالق ہے
پھر اسکو ایکبار طلاق دی تو دو بار طلاق واقع ہو گی ایک طلاق بسبب تنجیز کے اور دوسری طلاق بسبب تعلیق کے بواسطے وجود شرط کے ولو قال کلما وقع علیک طلاقی تقع ثلث
لتکرار الوقوع لکنہ لایزید علیہ الثلث اور اگر قول میں کہ کلما وقع علیک طلاقی فانت طالق یعنے جب تجھپر طلاق واقع ہو تو تو طالق ہے پھر اسکو ایک طلاق دی
تو تین بار طلاق واقع ہو گی بسبب تکرار ہونے وقوع طلاق کے اسواسطے کہ جب ایک طلاق دی تو شرط پائی گئی تو دوسری طلاق واقع ہوئی اور ثانی کے وقوع سے پھر شرط
پائی گئی تو تیسری طلاق واقع ہوئی وعلی ہذا القیاس الی غیر النہایۃ لیکن وقوع طلاق کا تین سے زیادہ نہ ہو گا اسواسطے تنجیز تین کی مبطل ہے تعلیق کی بخلاف مسئلہ
سابقہ کے اسمیں تکرار وقوع کی نہیں جو دو ہی بار واقع ہو گی نہ تین بار واللہ اعلم وزوال الملک بعد الیمین لایبطل الیمین فلو ابانہا او باعہ ثم نکحہا
او اشتراہ فوجد الشرط طلقت وعتق لبقاء التعلیق ببقاء محلہ اور بعد تعلیق کے زوال ملک کا کہ نکاح کا زوال ہو یا ملک یمین کا نہیں باطل کرتا تعلیق
کو تو اگر منکوحہ کو ایک طلاق یا دو طلاق بائن دی اور اسکی عدت گذر گئی یا غلام کو بیچا بعد تعلیق عتق کے پھر نکاح کیا مطلقہ بائنہ سے گو بعد زوج ثانی
کے یا اس غلام کو مول لیا پھر تعلیق کی شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہو گی اور غلام آزاد ہو گا بجہت بقا تعلیق کے بسبب باقی رہنے محل تعلیق کے مراد محل تعلیق سے
عورت اور غلام ہے اور یہ جو کہا کہ زوال ملک مبطل تعلیق کا نہیں اس صورت میں ہے جبکہ زوال کو تین طلاق سے ہوا ہو اور اگر زوال ملک کا تین طلاق سے
ہوا ہو تو بلا شبہ مبطل ہے تعلیق کا اسواسطے کہ تنجیز تین طلاق کی مبطل ہے تعلیق کی کما مر وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکنہ ان وجد فی الملک طلقت وعتق
والا لا اور باطل ہو جاتی ہے تعلیق بعد پائے جانے شرط کے ہر طرح سے یعنے وجود شرط کا ملک میں ہوا ہو یا غیر ملک میں دونوں طرح تعلیق باقی نہیں رہتی لیکن اگر ملک میں
شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہو گی اور غلام آزاد ہو گا اور اگر شرط ملک میں نہ پائی گئی اسطرح کہ عورت داخل ہوئی گھر میں مثلاً بعد ابانت اور انقضاء عدت کے قبل تزوج
تو عورت مطلقہ نہ ہو گی اسیطرح غلام آزاد نہ ہو گا اسواسطے کہ جزا شرط کو لاحق نہیں ہوتی غیر ملک میں چنانچہ اسی پر شارح نے مسئلہ آئندہ کو متفرع کیا فحیلۃ من علق الثلث بدخول الدار
الدار ان یطلقہا واحدۃ ثم بعد العدۃ تدخلہا فتنحل الیمین فینکحہا تو حیلہ اس شخص کے واسطے جسنے معلق کیا تین طلاق کو دخول دار پر یہ ہے کہ عورت کو ایک طلاق دیکر پھر جبکہ عدت گذر جائے

اگر اسکی عدت گذر جاوے اور بعد عدت کے عورت گھر میں داخل ہو تو ٹوٹ جاوے گی تعلیق اسواسطے کہ بعد وجود شرط کے تعلیق باطل ہو جاتی ہے پھر اس عورت سے نکاح کر لے تو
اگر عورت پھر اس گھر میں داخل ہو گی تو کچھ نہ واقع ہو گا یہ اس صورت میں ہے جبکہ تعلیق بکلمہ کلما نہ ہو اور اگر بکلمہ کلما تعلیق ہو تو ایکبار داخل ہونے سے تعلیق باطل نہ ہو گی
تو وہاں بعد عدت کے قبل اعادۂ نکاح کے عورت کو تین بار گھر میں داخل ہونا چاہیے تب تعلیق باطل ہو گی کما مر فی حاشیۃ المدنی فان اختلفا فی وجود الشرط اے ثبوتہ
فیعم العدمی فالقول له مع الیمین لانکاره الطلاق پھر اگر اختلاف پڑے زوج اور زوجہ بیچ شرط میں یعنی ثبوت شرط میں شارح نے وجود کو ثبوت کرکے اسواسطے
تفسیر کیا تاکہ شرط عدمی کو بھی شامل رہے چنانچہ ان لم تدخل الدار الیوم فانت طالق تو حالت اختلاف میں قول زوج کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا بسبب انکار زوج کے
طلاق کو اور معتبر قول منکر کا ہوتا ہے ومفاده انه لو علق طلاقها بعدم وصول نفقتها ایاها فادعی الوصول وانکرت کان القول له وبه جزم فی القنیۃ اور مفاد تعلیل
مذکور کا یہ ہے کہ اگر معلق کیا زوج نے طلاق کو جو بائنہ ہو نہ پہنچنے خرچ عورت کے پر یعنی یوں کہا کہ اگر تجھکو تیرا نفقہ مثلاً ایک ماہ نہ پہونچے تو تو طالق ہے پھر زوج نے دعویٰ کیا
پہنچ وصول کا اور انکار کیا اسکا عورت نے تو قول زوج کا معتبر ہوگا اور اسی روایت پر یقین کیا ہے قنیہ میں بنظر ظاہر عورت منکر معلوم ہوتی ہے لیکن فی الحقیقت وہ مدعی ہے طلاق کی
کی اور نفس الامر میں ثبوت شرط کا اور طلاق کا زوج منکر ہے تو اسی کا قول معتبر ہوگا لکن صحح فی الخلاصۃ والبزازیۃ ان القول لها واقره فی البحر والنهر فیه تقیید
تخصیص المتون لکن قال المصنف جزم شیخنا فی فتواه بما یفیده المتون والشروح لا بما الخ صححه لنقل المذهب لا یخفی لیکن تصحیح کی ہے خلاصہ اور بزازیہ میں اس کی کہ
مسئلہ سابقہ میں عورت ہی کا قول معتبر ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے بحر الرائق اور نہر الفائق میں اور یہ تقیید ہے متون کی تخصیص کا اسواسطے کہ متون میں مطلقاً قول زوج کا
معتبر ہے اختلاف کے نزدیک خواہ وصول نفقہ میں اختلاف ہو یا اسکے غیر میں لیکن مصنف نے منح الغفار میں کہا ہے کہ ہمارے استاد یعنے بحر الرائق کے مصنف نے یقین کیا اپنے
فتوے میں موافق متون اور شروح کے اسواسطے کہ متون اور شروح ہی موضوع ہیں نقل مذہب کیلئے بلا شبہ روایت متون اور شروح کی مقدم ہو گی خلاصہ و بزازیہ کی روایت پر
اسواسطے کہ وہ دونوں فتاویٰ ہی میں داخل ہیں چنانچہ یہ امر اہل فقہ کے نزدیک مخفی نہیں الا اذا برهنت فان البینۃ تقبل علی الشرط وان کان نفیا کان لم تجیء صهرتی اللیلۃ
فلان فی کذا فشهدا انها لم تجیء قبلت وطلقت منح مگر جبکہ عورت گواہ لاوے اپنے دعوے پر تو گواہ مقبول ہونگے شرط پر اگرچہ شرط نفی کی ہو چنانچہ یوں کہنا زوج کا کہ اگر آج
کی رات میری خوشدامن یا میری سالی نہ آوے گی تو میری عورت طالق ہے پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ خوشدامن یا سالی زوج کے پاس نہیں آئی تو یہ گواہی مقبول ہو گی اور عورت
مطلقہ ہو گی کذا فی منح الغفار ہر چند کہ نفی پر گواہی مسموع نہیں لیکن یہاں اسواسطے مسموع ہوئی کہ ظاہر میں نفی ہے لیکن حقیقت میں اثبات ہے طلاق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
وفی التهبیر ان لم اجامعک فی حیضتک فانت طالق للسنۃ ثم قال جامعتک فی حیضتک فالقول له لانه یملک الانشاء والا لا انتهی فانت طالق الخ لا یملک انشاؤه الا تتیمیا
محل طلاقها اور تجنیس میں یوں روایت ہے کہ زوج نے کہا کہ اگر میں تجھسے جماع نہ کروں تیرے حیض کے اندر تو تو طالق ہے موافق سنت کے پھر زوج نے کہا کہ میں نے تجھسے
حیض میں کیا اگر دعویٰ جماع کیوقت عورت کو حیض موجود ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ مالک ہے انشاء جماع کا یعنی حیض میں پھر جماع کر سکتا ہے گو شرعاً جائز نہیں اور اگر
وقت دعویٰ جماع کے عورت طاہر ہو حائضہ نہیں تو قول زوج کی تصدیق نہ ہو گی اسواسطے کہ واقع اسکے قول کے خلاف ہے اور طلاق سنت کا وقت موجود ہے شارح کہتا ہے کہ مسئلہ سابقہ
یعنی اختلافا فی وجود الشرط فالقول له اور مسئلہ آئندہ یعنی ان حضت فانت طالق یہ دونوں مسئلے اپنے طلاق پر ہیں یعنی مقید نہیں مطلق ہیں اسواسطے کہ تقیید مسئلہ سابقہ کی
تجنیس کی روایت سے ثابت ہوئی یعنی وقت طہارت حیض کے زوج کا قول معتبر نہیں اور تقیید مسئلہ آئندہ کی خود وہیں مصرح ہے وما لا یعلم وجوده الا منها فالقول لها فی حق نفسها
خاصۃ استحسانا بلا یمین فی حقها اور جو شرط ایسا ہو کہ وجود معلوم نہ ہو سکے بجز عورت کے چنانچہ حیض اور محبت و بغض تو وہاں ایسے قول کی تصدیق ہو گی فقط اسکی ذات کے حق میں نہ غیر کے حق میں
اسواسطے کہ وہ امین ہے اور اپنی صورت کیواسطے متہم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی تصدیق قول عورت کی بطور استحسان ہے بدون قسم کے کذا فی النهر الفائق شبہ یہ ہے کہ
بدون عورت کے معلوم نہیں ہو سکتی اور اس پر حکم شرعی مترتب نہ ہو تو عورت پر اسکی خبر دینا واجب ہے تاکہ حرام میں نہ واقع ہو وہ مرتبہ کہا گیا ہے کما صحح فی الاصح اور عورت کا قول معتبر ہے بلوغ کی
کی بابت اور احتلام میں جیسے ہر قول الاصح میں ہے اگر حیض پر تعلیق طلاق کی ہو اور کہا قد بلغت تو اسکی تصدیق ہو گی اور اسیطرح غلام کی بلوغ کی

آزادی اس غلام پر معلق ہوئی اور غلام نے کہا کہ مجھکو احتلام ہوا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی مثل حیض کے کقولہ ان حضت فانت طالق و فلانۃ وان کنت تحبین
عذاب اللہ فانت کذا او عبدہ حر فلو قالت حضت و الحیض قائم فان انقطع لم یقبل قولہا زیلعی و حدادی او احببت طلقت ہی فقط ان کذبہا الزوج
فان کذبہا او علم وجود الحیض طلقتا جمیعا حدادی چنانچہ یوں کہا زوج کا کہ اگر تو حائضہ ہوئی تو تو طالق ہے اور فلانی عورت طالق ہے یا یوں کہا کہ اگر تو عذاب خدا کو
دوست رکھتی ہے تو تو طالق ہے یا غلام اسکا آزاد ہے تو اگر عورت نے کہا کہ میں حائضہ ہوئی اور حالانکہ حیض اسوقت قائم ہے اور اگر حیض منقطع ہو گیا تو اسکا قول مقبول نہوگا
چنانچہ زیلعی اور حدادی نے اسکو مصرح کیا ہے یا عورت نے یوں کہا کہ مسئلہ ثانیہ کے جواب میں کہ میں عذاب خدا کو دوست رکھتی ہوں تو فقط وہی عورت مطلقہ ہوگی نہ اسکی سوت اگر
زوج نے اسکی تکذیب کی اور اگر زوج نے اسکی تصدیق کی یا زوج کو اسکے حیض کا ہونا معلوم ہو گیا تو دونوں عورتیں مطلقہ ہونگی یعنی خبر دینے والی اور اسکی سوت کذا فی الحدادی و فی ان
حضت لا یقع برؤیۃ الدم لاحتمال الاستحاضۃ فان استمر ثلاثا وقع من حین رأت وکان بدعیا اور اس قول میں کہ اگر تو حائضہ ہوگی تو تو طالق ہے طلاق واقع ہوگی
مجرد نظر آنے خون کے بسبب احتمال کے کہ شاید یہ استحاضہ ہو پھر اگر خون برابر جاری رہا تین روز تو طلاق واقع ہوگی اس وقت سے جب سے کہ عورت نے خون کو دیکھا اور یہ طلاق بدعی ہوگی اسواسطے
کہ حیض میں واقع ہوئی ہے فلو طہر بعد ما تزوجت آخر فی الثلاثۃ ایام صح فلو ماتت فیہا فارثہا للزوج الاول دون الثانی وتصدق فی حقہا دون ضرتہا پھر اگر عورت خون بند ہونے پر
نکاح کر لیا دوسرے زوج سے تین دن میں تو یہ نکاح صحیح ہوگا پھر اگر خون بعد نکاح ثانی کے مرگئی تین دن کے اندر تو وراثت اس عورت کی زوج اول کو ہوگی اسواسطے کہ معلوم نہیں کہ
یہ خون حیض تھا یا نہیں کیونکہ حیض تین دن سے کم نہیں ہوتا اور اگر تین دن برابر خون جاری رہا تو زوج ثانی اسکا وارث ہوگا اور تصدیق ہوگی عورت کے قول کی اسکے
حق میں نہ اسکی سوت کے حق میں کما مر و فی ان حضت حیضۃ او نصفہا او ثلثہا او سدسہا لعدم تجزیہا لا یقع حتی تطہر منہا لان الحیضۃ اسم للکامل اور زوج کے اس
قول میں کہ اگر تو حائضہ ہوگی ایک حیض کہ یا نصف حیض یا ثلث حیض یا سدس حیض کہ ہنے کل اور بعض حیض کہنا یکسان ہے بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے تو ایک یا بعض حیض
کی تعلیق سے طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ پاک ہو جاوے عورت اس سے اسواسطے کہ ایک حیض نام ہے پورے حیض کا اور پورا ہونا پاکی کے متحقق نہیں ثم انما یقبل قولہا لم تر حیضۃ
اخری جوہرۃ پھر یہ ہو کہ قبول عورت کا حیض سے ہونے میں وہانتک مقبول ہے کہ اسنے دوسری بار حیض نہیں دیکھا کذا فی الجوہرہ یعنی حالت حیض میں یا بعد پاک ہونے کے
حیض کا اظہار کیا تب تک مقبول ہوگا اور اگر حیض ثانی میں اظہار کیا تو مقبول نہوگا و فی ان صمت یوما فانت طالق تطلق حین تغرب الشمس من یوم صومہا
بخلاف ان صمت فانہ مصدق لساعۃ اور اس قول میں کہ اگر تو روزہ رکھیگی ایک دن تو تو طالق ہے تو طلاق واقع ہوگی وقت غروب آفتاب کے جس دن روزہ رکھے بخلاف
اس قول کے کہ ان صمت یعنی اگر تو صائم ہوگی تو تو طالق ہے تو غروب آفتاب کی ضرورت نہیں اسواسطے کہ صوم لغوی ایکساعت پر بھی صادق آتا ہے قال لہا ان ولدت
غلاما فانت طالق واحدۃ وان ولدت جاریۃ فانت طالق ثنتین فولدتہما ولم یدر الاول تلزمہا واحدۃ قضاء وثنتان تنزہا ای احتیاطا لاحتمال
تقدم الجاریۃ کہا زوجہ کو کہ اگر تو لڑکا جنی تو تجھکو ایکبار طلاق ہے اور لڑکی جنی تو تجھکو دو بار طلاق ہے سو عورت لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کے بعد جنی اور معلوم نہیں کہ اول کون
جنی لڑکا یا لڑکی تو لازم ہوگی ایک طلاق باعتبار قضا کے اور دو بار طلاق باعتبار احتیاط کے بسبب احتمال تقدم جاریہ یعنے شاید اول لڑکی ہی پیدا ہوئی ہو و مضت العدۃ بالثانی
فلذا لم یقع شیء لان الطلاق المقارن لانقضاء العدۃ لا یقع اور آخر ہوگی عدت اس طلاق کی ولد ثانی سے اور اسی سبب سے ولد ثانی کے تولد سے کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے
جو طلاق کہ متصل ہو انقضاء عدت کے اس سے کچھ نہیں واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی فان علم الاول فلا کلام وان اختلفا فالقول للزوج لانہ منکر وان تحقق ولادتہما
معا وقع الثلث وتعتد بالاقراء پھر اگر معلوم ہو پہلا ولد تو ہمیں کچھ کلام کی حاجت نہیں یعنی اگر عورت اول لڑکا جنی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکی
پیدا ہونے سے آخر ہوگی پھر دوسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر اول لڑکی جنی تو دو بار طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکا ہونے سے منقضی ہوگی پھر تیسری طلاق نہ واقع
ہوگی اور اگر زوجین میں اختلاف ہوا سو عورت نے دعوی کیا کہ اول لڑکی پیدا ہوئی اور زوج نے کہا کہ نہیں اول لڑکا ہوا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ
منکر ہے لزوم طلاق ثانی کا اور اگر ثابت ہوئی دونوں کی ولادت ساتھ ہی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور عدت اسکی حیضوں سے ہوگی اسواسطے کہ عدت

بسبب ولادت کے منقضی نہیں ہوگی اسواسطے کہ ولادت لڑکی میں معاً شرط واقع ہوگی طلاق کی (ان ولدت غلاما وجارية بتين ولم يدر الاول تقع ثنتان قضاء وثلث تنزها)
اور اگر جنی عورت ایک لڑکا اور دو لڑکیاں اور پہلا ولد معلوم نہیں تو دو بار طلاق باعتبار قضا کے واقع ہوگی اور تین بار بنا بر احتیاط کے اسواسطے کہ اگر لڑکا اول یا
درمیان میں ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی ایک اسکے سبب سے اور دو پہلی لڑکی کے سبب سے اور اگر لڑکا آخر میں ہوگا تو دو طلاق پہلی لڑکی کے سبب ہونگی پھر باقی رہے کچھ نہ واقع ہوگا
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن النہر (وان ولدت غلامين وجارية فواحدة قضاء وثلث تنزها) اور اگر عورت دو غلام اور جاریہ جنی اور پہلا معلوم نہیں تو بنا بر قضا کے ایک طلاق
واقع ہوگی اور بنا بر احتیاط کے تین اسواسطے کہ اگر دو غلام پہلے ہیں تو ایک طلاق ایک غلام سے دوسرے سے کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ تعلیق باطل ہوگئی بسبب اول غلام
اور ولادت جاریہ سے کچھ نہوگا اسواسطے کہ انقضاے عدت اسکی ولادت سے متعلق ہے اور اگر جاریہ اول ہے یا درمیان تو تین طلاق واقع ہونگی ایک طلاق بسبب اول غلام کے اور
دو بسبب جاریہ کے تو یہ مسئلہ محتمل ہے ایک کو اور تین کو تو قضا میں اقل لازم ہوگا اور بنا بر احتیاط کے اکثر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی (وبخلاف ما لو قال ان كان حملك غلاما
فانت طالق واحدة وان كان جارية فثنتين فولدت غلاما وجارية لم تطلق لان الحمل اسم للكل فما لم يكن الكل غلاما او جارية لم تطلق) اور یہ مسئلہ ولادت کا
مخالف ہے مسئلہ حمل سے اسطرح کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرا حمل لڑکا ہو تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہو تو دو طلاق ہیں پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو طلاق
نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حمل نام ہے کل کا اسواسطے کہ اسم جنس مضاف ہے تو کل کو شامل ہوگا تو جبتک کل حمل لڑکا یا لڑکی نہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب نہ پائے
جانے شرط کے (وكذا لو قال ان كان ما في بطنك غلاما المسئلة بحالها لعموم ما) اسیطرح طلاق نہ واقع ہوگی اگر زوج نے کہا کہ جو تیرے پیٹ میں ہے اگر وہ لڑکا ہو
تو تجھکو ایک طلاق ہے پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب عموم لفظ ما کے تو مطلب یہ ہوا کہ جب جمیع ما فی البطن لڑکا ہو تب شرط پائی جاویگی
ایسا ہی ہے (بخلاف ان كان في بطنك المسئلة بحالها فانه يقع الثلث لعدم لفظ العام) بخلاف سابق کے یہ مسئلہ ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں
لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہیں پھر عورت لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ اس قول میں کوئی عام لفظ نہیں
کہ جمیع ما فی البطن ادھر ہو بلکہ لفظ فی البطن کا لڑکا اور لڑکی دونوں پر صادق ہے (فرع مسائل الحقه الشارح لو علق طلاقها بحبلها لم تطلق حتى تلد لاكثر من سنتين من وقت التعليق)
اگر معلق کیا طلاق کو عورت کے حمل پر تو طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ جنے دو برس سے زیادہ وقت تعلیق سے یعنی بعد تعلیق کے جبتک دو برس سے زیادہ ولادت نہوگی
طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر قبل دو برس یا پورے دو برس میں جنے تو طلاق نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شاید حمل تعلیق سے پہلے ہوا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی (قال
ان ولدت ولدا فانت طالق وحرة فولدت ولدا ميتا طلقت وعتقت) کہا کہ اگر تو لڑکا جنے گی تو تو طالق ہے یا آزاد ہے پھر عورت مردہ لڑکا جنی تو وہ مطلقہ
ہوگی اور لونڈی ہے آزاد ہوگی اسواسطے کہ مردہ کو بھی لڑکا کہتے ہیں (قال لام ولده ان ولدت فانت حرة فتنقضي به العدة) پھر کہا مولی نے اپنی ام ولد سے کہ اگر تو جنے گی
تو تو آزاد ہے پھر وہ مردہ لڑکا جنی تو اسکے قول سے ام ولد کی عدت منقضی ہو جائیگی کذا فی الجوہرۃ علامہ حلبی و طحطاوی نے کہا کہ اس مسئلہ میں سہو واقع ہوا ہے اسواسطے کہ عدت
نہیں ختم ہوگی بلکہ جب آزاد ہوگی اور آزادی ثابت نہیں ہوتی مگر بعد ولادت کے تو کیونکر ولادت سے عدت منقضی ہوگی شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ قیاس تو یہی ہے لیکن علت مقصود تو
یہ ہے کہ رحم کی صفائی معلوم ہو اور ولادت سے صفائی تو ثابت ہو گئی لہذا ولادت ہی کافی ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی (علق العتاق والطلاق ثم لو الثلث
بشيئين حقيقة كشرطين او لا كان جاء زيد وبكر فانت كذا يقع المعلق ان وجد الشرط الثاني في الملك والا لا الا اشتراط الملك حالة الحنث) لیس مسئلہ رباعیہ
تعلیق کی عتاق اور طلاق کی دو چیز پر حقیقۃ ہو جیسے دو شرطیں یا حقیقۃ دو چیز پر تعلیق ہو بسبب مکرر لانے شرط کے اسطرح کہ اگر آویگا زید اور اگر آویگا بکر تو تو طالق ہے یا
دو چیز پر ہو بدون تکرار شرط کے جیسے اسطرح کہ اگر آویگا زید اور بکر تو تو طالق ہے یا آزاد ہے تو عتاق اور طلاق معلق واقع ہوگی اگر شرط ثانی ملک میں پائی جاوے اور
اگر شرط ثانی ملک میں نہ پائی جاویگی تو معلق نہ واقع ہوگی بسبب شرط نہ پائے ملک کے وقت حنث یعنی تعلیق ٹوٹنے کے وقت ملک ضرور ہے پھر جب شرط ثانی ملک میں
نہ حاصل ہوگی تو معلق نہ واقع ہوگی اور شرط اول کا ملک میں حاصل ہونا کافی نہیں یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی چار صورتوں کا محتمل ہے ایک صورت یہ کہ دونوں شرطیں ملک میں پائی جاویں

طلاق واقع ہوگی دوسری صورت یہ کہ دونوں چیزیں ملک میں نہ پائی جاویں اسمیں طلاق نہوگی تیسری صورت یہ کہ اول چیز ملک میں پائی گئی نہ دوسری تو اسمیں
طلاق نہوگی چوتھے یہ کہ دوسری چیز ملک میں پائی گئی نہ پہلی اسمیں طلاق واقع ہوگی حلف لثلث او العتق لامتہ بالوطی حنث بالتقاء الختانین ولم یجب علیہ
العقر فی المسئلتین باللبث بعد الایلاج لان اللبث لیس بوطی معلق کیا تین طلاق کو یا اپنی لونڈی کی آزادی کو جماع پر تو حانث ہوگا بمجرد ملنے دونوں شرمگاہ
کے یعنے بمجرد دخول کے طلاق اور آزادی ثابت ہوگی اور نہ واجب ہوگا مرد پر عقر دونوں صورتوں میں بسبب توقف اور درنگی کے بعد ادخال کے اسواسطے کہ ٹھہرنا اور درنگی
جماع نہیں بلکہ جماع عبارت ہے ادخال سے سوا ادخال بعد طلقات ثلثہ اور عتق کے نہیں پایا گیا اور عقر عبارت ہے مہر مثل سے حرہ میں لونڈی میں دسواں حصہ
قیمت کا اگر وہ باکرہ ہو اور اگر باکرہ نہو تو بیسواں حصہ ولذا لم یصر بہ مراجعا فی الطلاق الرجعی اور چونکہ لفظ ٹھہرنا بعد ادخال کے جماع نہیں اسلئے بسبب
ٹھہرنے کے طلاق رجعی میں زوج مراجع نہوگا یعنے زوج نے دخول کیا پھر عورت کو طلاق رجعی دی اور ٹھہر گیا بدون حرکت کے تو پھر واسطے ٹھہرنے کے رجعت ثابت نہو
نزدیک محمد کے اسواسطے کہ اس فعل کو جماع نہیں کہتے اور ابو یوسف کے نزدیک فقط اسی فعل سے رجعت ثابت ہے اسواسطے کہ بعد طلاق رجعی کے ٹھہرنا مس سے خالی نہیں اور مس
مثبت ہے رجعت کا بحر الرائق میں کہا کہ مذہب ابو یوسف کا بسبب قوت دلیل کے لائق ترجیح کے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا اخرج ثم اولج ثانیا حقیقۃ او حکما
بان حرک نفسہ فیصیر مراجعا بالحرکۃ الثانیۃ ویجب العقر لا الحد لاتحاد المجلس مگر جبکہ زوج نے نکالا پھر داخل کیا دوبارہ خواہ ادخال ثانی حقیقۃ ہو اسطرح کہ آلہ تناسل کو
عورت کی شرمگاہ سے جدا کیا پھر داخل کیا یا ادخال حکما ہو اسطرح کہ بلا انفصال حرکت دی بدون اخراج اور ادخال کے تو دونوں طرح زوج مراجع ہوگا بسبب دوسری
حرکت کے طلاق رجعی میں اور مرد پر عقر واجب ہوگا تین طلاق یا عتق کی تعلیق میں اور حد نہ واجب ہوگی بسبب متحد ہونے مجلس عتق اور وطی کے اس قول سے شارح نے
صاحب الدرایہ کے اعتراض کو دفع کیا اعتراض یوں مذکور ہے کہ تعلیق عتق میں جبکہ آلہ تناسل کو خارج کیا پھر داخل کیا تو چاہیئے کہ مرد پر حد زنا واجب آوے اسواسطے کہ وطی لونڈی
کی وقت میں ہے کہ نہ ملک میں داخل ہوئی نہ شبہ ملک میں بخلاف مسئلہ تعلیق طلاق کے کہ وہاں شبہ ملک کا موجود ہے یعنے عدت شارح نے جواب دیا کہ بسبب اتحاد
مجلس کے یہ فعل ابتدائی نہیں ہے اس وجہ سے کہ حد لازم آوے کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق الجدیدۃ فی قولہ للقدیمۃ ان نکحتہا ای فلانۃ علیک فہی طالق اذا
نکح فلانۃ علیہا فی عدۃ البائن لان الشرط مشارکتہا فی القسم ولم یوجد نہ مطلقہ ہوگی منکوحہ جدیدہ منکوحہ قدیمہ کو اسطرح کہنے سے زوج کے کہ اگر میں فلانی سے
نکاح کروں تیرے اوپر تو وہ طالق ہے جبکہ نکاح کیا زوج نے فلانی سے قدیمہ پر جسکی طلاق بائن کی عدت میں یعنے اول قدیمہ کو طلاق بائن دی پھر اسکی عدت بائن
جدیدہ نکاح کیا تو جدیدہ پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شرط طلاق جدیدہ کی مشارکت تھی جدیدہ کی قدیمہ کے ساتھ باری میں حالانکہ مشارکت مذکورہ بعد طلاق
بائن کے موجود نہیں ہے عدم لزوم قسم کی تعلیل خوب نہیں ہے اسواسطے کہ اگر جدیدہ سے سفر میں زوج نکاح کریگا تو بھی طلاق واقع ہوگی حالانکہ سفر میں باری نہیں تو
عدم بقاء نکاح قدیمہ بہتر تعلیل ہے عدم طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نکح فی عدۃ الرجعی او لم یقل علیک طلقت الجدیدۃ ذکرہ مسکین قیدہ فی النہر بما
اذا اراد رجعتہا والا فلا قسمۃ لہا کما مر اور اگر نکاح کیا جدیدہ سے قدیمہ کی عدت رجعی میں یا زوج نے یوں نہ کہا کہ اگر تجھ پر سے اور نکاح کروں بلکہ یوں
کہا کہ اگر فلانی سے نکاح کروں تو وہ طالق ہے تو دونوں صورتوں میں منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی مذکور کیا اسکو مسکین نے اور نہر الفائق میں بحث
کر کے طلاق مذکور کو مقید کیا ہے قصد رجعت سے یعنے زوج جب قدیمہ سے رجعت کا ارادہ رکھتا ہو تب جدیدہ پر طلاق واقع ہوگی اور اگر ارادہ
رجعت کا نہیں تھا مطلقہ رجعی کی باری نہیں چنانچہ باب القسم میں اسکا بیان ہو چکا پھر جب اسکی باری نہوئی تو جدیدہ مطلقہ بھی نہوگی بسبب عدم شرط کے
ہم عنقریب گذرا کہ سفر میں باری نہیں حالانکہ وہاں بھی نکاح جائز نہیں تو بحث صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا انت طالق
ان شاء اللہ متصلا الا لتنفس او سعال او جشاء او عطاس او ثقل لسان او امساک فم او فاصل مفید لتاکید او تکمیل او حد او طلاق او نداء کانت طالق
بائنا او یا طالق ان شاء اللہ صح الاستثناء خانیۃ کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے انشاء اللہ ملا کر یہ کہ انشاء اللہ کو متصل یہ کہا

بسبب دم لینے کے یا کھانسی کے یا ڈکار سے یا چھینک سے یا ہکلاپن سے یا کسی کے منہ بند کر لینے سے یا بسبب لفظ فاصل کے جو مفید ہو تاکید طلاق کو پس طلاق کو وصل تاکیدی
کی مثال چنانچہ انت طالق طالق انشاء اللہ اور فاصل تکمیلی کی مثال چنانچہ انت طالق واحدۃ وثلثا او بائنا انشاء اللہ یا بسبب فاصل کے جو مفید ہو عدد کا یا طلاق کا
بائن ہونا چنانچہ مفید عدد کی مثال انت طالق بائنۃ انشاء اللہ اور مفید طلاق کی مثال انت طالق یا طالق انشاء اللہ اور ندا کی مثال انت طالق یا کلثوم
انشاء اللہ سوا ان سب صورتوں میں استثنا صحیح ہے کذا فی الخانیہ یعنے اسقدر انفصال مانع اتصال استثنا کا نہیں بخلاف الفاصل اللغو کانت طالق رجعیا
انشاء اللہ وقع بائنا لا یقع بخلاف فاصل لغو کے چنانچہ یوں کہنا کہ انت طالق رجعیا انشاء اللہ تو اسمیں طلاق واقع ہو گی لفظ رجعیا کا فاصل لغو ہے اسواسطے
کہ لفظ طالق خود موضوع ہو واسطے طلاق رجعی کے تو رجعیا کہنا محض بیفائدہ ہوا تو مانع ہو گا صحت استثنا کو اور اگر یوں کہیگا کہ انت طالق بائنا انشاء اللہ تو
طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ یہ فاصل لغو نہیں کہ مانع ہو صحت استثنا کا بلکہ یہ فاصل تکمیلی ہے چنانچہ عنقریب گذرا ولو قال رجعیا او بائنا یقع بنیۃ البائن لا الرجعی
قنیہ وقواہ فی النہر اور اگر زوج نے کہا انت طالق رجعیا او بائنا انشاء اللہ تو طلاق واقع ہو گی بائن کی نیت سے نہ رجعی کی نیت سے کذا فی القنیہ اور
تقویت دی ہے روایت قنیہ کو نہر الفائق میں ہم بحر الرائق میں قنیہ کی روایت کی تضعیف ہے اور نہر الفائق میں اسکی تقویت ہے اور در المختار کے محشیوں نے
یعنے شیخ رحمتی اور حلبی نے بحر الرائق کی تصویب کی ہے بسبب صراحت دلیل کے یعنے جب کہ رجعی مسمیٰ ہو طلاق کا تو نیت رجعی کی بھی مسبب طلاق کی ہو گی اور جبکہ
ذکر بائن سے طلاق نہیں ہوتی تو اسکی نیت سے بھی طلاق واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی مسموعا بحیث لو قرب شخص اذنہ الی فمہ یسمع فیصح استثناء الاصم
خانیہ استثنا متصل مسموع ہو اسطرح کہ اگر نزدیک کرے کوئی شخص اپنا کان متکلم کے منہ کیطرف تو سن لے تو صحیح ہوا استثنا کرنا بہرے آدمی کا کذا فی الخانیہ
یعنے جب سماع کی یہ حد ہوئی کہ دوسرا آدمی کان لگانے سے سن سکے تو بہرے آدمی کا استثنا کرنا بھی صحیح ہو گا کہ ہر چند وہ خود نہیں سنتا لیکن دوسرا سن سکتا ہے تو یہ
قول جو مشہور ہے فقہا کا کہ مسموع قول وہ ہے جسکو آپ سنے اس سے اصم مستثنیٰ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لا یقع للشک واقع ہو گی طلاق انشاء اللہ کہنے سے بسبب شک کے
اسواسطے کہ زوج نے طلاق کو معلق کیا خدا کی مشیت پر اور خدا کی مشیت معلوم نہیں تو ہمکو شک پڑا مشیت اور عدم مشیت میں اور نکاح ثابت ہو چکا ہے یا یقین تو طلاق
نہ ثابت ہو گی بسبب شک کے وان ماتت قبل قولہ ان شاء اللہ طلاق نہ واقع ہو گی اگرچہ وہ مر گئی ہو انشاء اللہ کہنے سے پہلے یعنی زوج نے اسیقدر کہا تھا کہ انت طالق
اور ہنوز انشاء اللہ کہنے کی نوبت نہ آئی کہ زوجہ مخاطبہ مر گئی تو بھی طلاق نہ واقع ہو گی عدم طلاق کا ثمرہ یہ ہے کہ زوجہ غیر مدخولہ کا زوج وارث ہو گا اور اگر طلاق
پڑتی تو زوج اسکا وارث نہ ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی وان مات یقع اور اگر زوج مر گیا قبل تلفظ انشاء اللہ کے تو طلاق واقع ہو گی بسبب عدم استثنا کے عدم استثنا زوج کا ارادہ
اسطرح معلوم ہو سکتا ہے کہ زوج قبل لفظ طلاق کے کسی شخص سے قصد استثنا کو ذکر کیا ہو ولا یشترط فیہ القصد اور شرط نہیں صحت استثنا میں قصد استثنا کا کرنا تو اگر زوج نے طلاق
دینے کا ارادہ کیا اور اسکی زبان سے انت طالق انشاء اللہ نکل گیا تو استثنا صحیح ہو گا طلاق نہ واقع ہو گی ولا التلفظ بھما اور شرط نہیں بولنا طلاق اور استثنا کا فلو تلفظ بالطلاق و
کتب الاستثناء موصولا او عکس او ازال الاستثناء بعد الکتابۃ لم یقع عمادیۃ تو اگر بولا طلاق کو اور لکھا استثنا متصل لکھنے کے یا اسکے برعکس کیا یعنے طلاق کو لکھا اور استثنا کو فورا بولا یا طلاق
اور استثنا دونوں کو لکھا پھر استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو ان تینوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ تلفظ شرط نہیں کذا فی العمادیہ ولا العلم بمعناہ حتی لو اتی
بالمشیئۃ من غیر قصد جاہلا لم یقع خلافا للشافعی اور شرط نہیں جاننا معنی استثنا کا یہانتک کہ اگر زوج انشاء اللہ کو اپنے کلام میں بلا قصد نادانستہ بولا تو بھی طلاق واقع ہو گی بخلاف امام شافعی
کے کہ انکے نزدیک صحت استثنا میں قصد شرط ہے جسکی مفتی کا علم مشروط ہے وافتی الشیخ الرملی الشافعی فیمن حلف علی شئی بالطلاق واستثنی لا لغیر ظانا صحتہ بعدم الوقوع انتہی قلت لم ارہ لاحد
من علمائنا واللہ اعلم اور فتوی دیا ہے شیخ رملی شافعی نے اس شخص کے حق میں جسنے قسم کہائی کسی چیز پر طلاق کی پھر انشاء اللہ کہا قسم کہانے والے کیواسطے کوئی غیر شخص نے
در انحالیکہ قسم کہانے والا صحت استثنا سے غیر کا گمان کرتا ہے فتوی دیا عدم وقوع طلاق کا انتہی کلامہ یعنی اسطرح کا استثنا اس عالم کے نزدیک صحیح ہے لہذا عدم وقوع کا فتوی دیا شارح
کہتا ہے کہ ہمنے اپنے علماء حنفیہ سے کسیکو نہیں دیکھا جسنے اس مسئلہ کا تعرض کیا ہو واللہ اعلم شامی وغیرہ نے کہا کہ علمائے حنفیہ کا یہ کہنا ہے کہ استثنا متکلم کا شرط ہے تو غیر کا استثنا کرنا صحیح نہ ہو گا واللہ اعلم

ولو شهدا بهما وهو لا يذكر جاز ان كان بحال لا يدري ما يجري على لسانه لغضب جاز له الاعتماد عليهما والا لا بحر اور اگر گواہی دی دو گواہوں نے مشیت کی یعنی انشاء اللہ کہنے کی اور زوج کو یاد نہیں ہے اسکا کہنا سو اگر زوج وقت تکلم کے اس حال پر تھا کہ نہیں جانتا تھا کہ کیا نکلتا تھا اسکی زبان سے بسبب غضب کے تو زوج کو اعتماد کرنا شاہدوں کے قول پر جائز ہے اور اگر اسکو ایسی حالت بیخبری کی نہ تھی تو اسکو کہ قول پر اعتماد کرنا نہ چاہیے کذا فی بحر الرائق ولقبل قوله ان ادعاه وانكرته في ظاهر المروي عن صاحب المذهب وقيل لا يقبل الا ببينة وعليه الاعتماد والفتوى احتياطا لغلبة الفساد خانية اور مقبول ہوگا قول زوج کا اگر وہ مدعی ہو استثنا کا اور منکر ہو اسکی عورت ظاہر الروایت میں جو مروی ہے صاحب مذہب سے اور قول غیر ظاہر یہ ہے کہ زوج کا قول مقبول نہیں بدون گواہوں کے اور اسی قول پر اعتبار اور فتوی ہے بنا بر احتیاط کے بسبب غلبہ فساد زمانہ کے کذا فی الخانیہ یعنی اہل زمانہ میں بسبب شیوع فسق کے حلال حرام کی امتیاز نہیں تو بدون گواہوں کے قول زوج پر اعتبار نہ چاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہ اگلے زمانہ کا حال تھا ہم اپنے زمانہ کا کیا حال بیان کریں کہ جاہل بالطبع و بعض علماء طمع دنیا سے اہل کو یہ حیلے سکھا دیتے ہیں تا کہ طلاق نہ واقع ہو بسبب ہوا ہی مشقت کے استغفر اللہ من شرور انفسنا قيل ان عرف بالصلاح فالقول له وبعض علما نے یعنے کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر میں کہا کہ اگر زوج معروف بالصلاح و تقوی ہو تو اسیکا قول معتبر ہو خیر الدین رملی نے منح الغفار کے حاشیہ میں کہا کہ جب قول کی ترجیح میں اختلاف ہے تو ظاہر الروایہ کیطرف رجوع کرنا واجب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وحكم من لم يوقف على مشيته فيما ذكر كالانس والجن والملائكة والجدار والحمار كذلك اور حکم اس شخص کا جسکی مشیت نہیں معلوم ہو سکتی امر مذکور میں یعنی تعلیق بالمشیۃ میں جیسا آدمی اور جن اور فرشتے اور دیوار اور گدھا ایسا ہی ہے جیسا مشیت خدا کا حکم ہے یعنے اگر زوج زوجہ سے کہے کہ تو مطلقہ ہے اگر سب آدمی یا جن یا فرشتے چاہیں یا دیوار یا گدھا چاہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ سب آدمیوں کی خواہش معلوم نہیں ہو سکتی اسیطرح جن اور فرشتے کی مشیت معلوم نہیں ہو سکتی اور دیوار اور گدھے میں تو مطلق مشیت نہیں ہو ایسے مراد جمیع جمادات اور گدھے سے مراد جمیع حیوانات ولو شرك كان شاء الله وشاء زيد لم يقع اصلا اور اگر ملایا مشیت خدا کو ساتھ مشیت اس شخص کے جسکی مشیت معلوم ہو سکتی ہے مثلاً یوں کہا کہ تو مطلقہ ہے اگر چاہے خدا اور چاہے زید تو طلاق اصلا نہ واقع ہوگی اگرچہ زید چاہے ومثل ان الا وان لم واذا وما ولم اور مانند ان شرطیہ کے ہے لفظ الا وان لم واذا او ما ولم کا یعنے اگر زوج نے کہا انت طالق الا ان يشاء الله یا یوں کہا کہ انت طالق ان لم یشاء اللہ یا یوں کہا کہ انت طالق اذا شاء اللہ یا یوں کہا کہ انت طالق ما شاء اللہ یا یوں کہا کہ انت طالق ما لم یشاء اللہ تو ان سب مثالوں میں طلاق نہ واقع ہوگی جیسا کہ انشاء اللہ کہنے سے نہیں واقع ہوتی ومن الاستثناء انت طالق لولا ابوك ولولا حسنك ولولا اني احبك فلا يقع خانية اور استثنا میں سے یہ قول ہے کہ انت طالق لولا ابوک یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا باپ نہ ہوتا اور انت طالق لولا حسنک یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا حسن نہ ہوتا اور انت طالق لولا انی احبک یعنی تو مطلقہ ہے اگر میں تجھے دوست نہ رکھتا سو اس قول سے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیہ یہ قول استثنا میں اسواسطے داخل ہے کہ کلمہ لولا کا امتناع جزا پر دلالت کرتا ہے یعنے طلاق پر بسبب وجود شرط کے ومنه سبحان الله ذكره ابن الهمام في فتاواه اور استثنا میں سے ہے سبحان اللہ بیان کیا ہے اسکو کمال الدین ابن الہمام نے اپنے فتوی میں یعنی اگر یوں کہے کہ انت طالق سبحان اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے انشاء اللہ سے نہیں واقع ہوتی ہم سبحان اللہ بمعنی استثنا ہونے کی علت محشی نے وجہ بعید بیان کی ہے کہ تثنال ؟ غیر محشیوں کو پسند نہیں اور فتح القدیر سے سبحان اللہ کا بمنزلہ استثنا کے ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ خلاف اسکے متبادر ہوتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی قال انت طالق ثلثا وثلثا ان شاء الله وانت حرة وحرة ان شاء الله طلقت ثلثا وعتق العبد عند الامام لان اللفظ الثاني لغو ولا وجه لكونه تاكيدا للفصل بالواو بخلاف قوله حرة حرة وحرة وعتيق لانه تاكيد وعطف التفسير فيصح الاستثناء کہا زوج نے کہ تو طالق ہے تین بار اور تین بار اگر چاہا اللہ نے یا مولے نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے اور حر ہے اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے تو زوجہ مطلقہ ہوگی تین طلاق کرا اور غلام آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم کے اسواسطے کہ لفظ ثانی یعنی ثلثا اور حر لغو ہے لفظ اول سے کچھ زیادہ فائدہ نہیں بخشا اور لفظ ثانی تاکید بھی نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ جدائی ہوگئی لفظ اول کو لفظ ثانی سے بسبب واو کے اور تاکید میں جدائی نہیں چاہیے تو استثنا صحیح

ہنوا بخلاف اس قول کے کہ انت حر ان شاء اللہ یا انت حر و عتیق انشاء اللہ اسواسطے کہ قول اول تاکید ہوا اور قول ثانی عطف تفسیری ہو تو استثنا صحیح ہوگا تو غلام نہ آزاد ہوگا وکذا یقع الطلاق بقولہ ان شاء اللہ انت طالق فانہ تطلیق عندہما تعلیق عند ابی یوسف لاتصال المبطل بالایجاب فلا یقع کما لو اخر وصححہ البزازی وفی الخانیۃ علی قول ابی یوسف الفتوی وقیل الخلاف بالعکس وعلی کل فالمفتی بہ عدم الوقوع اذا قدم المشیئۃ ولم یات بالفاء اور اسیطرح واقع ہوتی ہے طلاق اس قول سے کہ انشاء اللہ انت طالق اسواسطے کہ یہ قول تطلیق ہے امام اور محمد کے نزدیک اور تعلیق ہے نزدیک ابی یوسف کے واسطے متصل ہونے مبطل کے ساتھ ایجاب کے مبطل سے مراد استثنا ہے اور ایجاب سے مراد انت طالق ہے سو جب ایجاب باطل ہوا تو طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ طلاق نہیں واقع ہوتی اگر استثنا موخر ہو اسیطرح کہ انت طالق انشاء اللہ اور تصحیح کی ہے بزازی نے ابویوسف کے قول کی اور خانیہ میں ہے کہ ابویوسف ہی کے قول پر فتوی ہے اور بعضوں نے کہا کہ خلاف بالعکس ہے یعنے انشاء اللہ انت طالق ابویوسف کے نزدیک تطلیق ہے اور امام اور محمد کے نزدیک تعلیق اور بہر تقدیر مفتی بہ عدم وقوع طلاق ہے جبکہ مقدم کرے زوج مشیت کو یعنی انشاء اللہ کو اور فی جزا میں لاوے ہم شارح نے تصحیح کی کہ متن اس مقام میں خلاف مفتی بہ ہے وان اتی بہا لم یقع اتفاقا کما فی البحر والشرنبلالیۃ والقہستانی وغیرہا اور اگر زوج قول مذکور میں فی لاویگا یعنے یوں کہے کہ انشاء اللہ فانت طالق تو باتفاق امام اور صاحبین کے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ بحر الرائق اور شرنبلالیہ اور قہستانی وغیرہا میں مصرح ہے وثمرتہ فیمن حلف لا یحلف بالطلاق وقالہ حنث علی التعلیق لا الابطال اور ثمرہ اس اختلاف کا اس شخص کے حق میں ظاہر ہوگا جسنے قسم کھائی کہ نہ طلاق کی قسم نہ کھائیگا اور وہ قول ہولا یعنے انشاء اللہ انت طالق اسکی بابت نکلا تو اسکی قسم ٹوٹیگی تعلیق کہنے پر نہ ابطال پر ہم مسئلہ مستقل ہے تقدیم شرط پر متفرع نہیں چنانچہ نہر الفائق میں قہستانی سے منقول ہے کہ طلاق مقرون باستثنا صحیح یمین ہے یعنے تعلیق ہے ابویوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تعلیق نہیں بلکہ ابطال ہے یعنے اصل کلام بسبب استثنا کے باطل ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی وبانت طالق بمشیئۃ اللہ او بارادتہ او بمحبتہ او برضاہ لا التعلیق لان الباء للالصاق فکان کالحاق الجزاء بالشرط اور اس قول سے کہ تو طلاق ہے ساتھ مشیت خدا کے یا ساتھ ارادہ خدا کے یا ساتھ محبت خدا کے یا ساتھ رضاء الہی کے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا کی بے معنی الصاق اور اتصال کے ہو تو یہ اتصال مثل اتصال جزا کے ہوا ساتھ شرط کے تو جیسا کہ شرط اور جزا سے یعنے انت طالق انشاء اللہ سے طلاق نہیں واقع ہوتی ویسے ہی اس قول سے بھی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مشیت الہی اور ارادہ اور محبت اور رضا امور غیبیہ سے ہیں بشر کو اطلاع انپر ممکن نہیں تو بسبب شک کے طلاق کیونکر واقع ہو وان اضافہ ای المذکور من المشیۃ ونحوہا الی العبد کان ذلک تملیکا فیقتصر علی المجلس کما مر اور اگر نسبت کیا مذکور سابق کو یعنے مشیت وغیرہا کو بندہ خدا کیطرف تو یہ تملیک طلاق ہوگی و منحصر ہوگی مجلس علم پر چنانچہ فصل مشیت میں اسکا بیان ہو چکا یعنے اگر یوں کہا کہ تو طالق ہے بمشیت زید یا بارادہ زید یا بمحبت زید یا برضاء زید تو زید کو اختیار طلاق دینے کا مجلس تک ہے بعد مجلس کے وان قال بامرہ او بحکمہ او بقضائہ او باذنہ او بعلمہ او بقدرتہ یقع فی الحال اضیف الیہ تعالی او الی العبد اذ یراد بمثلہ التنجیز عرفا کقولہ انت طالق بحکم القاضی اور اگر زوج نے کہا کہ تو مطلقہ ہے بامر خدا یا بحکم خدا یا بقضاء خدا یا باذن خدا یا بعلم خدا یا بقدرت خدا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی خواہ امور مذکورہ خدا کیطرف منسوب ہوں خواہ بندہ کیطرف اسواسطے کہ ایسے قول سے عرف میں تنجیز مراد ہوتی ہے نہ تعلیق تو گویا مطلب یہ ہوا کہ تو مطلقہ ہوئی اسواسطے کہ خدا نے طلاق دینے کا امر کیا اور حکم دیا اور رضا فت الی العبد کی مثال جیسا کہ زوج کا یوں کہنا کہ تو طالق ہے بحکم قاضی یا بامر قاضی یا بعلم قاضی وان قال فی لک باللام یقع فی الوجوہ کلہا لانہا للتعلیل اور اگر الفاظ عشرہ کہ معنی مشیت و قوت وامر وغیرہ کو لام کے ساتھ کہا یعنے یوں کہا کہ انت طالق لمشیئۃ اللہ او لامرہ تو سب صورتوں میں طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ لام موضوع ہے واسطے تعلیل کے اور علت کا ہونا طلاق کیواسطے نفس الامر میں جو شرط نہیں وان کان بحرف فی ان اضافہ الی اللہ تعالی لا یقع فی الوجوہ کلہا الا فی بعض الشرط الا فی العلم فانہ یقع فی الحال کذا القدرۃ ان نوی بہا ضد العجز لوجودہ قدرتہ تعالی قطعا کالعلم اور اگر امور عشرہ قول ع کو ساتھ حرف فی کے ذکر کیا اور خدا کیطرف نسبت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی سب صورتوں میں اسواسطے کہ فی

مسئلہ تعلیق طلاق
سع مفتی بہ ہے

سلہ
تو آزاد ہو اور آزاد
کہ الہا یا ہے
عتیق ہے
سع تو آزاد اور عتیق ہے
ان شاء اللہ
سع انشاء اللہ تو
طلاق والی ہے
سع تو طلاق ہے
بسبب مشیت اللہ تعالی
یا بوجہ اسکے ارادہ

یعنی شرط ہر قوا نتِ طالق فی مشیۃ اللہ بجائے انتِ طالق انشاء اللہ کے ہو مگر لفظ علم میں فی الحال طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح قدرۃ میں اگر نیت کی زوج نے قدرت سے ضد عاجزی کی طلاق واقع ہوگی بسبب وجود قدرت حق تعالے کے یقیناً مانند علم الٰہی کے یعنے اگر یوں کہا کہ انتِ طالق فی علم اللہ یا یوں کہا کہ انتِ طالق فی قدرۃ اللہ تو فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ علم الٰہی اور قدرت الٰہی قطعی الوجود ہیں اور علم سے کسی وقت نفی علم اور قدرت کی متصور نہیں تو گویا یہ تعلیق ہوئی امر موجود پر تو فی الحال واقع ہوگی اور اگر زوج نے قدرت سے تقدیر کی نیت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حکم مطلق گاہے شر کو مقدر کرتا ہے اور گاہے نہیں تو اس صورت میں تعلیق بالمجہول ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی **وان اضافہ الی العباد کان تملیکا فی الاربع الاول و ما بمعناہا کالہوی والرویۃ و تعلیقا فی غیرہا** یہی تشتہ اور اگر نسبت کی بندہ کیطرف بحرف فی تو تملیک ہوگی پہلے چار امور میں یعنے مشیۃ اور ارادہ اور محبۃ اور رضا میں اور جو لفظ کہ انکے ہم معنی ہیں جیسا کہ ہوی بمعنی محبت اور خوشی اور رویت بمعنی رویت قلبی اور یہ اضافت تعلیق ہوگی اُن چار کے غیر میں اور وہ چھ ہیں یعنے امر اور حکم اور قضا اور اذن اور علم اور قدرت تو اگر زوج نے یوں کہا کہ انتِ طالق فی مشیۃ زید تو یہ تملیک ہے زید کو مجلس تک تعلیق کا اختیار ہوا اور اگر یوں کہا کہ انتِ طالق فی امر زید تو یہ تعلیق ہے ثم العشرۃ اما ان تضاف الی اللہ او العبد والعشرون اما ان تکون بباء او لام او فی فہی ستون بعد الفاظ عشرہ یا مضاف ہوں خدا کی طرف یا عبد کیطرف تو بیس ہوئے اور بیسوں تین حال سے خالی نہیں یا باء سے ملے ہوئے یا لام کے یا فی کے چنانچہ انتِ طالق بعلم اللہ اور لعلم اللہ اور فی علم اللہ اور بعلم زید اور لعلم زید اور فی علم زید تو ساٹھ صورتیں ہیں اسواسطے کہ بیس کو تین میں ضرب کرنے سے ساٹھ ہوتے ہیں **وفی البزازیۃ کتب الطلاق و استثنی بالکتابۃ صح** اور بزازیہ میں ہے کہ لکھا زوج نے طلاق کو اور استثنا کیا ساتھ لکھنے کے تو صحیح ہے ہم اسعبارت سے دو صورتیں مفہوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ طلاق اور استثنا کو ساتھ ہی بولے دوسری یہ کہ دونوں کو ساتھ ہی لکھے پھر اگر ساٹھ کو دو میں ضرب کیجیے تو ایک سو بیس ہوتی ہیں اور شارح نے اس سے زیادہ ترقی کا ارادہ کیا لہذا کہا **وعلی ما مر من العادیۃ فہی مأتان و اربعون** اور بنا بر اس قول کے جو عمادیہ سے اسے اسباب میں گذر چکا تو ایک سو چالیس ہوتی ہیں ہم عمادیہ میں تین احتمال ذکر ہوچکا ہے ایک یہ کہ طلاق کو بولا اور استثنا کو فوراً لکھا دوسرے یہ کہ طلاق کو لکھا اور استثنا کو فوراً بولا تیسرے یہ کہ استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو اگر ساٹھ کو تین میں ضرب کیجیے تو ایک سو اسی ہوتی ہیں حلبی محشی نے کہا بلکہ یہاں تین سو بیس ہیں اسواسطے کہ الفاظ عشرہ یا مضاف ہونگے اللہ کیطرف یا بندہ کیطرف تو بیس ہوئے اور ہر ایک خالی نہیں کہ مستعمل ہوں شرطیہ یا باء سے یا لام سے یا فی سے تو اسی ہوئے پھر ان کو چار میں ضرب کرنے سے اور ہر ایک صورت چار حال سے خالی نہیں ایک یہ کہ طلاق اور استثنا دونوں ملفوظ ہوں دوسرے یہ کہ دونوں مکتوب ہوں تیسرے یہ کہ طلاق ملفوظ ہوا اور استثنا مکتوب چوتھے یہ کہ طلاق مکتوب ہو اور استثنا ملفوظ تو تین سو بیس ہوئے اسکو چار میں ضرب کرنے سے اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ ایک ہزار ایک سو بیس بلکہ چھ ہزار چار سو ساٹھ صورتیں ہیں (؟) اسکی تفصیل جسکو شوق ہو وہ حاشیہ شیخ عابد سندھی مدنی کو ملاحظہ کرے مترجم نے خوف طوالت سے ذکر نہ کیا تفصیل کا ضرور نہیں اور فی کیف شاء و نفذ الطلاق رجعیۃ اور اسقول میں کہ انتِ طالق کیف شاء اللہ یعنے تو طالق ہے جس کیفیت سے کہ خدا چاہے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ خلاصہ میں مذکور ہے کہ کیفیت باطل ہوگئی سبب تعلیق بالمشیۃ کے تو باقی رہگیا انتِ طالق تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی **انتِ طالق ثلثا الا واحدۃ یقع ثنتان** اسقول سے کہ تو طالق ہے تین بار مگر ایک بار تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا اقل کا اکثر سے بلا خلاف جائز ہے یہاں سے بحث استثنائے تحصیلی کی شروع ہوئی بعد از فراغت استثنائے تعطیلی کے بحر الرائق میں کہا کہ استثنا دو قسم ہے ایک استثنا عرفی دوسرا استثنا وضعی تو استثنا عرفی مذکور ہوچکا یعنی تعلیق بالمشیۃ اور استثنا وضعی الا کو کہتے ہیں یہی استثنا وضعی وہ ہے کہ جو بعد الا یا اخوات الا کے مذکور ہوا ور ماقبل الا کا حکم میں مخالف ہو یا قبل الا سے پہلے الا کو مستثنٰی منہ کہتے ہیں اور مابعد الا کو مستثنٰی بولتے ہیں **وفی الا ثنتین یقع واحدۃ** اور اس قول میں کہ انتِ طالق ثلثا الا ثنتین یعنی تجھکو تین طلاق مگر دو تو ایک طلاق واقع ہوگی **وفی الا ثلثا یقع ثلث لان استثناء الکل باطل ان کان بلفظ الصدر او مساویہ** اور اسقول میں کہ انتِ طالق ثلثا الا ثلثا یعنی تجھکو تین طلاق ہیں مگر تین تو تینوں طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا کل کا کل سے باطل ہے اگر بلفظ صدر کلام یعنی مستثنٰی منہ کے ہو یا معنی میں برابر اسکے ہو تو استثنا بلفظ صدر کی مثال اوپر مذکور ہوچکی یعنے ثلث سے ثلث مستثنٰی ہوا اور مساوی کی یہ مثال ہے کہ انتِ طالق ثلثا الا واحدۃ و واحدۃ و واحدۃ **وان بغیرہما کنسائی طوالق الا ہولاء او الا زینب و عمرۃ و ہندۃ و سعدی**

احرار الا ہولاء او الا سالما و غانما و راشدا و ہم الکل صح کما یجی فی الاقرار اور اگر استثنا کل کا بغیر لفظ صدر اور بغیر مساوی ہو چنانچہ نسائی طوالق الا ہولاء یعنے میری عورتین مطلقہ ہین مگر یہ یا یون کہا کہ نسائی طوالق الا زینب و عمرۃ و ہندا یعنی میری عورتین مطلقہ ہین مگر زینب و عمرہ اور ہندا اور چنانچہ عبیدی احرار الا ہولاء یعنی میرے غلام آزاد ہین مگر وہ یا یون کہا کہ میرے غلام آزاد ہین مگر سالم و غانم اور راشد اور حالانکہ اسکی عورتین اور غلام اتنے ہی ہین جتنے کہ اسنے مذکور کیے تو یہ استثنا صحیح ہے اگرچہ استثنا کے کل ہی ہو اسواسطے کہ لفظ نسا عام ہے اگرچہ در واقع مین اسکی کل عورتین اتنی ہی ہین اور لفظ عبید بھی عام ہے اگرچہ نفس الامر مین اسکے غلام اتنے ہی ہین چنانچہ کتاب الاقرار مین آویگا و یعتبر فی المستثنی کونہ کلا او بعضا من جملۃ الکلام لا من جملۃ الکلام الذی یحکم بصحتہ و ہو الثلث اور مستثنی مین معتبر ہے ہونا اسکا کل یا بعض مستثنے منہ کا منجملہ مطلق کلام کے نہ منجملہ اس کلام کے کہ جسکی صحت پر حکم ہوتا ہے اور وہ تین ہین یعنے اگر مستثنے منہ زیادہ ہو تین طلاق سے تو اسی اکثر سے استثنا ہوگا نہ فقط تین سے ففی انت طالق عشرا الا تسعا یقع واحدۃ تو اس قول مین کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو بار ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا اور اگر استثنا کو منجملہ کلام صحیح کے اعتبار کرتے یعنے تین طلاق سے استثنا کرتے تو استثنا باطل ہوتا اسواسطے کہ اکثر اقل سے نہین گر سکتا والا ثمانیۃ یقع ثنتان اور اس قول مین کہ انت طالق عشرا الا ثمانیۃ یعنے تو طالق ہے دس بار مگر آٹھ بار دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ اگر دس سے آٹھ ساقط کیجیے تو دو باقی رہتی ہین والا سبعا یقع ثلثا اور اس قول مین کہ انت طالق عشرا الا سبعا یعنے تو طالق ہے دس بار مگر سات بار تین طلاق واقع ہونگی و متی تعدد الاستثنا بلا واو کان کل اسقاطا مما یلیہ اور جبکہ چند استثنا ہون بدون واو کے تو ہوگا ہر مستثنے کا اسقاط اپنے متصل سے اور یہی صحیح مذہب نحویون کا ہے اور اگر چند مستثنی بحرف واو ہون تو ہر ایک مستثنی کا اسقاط صدر سے ہوگا چنانچہ انت طالق عشرا الا خمسا و الا ثلثا و الا واحدا مین ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ خمس و ثلث و واحد کا مجموعہ نو ہے جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا کذا فی حاشیۃ المدنی فیقع ثنتان بانت طالق عشرا الا تسعا الا ثمانیۃ الا سبعۃ حیث مستثنی متعدد بلا واو کا خطابطہ معلوم ہوا تو دو طلاق واقع ہونگی اس قول سے کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو مگر آٹھ مگر سات اسکی دریافت کے دو قاعدے ہین پہلا قاعدہ یہ کہ اول مستثنے کو مستثنے منہ سے ساقط کیا جو باقی رہا اسکو ثانی مستثنے پر بڑھایا اور ثالث مستثنے کو ثانی سے ساقط کیا وعلی ہذا القیاس آخر تک پھر جو باقی رہا وہی مستثنی مراد ہے مثال مذکور مین اول مستثنے نو ہے اسکو عشر سے ساقط کیا ایک باقی رہا اسکو ثانی مستثنے یعنی ثمانیہ پر زیادہ کیا تو نو ہوا پھر اس سے سات یعنی سبعہ کو ساقط کیا دو باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین دو طلاق واقع ہونگی اور دوسرا قاعدہ یہ کہ مستثنے اخیر کو اسکے قریب سے ساقط کیا جو باقی رہا اسکو اسکے قریب سے گرایا اسیطرح گراتے گئے مستثنے منہ تک مثال مذکور مین اخیر مستثنے سبعہ ہے اسکو ثمانیہ سے ساقط کیا ایک رہا تسعہ سے ساقط کیا آٹھ رہے آٹھ کو عشر سے ساقط کیا دو باقی رہے اسیواسطے شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین دو طلاق واقع ہونگی کذا فی حاشیۃ المدنی و یلزم خمسۃ بلہ علی عشرۃ الا تسعا الا ثمانیا الا سبعا الا ستا الا خمسا الا اربعا الا ثلثا الا اثنین الا واحدا اور لازم ہونگی مقر کو پانچ درم اس قول سے کہ مثلاً زید نے کہا کہ خالد کے مجھپر دس درم ہین مگر نو مگر آٹھ مگر سات مگر چھ مگر پانچ مگر چار مگر تین مگر دو مگر ایک اسکی وجہ جب قاعدہ اولی کے یہ ہے کہ مستثنے اول یعنی نو کو دس سے ساقط کیا ایک باقی رہا اسکو آٹھ پر بڑھایا نو ہوئے اس سے سات کو ساقط کیا دو باقی رہے انکو چھ پر بڑھایا آٹھ ہوئے اس سے پانچ کو گرایا تین باقی رہے انکو چار پر بڑھایا سات ہوئے اس سے تین کو گرایا چار باقی رہے انکو دو پر بڑھایا چھ ہوئے اس سے ایک ساقط کیا پانچ باقی رہ گئے اور بموجب قاعدہ ثانیہ کے ایک کو ساقط کیا دو سے ایک باقی رہا اسکو تین سے گرایا دو باقی رہے انکو چار سے ساقط کیا دو باقی رہے انکو پانچ سے گرایا تین باقی رہے انکو چھ سے گرایا تین باقی رہے انکو سات سے ساقط کیا چار باقی رہے انکو آٹھ سے گرایا چار باقی رہے انکو نو سے ساقط کیا پانچ باقی رہے انکو دس سے گرایا پانچ باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین پانچ درم لازم آتے ہین باقی رہا تیسرا قاعدہ اسکے دریافت کرنے کا سو اسکو شارح نے لیکر اسکے

قول مین بیان کیا و تقریبہ ان تاخذ العدد الاول بیمینک والثانی بیسارک والثالث بیمینک والرابع بیسارک و ہکذا ثم تسقط ما بیسارک مما بیمینک فما بقی فہو الواقع اور تقریب اسکے دریافت کی یہ ہے کہ لے عدد اول کو اپنے داہنے ہاتھ مین اور عدد ثانی کو اپنے بائین ہاتھ مین اور عدد

ثالث کو اپنے داہنے میں اور عدد رابع کو اپنے بائیں میں اور اسیطرح لیتا جا ایک اپنے داہنے میں اور ایک بائیں میں آخر تک پھر ساقط کر بائیں ہاتھ کے اعداد کو داہنے ہاتھ کے
اعداد سے پھر جسقدر بعد اسقاط کے باقی رہے وہی واقع ہو تو مثال مذکور میں مستثنیٰ اول کو یعنی نو کو داہنے ہاتھ میں لیا اور ثانی کو یعنی آٹھ کو بائیں میں لیا پھر ثالث
یعنے سات کو داہنے میں لیا اور رابع کو یعنی چھ کو بائیں میں لیا پھر خامس یعنی پانچ کو داہنے میں اور سادس یعنی چار کو بائیں میں لیا پھر سابع یعنی تین کو داہنے میں اور ثامن
یعنے دو کو بائیں میں لیا باقی رہا ایک اُسکو داہنے میں لیا تو داہنے میں نو اور سات اور پانچ اور تین اور ایک مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ پچیس ہوا اور بائیں میں آٹھ اور چھ اور چار اور دو
مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ بیس ہوا پھر بائیں ہاتھ کے اعداد کو یعنی بیس کو داہنے کے اعداد سے یعنی پچیس سے ساقط کیا تو پانچ باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور کی اقرار سے پانچ
درم لازم آتے ہیں **اخراج بعض التطليقة لغو بخلاف ايقاعه** یا طلاق کے بعض کو نکالنا بطریق استثنا کے لغو ہے بخلاف اُسکے ایقاع کے یعنی مثلاً نصف طلاق کا
واقع کرنا لغو نہیں بلکہ نصف سے پوری ایک طلاق واقع ہو گی چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا لیکن نصف یا ثلث کا استثنا کرنا صحیح نہیں **فلو قال انت طالق ثلثا
الا نصف تطليقة وقع الثلث في المختار وعن الثاني ثنتان فتح** تو اگر زوج نے کہا کہ تجھکو تین طلاق ہیں مگر آدھی طلاق تو قول مختار میں تین طلاق واقع ہونگی
اسواسطے کہ بعض طلاق کا استثنا لغو ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دو ہی طلاق واقع ہونگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اُنکے نزدیک استثنا بعض کا صحیح ہے نہ ایقاع کے
وفي السراجية انت طالق الا واحدة يقع ثنتان انتهى فكانه استثنى من ثلث مقدرا اور سراجیہ میں ہے کہ اس قول میں کہ تو طالق ہے مگر ایک دو طلاق واقع ہونگے انتہی کلامہ تو گویا
استثنا کیا تین سے جو مقدر ہیں **سألت المرأة الطلاق فقال انت طالق خمسين طلقة فقالت المرأة ثلث تكفيني فقال ثلث لك والباقي لصواحباتك وله
ثلث نسوة تطلق المخاطبة لا غير لانه اصلاحه المختار لصيرورة الباقي لغوا فلم يقع بصرفه لصواحبها** عورت نے طلاق مانگی سو زوج نے کہا کہ تو طالق ہے
پچاس طلاق کر تو عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق کافی ہیں تو زوج نے کہا تین طلاق تجھکو اور باقی تیری ساتھ والی سوتوں کے واسطے اور حالانکہ اُس مرد کے تین بیبیاں ہیں سوائے مخاطبہ
کے تو مخاطبہ ہی مطلقہ ہو گی نہ اسکے سوا کوئی یہی قول مختار ہے بسبب ہو جانے باقی طلقات کے لغو یعنی پچاس بعد تین کے باطل ہو گئے تو اُسکی سوتوں پر لغو طلاق کے صرف کرنے سے
کچھ نہ واقع ہوگا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے **في ايمان الفتح باللفظ وقد عرف في الطلاق انه لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار
فانت طالق وقع الثلث واقره المصنف** ثم فتح القدیر کے باب الایمان میں یہ مسئلہ بایں لفظ مذکور ہے جیسا کہ شارح نے ذکر کیا یعنی باب الطلاق میں معلوم ہو چکا ہے کہ اگر زوج نے کہا
کہ اگر تو گھر میں داخل ہو گی تو تو طالق ہے اگر تو گھر میں داخل ہو گی تو تو طالق ہے اگر تو گھر میں داخل ہو گی تو تو طالق ہے تو تین طلاق واقع ہونگی دخول سے اگرچہ فوراً ایک ہی بار
ہو کذا فی حاشیة المدنی اور مصنف نے منح الغفار میں اسکو ثابت رکھا ہے باب الایمان میں **ان سكنت هذه البلدة فامرأته طالق فخرج فورا فخلع امرأته ثم سكنها قبل العدة لم تطلق
بخلاف فانت طالق فليحفظ** کہا اگر میں رہوں اس شہر میں تو اُسکی زوجہ مطلقہ ہے یعنے میری زوجہ پھر فوراً شہر سے نکل گیا پھر اپنی زوجہ سے خلع کیا بعد اسکے اسی شہر میں آ رہا قبل گذرنے
مدت عدت کے تو بسبب اس رہنے کے وہ عورت مطلقہ نہ ہوگی اسواسطے کہ شرط پائی جانے کیوقت وہ عورت اُسکی زوجہ نہیں کذا فی البحر بخلاف اس مسئلہ کے یہ ہے کہ اگر کہا اپنی زوجہ
سے کہ اگر میں اس شہر میں رہوں تو تو مطلقہ ہے پھر فوراً نکل گیا پھر اُس سے خلع کیا پھر بعد اسکے شہر میں آ رہا تو مخاطبہ مطلقہ ہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اسواسطے کہ اس صورت میں
تعلیق ہو سکتی ہے بلا قید زوجیت نہیں بخلاف پہلی صورت کے کذا فی حاشیة المدنی **ان تزوجتك فان تزوجتك فانت كذا لم يقع حتى يتزوجها مرتين بخلاف مالو قدم الجزاء فليحفظ**
اگر میں تجھ سے نکاح کروں اور اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو ایسی ہے یعنے مطلقہ ہے تو مخاطبہ پر طلاق نہ واقع ہو گی یہانتک کہ اس سے دو بار نکاح کرے بخلاف اسکے وہ
صورت ہے کہ اگر جزا کو مؤخر نہ لاوے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے اگر جزا کو شرط پر مقدم کریگا یا درمیان میں لاویگا دونوں شرطوں کے تو ایک ہی بار نکاح کرنے سے مخاطبہ مطلقہ
ہو گی تقدیم جزا کی مثال انت طالق ان تزوجتك ان تزوجتك اور توسیط جزا کی مثال ان تزوجتك فانت طالق وان تزوجتك کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن النهر والمنية
ان غبت عنك اربعة اشهر فامرك بيدك ثم طلقها فاعتدت فتزوجت ثم عادت للاول ثم غاب اربعة اشهر فلها ان تطلق نفسها ولو خالعها لا لانه تنجيز للاول تعلیق زوج نے
کہا کہ اگر میں تجھ سے غائب ہوں چار مہینے تو امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے پھر اسکو طلاق دی یعنی کمتر تین سے پھر عورت نے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر مطلقہ ہو کر اول

بعد عدت کے زوج اول کے نکاح میں پھر آئی بعد اسکے مرد غائب ہوا چار مہینے تو عورت کو اپنی ذات کو طلاق دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ سابق میں کو ہو چکا کہ
زوال ملک مبطل تعلیق نہیں ہے اگر عورت نے خلع کیا یعنے زوج نے زوجہ کو طلاق مفوض کی بدون تعلیق کے پھر عورت نے خلع کیا پھر اختیار طلاق کا عورت کو باقی رہیگا اسواسطے
کہ تنجیز ہے تعلیق نہیں یعنے تفویض منجز والم النکاح قائم ہے پھر جبتک نکاح رہا تو تفویض بھی نہ رہیگی اور مثال ورد التعلیق ہے تو زوال نکاح سے باطل ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی دعاہا
للوقاع فابت فقال متی یکون فقالت غداً فقال ان لم تفعلی بہا المراد غداً فانت کذا ثم نسیا حتی مضی الغد لا تقع بلایا زوج نے زوجہ کو واسطے جماع کے سو زوجہ انکار کیا
تو زوج نے کہا یہ امر کب ہوگا سو عورت نے کہا کل تو مرد نے کہا کہ اگر اس مطلب کو کل نہ کریگی تو تو ایسی ہے یعنے مطلقہ ہے پھر زوج اور زوجہ دونوں اسے بھول گئے یہاں تک کہ کل کا
دن گذر گیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ بقائے تعلیق موقت ہے امکان پر یعنی شرط ہی یہاں سبب ایجاب اسکا وقت باقی نہ رہا اس وجہ تعلیق باطل ہو گئی حلف لا یاتیہا
فاتعلق فجامعت فجامعت ان استیقظ احنث قسم کھائی کہ عورت سے صحبت نکریگا پھر جب لیتا سو عورت آئی اور اسنے صحبت کی تو اگر مرد حالت جماع میں جاگتا ہوگا تو حانث
ہوگا ان لم اشبعک من الجماع فعلی انزال الماء مرد نے عورت سے کہا کہ اگر میں تجھکو آسودہ نکروں جماع سے تو تجھکو طلاق ہے تو یہ آسودگی عورت کے انزال پر موقوف ہے اسواسطے
آسودگی سے مراد کسر شہوت ہے بسبب جماع کے سو بدون انزال کے نہیں ہوتی ان لم اجامعہا الف مرۃ لکذا فعلی المبالغۃ لا العدد مرد نے کہا کہ میں زوجہ سے ہزار بار جماع نکروں
تو وہ مطلقہ ہے تو یہ محمول مبالغہ اور کثرت جماع پر ہے نہ اس عدد خاص پر چنانچہ یمین کہا کہ ستر بار کثیر معنی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ان وطیک فعلی جماع الفرج وان نوی الدوس
بالقدم حنث دیانۃ مرد نے عورت سے کہا کہ اگر میں تیری وطی کروں تو تو طالق ہے تو یہ وطی جماع شرمگاہ پر محمول ہے اسواسطے کہ متبادر وطی سے جماع ہی ہے اور اگر زوج
وطی سے قدم سے روندنا اور کچلنا مراد لیگا تو اسی معنی سے بھی حانث ہوگا چنانچہ جماع سے لہ امرأۃ جنب او حائض او نفساء فقال اخبثکن طالق طلقت النفساء ایک مرد ہے کہ عورتیں
اسکی جنب ہے جماع سے یا احتلام سے اور دوسری حائض ہے اور تیسری نفاس والی ہے سو اسی مرد نے کہا تم عورتوں میں سے گندہ تر اور پلید تر عورت مطلقہ ہے تو نفاس والی
عورت پر طلاق واقع ہوگی وفی المشکلین فعلی الحائض وان کرر کہا کہ ان عورتوں میں سے جو اخبث ہو طالق ہے تو حائض پر طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ذکر کیے ہیں حیض
اخبث اور موقع ہے نفاس سے کذا فی حاشیۃ المدنی قال لی الیک حاجۃ فقال امرأتہ طالق ان لم اقضہا فقال ہی ان تطلق امرأتک فلہ ان لا یصدقہ مثلاً زید نے کہا
خالد سے کہ میری کچھ حاجت ہے تیری طرف تو خالد نے کہا کہ اسکی زوجہ مطلقہ ہے اگر میں نہ پوری حاجت کروں سو زید نے کہا کہ وہ حاجت تو یہی ہے کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق دے
تو خالد کو جائز ہے کہ زید کی تصدیق نکرے اسواسطے کہ احتمال دروغ گوئی زید کا ممکن ہے شاید کہ اسکی حاجت کچھ اور ہو جب یہ دیکھا کہ قسم کھا بیٹھا تو زوج یا زوجہ کی ضرر رسانی
کیواسطے یوں اظہار کیا علاوہ اسکے جب زوج اور زوجہ میں وجود شرط کا اختلاف ہو تو زوج ہی کا قول معتبر ہے تو اجنبی کے ساتھ بطریق اولی معتبر ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال لاصحابہ
ان لم اذہب بکم اللیلۃ الی منزلی فامرأتہ کذا فذہب بہم بعض الطریق فاخذہم العسس لم یحنث کہا ایک شخص نے اپنے ساتھیوں سے کہ اگر میں نہ لیجاؤں تمکو آج کی رات اپنے گھر تک
تو میری عورت مطلقہ ہے سو انکو لیچلا تھوڑی سی راہ تو پکڑا انکو کوتوال نے اور قید کر رکھا سب کو اسکے گھر تک نہ پہنچ سکے تو وہ شخص حانث نہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ تعلیق
لیجانے پہ تھی نہ گھر میں داخل کرنے کی سو لیجانا متحقق ہو چکا ان خرجت من الدار الا باذنی فخرجت بحریقہا لا یحنث کہا زوج نے زوجہ کہ اگر تو گھر سے نکلیگی بدون حکم میرے تو تو طالق ہے
پھر عورت نکلی بسبب آگ لگنے گھر کے تو زوج حانث نہوگا اور یہی حال ہے خوف انہدام اور خوف غرق اور خوف ڈوبنے کا اسواسطے کہ بنا یمین عرف پر ہے اور ایسے امور عرف میں
یمین سے مستثنی ہوتے ہیں حلف لا یرجع ثم رجع لشیء نسیہ لا یحنث قسم کھائی شہر یا گھر سے نکلتے کہ نہ پلٹیگا پھر پلٹا کسی بھولی چیز کے لینے کیواسطے تو حانث نہوگا ان لم تجی بفلانۃ
او ان لم تردی ثوبی الساعۃ فانت طالق فجاء فلان من جانب آخر فنزعتہ او اخذ الثوب قبل دفعہا لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو فلانے شخص کو نہ لادیگی
تو تو طالق ہے یا یوں کہا کہ اگر تو میرا کپڑا اسی دم نہ پھیریگی تو تو طالق ہے پھر فلانا شخص خود آ گیا دوسری طرف سے یا زوج نے فوراً اپنا کپڑا اسے لیا عورت کے
دینے سے پہلے تو حانث نہوگا کذا ان لم ادفع الیک الدینار الذی علی الی رأس الشہر فکذا فابرأتہ قبل الشہر بطل الیمین اسیطرح حانث نہوگا اس قول میں کہ زوج
زوجہ سے کہا کہ اگر میں تجھکو نہ دوں وہ اشرفی جو مجھپر قرض ہے فلانے مہینے کے شروع ہوتے تو تو طالق ہے پھر زوجہ نے وہ اشرفی زوج کو معاف کر دی اس مہینے کے آنے سے پہلے تو یمین

باطل ہوگئی طلاق نہ واقع ہوگی حلف لیخرجن ساکن هذه الدار الیوم والساکن ظالم فان لم یخرجه فانه یحنث علی ما قاله یعنی باللسان قسم کھائی کہ ضرور نکالیگا اپنے گھر کے رہنے والے کو آج کے دن اور رہنے والا اُسکے گھر کا مرد ظالم ہے سو اگر گھر والے کو اُسکا نکالنا ممکن ہے تو یہ یمین یعنی ایسی قسم فقط زبان کے بولنے میں یعنی زبان سے یوں کہے کہ میں نے تجھکو اپنے گھر سے نکالا تو حانث نہوگا یعنی یا یکتب فی التعالیق متی تقلها او تزوج علیها او اخرجها من کذا او من باقی صداقها ولو دفع لها الکل بطل التعلیق لا التعلیق لصحة براءة الاسقاط والرجوع بما دفعه باقی رہا کلام تو یہ ہے جو تعالیق میں لکھا جاتا ہے کہ جب شوہر زوجہ کو شہر سے باہر لیجائیگا یا اُسپر دوسرا نکاح کریگا یا کہ زوج زوجہ کو فلانے قرض سے ابراء کرے یا باقی مہر سے ابراء کرے تو زوجہ مطلقہ ہے سو اگر زوج نے زوجہ کو کل قرض یا سب باقی مہر دیدے تو آیا تعلیق براءۃ کی باطل ہوگی یا نہیں جو ظاہر ہے یہ ہے کہ زوج کے دینے سے تعلیق نہ باطل ہوگی اسواسطے کہ فقہا نے صریح کیا ہے کہ بعد وصول کیے بھی براءۃ اسقاط صحیح ہے اور جو دیا ہے اُسکا پھیر لینا درست ہے ہم تعالیق سے مراد وہ وثائق ہیں جو عقد نکاح کے وقت شروط لکھے جاتے ہیں براءۃ اسقاط یہ ہے کہ دائن یوں کہے کہ اپنا حق اُسکی گردن سے ساقط کرے سو براءۃ اسقاط قبل وصول دین کے بھی ہوتی ہے اور بعد وصول کے بھی لیکن ہر یون بعد براءۃ اسقاط کے جو دیا تھا دائن سے پھیر سکتا ہے اسواسطے کہ وہ براءۃ سے خارج الذمہ ہوگیا پھر جب براءۃ بعد وصول کے بھی صحیح ہوئی تو تعلیق براءۃ کی کیونکر باطل ہوگی تو بعد براءۃ کے طلاق واقع ہوگی حلف بالله انه لم یدخل هذه الدار الیوم ثم قال عبده حر ان لم یکن دخل الیوم لا کفارة ولا یعتق عبده اما الصدق ولانها غموس لا یدخل القضاء فی الیمین بالله ایک شخص نے قسم کھائی اللہ کی کہ وہ داخل نہیں ہوا اس گھر میں آج پھر بولا کہ اُسکا غلام آزاد ہے اگر آج اس گھر میں نہ داخل ہوا ہو تو نہیں کفارہ قسم کا لازم آویگا اور اُسکا غلام بھی آزاد ہوگا کفارہ نہ لازم آویگا بسبب ہونے اُس شخص کے سچے عدم دخول والے کے یا اس سبب سے کہ وہ قسم غموس ہے اور غموس میں گناہ ہے کفارہ نہیں اور قاضی کے حکم کو کچھ دخل نہیں اللہ کی قسم میں خلاصہ یہ ہے کہ دونوں قسموں میں سے ایک میں اگر ایک میں سچا ہو گا تو بالضرور دوسری میں کاذب ہوگا اور آزادی غلام کی ثابت ہوگی جبکہ پہلی قسم میں سچا ہو اور دوسری قسم میں جھوٹا ہو اور نہیں قاضی کے حکم کو دخل نہیں پھر بعد قاضی کے اُسکا صادق یا کاذب ہونا کیونکر ثابت ہوا لہذا اس مسئلہ میں نہ کفارہ ہے نہ عتق حتی لو کانت الیمین الاولی بالعتق او الطلاق حنث بالیمین لدخولها فی القضاء یہانتک کہ اگر اسکی پہلی قسم عتق یا طلاق کی ہوگی تو وہ شخص دونوں قسموں میں حانث ہوگا بسبب داخل ہونے دونوں قسموں کے قاضی کے حکم میں باقی بیان اسکا باب عتق اور یمین میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اخذت من لحمها فاشترت به لحما وضاعت اللحام یدها تم ان لم تردیه الیوم فانت کذا فحیلته ان تعطی کیس اللحام وتسلمه للزوج ولو ضاع عن اللحام فما لم یعلم انه افنیت او سقط فی البحر لا یحنث لبقاء رجاءہ زوجہ نے زوج کے مال سے ایک درم پھر اُس سے گوشت مول لیا اور قصاب نے اُس درم کو اپنے درموں میں ملا دیا اور اُسکے زوج نے کہا کہ اگر اُس درم کو آج نہ پھیر لاویگی تو تو طالق ہے تو تدبیر اسکی یہ ہے کہ عورت قصاب کی تھیلی جسمیں وہ درم داخل ہے لاکر زوج کو دیوے اور اگر وہ درم قصاب سے ضائع ہوا تو جب تک یہ معلوم نہو کہ وہ درم پگھلا یا گیا یا دریا میں گر گیا تو زوج حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسکا پھر ملنا ممکن ہے بخلاف اذابة وسقوط فی البحر کے حلف ان لم یکن الیوم فی العالم او فی هذه الدنیا فکذا ایک جگہ لو فی بیته حتی یمضی الیوم قسم کھائی کہ اگر ہوں میں آج جہان میں یا اس دنیا میں تو اُسکی زوجہ مطلقہ ہے تو وہ شخص محبوس کیا جاوے اگرچہ کسی گھر ہی میں قید ہو یہانتک کہ وہ دن گذر جاوے تو جبکہ قید ہوگا حانث نہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں حبس پر نفی من الارض کا اطلاق کیا ہے چنانچہ فرمایا او ینفوا من الارض تو گویا وہ شخص دنیا میں موجود نہ رہا اس مسئلہ میں جو من کا اعتبار نہیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کو بجائے ان لم اکن کے ان اکن کہنا واجب تھا اسواسطے کہ تعلیق وجود حالف پر ہے نہ عدم پر اور مترجم نے اسیطرح ترجمہ مضارع مثبت کا کیا نہ منفی کا کیا ولو حلف ان لم یخرب بیت فلان غدا ففعله فحبس حتی مضى الغد حنث هو المختار اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں نہ ویران کروں فلانے کے گھر کو کل تو ایسا ہو پھر اُسکے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں اور روکا گیا ویران کرنے سے تو وہ حانث ہوگا یہی قول مختار ہے فتوی کے لیے کذا ان لم اخرج من هذه المنزل فکذا فقید ولو ان لم اذهب بک الی منزلی فانفلت منه او لم تحضر الی اللیلة منزلی فکذا فحنثها ابو حنیفه فی المختار اسیطرح حانث ہوگا جیسے یوں کہا کہ اگر میں نہ نکلوں اس گھر سے تو ایسا ہو پھر اُسکے بیڑیاں ڈالی گئیں یا یوں کہا اپنی زوجہ سے کہ اگر میں تجھکو اپنے گھر نہ لیجاؤں تو ایسا ہو پھر اُس عورت کو پکڑا سو وہ اُس سے چھوٹ بھاگی یا یوں کہا عورت سے کہ اگر تو حاضر نہو گی آج کی رات

یا بکال دیا جاوے تا زمین سے گذشتہ قید میں پایا جاوے ۱۲

میرے گھر میں تو ایسا ہوگا پھر اُسکے باپ نے اُسکو بٹھا دیا تو ان سب صورتون میں وہ حانث ہوگا قول مختار میں اسواسطے کہ مقید کرنا ادر منع کرنا اکراہ ہو یعنے زبردستی ہو اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ہوتی ہو نہ عدم فعل میں اور اس مسائل میں تعلیق عدم فعل پر ہوئی ہو تو اسمیں اکراہ کی تاثیر نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف لا اسکن فاغلق الباب بخلاف اسمسئلہ کے کہ کہا میں سکونت کرونگا اس گھر میں پھر دروازہ بند کر لیا گیا یا اُس شخص کے پاؤن میں بیڑیان ڈالی گئین تو حانث ہوگا قول مختار میں اسواسطے کہ شرط حنث کی فعل ہو یعنی سکونت کرنا اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ثابت ہو قلت قال ابن الشحنۃ الاصل انہ متی عجز عن شرط الحنث حنث فی العدمی لا الوجودی شارح کہتا ہی میں کہتا ہون کہ ابن شحنہ نے کہا کہ قاعدہ کلیہ حنث اور عدم حنث کا یہ ہو کہ جب قسم کھانے والا عاجز ہو شرط حنث سے تو حانث ہوگا امر عدمی میں نہ امر وجودی میں یعنی جب قسم کو متعلق عدم شئی پر کیا پھر عاجز ہوا تو حانث ہوگا اور عدم حانث ہوگا اور اگر قسم متعلق امر وجودی پر مترتب ہو جیسا کہ قول ان لم تبت لا اسکن میں تو بسبب عاجز ہونیکے حانث نہوگا قال فی النہر ومفادہ الحنث فیمن حلف لیؤدین الیوم دینہ فعجز لفقرہ وفقد من یقرضہ خلافا لما بحثہ فی البحر فتدبر کہا نہر الفائق میں مستفاد ہوتا ہو اس اصل سے حانث ہونا اُس شخص کا جو قسم کھائی کہ ادا کرونگا آج کے دن اپنے قرض کو پھر عاجز ہو گیا بسبب اپنی محتاجی کے اور نہ ملنے کسی شخص کے جو اُسکو قرض دے بخلاف اُس بحث کے جو بحر الرائق میں ہو غور اور تامل کر اس مقام میں ہم قائل ہیں کلام کا بسبب عجز کے اسواسطے حانث ہوا کہ شرط حنث کی امر عدمی ہو یعنے عدم ادا کے اور بحر الرائق میں کہا کہ قنیہ میں ثابت ہو کہ جب بیچنے والا عاجز ہوا و نہیں ممکن ہو تو یمین باطل ہو جاتی ہو تو اس سے لازم آتا ہو کہ مسائل مذکورہ میں جب ادا سے بیچنے والا عاجز ہو تو یمین باطل ہو یعنے جب یمین باطل ہوئی تو حانث بھی نہوگا انتہی کلام بحر الرائق قول قنیہ کا مطلق نہیں بلکہ اُس صورت پر محمول ہو جبکہ شرط حنث کی وجودی ہو اور بیان عدمی میں ہو صاحب نہر نے کہا کہ یہ مقام لائق اہتمام کے ہو تو بیان کیا ہم نے اسکو جیسا اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور آسان کیا

باب طلاق المريض

یہ باب ہو طلاق مریض کے احکام میں جبکہ متعلق طلاق تندرست سے اور اقسام طلاق سے یعنے تنجیز اور تعلیق اور صریح اور کنایہ سے فراغت پائی تو طلاق مریض کی شروع کی عنوان باب کا اللہ مصنف نے شروع اس باب کو طلاق مریض کے تعبیر کیا بسبب اسکی ہمالت کے یعنی مقصود بالذات نہین تمام مریضونکے احکام منقول ہو کہ بالتبع ہو اور باب الفار الفرار من لہ تہا فیہ وحیلۃ تقصد الی تمام عدتہا وقد یکون الفرار منہا کما سیجی اور طلاق دینے والے مریض کو فار بھی کہتے ہیں یعنے بھاگنے والا اسلئے کہ بھاگ گیا عورت کی وراثت سے یعنے مرض الموت میں اسواسطے عورت کو طلاق دیتا ہو تاکہ وہ اسکے مال کی وارث نہو تو مردود ہوگا اُسپر ارادہ اُسکا تا حین عورت کا عدت میں رہنے تک یعنے اُسکے ارادہ کا اثر نہوگا عورت عدت تک اسکی وارث ہوگی اور کبھی فرار عورت کیطرف سے ہوتا ہو جیسا کہ اسی باب میں بیان ہو گا ذکر بھی دیکھا من غالب حالہ الہلاک بمرض او غیرہ بان اضناہ مرض عجز بہ عن اقامۃ مصالحہ خارج البیت ہو الاصح کعجز الفقیہ عن الاتیان الی المسجد وعجز السوقی عن الاتیان الی دکانہ وفی حقہا ان تعجز عن مصالحہا داخلہ کما فی البزازیۃ جو شخص کہ غالب حال اسکا ہلاکی ہو مرض سے یا غیر مرض سے اس طرح پر کہ توڑ دیا اور لیتا ڈالا اسکو بیماری نے تا کہ عاجز ہو گیا اُسکے سبب اپنے مصالح کی اقامت سے گھر کے باہر یعنے بیماری کے باہر کے کاروبار ضروری نہیں کر سکتا یہی قول تعریف مریض میں اصح ہو جیسا کہ عاجز ہو جانا فقیہ کا مسجد کو جانے سے اور عاجز ہو جانا بازاری کا اپنی دکان تک جانے سے اور عورت کے حق میں مرض کی یہ ہو کہ وہ عاجز ہو جائے گھر کے اندر کے کاروبار سے یعنے پکانا اور گھر کی جھاڑنا سے کذا فی البزازیۃ مفادہ انہا لو قدرت علی نحو الطبخ دون صعود السطح لم تکن مریضۃ قال فی النہر وہو الظاہر اور مستفاد ہوتا ہو تعریف مذکور سے کہ اگر عورت قادر ہو پکانے وغیرہ پر چھت کے چڑھنے پر تو وہ مریض نہوگی نہر الفائق میں کہا کہ یہی قول ظاہر ہو قلت وفی آخر وصایا المجتبی المرض المعتبر المضنی المبیح لصلاۃ قاعدا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح ثم رمز وحد التطاول سنۃ انتہی میں کہتا ہون کہ مجتبی کی کتاب الوصایا کے آخر میں یون ہو کہ بیماری خطرناک جو معتبر ہو نانکے بیان سو وہ ہو جس سے مباح ہو جاوے نماز پڑھنا بیٹھکر اور جسکو بیماری نے بٹھلا دیا اور جسکو فالج کی بیماری ہو گئی یعنے آدھا دھڑ رہگیا ہو اور جسکو سل کی بیماری ہو جبکہ وہ بیماری پرانی ہو جاوے اور اسکو بستر پر نہ ڈالے تو یہ تینون بمانند تندرست اور صحیح کے ہیں پھر رمز کی شیخ نے کہ حد تطاول مرض کی ایکسال ہو انتہی کلام المجتبی فتاوے عالمگیری میں ہے تطاول کی شرح تمرتاشی سے منقول ہو اور وہ اقوات میں شمس الدین سرخسی سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ المفلوج والمسلول والمقعد ما دام یزداد ما بہ کالمریض اور قنیہ میں ہو کہ مفلوج اور مسلول اور مقعد

یہ بیماریاں بڑھتی جاتی ہوں یا مانند اُنکے اور بیماریاں ہوں مانند دق کے ہیں اور بیماری مالک ہی میں ہو کہ جب ان بیماریوں پر مرض کی ترقی ہو تو مریض کے مانند ہیں اور جب ترقی موقوف ہوگئی تو مانند صحیح ہیں

او بارز رجلا اقوی منہ او قدم لیقتل من قصاص او رجم او بقی علی لوح من السفینۃ او افترسہ سبع وبقی فی فیہ فار بالطلاق خبر من یا جنگ کی کا اسطرح

ہو کہ جنگ کرے یہ اپنے سے زیادہ زور آور مرد سے یا پیش کیا گیا ہو قتل کرنے کے واسطے خون کے بدلے سے یا سنگسار ہونے یا باقی رہگیا ہو ایک تختہ پر کشتی کے تختوں سے یا پکڑا ہو

اسکو درندہ جانور نے اور اسکے منہ میں بچ رہا ہو تو ایسا شخص فار بالطلاق ہے اسکو طلاق دینا جائز نہیں ہے اسواسطے کہ عورت کا حق اسکے مال میں متعلق ہو چکا شارح نے کہا کہ

فار بالطلاق خبر ہے من غالب حالہ الہلاک کی یعنی جس پر ظن غالب ہلاکی کا ہو خواہ بیماری سے خواہ قوت کی جنگ سے خواہ تقدیم قتل وغیرہ سے وہ فار ہے ولا یصح تبرعہ الا من الثلث

اور صحیح نہیں تبرع فار کا مگر تہائی مال سے تبرع سے مراد عقود غیر لازمہ جیسے وقف یا نکاح کیا زیادہ مہر مثل سے فلو ابانہا وہی من اہل المیراث علم باہلیتہا ام لا کان

اسلمت او عتقت وہو لم یعلم سو اگر فار نے عورت کو طلاق بائن دی اور عورت اہل تھی میراث کی یعنی حرہ مسلمہ تھی زوج اسکی اہلیت کو جانتا ہو یا نجانتا ہو چنانچہ اسکی زوجہ

کتابیہ مسلمان ہو گئی یا اسکی زوجہ لونڈی آزاد ہو گئی اور زوج کو اسکا اسلام یا آزاد ہونا معلوم نہ ہو طائعا بلا رضاہا فلو اکرہ او رضیت لم ترث طلاق بائن دی اپنی خوشی

بدون رضامندی زوجہ کے تو اگر طلاق بائن بزبردستی ہوئی زوجہ کی زوج پر یا یہ کہ عورت راضی ہوگئی اپنی طلاق سے تو وارث نہوگی اسواسطے کہ عورت نے اپنا حق آپ قطع کیا

اور یہ مراد نہیں کہ غیر زوجہ کا اکراہ مبطل ہو وراثت کا اسواسطے کہ اسمیں عورت کا کچھ قصور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی لہذا مترجم نے ترجمہ میں اکراہ زوجہ کی قید زیادہ کی

ولو اکرہت علی رضاہا او جامعہا ابنہ مکرہۃ ورثت اور اگر عورت پر جبر ہوا اسکے راضی ہونے پر یعنی عورت سے بزبردستی طلاق کا سوال کروایا یا زوج کے بیٹے نے زبردستی عورت سے

صحبت کی تو عورت وارث ہوگی اسواسطے کہ جبر میں رضامندی نہیں ہوتی وہو کذلک ای بالحال مات فیہ فلو صح ثم مات فی عدتہا لم ترث اور حالانکہ زوج طلاق دینے والا ایسی ہی

بیماری میں اور حال سے بنا ہوا اور اسی مرض میں مرگیا لہذا اگر زوج بعد طلاق کے تندرست ہوگیا پھر زوجہ کی عدت میں مرگیا تو زوجہ وارث ہوگی اسکی بذلک السبب او بغیرہ کان قتل

المریض او مرض بجہۃ اخری فی العدۃ المدخولۃ ورثت ہی منہ لا ہو منہا لرضاہ باسقاط حقہ اسی مرض کے سبب سے موت ہو زوج کی یا اسکے سوا جیسے مریض قتل کیا جائے

یا کسی اور جہت سے مرجائے عدت میں عورت کی قید مدخولہ کیواسطے ہے تو مطلقہ وارث ہوگی زوج کی اور اگر عورت اول مرگئی تو زوج اسکا وارث نہوگا بسبب اپنی رضا کے زوج کے اپنے

اسقاط حق سے مرہتی میں لفظ ورثت کا جزا ہے شرط کی یعنی فلو ابانہا کی تو تقریر کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اگر طلاق بائن دیگا اپنی خوشی اور اسی بیماری میں عدت کے اندر مرجائیگا

تو عورت مطلقہ اسکی وارث ہوگی موت اسکی اسی بیماری سے ہو یا کسی اور وجہ سے اور مدخولہ کی قید سے خلوت والی عورت نکل گئی اسواسطے کہ ہر چند اسپر عدت واجب ہے لیکن وہ وارث نہیں

ہوتی وعند احمد ترث بعد العدۃ ما لم تتزوج بآخر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک وہ طلاق کی وارث ہوگی بعد عدت کے بھی جبتک دوسرے زوج سے نکاح نہ کرے اور یہی مذہب ہے

اسحق اور ابن ابی لیلی کا اور امام مالک کے نزدیک اگرچہ دوسرے زوج سے نکاح کر لیگی تو بھی وارث ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا ترث طالبۃ رجعیۃ او طلاق فقط فطلقت

بائنا او ثلثا لان الرجعی لا یزیل النکاح حتی یحل وطیہا ویتوارثان فی العدۃ مطلقا اور اسیطرح وارث ہوگی رجعی طلاق یا فقط طلاق کی مانگنے والی جو مطلقہ ہوگئی ایک طلاق

بائن کی یا تین طلاق کی اسواسطے کہ طلاق رجعی نکاح کو زائل نہیں کرتی یہانتک کہ وطی اسکی حلال ہے اور زوجین ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں عدت کے اندر ہر طرح سے یعنی خواہ صحت میں

طلاق رجعی دی ہو خواہ بیماری میں اگر عدت منقضی ہوگئی تو نکاح زائل ہوگا وکفی اہلیتہا للارث وقت الموت بخلاف البائن اور کفایت کرتی ہے اہلیت عورت کی وراثت کیواسطے زوج

کی موت کے وقت بخلاف بائن کے کہ اسمیں طلاق اور موت دونوں وقتوں میں اہلیت وراثت کی شرط ہے وکذا ترث مبانۃ قبلت ابن زوجہا او طاوعت ابن زوجہا الحقہ بینونۃ اور اسیطرح وارث

ہوگی مطلقہ بائنہ جسنے بوسہ لیا اپنے زوج کے بیٹے کا یا بخوشی اس سے ہم صحبت ہوئی یا واسطے آنے حرمت کے بسبب طلاق بائن دینے زوج کے یعنی اول جدائی زوج کیطرف سے ہوئی

پھر زوجہ کیطرف سے تقبیل یا وطی زوجہ کی مبطل وراثت کی نہوگی وبسبب لعنہا فی مرضہ او الی منہا مریضا کذلک ای ترثہ لما مر اور جسنے لعان کیا اپنی عورت سے اپنی بیماری

میں یا ایلا کیا اسی حالت بیماری میں اسکا بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی عورت وارث ہوگی زوج کی چنانچہ اسکی وجہ گذر چکی یعنی فرقت مرد کیطرف سے ہوئی نہ عورت کیطرف سے وان آلی

فی صحتہ وبانت بہ ای بالایلاء فی مرضہ وابانہا فی مرضہ فصح فمات او ابانہا فارتدت فاسلمت فمات لا ترثہ لانہ لا بد ان یکون المرض الذی طلقہا

فیہ مرض الموت فانہ صح نہیں ادا لم یکن مرض الموت اور اگر ایلا کیا زوج نے اپنی صحت میں اور جدا ہوگئی عورت بسبب انقضاء مدت ایلاء کے اُسکے مرض میں تو وارث نہوگی یا بائن کی زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری میں پھر وہ تندرست ہوا پھر مرگیا یا عورت کو طلاق بائن دی بیماری میں پھر عورت مرتد ہوگئی پھر اسلام لائی پھر زوج مرگیا عدت میں تو عورت وارث نہوگی زوج کی درصورت صحت ہوا سطے وارث نہوگی کہ وراثت مطلقہ میں یہ ضرور ہے کہ جس مرض میں زوج نے اُسکو طلاق دی ہو وہ مرض الموت ہو پھر جبکہ بعد مرض کے وہ تندرست ہوگیا تو ظاہر ہوگیا کہ وہ مرض جسمیں طلاق واقع ہوئی مرض الموت نہ تھا ولا بد فی البائن ان تستمر اھلیتہا للارث من وقت الطلاق الی وقت الموت حتی لو کانت کتابیۃ او مملوکۃ وقت الطلاق ثم اسلمت او عتقت لم ترث شاورد درصورت ارتداد ہوا سطے وارث نہوگی کہ ضرور ہے طلاق بائن میں کہ اہلیت وراثت کی عورت میں برابر ثابت رہے طلاق کے وقت سے موت کے وقت تک یہانتک کہ اگر عورت کتابیہ یا مملوکہ ہو طلاق کے وقت پھر اسلام لائے کتابیہ یا آزاد کیجائے مملوکہ تو وارث نہوگی اسواسطے کہ اسلام اور آزادی وقت طلاق سے موت تک ثابت نہیں تھی دونوں میں اہلیت وراثت کی بالاستمرار ثابت ہوئی اسواسطے کہ کفر اور مملوکیت مانع ہو وراثت کی بخلاف ما لو طلقہا رجعیا او لم یطلقہا فطاوعت ابنہ او قبلت ابنہ لحصول الفرقۃ منہا چنانچہ عورت وارث نہیں ہے تی اگر زوج نے اسے طلاق رجعی دی یا دی ہی نہیں پھر عورت نے زوج کے بیٹے کو اپنے اوپر بخوشی قادر کیا یا اُسکا بوسہ لیا اسواسطے وارث نہوگی کہ فرقت اُسکی طرف سے آئی او ابانہا بامرہا قید بہ لانہا لو ابانت نفسہا فاجاز ورثت علا باجازتہ قنیہ یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اسکے کہنے سے تو وارث نہوگی مصنف نے امر عورت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر عورت نے خود اپنی ذات کو طلاق بائن دی پھر زوج نے اسکو جائز رکھا اپنے مرض میں تو عورت وارث ہوگی زوج کی اجازت پر عمل کرنے سے کذا فی القنیہ یعنی صورت بین ال النکاح مرد کی اجازت سے ہوا نہ عورت کی طلاق پر او اختارت نفسہا بتفویضہ او اختارت نفسہا بلوغ وعتق وجب وعنۃ لم ترث لرضاہا یا خلع کیا عورت نے زوج سے یا اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ خیار نفس بسبب بلوغ عورت کے اور آزادی اور زوج کو مقطوع الذکر ہونے کے اور نامرد ہونے کے ہو وارث نہوگی اپنی رضا مندی کے سبب سے یعنی ان صورتوں میں عورت نے جدائی بخوشی چاہی لہذا وارث نہوگی ولو کان الزوج محصورا او فی صف القتال ومثلہ حال فشو الطاعون شامی او قائما بمصالحہ خارج البیت مشتکیا من الم و محموما و محمولا یقضہا صالح او رجم لا ترث لغلبۃ السلامۃ اور اگر زوج بقید ہو یا صف قتال میں ہو اور یہی حال ہے کثرت وبا کا کذا فی الشامی یا کہ زوج گھر کے باہر کاروبار ضروری کرتا ہو بحالت درد مندی یا کہ زوج کو تپ آتی ہو یا کہ محبوس ہو بعلت قصاص یا رجم کے تو عورت وارث نہوگی اگر ان حالات میں مطلقہ ہوئی اور زوج مدت میں مرگیا بسبب غلبہ سلامتی کے ان حالات میں الحامل لا تکون فارۃ الا اذا اخذہا المخاض ہو الطلق لانہا حینئذ کالمریضۃ وعند مالک اذا تم لہا ستۃ اشہر والحامل فارہ نہیں ہوتی مگر جبکہ وقت لاحق ہو اُسے درد زہ کہ وہ سوقت میں مانند مریضہ کے ہے یعنی گھر کا کام نہیں کرسکتی اور امام مالک کے نزدیک جبکہ اُسکو چھ مہینے پورے ہو جاویں تو فارہ ہوتی ہے مخاض یعنی طلق ہے یعنی درد زہ او علق المریض طلاقہا البائن بفعل اجنبی ای غیر الزوجین لو ولدہا منہ او بمجی الوقت والحال ان التعلیق والشرط فی مرضہ او علق طلاقہا بفعل نفسہ وہما ای المرض والشرط فقط فیہ او علق بفعلہا ولا بد لہا منہ طبعا او شرعا کاکل وکلام ابوین وہما فی المرض او والشرط فیہ فقط ورثت لفرارہ جبکہ معلق کیا مریض نے عورت کی طلاق بائن کو اجنبی کے فعل پر مراد اجنبی سے وہ شخص ہے جو زوج اور زوجہ کے سوا ہو اگرچہ شخص عورت کا بیٹا ہو زوج سے یا معلق کیا طلاق بائن کو وقت کے آنے پر مثلا ابتدا محرم پر اور حالانکہ تعلیق اور شرط یعنی اجنبی اور محرم کا آنا اسکی بیماری میں ہوئی یا معلق کیا اسکی طلاق کو اپنی ذات کے فعل پر اور حالانکہ تعلیق اور فعل ذات مرض میں ہوئی یا فقط شرط ہی مرض میں ہوئی یا معلق کیا طلاق کو عورت کے فعل پر اور حالانکہ اُس فعل سے عورت کو چارہ نہیں یعنی ضروری ہے خواہ باعتبار طبیعت بشری کے خواہ باعتبار شریعت کے چنانچہ کھانا اور ماں باپ سے بات کرنا اور حالانکہ دونوں یعنی تعلیق اور شرط مرض میں ہوئی یا فقط شرط مرض میں ہوئی تو ان صورتوں میں عورت وارث ہوگی بسبب فرار زوج کے ومنہ ما فی البدائع ان لم اطلقک فانت طالق ثلثا قبل بفعل حتی مات ورثتہ ولو ماتت ہی لم یرثہا او راز قسم فرار ہے وہ صورت جو بدائع میں ہے کہ اگر میں تجھکو طلاق ندوں یا اسطرح ادا کہ اگر دوسرا نکاح نکروں تو تجھکو طلاق ہے تین بار پھر زوج نے کچھ نکیا یعنی تعلیق یا تزوج نکیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو عورت اُسکی وارث ہوگی اور اگر اس صورت میں عورت مرگئی تو زوج اُسکا وارث نہوگا اسواسطے

کہ بسبب تہمت کی طلاق اور تزوج کے اپنے اسقاط حق پر راضی ہوا **او فی غیرہا لا ترث** وہو ما اذا کان فی الصحۃ او التعلیق فقط او بفعلہا ولہا منہ بد او باں صورتوں کے غیر میں وارث نہوگی اور وہ غیر وہ ہے جبکہ تعلیق اور شرط دونوں صحت میں ہوں خواہ تعلیق اجنبی کے فعل پر ہو خواہ وقت کے آنے پر خواہ زوج یا زوجہ کے فعل پر یا فقط تعلیق صحت میں تعلیق ہو عورت کے فعل پر اور حالانکہ وہ فعل اسکو لا بد نہیں خواہ تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوں خواہ تعلیق صحت میں ہو اور شرط مرض میں ہو وحاصلہا ستۃ عشر لان التعلیق اما بمجیء وقت او بفعل اجنبی او بفعلہ او بفعلہا وکل وجہ علی اربعۃ لان التعلیق والشرط اما فی الصحۃ او فی المرض او احدہما وقد علم حکمہا حاصل یہ اسکا یہ ہے کہ سولہ صورتیں ہیں اسواسطے کہ تعلیق طلاق کی یا وقت کے آنے پر ہے یا اجنبی کے فعل پر یا زوج کے فعل پر یا عورت کے فعل پر تو یہ چار صورتیں ہوئیں اور ہر وجہ چار وجہ پر ہے اسواسطے کہ تعلیق اور شرط یا صحت میں ہیں یا مرض میں یا ایک صحت میں اور دوسرا مرض میں یعنے تعلیق صحت میں اور شرط مرض میں یا شرط صحت میں اور تعلیق مرض میں تو یہ سولہ صورتیں ہوگئیں چار کو چار میں ضرب کرنے سے اور یہ تحقیق معلوم ہوچکا حکم ہر صورت کا کہ چھ صورتوں میں عورت وارث اور دس صورتوں میں نہیں ہے تفصیل وجوہ مذکورہ کے احکام کی یوں ہے پہلی صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر اور تعلیق اور فعل اجنبی مرض میں تھی تو عورت وارث ہوگی ۲ صورت یہ کہ تعلیق اور فعل دونوں صحت میں ہوئی تو وارث نہوگی ۳ صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تھی وارث نہوگی ۴ یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تھی بھی وارث نہوگی ۵ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوئی تو وارث ہوگی ۶ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہوگی ۷ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق صحت میں ہوئی اور شرط مرض میں تھی وارث نہوگی ۸ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تھی وارث نہوگی ۹ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوئی تو وارث ہوگی ۱۰ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہوگی ۱۱ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تھی وارث ہوگی ۱۲ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تھی وارث نہوگی ۱۳ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوئی تو عورت وارث ہوگی ۱۴ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہوگی ۱۵ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تھی وارث نہوگی ۱۶ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تو وارث نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی **قال لہا فی صحتہ ان شئت انا وفلان فانت طالق ثلثا ثم مرض فشاء الزوج والاجنبی الطلاق معا او شاء الزوج ثم الاجنبی ثم مات الزوج لا ترث** کہا زوج نے زوجہ سے اپنی صحت میں اگر میں چاہونگا اور فلانا شخص چاہیگا تو تو طالق ہے تین بار پھر بیمار ہوا زوج پھر چاہا زوج اور اجنبی نے طلاق کو ساتھ ہی یا اول زوج نے چاہا بعد اسکے اجنبی نے پھر زوج مرگیا تو عورت نہ وارث ہوگی **وان شاء الاجنبی اولا ثم الزوج ورثت** کذا فی الخانیۃ والفرق لا یخفی اذ بمشیۃ الاجنبی اولا صار الطلاق معلقا علی فعلہ فقط اور اگر چاہا طلاق کو اجنبی نے پہلے پھر زوج نے چاہا تو عورت وارث ہوگی کذا فی الخانیۃ اور فرق دونوں صورتوں میں پوشیدہ نہیں اسواسطے کہ اجنبی کے اول خواہش کرنے سے طلاق معلق ہوگی فقط زوج ہی کے فعل پر یعنی تمامی علت طلاق کی زوج ہی کے فعل پر ہوئی بخلاف اول صورت کے کہ اسمیں مشیت زوج کی جزء علت کی نہ تمامی علت کی **تصادقا ای المریض مرض الموت والزوجۃ علی ثلث فی الصحۃ وعلی مضی العدۃ ثم اقر لہا بدین او عین او اوصی لہا بشیء فلہا الاقل منہ ای مما اقر او اوصی ومن المیراث** للتہمۃ مرض الموت والے بیمار نے اور زوجہ نے اتفاق کیا صحت کی تین طلاق پر اور انقضاء عدت پر پھر زوج نے اقرار کیا عورت کے دین کا یا سوائے نقد کے کسی جنس کا یا زوج نے وصیت کی عورت کیواسطے کسی چیز کی تو عورت کو اقرار یا وصیت اور میراث سے جو کمتر ہوگا وہ ملیگا یعنے اگر اقرار یا وصیت کا مال کمتر ہو میراث سے تو اقرار یا وصیت ہی کا مال عورت پاویگی اور اگر میراث عورت کی کمتر ہو اقرار یا وصیت کے مال سے تو میراث ہی پاویگی کمتر مال ملیگا بسبب اس تہمت کے کہ شاید عورت طلاق کو اسواسطے اظہار کرتی ہو تاکہ اقرار یا وصیت اسکے واسطے صحیح ہو تاکہ میراث سے زیادہ پاوے اور اقرار یا وصیت وارث کے حق میں صحیح نہیں اور یہ احتمال ہے کہ زوجین کی محبت سے زوج اسکے موافق ہوگیا اور قدر میراث میں کچھ تہمت نہیں لہذا کمتر مال عورت کیواسطے مقرر ہوگیا وتعتد من وقت الاقرار یعنی اور عورت کی عدت شروع ہوگی وقت اقرار زوج سے اسی پر فتوی ہے

ولو مات بعد مضيها فلها جميع ما اقر او اوصى عمادية اور اگر مرگیا زوج بعد انقضاے عدت کے وقت اقرار سے تو عورت سب اس مال کو پاویگی جسکا زوج نے اقرار کیا یا وصیت
کی کذا فی العمادیۃ ہو اسطے کہ بعد عدت کے وہ وارث نہیں رہی ہو گئی تو اقرار یا وصیت اسکے حق میں صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لم یکن مرض موتہ صح اقرارہ ووصیتہ
ولو کذبتہ لم یصح اقرارہ شرح مجمع اور اگر تصادق یا اتفاق زوجین زوج کے مرض الموت میں نہو تو صحیح ہوگا اقرار اسکا اور وصیت اسکی اور اگر زوج نے صحت میں عورت کی طلاق اور
انقضاے عدت کا اقرار کیا اور عورت نے اسکی تکذیب کی تو صحیح ہوگا اقرار اسکا کذا فی شرح المجمع اور اسیطرح وصیت بھی صحیح ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الفصولین وعت تلبس
مریضا انہ ابانہا فجحد واحلفہ القاضی فحلف ثم صدقتہ ومات ترثہ لو صدقتہ قبل موتہ لا لو بعدہ اور فصولین میں ہے کہ دعوی کیا عورت نے زوج پر اسکی بیماری کی حالت میں
کہ اسنے عورت کو طلاق بائن دی ہے سو زوج نے اس کا انکار کیا اور قسم لی اس سے قاضی نے سو اسنے قسم کھائی طلاق نہ دینے پر پھر عورت نے عدم تطلیق میں زوج کی
تصدیق کی اور زوج مرگیا تو عورت وارث ہوگی زوج کی اگر اسنے تصدیق زوج کی اسکے مرنے سے پہلے اور اگر اسکی موت کے بعد تصدیق کی تو وارث
نہوگی کمن طلقت ثلثا بامرہا فی مرضہ ثم اوصی لہا او اقر فان لہا الاقل مسئلۃ تصادق کا حکم مانند اس عورت کے ہے جسکو تین طلاق ہوئی تین طلاق کرنیسے اسکے
زوج کی بیماری میں بعد اسکے زوج نے اسکے واسطے وصیت کی یا اقرار دین کیا تو عورت کو کمتر مال ملیگا یعنی اگر وصیت کمتر ہے میراث سے تو وصیت کا مال پاویگی اور اگر میراث
کمتر از وصیت ہے تو میراث پاویگی قال صحیح لامرأتہ احدٰکما طالق ثم بین الطلاق فی مرضہ الذی مات فیہ فی احدٰہما صار فارا بالبیان فترث منہ
کافی سفا وہ انہ لو حلف صحیحا وحنث مریضا فینبغی ان یصیر فارا و لم ارہ نہر کہا ایک تندرست نے اپنی دو عورتوں سے کہ ایک تم میں سے طالق ہے پھر طلاق کی تصریح اور تعیین
کردی ایک عورت میں اپنے مرض کے اندر جسمیں مرگیا تو ہوگیا زوج فار بسبب بیان کے تو عورت اسکی وارث ہوگی کذا فی الکافی اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قسم کھائی یعنی تعلیق کی
زوج نے صحت میں اور حانث ہوا یعنی شرط واقع ہوئی مرض میں پھر تعلیق مبہم کا بیان کردیا ایک عورت میں تو زوج فار ہوگا اور اس مسئلہ قسم کو کتب فقہ میں میں نے نہیں دیکھا کذا فی
النہر الفائق ولا یشترط علمہ ای الزوج باہلیتہا ای المرأۃ للارث فلو طلقہا بائنا فی مرضہ وکان سیدہا اعتقہا قبلہ او کانت کتابیۃ فاسلمت ولم یعلم
کان فارا فتح ظہیریہ اور شرط نہیں علم زوج کا ساتھ اہلیت عورت کے واسطے میراث کے سو اگر زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری میں حالانکہ عورت کا آقا اسکو
اسکو آزاد کیا تھا قبل طلاق کے یا کہ عورت کتابیہ تھی سو مسلمان ہو گئی اور زوج کو اسکی آزادی یا اسلام کا علم نہو تو بھی زوج فار ہوگا تو عورت اسکی وارث ہوگی کذا فی
الظہیریۃ بخلاف ما لو قال لامتہ انت حرۃ غدا وقال الزوج انت طالق ثلثا بعد غد ان علم بکلام المولی کان فارا والا فلا لا ترث خانیۃ بخلاف
سابق کے یہ صورت ہو کہ مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تو آزاد ہے کل اور اس لونڈی کے زوج نے کہا کہ تجھکو تین بار طلاق ہے پرسوں اگر زوج کو کلام مولیٰ کا علم ہوا تو فار ہوگا
یعنی وہ وارث ہوگی اور اگر اسکو کلام مولیٰ کا علم نہو تو عورت وارث نہوگی کذا فی الخانیہ سوا اسکے کہ نسبت تعلیق طلاق کے اسکو علم نہ تھا تو ابطال حق کا قصد اسکی طرف سے ثابت نہوا
اگرچہ عورت اہل میراث کی ہو چکی تھی قبل نزول طلاق کے ولو علقہ بفعلہا او بمرضہ او وکلہ فیہ صحیح فاوقعہ حال مرضہ قادرا علی عزلہ کان فارا اور اگر زوج نے معلق کیا طلاق
عورت کے آزاد ہونے پر یا اپنی بیماری پر یا وکیل کیا زوج نے کسی شخص کو اپنی وجہ کی تطلیق پر اپنی حالت صحت میں پھر وکیل نے طلاق کو زوج کی بیماری میں واقع کیا حالانکہ
زوج قادر تھا وکیل کے معزول کرنے پر تو زوج فار ہوگا تینوں صورتوں میں عورت وارث ہوگی ولو باشرت المرأۃ سبب الفرقۃ وہی حال ابانہا مریضۃ و ماتت
قبل انقضاء عدتہا ورثہا الزوج کما اذا وقعت الفرقۃ بینہما باختیارہا نفسہا فی خیار البلوغ و العتق او تقبیلہا ابن زوجہا او مطاوعتہا ابن زوجہا
وہی مریضۃ لانہا من قبلہا و لذا لم یکن طلاقا اور اگر عورت خود مرتکب ہوئی فرقت کے سبب کی اور حالانکہ وہ بیمار تھی اور مرگئی قبل اپنے انقضاے عدت کے تو زوج
وارث ہوگا چنانچہ جسوقت فرقت واقع ہوئی دونوں میں بسبب اختیار کرنے عورت کے اپنی ذات کو خیار بلوغ میں یا خیار عتق میں یا کہ جدائی ہوئی بسبب بوسہ لینے
عورت کے ابن زوج کا یا اسکی مطاوعت سے اپنی بیماری کی حالت میں زوج باوجود جدائی کے اسکا وارث ہوگا کہ ان مسائل میں فرقت عورت ہی کی طرف سے ہوئی اور اسیواسطے یہ جدائی
طلاق نہیں کیونکہ عورت طلاق کی مالک نہیں بلکہ یہ جدائی فسخ ہے بخلاف وقوع الفرقۃ بینہما بالجب والعنۃ واللعان فانہ لا یرثہا علی ما فی الخانیۃ والفسخ

عن الجامع وجزم به فی الکافی قال فی البحر فکان هو المذهب لانها طلاق وکانت مضافة الیه وقیل قائله الزیلعی هو کالاولی قیدنا بخلاف واقع ہونے فرقت کے
دونوں میں بسبب مقطوع الذکر ہونے کے اور نامردی اور لعان کے کہ ان صورتوں میں زوج وارث ہوگا زوجہ کا بنا بر روایت خانیہ و فتح القدیر کے جامع اور
عدم وراثت پر یقین کیا ہو کافی میں بحرالرائق میں کہا تو یہی مذہب ٹھہرا اسواسطے کہ یہ فرقت طلاق ہو تو زوج ہی کیطرف منسوب ہوگی اور قول ضعیف یہ ہو کہ یہ فرقت
بھی مثل پہلی فرقت کے ہے تو زوج اس فرقت میں بھی وارث ہوگا مانند قول اول کے اور اس قول ضعیف کا قائل زیلعی ہو ولو ارتدت ثم ماتت او لحقت بدار الحرب
فان کانت الردة فی المرض ورثها زوجها استحسانا اور اگر عورت مرتد ہو گئی اور دارالحرب میں جا ملی تو اگر ارتداد اسکا مرض میں ہوا تھا تو زوج اسکا وارث ہوگا
باعتبار دلیل استحسان کے اور قیاس مقتضی ہو عدم وراثت کو اسواسطے کہ مسلم اور کافر میں وراثت نہیں ہے الا بان ارتدت فی الصحة لا یرثها بخلاف ردته فانها فی
مرض موته فترثه مطلقا ولو ارتدا معا فان اسلمت هی ورثته والا لا خانیة اور اگر عورت بیماری میں مرتد نہیں ہوئی اس طرح کہ صحت میں مرتد ہوئی تو زوج
اسکا وارث نہوگا بخلاف ارتداد زوج کے اسواسطے کہ زوج کا ارتداد بجائے اسکے مرض الموت کے ہو اسواسطے کہ مرد اگر ارتداد سے توبہ نکرے تو قتل ہوتا ہے
تو عورت مرتد کی وارث ہوگی ہر طرح سے خواہ وہ بیماری میں مرتد ہوا خواہ صحت میں اور اگر زوج اور زوجہ دونوں ساتھ ہی مرتد ہوے پھر اگر عورت مسلمان
ہوئی تو وارث ہوگی اور اگر زوج مسلمان ہوگا تو وارث نہوگا کذا فی الخانیة قال آخر امرأة اتزوجها طالق ثلثا فنکح امرأة ثم اخری ثم مات
الزوج طلقت الاخری عند التزوج ولا یصیر فارا اصلا لان الموت معرف واتصافه بالآخریة من وقت الشرط فیثبت مستندا اگر کسی ایک مرد نے
کہا کہ پچھلی عورت جس سے میں نکاح کروں وہ مطلقہ ہے تین بار اسواسطے نکاح کیا ایک عورت سے پھر دوسری عورت سے نکاح کیا پھر زوج مرگیا تو مطلقہ ہوگی
دوسری عورت نکاح کے ساتھ ہی اور زوج فار نہوگا تو وہ عورت وارث نہوگی بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ موت معرف ہو یعنی زوج کی موت سے یہ
معلوم ہوا کہ پچھلی عورت منکوحہ یہی دوسری عورت تھی اور متصف ہونا تزوج ثانی کا بوصف آخریت شرط کے وقت سے ہو یعنی تزوج کے وقت سے تو طلاق
ثابت ہوگی وقت تزوج سے مستند ہو کر خلاصہ یہ کہ امام کے نزدیک طلاق واقع ہوئی تزوج ثانی کے وقت اور اس وقت زوج بیمار نہ تھا لہذا دوسری عورت وارث
نہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق واقع ہوگی موت کے نزدیک لہذا وارث ہوگی فرع من مسائل ملحقة شارح کے ابانها فی مرضه ثم قال لها اذا تزوجتک فانت طالق ثلثا
فتزوجها فی العدة ومات فی مرضه لم ترثه لانها فی عدة مستقبلة وقد حصل التزوج بفعلها فلم یکن فرارا خلافا لمحمد خانیة زوج نے طلاق بائن دی زوجہ کو اپنے
مرض موت میں پھر کہا اس سے کہ جب میں تجھسے نکاح کروں تو تو طالق ہے تین طلاق پھر اس سے نکاح کیا عدت میں اور مرگیا اپنے مرض میں تو وہ
وارث نہوگی اسواسطے کہ وہ عدت مستقبلہ میں ہو گئی اور البتہ تزوج ثانی عورت کے فعل سے ہوا تو یہ فرار نہوا بخلاف محمد کے کذا فی الخانیہ یعنے طلاق
بائن کی پہلی عدت بسبب نکاح ثانی کے باطل ہو گئی اب عورت پر بسبب نکاح ثانی اور وقوع طلاق ثانی کے دوسری جدی عدت آئی پھر جب پہلی عدت باطل
ہوئی تو وارث یہ نہوگی کیونکہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ وراثت فار کی عدت تک منحصر ہوا اور یہ ممکن نہیں کہ عدت ثانیہ میں وہ وارث ہو اسکے اسواسطے کہ ابطال عدت کا عورت ہی
کی رضامندی سے ہوا تو زوج پر فرار ثابت نہوگا کذا نازعها الورثة بعد موته فی الطلاق فی مرضه فالقول لها کقولها طلقنی وهو نائم وقالوا فی الیقظة ولوالجیة جھگڑا کیا عورت کے
وارثوں نے بعد موت زوج کے اسکی بیماری کے طلاق دینے میں یعنے زوج کے وارثوں نے کہا کہ زوج نے اپنے مرض میں اسکو طلاق نہیں دی عورت کا
دعوی غلط ہو تو اس صورت میں عورت ہی کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اسکا قول اس دعوی میں معتبر ہو کہ زوج نے مجھکو طلاق دی حالانکہ وہ سوتا تھا اور وارثوں نے
کہا کہ جاگتے میں طلاق دی کذا فی الولوالجیة طلقها فی المرض ومات بعد العدة فالمشکل من متاع البیت لوارث الزوج لصیرورتها اجنبیة بخلافه فی العدة
جامع الفصولین طلاق دی زوج نے زوجہ کو مرض میں اور مرگیا بعد عدت کے تو مشکل اسباب گھر کا زوج کے وارث کا ہوگا بسبب بیگانہ ہو جانے
عورت مطلقہ کے بعد انقضاے عدت کے بخلاف اسکے کہ اگر زوج عدت میں مرگیا تو عورت وارث ہوگی اور مشکل اسباب اسکے قبضہ میں ہوگا تو عورت کا

کا قول اُس وقت معتبر ہوگا کذا فی جامع الفصولین مشکل اسباب سے وہ اسباب مراد ہیں کہ مرد اور عورت دونون کے مناسب حال ہون چنانچہ نقد اور توشک اور لحاف خلاصہ یہ کہ جب بعد عدت کے زوج مرگیا تو عورت وارث نہوگی تو جو اسباب کہ مرد کے مناسب حال ہوگا مانند کتب اور ہتھیار کے اسمین زوج کے وارثون کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ عورت کے مناسب حال ہوگا اسمین عورت کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ دونون کے مناسب حال ہین اسیکو شارح نے مشکل کہا سو زوج کے وارثون کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ؎

باب الرجعۃ

بالفتح وتکسر یتعدی ولا یتعدی یہ باب ہے رجعت کا رجعت کی ر کو فتح ہے اور اسکو کسرہ بھی ثابت ہے اور لفظ رجعت کا متعدی بنفسہ ہوتا ہے اور کبھی بنفسہ متعدی نہین ہوتا بلکہ بواسطے عن اور الی کے متعدی ہوتا ہے رجعت کو بعد طلاق کے اسواسطے ذکر کیا کہ رجعت شروع ہے واسطے رفع طلاق کے اور رفع نہین ہوتا مگر بعد وقوع کے ہی استدامۃ الملک القائم بلا عوض مادامت فی العدۃ ای عدۃ الدخول حقیقۃ اذلا رجعۃ فی عدۃ الخلوۃ ابن الکمال اصطلاح فقہا مین رجعت عبارت ہے طلب دوام ملکیت استمتاع سے جو قائم ہے نکاح سے بدون عوض کے جبتک کہ مطلقہ عدت مین ہے اور مراد عدت سے عدت دخول کی ہے فی الحقیقت یعنی وطی کی عدت اسواسطے کہ خلوت کی عدت مین رجعت نہین کذا ذکرہ ابن الکمال ہم رجعت کو استدامت ملک قائم کہا اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا (فامسکوہن بمعروف) یعنی رکھو مطلقات کو دستور کے موافق اور امساک عبارت ہے استدامت ملک قائم سے اعادہ زائل سے اور بلا عوض کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ رجعت مین مال دینے کی حاجت نہین اسواسطے کہ تصرف ہے اپنی ملک قائم مین بلکہ اگر رجعت مین کچھ مال مشروط ہوگا تو زوج پر اسکا دینا واجب نہوگا کذا فی المعراج اور ثبوت رجعت مین بقاے عدت کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد انقضاے عدت کے رجعت نہین بسبب باقی نہ رہنے زوجیت کے بعد عدت کے کذا فی حاشیۃ المدنی فی البزازیۃ ادعی الوطی بعد الدخول وانکرت فلہ الرجعۃ لا فی عکسہ وزبزازیہ مین ہے کہ زوج نے دعوی کیا وطی کا بعد دخول کے اور عورت نے وطی کا انکار کیا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اُسکے بالعکس مین یعنے اگر عورت وطی کی مدعی ہو اور زوج منکر ہو تو زوج کو رجعت کا اختیار نہین اسواسطے کہ انکار وطی سے حق رجعت کا ساقط ہوگیا وتصح مع اکراہ وہزل ولعب وخطاء اور صحیح ہے رجعت ساتھ جبر اور بیہودگی اور کھیل اور بیہودہ کہنے کے ہزل نقیض ہے جد کی اور قاموس مین ہے کہ لعب ضد ہے جد کی تو ہزل اور لعب مرادف ٹھہرے اور خطا کی صورت یہ کہ زوج اور کچھ کلام کیا چاہتا تھا اور اُسکے منھ سے نکل گیا کہ مین نے اپنی زوجہ سے رجعت کی تو بھی رجعت صحیح ہوگی بنحو متعلق باستدامۃ راجعتک رددتک مسکتک بلا نیۃ لانہ صریح استدامت ملک ثابت ہوتی ہے مانند لفظ راجعتک سے یعنے مین نے تجھسے رجعت کی اور لفظ رددتک سے یعنے مین نے تجھکو پھیرا اور لفظ مسکتک سے یعنے مین نے تجھکو رکھا ان الفاظ ثلثہ سے رجعت قولی صحیح ہے بدون نیت کے بھی اسواسطے کہ یہ لفظ الفاظ ثلثہ سے صریح ہے رجعت مین بلا خلاف اور صریح مین حاجت نیت کی نہین اور کنایات رجعت سے یہ قول ہے کہ انت عندی کما کنت کہ تو میرے نزدیک ویسی ہے جیسی کہ تھی او انت امرأتی یعنی تو میری عورت ہے تو ان الفاظ سے بدون نیت کے رجعت صحیح نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحموی وبالفعل مع الکراہۃ بکل ما یوجب حرمۃ المصاہرۃ کمس ولو منہا اختلاسا او نائما او مکرہا او مجنونا او معتوہا ان صدقہا ہو او ورثتہ بعد موتہ جوہرہ اور صحیح ہے رجعت فعل سے ساتھ کراہت کے رجعت فعلی ہر اُس فعل سے صحیح ہے جو موجب ہو حرمت مصاہرت کا مانند مساس یا تقبیل کے اگرچہ مساس عورت ہی کیطرف سے بطور چھپا مارنے کے یا کہ زوج سوتا ہو یا کہ بزبردستی ہوئی ہو یا کہ دیوانہ یا کہ بیہوش ہو بشرطیکہ بعد خواب یا اکراہ کے یا ہوشیار ہونے کے زوج عورت کی تصدیق کرے یعنے یون کہے کہ عورت نے مجھکو بشہوت مساس کیا یا وارث زوج کے بعد موت زوج کے عورت کی تصدیق کرین کذا فی الجوہرہ تو اس فعل سے ان حالات مین رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ رضامندی رجعت مین شرط نہین کذا فی حاشیۃ المدنی فعلی وصحت من المجنون بالفعل بزازیۃ اور رجعت دیوانہ کی ساتھ فعل کے ہے کذا فی البزازیۃ یعنے جس زوج نے حالت صحت عقل مین زوجہ کو طلاق دی پھر دیوانہ ہوگیا تو اُسکی رجعت فعلی صحیح ہے اسواسطے کہ اقوال مجنون کے لغو ہین لائق اعتبار کے نہین وتصح بتزوجہا فی العدۃ ہ یعنے جوہرۃ اور صحیح ہے رجعت عورت سے نکاح سے مدت مین

اسی پر فتوی ہی کذا فی الجوہرہ صحت رجعت بلفظ تزوج یہ مذہب ہو امام محمد کا خلافا للشیخین و وطیہا و لو فی الدبر علی المعتمد لانہ لا یخلو عن مس بشہوۃ اور صحیح ہی رجعت مطلقہ کی وطی سے اگرچہ وطی مقعد میں ہو بنا بر قول معتمد کے ہو اسطے کہ وطی مقعد کی وطی شہوت کے مساس سے خالی نہیں ان لم یطلق بائنا فان ابانہا فلا رجعت صحیح ہو اگر زوج نے طلاق بائن نہیں دی ہی اور اگر عورت کو طلاق بائن دی ہی تو پھر رجعت نہیں ہوسکتی مگر عورت کی رضامندی سے اور نکاح جدید کے وان ابت او قال ابطلت رجعتی او لا رجعۃ لی فلہ الرجعۃ بلا عوض اگر طلاق بائن نہیں دی ہی تو رجعت صحیح ہو اگرچہ عورت انکار کرے یا کہ زوج یوں کہے کہ میں نے اپنی رجعت کو باطل کر دیا یا یوں کہے کہ رجعت میرے واسطے نہیں تو بھی زوج کو رجعت کا اختیار ہو بدون عوض کے ہو اسطے کہ رجعت باطل کرنا یا اُسکی نفی کرنا خلاف مشروع ہو لہذا صحیح نہوگا ولو سمی مالا یجعل زیادۃ فی المہر قولان اور اگر زوج نے کچھ مال معین کیا رجعت میں یعنے یوں کہا کہ میں نے تجھسے رجعت کی بدلے ہزار درم کے تو آیا یہ مال مہر کی زیادتی میں قرار دیا جائیگا یا نہیں جواب اِس سوال کا یہ ہو کہ یہاں دو قول ہیں ایک قول میں زیادتی ہوگی اور دوسرے قول میں نہیں ویتعجل المؤجل بالرجعی ولا یتاجل برجعتہا خلاصۃ اور مہر موجل معجل ہو جاتا ہو بسبب طلاق رجعی کے اور موجل نہیں ہوتا بسبب رجعت کرنے عورت کے کذا فی الخلاصہ صورت اسکی یہ ہو کہ نکاح کیا عورت سے مہر معجل پر یعنے مدت والی مہر پر اور مہر کی مدت ٹھہرائی طلاق یا موت جو انمیں قریب ہو پھر عورت کو طلاق رجعی دی تو اقرب آپائی گئی یعنے طلاق تو مدت مہر کی ساقط ہوگئی تو مہر معجل ہوگیا بسبب طلاق کے یعنے شتابی بلا مدت ادا کرنا مہر کا لازم ہوا پھر جب بعد طلاق کے رجعت کی تو مہر موجل نہوگا یعنے مہر کی تاخیر پھر عود نکریگی اسواسطے کہ مدت ساقط ہوچکی بسبب طلاق کے اور جو ساقط ہو وہ پھر عود نہیں کرتا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الصیرفیۃ لا یکون المؤجل حالا حتی تنقضی العدۃ اور صیرفیہ میں یوں ہو کہ مہر مدت والا فی الحال اجلا اخذ نہیں ہوتا بسبب طلاق رجعی کے جبتک اُسکی عدت منقضی ہو جائے تو ظاہر عبارت صیرفیہ کی مخالف ہو خلاصہ کے اور شاید کہ توفیق دونوں قولوں میں یوں ہو کہ خلاصہ کی عبارت اس صورت پر محمول ہو جبکہ مدت مہر کی طلاق ہو اور صیرفیہ کی عبارت اُس صورت پر محمول ہو جبکہ مدت مہر کی فراق زوجین ہو واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وندب اعلامہا بہا لئلا تنکح غیرہ بعد العدۃ فان نکحت فرق بینہما وان دخل شمنی اور مستحب ہو خبر دینا عورت کو رجعت کی یعنے زوج عورت کو رجعت کرنے کی اطلاع کر دے تاکہ وہ نکاح نہ کرے بعد عدت کے زوج کے سوا کسی اور شخص سے سو اگر زوج نے رجعت کی خبر نہ کی اور عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو جدائی کر دائی جاویگی دونوں میں یعنے عورت اور زوج ثانی میں اگرچہ اسنے وطی بھی کی ہو کذا ذکرہ الشمنی ھم جدائی اسواسطے ہوگی کہ وہ منکوحہ ہو زوج اول کی تو نکاح ثانی فاسد ہوا پھر اگر زوج ثانی نے وطی کی تو اسکو مہر مثل دینا لازم آویگا اور عورت بعد عدت کے زوج اول پاس رجوع کریگی بلا اعادہ نکاح کذا فی حاشیۃ المدنی وندب الاشہاد بعدلین ولو بعد الرجعۃ بالفعل اور مستحب ہو گواہ کرنا دو عادل شاہدوں کا اگرچہ بعد رجعت فعلی کے ہو وندب عدم دخولہ بلا اذنہا علیہا لتتاہب وان قصد رجعتہا لکراہتہا بالفعل کما مر اور مستحب ہو نہ داخل ہونا زوج کا عورت کے پاس بدون اُسکی اجازت کے تاکہ وہ پردہ کا سامان کرے اگرچہ زوج اُسکی رجعت کا قصد رکھتا ہو بسبب مکروہ ہونے رجعت فعلی کے چنانچہ مذکور ہوچکا ھمر ہدایہ میں کہا کہ جب رجعت کا قصد ہو تو اعلان اور اذن مانگنا مستحب نہیں شارح نے اسکو رد کیا کہ بدون اجازت جانے میں احتمال ہو کہ عورت برہنہ ہو اور مرد اسکی شرمگاہ کو بنظر شہوت دیکھے اور رجعت فعلی ہو جاوے حالانکہ رجعت فعلی مکروہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ادعاہا بعد العدۃ فیہا بان قال کنت راجعتک فی عدتک فصدقتہ صح بالمصادقۃ والا لا یصح زوج نے دعوی کیا رجعت کا بعد عدت کی عدت کے اندر رجعت کرنے کا یعنے اسطرح کہا کہ میں نے تجھسے رجعت کی تیری عدت میں سو عورت نے اُسکی تصدیق کی تو دعوی رجعت کا صحیح ہوگا باہم کی تصدیق کے سبب سے اور اگر عورت نے مرد کی تصدیق نہ کی تو دعوی رجعت کا صحیح نہوگا کذا لو اقام بینۃ بعد العدۃ انہ قال فی عدتہا قد راجعتہا او انہ قال قد جامعتہا وتقدم قبولہا علی نفس اللمس والتقبیل فلیحفظ اور اسیطرح رجعت ثابت ہوگی اگر قائم کیے زوج نے گواہ بعد عدت کے کہ زوج نے کہا تھا عورت کی عدت میں کہ میں نے اُسسے رجعت کی یا کہ زوج نے کہا تھا کہ میں نے اُسسے جماع کیا تھا اور فصل محرمات میں مقدم ہو چکا ہی کہ گواہ مقبول ہیں نفس لمس اور تقبیل پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے اگر لمس اور تقبیل گواہی سے ثابت ہونگے عدت میں تو بھی رجعت ثابت ہوگی

کان رجعۃ لان الثابت بالبینۃ کالثابت بالمعاینۃ وھذا من اعجب المسائل حیث لا یثبت اقرارہ باقرارہ بل بالبینۃ یعنی اگر گواہی سے رجعت قولی یا جماع ثابت ہوگا تو رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز گواہی سے ثابت ہو اُسکے برابر ہے جو کہ مشاہدہ سے ثابت ہوا اور یہ عجیب تر مسئلہ ہے اس سبب سے کہ مرد کا اقرار ثابت نہیں ہوتا اُسکے اقرار کرنے سے بلکہ اُسکا اقرار ثابت ہوتا ہے گواہی سے ھکذا فی البحر الرائق اور نہر الفائق میں ہے یہ اعجوبگی امام سرخسی کیطرف منسوب ہے اور حلبی محشی نے کہا کہ یہ مسئلہ کچھ تعجب کا مقام نہیں ہے اسواسطے کہ زوج کا بعد عدت کے یوں اقرار کرنا کہ میں نے عدت میں رجعت کا اقرار کیا تھا یہ مجرد دعوی ہے تو بدون گواہوں کے کیونکر ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو قال فیہا کنت راجعتک امس فانہا تصح وان کذبتہ لملکہ الانشاء فی الحال چنانچہ اگر زوج نے عدت میں کہا کہ میں نے تجھسے رجعت کل کی تھی تو رجعت صحیح ہوگی اگرچہ عورت اُسکی تکذیب کرے بسبب اسکے کہ زوج کے انشاء فی الحال کا اور جو انشا کا مالک ہے وہ اخبار کا بھی مالک ہے بخلاف قولہ لہا راجعتک بعد الانشاء ثم قالت مجیبۃ لہ قد مضت عدتی فانہا الاصح عند الامام لمقارنتہا الانقضاء الا اذا سکتت ثم اجابت صحت اتفاقا بخلاف اس قول کے کہ زوج نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھسے رجعت کی یعنی اب رجعت کرتا ہوں اس قول سے انشاء رجعت کا ارادہ کیا تو اخبار سو عورت نے بلا توقف جواب میں کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی تو یہ رجعت صحیح نہ ہوگی نزدیک امام کے بسبب متصل ہونے رجعت کے انقضاء عدت سے یہاں تک کہ اگر عورت ساکت رہی پھر رجعت سنکر جواب دیگی انقضاء سے عدت کا تو رجعت صحیح ہوگی بالاتفاق اور صاحبین کے نزدیک رجعت بعد عدت کے صحیح نہیں تھی بسبب اسکے کہ عورت نے انقضاء سے عدت کی خبر دی تو اقرب احوال بعد عدت کے قول زوج ٹھہرا تو رجعت انقضاء عدت سے مقارن و متصل ہوئی لہذا رجعت ثابت نہوگی بخلاف جواب بعد از سکوت کے کہ وہاں اقرب احوال بعد عدت کے سکوت ہوگا تو اس صورت میں رجعت عدت کے اندر واقع ہوگی لہذا صحیح ہوگی اور امام کے نزدیک انقضاء عدت کی خبر اسوقت مقبول ہوگی جب محتمل ہو انقضاء کی یعنی بعد طلاق کے دو مہینے گذر گئے ہوں اور اگر دو مہینے سے قبل انقضاء عدت کے عورت نے خبر دی تو مقبول نہوگی اور رجعت ثابت ہوجاویگی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو کانت فی الیمین عن مضی العدۃ چنانچہ رجعت صحیح ہے اگر قسم کیلئے عورت سے انقضاء عدت پر سوال کیا اور انقضاء عدت کی قسم سے انکار کیا قال زوج الامۃ بعدہا ای العدۃ راجعتہا فیہا فصدقہ السید وکذبتہ الامۃ ولا بینۃ او قالت مضت عدتی وانکر الزوج والمولی فالقول لہا عند الامام لانہا امینۃ کہا لونڈی کے زوج نے بعد عدت کے کہ میں نے رجعت کی عدت کے اندر سو اسکی تصدیق کی مالک نے اور تکذیب اسکی کی لونڈی نے اور گواہ زوج کے نہیں یا کہ لونڈی منکوحہ نے کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی اور زوج اور مالک نے انکار کیا تو لونڈی ہی کا قول معتبر ہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ لونڈی بیان عدت میں امین ہے فلو کذبہ المولی وصدقتہ الامۃ فالقول لہ ای للمولی علی الصحیح لظہور ملکہ فی البضع فلا یکون ابطالہ پھر اگر تکذیب کی زوج کے عدت کی رجعت میں لونڈی کے مالک نے اور تصدیق کی زوج کی لونڈی نے تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا بر قول صحیح کے بسبب ظاہر ہونے ملکیت مالک کے لونڈی کی وطی میں سو ممکن نہیں لونڈی کو ابطال اسکا یعنی جب لونڈی کے زوج نے اسکو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو مولی کی ملکیت متعلق وطی میں ظاہر ہو چکی اب تصدیق رجعت زوج سے اس ملکیت کو لونڈی باطل نہیں کر سکتی قالت انقضت عدتی ثم قالت لم تنقض کان لہ الرجعۃ لاخبارہا بکذبہا فی حق علیہا شمنی کہا عورت نے کہ میری عدت منقضی ہوگئی پھر اُسنے کہا کہ عدت نہیں منقضی ہوئی تو زوج کو رجعت کرنا صحیح ہے بسبب خبر دینے عورت کے اپنے کذب پر اُس حق میں جو اُسپر واجب تھا کذا ذکرہ الشمنی ثم انما تعتبر المدۃ لو بالحیض لا بالسقط والا تخلیفہا انہ مستبین الخلق ولو بالولادۃ لم تقبل الا ببینۃ ولو سقطا مستبین پھر تو عیت بارنیت کا اسی صورت میں ہے اگر انقضائے عدت حیض سے ہو یعنے اگر عورت نے انقضاء سے عدت کا بسبب حیض کے دعوی کیا بعد طلاق کے دو مہینے میں تو مسموع ہوگا اور اگر اُس مدت سے کمتر میں دعوی کیا تو مقبول نہوگا اور مدت معتبر نہیں ہے اسقاط حمل میں اسواسطے کہ ممکن ہے کہ بعد طلاق کے بلا توقف اسقاط حمل ہوا اور عدت منقضی ہو جاوے اور جب عورت دعوی اسقاط کا زوج کو جائز ہے کہ قسم لے عورت سے اس امر کی کہ اسقاط حمل ہے جو بچہ کہ اُسکے بعضے عضا مخلوق ہو چکے تھے اسواسطے کہ گوشت کے لوتھڑا گرنے سے عدت نہیں منقضی ہوتی تا وقتیکہ کچھ صورت نہ بنے اور اگر عورت نے انقضا عدت کی بسبب

ولادت سکے تو اسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہی کے اگرچہ عورت ستھرہ ہو کذا فی فتح القدیر وتنقطع الرجعة اذا طہرت من الحیض الاخیر لتمام العشرة ایام
مطلقا وان لم تغتسل اور منقطع ہوتی ہے رجعت جبکہ عورت طاہر ہو حیض اخیر سے بسبب گذرجانے دس روز کے ہر طرح سے خواہ خون بند ہوگیا ہو یا کہ جاری ہو اگرچہ
عورت نہائی نہو اور طہارت حیض اخیر سے لونڈی کو بھی شامل ہے او یمضی وقت صلوٰۃ یا اگرچہ وقت ایک نماز کا گذر گیا ہو تو بھی بعد دس روز کے
عدت منقضی ہوگی ولاقل لا ینقطع حتی تغتسل ولو بسور حمار مع وجود الماء المطلق لکن لا تصلی ولا تزوج احتیاطا اور اگر طاہر ہوئی حیض اخیر سے دس روز سے
کمتر میں تو عدت منقطع نہوگی یہانتک کہ عورت غسل کرے اگرچہ غسل گدھے کے جھوٹے پانی سے ہو باوجود مطلق پانی کے یعنے مشکوک پانی کے غسل سے
بھی طہارت ثابت ہوگی انقضاے عدت کے حق میں لیکن اس غسل سے نماز نہ پڑھے اور نکاح بھی نہ کرے بنا بر احتیاط کے او یمضی علیہا وقت صلوٰۃ
تصیر دینا فی ذمتہا یا گذر جائے تمام وقت نماز کا تو نماز دین ہو جائے عورت کے ذمے میں مثلا اشراق کے وقت اقل مدت حیض میں عورت طاہر ہوئی اور
غسل نکیا تو عصر کے وقت اسکی عدت منقضی ہوگی فلو عاودہا الدم فی العشرة فلہ الرجعة اور اگر عورت کے حیض نے پھر عود کیا اور حالانکہ دس روز سے کمتر تھا اور
نہ کیا تھا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اسواسطے کہ بسبب عود حیض کے معلوم ہوا کہ ہنوز عدت منقضی نہیں ہوئی او تتیمم لعذر کعدم الماء وتصلی ولو نفلا
صلوٰۃ تامۃ فی الاصح یا یہانتک کہ عورت تیمم کرے پانی نہونے کے وقت اور نماز پڑھے پوری نماز اگرچہ نفل کی نماز ہو قول اصح میں یعنے اقل حیض میں
عورت طاہر ہوئی اور پانی غسل کا موجود نہیں سو اسنے تیمم کرکے نماز پڑھی تب عدت منقضی ہوگی وفی الکتابیة بمجرد الانقطاع ملتقی لعدم الخطاب وافادہ
ان المجنونة والمعتوہة کذلک اور مطلقہ کتابیہ میں بمجرد حیض منقطع ہونے کے عدت منقضی ہوتی ہے کذا فی الملتقی بسبب اسکے نہ مخاطب ہونے کے ساتھ احکام شرعی
کی وہ مخاطب نہیں شارح کہتا ہے اور اس مقابلے سے مستفاد ہوتا ہے کہ دیوانی عورت اور بیہوش بھی اسیطرح ہیں یعنی انکی عدت بھی بمجرد انقطاع حیض کے منقضی ہوگی اسواسطے
کہ وہ بھی بسبب زوال عقل کے احکام شرعی کی مکلف نہیں ولو اغتسلت ونسیت اقل من عضو تنقطع لتسارع الجفاف فلو تیقنت عدم الوصول وترکتہ
عمدا لا تنقطع اور اگر غسل کیا عورت نے بعد اقل حیض کے اور بھول گئی کسی عضو کے ٹکڑے کو پانی پہونچانا جیسے ایک انگلی کو تو عدت منقطع ہوگی اسواسطے کہ اعضا
جلد خشک ہو جانے کے تو اگر عورت کو پانی نہ پہونچنے کا اس ٹکڑے میں یقین ہو یا اسنے اسکو عمدا ترک کیا ہو تو عدت منقطع نہوگی ولو نسیت عضوا لا تنقطع
اور اگر غسل میں پورے عضو کا پانی پہونچانا بھول گئی مانند ہاتھ یا پاؤن کے تو عدت نہ منقطع ہوگی وکل واحد من المضمضة والاستنشاق کالاقل لانہما
عضو واحد علی الصحیح اور ہر واحد مضمضہ اور استنشاق سے مانند بعض کے ہے اسواسطے کہ وہ دونوں ملکر ایک عضو ہیں بنا بر قول صحیح کے تو اگر کلی کرنا
بھول گئی غسل میں تو عدت منقطع ہوگی طلق حاملا منکرا وطیہا فراجعہا فجاءت بولد لاقل من ستة اشہر من وقت الطلاق او لستة اشہر
فصاعدا من وقت النکاح صحت رجعتہ السابقة طلاق دی حاملہ کو اسکی وطی سے منکر ہوکر پھر عورت سے رجعت کی قبل وضع حمل کے پھر حاملہ لڑکا جنی
چھ مہینے سے کمتر میں طلاق دینے کے وقت سے یا پورے چھ مہینے یا اس سے زیادہ مدت میں جنی نکاح کیوقت سے تو زوج کی اگلی رجعت صحیح ہوگی
جبکہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں حاملہ جنی تو زوج کے انکار وطی کو شرع نے باطل کیا اور یہ لڑکا زوج ہی کا ٹھہرا تو رجعت سابقہ کی صحت بھی ظاہر ہو گئی
اسواسطے کہ وطی ثابت ہو چکی اور اگر بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر میں جنے گی تو شرعا تکذیب زوج کی انکار وطی میں ثابت نہوگی اسواسطے کہ انعقاد ولد کا قبل نکاح کے
ہوا تو رجعت بھی صحیح نہوگی کذا فی حاشیة المدنی یہاں در المختار کے نسخوں میں اختلاف ہے بعضے نسخوں میں یون ہے فجاءت بولد لاقل من ستة اشہر فصاعدا من وقت النکاح
ظاہر ایہ نسخہ صحیح نہیں اسواسطے کہ وقت نکاح سے کمتر چھ مہینے میں ولادت ہونے سے شرعا تکذیب زوج کی ثابت نہوگی لہذا مترجم نے نسخہ محشی مدنی کا اختیار کیا وتوقف
انکار وطی میں ۱۲
ظہور صحتہا علی الوضع لا ینافی صحتہا قبلہ فلا مسامحة فی کلام الوقایة اور موقوف ہونا ظہور صحت رجعت کا وضع حمل پر صحیح ہونے رجعت کا قبل
وضع حمل کے منافی نہیں تو کچھ تساہل اور بے تاملی وقایة الروایة کے کلام میں نہیں ہے شارح نے جواب دیا اعتراض کا جو صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں

اعتراض کیا متن پر وقایہ کا مضمون یہ ہے کہ اگر طلاق دے اسکی وطی سے منکر ہو کر تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے خلاصہ عبارت شرح وقایہ کی اعتراض کا یہ ہے کہ وقت
طلاق سے بدون کمتر چھ مہینے کی ولادت کے حمل ثابت نہیں ہو سکتا پھر جب عورت جنی تو عدت منقضی ہو گئی پھر رجعت کیونکر صحیح ہو گی اور حلت رجعت کی قبل وضع
حمل کے مراد نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ زوج منکر ہے وطی کا اور بدون ولادت مذکورہ کے شرع اسکی تکذیب نہیں کرتی فقط شارح نے وقایہ کی طرف سے جواب دیا
کہ صحت رجعت کا ظاہر ہونا البتہ ولادت پر موقوف ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اصل صحت قبل ولادت کے نہ ثابت ہو خلاصہ یہ کہ وضع حمل پر ظہور صحت
موقوف ہے نہ اصل صحت اور کلام وقایہ کا اصل صحت پر مبنی ہے نہ ظہور صحت پر تو ایسی کلام میں کچھ تساہل ور مسامحت باقی نہ رہا **کما صحت لو طلق من ولدت
قبل الطلاق** فلو ولدت بعدہ فلا رجعۃ لمضی العدۃ **منکرا وطیہا** لان الشرع کذبہ بجعل الولد للفراش فبطل زعمہ حیث لم یتعلق باقرارہ حق الغیر جیسا کہ
رجعت صحیح ہے اگر طلاق دی منکر وطی ہو کر اس عورت کو جو جنی قبل طلاق کے اور اگر بعد طلاق کے جنی تو رجعت صحیح نہیں اسواسطے کہ بسبب ولادت کے عدت
منقضی ہو گئی اور ولادت قبل طلاق میں باوجود انکار وطی کے رجعت اسواسطے صحیح ہوئی کہ شرع نے انکار زوج کی تکذیب کی بسبب ٹھہرانے ولد کے واسطے
فراش کے یعنے تا قیام نکاح منکوحہ کا لڑکا زوج ہی کی طرف منسوب ہوگا شرعاً تو زوج کا عدم وطی کا زعم باطل ہو گیا اس وجہ سے کہ اسکے اقرار پر غیر کا حق
متعلق نہیں **ولو خلا بہا ثم انکرہ** ای الوطی **ثم طلقہا لا یملک الرجعۃ** لان الشرع لم یکذبہ اور اگر عورت سے خلوت کی پھر وطی کا منکر ہوا پھر اسکو طلاق دی
تو رجعت کا مالک نہوگا اسواسطے کہ شرع نے اسکی تکذیب نہیں کی **ولو اقر بہ وانکرتہ فلہ الرجعۃ** اور اگر زوج نے بعد خلوت کے وطی کا اقرار کیا اور
عورت نے اسکا انکار کیا تو زوج کو رجعت جائز ہے اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد ہے زوج کا ولو لم یخل بہا فلا رجعۃ لہ لان الظاہر شاہد لہا ولوالجیہ اور اگر زوج
نے وطی کا دعوی کیا اور عورت اسکی منکر ہوا اور حالانکہ زوج نے عورت سے خلوت نہیں کی تو زوج کو رجعت کا اختیار نہیں اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد
عورت کا ہے کذا فی الولوالجیہ **فان طلقہا فراجعہا** والمسئلۃ بحالہا **فجاءت بولد لاقل من حولین من حین الطلاق صحت رجعۃ** السابقۃ لثبوتہ ای تکذیبا
کما مر پھر اگر طلاق دی عورت کو اور اس سے رجعت کی اور یہ مسئلہ بحال سابق کے ہے یعنے بعد خلوت کے وطی کا انکار کر کے طلاق دی پھر رجعت کی پھر
عورت لڑکا جنی دو برس سے کمتر میں وقت طلاق سے تو صحیح ہو گی زوج کی رجعت سابقہ بواسطے ہو جانے زوج کے دروغگو شرعاً چنانچہ گذرا یعنے بسبب
ولادت کے انکار وطی میں زوج کی تکذیب ہوئی تو رجعت سابقہ عدت کے اندر واقع ہوئی لہذا صحیح ہو گی **ولو قال ان ولدت فانت طالق فولدت
فطلقت فاعتدت ثم ولدت آخر** ای **من بطنین** یعنے بعد ستۃ اشہر ولو لاکثر من عشر سنین مالم تقر بانقضاء العدۃ لان امتداد الطہر لا غایۃ لہ الا الایاس **فہو**
ای الولد الثانی **رجعۃ** اذ یجعل العلوق بوطی حادث فی العدۃ بخلاف مالو کانا ببطن واحد اور اگر زوج نے کہا زوجہ سے کہ اگر تو جنیگی تو تو طالق ہے پھر وہ
جنی سو وہ مطلقہ ہوئی پھر وہ معتدہ ہوئی بعد اسکے وہ دوسرا لڑکا جنی دوسرے پیٹ سے یعنے ولادت ولد اول سے بعد چھ مہینے کے ولد ثانی جنی اگرچہ ولد
ثانی کو دس برس سے زیادہ میں جنی جب تک عورت انقضاء عدت کا اقرار نکرے اسواسطے کہ درازی طہر کی کچھ حد نہیں سوائے بڑھاپے کے تو یہ ولد ثانی رجعت
ہوگا اسواسطے کہ علوق ولد ثانی کا وطی جدید سے قرار دیا جائیگا عدت میں بخلاف اس صورت کے جبکہ ولد ثانی ایک ہی پیٹ سے ہو یعنے دونوں کی ولادتیں
چھ مہینے سے کم مدت ہو مثلاً ولد اول کے بعد چار یا پانچ مہینے کے ولد ثانی پیدا ہو تو رجعت نہ ثابت ہو گی اسواسطے کہ علوق ثانی کا وطی حادث سے ثابت
نہیں **وفی کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ ببطون تقع الثلث والولد الثانی رجعۃ** فی الطلاق الاول کما مر **وتطلق** ثانیا **کالولد
الثالث** فانہ رجعۃ فی الثانی **وتطلق** ثلثا عملاً بکلما **وتعتد للطلاق** الثالث **بالحیض** لانہا من ذوات الاقراء مالم تدخل فی سن الایاس فبالاشہر اور اگر کہا زوج نے کہ
جب تو جنیگی تو تو طالق ہے تو پھر وہ جنی تین لڑکے تین پیٹ سے تو تین بار طلاق ہو گی اور ولد ثانی رجعت ہوگا طلاق اول میں چنانچہ گذرا کیونکہ مدلول کا یعنی علوق اسکا
مدت میں وطی جدید ہوا اور ثانی سے دوسری بار عورت مطلقہ ہو گی بنابر ولد ثالث کے اسواسطے کہ ولد ثالث رجعت ہے طلاق ثانی میں اور مطلقہ ہوگی عورت تیسری طلاق کہ ولد

ثالث کے سبب کلما کے معنی پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ کلما تقتضی ہے عموم افعال کا اور طلاق ثالث کیواسطے عورت کی عدت ہو گی حیض سے اسواسطے کہ مطلقہ وقت طلاق سے حیض آنے والی عورتوں میں داخل ہے جب تک کہ وہ ناامیدی کے سن میں نہ داخل ہو پھر جب بڑھاپے میں داخل ہوگی تو اُسکی عدت مہینوں سے ہو گی ولو کانوا بطنین یقع ثنتان بالاولین لا بالثالث لانقضاء العدۃ بہ فتح اور اگر تین لڑکے دو حمل سے جنی تو پہلے دو لڑکوں سے دو بار طلاق واقع ہو گی نہ تیسرے لڑکے سے اسواسطے کہ منقضی ہو عدت کے اُسکی ولادت سے خواہ اول حمل سے دو پیدا ہوے ہوں خواہ دوسرے حمل سے کذا فی فتح القدیر ۔ والمطلقۃ الرجعیۃ تتزین ویحرم ذلک فی البائن و الوفاۃ لزوجہا الحاضر لا الغائب لفقد العلۃ اذا کانت الرجعۃ مرجوۃ والا فلا تفعل فرکہ مسکین اور مطلقہ رجعیہ سنگار کرے اور حرام ہے سنگار کرنا طلاق بائن میں اور زوج کی وفات میں مطلقہ رجعیہ اپنے زوج موجود کیواسطے سنگار کرے نہ زوج غائب کیواسطے بسبب فقد ان علت کے یعنے سنگار فقط بامید رجعت ہے سو غائب میں حاصل نہیں سنگار اُسوقت مستحب ہے جبکہ رجعت کی امید ہو اور اگر رجعت کی امید نہو تو سنگار نہ کرے چنانچہ مسکین نے اسکو ذکر کیا ہے ولا یخرجہا من بیتہا ولو لما دون سفر للنہی المطلق مالم یشہد علی رجعتہا فتبطل العدۃ وہذا اذا صرح بعدم رجعتہا فلو لم یصرح کان السفر رجعۃ دلالۃ فتح بحثا واقرہ المصنف اور زوج مطلقہ رجعیہ کو اُسکے گھر سے نکال لیجائے اگرچہ اخراج مدت سفر سے کم ہو بسبب نہی مطلق کے یعنے قرآن مجید میں مطلقہ کا مطلقًا اخراج ممنوع ہے بقدر مدت سفر ہو یا کم مطلقہ کو گھر سے نہ نکالے جب تک گواہ نہ کرلے اُسکی رجعت پر پھر جب رجعت پر گواہ کر لیگا تو عدت طلاق کی باطل ہو گی تو نکالنا جائز ہوگا اور یہ یعنی اخراج بلا شہادت کا رجعت منع اُسوقت ہے جبکہ زوج نے وقت اخراج کے عدم رجعت کی تصریح کی ہو اور اگر عدم رجعت کی تصریح نہ کی ہو تو سفر میں مطلقہ کا لیجانا بھی رجعت ہے باعتبار دلالت حال کے چنانچہ یہ قید فتح القدیر میں بدلیل مصرح ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں اسکو مسلم رکھا ہے والطلاق الرجعی لا یحرم الوطی خلافا للشافعی فلو وطی لا عقر علیہ لانہ مباح اور طلاق رجعی حرام نہیں کرتی وطی کو بخلاف مذہب شافعی رح کے سو اگر مطلقہ رجعی کی وطی کریگا تو زوج پر مہر مثل دینا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ وطی کرنا مباح ہے یعنے حرام نہیں اگرچہ مکروہ ہے اسواسطے کہ رجعت فعلی مکروہ ہے لکن تکرہ الخلوۃ بہا تنزیہا ان لم یکن من قصدہ المراجعۃ والا لا یکرہ لیکن مطلقہ رجعی سے خلوت کرنا مکروہ ہے بکراہت تنزیہی بشرطیکہ زوج کو رجعت کا قصد نہو اور اگر رجعت کا قصد ہو تو خلوت کرنا مکروہ نہیں ویثبت القسم لہا ان کان من قصدہ المراجعۃ والا لا قسم لہا بحر عن البدائع قال وصرحوا بان لہ ضرب امرأتہ علی ترک الزینۃ وہو شامل للمطلقۃ رجعیا اور مطلقہ رجعی کیواسطے باری ثابت ہے اگر زوج کو قصد رجعت کا ہو اور اگر قصد رجعت کا نہیں تو اُسکی باری بھی نہیں کذا فی البحر عن البدائع صاحب بحر الرائق نے کہا کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ زوج کو مارنا عورت کا ترک زینت پر جائز ہے اور یہ جواز ضرب مطلقہ رجعی کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ طلاق رجعی میں زوجیت تا عدت منقطع نہیں وینکح مبانتہ بما دون الثلث فی العدۃ وبعدہا بالاجماع اور نکاح کرے زوجہ مطلقہ بائنہ سے تین طلاق سے کمتر میں یعنے اگر ایک طلاق بائن ہو گی یا دو طلاق تو عدت کے اندر بدلیل اجماع نکاح جائز ہے اور بعد عدت کے بھی جائز ہے ہم لفظ بالاجماع متعلق ہے فی العدۃ کا تو بہتر یوں تھا کہ بلا فصل اُسکے قریب ہوتا اور یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ یعنی نکاح کا قصد نکرو تا وقتیکہ عدت نہ تمام ہوا اور یہ خطاب شامل ہے زوج اور غیر زوج دونوں کو پھر زوج کو عدت میں نکاح کرنے کی کیا وجہ ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ زوج اس عموم سے بدلیل اجماع مخصوص ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الدرر المنتقی ومنع غیرہ فیہا لاشتباہ النسب اور غیر زوج ممنوع ہوا عدت میں نکاح کرنے سے بسبب اشتباہ نسب کے یعنے اگر غیر زوج کو عدت مطلقہ میں نکاح جائز ہوتا اور بعد اُسکے لڑکا پیدا ہوتا تو معلوم نہوتا کہ زوج اول کا یہ نطفہ ہے یا ثانی کا ام یہ تعلیل صغیرہ اور آئسہ اور عدت وفات قبل دخول اور معتدہ صبی سے منقوض ہے تو یوں کہنا بہتر ہے کہ نص قرآنی سے عدت میں نکاح کرنا عمومًا منع ہے اور زوج اس سے بالاجماع مخصوص ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر لا ینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ کما سنحققہ بہا ای بالثلث لو حرۃ وبالثنتین لو امۃ ولو قبل الدخول نہ نکاح کرے زوج مطلقہ ثلثہ سے بشرطیکہ نکاح صحیح نافذ کے بعد تین بار طلاق واقع ہو چنانچہ قید صحت اور نفاذ کی اس باب میں بعد ایک صفحہ کے ہم ثابت

کرینگے اگر منکوحہ حرہ ہو تو بعد تین طلاق کے نکاح نہیں اور اگر لونڈی ہو تو بعد دو طلاق کے نکاح نہیں اگرچہ قبل دخول مطلقہ ہوئی ہو تو بھی نکاح حلال نہیں و ما سنح

المشکلات باطل او ماول کما مر اور جو قول مشکلات میں یعنے مطلقہ ثلثہ کا قبل دخول کے نکاح بلا تحلیل جائز ہے سو باطل ہے یا ماول ہے باطل اسوجہ سے ہو کہ نص اور

اجماع کے مخالف ہے اور تاویل اسکی یوں ہو سکتی ہو کہ متفرق تین طلاق پر محمول ہے تو اس صورت میں اول طلاق سے بلا عدت جدا ہو گئی اور دوسری اور

تیسری طلاق لغو ہو گئی بسبب فقدان محل کے چنانچہ اسکا بیان باب الطلاق قبل الدخول میں مشرح ہو چکا حتی یطاہا غیرہ ولو الغیر مراہقا یجامع مثلہ وقدرہ

شمس الاسلام بعشر سنین او خصیا او مجنونا او ذمیا لذمیۃ مطلقہ ثلثہ کا نکاح زوج اول کو جائز نہیں یہاں تک کہ جماع کرے اُسکے غیر اسکا اگرچہ غیر

یعنے زوج ثانی مراہق یعنے قریب البلوغ لڑکا ہو کہ ویسا لڑکا جماع کر سکتا ہو اور شمس الاسلام نے مراہق کا اندازہ دس برس تک مقرر کیا ہو یا زوج ثانی خصی ہو

یا کہ دیوانہ ہو یا ذمی ہو مطلقہ ذمیہ کیواسطے خصی کا محلل ہونا اسواسطے صحیح ہوا کہ اگرچہ اُسکے فوطے نہیں لیکن آلہ تناسل ہے اور مجنون کی تحلیل اسطرح ہو سکتی ہو کہ اسکا ولی

اُسکا نکاح کر دے مگر طلاق اُسکی بدون ہوش آنے کے صحیح نہو گی اور ذمی کے محلل ہونے کی یہ صورت ہو کہ کتابیہ ذمیہ مسلم کی منکوحہ تھی سو مطلقہ ثلثہ ہو ئی تو اگر بعد عدت کے

ذمی اُس سے نکاح کریگا اور بعد دخول کے طلاق دیگا تو زوج اول پر نکاح اُسکا حلال ہو گا بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف فلو نکحہا عبد بلا اذن سیدہ ووطیہا

قبل الاجازۃ لا یحلہا حتی یطاہا بعدہ زوج ثانی مطلقہ ثلثہ کی وطی نافذ نکاح سے کرے تب زوج اول پر حلال ہو گی نکاح نافذ کی قید سے نکاح فاسد

اور نکاح موقوف نکل گیا تو اگر مطلقہ سے غلام نے نکاح بدون اذن مولی کے کیا اور وطی کی اُس سے قبل اجازت مولی کے تو وطی اُس غلام کی عورت کو

زوج اول پر حلال نکریگی جبتک دوبارہ اُس عورت سے وطی نکرے بعد اجازت مولی کے اسواسطے کہ نکاح غلام کا مولی کی اجازت پر موقوف ہو بدون اجازت کے نافذ

نہیں ومن لطیف الحیل ان تتزوج بمملوک مراہق بشاہدین فاذا اولج یملکہ لہا فیبطل النکاح ثم تبعثہ لبلد آخر فلا یظہر امرہا اور زوج اول پر حلال ہونے کی نہایت

خوب تدبیر یہ ہو کہ مطلقہ ثلثہ کا نکاح کر دے قریب البلوغ غلام سے روبرو دو شاہدوں کے پھر جب وہ دخول کر چکے تو غلام کا مالک عورت کو غلام کا مالک

کر دے تو نکاح باطل ہو گا پھر عورت غلام کو کسی دوسرے شہر میں بھیجدے کہ وہاں بیچ ڈالا جاوے تو اس تدبیر سے عورت کا حال کسی پر نہ کھلے اور یہ حیلہ

مبنی ہے ظاہر مذہب پر کہ کفایت نکاح میں شرط نہیں لہذا شارح نے آیندہ قول میں اسکا استدراک کیا لکن علی روایۃ الحسن المفتی بہا انہ لا یحلہا العدم الکفاءۃ

ان لہا ولی والا فیحلہا اتفاقا کما مر لیکن حسن بن زیاد کی روایت پر جسپر فتوی ہو چکا ہے البتہ غلام عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب کفایت کے اگر عورت کا

ولی موجود ہو گا اور اگر ولی نہو گا تو اُسکو حلال کر دیگا باتفاق حنفیہ کے چنانچہ یہ مسئلہ باب الاکفاء الاولیاء میں گذر گیا ہو تمضی عدۃ او مطلقہ ثلثہ زوج اول پر

اُس وقت حلال ہو گی جبکہ زوج ثانی بنکاح نافذ وطی کرے اور زوج ثانی کی عدت بھی گذر جائے خواہ عدت طلاق کی ہو خواہ عدت فسخ نکاح کی خواہ موت کی

کذا فی حاشیۃ المدنی لا بملک یمین لاشتراط الزوج بالنص فلا یحلہا وطی المولی اور حلال نہیں کرتی مطلقہ کو وطی ملک یمین سے بسبب مشروط ہونے زوج کے

نص سے تو لونڈی کو حلال نکریگی وطی مولی کی یعنی زوج نے اپنی منکوحہ لونڈی کو دو بار طلاق دی تو زوج پر بحرمت غلیظہ حرام ہو گئی پھر اُس لونڈی کے مالک نے اُس سے

وطی کی بملک یمین بعد عدت کے تو وہ لونڈی زوج پر حلال نہو گی اسواسطے کہ نص قرآنی میں حلت موقوف ہے زوج کی وطی پر نہ مالک کی وطی پر ولا ملک امۃ بعد طلقتین او ثلث اور نہ مالک ہونا

لونڈی کا بعد دو طلاق کے یعنے جسنے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو دو بار طلاق دی پھر اُس لونڈی کو مول لیا تو اس مشتری کو وطی اُسکی بملک یمین حلال نہیں اسواسطے

کہ حلت مطلقہ کی غایت ہنوز موجود نہیں یعنی زوج ثانی کی وطی قال تعالی (حتی تنکح زوجا غیرہ) ہم مسئلہ ملک امۃ کا لا یحلہا وطی المولی پر معطوف نہیں ہے اسواسطے

کہ وہ غیر کی ملک پر متفرع ہو بخلاف اسکے تو شارح نے بمناسبت مقام اسکو بطور استیناف کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی او حرۃ بعد ثلث وردۃ وسبی یا مالک ہونا

حرہ کی بعد تین طلاق کے اور مرتد ہونے اور گرفتار ہونے کے بعد یعنے ایک مرد نے اپنی زوجہ حرہ پر تین بار طلاق واقع کی پھر وہ مرتد ہو گئی اور دار الاسلام میں

گرفتار ہو گئی پھر اُسکے مالک نے اُس سے وطی کی تو زوج اول پر یہ عورت حلال نہو گی اسواسطے کہ زوج ثانی کی وطی غایت ہو حلت کی نہ ملک یمین کی وطی دیلیہ

من فرق بينهما بظهار او لعان ثم ارتدت وسبيت ثم ملكها لم تحل له ابداً اور مانند مسئلہ مرتدہ کے وہ ہو کہ بسبب ظہار یا لعان کے زوج اور زوجہ میں تفریق واقع ہوئی یعنے وطی ممنوع ہوئی پھر زوجہ مرتدہ ہوگئی اور دار الحرب سے دار الاسلام میں گرفتار ہو آئی پھر زوج اسکا مالک ہوگیا تو یہ عورت مرد پر کبھی حلال نہوگی یعنے ظہار میں بدون کفارہ کے اور لعان میں بدون ابطال لعان کے حلال نہوگی تو شارح کے کلام میں یعنے حرمت موبدہ کے ذکر میں یا محتاج اس اعادہ سے کہ باب ظہار اور لعان میں قیود مقررہ مذکور ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وشرط التیقن بوقوع الوطی فی المحل المتیقن به فلو کانت صغیرۃ لا یوطأ مثلها لم تحل للاول اور شرط تحلیل کی یہ ہے کہ مکان مخصوص میں وطی واقع ہونے کا یقین ہو یعنے محل مشتہی ہو تو اگر عورت مطلقہ ایسی صغیرہ ہو کہ ویسی لڑکی لائق جماع کے نہو تو زوج اول پر حلال نہوگی اگرچہ زوج ثانی وطی کر چکا ہو اسواسطے کہ نہایت صغیرہ محل شہوت نہیں ہے اور اسکی وطی شرعاً معتبر نہیں تو وہ چوکالعدم ہوا وطی متیقن نہ پائی گئی کذا فی حاشیۃ المدنی والا حلت وان مفضاۃ بزازیۃ اور اگر ویسی صغیرہ وطی کے لائق ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوگی اگرچہ زوج ثانی صغیرہ کو مفضاۃ کر ڈالے کذا فی البزازیۃ مفضاۃ اس عورت کو کہتے ہیں جسکے قبل اور دبر کے درمیان کا پردہ پھٹکر ایک ہو جاوے فلو مفضاۃ لا تحل له الا اذا حبلت لیعلم ان الوطی کان فی قبلها جب وطی متیقن شرط تحلیل کی ہوئی تو اگر مطلقہ ثلثہ مفضاۃ ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال نہوگی مگر جب وہ حاملہ ہو جاوے تاکہ بالیقین معلوم ہو جاے کہ وطی اسکی قبل ہی میں ہوئی نہ دبر میں اور بدون حمل ہونے کے قبل کی وطی کا یقین نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ دونوں مکان ملکر ایک ہو گئے ہیں بخلاف مسئلہ سابقہ کہ وہان قبل کی وطی میں کچھ شبہ نہیں سو اسلئے کہ صغیرہ پہلے مفضاۃ نہ تھی بلکہ قبل کی وطی سے اسکی یہ حالت ہوگئی تو دونوں صورتوں میں فرق ظاہر ہوگیا کما لو تزوجت بمجبوب فانها لا تحل حتی تحبل لوجود الدخول حکما حتی یثبت النسب فتح فالاقتصار علی الوطی قصور الا ان یعمم بالحقیقی والحکمی چنانچہ اگر مطلقہ ثلثہ نے نکاح کیا زوج ثانی مقطوع الذکر سے تو یہ عورت زوج اول پر حلال نہوگی تاوقتیکہ حاملہ نہو اور جب حاملہ ہوگی تو اول کو حلال ہوگی بسبب موجود دخول حکمی کے یعنے ہرچند یہاں دخول حقیقی متصور نہیں ہو اسواسطے کہ زوج ثانی کا آلہ تناسل مطلق باقی نہیں لیکن حکمی دخول ہے یعنے شرع میں یہ حمل زوج ہی کی طرف سے منسوب ہوگا بسبب قیام نکاح کے یہان تک کہ بسبب اس دخول حکمی کے اس ولد کا نسب زوج ہی سے ثابت ہوگا کذا فی فتح القدیر پھر جب دخول حکمی بھی علت ہے تحلیل کی تو اقتصار کرنا مصنف کا شرط تحلیل کے ذکر میں فقط وطی پر قصور ہے عبارت کا مگر یہ کہ وطی کو عام کیجیے وطی حقیقی اور وطی حکمی سے تو البتہ قصور باقی نرہیگا مقطوع الذکر بھی وطی حکمی میں داخل ہوگا والایلاج فی محل البکارۃ یحلها والموت عنها لا کما فی القنیۃ واستشکله المصنف اور ادخال محل بکارت میں حلال کر دیتا ہے عورت کو زوج اول کیواسطے اور مر جانا زوج ثانی کا عورت کو زندہ چھوڑ کر حلال نہیں کرتا بدون وطی کے کذا فی القنیۃ اور مشکل جانا ہے اس اطلال کو مصنف نے اپنی شرح میں اور اصل اشکال صاحب بحر الرائق کا ہے تقریر اشکال کی یہ ہے کہ قنیہ میں کہا کہ مجرد ادخال محل بکارت میں سبب ہے حلت کا حالانکہ باوجود باقی رہنے پردہ بکارت کے دخول حشفہ کا متصور نہیں اور تحلیل میں وہ ادخال معتبر ہے جو موجب ہو غسل کا اور غسل بدون دخول حشفہ کے واجب نہیں ہے فی النهر وکانه ضعیف لما فی التبیین یشترط ان یکون الایلاج موجبا للغسل وهو التقاء الختانین بلا حائل یمنع الحرارۃ اور نہر الفائق میں کہا ہے کہ شاید قول قنیہ کا ضعیف ہے اسواسطے کہ تبیین میں یوں ثابت ہے کہ تحلیل میں شرط یہ ہے کہ وہ ادخال ہو جو موجب ہو غسل کا اور موجب غسل کا ملنا دونوں شرمگاہوں کا ہے بدون حائل ہونے اس چیز کے جو مانع ہو حرارت کی ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ ادخال فی محل البکارۃ سے مراد یہ ہے کہ بعد ازالہ بکارت کے ادخال ہو اسواسطے کہ دو چیز کا حلول محل واحد میں محال ہے تو اشکال مصنف کا اور تضعیف صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی وکونه عن قوۃ نفسه فلا یحلها من لا یقدر علیه الا بمساعدۃ الید الا اذا انتعش وعمل ولو فی حیض ونفاس او احرام وان کان حراما وان لم ینزل لان الشرط الذوق لا الشبع اور شرط تحلیل یہ ہے کہ ہونا ادخال کا اپنی قوت ذات سے تو عورت کو زوج پر حلال نہ کریگا وہ شخص جو قادر نہیں ادخال پر بدون مددگاری ہاتھ کے مگر اسوقت حلت ثابت ہوگی جبکہ بعد

ادخال بمساعدت ید کے اسکو استادگی حاصل ہو اور عمل کرے یعنے بلامساعدت داخل کرے اگرچہ ادخال حیض اور نفاس کی حرام مین ہوا گرچہ وطی ان حالتون مین حرام ہے لیکن تحلیل صحیح ہوگی اگرچہ اس وطی سے انزال نہو اسواسطے کہ تحلیل مین لذت پانا شرط ہونہ کہ سیری جماع سے قلت فی المجتبے الصواب حلہا

بدخول الحشفۃ مطلقا لکن فی شرح المشارق لابن ملک لو وطیہا وہی نائمۃ لا یحلہا للاول لعدم ذوق العسیلۃ وینبغی ان یکون الوطی فی حالۃ الاغماء

کذلک شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ مجتبی مین ہے کہ حق یون ہے کہ ثابت ہوتی ہے حلت عورت کی دخول حشفہ سے مطلقا خواہ بمساعدت ہاتھ کے ہو خواہ بلامساعدت لیکن ابن ملک کی شرح مشارق مین یون ہے کہ اگر سوتی عورت سے وطی کریگا تو عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب عدم ذوق عسیلہ کے ذوق عسیلہ کنایہ ہے لذت جماع سے یعنی حدیث صحیح مین مرد اور عورت دونون کیواسطے جماع کی لذت پانے تحلیل کی شرط فرمائی ہے حالانکہ سوتی عورت کو لذت حاصل نہین اور سزاوار یون ہے کہ بیہوشی کی حالت کی وطی بھی اسیطرح ہو یعنی مانند وطی نائمہ کے ہو شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ ہتدراک شارح لائق اعتماد کے نہین اسواسطے کہ شارح مشارق فقہ مین ایسی کتاب معتمد نہین کہ اسکی روایت نقل مذہب مین درست ہو اور اطلاق متون اور شروح کا اسکو رد کرتا ہے اور ذوق عسیلہ نائمہ کو موجود ہے حکما کیا تو نہین جانتا کہ جب نائم طراوت کو پاوے تو اسپر غسل واجب ہے حالانکہ خروج منی بدون لذت کے موجب غسل کا نہین تو نائم کو حکم غسل کا نہین مگر بسبب وجود لذت حکمی کے اسواسطے کہ اکثر یہ ہے کہ لذت حاصل ہوتی ہے مگر بسبب ثقل نوم کے یاد نہین رہتی کذا فی حاشیۃ المدنی

وکرہ التزوج للثانی تحریما لحدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ بشرط التحلیل کتزوجتک علی ان احللک وان حلت للاول لصحۃ النکاح وبطلان الشرط

فلا یجبر علی الطلاق کما حققہ الکمال خلافا لما زعمہ البزازی اور مکروہ تحریمی ہے زوج ثانی کو نکاح کرنا تحلیل کی شرط سے بموجب حدیث عبداللہ ابن مسعود کے جو جامع ترمذی مین بروایت صحیح مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت کرے اللہ تحلیل کرنے والے پر اور جسکے واسطے تحلیل ہوگی یعنے زوج ثانی اور زوج اول دونون پر لعنت ہے شرط تحلیل کا طریقہ یون ہے جیسے کہ زوج ثانی عورت سے کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ مین تجھکو طلال کردونگا اگرچہ نکاح بشرط تحلیل سے عورت حلال ہوگی زوج اول کو بسبب صحیح ہوجانے اس نکاح مشروط کے اور باطل ہوجانے شرط تحلیل کے تو زوج ثانی پر جبر نہین ہوسکتا طلاق دینے پر چنانچہ اسکو تحقیق کیا ہے کمال الدین محقق نے بخلاف زعم بزازی کے بزازی نے کہا کہ نکاح بشرط تحلیل مین نکاح بھی جائز ہے اور شرط بھی جائز ہے یہانتک کہ اگر زوج ثانی طلاق دینے سے انکار کریگا تو قاضی جبر سے طلاق دلائیگا اور فتح القدیر مین محقق نے اسکو رد کیا کہ یہ قول ظاہر الروایت مین ثابت نہین اور قواعد مذہب کے مخالف ہے اسواسطے کہ یہ شرط ایسی ہے جسکو عقد مقتضی نہین تو اصل نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوجائیگی کذا فی حاشیۃ المدنی

ومن لطیف الحیل قولہا تزوجتک وجامعتک او امسکتک فوق ثلث مثلا فانت بائن او للتحلیل کے واسطے لطیف حیلہ زوج کا یون کہنا ہے کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون اور جماع کرون تو تو بائن ہے یا اگر مین تجھکو تین رات سے مثلا زیادہ رکھون تو تو بائن ہے تو اگر بعد جماع کے تین رات سے زیادہ زوج ثانی عورت کو رکھیگا تو عورت مطلقہ ہوکر بعد عدت کے زوج اول پر حلال ہوجاویگی ولو خافت ان لا یطلقہا تقول زوجتک نفسی علی ان امری

بیدی زیلعی وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر عورت اس سے ڈرے کہ زوج ثانی اسکو طلاق نہ دیگا تو اسکے واسطے یہ حیلہ ہے کہ عورت ایجاب کے وقت یون کہے کہ مین نے اپنی ذات کا نکاح کیا تجھسے اس شرط پر کہ امر میرا میرے ہاتھ مین ہے یعنے طلاق کا مجھکو اختیار ہو کذا فی الزیلعی اور پوری تقریر اسکی فصول عمادیہ مین ہے فصول عمادیہ مین یون ہے کہ جب عورت اسقاط محلل سے ڈرے تو یون کہے کہ مین نے اپنی ذات کا نکاح تجھسے کیا اس شرط پر کہ میرا امر میرے ہاتھ مین ہے اور زوج کہا کہ مین نے قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور عورت کو طلاق کا اختیار حاصل ہوگا اور اگر زوج نے ابتدا کی اور کہا کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے سو عورت نے اس ایجاب کو قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور طلاق کا اسکو اختیار نہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ جب زوج نے عورت کو طلاق تفویض کی تو اسکے نکاح مین نہ تھی اور تفویض بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہین حالانکہ دونون امر اسوقت موجود نہین بخلاف پہلی صورت کے

کہ جب زوج نے قبول کیا تو عورت کے منکوحہ ہونے کی مقارن تفویض پائی گئی لہذا صحیح ہوئی اما اذا اضمر ذلک لا یکرہ وکان الرجل ماجورا لقصد
الاصلاح وتاویل اللعن اذا شرط الاجر ذکرہ البزازی اور اگر قصد تحلیل کو زوج ثانی نے دل میں رکھا یعنے زبان سے نہ کہا تو اس مرد کو ثواب ملیگا بسبب
قصد صلاح کے کہ میاں بیبی باہم الفت کر سکیں گے دو بچھڑے مسلمان کو ملا دیا اور تاویل لعن محلل کی یہ ہے جبکہ کچھ اجرت تحلیل پر لی کذا ذکرہ البزازی ثم ہذا کلہ فرع صحۃ
النکاح الاول حتی لو کان بلا ولی بل بعبارۃ المرأۃ او بلفظ الہبۃ او بحضرۃ الفاسقین ثم طلقہا ثلثا وارادا وصلہا بلا زوج یرفع الامر لشافعی یقضی بہ
ببطلان النکاح الاول فی القائم لا الآن لانی المنقضی بزازیۃ پھر یہ سب کچھ جو مذکور ہوا تو اول نکاح کی صحت پر متفرع ہے یعنے اگر زوج اول کا نکاح
صحیح تھا تو بعد تین طلاق کے تحلیل کے واسطے ان حیلوں کی البتہ حاجت ہے سو اگر اول نکاح بدون ولی کے تھا بلکہ خود عورت کی عبارت سے
ہوا تھا یا بلفظ ہبہ تھا یا دو فاسق گواہوں کے روبرو ہوا تھا پھر زوج نے اسکو تین بار طلاق دی اور عورت کا حلال ہونا بدون زوج ثانی کے چاہا تو اس امر کو
قاضی شافعی المذہب کے پاس رجوع کرے تاکہ قاضی حلت کا اور بطلان نکاح کا حکم کرے یعنی حکم بطلان کا اس نکاح میں کرے جو قائم اور موجود ہو نہ نکاح
گذشتہ میں کذا فی البزازیۃ ہمارے شارح کی یہ تعبیر ٹھیک نہیں اس واسطے کہ یہ تعبیر اسکو مقتضی ہے کہ نکاح بلا ولی اور بلفظ ہبہ اور بحضور شاہدین فاسقین حنفی مذہب میں
صحیح نہیں بلکہ فاسد ہے حالانکہ یہ غلط ہے تو عبارت میں قصور ہے یوں کہنا تھا کہ جب نکاح فاسد ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی سو اگرچہ ہمارے نزدیک صحیح ہو
اور ہمارے غیر کے نزدیک فاسد ہو چنانچہ مسائل مذکورہ میں شافعی رح کے پاس مرافعہ کرے طحطاوی نے کہا ایسے مسائل لائق اظہار کے نہیں کچھ اسمیں مفاسد کا دروازہ
کھلتا ہے علاوہ اسکے تین طلاق کا وجود کا تحقق نہ ہو سکیگا اسواسطے کہ جب شافعی رح نے بطلان نکاح اول کا حکم دیدیا تو شہادت فاسقین کی کیا تو عقد ثانی کس
مذہب پر ہوگا اگر شافعی مذہب پر ہو تو نہایت متعسر ہے اسواسطے کہ عدالت مشروط نزدیک شافعی کے نادر الوجود ہے علی الخصوص ہمارے زمانہ میں اور اگر عقد ثانی موجب
حنفی کے ہو تو یہاں آشوب کا سلسلہ کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا قال الزوج الثانی کان النکاح فاسدا او لم ادخل بہا وکذبتہ فالقول لہا ولو قال الزوج الاول لکسا
فالقول لہ اور بزازیہ میں ہے کہ زوج ثانی نے کہا کہ نکاح ثانی فاسد تھا یا یوں کہا کہ نکاح صحیح تھا لیکن میں نے اس عورت سے جماع نہیں کیا یعنے بعد طلاق کے زوج
ثانی نے یہ اظہار کیا تاکہ عورت زوج اول کو حلال نہ ہو اور عورت نے زوج ثانی کی تکذیب کی تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر زوج اول نے یہ کہا یعنے فساد نکاح ثانی
یا عدم دخول زوج کا دعوی کیا تو زوج اول ہی کا قول معتبر ہوگا والزوج الثانی یہدم بالدخول فلو لم یدخل لم یہدم اتفاقا قہستانی ما دون الثلث ایضا کما
یہدم الثلث اجماعا لانہ اذا ہدم الثلث فما دونہا اولی خلافا لمحمد اور زوج ثانی بعد دخول کے تین طلاق سے کمتر کو گراتا ہے چنانچہ تین طلاق کو بالاجماع گراتا ہے
اسواسطے کہ جب تین طلاق کو اسنے گرایا تو کمتر کو بطریق اولی گرا دیگا بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک ایک یا دو طلاق کو نہیں گراتا پھر اگر زوج ثانی نے وطی نہیں
کی تو بالاتفاق نہ گرا دیگا کذا فی القنیۃ فمن طلقت ما دونہا وعادت الیہ بعد آخر عادت بثلث لو حرۃ وثنتین لو امۃ وعند محمد وباقی الائمۃ بما بقی وہو الحق فتح
واقرہ المصنف وغیرہ سو جو عورت کہ تین طلاق سے کم مطلقہ ہوئی یعنے ایک طلاق ہوئی یا دو اور طلاق دینے والے زوج کے نکاح میں پھر آئی بعد
دوسرے زوج کے تو زوج اول کو پھر تین طلاق دینے کا اس عورت پر اختیار ہوگا اگر وہ حرہ ہے اور اگر لونڈی ہے تو دو طلاق کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ
زوج ثانی نے پہلے ایک یا دو طلاق کو گرا دیا یعنے نیست و نابود کر ڈالا اور نزدیک محمد اور باقی اماموں کے باقی طلاق کا زوج اول کو اختیار ہوگا یعنے اگر پہلے
ایک طلاق دی تھی تو اب دو طلاق کا اختیار ہوگا اور اگر اول دو بار طلاق واقع کی تھی تو اب ایک طلاق کا اختیار ہوگا اور یہی قول امام محمد کا حق ہے کذا فی فتح القدیر
اور اسکو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور مصنف کے سوا اور علما نے چنانچہ صاحب بحر اور صاحب نہر و علامہ شیخ رستم محشی نے کہا کہ قول امام کا محل الاطلاق
ماخوذ ہے اور ابو یوسف کا ساتھ ہونا زیادہ تر موجب ہے ترجیح کا اور اسواسطے متون میں یہی ثابت ہے اور ترجیح کمال الدین ابن ہمام کی مخالف متون کے مستحق نہیں
کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اخبرت مطلقۃ الثلث بمضی عدتہ وعدۃ الزوج الثانی بعد دخولہ والمدۃ تحتملہ فللاول ان یصدقہا ان غلب علی

حلت وصدقها اور اگر خبر دی مطلقہ ثلثہ نے زوج اول کی عدت اور زوج ثانی کی عدت گذر جانے کے بعد دخول زوج ثانی کے اور مدت گنجائش رکھتی ہو انقضائے
عدت کی تو زوج اول کو جائز ہو کہ اُسکی تصدیق کرے یعنے نکاح کرے اگر اُسکا ظن غالب ہو عورت کی راستی کا واقلہا ای اقل مدۃ عدۃ کمیش شہران لا ثلاث اربعون
یوما لم تدع السقط کما مر اور کمتر مدت عدت زوج ثانی کی مدت نزدیک امام کے حرہ کیواسطے دو مہینے ہیں اور لونڈی کیواسطے چالیس دن ہیں جبتک کہ عورت اسقاط
ولد کا دعوی نکرے چنانچہ گذرا اسواسطے کہ اسقاط سے فورا عدت منقضی ہو جاتی ہے ولو تزوجته بعد عدته ثم قالت لم تنقض عدتی او ما تزوجت باخر لم تصدق
لان اقدامها على التزوج دليل الحل ومن السرخسی لا يحل تزوجها حتى يستفسرها اور نکاح کیا مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے بعد اُس مدت کے کہ انقضائے عدت کی محتمل تھی
پھر عورت نے کہا کہ میری عدت ہنوز منقضی نہیں ہوئی یا کہا کہ میں نے زوج ثانی سے نکاح نہیں کیا تو عورت کی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ عورت کی پیش قدمی نکاح
کرنے پر دلیل ہے حلت کی یعنے زوج اول پر حلال ہونی عورت کی دلیل ہے اور سرخسی سے روایت ہے کہ زوج اول کو اُسکا نکاح کرنا حلال نہیں جبتک کہ عورت
سے حلت کو دریافت نہ کرلے وفی البزازیۃ قالت طلقنی ثلثا ثم ارادت تزوج نفسها منه ليس لها ذلك اصرت عليه او كذبت نفسها اور بزازیہ میں ہے کہ عورت نے
کہا کہ زوج نے مجھکو تین بار طلاق دی پھر عورت نے اپنے نکاح کرنے کا ارادہ کیا اُسی زوج سے عورت کو یہ نکاح کرنا جائز نہیں خواہ عورت طلاق کے
قول پر ثابت رہی ہو یا کہ اُسنے اپنی ذات کو جھٹلایا ہو یہ اُس صورت میں ہے جبکہ عورت مدعی تھی طلاق کی زوج اُسکا منکر تھا اور اگر زوج نے بھی طلاق کا اقرار
کیا تھا تو بالاتفاق عورت کو نکاح کرنا اُس سے درست نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی سمعت من زوجها انه طلقها ولا تقدر على منعه من نفسها الا
بقتله لها قتله بدواء خوف القصاص ولا تقتل نفسها وقال الاوزجندی ترفع الامر الى القاضی فان حلف ولا بينة فالاثم عليه ان قتلته فلا شیء عليها
والبائن كالثلث بزازیہ عورت نے اپنے زوج سے سنا کہ اُسنے اُسکو طلاق دی یعنے تین بار طلاق اور عورت اپنی ذات کو مرد سے بچا نہیں سکتی بدون
اُسکے مار ڈالنے کے تو عورت کو اُسکا قتل کرنا دوا سے جائز ہو قصاص کے ڈر سے یعنے زہر سے مارے کہ قصاص اُسپر لازم آوے اور نہ مار ڈالے عورت اپنی ذات کو
اور اوزجندی نے کہا کہ اُسکی نالش کرے قاضی کے پاس سو اگر زوج قاضی کے رو برو طلاق نہ دینے کی قسم کھا جاوے اور عورت کے گواہ نہوں تو گناہ اُسکا مرد پر ہوگا اگر
عورت کو اپنی جان کا خوف ہو اور اس صورت میں اگر عورت اُسکو قتل کر ڈالے تو اُسپر کچھ گناہ نہیں اور طلاق بائن کا انقطاع نکاح میں مانند تین طلاق کے ہے کذا فی البزازیۃ وفيها
شهدا انه طلقها ثلثا لها التزوج بآخر للتحليل لو غائبا انتهى قلت يعنی ديانة وصحح عدم الجواز قنية اور بزازیہ میں ہے کہ دو گواہوں نے گواہی دی کہ مرد نے عورت کو
تین بار طلاق دی تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز ہے تحلیل کیواسطے اگر زوج اول غائب ہو یعنے اگر عورت کو خوف ہو کہ زوج طلاق کا انکار کریگا
تو بعد عدت کے دوسرے مرد سے نکاح کرے اور بعد وطی کے اُس سے طلاق لے تاکہ زوج اول پر حلال ہو جاوے پھر جب زوج اول آوے تو اُس سے بعد عدت زوج
ثانی کے تجدید نکاح کی درخواست کرے کذا فی حاشیۃ المدنی والعالمگیری شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مراد بزازیہ کی یہ ہے کہ عورت کو دیانۃً نکاح جائز ہے
یعنے قضاءً جائز نہیں اسواسطے کہ قضا علی الغائب صحیح نہیں اور مذہب صحیح یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز نہیں دیانۃً بھی درست نہیں جیسے کہ
قضاءً درست نہیں کذا فی القنیۃ وفيها ولم يقدر على ان تتخلص عنها ولو غاب سحرته وردته اليها لا يحل له قتلها ويبعد عنها جهده اور قنیہ میں ہے کہ اگر زوج
بعد تین بار طلاق دینے کے قادر نہو کہ آپ چھوڑا سکے عورت سے اور اگر غائب ہو جاوے اُس سے تو عورت اُسپر جادو کرے اور پھیر لاوے اپنی طرف کو
تو مرد کو اُسکا قتل کرنا حلال نہیں اور دور رہے اُس سے یعنے مقدور بھر وقيل لا تقتله قائله الاسبيجابی وبه يفتی كما فی التاتارخانية وشرح الوهبانية
عن الملتقط ای والاثم عليه كما مر اور دوسرا قول مطلقہ ثلثہ میں جو مرد کو منع نہیں کر سکتی یہ ہے کہ مرد کو قتل کرے قائل اس قول کا اسبیجابی ہے اور اسی
قول پر یعنی عدم قتل پر فتوی ہے چنانچہ تاتارخانیہ اور شرح وہبانیہ میں ملتقط سے یہ فتوی موجود ہے یعنے اس صورت میں گناہ وطی وغیرہ کا مرد پر ہوگا عورت
مجبور ہے چنانچہ تصریح اسکی قول اوزجندی میں گذر چکی قال لمعتدۃ ای بعد طلاقۃ ثالثۃ کان قبلہا طلقت اخری وانقضت عدتہا وصدقتہ المراۃ فی

ذلك لا يصدقان على المذهب المفتى به کہ اگر تصدیق کرے ہی وقیل یصدقان کہ اگر زوج نے تین بار طلاق دینے کے بعد کہا کہ اس تین طلاق سے پہلے میں نے عورت کو ایک طلاق دی تھی اور عدت اسکی منقضی ہو گئی تھی تو زوج کی غرض اس کلام سے یہ ہے کہ تاکہ اس عورت سے نکاح کر لینا درست ہو اسواسطے کہ تین طلاق جب عدت کے واقع ہوئی تو لغو ہو گئیں اور عورت نے مرد کی تصدیق کی اس قول میں تو مرد اور عورت کی تصدیق نہ ہو گی بنا بر مذہب مفتی بہ کے چنانچہ اسی صحیح رستا میں ہے کہ عورت مرد کی تصدیق کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ زوج اور زوجہ کے کلام کی تصدیق کرنا چاہیے ولو طلقها اثنتين قبل الدخول ثم قال كنت طلقتها قبلها واحدة اخذ بالثلث اور اگر عورت کو دو بار طلاق دی قبل دخول کے پھر بولا کہ میں نے دو طلاق سے پہلے ایک طلاق دے چکا ہوں غرض اس کلام سے یہ کہ دو طلاق باطل ہو جاویں اسواسطے کہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے بائن ہو چکی بلا عدت تو زوج اس کلام سے تینوں طلاق کا مواخذہ کیا جائیگا یعنی تین طلاق کرا اسواسطے کہ اقرار زوج کا دو طلاق پر دلالت کرتا ہے ثبوت نکاح پر واللہ سبحانہ اعلم بالصواب

باب الایلاء

یہ باب ہے ایلا کا مناسبت لهيئته تا لانه ناسبت ایلا کی طلاق رجعی سے باعتبار جدائی انجام کار کے ہے یعنے جیسے طلاق رجعی میں عورت بعد عدت کے مرد سے جدا ہو جاتی ہے ویسے ہی ایلا میں بعد چار مہینے کے جدا ہوتی ہے اسلئے دونوں باب متصل مذکور ہیں وهو لغة اليمين وشرعا الحلف على ترك قربانها مدتها ولو ذميا ایلاء لغت میں یعنی قسم کے ہے اور شرع میں ایلا وہ قسم ہے جو زوج نے زوجہ کی ترک قربت پر چار مہینے تک قسم کھائی ہو اگرچہ زوج ذمی ہو چنانچہ ایلاء ذمی کا بیان عنقریب آگے مذکور ہو گا والمولى هو الذي لا يمكنه قربان امرأته الا بشئ شاق يلزمه الا لمانع كفرا ومولی بضم میم وکسر لام اسکو کہتے ہیں جسکو ممکن نہیں اپنی عورت سے وطی کرنا بدون مشقت والی چیز کے کہ وہ لازم ہوتی ہے اسپر یعنی بدون کفارہ کے قربت نہیں کر سکتا مگر مانع کفر سے مولی پر کفارہ لازم نہیں یعنے کافر اگر ایلا کریگا تو بسبب قربت اسکی وجہ کی ممکن ہے بدون لزوم کفارہ کے وركنه لفظ دال عليه ورکن ایلا کا قسم ہے خواہ قسم اللہ تعالی کے نام پاک سے ہو یا تعلیق ہو بالتزام نذر کے یا طلاق عتاق کے وشرطه محلية المرأة بكونها منكوحة وقت تنجيز الايلاء اور شرط ایلا کی یہ ہے کہ عورت محل ہو ایلا کی بسبب منکوحہ ہونے عورت کے وقت تنجیز ایلا کے یعنے اگرچہ وقت تعلیق کے منکوحہ نہو لیکن ایلا واقع ہونے کے وقت منکوحہ ہونا کفایت کرتا ہے ومنه ان تزوجتك فوالله لا اقربك وراثيا نه کو ... مثال ہے کہ مرد نے عورت سے کہا کہ اگر میں تجھسے نکاح کرونگا تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا ہر چند عورت اس قول میں وقت ایلا کے منکوحہ نہیں لیکن بعد نکاح کے ایلا ثابت ہوگا اسواسطے کہ تعلیق بعد وجود شرط کے مانند تنجیز کے ہے تو گویا اسنے بعد نکاح کے ایلا کیا ولو زاد وانت طالق ثم تزوجها لزمه كفارة بالقربان ووقع بائن بتركه اور اگر مثال مذکور میں وانت طالق زیادہ کیا یعنے یوں کہا کہ ان تزوجتك فوالله لا اقربك انت طالق یعنے اگر میں تجھسے نکاح کروں تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا اور تو مطلقہ ہو گی تو لازم آئیگا اس قائل کو کفارہ بسبب وطی کے اور طلاق بائن واقع ہو گی وطی چھوڑنے سے اس مثال میں کفارہ لازم آویگا وطی سے اسواسطے کہ ایلا ہے اور طلاق واقع ہو گی ترک وطی سے چنانچہ وطی سے لیکن مشکل یہ ہے کہ اسمیں تعلیق ہے طلاق کی نکاح پر تو بمجرد نکاح کے طلاق واقع ہو گئی کفارہ وطی سے کیونکر لازم آویگا تو مراد یہ ہے کہ اول بار عورت سے نکاح کیا اور وہ مطلقہ ہو گئی بسبب تعلیق طلاق کے بعد اسکے دوسری بار اس سے نکاح کیا تو اگر بعد نکاح ثانی کے چار مہینے گذر گئے بدون وطی کے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہو گی اور اگر چار مہینے کے اندر وطی کی تو کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیة ابی

واهلية الزوج للطلاق وعندهما للكفارة اور شرط ایلا کی ہے اہل ہونا زوج کا واسطے طلاق کے یعنے جسکو طلاق کی لیاقت ہے اسکو ایلا کی بھی لیاقت ہے اور صاحبین کے نزدیک کفارہ کی اہلیت شرط ہے ایلا کی فصح ایلاء الذمی بغیر ما هو قربة تو صحیح ہے ایلا کرنا ذمی کا امام کے نزدیک بجز عبادات کے یعنے چونکہ ذمی اہل ہے طلاق کا تو اسکا ایلا بھی صحیح ہے لیکن اگر ذمی عبادات کی قسم کھاویگا تو صحیح نہیں صاحبین کے نزدیک ذمی کا ایلا صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ کفارہ کا اہل نہیں ہے معلوم کرنا چاہیے کہ ذمی کا ایلا تین طرح پر ہے ایک یہ کہ بالاتفاق صحیح ہے یعنے بغیر عبادت کے قسم کھانا چنانچہ عتاق کی دوسرے عبادات کی قسم کھانا چنانچہ حج یا صوم کی یہ بالاتفاق باطل ہے تیسرے میں اختلاف ہے یعنے بنام خدا قسم کھانے میں کذا فی حاشیة المدنی اگر کوئی کہے کہ جب ذمی پر کفارہ لازم نہوا تو امام کے نزدیک اسکی ایلا کا کیا فائدہ ہوا شارح نے اگلے قول میں اسکا جواب

وفائدته وقوع الطلاق اور ایلاء ومی کا فائدہ وقوع طلاق ہے یعنے اگر بعد ایلاء کے چار مہینے تک قربت نکریگا تو طلاق واقع ہوگی ومن شرائطه عدم النقص
عن المدة اور ایلاء کی شرائط سے ہے مدت معینہ سے کم نہونا تو اگر کوئی قسم کھاوے کہ مین ایک مہینہ قربت نکرونگا تو ایلاء نہ ثابت ہوگا وحکمه وقوع طلقة بائنة
ان برّ ولم يطأ اور حکم ایلاء کا یہ ہے کہ ایک طلاق بائن واقع ہوگی اگر اُسنے قسم پوری کی یعنے چار مہینے تک صحبت نکی ولزوم الكفارة والجزاء المعلق ان حنث
بالقربان اور کفارہ اور جزاء معلق لازم آئیگی اگر اُسنے قسم توڑی بسبب وطی کے ہم والجزا کا واو بمعنی او ہے یعنے اگر قسم بدون تعلیق کے ہے تو کفارہ لازم ہوا ور اگر
تعلیق کی قسم ہے تو جزا لازم ہوا ورگا ہے کفارہ اور جزا ساتھ ہی لازم آتا ہے جبکہ حلف باللہ اور تعلیق معاً ہو چنانچہ اس مثال مین کہ واللہ قربت نکرونگا اور اگر قربت کرون
تو مجھپر حج ہے والمدة اقلها للحرة اربعة اشهر وللامة شهران ولا حد لاكثرها فلا ايلاء بحلفه على اقل الاقل منها اور کمتر مدت ایلاء کی حرہ کیواسطے چار مہینے ہین
اور لونڈی کیواسطے دو مہینے ہین اور اکثر مدت کی کچھ حد نہین تو دونون کمتر مدتون سے کمتر کی قسم کھانے مین ایلاء نہین ہوتا اگر حرہ مین دو یا تین مہینے کی قسم کھائی یا لونڈی
مین ایک مہینے کی قسم کی تو ایلاء نہ ثابت ہوگا وسببه كسبب الرجعي اور سبب ایلاء کا مانند اُس سبب کے ہے جو طلاق رجعی مین ہے یعنے چنانچہ اختلاف مزاج اور قلت موافقت
طلاق رجعی کا سبب ہوتا ہے ویسے ہی ایلاء کا سبب ہوتا ہے والفاظه صريح وكناية اور الفاظ ایلاء کے دو قسم ہین صریح اور کنایہ صریح وہ ہے جو فقط جماع مین مستعمل ہو
اور کنایہ وہ جو جماع اور غیر جماع دونون مین مستعمل ہو صریح محتاج نیت کا نہین بخلاف کنایہ کے كذا في حاشية المدني فمن الصريح لو قال والله وكل ما ينعقد به
اليمين لا اقربك لغير حائض ذكره سعدي لعدم اضافة المنع الى اليمين اور منجملہ ایلاء صریح کے یہ مثال ہے کہ اگر زوج کہے زوجہ غیر حائضہ سے کہ مین تجھسے قربت
نکرونگا اور جس لفظ سے کہ یمین منعقد ہوتی ہے وہ بھی مانند واللہ کے ہے یعنے بعظمة الله وجلاله وكبريائه سے ایلاء صحیح ہے اور بعلم اللہ اور بغضب اللہ سے صحیح
نہین اسواسطے کہ اول سے یمین منعقد ہوتی ہے نہ ثانی سے علامہ سعدی نے صحت ایلاء مین عدم حیض کی قید لگائی بسبب مضاف ہونے منع قربت کے طرف
یمین کے یعنے حالت حیض مین باز رہنا وطی سے بسبب منع شرعی کے ہے نہ کہ بسبب قسم کے او والله لا اقربك لا جامعك لا طاك لا اغتسل منك من جنابة اربعة
اشهر لو حائضا لتعيين المدة یا یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا تجھسے جماع نکرونگا تجھسے وطی نکرونگا غسل جنابت نکرونگا تیرے سبب سے چار مہینے
اگر حائضہ ہو بسبب معین کرنیکے مدت کے یعنے تعیین چار مہینے کی یہ قرینہ ہے کہ منع وطی کا بسبب قسم کے ہے نہ کہ بسبب حیض کے اسواسطے کہ چار مہینے تک حیض
نہین رہتا بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان قسم بے مدت ہے وان قربتك فعلي حج او نحوه مما يشق بخلاف فعلي صلاة ركعتين فلا يصح لعدم مشقتهما
اور اگر قربت کرون مین تیری تو مجھپر حج ہے یا مانند اسکے اس قسم سے جسکا فعل انسان پر شاق اور سخت ہو چنانچہ ایک مہینہ روزہ رکھنا یا طلاق یا عتاق
بخلاف اس قول کے کہ اگر مین قربت کرون تو مجھپر دو رکعت واجب ہین تو اسکا قائل مولی نہین یعنے ایلاء کرنے والا نہین بسبب شاق نہونے دو رکعت نماز کے بخلاف
فعلي مائة ركعة وقياسه ان يكون موليا بمائة ختمة او جنازة لم اره بخلاف اس قول کے کہ مین تیری قربت کرون تو مجھپر سو رکعت لازم ہین اسواسطے
کہ اسقدر نماز اکثر لوگون پر شاق ہے اور قیاس مشقت کا اسکو مقتضی ہے کہ سو بار ختم قرآن مجید اور سو جنازہ کے اتباع سے مولی ہو شارح کہتا ہے کہ یہ مین نے
کتب فقہ مین نہین دیکھا یعنے اگر کوئی کہے کہ اگر مین تجھسے قربت کرون تو سو بار قرآن ختم کرنا مجھپر لازم ہے یا سو جنازہ کی ہمراہی و دفن کرنے کی شرکت مجھپر واجب
ہوئی تو ایلاء ثابت ہوا اسواسطے کہ اسمین غایت مشقت ہے او فانت طالق او عبده حر یا یون کہا کہ اگر مین تجھسے قربت کرون تو تو مطلقہ ہے یا غلام میرا آزاد
ہے یہان تک مثالین ایلاء صریح کی تھین ومن الكناية لا امسك لا آتيك لا اغشاك لا اقرب فراشك لا ادخل عليك اور از قسم کنایہ یہ مثالین ہین کہ مین
تجھکو نہ چھوؤنگا تیرے پاس نہ آؤنگا تیرے بچھونے کے نزدیک نہ جاؤنگا نہ داخل ہونگا تیرے اوپر یعنے تیرے پاس نہ آؤنگا اور لا اغشاك بمعنی لا آتيك کے ہے یعنے
تیرے پاس نہ آؤنگا اسواسطے کہ غشیان بالکسر بمعنی اتیان ہے كذا في المغرب اور صراح مین کہا کہ غشیان بالکسر بجامعت فرو گرفتن و بیہوش شدن و
ومن المؤبد نحو حتى تخرج الدابة او الدجال او تطلع الشمس من مغربها اور از قسم ایلاء دائمی کے ہے یون کہنا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا یہانتک کہ

اگر دابۃ الارض نکلے یا دجال خروج کرے یا کہ آفتاب اپنے غروبگاہ سے طلوع کرے **فان قربہا فی المدۃ ولو مجنونا حنث وحینئذ فتجب فی الحلف باللہ تعالیٰ**
الکفارۃ وفی غیرہ الجزاء وسقط الایلاء لانتہاء الیمین سو زوج نے وطی کی اندر مدت کے اگرچہ زوج اسوقت دیوانہ ہو تو حانث ہوگا پھر
جسوقت کہ حانث ہوگا تو اللہ کی قسم سے کفارہ واجب ہوگا اور اسکے سوا مین یعنے تعلیق یمین میں جزا واجب ہوگی خواہ حج خواہ عتاق خواہ سوائے اسکے اور ساقط
ہوگا ایلا بسبب آخر ہونے یمین کے یعنے جب بعد وطی کے کفارہ یا جزا لازم ہوگی تو اب حکم ایلا کا باجماع علما باقی نرہا یعنے بعد چار مہینے گذرنے کے طلاق نہ واقع ہوگی
والا یقربہا بانت بواحدۃ بمضیہا اور اگر مدت میں وطی نہ کی تو عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی بسبب منقضی ہونے مدت کے **ولو ادعاہ بعدہا لم یقبل**
قولہ الا ببینۃ اور اگر زوج نے دعویٰ وطی کا کیا بعد گذرنے مدت کے تو اسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہ ہونے کے **وسقط الحلف لو کان موقتا ولو مؤبدا فبمضی الثانیۃ**
تبین ثانیۃ وسقط الایلاء اور ساقط ہوگی قسم بعد جدائی کے اگر موقتا ومعین ہوگی اگرچہ توقیت مدت کی ہو اسواسطے کہ دوسری مدت کے گذرنے سے عورت پر
دوسری طلاق بائن واقع ہوگی یعنی اگر زوج یوں کہا کہ واللہ میں تجھسے آٹھ مہینے صحبت نکرونگا پھر چار مہینے اسنے صحبت نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی پھر مرد اس سے
نکاح کیا اور باقی چار مہینے تک صحبت نہ کی تو دوسری طلاق واقع ہوگی اسکے بعد اب قسم کا اثر نہ باقی رہیگا یعنے اگر تیسری بار اس عورت سے نکاح کریگا اور بعد اسکے چار مہینے تک صحبت
نکریگا تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ساقط ہونے قسم کے **لا لو کان مؤبدا او کانت ظاہرۃ** کا مراد قسم ساقط نہوگی بائن ہونے سے اگر قسم دائمی یا ابدی ہوگی اور عورت طاہر ہوگی یعنے
بشرطیکہ حائض نہو عورت قسم کھانے کے وقت چنانچہ ذکر اسکا گذر گیا **وفرع علیہ فان نکحہا ثانیا وثالثا ومضت المدتان بلا فئ اسی تزوج بانت باخریین**
اور تفریع کیا مصنف نے عدم سقوط قسم دائمی پر اس قول کو کہ اگر زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور طلاق بائن ٹہر پڑی اور اس سے دوسری اور تیسری بار نکاح کیا اور
دو مدتین بدون قربت کے گذر گئیں تو عورت پر دو بار طلاق بائن اور پڑ جائیگی یعنے زوج نے یوں کہا کہ واللہ میں تجھسے صحبت نکرونگا اور چار مہینے تک صحبت نہ کی تو
ایک طلاق بائن پڑی پھر دوسری بار نکاح کیا اور چار مہینے بدون جماع کے گذر گئے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی پھر تیسری بار نکاح کیا اور چار مہینے بدون وطی کے
منقضی ہوگئے تو تیسری بار طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ قسم دائمی تھی نہ موقت **والمدۃ من وقت التزوج** اور مدت کا اعتبار ہر نکاح کیوقت سے یعنی اگر دائمی قسم کھائی اور
بعد چار مہینے کے عورت بائن ہوگئی اور مرد نے اس سے نکاح نکیا اور بعد بائن ہونے کے چار مہینے گذر گئے تو اب دوسری بار طلاق نہوگی اسواسطے کہ وہ منکوحہ نہیں اور بدون نکاح کے
مدت کا اعتبار نہیں **فلو نکحہا بعد زوج آخر لم تطلق لانتہاء ہذا الملک** سو اگر ایلا کرنے والے نے اس عورت سے نکاح کیا دوسرے زوج کے بعد تو اب اسپر طلاق نہ واقع
ہوگی بسبب آخر ہونے اس ملک کے یعنے زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور تین بار طلاق بائن عورت پر واقع ہوئی بسبب نکاح ثانی اور ثالث کے اور عدم قربت کے
پھر عورت نے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد وطی کے طلاق ہوئی اور عدت کے بعد زوج اول نے اس سے نکاح کیا اور چار مہینے تک قربت نہ کی تو اب اسپر طلاق
نہ واقع ہوگی بسبب حلف دائمی کے اسواسطے کہ بعد وقوع تین طلاق کے زوج کی ملکیت بالکل معدوم ہوگئی پھر جب ملکیت باقی نرہی تو طلاق کیونکر واقع ہو **بخلاف**
ما لو بانت بالایلاء مرۃ او مرتین ثم عادت الیہ بعد زوج آخر حیث یقع بالایلاء خلافا لمحمد کما فی مسئلۃ الہدم بخلاف اسکے کہ اگر عورت جدا ہوگئی ہو بسبب
ایلا کے کمتر تین طلاق سے یا کہ زوج نے عورت کو قبل چار مہینے کے طلاق بائن دی پھر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح میں آئی اور شیخین کے نزدیک زوج اول کو
تین طلاق کی ملکیت حاصل ہوئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب قسم دائمی کے بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک بقدر باقی طلاق واقع ہوگی چنانچہ اسکی
تصریح باب الرجعۃ کے اندر مسئلہ ہدم میں ہو چکی یعنے اگر بعد ایلاء دائمی کے تین بار طلاق نہوگی اسطرح پر کہ ایک شخص نے کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا اور چار
مہینے تک قربت نہ کی تو پھر ایک طلاق بائن پڑی پھر اس عورت سے دوسرا نکاح کیا اور قربت نہ کی تو دوبارہ طلاق بائن ہوئی پھر عورت نے دوسرے زوج سے
نکاح کیا اور بعد طلاق اور عدت کے زوج اول کے نکاح میں پھر آگئی تو زوج اول پھر تین طلاق کا مالک ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اسواسطے کہ زوج ثانی نے
طلاق سابقہ کو منہدم کر دیا تو اگر زوج اول چار مہینے تک قربت نکریگا تو ایک طلاق بائن پڑیگی پھر اگر نکاح کرکے قربت نکریگا تو دوسری بار طلاق واقع ہوگی پھر اگر نکاح کرکے

قربت نکریگا تو تیسری بار طلاق واقع ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک بعد زوج ثانی کے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دو بار طلاق پہلے ہوچکی اور اسیطرح
تنجیز طلاق کا حال ہو یعنے اگر کہا کہ واللہ مین قربت نکرونگا اور قبل چار مہینے گذرنے کے ایکبار یا دو بار طلاق بائن فی الحال واقع کی اور اُسنے زوج ثانی سے
نکاح کیا پھر زوج اول کے نکاح مین آئی تو مانند سابق کے تین بار پھر طلاق بائن واقع ہوگی اور امام محمد کے نزدیک ایکبار **وان وطیہا بعد زوج آخر کفر لبقاء**
الیمین للحنث اگر قسم وایلا کھانے والے نے عورت سے وطی کی بعد دوسرے زوج کے تو کفارہ ہے بسبب باقی رہنے یمین کے کفارہ لازم ہوا بسبب قسم توڑنے کے یعنے ہرچند
بعد تین طلاق بائن پڑجانے کے اب چوتھی طلاق نہ پڑیگی لیکن عدم یمین عدم قربت کی ہنوز باقی ہو تو وطی سے کفارہ لازم ہوگا **واللہ لا اقربک شہرین وشہرین**
بعد ہذین الشہرین ایلاء لتحقق المدۃ اور یوں کہنا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے اور دو مہینے بعد اگلے دو مہینوں کے تو ایلا ہو بسبب تحقق ہونے مدت ایلا
اسواسطے کہ واو عاطفہ موضوع ہو واسطے جمع کے تو چار مہینے ثابت ہوے **ولو مکث یوما** ای بمطلق الزمان فلساعۃ کذلک بحر اور اگر زوج نے کہا کہ واللہ مین دو مہینے
تجھسے قربت نکرونگا پھر اُسنے ایک دن توقف کیا شارح کہتا ہو مصنف نے لفظ یوم سے مطلق زمانہ مراد رکھا اسواسطے کہ ایک ساعت کا توقف بھی اسی حکم
حکم مین ہو کذا فی بحر الرائق **ثم قال واللہ لا اقربک شہرین لم یکن مولیا** **فقال بعد الشہرین الاولین والنقص المدۃ** پھر بعد توقف ایکدن یا ایکساعت کے
کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے بعد پہلے دو مہینوں کے یا بعد الشہرین الاولین کے لفظ کو نہ بیان کیا یعنے اسیقدر بولا کہ واللہ مین دو مہینے تجھسے قربت
نکرونگا تو دونوں صورتوں مین مولی نہوگا یعنے ایلا نہ ثابت ہوگا بسبب کم ہونے مدت کے یعنے جب اُسنے کہا کہ واللہ مین تجھسے دو مہینے صحبت نکرونگا تو دو مہینے
اس یمین سے ثابت ہوے پھر اُسنے ایکدن توقف کرکے دوسری قسم کھائی اسطرح کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے بعد پہلے دو مہینوں کے تو دونوں یمین کے چار مہینے
ہوے ایکدن توقف کا درمیان سے ساقط ہوگیا تو ایکدن کم چار مہینے باقی رہے اور حالانکہ مدت ایلا کی پورے چار مہینے ہین لیکن ایلا نہ ثابت ہوا اور جبکہ زوج نے بعد الشہرین
الاولین کو یمین ثانی مین نہ ذکر کیا تو دونوں یمین متداخل ہونگے مثلاً یمین اول غرہ محرم سے شروع ہوئی آخر صفر مین تمام ہوئی اور یمین ثانی دوسری تاریخ محرم سے شروع
ہوکر غرہ ربیع الاول کو تمام ہوئی مدت ایلا کی اسمین کبھی نہ پائی گئی لکن ان قربہا تحدث الکفارۃ والا تعددت لیکن اگر بعد الشہرین الاولین کہیگا تو وطی سے ایک ہی
کفارہ لازم آویگا اور اگر نہ کہیگا تو دو کفارہ لازم آوینگے پہلی صورت مین اگر پہلے دو مہینوں مین وطی کریگا تو ایک کفارہ لازم ہوگا اور اگر پچھلے دو مہینوں میں
وطی کریگا تو بھی ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مدت ہر یمین کی جدی جدی ہو متداخل نہیں ہے دوسری صورت مین اگر دو مہینے کے اندر وطی کریگا تو دو ہی
کفارہ لازم آویگا ایک کفارہ یمین اول سے اور دوسرا کفارہ یمین ثانی سے اسواسطے کہ دونوں یمین کی مدت متداخل ہو جدی جدی نہین **وقال واللہ لا اقربک**
سنۃ الا یوما لم یکن مولیا للحال بل ان قربہا وبقی من سنۃ اربعۃ اشہر فاکثر صار مولیا والالا اور زوج نے زوجہ سے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا
ایک سال مگر ایک دن تو فی الحال مولی نہوگا بلکہ اگر قربت کرے عورت سے اُسوقت جبکہ باقی رہگئے ہون ایکسال سے چار مہینے یا زیادہ اُسوقت مولی ہوگا
اور اگر سال مین سے چار مہینے باقی نہین رہے مثلاً تین مہینے باقی رہے تھے کہ اُسنے قربت کی تو مولی نہوگا **ولو حذف سنۃ لم یکن مولیا حتی یقربہا فیصیر مولیا**
اور اگر مثال مذکور سے سال کا لفظ گرادالا یعنے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا مگر ایک دن تو مولی نہوگا بدون قربت کے پھر جب عورت سے قربت
کریگا تو مولی ہوگا بعد غروب ہونے آفتاب کے وطی کے دن اور یہی قید مثال سابق مین بھی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو زاد الا یوما اقربک فیہ لم یکن مولیا**
ابدا لانہ استثنی کل یوم یقربہا فیہ فلم یتصور منعہ ابدا اور اگر اُسنے مثال مذکور مین الا یوما اقربک فیہ کا زیادہ کیا یعنے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا
ایکسال مگر وہ دن جسمین تجھسے قربت کرونگا تو کبھی مولی نہوگا خواہ قربت کرے یا نکرے اسواسطے کہ اُسنے ہر ایکایسے دن کو مستثنے کرلیا جسمین عورت سے
قربت کرے تو اُسکا ممنوع ہونا وطی سے کبھی متصور نہین تمام سال **وقال وہو بالبصرۃ واللہ لا ادخل مکۃ وہی بہا لا یکون مولیا لانہ یمکنہ ان یخرجہا**
منہا فیطأہا یا کہ زوج بصرہ مین ہو اور اُسنے یون کہا کہ واللہ مین نہ جاؤنگا اور حالانکہ زوجہ مکہ مین ہو تو اس قول سے مولی نہوگا اس واسطے

کہ ممکن ہو کہ عورت کو کسی بلا لیوے پھر اس سے وطی کرے آلی من المطلقۃ رجعیا صح لبقاء الزوجیۃ ویبطل بمضی المدۃ ایلا کیا رجعیہ مطلقہ سے تو یہ صحیح ہو
بسبب باقی رہنے زوجیت کے اور باطل ہوگا ایلا بعد طلاق بائن پڑنے کے بسبب گذر جانے مدت ایلا کے یعنے چار مہینے گذر گئے اور ہنوز عدت رجعی کی باقی ہو
بسبب امتداد طہر کے اور اگر مدت عدت کی قبل مدت ایلا کے گذر گئی تو بھی ایلا باطل ہوگا بسبب باقی نہ رہنے محل کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر تم یعنے
نسخوں میں بمضی العدۃ ہے بجائے بمضی المدۃ کے چونکہ نسخہ محشی مدنی کا دوسری صورت کو شامل تھا لہذا اسیکو مترجم نے اختیار کیا ولو آلی من مبانتہ او اجنبیۃ
نکحہا بعد ای بعد الایلاء ولم یضفہ الی الملک کما مر لا یصح لفوات محلہ ولو وطیہا کفر لبقاء الیمین اور اگر ایلا کیا مطلقہ بائنہ سے یا اجنبیہ سے جس سے بعد
ایلا کرنے کے نکاح کیا اور ایلا اضافت الی الملک کیا یعنے نکاح پر تعلیق نہ کی چنانچہ ہمنا ذکر ہو چکا تو ایلا صحیح نہوگا بسبب فوت ہونے محل ایلا کے یعنے نکاح کے اور
اگر بعد ایلا کے بائنہ یا اجنبیہ سے وطی کریگا تو کفارہ لازم آویگا بسبب باقی رہنے یمین کے یعنے ہر چند ایلا نہوا لیکن یمین عدم قربت کی ثابت ہے ولو آلی فابانہا
ان مضت مدتہ وہی فی العدۃ بانت باخری والا لا خانیۃ اور اگر زوج نے ایلا کیا پھر زوجہ کو طلاق بائن دی اگر مدت ایلا کی گذر گئی اور حالانکہ عورت ہنوز
عدت میں ہے تو اسپر دوسری طلاق بائن پڑیگی اور اگر عدت پہلے منقضی ہو گئی تو دوسری طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیۃ وعجز عجزا حقیقیا لا حکمیا کاحرام
لکونہ یا ثمنا عن وطیہا لمرض احدہما او صغرہا او رتقہا او جبہ او عنتہ او بمسافۃ لا یقدر علی قطعہا فی مدۃ الایلاء او لحبسہ اذا لم یقدر علی وطیہا
فی السجن کما فی البحر عن الغایۃ وقولہ لا بحق ثم اراہ لغیرہ فلیراجع عاجز ہوا ایلا کرنے والا وطی سے حقیقی عاجزی کرنا حکمی کرنا چنانچہ بسبب احرام باندھنے کے یا
اعتکاف کے اسواسطے کہ یہ عاجزی اختیاری ہے نہ اضطراری عاجز ہوا وطی سے بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے یا بسبب صغیرہ ہونے عورت کے یا بسبب تنگی شرمگاہ عورت کے
یا بسبب مقطوع الذکر یا مرد کے مخنث ہو یا بسبب حائل پہنچنے اتنی مسافت کے جسکو قطع نہیں کرسکتا اور پہونچ نہیں سکتا زوجہ تک ایلا کی مدت میں یا بسبب محبوس ہونے زوج کے
ناحق بشرطیکہ قادر نہو عورت کی وطی پر قید خانہ میں کما فی البحر الرائق عن الغایۃ شارح کہتا ہے حبس میں ناحق کی قید مصنف کے سوا اور کسی فقیہ کے کلام میں نہیں دیکھی تو
اسکے دریافت کرنے کو کتب فقہ کیطرف رجوع کرنا چاہیے حلبی محشی نے کہا کہ ہم نے اس روایت کی تلاش کی سو فتاوے عالمگیری میں پایا کہ منقول از السراجیہ ہے
کہ حبس اگر حق میں ہو تو رجوع کرنا زبانی معتبر نہیں اور حبس ناحق میں معتبر ہے اور مترجم نے بھی اس روایت کو فتاوی مذکورہ میں دیکھا تو اب مصنف کا قول تحقیق ہو گیا وکذا لو ابانہا
ونشوزہا ففیئہ کقولہ بلسانہ فئت الیہا او راجعتک او ابطلت الایلاء او رجعت عما قلت ونحوہ لانہ اذاہا بلسانہ فیرضیہا بالوعد اور اسیطرح عاجز ہوا
وطی سے بسبب محبوس ہونے زوجہ کے اور اسکی نافرمانی سے تو رجوع کرنا زوج کا زبانی قول سے کفایت کرتا ہے چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے رجوع
کیا زوجہ کیطرف یا یوں کہا کہ میں پھرا تیری طرف یا یوں کہا کہ میں نے ایلا کو باطل کردیا یا یوں کہا کہ جو میں نے کہا تھا اس سے میں پھرا اور مانند ان
اقوال کے یعنے بعد ایلا کے بسبب عذرات مذکورہ کے وطی نکرسکا تو زبانی قول سے ایلا موقوف کرے اسواسطے کہ زوج نے زوجہ کو اذیت اور تکلیف دی تھی
بسبب منع وطی کے تو اسکو راضی کرے وعدہ کرکے فان قدر علی الجماع فی المدۃ ففیئہ الوطی فی الفرج لانہ الاصل فان وطی فی غیرہ کدبرہا لا یکون
فیئا پھر بعد رجوع قول کے اگر زوج قادر ہوا جماع پر مدت ایلا میں تو اسکا رجوع کرنا معتبر ہوگا وطی فی الفرج سے اسواسطے کہ وہی اصل ہے سوا اگر غیر
فرج میں وطی کریگا جیسے کہ مقعد میں تو رجوع کرنا معتبر نہوگا ومفادہ اشتراط دوام العجز من وقت الایلاء الی مضی مدتہ وبہ صرح فی الملتقی وفی الحاوی آلی وہو صحیح
ثم مرض لم یکن فیئہ الا الجماع اور مستفاد ہوتا ہے قول مصنف سے یعنے فان قدر علی الجماع سے مشروط ہونا دوام عاجزی کا رجوع لسانی میں ایلا کے وقت سے
اسکی مدت کے گذرنے تک اور اسی شرط کو مصرح کردیا ہے ملتقی الابحر میں اور حاوی میں یوں ہے کہ زوج نے حالت صحت میں ایلا کیا پھر بیمار ہو گیا تو اسکا رجوع
کرنا ثابت نہوگا بدون جماع کے شارح نے اس روایت سے ملتقی کے کلام کی تائید کی وبقی شرط ثالث ذکرہ فی البدائع وہو قیام النکاح وقت الفیء باللسان
فلو ابانہا ثم فاء بلسانہ بقی الایلاء اور باقی رہی تیسری شرط رجوع قولی کی شرط اول عجز ہوا اور شرط ثانی دوام عجز اور شرط ثالث کہ

ہے انمیں مذکور کیا وہ قیام نکاح کا وقت رجوع کرنے زبانی کے یعنے رجوع کیوقت عورت منکوحہ ہو نہ بائنہ تو اگر زوج نے بعد ایلا کے عورت کو طلاق بائن دی پھر زبانی رجوع کیا تو رجوع کرنا ثابت نہوگا اور ایلا باقی رہیگا **قال لامرأته انت علی حرام** ونحو ذلک کانت معی فی الحرام **ایلاء ان نوی التحریم او لم ینو شیئا وظہار ان نواہ وہدر ان نوی الکذب** وذا دیانۃ واما قضاء فایلاء قہستانی **وتطلیقۃ بائنۃ ان نوی الطلاق وثلث ان نواہا ویفتی بانہ طلاق بائن وان لم ینوہ** لغلبۃ العرف ولذا لا یحلف بہ الا الرجال کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ تو مجھپر حرام ہے اور مانند اس کلام کے کچھ اور جو کہ اس میں حرام کا لفظ ہو چنانچہ یوں کہا کہ تو میرے ساتھ ہے حرام کے اندر تو یہ قول ایلا ہے اگر اسنے تحریم کا ارادہ کیا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہے یا زوج نے اس کلام سے کچھ ارادہ نہ کیا نہ ظہار کا نہ طلاق کا نہ ایلا کا نہ کذب کا تو بھی ایلا ہے اور یہ کلام ظہار ہوگا اگر اسنے ظہار کا ارادہ کیا اور یہ کلام باطل اور مہمل ہوگا اگر اسنے کذب کا ارادہ کیا اور اسکا باطل ہونا باعتبار دیانت کے ہے اور باعتبار حکم قاضی کے تو ایلا ہی ثابت ہوگا کذا فی القہستانی اور یہ کلام ایک بائن طلاق ہوگا اگر اسنے طلاق کی نیت کی اور تین بار طلاق واقع ہوگی اگر اسنے تین طلاق کی نیت کی اور فتویٰ اسپر ہے کہ یہ کلام یعنی انت علی حرام طلاق بائن ہی ہے اگرچہ زوج نے طلاق بائن کی نیت نہ کی ہو بسبب غلبہ استعمال کے یعنے بالفعل یہ قول طلاق ہی میں اکثر مستعمل ہے لہذا اس قول سے سوا مردوں کے کوئی قسم نہیں کہاتا **ولو لم یکن لہ امرأۃ** وحلفت **او کان لہ امرأۃ لکن ماتت او بانت لا الی عدۃ ثم وجد الشرط لم تطلق امرأتہ المتزوجۃ** بعدہ یعنے لمصیر تہا یمینا فلا تنقلب طلاقا اور اگر مرد کے کوئی زوجہ نہو اور اسنے کہا کہ علی الحرام یعنی حرام مجھپر لازم ہوا یا کہ عورت نے بلفظ حرام قسم کی یعنے زوج سے خطاب کر کر بولی کہ تو مجھپر حرام ہے تو یہ قول یمین ہوگا نہ طلاق چنانچہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے اگر میں غلام کو ماروں پھر زوجہ مطلقہ مرگئی یا بائن ہوگئی بدون عدت کے بسبب طلاق قبل دخول کے پھر شرط پائی گئی یعنی مثلاً غلام کو مارا تو مطلقہ نہوگی اسکی عورت وہ عورت جسسے بعد زوجہ اولی کے نکاح کیا اسی قول پر فتویٰ ہے کہ زوجہ ثانیہ پر طلاق واقع ہوگی بسبب جاری تعلیق کے یمین یعنی حبث وجہ مخاطبہ مرگئی یا بائن ہوگئی تو تعلیق طلاق کی بسبب نہ ہونے محل کے یمین ہوگئی پھر جب تعلیق یمین ہوگئی تو یمین منقلب ہو کر طلاق نہیں ہوسکتی **ومثلہ انت معی فی الحرام** او الحرام یلزمنی وحرمتک علی وانت محرمۃ او حرام علی ولم یقل علی وانا علیک حرام او محرم او حرمت نفسی علیک او انت علی حرام کالخمر او الخنزیر یعنی اور انت علی حرام کے مانند ہیں یہ اقوال کہ تو ساتھ میرے ہے حرام میں یا وہ حرام مجھکو لازم ہوا اور میں نے تجھکو اپنے اوپر حرام کیا اور تو مجھپر محرمہ ہے یا حرام ہے یا کہ اس مثال میں مجھپر کا لفظ نہ بولا یعنی فقط اسقدر کہا کہ تو حرام ہے یا محرم ہے اور میں تجھپر حرام ہوں یا محرم ہوں یا کہ میں نے اپنی ذات کو تجھپر حرام کیا یا کہ تو مجھپر حرام ہے مانند گدھے یا سور کے کذا فی البزازیہ یعنے ان مثالوں میں طلاق بائن واقع ہوگی بقول مفتی بہ اور اگر قائل کے زوجہ نہوگی تو یہ اقوال یمین ہو جاوینگے تو حانث ہونے سے کفارہ لازم آویگا **ولو کان لہ اربع نسوۃ فہی مسئلۃ سجال ما وقع علی کل واحدۃ منہن طلقۃ بائنۃ** **وقیل تطلق واحدۃ منہن والیہ البیان کما مر فی الصریح وہو الاظہر** والاشبہ کما فی الزیلعی والبزازیۃ وغیرہا وقال الکمال الاشبہ عندی الاول ہ جزم صاحب البحر فی فتاواہ وصححہ فی جواہر الفتاوی واقرہ المصنف فی شرحہ اور اگر زوج کی چار عورتیں ہوں اور یہ مسئلہ سجال خود بطور سابق کے ہو کہ تحریم میں یعنی چار عورتوں کے زوج نے کہا کہ امرأتی علی حرام یعنی میری عورت مجھپر حرام ہے تو ہر عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ ان چار عورتوں میں سے ایک ہی عورت پر طلاق واقع ہوگی اور زوج کا اختیار ہے بیان تعیین میں چنانچہ اسکا ذکر طلاق صریح میں ہو چکا اور یہی قول ظاہر تر اور اشبہ بالحق ہے چنانچہ زیلعی اور بزازی اور انکے سوا اور فقہا نے مثل صاحب خلاصہ وذخیرہ وغیرہ کے اسکو ذکر کیا ہے اور کمال الدین محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ میرے نزدیک اشبہ بالحق قول اول ہے یعنے ہر عورت پر طلاق واقع ہونا اور اسکا یقین کیا صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوے میں اور جواہر الفتاوی میں بھی اسکی تصحیح کی ہے اور مصنف نے بھی اسی قول کو اپنی شرح میں قائم رکھا ہے ہم منح الغفار میں کلام محقق کا فتح القدیر سے یوں منقول ہے کہ میرے نزدیک اشبہ بالحق وہ ہی ہے جو فتاوی میں ہے اسواسطے کہ یوں کہنا کہ حلال خدا یا حلال مسلمین کا مجھپر حرام ہے

یہ تجزوجہ کو شامل ہی تو ہر ایک زوجہ پر طلاق بائن واقع ہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ محقق ممدوح اور اسکے تابعین کا کلام حلال اللہ اور حلال المسلمین میں ہی نہ کہ انت
علی حرام میں اسواسطے کہ خطاب صریحا مانع ہی عموم کا اور الامراتی علی حرام میں ہی اور ظاہر نظر میں بھی معلوم ہوتا ہی کہ یہ گفتگو انت علی حرام میں ہی لہذا شارح نے
اگلا قول میں اسکا استدراک کیا لکن فی النہر یجب ان یکون معنی قول الزیلعی وہذہ المسئلۃ بما لہا یعنی التحریم لا بقید انت علی حرام مخاطبا لواحدۃ کما فی المتن بل
یجب فیہ ان لا یقع الا علی التی خاطبہا انتہی قلت یعنی بخلاف حلال اللہ او حلال المسلمین فانہ یعم وبہ یحصل التوفیق فلیحفظ لیکن نہر الفائق ہی کہ واجب ہے
کہ ہو معنی اس قول زیلعی کے کہ یہ مسئلہ بطور سابق کے ہی یعنی فقط تحریم میں مثل مسئلہ سابقہ کے ہی نہ کہ بقید خطاب زوجہ واحدہ کے جیسا کہ متن میں ہی کہ
یعنی کنز میں بلکہ یہ واجب ہی انت علی حرام میں کہ طلاق نہ واقع ہوگی سوا مخاطبہ کے انتہی کلام النہر شارح کہتا ہی کہ میں کہتا ہوں یعنی بخلاف
حلال اللہ یا حلال المسلمین کے کہ یہ عام ہی چاروں عورتوں کو شامل ہی اور اسی سے حاصل ہوگئی توفیق یعنی تصریح صاحب نہر الفائق اور توضیح شارح سے
کلام فقہا میں اتفاق حاصل ہوگیا سو اس تحقیق کو یاد رکھنا چاہیے یعنی جو کہتا ہی کہ سب عورتوں پر طلاق واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہی کہ حلال اللہ
یا حلال المسلمین ہی اور جو کہتا ہی کہ فقط زوجہ مخاطبہ ہی پر واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہی کہ انت علی حرام اور شارح کا یہ مطلب نہیں کہ نہر الفائق کی تصریح سے
متن تنویر الابصار کے دونوں قولوں میں اتفاق ہوگیا اسواسطے کہ ان دونوں قولوں کا اختلاف امراتی علی حرام میں ہی سو جو فقہا کہ عموم کے قائل ہیں امراتی
کی اضافت کو اضافت جنسی کہتے ہیں اور جو خصوص کے قائل ہیں وہ اضافت عہدی کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ الفاظ تین طرح پر ہیں قسم اول حلال اللہ یا حلال المسلمین تو یہ
عام ہی اور یہی مراد ہی اصحاب فتاوی اور کمال الدین محقق اور مصنف کی اپنی شرح میں قسم ثانی انت علی حرام خاص ہی مخاطبہ کو قسم ثالث امراتی علی حرام میں اختلاف
ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے انت علی حرام الف مرۃ تقع واحدۃ زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہی ہزار بار تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے
کہ حرمت شی واحد ہی اسمین تعدد کی گنجایش نہیں بخلاف طلاق کے واللہ اعلم طلقہا واحدۃ ثم قال لہا انت حرام ناویا اثنتین وقع واحدۃ عورت کو ایک طلاق دی
پھر کہا اسسے کہ تو حرام ہی دو طلاق کی نیت کرکے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی کرہ مرتین نوی بالاول طلاقا وبالثانی یمینا صح انت حرام کو دوبار کہا اور اول
سے طلاق کی نیت کی اور دوسری سے یمین کی تو صحیح ہی قال ثلث مرات حلال اللہ علیہ حرام ان فعل کذا ووجد الشرط وقع الثلث لہا تین بار کہ حلال خدا کا
حرام ہی اسپر اگر ایسا کرے اور شرط پائی گئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی قال لہا انتما علی حرام نوی فی احدہما ثلثا وفی الاخری واحدۃ فکما نوی یہ یعنی
وتمامہ فی البزازیۃ کہا دو عورتوں سے کہ تم دونوں مجھپر حرام ہو اور ایک عورت میں تین طلاق کا ارادہ کیا اور دوسری میں ایک طلاق کا تو ویسا ہی ہوگا جیسا
کہ اسنے ارادہ کیا اسی پر فتوی ہی اور پورا بیان اسکا بزازیہ میں ہی قال انتما علی حرام حنث بوطی کل ولو قال واللہ لا اقربکما لم یحنث الا بوطیہما والفرق لا یخفے
کہا کہ تم دونوں مجھپر حرام ہو تو حانث ہوگا ہر عورت کی وطی سے اور اگر یوں کہا کہ واللہ تم دونوں سے میں قربت نکرونگا تو حانث نہوگا مگر دونوں کی وطی
سے ایک کی وطی سے حانث نہوگا اور وجہ فرق دونوں مسئلوں کی مخفی نہیں ہی اسواسطے کہ پہلی صورت میں ہر عورت کو متصف بحرمت کیا تو ہر عورت کو حرمت مستقلہ ثابت
ہوگی اور دوسری صورت میں دونوں کی وطی سے اپنی ذات کو روکا تو ایک کی وطی سے حانث نہوگا اور دوسری وجہ فرق کی یہ ہی کہ پہلی صورت میں ایلا معنوی ہی
باعتبار معنی تحریم کے کہ ہر ایک میں علیحدہ علیحدہ موجود ہی بخلاف صورت ثانیہ کے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر فی الجوہرۃ کرر واللہ لا اقربک ثلثا فی مجلس ان نوی التکرار
اتحد الا فالایلاء واحد والیمین ثلث وان تعدد المجلس تعدد الایلاء والیمین واللہ اعلم اور جوہرہ میں ہی کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا اسکو تین بار ایک
مجلس میں مکرر کہا اگر تکرار کی یعنی تاکید کی نیت کی تو ایک ہی ایلا اور ایک ہی یمین ہوگی اور اگر تاکید کی نیت نکی تو ایک ایلا ہو یعنی اگر چار مہینے مدت ایلا
کے منقضی ہوچکے تو ایک طلاق ہوگی اور تین یمین ہونگی یعنی اگر وطی کریگا تو تین کفارے دینے لازم ہونگے اور مجلس میں متعدد ہونگی یعنی ہر مجلس میں ایکبار واللہ
لا اقربک کہیگا تو تین ایلا اور تین یمین ہونگی اگر چار مہینے تک قربت نکریگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور اگر قربت کریگا تو تین کفارے لازم آوینگے واللہ اعلم !!

باب الخلع

ہو لغۃ الازالۃ یہ باب ہے احکام خلع میں اور خلع لغت میں بمعنی ازالہ ہے یعنے ایک چیز کو دوسری چیز سے الگ کرنا اور جدا کرنا اور نکالنا جیسے کپڑے کو بدن سے
اور موزہ کو پاؤں سے نکالنا واستعمل فی ازالۃ الزوجۃ بالضم وفی غیرہ بالفتح اور خلع مستعمل ہے ازالہ زوجیت میں بضم اول الازالہ زوجیت کے غیر میں بفتح اول
مستعمل ہے وشرعا کما فی البحر ازالۃ ملک النکاح خرج بہ الخلع فی النکاح الفاسد وبعد البینونۃ والردۃ فانہ لغو کما فی الفصول اور خلع باعتبار اصطلاح شرع کے
چنانچہ بحر الرائق میں ہے عبارت ازالہ ملک نکاح سے ہے ملک نکاح کی قید سے نکاح فاسد میں خلع کرنا اور طلاق بائن اور مرتد ہونے کے بعد خلع کرنا خلع
شرعی کی تعریف سے نکل گیا اسواسطے کہ وہ لغو ہے بسبب عدم ملکیت نکاح کے کذا فی الفصول المتوقفۃ علی قبولها خرج ما لو قال خلعتک ناویا الطلاق
فانہ یقع بائنا غیر مسقط للحقوق لعدم توقفہ علیہ وبیانہ ازالہ ملک نکاح کا خلع ہے جو موقوف ہے عورت کے قبول کرنے پر تو اس قید سے نکل گئی وہ صورت کہ اگر
شوہر نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھکو خلع کیا طلاق کی نیت سے یوں کہا تو طلاق بائن واقع ہو گی بلا اسقاط حقوق زوجیت تو یہ قول خلع نہ ہو گا
بسبب موقوف ہونے اس طلاق کے عورت کے قبول پر اور یہ ازالہ ملک نکاح عورت کے قبول پر موقوف نہیں وہ خلع نہیں بخلاف ما لو قال بلفظ المفاعلۃ
او اختلعی بالامر ولم یسم شیئا فقبلت فانہ خلع مسقط حتی لو کان قبضت البدل ردتہ خانیۃ بخلاف خالعتک یعنے زوج نے بلفظ باب مفاعلت خلع کیا
یا عورت سے بصیغہ امر اختلعی کہا یعنے خلع قبول کر اور اسکے عوض میں کچھ مال مقرر نکیا سو عورت نے خلع قبول کیا تو یہ قول خلع ہے مسقط حقوق
زوجیت کا یہاں تک کہ اگر منکوحہ مہر قبض کر چکی ہو گی تو اسکو مہر کا پھیر دینا لازم ہو گا کذا فی الخانیۃ بلفظ الخلع خرج الطلاق علی مال فانہ غیر مسقط
فتح یعنے ازالہ ملک بلفظ خلع ہو تو اس قید سے طلاق بعوض مال کے تعریف خلع سے نکل گیا اسواسطے کہ طلاق مذکور زوجیت کو ساقط نہیں کرتا
کذا فی فتح القدیر وزاد بقولہ او ما فی معناہ لیدخل لفظ المبارأۃ فانہ تسقط کما یجیئ ولفظ البیع والشراء فانہ کذلک کما صححہ فی الصغری خلافا للنہر یعنی
خلع عبارت ہے اس ازالہ ملک سے جو بلفظ خلع ہو یا اس لفظ سے ہو جو بمعنی خلع ہو مصنف نے اس قول کو اسواسطے زیادہ کیا تا کہ مبارات کا لفظ خلع میں
داخل ہو جاوے اسواسطے کہ وہ بھی حقوق زوجیت کا مسقط ہے چنانچہ عنقریب آویگا اور تا کہ خلع بلفظ بیع اور شرا داخل ہے خلع میں اسواسطے کہ وہ بھی اسیطرح مسقط ہے
چنانچہ اسکی تصحیح کی ہے فتاوی صغری میں برخلاف حاشیہ کے ہم اب تعریف خلع کی پوری ہو گئی اپنی افراد کی جامع اور غیر کی مانع وافاد بتعریف صحۃ خلع المطلقۃ
رجعیا اور فائدہ دیا تعریف مذکور نے مطلقہ رجعی کی صحت خلع کا اسواسطے کہ خلع عبارت ہے ازالہ ملک نکاح سے اور بقائے عدت تک طلاق رجعی میں ملک ثابت ہے
لہذا رجعت بدون تجدید نکاح کے درست ہے ولا بأس بہ عند الحاجۃ للشقاق بعدم الوفاق اور کچھ مضائقہ نہیں خلع کرنے میں وقت ضرورت کے جب
آپسمیں پھوٹ پڑے نا اتفاقی سے اور مرد کو مال لینا عورت سے چھوڑنے کے بدلے جائز ہے بشرطیکہ نا اتفاقی مرد کیطرف سے نہو چنانچہ صحیح بخاری میں روایت عبد اللہ
بن عباس سے ثابت ہے کہ ایک عورت نے ایک باغ اپنے مہر میں پایا تھا وہ اپنے زوج سے راضی نہ تھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ پھیر کر خلع کر لے اور بلا ضرورت
عورت کو خلع کی خواہش کرنا حرام ہے جامع ترمذی میں بحدیث شریف ثابت ہے کہ جو عورت کہ بلا ضرورت زوج سے طلاق کی خواہش کریگی تو اسپر بہشت کی خوشبو حرام ہے لکن
جب اصلاح موافقت نہو سکے تو بموجب نص قرآنی کے جدائی بعوض مال کے جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی بما یصلح للمہر بغیر عکس کلی لصحۃ الخلع بدون العشرۃ وبما فی یدہا من
ففیہما وجوز العینی انعکاسہا خلع جائز ہے عوض اس مال کے جو صلاحیت مہر کی رکھتا ہے بدون عکس کلی کے یعنے جو صلاحیت خلع کی رکھتا ہے وہ صلاحیت مہر کی بھی رکھے
یہ کلیہ صحیح نہیں بسبب صحت خلع کے کمتر دس درم سے اور بعوض اس مال کے جو عورت کے قبضہ میں ہے اور بعوض اس بچے کے جو بکری کے پیٹ میں ہے اور حالانکہ دس درم سے کم مہر اور
عورت کے مقبوضہ سے بسبب مجہول ہونے مال کے اور پیٹ کے بچہ سے مہر صحیح نہیں اور علامہ عینی نے اسکا انعکاس جائز کہا ہے کلام عینی میں انعکاس سے
مراد شاید انعکاس منطقی ہے اسواسطے کہ منطقی موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہوتا ہے سو یہاں صحیح ہے عکس لغوی کیطرح صحیح نہیں ہو سکتا وشرطہ کالطلاق اور شرط

خلع کی مانند شرط طلاق کے ہے یعنے مشکوک ہونا زوجہ کا اور اہلیت زوج کی تو صبی اور مجنون کا خلع صحیح نہیں ہے صفت ذکر بقولہ وهو يمين في جانبه لانه تعليق
الطلاق بقبول المال فلا يصح رجوعه قبل قبولها ولا يصح شرط الخيار له ولا يقتصر على المجلس لے مجلسہ ویقتصر قبولها على مجلس علمها اور خلع یمین ہے
مرد کی جانب میں اسواسطے کہ وہ تعلیق ہے طلاق کی مال کے قبول پر تو صحیح نہیں پھرنا زوج کا خلع سے قبل قبول کرلے عورت کے اور صحیح نہیں زوج کو شرط
کرنا اپنے اختیار کا اور منحصر نہیں زوج کی مجلس پر یعنے اگر زوج مجلس بدلیگا تو خلع باطل نہ ہوگا اور موقوف ہے قبول کرنا عورت کا اپنے علم کی مجلس پر یعنے جب
عورت کو خلع کی خبر ہوا اور وہ مجلس میں قبول کرے اٹھ کھڑی ہو خلع باطل ہوگا وفی جانبها معاوضة بمال فصح رجوعها قبل قبوله وصح شرط الخيار
لها ولو اكثر من ثلثة ايام بحر ويقتصر على المجلس كالبيع اور عورت کی جانب میں خلع بدلائی ہے عوض مال دینے کے تو صحیح ہے عورت کا رجوع کرنا قبل قبول کرنے
زوج کے اور صحیح ہے عورت کو اختیار کا شرط کرنا اگرچہ تین روز سے زیادہ اپنے اختیار کو شرط کرلے کذا فی البحر الرائق اور موقوف ہے صحت خلع کی عورت کی
مجلس پر مانند بیع کے فائدہ فیشترط فی قبولها علمها بمعناه لانه معاوضة بخلاف طلاق وعتاق وتدبير لانه اسقاط والاسقاط يصح مع الجهل فائدہ شرط ہے
عورت کی صحت قبول میں دریافت کرنا عورت کا معنی خلع کو تو اگر زوج مثلاً ہند کی عورت سے خلع بعوض مال عربی زبان میں کرادے تو قول
صحیح میں صحیح نہ ہوگا اسواسطے کہ خلع بدلائی کا نام ہے اور بدلائی بدون دریافت کے نہیں ہوتی بخلاف طلاق اور عتاق اور تدبیر کے کہ انمیں علم ہونا
ضرور نہیں اسواسطے کہ ہر واحد عبارت ہے اسقاط حق سے اور اسقاط نادانی کے ساتھ صحیح ہوجاتا ہے یعنے فقط قضاءً صحیح ہے نہ دیانةً کذا فی حاشیة المدنی
وطرف العبد في العتاق على مال كطرفها في الطلاق اور جانب غلام کے آزادی بشرط مال میں مانند جانب عورت کے ہے طلاق میں یعنے اگر
غلام کہے مولی سے کہ عوض اسقدر مال کے مجھکو آزاد کیجیے تو غلام کو رجوع کرنا قبل قبول مولی کے درست ہے اور اگر مولی کہے کہ میں نے بعوض اتنے مال کے تجھکو
آزاد کیا تو مولی اس کلام سے پلٹ نہیں سکتا اور شرط خیار اور اقتصار علی المجلس کو بھی اسی پر قیاس کرلینا چاہیے والخلع يكون بلفظ البيع والشراء والطلاق
والمبارأة كبعت نفسك او طلاقك وطلقتك على كذا وابرأتك الخ فقالت قبلت المرأة اور خلع ہوتا ہے بلفظ بیع اور شرا اور طلاق اور مبارات کے
چنانچہ یوں زوج کا کہنا کہ میں نے تیری ذات کو یا تیری طلاق کو بیچا یا یوں کہے کہ میں نے تجھکو طلاق بعوض اتنے مال کے دی یا یوں کہا کہ مبارات کی میں نے تجھسے
یعنے تجھکو جدا کیا اور عورت نے قبول کرلیا تو خلع ان الفاظ سے ثابت ہوگیا اور خلع بلفظ شرا کے یہ مثال کہ عورت نے کہا کہ میں نے اپنی ذات یا اپنی طلاق تجھسے
مول لی بعوض اتنے مال کے کذا فی منح الغفار وحكمه ان الواقع به ولو بلا مال وبالطلاق الصريح على مال طلاق بائن وثمرته فيما لو بطل البدل كما يجيء
اور حکم خلع یہ ہے کہ جو خلع سے واقع ہوتی ہے سو طلاق بائن ہے اگرچہ خلع بدون مال کے ہوا اور اگرچہ بلفظ طلاق صریح ہو عوض مال کے اور ثمرہ اس حکم کا اس صورت
میں ظاہر ہوتا ہے جبکہ بدل خلع کا مال باطل واقع ہو مانند شراب یا سور کے چنانچہ بدل باطل کا بیان بعد چند سطر کے عنقریب آتا ہے یعنے جبکہ بدل خلع میں مال باطل
مذکور ہوگا تو اگر خلع بلفظ خلع ہوا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر بلفظ طلاق ہوا ہے تو طلاق رجعی واقع ہوگی والخلع هو من الكنايات فيعتبر
فيه ما يعتبر فيها من قرائن الطلاق لكن لو قضى بكونه فسخا نفذ لانه مجتهد فيه وقيل لا اور خلع کنایات میں داخل ہے تو خلع میں اعتبار کیا جاویگا اس امر کا
جسکا کنایات میں اعتبار رہتا ہے یعنے قرائن طلاق کا چنانچہ قبل اسکے مذاکرہ طلاق کا ہونا یا طلاق کا سوال کرنا در المنتقی میں ہے کہ مال مقرر کرنا خلع میں
یہ بھی قرینہ ہے طلاق کا کذا فی حاشیة المدنی اور باوجودیکہ خلع کنایات میں داخل ہے اور کنایات سے طلاق ہی واقع ہوتی ہے نہ فسخ لیکن اگر قاضی حنبلی یا
شافعی بموجب اپنے مذہب کے فسخ کرنے کا حکم کرے تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ اس امر میں اجتہاد کی گنجایش ہے اور قول مجتہد فیہ میں حکم قاضی نافذ ہے اگرچہ قاضی
شافعی ہو اور مدعی یا مدعا علیہ حنفی یا مالکی یا حنبلی اور قول ضعیف یہ ہے کہ قاضی کا حکم اسمیں نافذ نہیں خلعها ثم قال لم انو به الطلاق فان ذكر بدلا لم يصدق
قضاء في الصور الاربع اور اگر مرد نے عورت سے خلع کیا پھر بولا کہ میں نے اسمیں طلاق کی نیت نہیں کی تو اگر زوج بدل خلع میں کچھ مال ذکر کرچکا ہے تو قضاءً

اسکی تصدیق نہوگی چارون صورتون مین الفاظ بیع اور شرا اور خلع اور مبارات مین ہواسطے کہ ذکر عوض کا قرینہ ہی طلاق کا مگر باعتبار دیانت کے البتہ
تصدیق ہوگی لیکن اس صورت مین بھی عورت کو مرد کے پاس رہنا جائز نہین ہواسطے کہ عورت مانند قاضی کے ہی ظاہر پر عمل کرنے مین کذا فی حاشیۃ المدنی نافلا
عن البحر ولا یصدق فی ما اذا وقع بلفظ الخلع والمبارات لانہما کنایتان ولا قرینۃ بخلاف لفظ البیع والطلاق اور اگر مال کا ذکر نہین ہوا تو زوج کی
تصدیق ہوگی اس خلع مین جوکہ بلفظ خلع اور بلفظ مبارات واقع ہوا ہی اسواسطے کہ یہ دونون لفظ کنایہ ہین طلاق سے اور قرینہ طلاق کا کوئی موجود نہین بخلاف
لفظ بیع اور طلاق کے کہ اسمین زوج کی تصدیق نہوگی بدون ذکر مال کے بھی اسواسطے کہ وہ دونون لفظ طلاق صریح ہین قرینہ اور نیت کی کچھ اسمین حاجت نہین
لفظ بیع اسواسطے طلاق صریح ٹھہرا کہ بیع عبارت ہی زوال ملک سے یعنی ملک عین سے اور زوال ملک یمین کو زوال ملک منافع لازم ہی وفیہ اشارۃ الی اشتراط النیۃ وہو ظاہر الروایۃ
الا ان المشائخ قالوا لا یشترط النیۃ لانہ بحکم غلبۃ الاستعمال صار کالصریح کما فی القہستانی عن متفرقات طلاق المحیط اور اسمین یعنی خلع اور مبارات کی کنایہ ہونے مین
اشارہ ہی نیت کے شرط ہونے کی طرف یعنے بلفظ خلع بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اور یہ ظاہر الروایۃ ہی مگر مشائخ نے کہا ہی کہ نیت شرط نہین
اسواسطے کہ لفظ خلع بسبب کثرت استعمال کے مانند طلاق صریح کے ہوگیا ہی چنانچہ قہستانی مین یہ مذکور ہی متفرقات طلاق محیط سے طحطاوی نے کہا کہ
مشائخ سابقین کے زمانہ مین شاید ایسا ہی ہوگا کہ خلع بجاے طلاق صریح مستعمل ہوتا ہوگا وکرہ لہ تحریما اخذ شیء ویلحق بہ الابراء عما لہا علیہ ان نشز
اور اگر ناموافقت اور زیادتی زوج کی طرف سے ہو اسکو خلع کی عوض کچھ لینا عورت سے مکروہ تحریمی ہی اور اس سے ملحق ہی ابرا دین یعنے اگر عورت کا
دین ہو مرد پر مہر ہو یا غیر مہر اور مرد عوض خلع کے اسکی معافی چاہے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہی طحطاوی محشی نے کہا کہ حق یون ہی کہ اس حال میں مال لینا
حرام قطعی ہی لیکن اگر لیگا تو مالک ہوگا بملک خبیث کذا فی حاشیۃ المدنی وان نشزت لا ولو منہ نشوز ایضا ولو باکثر مما اعطاہا علی الاوجہ فتح اور اگر
نافرمانی اور ناموافقت عورت کی طرف سے ہو تو عورت سے عوض خلع کے مال لینا مکروہ نہین اگرچہ بعد نافرمانی زوجہ کے زوج کی طرف سے بھی ناموافقت
ہوگئی ہو تو بھی مال لینا درست ہی اگرچہ خلع مین لینا دینے سے زیادہ ہو یعنے اگر مثلا دس درم مہر مین عورت کے دیے تھے اور بیس درم خلع کی
عوض لیے تو بھی جائز ہی بنا بر اس قول کے جسکی وجہ خوبتر ہی کذا فی فتح القدیر وصحح الشمنی کراہۃ الزیادۃ وتعبیر الملتقی لا باس یفید انہا تنزیہیۃ وبہ
یحصل التوفیق اور شمنی نے مہر سے زیادہ لینے کی کراہیت کو صحیح کیا ہی اور تعبیر ملتقی الابحر کی بلفظ لا باس ہونے اسکا فائدہ دیتی ہی کہ کراہت
تنزیہی ہی تو اس تقریر سے حاصل ہوگیا اتفاق دونون قولون کا سو جو فقیہ کہ دینے سے زیادہ لینے کو کہتا ہی سو کراہت تنزیہی کا ارادہ کرتا ہی اور جو نفی
کراہت کی کرتا ہی وہ کراہت تحریمی کی نفی کرتا ہی نہ تنزیہی کی تو اختلاف جاتا رہا اکرہہا الزوج علیہ تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال
وسقوطہ زبردستی کی صورت پر زوج نے خلع قبول کرلیے پر تو بدون مال کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ رضامندی شرط ہی لازم ہونے
مال مین اور ساقط ہونے مال مین یعنے خواہ عورت نے مال دینا اپنے اوپر جبر سے لازم کرلیا ہی یا اسقاط مہر کا قبول کیا تو جبر مین نہ مال دینا لازم ہوگا
اور نہ مہر ساقط ہوگا ولو ہلک بدلہ فی یدہا قبل الدفع او استحق فعلیہا قیمتہ لو البدل قیمیا ومثلہ لو مثلیا لان الخلع لا یقبل الفسخ اور اگر
ہلاک ہوگیا بدل خلع کا عورت کے ہاتھ مین یا اسکا کوئی اور مالک نکلا عورت کے سوا تو اگر بدل قیمت والی چیز تھا چنانچہ غلام یا کپڑا تو عورت پر اسکی قیمت
دینا لازم ہوگا اور اگر بدل مثلی تھا چنانچہ گیہون یا وزنی چیز تھا تو عورت کو اسکے مانند دینا لازم آویگا اسواسطے کہ خلع فسخ ہونے کو قبول نہین کرتا بخلاف بیع کے
جبکہ بائع کے پاس ہلاک ہوجاے اسواسطے کہ بیع فسخ ہوسکتی ہی خلعہا او طلقہا بخمر او خنزیر او میتۃ او نحوہا مما لیس بمال وقع طلاق بائن فی الخلع رجعی
فی غیرہ وقوعا مجانا لانہا البطلان البدل وہو الثمرۃ کما مر خلع کیا عورت سے یا طلاق دی اسکو عوض شراب یا سور یا مردار یا مانند اسکے اس قسم سے
کہ وہ مسلمانون کے حق مین مال نہین تو طلاق بائن واقع ہوگی خلع کے لفظ مین اور طلاق رجعی ہوگی خلع کے سوا اور الفاظ مین دونون صورتون مین طلاق کا

واقع ہوگا مفت ہوگا بسبب جاہل ہونے بدل کے اور یہ وہ ثمرہ ہے جسکی آمد کا شارح نے وعدہ کیا تھا ولو سمت حلالا کہذا الخل فاذا ہو خمر رجع بالمہر ان لم یعلم
والا لا شئ لہ اور اگر عورت نے عوض خلع میں حلال مال کا نام لیا چنانچہ یوں کہا کہ مجھسے خلع کر عوض اس سرکہ کے حالانکہ وہ شراب تھی سرکہ نہ تھا
تو زوج مہر کو پھیرے اگر ادا کیا ہوا ور اگر مہر دیا نہیں تو ساقط ہوا بشرطیکہ زوج کو شراب ہونے کا علم نہ تھا اور اگر زوج جانتا ہو کہ وہ سرکہ نہیں بلکہ شراب ہے
تو مفت طلاق واقع ہوگی مہر عورت کا قائم رہیگا اسواسطے کہ فریب عورت کا ثابت نہیں اس صورت میں کما لعنی علی ما فی یدی الی حیثہ ولا شئ
فی یدہا لعدم التسمیۃ چنانچہ مفت طلاق واقع ہوتی ہے اس صورت میں کہ عورت نے اپنے مرد سے کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ
اسکے ہاتھ میں کچھ نہیں مفت طلاق ہوگی بسبب عدم تقرر مال کے اور ہاتھ سے مراد اس مثال میں ظاہری ہاتھ ہے معنوی یعنے قبض اور تصرف وکذا عکسہ
اور اسیطرح اس مثال کے بالعکس میں مفت طلاق ہوگی یعنے اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھسے خلع کیا اپنی ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اسمیں کچھ نہیں لکن لو کان
فی یدہ جوہرۃ لہا لقبلت فہی لہ ملکت او لا الاضرار بالفقہا بقبولہا لیکن اگر زوج کے ہاتھ میں عورت کا جواہر ہوگا اور عورت ہاتھ والی چیز پر خلع قبول
کر لیگی تو وہ جواہر مرد کا ملوک ہو جاویگا عورت کو ہاتھ میں جواہر ہونے کا علم ہو یا نہو بسبب ضرر رسانی عورت کے اپنی ذات کو اسکے قبول کر لینے سے وان
زادت من مال او دراہم ردت علیہ فی الاولی مہرہا ان قبضتہ والا لا شئ علیہا جوہرہ او ثلثۃ دراہم فی الثانیۃ اور اگر عورت نے مثال مذکور
میں مال یا دراہم کا لفظ زیادہ کیا یعنے یوں کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والے مال پر یا میرے ہاتھ والے دراہم پر اور حالانکہ اسکے ہاتھ میں کچھ نہیں تو پہلی
صورت میں یعنے درصورتیکہ ذکر مال عورت اپنا مہر مرد کو پھیرے اگر مہر کو مرد سے لے چکی ہو اور اگر مہر ہنوز نہ پایا ہو تو عورت کو کچھ دینا لازم نہیں یعنے اگر مہر
مرد پر ہوگا تو ساقط ہوگا عورت کو کچھ نہ دینا پڑیگا یا کہ عورت تین درہم مرد کو پھیرے دوسری صورت میں یعنے درصورت ذکر دراہم کذا فی البحر ہم ہاتھ سے مراد دونوں
صورتوں میں ظاہری ہاتھ نہیں بلکہ بقبضہ مراد ہے ولو فی یدہا اقل کملتہا اور اگر مثال مذکور میں عورت کے ہاتھ میں تین درم سے کم ہوں یعنے ایک درم
یا دو تو تین کو پورا کر دے تاکہ اقل جمع پایا جاوے ولو سمت دراہم فبان دنانیر لم اراہ اور اگر عورت نے عوض خلع میں دراہم کا نام لیا پھر ظاہر ہوا کہ
عورت کے ہاتھ میں درم نہیں بلکہ دینار ہیں میں شارح کہتا ہے کہ میں نے اسکا حکم کتب فقہ میں نہیں دیکھا ہم صاحب نہر نے کہا کہ اس صورت میں دراہم
واجب ہونگے نہ دنانیر لیکن اسکو کہیں بصراحت نہیں دیکھا کذا فی حاشیۃ المدنی وما فی بیت وصندوق وبطن الجاریۃ اذا لم تلد لاقل المدۃ
وبطن الغنم وثمر الشجر کالید ومثال کما فی البحر اور کوٹھری اور صندوق اور لونڈی کا پیٹ بشرطیکہ چھ مہینے سے کم میں نہ جنی ہو اور بکری
بکری کا پیٹ اور درخت کا پھل حکم میں مانند ہاتھ کے ہیں تو ذکر ہاتھ کا امثلہ سابقہ میں بطور مثال کے ہے کذا فی بحر الرائق یعنے اگر عورت نے کہا کہ میری
کوٹھری والی یا صندوق والی چیز یا میری لونڈی اور بکری کی پیٹ کے بچے یا میرے درخت کے پھلوں پر مجھسے خلع کر اور حالانکہ اسکی کوٹھری اور صندوق میں اور
لونڈی اور بکری کے پیٹ میں اور درخت پر کچھ نہیں تو طلاق مفت ہوگی عورت پر کچھ دینا لازم نہوگا لیکن اگر لونڈی چھ مہینے سے کم مدت میں جنیگی تو
مرد اسکے بچہ کا مالک ہوگا اور اگر بچہ چھ مہینے یا زیادہ مدت میں جنیگی تو مرد اسکا مالک نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال قیدہ فی الخلاصۃ وغیرہا بعدم العلم فقال لو
علم انہ لا متاع فی البیت وانہ لا مہر لہا علیہ فی خلعہا بمہرہا ولا لمافیہا فلا شئ لانہا لم تغررہ فیسلم بغیر عوض ولو ظن ان علیہ المہر ثم تذکر عدم وجوب المہر اور صاحب بحر الرائق نے
کہا کہ مسائل مذکورہ میں مفت طلاق واقع ہونے کو خلاصہ وغیرہا میں مقید کیا ہے بقید عدم علم کے سو یوں کہا ہے کہ اگر زوج جانتا کہ کچھ اسباب کوٹھری میں نہ وقت میں نہیں یا خلع
میں جو مہر میں زوج یہ جانتا تھا کہ عورت کا اسپر کچھ مہر نہیں تو عورت کو کچھ دینا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ اس صورت میں زوج سمجھکر کچھ لالچ نہیں کیا یا تو زوج کو
عورت نے کچھ فریب نہیں دیا اور اگر مرد کو پہلے اپنے پر مہر واجب ہونے کا گمان تھا پھر اسکو یاد آگیا کہ مجھپر مہر باقی نہیں ہے تو عورت کو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا اسواسطے
کہ مرد کو دھوکا ہوا ہم محلاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ بعدم العلم سے لفظ عدم کو محذوف کرتا تاکہ آئندہ قول سے مناسبت ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی

خالعت علی عبد ابق لہا علی برائتہا من ضمانہ لم تبرأ وعلیہا تسلیمہ ان قدرت والا قیمتہ لانہ لا یبطل بالشرط الفاسد کالنکاح عورت نے خلع کیا
اپنے بھاگے غلام پر بشرط بری الذمہ ہونے کے اسکی ضمانت سے تو عورت بری الذمہ نہوگی اس شرط سے اور عورت پر تسلیم غلام کی واجب ہوگی اگر
قادر ہو اسپر اور اگر غلام نہ مل سکے تو قیمت غلام کی لازم ہوگی اسواسطے کہ خلع باطل نہیں ہوتا شرط فاسد سے چنانچہ نکاح نہیں باطل ہوتا قالت طلقنی ثلثا
بالفا او علی الف فطلقہا واحدۃ وقع فی الاولی بائنۃ بثلثہ ای بثلث الالف ان طلقہا فی مجلسہا والا فمجانا فتح عورت نے کہا کہ مجھکو تین
طلاق دے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر مرد نے اسکو ایک طلاق دی تو پہلی صورت میں یعنی بالف میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی ہزار کی تہائی کی عوض
بشرطیکہ عورت کی مجلس نہ بدلی ہو اور اگر دوسری مجلس میں طلاق دی تو مفت طلاق واقع ہوگی کذا فی فتح القدیر وفی الخانیۃ لو کان طلقہا ثنتین فلہ کل الالف
اور خانیہ میں ہے کہ اگر زوج عورت کو دو طلاق اول دے چکا تھا تو اسکو پورے ہزار ملینگے یعنے اگر بعد دو طلاق دینے کے عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے عوض
ہزار کے اور زوج نے ایک طلاق دی تو عورت کو ہزار کا دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو اور ایک ملکر تین ہوگئے عورت کا مطلب پوری جدائی سے حاصل
ہوگیا وفی الثانیۃ رجعیۃ مجانا لان علی للشرط وقالا کالباء اور دوسری صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی مفت یعنی جب یہ کہا کہ طلقنی ثلثا
علی الف ہے تو ایک طلاق رجعی مفت واقع ہوگی اسواسطے کہ حرف علی کا واسطے شرط کے ہے اور شرط منقسم نہیں ہوتا اجزاء شرط پر اور رجعی طلاق اسواسطے ہوئی
کہ مال سے خالی ہے اور صاحبین نے کہا کہ حرف علی کا مانند با کے ہے تو جیسے پہلی صورت میں ہزار کی تہائی کے عوض ایک طلاق واقع ہوئی تھی ویسی ہی دوسری
صورت میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی قال لہا طلقی نفسک ثلثا بالف او علی الف فطلقت نفسہا واحدۃ لم یقع شئ لانہ لم یرض بالبینونۃ
الا بکل الالف بخلاف ما مر لرضاہا بالبینونۃ ببعضہا اولی مرد نے عورت سے کہا کہ تین طلاق دے اپنی ذات کو عوض ہزار کے یا ہزار پر سو عورت نے اپنی
ذات کو ایک طلاق دی تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ مرد راضی نہوا جدائی سے مگر پورے ہزار کے بدلے اور عورت نے تہائی کے بدلے جدائی چاہی تو مطلب
مرد کا نہوا لہذا ایک طلاق بھی نہ واقع ہوگی بخلاف مسئلہ گذشتہ کے بسبب راضی ہونے عورت کے جدائی سے عوض ہزار کے تو ہزار سے کم میں بطریق اولی راضی ہوگی
و قولہ لہا انت طالق بالف او علی الف فقبلت فی مجلسہا لزم ان لم تکن مکرہۃ کالامر ولا سفیہۃ ولا مریضۃ کما یجیء الالف لانہ تفویض او تعلیق
اور مرد کا عورت سے یوں کہنا کہ تو مطلقہ ہے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر عورت نے اسے قبول کرلیا اپنی مجلس میں تو عورت پر ہزار کا دینا لازم ہوگا بشرطیکہ
اسپر زبردستی نہ کی ہو چنانچہ اسکا ذکر سابق ہوچکا اور عورت احمق اور بیمار نہو چنانچہ حکم بیمار کا آگے آویگا ہزار دینا اسواسطے لازم ہوگا کہ یہ فعل یا حوالگی ہے
یا تعلیق ہے یعنے بالف کہنے میں حوالگی ہے اور علی الف میں تعلیق ہے وفی البحر عن التاتارخانیۃ قال لامرأتیہ احداکما طالق بالف درہم والاخری بمائۃ
دینار فقبلتا طلقتا بغیر شئ اور بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہا اپنی دو عورتوں سے تم میں سے ایک مطلقہ ہے بعوض ہزار درہم کے اور دوسری بعوض
سو درہم کے سو قبول کرلیا اسکو دونوں نے تو دونوں پر طلاق واقع ہوگی مفت بسبب مجہول ہونے مال کے اسواسطے کہ ہر عورت یہ کہہ سکتی ہے کہ مجھپر لازم
نہیں دینا مگر سو درہم کا انت طالق وعلیک الف او انت حر وعلیک الف طلقت وعتق مجانا وان لم یقبلا لان قولہ وعلیک
الف جملۃ تامۃ فلا تتعلق بما قبلہا ولزم المال عملا بان الواو للحال فی الحاوی وبقولہما یفتی زوج نے کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے اور تجھپر ہزار درہم دینا
لازم ہے یا مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اور تجھپر ہزار درہم دینا لازم ہے تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا مفت اگرچہ دونوں نے ہزار درہم دینا
قبول بھی کرلیا ہو اسواسطے کہ زوج یا مالک کا یوں کہنا وعلیک الف یہ پورا جملہ ہے پہلے سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا اعراب میں خواہ واو عطف کا ہو
خواہ استیناف کا اور صاحبین نے کہا کہ اگر عورت اور غلام نے ہزار درہم کو قبول کرلیا ہو تو طلاق یا عتاق صحیح ہوگا اور مال کا دینا لازم ہوگا باعتبار اس
عمل کے کرنے کے کہ یہ واو حالیہ ہے تو وعلیک الف پورا جملہ نہ ٹھہرا بلکہ انت طالق وعلیک الف ایک جملہ ہوگیا تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہے درحالیکہ تجھ

ہزار درم اور حاوی قدسی میں کہا ہے کہ صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے قال طلقتک علی الف فلم تقبلی فقالت قبلت فالقول لہ بیمینہ
بخلاف بعتک طلاقک امس علی الف فلم تقبلی وقالت قبلت فالقول لہا وکذا لو قال لعبدہ کذلک کقولہ لغیرہ بعت منک ہذا العبد
بالالف امس فلم تقبل وقال المشتری قبلت فان القول للمشتری والفرق ان الطلاق بالمال یمین من جانبہ وہی تدعی حنثہ وہو ینکر اما البیع
فاقرارہ بہ اقرار بالقبول فانکارہ رجوع فلا یسمع ملخصا من شرح الوہبانیۃ تاتارخانیۃ زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھکو طلاق دی ہزار درم پر سو تو نے
ہزار درم دینا قبول نہ کیا سو عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے بخلاف اس قول کے کہ مرد نے عورت سے
کہا کہ میں نے تیری طلاق کل بیچی تھی ہزار درم پر سو تو نے ہزار درم کو نہ قبول کیا تھا اور عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو اس صورت میں
عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسیطرح اگر مالک نے اپنے غلام سے کہا تو اسکا بھی ایسا ہی حکم ہے یعنے اگر مالک نے غلام سے کہا کہ میں نے تجھکو ہزار درم پر آزاد کیا تھا
سو تو نے دینا نہ قبول کیا تھا اور غلام نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر یوں کہا کہ میں نے تیری ذات کو ہزار
درم پر بیچا تھا سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور غلام بولا کہ میں نے قبول کیا تھا تو غلام کا قول معتبر ہوگا چنانچہ مالک کا یوں کہنا غیر سے کہ میں نے بیچا تھا
تیرے ہاتھ اس غلام کو بعوض ہزار درم کے کل سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو مشتری کا قول لائق اعتماد کے
ہوگا نہ مالک کا اور وجہ فرق کی درمیان طلاق اور بیع کے یہ ہے کہ طلاق بعوض مال کے تعلیق ہے جانب زوج سے اور تعلیق طلاق کی قبول زوجہ
لازم نہیں اسواسطے کہ تعلیق بدون قبول کے بھی صحیح ہے اور زوجہ مدعی ہے زوج کے حانث ہونے کی یعنے تعلیق ٹوٹنے کی اور زوج اسکا انکار کرتا ہے
اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا لہذا اس صورت مذکورہ زوج ہی کا قول معتبر ہوا اور بیع کا تو یہ حال ہے کہ بیع کا اقرار وہی اقرار ہے قبول کا اسواسطے کہ بیع
عبارت ہے ایجاب اور قبول سے تو جب بیع کا اقرار کیا تو گویا قبول کا بھی اقرار ہو گیا تو بیع کا اقرار کرکے قبول کا انکار کرنا پھرنا اور پلٹنا ہے بیع سے تو
مسموع نہ ہوگا اور اگر زوج اور زوجہ اپنے قول کے گواہ لاویں تو عورت ہی کے گواہ لیے جاوینگے اسواسطے کہ عورت مثبت ہے اور زوج نافی تو گواہ ثابت کے
اولی ہیں نفی سے کذا فی التاتارخانیۃ ولو ادعی الخلع علی مال وہی تنکر یقع الطلاق باقرارہ والدعوی فی المال بحالہا فیکون القول لہا
لانہا تنکر وعکسہ لا یقع کیف ما کان بزازیۃ اور اگر دعوی کیا مرد نے خلع کا مال پر اور عورت منکر ہو تو طلاق واقع ہو جاویگی بسبب اقرار مرد کے
اور دعوی مال کا بحال خود ہے سو اگر زوج گواہ لاویگا تو مال عورت پر لازم ہوگا اور اگر گواہ نہیں تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے
اور اسکے بالعکس میں طلاق نہ واقع ہوگی یعنے اگر عورت نے دعوی خلع کا کیا اور زوج منکر ہو تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ عورت طلاق واقع
کرنے کی مالک نہیں کسیطرح کا دعوی ہو طلاق نہ ہوگا کذا فی البزازیۃ یعنے دعوی خلع کا بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جب خلع نہ ثابت ہوا تو عورت کو مال کا
دینا بھی نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مال تھا عوض خلع کے فروع مسائل ملتقطہ شارح کے انکر الخلع او ادعی شرطا او استثناء او ان ما قبضہ من دینہ
او اختلفا فی الطوع والکرہ فالقول لہ زوج نے خلع سے انکار کیا یا خلع میں دعوی شرط کا کیا مثلا یوں کہا کہ میں نے خلع کیا تھا بشرط رضا مندی
اپنے باپ کے یا دعوی استثنا کا کیا یعنے خلع کے ساتھ میں نے انشاءاللہ کہا تھا یا یہ دعوی کیا کہ جو مال کہ لیا وہ اسکو قرض میں سے تھا یعنے
زوجہ قرضدار تھی زوج کی سو زوج نے کہا کہ مجھکو قرض کی بابت زوجہ نے مال دیا نہ بابت خلع کے یا دونوں میں اختلاف پڑا خوشی اور زبردستی میں
زوجہ کہتی ہے کہ مجھسے زبردستی مال کا اقبال کرایا اور زوج کہتا ہے کہ اسنے اپنی خوشی قبول کیا تو ان سب صورتوں میں اگر گواہ نہ ہونگے تو زوج ہی کا قول
لائق اعتبار کے ہوگا ولو قالت کان بغیر بدل فالقول لہا اور اگر عورت یوں کہیگی کہ خلع بلا عوض تھا اور زوج کہتا ہے کہ خلع بعوض تھا تو عورت ہی کا
قول معتبر ہوگا ادعت المہر ونفقۃ العدۃ وانہ طلقہا وادعی الخلع ولا بینۃ فالقول لہا فی المہر ولہ فی النفقۃ دعوی کیا عورت نے مہر اور نفقہ عدت کا

اور یہ دعویٰ کیا کہ مرد نے مجھکو طلاق دی ہے اور مرد نے دعویٰ کیا کہ خلع عوض مہر اور نفقہ عدت کے ہوا ہے اور گواہ کسی کے نہیں تو عورت کا قول مہر میں معتبر ہوگا
اور مرد کا قول نفقہ عدت میں مقبول ہوگا مہر میں عورت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ زوجین میں بقاے مہر اصلی امر ہے اور لائق اعتبار کے قول اُسیکا ہے جو
متمسک ہو اصل کا اور نفقہ عدت میں زوج کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ عورت نفقہ عدت کے استحقاق کی مدعی ہے بسبب طلاق کے اور زوج اسکا منکر ہے اور بحرالرائق میں
کہا کہ یہ دلیل مشکل ہے اسواسطے کہ زوج اور زوجہ استحقاق نفقہ عدت میں متفق ہیں اسواسطے کہ طلاق اور خلع دونوں سے نفقہ ثابت ہوتا ہے تو کیونکر ساقط ہوگا کذا فی
حاشیۃ المدنی خلع امرأتیہ علی عبد قیمتہ قسمت قیمتہ علی مثلیہما خلع کیا مرد نے اپنی دو عورتوں سے ایک غلام پر تو منقسم ہوگی قیمت غلام کی دونوں عورتوں کے
معین مہر پر مثلاً قیمت غلام کی ہے تین سو درم اور ایک عورت کا مہر دو سو درم کا ہے اور دوسری کا ہے سو درم کا تو دو سو درم والی پر دو سو درم لازم ہونگے
اور سو درم والی پر سو درم واجب ہونگے طحطاوی نے کہا یہ قسمت اُس صورت میں ہے کہ وہ غلام کسی اجنبی شخص کا ہو یا دونوں عورتوں کا ہو اور دونوں کے
مہر برابر ہوں اور اگر غلام عورتوں کا ملوک ہو لیکن صفۃ وردوۃ اور دونوں کے مہر بھی برابر ہوں تو قیمت کی تقسیم کی کچھ حاجت نہیں غلام بدلہ خلع کا ہوگا کذا فی
حاشیۃ المدنی خلعتک علی عبد ہی موقوف علی قبولہا ولم یجب شیء بحر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا اپنے غلام پر تو نافذ ہوگا خلع کا عورت کے قبول کرنے پر موقوف
رہیگا اسواسطے کہ خلع بعوض معین چیز کے ہے تو بدون عورت کے قبول کے کیونکر درست ہوگا لیکن عورت کو کچھ دینا لازم نہوگا کذا فی بحرالرائق اسواسطے کہ زوج کو اپنے مال سے
عوض خلع کا اقرار دینا صحیح نہیں و یسقط الخلع فی نکاح صحیح ولو بلفظ بیع وشراء کما اعتمدہ الاتقانی وغیرہ والمبارأۃ ای الابراء من الجانبین کل حق ثابت وقتہا
لکل منہما علی الآخر مما یتعلق وقتہا بالنکاح حتی لو ابانہا ثم نکحہا ثانیا بمہر آخر فاختلعت منہ علی مہرہا برئ عن الثانی لا الاول و المتعۃ کالمہر بزازیہ اور
ساقط کرتا ہے خلع نکاح صحیح میں اگرچہ خلع بلفظ بیع اور شراء کے ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہے غایۃ وغیرہ نے اور ساقط کرتا ہے مبارات یعنے ابراء جانبین اسطرح کہ
عورت کہے کہ مجھکو بری کر اتنے مال پر اور مرد کہے کہ میں نے تجھکو بری کر دیا خلع اور مبارات ساقط کرتے ہیں ایسا حق کہ جو بوقت خلع اور مبارات کے ثابت ہو ہر ایک کا حق
دوسرے پر اُس قسم کا حق جو متعلق ہے اس نکاح سے جسکے بعد خلع ہوا ہے یہانتک کہ اگر عورت کو طلاق بائن دی پھر اُس سے دوسری بار نکاح کیا دوسرا مہر ٹھہرا کر پھر عورت نے
خلع کی خواہش کی تو بوجہ اپنے مہر پر تو زوج بری ہوگا نکاح ثانی کے مہر سے نہ نکاح اول کے مہر سے اور متعہ مانند مہر کے ہے کذا فی البزازیہ ہم یہ جو کہا کہ خلع حق
ثابت کو ساقط کرتا ہے یعنے مہر اور نفقہ اگرچہ ایام گذشتہ کا ہو اور یہ جو کہا کہ ثابت کی قید سے نفقہ عدت اور سکنی نکل گیا کہ یہ خلع سے بدون شرط کرنے کے ساقط
نہیں ہوتا اسواسطے کہ یہ حق خلع کے وقت ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا اور یہ جو کہا کہ وہ حق ثابت ساقط ہوتا ہے جو متعلق ہے نکاح سے تو وہ حق نکل گیا جو بحیثیت نکاح کے
متعلق نہیں چنانچہ ایک کا دین ہو دوسرے پر بسبب قیمت کے یا بسبب قیمت مبیع کے تو ایسا حق خلع سے ساقط نہوگا اور یہ جو کہا کہ متعہ مہر کے مثل ہے اسکی صورت یہ ہے کہ عورت سے
بدون تقرر مہر کے نکاح کیا اور قبل دخول خلع کیا تو متعہ یعنے ایک جوڑا کپڑے کا دینا ساقط ہوگا ہر چند قیاس اسکو مقتضی ہے کہ متعہ ساقط نہو خلع سے مانند نفقہ عدت
کے اسواسطے کہ یہ حق وقت خلع ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا لیکن چونکہ متعہ عوض ہے مہر کا تو جیسے مہر ساقط ہوتا ہے ویسے یہ بھی ساقط ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن
ابی سعود و فیہا اختلعت علی ان لا دعوی لکل علی صاحبہ ثم ادعی ان لہ کذا من القطن صح لاختصاص البرأۃ بحقوق النکاح اور بزازیہ میں ہے کہ عورت نے
خلع کیا اس شرط پر کہ کچھ دعوی نہیں کریگا اپنے ساتھی پر پھر مرد نے دعوی کیا کہ اُسکی یعنے میری اتنی روئی ہے عورت کے ذمہ پر تو یہ دعوی صحیح ہے بسبب مخصوص
ہونے برائت کے ساتھ حقوق نکاح کے یعنے خلع سے حقوق نکاح البتہ ساقط ہوجاتے ہیں اور حقوق الا نفقۃ العدۃ وسکناہا فلا یسقطان الا اذا نص علیہما
فتسقط النفقۃ لا السکنی لانہا حق الشرع اذا ابرأتہ عن مؤنۃ السکنی فیصح فتح وہو مستغنی عنہ بما ذکرنا اذ النفقۃ والسکنی لم یجبا وقتہا بل بعدہا سقوطا
متعلق بنکاح ساقط ہوتے ہیں مگر نفقہ عدت کا اور سکنی عورت کا سو یہ نہیں ساقط ہوتے مگر جبکہ تصریح ہوگئی ہو نفقہ عدت کی نفی پر تو نفقہ عدت کا
ساقط ہوگا نہ سکنی اسواسطے کہ سکنی حق شرع ہے حق تعالی نے فرمایا کہ (لا تخرجوہن من بیوتہن) یعنے نکالو اپنی مطلقات کو اُنکے رہنے کے مکان سے تا انقضاے عدت

تا جبکہ عورت مرد کو بری الذمہ کرے بار برداری اور سکنی کے خرچ سے اسطرح کہ مثلاً دونوں کرایہ کے مکان میں رہتے تھے تو عورت نے اپنے اوپر کرایہ دینا لازم کر لیا یوں بولی
کہ میں اپنا گھر کرایہ کو دونگی یا کہ اپنے مالک کے گھر میں رہتی ہو تو اسطرح صحیح ہوگا کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ سکنی کسیطرح ساقط نہیں ہوتا لیکن کرایہ سکنی کا البتہ ابراء سے ساقط
ہوتا ہو شارح کہتا ہو کہ نفقۂ عدت و سکنی کے استثنا کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہو جبکہ سے باپ یعنی (قولہ ثابت وقتہا بعد قول المصنف کل حق کی ہواسطے کہ نفقہ
و سکنی واجب ہی نہیں وقت خلع اور مبارات کے بلکہ بعد انکے واجب ہوگا یعنی اگر مصنف ثابت وقتہا کی قید لگاتا جیسے شارح نے لگائی ہو تو استثنا کرنے کی کچھ حاجت
نہیں تھی لیکن چونکہ مصنف نے اس قید کو مذکور نہیں کیا تو البتہ استثنا کرنے کی حاجت ہوگی اور بعض حواشی میں یوں ہو کہ قید ثابت کی مصنف کے قول یسقط سے مفہوم
ہوتی ہو ہواسطے کہ امر ثابت ساقط ہوتا ہو نہ کہ امر حادث تو اس توجیہ سے الا النفقۃ الخ استثنا منقطع ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وقیل الطلاق علی مال مسقط للمہر
کالخلع وہو المعتمد کذا ذکرہ البزازی اور قول معتمد یہ ہو کہ طلاق عوض مال کے بھی مہر کو ساقط کرتا ہو مانند خلع کے اور قول معتمد یہ ہو کہ ساقط نہیں کرتا کذا ذکرہ
البزازی و لا یبرا ابدا کی مسئلہ ذکر کیا ہو ضمنی و زوج بری نہیں ہوتا عورت کے اس قول سے کہ خدا تجھکو بری کرے چنانچہ بہنسی نے اسکو ذکر کیا ہو اور اسکا شاگرد
علامہ باقانی اور خیرالدین رملی بھی اسیکے قائل ہیں لیکن تارسی ہدایہ نے اسکے خلاف فتوی دیا ہو اور کہا ہو کہ اس قول سے طلاق واقع ہوگی اور ابرا صحیح
ہوگا اور کاذرونی اسکا تابع ہو گیا ہو اپنے فتاوے میں اور علامہ مقدسی نے کہا کہ ہمارے زمانے میں یہ رائج ہو کہ مرد عورت سے برأت چاہتا ہو سو عورت
کہتی ہو کہ اللہ تجھکو بری کرے اور میں نے لکھدیا ہو کہ یہ برأت صحیح ہو بسبب عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی قاضی آتا طی شرط البرأۃ من نفقۃ الولد ان
وقتا وقتا کسنۃ صح و لزم والا لا بحر وفیہ عن المنتقی وغیرہ لو کان الولد رضیعا صح وان لم یوقتا و ترضعہ حولین بخلاف الفطیم شرط کیا زوج نے خلع
میں اپنا بری الذمہ ہونا اپنے لڑکے کے خرچ سے تو اگر دونوں نے کوئی برأت کی مدت مقرر کی چنانچہ ایک سال کی مدت تو یہ شرط صحیح ہوا اور
عورت پر نفقہ لڑکے کا لازم ہو گیا اور اگر مدت نفقہ کی مقرر نہ کی تو شرط بھی صحیح نہوگی اور عورت پر نفقہ بھی نہ لازم ہوگا کذا فی بحر الرائق اور
منتقی وغیرہ سے منقول ہو کہ اگر لڑکا شیرخوار ہوگا تو شرط برأت کی صحیح ہوگی اگرچہ دونوں نے مدت نہ مقرر کی ہو اور عورت اسکو دودھ پلائے دو برس
اسواسطے کہ شیرخوار میں قرینہ دلالت کرتا ہو کہ مدت رضاعت نفقہ مراد ہو بخلاف اس لڑکے کے جو دودھ چھوڑ چکا ہو کہ اگر اسکی پرورش میں مدت مقرر
نہیں ہوئی تو عورت پر نفقہ لازم نہوگا لیکن خلع صحیح ہوگا بسبب قبول کر لینے عورت کے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو تزوجہا او ہربت او ماتت
او مات الولد رجع ببقیۃ نفقۃ الولد والعدۃ اور اگر خلع کیا عورت سے بشرط برأت نفقہ عدت اور نفقہ ولد کے اور پھر اس عورت سے نکاح کیا کہ عورت
نفقہ رسانی ولد سے بھاگ نکلی یا کہ عورت بعد شرط مذکورہ کے مرگئی یا لڑکا مر گیا تو زوج پھیر لے بقیہ نفقہ ولد اور نفقہ عدت کو در صورت نکاح کر لینے
فقہا مذکورہ کے زوج پر نفقہ عورت کا لازم ہو گیا اور یہاں اگر لڑکے کو بھی اسکے باپ کے مال سے کھلا دیگی لہذا زوج کو جسقدر مدت بعد عدت باقی رہی گی
اتنی مدت کا نفقہ عورت کا اور نفقہ ولد کا پھیر لینا جائز ہو اسواسطے کہ وہ عوض تھا خلع کا اور در صورت ہرب کی بھی بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا اسواسطے کہ عورت نے شرط کو
پورا نکیا ہر سبب یا یہ مراد ہو کہ نفقہ رسانی سے عورت بھاگی کذا فی النہر الفائق یا یہ مراد ہو کہ عورت ناشزہ ہو جاوے یعنی نافرمانی کرے تا کہ نفقہ عدت کا ساقط ہو جاوے
کذا فی البحر الرائق اور در صورت مر جانے عورت کے اسکے ترکہ سے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا شرطت براءتہا اور در صورت مرنے عورت
یا مرنے ولد کے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا مگر اسوقت نہ لے سکیگا جبکہ عورت نے اپنی برأت شرط کر لی ہو یعنی خلع کیوقت عورت نے یہ شرط کر لی ہو کہ میں مر گئی
یا کہ لڑکا مر گیا تو میں بری الذمہ ہوں نفقہ سے ولہا مطالبتہ بکسوۃ الصبی الا اذا اختلعت علیہا ایضا ولو شرطہا فیصح کالنفقۃ اور جس صورت میں
خلع بعوض نفقہ واقع ہوا ہو تو عورت کو جائز ہو کہ پوشاک ولد کی اسکے باپ سے طلب کرے مگر اس صورت میں مطالبہ ہوگا جبکہ عورت نے پوشاک کے عوض بھی خلع کیا
اگرچہ لڑکا شیرخوار رہے تو بھی خلع کرنا بعوض اسکے لباس کے صحیح ہو چنانچہ اجارہ دائی کا طعام و پوشاک پر صحیح ہو حسبنیکہ اجارہ مجہول ہو لیکن منازعت کا باعث

نہیں اسواسطے کہ وہ ان میں بسبب کثرت شفقت ولد کے دائی سے کھانے اور لباس دینے میں تنگی نہیں کرتے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خالعتہ علی نفقۃ ولد
شہر اشلا صح و معتبر فقط البتۃ بالنفقۃ یجبر علیہا وعلیہ الاعتماد فتح اور اگر عورت نے خلع کیا مرد سے اُسکے ولد کے ایک برس کے خرچ پر اور عورت
محتاج ہو گئی تو اسکے ولد کا خرچ مانگا تو مرد سے بزور خرچ دلایا جائیگا اور اسی قول پر اعتماد ہے کذا فی فتح القدیر یعنے چونکہ عورت مفلس ہے تو ولد کے باپ سے حاکم
اسکا خرچ ضروری دلاویگا اور عورت پر ایک مہینے کا نفقہ قرض بنا رہیگا جب اُسکو مقدور ہوگا تو مرد لیگا وفیہ لو تزاحت علی ان تسکتہ الی البلوغ صح
فی الانثی لا الغلام وان تزوجت فلہ اخذ الولد وان اتفقا علی ترکہ لانہ حق الولد وینظر الی مثل امساکہ الکتاب المدۃ فیرجع بہ علیہا اور فتح القدیر میں ہے
کہ اگر عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ ولد کو اپنے پاس رکھیگی اُسکے بالغ ہونے تک تو یہ خلع صحیح ہوگا لڑکی کے حق میں نہ پسر کے حق میں اسواسطے کہ لڑکا
عورت کی صحبت میں تا بلوغ رہنے سے زنانہ ہوجاویگا مردوں کے آداب سے ناواقف رہیگا اور اگر عورت نے نفقہ ولد پر خلع کرکے دوسرے مرد سے
نکاح کیا تو زوج اول کو اپنے لڑکے کا لے لینا ضرور ہے اگرچہ زوج اول اور عورت متفق ہوں عورت کے پاس لڑکے کا رہنے پر بعد نکاح کے تو بھی لینا ضرور ہے
اسواسطے کہ یہ حق ہے ولد کا اور تامل کیا جاویگا اس مدت کے رکھنے کے خرچ میں یعنے مثلاً ایک مہینے کے خرچ پر عورت سے خلع ہوا تھا تو حساب کیا جاوے کہ
باقی جو چند مہینے ہیں ولد کو کھانا کتنا اسپر خرچ ہو تو اسیقدر مال عورت سے زوج اول پھیر لے خلع الاب صغیرتہ بمالہا ومہرہا طلقت فی الاصح کما لو قبلت ہی
وہی ممیزۃ ولم یلزمہم المال لانہ تبرع خلع کیا باپ نے اپنی صغیرہ بیٹی کا اُسکے مال یا اُسکے مہر کے عوض تو اُسپر طلاق واقع ہوگی قول اصح میں چنانچہ طلاق واقع
ہوتی ہے اُس صورت میں کہ اگر صغیرہ تمیز دار ہو اور خلع کو قبول کرے اور مال دینا لازم نہ آویگا نہ باپ پر نہ صغیرہ پر اسواسطے کہ باپ کا خلع کرنا مال پر از قسم تبرع ہے
یعنے فعل غیر ضروری ہے تو معتبر نہ ہوگا وکذا الکبیرۃ الا اذا قبلت فیلزمہا المال وسیطرح اگر باپ نے کبیرہ بیٹی کا خلع کیا تو طلاق واقع ہوگی اور مال دینا لازم
نہ آویگا مگر جبکہ کبیرہ نے مال کا دینا قبول کر لیا ہو تو اُسکو مال کا دینا ہوگا ولا یصح من الام مالم تلتزم البدل اور صحیح نہیں خلع صغیرہ کا ماں کی طرف سے
جب تک کہ ماں اپنے اوپر عوض کے مال کو لازم نہ کرے بسبب عدم ولایت کے علیہ اصلا اور صحیح نہیں خلع کرنا ولد صغیرہ کیطرح یعنی نہ باپ
خلع کرسکتا ہے نہ ماں خواہ اپنے مال سے ہو خواہ صغیرہ کے مال سے اسواسطے کہ وہ غیر طلاق کا مالک نہیں تو ماں یا باپ اُسکے نائب بھی نہیں ہو سکتے کذا فی
حاشیۃ المدنی کما لو خالعت المرأۃ بذلک ای بمالہا او بمہرہا وہی غیر رشیدۃ فانہا تطلق ولا یلزم المال حتی لو کان بلفظ الطلاق یقع رجعیا
فیہما شرح الوہبانیۃ چنانچہ اگر خلع کیا عورت نے بعوض اپنے مال کے یا بعوض اپنے مہر کے اور حالانکہ عورت ہوشیار نہیں یعنی امور دنیاوی میں عاقل ہے تو وہ مطلقہ
ہوگی اور اُسکو مال کا دینا لازم نہ ہوگا یہانتک کہ اگر خلع بلفظ طلاق ہوگا تو دونوں صورتوں میں یعنی درصورت صغیرہ اور نادان ہونے کے طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے
کہ صریح خالی از عوض ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ فان خالعہا الاب علی مال ضامنا لہ ای ملتزما لا کفیلا لعدم وجوب المال علیہا صح والمال علیہ کالخلع من الاجنبی
فالاولی بالسقوط مہرہا لانہ یدخل تحت ولایۃ الاب پھر اگر صغیرہ یا نادان کا خلع کیا باپ نے مال پر خود ضامن ہو کر یعنے مال دینا اپنی ذات پر لازم کرکے
خلع کیا نہ صغیرہ کیطرف سے کفیل ہو کر بسبب نہ واجب ہونے مال کے صغیرہ پر تو اگر باپ نے بالتزام مال خلع صغیرہ کا کیا تو صحیح ہوا اور مال کا دینا باپ پر واجب ہوگا مثل
خلع کرنے اجنبی شخص کے یعنے جیسے اجنبی کا خلع کرنا بالتزام مال صحیح ہوا تو باپ کا خلع کرنا بطریق اولی صحیح ہے یہ مال سقوط مہر صغیرہ کے اسواسطے کہ مہر باپ کی
ولایت میں داخل نہیں ومن حیل سقوطہ ان یحیلہ ببدل الخلع علی اجنبی بقدر المہر ثم یحیل بہ الزوج من لہ ولایۃ قبضہ ذکرہ منلا بزازیۃ اور حیلہ سقوط مہر کا
یہ ہے کہ زوج اور باپ عوض خلع کا اجنبی پر ٹھہرادیں بقدر مہر کے تو اجنبی یہ کہے کہ بدل خلع کا دینا مجھپر لازم ہوا پھر زوج بدل خلع کا حوالہ کرے اسکو جسکو
زوج سے مہر لینے کی ولایت ہے یعنے باپ کو کذا فی البزازیۃ یعنے زوج صغیرہ کے باپ سے کہے کہ تو فلانے اجنبی سے اپنی صغیرہ کا مہر لے تو اسطرح سے صغیرہ کا
مہر زوج سے ساقط ہوگا وان شرطہ ای الزوج الضمان علیہا ای الصغیرۃ فان قبلت وہی من اہلہ بان تعقل ان النکاح جالب والخلع سالب

طلقت بلا شئ لعدم اہلیۃ الغرامۃ وان لم تقبل او لم تعقل لم تطلق وان قبل الاب فی الاصح زیلعی اور اگر زوج نے بدل خلع کی ضمانت صغیرہ پر شرط کی
سو اگر صغیرہ نے خلع قبول کیا اور حالانکہ اسکو لیاقت تھی قبول کرنے کی اسطرح پر کہ وہ اتنا بوجھتی سمجھتی ہو کہ نکاح سے مال حاصل ہوا ہو اور خلع سے زائل ہوتا ہو
تو اسپر طلاق واقع ہوگی مفت اسواسطے کہ صغیرہ قابل تاوان کے نہین اور اگر صغیرہ نے خلع بشرط ضمان نہ قبول کیا یا قبول کیا لیکن اسکو اتنا فہم نہین کہ نکاح سے
مال حاصل ہوتا ہو اور خلع سے نقصان ہوتا ہو تو اسپر طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ اسکے باپ نے قبول کرلیا ہو اسکی طرف سے قول صحیح مین کذا فی شرح الزیلعی
ولو بلغت واجازت جاز قنیۃ اور اگر صغیرہ بالغ ہوئی اور اسنے قبول سابق کو جائز رکھا تو خلع جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر اور قنیہ مین کہا کہ اگر صغیرہ نے
بعد بلوغ کے اپنے باپ کے قبول کو درست رکھا تو جائز ہوگا اور طحطاوی نے کہا کہ یہی احتمال ہو کہ صغیرہ بعد بلوغ کے اپنے قبول سابق کو جائز رکھے کذا
فی حاشیۃ المدنی قال الزوج خلعتک فقبلت المرأۃ ولم یذکرا مالا طلقت لوجود الایجاب والقبول وبرئ عن المہر المؤجل لو کان علیہ الا لکن
علیہ من المؤجل شئ ردت علیہ ما ساق الیہا من المہر المعجل لانہ معاوضۃ فتعتبر بقدر الامکان کہا زوج نے کہ مینے تجھسے خلع کیا سو قبول کرلیا
عورت نے اور دونون نے کچھ مال کو نہ ذکر کیا تو عورت مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے ایجاب و قبول کے اور زوج بری الذمہ ہوگا مہر مؤجل سے اگر مہر مؤجل
ہنوز اسپر ہوگا اور اگر مہر مؤجل سے کچھ نہ باقی رہا ہوگا تو عورت پھیر دیگی اسکو جسقدر کہ مہر معجل زوج اسکو دے چکا ہو اسواسطے کہ یہ مذکور ہو چکا ہے کہ خلع معاوضہ ہو
عورت کی طرف سے تو بقدر امکان معاوضہ معتبر ہوگا خلع المریضۃ یعتبر من الثلث لانہ تبرع فلہ الاقل من ارثہ وبدل الخلع ان خرج من الثلث والا فالاقل
من ارثہ والثلث وان ماتت فی العدۃ ولو بعدہا او قبل الدخول فلہ البدل ان خرج من الثلث وتمامہ فی الفصولین اور خلع بیمار عورت کا معتبر ہوگا اسکے
تہائی مال سے اسواسطے کہ بیماری مین خلع کرنا تبرع ہو اور تبرع صحیح نہین مگر تہائی مال سے تو وراثت اور بدل خلع مین سے جو کمتر ہوگا سو زوج اسکو
پاویگا بشرطیکہ ثلث زیادہ ہو وراثت اور بدل خلع سے اور اگر ثلث زیادہ نہو وراثت اور بدل خلع سے تو وراثت اور ثلث مین سے جو کمتر ہوگا زوج کو
ملیگا یعنے اگر زوج کی ارث کم ہو ثلث سے تو ارث پاویگا اور اگر ثلث کم ہو ارث سے تو ثلث پاویگا یہ اس صورت مین ہو جبکہ عورت عدت مین مرگئی ہو
اور اگر عورت بعد عدت کے مرگئی یا خلع قبل الدخول کے بعد مرگئی تو زوج بدل خلع کا پاویگا اگر بدل کمتر ہو ثلث سے اور اگر بدل ثلث سے کم نہو تو ثلث ہی
پاویگا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہو اختلعت المکاتبۃ لزمہا المال بعد العتق ولو باذن المولی لحجرہا عن التبرع خلع کیا مکاتبہ نے تو
لازم ہوگا اسپر مال بعد آزاد ہونے مکاتبہ کے اگرچہ اسنے خلع مالک کی اجازت سے کیا ہو بسبب ممنوع ہونے مکاتبہ کے تبرع سے یعنے ہنوز مالک نے اسکو
اپنی ملک سے خلاصی نہین کی لہذا اسکو عقود زائدہ غیر ضروریہ جائز نہین ولو امۃ و ام ولد ان باذن المولی لزمہا المال للحال فتباع الامۃ وتسعی
ام الولد والمدبرۃ ولو بلا اذن فبعد العتق اور اگر خلع کیا لونڈی اور ام ولد نے اگر باجازت مالک کے خلع کیا ہو تو ان دونون پر فی الحال مال لازم ہوگا
تو لونڈی بدل خلع کیواسطے بیچ لیجاویگی اور ام ولد اور مدبرہ مزدوری کرکے مال ادا کرینگی اور اگر لونڈی اور ام ولد نے بدون اجازت مالک کے خلع کیا ہو
تو بعد آزاد ہونے کے مال دینا انپر لازم آویگا خلع الامۃ مولاہا علی رقبتہا ان زوجہا حرا صح الخلع مجانا وان زوجہا مکاتبا او عبدا
او مدبرا صح وصارت الامۃ للسید فلا یبطل النکاح خلع کیا لونڈی کا اسکے مالک نے لونڈی کی گردن پر یعنے خود لونڈی کو بدل خلع کا قرار دیا
تو اگر زوج لونڈی کا آزاد ہو تو خلع صحیح ہوگا مفت اور اگر اسکا زوج مکاتب ہو یا غلام ہو یا مدبر ہو تو خلع صحیح ہوا اور لونڈی زوج کے مالک کی مملوک
ہو جاویگی اسواسطے کہ زوج خود مملوک ہو تو نکاح قائم رہیگا باطل نہوگا اسواسطے کہ زوج زوجہ کا مالک نہ ٹھہرا کہ نکاح باطل ہوتا اور بعدم ملکیت غلام اور
مدبر کی ظاہر ہو مگر مکاتب مالک ہوگا زوجہ کا لیکن اسکی ملکیت تام نہین تو نکاح فسخ نہوگا اور بعد آزاد ہونے مکاتب کے زوجہ اسکی ام ولد ہو جاویگی اگر اولاد
ہوگی اور اگر اولاد نہوگی نکاح فسخ ہوکر اسکی لونڈی بن جاویگی تو یہ جو متن مین کہا ہو کہ لونڈی مکاتب کے مالک کی مملوک ہو جاویگی اسصورت مین ہو جبکہ

وہ آزاد نہیں ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی اما الحر فلو ملکہا لبطل النکاح فکان فی تصحیحہ ابطالہ فابطلناہ اختیارا اور زوج آزاد کا تو یہی حال ہے کہ اگر وہ لونڈی کا
مالک ہو نکاح باطل ہو جاتا ہے پھر جب نکاح باطل ہوا تو خلع بھی باطل ہوگا اور جب خلع باطل ہوگا تو لونڈی کا نہ مالک ہوگا تو خلع کی تصحیح میں ابطال خلع کا
ہوگیا کذا فی الاختیار اور حالانکہ یہ باطل ہے لہذا زوج آزاد کی ملکیت باطل ٹھہری تاکہ یہ قباحت لازم نہ آوے کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل متفرقہ شارح کے

قال خالعتک علی الف قال ثلثا فقبلت طلقت ثلثا لان التعلیق بقبولہا کما زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا ہزار پر اسکو تین بار کہا سو عورت نے قبول کیا
تو عورت مطلقہ ہوگی بعوض تین ہزار کے بسبب تعلیق ہونے طلاق کے عورت کی قبول پر یعنی جب زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا ہزار پر تو مطلب یہ ہوا کہ
قبول کر تو تو مختلعہ ہے ہزار پر پھر جب اسکو تین بار کہا تو اخیر میں عورت نے قبول کیا تو تین طلاق کی شرط تعلیق کی پائی گئی یعنی قبول کرنا عورت کا
لہذا تین بار طلاق بعوض تین ہزار کے واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملتقی انت طالق اربعا بالف فقبلت طلقت ثلثا بالف لان المعاملات للتعلیق
ثم تطلق للتعلیق بقبولہا بالف الاربع وفی الملتقی میں ہے کہ زوج نے کہا کہ تو طالق ہے چار بار بعوض ہزار کے سو عورت نے قبول کیا تو اسپر تین بار طلاق واقع ہوگی عوض ہزار کے
اور چوتھی طلاق بسبب نہ ہونے محل کے لغو ہو جاویگی اور اگر عورت نے تین طلاق کو قبول کیا چار طلاق میں سے تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی بسبب تعلیق کرنے زوج کے طلاق کو
عورت کے قبول پر بمقابلہ چار طلاق کے تو گویا زوج نے یوں کہا کہ اگر تو چار طلاق کو بعوض ہزار کے قبول کرے تو تو مطلقہ ہے تو جب چار طلاق کو عورت نے قبول نہ کیا تو شرط
نہ پائی جاویگی انت طالق علی ان تدخلی الدار توقف علی القبول علی ان تدخل الدار توقف علی الدخول قلت فی مطلب الفرق فان ان المفتوحۃ بمعنی المصدر فتقدیرہ زوج نے کہا
کہ تو طالق ہے بشرط دخول دار کے تو موقوف ہوگی طلاق عورت کی قبول پر یعنی بعد قبول کے طلاق واقع ہوگی اگرچہ دخول دار نہ ہوا اور اگر یوں کہا کہ انت طالق علی ان
تدخلی الدار یعنی تو طالق ہے اس شرط پر کہ تو داخل ہو گھر میں تو طلاق موقوف ہوگی دخول پر شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ ان دونوں صورتوں میں جو فرق کیا
گیا ہے اسواسطے کہ ان اور اسکے بعد کا فعل بمعنی مصدر کے ہے تو پہلے مسئلہ میں بھی مصدر ہے یعنی دخول دار دوسرے مسئلہ میں بھی معنوی مصدر ہے پھر کیا وجہ کہ پہلی صورت
میں قبول پر طلاق موقوف ہوا اور دوسری صورت میں دخول پر موقوف تو اسکے جواب میں غور و تامل کرو کہ مصدر صریح اور مصدر مأول میں البتہ فرق ثابت ہے چنانچہ شیخ زادہ محشی
نے شرح ملتقی سے نقل کیا ہے کہ مصدر صریح کا حمل کرنا شخص انسانی پر صحیح نہیں یوں کہنا درست نہیں کہ انت دخولک الدار و اما مأول تو حاجت پڑی تقدیر مضاف
کی یعنی انت طالق علی التزامک دخول الدار تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہے بشرط التزام اور قبول کرنے تیرے کے دخول دار کو لہذا مصدر صریح میں قبول پر طلاق
موقوف ہوگی نہ دخول پر اور مصدر مأول کا حمل کرنا جسم انسانی پر صحیح ہے چنانچہ یوں کہنا درست ہے کہ انت اما ان تدخلی و اما ان لا تدخلی اسواسطے کہ فعل میں
ضمیر موجود ہے کچھ ضرورت تقدیر مضاف کی نہیں تو انت طالق علی ان تدخلی الدار میں حمل صحیح ہے بدون تقدیر مضاف کے تو طلاق دخول پر موقوف ہوگی
نہ قبول پر اسواسطے کہ دخول حقیقۃ مدلول ہے اس لفظ کا اور التزام دخول مجازا ہے اور ترجیح حقیقت کے مجاز کی طرف عدول کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی قال

خلعتک علی احدی بالف وقالت انما سالتک الثلث فلک ثلثہا فالقول لہا زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا ایک طلاق پر بعوض ہزار کے اور عورت نے
کہا کہ میں نے تجھ سے تین طلاق کا سوال کیا تھا تو تجھکو ہزار کی تہائی چاہیے تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی مع الیمین خالعہا علی ان صداقہا لولدہا او لاجنبی
او علی ان تمسک الولد عندہ صح الخلع وبطل الشرط خلع کیا عورت سے اس شرط پر کہ عورت کے مہر کا عورت کا بیٹا مالک ہے یا کوئی بیگانہ شخص مالک ہوگا یا اس شرط پر
خلع کیا کہ عورت لڑکے کو مرد کے پاس رہنے دے تو خلع صحیح ہے اور یہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ خلع اسکو مقتضی ہے کہ دونوں میں کسی کا حق دوسرے پر باقی نہ رہے جملہ
حقوق نکاح کے تو عورت کی بیٹی کو یا اجنبی کو مہر کا مالک قرار دینا یہ شرط فاسد ہے مخالف خلع کے لہذا خلع صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی تو مہر زوج کا ہوگا نہ ولد اور
اجنبی کا اور پرورش طفل کا حق عورت پر شرعا ثابت ہے تو ساقط کرنے سے ساقط نہ ہوگا قالت اختلعت منک فقال طلقتک بانت قیل رجعی عورت نے کہا کہ میں خلع
چاہتی ہوں تجھ سے سو مرد نے کہا کہ میں نے تجھکو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہے اسواسطے کہ تطلیق اختلاع کے جواب میں واقع ہوئی اور اختلاع مقید ہے جدائی کا اور یہ

فتوی دیا ہے امام ظہیر الدین نے اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے اسواسطے کہ اعتبار مرد کے ایقاع کا ہے نہ عورت کی ایقاع کا اور مرد نے بلفظ صریح طلاق دی ہے
تو رجعی ہی واقع ہوگی اور یہ قول ہے قاضی ابو علی نسفی کا کذا فی حاشیۃ المدنی ولا روایۃ لو قالت ابرأتک من المہر بشرط الطلاق الرجعی فطلقہا رجعیا الکنہ الزیادات
انت طالق الیوم رجعیا وغدا اخری رجعیا بالف فالبدل لہا وہما بائنتان لکن یقع غدا بغیر شیء ان لم یعد ملکہا قنیہ میں کہا کہ کوئی روایت نہیں اس
صورت میں کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرط طلاق رجعی کے سو مرد نے اسکو رجعی طلاق دی یعنے اس صورت میں
بائن طلاق ہوگی باعتبار مقابلہ مال کے یا رجعی ہوگی باعتبار ایقاع کے لیکن زیادات میں یوں ہے کہ مرد نے کہا کہ تجھکو آج ایک طلاق رجعی ہے اور کل دوسری
رجعی طلاق ہے عوض ہزار درہم کے تو ہزار درہم بدلا دونوں طلاقوں کا ہوگا اور دونوں طلاق بائن ہونگی لیکن آج ایک طلاق معوض بائنہ کے واقع ہوگی اور کل دوسری
طلاق بدون مال کے واقع ہوگی اگر دوبارہ ملک زوج کی نہ ثابت ہوئی ہو یعنی اگر زوج نے پہلی طلاق کے بعد عورت سے نکاح نکیا تو عورت پر مال نیا لازم ہوگا
اسواسطے کہ مطلقہ بائنہ کا التزام مال صحیح نہیں بسبب باقی رہنے ملکیت زوج کے تو عوض بلا معوض کیونکر ہو اور اگر بعد طلاق کے دوسری بار نکاح کر لیا ہو تو
دوسرے دن دوسری طلاق بعوض نصف باقی کے البتہ واقع ہوگی ہم زیادات سے ثابت ہوا کہ طلاق رجعی بمقابلہ مال کے بائن ہو جاتی ہے تو وہ جو قنیہ میں کہا کہ
مسئلہ مذکورہ میں روایت نہیں سو اسکی روایت بخوبی ثابت ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی فی الظہیریۃ قال الصغیرۃ ان غبت عنک اربعۃ اشہر فامرک بیدک بعد ان تبرئینی
من المہر فوجد الشرط فابرأتہ وطلقت نفسہا لا یسقط المہر ویقع الرجعی اور فتاوی ظہیریہ میں ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ صغیرہ سے کہا کہ اگر میں غائب ہوں
تجھسے چار مہینے تو تجھکو طلاق کا اختیار ہے بعد اس امر کے کہ مجھکو بری الذمہ کرے مہر سے پھر شرط پائی گئی یعنے چار مہینے زوج غائب ہا سو صغیرہ نے
اسکو مہر سے بری کردیا اور اپنی ذات کو طلاق دی تو مہر اسکا ساقط نہوگا اور یہ طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صغیرہ کا ابرا کرنا صحیح نہیں پھر جب
مہر ساقط ہوا تو طلاق بلا مال رجعی ہوگی وفی البزازیۃ اختلعت بمہرہا علی ان یعطیہا عشرین درہما او کذا منا من الارز صح ولا یشترط مکان الایفاء
لان الخلع اوسع من البیع اور بزازیہ میں ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بعوض اپنے مہر کے اس شرط پر کہ زوج اسکو بیس درم دے یا اتنے من چاول
دے تو یہ خلع صحیح ہے اور شرط نہیں مکان معین کرنا واسطے درم اور چاول دینے کے اسواسطے کہ خلع وسیع تر ہے بیع سلم سے یعنے جیسے بیع سلم میں مکان مبیع
لینے دینے کا شرط ہے ویسا خلع میں شرط نہیں قلت ومفادہ صحۃ ایجاب بدل الخلع علیہ فلیحفظ شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ روایت بزازی سے مستفاد
ہوا کہ بدل خلع کا زوج پر بھی واجب ہونا صحیح ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے جب بیس درم زوج پر لازم آگئے تو بدل خلع کا وجوب زوج پر ثابت ہوگیا لیکن یہ اس
صورت میں ثابت ہوگا جب مہر عورت کا بیس درم سے کم ہو اور اگر مہر اسکا زیادہ ہو بیس درم سے تو یہ بدل خلع نہوگا بلکہ استثنا ہوگا بدل خلع سے یا بمقابلہ زوج پر بدل
خلع کا وجوب نہ ہوگا اختلاف فیہ ہو فقہا میں کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ قالت بشرط امساک او بشرط ان یرد الیہا قسمتہا فقبل لم یحرم و بشرط کتبہ امساک
ورد الاقمشۃ فی المجلس اور قنیہ میں ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بشرط اقرار نامہ کے یعنے لکھنا اقرار نامہ کا زوج کے ذمہ پر ہے یا اس شرط پر خلع کی
درخواست کی کہ زوج عورت کی جو اسباب کو پھیر دے سو زوج نے اسکو قبول کیا تو بمجرد قبول کر لینے کے عورت مرد پر حرام ہو جاویگی بلکہ حرام تب ہی ہوگی جب لکھ دینا
زوج کا اقرار نامہ کو اور پھیر دینا اسباب کا اسی مجلس میں مشروط ہے لکھنا و پھیر کہا چونکہ خلع مسقط ہے حقوق کا تو عورت کا مہر اس صورت میں ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الظہار

یہ باب ہے ظہار کا ظہار کو خلع کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ دونوں غالبا عورت کی نافرمانی سے ہوتے ہیں اور خلع کو اسواسطے مقدم کیا کہ اسکی حرمت زائد ہے بسبب
منقطع ہو جانے نکاح کے اور ظہار میں نکاح باقی رہتا ہے ہو لغۃ مصدر ظاہر من امرأتہ اذا قال لہا انت علی کظہر امی ظہار لغت میں مصدر ہے ظاہر کا
عرب (ظاہر من امرأتہ) اسوقت بولتے ہیں جبکہ مرد نے اپنی عورت سے یوں کہا کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ یہ استعارہ ہے واسطے حرمت کے یعنے تو حرام ہے ظہار کے معنی

امت مین ہر جنیدا ور کبھی ثابت ہین لیکن شارح نے بمناسبت مقام اسکو مخصوص ذکر کیا و شرعا تشبیہ المسلم فلا ظہار للذمی عندنا اور اصطلاح شرع مین ظہار
عبارت ہو تشبیہ مسلم سے تو مسلم کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر ذمی کیواسطے ظہار نہین ہمارے نزدیک یعنے حنفیہ کے نزدیک بخلاف مذہب شافعی کے اسواسطے کہ ثمرہ ظہار کا
کفارہ ہو اور کفارہ مین معنی عبادت کے ہین اور حالانکہ عبادت لائق نہین مگر مسلمان کیواسطے اور تشبیہ کی قید سے یون کہنا مرد کا عورت سے کہ تو میری
مان ہو ظہار سے نکل گیا اسواسطے کہ بموجب تصریح قہستانی کے یہ قول باطل ہو اگرچہ اس کلام سے تحریم یا ظہار کا قصد کرے کذا فی حاشیۃ المدنی زوجتہ او کتابیۃ
او صغیرۃ او مجنونۃ تشبیہ مسلم کی اپنی زوجہ کو اگرچہ زوجہ کتابیہ ہو یا صغیرہ یا مجنونہ ہو اسواسطے کہ قرآن مجید مین ثبوت ظہار مین من نسائہم کا لفظ ارشاد ہوا ہو
اور عرف مین نساء رجل اسکی زوجات کو بولتے ہین تو کتابیہ و صغیرہ اور مجنونہ بلکہ غیرہ قولہ سے ظہار صحیح ہوگا بخلاف اپنی لونڈی اور مدبرہ و ام ولد اور مکاتبہ
او اجنبیۃ لیکن اجنبیہ سے بوقت اضافت الی الملک البتہ ظہار صحیح ہو کیونکہ فتاوی عالمگیری مین سراج سے منقول ہو کہ غیر کی لونڈی اور مکاتبہ سے
جبکہ منکوحہ ہو تو ظہار صحیح ہوا او تشبیہ بالعضو یعبر بہ عنہا من اعضائہا او تشبیہ جزء شائع منہا بمحرم علیہ تابیدا بوصف لا یمکن زوالہ یا ظہار عبارت ہو تشبیہ
اس عضو سے جس عضو کو عورت کی تعبیر کیجاتی ہو جیسا کہ سر اور گردن یا ظہار عبارت ہو عورت کے جزء شائع کی تشبیہ سے ساتھ اس شخص کے جو مرد پر ہمیشہ
حرام ہو ایسے وصف کر کہ ممکن نہین زوال اسکا چنانچہ وصف مادری اور خواہری کہ کبھی زوال پذیر نہین خواہ حرمت باعتبار نسب و صہریت کے ہو
خواہ باعتبار رضاعت کے جزء شائع کی مثال جیسے نصف اور ثلث اور ربع خلاصہ یہ ہو کہ محرمات ابدیہ کے ساتھ زوجہ کی تشبیہ دینا یا اسکے اس
عضو کی تشبیہ دینا جو بجائے کل واقع ہوتا ہو یا جزء شائع کی تشبیہ دینا اسکو ظہار کہتے ہین چنانچہ یون کہنا کہ تو میرے نزدیک ایسی جیسے میری مان کی پیٹھ
یا تیری گردن ایسی جیسی میری مان کی پیٹھ یا تیرا نصف بدن ایسا جیسے میری مان کی پیٹھ فخرج تشبیہہا باخت امرأتہ او بمطلقۃ ثلثا وکذا بمجوسیۃ لجواز اسلامہا
فوصف غیر ممکن الزوال کی قید سے اپنی عورت کو سالی کے ساتھ تشبیہ دینا یا مطلقہ ثلثہ کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار کی تعریف سے نکل گیا ہر چند سالی
اور مطلقہ ثلثہ مرد پر حرام ہو لیکن وصف حرمت کا ایسا نہین کہ زائل نہو سکے بلکہ اگر زوجہ مرجائے یا بعد طلاق کے اسکی عدت گذر جائے تو اسکی بہن سے نکاح
جائز ہو اور مطلقہ ثلثہ سے بھی بعد زوج ثانی کے نکاح حلال ہو اور اسیطرح مجوسیہ کیساتھ زوجہ کو تشبیہ دینا ظہار نہین بسبب احتمال اسکے اسلام کے یعنے ہر چند
مجوسیہ مسلم پر حرام ہو لیکن اگر وہ مسلمان ہوجائے تو مرد پر حلال ہوگی تو اسکی بھی حرمت دائمی نہ ٹھہری وقولہ بمحرم صفۃ لشخص المتناول للذکر والانثی
فلو شبہہا بفرج ابیہ او قریبہ کان مظاہرا قالہ المصنف تبعا للبحر اور مصنف کا قول بمحرم صفت ہو شخص مقدر کی جو شامل ہو مرد اور عورت کو تو
مطلب یہ ہوا کہ ظہار عبارت ہو تشبیہ زوجہ سے ساتھ شخص محرم کے تو اگر زوج نے اپنی زوجہ کی تشبیہ دی اپنے باپ کی شرمگاہ سے یا کسی اور
اپنے قریب کی شرمگاہ سے تو زوج مظاہر ہوگا یعنے ظہار کا حکم اسپر لازم آویگا اسواسطے کہ مشبہ بہ عام ہو نساء سے ہو یا رجال سے مان اور باپ
دونون کی شرمگاہ حرمت مین برابر ہین مصنف نے ایسا ہی ذکر کیا ہو اپنی شرح منح الغفار مین بحر الرائق کی پیروی کرکے اور بحر الرائق مین
اس عموم کو محیط سے نقل کیا ہو کذا فی منح الغفار وردہ فی النہر بما فی البدائع من شرائط الظہار کون المظاہر بہ من جنس النساء حتی لو شبہہا بظہر ابیہ
او ابنہ لم یصح لانہ انما عرف بالشرع والشرع ورد فی النساء اور بحر الرائق کے قول کو نہر الفائق مین رد کیا ہو بدائع کی اس عبارت سے کہ ظہار کی شرائط
سے ایک یہ شرط ہو کہ ظہار کا مشبہ بہ جنس نساء سے ہو یہان تک کہ اگر زوج زوجہ کی تشبیہ دیگا اپنے باپ کی پیٹھ سے یا اپنے بیٹے کی پیٹھ سے تو ظہار صحیح
نہین اسواسطے کہ حرمت ظہار کی شرع سے معلوم ہوئی ہو اور شرع کا حکم عورتون مین وارد ہو نہ مردون مین نعم یرد ما فی الخانیۃ انت علی کالدم والخنزیر
والخمر والغیبۃ والنمیمۃ والزنا والربا والرشوۃ وقتل المسلم ان نوی طلاقا او ظہارا فکما نوی علی الصحیح ہان بدائع کے قول پر اعتراض
وارد ہوتا ہو خانیہ کی اس عبارت سے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر ایسی ہو جیسے کہ خون اور سور اور شراب اور غیبت اور چغلخوری اور زنا

اور ربا اور رشوت اور مسلمان کا قتل کرنا اگر مرد نے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوا اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہو بنا بر قول صحیح کے ہم خانیہ کے قول سے ثابت ہوا کہ غیر نسا کی تشبیہ میں بھی ظہار رہتا ہے تو یہ قول بدائع کے مخالف ہوا لیکن بدائع کیطرف سے تین جواب ہو سکتے ہیں جو اول یہ کہ عبارت صاحب بدائع کی یہ ہے کہ تشبیہ مال سے ظہار صحیح نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ دم اور خمر کی تشبیہ سے بھی ظہار نہیں بلکہ ان امور سے اسکی عبارت ساکت ہے جواب ثانی یہ کہ بدائع میں ظہار صریح کا ذکر ہے اور خانیہ میں کنایات ظہار مذکور ہیں تو کچھ مخالفت نہوئی جواب ثالث یہ کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک روایت کو صاحب بدائع نے اختیار کیا اور دوسری روایت کو صاحب خانیہ نے پسند کیا چنانچہ قول اسکا علی الصحیح دو قول ہونے پر دلالت کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی قنیہ و قاضیخان میں مذکور ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھ پر مانند مردار اور خون اور لحم خنزیر کے ہے اسمیں روایات مختلف ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر کچھ نیت نکریگا تو ایلا ہوا اور اگر طلاق کی نیت کریگا تو طلاق ہوگی اور اگر ظہار کی نیت کریگا تو ظہار صحیح نہیں معلوم ہوا کہ روایت قاضیخان کی مخالف ہے خانیہ کے اور موافق ہے بدائع کے واللہ اعلم کانت علی کامی فان نوی بہ ظہار او تشبیہ بلا ام تشبیہ ظہارا و زیادۃ ذکرہ القہستانی معزیا للمحیط چنانچہ صحیح ہے نیت ظہار کی اس قول میں کہ تو میرے نزدیک ایسی ہے جیسے کہ میری ماں اسواسطے کہ ماں کے ساتھ تشبیہ دینے میں اسکے پیٹھ کے ساتھ بھی تشبیہ ہوئی ساتھ زیادتی کے یعنے جب ماں کے ساتھ تشبیہ ہوئی تو اسکی پیٹھ اور باقی اعضا کی بھی تشبیہ ہوگئی چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے محیط کیطرف منسوب کر کے وصح اضافتہ الی ملک او سببہ کان نکحتک فکذا حتی لو قال ان تزوجتک فانت علی کظہر امی مائۃ مرۃ فعلیہ لکل مرۃ کفارۃ تاتارخانیۃ اور صحیح ہے اضافت ظہار کی طرف ملک کے یا اضافت طرف سبب ملک کے اضافت الی الملک سے مراد یہ کہ منکوحہ ہونے کی حالت میں ظہار کرنا اور اضافت الی سبب الملک سے مراد یہ کہ قبل از نکاح بتعلیق نکاح ظہار کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں تجھسے نکاح کروں تو ایسا یہانتک کہ اگر یوں کہیگا کہ اگر میں تجھسے نکاح کروں تو تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ سو بار تو ہر بار کیواسطے ایک کفارہ لازم آویگا کذا فی التاتارخانیۃ وظہارہا منہ لغو فلا حرمۃ ولا کفارۃ بہ یفتی جوہرۃ ورجح ابن الشحنۃ ایجاب کفارۃ یمین اور ظہار کرنا عورت کا مرد سے لغو ہے یعنے اگر عورت اپنے مرد سے یوں کہے کہ تو مجھپر ایسا جیسے میرے باپ کی پیٹھ یا یوں کہے کہ میں تجھپر ایسی ہوں جیسی تیری ماں کی پیٹھ تو اس قول سے حرمت ہوگی اور نہ کفارہ ظہار کا نہ کفارہ یمین کا اسی قول پر فتوی ہے اور ابن شحنہ نے ترجیح دی ہے کفارہ یمین کے واجب ہونے کی یعنے اگر عورت ظہار کریگی تو اسپر کفارہ یمین کا لازم ہوگا نہ کفارہ ظہار کا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہے اور یہی روایت ہے ابو یوسف سے کذا فی حاشیۃ المدنی وہذا ای الظہار کانت علی کظہر امی وانکث کذا او محذوف مثلی کما فی النہر واسک کظہر امی ونحوہ کالرقبۃ مما یعبر بہ عن الکل او نصفک ونحوہ من الجزء الشائع کظہر امی او کبطنہا او کفخذہا او کفرجہا او کظہر اختی او عمتی او فرج امی او فرج بنتی کذا فی نسخ الشرح ولا یخفی ما فیہ من التکرار والذی فی نسخ المتن او فرج ابی بالیاء او قریبی وقد علمت ردہ اور یہ یعنے ظہار کی مثالیں چنانچہ یوں کہنا زوج کا زوجہ سے کہ تو میرے اوپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ یا تیری ماں کی پیٹھ اور اسیطرح اگر لفظ علی کا محذوف ہو جاوے کذا فی النہر الفائق یا یوں کہنا کہ تیرا سر میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہے اور مانند اس لفظ کے چنانچہ گردن یعنے ایسا عضو جو تمام بدن کے مقام پر بولا جاتا ہے چنانچہ عنق یا یوں کہنا کہ تیرا نصف اور مانند اس لفظ کے از قسم جزء شائع یعنے تیرا ثلث یا ربع میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہے یا مانند اسکے پیٹ کے ہے یا مانند اسکی ران کے ہے یا مانند اسکی شرمگاہ کے ہے یا میری بہن کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری عمہ کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری ماں یا بیٹی کی شرمگاہ کے مانند شارح نے کہا کہ اسیطرح لفظ فرج امی کا مصنف کی شرح کے نسخوں میں واقع ہے اور اسمیں جو تکرار ہے سو مخفی نہیں اور جو متن کے نسخوں میں ہے سو بجائے فرج امی کے فرج ابی اور قریبی ہے اور تجھکو اسکا مردود ہونا معلوم ہو چکا ہے نہر الفائق کے کلام سے بنقل روایت بدائع کے یعنے ظہار تشبیہ رجال سے صحیح نہیں خلاصہ یہ کہ جب منکوحہ کو تشبیہ دے محرمات ابدیہ کی ان اعضا سے جنکو دیکھنا اسکو جائز نہیں تو ظہار صحیح ہے تو اگر ہاتھ یا پاؤں کے ساتھ تشبیہ دیگا تو ظہار کا حکم ثابت ہوگا اسواسطے کہ ان اعضا کا دیکھنا محرم کو درست ہے بخلاف پیٹھ اور پیٹ اور ران کے لیصیر بہ مظاہرا بالنیۃ لانہ صریح فیحرم وطیہا علیہ و

ودواعيه للنهي عن الماس الشامل للكل وكذا يحرم عليها تمكينه لايحرم النظر وعن محمد لو قدم من سفر له تقبيلها للشفقة زوج ان الفاظ مذکورہ سے مظاہر ہوجاتا ہو بدون نیت کے اسواسطے کہ یہ صریح ظہار ہو اور صریح محتاج نیت کا نہیں پھر جب زوج مظاہر ہوا تو حرام ہو وطی منکوحہ کی زوج پر اور دواعی وطی کے حرام ہین چنانچہ مساس اور بوسہ بسبب ممنوع ہونے مظاہر کے تماس سے یعنے چھونے اور ہاتھ لگانے سے قال اللہ تعالی من قبل ان یتماسا اور یہ شامل ہو وطی اور اسکی دواعی کو سب کو اور محمدؒ سے ایک روایت یہ ہو کہ اگر مظاہر سفر سے آوے تو جائز ہو اسکو بوسہ لینا عورت کا باعتبار شفقت اور مہربانی کے نہ باعتبار شہوت کے بحر الرائق مین کہا کہ قید سفر کی روایت مین تحسین بعید ہو اسواسطے کہ تقبیل بلا شہوت سفر اور حضر دونون مین مستحب ہو کذا في حاشية المدني حتى يكفر وان عادت اليه بملك يمين او بعد زوج آخر لبقاء حكم الظهار وكذا لو امان مظاہر پر وطی اور اسکے دواعی حرام ہین یہانتک کہ کفارہ دیوے یعنے بدون کفارہ کے وطی وغیرہ حلال نہین اگرچہ عورت دوبارہ آوے مرد کے پاس بملک یمین کے یا بعد زوج ثانی کے اسواسطے کہ باقی رہنے حکم ظہار کے اور یہی حکم اوس کا ہو ملک یمین کی یہ صورت ہو کہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اس سے ظہار کیا پھر اسکو مول لیا یا زوجہ حرہ سے ظہار کیا پھر وہ مرتد ہو گئی اور دار الحرب مین چلی گئی پھر وہان سے گرفتار ہو آئی اور زوج اسکا مالک ہوا اور زوج ثانی کی یہ صورت ہو کہ زوج نے ایک حرہ سے نکاح کیا اور اس سے ظہار کیا پھر اسکو تین بار طلاق دی اور اسنے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد نکاح اور عدت کے زوج اول کے نکاح مین پھر آئی تو ان صورتون مین ظہار کا حکم باقی رہیگا اسواسطے کہ ظہار کی حرمت کی کچھ حد مقرر نہین بدون کفارہ دینے کے وطی اس عورت کی حلال نہین فان وطئ قبله تاب واستغفر وكفر للظهار فقط ولیل علیہ الغیری پھر اگر وطی کی کفارہ دینے سے پہلے تو وہ گنہگار ہوا تو بہ اور استغفار کرے اور فقط ایک کفارہ ظہار کا دے اور قول ضعیف یہ ہو کہ اسپر دوسرا کفارہ بھی لازم ہو جامع ترمذی اور امام مالک کی مؤطا مین ایک ہی کفارہ ثابت ہو کذا في حاشية المدني فلا يعود ولوطيها ثانيا قبلها قبل الكفارة اور دوبارہ عود نہ کرے وطی کیطرف اگر عورت سے وطی کر چکا ہو قبل کفارہ دینے کے اسواسطے کہ حرمت ہنوز قائم ہو وعود المذكور في الآية عزمه على وطئها عزما مؤكدا فلو عزم ثم بدا له ان لايطأها لاكفارة عليه لعدم العود ولو وطئها اي يرجعون عما قالوا فيريدون الوطي قاله الفراء العود الرجوع واللام بمعنى عن اور عود کرنا زوج کا جو آیت قرآنی مین مذکور ہو یعنے ثم يعودون لما قالوا مین سو مراد اس سے عزم مصمم اور قصد مؤکد ہو عورت کی وطی کی استباحت پر سو اگر زوج نے ارادہ وطی کا کیا پھر اسکا قصد وطی سے ہٹ گیا تو اسپر کفارہ نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ عزم مؤکد نہ ہوا تو آیت کا یہ مطلب ہوا کہ پھر پلٹین اپنے قول سے یعنے حرمت منکوحہ سے باز آوین سو ارادہ وطی کا کرین فراء نحوی نے کہا کہ عود بمعنی رجوع ہو اور لام لما قالوا مین بمعنی عن ہو حاصل کلام یہ ہو کہ سبب کفارہ واجب ہونے کا ظہار اور قصد وطی ہو اور کفارہ عود پر اسواسطے مقدم ہوا کہ کفارہ حرمت ثانیہ کا رافع ہو جیسے طہارت قبل ارادہ نماز کے رافع ہو حدث کی وللمرأة مطالبته بالوطي لتعلق حقها به اور جائز ہو عورت کو کہ زوج مظاہر سے طالب وطی کا کرے کفارہ دلا کر بسبب متعلق ہونے عورت کے حق کے ساتھ وطی کے وعليها ان تمنعه من الاستمتاع حتى يكفر وعلى القاضي الزامه به اي بالتكفير دفعا للضرر عنها بحبس او ضرب الى ان يكفر او يطلق اور واجب ہو عورت پر کہ روکے زوج کو وطی اور دواعی وطی سے کفارہ دینے تک اور قاضی پر واجب ہو الزام دینا زوج کا بجہت کفارہ دینے کے تاکہ عورت سے ضرر دور ہو قاضی زوج کا قید کرنا یا مارنا لازم ہو یہانتک کہ کفارہ کرے یا عورت کو طلاق دے فان قال كفرت صدق ما لم يعرف بالكذب سو اگر زوج کہے کہ مین کفارہ دے چکا ہون تو اسکی تصدیق کرنا چاہیے جبتک کہ وہ مشہور بدروغگوئی نہو اور اگر وہ کذاب ہوگا تو بدروغگو ہو تو تصدیق کرنا نچاہیے ولو وقته بوقت سقط بمضیہ اور اگر زوج نے ظہار کو موقت بمیعاد معین مقرر کر دیا تو ظہار ساقط ہو اوس وقت کے گذر جانے سے مثلا ایک مہینے کے لیے ظہار کیا تو مہینے کے اندر اگر وطی کا ارادہ کریگا تو کفارہ لازم ہوگا اور بعد مہینے کے کفارہ ساقط ہو وتعليقه بمشية الله تعالى تبطله بخلاف مشية فلان اور تعلیق کرنا ظہار کا حق تعالی کی مشیت پر ظہار کو باطل کرتا ہو مثلا یون کہنا کہ انت علی کظہر امی ان شاء اللہ ظہار کو باطل کرتا ہو جیسے کہ طلاق کو باطل کرتا ہو بخلاف مشیت فلانے شخص کے یعنے اگر ظہار بمشیت فلان معلق کریگا تو اسکی مشیت سے ظہار صحیح ہو وان نوى بانت علي مثل امي او كامي وكذا لو حذف علي خانية

مراد ہو طلاق قال او ظہار او صحت نیتہ و وقع ما نواہ لانہ کنایۃ اور اگر کسی نے کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کے مانند ہے یا بجائے مثل امی کے کا می بولا اور اصطلاح ہو اگر مثل کا لفظ محذوف کر دیا یعنی یون کہا کہ انت مثل امی تو اگر اس نے اس قول سے تعظیم و بزرگی کی نیت کی یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو صحیح ہے نیت اسکی اور جو نیت کریگا وہی واقع ہوگا اسواسطے کہ یہ قول کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہے نیت کا تو اگر تعظیم کی نیت کریگا تو ظہار اور طلاق کچھ نہ واقع ہوگی اور طلاق کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت سے ظہار و ان لم ینو شیئا او حذف الکاف لغا و تعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ اور اگر اس قول یعنی انت علی مثل امی سے کچھ نیت نہ کی یا کاف کو یا مثل کو حذف کر دیا یعنی یون کہا کہ انت امی تو یہ قول لغو ہوگا اور متعین ہوگا کمتر یعنی تعظیم اور تکریم مراد ہوگی ظہار یا طلاق نہ واقع ہوگی کمتر یعنی وہم ہے اسواسطے مراد ہوا کہ حق الارکان کلام محمول تکرم پر ہے و یکرہ قولہ انت امی و یا بنتی و یا اختی و نحوہ اور مکروہ ہے زوج کا یون کہنا اپنی زوجہ سے کہ تو میری ماں ہے اور یون کہنا کہ تو میری بیٹی اور میری بہن اور مانند اسکے جیسے خالہ اور عمہ کہنا ہر چند اس قول سے ظہار ثابت نہین اسواسطے کہ تشبیہ نہین ہے لیکن مکروہ ہے اسواسطے کہ تشبیہ ہے اور سنن ابی داود مین حدیث مرفوع ثابت ہے کہ جورو کو بہن کہنا ممنوع اور مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ الدنی

و بانت علی حرام کامی صح ما نواہ من ظہار او طلاق و یمتنع ارادۃ الکرامۃ لزیادۃ لفظ التحریم و ان لم ینو ثبت الادنی و ہو الظہار فی الاصح اور اس قول سے کہ تو مجھ پر حرام ہے میری ماں کے مانند جو نیت کہ ظہار یا طلاق کی کریگا تو صحیح ہے اور جائز نہین اس قول سے تعظیم کا ارادہ کرنا بسبب زیادہ ہونے لفظ تحریم کے بخلاف انت علی مثل امی کے کہ اسمین تحریم کا لفظ نہین ہے اگر کچھ نیت نہ کریگا تو ادنی ثابت ہوگا یعنی ظہار قول اصح مین و بانت علی کظہر امی بنیۃ الظہار او الطلاق لا غیرہ لانہ صریح اور اس قول سے کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو ظہار ہی ثابت ہے نہ طلاق نہ تعظیم اسواسطے کہ یہ لفظ صریح ہے ظہار مین تو بدون نیت ظہار کے بھی ظہار ثابت ہوگا اور اگر متکلم طلاق یا ایلا کا ارادہ کریگا تو لغو ہوگا و لا ظہار صحیح من امتہ او نہ ظہار صحیح نہین اپنی لونڈی سے اور نہ ام ولد اور مکاتبہ سے اسواسطے کہ لفظ نسائہم کا جو آیت ظہار مین واقع ہے وہ لونڈی کو شامل نہین اسواسطے کہ عرف مین نساء رجل کی سکی منکوحات کو کہتے ہین نہ لونڈی اور حرم کو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق و لا ممن نکحہا بلا امرہا ثم ظاہر منہا ثم اجازت لعدم الزوجیۃ وقت الظہار اور ظہار صحیح نہین اس عورت سے جس سے نکاح کیا بدون اسکے امر کے پھر اس سے ظہار کیا پھر عورت نے نکاح کو جائز کیا بسبب عدم زوجیت کے یعنے وقت ظہار کے وہ زوجہ نہ تھی اسواسطے کہ اسکو نکاح کی خبر بھی نہ تھی فضولی نے اسکا نکاح کر دیا تھا انتن علی کظہر امی ظہار منہن اجماعا و کفر لکل و قال مالک و احمد یکفیہ کفارۃ واحدۃ کما لایلاء مرد نے کہا اپنی عورتون سے کہ تم مجھپر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پیٹھ تو یہ ظہار ہے سب عورتون سے باتفاق فقہا اسکے اور کفارہ دے مرد ہر عورت کیواسطے اور کہا امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے کہ ایک کفارہ سب عورتون کی حلت کیواسطے کافی ہے مانند کفارۃ ایلاء کے یعنے اگر مرد نے قسم کھائی کہ اپنی عورتون سے صحبت نکرونگا پھر اسنے ایک سے صحبت کی تو ایک کفارہ دینے سے سب عورتین حلال ہو جاوینگی ظاہر من امرأتہ مرارا فی مجلس او مجالس فعلیہ لکل ظہار کفارۃ فان عنی التکرار و التاکید فان مجلس صدق قضاء و الا لا علی المعتمد و کذا لو علقہ بنکاحہا کما عن التاتارخانیۃ ظہار کیا اپنی عورت سے چند بار ایک مجلس یا چند مجالس مین تو واجب ہے اسپر عوض ہر ظہار کے ایک کفارہ پھر اگر مرد نے ارادہ تکرار اور تاکید کا کیا سو اگر چند بار ظہار کو ایک مجلس مین کہا تو باعتبار قضا کے اسکی تصدیق ہوگی اور اگر چند مجالس مین چند بار ظہار کریگا ہے تو قضاء اسکی تصدیق نہوگی لیکن دیانۃ البتہ تصدیق ہوگی بنابر قول معتمد کے اور ایسا ہی حکم ہے اگر تعلیق ظہار کی اجنبیہ کے نکاح پر کی چنانچہ اسکی تصریح فتاوی تاتارخانیہ سے اسی بارہ مین مذکور ہو چکی ہم مصنف نے تصدیق تاکید مین اتحاد مجلس کی قید لگائی اور شارح نے بھی اسکی پیروی کی حالانکہ مصنف کا قول اسکے استاد کی روایت کے مخالف ہے یعنے صاحب بحر الرائق کے بحر الرائق مین یون ہے کہ اگر اپنی عورت سے چند بار ظہار کریگا ایک مجلس مین یا چند مجلس مین تو اسپر عوض ہر ظہار کے کفارہ لازم آویگا مگر جبکہ تاکید کی نیت کریگا پس تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اور ذکر کیا اسکو اسبیجابی وغیرہ اور بعضی کتابون مین ایک مجلس اور چند مجالس مین فرق

کیا ہوا اور معتمد اول ہی قول ہے انتہی مشہورا اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں تفصیل کیا اور ابن عباس کی سیاہی کیطرف منسوب کی ہے اور علامہ اسمٰعیل کا قول بموجب روایت صاحب بحر کے مطلق ہے بلا تفصیل اور فتاوی عالمگیری میں بھی قول صاحب بحر کا اسیطرح منقول ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فرع مسائل ملحقہ شارح کے انت علی کظہر امی کل یوم اتحد و لو الی بقی تجدد و لو قربہا لیلا اگر زوج نے کہا کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ ہر دن تو یہ قول ایک ہی ظہار ہے تو اسپر رات اور دن جماع حرام ہے یہانتک کہ کفارہ دے اور اگر مثال مذکور میں فی کا لفظ لایا یعنے یوں کہا کہ انت علی کظہر امی فی کل یوم یعنی تو مجھپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ ہر دن میں تو ہر روز جداگانہ ظہار ثابت ہوگا پھر جب دن گذر جاویگا تو اس دن کا ظہار باطل ہوگا پھر دوسرے دن آفتاب نکلیگا تو دوسرا ظہار شروع ہوگا لیکن مرد کو صحبت کرنا عورت سے رات میں جائز ہوگا اسواسطے کہ فی ظرفیت کیواسطے موضوع ہے اور ظرف میں معنی شرط کے ہوتے ہیں تو دن کو ظہار ہوگا رات کو کذا فی حاشیۃ المدنی و لو قال کظہر امی الیوم و کلما جاء یوم صار مظاہرا ظہارا آخر مع بقاء الاول اور اگر یوں کہا کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ ہے آج کے دن اور جب دن آوے تو اس صورت میں جب کوئی دن آویگا تو مرد مظاہر ہو جاویگا دوسری ظہار کر یعنی ہر روز جداجدا ظہار ثابت ہوگا باوجودیکہ باقی رہنے ظہار اول کے طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت شارح کی مخالف ہے بحر الرائق کے اسمیں یوں ہے کہ اگر اسطرح کہیگا انت علی کظہر امی الیوم کلما جاء یوم تو مظاہر ہوگا آج کے دن عورت سے اور جب دن گذر جائیگا تو یہ ظہار باطل ہوگا اور رات میں زوج کو قربت کا اختیار رہیگا پھر جب کل کا دن آویگا تو دوسری بار مظاہر ہوگا اسیطرح ہمیشہ تجدد ظہار رہیگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو شارح نے ظہار اول کے بقا کو ذکر کیا سو وہ اس صورت میں ہے جب یوں کہے کہ انت علی کظہر امی کلما جاء یوم تو ظہار روز اول کا منتہی نہوگا باقی رہیگا اور جب دن آویگا تو مرد مظاہر ہوگا دوسری ظہار کہ بغیر کفارہ کے ظہار اول باطل نہوگا کذا فی البحر ناقلا عن شرح تلخیص الجامع الکبیر یعنی معلق بشرط متکرر ہے اور جب ظہار کو شرط متکرر پر معلق کریگا تو ظہار بھی متکرر ہوگا مثلا یوں کہا جب تو گھر میں داخل ہوگی تو تو میرے نزدیک میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہوگی تو جو بار عورت گھر میں داخل ہوگی اتنی بار ظہار ثابت ہوگا تو کفارہ لازم آویگا ہر بار داخل ہونے کے شمار پر و لو قال کظہر امی رمضان کلہ و رجب کلہ اخذ استحسانا و صح تکفیرہ فی رجب لا فی شعبان کمن ظاہر و استثنی یوم الجمعۃ مثلا ان کفر فی یوم الاستثناء لم یجز و الا جاز تاتار خانیہ و بحر اور یوں کہا کہ تو میرے نزدیک ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ رمضان بھر اور رجب بھر تو یہ ایک ہی ظہار ہے باعتبار استحسان کے اور اسیواسطے صحیح ہے کفارہ دینا اس ظہار کا رجب میں نہ شعبان میں اور کفارہ رجب کے ظہار رمضان کو بھی ساقط ہوگا بسبب متحد ہونے ظہار کے چنانچہ ایک شخص نے ظہار کیا اور جمعہ کا دن مستثنیٰ کر لیا یعنے یوں کہا کہ انت علی کظہر امی الا یوم الجمعۃ تو اگر کفارہ دیگا روز استثنا میں یعنے جمعہ میں تو جائز نہوگا اور اگر روز استثنا کے سوا کسی اور دن کفارہ دیگا تو جائز ہوگا

کذا فی فتاوی التاتارخانیہ و البحر فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ظہار میں یہ شرط ہے کہ زوج اہل ہو کفارہ دینے کا تو ظہار ذمی اور صبی اور مجنون کا صحیح نہیں

باب الکفارة

یہ باب ہے کفارہ ظہار کا اختلف فی سببہا و الجمہور علی انہ الظہار و العود و اختلاف علما ہے کفارہ کے سبب میں جمہور علما کا یہ مذہب ہے کہ کفارہ کا سبب ظہار اور عود ہے یعنے عزم وطی اور بعضے علما نے کہا کہ سبب کفارہ کا ظہار ہے اور عود اسکی شرط ہے اور بعضوں نے اسکے بالعکس کہا ہے ہی لغۃ من کفر بمعنی ستر الذنب محاہ کفارہ لغت میں ماخوذ ہے اس فعل سے کہ کفر بمعنی ستر الذنب یہ مستعمل بولا جاتا ہے جب اللہ تعالی گناہ مٹا دے اور کفارہ کو کفارہ اسواسطے کہا کہ گناہ کو مٹا دیتا ہے اور حکم کفارہ کا یہ ہے کہ وہ جیسا قرضا ہو جاتا ہے گرو سیچ اور حصول ثواب ہے بسبب محو سیئات خطاء کے اور کفارہ فی الفور واجب نہیں بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ امر اسکا مطلق ہے تو اگر تاخیر ہوگی اول وقت قدرت سے تو گناہ نہوگا اور تاخیر کے بعد دینا ادا ہوگا نہ قضا اور اگر بدون ادائے کفارہ مر جاویگا تو گنہگار مریگا کذا فی حاشیۃ المدنی و شرعا تحریر رقبۃ قبل الوطی ای اعتاقہا بنیۃ الکفارۃ فلو ورث اباہ ناویا الکفارۃ لم یجز اور کفارہ اصطلاح شرع میں عبارت ہے تحریر رقبہ سے قبل وطی کے اور مراد تحریر رقبہ سے اعتاق رقبہ ہے یعنے گردن آزاد کرنا بہ نیت کفارہ تو اگر اپنے باپ کو وراثت میں پاکر واسطے کفارہ کی نیت کریگا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ جب باپ ملوک اپنے بیٹے کا ہوگا

خود بخود بلا نیت مالک کے آزاد ہو جاویگا تو یہ اعتاق نہیں بلکہ عتق ہے اور تحریر رقبہ عبارت ہی اعتاق سے نہ عتق سے ولو صغیرا رضیعا او کافرا او مباح الدم
اعتاق غلام صحیح ہے اگرچہ غلام صغیر شیرخوار ہو یا کافر ہو یا غلام کا خون حلال ہو گیا ہو اسطرح کہ قاضی نے قصاص میں اُسکے قتل کا حکم دیا پھر اُسکے مالک نے کفارہ
ظہار میں اُسکو آزاد کیا پھر مقتول کے وارثوں نے خون معاف کر دیا تو اُسکے جواز اعتاق میں اختلاف ہے فتح القدیر اور نہایہ میں کہا ہے کہ یہ جائز نہیں اور شرح مبسوط میں
کرخی سے منقول ہے کہ یہ اعتاق جائز ہے واللہ اعلم کذا فی العالمگیریۃ او مرہونا یا غلام مرہون ہو یعنے مالک نے اپنے غلام کو گرو رکھا ہو تو اُسکا آزاد کرنا کفارہ ظہار
درست ہے لیکن جسقدر مال رہن ہوگا اُسکا مالک پر دینا لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع او مدیونا او آبقا علمت حیوتہ او مرتد یا غلام قرضدار
ہو یا کہ غلام بھاگ گیا ہو جسکی زندگی معلوم ہے یا لونڈی مرتدہ ہو ولی المرتد و حربی خلی سبیلہ خلاف اور غلام مرتد اور غلام حربی میں جبکہ مالک نے مطلق العنان
کر دیا اختلاف ہے فقہا کا فتح القدیر میں ہے کہ غلام حربی کا دار الحرب میں آزاد کرنا جائز نہیں اور تاتارخانیہ میں کہا کہ اگر اُسکو دار الحرب میں مطلق العنان
کر دیا تو بعضوں کے نزدیک جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او اصم ان صیح لیسمع والا لا یا غلام بہرا ہو لیکن اگر شور کرنے سے سنتا ہو تو اُسکے آزاد کرنے سے
کفارہ ادا ہوگا اور اگر شور کرنے سے مطلق نہ سنتا ہو تو کفارہ نہ ادا ہوگا او خصیا او مجبوبا او رتقاء او قرناء یا غلام خصی ہو مقطوع الذکر ہو یا لونڈی
جسکی شرمگاہ میں ایسا گوشت زائد یا ہڈی ہو کہ مانع ہو وطی کا تو ایسی لونڈی کا بھی اعتاق کفارہ ظہار میں جائز ہے او مقطوع الاذنین یا غلام کے دونوں کان
کٹے ہوں او ذاہب الحاجبین وشعر لحیتہ و راسہ یا غلام کے دونوں ابرو کے بال و داڑھی اور سر کے بال جاتے رہے ہوں او مقطوع انفا و شفتین ان قدر علی الاکل
والا لا یا غلام ناک کٹا ہو یا اُسکے دونوں لب کٹے ہوں بشرطیکہ کھانا کھا سکتا ہو اور اگر کھا نہ سکتا ہو تو جائز نہیں او اعور او اعمش او مقطوع احدی
یدیہ و احدی رجلیہ من خلاف یا غلام کانا ہو یا چندھا یا اُسکا ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کٹا ہو دوسری طرف سے یعنے داہنا ہاتھ تو بایاں پاؤں
یا بایاں ہاتھ تو داہنا پاؤں اور اگر ایک طرف سے ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوگا تو اُسکا اعتاق کفارہ میں جائز نہیں چنانچہ اُسکا ذکر آگے آویگا او مکاتبا
لم یؤد شیئا و مدبرۃ مولاہ لا الوارث یا غلام مکاتب ہو جسنے بدل کتابت کا ہنوز کچھ ادا نہیں کیا اور مکاتب کو اُسکے مالک ہی نے آزاد کیا ہو نہ مالک کے
وارث نے یعنے اگر مکاتب کے مالک پر کفارہ ظہار تھا اور وہ بدون ادا کے مر گیا پھر اُسکے وارث نے مکاتب کو مورث کیطرف سے بہ نیت کفارہ آزاد کر دیا تو
جائز نہیں کذا یقع عنہا شراء قریبہ بنیۃ الکفارۃ لانہ بصنعہ بخلاف الارث اور اسیطرح ادا ہوتا ہے کفارہ اپنی قرابت دار کے مول لینے سے بہ نیت کفارہ مثلا
مظاہر کا بھائی کسیکا غلام تھا اور اُسنے بہ نیت ادائے کفارہ ظہار اُسکو مول لیا تو کفارہ ادا ہوگا اسواسطے کہ مول لینا اُسکا اختیاری فعل ہے بخلاف ارث کے
کہ وہ فعل اختیاری نہیں یعنی اگر کوئی اپنے قرابتوالے کا وارث ہو گیا اور نیت ادائے کفارہ کرے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ وارث ہونا اختیاری فعل نہیں تو یہ
اعتاق نہوگا بلکہ عتق ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب گذر گیا و اعتاق نصف عبدہ ثم باقیہ عنہا استحسانا بخلاف المشترک کما یجی اور آزاد کرنا اپنے نصف
غلام کو پھر نصف باقی کو کفایت کرتا ہے کفارہ کیجانب سے بدلیل قیاس خفی بخلاف مشترک غلام کے چنانچہ اُسکا ذکر آویگا لا بتحریر فائت جنس المنفعۃ لانہ
ہالک حکما کفایت نہیں کرتا آزاد کرنا اس غلام کا جسکی جنس منفعت فوت ہو گئی ہو یعنے منفعت سمع اور بصر کی اور بولنے اور ہاتھ سے تھامنے اور پاؤں سے
چلنے کی اور عقل کی فوت ہو گئی ہو تو اُسکے آزاد کرنے سے کفارہ نہ ادا ہوگا اسواسطے کہ وہ در حکم میت ہے اور مراد فوت منفعت سے یہ ہے کہ بالکل منفعت فوت
ہو جاوے اور نقصان منفعت کا ادائے کفارہ میں ضرر نکریگا الاعمی و مجنون الذی لا یعقل فمن یفیق یجوز فی حال افاقتہ و مریض لا یرجی برءہ و ساقط الاسنان غلام
مفقود المنفعت جیسے اندھا اور ایسا دیوانہ جو کچھ نہ سمجھتا ہو سو جو دیوانہ کہ کبھی ہوش میں آجاتا ہو تو اُسکا آزاد کرنا جائز ہے ہوشیاری کی حالت میں و ایسا بیمار جسکی
کہ شفا کی امید نہو اور جسکے دانت گر چکے ہوں اسواسطے کہ یہ بلا چبانے پر قادر نہیں و المقطوع یداہ او ابہاماہ او ثلث اصابع من کل ید او رجلاہ او ید و رجل من جانب
اور جائز نہیں وہ غلام جسکے دونوں ہاتھ یا دونوں ہاتھ کے انگوٹھے یا تین انگلیاں ہر ہاتھ کی کٹی ہوں یا دونوں پاؤں یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں ایک طرف سے کٹا ہو اسواسطے کہ

سو تو وہیں تھامنے اور چلنے کی منفعت بالکل مفقود ہو وعتقہ مفلوج کافی اور جس غلام ہو کہ بہری اور بیہوشی غالب ہو کذا فی الکافی ولا یجزی مدبر وام ولد
ومکاتب ادی بعض ما لہ ولم یعجز نفسہ فان عجز فحرر جاز وہی حیلۃ الجواز بعد ادائہ شیئا اور کفایت نہیں کرتا آزاد کرنا مدبر کا اور ام ولد کا اور اُس
مکاتب کا جسنے اپنی کتابت کا کچھ بدلہ ادا کیا ہو اور وہ عاجز نہیں ہو گیا ادائے باقی سے سو اگر عاجز ہو گیا پھر اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا بہ نیت کفارہ
تو جائز ہوا اور یہی عاجزی حیلہ ہو اعتاق مکاتب کا بعد کچھ ادا کرنے کے یعنے جب مکاتب نے کچھ مال ادا کیا ہو اُسکا مالک بہ نیت کفارہ اُسکو آزاد کیا چاہے
تو اُسکی یہی تدبیر ہو کہ مکاتب اپنی عاجزی کو ظاہر کرے وعتاق نصف عبد مشترک ثم باقیہ بعد ضمانہ لتمکن النقصان اور کفایت نہیں کرتا آزاد کرنا
نصف عبد مشترک کا پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد ضامن ہونے اُسکی قیمت کے اسواسطے کہ جم جانے نقصان کے نصف اخیر میں یعنے ایک غلام کے دو مالک
تھے نصفا نصف سو ایک مالک نے بہ نیت کفارہ اپنا آدھا حصہ آزاد کر دیا تو نصف غیر کی مملوکیت میں نقصان ہو گیا یعنے دوسرا مالک اُسکو بیچ نہیں سکتا
لہذا اگر آزاد کرنے والا نصف باقی کی قیمت کا ضامن ہو کر باقی کو آزاد بھی کریگا تو بھی کفارہ ادا نہ ہوگا ہاں اول اپنا حصہ آزاد نکرتا اور نصف
باقی کا ضامن ہو کر کل عبد کو آزاد کرتا تو صحیح ہو و نصف عبدہ عن تکفیرہ ثم باقیہ بعد وطی من ظاہر منہا لان الامر قبل التماس اور کفایت نہیں کرتا اپنے
نصف غلام کو آزاد کرنا بہ نیت کفارہ پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد وطی اُس عورت کے جس سے ظہار کر چکا ہو اسواسطے کہ حکم کفارہ دینے کا قبل وطی وغیرہ کے ہو
اور قبل وطی کے نصف آزاد کیا نہ کل لہذا صحیح نہیں فان لم یجد المظاہر ما یعتق وان احتاج لخدمتہ او لقضاء دینہ لانہ واجد حقیقۃ بدائع فما فی البحر لہ عبد لخدمتہ
لم یجزہ الصوم الا ان یکون زمنا انتہی یعنے العبد لیوافق کلام [illegible] لکنہ یحتاج الی النقل سو اگر ظہار کرنے والا اپنے پاس اُسکو جسکو آزاد کرے نہ پاوے اگرچہ
محتاج ہو غلام کا اپنی خدمت کیواسطے یا اُسکو بیچکر اپنے قرضہ ادا کرنے کیواسطے اسواسطے کہ وہ قادر ہو غلام پر فی الحقیقت کذا فی البدائع تو جو کلام کہ بحر میں ہے کہ
کسی ظہار کرنے والے کا ایک غلام ہو خدمت کیواسطے اُسکو ادائے کفارہ ظہار میں روزہ رکھنا درست نہیں بلکہ اُسی غلام کو آزاد کرے مگر اُسوقت غلام کا آزاد نکرنا اور روزہ
رکھنا درست ہو جبکہ وہ ایسا لنگڑا ہو کہ چل نسکے انتہی کلام البحر یعنی غلام لنگڑا ہو تو اُسکا آزاد کرنا درست نہ ہوگا اور روزہ رکھنا جائز ہوگا شارح کہتا ہے کہ ضمیر
یکون کی عبد کیطرف پھیر کے یہ مطلب جو ہے کہ اسواسطے مذکور کیا تا کہ کلام بحر کا اور فقہا کے کلام سے موافق ہو جاوے اور یہ بھی احتمال ہو کہ ضمیر یکون کی مولی کیطرف
پھیرے تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر مالک لنگڑا ہو تو غلام کو نہ آزاد کرے روزہ رکھے لیکن اس صورت میں نقل روایت کی احتیاج ہوگی یعنے تا وقتیکہ کتب معتبرہ سے نقل صحیح
اسکا بیان ثابت نہو گی احتمال اخیر نامقبول ہو چونکہ عبارت بحر کی بظاہر مخالف تھی بدائع کے لہذا شارح نے اُسکی توجیہ معقول کر دی تا اختلاف مندفع ہو جاوے
ولا یعتبر مسکنہ اور گھر کا معتبر نہیں یعنی اگر ظہار کرنیوالے کا ایسا گھر ہو جسمیں وہ رہتا ہو تو اُسکا بیچنا اُسکی قیمت سے اور کفارہ ظہار کیواسطے غلام کا خرید کرنا ضرور نہیں اسواسطے کہ
مکان ضروریات میں داخل ہو تو اُسپر صوم لازم ہوگا ولو لہ مال علیہ دین مثلہ ان ادی الدین اجزاہ الصوم والا فقولان اور اگر ظہار کرنیوالے کے پاس مال ہو
اور اُسپر اتنا ہی قرض ہو تو اگر قرض ادا کر دے تو اُسکو صوم کفایت کرتا ہو اسواسطے کہ وہ عتاق پر قادر نہیں اور اگر قرض کو ادا نہیں کیا تو اسمیں دو قول ہیں
ایک قول یہ ہو کہ روزہ رکھنا کافی ہو اور دوسرا قول یہ کہ کافی نہیں ولو لہ مال غائب انتظرہ اور اگر اُسکا مال غائب ہو یعنے مثلاً سفر میں ہو تو اُسکے
حصول کا منتظر رہے جب آجاوے تو غلام خریدکے آزاد کرے ولو علیہ کفارتان فی ملکہ رقبۃ فصام عن احدہما ثم اعتق عن الاخری لم یجزہ وبعکسہ جاز اور اگر مرد پر کفارے
ہوں یعنی دو عورتوں سے ظہار کیا ہو اور اُسکے ملک میں ایک ہی غلام ہو سو ایک کفارے سے روزے رکھے اور دوسرے کفارے سے غلام آزاد کیا تو صوم کا کفارہ جائز
نہ ہوگا اسواسطے کہ باوجود قدرت اعتاق کے صوم جائز نہیں لیکن کفارہ عتاق بلا شک صحیح ہو اور بعکسہ جائز ہو یعنی اگر اول آزاد کیا اور دوسرے کفارے میں روزے رکھے تو دونوں
اسواسطے کہ عدم قدرت میں صوم کافی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی صام شہرین ولو ثمانیۃ وخمسین یوما بالہلال والا فستین یوما اگر ظہار کرنیوالا آزاد پر قادر نہو تو دو مہینے
روزے رکھے اگرچہ دو مہینے کے اٹھاون دن ہوں چاند نکلنے سے یعنی اگر پہلی تاریخ سے روزہ رکھا اور وہ مہینہ دوسرا مہینہ دونوں انتیس انتیس دن کا ہو تو اٹھاون دن کے روزے کفایت کرینگے

اور اگر پہلی یا بیچ سے صوم شروع کیا تو دو مہینے کے ساٹھ روزے رکھنا چاہیے ولو قدر علی التحریر فی آخر الیوم الاخیر لزمہ العتق اور اگر قادر ہو گیا غلام
آزاد کرنے پر پچھلے مہینے کے آخر دن میں تو لازم ہوگا اسپر آزاد کرنا یعنے ساٹھویں دن مثلاً ظہر یا عصر کے وقت مظاہر کو مال مل گیا تو کفارہ صوم کا نہ ادا ہوا
اسواسطے کہ اعتبار عجز اول سے آخر تک شرط ہے صوم کی سو یہاں پایا نہ گیا تو یہ صوم اسکا نفل ہو گیا اسپر واجب ہے کہ غلام خرید کر آزاد کرے واتم یومہ ندبا ولا قضاء
لو افطر وان بھاہ نفلا اور پورا کرے صوم کو استحباب کی راہ سے نہ وجوب کی راہ سے اور اگر اس صوم کو توڑ ڈالے تو اسپر قضا واجب نہیں اگرچہ یہ صوم نفل ہو گیا
یعنے ہر چند کہ بظاہر صوم نفل ہے تو قضا واجب ہے لیکن یہ صحیح بات نہیں ہے جو نفل ہو گئے قضا واجب نہیں اسواسطے کہ شروع صوم بقصد نفل تھا لہذا اسکی قضا واجب
والتمام لکن اس صورت میں ہے جبکہ بمجرد قدرت عتاق کے فی الفور صوم کو قطع کر دیا اور اگر بعد قدرت عتاق کے ساعتہ وساعتہ صوم ثابت کیا تو تمام
شروع فی النفل کے ہو گیا اب اسپر تمام واجب ہوگا اور اگر افطار کریگا تو قضا واجب ہوگی چنانچہ کتاب الصوم میں گذر چکا کذا فی حاشیۃ السید فی تقتابعین لیس
لیس فیہما رمضان وایام منہیۃ عنہ صومہا دو مہینے پے در پے لگاتار روزے رکھے وطی وغیرہ سے پہلے ایسے دو مہینے کا صوم جنمیں رمضان اور پانچ دن جنکا صوم
ممنوع ہے نہ واقع ہوں اسلیئے کہ اگر رمضان بیچ میں آ جاویگا تو رمضان کا صوم مقدم ہوگا اور اگر رمضان میں کفارہ کی نیت سے روزہ رکھیگا تو بھی رمضان کا
صحیح ہوگا نہ کفارہ تو صوم کفارہ میں تتابع نہ رہا انقطاع ہو گیا لیکن اگر رمضان میں سفر ہوگا اور روزہ نہ رکھے کفارہ کی نیت کریگا تو البتہ صحیح ہوگا اسیطرح درمیان میں
عید وایام تشریق آ جاویں تو تتابع کا اسیطرح ایام منہیہ کا درمیان میں پڑنا مانع ہے تتابع کا کیونکہ کل صوم شہرین کا بالتتابع ہے اسیطرح حیض میں ہوگا [illegible] شرط ہے رمضان
اور ایام منہیہ کا درمیان میں آنا مانع ہے تتابع کا چنانچہ کفارہ قتل میں اور کفارہ افطار میں اور کفارہ یمین میں [illegible] تتابع مشروط کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
فان افطر بعذر او بغیر عذر استانف لا نقطاع التتابع بخلاف حیض الا الآیسۃ ... اگر افطار کرے ... بسبب عذر یا بغیر عذر کے تو سرے سے صوم رکھے بخلاف حیض کے اسلیئے کہ
حیض کا آنا مانع تتابع کا نہیں کفارہ قتل اور کفارہ افطار میں سو جبکہ عورت ایسے مہینے ... جن میں حیض سے خالی ہوں ... عورت کا سبب حیض منقطع
ہو گیا ہو تو حکم ... کفارہ افطار کا صوم شروع کیا ہو تو اگر اب حیض آ جائیگا تو مانع ہوگا تتابع کا تو اسکو ... کفارہ ظہار میں حیض و نفاس کا
تو ذکر ہی نہیں ... کہ یہ کفارہ صوم مرد کے ... ہے لیکن شارح نے بلحاظ تتابع کے اسکو بھی ذکر کر دیا ... اور حکمہا ای الظہار منہا
ای المظاہر منہا ... اتفاقاً ... صوم کا ... جس سے ظہار کر چکا ہو وطی کرے لیکن اگر
اس عورت کے سوا ... دوسری سے وطی کرے ... رات یا دن کو ... وطی کرے تو بھی صوم کی کفارہ کو مضر نہیں بالاتفاق طرفین اور
ابو یوسف کے نزدیک جیسے وطی کرنا کفارہ قتل میں مضر نہیں ... کذا فی الاختیار وغیرہ وتقییدہ ابن مالک باللیل یا بعد
... فی القہستانی ... اگر وطی کرے ظہار والی عورت سے ... رات کو یا دن کو بالنسیان ... چنانچہ باطلاق صحیح ہے مختار وغیرہ میں
اور قید لگانا ابن مالک کا وطی ... ہے کہ یہ ابن مالک نے کہا ہے کہ اگر رات کو عمداً وطی کرے تو ... کفارہ ... قول خلاف کی
بلکہ عمداً اور سہواً مطلقاً ... کی قید ہے ... کذا فی شرح المجمع اور عبارت ... یہ ہے کہ قید
اتفاقی ہے کذا فی البحر الرائق لیکن شرح قہستانی ... قول ... کہ ... قہستانی نے ... کہ اگر ... عمداً وطی
کرے تو ... صوم کرے چنانچہ نظم ... اور قدوری ... سوا ... دن ہی ہے اور فقط اسیجابی
قول ... ہے ... کہ وطی ... وغیرہ کے کلام میں ... اتفاقی پر محمول ہے چنانچہ صاحب کفایہ اور
... کیا ہو ... صاحب ... القہستانی ... ابن مالک کے موافق ہو گیا اور
... کی عبارت میں قید اتفاقی پر محمول ... استدلال کرتا ہے ... کہ عمداً ونسیاناً دونوں برابر ہیں چنانچہ مختار اور [illegible]

اختیار اور غایۃ البیان اور بحر یا در طلاق صاحب کنز اور شامی ہیں کذا فی حاشیۃ الدر فی استانف الصوم لا الاطعام ان وطیہا فی خلالہ لان ماشرط فیہ فی الاطعام ما تقید بہ فی تحریر صیام یعنی اگر کفارہ ظہار میں بعذر یا بلا عذر روزہ افطار کرے یا ظہار والی عورت سے وطی کرے دو مہینے کے اثنا میں تو سب روزے پھر سے روزہ رکھنا شروع کرے لیکن طعام کا استیناف لازم نہیں اگر درمیان طعام کے اسی عورت سے وطی کرے بسبب اطلاق نص قرآنی کے طعام میں اور مقید ہونے نص کے اعتاق اور صیام میں یعنی حق تعالی نے کفارہ طعام میں قبل مساس کی قید نہیں لگائی اور وطی

مفسد طعام نہیں اور اعتاق اور صیام میں قید لگائی کہ قبل مساس ہونا چاہیے فصوم الصیام تو اثنا میں مساس ہوا والعبد انما یکفر بالصوم لانہ لا یملک کما تقدم الا ان الحر المحجور علیہ لسفہ اور غلام اگرچہ مکاتب یا ایسا غلام ہو جسکا ایک حصہ آزاد کر دیا ہوا اور باقی کے خلاصی کے واسطے اسکے محنت مزدوری کروانا ہوا اور اسیطرح وہ جسکے تصرف مال کو اسکی حماقت کے سبب سے حاکم نے روک دیا ہو بنا بر قول معتمد کے یعنی بموجب قول صاحبین کے لا یجزیہ الا الصوم المذکور غلام وغیرہ کو کفایت نہیں کرتا مگر روزہ مذکور یعنی دو مہینے پے در پے روزے کیونکہ کفارہ ظہار میں وہ جو غلام اور مکاتب اور حر محجور علیہ اور ایسا غلام کہ جو پورا آزاد نہیں اور بسبب عدم قدرت کے اعتاق اور اطعام نہیں ہیں اسلئے غلام مالک نہیں ہے اور دھیان رہے کہ غلام پر نصف عقوبت آدھی ہوتی ہے اور کفارہ بھی عقوبت ہے لازم آیا

کہ کفارہ عبد کا نصف ہو کفارہ حر سے یعنی ایک مہینے کا روزہ غلام کو کفایت کرتا اس سوال کے عذر کا جواب شارح نے اپنے قول میں دیا ولم یتنصف لما فیہ من معنی العبادۃ اور کفارہ غلام کا آدھا نہوا اسواسطے کہ کفارہ میں معنی عبادت موجود ہے یعنی ہر چند کفارہ میں مضمون عقوبت اور معنی عبادت دونوں ہیں لیکن عبادت کا پہلو غالب ہے اسلئے کہ عبادت تنصیف نہیں ہوتی جیسے روزہ اور صلوٰۃ میں اسی طرح کفارات بھی ولیس للسید منعہ منہ اور مالک کو اختیار نہیں غلام کو صوم سے منع کرنے کا اسواسطے کہ یہ حقوق نکاح سے ہے جب مالک نے غلام کو نکاح کی اجازت دی تو اسکے سب حقوق کو اپنے اوپر گویا لازم کر لیا تو ایک یوم کفارہ سے روک سکے ولو وصیایۃ اعتق سیدہ عنہ او اطعم ولو بامرہ لعدم اہلیۃ التملیک الا فی الاحصار فیطعم عنہ المولی فیحل بالقول جوہرہ کفارہ ظہار میں اعتاق اور اطعام غلام کا کفایت نہیں کرتا اگرچہ اسکا مالک اسکی طرف سے آزاد کرے یا طعام کرے اگرچہ غلام کی اجازت سے کیونکہ غلام بسبب عدم قابلیت تملیک کے یعنی غلام اور طعام بدون ملک کے نہیں ہوتا اور غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اگرچہ مالک اسکو تملیک کرے مگر احصار میں غلام مالک ہوتا ہے یعنی اگر غلام باجازت مالک حج کا احرام کرے اور کسی عذر شرعی سے حج کو نہ جا سکے تو مولی اسکی طرف سے طعام کرے یعنی قربانی کا جانور اسکی طرف سے حرم میں بھیجے کہ وہاں ذبح کر کے تصدق ہو جسے علما نے کہا کہ قربانی کا بھیجنا سے لی مستنسبہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ طعام ہے اطلاق طعام کا ارسال قربانی پر غیر مشہور ہے شارح نے مہر ہے مزاج کی پیروی کی ہو فان عجز عن الصوم لمرض لا یرجی برءہ او کبر اطعم ای ملک ستین مسکینا ولو حکما ولا یجزی غیر المراہق بدائع سوا اگر عاجز ہو مظاہر صوم سے بسبب ایسی بیماری کے کہ توقع نہیں اسکی صحت کی یا بسبب پیری کے تو طعام دیوے یعنی طعام کا مالک کرے ساٹھ مسکین کو اگرچہ تملیک ساٹھ مسکین کی حکما ہو اسطرح پر کہ ایک محتاج کو ساٹھ دن یا کرے تو گویا ساٹھ محتاج کو دیا اور کفایت نہیں کرتا طعام غیر مراہق کا کذا فی البدائع یعنی طعام اس صغیر کا جو قریب البلوغ نہیں کافی نہیں کالفطرۃ قدرا ومصرفا او قیمۃ ذلک من غیر المنصوص لان العطف للمغایرۃ ہر مسکین کو دے مانند صدقہ فطر کے مقدار میں اور مصرف میں کما مر فی الزکوۃ یعنے اگر گیہوں دیں تو نصف صاع دے اور اگر جو یا کھجور دے تو پورا صاع دے یا انکی قیمت دے غیر منصوص سے یعنی اگر گیہوں و کھجور اور جو کے سوا اور کوئی اناج دے تو قیمت کا اعتبار ہو تو اگر ربع صاع چاول کا مساوی ہو نصف صاع گیہوں کے تو جائز ہے یا دو صاع باجرا برابر ہوا ایک صاع جو کے یا نصف صاع کھجور کے تو درست ہے اسواسطے کہ عطف کرنا مقتضی کا قیمت کو فطرہ پر مقتضی ہے مغایرت کا تو اگر ربع صاع گیہوں کا برابر ہے نصف صاع کھجور کے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ

اعتبار قیمت کا غیر منصوص میں ہے اور گیہوں اور کھجور تو دونوں منصوص ہیں انمیں اعتبار قیمت کا صحیح نہیں وان اراد الاباحۃ فغداہم وعشاہم او غداہم وعشاہم قیمۃ اعشارا وعکسہ واطعمہم غدائین او عشائین او عشاء وسحورا واشبعہم جاز بشرط ادام فی خبز شعیر وذرۃ لا بر اور کفارہ دینے والا

محتاجون کو تملیک طعام کرے بلکہ ارادہ کرے اباحت طعام کا تو انکو دن چڑھتے اور دن ڈھلتے دو وقت کھلاوے یا دن چڑھتے انکو کھلاوے اور دن ڈھلتے وقت
کھانے کی قیمت دے یا اسکے بالعکس کرے یعنے اول وقت کے کھانے کی قیمت دے اور آخر وقت کھلاوے یا انکو دو روز دن چڑھتے کھلاوے یا دو روز دن
ڈھلتے کھلاوے یا دن ڈھلتے اور سحر کے وقت کھلاوے اور پیٹ انکا بھر دے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ساٹھ محتاجون کو دو وقت آسودہ کر کے کھلاوے تو جائز ہے بشرطیکہ سالن
جو اور جوار کی روٹی کے ساتھ نہ گیہون کی روٹی کے ساتھ یعنے گیہون کی روٹی کے ساتھ سالن کی حاجت نہین کیونکہ بدون سالن بھی آسودگی ہوتی ہے بخلاف
جو اور جوار کے کہ انمین بدون سالن کے پیٹ نہین بھرتا ہے تملیک طعام اور اباحت طعام مین یہ فرق ہے کہ تملیک طعام مین محتاج مالک ہوتا ہے طعام کا جو چاہے سو کرے
اور اباحت طعام مین محتاج مالک نہین طعام کا کچھ اسمین تصرف نہین کر سکتا فقط کھانے کا اسکو اختیار رہا اور اباحت طعام مین مقدار طعام کی کچھ مقرر نہین نصف صاع
آسودہ ہو جاوے خواہ کمتر مین بخلاف تملیک کے کہ نصف صاع سے کم جائز نہین کما جاز لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجة چنانچہ یہ بھی جائز ہے کہ اگر طعام دیوے
ایک محتاج کو ساٹھ دن یہ جائز ہے بسبب تجدد حاجت کے یعنے ہر دن آدمی کھانے کا حاجتمند ہوتا ہے گویا ساٹھ محتاج کو طعام دیا چنانچہ یہ عنقریب گذر چکا ولو
اباحة كل الطعام في يوم واحد اجزاه عن يومه ذلك فقط اتفاقا اور اگر ایک محتاج کو ساٹھ محتاج کا سب کھانا مباح کر دیگا ایک دن مین تو فقط اسی ایک ہی
دن کو کفایت کریگا بالاتفاق یعنے مظاہر پر ساٹھ محتاج کا طعام دینا اور واجب ہے وكذا اذا ملكه الطعام بدفعات في يوم واحد على الاصح ذكره الزيلعي
لفقد التعدد حقيقة وحكما اور اسیطرح جبکہ ایک محتاج کو مالک طعام کا کرے چندبار ایک دن مین بنابر قول اصح کے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے یعنے ایک دن مین ایک شخص کو
ساٹھ بار دینا کفایت نہین کرتا اسسبب سے کہ نہ تعدد حقیقی اور نہ حکمی ہے نہ ساٹھ محتاج کو دیا کہ تعدد حقیقی ہوتا نہ ساٹھ دن ایک محتاج کو دیا کہ تعدد حکمی ہوتا امر غيره ان يطعم عنه
ظهاره ففعل الغير ذلك صح وهل يرجع ان قال على ان ترجع رجع وان سكت ففي الدين يرجع اتفاقا وفي الكفارة والزكوة لا يرجع على المذهب امر کیا مظاہر نے
کسی غیر آدمی سے کہ مظاہر کیطرف سے کفارہ ظہار کا طعام دیوے سو غیر آدمی نے جب اسکے امر کے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے یعنے کفارہ مظاہر کا ادا ہو گیا اور
غیر آدمی بقدر طعام کے مظاہر سے پھیر سکتا ہے یا نہین جواب یہ ہے کہ اگر مظاہر نے امر کے وقت یون کہا تھا کہ مجھسے لے لیجیو تو پھیر لیوے اور اگر مظاہر چپ رہا تھا تو دین
یعنے ادائے قرض مین بالاتفاق پھیر لیوے اور کفارہ اور زکوة مین مذہب کی بنا پر ظاہر یہ ہے کہ نہ پھیرے وصحت الاباحة بشرط الشبع في طعام الكفارات سوى القتل و
في الفدية لصوم وجناية حج چنانچہ صحیح ہے مباح کرنا طعام کا بشرط آسودگی کے اور کفارون کے طعام مین سوا کفارہ قتل کے کہ کفارہ قتل مین طعام کا حکم
نہین اباحت صحیح ہے فدیہ صوم اور فدیہ جنایت حج مین ہم فدیہ صوم شیخ فانی پر ہے عوض ہر روز کے نصف صاع ہے حالت تملیک مین اور بقدر سیری کے حالت اباحت مین اور
جیسے بعد احرام کے سر منڈایا یا کوئی اور ممنوع کام کیا تو اس شے کے عوض چاہے ذبح کرے چاہے نصف صاع محتاج کو دے یا اسکو پیٹ بھر کھلاوے یا تین روزے رکھے و
جاز الجمع بين اباحة وتمليك اور جائز ہے جمع کرنا درمیان اباحت اور تملیک کے چنانچہ عنقریب گذرا کہ ساٹھ محتاج کو ایک وقت کھلاوے اور دوسرے وقت کے کھانے کی قیمت دے
یا تیس محتاجون کو بطور اباحت کے کھلاوے اور تیس کو نصف نصف صاع گیہون تملیک کرے دون الصدقات والعشر صدقات اور عشر مین یعنی زکوة اور صدقہ فطر اور عشر مین
اباحت صحیح نہین بلکہ تملیک انمین ضرور ہے والضابط ان ما شرع بلفظ الاطعام والطعام جاز فيه الاباحة وما شرع بلفظ الايتاء والاداء شرط فيه التمليك اور قاعدہ کلیہ جواز اباحت
اور عدم اباحت کا یہ ہے کہ جو بلفظ اطعام اور طعام مشروع ہے تو اسمین اباحت جائز ہے اور جو بلفظ ایتا اور اداء مشروع ہے تو اسمین تملیک مشروط ہے تو کفارہ ظہار اور
کفارہ یمین اور کفارہ افطار اور کفارہ صید مین قرآن مجید مین اطعام اور طعام کا لفظ ارشاد ہوا ہے اور طعام عبارت ہے تمکین سے یعنے طعام پر محتاج کو قادر کر دینا
خواہ اباحت ہو خواہ تملیک اور زکوة وغیرہ صدقات مین لفظ ایتا اور اداء وارد ہوا اور ایتا اور اداء بمعنی دینے کے ہے لہذا انمین تملیک شرط ہے اباحت کافی نہین
حرر عبدين عن ظهارين من امراة او امراتين ولم يعين صح عنهما وكذا لو صام اربعة اشهر او اطعم مائة وعشرين فقيرا
لاتحاد الجنس مظاہر نے آزاد کیا دو غلامون کو دو ظہار سے خواہ دونون ظہار ایک عورت سے کیے ہون یا دو عورتون سے اور مظاہر نے معین نہ کیا

فرق درمیان اباحت و تملیک

کسی ایک غلام کو کسی ایک ظہار کے واسطے نیت میں تعیین نہ کی کہ یہ غلام اول ظہار کے واسطے ہوا اور دوسرا غلام ثانی ظہار کے لیے ہو تو یہ اعتاق دونوں ظہار کی طرف سے صحیح ہوا اور اسی کے مثل ہے صحت میں یہ کہ کفارہ چار مہینے کا دو ظہاروں سے ادا کیا یا ایک ساٹھ مسکین فقیر کا دو ظہاروں سے بسبب اتحاد جنس کے یعنے دونوں ظہار ہیں چونکہ متحد الجنس ہیں لہذا نیت تعیین کی کچھ حاجت نہیں بدون نیت تعیین بھی صحت حاصل ہے بخلاف مختلف الاجناس یعنی کل کا صحیح بخلاف مختلف جنس کے چنانچہ کسی شخص پر کفارہ ظہار اور کفارہ یمین اور کفارہ قتل ہوا اور وہ تین غلام کو بلا نیت تعیین آزاد کرے تو صحیح نہ ہوگا قہستانی کہ ہر غلام کو ہر کفارہ کے واسطے نہ مقرر کریگا اسواسطے کہ یہ کفارات مختلف الجنس ہیں یہ اعتاق صحیح نہیں مگر اس طرح پر کہ ہر غلام کے اعتاق کے ساتھ ایک کفارہ کی نیت کرے تو صحیح ہے ہر چند اسمیں بسبب تمام لینے ظہار یا یمین کے منع جہالت اور دفع ابہام نہیں لیکن اتنی جہالت مضر اعتاق نہیں کذا فی البحر اور طحطاوی نے کہا کہ یہی ہے درست تاویل کلام شارح سے کہ ہر غلام سے ہر کفارہ کی نیت ایسے سو مراد نہیں بلکہ یہی مراد ہے جو مذکور ہو چکی اسواسطے کہ منح الغفار میں بعینہ یہ مصرح ہے اگر آزاد کریگا ہر غلام ایک کفارہ کی نیت کرکے بلا تعیین ظہار یا یمین تو جائز ہوگا بالاجماع کذا فی حاشیۃ المدنی وان حرر عنہما رقبۃ واحدۃ او صام عنہما شہرین صح عن واحد بعینہ وان وطی التی کفر عنہا دون الاخری اور اگر دو غلام کو ایک ظہار سے آزاد کیا یا دو ظہار سے دو مہینے روزے رکھا تو یہ اعتاق اور صوم صحیح ہوگا ایک ظہار سے جسکو مظاہر مقرر کیلے یعنے مظاہر کو اختیار ہے کہ اس اعتاق یا صوم کو اول ظہار یا ثانی کا کفارہ قرار دے اور مظاہر کو وطی عورت کی درست ہے جسکے ظہار کا کفارہ دیا نہ دوسری عورت کی و عن ظہار وقتل لا یصح لما مر بخلاف ما لو تحریر کافرۃ فتصح عن الظہار استحسانا لعدم صلاحیتہا للقتل اور اگر ایک غلام آزاد کیا کفارہ ظہار اور کفارہ قتل سے تو یہ اعتاق صحیح نہیں کسی کفارہ سے قہستانی کہ کافر غلام کو آزاد کرے اور جب کافر غلام کو آزاد کریگا تو یہ اعتاق صحیح ہوگا کفارہ ظہار سے لیکن استحسان بسبب عدم صلاحیت قبۃ کافرہ کیواسطے کفارہ قتل کے یعنے کفارہ قتل میں غلام مسلم کا آزاد کرنا شرط ہے تو اعتاق کافر کا ظہار ہی کیواسطے خاص ہو جاویگا اسواسطے کہ ظہار میں اعتاق مسلم اور کافر دونوں کا درست ہے ہم کفارہ ظہار اور کفارہ قتل میں اعتاق عبد مسلم بلا تعیین نیت اسواسطے صحیح نہیں کہ دونوں کفارہ مختلف الجنس ہیں تعیین نیت ضروری ہے چنانچہ اسکا بیان سابق میں ہو چکا اطعم ستین مسکینا کل صاع عن ظہارین لا یصح عن واحد منہا کذا فی فتح القدیر و فی نسخ الشرح عن ظہارین لم یصح الا عن واحد منہما فالمحرر وجہ الکمال طعام ساٹھ محتاج کو ہر ایک کو ایک صاع گیہوں یکبارگی دو ظہار کیطرف سے خواہ ایک عورت سے دو ظہار کیے ہوں یا دو عورتوں سے چنانچہ سابق میں ذکر ہو چکا تو یہ صحیح ہوگا ایک ظہار کیطرف سے اسیطرح لفظ صح کا ہے مصنف کی شرح کے نسخوں میں اور ان متن کے نسخوں میں جو شرح سے علیحدہ ہیں لم یصح کا لفظ ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ ہر محتاج کو ایک صاع گیہوں کا دینا دو ظہار کیطرف سے صحیح نہیں بلکہ ایک ظہار سے درست ہے یہ قول امام محمد کے اور ایک دونوں ظہار کیطرف سے صحیح ہے اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر میں ہم ترجمہ میں گیہوں کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ اختلاف شیخین اور محمد کا ایک صاع گیہوں اور دو صاع جَو اور کھجور میں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی تا قلا عن البحر اور شارح نے یکبارگی کی قید اسواسطے زیادہ کی کہ اگر ایک صاع گیہوں دو بار کر کے محتاج کو دیگا تو بالاتفاق دونوں ظہار کیطرف سے جائز ہوگا کذا فی منح الغفار نا قلا عن الکافی لیکن دو بار دونوں میں دینے سے کہ ایک دن میں ایک بار دینا ایک محتاج کو کفایت کرتا چنانچہ مذکور ہو چکا و عن افطار و ظہار صح عنہما اتفاقا والاصل ان نیۃ التعیین فی جنس المتحد سببہ لغو و فی المختلف مفید اور اگر ساٹھ محتاج کو ہر محتاج کو ایک صاع گیہوں یا یکبارگی کفارہ ظہار اور کفارہ ظہار کی نیت سے تو صحیح ہوگا دونوں کفارہ سے بالاتفاق شیخین اور محمد کے اور اصل یہ ہے کہ جنس کا کہ متحد ہو اسمیں تعیین کی نیت لغو ہے اور جنس مختلف میں تعیین کی نیت مفید ہے لغو ہونے کا سبب یہ ہے کہ اتحاد جنس کا عبارت ہے اتحاد سبب سے اور اختلاف جنس عبارت ہے اختلاف سبب سے تو وہ کفارہ ظہار کے متحد الجنس ہیں اسواسطے کہ انکا سبب ایک ہی ہے یعنے ظہار تو وہ کفارہ ظہار میں جب تعیین نیت لغو ہوئی تو مطلق نیت باقی رہی لہذا اسکو اختیار ہے کہ جس ظہار کیواسطے چاہے مقرر کرے اور روزہ کفارہ ظہار اور افطار کے مختلف الجنس ہیں اسواسطے کہ ہر ایک کا سبب مختلف ہے تو اسمیں تعیین نیت لغو نہیں بلکہ مفید ہے معتبر ہو لہذا دونوں صحیح ہیں فرع مسائل شتی قال الشارح المعتبر فی الیسار والاعسار وقت التکفیر مقدور اور افلاس میں کفارہ دینے کا وقت معتبر ہے یعنے وقت وجوب

کفارہ معتبر نہیں بلکہ کفارہ دینے کے وقت مقدور ہو تو روزہ رکھنا جائز نہیں اگرچہ وقت وجوب کفارہ وہ مفلس تھا اور اگر کفارہ دینے کے وقت مفلس ہو تو روزہ

رکھنا درست ہے اگرچہ وقت وجوب کفارہ کے اسکو مقدور تھا اطعم ستة وعشرين في يوم لم يجز الا عن نصفه لا الاطعام فيعيد على ستين منهم غداء وعشاء ولو في يوم آخر

للزوم العدد مع المقدار کھانا کھلایا ایک سو بیس محتاج کو ایک دن میں ایک وقت تو کفایت نہ کریگا مگر نصف الطعام سے تو دوبارہ کھانا کھلاوے انہیں سا ٹھ محتاج کو

خواہ دن چوتھے کھلاوے یا دن بیشتے اگرچہ دوسرے دن کھلاوے تو بھی درست ہے اعادہ طعام ضروری ہے بسبب لازم ہونے شمار کے ساتھ مقدار کے یعنے اباحت طعام میں

ساٹھ محتاجوں کا شمار اور دو وقت کھلانے کی مقدار لازم ہے تو ساٹھ محتاجوں کا شمار ایک سو بیس کے ضمن میں تو البتہ پایا گیا لیکن مقدار طعام یعنی دو وقت کھلانا

نہ حاصل ہوا لہذا ساٹھ محتاج کو ایکبار اور کھلانا لازم ہوا ولم يجز اطعام فطيم ولا شبعان اور کفارہ ظہار میں جائز نہیں کھانا کھلانا اس لڑکے کا جو دودھ چھوڑ دیگا

اور شکم سیر کا ہے یہ مضمون مکرر ہوگیا اسواسطے کہ اسی باب میں بدائع سے مذکور ہوچکا کہ اطعام غیر مراہق جائز نہیں تو سمیں دودھ چھوٹنے والا لڑکا بھی داخل

تھا اور یہ بھی مذکور ہوچکا ہے کہ محتاجوں کا پیٹ بھر دینا مشروط ہے حالانکہ شکم سیر میں یہ حاصل نہیں تو اسکا کھلانا بھی جائز نہیں

باب اللعان

ابتداء اللعان

یہ باب ہے لعان کا هو لغة مصدر لاعن كقاتل من اللعن وهو الطرد والابعاد وسمي به لا بالغضب للعنة نفسه قبلها والسبق من اسباب الترجيح لعان

باعتبار لغت کے مصدر ہے لاعن کا جو قاتل کے ہموزن ہے یعنے لعان باب مفاعلت کا مصدر ہے لعن سے مشتق ہوا اور لعن عبارت ہے ہانکنے اور پھٹکارنے

اور دور ڈالنے سے یعنے رحمت الٰہی یا مراتب الصالحین سے دور کرنا اور لعان مسمی بہ لعان ہوا نہ بغضب یعنے باعتبار لعنت اور غضب دونوں کے لعان نام رکھا گیا

بسبب لعنت کرنے مرد کے اپنی ذات کو قبل عورت کے اور سبقت ترجیح کی راہ ہے یعنے حکم لعان کا اول ہلال بن امیہ کے حق میں اترا حق تعالیٰ فرماتا ہے سورہ نور میں کہ جو

لوگ کہ اپنی ازواج کو زنا کا عیب لگاویں اور نکو گواہ نہ ہوا انکی ذات کے تو عیب لگانے والا اللہ کے نام کی چار گواہی دے کہ وہ شخص سچا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اللہ کی لعنت

اسپر اگر وہ جھوٹا ہو اور عورت یاروں ٹلتی ہے کہ وہ بھی چار بار اللہ کے نام کی گواہی دے کہ مقرر یہ آدمی جھوٹا ہے اور پانچویں بار یوں کہے کہ اللہ کا غضب اسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا

وشرعا شهادات اربعة كشهود الزنا مؤكدات بالايمان اور لعان باعتبار اصطلاح شرع کے عبارت ہے چار گواہیوں سے مانند شہود زنا کے ایسی گواہیاں

جو مؤکد اور مستحکم ہوں قسموں سے اسواسطے کہ لفظ اشهد کا مشابہ یقین اور قسم کے ہے چنانچہ اسکو فقہانے کتاب الشہادۃ میں ذکر کیا ہے اور درر المنتقی میں کہا

کہ کوئی ایسی گواہی نہیں جو جانب ہی سے مقدور ہے مگر لعان اور قسامت میں کذا في حاشية المدني مقرونة شهادته باللعن وشهادتها بالغضب لانهن يكثرن اللعن

فكان الغضب اردع لهن پانچویں گواہی مرد کی مقرون بلعنت ہے اور عورت کی پانچویں گواہی مقرون بغضب ہے عورت کو لفظ غضب کا اسواسطے مخصوص ہوا

کہ عورتیں اپنی گفتگو میں اپنے اوپر اور غیر پر لعنت بہت کیا کرتی ہیں اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کی عادت ہوئی اس سے وحشت اور خوف کم ہوجاتا ہے تو غضب کا لفظ

انکے واسطے زیادہ تر زجر اور خوف کا باعث ہوگا قائمة شهاداته مقام حد القذف في حقه وشهاداتها مقام حد الزنا في حقها اي اذا تلاعنا سقط

حد القذف وحدها حد الزنا لان الاستشهاد بالله مهلك كالحد بل اشد مرد کی گواہیاں قائم مقام ہیں حد قذف کے اسکے حق میں اور عورت کی گواہیاں قائم مقام

حد زنا کے اسکے حق میں یعنی جبکہ دونوں نے باہم لعنت کی تو مرد سے حد قذف کی یعنے تہمت زنا لگانے کی ساقط ہوگئی اور عورت سے زنا کی حد ساقط ہوئی اسواسطے کہ

جھوٹ میں خدا کو گواہ پکڑنا مہلک ہے مثل حد کے بلکہ حد سے بھی سخت تر ہے اسواسطے کہ صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ جھوٹی قسم ملک کو اجاڑتی ہے بلکہ حد سے بھی زیادہ سخت تر ہے

اسواسطے کہ حد سے فقط دنیا میں تکلیف ہے اور جھوٹی قسم سے دنیا اور آخرت دونوں میں تکلیف ہے وشرطه قيام الزوجية وكون النكاح صحيحا لا فاسدا اور شرط

لعان کی قیام زوجیت ہے اور نکاح کا صحیح ہونا نہ فاسد ہونا تو مطلقہ ثلاثہ اور مطلقہ بائنہ اور منکوحہ بنکاح فاسد کو قذف لعان کا موجب نہیں بسبب عدم زوجیت اور عدم صحت

نکاح وسببه قذف الرجل زوجته قذفا يوجب الحد في الاجنبية وصفته انه لا نماء عن القذف فقذفها شرط الا ان سبب لعان کا تہمت لگانا ہے مرد کا اپنی زوجہ کو

ایسی تہمت کہ اگر بیگانی عورت کو ویسی ہی تہمت لگاوے تو مرد پر حد واجب ہو یعنے عورت آزاد مسلمان پاکدامن ہو حرام کاری سے اور مرد کو دعوی پر گواہ نہوں
اور عورت منکر ہو تہمت سے غرض مخصوص بشرائط مذکورہ واسطے ہونے کہ تہمت اسی پر لگی ہو تو شروط وصفات کہ اُسکے واسطے ہو چکا ہے و رکنہ شہادات مؤکدات
بالیمین اللعن اور لعان کا رکن گواہیاں ہیں جو موکد بقسم ولعن ہوں **وحکمہ حرمۃ الوطی والاستمتاع بعد التلاعن ولو قبل التفریق بینھما لحدیث**
المتلاعنان لا یجتمعان ابدا اور لعان کا حکم حرمت وطی اور استمتاع اور باہم لعنت کرنے کے بعد اگرچہ قبل تفریق زوجین کے ہو یعنے بعد تلاعن کے وطی اور مساس
حرام ہے اگرچہ حاکم نے ہنوز حکم جدائی کا نہ دیا ہو اور احکام لعان سے وجوب تفریق ہے اور واقع ہونا طلاق بائن کا بعد تفریق کے اور وجوب نفقہ اور سکنی کا عدت تک دارقطنی
نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ المتلاعنان اذا تفرقا لا یجتمعان ابدا یعنی جب زوجین لعان کرنے والے
جدا ہوں تو مجتمع نہوں گے حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد میں کچھ ضرر نہیں یعنی ہر چند قوی نہیں لیکن لائق عمل کے ہے اور حضرت عمر اور علی
اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے عبدالرزاق نے روایت کی کہ یہ سنت جاری ہے کہ لعان کرنے والے کبھی مجتمع نہوں یعنی جب لعان کی حقیقت پر
اصرار کریں تو بالاتفاق انہیں اتفاق کا ہے نہیں ہو سکتا اور اگر بعد لعان کے اپنی تکذیب کی ہے تو بعد طلاق بائن واقع ہونے کے امام اعظم اور محمد کے نزدیک باہم نکاح
درست ہے اور امام ابی یوسف اور امام شافعی کے نزدیک حرمت دائمی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **واھلہ من ھو اھل للشھادۃ علی المسلم** اور اہل لعان کا وہ ہے جو مسلمان پر گواہی
دینے کا اہل ہو یعنی مسلمان بالغ عاقل آزاد تو غلام اور کافر اور لڑکا اور دیوانہ لائق لعان کے نہیں **فمن قذف بصریح الزنا فی دارالاسلام زوجتہ الحیۃ بنکاح صحیح ولو فی**
عدۃ الرجعی العفیفۃ عن فعل الزنا وتھمتہ بان لم توطأ حراما ولو مرۃ بشبھۃ ولا بنکاح فاسد ولا لھا ولد بلا اب جس نے عیب لگایا صریح زنا کا دارالاسلام میں اپنی زندہ زوجہ
جو کہ منکوحہ ہو نکاح صحیح اگرچہ طلاق رجعی کی عدت میں عیب لگایا ہو اپنی زوجہ کو جو پاکدامن ہو فعل زنا سے اور تہمت زنا سے عفت رکھتی ہو اس طرح پر کہ اس سے کسی
حرام وطی نہ کی ہو ایکبار بھی بسبب شبہہ ملت کے اور نکاح فاسد سے اور تہمت زنا اس طرح کہ عورت کا بیٹا ہے باپ کا نہو [illegible] مذکور سے معلوم ہوا کہ کنایات زنا
اور تعریض فی دارالحرب سے اور قذف مردہ عورت سے اور قذف غیر عفیفہ اور زندہ سے لعان ساقط ہو **وصلحا لاداء الشھادۃ علی المسلم فخرج نحو قن وصبی**
ودخل الاعمی والفاسق لانھما من اھل الاداء اور زوج اور زوجہ صلاحیت رکھتے ہوں مسلم کی شہادت پر تو اس قید سے غلام اور صغیر نکل گیا اور داخل
ہوگیا اس قید میں اندھا اور مسلمان فاسق اسواسطے کہ دونوں اہل ہیں ادائے شہادت کے **او من نفی نسب الولد منہ او من غیرہ** یا جس نے نسب ولد کی اپنے سے
نفی کی ہو اور اپنے غیر سے یعنے یوں کہا ہو کہ یہ لڑکا زنا کا ہے میرا نہیں اور نہ اسکے زوج سابق کا **وطالبتہ بہ او طالبہ الولد المنفی بما یجب بالقذف وھو الحد**
عند القاضی [illegible] **فان تقادم الزمان لا یبطل الحق فی قذف وقصاص وحقوق عباد** [illegible] اور مطالبہ کیا ہو زوجہ نے زوج کا
یا مطالبہ کیا ہو اس سے ولد منفی النسب نے اسکا جو قذف سے واجب ہوتا ہے یعنے عورت یا مرد نے قاضی کے پاس حد قذف کا مطالبہ کیا ہو اگرچہ مطالبہ
[illegible] اور گذر گئے مدت دراز کے ہو اسواسطے کہ حد قذف حق انسان ہے تو عورت کے عفو سے عفو نہیں ہوتا اور مدت کا گذر جانا بھی مبطل مطالبہ نہیں ہے کہ زیادہ
مدت گذرنا حق کو باطل نہیں کرتا قذف اور قصاص اور حقوق عباد میں کذا فی الجوھرۃ اور لعان میں مطالبہ اسواسطے مشروط ہوا کہ اگر عورت مطالبہ نکریگی تو
لعان واجب نہ ہوگا اسواسطے کہ لعان حق ہے عورت کا تا کہ اپنی ذات سے دفع عار کرے **والافضل لھا الستر وللحاکم ان یامرھا بہ** اور بہتر ہے عورت کو پردہ پوشی اور حاکم کو چاہیے کہ
عورت کو پردہ پوشی کا حکم کرے یعنے عورت کو پردہ پوشی مناسب ہے تا کہ بدکاری مشہور نہو **ولاعن خبر لمن ادعی ان قذفہ بالزنا وثبت قذفہ بحجۃ بان اقر بہ**
او بینۃ [illegible] **اللعان** لفظ لاعن کا خبر ہو من قذف کی یعنی جو اپنی زوجہ کو بشرائط مذکورہ عیب لگائے تو وہ لعان کرے اگر ایسے قذف کا مقر
یا اسکا قذف گواہی سے ثابت ہو گیا ہو پھر اگر مرد بعد قذف کے منکر ہو گیا ہو اور عورت کے پاس گواہ نہوں تو مرد سے قسم لیوے گی اور لعان کی [illegible]
الدعوی میں آویگا **فان ابی حبس حتی یلاعن او یکذب نفسہ فیحد للقذف** سو اگر زوج لعان سے انکار کرے تو قید کیا جاوے یہاں تک کہ لعان کرے یا [illegible]

ذات کو جھٹلاوے پھر جب اپنی دروغگوئی کو ظاہر کرے تو اسکو حد قذف کی ماری جاوے یعنے اسی کوڑے فان لاعن لاعنت بعد لانه المدعی فلو بدأ
بلعانها اعادت فلو فرق قبل الاعادة صح لحصول المقصود سو اگر زوج لعان کرے تو زوجہ اسکی بعد لعان کرے اسواسطے کہ زوج مدعی ہے تو اسکو تقدیم
چاہیے پھر اگر قاضی پہلے عورت سے لعان کرائے تو بعد لعان زوج کے عورت دوبارہ لعان کرے تاکہ ترکیب مشروع متحقق ہو سو اگر قاضی تفریق کردے
دونوں میں قبل اعادہ عورت کے تو صحیح ہے بسبب حاصل ہونے مقصود کے یعنے تلاعن مقصود تھا سو حاصل ہو چکا کذا فی الاختیار ولو ابت حبست حتی تلاعن او تصدقه
فیندفع اللعان اور اگر عورت بعد لعان مرد کے لعان سے انکار کرے تو قید کیجاوے یہاں تک کہ لعان کرے یا زوج کی تصدیق کرے پھر جب زوج کی تصدیق کرے گی
تو اس تصدیق کے سبب سے زوجہ لعان کرنا دفع ہوگا ولا تحد وان صدقته اربعا لانه لیس باقرار قصدا اور عورت پر حد زنا ماری جاویگی اگرچہ مرد کی چار بار
تصدیق کرے اسواسطے کہ تصدیق اقرار زنا نہیں قصدًا بلکہ مقصود عورت کا تصدیق مرد ہے تاکہ اسکو لعان نہ کرنا پڑے ولا ینفی النسب لانه حق الولد فلا
یصدقان فی ابطاله اور جبکہ مرد نے قذف بنفی ولد کیا اور عورت نے مرد کی تصدیق کی تو نسب ولد کی نفی نہوگی اسواسطے کہ نسب حق ہے لڑکے کا تو
زوجین کی تصدیق نہوگی اسکے ابطال حق میں تو لڑکا زوجین ہی کا ٹھہریگا ولو امتنعا حبسا وحمل فی البحر علی ما اذا التعن المرأة اور اگر بعد لعان کے زوجین
لعان سے انکار کیا تو وہ دونوں قید کیے جاوینگے اور محمول کیا ہے صاحب بحر الرائق میں اس حالت پر کہ عورت نے قذف کو معاف نہ کر دیا ہو تو بعد معافی کے
وہ دونوں چھوڑ دئیے جاوینگے لیکن عورت کو حق مطالبہ ثابت رہیگا چنانچہ مذکور ہو چکا واستشکل فی النهر حبسها بعد امتناعه لعدم وجوبه علیها حینئذ اور مشکل جانا ہے نہر الفائق
میں حبس عورت کو بعد امتناع زوج کے بسبب نا واجب ہونے لعان کے عورت پر اسوقت میں یعنے جب زوج لعان سے باز رہا تو زوجہ پر لعان ہی واجب نہیں تو اسوقت
اسکی حبس کی کیا وجہ فلا حد اشکال نهر الفائق کا یہ ہے کہ یہ جو بحر الرائق وغیرہ میں مذکور ہے کہ زوجین امتناع لعان سے محبوس ہونگے اسکا کیا معنی ہے کہ کیا وجہ
اسواسطے کہ بدون لعان زوج کے زوجہ پر لعان واجب نہیں شیخ محشی رحمتی نے اس اشکال کا یوں جواب دیا کہ امتناع زوجین سے یہ مراد نہیں کہ دونوں آن واحد میں
امتناع کیا تا دونوں کا حبس ساتھ ہی لازم آوے اور اشکال مذکور وارد ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر پہلے مرد نے عند طلب لعان انکار کیا تو محبوس ہوگا اور طلب لعان زوج بعد قذف
کیے اور زوجہ بعد لعان زوج کے واذا لم یصلح الزوج شاهدا لرقه او کفره وکان اهلا للقذف ای بالغا عاقلا ناطقا حد لان الاصل ان اللعان اذا سقط لمعنی
من جهته فان القذف صحیحا حد والا فلا حد ولا لعان اور جبکہ زوج لیاقت نہ رکھتا ہو شاہد ہونے کی بسبب غلام ہونے یا کافر ہونے کے اور ہو اہل قذف کا یعنے بالغ اور عاقل اور
بولتا ہو تو اسپر قذف کی حد ماری جاوے اور اصل اسکی یہ ہے کہ جب لعان ساقط ہو مرد کیطرف سے کسی علت سے تو اگر قذف صحیح ہو یعنے شروط قذف کی جامع ہو تو مرد کو
حد ماری جاویگی اور اگر قذف کی شروط کامل نہیں چنانچہ زوج صغیر ہو یا دیوانہ ہو یا گونگا ہو تو حد ہو نہ لعان وان صلح شاهدا والحال انها ممن لم تصلح ومن لا یحد
قاذفها فلا حد علیه کما لو قذفها اجنبی ولا لعان لانه خلف للحد ولهذا الباب ... اور اگر زوج لیاقت شاہد ہونے کی رکھتا ہو اور
حالانکہ زوجہ لائق گواہی کے نہیں یعنے صغیرہ ہو یا دیوانی ہو یا عیب لگانے کی بدکاری کی ہو اور ایسی زوجہ نہیں جسکے عیب لگانے سے قاذف پر حد ماری جاوے
یعنے عفیفہ نہیں تو ایسی عورت کے عیب لگانے سے زوج پر حد نہیں چنانچہ اگر اجنبی آدمی ایسی عورت کو عیب لگاویگا تو اسپر بھی حد نہیں تو زوج پر چنانچہ حد
نہیں ویسے لعان بھی نہیں اسواسطے کہ لعان قائم مقام حد کے ہے پس جب حد نہیں تو اسکا قائم مقام بھی نہیں لیکن زوج کو تعزیر دیجاویگی اسواسطے کہ سب کا ... یعنے
تعزیر اسواسطے ہے کہ گالی دینا اور عیب لگانا موقوف ہو جاوے شارح کہتا ہے یہ قول مصنف کا یعنے عدم حد و لعان تصریح ہے اسکی جو اسکے قول سابق سے مفہوم ہو چکا تھا
یعنے من تقذف وجبته بالعفیفة ویعتبر الاحصان عند القذف فلو قذفها وهی امة او کافرة ثم اسلمت او عتقت فلا حد ولا لعان بلکہ اور معتبر ہو محصنہ
ہونا زوجہ کا نزدیک قذف کے تو اگر قذف کیا زوج نے زوجہ کا اور حالانکہ وہ لونڈی یا کافرہ تھی پھر کافرہ مسلمان ہو گئی اور لونڈی آزاد ہو گئی تو زوج پر نہ حد ہو
نہ لعان کذا ذکرہ الزیلعی اسواسطے کہ لونڈی اور کافرہ کی قذف سے حد ہو نہ لعان اور بعد مسلمان اور آزاد ہونے کے زوج سے قذف صادر نہیں تاکہ حد ہو یا لعان ولو سقط اللعان

بعدہ جو ہو بالطلاق البائن ثم لا یعود وتزوجہا بعدہ لان الساقط لا یعود اور لعان ساقط ہوتا ہے بعد وجوب لعان کے بسبب طلاق بائن کے یعنے بعد قذف کے
لعان مرد پر واجب تھا پھر اُسنے زوجہ کو طلاق بائن دی تو لعان کا حکم ساقط ہو گیا پھر لعان عود نکریگا اُسکے نکاح کر لینے سے بعد طلاق کے اسواسطے کہ جو چیز ساقط
ہو گئی وہ نہیں پھرتی یعنے بعد قذف کے جب طلاق بائن دی تو لعان ساقط ہو گیا اسواسطے کہ زوجیت قطع ہو گئی پھر بعد طلاق بائن کے اگر اُس سے نکاح کریگا تو
بھی حکم لعان عود نکریگا وکذا یسقط بزناہا ووطیہا بشبہۃ وبردتہا ولا یعود ولو اسلمت بعدہ اور اسیطرح ساقط ہوتا ہے لعان عورت کے زنا سے اور اسکی دھوکے کی
وطی سے اور اسکے مرتد ہونے سے اور عود نہیں کرتا لعان اگر عورت مسلمان ہو جاوے بعد اسکے ویسقط بموت شاہد القذف وغیبتہ اور ساقط ہوتا ہے لعان شاہد قذف
کی موت سے اور اُسکے غائب ہو جانے سے یعنی اگر بعد گواہی دینے کے شاہد مر جاویں یا غائب ہو جاویں تو لعان ساقط ہو ولا یسقط لو عمی الشاہد او فسق او ارتد اور ساقط نہیں ہوتا
لعان اگر اندھا ہو جاوے شاہد یا فاسق یا مرتد ہو جاوے ولو قال لہا وہی زوجتہ زنیت وانت صبیۃ او مجنونۃ وہو ای الجنون معہود فلا لعان لاسنادہ لغیر محلہ اور اگر زوج نے
کہا اپنی زوجہ سے کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی اور حالانکہ جنون اُسکا معلوم ہے تو لعان نہیں ہے اسلئے کہ منسوب کیا زنا کو بغیر اُسکے محل کے یعنے
لڑکپن اور جنون ایسی حالت نہیں جو قابل ہو قباحت زنا کا بخلاف زنیت وانت ذمیۃ او امۃ منذ اربعین سنۃ وعمرہا اقل منہا فانہ یلاعن
لاقتصارہ فتح بخلاف اس قول کے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو ذمیہ یا لونڈی تھی یا کہ تو نے زنا کیا چالیس برس کی ابتدا سے اور حالانکہ عمر زوجہ کی
چالیس برس سے کم ہو مثلاً بیس یا تیس برس کی ہو اسواسطے کہ اب دونوں لعان کرینگے اسواسطے کہ اقتصار کرتا ہے زوج کے قذف کے وقت پر کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ زنا قبل ولادت
عورت کے متصور نہیں فقط قذف نہ سمجھا گیا تو چالیس برس کا ذکر لغو ہو گیا تو فقط لفظ زنیت کا باقی رہگیا اور یہ موجب ہے لعان کا کذا فی حاشیۃ المدنی وصفتہ ما نطق
النص الشرعی بہ من کتاب وسنۃ اور صفت لعان کی وہ ہے جسکو قرآن اور حدیث ناطق ہے جسکا طریقہ لعان کا یہ ہے کہ قاضی زوجین کو باہم روبرو کھڑا کرے اور اول زوج سے
کہے لعان کر تو زوج چار بار یوں کہے کہ میں اللہ کے نام پر گواہی دیتا ہوں کہ میں سچا ہوں اسکی طرف زنا کی نسبت کرنے میں اور پانچویں بار یوں کہے کہ خدا کی لعنت مجھ پر اگر
میں جھوٹا ہوں اسکی طرف زنا کی نسبت میں اور ہر بار عورت کیطرف اشارہ کرتا جاوے پھر عورت چار بار یوں کہے کہ میں اللہ کے نام کی گواہی دیتی ہوں کہ وہ جھوٹا ہے میری طرف
زنا کی نسبت کرنے میں اور پانچویں بار یوں کہے کہ اللہ کا غضب اسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو عورت کیطرف زنا کی نسبت کرنے میں اور جاننا اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ لعنت
دو قسم ہے ایک یہ کہ رحمت الٰہی سے دور ہونا اسی لعنت کا فروں کو مخصوص ہے مسلمانکو حق میں ہر گز جائز نہیں دوسری قسم یہ ہے کہ درجات ابرار اور مراتب صالحین سے دور ہونا
سو یہی دوسری قسم مراد ہے کتاب اللعان میں کذا فی حاشیۃ المدنی فان التعنا ولو اکثرہ بانت بتفریق الحاکم الذی وقع اللعان عندہ
ویفرق وان لم یرضیا بالفرقۃ یعنے پھر اگر لعان کیا دونوں نے اگرچہ چار بار نہیں بلکہ اکثر بار یعنی تین بار لعان کیا تو عورت بائن ہو گی یعنی نکاح ٹوٹ جاویگا
بسبب جدا کر دینے حاکم کے یعنے فقط لعان سے بدون تفریق حاکم کے جدائی نہوگی لہذا دونوں باہم وارث ہونگے قبل تفریق اس حاکم کے جسکے سامنے لعان واقع ہوا اور
اور حاکم جدائی کروا دے اگرچہ دونوں جدائی سے راضی نہوں اسواسطے کہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ لعان کرنے والوں میں ملاپ نہیں کیا جاوے گا ولو زالت
اہلیۃ اللعان بما یرجی زوالہ کجنون فرق والا لا اور اگر بعد لعان قبل تفریق کے اہلیت لعان کی زائل ہو گئی تو اگر زوال اہلیت کا ایسی چیز سے ہوا ہے
کہ اسکا دور ہونا متوقع ہو جیسا کہ جنون تو حاکم دونوں کو جدا کر دے اور اگر زوال اہلیت کا متوقع الزوال نہیں جیسا کہ زوج نے اپنے تکذیب کی یا دونوں میں سے
کسی نے دوسری عورت کو عیب لگایا اور اسپر قذف کی حد واقع ہوئی یا زوجہ سے کسی نے حرام وطی کی یا زوجین میں سے کوئی گونگا ہو گیا تو ان صورتوں میں حاکم
زوجین میں تفریق نکرے بسبب باقی نرہنے اہلیت لعان کے کذا فی البحر الرائق ولو تلاعنا فغاب احدہما ووکل بالتفریق فرق تاتارخانیۃ ومفادہ انہ اذا لم یوکل
ینتظر اور اگر دونوں نے لعان کیا پھر ایک اُنمیں سے غائب ہو گیا قبل تفریق کے اور کسیکو اپنا وکیل کیا تفریق کیواسطے تو حاکم حکم تفریق کا کر دے کذا فی
التاتارخانیہ اور اس قید سے مستفاد ہوا کہ اگر غائب کسیکو وکیل اپنا نکر جاوے تو واسطے حکم تفریق کے حاکم انتظار کرے غائب کے آنے کا اسواسطے کہ قضا علی الغائب صحیح نہیں

اور یہ تقریر صاحب نہر الفائق کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فلو لم یفرق الحاکم حتی عزل او مات استقبله الحاکم الثانی خلافا لمحمد رحمہ اللہ تعالیٰ پھر اگر بعد لعان کے
حاکم نے تفریق نہ کی یہاں تک کہ حاکم معزول ہو گیا یا مر گیا تو دوسرا حاکم اپنے روبرو دوسری بار لعان کراوے اور تفریق کرے یعنے حاکم ثانی کو لعان اول پر تفریق کرنا
جائز نہیں بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک اعادہ لعان شرط نہیں تو بدون اعادہ بھی تفریق جائز ہے کذا فی الاختیار ولو اخطأ الحاکم ففرق بینهما بعد وجود
الاکثر من کل منهما صح ولو بعد الاقل لا یعنی مرتا او مرتین لا اور اگر چوک گیا حاکم سو اُسنے تفریق کر دی دونوں میں بعد وجود اکثر لعان کے ہر ایک سے یعنی تین تین
بار کے بعد حاکم نے تفریق کر دی تو صحیح ہے اسواسطے کہ اکثر بجائے کل ہے اور اگر حاکم چوک گیا اور بعد کمتر لعان کے یعنے ایکبار یا دو بار کے بعد تفریق اُسنے کر دی تو یہ تفریق
صحیح نہیں اسواسطے کہ اقل کالعدم ہے ولو فرق بعد لعانه قبل لعانها نفذ لانه مجتهد فیه تاتارخانیة وقیده فی البحر بغیر القاضی الحنفی اما هو فلا ینفذ اور اگر تفریق کر دی
حاکم نے بعد لعان شوہر کے قبل لعان زوجہ کے تو یہ تفریق نافذ ہو گی کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ اس مقام میں اختلاف مجتہدین ہے یعنے ہر چند
امام اعظم کے مذہب میں تفریق قبل لعان زوجہ کے جائز نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر الفائق اور بحر الرائق کے اندر اس میں قید لگائی ہے غیر
قاضی حنفی کی یعنے اگر حنفی مذہب کے سوا قاضی شافعی مذہب قبل لعان زوجہ تفریق کا حکم کریگا تو یہ تفریق نافذ ہو گی خواہ جس میں حنفی ہوں یا شافعی اور اگر حنفی
مذہب قاضی بھی تفریق کریگا تو نافذ نہو گی اسواسطے کہ مقلد قاضی کا حکم اپنے امام کے مخالف نافذ نہیں ویحرم وطیها بعد اللعان قبل التفریق ولها النفقة
والعدة اور حرام ہے وطی زوجہ کی بعد لعان قبل تفریق حاکم کے بموجب اس حدیث کے جو مذکور ہو گئی یعنے متلاعنین میں اجتماع نہیں اور نفقہ عورت کی عدت کا
مرد پر لازم ہے بسبب وجوب عدت کے وان قذف الزوج بولد حی نفی الحاکم نسبه عن ابیه والحقه بامه بشرط صحة النکاح وکون العلوق فی حال یجری فیه اللعان
حتی لو علق وهی امة او کتابیة فعتقت او اسلمت لا ینتفی لعدم التلاعن اور اگر عیب لگایا زوج نے اپنی زوجہ کو زنا وہ ولد کی نفی کرکے تو حاکم ولد کے نسب کو
اُسکے باپ سے نفی کرے اور اُسکی ماں سے اُسکو ملادے بشرط صحت نکاح کے اور ہونے علوق ولد کے اس حال میں جسمیں لعان جاری ہو سکتا ہے یہاں تک
کہ اگر نطفہ ولد کا ٹھہرا جبکہ زوجہ لونڈی تھی یا کتابیہ تھی پھر وہ آزاد ہو گئی یا مسلمان ہو گئی تو اس صورت میں ولد کی نفی نہو گی بسبب عدم تلاعن کے ہم صحت
نکاح اور حریت اور اسلام لعان کی شرطیں ہیں پس نفی ولد کی تو نکاح فاسد میں نفی ولد سے لعان نہوگا اور نسب کی بھی نفی نہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا
عن النهر والبحر اما شروط النفی فستة مبسوطة مذکورة فی البدائع وجی اور نفی ولد کی شرطیں تو چھ ہیں تفصیل مذکور ہیں بدائع میں اور کچھ شرطیں نفی ولد کی اسی باب میں
مختصر بیان ہو چکی ہم شروط مذکورہ کا ذکر بالاجمال یہ ہے پہلی شرط تفریق حاکم دوسری قرب ولادت تیسری عدم اقرار نسب صراحۃ یا دلالۃ چوتھی حیات ولد جنکا مسئلہ
سابقہ میں اسکی تصریح ہو چکی پانچویں یہ کہ بعد تفریق کے اسی حمل سے دوسرا لڑکا نہ جنی ہو چھٹی یہ کہ ثبوت نسب کا کسی جہت سے شرعاً نہ حکم ہو گیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی
فان اکذب نفسه ولو دلالة بان مات الولد المنفی عن مال فادعی نسبه حد القذف پھر اگر زوج نے اپنی تکذیب کی بعد لعان کے اگرچہ صراحۃ تکذیب نکی دلالۃ کی
اسطرح کہ جس ولد کی نفی کر چکا تھا سو مال چھوڑ کر مر گیا سو اُسکے نسب کا اُسنے دعوی کیا تو اُسکو حد قذف کی ماری جاویگی وله بعد ما اکذب نفسه ان ینکحها
حد او لا اور جائز ہے زوج ملاعن کو بعد اپنی تکذیب کے یہ کہ نکاح کر لے اُس عورت سے کہ حد قذف کی اسکو ماری گئی ہو یا نہ ماری گئی ہو اسواسطے کہ بعد تکذیب کے لعان
باقی نہیں تو جو حرمت کہ بسبب لعان کے طاری ہوئی تھی سو زائل ہو گئی وکذا ان قذف غیرها فحد او صدقته او زنت وان لم تحد لزوال العفة والحاصل ان له
تزوجها اذا خرجا او احدهما عن اهلیة اللعان اور اسیطرح نکاح کر لینا جائز ہے اگر زوج نے عیب لگایا اپنی زوجہ کے سوا کسی عورت کو پھر اسپر حد قذف کی ماری گئی
یا عورت نے قذف زوج کی تصدیق کی یا زنا کیا اگرچہ اُسپر حد زنا نہوئی ہو یہ نکاح جائز ہوگا بسبب زوال عفت کے خلاصہ یہ ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ سے نکاح کر لینا
بعد لعان کے جائز ہے جبکہ دونوں یا ایک اہلیت لعان سے نکل جاوے ولا لعان لو کانا اخرسین او احدهما ولو طرأ ذلک الخرس بعد اللعان قبل
التفریق فلا تفریق ولا حد لدرئه بالشبهة مع فقد الرکن وهو لفظ اشهد ولذا لا یلاعن بالکتابة اور لعان نہیں اگر زوجین گونگے ہوں یا ایک اُنمیں سے

کوئی گونگا ہو اگرچہ گونگی پیدائشی نہو بلکہ لعان کے بعد طاری ہو گئی ہو قبل تفریق حاکم کے تو اب تفریق ہوگی نہ حد واسطے ٹل جانے حد کے بسبب شبہہ کے ساتھ کم
ہونے رکن لعان کے یعنے اشہد کا لفظ رکن ہو لعان کا سو یہ گونگے سے متصور نہیں اور چونکہ لفظ اشہد کا ضرور ہو لہذا باہم لعان کرنا لکھنے سے جائز نہیں
ہم جب زوج گونگا ہوگا تو اسکو حد قذف نہ جاری ہوگی اسواسطے کہ اسکی قذف میں شبہہ ہو کما لا لعان بنفی الحمل لعدم تیقنہ عند القذف چنانچہ لعان نہیں حمل
کی نفی سے بسبب تیقن نہونے حمل کے نزدیک قذف کے اسواسطے کہ شاید حمل نہو بیماری سے پیٹ پھولا ہو ولو تیقنہ بولادتہا لاقل المدۃ یعنی کانہ قال ان کنت حاملا
فولدک لیس منی والقذف لا یصح تعلیقہ بالشرط اور اگر حمل کا یقین ہو گیا بسبب ولادت کے تھوڑی مدت کے یعنے وقت قذف سے کمتر چھ مہینے میں جنی تو بھی امام اعظم کے
نزدیک لعان ثابت نہیں نہایۃ الامر یہ ہو کہ نفی حمل اس صورت میں تعلیق ہو گئی گویا زوج نے یوں کہا کہ اگر تو حاملہ ہوگی تو تیرا لڑکا مجھ سے نہیں حالانکہ قذف
کی تعلیق شرط پر صحیح نہیں اور صاحبین کے نزدیک بعد وضع حمل کے لعان جاری ہوگا وتلاعنا بقولہ زنیت وہذا الحمل منہ للقذف الصحیح اور دونوں لعان کریں
زوجہ یوں کہنے سے کہ تو نے زنا کیا اور یہ حمل زنا کا ہو لعان کریں بسبب صحیح قذف کے یعنے اس مسئلہ میں صریحا زنا کی نسبت ہو بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں حمل کی نفی ہو نہ
زنا کی نسبت ولم ینفہ الحاکم الحمل لعدم الحکم علیہ قبل ولادتہ اور حاملہ کے لعان میں حاکم نفی حمل کی نکرے بسبب عدم حکم حمل پر قبل اسکی ولادت کے یعنے بدون
ولادت کے ثبوت حمل متصور نہیں کہ شاید بیماری سے پیٹ پھولا ہو پھر سبب ثبوت حمل میں تردد ہوا تو حاکم کیونکر نفی کرے اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہو کہ سنن
ابی داؤد میں عبد اللہ بن عباس سے روایت ہو کہ ہلال بن امیہ نے اپنی حاملہ زوجہ سے لعان کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں تفریق کر دی اور حکم
کر دیا کہ عورت کے بیٹے کو ہلال بن امیہ کا بیٹا کوئی نہ کہے پھر جب حضرت نے نفی حمل کی کر دی پھر کیا وجہ حاکم نہ کرے اسکا جواب شارح نے اپنے اس قول میں دیا ونفیہ علیہ الصلوۃ
والسلام لہ ہلال لعلمہ بالوحی اور نفی کرنا رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا ہلال کے ولد کا بسبب علم وحی کے تھا یعنے حضرت کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ عورت کے پیٹ میں
لڑکا ہو تب نفی کی لیکن بعد ختم نبوت کے وحی سے علم ہونا متصور نہیں لنفی الولد الحی عند التہنئۃ ومدتہا سبعۃ ایام عادۃ وعند ابتیاع آلۃ الولادۃ صح وبعدہ
لا لاقرارہ بہ دلالۃ ولو غائبا فحالۃ علمہ کحالۃ ولادتہا مرد نے زندہ ولد کی نفی نسب کی مبارکباد دینے کے وقت اور مبارکباد دینے کے سات دن ہیں بحسب
عادت خلق کے اور بلحاظ ایام عقیقہ کے اور نزدیک خرید کرنے سامان ولادت کے نفی کی تو یہ نفی صحیح ہو اور بعد اسکے نفی کرنا صحیح نہیں بسبب اسکے اقرار کر لینے کے بسبب
دلالت حال کے یعنے سات دن تک نفی نکرنا دلالت کرتا ہو کہ وہ فرزند کا مقر ہو تو اب نفی کرنا اسکا مسموع نہوگا اور اگر مرد غائب ہوا اور لڑکا اسکی غیبت میں
پیدا ہو تو اسکے علم آنے کی حالت مانند حالت ولادت کے ہو یعنے جیسے عورت کے جننے سے سات دن تک نفی صحیح ہو ویسی ہی غائب کے بعد دریافت کے سات دن تک نفی
صحیح ہو نزدیک امام کے اور صاحبین کے نزدیک بقدر مدت نفاس یعنے چالیس دن تک نفی صحیح ہو کذا فی الہدایہ ولاعن فیہما فیما اذا صح اولا لوجود القذف فقد
تحقق اللعان بنفی الولد وان لم ینتف النسب کقولہ فیما مر ونفی نسبہ لیس علی اطلاقہ اور لعان کرے دونوں نفی کی صورتوں میں یعنے جہاں کہ نفی صحیح ہو
یا نہیں صحیح ہو بسبب پائے جانے قذف کے دونوں صورتوں میں تو حالت عدم صحت نفی میں لعان تو بسبب نفی ولد کے ثابت اور نسب ولد کا منتفی نہوا تو مصنف کا
قول جو سابق گذر گیا کہ قذف ولد سے حاکم اسکا نسب نفی کر دے سو اپنے اطلاق پر نہیں بلکہ وہ مقید ہو بقید صحت نفی کے یعنے جب نفی ولد کی جائز شرعا
نفی کے صحیح ہو تب قذف ولد حاکم نفی نسب کی کریگا مطلقا نفی اول التوامین واقر بالثانی حد ان لم یرجع لتکذیبہ نفسہ نفی کی اول توام کی اور اقرار نسب
کیا دوسرے توام کا تو اسکو حد قذف جاری ہوگی بسبب تکذیب اپنی ذات کے اور توام ان دو لڑکوں کو کہتے ہیں جنکی ولادت میں چھ مہینے سے کم مدت گذری ہو تو
جب اول کی نفی کی ہو اور ثانی کا اقرار کیا تو اسکی تکذیب نفس لازم آئی اسواسطے کہ وہ دونوں ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں اسلئے کہ اقل مدت پورے حمل کی
چھ مہینے کی ہو تو ایک کا اقرار اور ثانی کی نفی متصور نہیں شارح نے حد میں عدم رجوع کی قید لگائی یعنے اگر اپنے قول سے نہ پھر جائیگا تو حد جاری ہوگی شیخ
رحمتی محشی نے کہا کہ یہ قید شارح کی بیموقع ہو اسواسطے کہ ولد ثانی کے اقرار سے اسکو تکذیب نفس لازم ہو گئی اسواسطے کہ دونوں ایک نطفہ سے ہیں تو وہ قائل ہو حکما

اب بھی کہ انکا اس قول سے ساقط ہو گئی ہیں اور سہو واسطے بحر الرائق اور نہر الفائق اور درر اور منح الغفار اور شرح ملتقی میں اس قید کو ذکر نہیں کیا شاید کہ یہ
لفظ کاتب کے غلط سے ہو اصل کلام کذا فی حاشیۃ المدنی **وان عکس لاعن ان لم یرجع لقذفہا بنفیہ** اور اگر سابق کے برعکس کیا یعنے اول توام کے نسب کا اقرار کیا
اور ثانی کی نفی کی تو لعان کرے بشرطیکہ اپنے قول سے یعنے نفی ثانی سے نہ پھرے لعان لازم ہوگا بسبب قذف عورت کے ثانی کی نفی سے یعنے جب اول کا اقرار کیا
تو عورت کی عفت کا قائل ہوا پھر جب ثانی کی نفی کی تو قذف عفیفہ لازم آیا لہذا لعان واجب ہوگا **ولثبت نسبہما فیہما لانہما من ماء واحد** اور نسب دونوں لڑکوں کا
دونوں صورتوں میں ثابت ہو اسواسطے کہ دونوں ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ایک کا اقرار اور دوسرے کی نفی ممکن نہیں **ولو جاءت بثلثۃ فی بطن فنفی الثانی**
واقر بالاول والثالث لاعن وہم بنوہ اور اگر عورت تین لڑکے جنی ایک پیٹ سے شوہر نے ولد ثانی کی نفی کی اور اول و ثالث لڑکے کے نسب کا اقرار کیا تو لعان کرے بسبب قذف
عورت کے نفی ولد سے اور وہ تینوں لڑکے بیٹے ہیں مرد کے بحر الرائق میں لو اور یہ روایت فتح القدیر یہاں لعان ہی کو ثابت کیا ہے اور نہر الفائق میں جو کہا ہے کہ ان
ظاہر ہو لائق اعتماد کے نہیں کہ القول الخ ہے کہ مخالف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو نفی الاول والثالث واقر بالثانی یحد وہم بنوہ کموت احدہم** یعنی اور
اگر ولد اول اور ثالث کی نفی کی اور ولد ثانی کے نسب کا اقرار کیا تو اسپر حد ماری جاوے بسبب تکذیب اپنے نفس کے اور وہ لڑکے اسکے بیٹے ہیں مانند مرجانے ایک لڑکے کے
کہ اذکرہ المصنف یعنے اگر بعد نفی قبل لعان کے کوئی لڑکا مرجاوے تو اسکا نسب نفی نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ نفی میں حیات شرط ہے پھر جب ایک کا نسب ثابت ہوا تو باقی کا
بھی ثابت ہوگا **مات ولد اللعان ولہ ولد فادعاہ الملاعن ان جلد اللعان ثم اثبت نسبہ اجماعا وان کان انثی لا لاستغنائہ بنسب ابیہ فلا فالہما**
ابن مالک مرگیا ولد لعان کا اور رہا ایک لڑکا ہو لڑکی ہو یا لڑکا پھر ملاعن نے بعد نفی کے باسید وارث مال ولد لعان کے نسب کا دعوی کیا تو اگر ولد لعان کا مرد تھا
تو اسکا نسب ملاعن سے ثابت ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ ہر چند بسبب نسب کے مستغنی ہے لیکن اسکا لڑکا البتہ محتاج ہے نسب کا تو دعوی ملاعن کا صحیح ہوگا واسطے
اثبات نسب المیت کے اور اگر ولد لعان عورت تھی تو اسکا نسب ملاعن سے نہ ثابت ہوگا واسطے مستغنی ہونے ولد بنت کے بسبب اپنے باپ کے نسب کے یعنے ہر چند ان کی
ثابت النسب نہیں لیکن اسکا باپ تو ثابت النسب ہے تو اسکی ماں کے واسطے اثبات نسب کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ بیٹا نسب کا باپ ہی سے ہوتا ہے ماں سے
بخلاف ان کے نہیں ہے کہ انکے نزدیک اس صورت میں بھی ملاعن سے نسب ثابت ہوگا کذا ذکرہ ابن ملک **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے **الاقرار بالولد الذی**
لیس منہ حرام کالسکوت لاستلحاق نسب من لیس منہ بحر اقرار کرنا اس لڑکے کے نسب کا جو اسکے نطفہ سے نہیں حرام ہے مانند سکوت کے یعنے جب معلوم ہو کہ
یہ لڑکا میرے نطفہ سے نہیں تو اسکو اپنا بیٹا کہنا یا یہاں تک سکوت کرنا کہ لوگ اسکو اسکا بیٹا کہنے لگیں تو یہ اقرار اور سکوت حرام ہو واسطے ملا دینے نسب اس لڑکے کے
جو اسکے نطفہ سے نہیں کذا فی البحر الرائق یعنے نسب کا خلط ملط جائز نہیں تو جو اپنے نطفہ سے نہو اسکی صاف نفی کرے تاکہ خلط نسب نہ ہو جاوے سنن ابی داود
میں ابو ہریرہ سے حدیث مروی ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت ایک قوم میں ایسے کو ملا دیگی جو اس قوم سے نہیں یعنے ولد زنا کو اپنے زوج کا بیٹا
ظاہر کریگی اسکو خدا بہشت میں نہ داخل کریگا اور جو مرد کہ اپنے بیٹے کو نفی کریگا خدا اسکو اولین و آخرین میں فضیحت کریگا **وفیہ یسقط اللعان بوجہ او ثبت**
النسب بالاقرار او بطریق الحکم لم ینتف نسبہ ابدا اور بحر الرائق میں ہے کہ جب لعان ساقط ہو کسی وجہ سے یا ثابت ہو چکا ہو نسب ایکبار کے اقرار سے یا نسب ثابت ہو چکا
بطریق حکم قاضی کے تو ان مسائل میں اسکا نسب کبھی نفی نہیں ہو سکتا **فلو نفاہ ولم یلاعن حتی قذفہا اجنبی بالولد فحد فقد ثبت نسب الولد ولا ینتفی**
بعد ذلک سو اگر شوہر نے ولد زوجہ کی نفی کی اور ہنوز لعان نہیں کیا یہان تک کہ اجنبی شخص نے زوجہ کے لڑکے کو عیب لگایا یعنے یوں کہا کہ یہ لڑکا اسکے
زوج کا نہیں سو اجنبی پر بسبب قذف کے حد ماری گئی تو البتہ نسب لڑکے کا عورت کے زوج سے ثابت ہو گیا شرعا تو اب بعد حکم قاضی کے اجنبی کی حد پر اس لڑکے کا
نسب نفی نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ حکم حد سے الحاق نسب ضمنا ثابت ہو گیا اھ یہ مسئلہ قول سابق پر متفرع ہے نفی نسب الولد میں **ثم مات احدہما عن توامہ و امہ و**
اخ لام فالارث اثلاثا فرضا وردا للام السدس وللاخوین الثلث والباقی یرد علیہم نہ یسلم ان نفیہا یکفر حسبہ عن کونہ عصبتہ اھ

بحر الرائق مین شرح تخلیص سے منقول ہے کہ نفی کی ایک مرد نے دو توام کی پھر ایک نے ان مین سے مرگیا اپنے توام بھائی اور مان اور خیافی بھائی کو چھوڑ کر تو
ان تینون وارثون کا ارث تین ثلث سے ہوگا باعتبار فرض اور ردو بانٹنے کے اسطرح کہ مان کا چھٹا حصہ اور دونون بھائیون کا تہائی باقی رہا اللہ سو اُن تینون کو پھیر
دیا جائیگا برابر تو ہر ایک کو تہائی تہائی بعد فرض اور رد کے ملا اور اس مسئلہ کی توضیح سے معلوم ہوا کہ دونون توام کی نفی نے زندہ توام کو میت کا سوتیلے بھائی
دونون توام ایک نطفہ سے پیدا ہیں لیکن بسبب قطع نسب کے زندہ توام میت توام کا عصبہ نہین ہوسکتا اسواسطے کہ اگر عصبہ ہوتا تو وہ تہائی پاتا کذا فی حاشیۃ المدنی

تاملاعن البحر قال و قد صرحوا ببقاء النسب بعد القطع فی کل الاحکام لقیام فراشہا الا فی حکمی الارث والنفقۃ فقط حتی لاتقبل شہادتہ لہ وعزوۃ غیر الثانی وان صدقہ الولد
انتہی کہا صاحب بحر الرائق نے اور البتہ تصریح کردی ہے فقہانے و لدلعان کے بقاء نسب کی بعد قطع نسب کے جمیع احکام مین یعنے لاہنفی مین جمیع احکام ولدیت کے
ثابت ہین بسبب قائم ہونے فراش عورت کے یعنے زوجیت کے مگر دو حکم مین اُسکی ولدیت ثابت نہین ایک وراثت مین اور ایک وجوب نفقہ مین فقط یعنے
نہ مرد ولد کی وراثت پاسکتا ہے نہ ولد مرد کی اور ولد کا نفقہ مرد پر واجب نہین بلکہ اُسکی مان پر واجب ہے وراثت اور نفقہ کے سوا باقی سب احکام ولدیت کے
ثابت ہین یہان تک کہ نفی کرنے والے کے سوا کسیکو اس لڑکے کے نسب کا دعوی کرنا صحیح نہین چنانچہ ثابت النسب مین صحیح نہین اگرچہ لڑکا اُس غیر کے دعوی کی
تصدیق بھی کرے تو بھی اُسکا دعوی صحیح نہین انتہی کلامہ فتاوی عالمگیری مین وغیرہ سے منقول ہے کہ ولد ملاعنہ بعضے احکام مین مثل ثابت النسب ہے چنانچہ اُسکی
گواہی ملاعن کیواسطے مقبول نہین اور نہ ملاعن کی گواہی اُسکے واسطے یا زکوۃ دینا ولد کا ملاعن کو جائز نہین اور نہ ملاعن کو زکوۃ دینا ولد کا جائز ہے اور
ولد فرع ملاعن کے فرع پر حرام ہے کسی اجنبی نسب کا دعوی نسب اُسکا مین صحیح نہین باوجود تصدیق کے کذا اور بعضے احکام مین ولد ملاعنہ مثل اجنبی کے ہے یعنی ارث و نفقہ مین

قلت قال المحشی الا ان یکون ممن یولد مثلہ لمثلہ او ادعاہ بعد موت الملاعن فلیحفظ شارح کہتا ہے محشی نے کہا کہ دعوی نسب ولد لعان کا غیر نافی کو صحیح نہین مگر اُس صورت مین
صحیح ہے کہ شخص غیر اتنی عمر والا ہو کہ ویسی عمر والے کا ویسا ولد پیدا ہوسکتا ہو یا کہ غیر نے دعوی ولد کا بعد موت ملاعن کے کیا ہو سو اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہیے مترجم طحطاوی نے
کہا کہ محشی نے اس قول کو کسی فقیہ کیطرف نسبت نہین کیا کہ جو لائق اعتماد ہو یعنے یہ تنہا اطلاق کتب معتمدہ کے مخالف ہے تو بدون سند کے لائق اعتماد کے نہین

باب العنین وغیرہ

یہ باب عنین یعنے نامرد وغیرہ کے احکام مین ہے غیر عنین مین خصی اور مسحور اور خنثی مشکل اور مجبوب اور شیخ کبیر اور شکار زد داخل ہین جنکا ہم نام ذکر کرتے ہین جو
عورت کے کھینچنے سے منزل ہوجاوے پھر آلہ تناسل کو استادگی نہو کہ جماع کرسکے کذا فی حاشیۃ المدنی ہو لغۃ من لا یقدر علی الجماع فعیل بمعنی مفعول وجمعہ عنن
وہ یعنے عنین ہموزن سکین لغت مین اُسکو کہتے ہین جو مطلق جماع کرنے پر قادر نہو عنین بروزن فعیل بمعنی مفعول یعنی مجبور اور ممنوع جماع سے اور جمع اُسکی
عنن ہے وشرعا من لا یقدر علی جماع فرج زوجتہ یعنی لمانع منہ ککبر سن او سحر اذ الرتقاء لاخیار لہا للمانع منہا خانیۃ اور اصطلاح شرع مین عنین اُسکو
کہتے ہین جو اپنی زوجہ کے جماع فرج پر قادر نہو تو وہ عنین ہے یعنے عدم قدرت بسبب قصور مرد کے
ہو جیسے زیادہ بڑھاپا یا جادو اسلئے کہ جس عورت کی شرمگاہ بسبب بڑی گوشت کے بند ہو اُسکو اختیار تفریق کا نہین ہے اسواسطے کہ اس صورت مین
نقصان عورت کی طرف سے ہے نہ مرد کیطرف سے کذا فی الخانیۃ فلو وجدت المرأۃ زوجہا مجبوبا او مقطوع الذکر فقط او صغیرہ جدا کالزر ولو قصیرا
لا یمکنہ ادخالہ داخل الفرج فلیس لہا الفرقۃ بحر وفیہ نظر جبکہ پاوے عورت اپنے زوج کو مجبوب یعنے مقطوع الذکر خصیتین یا فقط مقطوع الذکر پاوے
یا زوج کے آلہ تناسل کو نہایت صغیر پاوے جیسے تکمے کی گھنڈی اور اگر آلہ تناسل ایسا چھوٹا ہو کہ اُسکو اندرونی فرج مین داخل کرسکے تو
عورت کو جدائی کا اختیار نہین کذا فی البحر الرائق اور اسمین بحث اور گفتگو ہے یعنے جب بیوی کو تاہی کے ادخال پر قادر ہو تو شخص مقطوع الذکر
برابر ہے پھر کیا وجہ کہ عورت کو فرقت کا اختیار نہو کذا فی شرح الوہبانیۃ اور اصل اس اعتراض کی صاحب بحر الرائق سے ہے بعد نقل

عدم خیار کے محیط سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ المجبوب کالعنین الا فی مسئلتین التاجیل ومجی الولد اور بحرالرائق میں ہے کہ مجبوب بمنزلہ عنین کے ہے
مگر دو مسئلون میں ایک تاجیل میں یعنے عنین کی فرقت میں مدت ہے اور مجبوب میں مدت نہین اور دوسرا لڑکا ہونے میں یعنے مجبوب کی زوجہ کے
اگر لڑکا پیدا ہو دو برس تک بعد تفریق کے تو اسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا اور تفریق باطل ہوگی اور عنین میں تفریق باطل ہوجاویگی ہم
بحرالرائق میں یہ بھی مذکور ہے کہ تفریق مجبوب میں بلوغ شرط نہین بخلاف عنین کے اور تفریق مجبوب بلا صحت مجبوب شرط نہین بخلاف عنین کے
کذا فی حاشیۃ المدنی فرق الحاکم بطلبها لو حرۃ بالغۃ غیر رتقاء وقرناء وغیر عالمۃ بحالہ قبل النکاح وغیر راضیۃ بہ بعدہ اور اگر زوج مجبوب ہے تو جدائی
کردیگا حاکم عورت کی درخواست سے اگر عورت حرہ بالغہ ہو بشرطیکہ اسکی شرمگاہ میں گوشت زائد اور ہڈی مانع جماع نہو اور قبل نکاح کے
زوج کا حال بھی نہ جانتی ہو یا بعد نکاح کے اُس حال پر راضی نہوگئی ہو اور اگر عورت مجبوب کی لونڈی ہو تو فرقت کا اختیار اسکو نہین بلکہ اُسکے
مالک کو ہے اور اگر صغیرہ ہو تو تا بلوغ تفریق نہوگی کہ شاید وہ راضی ہوجاوے اور اگر اُسکی شرمگاہ میں گوشت زائد یا ہڈی ہو تو نقصان عورت کی
طرف سے ہے تو اُسکا طلب فرقت میں حق نہیں اور اگر جان کر راضی ہوئی تو بھی اُسکو طلب فرقت میں اختیار نہین ففرق بینهما فی الحال ولو المجبوب
صغیرا لعدم فائدۃ التاخیر مجبوب اور اُسکی زوجہ میں حاکم بعد درخواست عورت کے فوراً جدائی کرواوے اگرچہ مجبوب نابالغ صغیر ہو بسبب نہونے فائدہ
تاخیر کے فلو جب بعد وصولہ الیها مرۃ او صار عنینا بعدہ ای الوصول لا یفرق لحصول حقها بالوطی مرۃ سو اگر ایکبار عورت سے جماع
کرنے کے بعد اُسکے آلات تناسل کاٹے گئے یا کہ زوج عنین ہوگیا عورت سے ایکبار جماع کرنے کے بعد تو دونون صورت مین تفریق نہ کیجاویگی
بسبب حاصل ہوجانے عورت کے حق کے ایکبار جماع کرنے سے زیادہ جماع کرنے کا استحقاق دیانۃً ثابت ہے نہ قضاءً کذا فی البحرالرائق ناقلا عن
جامع قاضیخان اور اگر باوجود قدرت جماع کے شرارت سے ترک کریگا تو گنہگار ہوگا اور لونڈی کی ترک وطی مین کچھ گناہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن النهر جاءت امرأۃ المجبوب بولد ولم تعلم بجبہ فادعاہ ثبت نسبہ ثم علمت فلها الفرقۃ تاتارخانیۃ اور اگر عورت مجبوب کی ایک لڑکا لائی یعنے
جنی اور عورت کو زوج کا مقطوع الذکر ہونا معلوم نہین سو مجبوب نے اُس لڑکے کا دعوی کیا ثابت ہوجاویگا نسب اُسکا بعد اُسکے عورت کو
مقطوع الذکر ہونا زوج کا معلوم ہوا تو اُسکو جدائی مین اختیار ہے کذا فی التاتارخانیۃ ولو ولدت بعد التفریق الی سنتین ثبت نسبہ لانزال
بالسحق والتفریق باق بحالہ لبقاء جبہ اور اگر عورت مجبوب کی بعد تفریق کے دو برس تک لڑکا جنی تو اُسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا بسبب احتمال
انزال ہونے مجبوب کے رگڑنے سے اور باوجود ثبوت نسب کے تفریق بحال خود باقی ہے بسبب بقاے مجبوبیت کے ولو کان عنینا
بطل التفریق لزوال عنتہ بثبوت نسبہ کما یبطل التفریق بالبینۃ علی اقرارها بالوصول قبل التفریق لا بعدہ للتهمۃ فسقط نظر الزیلعی اور اگر زوج
عنین ہوگا اور قاضی نے تفریق کردی ہو بعلت نامردی کے پھر عورت اُسکی لڑکا جنی دو برس کے اندر تو تفریق باطل ہوگئی بواسطے زوال
اُسکی نامردی کے بسبب ثابت ہونے اُسکے نسب کے چنانچہ باطل ہوتی ہے تفریق گواہون سے یعنے گواہون نے گواہی دی کہ عورت جماع زوج کا اقرار
کرچکی تھی قبل تفریق کے تو تفریق باطل ہوگی اور اگر گواہی دی کہ بعد تفریق کے عورت نے جماع کا اقرار کیا تو تفریق نہ باطل ہوگی بسبب تہمت
کے تو اعتراض زیلعی کا ساقط ہوگیا امام زیلعی نے شرح کنز مین کہا کہ طلاق واقع ہوگئی حاکم کی تفریق سے اور یہ طلاق بائن ہے پھر تفریق
کیونکر باطل ہوگی چنانچہ عورت کا اقرار جماع بعد تفریق کے مبطل تفریق نہین جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ ثبوت نسب مجبوب سے باحتمال انزال ہے اور
تفریق باعتبار قطع آلات تناسل تھی سو موجود ہے بخلاف ثبوت نسب کے عنین سے اسواسطے کہ ثبوت نسب سے زوال نامردی ظاہر ہوتا ہے اور تفریق تھی
باعتبار نامردی کے جب نامردی زائل ہوئی تو تفریق بھی باطل ہوگئی بخلاف اقرار بعد تفریق کے اسمین عورت پر تہمت ہے ابطال قضا کی یعنی احتمال ہے کہ عورت جھوٹا اقرار

اسواسطے کہ رتق ہو کہ قاضی کا حکم باطل ہو جاوے لہذا اُسکا اقرار لائق سماعت کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو وجدتہ عنینا ہو من لا یصل الی النساء لمرض**
او کبر او سحر ویسمی المعقود وہبانیۃ اور اگر عورت نے اپنے زوج کو عنین پایا عنین وہ ہے جو وطی نسا پر قادر نہو بسبب بیماری کے یا بڑھاپے کے یا جادو کے یعنے
مرد پر ایسا جادو کیا ہو کہ جماع نہ کر سکے اور مسحور کو معقود بھی کہتے ہیں کذا فی الوہبانیۃ اور بالفعل عربا بین اسکو مربوط بولتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی اور جیسا
او خنثی ذکرہ فان لم تقنعہم تخیر بحر وعلیہ فہو من عطف الخاص علی العام نہر **والمکان بالواو لان الفقہاء یتسامحون فی ذلک** یا عورت نے اپنے زوج کو
خنثی پایا جسکے آلہ تناسل میں استادگی نہیں خصی اسکو کہتے ہیں جسکے انثیان نکالے گئے ہوں خواہ اسکے ذکر ہوں خواہ قطع کرنے سے سو اگر ایسا خصی
ہو کہ اسکے آلہ تناسل کو استادگی ہوتی ہو تو اسکی عورت کو اختیار فرقت کا نہیں کذا فی البحر الرائق تو بر تقدیر عدم استادگی آلہ تناسل کے
خصی کا عطف عنین پر از قسم عطف خاص کے ہے عام پر اور ہر چند خاص عام کے حکم میں داخل ہوتا ہے لیکن بالتخصیص اسکو ذکر کیا بسبب اسکے مخفی
ہونے کے یعنے شاید کسیکو اختصاص حکم کا ساتھ عنین کے گمان ہوا اور ہر چند عطف خاص کا عام پر بواو عاطفہ مخصوص ہے اور یہاں عطف خصی کا
عنین پر بلفظ او ہے لیکن فقہا ایسے امور میں تساہل کرتے ہیں اسواسطے کہ اصل مقصود انکا افادہ احکام ہے کذا فی النہر الفائق صہ نہر الفائق
میں یہ جواب ہے اعتراض صاحب بحر کا کہ خصی کا عطف کرنا عنین پر کیا ضرور تھا اسواسطے کہ خصی کو عنین شامل تھا اور اگر عطف خاص کا عام پر ہے
تو بواو عاطفہ لازم تھا نہ بلفظ او **اجل سنۃ لاشتمالہا علی الفصول الاربعۃ** یعنے اگر عورت اپنے زوج کو عنین یا خصی پاوے تو زوج کیواسطے ایکسال کی
مدت مقرر کیجاوے واسطے شامل ہونے سال کے چار فصلوں پر تو اگر نامردی پیدائشی نہو گی بیماری سے ہو گی تو سال بھر میں بسبب تبدل فصول
مختلفہ کے دفع ہو جاویگی اور عنین کیواسطے مدت ایک سال کی حضرت عمر اور علی مرتضے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کذا فی الہدایہ
ولا عبرۃ بتاجیل غیر قاضی البلدۃ اور سوائے قاضی شہر کے اور کسیکا مدت ٹھہرانا معتبر نہیں صہ تاجیل عورت کی اور غیر قاضی کی صحیح نہیں کذا فی
فتاوی قاضی خان **قمریۃ بالاہلۃ علی المذہب وہی ثلثمایۃ واربع وخمسون یوما وبعض یوم** مدت عنین کی قمری سال ہے بنا بر ظاہر روایت مذہب کے
اور قمری سال وہ ہے جسکے بارہ مہینوں کا شمار ہلال نکلنے سے ہوتا ہے اور اسکے تین سو چون دن پورے ہوتے ہیں کچھ تھوڑا دن اور کبھی جسکی لو ساعت ور ات کا حساب
لیتے ہوتے ہیں کذا فی القہستانی اور بعض فقہا نے کسر کو ذکر نہیں کیا کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن الکافی اور واقعات او وہبانیہ میں سال قمری کی تصحیح کی ہے اور یہی ظاہر الروایۃ
ہے کذا فی الہدایہ اور یہی قول معتمد ہے اسواسطے کہ صاحب ہدایہ سے یہی ثابت ہے کذا فی منح الغفار **وقیل شمسیۃ بالایام وہی ازید باحدی عشر یوما وقیل وہ بینقے** اور
قول ضعیف یہ ہے کہ مدت عنین میں سال شمسی معتبر ہے جسکا شمار ایام سے ہے نہ چاند دیکھنے سے اور وہ سال قمری سے گیارہ دن زیادہ ہے بعضوں نے کہا
یعنے صاحب خلاصہ نے کہ اسی پر فتوی ہے اور یہ روایت حسن کی ہے امام سے اور شمس الائمہ سرخسی اور صاحب تحفہ اور صاحب غایۃ البیان اور قاضی خان نے
ظہیر الدین نے سال شمسی کو مختار کیا ہے بنا بر احتیاط کے اور کمال الدین محقق نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اقوال محدث ہیں اسواسطے کہ امیر المومنین
عمر نے قاضی شریح کو لکھ بھیجا کہ عنین کیواسطے ایکسال مقرر کرے اور خود حضرت عمرؓ نے عنین کے واسطے ایکسال کی مدت مقرر کی بلا قید شمسی اور چونکہ
عرب سوائے سال قمری کے سال شمسی کو ہرگز نہ جانتے تھے تو جہاں مطلق سال مذکور ہو گا وہاں قمری ہی مراد ہو گا تاوقتیکہ تصریح اسکی خلاف ثابت نہ ہو
اور سابق میں مذکور ہو چکا کہ سال قمری ظاہر الروایۃ ہے تو وہی معتمد ہو گا اور اسکا خلاف لائق التفات کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو اجل**
فی اثناء الشہر فبالایام اجماعا اور اگر مدت عنین کی درمیان مہینے کے مقرر کیجاوے تو سال کا اعتبار ایام کے شمار سے ہو گا باجماع سب علما کے یعنی خواہ
سال قمری یا شمسی کا اس صورت میں ہے جبکہ تاجیل شروع چاند سے ہو اور اگر مثلاً دسویں یا پندرھویں تاریخ سے مدت مقرر کیجاوے تو بالاتفاق حساب
سال کا دونوں سے ہو گا نہ مہینوں سے یعنے تین سو ساٹھ دن کا سال لیا جاویگا اسکو سال عددی کہتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **ورمضان وایام**

بعضها منها وكذا حجه وغيبتها لا مدة حجها وغيبتها ومرضه ومرضها مطلقا به يفتي ولو الجية اور رمضان اور عورت کے ایام حیض سال ہی مین
داخل ہین اور اسیطرح مرد کے ایام حج اور اُسکے سفر کرنے کے ایام بھی سال ہین داخل ہین نہ عورت کے حج کی مدت اور نہ اُسکے سفر کی مدت
اور نہ مرد اور عورت کی بیماری کی مدت مطلقا خواہ پورا مہینہ ہو یا کم اور اسی پر فتوے ہو کذا فی الولوالجیہ یعنے جتنی مدت بیماری زوجین کی ہوگی
اتنی مدت سال پر زیادہ کیجاویگی اور اسیطرح عورت کے حج اور سفر کی مدت سال پر بڑھائی جاویگی بخلاف رمضان اور ایام حیض اور ایام حج
اور سفر مرد کے ويؤجل من وقت الخصومة ما لم يكن صبيا او مريضا او محرما فبعد بلوغه وصحته واحرامه اور مدت سال کی خصومت اور نالش کے
وقت سے مقرر کیجاوے جب تک کہ زوج لڑکا اور بیمار اور محرم نہو اور اگر لڑکا ہو تو بعد بلوغ کے اور اگر بیمار ہوگا تو بعد صحت کے اور اگر محرم ہوگا تو بعد
تمامی احرام کے حساب سال کا شروع ہوگا ولو مظاهرا لا يقدر على العتق اجل سنة وشهرين اور اگر زوج ظہار کر چکا ہو اور واسطے کفارہ ظہار کے غلام آزاد
کرنیپر قادر ہو تو اُسکی مدت ایک برس اور دو مہینے مقرر کیے جاوینگے دو مہینے اسواسطے زیادہ ہوسے تاکہ اُنمین روزہ رکھکر کفارہ ادا کرے کیونکہ
صحبت قبل کفارہ کے نہین فان وطئ مرة فبها والا بانت بالتفريق من القاضي ان ابى طلاقها بطلبها يتعلق بجميع ما مر امرأة المجبوب
کما مر سو اگر عنین یا خصی نے ایکبار وطی کی سال کے اندر تو خوب ہوا کہ قضاءً عورت کا حق ادا ہو گیا اور اگر سال کی مدت مین ایکبار بھی وطی نکرسکا
تو عورت کو طلاق بائن ہوگی قاضی کے جدا کر دینے سے اگر زوج اُسکے طلاق دینے سے انکار کرے تفریق واقع ہوگی عورت کی دوسری
درخواست سے اور پہلی درخواست سے مدت ایک سال کی مقرر ہوئی تھی اور طلب عورت کے جمیع مسائل گذشتہ سے متعلق ہو تو مجبوب کی عورت کو
بھی شامل ہے چنانچہ تفریق مجبوب مین قید طلب کی شارح مذکور کر چکا ہے ہم درصورت نہ طلاق دینے زوج کے قاضی اسواسطے کر دیگا کہ جب زوج حاجز ہوا
بالمعروف سے تو اسپر تسریح بالاحسان واجب ہے پھر جب اُسنے نہ چھوڑا تو وہ ظالم ہوا لہذا قاضی اُسکا نائب ہو جاویگا دفع ظلم کے واسطے ولو
مجنونة بطلب لبها او من نصبه القاضي اور اگر عورت دیوانی ہو تو قاضی تفریق کرے اُسکے ولی کی طلب سے یا اُس شخص کی طلب سے جسکو قاضی نے
مجنونہ کی طرف سے مدعی قرار دیا ہو ولو امته فالخيار لمولاها لان الولد له اور اگر زوجہ عنین کی لونڈی ہو تو اختیار تفریق کا اُسکے مالک کو ہوگا لونڈی کو
اسواسطے کہ اولاد لونڈی کی اُسکے مالک کی مملوک ہو وهو اى هذا الخيار على التراخي لا الفور ولو وجدته عنينا او مجبوبا ولم تخاصم زمانا طويلا لم يبطل
حقها وكذا لو خاصمته ثم تركته مدة فلها المطالبة ولو ضاجعته تلك الايام خانية اور وہ یعنے یہ اختیار فرقت کا یا طلب تفریق کی درنگی کے ساتھ ثابت ہے
نہ فی الفور ہو سو اگر عورت نے زوج کو عنین یا مجبوب پایا اور مدت دراز تک اُس سے جھگڑا نہ کیا تو اس درنگی سے اُس عورت کا حق باطل نہین ہوتا
اور اسیطرح اگر جھگڑا کرکے مدت تک چپ ہو رہی تو بھی اُسکو مطالبہ کا اختیار ہے اگرچہ ان دنون مین زوج کے پاس لیٹا بھی کرتی ہو اور بدون جماع کے مساس غیرہ
سے دونون منزل بھی ہوتے ہون کذا فی الخانیة والبحر كما لو رفعته الى قاض فاجله سنة ومضت السنة ولم تخاصم زمانا فلا يبطل چنانچہ اگر عورت نے
عنین زوج کی نالش کی قاضی کے پاس سو قاضی نے ایکسال کی مدت مقرر کر دی اور وہ سال بھی گذر گیا اور مدت تک اُسنے دعوی نکیا تو بھی عورت کا اختیار
باقی ہو کذا ذکره الزيلعي ولو ادعى الوطى وانكرته فان قالت امرأة ثقة وثنتان احوط هي بكر خيرت بان يقول على صدارها ويفعل في فرجها فسخ بعلى لهجرة
في مجلسها اور اگر دعوی کیا زوج نے وطی کا اور اُسکا انکار کیا عورت نے تو اگر ایک متقی عورت نے کہا اور دو متقی عورتون کا کہنا قریب تر باحتیاط ہے
کہ یہ عورت باکرہ ہے اور باکرہ کی یہ علامت ہے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے اگر پیشاب دیوار پر پڑے تو وہ باکرہ ہے اور اگر اُسکی ران پر بہے تو وہ باکرہ
نہین یا اُسکی شرمگاہ مین زردی انڈے کی ڈالے اگر داخل ہو جاوے تو باکرہ نہین اور داخل نہو تو باکرہ ہے پس صورت جب باکرہ ہونا ثابت ہو تو عورت کو
اختیار دیا جاوے اسی مجلس مین اور یہ سال وہ جدائی کا سو اگر راضی ہو گئی زوج سے یا کھڑی ہو گئی قبل تفریق تو اختیار باطل ہو گیا هم یہ مسئلہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مخالف ہو مسئلہ سابق کے کہ وہان تا مدت دراز اختیار باقی ہے اور یہان مجلس تک مقصور ہو اُسکا جواب یہ ہے کہ مسئلہ سابق بنا بر ظاہر الروایت ہے کہ
کما فی البحر عن البدائع اور یہ مسئلہ بنا بر قول مفتی بہ ہے کما فی المحیط والواقعات کذا فی حاشیۃ المدنی وان قالت ہی ثیب او کانت ثیبا صدق
بحلفہ فان نکل فی الابتداء اجل وفی الانتہاء خیرت اور اگر مختلف ہوئے عورت نے کہا کہ یہ عورت ثیبہ ہے یا کہ ثیبہ نہیں باکرہ ہے قبل نکاح اس زوج کے ثیبہ تھی تو
زوج کے قول کی تصدیق کیجاویگی ساتھ قسم کے سو اگر زوج نے قسم سے انکار کیا ابتدا میں یعنے قبل تاجیل کے تو سال بھر کی مدت مقرر کیجاویگی اور
اگر انتہا میں انکار کیا یعنے بعد تاجیل کے تو عورت کو مجلس تک اختیار دیا جاویگا چاہے زوج کے پاس رہے چاہے جدا ہوجاوے کما یصدق لو وجدت
ثیبا وزعمت زوال عذرتها بسبب آخر غیر وطیہ کوثبۃ مثلا لانہ الظاہر والاصل عدم سبب آخر معراج چنانچہ زوج کی اس صورت مین بھی
تصدیق ہوگی اگر عورت ثیبہ پائی جاوے اور وہ گمان کرے اپنے زوال بکارت کا دوسرے سبب سے سوا وطی زوج کے یعنے مثلا یون ظاہر کرے کہ زوال
بکارت زوج نے اپنی انگلی سے کردیا اس صورت مین قول زوج کی اسواسطے تصدیق ہوگی کہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کہ زوال بکارت کا جماع سے
ہوا ہے نہ انگلی سے اور اصل دوسرے سبب کا عدم ہے سوا جماع کے اور قول اسیکا معتبر ہے جو متمسک بالاصل ہے اور ظاہر حال اسکا شاہد ہو کذا فی المعراج وان
اختارتہ ولو دلالۃ بطل حقہا کما لو وجد منہا دلیل اعراض بان قامت من مجلسہا او اقامہا اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان
تختار شیئا یفتی واقعات لامکان الاختیار مع القیام فان اختارت طلق او فرق القاضی اور اگر عورت نے زوج کو اختیار کر لیا اگرچہ یہ اختیار بطور دلالت
حال کے ہو اسطرح کہ مہر اور نفقہ مانگے تو باطل ہو جاویگا حق اسکا چنانچہ اسطرح بھی اسکا حق باطل ہوجاتا ہے اگر اس سے اعراض کی دلیل پائی جاوے یعنے
طلب فرقت سے بے التفاتی کرے اسطرح پر کہ کھڑی ہو جاوے اپنی مجلس سے یا اسکو مددگار قاضی کے کھڑا کرین یا قاضی خود کھڑا ہوجاوے قبل اختیار کرنے
فرقت کے اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الواقعات عورت اور قاضی کے کھڑے ہونے سے اسواسطے اسکا حق باطل ہوگیا کہ کھڑے ہونے کے ساتھ بھی اسکو
اختیار فرقت کا ممکن تھا پھر باوجود اسکے سکوت کرنا دلیل ہے رضا کی اگر عورت جدائی کو اختیار کرے تو زوج طلاق دے اور اگر وہ طلاق سے انکار کرے
تو قاضی تفریق کردے تزوج الاولی او امرأۃ اخری عالمۃ بحالہ لا خیار لها علی المذہب المفتی بہ بحر عن المحیط خلافا لتصحیح الخانیۃ نکاح کیا عنین نے پہلی زوجہ سے
بعد تاجیل اور تفریق قاضی کے جدا ہوگئی تھی یا نکاح کیا دوسری عورت سے جو عنین کا حال جانتی ہے کہ اسکی زوجہ بسبب نامردی کے جدا ہوچکی ہے تو بعد نکاح کے
عورت کو جدائی کا اختیار نہین ہے نہ زوجہ اولی کو نہ دوسری عورت کو بنا بر مذہب مفتی بہ کے اسلئے کہ وہ اپنا حق دانستہ باطل کر چکی کذا فی البحر الرائق عن المحیط اور
یہ قول مفتی بہ مخالف ہے تصحیح خانیہ کے ولا یتخیر احدہما ای الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن اور زوجین مین سے کسی کو اختیار
جدائی کا نہین دوسرے کے عیب سے اگرچہ نہایت برا عیب ہو چنانچہ جنون اور جذام اور برص اور رتق اور قرن اول تین بیماریان تو مرد اور عورت
دونون کو شامل ہین اور پچھلی دو بیماریان عورت کے مکان مخصوص کو مخصوص ہین کہ بسبب زیادتی گوشت اور ہڈی کے مانع ہین جماع سے لیکن قہستانی
مین ہے کہ محمد کے نزدیک اگر زوج کو جنون یا جذام یا برص ہو تو عورت کو اختیار ہے فرقت کا اور اسیطرح ہر عیب مین ہے کہ عورت بدون ضرر کے اسکے پاس نہ رہ سکے
عورت کو اختیار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وخالف الائمۃ الثلاثۃ فی الخمسۃ لو بالزوج ولو قضی بالرد صح فتح اور خلاف کیا باقی تینون اماموں نے یعنے مالک اور شافعی اور احمد نے
امراض مذکورہ مین اگر یہ بیماریان زوج مین ہون اور اگر قاضی مالکی یا شافعی یا حنبلی بسبب ان بیماریون کے نکاح کو رد کردے تو صحیح ہوگا اسکا حکم کذا فی فتح القدیر
ہم شارح اس مقام مین چند خلل ہین اول یہ کہ ظاہر کلام شارح سے مستفیض ہوتا ہے کہ ائمہ ثلثہ کے نزدیک زوج کی بیماریون مین عورت کو اختیار فرقت کا ہے نہ زوج کو حالانکہ حق یہ ہے کہ
انکے نزدیک جنون اور جذام اور برص مین دونون کو اختیار ہے اور پچھلی دو بیماریون مین فقط زوج کو اختیار ہے دوسرا خلل یہ کہ اس قول سے لازم آتا ہے کہ رتق اور قرن
کی بیماری زوج کو ہوتی ہے حالانکہ یہ خلاف واقع ہے تیسرا خلل یہ ہے کہ شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ فتح القدیر مین ہمنے اس روایت کو تلاش کیا تو نہ پایا شاید کہ یہ تحریف ہو

کا توں کی بالکل واجب ہو کہ جیسا بحر الرائق کا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو تزوجہا ای المعتدۃ وجہ علی النکاح ثانیا بعد التفریق صح اور اگر دونوں یعنے عنین اور اسکی
عورت راضی ہو گئے دوسری بار نکاح کرنے پر بعد تفریق کے تو صحیح ہو یعنے تفریق عنین کی مثل لعان کی تفریق کے نہیں ہو جو دائمی حرمت ہو جاوے ولیشتمل الحق انتہ
وکذا زوجتہ ولا تجبر ابطالہ لان التسلیم الواجب علیہا لا یمکن بدونہ اور اسی طرح جائز ہو اپنی لونڈی کا [illegible] یعنے بستگی [illegible] واسطے قربت کے
درست ہوا اور مطلع زوج کو اپنی زوجہ کی بستگی چیرنا جائز ہو اور اگر [illegible] مانے تو [illegible] کیا زبردستی کرنا درست [illegible] واللہ اعلم اسواسطے
کہ تسلیم نفس کی عورت پر واجب ہو وہ بدون اسکے ممکن نہیں کذا فی النہر الفائق قلت وافادہ المحشی انہا لو تزوجتہ علی انہ حر او سنی او قادر علی المہر والنفقۃ فبان
بخلافہ او علی انہ فلان بن فلان فاذا ہو لقیط او ابن زنا کان لہا الخیار فلیحفظ شارح کہتا ہو کہ محشی نے بیان کیا ہو کہ اگر عورت نے نکاح کیا مرد سے اس شرط پر کہ زوج
حر ہو یا سنی مذہب ہو یا قادر ہو مہر اور نفقہ پر پھر ظاہر ہوا کہ زوج اسکے برخلاف ہو یعنی غلام ہو یا رافضی یا خارجی ہو یا محتاج اسکو مہر و نفقہ کا مقدور نہیں یا اس شرط پر نکاح کیا کہ زوج
فلان بن فلان ہو اور ناگہاں وہ لقیط یا ولد الزنا نکلا تو عورت کو ان مسائل میں اختیار ہو فرقت کا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے لقیط وہ لڑکا جو کہیں پڑا ہوا ہو والدین اسکے معلوم
نہیں ہم عورت کو ان مسائل میں اختیار فسخ ہو وہ بسبب فقدان کفاءت کے اول میں تو سبب [illegible] اور ثانی میں کفاءت دینی نہیں اور ثالث میں کفاءت مالی نہیں اور رابع میں کفاءت نسبی نہیں

باب العدۃ

یہ باب ہو احکام عدت کے بیان میں ہی العدۃ بالکسر الاحصار و بالضم الاستعداد للامر لغت میں عدت بکسر اول و تشدید ثانی بمعنی شمار اور گنتی کے ہو اور بضم اول
اور تشدید ثانی کسی کام پر مستعد ہونے اور تیار ہونے کو کہتے ہیں اور اس آلہ ہتھیار کو بھی کہتے ہیں جو حوادث زمانہ کیواسطے مہیا کر رکھے وشرعا تربص یلزم
المرأۃ او الرجل عند وجود سببہ اور عدت بالکسر شرع میں اس توقف اور انتظار کو کہتے ہیں جو عورت کو یا مرد کو لازم آتا ہو نزدیک پائے جانے سبب کے اور
مرد کے اسباب انتظار سے وہ مواضع مراد ہیں جو موانع ہیں وطی کے اور ہر چند انتظار مرد پر اطلاق عدت کا شرعا جائز ہو لیکن اصطلاح فقہا میں عدت
مخصوص ہو عورت کے انتظار کو نہ مرد کے کذا فی فتح القدیر و مواضع تربصہ عشرون مذکورۃ فی الخزانۃ و حاصلہا یرجع الی ان من امتنع نکاحہا علیہ
لمانع لزمہ زوالہ کنکاح اختہا و اربع سواہا اور مواضع انتظار مرد کے بیس ہیں خزانۃ الفقہ میں مذکور ہیں اور حاصل ان بیس مواضع کا رجوع کرتا ہو اس
قاعدہ کلیہ کی طرف کہ جس عورت کا نکاح یا وطی مرد پر ممتنع ہو بسبب کسی مانع شرعی کے تو لازم ہو انتظار کرنا مرد کو اس مانع کے زوال تک جیسے نکاح کرنا سالی
سے زوجہ کی زندگی یا عدت میں یا چار عورتوں سے نکاح کرنا سوا اپنی زوجہ کے ہم فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ میں بیس مواضع کو یوں ضبط کیا ہے
کہ اپنی زوجہ کی بہن اور اسکی عمہ اور خالہ اور اسکی بھانجی اور بھتیجی سے نکاح کرنا اور چار زوجہ کے ہوتے پانچویں عورت سے نکاح کرنا اور لونڈی کا نکاح
بی بی پر اور عورت سے بعد نکاح فاسد کے وطی کر کے پھر اسکی بہن سے نکاح کرنا یا عورت سے بشبہ نکاح وطی کر کے پھر اسکی بہن سے نکاح کرنا چاہے یا چوتھی عورت
سے نکاح بنکاح فاسد یا شبہہ نکاح وطی کر کے پانچویں سے نکاح کرنا بدون گذرنے عدت کے جائز نہیں اسواسطے کہ نکاح فاسد او شبہہ نکاح میں بعد وطی کے
عدت واجب ہوتی ہو اور عدت والی عورت سے شخص اجنبی کو نکاح کرنا اور مطلقہ ثلثہ سے نکاح کرنا اور خریدی لونڈی سے قبل استبرا کے وطی کرنا اور حاملہ
زانیہ سے نکاح کر کے قبل ولادت کے وطی کرنا اور اس حربیہ سے جو دار الحرب میں مسلمان ہو کر دار الاسلام میں چلی آئی نکاح کرنا قبل ولادت کے اور اس حربیہ سے
جو دار الحرب سے گرفتار ہو کر آئی وطی کرنا درست نہیں بدون ایک بار حیض ہو جانے کے یا ایک مہینہ گذرنے کے اگر وہ صغیرہ یا کبیرہ ہوا اور اپنی مکاتبہ
مالکہ سے نکاح کرنا بدون آزادی کے یا عاجز ہونے کے بدل کتابت سے اور عورت بت پرست اور مرتدہ اور مجوسیہ سے بدون مسلمان ہونے نکاح کرنا ان بیس
صورتوں میں نکاح یا وطی جائز نہیں بدون گذرنے عدت اور رفع موانع کے کذا فی منح الغفار اور اکیسویں صورت ایک یہ ہو کہ غیر کی منکوحہ سے
نکاح کرنا جائز نہیں وہذا [illegible] تربص یلزم المرأۃ او ولی الصغیرۃ عند زوال النکاح فلا عدۃ لزنا او شبہتہ کنکاح فاسد

وفرقة لغيره وجها وطی بشبهة او شبهة كتبييل عقد ام الولد اور اصطلاح فقہا مین عدت عبارت ہی اُس انتظار سے جو عورت کو لازم ہی یا صغیرہ کے ولی کو
لازم ہی نزدیک زائل ہونے نکاح کے یعنی عدت بلعین لازم ہی واسطے زنا کے اسواسطے کہ عدت نہین ہوتی مگر بزوال نکاح سے یا بزوال شبہہ نکاح سے جیسے
کہ نکاح فاسد یا جیسے وہ عورت جسکو عورتین شب زفاف مین زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس چوک کر پہونچا دین اور کہین کہ یہ تیری زوجہ ہی اور وہ مرد
وطی کرے تو اسپر عدت واجب ہی شارح کہتا ہی کہ تعریف عدت مین لائق یہ ہی کہ مشابہ نکاح کا لفظ بھی زیادہ کیا جاوے تاکہ یہ تعریف ام ولد کی عدت کو بھی
شامل ہو جاوے کہ ام ولد کو جو آزاد کیجیے یا اسکو چھوڑکر مولی مرجاوے اعتاقا کہ ام ولد کو بھی تین حیض لازم ہی مانند منکوحہ کے بسبب ہم بستری ہونیکے کذا فی البحر الرائق ہم شبہہ کیونکر
اور سکوت ثانی اور نفع اول و ثانی بھی صحیح ہی یعنی مشابہ شارح نے ولی صغیرہ کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ صغیرہ پر بعد موت زوج کے انتظار واجب نہین اسواسطے کہ وہ ہنوز
مکلف نہیں بلکہ وقت بیان صغیرہ کے ولی پر انتظار کرنا لازم ہیگا تو تعریف عدت پر اعتراض وارد ہوتا ہی کہ یہ تعریف طلاق رجعی کی عدت کو شامل نہین اسواسطے کہ طلاق
رجعی مین نکاح نہین زائل ہوتا اسواسطے بلا تجدید نکاح عدت مین رجعت کرنا صحیح ہی لهذا اور کتب فقہ سے بدائع اور ابن کمال کی تعریف عدت کی نہایت خوب ہی کہ عدت
نام ہی اُس مدت کا کہ واسطے انقضا بقیہ آثار نکاح اور فراش کے مقرر ہوئی ہی تو اسمین سب افراد عدت کے داخل ہوگئے یہان تک کہ بقیہ فراش تا ام ولد کی بھی داخل ہوگئی
اور صغیرہ کا اعتراض دفع ہوگیا اسواسطے کہ اس تعریف مین ذکر لزوم نہین کذا فی حاشیۃ المدنی حکایت عجیبہ قبیل مشہور ہی کہ امام اعظم کے ایام مین ایک ولیمہ ہوا
دو بھائیوں کا جنکا نکاح ہوا تھا دو بہنوں سے عورتوں نے چوک کر اسکی زوجہ اسکے پاس کردی اور اسکی اسکے پاس آخر شب صبح کو حال کھلا اور فقہا سے مشورہ سے
فتوی دریافت کیا گیا سب علمانے فتوی دیا کہ ہر عورت پر عدت لازم ہی بعد عدت کے ہر عورت اپنے اپنے زوج پاس جاوے اور ہر ایک بھائی پر بسبب وطی
بالشبہہ کے مہر مثل دینا واجب ہی امام اعظم نے کہا کہ سب حضرات نے سخت حکم فرمایا میرے نزدیک اس سے آسان تر حکم ہوسکتا ہی علمانے فرمایا کہ وہ کیا ہی بیان کرو
امام اعظم نے دونوں بھائیوں کو بلایا اور پوچھا کہ تم دونوں کو یہ پسند ہی کہ ہر ایک کے پاس وہی رات والی عورت بنی رہے دونوں نے کہا کہ ہم بدل اچھی مرید اُس
پر امام نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اپنی ہم بستر عورت سے نکاح کرے تو اسمین عدت لازم نہوگی کہ طلاق قبل دخول پڑی ہی تب نہین سب علمانے
اسکو نہایت پسند کیا اور امام کی ذکاوت کی تعریف کی کہ ہر ایک کی ہم بستر ہر ایک کے پاس بنی رہی اور عدت کی حاجت نہوئی وسببها عقد النكاح
المتأكد بالتسليم وما جرى مجراه من موت او خلوة صحيحة فلا عدة بخلوة الرتقاء اور عدت واجب ہونیکا سبب عقد نکاح ہی جو متاکد تسلیم وطی یا قائم مقام
وطی کی ہو قائم مقام وطی عبارت ہی موت سے یا خلوت صحیحہ سے تو عدت لازم نہین رتقا کی خلوت سے اسواسطے کہ رتقا کی خلوت صحیح نہین بسبب مانع حسی کے
رتقا وہ عورت ہی جو بسبب تنگی شرمگاہ کے لائق جماع کے نہین وشرطها الفرقة اور شرط عدت کی جدائی ہی وركنها حرمات ثابتة بها كحرمة تزوج و
خروج وصحة الطلاق فيها اى فى العدة اور عدت کے رکن وہ حرمتین ہین جو بسبب عدت کے ثابت ہین جیسے غیر زوج سے نکاح کی حرمت اور زوج
کے گھر سے نکلنے کی حرمت اور طلاق واقع ہونے کی صحت عدت کے اندر شیخ حسنی محشی نے کہا کہ رکن کہتے ہین حقیقت شی کو تو معلوم نہ اور شارح کو بنانا تھا
کہ [illegible] کو رکن عدت کا کہتے اور حرمات مذکورہ تو عدت سے پیدا ہوتے ہین تو حرمات کو حکم عدت کا کہنا مناسب تھا اسواسطے کہ حکم اسکو کہتے ہین جو شی پر مترتب ہو
اور اسیطرح صحت طلاق اور حرمت اخت زوجہ بھی حکم مین داخل ہی تو بعض کو رکن کہنا اور بعض کو حکم قرار دینا تحکم اور سخن بے دلیل ہی کذا فی حاشیۃ المدنی
اور صاحب بحر نے بھی ایسا ہی کیا ہی یعنی جنکو یہان رکن کہا ہی انکو حکم عدت مین ذکر کیا ہی وحكمها حرمة نكاح اختها اور عورت کی بہن سے نکاح حرام ہی حکم عدت کا
وانواعها حيض واشهر ووضع حمل كما افاده بقوله اور قسمین عدت کے حیض اور مہینے اور وضع حمل ہین چنانچہ اسکا بیان مصنف نے آیندہ قول مین ذکر کیا وهی فی حق
حرة ولو كتابية تحت مسلم تحيض لطلاق ولو رجعيا او فسخ بجميع اسبابه ومنه الفرقة بتقبيل ابن الزوج نهر اور عدت حرہ کی حق مین اگرچہ حرہ کتابیہ ہو جو نیچے
مسلمان کے ہو یعنی اس حرہ کی جسکو حیض آیا ہو خواہ عدت بسبب طلاق کے ہو اگرچہ رجعی طلاق دی یا بسبب فسخ نکاح کے بجمیع اسباب فسخ چنانچہ لکتا سب النکاح مین

اسباب فسخ کے تفصیل مذکور ہو چکے اور منجملہ فسخ وہ جدائی ہے جو عورت کو حاصل ہوتی ہے اپنے زوج کے فرزند کے بوسہ لینے سے کذا فی النہر منح الغفار میں
مصنف نے کہا کہ فسخ کو مطلق رکھا تاکہ جمیع اسباب فسخ کو شامل ہو جیسے خیار بلوغ اور خیار عتق اور ملک احد الزوجین اور ارتداد احد الزوجین اور عدم کفائت کو
بعد الدخول حقیقۃً او حکماً اسقطہ فی الشرح وجزم بان قولہ الاتی ان وطئت یرجع للجمیع بعد دخول کے دخول حقیقی ہو جیسے کہ وطی یا دخول حکمی
چنانچہ خلوت مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں حقیقۃً او حکماً کو ساقط کر دیا ہے اور یقین کیا ہے کہ اسکا آیندہ قول یعنی ان وطئت سب کو شامل ہو یعنی عدت
بالحیض اور عدت بالاشہر کو تو میان حقیقۃً او حکماً کہنا کچھ ضرور نہیں ہے واسطے کہ وطی حقیقی اور حکمی دونوں کو شامل ہے ثلث حیض کوامل لعدم تجزی الحیضۃ
مذکورہ کی عدت پوری تین حیض ہیں بسبب عدم تجزی حیض کے یعنی بوجب نص قرآنی جب تین حیض کامل ٹھہرے تو اگر عورت کو حیض کے
اندر طلاق ہوئی تو لازم تھا کہ اسکی تکمیل بعض حیض رابع سے کیجاوے لیکن چونکہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ حیض تجزی اور انقسام کے لائق نہیں لہذا اکمل حیض رابع
عدت معتبر ہوگی اور حیض اول بیشتر بیان ہے کا لعدم ہے فالاولی للتعرف براءۃ الرحم والثانیۃ لحرمۃ النکاح والثالثۃ لفضیلۃ الحریۃ جب معلوم ہوا کہ عدت تین
حیض میں ہے تو اب اسکے مشروع ہونے کی حکمت دریافت کرنا چاہیے تو پہلا حیض اسلئے دریافت ہے کہ رحم کی صفائی معلوم ہو کہ اگر حمل ہے تو ظاہر آتا اور دوسرا حیض اسلئے
تعظیم نکاح کے ہے تاکہ رغبت والی نعمت نکاح کا احسان کرے کہ صفت اسکو حاصل تھی اور کہا ہے کہ کچھ اسکو فکر نہ تھا اور تیسرا حیض اسلئے وفضیلت آزادی کی اسواسطے
کہ لونڈی کی عدت دو حیض ہیں تو اسلئے اختیار رکھا اور عدت تمر کا تیسرا حیض زیادہ ہوا کذا فی البحر الرائق اور یہ بھی احتمال ہے کہ واسطے احتیاط کے تین حیض کو مقرر
فرمایا کہ شاید حیض اول استحاضہ ہوا اسلئے کہ استحاضہ حمل میں بھی ہوتا ہے تو تین بار حیض کا آنا قاطع ہو اشکال کذا وجدت ... عقیقتہا الان کما
فراشہا کالحرۃ وام الولد بلحاظ او ... عدت ام ولد کی بھی تین کامل حیض ہیں جبکہ مالک مر گیا یا اسکو آزاد کر دیا اسلئے کہ ام ولد کا
بھی ہم بستری ثابت ہو یا نہ جس کے یہ عدت ام ولد کی اس وقت تک ہے جب تک حاملہ اور آئسہ اور مالک پر حرام ہو اور اگر حاملہ ہوگی تو تا وضع حمل اسکی عدت ہے
اور اگر آئسہ ہوگی تو تین مہینے اسکی عدت ہے اور اگر مالک پر حرام ہوگئی ہو کسی سبب سے تو کچھ عدت نہیں اور مالک پر حرام ہو گئی یہ صورت ہے کہ غیر کے نکاح

یا عدت میں ہو یا مولے کے فرزند لیے شہوت تقبیل کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ... فلو ماتا ولم یدر الاول تعتد باربعۃ اشہر وعشر
یا بعد الایلین بجزا اور اگر مولے ام ولد کا اور زوج اسکا مر گیا اور معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا تو وہ عدت چار مہینے دس دن کرے یا کہ وہ تو قرون میں شبیہ تر اگر
اسکو عدت ٹھہراوے کذا فی البحر الرائق ہم اگر معلوم ہو کہ مولے پہلے مر گیا تو ام ولد پر عدت نہیں اور اگر زوج کی موت اول ثابت ہو تو اسکے دو مہینے پانچ دن
عدت ہیں اور اگر مولے زوج کی عدت میں مر گیا تو کچھ عدت نہیں اور اگر مولی بعد عدت زوج کے مر گیا تو تین حیض کامل اسکی عدت ہے اور اگر مولی اور زوج
کی موت کا تقدم و تاخر معلوم نہ ہو تو اسکی تفصیل بحر الرائق میں یون ہے کہ اگر یہ مقدار معلوم ہو کہ دونوں کی موت میں دو مہینے اور پانچ دن کی مدت سے کمتر ہو تو اس عورت
ام ولد کی عدت چار مہینے دس دن کی ہے حیض کا اعتبار نہ کرنے کی ترجیح ہے اور اگر معلوم ہو کہ دونوں کی موت میں دو مہینے اور پانچ دن کی مدت یا زیادہ گذر گئی تو
اسکی عدت چار مہینے دس دن میں باعتبار احتمال ثلث حیض کے اور اگر دونوں کی موت کے درمیان کی مدت معلوم نہ ہو اور یہ معلوم ہو کہ کون پہلے مر گیا تو امام
کے نزدیک چار مہینے دس دن کی عدت ہے بدون اعتبار کرنے تین حیض کے ... بعد الایلین ... مہینے دس دن باکمال حیض او بعد الایلین
کی تفصیل اور توضیح بعد تین سطر کے آوے گی کذا فی حاشیۃ المدنی ... اور ام ولد وارث نہوگی اپنے زوج کی سبب ہونے ثبوت
بسبب ثابت ہونے آزادی ام ولد کے اپنے زوج کی موت کے دن ولا عدۃ علی امۃ ومدبرۃ کانت تطأ بالعدم فراش جو ہرہ اور عدت نہیں لونڈی اور
مدبرہ پر جس سے مولے وطی کرتا تھا بسبب ثابت ہونے فراش کے کذا فی الجوہرہ لہذا لونڈی اور مدبرہ کے ولد کا نسب بدون اسکے ثابت نہوگا بدون اقرار
مولے کے بخلاف ام ولد کے کہ اسکا فراش مثل حرہ کے ثابت ہے یہان تک کہ اسکے ولد کا نسب مولے سے ثابت ہے بدون اقرار کے بھی وکذا موطوءۃ بشبہۃ

كمن فرقة لغير بلها او نكاح فاسد بكرقت في الموت والفرقة يتعلق … اور سواع تین حیض کامل کی عدت ہو اگر عورت کی وطی
شبہ سے ہوگئی چنانچہ عورت شب زفاف میں اپنے زوج کے سوا کسی اور کے پاس پہنچائی گئی یا اندھیری رات میں اپنی زوجہ جان کے کسی
اجنبی عورت سے وطی کی یا وطی بنکاح فاسد ہوئی چنانچہ نکاح موقت یا … بلا شہود … عدت … مرد کی موت …
میں بھی نکاح … مرتا اور جدائی دونوں صورت سے متعلق ہے … جدائی میں تین حیض کی عدت ہو اور وطی بنکاح فاسد …
موت اور فرقت میں تین ہی حیض کی عدت ہو … عدت وفات … اسواسطے … عدت وفات …
فرقت … بخلاف ان صورتوں کے کہ … اصل … حاشیۃ المدنی … لم تحض …
او لم تبلغ تسعا او کبیرہ بلغت سن الایاس … عدت … عورت کہ … بالغ ہو …
… نہیں ہوا … ایسی عمر کو پہنچ گئی … پچپن برس کی ہوئی او بلغت … ممتد …
الطہر … حتی الیٰ ان تبلغ سن الایاس … بالغ ہوئی عدت … پچپن برس کی ہوئی …
حیض نہیں آیا … قید سے اس مسئلہ سے خارج ہو گئی جوان عورت … طہر ممتد … ہو گیا تو …
تین مہینے کے نہیں … عدت باعتبار حیض کے ہوگی … پچپن برس … اگر حیض آ گیا … طلاق …
منقطع کی عدت … ہوگی اور جب پچاس یا پچپن برس کی ہوگی …
اشہر غیرہ مخالف لجمیع الروایات فلا یفتی بہ اور جو روایت کہ شرح وہبانیہ میں ہو کہ … طہر والی کی عدت نو مہینے میں منقضی ہو جاتی ہے … روایت ہو مخالف ہو
جمیع روایات معتبرہ کے سو کوئی مفتی حنفی … فتوی … ظاہر عبارت شارح … کہ اسکی عدت نو مہینے کی ہو بلکہ مطلب یہ ہو کہ جب جوان عورت کے
چھ مہینے تک حیض نہ آوے تب وہ تین مہینے کی عدت کرے تو اسطرح چھ اور تین ملا کر نو مہینے ہوئے … شرنبلالی نے شرح وہبانیہ … کہ اگر … چھ مہینے تک حیض نہ آیا
اور بعد اسکے تین مہینے کی عدت کی اور قاضی نے … حکم دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور … لائق ہے … کما اس
روایت پر فتوی ہوا اور یہی مذہب … امام مالک کا … ہمارے اصحاب … امام مالک کے قول پر فتوی … مسائل میں … ضرورت
اور جمہوری کے اور جامع الفصولین اور شرح … میں بھی … عدت نو مہینے … لیکن بحر الرائق میں بیان ہو کہ … نو مہینے کی روایت …
مخالف ہو … نہر الفائق … کہ اس روایت پر فتوی … ضرورت نہیں بلکہ قاضی مالکی … ثابت کرتا ہو کہ وہ …
مذہب کے … نہر الفائق کا قول … اسواسطے کہ یہ قول … حنفی مذہب … قاضی
مالکی نہیں … اور فتوی … بقول مالک … تقلید … بشرط عدم تلفیق کے کیفیت فی نکاح
الخلاصۃ … حنفی ما مذہب الامام الشافعی … یقول قال ابو حنیفۃ کذا … لو قضی مالکی … نفذ کما فی البحر والنہر اور کیونکر فتوی دیا جاوے
امام مالک کے قول پر اور حالانکہ خلاصہ کی کتاب النکاح میں یوں مذکور ہو کہ اگر حنفی مذہب کو کوئی مسئلہ پوچھے کہ امام شافعی رح کا مذہب اس میں کیا ہو
تو مفتی … پر واجب ہو کہ یوں کہے کہ امام ابو حنیفہ نے اس میں یوں کہا ہو ہاں اگر قاضی مالکی مذہب نو مہینے کی عدت کا حکم کر دے تو اسکا
حکم نافذ ہوگا یعنے حنفی مذہب … توڑ نہیں سکتا اسواسطے کہ امر مجتہد فیہ … قاضی کے حکم … ہو جاتا ہو کذا فی البحر الرائق والنہر الفائق … حنفی …
با وجود سوال … شافعی رح کے … امام اعظم کے مذہب … جواب … کہ ہر شخص پر واجب ہو … اور حنفی کے اعتقاد میں
غیر کا قول خطا محتمل الصواب ہو لیکن … اعتقاد … مذہب کے قول کو خطا محتمل الصواب

اعتقاد کرتا ہو اور مقلد پر غیر مذہب کو خطا اعتقاد کرنا واجب نہیں بلکہ فقہا نے تصریح کر دی ہو کہ تقلید مفضول کی جائز ہو باوجود فاضل کے حالانکہ مفضول کی
خطا زیادہ تر ہو فاضل سے چنانچہ صاحب بحر الرائق نے اپنے بعض رسائل میں اسکو بیان کیا ہو اور اسیواسطے حموی نے کہا ہو کہ صاحب نہر الفائق نے جو
خلاصہ کے قول سے اپنی بحث کی تقویت کی ہو وہ مسلم نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال ؎ لممتدۃ طہر بتسعۃ اشہر ٭ وقاعدۃ
بان مالکی یقضی ٭ ومن بعدہ لا ولیہ نقض کذا ٭ یقال بلا نقض علیہ بنظرۃ ٭ شارح کہتا ہو اور البتہ نظم کیا ہو اسکو ہمارے استاد خیر الدین رملی حنفی نے سو
یوں فرمایا ہو کہ واسطے اس عورت کے جسکا طہر ممتد ہو نو مہینے پوری عدت ہو اگر مالکی قاضی اسکا حکم کرے گو ثابت کر دے اور بعد حکم قاضی مالکی کے کوئی وجہ
نہیں اس حکم توڑنے کی یعنی قاضی حنفی اس حکم کو نہیں اٹھا سکتا ایسا ہی قول کہنا چاہیے بلا خلل جسپر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ہو وقاعدۃ اصل میں
ہو لیکن بضرورت نظم ہمزہ کو محذوف کر دیا اور بعض نسخوں میں یقضی بجاے یقرر کے ہو طحطاوی نے کہا کہ جو اعتراض اس قول پر وارد ہوتا ہو سو مذکور ہو چکا
یعنی اکثر ملکوں میں مالکی قاضی میسر نہیں تو وہاں نہایت مشقت اور تنگی ہوگی واما ممتدۃ الحیض فالمفتی ٭ کما فی حیض الفتح تقدیر طہرہا بشہرین فستۃ اشہر
للاطہار وثلث حیض بشہر احتیاطا اور جب عورت کا حیض دراز ہو جاتا ہے یعنی ہمیشہ خون جاری رہے اور وہ اپنے حیض کی عادت بھول جاوے تو قول مفتی ٭
علی فتح القدیر کے باب الحیض میں مذکور ہو یہ ہو کہ اسکے طہر کا اندازہ دو مہینے ہیں تو اس حساب سے کل عدت اسکی سات مہینے ہیں چھ مہینے تین طہر کے اور ایک مہینہ تین
حیض کا بنا بر احتیاط کے ہو اور یہ قول حکم کا ہو اور غیر مفتی بہ مرغینانی کا قول ہو کہ اسکے نزدیک اس عورت کی عدت تین مہینے ہیں اور اگر عورت کا خون ہمیشہ
جاری ہو اور اسکو اپنے حیض کی مدت یاد ہو تو موجب اپنی عادت کے حساب کرے کذا فی البحر الرائق اور اگر شارح بجاے ممتدۃ الحیض کے استحاضہ کا لفظ کہتا تو خوب
تھا اسواسطے کہ حیض دس روز سے زیادہ نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی فی ثلثۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ ٭ الا فبالایام بحر وغیرہ یعنی صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ غیر حائضہ
کے حق میں تین مہینے کی عدت ہو اگر طلاق پہلی تاریخ واقع ہوئی تو حساب ہر مہینہ کا ہلال سے ہوگا اور اگر درمیان مہینے کے طلاق واقع ہوئی تو حساب ہر مہینے کا
دنوں سے ہوگا یعنی ہر مہینہ تیس دن کا کذا فی البحر الرائق وغیرہ ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ کما مر یہ سب عدتیں واجب ہونگی اگر عورت سے وطی ہوئی ہو
جمیع مسائل مذکورہ میں اگرچہ وطی حقیقی نہیں بلکہ حکمی وطی ہو چنانچہ خلوت اگرچہ خلوت فاسدہ ہو چنانچہ اسکا بیان باب المہر میں ہو چکا شارح نے خلوت کو مطلق
کہا یعنی خلوت صحیح اور فاسدہ دونوں سے عدت لازم ہوتی ہو اور یہی قول صحیح ہو اور ابتداے باب العدۃ میں فقط خلوت صحیحہ کو سبب عدت کا کہا موافق قدوری کے قول
کے جو غیر صحیح ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو رضیعا تجب العدۃ لا المہر قنیۃ اور اگرچہ شیرخوار ہو اور بعد خلوت کے فراق ہو تو عدت بالاتفاق واجب ہوگی اور تمام
مہر کے نزدیک ہمارے واجب ہوگا کذا فی القنیۃ صورت فراق شیرخوار کی یہ ہو کہ شیرخوار کے باپ نے اسکا نکاح فاسد کر دیا اور بعد خلوت کے بحکم قاضی تفریق ہوئی ہو
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی وعدۃ الموت اربعۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ کما مر وعشر من الایام بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت اور عدت زوج کی موت کی
چار مہینے میں بحساب ہلال کے اگر موت پہلی تاریخ ہوئی ہو چنانچہ بیان اسکا ہو چکا اور دس دن یعنی چار مہینے دس دن عدت موت ہو بشرط باقی رہنے نکاح کے صحیح
موت تک اسواسطے کہ نکاح فاسد میں مرد کی موت سے عدت وفات کی نہیں اور اگر مکاتب نے اپنی زوجہ کو خرید کیا پھر بدل کتابت ادا کر کے مر گیا تو اسکی زوجہ پر عدت وفات
نہیں اسواسطے کہ موت کے وقت نکاح باقی نہیں کیونکہ وہ مکاتب اداے بدل کتابت سے پہلے قبل موت کے آزاد ہوا تو اپنی زوجہ کا مالک ہوا اور حالانکہ ملک احد الزوجین سے
نکاح باقی نہیں رہتا مطلقا وطئت ولا ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنہا الا الحامل عدت وفات مطلقا واجب ہو عورت کی وطی
ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اگرچہ زوجہ صغیرہ یا کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے اگرچہ مسلم غلام ہو تو زوج کی موت میں کسی زوجہ کی عدت چار مہینے اور دس روز سے خالی نہیں سواے
حاملہ کہ اسکی عدت بعد وضع حمل ہو قلت عم کلامہ ممتدۃ الطہر لم ینقع وہی واقعۃ الفتوی ثم لم ارہا فلان فراجعہ شارح کہتا ہو کہ کلام مصنف کا بیان عدت وفات میں
ممتدہ طہر کو بھی شامل ہو ممتدہ طہر کی مثال جیسے دودھ پلانے والی عورت کہ اسکو اکثر حیض نہیں آتا مدت تک اور اس مسئلہ کا فتوی طلب ہوا اور میں نے

اسکو کسی کتاب فقہ میں صریح نہیں لکھا سوائے دیکھنے والے در المختار کے اس مسئلہ کو تلاش کیجیے کتب فقہ میں جو طحطاوی نے کہا جب فقہا تصریح کر چکے کہ عدت وفات سے کوئی خارج نہیں سوائے حاملہ کے تو اس قاعدہ کلیہ میں ممتدہ طہر بھی داخل ہو تو اب مراجعت اور تلاش کتب کی کیا حاجت ہے وفی حق الامۃ تحیض لطلاق او فسخ حیضتان لعدم التجزی اور جس لونڈی کو حیض ہوتا ہو تو واسطے طلاق یا فسخ نکاح کے اسکے حق میں دو حیض کی عدت ہے بوجہ عدم قسمت پذیری حیض کے یعنے قاعدہ شرع کا یہ ہے کہ عدت لونڈی کی حرہ کی عدت سے آدھی ہوتی ہے یعنے ڈیڑھ حیض لیکن چونکہ حیض میں نصف اور ثلث متصور نہیں لہذا نصف کو پورا کر دیا وفی امۃ لم تحض لطلاق او فسخ او مات عنہا زوجہا نصفہا ای نصف المقدرۃ لقبول التنصیف اور اس لونڈی کے حق میں جسکو حیض نہیں آتا بسبب اسی یا بزرگی کے یا بعد بلوغ کے بھی واسطے طلاق یا فسخ کے یا اسکا زوج آکر اور وہ چھوٹی کہ مر گیا حرہ کی آدھی عدت ہے بسبب لیاقت تنصیف کے یعنے حرہ کی عدت ایسی مدت ہے جو ہو سکتی ہے آدھی ہو سکتی ہے لہذا لونڈی کی عدت یہاں آدھی مقرر ہوئی تو صغیرہ اور آئسہ و بالغہ بلا حیض کی عدت طلاق یا فسخ میں ڈیڑھ مہینہ ہے اور عدت وفات دو مہینے پانچ دن ہے وفی حق الحامل مطلقا ولو امۃ او کتابیۃ او من زنا بان تزوج حبلی من زنا ودخل بہا ثم مات او طلقہا تعتد بالوضع جواہر الفتاوی وضع جمیع حملہا لان الحمل اسم لجمیع ما فی البطن اور حاملہ کے حق میں مطلقا اگرچہ حاملہ لونڈی ہو یا کتابیہ ہو یا حاملہ زنا سے ہو اس طرح پر کہ مثلا زید نے نکاح کیا اس عورت سے جسکو زنا کا حمل تھا پھر وطی کی اس سے اگرچہ وطی تا وضع حمل حرام تھی پھر زید مر گیا یا اسکو طلاق دی تو اسکی بھی عدت بوضع حمل ہوگی کذا فی جواہر الفتاوی سے وضع جمیع حمل عدت ہے حاملہ کی اسواسطے کہ حمل نام ہے جمیع ما فی البطن کا تو اگر مثلا آج ایک لڑکا جنی اور بعد مہینے کے دوسرا لڑکا جنی تو اسکی عدت پچھلے لڑکے سے منقضی ہوگی نہ اول ولد سے وفی البحر خروج اکثر الولد کالکل فی کل الاحکام الا فی حلہا للازواج احتیاطا اور بحر الرائق میں ہے کہ نکلنا اکثر حصہ لڑکا مانند نکلنے کل بدن کے ہے سب احکام میں مگر عورت کے حلال ہونے میں واسطے ازواج کے اکثر حصہ کل نہیں بنا بر احتیاط کے یعنے اگر حاملہ کے پیٹ سے اکثر بدن لڑکا نکل آیا اور اقل اندر رہا تو عدت تمام ہوئی زوج اول پر حرام ہو گئی لیکن زوج ثانی کو ہنوز حلال نہیں بنا بر احتیاط کے کہ جمیع حمل کا وضع نہیں ہوا ولا عبرۃ بخروج الرأس ولو مع الاقل خلافا لما صرح بہ فی ... اعتبار نہیں سر نکلنے کا اگرچہ قدرے بدن کے ساتھ سر نکلا ہو یعنی اسقدر نکلنے سے عدت ختم نہ ہوگی اور قصاص بھی نہ ہوگا اسکے قطع کرنے میں بلکہ پورا خون بہا بھی دینا ہوگا بلکہ پیدا ان حصہ خون بہا کا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر حمل گر گیا تو اگر کچھ اعضا جدا جدا معلوم ہوتے ہوں تو عدت تمام ہوگی اور اگر خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا گرا تو عدت منقضی نہیں ہوگی کذا فی البحر نا قلا عن البدائع ولا یثبت نسبہ من المبانۃ الا ولا اقل من ستتین ثم یا قبلہا اکثر اور ثابت نہیں ہوتا نسب لڑکا کا سر نکلنے سے عورت بائنہ کے پیٹ سے اگر کم دو برس سے سر نکلا ہو اسکا باقی بدن بعد دو برس کے نکلا ولو کان زوجہا الصبی صغیرا غیر مراہق وولدتہ لاقل من نصف حول من موتہ فی الاصح لعموم آیۃ واولات الاحمال عدت حاملہ کی وضع حمل ہے اگرچہ زوج اسکا جو مر گیا ہے صغیر ہو نہ قریب البلوغ اور جنی ہو صغیر کی زوجہ کمتر چھ مہینے سے یا زیادہ اسکی موت زوج سے بنا بر قول اصح کے جو منشا صغیر سے حمل متصور نہیں لیکن انقضائے عدت بدون وضع حمل کے نہیں بسبب عموم آیت قرآنی کے کہ حق تعالی نے فرمایا کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے اسمیں خصوصیت بالغ کی نہیں فرمائی تو صغیر اور کبیر کی موت یکسان ہوگئی اور یہ قول امام اور محمد کا ہے بخلاف ابی یوسف کہ انکے نزدیک موت کی عدت لازم ہے وضع حمل کی نہیں حیات میں بعد موت لیکھی یان عدت لنصف حول فاکثر عدتہ اجماعا لعدم الحمل حین الموت اور اس عورت کے حق میں جو حاملہ ہوگئی بعد موت صغیر کے اسطرح کہ جنی چھ مہینے یا زیادہ میں موت کے بعد سے تو اسکو موت کی عدت لازم ہے بالاجماع بسبب ثابت ہونے حمل کے صغیر کی موت کے وقت بلکہ بعد موت صغیر کے حمل حادث ہوا بخلاف پہلی صورت کے ولا نسب علیہما لانتفاء الولادۃ اور نسب لڑکا کا صغیر سے ثابت نہیں دونوں صورتوں میں اسواسطے کہ صغیر میں منی نہیں پھر منی نہیں تو لڑکا کہاں ثم ینبغی تقییدہ بما مر فی الرائق فتح القدیر ان لا نسب لائق ہو ثبوت نسب لڑکا زوج قریب البلوغ سے بنا بر احتیاط کے کذا فی فتح القدیر قریب البلوغ دس برس کے لڑکے کو کہتے ہیں چنانچہ مذکور ہوگا

والروایات فی البلقنا بینبغی ان تکون عدتہا الی ان تبلغ الی الایاس مہر اور اگر لڑکی نابالغہ کے پیٹ میں مرگیا تو اسکی بقائے عدت اسکے گزرنے تک منتظر اور اگر یا یہ کہ عورت نا امید ہی کی عمر کو پہنچے کذا فی النہر الفائق ہم پر مسئلہ اہم اور مشکل ہے بعض نے یہ تجویز کیا ہے صاحب نہر کی شیخ حتی نے کہا کہ جب نا امیدی کی عمر کو پہنچی تو تین مہینے کی عدت ہوگی لیکن یہ خفا اعادہ کا وہم آیت قرآنی سے کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے اور شاید صاحب نہر الفائق نے عدت بالیقین وہ پیدا ہوسکے کا ارادہ کیا ہو یعنی اپنی کل امیدی کا قول کرنا کا دو برس سے زیادہ پیٹ میں نہیں رکھتا ہے دونوں کو شامل ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفی حق امرأۃ الفار من الطلاق البائن الثلث وہی فی العدۃ ابعد الاجلین من عدۃ الوفاۃ وعدۃ الطلاق حتیٰ انہا

بانت بعد اربعۃ اشہر وعشر لم تنقض العدۃ منہا ثلث حیض من وقت الطلاق حتی ولو مضت الانہا لو لم ترفیہا حیضا تنتقد بعد ما ثلث حیض حتی لو امتد طہرہا تبقی عدتہا حتی تبلغ الایاس

اور فرار کرنیوالے کے حق میں طلاق بائن کی عدت اگر مرد مرگیا یہ عورت کی عدت میں تو ابعد الاجلین ہے یعنے عدت وفات اور عدت طلاق میں جو بعید تر ہو وہ عدت کرنا لازم ہوتا ہے پھر اسطرح ہے کہ چار مہینے اور دس دن انتظار کرے موت کے وقت سے اسی چار مہینے دس دن میں تین حیض ہوں کہ ابتدا میں شروع طلاق سے کذا فی الکافی اور اس میں ثمرہ یہ ہے ابعد الاجلین کی تفسیر جو نہ ملے کی پوری ہنیں کہ سب صورتوں کو شامل ہنیں ہو اسطے کہ اگر عورت نے چار مہینے دس دن میں حیض دیکھا تو وہ بعد چار مہینے دس دن کے تین حیض کی عدت کرے جتنے دنوں میں ہو بیان یہ ہے کہ اگر عورت کا طہر دراز ہو جائے تو حیض آئے تو اسکی عدت باقی ہوگی نا امیدی کی عمر تک کذا فی فتح القدیر اور بعد پچاس برس کے تین مہینے کی عدت ہوگی ہم تفسیر ابعد الاجلین کی آسان طریق پر موافق قاضی خان کے یوں ہے کہ اگر چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی گذر جاویں تو عدت منقضی ہوگئی اور اگر چار مہینے دس دن ہو چکے اور تین حیض نہ چکیں تو تکمیل تین حیض کی عدت آخر ہوگی اور اگر تین حیض قبل چار مہینے دس دن کے ہو چکیں تو بدون تمام ہونے چار مہینے دس دن کے عدت منقضی نہ ہوگی فائدہ عدت ابعد الاجلین چار صورتوں میں ثابت ہے ایک فار کی عورت جسکا بیان ابھی تھا دوسری صورت یہ کہ زوج کی دو عورتیں ہیں اور اسنے ایک غیر معین کو طلاق دی بشرطیکہ دونوں سے وطی کر چکا ہو اور دونوں حیض والیاں ہوں پھر زوج مرگیا اور یاد نہ رہا کہ دونوں میں سے مطلقہ کون ہے تو ہر عورت پر واجب ابعد الاجلین تیسری صورت یہ کہ دو عورتوں میں سے ایک کو بلاتعیین تین بار طلاق دی اپنی صحت میں پھر مرگیا بدون بیان کئے تعیین کے تو ہر عورت کی عدت ابعد الاجلین ہے چوتھی یہ صورت کہ دو عورتوں میں سے ایک کو طلاق دی بلاتعیین صحت میں پھر اپنے مرض الموت میں بیان کر دیا کہ فلانی کو طلاق دی تھی اور قبل انقضاء عدت طلاق مرگیا تو مطلقہ پر ابعد الاجلین کی عدت واجب ہوگی کذا فی فتاوی قاضی خان اور پانچویں صورت ابعد الاجلین کی وہ ہے جسکو شارح اسی بیان میں ذکر کر چکا ہے جس ام ولد کا مولی اور زوج دونوں مر جاویں اور معلوم نہ ہو کہ کون پہلے مرگیا وقیدنا البائن لان المطلقۃ الرجعی بالموت اجماعا اور وارث کے زوجہ کی ابعد الاجلین عدت ہو چکنے پر مصنف نے طلاق بائن کی قید لگائی اسواسطے کہ اسکی مطلقہ رجعی کی عدت وہ ہی جو عدت کی ہے بالاتفاق یعنے چار مہینے دس دن کی عدت ہے خواہ اسمیں تین حیض ہوں یا نہ ہوں والعدۃ فیمن عتقت فی عدۃ رجعی لا عدۃ البائن ولا الموت ان تتم کعدۃ حرۃ اور عدت اس لونڈی کے حق میں جو آزاد ہوگئی طلاق رجعی کی عدت میں نہ طلاق بائن کی عدت میں اور نہ موت کی عدت میں یہ ہے کہ پوری کرے عدت کو مانند حرہ کی عدت کے یعنے لونڈی کے زوج نے اسکو طلاق رجعی دی تو اسکی عدت تھی دو حیض یا ڈیڑھ مہینہ لیکن ہنوز اسکی عدت منقضی ہوئی تھی کہ اسکے مولی نے اسکو آزاد کر دیا تو اب اسپر حرہ کی عدت پوری لازم ہوگئی یعنے تین حیض کی عدت اور اگر صغیرہ یا آئسہ ہے تو تین مہینے کی عدت و

تحققت فی الصدرا ای البائن والموت فکعدۃ امۃ لبقاء النکاح فی الرجعی دون الاخیرین اور اگر لونڈی آزاد ہوئی طلاق بائن یا موت کی عدت میں تو اسکی عدت مانند لونڈی کی عدت کے ہے بسبب باقی رہنے نکاح کے طلاق رجعی میں نہ بائن اور موت میں یعنی چونکہ رجعی میں نکاح قائم ہے لہٰذا مطلقہ رجعی کی عدت مانند حرہ کے ہے بخلاف بائن اور موت کے وتنتقل العدۃ سنا کامۃ صغیرۃ مملوکۃ طلقت رجعیا فتعتد بشہر ونصف

فحاضت تعتبر حیضتین او ثلاثا ثم امتد طہرہا للایاس تعتبر بالاشہر فما دونہا تعتبر بالحیض فمات زوجہا تعتبر اربعة اشہر وعشرا بدیگا ہے بالتی ہو عدت
چھ طرح پر ہوتی ہے پہلی صورت یہ کہ طلاق رجعی ہوئی تو اسکی عدت ہوئی ڈیڑھ مہینہ پھر اسکو قبل گذرنے ڈیڑھ مہینے کے حیض آیا تو اب دو حیض کی عدت
ہوگئی پھر قبل انقضا سے عدت کے وہ آزاد ہوگئی تو اسکی عدت تین حیض کی ہوگئی پھر قبل تین حیض کے طہر اسکا دراز ہوگیا یعنے پچاس برس کی
عمر تک حیض آیا تو اب اسکی عدت تین مہینہ کی ہوگئی پھر قبل گذرنے تین مہینے کے حیض جاری ہوا تو تین حیض کی عدت ہوگئی پھر قبل انقضا سے
تین حیض کے زوج اسکا مرگیا تو اب چار مہینے دس دن کی عدت ہوگی تو یہ پانچ بار انتقال ہوا اور شارح چھ بار کے انتقال کا قائل ہے تو شاید کہ آخر سے
پہلی صورت کو بھی انتقال قرار دیا ہو واللہ اعلم الآئسة اعتدت بالاشہر ثم عاد دمہا علی جاری عادتہا او حبلت من زوج آخر بطلت عدتہا وفسد نکاحہا

واستأنفت بالحیض لان شرط الخلفیة تحقق الایاس عن الاصل وذلک بالعجز الدائم الی الموت وہو ظاہر الروایة کما فی النہایة واختارہ فی الہدایة
فتعین المصیر الیہ قال فی البحر بعد حکایة ستة اقوال مصححة واقرہ المصنف آئسہ نے مہینوں کی عدت کی پھر عود کیا اسکے حیض نے بکثرت جاری ہوکر موافق
عادت قدیمی کے یا کہ اسکو حیض نہ آیا لیکن بعد تین مہینے کی عدت کے اسنے نکاح کیا اور دوسرے زوج سے وہ حاملہ ہوگئی تو اس حیض کے آنے یا حاملہ
ہونے سے مہینوں کی عدت باطل ہوگئی اور نکاح ثانی فاسد ہوگیا اسواسطے کہ عین عدت میں ہوا تو اب وہ عورت سرے سے عدت کو حساب حیض شروع
کرے اسواسطے کہ عدت بالاشہر خلیفہ تھی عدت بالحیض کی اور شرط خلیفہ ہونے کی یہ ہے کہ اصل سے ناامیدی متحقق ہوا اور تحقق ناامیدی کا سبب ناامیدی ہمیشگی کے
تا بہ موت تک نہ اس صورت میں سبب حیض آنے یا حاملہ ہونے کے ناامیدی نہ رہی تو ظاہر ہوا کہ آئسہ وہ ہے کہ جسکو نہ حیض ہو نہ حمل اور یہی بطلان اور استیناف عدت ظاہر الروایۃ ہے
کذا فی النہایۃ اور اسکو پسند کیا ہے ہدایہ میں تو اسی روایت پر رجوع اعتماد مقرر ہوگیا ایسا کچھ کہا ہے بحر الرائق میں بعد نقل کرنے چھ قول کے جنکی تصحیح ہو چکی ہے اس مسئلہ میں
اور اسی ظاہر الروایۃ کو ثابت رکھا ہے مصنف نے متن اور شرح میں ہم آئسہ کے حیض جاری ہونے کی مراد میں چند قول ہیں لیکن ترجمہ میں کثرت سیلان ہی کو
مذکور کیا اسواسطے کہ بحر الرائق میں مذکور ہے کہ معراج الدرایۃ میں اسی قول پر فتوی ہے لکن اختار البہنسی ما اختارہ الشہید وہو انہا ان رأتہ قبل تمام الاشہر

استأنفت لا بعدہا قلت وہو ما اختارہ صدر الشریعة وملا خسرو والباقانی واقرہ المصنف فی باب الحیض وعلیہ فالنکاح جائز وتعتد فی المستقبل

بالحیض کما صحح فی الخلاصة وغیرہا وفی الجوہرة والمجتبی انہ الصحیح المختار وعلیہ الفتوی وفی تصحیح القدوری وہذا التصحیح اولی من تصحیح الہدایة
وفی النہر والحاصل ان الاقوال وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی لیکن اختیار کیا ہے بہنسی نے جسکو شہید نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر آئسہ نے قبل تمام
ہونے تین مہینے کے حیض کو دیکھا تب تو عدت مہینوں کی باطل ہوئی سرے سے حیض کی عدت شروع کرے اور بعد تمام ہونے تین مہینے کے
حیض دیکھا تو عدت پوری ہوگئی اب استیناف عدت کا نہ کرے شارح کہتا ہے اسیکو صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں اور ملا خسرو اور باقانی نے پسند کیا ہے
اور اسی قول کو مصنف نے باب الحیض میں ثابت رکھا ہے اور بموجب اس قول مختار کے بعد تین مہینے کے نکاح زوج ثانی کا جائز ہے نہ فاسد اور زمانہ مستقبل
میں اگر زوج ثانی طلاق دیوے تو عورت حساب حیض عدت کرے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہے خلاصہ وغیرہا میں اور جوہرہ اور مجتبی میں کہا ہے کہ یہی قول صحیح اور مختار ہے
اور اسی پر فتوی ہے اور تصحیح قدوری میں بیان ہے کہ تصحیح اس قول کی بہتر ہے تصحیح ہدایہ سے اور نہر الفائق میں کہا ہے کہ یہی قول ستہ اقوال میں معتدل ہے
اور پوری تقریر اسکی شارح کی اس شرح میں ہے جو ملتقی الابحر پر لکھی ہے الصغیرة لو حاضت بعد تمام الاشہر لا تستأنف الا اذا حاضت فی اثنائہا فتستأنف بالحیض
کما تستأنف العدة بالشہور من حاضت حیضة او ثنتین ثم ایست تحرزا عن الجمع بین الاصل والبدل صغیرہ کو اگر حیض آوے بعد تمام ہونے تین مہینے کے تو
استیناف عدت کا حیض سے نہ کرے ہاں اگر درمیان عدت کے یعنی تین مہینے کے اندر آوے تو حیض سے عدت شروع کرے چنانچہ استیناف عدت کا
مہینوں سے وہ عورت کرتی ہے جسکو ایک بار یا دو بار حیض آیا پھر وہ آئسہ ہوگئی یعنے پچپن برس کی ہوگئی ان صورتوں میں پہلی عدت چھوڑ کر دوسری عدت کا

حکم اسواسطے ہوا کہ جمع ہونا اصل اور بدل سے بچا رہے اسواسطے کہ بدل درصورت قدرت اصل پر ہوتا ہو تو کچھ عدت اصل ہوا اور کچھ بدل جسمیں جائز نہیں
والایاس سنۃ للرومیۃ وغیرہا خمس وخمسون عند الجمہور وعلیہ الفتوی وقیل الفتوی علی خمسین نہر اور ایاس یعنے نا امیدی کی عمر خواہ عورت روم کی رہنے
والی ہو خواہ اور کسی ملک کی پچپن برس ہو نزدیک اکثر فقہا کے اور اسی قول پر فتوی ہو اور قول ضعیف یہ ہو کہ پچاس برس پر فتوی ہو کذا فی
النہر الفائق محمد سے روایت ہو کہ روم کی عورت میں حد ایاس پچپن برس اور اسکے سوا میں ساٹھ یا ستر برس لیکن اس روایت پر فتوی نہیں کذا فی البحر الرائق
وفی البحر عن الجامع صغیرۃ بلغت ثلثین سنۃ ولم تحض حکم بایاسہا اور بحر الرائق جامع سے منقول ہو کہ صغیرہ تیس برس کو پہونچی اور اسکو حیض نہ آیا
تو اسپر ایاس کا حکم کیا جاویگا وعدۃ المنکوحۃ نکاحا فاسدا فلا عدۃ فی باطلۃ وکذا موقوف قبل الاجازۃ اختیار لکن الصواب ثبوت العدۃ
والنسب بحر اور عدت منکوحہ نکاح فاسد کی حیض ہو تو نکاح فاسد کی قید سے نکاح باطل نکل گیا کہ اسمیں عدت نہیں نکاح باطل جیسے غیر کی عورت سے
دانستہ نکاح کرے اور اسیطرح نکاح موقوف میں قبل اجازت کے عدت نہیں کذا فی الاختیار نکاح موقوف جیسے نکاح فضولی کا یا نکاح غلام یا باندی کا
بلا اذن مولی لیکن حق یہ ہو کہ نکاح موقوف میں عدت اور نسب اسکا ثابت ہو کذا فی البحر الرائق والموطوءۃ بشبہۃ ومنہ تزوج امرأۃ الغیر غیر
عالم بحالہا کما سیجیء والموطوءۃ بشبہۃ ان تقیم مع زوجہا الاول وتخرج باذنہ فی العدۃ لقیام النکاح بینہما وانما حرم الوطی حتی تلزمہ نفقتہا وکسوتہا یعنے
اذا لم یکن عالما بالتزوج رد المحتار کما سیجیء اور عدت اس عورت کی جسکی وطی بشبہہ ہوئی اور منجملہ وطی بشبہہ غیر کی عورت سے نکاح کر لینا ہو نادانستہ چنانچہ آگے اسکا
باب میں آویگا اور اگر مرد نے دانستہ غیر کی عورت سے نکاح کیا تو وہ شبہہ نہیں صریح زنا ہو تو اسمیں عدت نہیں اور جسکی وطی بشبہہ ہوگئی اسکو اپنے اول
زوج کے پاس رہنا جائز ہو اور نکلنا گھر سے اسکی اجازت سے عدت میں لازم ہو بسبب قائم رہنے نکاح کے دونوں میں اور زوج اول کو حرام تو فقط وطی ہو
عدت تک قیام نکاح کا یہاں تک ثابت ہو کہ زوج اول کو عورت کا نفقہ اور لباس دینا لازم ہو کذا فی البحر الرائق شارح کہتا ہو نفقہ زوج اول پر اس وقت
لازم ہوگا جبکہ عورت واقف اور راضی نہ ہو یعنے دونوں قیدیں یا ایک قید ضرور ہو وجوب نفقہ میں چنانچہ اگر عورت واقف ہو کہ یہ شخص میرا زوج نہیں لیکن
سبب اسکے مکر کو میں نے فاقہ میں کر دیا ہو اور مرد نے کہا ہو کہ یہ تیری عورت ہو اور وقت وطی کے ہرچند عورت نے کہا ہو کہ میں غیر کی زوجہ ہوں لیکن اسنے
اعتبار نکیا ہو اور زبردستی دھوکا یا ہو تو اس صورت میں کسی پر حد نہیں مرد پر بسبب شبہہ کے اور عورت پر بسبب جبر کے اور عدت بعد وطی کے شوہر واجب ہوگی اور نفقہ
زوج اول پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عورت کا کچھ قصور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وام الولد فلا عدۃ علی مدبرۃ ومعتقۃ غیر الآئسۃ والحامل فان عدتہما
بالاشہر والوضع اور عدت ام ولد کی تو اس قید سے مدبرہ اور معتقہ پر عدت نہیں اور اسیطرح ام ولد آئسہ اور حاملہ پر اسواسطے کہ عدت آئسہ کی مہینوں سے
ہو اور عدت حاملہ کی وضع حمل ہو الحیض للموت ای موت الولی وغیرہ کفرقۃ او متارکۃ لان عدتہا للتعرف براءۃ الرحم وہو بالحیض لم یکتف
بحیضۃ احتیاطا یعنے عدت منکوحہ نکاح فاسد اور موطوءہ بشبہہ اور ام ولد کی بشرطیکہ عدم ایاس اور حمل کے فقط تین حیض ہیں یعنے فوت مولی کی عدت میں
بھی حیض کی عادت ہو نہ مہینوں کی اور غیر موت میں بھی تین حیض ہی کی عدت ہو غیر موت کی عدت جیسے نکاح فاسد میں فرقت ہو گئی ہو بحکم قاضی یا بالہام
ترک وطی کے عزم کا ایسی عورتوں کی عدت بحیض ہوئی نہ بالاشہر اسواسطے کہ عدت انکی محض واسطے دریافت کرنے صفائی رحم کے ہو اور یہ دریافت نہیں ہو سکتا مگر
حیض سے اور ہرچند ایک حیض سے بھی صفائی معلوم ہو جاتی ہو لیکن ایک حیض پر کفایت نہ کی بلکہ بنابر احتیاط کے تین حیض مقرر ہوے ولا اعتداد
بحیض طلقت فیہا اجماعا اور اس حیض کا حساب جسمیں طلاق واقع ہوئی عورت پر شمار نہیں عدت میں بالاجماع اسواسطے کہ قرآن سے حرہ کی عدت میں تین حیض
اور حدیث سے لونڈی کی عدت میں دو حیض ثابت ہیں تو پورے حیض معتبر ہونگے نہ ناقص لہذا طلاق والا حیض ساقط الاعتبار ہو یعنے اسکے سوا تین حیض حرہ میں
اور دو حیض لونڈی میں لازم ہونگے واذا وطئت المعتدۃ بشبہۃ ولو من المطلق وجبت عدۃ اخری لتجدد السبب وتداخلتا والمرئی من الحیض منہما

وحملها ان تتم العدۃ والثانیۃ ان بنت لا الاولی اور جب وطی ہوگئی عدت والی عورت کی شبہ سے اگرچہ طلاق دینے والے زوج نے وطی کی تو واجب ہے کی عدت دوسری
دوسری عدت بسبب شبہ وطی کے اور دونون عدتین متداخل ہو جاوینگی یعنی مل جاوینگی اور جو حیض کہ بعد وطی شبہ کے دیکھا گی بیگا
وہ دونون عدتون میں شمار ہوگا اور واجب ہے کہ معتدہ پورا کرنا دوسری عدت کا اگر تمام ہوگئی پہلی عدت چنانچہ اگر عورت کو طلاق بائن دی اور
اسکو ایک بار حیض آیا اور اسنے دوسرے زوج سے نکاح کیا اور بعد وطی کے تفریق ہوئی پھر عورت کو دو بار حیض آیا تو یہ تینون حیض دونون عدتون میں محسوب ہونگے
تو زوج اول کی عدت تو پوری ہوگئی پہلا حیض اور یہ دو حیض ملکر اور زوج ثانی کی عدت میں فقط دو ہی حیض ہیں تو جب ایک حیض اور ہوگا تب ثانی کی عدت
تمام ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ یہاں چار حیض ہیں پہلا حیض تو پہلی عدت کو مخصوص ہے اور پچھلا حیض دوسری عدت کو مخصوص ہے اور درمیان کے دو حیض دونون عدتون میں
مشترک ہیں اور مثال میں جو معتدہ سے مراد طلاق بائن کی معتدہ ہے تا کہ زوج مطلق کی وطی داخل ہے وطی بالشبہ میں اور اگر طلاق رجعی کی عدت میں معتدہ سے
زوج وطی کریگا تو رجعت ثابت ہو جاویگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو بالاشہر او بہما لو معتدۃ وفاۃ اور اسیطرح متداخل ہونگی دو عدتین اگر ہر ایک عدت
مہینون کی ہو چنانچہ آئسہ کی عدت میں وطی بالشبہ ہوگئی تو اگر پہلی عدت آخر ہوئی قبل دوسری کے تو دوسری عدت کا بھی پورا کرنا مہینون سے واجب ہوگا یا ایک عدت
مہینون کی ہو اور دوسری حیض کی اگر معتدہ وفات ہو یعنی ایک عورت وفات زوج سے چار مہینے دس دن کی عدت میں تھی کہ اسکی وطی بالشبہ ہوگئی تو دوسری
عدت حیض کی ہوگی تو اگر چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی ہو گئے تو دونون عدتین منقضی ہو گئیں بسبب تداخل کے اور اگر اس مدت میں حیض جاری نہ ہوا تو بعد اس مدت
کے تین حیض کی عدت ثانیہ علیحدہ واجب ہوگی کذا فی البحر الرائق فلو حذف قوله والمرئی منها لعمها وعم الحامل لو حبلت فعدتها الوضع الا معتدة الوفاة
فلا تتغیر بالحمل کما مر وصححه فی البدائع سو جب معلوم ہوا کہ تداخل دو عدتون کا جیسا کہ حیض کی عدتون میں ہوتا ہے ویسا ہی مہینون کی عدتون میں بھی ہوتا ہے تو اگر
مصنف اپنے قول المرئی منها کو محذوف کرتا یعنی رویت حیض مذکور کرتا تو دونون قسم کی عدتون کو شامل ہوتا اور اس معتدہ کو بھی شامل ہوتا جو عدت میں حاملہ
ہوگئی تو اسکی عدت وضع حمل ہے یعنی اس عورت کو دو عدتین لازم ہیں ایک حیض کی دوسری وضع کی لیکن دونون عدتین وضع حمل سے منقضی ہو جاوینگی
اسلیے کہ حاملہ کو حیض نہیں آتا کذا فی الکافی ہر حاملہ کی عدت وضع حمل ہے مگر معتدہ وفات کی عدت مہینون کے حساب سے ہے سو اسکو تغیر نہیں ہوتا حمل سے
چنانچہ گذر گیا اسکا بیان وجہ تغیر نہیں جبکہ بعد موت متغیر کے وہ حاملہ ہو جاوے اور اسی روایت کی تصحیح کی بدائع میں ومبدأ العدة بعد الطلاق و بعد الموت علی الفور
اور عدت کا شروع بعد طلاق اور بعد موت کے ہوتا ہے فی الفور بلا توقف وتنقضی العدۃ وان جهلت المرأة بهما ای بالطلاق والموت لانها اجل فلا یشترط
العلم بمضيه سواء اعترف بالطلاق او انکر اور آخر ہو جاتی ہے عدت اگرچہ عورت کو خبر نہو طلاق اور موت کی یعنی زوج نے طلاق دی اور تین حیض ہو گئے
یا زوج مر گیا اور چار مہینے دس دن گذر گئے عدت آخر ہوگئی عورت کو طلاق اور موت کی خبر ہو یا نہو اسواسطے کہ عدت نام ہے مدت معین کا سو گذر گئی تو اسکے
گذر جانے کا علم شرط نہیں خواہ زوج طلاق کا مقر ہو یا منکر فلو طلق امرأته ثم انکره واقیمت علیه بینة وقضی القاضی بالفرقة کان ابتداء عدتها من وقت
الشوال وقضی به فی المحرم فالعدة من وقت الطلاق لا من القضاء بزازیہ سو اگر زوج نے طلاق دی اپنی عورت کو پھر منکر ہو گیا اور گواہ ہوئے اسکے طلاق کے اور قاضی
نے حکم دیا جدائی کا مثلاً عورت نے دعوی کیا کہ زوج نے اسکو شوال میں طلاق دی تھی اور حکم جدائی کا ہوا محرم میں تو عدت کی ابتدا طلاق کے وقت سے ہوگی یعنی شوال سے
نہ قاضی کے حکم دینے سے یعنی محرم سے کذا فی البزازیہ وفی الطلاق المبهم من وقت البیان اور طلاق مبہم میں ابتدا سے عدت بیان کے وقت سے ہوگی نہ طلاق
سے ولو شهدا بالطلاق فلما ثم بعد ایام عدلا فقضی بالفرقة فالعدة من وقت الطلاق لا القضاء اور اگر دو شاہدون نے گواہی دی عورت کی طلاق کی
پھر بعد چند روز کے عدالت شاہدون کی ثابت ہوئی پھر قاضی نے حکم جدائی کا دیا تو ابتدا سے عدت وقت طلاق سے ہوگی نہ قضا سے
بالاقرار بطلاقها منذ زمان لا یصدق فان الفتوی انها من وقت الاقرار مطلقا نفیا للتهمة المواضعة اس مسئلہ ہے کہ اگر شوہر نے اقرار

کیا عورت کی طلاق کا شروع زمان ماضی سے شمار ہو جب یوں کہا کہ میں نے محرم میں طلاق دی تھی تو فتوی اسی پر کیا کہ ابتداے عدت اقرار کے وقت سے ہوگی
مطلقاً خواہ عورت اسکی تصدیق کرے یا تکذیب یا کہے کہ مجھکو معلوم نہیں یہ فتوی اسواسطے ہوا کہ مواضعت ہو جانیکی تہمت دور ہو جائے یعنے احتمال ہے کہ خلاف واقع
اظہار انقضاے عدت میں زوج اور زوجہ موافق ہو گئے ہوں کسی غرض سے مثلاً زوج کی یہ غرض ہو کہ اسکی بہن یا اور عورت سے نکاح کرے اور عورت کی یہ غرض ہو
کہ زوج ثانی سے نکاح کرے تو اس تہمت کے دفع ہونیکے واسطے فتوی یہ ہوا کہ اقرار طلاق کے وقت سے ابتداے عدت شروع ہو زمانہ ماضی سے [illegible] لیکن اگر [illegible]
او قالت لا ادری وجبت العدة من وقت الاقرار ولها النفقة والسكنى وان صدقته فكذلك [illegible] ان [illegible] نفقة
والسكنى والكسوة لها لا تقبل قولها على نفسها خانیہ لیکن اگر عورت نے تکذیب زوج کی اسنادمیں کی یعنے زوج نے جو طلاق کو زمان ماضی کی طرف
منسوب کیا تھا اسکی تکذیب کی یا کہ عورت نے کہا کہ میں نہیں جانتی تو عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے اور عورت کا نفقہ اور سکنی مرد پر لازم ہوگا اور اگر
عورت نے زوج کے طلاق دینے زمان ماضی کی تصدیق کی تو بھی اسیطرح عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے سوائے اس بات کے کہ اگر زوج نے وطی کی ہوگی بعد
اسوقت کے جسمیں ایقاع طلاق کا اظہار کرتا ہو تو دوسرا مہر اسپر لازم ہوگا بشرطیکہ طلاق بائن ہو کذا فی الاعتبار اور عورت کا نفقہ لازم ہوگا اور نہ سکنی اور
نہ لباس کیونکہ مقبول ہوگا عورت کے قول سے اسکی ذات کی مضرت پر کذا فی الخانیہ یعنی عورت خود قائل ہو چکی کہ میری عدت گذر چکی تو اسکا حق ساقط ہوگیا
وفيها ابانها ثم اقام معها زمانا ان مقرا بطلاقها تنقضي عدتها وان منكرا لا [illegible] اور خانیہ میں ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو طلاق بائن دی پھر اسکے پاس رہا کیا مدت تک
اگر مقر ہو اسکی طلاق کا تو عدت اسکی منقضی ہوگی اور اگر منکر ہو طلاق کا تو عدت نہ آخر ہوگی [illegible] في فتاوى [illegible] ابانها واقام معها فان اشتهر
طلاقها فيما بين الناس تنقضي والا لا وكذا لو خالعها ان بين الناس اشهد على ذلك تنقضي والا لا وهو الصحيح وكذا لو كتم طلاقها لم تنقض زجرا له [illegible]
قبيلا من وقت الثبوت والظهور اور جواہر الفتاوی کی باب اول کتاب الطلاق میں یوں ہے کہ زوج نے طلاق بائن دی عورت کو پھر اسکے ساتھ رہا کیا پس
اگر اسکا طلاق دینا لوگوں میں مشہور ہوگیا تو عدت اسکی منقضی ہوگئی اور اگر طلاق مشہور نہیں تو انقضاے عدت نہیں اور اسیطرح اگر خلع کیا
عورت سے سو اگر خلع مشہور ہو گیا لوگوں میں اور گواہ کیا لوگوں کو اسپر تو عدت منقضی ہوگئی ورنہ نہیں اور یہی قول صحیح ہے اور اسیطرح اگر زوج نے
عورت کی طلاق مخفی رکھی تو عدت منقضی نہوگی مرد کی جھڑکی کیواسطے انتہی کلام جواہر الفتاوی شارح کہتا ہے کہ اسوقت یعنے عدم شہرت طلاق میں ابتداء
عدت وقت ثبوت اور ظہور طلاق سے ہوگی ومبدأها في النكاح الفاسد بعد التفريق من القاضي بينهما ثم لو وطيها حد [illegible] كذا في البحر [illegible]
بعد العدة لم يلزم الحد بوطي المعتدة اور ابتداے عدت نکاح فاسد میں بعد تفریق کرنیکے قاضی کے ہر دونوں میں پھر اگر وطی اس عورت سے کریگا تو اسکو
حد جاری جاویگی کذا فی الجوہرة وغیرہا اور بحر الرائق میں دلیل بیان کرکے مخصوص کیا ہو وطی کو ساتھ ہونے وطی کے بعد عدت کے یعنے حد اس صورت میں
لازم آویگی جب وطی بعد عدت کے ہوئی ہو اسواسطے کہ معتدہ کی وطی میں حد نہیں [illegible] او المتاركة اي اظهار العزم من الزوج على ترك وطيها بان يقول بلسانه تركتك بلا وطي ونحوه
یا ابتداے عدت نکاح فاسد میں بعد متارکت کے ہو یعنے قصد کرنا زوج کا عورت کی ترک وطی پر اسطرح کہ اپنی زبان سے کہے عورت سے کہ میں نے تجھکو چھوڑ دیا یا اسیطرح
کچھ اور کہے ومنه الطلاق وانكار النكاح لو بحضرتها والا لا بمجرد العزم لو مدخولة والا فيكفي تفرق الابدان اور از قسم متارکت ہو طلاق دینا یا نکاح
فاسد سے انکار کرنا اگر عورت کے سامنے طلاق اور انکار ہوا ہو اور اگر عورت کے پیچھے طلاق اور انکار کریگا تو متارکت صحیح نہوگی اگر منکوحہ نکاح فاسد
مدخولہ ہو تو فقط عزم ترک سے متارکت نہ جائز ہوگی اور اگر مدخولہ نہیں ہو تو فقط تفرق ابدان کافی ہو یعنی عورت کو اسطرح چھوڑ کر چلا جانا کہ پھر اسکے پاس آنے کا ارادہ نہو والخلوة
في النكاح الفاسد لا توجب العدة اور خلوت کرنا نکاح فاسد میں گو خلوت صحیحہ ہو خواہ فاسدہ موجب عدت کی نہیں والطلاق فيه لا ينقص عدد الطلاق لانه فسخ جوهرة ولا تعتد
في بيت الزوج بزازية اور نکاح فاسد میں طلاق دینا عدد طلاق کو کم نہیں کرتا یعنے اگر دوسری بار اس عورت سے نکاح صحیح کریگا تو پوری تین طلاق کا مالک ہوگا [illegible] کہ نکاح فاسد کی [illegible]

طلاق فسخ ہو۔ طلاق واقع ہو گی کذا فی البحر ہو اور نکاح فاسد میں عورت زوج کے گھر میں عدت کو نہ آخر کرے اسواسطے کہ وہ زوج ہی نہیں کذا فی البزازیہ قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبہا الزوج قبل قولہا مع حلفہا ولا تحتمل المدۃ الا ان لا بین ما یعتد بہا لا یقبل قولہا الا بحجۃ

کہا معتدہ نے کہ میری عدت ہو چکی اور مدت گنجایش رکھتی ہو انقضاے عدت کی اور زوج عورت کی تکذیب کیا ہو تو مقبول ہو گا قول عورت کا ساتھ قسم کھانے عورت کے اور اگر مدت میں انقضاے عدت کا احتمال نہیں تو قول عورت کا مقبول نہیں اسلئے کہ ہر چند عورت اس بیان میں امین ہو امین کا قول البتہ مقبول ہوتا ہے لیکن امین کا قول اسوقت تصدیق ہوتا ہو جب ظاہر حال اسکے بیان کے مخالف نہو اور جب مدت میں گنجایش انقضاے عدت کی نہو تو ظاہر حال اسکا مخالف ہوا لہذا اسکا قول مقبول نہ ہوگا

ثم لو بالشہور فالمقدر بالمذکور ولو بالحیض فاقلہا للحرۃ ستون یوما وللامۃ اربعون پھر اگر عدت عورت کے مہینوں کی ہو جیسے صغیرہ و آئسہ کی تو تقدیر اسکی مذکور ہو چکی یعنے طلاق اور فسخ میں تین مہینے اور موت میں چار مہینے دس دن اور اگر لونڈی ہو تو آدھی اسکی اور اگر عدت حیضوں کی ہو تو کمتر مدت انقضاے عدت کی حرہ کے حق میں ساٹھ دن اور لونڈی کے حق میں چالیس دن ہیں ساٹھ دن اسحساب سے ہوئے کہ گویا اول طہر میں طلاق واقع ہوئی قبل وطی کے اسلئے کہ مستحب طلاق سنی اسی طہر میں ہے تو تین طہر کے پینتالیس دن ہوئے اور تین حیض کے باعتبار اوسط مرتبہ کے پندرہ دن تو سب ساٹھ دن ہوئے اور اسی طرح لونڈی کے دو طہر کے تیس دن اور دو حیض کے دس دن تو سب چالیس دن ہوئے یہ مذہب امام اعظم کا ہو بروایت امام محمد کے اور صاحبین کے نزدیک اقل مدت حرہ کی انتالیس دن ہیں اس حساب سے کہ گویا اسکے آخر طہر میں طلاق ہوئی تو وہ طہر کے تیس دن ہوئے اور تین حیض کے نو دن جسکا اقل حیض ہے اور لونڈی کی اقل مدت اکیس دن ایک طہر کے پندرہ دن اور دو حیض کے چھ دن مجموعہ اکیس دن ہوئے تو بموجب امام اعظم کے مذہب کے اگر حرہ دعوی کرے ساٹھ دن کے بعد کہ میری عدت تمام ہو گئی تو اسکا قول مع الیمین مقبول ہوگا اور اس مدت سے کم میں مقبول نہوگا الا ان یدعی

السقط کما مر فی الرجعۃ وبالولادۃ فاقلہا مع الحیض بالولادۃ وتعاد فیضم الی ذلک خمسۃ وعشرین للنفاس کما مر فی کم یعنی اس اقل مدت کا اعتبار اسوقت ہو جب عورت نے سقط ولد اور کامل بچہ کے پیدا ہونے سے دعوی نہیں کیا چنانچہ اسکی تصریح باب الرجعۃ میں مذکور ہو چکی اور تب کہ طلاق عورت کی اسکی ولادت پر معلق ہو اور اگر طلاق ولادت پر معلق ہو گی تو اقل عدت کے ساتھ پچیس دن نفاس کے ملائے جاوینگے چنانچہ اسکا بیان باب الحیض میں ہو چکا خلاصہ یہ کہ اگر عورت سقط یا حمل کا دعوی کریگی بشرطیکہ بعض اعضا بنگئے ہوں تو فورا بموجب استاد کے عدت آخر ہو جاویگی اور اگر زوج نے یوں تعلیق کی کہ اگر تو جنے گی تو تو مطلقہ ہو تو اسصورت میں کمتر مدت انقضاے عدت حرہ کی پچاسی دن ہیں ساٹھ دن حیض کی عدت کے اور پچیس دن نفاس کے ہر چند نفاس کی اقل مدت معین نہیں لیکن عدت کی تعیین میں پچیس دن مقرر ہوچکے ہیں۔ نکح کتابا صحیحا معتدۃ ولو من فاسد وطلقہا قبل الوطی وقد کان وطئہا وجب علیہ مہر تام وعلیہا عدۃ مبتدأۃ لانہا مقبوضۃ فی یدہ بالوطی الاول لبقاء اثرہ وہو العدۃ مرد نے نکاح صحیح کیا اپنی معتدہ سے اگرچہ عدت اسکی نکاح فاسد ہی کے سبب سے ہو اور طلاق دی اسکو قبل وطی کے اگرچہ وطی حکمی ہو یعنے بعد خلوت کے تو واجب ہوگا مرد پر پورا مہر اور لازم ہوگی عورت پر دوسری عدت سرنو سے اسواسطے کہ عورت مرد کے قبضہ اور قابو میں ہے سبب پہلی وطی کے بواسطہ بقاے اثر وطی کے وہ اثر وطی عبارت ہے عدت سے تو جب اُسنے دوسرا نکاح کیا تو قبضہ اول بجاے قبضہ ثانی ہو گیا چنانچہ اگر

غیر مغصوب غلام صحیح قبضہ میں ہو اور وہ اسکے مالک سے اسکو خرید کرے تو مجرد خرید کے وہ قابض ٹھہر جائیگا نئے قبضہ کی حاجت نہیں وہذا احدی المسائل

العشرۃ مبنیۃ علی ان الدخول فی النکاح الاول دخول فی الثانی اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل عشرہ کا جنکی بنا اس قاعدہ پر ہو کہ نکاح اول کی وطی قائم مقام ہو نکاح ثانی کی وطی کے ہم تفصیل ان مسائل عشرہ کی بیان کرتے ہیں پہلا مسئلہ تو مذکور ہو چکا یہ نکاح فاسد کیا اور بعد دخول کے تفریق ہوئی پھر اسی عدت میں نکاح صحیح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی تو مہر کامل اور عدت مستقلہ واجب ہوگی شارح اس مسئلہ ثانیہ کو بلفظ ولو من فاسد مذکور کرچکا ہو تیسرا نکاح کیا اور بعد دخول صحت میں طلاق بائن دی پھر عدت کے اندر نکاح ثانی کیا پھر حالت مرض الموت میں قبل دخول طلاق بائن دی مع عورت نے غیر کفو سے نکاح کیا اور قاضی نے ولی کی نالش سے تفریق کردی دونوں میں پھر عدت کے اندر اسی مرد نے نکاح ثانی بمہر جدید کیا اور قاضی نے پھر تفریق کردی اور مرد نے قبل دخول کے طلاق دی

ہ صغیرہ سے نکاح کیا اور بعد دخول کے طلاق بائن دی پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ بالغ ہوئی پھر وہ ناراض ہوئی نکاح سے قبل دخول کے ۔ ایک عورت سے
نکاح کیا پھر بعد دخول کے اسکو طلاق دی پھر وہ مرتدہ ہوگئی پھر مسلمان ہوئی پھر عدت میں زوج نے اس سے نکاح کیا اور قبل دخول طلاق دی ۔ بعد نکاح اور
دخول کے طلاق دی پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہوگئی پھر مسلمان ہوئی پھر اس سے عدت میں نکاح کیا پھر قبل دخول طلاق دی ۔ بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی
پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہوگئی قبل دخول کے ۔ لونڈی سے نکاح کیا اور بعد دخول کے وہ آزاد ہوئی سو اس نے اپنی ذات کو اختیار کرکے نکاح فسخ کیا پھر عدت میں
اس سے دوسرا نکاح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی ۔ لونڈی کو بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ آزاد ہوگئی اور اسنے فسخ نکاح کیا قبل دخول کے
سوا ان بارہ عشرہ میں قبل نکاح اول کے بعد دخول نکاح ثانی کے یہ امام اعظم اور ابی یوسف کے نزدیک پورا مہر اور عدت مستقلہ واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک نصف مہر
اور تکمیل عدت سابقہ واجب ہوگی عدت مستقلہ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر و قول زفر لا عدۃ علیہا ابطلہ المصنف بما یطول وخرجہ بان القاضی المقلد

اذا خالف مشہور مذہبہ لا ینفذ حکمہ فی الاصح کما لو قضی [illegible] السلطان علی العمل بغیر المشہور [illegible] ولم یقع بل الواقع خلافہ فلیحفظ
اور زفر کا یہ قول ہے کہ جس معتدہ مدخولہ کا نکاح ہوا اور قبل دخول مطلقہ ہوئی اسپر عدت واجب نہیں سو اس قول کو مصنف نے باطل کیا ہے بکلام طویل
اور یقین کیا ہے اسپر کہ اگر قاضی مقلد نے اپنے مشہور مذہب کی مخالفت کی تو اسکا حکم جاری نہوگا قول اصح میں چنانچہ اگر رشوت لیکر حکم کریگا جاری نہوگا
لیکن یہ کہ سلطان تصریح کردے سند قضا میں غیر مشہور پر عمل کرنیکی تو حکم جاری ہوجاویگا تو اس وقت میں وہ نفی ضروری ہوگا اور ایسا حکم سلطان کا ہنوز
واقع نہیں ہوا بلکہ حکم سلطان کا اسکے مخالف واقع ہے یعنی قول راجح پر عمل کرنیکا حکم ہے ہمارے شام اور حرمین شریفین میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے

ذمیۃ غیر حامل طلقہا ذمی او مات عنہا لم تعتد عند ابی حنیفۃ اذا اعتقدوا ذلک لانا امرنا بترکہم وما یعتقدون ذمیہ غیر حاملہ کو طلاق دی ذمی نے
یا ذمیہ کو شوہر ذمی چھوڑ کر مرگیا تو اسپر عدت نہیں نزدیک امام اعظم کے بسبب کہ کفار ذمی عدم عدت کے معتقد ہوں اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور بعدم تعرض
ہیں واسطے انکے اور انکے عقیدہ و دیانت کے اور اسواسطے [illegible] کما لو کانت الذمیۃ [illegible] تعتد اتفاقا [illegible] اذا
اعتقدوہا اور اگر ذمیہ حاملہ ہو تو وہ عدت کرے بوضع حمل باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ اسکے پیٹ میں لڑکا ثابت النسب ہے کذا فی الہدایۃ
اور ولوالجی نے وجوب عدت حاملہ ذمیہ کو مقید کیا ساتھ اس قید کے کہ جب کفار ذمی وجوب عدت حاملہ کے معتقد ہوں اور یہ قول ضعیف ہے اور یہ الاصح
کذا فی منح الغفار والذمیۃ لو طلقہا مسلم او مات عنہا تعتد اتفاقا مطلقا لان المسلم یعتقدہ اور ذمیہ کتابیہ کو اگر مسلمان طلاق دے یا اسکو چھوڑ کر
مرجائے تو وہ عدت کرے بالاتفاق مطلقا خواہ حاملہ ہو یا نہو اسواسطے کہ مسلمان وجوب عدت کا معتقد ہے وکذا لا تعتد مسبیۃ افترقت بتباین الدارین

لان العدۃ حیث وجبت [illegible] للعباد والحربی ملحق بالجماد [illegible] الا ان تکون حاملا [illegible] لا انہا معتدۃ بل لان فی بطنہا ولدا ثابت النسب [illegible]
شامل نہ ہوگی وہ حربیہ عدت نکرے جو دارالاسلام میں گرفتار ہوکر اپنے زوج سے جدا ہوگئی بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ عدت جہاں کہیں واجب
ہوئی ہے تو واسطے محفوظ رکھنے حق عباد کے واجب ہوئی ہے اور کافر حربی ملحق ہے ساتھ بہائم اور جماد کے سوائے حاملہ حربیہ کے کہ اس سے نکاح کر لینا صحیح نہیں یہ
بعدم عدت ہونے کے نہیں کہ وہ معتدہ ہو بلکہ اس وجہ سے کہ اسکے پیٹ میں لڑکا ثابت النسب ہے کحربیۃ خرجت الینا مسلمۃ او ذمیۃ او مستامنۃ
ثم اسلمت او صارت ذمیۃ لما انہ ملحق بالجماد الا الحامل لما مر جیسا کہ وہ حربیہ عدت نکرے جو دارالحرب سے چھوڑ کر ہماری طرف نکل آئی
مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر یا امان لیکر پھر مسلمان ہوگئی یا ذمیہ ہوگئی اسسبب کہ مذکور ہوچکا کہ حربی جانور اور پتھر کی مثل ہے سوائے حاملہ کے دلیل گذشتہ یعنی ہر چند اسپر
عدت نہیں لیکن بچہ اسکا ثابت النسب ہے اس سے نکاح کرنا صحیح نہیں کذا لا عدۃ لو تزوج امراۃ الغیر ووطیہا عالما بذلک فی منح المتن ودخل

بہا لانہ سفاح [illegible] ولہذا یجب مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا والمزنی بہا لا تحرم علی زوجہا وفی شرح الوہبانیۃ لو زنت المراۃ لا یقربہا

زوجها حتى تحيض لاحتمال علوقها من الزنا فلا يسقى ماءه زرع غيره فليحفظ لغرابته اور اسیطرح عدت نہین اگر نکاح کرے کوئی مرد غیر کی منکوحہ سے اور وطی کرے اس سے غیر کی منکوحہ جانکر اور متن کے نسخون میں وطی بہا دخل ہوا ور مصنف کی شرح سے ساقط ہوا اور حالانکہ قید دخول کی ضرور ہی اسواسطے کہ اگر مرد ثانی نکاح کرکے دخول نکریگا تو عدت کا احتمال ہی نہین اور اسی قول پر یعنی عدم عدت منکوحہ غیر پر فتوی ہوا ور چونکہ منکوحہ غیر پر عدت نہین بسبب نکاح ثانی کے اسواسطے مرد پر حد جاری ہوجاویگی ساتھ دانست حرمت کے اسواسطے کہ غیر منکوحہ سے حرام جانکر وطی کرنا بھی زنا ہی اور زنا موجب عدت کا نہین اور جس عورت سے زنا کیا وہ اپنے زوج پر حرام نہین اسواسطے کہ زانی کے نطفہ کی کچھ شرع مین عزت نہین اور شرح وہبانیہ مین بیون ہو کہ اگر عورت نے زنا کیا تو اُسکا زوج اُس سے قربت نکرے یہان تک کہ اُسکو ایکبار حیض آجاوے بسبب احتمال نطفہ رہجانے زنا کے تو نہ سینچے زوج کا پانی غیر کی کھیتی کو سو اس روایت کو یاد رکھنا چاہیے بسبب غرابت کے نہ بسبب اعتماد کے اسواسطے کہ روایت مفتی بہ مین کچھ عدت نہین اور فصل محرمات مین شارح تصریح کرچکا ہو کہ شرح وہبانیہ کی ضعیف ہو طحطاوی نے کہا کہ اگر روایت وہبانیہ کو استحباب پر محمول کیجیے نہ وجوب پر تو کچھ غرابت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی تجب العدۃ علی الحمل

حيث تحرم على الاول الى ان تنقضي العدة ولا نفقة لعدتها على الاول لانها صارت ناشزة خانية قلت لو عالمة رضيته كما مر فتدبر بخلاف اسکے جبکہ زوج ثانی کو معلوم نہ ہو کہ یہ عورت غیر کی منکوحہ ہی اور وہ نادانستہ نکاح اور وطی کرے تو اُسوقت یہ عورت حرام ہوگی زوج اول پر یہان تک کہ عدت نکاح ثانی کی منقضی ہوجاوے اسواسطے کہ یہ زنا نہین شبہہ نکاح ہوا اور زوج پر اسکی عدت کا نفقہ واجب نہین اسواسطے کہ وہ نافرمان ہوئی کذا فی الخانیہ شارح کہتا ہو کہ عورت نافرمان اسوقت ہوگی جبکہ وہ دانستہ اپنی خوشی نکاح کرے اور اگر نادانستہ یا جبر سے نکاح ہوا ہوگا تو وہ نافرمان نہیں اور نفقہ عدت کا زوج اول پر لازم ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل اسی باب مین مذکور ہوچکی سو اُسکو غور و تامل کرو فرع مسائل النفقۃ شارح کے ادخلت منیہ فی فرجہا ہل تعتد فی البحر بحثا نعم لاحتیاج تعرف براءۃ الرحم وفی النہر بحثا ان ظہر حملها نعم والا لا عورت نے ڈالدی منی مرد کی اپنی شرمگاہ مین کیا اُسپر عدت لازم ہو بحر الرائق مین بنا بر بحث کے جواب اس سوال کا دیا کہ ہان عدت لازم ہو واسطے دریافت ہوجانے صفائی رحم کے اور نہر الفائق مین بدلیل اس سوال کے جواب مین تفصیل کی کہ اگر منی ڈالنے سے حمل عورت کا ظاہر ہوا تو عدت وضع حمل تک لازم ہو اور اگر حمل ظاہر نہین تو عدت بھی لازم نہین ہم دونون جواب کا ثمرہ اختلاف یہ ہو کہ اگر قبل دریافت کرنے صفائی رحم کے نکاح کیا اور بعد اسکے معلوم ہوا کہ رحم خالی تھا تو بطور صاحب نہر نکاح صحیح ہو اور بطور جواب صاحب بحر کے نکاح صحیح نہین شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جواب صاحب بحر کا قوی ہو اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کردی ہو کہ منی ڈال لینے سے بھی لڑکا پیدا ہوتا ہو تو بخوف اضاعت ولد اور اشتباہ نسب کے ہر صورت عدت لازم ہو اور بحث صاحب نہر کا نتیجہ

بھائی بیٹے صاحب بحر سے بلا وجہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ ولدت ثم طلقها ومضى بعده اشهر فلمت آخر لم يصح اذا لم تحض فيها ثلث حيض لان لم تكن حاضت قبل الولادة لان من لا تحيض لا تحبل اور قنیہ مین ہو کہ ایک عورت جنی پھر زوج نے اُسکو طلاق دی اور سات مہینے گزر گئے سو عورت نے دوسرے زوج سے نکاح کیا تو نکاح صحیح نہین جبکہ اُس عدت مین تین حیض اُسکو نہ آوین اگرچہ قبل ولادت کے اُسکو حیض نہ آیا ہو اسواسطے کہ جسکو حیض نہین آتا وہ حاملہ نہین ہوتی تو اُسکی عدت حیضون کی ہوگی نہ مہینون کی وفيها طلقها ثلثا ويقول كنت طلقتها واحدة ومضت عدتها فلو مضيها معلوما عند الناس لم يقع والا تقع اور قنیہ مین ہو طلاق دی زوج نے عورت کو تین بار اور بعد تین طلاق کے کہتا ہو کہ مین اُسکو ایک طلاق دے چکا تھا اور اُسکی عدت بھی گذر گئی یعنے تین طلاق سے پہلے ایک طلاق دی اور عدت گذر گئی زوج کی غرض اس کلام سے یہ ہو کہ تین طلاق نہ واقع ہون بسبب عدم اتمام کے تاکہ بلا توسط زوج ثانی کے نکاح جدید عورت اُسکو حلال ہوجاوے تو اگر طلاق اول کی عدت کا گذرنا لوگون کو معلوم ہو تو تین طلاق نہ واقع ہونگی اور اگر لوگون کو گذرنا اُسکی عدت کا نہ معلوم ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور بلا توسط زوج ثانی عورت اُسکو حلال نہوگی ولو حکم علیہ بوقوع الثلاث بالبینۃ بعد انکارہ فقال کنت طلقتها قبل ذلك بمدة فان طلقه لم تقبل سحر اور اگر قاضی کا حکم ہوچکا ہو زوج پر تین طلاق واقع ہونے کا بسبب شہادت کے

بعد انکار زوج کے پھر اگر زوج گواہوں سے ثابت کرے کہ وہ عورت کو ایک طلاق عدت سے قبل ان تین طلاق کے دے چکا ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی کذا فی البحر الرائق
واسطے کہ ابطال حکم قاضی گواہوں کے بیچ میں ہے سکتا وفیہ عن الجوہرۃ اخبرہا ثقۃ ان زوجہا الغائب مات او طلقہا ثلثا او اتاہا منہ کتاب علی ید ثقۃ بالطلاق ان اکبر
رأیہا انہ حق فلا بأس ان تعتد و تتزوج اور بحر الرائق میں جوہرہ سے منقول ہے کہ عورت کو خبر دی ثقہ نے کہ اسکے غائب زوج نے اسکو طلاق دی تین یا
یا وہ مرگیا یا عورت کے پاس زوج کی طرف سے خط آیا طلاق کا معتمد شخص کے ہاتھ سے اگر عورت کو ظن غالب ہوا کہ خبر او خط حق ہے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ
عدت کرے اور بعد عدت کے نکاح کرے وکذا لو قالت امرأۃ لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتی لا بأس ان ینکحہا اور یہ جو واضح ہے اگر کسی عورت نے
کسی مرد سے کہا کہ میرے زوج نے مجھکو طلاق دی ہے اور اسکی عدت منقضی ہوگئی تو کچھ مضائقہ نہیں کہ مرد اس سے نکاح کرلے ہم لا بأس کی قید سے معلوم ہوا
کہ نکاح نکرنا اولیٰ ہے بالتحقیق کامل وفیہ عن الحاکم لو شکت فی وقت موتہ تعتد من وقت تستیقن بہ احتیاطا اور بحر الرائق میں کافی حاکم سے منقول ہے کہ اگر عورت کو
شک پڑے زوج کی موت کے وقت میں تو عدت کرے اس وقت سے کہ جسمیں یقین ہو جائے موت کا بنابر احتیاط کے وفیہ عن المحیط کذبتہ فی مدۃ تحتمله
لم تسقط نفقتها و جاز له نکاح اختها عملا بخبرہما بقدر الامکان ولو ولدت لاکثر من نصف حول ثبت النسب لم یفسد نکاح اختها فی الاصح فتح لو مات
دون المعتدۃ اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے مرد نے دعوی کیا کہ عورت اپنی انقضاے عدت کی خبر دے چکی ہے اور عورت اسکی تکذیب کرتی ہے
اس مدت میں جو انقضاے عدت کی محتمل ہے تو نفقہ عورت کی عدت کا مرد سے ساقط نہوگا اور جائز ہوگا مرد کو نکاح کرلینا اوسکی بہن سے بنابر عمل کرنے
دونوں کی خبروں پر حتی الامکان عدم سقوط نفقہ میں عورت کی خبر پر عمل کیا اور اسکی بہن سے جواز نکاح میں مرد کی خبر پر عمل کیا اور اگر عورت مطلقہ نے
چھ مہینے بعد یا وہ مدت میں بچہ جنا تو ولد کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا اور نہ فاسد ہوگا نکاح عورت کی بہن کا قول اصح میں تو اسکی بہن ہی وارث ہوگی مرد کی اگر وہ مرگیا نہ عورت معتدہ

فصل فی الحداد

یہ فصل ہے حداد میں یعنے سوگ میں حا مہملہ من باب ... و مد و فرودی بالجیم لفظ حداد کا آیا ہے تین باب سے افعال اور نصر ... اور جیم ...
... قطع یعنے قطع زینت اور اصمعی منکر ہے الا باب افعال کا کذا فی الصحاح وہو لغۃ کما فی القاموس ترک الزینۃ للعدۃ اور حداد لغت میں
چنانچہ قاموس میں ہے عبارت ترک زینت سے بسبب عدت کے خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی عورت کافرہ ہو یا صغیرہ او معنی لغوی عام ہے معنی شرعی سے وشرعا
ترک الزینۃ ونحوہا لمعتدۃ بائن او موت اور اصطلاح شرع میں حداد عبارت ہے ترک زینت اور خوشبو وغیرہ سے واسطے معتدہ طلاق بائن اور موت کے ... ضم الی
یکسر کما مر مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ بنکاح صحیح ودخل بہا بدلیل قولہ اذا کانت معتدۃ بتۃ او موت وان امرہا المطلق او المیت بترکہ لانہ حق الشرع
اظہارا للتاسف علی فوات نعمۃ النکاح سوگ کرے عورت بالغہ عاقلہ مسلمہ اگرچہ وہ لونڈی ہو منکوحہ ہو نکاح صحیح او زوج اسکی وطی کر چکا ہو سوگ اسوقت ...
جبکہ وہ بوجہ قطع نکاح اور موت زوج سے عدت میں ہو یعنے قطع نکاح عبارت ہے تین طلاق سے یا طلاق بائن سے یا خلع سے یا ... وغیرہ کی فرقت سے قطع نکاح
اور موت ... سوگ واجب ہے اگرچہ زوج طلاق دینے والا یا میت سوگ نکرنے کی وصیت کر گیا ہو اسواسطے کہ ترک زینت حق ہے شرع کا اسواسطے ظاہر کرنے افسوس کے
نعمت نکاح کے فوت ہوجانے پر تو اس مسئلہ کی قیود سے معلوم ہوا کہ صغیرہ اور مجنونہ اور کافرہ اور منکوحہ بنکاح فاسد اور مطلقہ رجعی پر سوگ کرنا لازم نہیں شارح
کہتا ہے کہ نکاح میں دخول کی قید لگائی ہمنے اس قول مصنف کے باعث سے کہ معتدہ بت پر ترک زینت واجب ہے کیونکہ مبتوتہ پر عدت واجب نہیں مگر بعد دخول کے
ہم حلبی نے کہا کہ قید دخول کی مبتوتہ کیواسطے تو صحیح ہے لیکن معتدہ موت کیواسطے مضر ہے اسواسطے کہ معتدہ موت پر ہر صورت ترک زینت واجب ہے دخول ہو
یا نہو تو اس قید کا ساقط کرنا ہی لازم تھا بترک الزینۃ بحلی او حریر او امتشاط بضیق الاسنان والطیب وان لم یکن لہا کسب الا فیہ
والدہن ولو بلا طیب کزیت خالص والکحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر ومصبوغ بمغرۃ او ورس الا بعذر

وما يتبع للجميع اذ الضرورات تبيح المحظورات سوگ کرے عورت ترک زینت سے خواہ آرایش زیور کی ہو یا ریشمی کپڑے کی یا باریک دانتوں کی کنگھی کرنے
سے خواہ کشادہ دانتوں کی کنگھی منع نہیں اسواسطے کہ وہ سنگار کی چیز نہیں دافع تکلیف ہے کذا فی البحر اور سوگ کرے خوشبو کے ترک سے اگرچہ عورت کا کوئی اور
پیشہ خوشبو سازی کیا ہو اور تیل سر میں ڈالنا یا بدن میں ملنا ترک کرے اگرچہ تیل بے خوشبو کا ہو جیسے خالص زیتون کا تیل یا میٹھا تیل یا گھی کذا فی البحر
اور سرمہ اور مہندی ترک کرے اور کسم اور زعفران اور گیرو اور ورس کا رنگین کپڑا نہ پہنے ورس گھاس ہے زرد رنگ خوشبودار یمن میں ہوتی ہے اس سے کپڑے
رنگتے ہیں ان سب چیزوں کا استعمال جائز نہیں مگر عذر سے اسواسطے کہ ضروریات مباح کر دیتی ہیں ممنوعات کو تو ریشمی کپڑا پہننا واسطے دفع خارش یا درد جوں کے جائز ہے
اور سرمہ لگانا آنکھوں کی بیماری میں درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ شب کو لگا دے اور صبح کو دھو ڈالے اور اگر کوئی کپڑا میسر نہ ہو تو کسم اور زعفران کا رنگین کپڑا پہننا
جائز ہے ولا باس باسود وازرق ومعصفر خلق لا رائحۃ له اور کچھ مضائقہ نہیں سیاہ اور کرنجی کپڑے میں اور کسم کے رنگین پرانے کپڑے میں جس میں کسم کی خوشبو باقی
نہیں لا حداد على سبعۃ كافرة وصغيرة ومجنونۃ ومعتدة عتق كموته عن ام ولده ومعتدة نكاح فاسد او وطئ بشبهۃ او طلاق رجعى سوگ نہیں سات
عورتوں پر کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ اور آزاد ہونے کی عدت والی پر چنانچہ مولی کی موت ام ولد کو چھوڑ کر اور نکاح فاسد اور وطی بشبہہ اور طلاق رجعی کی
عدت والیوں پر ہم کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ پر اسواسطے سوگ واجب نہیں کہ وہ مکلف نہیں اور ام ولد قید ملکیت سے چھوٹی تو اسکا تاسف کا کیا مقام ہے
اور نکاح فاسد اور وطی بشبہہ سے نعمت نکاح کی فوت نہیں ہوئی کہ افسوس کی جگہ ہو بلکہ گناہ سے خلاصی ملی اور مطلقہ رجعی میں سوگ کا کیا ذکر ہو بلکہ اسکو
آرائش اور سنگار کرنا چاہیے تاکہ اسکا زوج مائل ہو کر رجعت کرے ويباح الحداد على قرابۃ ثلثۃ ايام فقط وللزوج منعها لان الزينۃ حقه فتح وينبغي حل الزيادة
على الثلثۃ اذا رضى الزوج او لم تكن مزوجۃ نهر اور مباح ہے ترک زینت کرنا قرابت والوں کی موت میں فقط تین دن تک اور زوج کو درست ہے کہ اپنی زوجہ کو
تین دن کے اندر بھی منع کرے سوگ کرنے سے اسواسطے کہ آرائش حق ہے مرد کا کذا فی فتح القدیر اور لائق یوں ہے کہ حلال ہو زیادتی ترک زینت تین دن سے
بھی زیادہ جبکہ زوج عورت کا راضی ہو یا وہ منکوحہ نہ ہو کذا فی النہر الفائق صحیحین میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ حلال نہیں ہے اس عورت مسلمان کو جو حق تعالی اور قیامت کو حق جانتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسیکے غم میں سوگ کرے مگر اپنے زوج پر چار مہینے اور دس دن
فتح القدیر میں مقرر ہے کہ بموجب اس حدیث کے تین دن سے زیادہ ترک زینت حرام ہے غیر ازواج کی موت میں اور یہ جو شارح نے فتح القدیر کی طرف نسبت کیا کہ
تین دن میں بھی منع کر دینا زوج کو درست ہے سو یہ وہم ہو گیا ہے کہ فتح القدیر کی عبارت نہیں بلکہ صاحب نہر الفائق کی یہ عبارت ہے اور یہ جو صاحب نہر نے
بشرط رضا کہ زوج یا عدم زوج تین دن سے زیادہ سوگ کرنا قرابت والوں کے واسطے تجویز کیا سو مخالف ہے اطلاق حدیث مذکور کی اور مخالف ہے روایت
فتح کے امام محمد نے نوادر میں کہا کہ حلال نہیں عورت کو سوگ کرنا اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی یا ماں کی موت میں یعنے تین دن سے زیادہ سوگ مخصوص ہے زوج کیواسطے
كذا فى حاشيۃ المدنى وفى التاتارخانيۃ ولا تعذر في لبس السواد وهي آثمۃ الا الزوجۃ في حق زوجها فتعذر الى ثلثۃ ايام قال في البحر وظاهره منعها من السواد
تاسفا على موت زوجها فوق الثلث اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے کہ عورت معذور نہیں سیاہ کپڑے پہننے میں بنظر سیاہی غم اور وہ اس سیاہ پوشی سے
گنہگار ہے مگر زوجہ جبکہ اپنے زوج کے حق میں سیاہ پوشی کرے تو تین دن تک معذور ہے بحر الرائق میں کہا کہ ظاہر کلام تاتارخانیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو سیاہ پوشی ممنوع ہے
اپنے زوج کی موت کے تاسف پر تین دن سے زیادہ ہم شارح عنقریب تصریح کر چکا ہے کہ سیاہ پوشی میں کچھ مضائقہ نہیں اور تاتارخانیہ سے معلوم ہوا کہ جائز
نہیں تو مطلب یہ ہے کہ اگر قبل موت زوج کے سیاہ کپڑا رنگا ہو تو درست ہے اور اگر بعد موت کے بتقریب غم رنگین کیا تو جائز نہیں چنانچہ تفصیل تاتارخانیہ
کی عبارت سے معلوم ہوتی ہے وفي النهر بلغت في العدة لزمها الحداد فيما بقي اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر زوجہ صغیرہ بالغ ہو گئی عدت کے
اندر تو اسپر سوگ کرنا لازم ہوگا باقی مدت میں والمعتدة اى معتدة كانت يعني ولو معتدة عتق ونكاح فاسد وايا الخ

فتخطب فالمراد تخطبها غیرہ وهو مرضي به فلو سكتت فقولان تحرم خطبتها بالكسر والضم اور عدت والی سے پیام نکاح کا دینا حرام ہے کوئی عدت والی ہو کذا فی المجتبیٰ
تو معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد کو بھی یہ حرمت شامل ہے اور جو عورت کہ عدت سے خالی ہو تو اس سے پیام دینا درست ہے اس وقت جبکہ دوسرے نے
اسکو پیام نہ دیا ہو اور وہ راضی نہ ہو گئی ہو اور اگر بعد پیام کے عورت نے سکوت کیا ہو نہ اقبال کیا ہو نہ انکار تو اسمین دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ
پیام دینا جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اصل ان روایات کی وہ حدیث متفق علیہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا
کہ لا یخطب احدکم علی خطبۃ اخیہ یعنے کوئی تم میں سے پیام نکاح کا نہ دے اپنے بھائی کی منگنی پر فقط خطبہ بکسر اول یعنی پیام نکاح اور بعضے اہل لغت بضم اول کے
قائل ہیں وصح التعریض کارید التزوج لو معتدۃ الوفاۃ لا المطلقۃ اجماعا لافضائہ الی عداوۃ المطلق ومفادہ جوازہ لمعتدۃ عتق ونکاح فاسد
ووطی بشبہۃ نہر اور صحیح ہے تعریض اگر معتدہ وفات ہو یعنے گول گول پیام نکاح کا دینا درست ہے نہ کھولکر چنانچہ یون کہنا کہ مین نکاح کا ارادہ کرتا ہون
یا کہ مجھکو آرزو ہے کہ حق تعالی مجھکو نیک بخت عورت میسر کرے اور صحیح نہیں تعریض مطلقہ سے بالاجماع اسواسطے کہ تعریض مطلقہ سے طلاق دینے والے کے
عداوت کی نوبت پہونچتی ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے جواز تعریض کا واسطے معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد اور معتدہ وطی بشبہہ کے اسواسطے
کہ ان صورتون مین کوئی طلاق دینے والا نہیں جسکی عداوت کا خوف ہو لکن فی القہستانی عن المضمرات ان بناء التعریض علی الخروج لیکن قہستانی
مین مضمرات سے یون منقول ہے کہ بناء تعریض عورت کے نکلنے پر ہے اسواسطے کہ گھر کے اندر جا کر تعریض درست نہیں اور سوا معتدہ وفات کے کسی معتدہ
کو گھر سے نکلنا جائز نہیں اسواسطے کہ نفقہ ثابت عدت والیون کا مرد پر فرض ہے سوا معتدہ وفات کے پھر جبکہ نکلنا اور عدت والیون کو جائز نہ ہوا تو تعریض کیونکر
ہوگا ولا تخرج معتدۃ رجعی وبائن بای فرقۃ کانت علی ما فی الظہیریۃ ولو مختلعۃ علی نفقۃ عدتہا فی الاصح اختیار او علی السکنی فیلزمہا ان تکتری
بیت الزوج معراج او حرۃ او امۃ مبوأۃ ولو من فاسد اور نہ نکلے معتدہ رجعیہ اور بائن کسی طرح سے جدائی ہوگئی ہو کذا فی الظہیریہ اگرچہ عورت نے
اپنی عدت کے عوض خلع کیا ہو تو بھی نہ نکلے قول اصح میں کذا فی الاختیار یا عوض سکنی کے خلع کیا ہو تو لازم ہوگا عورت پر اس صورت مین وہ
گھر کو کرایہ لینا تا عدت کذا فی المعراج یہ عدم خروج لازم ہے اگر معتدہ حرہ ہو یا ایسی لونڈی ہو جسکو زوج نے ایک مکان رہنے کیواسطے مقرر کردیا ہو اگرچہ عدت
نکاح فاسد کی ہو تو بھی اپنے گھر سے نہ نکلے اگر لونڈی کیواسطے زوج نے مکان کو نہ معین کیا ہو تو اسکو عدت مین نکلنا درست ہے خواہ وہ خالص لونڈی ہو
یا مدبرہ ہو خواہ ام ولد خواہ مکاتبہ اسواسطے کہ خدمت مولی کی اسپر واجب ہے کذا فی البحر الرائق مکلفۃ من بیتہا اصلا لا لیلا ولا نہارا ولا الی صحن دار فیہا
منازل لغیرہ ولو باذنہ لانہ حق اللہ تعالی بخلاف نحو امۃ لتقدم حق العبد یعنی نہ نکلے معتدہ مکلفہ اپنے گھر سے جسمین قبل عدت کے رہتی تھی اصلا نہ نکلے رات کو نہ دن کو
اور نہ گھر کے اس صحن مین نکلے جسمین غیر زوج کے مکانات ہون اگرچہ زوج کی اجازت نکلنے مین ہو تو بھی نہ نکلے اسواسطے کہ گھر سے نکلنا حق ہے اللہ تعالی کا تو زوج اسکو
باطل نہیں کرسکتا قرآن مجید مین ارشاد فرمایا لا تخرجوہن من بیوتہن ولا یخرجن یعنے عدت والیون کو انکے گھر سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں بخلاف لونڈی کے
کہ اسکو عدت مین نکلنا جائز ہے بسبب مقدم ہونے حق عبد کے یعنے مولی کی خدمت کے ومعتدۃ موت تخرج فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلہا
لان نفقتہا علیہا فتحتاج للخروج حتی لو کان عندہا کفایتہا صارت کالمطلقۃ فلا یحل لہا الخروج فتح اور موت زوج کی عدت والی نکلے دن مین
اور رات مین اور اکثر شب اپنے گھر مین شب باشی کرے اسواسطے کہ نفقہ اسکا اسی پر ہے نہ وارثون پر تو ضرورت ہوئی اسکو نکلنے کی
واسطے تحصیل معاش کے یہان تک کہ اگر عورت کے پاس بقدر کفایت مال ہو تو وہ بھی مطلقہ کے مانند ہو جاوے گی پھر اسکو بھی باہر نکلنا
جائز نہوگا کذا فی فتح القدیر والمراد بہما جدیدین سے رات اور دن ہے اسواسطے کہ ہر دن نیا دن ہے اور ہر رات نئی رات ہے وجوز فی القنیۃ خروجہا لاصلاح
ما لا بد لہا منہ کزراعۃ ولا وکیل لہا اور جائز رکھا قنیہ مین نکلنا معتدہ کا اپنے ضروری کام کی درستی کیواسطے جیسے کھیتی کی خبرگیری کے واسطے

اس حالت میں جبکہ کوئی اُسکا کارندہ نہو طلقت او مات وہی زائرۃ فی غیر مسکنہا عادت الیہ فوراً لوجوبہ علیہا مطلقہ ہوئی یا کہ زوج مرگیا اور حالانکہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ملنے کو گئی تھی اور کسی مکان میں اپنے گھر کے سوا تو طلاق یا موت سنکر فوراً اپنے گھر میں پلٹ آوے اسواسطے کہ عورت پر پلٹ آنا واجب ہو و تعتدان ای معتدۃ طلاق و موت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منہ اور معتدہ طلاق اور معتدہ موت عدت پوری کریں اُس مکان میں جس میں عدت واجب ہوئی ہو اور نہ نکالی جاویں اُس سے الا ان تخرج او ینہدم المنزل او تخاف انہدامہ او تلف مالہا او لا تجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ فی الطلاق الی حیث شاء الزوج معتدہ کو نکلنا جائز نہیں مگر اُس وقت جب کہ کوئی بزور نکالے خواہ زوج یا صاحب مکان یا ورثہ یا گھر منہدم ہو جاوے یا ڈر ہے کہ گر پڑے یا اپنے مال کے تلف ہونے سے ڈرے یا گھر کے کرایہ دینے کا عورت کا مقدور نہو اسی قسم کی ضرورتوں میں نکلے اور رہے اُس مکان میں جو مکان عدت سے قریب تر ہو حتی الامکان ورنہ جانیے یہ حکم تھا معتدہ وفات کا اور طلاق کی عدت میں اگر اس قسم کی ضرورتیں پیش آویں تو وہاں رہے جہاں کہ زوج چاہے ولو لم یکفہا النصیب بہا من البیت اشترت من الاجانب مجتبی وظاہرہ وجوب الشراء لو قادرۃ و الکراء بحر و اقرہ المصنف قلت لکن الذی رایتہ فی المجتبی استترت من الاستتار فتحرر اور اگر معتدہ وفات کو کفایت نکرے اُسکا حصہ جو زوج کے گھر سے بطور وراثت ملے اُسکو یا تو خرید کرے بیگانوں سے کذا فی المجتبی اور ظاہر کلام مجتبی دلالت کرتا ہو مول لینے کے وجوب پر اگر اُسکو مقدور ہو یا کرایہ دینے کے وجوب پر کذا فی البحر الرائق اور اُسکو صاحب بحر کے بھائی یعنی صاحب نہر نے اور مصنف نے اپنی شرح میں بحال رکھا ہو شارح کہتا ہو لیکن جو کچھ مجتبی کے نسخوں میں لکھا ہو سو استترت ہو جسکا مصدر استتار ہو تو اسکو تحقیق اور تنقیح کرنا چاہیے تو اس تقدیر پر مطلب مجتبی کا یہ ہوا کہ اگر حصہ عورت کا رہنے کو کفایت نکرے تو عورت بیگانے لوگوں سے پردہ کرے ابی او شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جن لوگون نے اشترت دیکھا سو غلط فہمی ہے اسواسطے کہ صورت تو یہ مفروض ہے کہ حصہ عورت کا اتنا کم ہے کہ رہنے کو کفایت نہیں کرتا پھر بیگانوں سے بقدر کفایت مول لینے سے کیا کام نکلیگا علاوہ اسکے پوری عبارت مجتبی کی یوں ہے کہ استترت من الاجانب و اولادہ الکبار یعنی عورت خرید کرے بیگانوں اور زوج کی اولاد کبار سے تو درصورت اشترت کے مطلب یہ ہوگا کہ زوج کی اولاد کبار سے بھی پردہ کرے حالانکہ زوج کی اولاد سے پردہ نہیں اسواسطے کہ وہ عورت اُنکی محرم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا بد من سترۃ بینہما فی البائن لئلا یختلی بالاجنبیۃ ومفادہ ان الحائل یمنع الخلوۃ المحرمۃ اور طلاق بائن میں ضرور ہے پردہ مرد اور عورت کے درمیان تاکہ مرد کو اجنبی عورت سے خلوت نہ ہو طلاق بائن سے عورت اجنبی ہوگئی تو پردہ کرنا ضرور ہوا اور اس کلام سے معلوم ہوا کہ حائل مانع خلوت محرمہ ہے یعنی اگر کوئی چیز درمیان میں حائل ہو جیسا پایاٹ کا پردہ یا کپڑے کا پردہ تو حرام خلوت ثابت نہیں ہوتی و ان ضاق المنزل علیہا او کان الزوج فاسقا فخروجہ اولی لان مکثہا واجب لا مکثہ ومفادہ وجوب الحکم به ذکرہ الکمال اور اگر تنگی کرے مکان مرد و عورت پر یعنی پردہ کرنے سے لائق گذران نہ رہے یا کہ زوج فاسق ہو تو نکلنا مرد کا بہتر ہے اسواسطے کہ رہنا عورت کا اُس مکان میں تا عدت واجب ہو مرد کا رہنا اُس مکان میں کچھ واجب نہیں ہے ... کذا فی فتح القدیر ہر چند فقہا نے زوج فاسق کے خروج کو اولیٰ کہا ہے ... لیکن ... عورت کو ذکر کیا ہے تو اس قرینہ سے اولیٰ بمعنی ارجح اور حکم خروج کا واجب ہوگا اسواسطے کہ ... محرم کرتی ہے کذا فی فتح القدیر و حسن ان یجعل القاضی بینہما امرأۃ ثقۃ ترزق من بیت المال بحر عن تلخیص الجامع قادرۃ علی الحیلولۃ بینہما او ... اور یہ بہتر ہے کہ قاضی مرد اور عورت کے درمیان ایک ثقہ معتمد عورت کو مقرر کرے ... کذا فی البحر عن تلخیص الجامع وہ عورت ایسی ہو کہ تا ... مرد و عورت میں حائل ہونے پر ... عورت والی ہو کہ مرد کو اُسکا ... اگر ... لوگوں کو بلا سکے ... وفی المجتبی الافضل الحیلولۃ بستر ولو فاسقا فامرأۃ قال ولہما

ان يسكنا بعد الثلث في بيت واحد اذا لم يلتقيا التقاء الازواج ولم يكن فيه خوف فتنة انتهى اور مجتبى مين لكها ہے کہ بہتر یہ ہے کہ آڑ کر دی جائے پردہ سے
اور اگر زوج فاسق ہو تو ایک عورت ثقہ مقرر کیا جائے کہ وہ حائل رہے دونوں میں کہا محشی نے کہ مصنف نے کہا جائز ہے مرد اور عورت کو رہنا ایک گھر میں بعد تین
کے بشرطیکہ دونوں زوج اور زوجہ کی طرح نہ ملتے ہوں مثلاً عورت سر اور ہاتھوں کو برہنہ نہ کرتی ہو مرد کے سامنے اور بشرطیکہ دونوں کے ایک جا بیٹھنے میں کچھ خوف فتنہ کا
خوف نہ ہو انتہی کلامہ وسئل شیخ الاسلام عن زوجین افترقا ولکل منہما ستون سنۃ وبینہما اولاد تتعذر علیہما مفارقتہم فیسکنان فی بیتہم ولا یجتمعان فی فراش
ولا یلتقیان التقاء الازواج ہل لہما ذلک قال نعم واقرہ المصنف اور کسی نے سوال کیا شیخ الاسلام سے زوجین کے باب میں کہ ان میں طلاق وغیرہ سے
جدائی ہو گئی اور عدت گذر گئی اور ہر ایک کی ساٹھ ساٹھ برس کی عمر ہے اور دونوں کے اولاد ہے کہ انکا چھوڑنا دونوں پر سخت مشکل ہے سو دونوں
اولاد کے گھر میں رہتے ہیں اور ایک فرش پر جمع نہیں ہوتے اور نہیں جورو خاوند کی طرح ملتے کیا اسطرح کا رہنا انکو درست ہے شیخ الاسلام نے کہا
ہاں درست ہے اور مصنف نے بھی اس روایت کو اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے ابانہا او مات عنہا فی سفر ولو فی مصر ولیس بینہا وبین مصرہا
مدۃ سفر رجعت ولو بین مصرہا مدۃ وبین مقصدہا اقل منہا طلاق بائن دی عورت کو یا اسکو چھوڑ کر سفر میں مر گیا اگرچہ راہ میں نہیں بلکہ
کسی شہر میں طلاق یا موت واقع ہوئی ہو اور نہ ہو درمیان اس جگہ کے اور درمیان عورت کے شہر کے سفر کی مدت یعنی تین دن کی راہ تو عورت
لوٹ آوے اپنے شہر میں اور اپنے گھر میں عدت پوری کرلے اور اگر عورت کے شہر اور اس جگہ میں تین دن کی راہ ہو اور جہاں کو جاتی تھی اسکی مسافت
وہاں سے تین منزل سے کم ہو تو وہیں چلی جاوے وان کانت تلک ای مدۃ السفر من کل جانب منہا ولا یعتبر ما فی میمنۃ ومیسرۃ فان کان فی مفازۃ
خیرت بین رجوع ومضی معہا ولی اولا فی الصورتین اور اگر اس جگہ سے دونوں طرف مدت سفر کی ہو یعنی وہاں سے وطن بھی تین منزل ہو
یا زیادہ اور مکان مقصود بھی تین منزل ہو یا زیادہ تو اگر مکان طلاق یا موت کا جنگل ہو تو عورت کو اختیار ہے وطن کے پھر آنے میں اور مکان مقصود
کی طرف چلے جانے میں اور داہنے بائیں اگر کوئی شہر قریب ہو تو اسکا کچھ اعتبار نہیں عورت کے ساتھ کوئی اسکا محرم ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں
جب وطن تک مدت سفر نہ ہو تو عورت پر رجوع وطن واجب ہے اسکے ساتھ محرم ہو یا نہ ہو اور جب دونوں طرف مدت سفر کی ہو تو عورت کو پھر آنے اور چلے جانے
میں اختیار ہے خواہ محرم ساتھ ہو یا نہ ہو والعود احمد لتعتد فی منزل الزوج اور جب کہ دونوں طرف مدت سفر کی ہو تو ہرچند عورت مختار ہے لیکن وطن میں پھر آنا
مستحب ہے تاکہ عدت کو زوج کے گھر میں تمام کرے ولکن ان مرت بما یصلح للاقامۃ کما فی البحر وغیرہ وزاد فی النہر بینہ وبین مقصدہ سفر او کانت
فی مصر او قریۃ تصلح للاقامۃ تعتد ثمہ ان لم تجد محرما اتفاقا وکذا ان وجدت عند الامام ثم تخرج بمحرم ان کان لیکن اگر عورت کا
جانے یا پھرنے میں ایسے مقام پر گذار ہو جو رہنے کے لائق ہو یعنی شہر ہو یا گاؤں نہ جنگل کما فی البحر وغیرہ اور نہر الفائق میں اتنی قید اور زیادہ کی کہ
اُس محل اقامت میں جہاں گذار ہوا اور عورت کے مکان مقصود میں سفر کی مدت ہو یا کہ عورت طلاق یا موت کے وقت کسی شہر یا گاؤں میں ہو جو
لائق رہنے کے ہو وہیں عدت کرے اگر محرم کو نہ پاوے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح وہیں عدت کرنا چاہیے اگر محرم کو بھی پاوے امام
[illegible] پھر بعد عدت کے وہاں سے نکلے اور اپنے وطن کو آوے اگر محرم ساتھ ہو اور اگر محرم نہ ہو تو تین منزل یا زیادہ سفر کرنا حرام ہے یہاں تک کہ اسکا محرم آوے
یا کہ عورت وہاں کسی سے نکاح کرلے اور نہر الفائق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر درمیان اس شہر اور مکان مقصود کے سفر کی مدت سے کم مسافت ہو تو
عدت وہیں کرنا واجب نہیں بلکہ اگر عورت چاہے تو مکان مقصود کو چلی جاوے کذا فی حاشیۃ [illegible] ولو کانت [illegible]
فی محفۃ او خیمۃ مع زوجہا ان تضررت بالمکث فی المکان الذی طلقہا بہ فلہ ان یتحول بہا والا لا [illegible] مکان عدت والی
جس پر طلاق واقع ہوئی جنگل میں کذا فی فتح القدیر یعنی جب کہ زوج مرد صحرائی اور بادیہ نشین ہو اسکا یہ حکم ہے کہ ایک جگہ نہیں ٹھہرتے جہاں جہاں

چارہ اور پانی انکے جانوروں کو ملتا ہو وہاں ٹھہرتے ہیں پھر جب چارہ ہو چکا تو پھر کوچ کرتے ہیں تو اگر کسی بادیہ نشین نے طلاق دی تو عورت جہاں چارہ پانی تلاش کرنے والوں کے ساتھ نقل مکان کرتی ہے ڈول میں یا خیمہ میں اپنے زوج کے ساتھ اگر عورت کو غیر لوگوں کے پاس رہنے سے اس مکان میں جس میں زوج نے اسکو طلاق دی کچھ ضرر ہو جان یا مال کا تو اس صورت میں زوج کو جائز ہو کہ اسکو ساتھ لیکر جاتا پھرتا ہے تو ڈولی یا خیمہ میں اور اگر عورت کو طلاق کے مکان میں کچھ مضرت نہو تو وہیں عدت کو آخر کرے زوج کے ساتھ نہ پھرے ولیس للزوج المسافرۃ بالمعتدۃ ولو عن رجعی بحر اور جائز نہیں زوج کو سفر میں لیجانا عدت والی کا اگرچہ عدت رجعی کی ہو کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ بعد عدت کے عورت اجنبی ہو جاویگی اور اجنبی عورت کو غیر محرم یا غیر زوج کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں ومطلقۃ الرجعیۃ کالبائن غیر انہا تمنع عن مفارقۃ زوجہا فی مدۃ السفر لقیام الزوجیۃ بخلاف المبانۃ اور مطلقہ رجعیہ بائن کے مانند ہو احکام سابقہ مذکورہ میں یعنے اگر سفر میں طلاق رجعی ہوئی تو اگر وطن تین منزل سے کم ہو تو شہر کو پلٹ آوے اور اگر مکان مقصود کمتر ہو تو ادھر چلی جاوے وغیر ذلک مطلقہ بائنہ اور رجعیہ میں فقط اتنا فرق ہو کہ اگر جنگل میں طلاق رجعی ہوئی ہوا ور وطن تک اور مکان مقصود تک سفر کی مدۃ ہو مطلقہ رجعیہ کو ممنوع ہو اپنے زوج کی مفارقت سفر کی مدت میں بسبب قائم رہنے زوجیت کے بخلاف مطلقہ بائنہ کے کہ اسپر مفارقت لازم ہو

فروع مسائل ملحقہ شارح کے طلب من القاضی ان یسکنہا بجوارہ لایجیبہ وانما تعتد فی مسکن المفارقۃ ظہیریۃ زوج نے درخواست کی قاضی سے کہ معتدہ کو اپنے پڑوس میں رکھے تو قاضی اسکو قبول کرے وہیں عدت کرے عورت جہاں مفارقت ہوئی قبلت ابن زوجہا فلہا السکنی لا النفقۃ تاتارخانیۃ زوجہ نے اپنے زوج کا بوسہ بشہوت لیا تو جدا ہو گئی اور عدت لازم آئی تو زوج پر عورت کیواسطے سکونت کا مکان دینا لازم ہوگا نہ نفقہ دینا کذا فی التاتارخانیہ لاتمنع معتدۃ نکاح فاسد من الخروج مجتبی قلت قدمنا عن البزازیۃ خلافہ لکن فی البدائع لہ منعہا لتحصین مائہ کالکتابیۃ ومجنونۃ وام ولد اعتقہا فلیحفظ اور کچھ نہیں معتدہ نکاح فاسد کو باہر نکلنے سے کذا فی المجتبی شارح کہتا ہو کہ روایت بزازیہ کی اسکے مخالف گذر گئی لیکن بدائع میں ہو کہ مرد کو جائز ہو منع کرنا معتدہ نکاح فاسد کا اپنے نطفہ کی حفاظت کیواسطے جیسے معتدہ کتابیہ اور مجنونہ اور ام ولد کا جسکو مولی نے آزاد کر دیا ہو روکنا جائز ہو واسطے حفاظت نطفہ کے تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیئے ہم شارح نے کلام بدائع سے مجتبی اور ظہیریہ کا اتحاد اشارہ یعنے ثبتے کی نفی منع خروج اسپر محمول ہو کہ روکنا حق اللہ میں اور روایت ظہیریہ محمول ہو کہ روکنا باعتبار حق شرعی کے نہیں بلکہ اپنے نطفہ کی حفاظت کیواسطے ہو اور یہ جو شارح نے کہا کہ روایت بزازیہ اسکے مخالف ہو سو یہ سہو کاتب ہو اسواسطے کہ وہ منع خروج ظہیریہ سابق کو رد چکی بزازیہ

فصل فی ثبوت النسب

یہ فصل ہو ثبوت نسب کے بیان میں یعنے ولد کا نسب زوج سے کس امر میں ثابت ہوتا ہو اور کس میں نہیں اکثر مدۃ الحمل سنتان لخبر عائشۃ رضی اللہ عنہا کما مر فی الرضاع وعند الائمۃ الثلثۃ اربع سنین زیادہ سے زیادہ مدت حمل کی دو برس ہیں بدلیل خبر عائشہ رضی اللہ عنہا کے جو باب الرضاع میں مذکور ہو چکی اور تینوں اماموں کے نزدیک یعنے امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہیں اور سنن دارقطنی اور بیہقی میں ابن المبارک سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہو کہ حمل زیادہ نہیں ٹھہرتا دو برس سے بقدر گردش ظل مغزل یعنے جتنی دیر سایہ پھرتی کا گھومنے کے وقت ٹھہرتا ہو اسقدر بھی دو برس سے زیادہ حمل نہیں ٹھہرتا یہ کنایہ ہو کمال سرعت سے اور ہرچند یہ اثر ہو حدیث مرفوع نہیں لیکن چونکہ تعیین مدت و حمل اجتہادی نہیں تو بالضرور یہ مسموع ہوگا شارع سے اور بیہقی نے ولید بن مسلم سے روایت کی کہ میں نے حدیث عائشہ صدیقہ کو امام مالک کے روبرو ذکر کیا انھوں نے کہا سبحان اللہ دیکھو محمد بن عجلان کی زوجہ تین بار بارہ برس میں حاملہ ہوئی ہر حمل چار برس میں لیکن یہ حکایت اثبات مدعا میں نہیں اسواسطے کہ حکایت معارض روایت کی نہیں ہوسکتی اور انقطاع حیض اور پیٹ کا پھولنا دلیل نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ امتداد طہر سالہا سال ہوتا ہو اور بیماری سے پیٹ بھی پھول جاتا ہو یہاں تک کہ مواد اور ریاح سے حرکت بھی حمل کیطرح معلوم ہوتی ہو اور حالانکہ حمل نہیں ہوتا کذا فی فتح القدیر واقلہا ستۃ اشہر اجماعا اور کمتر مدت حمل کی چھ مہینے ہیں باجماع ائمہ اربعہ یہانتک کہ خلاف نہیں حق تعالے نے فرمایا الحمل وفصالہ

ثلثون شہرا یعنے حمل ولدکا اور فصال اُسکا تیس مہینے یہان حمل اور فصال کو یکجا فرمایا بلا تفصیل مدت پھر دوسری آیت مین ارشاد ہوا کہ فصال کی مدت
دوبرس ہین تو معلوم ہوگیا کہ باقی چھ مہینے حمل کی مدت ہین اور یہ جو علمانے آیت مذکورسے باب الرضاع مین امام اعظم کے مذہب کیواسطے استدلال کیا ہر کہ تیس مہینے
رضاع کی مدت اور تیس مہینے اکثر حمل کی مدت اس آیت سے ثابت ہوتی ہو لیکن حدیث عائشہ صدیقہ سے ثابت ہوا کہ دوبرس سے زیادہ حمل کی مدت نہین ہوتی
سو یہ استدلال صحیح نہین ہواسطے کہ لفظ ثلثون سے اطلاق واحد مین رضاعت کیواسطے تیس مہینے مراد لینا اور حمل کیواسطے چوبیس مہینے ارادہ کرنا یہ جمع ہین
الحقیقت والمجاز ہے حالانکہ یہ صحیح نہین علاوہ اسکے تحقیق یہ ہو کہ عدد مین گنجایش مجازیت کی نہین کذا فی فتح القدیر **فیثبت نسب ولد معتدۃ الرجعی**

بالاشہر لا یاسہا بدائع وفاسد النکاح فی ذالک صحیح قہستانی **وان ولدت لاکثر من سنتین** ولو لعشرین سنۃ فاکثر لاحتمال امتداد طہرہا ووطؤہا فی العدۃ
تو ثابت ہوگا نسب معتدہ رجعی کے ولد کا اگرچہ عدت اُسکی مہینون کے حساب سے ہو بسبب ایاس کے کذا فی البدائع اور نکاح فاسد فقط شبوت نسب مین
برابر نکاح صحیح کے ہر کذا فی القہستانی اگرچہ معتدہ رجعی بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مین جنی ہو گو بعد بیس برس یا زیادہ کے جنے تو بھی نسب ثابت ہو جاویگا
بسبب احتمال دراز ہونے اُسکے طہر کے اور باحتمال اُسکے حاملہ ہونے کے عدت مین یعنے احتمال ہر کہ مثلاً بعد طلاق کے اٹھارہ برس تک اُسکو طہر رہا حیض نہ آیا
تو عدت ہنوز قائم ہو پھر عدت مین زوج نے وطی کی اور حمل رہ گیا اور دو برس مین لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا ثابت النسب ہو یعنی زوج ہی کا ٹھہریگا بالم تقر بمضی
العدۃ والمدۃ تحتملہ زیادہ دو سال کی ولادت سے ولد ثابت النسب اس صورت مین ہوگا جبکہ عورت اقرار نکرتی ہو انقضاے عدت کا اور حالانکہ مدت بھی انقضاے
عدت کی محتمل تھی تو اگر طلاق سے بعد آٹھ مہینے کے جنی اور پہلے انقضاے عدت کا طلاق سے ساٹھ دن کے بعد اقرار کرچکی تھی تو ولد ثابت النسب نہوگا اسواسطے کہ
اقل مدت عدت کی امام کے نزدیک ساٹھ دن ہین اور اقل مدت حمل چھ مہینے ہین تو آٹھ مہینے انقضاے عدت اور مدت حمل اور تولد کے محتمل ہین اور اگر انقضاے
عدت کا اُسنے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ مدت انقضاے عدت کی محتمل نہین تو شرعاً عورت کی
تکذیب ہوگی اسواسطے کہ چھ مہینے سے کمتر مدت مین لڑکا پیدا نہین ہوسکتا تو معلوم ہوا کہ عین عدت مین حمل تھا کذا فی ہدایہ اور کنز اور باقی متون معتمدہ مین
یہی روایت مصرح ہو کہ اقرار کے وقت سے اگر چھ مہینے سے کمتر مین عورت جنے گی تو ولد ثابت النسب ہو اور یہ جو شرح وقایہ مین بجاے اقرار طلاق کا لفظ ہو
سہو اغلاط کاتب ہو کذا فی الدرر **وکانت الولادۃ رجعۃ لو فی الاکثر منہما او فیما لعلوقہا فی العدۃ لا فی الاقل للشک** ان ثبت نسب اور ہوگی ولادت
رجعت اگر مطلقہ رجعی دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال مین جنی بسبب حمل رہنے کے عدت مین اور دو سال سے کمتر مدت مین جنی تو ولادت سے رجعت
نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے اگرچہ ولد کا نسب دو سال سے کمتر مین بھی ثابت ہوگا ہر ثبوت رجعت مطلقہ عدت کی وطی پر موقوف ہو تو جب دو سال سے
زیادہ یا پورے دو سال مین ولادت ہوئی تو معلوم ہوا کہ بعد طلاق کے عدت مین حمل رہا تھا اور اگر دو سال سے کم یعنے نو مہینے یا بارہ مہینے مین
مثلاً ولادت ہوئی تو احتمال ہو کہ حمل قبل طلاق کے ہو اور محتمل ہو کہ بعد طلاق کے ہو تو بسبب اس شک کے رجعت ثابت نہین ہوسکتی لیکن نسب بہرصورت
ثابت ہو **کما یثبت بلا دعوۃ احتیاطاً فی مبتوتۃ جاءت بہ لاقل منہما من وقت الطلاق لجواز وجودہ وقتہ** چنانچہ ثابت ہوتا ہو نسب بدون
دعوی زوج کے مبتوتہ مین یعنے مختلعہ اور مطلقہ بائنہ اور مطلقہ ثلثہ مین جو لڑکا جنی دو سال سے کمتر مین طلاق کے وقت سے ثبوت نسب ہوگا بسبب
جواز وجود حمل کے بوقت طلاق یعنے جب مبتوتہ دو سال سے کمتر مین جنی تو احتمال ہوسکتا ہو کہ طلاق کیوقت حمل موجود تھا خلاصہ یہ کہ ثبوت نسب مین شارع کو
اہتمام زیادہ ہے تاکہ لڑکا ضائع نہو لہذا اُسکے ثبوت مین احتمال بھی کافی ہو یقین ضروری نہین بخلاف ثبوت رجعت کے اسمین احتمال کافی نہین یقین چاہیے **ولم تقر**
بمضیہا کما مر یعنے ولد مبتوتہ کا نسب کمتر دو سال سے پیدا ہونے مین اُسوقت ثابت ہوگا جبکہ عورت انقضاے عدت کا اقرار نہ کرچکی ہو بشرط احتمال عدت
چنانچہ یہ مضمون سطر سابق مذکور ہوچکا اور اگر بعد اقرار انقضاے عدت دو سال سے کمتر اور چھ مہینے سے اکثر مین جنے گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر بعد اقرار

چھ مہینے سے کمتر میں جنے گی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ عورت کی شرمگاہ نکاح سے محفوظ ہوگی لیکن یہ حکم مبتوتہ مدخولہ کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر مدخولہ نہوگی اور وقت فرقت
سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنے گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر میں جنی تو نسب ثابت ہوگا کذا فی الجوہرہ شیخ الاسلام مفتی ابو سعید نے تصریح
کی کہ اگر غیر مدخولہ وقت نکاح سے پورے چھ مہینے میں جنی تو نسب لڑکے کا ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وان لتمامہا لا یثبت النسب قبل یثبت لتصور العلوق
فی حالۃ الطلاق ترجمہ فی الجوہرہ انہ الصواب اور اگر مبتوتہ لڑکا جنی پورے دو برس میں تو نسب ثابت نہوگا یہ روایت ہے قدوری کی اسواسطے کہ اگر نسب ثابت ہو تو
لازم آوے کہ حمل قبل طلاق کے تھا اور حمل قبل طلاق کے لازم آتا ہے کہ دو برس سے زیادہ مدت میں ولادت ہوئی حالانکہ یہ ممنوع ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ پورے دو سال
سے نسب ثابت ہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے حالت طلاق میں تو قبل ولادت وجود حمل ثابت ہوا اور یہی مذہب ہے قاضی خان کا اور مصنف جوہرہ نے بھی اعتقاد کیا ہے کہ یہی
قول ٹھیک ہے اور قدوری کی روایت میں سہو ہے بحر الرائق میں کہا کہ حق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور عدم ثبوت نسب ان میں متفق ہیں چنانچہ کلام
صاحب کنز اور وقایہ اور صدر الشریعۃ اور صاحب مجمع البحرین اسپر دلالت کرتا ہے اور یہ علماء روایت مذہب سے زیادہ تر واقف ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی الا بدعوۃ لانہ
التزمہ ای شبہۃ عقد ایضا پوری دو سال کی ولادت سے مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر زوج کے دعوی سے البتہ ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ زوج نے نسب کا بیڑا اپنے اوپر لازم
کرلیا اور یہاں شبہہ عقد کا بھی ہے ہم شارح نے جواب زیلعی کے اعتراض کا کہ وطی مبتوتہ کی عدت میں فقط شبہۃ الفعل ہے اس سے نسب ثابت نہو تو دعوی زوج سے
کیونکر نسب ثابت ہوگا بحر الرائق میں جواب دیا کہ یہاں فقط شبہۃ الفعل ہی نہیں کہ اعتراض لگے بلکہ اسکے ساتھ شبہۃ العقد بھی ہے تو اب دعوی مثبت النسب کا ہوگا اور
تفسیر شبہۃ الفعل و شبہۃ العقد کی کتاب الحدود میں معلوم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والا اذا ولدت توامین احدہما لاقل من سنتین والآخر لاکثر پورے دو سال میں
ولد مبتوتہ ثابت النسب ہوگا مگر جسکو مبتوتہ دو لڑکے جوڑواں ایک حمل سے جنی اس طرح کہ بعد طلاق کے ایک لڑکے کو دو برس سے کمتر میں جنی اور دوسرے لڑکے کو دو برس سے
زیادہ میں جنی مثلا پہلا لڑکا بائیس مہینے میں جنی اور دوسرا ستائیس مہینے میں جنی اسواسطے کہ پہلا لڑکا تو بلا شرط دعوی ثابت النسب ہے تو دوسرا بھی بلا دعوی
ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ دونوں ایک ہی نطفہ سے ہیں۔ الا اذا ملکہا فیثبت ان ولدتہ لاقل من ستۃ اشہر من وقت الشراء و لو لاکثر من سنتین من وقت
الطلاق پورے دو سال میں ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جبکہ مبتوتہ کا مالک ہوجاوے اس طرح کہ مثلا لونڈی منکوحہ تھی پھر اسکو طلاق دی پھر اسکو خرید کیا
تو اسکا ولد ثابت النسب ہوگا بلا دعوی اگر وہ خرید کے وقت سے چھ مہینے سے کمتر میں جنی اگرچہ طلاق کے وقت سے دو برس سے زیادہ میں جنی ہو کذا فی
العالمگیریہ عن التبیین و کالطلاق سائر اسباب الفرقۃ بدائع اور مانند طلاق بائن کے ہیں سب باقی اسباب جدائی کے کذا فی البدائع یعنی خیار بلوغ اور
عتق اور عدم کفایت اور ارتداد تو یہ سب اسباب فرقت کے احکام سابقہ مفصلہ میں مانند طلاق بائن کے ہیں لکن فی القہستانی عن شرح الطحاوی انہا
الا جوۃ مشروطۃ فی الولادۃ لاکثر منہا لیکن قہستانی میں شرح طحاوی سے یہ منقول ہے کہ ثبوت نسب میں دعوت زوج کی مشروط ہے دو سال سے زیادہ کی ولادت میں
یعنی پورے دو سال میں ثبوت نسب بلا دعوت ہوگا یہ شارح نے استدراک کیا متن کا ہم ظاہر یہی روایت ہے جو مختار ہے صاحب جوہرہ کی اور مصنف نے روایت قدوری
اختیار کیا موافقت متن و ان لم تصدقہ المراۃ فی روایۃ وہو الاوجہ فتح یعنی پوری دو سال کی ولادت مبتوتہ میں دعوی زوج سے نسب ثابت ہوگا اگرچہ
زوج کی تصدیق نکرے بموجب ایک روایت کے اور یہی روایت قوی اقرب بدلیل ہے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق میں ہے کہ دعوی زوج میں دو روایتیں ہیں ایک
روایت یہ ہے کہ دعوی میں تصدیق عورت کی مشروط ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ شرط نہیں اور اسی روایت کو ترجیح دی ہے صاحب فتح القدیر نے و یثبت نسب ولد
المطلقۃ الرجعیا والمراہقۃ المدخول بہا وکذا غیر المدخول بہا ان ولدتہ لاقل من الاقل ثابت ہے نسب بچہ مطلقہ مراہقہ کا اگرچہ طلاق رجعی ہو مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ جبکہ وہ
مراہقہ جنی ہو کم سے کم مدت میں یعنی کمتر مدت چھ مہینے میں اور اس سے کمتر مثلا ساڑھے پانچ مہینے میں سو یہ اگر مراہقہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو اسکا ولد ثابت النسب
مراہقہ اس لڑکی کو کہتے ہیں جو وطی کے لائق ہے نشانیاں بلوغ کی ہنوز ظاہر نہیں نو برس کی ہے یا زیادہ اور جو لڑکی نو برس سے کم ہے تو اسکی ولادت متصور نہیں اسواسطے

کہ اُسمین نطفہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی **غیر المقرۃ بانقضاء عدتہا وکذا المقرۃ ان ولدت لدون من وقت الاقرار اذا لم تقر مطلقاً فلو ادعت فکبالغۃ**
جس مراہقہ نے کہ اپنی انقضاے عدت کا اقرار نہین کیا اُسکا ولد ثابت النسب ہو اور اسیطرح اور مقرہ کا ولد ثابت النسب ہو جو چھ مہینے سے کمتر مین جنی اقرار کے
وقت سے یہ اُسوقت مین ہو جبکہ مراہقہ نے اپنے حاملہ ہونیکا دعوی نہین کیا اور اگر حمل کا دعوی کیا تو وہ بالغہ کے مانند ہو **لا اقل من تسعۃ اشہر من طلاقہا** طلاقہا
لکون العلوق فی النکاح او العدۃ والا لا یکونہ بعدہا لانہا الصغر یا یحتمل سکوتہا الا کالاقرار یعنی عدتہا مراہقہ غیر مقرہ کا ولد ثابت النسب ہو جبکہ جنے بعد طلاق کے
نو مہینے سے کمتر مدت مین بواسطے حمل رہنے کے نکاح مین یا عدت مین اور اگر نو مہینے سے کمتر مین نہ جنے بلکہ پورے نو مہینے یا زیادہ مین جنے تو ثبوت نسب نہوگا
بسبب احتمال رہنے حمل کے بعد عدت کے اسواسطے کہ بسبب کم عمری مراہقہ کے اُسکا سکوت بجاے اقرار انقضاے عدت قرار دیا جاویگا ہم یہ جواب ہو اس سوال مقدر کا
کہ جب مراہقہ مدخولہ نو مہینے یا زیادہ مین جنی تو احتمال ہو کہ اُسکو نکاح مین یا عدت مین حمل رہا پھر کیا وجہ عدم ثبوت نسب کی اور مسئلہ مفروض ہو عدم اقرار کا ہان اگر
اقرار انقضاے عدت کرتی اور اُسکے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ مین لڑکا ہوتا تو البتہ نسب ثابت نہوتا خلاصہ جواب کا یہ ہو چونکہ انقضاے عدت مراہقہ کا بسبب
کم عمری کے مخصوص ایک ہی طور پر تھا یعنے فقط مہینون پر نہ حیض پر لہذا بعد طلاق کے تین مہینے کا گذر جانا اور بسبب کم عمری کے اُسکا سکوت کرنا یہ قائم مقام اقرار کے ہو
تو جبکہ بعد تین مہینے کے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی تو معلوم ہوا کہ حمل بعد عدت کے پیدا ہوا لہذا نسب ثابت نہوگا **فلو ادعت حبلا فہی کالکبیرۃ فی بعض**
الاحکام لاعترافہا بالبلوغ سو اگر دعوی کیا مراہقہ نے حمل کا تو وہ اب برابر بالغہ کے ہو گی بعضے احکام مین بسبب اقرار بلوغ کے ہم بحر الرائق مین کہا کہ اگر مراہقہ نے
دعوی حمل کا کیا طلاق بائن مین پھر کمتر دو برس سے جنی اور طلاق رجعی مین ستائیس مہینے سے کمتر مین جنی تو اُسکا ولد ثابت النسب ہو گا کذا فی غایۃ البیان اور مراہقہ اس حکم مین
تو کبیرہ کے برابر ہوئی لیکن ایک حکم مین برابر نہین مثلاً طلاق رجعی مین اگر مراہقہ مذکورہ ستائیس مہینے پورے مین یا زیادہ مین جنے گی تو نسب ثابت نہوگا بخلاف کبیرہ کے کہ اُسکے ولد کا
نسب یا سکی ثابت ہوگا بسبب امتداد طہر کے کذا فی حاشیۃ المدنی **ویثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منہما من وقتہ ای الموت اذا کانت کبیرۃ ولو غیر مدخول بہا**
اور ثابت ہو نسب معتدہ موت کا اگر ابتداے موت سے کمتر دو سال سے جنے بشرطیکہ کبیرہ ہو اگرچہ وہ مدخولہ نہو اسواسطے کہ فراش عدت ثابت ہو نہ دخول
اور اجتماع زوجین چنانچہ اسکا ذکر آویگا **اما الصغیرۃ فان ولدت لاقل من عشرۃ اشہر وعشرۃ ایام ثبت والا لا** اور معتدہ موت کی اگر صغیرہ ہو اور دس مہینے
اور دس دن سے کمتر مین جنے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ اسے ثابت ہوا کہ حمل موجود تھا قبل انقضاے عدت وفات کے کیونکہ چار مہینے دس دن عدت کے
ہوے اور باقی اقل مدت حمل ہو اور اگر پورے دس مہینے اور دس دن یا زیادہ مین جنے تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ حمل بعد عدت کے حادث ہوا **ولو اقرت بمضیہا**
بعد اربعۃ اشہر وعشر فولدت لستۃ اشہر لم یثبت اور اگر اقرار کیا کبیرہ یا مراہقہ نے انقضاے عدت کا بعد چار مہینے دس دن کے موت سے پھر جنی پورے چھ مہینے مین
تو نسب ثابت نہوگا **والا لا اتحقق کذا لان عدۃ الموت بالاشہر للکل الا الحامل زیلعی** اور عدت موت مین آئسہ برابر حائضہ کے ہو اسواسطے کہ عدت موت کی
مہینون کے حساب سے ہر معتدہ کیواسطے سواے حاملہ کے کذا ذکرہ الزیلعی **وان لم تلد لاکثر منہما من وقتہ لا یثبت بدائع ولولہا فکالاکثر بحر**
اور اگر معتدہ موت کی جنی دو برس سے زیادہ مدت مین ابتداے موت سے تو نسب ثابت نہوگا کذا فی البدائع اور اگر پورے دو سال مین جنی تو اسکا حکم
مثل اکثر دو سال کے ہو کذا فی البحر بحث یہ ہو کہ معتدہ موت کو معتدہ مبتوتہ کے ساتھ ملحق کیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی **وکذا المقرۃ بمضیہا لو لاقل**
من اقل مدتہ من وقت الاقرار ولاقل من اکثرہا من وقت البیت لتیقن کذبہا اور اسیطرح ثابت ہوتا ہو نسب اُس عورت کے ولد کا جسنے اقرار کیا اپنی عدت گذر جانے کا
اگر وہ جنی چھ مہینے سے کمتر مدت مین اقرار کیوقت سے اور اگر جنی دو برس سے کمتر مدت مین وقت فراق سے یعنے طلاق بائن یا موت سے نسب ثابت ہوگا بسبب یقین ہو جانے
دروغگوئی عورت کے یعنے جب وقت اقرار سے چار یا پانچ مہینے مین جنی تو معلوم ہوا کہ اُسوقت اُسکے رحم مین نطفہ تھا اور اُسکا اقرار انقضاے عدت کا محض غلط تھا اسواسطے کہ
چھ مہینے سے کمتر مین تولد ہونا ممکن نہین خلاصہ یہ کہ ولد مقرہ کے ثبوت نسب مین دو شرطین ہین ایک یہ کہ چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی اقرار سے دوسری شرط یہ کہ

وقت فراق سے دو سال سے کمتر مین جنی تو اگر دو سال سے زیادہ مدت مین جنے گی تو ولد ثابت النسب نہوگا اگرچہ وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو چنانچہ
اگر بعد فراق کے بائیس مہینے کے بعد شئے اقرار انقضاے عدت کا کیا پھر وقت اقرار سے تین مہینے کے بعد لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا ثابت النسب نہوگا اسواسطے کہ شرط ثانی
نہ پائی گئی اگرچہ شرط اول موجود ہے کذا فی منح الغفار و الا لا یثبت لاحتمال حدوثها بعد الاقرار اور اگر وقت اقرار سے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین یا وقت
فراق سے دو برس سے زیادہ مین مقرہ جنی تو نسب ثابت ہوگا واسطے احتمال حدوث حمل کے بعد اقرار کے یا بواسطہ انقضاے اکثر مدت حمل کے وقت فراق سے ویثبت
نسب ولد المعتدۃ بموت او طلاق ان جحدت ولادتها بحجۃ تامۃ والتقیید بالقابلۃ فیتان برجل او ثابت ہوتا ہے نسب معتدہ موت یا طلاق کا اگر عورت کی
ولادت کا انکار ہو گیا ہو یعنے زوج نے طلاق مین اور زوج کے وارثون نے موت مین انکار کیا ہو کہ معتدہ نہین جنی اور معتدہ مدعی ہو ولادت کی
تو ثبوت نسب پوری دلیل سے ہوگا یعنے دو مردون کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے نسب ثابت ہوگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط دائی جنائی کی
گواہی ثبوت نسب مین کافی ہے اور ایک روایت یون ہے کہ صاحبین کے نزدیک ایک مرد کی گواہی بھی کافی ہے او حبل ظاهر بلا حاجۃ الی الشهادۃ بکونه ظاهرا
فی البحر بما علم یا حمل ظاہر سے نسب ثابت ہوگا حمل ظاہر سے یہ مراد کہ چھ مہینے سے کمتر مدت مین ولادت ہو کذا فی الجوہرہ اور مفتی ابو السعود نے کہا کہ حبل ظاہر سے
یہ مراد کہ نشانیان حمل کی اسقدر ظاہر ہون کہ حمل رہنے کا ظن غالب حاصل ہو اور کیا کفایت کرتی ہے گواہی کہ قبل وضع کے حمل ظاہر تھا بحر الرائق مین بدلیل
کہا ہے کہ ہان شہادت ظہور حمل کی مثبت ہوگی نسب کی اسواسطے کہ بعد ولادت اور انکار زوج کے حمل موجود نہین تو واسطے اثبات کے ضرور شہادت کی حاجت ہوگی
کذا فی حاشیۃ الدر او اقرار الزوج به ای بالحبل یا اقرار زوج سے کہ یہ حمل میرا ہے نسب ثابت ہوگا ولو انکر تعیینه تکفی شهادۃ القابلۃ اجماعا کما تکفی فی معتدۃ
رجعی ولدت لاکثر من سنتین لا لاقل او اگر تعیین ولد مین انکار ہو یعنے زوج یا ورثہ کہتے ہون کہ یہ لڑکا معتدہ کا نہین تو اس صورت مین دائی جنائی کی گواہی ثبوت
نسب مین کافی ہے باجماع امام اور صاحبین کے چنانچہ کافی ہے گواہی دائی جنائی کی معتدہ رجعی مین جو دو برس سے زیادہ مدت مین جنی نہ دو برس سے کم مین یعنی اگر معتدہ
رجعی دو برس سے کم مین جنے گی تو ثبوت مین حالت انکار زوج دائی کی گواہی نہ کفایت کریگی بلکہ حجت تامہ یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی لازم ہوگی
او تصدیق بعض الورثۃ فیثبت فی حق المقرین بالتصدیق کرنے بعض ورثہ کے نسب ثابت ہوگا یعنے زوج نے ولادت معتدہ کا انکار کیا اور مر گیا اسکے بعد بعضے
وارثون نے تصدیق ولادت کی کی تو نسب ثابت ہوگا فقط اقرار کرنیوالے وارثون کے حق مین سب وارثون کے حق مین نہین یعنی ورثہ مقرین لڑکے کو اپنے حصون سے وراثت دینگے
نہ ورثہ منکرین وانما یثبت النسب فی حق غیرهم حتی الناس کافۃ ان تم نصاب الشهادۃ بهم بان شهد مع المقر رجل آخر کذا لو صدق المقر بقیۃ الورثۃ وهم من
اہل التصدیق فیثبت النسب لانتفاء الرجوع اور ثابت ہو جاوے گا نسب سوا مقرین کے حق مین یہان تک کہ سب لوگون کے حق مین اگر پورا ہو
ہو جاوے نصاب شہادت کی انہین سے اسطرح پر کہ گواہی دے وارث مقر کے ساتھ دوسرا مرد اور اسیطرح اگر تصدیق کرین وارث مقر کے باقی ورثہ اور وہ اہل بھی
ہون تصدیق کے یعنے عاقل بالغ ہون تو اسوقت مین ثابت ہوگا نسب ولد معتدہ کا اور رجوع نکریگا بعد تصدیق کے منکر ہو جانا یعنے حصہ لڑکا دینا پڑیگا
والا یتم نصابها لا یشارک المکذبین اور اگر نصاب شہادت کی نہ پوری ہوگی یعنے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین تصدیق نکرین وارثون مین سے بلکہ ایک مرد اور
ایک عورت تصدیق کرین تو ولد معتدہ کا شریک مکذبین کا نہوگا بلکہ فقط ورثہ مقرین سے حصہ لیگا ہل یشترط لفظ الشهادۃ و مجلس الحکم الاصح لا نظرا لشبهۃ الاقرار
وشرط العدد نظرا لشبهۃ الشهادۃ اور وارثون کی تصدیق مین کیا لفظ شہادت کا اور مجلس حکم قاضی بھی شرط ہے قول اصح یہ ہے کہ شرط نہین برعایت شبہہ اقرار
اور شرط کیا ہے فقہانے شمار مقرین کا بمناسبت شبہہ شہادت خلاصہ یہ ہے کہ تصدیق ورثہ کی دو امر کی مشابہ ہے ایک اقرار اور دوسری شہادت اور چونکہ اقرار مین
شہادت اور مجلس حکم شرط نہین تو اسواسطے تصدیق مین بھی شرط نہین اور چونکہ شہادت مین عدد لازم ہے تو تصدیق مین بھی لازم کیا ونقل المصنف
عن الزیلعی ما یفید اشتراط العدالۃ ثم قال فقول شیخنا و ینبغی ان لا تشترط العدالۃ مما لا ینبغی قلت و فیه انه کیف تشترط العدالۃ فی المقر

الاسلم الا ان یقال لا اصل اشتراطہ فتامل فلیراجع اور نقل کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین زیلعی کا ایسا کلام جو مفید ہے اشتراط عدالت کو یعنی ورثہ مقرین کی
عدالت ضروری ہے پھر مصنف نے کہا کہ ہمارے استاد یعنے صاحب بحر الرائق کا یون کہنا کہ مناسب یہ ہے مشروط ہونا عدالت کا یہ مناسب نہین اسواسطے کہ یہ روایت زیلعی
کی مخالف ہے شارح کہتا ہے کہ اشتراط عدالت مین بحث ہے اور کیونکر مشروط ہوگی عدالت اقرار کرنے والے مین یعنی مقر کا اقرار ہر صورت صحیح ہے خواہ عادل ہو
خواہ فاسق مگر یون جواب ہو سکتا ہے کہ عدالت مشروط ہے غیر پر حجت ہونے کے واسطے نہ کہ اپنی ذات کیواسطے سو اس مطلب کو غور کرو اور اس مسئلہ کی کتب معتمدہ مین
تلاش کرنا چاہیے حلبی محشی نے کہا یہی جواب ٹھیک ہے جو شارح نے دیا کہ عدالت مقر اپنی ذات کیواسطے مشروط نہین غیر کیواسطے البتہ مشروط ہے لیکن شارح نے بنا بر دیانت
اور احتیاط کے بالیقین حکم نہین دیا اور مراجعت کتب کی کچھ حاجت نہین اور شارح کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اگر سب وارث تصدیق کرین تو کچھ عدالت کی حاجت نہین

ولو ولدت فاختلفا فی المدۃ فقالت المرأۃ نکحتنی منذ نصف حول وادعی الاقل فالقول لها بلا یمین وقالا تحلف وبقولهما یفتی کما سیجیء فی الدعوی
اور اگر معتدہ جنی پھر دونون مین اختلاف ہوا سو عورت نے کہا کہ تو نے مجھسے نکاح کیا ہے چھ مہینے سے اور مرد نے کم مدت کا دعویٰ کیا یعنے چار یا پانچ مہینے کا تو
قول عورت کا بدون قسم کے معتبر ہوگا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ عورت سے قسم لیجاویگی اور صاحبین کے قول پر فتوی ہے چنانچہ کتاب الدعوی مین اسکا ذکر آویگا

وهو ای الولد ابنه بشهادۃ الظاهر لها بالولادۃ من نکاح حملا لها علی الصلاح اور وہ لڑکا جو معتدہ جنی اسی مرد کا بیٹا ہے اسواسطے کہ ظاہر حال عورت ہی کا
شاہد ہے بسبب جنے ولادت کے نکاح سے عورت کو نیک سیرت گمان کر کے قال ان نکحتها فهی طالق فنکحها فولدت لنصف حول منذ نکحها لزمه نسبه
احتیاطا لتصور الوطی حالۃ العقد ولو ولدته لاقل منه لم یثبت کذا الاکثر ولو بیوم لکن بحث فیه فی الفتح واقره فی البحر کہا مرد نے کہ اگر نکاح کرون مین اس
عورت سے تو اسکو طلاق ہے پھر نکاح کیا اُس سے سو وہ پورے چھ مہینے مین اس نکاح کے دن سے جنی تو لازم ہوگا مرد پر نسب لڑکے کا بنا بر احتیاط کے بسبب متصور ہونے وطی کے
حالت عقد نکاح مین یعنی عین ایجاب و قبول کی حالت مین وطی ہوئی اور تمام نکاح اور انزال ساتھ ہی ہوا تو اس تقریر سے وطی بعد طلاق کے نہ لازم آئی اور
اگر وہ عورت چھ مہینے سے کمتر مین جنے گی اگرچہ ایک ہی دن کم ہو تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ نطفہ قبل نکاح کا ٹھہر گیا اور اسیطرح ولد ثابت النسب نہوگا اگر چھ مہینے سے
زیادہ مین عورت جنے گی اگرچہ ایک ہی دن زیادہ ہو گیا ہو لیکن فتح القدیر مین ثبوت نسب مین بحث کی ہے اور اسکو بحر الرائق مین مسلم رکھا ہے فتح القدیر مین کہا
کہ مدت حمل دو برس تک ہے تو چھ مہینے سے زیادہ مین نفی نسب کی کرنا خلاف احتیاط کے اور یہ احتمال کرنا کہ بعد طلاق کے حمل حادث ہوا ہے نہایت بعید ہے اسواسطے کہ
حادثات اکثر ولادت کے نو مہینے ہین طحطاوی نے کہا کہ بحث اگرچہ مسلم ہے لیکن نقل مذہب کی معارض نہین ہو سکتی ولزمه مهرها بجعله واطئا حکما ولا یکون به
محصنا نہایہ اور لازم ہوگا مرد پر عورت کا مہر اسواسطے کہ مرد کی وطی حکمی ثابت ہوگئی بسبب ثبوت نسب کے اور اس وطی حکمی سے مرد محصن نہوگا کذا فی النہایہ اسواسطے کہ
محصن وہ مرد ہے جو نکاح صحیح کے بعد وطی کر چکا ہو اور نکاح مرکب ہے ایجاب و قبول سے اور اس مسئلہ مفروضہ مین وطی واقع ہوئی قبل قبول کے تو وطی بعد النکاح صادق آتی
نہین علق طلاقها بولادتها لم تطلق بشهادۃ امرأۃ بل بحجۃ تامۃ خلافا لهما کما مر معلق کیا مرد نے طلاق عورت کو اسکی ولادت پر تو طلاق واقع ہوگی
ایک عورت کی گواہی سے بلکہ پوری حجت سے طلاق ہوگی بخلاف صاحبین کے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اقر المعلق مع ذلک بالحبل او کان ظاهرا طلقت
بالولادۃ بلا شهادۃ لاقراره بذلک اما النسب فلازم کامیۃ الولد فلا تثبت بدون شهادۃ القابلۃ اتفاقا بحر اور اگر ایک عورت کی گواہی کے ساتھ تعلیق
کرنے والے شوہر نے عورت کے حمل کا اقرار کیا یا کہ حمل خود ظاہر ہو تو عورت مطلقہ ہوگی ولادت سے بدون شہادت کے بسبب اقرار کر چکنے مرد کے لیکن ثبوت نسب اور
لوازم اسکے جیسے اس عورت کا ماں ہونا اس لڑکے کیواسطے سو وہ ثابت نہوگا بدون دائی جنائی کی شہادت کے باتفاق امام و صاحبین کے کذا فی البحر قال لامته ان کان

فی بطنک ولد فهو منی فشهدت امرأۃ ولو غیر القابلۃ بالولادۃ فهی ام ولده اجماعا ان جاءت به لاقل من نصف
حول من وقت مقالته وان لاکثر منه لا لاحتمال علوقه بعد مقالته قید بالتعلیق اذ لو قال هذه حامل منی ثبت نسبه ا

سنتين حتى بنفيه غاية کہا مولی نے اپنی لونڈی سے کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہو اور حالانکہ حمل اُسوقت موجود تھا تو وہ میرا لڑکا ہے پھر ایک عورت نے
گواہی دی ولادت کی وہ عورت دائی جنائی ہو یا کوئی اور عورت ہو تو وہ لونڈی اسکی ام ولد ہے باتفاق اگر وہ جنی کمتر چھ مہینے سے مقالہ مولی کیوقت سے اور اگر
چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو ام ولد نہوگی بواسطہ احتمال حمل رہنے کے بعد مقالہ مولی کے مصنف نے اس مسئلہ کو تعلیق کر مقید کیا اسواسطے کہ اگر مولی نے بلا تعلیق
یون کہا کہ یہ لونڈی حاملہ ہے مجھسے تو وہ لڑکا نسب ثابت ہوگا دو برس تک یہانتک کہ اسکی نفی کرے مولی کذا فی غاية البيان قال لغلام هو ابني ومات المقر
فقالت امه المعروفة بحرية الاصل او الاسلام بانها ام الغلام انا امرأته وهو ابنه يرثانه استحسانا کہا ایک مرد نے ایک لڑکے کو کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مر گیا مقر کہا
اسکی ماں نے جسکی حریت اصلی اور اسلام اور لڑکے کی ماں کی ہونا مشہور کیا کہ میں جورو رہتی ہوں مقر کی اور لڑکا اسکا بیٹا ہو تو یہ دونوں وارث ہونگے اس مرد مقر کے بدلیل استحسان بشرطیکہ
مقر کی اتنی عمر ہو کہ ویسا لڑکا اُس سے پیدا ہو سکتا ہو اور لڑکا معروف النسب ہو اور مرد کی تکذیب بھی نکرے کذا فی حاشية المدنی فان جهلت حريتها وامومتها
لم ترث وقوله فقال وارثه انت ام ولد ابي قيد اتفاقي اذ الحكم كذلك لو لم يقل شيئا او كان صغيرا كما في البحر او كنت نصرانية وقت موته ولم يعلم
اسلامها وقته او قال وارثه كانت زوجته له وهي امته لا ترث في الصور المذكورة بل لها مهر المثل قيل نعم پھر اگر عورت کا حرہ ہونا اور ولد کی ماں ہونا
معروف اور مشہور ہو تو عورت وارث مقر کی نہوگی تو عدم وراثت میں مصنف کا یہ قید لگانا کہ جب وارث مقر کا کہے کہ تو میرے باپ کی ام ولد ہے یہ قید اتفاقی
ہونا اقراری ہے اسواسطے کہ اسیطرح عدم وراثت کا بھی حکم ہے اگر وارث کچھ نہ کہیگا یا صغیر ہوگا کذا فی البحر یا مقر کے وارث نے عورت سے کہا کہ تو نصرانیہ تھی وقت
مرنے مقر کے یا وقت مرگ مقر عورت کا اسلام نہ معلوم ہو یا وارث نے یون کہا کہ وارث کی زوجہ تھی اور یہ عورت لونڈی ہے تو ان صورتہای مذکورہ میں وارث نہوگی
فقط لڑکا وارث ہوگا اور کیا اس عورت کو مہر مثل ملیگا بعضوں نے کہا کہ ہان مہر ملیگا صاحب تمرتاشی و صاحب فتح القدير وجوب مہر کے قائل ہیں اور اتقانی نے اسکو
رد کیا ہے کذا فی النهر الفائق زوج امته من عبده فجاءت بولد فادعاه المولى لم يثبت نسبه للزوم فسخ النكاح وهو لا يقبل الفسخ مالک نے نکاح کر دیا اپنی
لونڈی کا اپنے غلام سے پھر لونڈی لڑکا جنی سو اسکا دعوی کیا مالک نے یعنے کہا کہ میرا بیٹا ہے تو اسکا نسب مالک سے ثابت نہوگا بسبب لازم آنے فسخ نکاح کے یعنے اگر
نسب لڑکا مالک سے ثابت ہو تو لازم آتا ہے کہ نکاح غلام فسخ ہو جاوے اور حالانکہ نکاح فسخ نہیں ہوتا بعد تمام ہونے کے ہم ترجمہ میں تمام ہونے کی قید لگاتی تاکہ
فسخ بعدم کفاءت اور فسخ خیار بلوغ اور خیار عتق کا اعتراض نہ لگے اسواسطے کہ وہ فسخ قبل اتمام ہے اگر کوئی کہے کہ ارتداد سے بھی نکاح فسخ ہوتا ہے اسکا جواب
یہ ہے کہ یہ فسخ نہیں ہے انفساخ ہے یعنے نکاح خود ٹوٹ گیا بدون توڑنے کسی کے اور فسخ عبارت ہے توڑنے سے وعتق الولد وتصير الامة ام ولد لاقراره ببنوته و
امومتها اور لڑکا آزاد ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی بواسطے اقرار کرنے مولی کے ولد کے بیٹے ہونے کا اور لونڈی کے ماں ہونے کا ولدت امة المولى
له ولدا توقف ثبوت نسبه على دعوته لضعف فراشها مالک کی لونڈی جب جنی ایک لڑکا تو موقوف ہوگا ثبوت نسب لڑکا مالک کے دعوی پر یعنی بدون
دعوی مولی کے وہ ولد ثابت النسب نہوگا بسبب ضعیف ہونے فراش لونڈی کے بخلاف ام ولد کے کہ اسکا ولد بدون دعوی مولی کے بھی ثابت النسب ہے لیکن نفی
کرنے سے نفی ہو جاویگی اسواسطے کہ ام ولد کا فراش لونڈی سے قوی ہے اور منکوحہ سے ضعیف كامة مشتركة بين اثنين استولدها احدهما عبارة الدرر استولداها
ثم جاءت بولد لا يثبت النسب بدون دعوة لانها حرم وطيها كام ولد كاتبها مولاها چنانچہ لونڈی مشترک دو شخصوں میں ہے کہ ان میں سے ایک شخص نے طلب ولد
کی یعنے اسکی وطی سے اولاد کی خواہش کی اور کتاب درر کی یہ عبارت ہے کہ دونوں نے خواہش اولاد کی پھر وہ مشترک لونڈی ایک لڑکا جنی تو نسب
ثابت نہوگا بدون دعوی کے بسبب حرام ہونے وطی لونڈی مشترک کے جیسے اس ام ولد کی وطی حرام ہے جسکے مولی نے اسکو مکاتب کیا تو اسکا ولد بھی ثابت النسب
نہوگا بدون دعوی مولی کے ويجيء في الاستيلاد ان الفراش على اربع مراتب اور عنقریب باب الاستیلاد میں آویگا کہ فراش عورت کا چار مرتبہ
پر ہے ایک مرتبہ ضعیف وہ فراش لونڈی کا ہے کہ اسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب نہین دوسرا متوسط یعنے فراش ام ولد کا کہ اسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب

ہو لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہو تیسرا قوی یعنے فراش منکوحہ اور معتدہ رجعی کا کہ اُسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب ہوا اور اُسکی نفی نہین ہو سکتی بدون لعان کے چوتھا اقوی ہے یعنے فراش معتدہ بائن کہ اُسکا ولد ثابت النسب ہی بلا دعوی اور اُسکے ولد کی نفی نہین ہو سکتی کسیطرح اسواسطے کہ نفی موقوف ہو لعان پر اور لعان کی شرط ہی قیام زوجیت سو وہ بائنہ مین قائم نہین اسیطرح منکوحہ فاسدا در لونڈی منکوحہ کے ولد کی نفی نہین ہو سکتی بسبب عدم ہونے شرط لعان کے یعنے صحیح اور حریت وقد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینہما مسافۃ سنۃ فولدت لستۃ اشہر منذ تزوجہا لتصورہ کرامۃ او استخداما فتح اور البتہ کفایت کی ہی فقہانے قیام فراش بلا دخول پر ثبوت نسب مین قیام فراش عبارت ہی حلت وطی سے جو بسبب عقد کے ہو اگرچہ دخول حقیقی اور حکمی کچھ بھی نہوا مانند نکاح مرد مغربی کے عورت مشرقیہ سے یعنے مرد منتہای مغرب مین عورت منتہای مشرق مین اتنے فاصلے سے ہتے ہون کہ دونوں کے درمیان سال بھر کی راہ ہو سو منکوحہ مشرقیہ کے چھ مہینے مین جنی ابتدائے نکاح سے تو یہ ولد ثابت النسب ہو بسبب ممکن ہونے وطی کے بہ اعتبار کرامت یا استخدام جن کے کذا فی فتح القدیر یعنی ممکن ہی کہ بعد نکاح کے از راہ کرامت یا بعمل تسخیر جن کے زوج مشرق سے مغرب مین ساعت واحد مین آوے اور وطی کرے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہی کہ بعد نکاح کے چھ مہینے اور ایک ساعت مین ولادت فرض کیجئے تاکہ اُس ساعت مین زوج کا زوجہ کے پاس پہونچنا متخیل و متصور ہو لکن فی النہر الاقتصار علی الثانی اولی لان طی المسافۃ لیس من الکرامۃ قلت لکن فی عقائد التفتازانی جزم بالاولی تبعا لمفتی الثقلین النسفی بل سئل عما یحکی ان الکعبۃ کانت تزور واحدا من الاولیاء ہل یجوز القول بہ فقال خرق العادۃ علی سبیل الکرامۃ لاہل الولایۃ جائز عند اہل السنۃ و لا لبس بالمعجزۃ لانہا اثر دعوی الرسالۃ وبادعاہا یکفر فورا فلا کرامۃ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ من السیر ہناک قولہ ومن لولی قال طی مسافۃ یجیز جہول ثم بعض یکفر واثباتہا فی کل ما کان خارقا عن النسفی النجم یروی وینصر ای ینصر ہذا القول بنص محمد انا نومن بکرامات الاولیاء لیکن نہر الفائق مین ہی کہ تصور وطی مغربی مین دوسری وجہ یعنی استخدام جن پر اقتصار کرنا بہتر ہو اسواسطے کہ مسافت بعیدہ کا طی کرنا زمانہ قلیل مین کرامات مین داخل نہین جیسا کہ کہتا ہو لیکن شرح عقائد نسفی مین ملا سعد الدین تفتازانی نے وجہ اول کا یقین کیا ہو یعنے طی مسافت کو کرامت مین داخل کیا ہو باتباع مفتی ثقلین امام نجم الدین عمر نسفی کے بلکہ امام ممدوح سے سوال ہوا کہ یہ جو حکایت ہو کہ کعبہ معظمہ ایک ولی کی زیارت کو جاتا تھا یہ کہنا جائز ہو یا نہین سو مفتی ثقلین نے جواب مین کہا کہ خرق عادت بطریق کرامت کے اہل ولایت کیواسطے جائز ہو اہل سنت کے نزدیک اور کچھ التباس نہین کرامت مین ساتھ معجزے کے یعنے یہ کوئی نہ سمجھے کہ کرامت اور معجزہ دونون خارق عادت ہین تو کیا فرق ہی کرامت اور معجزہ مین اسواسطے کہ معجزہ نہین ہوتا مگر بعد دعوی پیغمبری کے اور ادعاے رسالت سے فوراً کافر ہوتا ہو ولی پھر کرامت کہان بلکہ وہ استدراج ہوا اور پوری تقریر اسکی شرح وہبانیہ مین کتاب السیر سے اس قول منظوم کے پاس ہو کہ جو ولی کیواسطے طی مسافت کو جائز کہے وہ جاہل ہو پھر بعض علما اُسکو کافر کہتے ہین اور اثبات کرامت کا ہر امر خارق عادت مین خواہ طی مسافت ہو یا غیر اسکی نجم الدین عمر نسفی سے منقول اور منصوص ہو یعنے اس قول کی نصرت اور تائید امام محمد کے اس قول سے ہو کہ ہم تصدیق کرتے ہین کرامات اولیا کی ہم اگر خرق عادت مدعی رسالت کے ہاتھ پر ہو تو معجزہ ہو اور اگر مومن متقی کے ہاتھ پر ہو وہ کرامت ہو اور اگر کافر اور فاسق کے ہاتھ پر ہو تو وہ استدراج اور مکر ہو تو اس تقریر سے ایک قسم کا دوسری قسم سے اشتباہ نہین شرح وہبانیہ مین ہو کہ طی مسافت بعیدہ کو زمانہ قلیل مین ولی کیواسطے بعضے علما جائز نہین کہتے اور اسکے مجوز کو جاہل کہتے ہین اور بعضے کافر اور اسیطرح ظہور معجزات کبار کا مانند احیاء میت اور عصا کو سانپ کر دینا اور شق قمر اور جوش کرنے پانی میں انگلیون سے اور طعام قلیل مین جماعت کثیر کو آسودہ کر دینا بطریق کرامت کے ناجائز جانتے ہین اور حق یہ ہو کہ طی مسافت کرامت مین داخل ہو اور اسکا معتقد جاہل یا کافر نہین امام الحرمین نے کہا کہ قول پسندیدہ ہمارے نزدیک یہ ہو کہ خوارق عادت بطریق کرامت کے جائز ہین سوا اُس امر کے جو بدلیل قطعی ممنوع الوقوع ہو جیسے قرآن کے برابر دوسرا کلام ظاہر کرنا اور قول بانصاف امام نسفی کا کلام ہو جو مذکور ہوچکا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی غاب عن امرأتہ فتزوجت بآخر وولدت اولادا ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی علی المذہب الذی رجع الیہ الامام

وعلیہ الفتوی کما فی الخانیة والجوہرة والکافی وغیرہا وفی حاشیة شرح المنار لابن الحنبلی وعلیہ الفتوی لان شطة الحال لکن فی آخر دعوی المجمع حکی ان رجوعہ الی قول الثانی ستة
بما عند المصنف وعللہ ابن ملک بانہ فراش حقیقة والولد للفراش الحقیقی وان کان فاسدا وتمامہ فیہ فراجعہ۔ غائب ہوا مرد اپنی عورت سے پھر اسکو موت زوج کی
یا طلاق کی خبر پہنچی سو اُسنے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا یا عورت نے بدون خبر سُنے دعوی موت یا طلاق کا کرکے بعد عدت کے نکاح کیا اور زوج
ثانی سے اولاد ہوئی پھر زوج اول آیا تو یہ لڑکے زوج ثانی کے ہونگے بنا بر مذہب مفتی بہ کے جسکی طرف امام اعظم نے آخرکار رجوع کیا کذا فی التبیین عن العدة
اور اسی پر فتوی ہے کما فی الخانیة والجوہرة والکافی وغیرہا اور قول اول غیر مفتی بہ امام کا یہ ہے کہ یہ اولاد زوج اول کی ہوگی بسبب قیام نکاح کے اور
شرح منار کے حاشیہ میں جو ابن حنبلی کا تصنیف ہے یوں ہے کہ زوج ثانی کی اولاد ہونے پر فتوی ہے بشرطیکہ زمانہ حال اسکا محتمل ہو اسطرح کہ بعد نکاح ثانی کے چھ
مہینے میں لڑکا پیدا ہوا ہو اور اگر اس سے کم مدت میں ہوگا تو زوج اول ہی کا نسب ثابت ہوگا لیکن مجمع البحرین کی آخر کتاب الدعوی میں اس مسئلہ میں جو قول
نقل کیے ہیں پھر فتوی اسی پر بتایا ہے جسکو مصنف نے مختار جانا ہے یعنے زوج ثانی کی اولاد ہونے پر اور دلیل مفتی بہ ہونے کی ابن ملک نے شرح مجمع البحرین میں یوں
بیان کی ہے کہ حقیقت میں زوج ثانی ہی مستفرش ہے یعنے مالک فراش ہے عورت اُسیکے تحت تصرف میں ہے تو نسب لڑکے کا فراش حقیقی کیواسطے ثابت ہوگا اگرچہ نکاح
فاسد ہو اور پوری تقریر اسکی شرح مجمع البحرین میں ہے سو اسکی طرف رجوع کرو طحطاوی نے کہا زوج ثانی سے ثبوت نسب میں یہ شرط ضروری ہے کہ نکاح ثانی سے
پورے چھ مہینے یا زیادہ میں ولادت ہو چنانچہ حاشیہ منار سے اسکی تصریح ہوچکی اور یہ خلاف اور فتوی بہ نسبت فقط اولاد کے نسب میں ہے نہ عورت میں اسواسطے کہ جب زوج اول
آویگا تو عورت اسکو واپس دی جاویگی باتفاق امام و صاحبین کے کذا فی حاشیة المدنی وفی فروع مسائل ملتقطہ شارح کے کہ نکح امة فطلقہا فشراہا فولدت لاقل من نصف حول
مذ شراہا لزمہ نکاح کیا ایک مرد نے غیر کی لونڈی سے پھر اسکو طلاق دی پھر اسکو مول لیا پھر وہ جنی چھ مہینے سے کم مدت میں ابتدائے خرید سے تو نسب لڑکے کا مرد کو لازم ہوگا
خواہ مرد اقرار کرے لڑکے کا یا انکار کرے اسواسطے کہ وہ ولد منکوحہ ہے یا ولد معتدہ نہ ولد مملوکہ اسواسطے کہ خرید کیوقت سے اقل مدت حمل نہیں گزری اور ذکر طلاق کا
اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بدون طلاق کے بھی اسکو خرید کریگا تو بھی یہی حکم ہے اور اسیطرح ذکر خرید کا بھی اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بطریق ہبہ یا وراثت لونڈی کا مالک ہوگا
تو بھی یہی حکم ہے الا اذا کان المطلقة قبل الدخول او المبانة بثنتین فمذ طلقہا اور اگر لونڈی بعد خرید کے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو ولد کا نسب ثابت نہ ہوگا
بدون اقرار مرد کے اسواسطے کہ وہ اس صورت میں ولد مملوکہ ہے نہ ولد منکوحہ یا معتدہ اسواسطے کہ بعد خرید کے کل مدت حمل پائی گئی لیکن اگر لونڈی کو جسکو طلاق قبل دخول
ہوئی ہو یا بعد دخول کے دو بار طلاق بائن ہوگئی ہے تو وہاں اعتبار ولادت کا ابتدائے طلاق سے ہوگا نہ ابتدائے خرید سے تو اگر مطلقہ قبل دخول طلاق سے چھ مہینے سے کم مدت
میں جنی تو ولد اسکا ثابت النسب ہے بلا شرط اقرار لکن فی الثانیة یثبت لسنتین فاقل لیکن دوسری صورت میں یعنی جبکہ دو بار طلاق بائن ہوئی تو اسکے
ولد کا نسب ثابت ہوگا پورے دو برس یا کمتر مدت میں یعنے اس صورت میں بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت کا اعتبار نہیں بلکہ اگر وہ پورے دو برس یا
اس سے کم مدت میں جنیگی بعد طلاق کے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ وہ بعد طلاق کے بی بی لونڈی حرام ہوجاتی ہے بحرمت غلیظہ تو بعد خرید کے اسکی وطی نہیں ہوسکتی لہذا
اسکے حمل کو ابعد اوقات کیطرف نسبت کیا یعنے یا قبل طلاق کے کذا فی حاشیة المدنی وفی الرجعی لاکثر مطلقا بعد ان یکون لاقل من نصف حول منذ شراہا حموی
مسئلہ میں یعنے طلاق رجعی میں ولد ثابت النسب ہوتا ہے اگرچہ بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مدت میں پیدا ہو کتنی ہی مدت زیادہ ہو پانچ برس یا دس برس بشرطیکہ ابتدائے خرید سے
چھ مہینے سے کم مدت ہو تو وہ فوائد مذکورہ میں پہلی صورت سے وہ مطلقہ مراد ہے جسکو بعد دخول کے ایک طلاق بائن ہوئی اور دوسری صورت سے مطلقہ رجعی مراد ہے خلاصہ
ان مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ جب غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو طلاق دی پھر اسکو خرید کیا تو دو حال سے خالی نہیں یا طلاق قبل دخول کے ہے یا بعد دخول کے اور
بعد دخول کے طلاق دو حال سے خالی نہیں یا طلاق رجعی ہے یا بائن اور طلاق بائن دو حال سے خالی نہیں یا بینونت صغری ہے یعنی ایک طلاق بائن یا بینونت
کبری یعنے دو طلاق بائن بخلاف حرہ کے کہ اُسمیں تین طلاق سے بینونت کبری ہوتی ہے وہ دو ہی سے تو اگر طلاق قبل دخول کے دی تو اگر ولادت وقت طلاق سے چھ

مہینے سے کمتر مدت ہو اور نکاح سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں تو نسب ثابت ہوا اور اگر نکاح سے چھ مہینے سے کم مدت میں ولادت ہوئی تو نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر
اس کو طلاق بائن دی ہو بعد دخول کے تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق میں دو برس سے کم مدت ہو تو نسب ثابت ہوگا اور اگر ولادت
اور خرید میں پورے چھ مہینے یا زیادہ کی مدت ہو تو مرد پر اسکا نسب لازم نہیں بلکہ ولادت اور طلاق میں پورے دو برس یا کم کی مدت ہو تو نسب ثابت ہوگا اور اگر طلاق
رجعی دی تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق سے دو برس سے زیادہ کتنی ہی مدت کیوں نہ ہو بہر صورت نسب ثابت ہو کذا فی
حاشیۃ المدنی ولکنہ لو اعتقہا بعد الشراء اور اسی طرح اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو آزاد کر دیا بعد خرید کے فوراً تو نسب ثابت ہوگا اگر چھ مہینے سے
کمتر مدت میں جنی خرید کے وقت سے اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب ثابت نہ ہوگا اگر باقرار زوج کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الکافی
فلو باعہا فولدت لاکثر من الاقل مذ باعہا فادعاہ لم یفتقر لتصدیق المشتری قولان اور اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو خرید کیا پھر اسکو بیچ ڈالا پھر
جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت میں ابتداے بیع سے پھر زوج بائع نے ولد کا دعوی کیا تو اس صورت میں تصدیق مشتری کی حاجت ہے یا نہیں یہاں دو قول ہیں
ابو یوسف کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت ہے بدون تصدیق مشتری کے ثبوت نسب نہیں اگرچہ بائع دعوی کرے اسواسطے کہ بسبب خرید کے نکاح باطل ہو گیا اور محمد کے
نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت نہیں کذا فی العالمگیریۃ مات عن ام ولدہ او اعتقہا فولدت لدون سنتین لزمہ لا لاکثر الا ان یدعیہ اگر مولے مر گیا اپنی ام ولد کو
چھوڑ کر یا اسکو آزاد کر دیا پھر وہ جنی دو سال سے کم میں بعد موت یا آزادی کے تو نسب ولد کا مولی کو لازم ہوگا اور اگر دو سال سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب اسکا مولے کو
نہ لازم ہوگا مگر یہ کہ مولی بعد عتق کے دعوی ولد کا کرے تو نسب ثابت ہوگا ولو تزوجت فی العدۃ فولدت لستۃ اشہر من نکاحہ او موتہ ولنصف حول فاکثر تزوجت او عتقہا
ما کان للمولی اتفاقا لانہا معتدۃ بخلاف ما لو تزوجت ام الولد بلا اذنہ فانہ للزوج اتفاقا اور اگر ام ولد نے نکاح کیا عدت موت یا عتق میں پھر جنی پورے دو برس میں
آزاد کرنے مولے سے یا اسکے مرنے سے اور پورے چھ مہینے یا زیادہ میں ابتداے نکاح سے اور مولی اور زوج نے دعوی کیا ولد کا ساتھ مولی کہتا ہے میرا ولد ہے اور زوج
ام ولد کا کہتا ہے کہ میرا ہے تو یہ ولد مولی کا ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ ام ولد مولی کی معتدہ ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر ام ولد نے نکاح کر لیا بدون اذن مولی کے پھر
پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی ابتداے نکاح سے پھر ولد میں مولی اور زوج نے دعوی کیا تو ولد زوج ہی کا ہوگا بالاتفاق نہ مولی کا اور شارح کے قول موتہ کا ذکر بے معنی ہے
اسواسطے کہ بعد موت مولی کے دعوی کرنا مولی کا غیر متصور ہے ولو تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل من سنتین مذ بانت ولاقل من الاقل مذ تزوجت فللاول لفساد
نکاح الآخر اور اگر نکاح کر لیا معتدہ بائن نے پھر وہ جنی دو سال سے کم مدت میں ابتداے طلاق بائن سے اور چھ مہینے سے کمتر میں ابتداے نکاح ثانی سے تو یہ ولد زوج اول کا
ہوگا بسبب فاسد ہونے نکاح ثانی کے اسواسطے کہ عدت میں تھی ولو لاکثر منہما مذ بانت ولنصف حول مذ تزوجت فالولد للثانی اور اگر معتدہ بائن نے نکاح کیا اور
جنی دو برس سے زیادہ مدت میں ابتداے طلاق بائن سے اور پورے چھ مہینے میں ابتداے نکاح ثانی سے تو یہ بچہ زوج ثانی کا ہوگا اسواسطے کہ زوج اول کیطرف نسبت
ولد کی متعذر ہو گئی کیونکہ دو برس سے زیادہ حمل نہیں ٹھہرتا اور زوج ثانی کیطرف نسبت بلا معارض ثابت ہے ولو لاقل من نصفہ لم یلزم الاول ولا الثانی والنکاح
صحیح اور اگر معتدہ مذکورہ ابتداے طلاق بائن سے دو سال سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب ولد کا نہ زوج اول کو لازم ہوگا اور نہ زوج ثانی کو اور نکاح ثانی
صحیح ہوگا زوج اول کو اسواسطے نسب لازم نہیں کہ نسبت اسکی زوج اول کیطرف بسبب زیادہ ہو جانے اکثر مدت حمل سے متعذر ہے اور زوج ثانی کی طرف بھی نسبت
متعذر ہو گئی اسواسطے کہ کمتر مدت حمل سے بھی کم ہے اور نکاح ثانی اسواسطے صحیح ہوا کہ بعد طلاق بائن کے دو سال سے زیادہ مدت میں ولادت ہونا دلیل ہے کہ زوج
اول کا نطفہ مستقر ہونے کے بعد حیض آ چکا تھا تو حاملہ ثابت نہ ہوئی جس سے نکاح کرنا لازم آیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لاقل منہما ولنصفہ ففی عدۃ البحر بحثا انہ للاول
لکن نقل ہنا عن البدائع انہ للثانی معللا بان اقدامہما علی التزوج دلیل انقضاء عدتہا حتی لو علم بالعدۃ فالنکاح فاسد ولہا للاول ان
ولکن اشباہ منہ بان تلد لاقل من سنتین مذ طلق او مات اور اگر نکاح کیا معتدہ بائن نے پھر جنی کمتر دو سال سے ابتداے طلاق بائن سے اور

پورے چھ مہینے میں نکاح ثانی سے تو بحر الرائق کے باب العدۃ میں بحث کرکے کہا ہے کہ شاید لڑکا زوج اول کا ہو اسواسطے کہ نکاح ثانی فاسد ہو بخلاف اول کے لہذا لڑکا
زوج اول ہی کو ملحق ہوگا لیکن صاحب بحر الرائق نے وہیں نقل کیا ہے بدائع سے کہ یہ لڑکا زوج ثانی کا ہوگا اس دلیل سے کہ پیش قدمی کرنا عورت کا نکاح پر دلیل ہے اسکے
انقضاء عدت پر اور بعد عدت کے زوج اول کو لحوق نہیں ہو سکتا اور یہی یعنی روایت بدائع کی قوی ہے تو بحث صاحب بحر الرائق اعتماد کے مفید نہیں ہے کہ اتفاق لڑکا زوج ثانی
کیواسطے اس صورت میں ہے جبکہ اسکو بقاے عدت اول کا علم نہو یہاں تک کہ اگر زوج ثانی نکاح کیوقت بقاء عدت کو جانتا ہو تو نکاح فاسد ہوگا اور ولد معتدہ کا
زوج اول کا ہوگا اگر ممکن ہو اثبات اسکا زوج اول سے اسطرح پر کہ جنی معتدہ دو سال سے کم میں تاریخ طلاق سے یا زوج اول کی موت سے اور اگر طلاق سے
دو سال سے زیادہ مدت میں اور نکاح سے پورے چھ مہینے میں جنی تو ولد زوج ثانی کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع ولو نکح امرأۃ فجاءت بسقط استبان
الخلق ان کان اربعۃ اشھر فنسبہ للثانی وان لا فلا … للاول … وکل من البحر اور اگر نکاح کیا مرد نے عورت معتدہ کا پھر اسکے پیٹ سے بچہ ناتمام جسکے بعض اعضا
ظاہر ہو چلے تھے گرا تو اگر بعد نکاح ثانی کے پورے چار مہینے میں گرا تو نسب اسکا زوج ثانی سے ثابت ہوگا اور اگر ایکدن کم چار مہینے میں گرا تو نسب اسکا زوج اول کا
ہوگا اور اگر نکاح فاسد ہوگا یہ مسئلہ بحر الرائق سے منقول ہے اور پورے چار مہینے میں زوج ثانی کا نسب اسواسطے ہوا کہ خلقت اعضاء ظاہر نہیں ہوتی مگر ایکسو بیس
دن میں یعنی چالیس دن نطفہ پیٹ میں رہتا ہے اور چالیس دن خون بستہ رہتا ہے اور چالیس دن گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے کذا فی البحر اور نکاح ثانی صحیح … فاسد
ہوا کہ نکاح عدت میں واقع ہوا … وفی مجموع النوازل نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لا یثبت نسبہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل شارح کا اشارہ کہ مجموع النوازل میں
ہے کہ نکاح کیا کافر نے مسلمان عورت کا پھر جنی اس سے تو ولد کا نسب کافر سے نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور عورت پر عدت بھی
واجب نہیں اسواسطے کہ یہ نکاح باطل ہے اور نکاح فاسد کے اسواسطے کہ اسکی وطی بشبہ ہے لہذا اسمیں نسب ثابت ہوتا ہے اگر کسی مرد نے زنا کیا ایک عورت سے
پھر وہ حاملہ ہوئی پھر اس سے نکاح کیا پھر وہ جنی تو اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کم میں جنی تو
نسب ثابت نہوگا مگر دعویٰ نسب سے البتہ ثابت ہوگا بشرطیکہ یوں نہ کہا ہو کہ یہ میرا زنا سے ہے اور اگر یوں کہا کہ میرا زنا سے ہے تو نسب ثابت نہوگا اور لڑکا اسکا وارث نہوگا
کذا فی الینابیع مرد مسلمان نے نکاح کیا اپنی محارم سے پھر اولاد ہوئی تو وہ اولاد امام کے نزدیک ثابت النسب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ثابت النسب نہیں اسواسطے کہ نکاح محارم کا
امام کے نزدیک فاسد اور باطل ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی الظہیریہ نسب اشارہ کرنے سے بھی ثابت ہوتا ہے باوجود قدرت کلام کے کذا فی النہایۃ کذا فی العالمگیریہ

باب الحضانۃ

بفتح الحاء وکسرھا تربیۃ الولد یہ باب ہے حضانت میں حضانت بفتح و کسر حاء بمعنی تربیت ولد ہے یعنی لڑکوں کی پرورش کے احکام اس باب میں ہیں … حضانت کو
بالفتح اول کہا ہے اور شارح نے بعبارت مصباح اور بحر اور نہر کسر کو بھی ذکر کیا ہے اور حاضنہ وہ عورت ہے جو لڑکے کو پرورش کرے اور گود میں رکھے اور خیر الدین رملی نے کہا
کہ شرط حضانت کے یہ ہیں کہ حاضنہ حرہ بالغہ عاقلہ امینہ ہو قادر ہو پرورش پر اور زوج اجنبی کے نکاح میں نہو اور اگر پرورش کرنے والا مرد ہو تو اسمیں بھی یہی شرطیں ہیں سوا
شرط اخیر کے کذا فی حاشیۃ المدنی یثبت للام النسبیۃ ولو کتابیۃ او مجوسیۃ او بعد الفرقۃ الا ان تکون مرتدۃ فحتی تسلم لانھا تحبس ثابت ہے حق پرورش کا نسبی ماں کو اگرچہ کتابیہ
یا مجوسیہ ہو اور اگرچہ بعد جدائی زوج کے ہو مگر یہ کہ ماں لڑکے کی مرتد ہو گئی ہو تو اسکو حق پرورش نہیں ہے یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کرے اسواسطے کہ ارتداد میں حق پرورش نہیں رہتی
کہ مرتدہ بازمان ارتداد محبوس رہیگی پھر حبس میں پرورش کیونکر ہو مجوسیہ ہونے کی یہ صورت کہ ولد کے ماں باپ دونوں مجوسی تھے پھر باپ مسلمان ہو گیا اور عورت مجوسی رہی
تو بھی حق پرورش اسکا ہوگا اسواسطے کہ عورت کو محبت ولد کی پیدائشی امر ہے کافرہ ہو یا مسلمہ او فاجرۃ فجوراً یضیع الولد بہ کزنا وغناء وسرقۃ ونیاحۃ کما فی البحر والنہر
بحثا قال المصنف والذی یظہر العمل باطلاقہم کما ھو مذھب الشافعی ان الفاسقۃ بترک الصلاۃ لا حضانۃ لہا وفی القنیۃ الام احق بالولد ولو سیئۃ السیرۃ معروفۃ بالفجور
مالم یعقل ذلک یا ولد کی ماں فاسقہ ہو ایسا فسق اور گناہ کرتی ہو جس سے لڑکا ضائع ہو جاتا ہے مانند زنا اور گانا اور چوری اور نوحہ گری کے چنانچہ یہ تفصیل بحر الرائق

اور بنہر الفائق میں یہ بحث کے ساتھ ہے اسواسطے کہ جب عورت حرام کار ہوئی یا گانے یا نوحہ گری کا پیشہ لیا یا چوری کرنے کی شکوہ ہو گئی تو گھر میں نہ ٹھہرے گی تو لڑکا تباہ ہوگا
مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ جو امر کہ عقل یا اطلاق فقہا سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ وہی مذہب شافعی بھی ہے کہ جو عورت کہ فاسقہ ہو بسبب ترک نماز کے تو اسکو حق پرورش
نہیں اور تنبیہ میں ہے کہ ماں مشہور الزنا ہے پرورش لینی اگرچہ وہ بطریق مستحق ہو جبتک کہ لڑکے کو یہ کاری کا شعور ہوا انتہی کلام المصنف ہم اکثر کتب فقہ
میں اور دیکھا کہ فاجرہ کو حق پرورش نہیں صاحب بحر نے کہا کہ فاجرہ سے مراد زانیہ ہے جو پرورش ولد سے غافل ہو جاتی ہے نہ مطلق فسق کہ شامل ہو ترک صلوۃ کو اسواسطے
کہ جب کتابیہ حق یا لولد ہوئی تو مسلمہ فاسقہ اولی ہوگی مصنف نے کلام صاحب بحر کا پسند نہ کیا اور بطلان فسق کو قائم رکھا اور کتابیہ و فاسقہ میں فرق کیا کہ کتابیہ اپنے
اعتقاد پر ہے بخلاف مسلمہ فاسقہ کے شیخ رحمتی اور طحطاوی محشیوں نے کہا کہ جب حکم کا ولد کے ضائع ہونے پر ہو تو بحث مصنف کی بیجا ہے اور بحث صاحب بحر کی قوی ہے اور تفرقہ
کتابیہ و فاسقہ کا حضانت میں کچھ مفید نہیں مفتی ابو سعید نے کہا کہ مطلق فجور سے سقط حضانت کا نہیں تا وقتیکہ خوف ولد کے ضائع ہونے کا نہ ہو عزمی آفندی نے کہا کہ لحاظ اس قید کا
ضرور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **او غیر مامونۃ ذکرہ فی المجتبی بان تخرج کل وقت و تترک الولد ضائعا** یا ولد کی ماں غیر مامونہ ہو یعنی بے اطمینان ہو مجتبی میں تفسیر غیر مامون کی اسطرح
کی ہے کہ ہر وقت گھر سے نکلا کرتی ہو اور لڑکے کو تباہ حالت چھوڑ جاتی ہو خواہ بلا ضرورت نکلتی ہو خواہ بضرورت مانند کاشتکاری کے یا کہ وہ دائی جنائی ہو یا مردہ شو ہو یا کوئی [illegible]
امۃ او ام ولد او مدبرۃ او مکاتبۃ ولدت ذلک الولد قبل الکتابۃ لاشتغالہن بخدمۃ المولی لکن ان کان الولد رقیقا کان الحق لہن لانہ للمولی [illegible]
یا کہ ماں ولد کی لونڈی ہو یا ام ولد یا مدبرہ ہو یا مکاتبہ ہو جو کہ اس لڑکے کو قبل کتابت کے جنی ان سب کی پرورش ساقط ہے بسبب مشغول ہونے ان عورتوں کے خدمت
مولی میں تو انکو پرورش ولد کی فرصت کہاں لیکن اگر ولد انکا مملوک ہوگا مولی کا تو یہی عورتیں اس ولد کی پرورش کیواسطے لائق تر ہیں اسواسطے کہ وہ ولد مولی کا ہے
تو اسکی پرورش کرنا گویا مولی کی خدمت ہے کذا فی المجتبی ہم تعلیل شمول مکاتبہ پر صادق نہیں آتی اسواسطے کہ مکاتبہ پر مولی کی خدمت واجب نہیں تو نفی حضانت کی
یوں علت بیان کرنا بہتر ہے کہ حضانت ایک نوع کی ولایت ہے اور ان عورتوں کو اپنی ذات پر ولایت نہیں تو غیر پر بطریق اولی ولایت نہ ہوگی **او متزوجۃ
بغیر محرم الصغیر** یا ولد کی ماں نے نکاح کر لیا ہو صغیر کے غیر محرم کے ساتھ اسواسطے کہ مرد اجنبی ولد کی پرورش سے راضی نہ ہوگا اور اگر اسکی ماں نے اسکے محرم کے ساتھ
نکاح کیا ہو مثلا ولد کے چچا کے ساتھ نکاح کیا ہو تو حق حضانت کا ساقط نہیں اور محرم سے محرم نسبی ہے نہ رضاعی **او ابت ان تربیہ مجانا والحال ان الاب
معسر والعمۃ تقبل ذلک ای تربیتہ مجانا ولا تمنعہ عن الام قیل للام اما ان تمسکیہ مجانا او تدفعیہ للعمۃ علی المذہب بل یرجع العم والعمۃ علی الاب
اذا ایسر قیل نعم مجتبی والتقیید بالعمۃ** [illegible] یا ماں انکار کرے ولد کے مفت پالنے سے اور حال انکہ باپ کو مقدور اجرت دینے کا نہیں اور عمہ ولد کی
اس پرورش کو مفت قبول کرتی ہے اور ماں کو بیٹے کے پاس آنے جانے سے روکتی بھی نہیں تو اس صورت میں اسکی ماں سے کہا جاوے گا کہ یا لڑکے کو مفت اپنے پاس
رکھے یا کہ اسکی عمہ کو دیدے کہ وہ رکھے یہی حکم ہے بنا بر مذہب صحیح کے اور جسقدر مال چچا یا عمہ کا پرورش میں صرف ہوا ہے اسکو باپ سے پھیر لینا جب کہ باپ مقدور ہو درست ہے
یا نہیں بعضے علمانے جواب دیا کہ ہاں پھیر لینا پہونچتا ہے کذا فی المجتبی اور ظاہر ہے کہ عمہ کا اس مسئلہ میں کچھ قید نہیں بلکہ جب کہ ماں مفت پرورش سے انکار کرے اور
باپ کو مقدور نہو اور کوئی اجنبی عورت مفت پرورش کا اقبال کرے تو بھی یہی حکم ہے کہ اجنبی پالے کذا ذکرہ شرنبلالی فی کشف المعضل علی حاشیۃ الدرر **وقوی**
شارح کا عمہ کے اتفاقی قید ہونے میں اس روایت سے ثابت ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی **وفی القنیۃ تزوجت ام صغیر توفی ابوہ وارادت تربیتہ بلا نفقۃ مقدرۃ
وابی وصیہ تربیتہ بہا دفع الیہا لا الیہ ابقاء لمالہ** اور قنیہ میں ہے کہ نکاح کر لیا صغیر کی ماں نے جس صغیر کا باپ مر گیا اور صغیر کی ماں نے بدون صرف مقرری کے
اسکی پرورش کا ارادہ کیا اور صغیر کے وصی نے چاہا کہ نفقہ دیکر کسی اور اجنبی عورت سے پرورش کراوے تو لڑکا ماں ہی کو دلایا جاوے گا نہ وصی کو تا کہ مال صغیر کا
باقی رہے **وفی الحاوی تزوجت باجنبی وطلبت تربیتہ بنفقۃ والتزمہ ابن عمہ مجانا ولا حاضنۃ لہ فلہ ذلک** اور حاوی میں ہے کہ نکاح کیا صغیر کی
ماں نے اجنبی سے اور پرورش ولد کی درخواست کی بعوض نفقہ کے اور صغیر کے ابن عم نے اپنے اوپر لازم کر لی پرورش اسکی مفت [illegible]

صغیر کی کوئی اور عورت حاضنہ نہیں تو ابن عم کو اسکا اختیار ہو **ولا تجبر من لها الحضانة عليها الا اذا تعينت لها بان لم ياخذ ثدي غيرها او لم يكن**
للاب ولا للصغير مال یفتی خانیہ وصحح فی النفقۃ اور جس عورت کو حق حضانت شرعاً ثابت ہو اوسپر جبر کرنا پرورش کیواسطے نہیں ہو سکتا کہ شاید اوس سے
نہو سکتی ہو مگر جبکہ حاضنہ متعین ہو جاوے اس طرح پر کہ صغیر کسیکی چھاتی نہ لیتا ہو سوائے اوس عورت کے یا کہ باپ و صغیر مالدار نہوں تا کہ دایہ نوکر رکھی جاوے تو اس
صورت میں بالاتفاق حاضنہ پر جبر کیا جاویگا پرورش کیواسطے اور اسی پر فتوی ہے یعنے عدم جبر پر الا بصورت تعیین کذا فی الخانیۃ اور عنقریب اسکا ذکر باب النفقہ
میں آویگا ھم دایا و تبیین اور ولوالجیہ اور واقعات اور خلاصہ میں اسی روایت پر فتوی ہے کہ حاضنہ پر جبر نہیں اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر صغیر کا کوئی محرم نہو تو
پرورش کیواسطے ماں پر جبر کیا جاویگا تا کہ صغیر ضائع نہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی واذا اسقطت الام حقها صارت كميتة او متزوجة فينتقل للجدة بحر اور جبکہ ماں نے
اپنا حق پرورش ساقط کر دیا تو مانند میت یا دوسرے سے شوہر کر لینے والی کے ہو گئی تو اس صورت میں حق حضانت نانی کیطرف منتقل ہوگا کذا فی البحر **ولا يقدر الحاضنة على**
ابطال حق الصغير فيها حتى لو اختلعت على ان تترك ولدها عند الزوج صح الخلع وبطل الشرط لانه حق الولد فليس لها ان يبطله بالشرط وان لم يوجد غيرها اجبرت
بلا خلاف فتح وهذا ايم بالوجه واقتنع من القبول بحر وحينئذ فلا اجرة لها جوهرة اور قدرت نہیں حاضنہ کو حق صغیر کے باطل کرنے پر وہ حق صغیر کا جو حاضنہ کی
ذات میں ثابت ہے یہاں تک کہ اگر خلع کیا عورت نے اس شرط پر کہ صغیر کو چھوڑ جاویگی زوج کے پاس تو خلع صحیح ہوگا اور شرط عدم پرورش کی باطل ہو جاویگی اسواسطے کہ
پرورش حق ہے صغیر کا تو عورت کو اختیار نہیں کہ اسکو باطل کر سکے شرط کر کے اور اگر ماں کے سوا کوئی حاضنہ پائی جاوے تو ماں پر جبر کیا جاویگا بلا خلاف کذا فی
فتح القدیر اور یعنی غیر ام کا نہ پایا جانا شامل ہے اس صورت کو کہ غیر ام موجود ہو اور پرورش کا قبال نہ کرے کذا فی البحر اور اس وقت میں یعنی سوائے ماں کے کوئی نہو یا ہو مگر قبال
نکرے تو ماں کچھ اجرت پرورش کی نہ پاویگی اسواسطے کہ واجب کرنے پر کچھ اجر نہیں کذا فی الجوہرۃ ھم معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ماں پر جبر نہیں ہے
میں چنانچہ قبل اسکے تفصیل اسکی مذکور ہو چکی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ماں مجبور ہے پرورش صغیر میں اور یہی منقول ہے فقہائے ثلثہ سے یعنے فقیہ ابو اللیث اور ہندوانی اور
خواہر زادہ سے اور فتح القدیر میں کافی حاکم سے خلع مشروط کا مسئلہ نقل کر کے فقہائے ثلثہ کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ کافی جامع ہے کلام محمد کی تو معلوم ہوا کہ یہی ثبوت جبر
ظاہر الروایت ہے لیکن طحطاوی نے کہا کیونکر ماں پر جبر ثابت ہوگا یعنے درصورت عدم تعیین حالانکہ اقوال مشائخ کے عدم جبر کے مفتی بہ ہونے پر مطابق ہو گئے ہیں اکثر ایسا ہوتا ہے
کہ ظاہر روایت سے عدول کر کے مفتی بہ عمل ہوتا ہے انتہی اور تعجب ہے مصنف و شارح سے کہ اس مقام میں جمع بین القولین کیا تفصیل سے راضی ہوئے اور لازم یہ تھا کہ ایک قول کو پسند کرتے
اور دوسرے پر اشارہ کر دیتے کذا فی حاشیۃ المدنی **وتستحق الحاضنة اجرة الحضانة اذا لم تكن منكوحة ولا معتدة لابيه وهي غير اجرة ارضاعه ونفقته**
کما فی البحر عن السراجیۃ فالمنقول المصنف عن جواہر الفتاوی اور مستحق ہوتی ہے حاضنہ اجرت حضانت کی جبکہ وہ منکوحہ اور معتدہ اسکے باپ کی نہو مشروط کہ صغیر
منکوحہ یا معتدہ کے پیٹ سے ہو اور اگر منکوحہ یا معتدہ کی سوت کا بیٹا ہوگا تو بھی وہ اجرت کی مستحق ہوگی کذا فی الزیلعی اور یہ اجرت پرورش کی دودھ پلانے اور نفقہ
ولد کے سوا ہے کذا فی البحر عن السراجیہ تو باپ پر تین چیزیں واجب ہیں اجرت حضانت اور اجرت رضاعت اور نفقہ ولد کذا فی شرح الملتقی اور مغائر ہونا اجرت حضانت کا
رضاعت سے مخالف ہے اس قول کے جو مصنف نے اپنی شرح میں جواہر الفتاوی سے نقل کیا ہے منح الغفار میں جواہر الفتاوی میں یوں منقول ہے کہ قاضی خان سے پوچھا گیا کہ جب دودھ کی
اجرت حضانت کی پہونچتی ہے تو بعد ایام شیر خوارگی کے جواب دیا کہ نہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجرت حضانت اور رضاعت مغائر نہیں شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ شاید جواہر الفتاوی
کی عبارت میں تحریف یا سقوط ہے اسواسطے کہ حضانت اور رضاعت دونوں مغائر چیزیں ہیں رضاعت کی مدت دو سال اور حضانت کی سات برس یا نو برس پھر ایک کے سقوط سے
دوسری کیونکر ساقط ہو **وفي شرح النقاية للباقاني عن البحر المحيط سئل ابو حفص عمن لها امساك الولد وليس لها مسكن مع الولد فقال على الاب سكناهما**
جميعا وقال نجم الائمة المختار ان عليه السكنى في الحضانة وكذا ان احتاج الصغير الى خادم يلزم الاب اور باقانی کی شرح نقایہ میں
بحر محیط سے منقول ہے کہ ابو حفص سے کسی نے سوال کیا اس عورت کا مسئلہ کہ جسکو صغیر کے رکھنے کا حق پہونچتا ہے اور اس عورت کا کوئی مکان نہیں جہاں صغیر

ساتھ لیکر رہے تو جواب یہ ہے کہ باپ پر دونون کیواسطے مکان دینا واجب ہے اور نجم الائمہ نے کہا قول مختار یہ ہے کہ باپ پر مکان دینا ایام پرورش مین واجب ہے
اور اسیطرح اگر صغیر خادم کا محتاج ہو تو باپ پر خادم کا دینا لازم کیا جاویگا وفی کتب الشافعیۃ مؤنۃ الحضانۃ فی مال المحضون لو له مال والا فعلی من تلزمه نفقته
قال شیخنا وقواعدنا تقتضیه فیفتی به ثم عدوا الحضانۃ کالرضاع اور کتب شافعیہ مین ہے کہ خرچ پرورش کا صغیر کے مال سے ہوگا اگر اسکو مال وراثت
سے ملا ہو اور اگر صغیر کا مال نہو تو حضانت کا صرف اسپر واجب ہے جسپر صغیر کا نفقہ لازم ہے شارح کہتا ہے ہمارے استاد خیر الدین ملی نے کہا کہ ہمارے مذہب
کے قواعد بھی اسکے مقتضی ہین تو اسی پر فتوی دینا چاہیے پھر خیر الدین ملی نے تحریر اور تنقیح کی ہے کہ حضانت مانند رضاعت کے ہے یعنے بنا بر قول اصح کے
جیسے رضاعت بقدر ارث کے وارثون پر واجب ہے ویسی ہی حضانت بھی بقدر ارث واجب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اسمین تصریح روایت کی نہین لیکن نظر فقہی
اسکی مقتضی ہے کہ جب صغیر کا باپ نہو اور مال بھی نہو تو حضانت کی اجرت وارثون پر واجب ہے بقدر ارث کے مانند رضاعت کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن فتاوی
خیر الدین الرملی ثم ای بعد الام بان ماتت او لم تقبل او اسقطت حقها او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اہلیۃ القربی پھر بعد مان کے
کی مان گو کہ دادی ہو فاطمہ خیر امه ہے یا اسنے حضانت قبول کی یا اسنے اپنے حق کو ساقط کر دیا یا اجنبی سے نکاح کر لیا تو نانی کو حق حضانت ثابت ہے اگرچہ بعیدہ ہو یا
نانی بعیدہ ہو مثلا نانی کی مان یا نانی کی نانی لیکن نانی بعیدہ کو حضانت ثابت ہوگی نزدیک عدم اہلیت نانی قریبہ کے یعنے اگر نانی غیر کی مثلا منکوحہ ہوگی فواحش مین مبتلا
حق پرورش صغیر کا نانی کو نہو پہنچیگا ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور پھر بعد نانی کے حق پرورش صغیر کی دادی کو ثابت ہے اگرچہ دادی بعیدہ ہو بشرط مذکور
مذکور یعنی دادی بعیدہ کو در صورت عدم اہلیت قریبہ کے حق پہونچیگا واما ام ابی الام فتؤخر عن ام الاب بل عن الخالۃ ایضا بحر اور نانا کی مان دادی سے موخر ہے
بلکہ خالہ سے بھی کذا فی بحر الرائق ثم الاخت لاب وام لان ہذا الحق لقرابۃ الام پھر دادی کے بعد سگی بہن ہے پھر مادری بہن مقدم ہے سوتیلی بہن سے
اسواسطے کہ یہ حق پرورش صغیر کا مخصوص ہے مان کی قرابت والون کو ثم الاخت لاب ثم بنت الاخت لابوین ثم لام ثم لاب پھر مادری بہن کے بعد سوتیلی بہن کو حق ہے
پرورش کا پھر سگی بہن کی بیٹی کو پھر مادری بہن کی بیٹی کو پھر سوتیلی بہن کی بیٹی کو اور سوتیلی بہن کی بیٹی خالہ پر مقدم نہین بنا بر قول صحیح کے کذا فی فتاوی قاضی خان و
بحر الرائق یہ روایت صحیح ہے جو شارح نے بیان کی کرنی چاہیے قول آینده مین جو شارح خالہ کی تقدیم کو سوتیلی بہن کی بیٹی پر بیان کریگا ثم الخالات کذلک ای لابوین
ثم لام ثم لاب ثم بنت الاخت لاب ثم بنات الاخ پھر مادری بہن کی بیٹی کے بعد خالات کے مراتب ہین اسیطرح یعنے پہلے سگی خالہ پرورش کیواسطے مقدم ہے پھر مادری خالہ پھر سوتیلی
بہن کی بیٹی پھر صغیر کے بھائی کی بیٹیان ثم العمات کذلک پھر بھتیجیون کے بعد پھوپھیان اسیطرح ہین یعنی پہلے سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی ثم خالۃ الام
کذلک پھر پھوپھیون کے بعد ان کی خالہ اسیطرح یعنی پہلے مان کی سگی خالہ پھر مادری خالہ اسکے بعد سوتیلی خالہ ثم خالۃ الاب کذلک پھر مان کی خالہ کے
بعد باپ کی خالہ اسیطرح پہلی سگی خالہ باپ کی پھر مادری پھر سوتیلی خالہ ثم عمات الامہات والآباء بہذا الترتیب پھر باپ کی خالہ کے بعد مان کی پھوپھیان پھر باپ کی
پھوپھیان اسی ترتیب سے یعنی مان کی سگی پھوپھی مقدم ہے پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی پھر اسکے بعد باپ کی سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی کذا فی
فتح القدیر پھر اس ترتیب مذکور کی وجہ یہ ہے کہ ولایت پرورش کی اصل استفادہ مان کی جانب سے ہے لہذا در باب حضانت قرابت مان کی مقدم ہے باپ کی قرابت پر کذا فی الاختیار
سنن ابو داود مین عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اسکا ظرف تھا اور میری چھاتی اسکے دودھ کی مشک
تھی اور میری گود اسکا گھوارہ اور جھولا تھا اور اسکے باپ نے مجھے طلاق دی ہے اور چاہتا ہے کہ اس لڑکے کو مجھسے چھین لے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسکے
رکھنے مین تو احق ہے جب تلک کہ تو دوسرا نکاح کرے اور اختیار شرح مختار مین سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ ام عاصم کو طلاق دی اور
لڑکے کو لینا چاہا تو دونون مین جھگڑا ہوا مقدمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس رجوع ہوا صدیق اکبر نے فرمایا کہ اے عمر اسکی رال لڑکے کیواسطے بہتر ہے تیرے شہد سے
پھر لڑکا عورت کو دیدیا پرورش کیواسطے اور اصل اس روایت کی امام مالک کی موطا اور بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ مین ہے کذا فی فتح الودود بر سنن ابو داود

میں علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ زید بن حارثہ حضرت حمزہ کی دختر کو مکہ سے لائے یعنے مدینہ میں تو جعفر طیار نے کہا کہ میں اسکو پالونگا میں احق ہوں کیونکہ میرے
چچا کی بیٹی ہے اور اسکی خالہ میرے پاس ہے علی مرتضی نے کہا کہ میں احق ہوں کہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور رسول اللہ کی بیٹی میرے پاس ہے وہ اسکی احق ہے پھر زید نے کہا
کہ میں اسکا احق ہوں کہ میں اسکو مکہ سے لایا ہوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبیہ جعفر کے پاس اپنی خالہ کے ساتھ رہیگی اسواسطے کہ خالہ ماں کی برابر ہے
ثم العصبات بترتیب الارث فیقدم الاب ثم الجد ثم الاخ الشقیق ثم لاب ثم بنوہ کذلک ثم العم ثم بنوہ پھر نساء مذکورات کی عصبات کا حال بترتیب ارث
حضانت میں احق ہیں تو باپ صغیر کا مقدم ہے پھر دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا بھائی پھر بھتیجے اسیطرح یعنے سگے بھائی کا بیٹا سوتیلے بھائی کے بیٹے پر مقدم ہے
پھر چچا پھر اسکے بیٹے اسی ترتیب پر یعنے سگا مقدم ہے سوتیلے پر واذا اجتمعوا فالاورع ثم الاسن اختیار سوی فاسق ومعتوہ وابن عم لمشتہاۃ وھو غیر مامون
اور اگر مستحق حضانت چند شخص یکجا جمع ہوں جیسے سگے بھائی یا سگے چچا تو انمیں جو پرہیزگار زیادہ ہو وہ مقدم ہے اور اگر پرہیزگاری میں دونوں برابر ہوں
تو پھر زیادہ عمر والا مقدم ہے کذا فی الاختیار شرح المختار سوائے عصبہ فاسق اور بیہوش کے یعنے عصبہ فاسق اور بدحواس لائق حضانت کے نہیں ہے اور اسیطرح چچا کا بیٹا
جسپر اطمینان نہو وہ صغیرہ لائق شہوت کے حضانت کیواسطے سزاوار نہیں ثم اذا لم یکن عصبۃ فلذوی الارحام فیدفع للاخ لام ثم لابنہ ثم للعم لام ثم للخال
لابوین ثم لام برہان وعینی و بحر پھر جب کوئی عصبہ صغیر کا نہو تو ذوی الارحام پرورش کیواسطے احق ہونگے تو مادری بھائی کو صغیر دیا جاویگا پھر اسکے بیٹے کو
مادری چچا کو پھر سگے ماموں کو پھر مادری ماموں کو کذا فی البحر ناقلا عن البرہان والعینی فان تساووا فاصلحھم ثم اورعھم ثم اکبرھم ولا حق لولد عم وعمۃ وخال وخالۃ
لعدم المحرمیۃ پھر اگر چند ذوی الارحام درجہ میں برابر ہوں جیسا کہ تین بھائی تو انمیں سے جو زیادہ تر کارساز ہے صغیر کا وہ مقدم ہے پھر جو زیادہ پرہیزگار ہو پھر
جو عمر میں زیادہ تر ہو اور چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کے بیٹوں کو حق پرورش نہیں ہے بسبب نامحرم ہونے کے والحاضنۃ الذمیۃ ولو مجوسیۃ کمسلمۃ ما لم
یعقل دینا ینبغی تقدیرہ بسبع سنین لصحۃ اسلامہ حینئذ نہر او الی ان یخاف ان یألف الکفر فینزع منھا وان لم یعقل دینا بحر اور حاضنہ ذمیہ
اگرچہ مجوسیہ ہو برابر مسلمہ کے ہے جبتک کہ لڑکا دین کو نہ سمجھتا ہو نہر الفائق میں کہا مناسب یوں ہے کہ دین سمجھنے کی حد سات برس کی مقرر کی جاوے
بسبب صحیح ہونے اسلام لڑکے کے اسوقت میں یا یہانتک کہ معلوم ہونے لگے الفت کفر کا یعنے کافرہ ماں کی صحبت سے بالغ ہونے تک کفر کا خوف ہو اگرچہ
صغیر دین کو نہ پوچھتا ہو تو اسکے پاس سے لے لینا چاہیئے کذا فی البحر والحاضنۃ یسقط حقہا بنکاح غیر محرمہ ای الصغیر وکذا بسکناہا عند المبغضین لہ لما
فی القنیۃ لو تزوجت الام باخر فامسکتہ ام الام فی بیت الراب فللاب اخذہ اور حاضنہ کا حق ساقط ہوجاتا ہے صغیرہ کے غیر محرم سے نکاح کر لینے سے
اور اسیطرح حق ساقط ہوتا ہے حاضنہ کے رہنے سے اس شخص کے پاس جو صغیر سے بغض و کراہیت رکھتا ہے اسواسطے کہ قنیہ میں ہے کہ اگر ماں نے نکاح کیا اجنبی سے
پھر صغیر کو اسکی نانی نے رکھا اسی اجنبی کے گھر میں تو باپ کو صغیر کا لے لینا نانی سے پہونچتا ہے اسواسطے کہ شخص اجنبی اپنی زوجہ کے پہلے شوہر کی اولاد کا خیرخواہ
نہیں ہوتا وفی البحر فادتروجت فمالو امسکتہ الخالۃ ونحوہا فی بیت اجنبی عاریۃ والظاہر السقوط قیاسا علی ما فی النہر والظاہر عدمہ للفرق بین زوج الام
والاجنبی اور بحر الرائق میں ہے میں مترددہوں اس حکم میں کہ اگر صغیر کو خالہ یا مانند اسکے کوئی اور حاضنہ اجنبی کے گھر میں رکھے حالانکہ خالہ مجرد ہو یعنی خاوند والی نہو
یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق حضانت ساقط ہوتا ہے قیاسا اسکے کہ مذکور ہو چکا یعنے جیسے نانی کا حق پرورش ساقط ہو گیا دوسرے داماد کے گھر کے رہنے سے ایسا ہی خالہ کا حق
بھی ساقط ہوا اجنبی کے گھر میں رہنے سے لیکن نہر الفائق میں ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں ظاہر حکم عدم سقوط حضانت ہے اسواسطے کہ زوج ام اور اجنبی کے درمیان میں فرق
ہے اسواسطے کہ اجنبی کو صغیر سے ملال نہیں ہوتا قال الرحمتی فقط کابن العم کالاجنبی صاحب بحر نے کہا فقط قرابت جسمیں محرمیت نہو جیسا چچا کا بیٹا
اجنبی کے برابر ہے پس اگر صغیرہ کی ماں نے ابن عم سے نکاح کرلیا تو حق حضانت ساقط ہوجاویگا اور اسیطرح شیرخوارگی کے رشتے جیسے چچا رضاعی یا ماموں رضاعی کیونکہ
رضاعی باپ اجنبی کے برابر ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی وتعود الحضانۃ بالفرقۃ البائنۃ لزوال المانع اور پھر آتا ہے حق حضانت کا بسبب بائنہ ہونے کے زوج اجنبی

سے بسبب دور ہونے مانع کے یعنے حق حضانت بسبب نکاح اجنبی کے ساقط ہوا تھا پھر جب پوری جدائی ہو گئی تو حق حضانت بسبب زوال مانع عود کر آویگا تو ہم
کی قید سے معلوم ہوا کہ طلاق رجعی سے عود حق نہوگا والقول لہا فی نفی الزوج اور قول عورت ہی کا معتبر ہوگا نفی زوج مین یعنی زوج نے مطلقہ سے کہا
کہ تونے دوسرا نکاح کر لیا ہو تیرا حق حضانت ساقط ہو گیا اور عورت اسکی منکر ہوا اور زوج کے دعوے کے گواہ موجود نہین تو اسوقت عورت کا قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ساقط
نہوگا وکذا فی تطلیقہ ان ابہمتہ لا ان عینتہ اور اسیطرح قول عورت کا مقبول ہوگا زوج ثانی کے طلاق دینے مین اگر اسنے زوج ثانی کو مبہم بیان کیا نہ مقبول ہوگا جو
عورت کہا اگر اسکو معین کر دیا یعنے اگر عورت نے دعوی کیا کہ مین نے کسی شخص سے نکاح کیا تھا سو اسنے مجھے طلاق دی تو اس صورت مین اسکا قول مقبول ہوگا
اور حق حضانت ثابت ہوگا اور اگر اسنے کہا کہ مین نے زید سے نکاح کیا تھا سو اسنے مجھکو طلاق دی تو اس صورت مین دعوی طلاق کا مسموع نہوگا بدون گواہون کے
یا اقرار زید کے اسواسطے کہ یہان صاحب حق ایک شخص متعین ہو والحاضنۃ اما او غیرہا احق بہ بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی لانہ الغالب
اور حاضنہ ماں ہو یا کوئی اور عورت مستحق پرورش کی احق ہو لڑکا کے رکھنے مین یہان تک کہ اسکو حاجت نہ رہے عورتون کے پاس رہنے کی اور استغنا کی مدت سات برس
کی مقرر ہوئی ہو اور اسی پر فتوی ہو اسواسطے کہ تقریبا سات برس کی حصول استغنا مین غالب ہو ہم نے تقدیر بعمر اوسط کی ہو اور تقدیر یہ نے کہا کہ جب لڑکا اپنے ہاتھ سے
کھانے پینے لگے اور بول براز سے آپ طہارت کرے بدون اعانت کے تو مستغنی ہوا عورتون سے اور واقع یہ ہو کہ ان لوگون مین کچھ تفاوت نہین اسواسطے
کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہو کہ سات برس کا لڑکا خود کھاتا پیتا ہو اور استنجا کر لیتا ہو ولو اختلفا فی سنہ فان اکل وشرب ولبس واستنجی وحدہ دفع الیہ ولو جبرا والا لا
اور اگر اختلاف کرین ماں اور باپ لڑکے کی عمر مین باپ کہتا ہو کہ سات برس کا ہو اور ماں کہتی ہو کہ چھ برس کا ہو تو قاضی کسی سے قسم نلے بلکہ لڑکے کا حال دریافت
کرے سو اگر لڑکا خود کھاتا پیتا اپنے کپڑے پہنتا اپنا استنجا کر لیتا ہو تو لڑکا باپ کو دلایا جاویگا اگرچہ باپ پر جبر ہو اگر باپ قبول نکرے تو حاکم جبرا دیگا سے
اسواسطے کہ بعد مدت پرورش کے باپ پر تعلیم تادیب ورشاد سکھانا واجب ہو اور اگر لڑکا کھانے پینے اور لباس اور استنجا کرنے مین غیر کا محتاج ہو تو آپ کر سکتا ہو تو باپ کو نہ دلایا جاویگا
ماں یا نانا کے پاس رہیگا والام والجدۃ لام او لاب احق بہا بالصغیرۃ حتی تحیض ای تبلغ فی ظاہر الروایۃ اور ماں اور نانی یا دادی صغیرہ کے رکھنے مین سزاوار تر ہین
یہان تک کہ اسکو حیض آنے لگے حیض سے مراد یہ ہو کہ بالغ ہو جاوے خواہ بلوغ حیض سے ہو خواہ احتلام سے خواہ عمر سے اور یہی ظاہر الروایۃ ہو اسواسطے کہ لڑکی بعد
مدت حضانت کے بہت کچھ آداب یافت کرنے کی محتاج ہو جیسے سینا کاتنا کھانا پکانا اور ایسے امور کی تعلیم مین عورت زیادہ تر قادر ہو اور جب صغیرہ بالغ ہو گئی
تو عفت اور حفاظت کی محتاج ہو سو اسپر باپ زیادہ تر قوی وقادر ہو بہ نسبت ماں یا نانی کے کذا فی البحر الرائق ولو اختلفا فی حیضہا فالقول للام بحر بحثا واقول
ینبغی ان یحکم سنہا ویعمل بالغالب اور اگر اختلاف کرین ماں اور باپ صغیرہ کے حیض ہو نے مین ماں کہتی ہو کہ ہنوز اسکو حیض نہین آیا اور باپ کہتا ہو کہ آیا ہو تو ماں کا قول
معتبر ہوگا کذا فی البحر الرائق بنا بر بحث کے نہ بنا بر روایت کے بحث یہ ہو کہ عورت منکر ہو اور قول منکر کا مقبول ہو شارح کہتا ہو مین کہتا ہون کہ اختلاف مذکور کی
یہ لائق ہو کہ صغیرہ کی عمر پر حکم کیا جاوے اور عمل کیا جاوے غالب حال پر یعنی اگر صغیرہ اتنی عمر کو پہونچی ہو کہ جسمین حیض آتا ہو تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر صغیرہ اس
عمر کو نہ پہونچی تو ماں کا قول لائق اعتبار کے ہو یہ قول ہو صاحب بحر الرائق کا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اس مسئلہ مین بحث اور تجویز علما کی کچھ حاجت نہین بلکہ
روایت صحیح پر عمل کرنا مناسب ہو کہ جب اختلاف پڑے ماں باپ مین تو صغیرہ اور صغیرہ سے دریافت کرنا چاہیے اگر وہ بلوغ کا اقرار کرین تب انکی تصدیق کرنا چاہیے
کہ وہ بالغ ہین پس اسوقت ماں باپ کو انکی کیا اطلاع ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وعند مالک حتی یحتلم الغلام وتتزوج الصغیرۃ ویدخل بہا الزوج یعنی اور
امام مالک کے نزدیک ماں اور نانی احق ہین لڑکے پاس رکھنے مین یہان تک کہ صغیر کو احتلام ہو اور صغیرہ کا نکاح ہو اور زوج اسکی وطی کرنے لگے کذا فی العینی
وغیرہما احق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی وبنت احدی عشر مشتہاۃ اتفاقا زیلعی اور ماں اور نانی یا دادی کے سوا اور حاضنہ جیسے خالہ یا عمہ
احق ہو صغیرہ کی پرورش مین یہان تک کہ وہ مشتہاۃ ہو یعنے لائق شہوت اور رغبت کے اور نو برس کی عمر حد ٹھہرائی گئی ہو مشتہاۃ کی یہ تقدیر اکثر

فقیہ ابو اللیث کی اور اسی پر فتویٰ ہے اور گیارہ برس کی لڑکی مشتہاۃ ہے باتفاق علما کذا فی الزیلعی ماں یا نانی کے پاس تو بلوغ تک رکھنے کا حکم ہوا اور انکے
سوا خالہ یا عمہ کے پاس نو برس تک حکم ہوا نہ بلوغ تک اسواسطے کہ تعلیم آداب نسا کی جیسے سینے پکانے کے بدوں خدمت لینے کے نہیں ہوسکتی اور ماں یا نانی یا دادی
کے سوا خالہ یا عمہ انکی طرح خدمت نہیں لے سکتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذلک وبہ یفتی لکثرۃ الفساد زیلعی اور امام محمد سے ایک روایت خلاف ظاہر الروایۃ
یہ ہے کہ ماں و نانی میں بھی یہی حکم ہے یعنے ماں و نانی کے پاس بھی صغیرہ نو برس سے زیادہ نہ رہے اور اسی روایت پر فتویٰ ہے بسبب کثرت فساد زمانہ کے کذا فی الزیلعی
اور نقایہ اور وقایہ اور ملتقی اور اصلاح اور مواہب و غیاث المفتی اور بحر الرائق میں بھی اسی روایت پر فتویٰ صحیح ہے نقایہ میں کہا کہ ایک روایت ابی یوسف سے بھی ثابت ہے موافق محمد
کذا فی حاشیۃ المدنی ہم صغیرہ کو بعد نو برس کے ماں کے پاس رکھنا ظاہر اس صورت میں ہے جبکہ باپ نے اسکو طلاق دی ہو اور وہ کہیں جدا ہی رہتی ہو اور اگر ماں مطلقہ نہو
اور صغیرہ کے باپ کے پاس رہتی ہو تو اس سے جدا کرنے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم واما انہ لا تسقط الحضانۃ بتزوجھا ما دامت لا تصلح للرجال
الا فی روایۃ عن الثانی اذا کان یستانس بہا کما فی القنیۃ اور مصنف کے اس قول سے کہ حضانت صغیرہ کی تا حد مشتہاۃ ہے یہ فائدہ معلوم ہوا
کہ حق حضانت کا ساقط نہیں صغیرہ کے نکاح سے جبتک صغیرہ مرد کے پاس لائق رہنے کے نہو مگر ایک روایت میں ابو یوسف سے یوں ہے کہ جب صغیرہ لائق
موانست زوج کے ہو اور زوج اسکے رکھنے سے راضی ہو تو حق حضانت ساقط ہے اگرچہ صغیرہ مشتہاۃ نہو کذا فی القنیۃ موانست سے مراد یہ ہے کہ زوج کا تنہائی میں
صغیرہ سے جی لگتا ہو طحطاوی محشی نے کہا کہ یہ روایت ابی یوسف کی ضعیف ہے کہ مذہب معتمد کے مخالف ہے یعنے نو برس تک کسیطرح حق حضانت ساقط نہوگا
کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ امرأۃ قالت ہذا ابنک من بنتی وقد ماتت امہ فاعطنی نفقتہ فقال صدقت لکن امہ لم تمت وہی فی منزلی واراد
اخذ الصبی یمنع حتی یعلم القاضی امہ وتحضر عندہ فیاخذہ لانہ اقر بانہا جدتہ وحاضنتہ ثم ادعی احقیۃ غیرہا وذا محتمل فان احضر الاب امرأۃ وقال
ہذہ ابنتک وہذا ابنی منہا وقالت الجدۃ لا ہذہ ابنتی وقد ماتت ابنتی ام ہذا الولد فالقول للاب والمرأۃ التی معہ ویدفع الصبی
الیہما لان الفراش لہما فیکون الولد لہما اور ظہیریہ میں ہے کہ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ یہ تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے اور میری بیٹی مرگئی ہے تو مجھکو
اس لڑکے کا خرچ دے اسواسطے کہ بعد ماں کے نانی پرورش کی مالک ہے سو مرد نے کہا کہ تو سچی ہے یہ میرا بیٹا ہے لیکن ماں اسکی نہیں مرگئی اور وہ میرے
گھر میں ہے اور ارادہ کیا اس سے لڑکا لینے کا تو منع کیا جاویگا یہاں تک کہ قاضی اسکی ماں کو جانے اور لڑکے کی ماں قاضی کے پاس حاضر ہو پھر لڑکے کو لیجاوے
اسواسطے مرد کو لڑکا نہ دیا جاویگا کہ مرد نے اس عورت کی نانی اور حاضنہ ہونے کا اقرار کیا پھر دعوی کیا حقیت غیر کا یعنے نانی اور ماں دونوں کو حق پرورش
ثابت ہے لیکن پہلے تو نانی کا حق ہے پرورش میں اور یہ دعوی احق ہونے کا محتمل ہے صدق اور کذب کا سو اگر باپ نے حاضر کیا ایک عورت کو اور پہلی عورت یعنے
نانی سے کہا کہ یہ تیری بیٹی ہے اور یہ میرا بیٹا ہے اسکے پیٹ سے اور نانی نے کہا یہ میری بیٹی نہیں ہے میری بیٹی اس لڑکے کی ماں تو مرگئی ہے تو اس صورت میں قول مرد
اور اس عورت کا جو اس مرد کے ساتھ ہے معتبر ہوگا اور لڑکا انھیں دونوں کو دلایا جاویگا اسواسطے کہ فراش دونوں کا ثابت ہے تو ظاہر یہ ہے لڑکا انھیں دونوں کا ہے
کزوجین بینہما ولد فادعی الزوج انہ ابنہ لا منہا بل من غیرہا وعکست فقالت ہو ابنی لا منہ حکم بکونہ ابنا لہما لما قلنا چنانچہ زوج اور زوجہ کے
پاس ایک لڑکا ہے پھر دعوی کیا زوج نے کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے نہ اس زوجہ سے بلکہ اور عورت سے اور اسکے بالعکس دعوی کیا عورت نے یوں کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے
اور مرد سے نہ اس سے اور دونوں میں گواہ کسیکے پاس نہیں تو حکم کیا جاویگا کہ یہ لڑکا دونوں کا بیٹا ہے اسی دلیل سے جو ہمنے بیان کی یعنے بسبب ثبوت فراش یعنے
حالت زوجیت کے ظاہر حال یہی ہے کہ دونوں کا بیٹا ہے وکذا لو قالت الجدۃ ہذا ابنک من بنتی المیتۃ فقال بل من غیرہا فالقول لہ ویاخذ الصبی منہا وکذا
لو احضر امرأۃ وقال ابنی من ہذہ لا من بنتک وکذبتہ الجدۃ وصدقتہ المرأۃ فالاب اولی بہ لانہ لما قال ہذا ابنی من ہذہ المرأۃ فقد انکر کونہا
جدتہ فیکون منکرا لحق حضانتہا وہی اقرت لہ بالحق انتہی ملخصا اور اسیطرح اگر کہا نانی نے ایک مرد سے کہ یہ لڑکا تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے جو

مرگئی سو مرد نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تیری بیٹی سے نہیں بلکہ اور عورت سے ہے تو قول مرد ہی کا معتبر ہوگا اور لیگا صغیر کو اس عورت سے اور اسیطرح اگر مرد نے
حاضر کیا ایک عورت کو اور کہا کہ میرا بیٹا اس عورت سے ہے نہ تیری بیٹی سے اور تکذیب کی نانی نے مرد کی اور اس عورت نے مرد کی تصدیق کی تو باپ ہی
سزاوار تر ہے صغیر کا اسواسطے کہ جب مدعی نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے اس عورت سے نہ تیری بیٹی سے تو اُسنے نانی ہونے کا انکار کیا تو اُسکے حق حضانت کا بھی منکر ہوا
اور وہ عورت جو آپ کو نانی بتاتی ہے مرد کے حق کا اقرار کرچکی اُسکا بیٹا کہکر آخر ہوگیا یہاں تک قول ظہیریہ کا خلاصہ ہو کر **والاختیار للولد عندنا مطلقا**
ذکرا او انثی خلافا للشافعی قلت وہذا قبل البلوغ اما بعدہ فیخیر بین ابویہ وان اراد الانفراد فلہ ذلک مؤید زادہ معزیا للمنیۃ اور نہیں ہے اختیار صغیر کو ہمارے نزدیک
مطلقا لڑکا ہو یا لڑکی بخلاف امام شافعی کے کہ اُنکے نزدیک بعد ایام حضانت کے صغیر کو اختیار ہے چاہے ماں کے پاس رہے چاہے باپ کے پاس رہے شارح کہتا ہے
کہ یہ عدم اختیار صغیر کا ہمارے نزدیک قبل بلوغ کے ہے اور بعد بالغ ہونے کے تو اسکو اختیار ہے ماں باپ کے پاس رہنے میں اور اگر بعد بلوغ کے تنہا رہنے کا ارادہ
کرے تو بھی اُسکو جائز ہے چنانچہ اسکو مؤید زادہ نے ذکر کیا ہے منیہ کیطرف منسوب کرکے تنہا رہنا مشروط ہے اُسکے رشید ہونے پر اور اگر اسکی تنہائی میں خوف فساد ہو تو
تو باپ ہی کے پاس رہے کذا فی الولوالجیہ امام شافعی کی دلیل ترمذی کی حدیث ہے کہ ایک عورت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ یا رسول اللہ
زوج میرے بیٹے کو لیے جاتا ہے اور حالانکہ بیٹا کنوئیں سے پانی بھر لاتا ہے میرے واسطے اور میری خدمت کرتا ہے تو حضرت نے لڑکے سے فرمایا کہ یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری
ماں ہے تو ہاتھ پکڑ لے جسکا تو چاہے تو اُسنے ان کا ہاتھ پکڑ لیا سو وہی اُسکو لیگئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکا مختار ہے حنفیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے
کہ یہ لڑکا بالغ ہوگیا تھا اسواسطے کہ کنوئیں سے پانی بھر لانا دلیل بلوغ کی ہے اور نابالغ کو ہمارے نزدیک اسواسطے اختیار نہیں کہ لڑکا نافہم ہے وہیں کا رہنا اختیار کریگا جہاں
کھیلنے اور پھرنے سے کوئی مانع نہوگا اور البتہ صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے کہ صحابہ کرام لڑکوں کو اختیار نہیں دیتے تھے کذا فی الہدایہ حاشیۃ المدنی **وافادہ بقولہ**
بلغت الجاریۃ مبلغ النساء ان بکرا ضمہا الاب الی نفسہ الا اذا دخلت فی السن واجتمع لہا رای فتسکن حیث احبت حیث لا خوف علیہا اور حکم بلوغ کا
مصنف نے اپنے اس قول میں بیان کیا کہ پہونچی لڑکی عورتوں کی حد یعنی بالغ ہوئی تو اگر وہ کنواری ہے تو اسکو اپنے پاس رکھے اسواسطے کہ اسکو فاسق دغا دیکے
مکروفریب کی خبر نہیں مگر جبکہ کنواری کی زیادہ عمر ہوجاوے اور عقل کامل ہوچکے تو رہے جہاں اُسکا جی چاہے اسواسطے کہ اسپر اب خوف باقی نہیں لام دخلت
فی السن مراد یہ ہے کہ ادھیڑ اور بڈھی ہوجاوے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الجوہرۃ وکفایۃ المستحفظ **وان ثیبا لا یضمہا الا اذا لم تکن مامونۃ علی نفسہا فللاب**
ولایۃ الضم لا لغیرہ کما فی الابتداء بحر عن الظہیریۃ اور اگر لڑکی ثیبہ ہو یعنی ایکبار اُسکا نکاح ہوچکا ہو تو باپ کو ولایت اُسکو پاس رکھنے کی نہیں مگر جب کہ
ثیبہ کی ذات پر اطمینان نہو یعنے خوف ہو فساد کا تو باپ اور دادا کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت اور قدرت ہے اور ولیا کو جیسا کہ باپ دادا کو ابتدا میں
پاس رکھنے کی ولایت تھی ویسی ہی خوف فساد میں بھی ولایت ہے کذا فی البحر الرائق ناقلا عن الظہیریۃ **والغلام اذا عقل واستغنی برایہ لیس للاب**
ضمہ الی نفسہ الا اذا لم یکن مامونا علی نفسہ فلہ ضمہ لدفع فتنۃ او عار وتادیبہ اذا وقع منہ شیء ولا نفقۃ علیہ الا ان یتبرع بحر اور لڑکا جبکہ عاقل
ہوا اور ایسا ہوشیار ہوجاوے کہ دوسرے کا محتاج نرہے سکھانے کا تو باپ کو اسپر ولایت نہیں اپنے پاس رکھنے کی مگر جبکہ اُسپر اطمینان اور اعتماد نہو
یعنے مرد خوبصورت ہو یا فاسق ہو تو اسوقت میں باپ کو اختیار ہے اُسکو اپنے پاس رکھنے کا واسطے دفع فتنہ اور دفع عار ہونے کے اور باپ کو اُسکی
کی تادیب کا اختیار ہے اگر اس سے کوئی فعل بد واقع ہو اور باپ پر اُسکا نفقہ واجب نہیں اگر وہ کسب سے عاجز نہو مگر بطریق احسان کے کذا فی حاشیۃ بحر الرائق
وحاشیۃ المدنی **والجد بمنزلۃ الاب فیہ** فیما ذکر اور دادا باپ کے برابر ہے اسمیں جو مذکور ہوچکا **وان لم یکن لہا اب ولا جد ولکن لہا**
اخ او عم فلہ ضمہا ان لم یکن مفسدا وان کان مفسدا لا یمکن من ذلک وکذا الحکم فی کل عصبۃ ذی رحم محرم منہا اور اگر بالغہ کا
باپ اور دادا نہو اور اُسکا بھائی یا چچا ہو تو اُسکو اختیار ہے بالغہ کے پاس رکھنے کا بشرطیکہ بھائی یا چچا مفسد نہو مراد مفسد سے فاسق ہے جو نہ مفسد الخ

بالغہ ہے اسواسطے کہ جب فساد مال کا خوف ہو تو کسی امین کے پاس امانت رکھنا کفایت کرتا ہے اور اگر بھائی یا چچا فاسق ہو تو اسکو بالغہ کے پاس رکھنے کا اختیار نہوگا اور یہی حکم ہر ایک عصبہ میں جو بالغہ کا قرابت دار محرم ہو یعنے صالح کو پاس رکھنے کا اختیار ہے اور فاسق کو نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **فان لم یکن لہا اب ولا جد ولا غیرہما من العصبات او کان لہا عصبۃ مفسد فالنظر فیہا الی الحاکم فان کانت مامونۃ خلاہا تنفرد بالسکنی والا وضعہا عند امرأۃ امینۃ قادرۃ علی الحفظ بلا فرق فی ذلک بین بکر وثیب لانہ جعل ناظرا للمسلمین ذکرہ العینی وغیرہ** پھر اگر بالغہ کا باپ اور دادا نہو اور نہ انکے سوا کوئی اور عصبہ ہو یا عصبہ فاسق ہو تو اسمیں حاکم کو فکر کرنا چاہیے سو اگر بالغہ پر خوف فساد کا نہو تو حاکم اسکو چھوڑ دے جہاں چاہے تنہا رہے اور اگر خوف فساد ہو تو حاکم اسکو کسی امانتدار عورت کے پاس رکھے جو قادر ہو اسکی حفاظت پر کچھ فرق نہیں ہے اسمیں باکرہ اور ثیبہ میں حاکم کو اسواسطے اختیار ہوا کہ وہ اسیواسطے مقرر ہوا کہ مسلمانوں کو دیکھتا رہے تاکہ مفاسد سے بچا رہے ذکرہ العینی فی شرح الکنز وغیرہ کالزیلعی **واذا بلغ الذکور حد الکسب یدفعہم الاب الی عمل لیکتسبوا او یؤجرہم وینفق علیہم من اجرتہم بخلاف الاناث ولو الاب مبذرا یدفع کسب الابن الی امین کما فی سائر الاملاک مؤید زادہ معزیا للخلاصۃ** اور جبکہ ہو جاویں لڑکے کسب کی حد کو یعنے کسب و کار کے لائق ہوں قبل بلوغ کے کذا فی الطحطاوی تو باپ انکو کام کیواسطے سپرد کرے تاکہ وہ کسب سے مال پیدا کریں یا انسے نوکری اور مزدوری کراوے اور انکی اجرت سے انپر خرچ کرے بخلاف لڑکیوں کے کہ انکا خرچ باپ پر ہے اور جب ہو نکاح کر دیوے تاکہ اگرچہ وہ قادر ہوں نوکری اور مزدوری پر اور اگر باپ فضول خرچ ہو کہ جو لڑکے پیدا کرتے ہوں اسکو بیہودہ خرچ کر ڈالتا ہو تو لڑکے کی کمائی کا امین کے پاس سپرد کیا جاوے چنانچہ باقی املاک صغیر کی امین کے پاس سپرد رہینگی اگر باپ فضول خرچ ہے چنانچہ اسکی تصریح کی ہے مؤید زادہ نے خلاصہ کیطرف منسوب کر کے **لیس للمطلقۃ بائنا بعد عدتہا الخروج بالولد من بلدۃ الی اخری بینہما تفاوت فلو لم یکن بینہما تفاوت بحیث ان یمکنہ ان یبصر ولدہ ثم یرجع فی نہارہ لم تمنع مطلقا لانہ کالانتقال من محلۃ الی اخری** شمنی جائز نہیں ہے مطلقہ بائنہ کو بعد عدت کے لیجانا لڑکے کا ایک شہر سے دوسرے شہر کو جنکے درمیان میں زیادہ تفاوت ہو پھر اگر دونوں شہروں میں زیادہ تفاوت نہو اسطرح پر کہ ممکن ہو باپ کو اپنے لڑکے کا دیکھنا پھر اسیدن اپنے شہر میں پھر آنا تو لیجانے سے عورت کو روکا نہ جاویگا مطلقا خواہ دوسرا شہر عورت کا وطن ہو یا نہو اسواسطے کہ جب دونوں شہروں میں اتنی مسافت قریب ہوئی کہ ایکدن میں جانا اور آنا ممکن ہے تو اس شہر میں جانا ایسا ہے جیسے شہر کے ایک محلہ سے دوسرے محلہ کیطرف نقل مکان کیا کذا فی الشمنی **الا اذا انتقلت من القریۃ الی المصر لا عکسہ الا بقریۃ کالقریۃ مطلقا فاحفظہ الا اذا کان ما انتقلت الیہ وطنہا وقد نکحہا ثم ای عقد علیہا فی وطنہا ولو قریۃ فی الاصح الا دار الحرب فلا** الا ان یکونا مستامنین ہو جسمیں تفاوت ہو شہروں کی مطلقہ کو لیجانا لڑکے کا جائز نہیں مگر اس صورت میں جائز ہے کہ مطلقہ گاؤں سے شہر کیطرف جاوے اسواسطے کہ شہر میں صغیر کو شہر اور سلیقہ حاصل ہوگا اور بالعکس اسکے یعنے شہر سے گاؤں میں لیجانا درست نہیں بسبب ضرر صغیر اسواسطے کہ گنواروں کی صحبت سے صغیر کی خو بری ہو جاویگی مگر اس صورت میں شہر سے دوسری بستی میں بھی لیجانا درست ہے جبکہ وہ بستی جسمیں مطلقہ گئی ہو وطن ہو اسکا اور حالانکہ وہیں زوج نے اسکا عقد نکاح کیا تھا اگرچہ وہ بستی گاؤں ہو بنا بر قول اصح کے مگر یہ کہ وطن مطلقہ کا دار الحرب ہو تو وہاں صغیر کا لیجانا درست نہیں مگر یہ کہ زوج اور زوجہ دونوں کافر مستامن ہوں تو مطلقہ کو صغیر کا لیجانا دار الحرب میں بھی جائز ہے **وہذا الحکم فی الام المطلقۃ فقط اما غیرہا کجدۃ وام ولد اعتقت فلا تقدر علی نقلہ لعدم العقد بینہما الا باذنہ کما یمنع الاب من اخراجہ من بلد امہ بلا رضاہا ما بقیت حضانتہا** اور یہ حکم یعنے صغیر کا دوسری بستی میں لیجانا فقط مطلقہ ماں کے حق میں ہے اور ماں کے سوا جیسے نانی اور دادی اور ام ولد جو آزاد ہوئی ہو قادر نہیں صغیر کے لیجانے پر اسواسطے کہ دونوں میں عقد نکاح نہیں مگر باپ کی اجازت سے لیجانا درست ہے چنانچہ باپ بھی منع کیا جاویگا اخراج صغیر سے ماں کے شہر سے بدون ماں کی رضامندی کے جبتک صغیر ماں کی پرورش میں ہے **فلو اخذ المطلق ولدہ منہا لتزوجہا جاز الی ان یعود حق امہ کما فی السراجیۃ وقیدہ المصنف فی شرحہ بما اذا لم یکن لہ من ینتقل الحق الیہ بعدہا** اور یہ ظاہر ہے سو اگر طلاق دینے والے زوج نے

اپنا لڑکا لیا مطلقہ سے بسبب نکاح کر لینے مطلقہ کے تو جائز ہے باپ کو سفر میں ساتھ لیجانا صغیر کا یہاں تک کہ عود کرائے حق اسکی ماں کا یعنے جب صغیر کی ماں کو زوج ثانی طلاق دے تو اب سفر میں صغیر کا رکھنا جائز نہیں بلکہ ماں کے پاس پہونچانا چاہیے کہ مانع حضانت کا زائل ہو گیا تو حق حضانت عود کیا کذا فی البحر و بیتہ اور مصنف نے اپنی شرح میں جواز سفر کو مقید کیا ہے اس شرط سے کہ جب بعد ماں کے حق حضانت کسیطرف منتقل کیا ہوا ور یہ تقیید ظاہر ہے مقام تردد ہے یعنی ماں کے نکاح کر لینے کے بعد اگر نانی صغیر کی نہو گی تو البتہ باپ کو سفر میں لیجانا صغیر کا درست ہو گا اور اگر نانی موجود ہو گی تو سفر میں لیجانا نہ جائز ہو گا اسلئے کہ بعد ماں کے حق پرورش کا نانی کو ثابت ہے اور شرنبلالیہ میں بیان ہے جو روایت منقول ہے جو سراجیہ کے مخالف ہے کہ باپ صغیر کا لیجانا اہل اقامت سے قبل استغناء صغیر کے جائز نہیں اگر چہ ماں کی حضانت نہ ہی ہو بسبب احتمال عود حضانت کے زائل ہو جانے مانع سے کذا فی حاشیة المدنی و فی البحر عن الحاوی له اخراجه الی مکان یمکنها ان تبصر ولدها کل یوم کما فی جانبها فلیحفظ اور حاوی میں ہے کہ بعد نکاح کر لینے کے باپ صغیر کا لیجانا باہر شہر کے اسی مکان تک درست ہے کہ ممکن ہو ماں کو دیکھ آنا اپنے ولد کا ہر روز جیسا کہ ایک شہر کے دوسرے کنارے میں لیجانا بھی اسی شرط کیساتھ مشروط ہے یعنے ہر روز دیکھ آنا ممکن ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قلت و فی السراجیة اذا سقطت حضانة الام و اخذه الاب لا یجبر علی ان یرسله لها بل هی اذا ارادت ان تراه لا تمنع من ذلک و فتی شیخنا الرملی بان لیس له بعد تمام حضانتها و بان غیر الاب من العصبات کالاب فی عدم اخراجه للبلدة صغیرة التاتارخانیة

شارح کہتا ہے اور سراجیہ میں ہے کہ جب ساقط ہوئی حضانت ماں کی اور لے لیا صغیر کو باپ نے تو زبردستی نہیں باپ پر کہ بھیجا کرے صغیر کو ماں کے پاس بلکہ ماں جب صغیر کے دیکھنے کا ارادہ کرے تو روکی نہ جاویگی اور فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اسکا کہ بعد تمام ہونے ایام حضانت کے باپ صغیر کو سفر میں لیجاوے اور اسکا فتوے بھی دیا ہے کہ صغیر کے عصبات برابر باپ کے ہیں صغیر کو اپنے پاس رکھنے میں مگر صغیرہ کو عصبہ غیر محرم جیسے چچا کا بیٹا نہیں رکھ سکتا کذا فی الخلاصة و التاتارخانیة فرع مسائل متفرقه

شارح کا خرج بالولد ثم طلقها فطالبته برده ان اخراجه باذنها الا یلزمه رده و ان بغیر اذنها لزمه کما لو خرج به مع امه ثم رد ها ثم طلقها فعلیه رده بحر الرائق میں ظہیریہ اور منتقی سے منقول ہے کہ مرد نے عورت سے نکاح کیا بصرہ میں پھر وہ لڑکا جنی پھر صغیر کو مرد کوفہ میں لیگیا پھر عورت کو طلاق دی پھر مطالبہ کیا عورت نے صغیر کے پھیر دینے کا تو اگر مرد صغیر کو عورت کی اجازت سے کوفہ میں لیگیا ہے تو اسکو بصرہ میں عورت کے پاس پہونچا دینا لازم نہیں بلکہ عورت سے کہا جاویگا کہ اگر تو چاہتی ہے تو وہاں جا کر لے آ اور اگر بے اجازت اسکے لیگیا تھا تو صغیر کو پہونچا دینا ان کے پاس لازم ہو گا باپ پر جیسا کہ صغیر کو ساتھ اسکی ماں کے لیگیا تھا پھر ان کو کوفہ سے بصرہ واپس کر دیا پھر اسکو طلاق دی تو مرد پر لازم ہے پہونچا دینا صغیر کا ماں کے پاس کذا فی حاشیة المدنی

باب النفقة

ہی لغة ما ینفقه الانسان علی عیاله یہ باب ہے نفقہ کے احکام میں نفقہ لغت عرب میں اسکو کہتے ہیں جسکو خرچ کرے آدمی اپنے اہل و عیال پر و شرعا ہی الطعام و الکسوة و السکنی اور شرح میں نفقہ عبارت ہے طعام اور لباس و مکان سکونت سے یہ معنی شرعی بحر سے منقول ہیں کذا فی منح الغفار اور یہ تفسیر نفقہ کی باعتبار استعمال غالب کے ہے اور تفسیر عام نفقہ کی فتح القدیر میں یوں ہے کہ اصطلاح شرعی میں نفقہ شے کا عبارت ہے اس خرچ میں کرنے سے جس سے وہ شے باقی رہے تو اسمیں بہائم حلوکہ کا بھی نفقہ شامل ہو گیا و عرفا ہی الطعام اور عرف میں نفقہ فقط طعام ہی کو کہتے ہیں لہذا اکثر کتب فقہ میں نفقہ پر کسوت اور سکنی کو عطف کرتے ہیں اسواسطے کہ عطف مقتضی ہے مغایرت کا اور وجوب نفقہ کا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے حق تعالی نے آیت میں یوں ارشاد کیا کہ رزق اور کسوت زوجات کی ازواج پر ہے دستور کے موافق اور دوسری آیت میں فرمایا کہ رکھو عورتوں کو جہاں تم رہتے ہو اور تیسری آیت میں ارشاد ہوا چاہیے کہ مقدور والا اپنے مقدور سے خرچ کرے اور جسپر روزی تنگ ہو تو جسقدر خدا نے اسکو دیا ہے اتنا صرف کرے حق تعالی کسی جان پر مقدور سے زیادہ حکم نہیں فرماتا اور صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجة الوداع میں خطبہ کے اندر یہ مضمون بھی فرمایا کہ زوجات کا تم پر رزق واجب ہے موافق دستور کے اور اسی وجوب نفقات پر اجماع امت منعقد ہو گیا ہے کذا فی فتح القدیر و النفقة

الغیر تجب علی الغیر باسباب ثلثة زوجیة وقرابة وملک بدأ بالاول لمناسبته بما مر او لانها اصل الولد اور نفقہ غیر کا واجب ہوتا ہے غیر شخص پر
تین سبب سے ایک زوجہ ہونے سے اور دوسرا قرابت سے اور تیسرا مالک ہونے سے جیسے لونڈی غلام کا نفقہ یا ابو یوسف کے نزدیک بہائم مملوکہ کا نفقہ مصنف نے
پہلے زوجہ کا نفقہ بیان کیا بوسیلہ مناسبت ما قبل کے یعنی کتاب النکاح سے یہاں تک فقط زوجہ کے احکام بالاصالت مذکور ہوتے چلے آتے ہیں لہذا باب النفقۃ میں بھی
پہلے اسیکا ذکر کرنا مناسب تھا یا اسواسطے نفقہ زوجہ کی تقدیم کی کہ زوجہ اصل ہے ولد کی اور ولد شاخ ہے زوجہ کی تو نفقہ ولد سے نفقہ زوجہ کا مقدم ٹھہرا فتجب
للزوجة بنكاح صحيح فلو بان فساده او بطلانه رجع بما اخذته من النفقة بحر تو واجب ہے نفقہ زوجہ کا صحیح نکاح سے سو اگر فساد نکاح کا ظاہر ہوا اسطرح پر
کہ وہ معتدہ نکلے غیر کی یا بطلان نکاح ظاہر ہوا اسطرح پر کہ منکوحہ رضاعی بہن نکلی تو پھیر لے مرد اُس نفقہ کو جو عورت نے لیا ہے کذا فی بحر الرائق اسواسطے کہ
وہ شرعاً زوجہ نہیں تو اسکا نفقہ بھی واجب نہیں لیکن نکاح فاسد میں عدت واجب ہے اور نکاح باطل میں عدت نہیں اسواسطے کہ وہ زنا ہے اور زانیہ پر عدت
نہیں مطلقا وہی ہے کہا کہ بحر الرائق میں نفقہ پھیر لینا مذکور نہیں مگر نکاح باطل میں اور شبلی نے البتہ نکاح فاسد میں نفقہ پھیر لینا مذکور کیا ہے بشرطیکہ بحکم قاضی
نفقہ مقدم ہوا ہو اور اگر بے حکم قاضی زوج نے آپ نفقہ دیا ہو تو رجوع نہیں ہے یہ عالمگیری میں بھی مذکور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی علی الدر وجھا لانها جزاء الا
نفقہ زوجہ کا واجب ہے زوج پر اسواسطے کہ نفقہ بدلہ ہے احتباس کا یعنی زوج کے گھر میں مقید ہوتی تلاش معاش کو نہیں جا سکتی لہذا زوج پر اسکی خبرگیری ضروریات کی واجب
ہوئی یہ دلیل عقلی ہے وجوب نفقہ کی اور دلیل نقلی وہ ہے جو قرآن اور حدیث اور اجماع سے ترجمہ میں مذکور ہو چکی وکل محبوس لمنفعۃ غیرہ تلزمہ نفقتہ کمفت
وقاض وعامل ووصي زيلعي ومقاتلة قاموا بدفع العدو ومضارب سافر بمال مضاربة اور جو شخص کہ محبوس ہے غیر کی منفعت کیواسطے تو غیر پر اُس
محبوس کا نفقہ لازم ہوگا جیسے کہ مفتی اور قاضی اور زکوٰۃ کی تحصیل کا عامل تو نفقہ انکا بقدر کفایت انکی اور انکے اہل و عیال کے مسلمین کے بیت المال سے
واجب ہے اسواسطے کہ مفتی اور قاضی اور عامل صدقات مسلمین کی کارسازی میں مصروف اور محبوس ہیں اپنی تلاش معاش نہیں کر سکتے اور اسیطرح نفقہ
وصی کا میت کے مال میں واجب ہے اُس مدت تک کہ صغیر کے مہمات میں مصروف ہے کذا فی الزیلعی اور اسیطرح رزق مجاہدین کا بیت المال میں واجب ہے کہ دفع اعدا کا
دین پر وہ قائم اور مستعد ہیں اور جیسے مضارب کہ مضاربت کیواسطے سفر کیا تو مال مضاربت میں اسکی روزی واجب ہے ولا يرد الرهن لمنفعتها او اعتراض
نہ وارد ہوگا مرہون کا بسبب محبوس ہونے مرہون کے راہن پر مرتہن کی منفعت کیواسطے یعنے اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب قاعدہ یہ ہوا کہ جو کوئی غیر کی منفعت کے
واسطے محبوس ہو تو غیر پر اسکی روزی واجب ہے تو لازم ہے کہ اگر غلام یا گھوڑا مرہون ہو تو مرتہن پر اسکی روزی واجب ہوتی حالانکہ راہن پر واجب ہے نہ مرتہن پر شارح نے
اسکا جواب دیا کہ مرہون کی منفعت فقط مرتہن ہی کو نہیں جو اعتراض لگے بلکہ راہن اور مرتہن دونوں کو فائدہ ہے راہن کو یہ فائدہ ہے کہ بسبب رہن کے قرض ملا اور
مرتہن کو بسبب رہن کے اپنے مال ملنے پر تسکین کا فائدہ حاصل ہے تو جب دونوں کی منفعت ہوئی تو ساقط الاعتبار ہے لہذا مالک پر بسبب ملکیت کے نفقہ اسکا واجب
ہوگا نہ مرتہن پر ولو صغيرة جدا في ماله لا على ابيه الا اذا كان ضمنها كما مر في المهر اگرچہ زوجہ نہایت صغیر ہو نفقہ زوجہ کا واجب ہوگا اُسکے مال میں صغیر کے باپ پر
مگر اُس صورت میں باپ پر واجب ہوگا جبکہ وہ ضامن ہوا نفقہ کا چنانچہ باب المہر میں اسکا ذکر ہو چکا لا بقدر على الوطى لان المانع من قبله اگرچہ صغیرہ وطی پر
قادر نہیں نفقہ زوجہ کا واجب ہے اسواسطے کہ مانع وطی کا زوج کیطرف سے ہے نہ زوجہ کیطرف سے ہاں اگر زوجہ بھی صغیرہ لائق وطی کے نہوگی تو نفقہ واجب
نہوگا چنانچہ شارح قول آئندہ میں مذکور کریگا او فقيرا اگرچہ زوج فقیر محتاج ہو تو بھی نفقہ واجب ہوگا ولو كانت مسلمة او كافرة او كبيرة او صغيرة
تطيق الوطى او تشتهى للوطى فيما دون الفرج حتى لو لم تكن كذلك وكان المانع عنها فلا نفقة كما لو كانا صغيرين نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہے برابر ہے کہ
زوجہ مسلمہ ہو یا کافرہ کتابیہ خواہ کبیرہ ہو یا ایسی صغیرہ جو وطی کے لائق ہو یا ایسی صغیرہ کہ جماع کے سوا تقبیل اور مساس کے لائق ہو یہانتک کہ اگر تقبیل و مساس کے بھی
لائق نہوگی تو مانع استمتاع کا زوجہ کیطرف سے ثابت ہوگا تو اس صورت میں نفقہ اسکا زوج پر نہ واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم کے جیسا کہ اسطرح بھی نفقہ واجب نہیں

جبکہ زوج اور زوجہ دونوں بہ نیابت صغیر ہوں ہرچند صغیرین میں دونوں طرف سے مانع موجود ہے لیکن مانع صغیر کالمعدوم ہے اور مانع صغیرہ کا قائم ہے تو باوجود قیام مانع کے جانب صغیرہ سے مستحق نفقہ کی نہو گی کذا فی منح الغفار ناقلا عن النہایہ مصنف کو مناسب تھا کہ بجائے ولو کانت مسئلہ کے سوا ر کانت کہتا کما لا یخفی علی الماہرین لہذا مترجم نے ترجمہ اوسکا کیا فقیرۃ او غنیۃ موطؤۃ اولا کان الزوج صغیرا او کانت رتقاء او قرناء خواہ زوجہ محتاج ہو یا مالدار مدخولہ یا نہو اسیطرح ہے کہ زوج صغیر ہو یا زوجہ کی شرمگاہ بند ہو گوشت زائد یا ہڈی سے ہم اگر کوئی کہے کہ جب زوجہ بسبب باوتی ہڈی یا گوشت اندر کے لائق جماع نہوے تو مانع عورت ہی کیطرف سے ہوا تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ اسکا نفقہ زوج پر نہ ہو واجب اسکا جواب یہ ہے کہ مانع زوجہ کیطرف سے ثابت نہیں کیونکہ ایسی صورت میں تقبیل اور مساس وغیرہ سے منتفع ہو سکتا ہے اور نفقہ واجب تاہے احتباس منفعت سے مطلقا نہ بخصوص احتباس باوطی سے او معتوہۃ او کبیرۃ لا توطا و کذا صغیرۃ تصلح للخدمۃ او للاستیناس ان امسکها فی بیتہ عند الثانی واختارہ فی التحفۃ خواہ زوجہ بیہوش ہو یا ایسی کبیرہ کہ وطی کے لائق نہو اور اسیطرح اس زوجہ صغیرہ کا نفقہ واجب ہے جو لائق خدمتگاری یا موانست کے ہے اگر زوج اسکو اپنے گھر میں رکھے نزدیک ابو یوسف کے اور اسی قول کو پسند کیا ہے صاحب تحفہ او رفتاح نے کذا فی البحر الرائق ولو منعت نفسها للمهر دخل بها اولا ولو کلہ مؤجلا عند الثانی وعلیہ الفتوی کما فی البحر والنہر وارتضاہ محشی الاشباہ لانہ منع بحق فیستحق النفقۃ نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ اوسنے اپنی ذات کو روکا ہو یعنے وطی پر قادر نہونے دیتی ہو واسطے مہر معجل لینے کے باتفاق ائمہ ثلثہ خواہ مدخولہ ہو چکی ہو یا نہیں اگرچہ تمام مہر مؤجل ہو تو بھی منع نفس سے نفقہ ساقط نہیں ہوتا نزدیک ابی یوسف کے اسلئے کہ جب زوج نے مہر مؤجل کر دیا کچھ تھوڑا مہر بھی وصول کیا بالفعل نہ پایا تو اپنے حق استمتاع کے سقوط سے راضی ہوا اور اسی قول ابو یوسف پر فتوی ہے چنانچہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں ہے اور اشباہ کے محشی نے بھی اسکو پسند کیا ہے اسلیے کہ مہر لینے کیواسطے روکنا زوجہ کا حق واجبی ہے تو یا وجود اسکے بھی نفقہ کی مستحق ہوگی بقدر حالهما بہ یفتی ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ ولو موسرا وہی فقیرۃ لا یلزمہ ان یطعمها مما یاکل بل یندب نفقہ واجب ہے موافق حال زوجین کے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الہدایہ تو اگر زوج اور زوجہ دونوں مقدور والے ہیں تو نفقہ فراخی کے ساتھ واجب ہے اور اگر دونوں مفلس ہیں تو تنگی نفقہ کی لازم ہے اور اگر زوج کم مقدور ہے اور زوجہ مقدور والی ہے تو زوج مخاطب ہے بقدر مقدور کے دینے کا اور باقی نفقہ زوج پر دین ہوگا بوقت قدرت اسکو ادا کرے اور اگر زوج مقدور والا ہے اور زوجہ محتاج ہے تو لازم نہیں زوج پر کہ کھلاوے اسکو جیسے آپ کھاتا ہے بلکہ اپنا سا کھانا کھلانا مستحب ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب زوج اور زوجہ کا حال یکساں ہو تو ایک صاحب مقدور ہو اور دوسرا مفلس تو وہاں متوسط نفقہ واجب ہے یعنی مالدار عورت سے کم اور محتاج سے زیادہ کذا فی الدرر اور یہ قول مفتی بہ یعنی وجوب نفقہ بر عایت حال زوجین خصاف کا قول ہے اور کرخی نے کہا کہ وجوب نفقہ میں زوج کا حال معتبر ہے نہ زوجہ کا اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا ظاہر الروایۃ کی دلیل نص قرآنی ہے کہ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے اور جسپر رزق تنگ ہو وہ اسکے موافق دے ہدایہ میں قول مفتی بہ کیواسطے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہند بنت عتبہ نے کہا یا رسول اللہ ابو سفیان مرد بخیل ہے مجھکو اسقدر نہیں دیتا جو مجھکو اور میرے ولد کو کفایت کرے لیکن اگر اسکی نادانستگی میں لے لوں تو مجھکو کفایت کر سکتا ہے حضرت نے فرمایا کہ لے لیا کر جو تجھکو اور تیرے ولد کو کفایت کرے موافق دستور کے یعنے متوسط نہ زیادہ نہ کم تو اس حدیث میں حضرت نے عورت کے حال کو بھی معتبر کیا اور رعایت حال زوجین نص قرآنی کے بھی موافق ہے کہ زوج محتاج بقدر اپنی طاقت کے دیوے اور باقی نفقہ جو زیادہ ہے اسکے مقدور سے وہ اسپر دین رہیگا جب مقدور ہوگا تب ادا کریگا ولو ہی فی بیت ابیها اذا لم یطالبها الزوج بالنقلۃ بہ یفتی نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ زوجہ اپنے باپ کے گھر میں ہو بشرطیکہ زوج نے مطالبہ نقل مکان کا نکیا ہو اور سسرال میں استمتاع پر قادر رہتا ہو اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر الرائق اور اگر زوج بلاتا ہے زوجہ کو اپنے گھر میں اور وہ نہ آتی ہو یا سسرال میں دونوں میں خلوت نہوتی ہو تو نفقہ واجب نہوگا بسبب عدم تسلیم کے وکذا اذا طلبها

ولم تمتنع او امتنعت للمهر او مرضت فی بیت الزوج فان لها النفقۃ استحسانا لقیام الاحتباس وکذا لو مرضت ثم الیہ انتقلت او فی منزلها بقیت لنفسها مامنعت

وعليه الفتوى كما حرره في الفتح اور اسیطرح نفقہ واجب ہے جبکہ زوج نے زوجہ کو بلایا ہو اور اُسنے آنے سے انکار نکیا ہو یا انکار کیا ہو مہر معجل لینے کیواسطے
یا بیمار ہو گئی ہو زوج کے گھر میں اگرچہ بسبب بیماری کے لائق وطی کے نرہی ہو تو بھی وہ مستحق ہے نفقہ کی بدلیل استحسان کے بسبب قائم ہونے احتباس کے اور حاصل ہونے
استئناس کے وہ اسی جماع اور حفظ بیت کے اور اسیطرح واجب ہے نفقہ اگر بیمار ہوئی اپنے گھر میں پھر زوج کے گھر میں آئی یا اپنے گھر میں بیمار رہی اور زوج کو اُسنے یا
آنے سے مانع نہوئی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ فتح القدیر میں اسکو تحریر کیا ہے وفي الخانية مرضت عند الزوج فانتقلت لدار ابيها ان لم يمكن نقلها
بمحفة ونحوها فلها النفقة والالا كما لا يلزمه مداواتها اور خانیہ میں ہے کہ بیمار ہوئی زوجہ زوج کے پاس پھر آئی اپنے باپ کے گھر میں پھر زوج نے اپنے گھر میں بلایا
تو اگر ایسی بیمار ہو کہ ممکن نہو اُسکا لانا ڈولی وغیرہ کی سواری میں تو وہ نفقہ کی مستحق ہے اور اگر ڈولی میں آسکتی ہو اور نہ آوے تو اُسکا نفقہ لازم نہیں چنانچہ
زوج پر زوجہ مریضہ کی دوا علاج کرنا واجب نہیں اور نہ اجرت طبیب یا فصد کی واجب ہے كذا في العالمگیرية لا نفقة لاحدى عشر مرتدة ومقبلة ابنه ومعتدة
موت منكوحة فاسدة وعدته وامة لم تبوأ وصغيرة لم توطأ والخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود ولو بعد سفره خلافا للشافعي زوج پر
نفقہ واجب نہیں گیارہ عورتوں کا زوجہ مرتدہ کا اور اُس عورت کا جسنے زوجہ کے ولد کا بوسہ لیا ہو اور یہی حکم ہے جمیع اصول اور فروع زوج کی
تقبیل کا اور منکوحہ بنکاح فاسد کا اور منکوحہ عدت فاسد کا اور اُس لونڈی منکوحہ کا جسکے مولی نے اسکے واسطے علیحدہ مکان رہنے کو نہیں دیا اور زوجہ
صغیرہ کا جو لائق وطی اور خدمت اور موانست کے نہو اور نفقہ واجب نہیں اُس زوجہ کا جو نکل گئی زوج کے گھر سے ناحق بلا عذر شرعی اور ایسی عورت کو
شرع میں ناشزہ کہتے ہیں یہاں تک کہ زوج کے گھر میں پھر آوے تو ناشزہ نہ ہوگی اگرچہ بعد مسافرت کرجانے زوج کے گھر میں آئی ہو بخلاف مذہب شافعی کے کہ اُنکے
نزدیک اگر زوج کے روبرو گھر سے نکل گئی اور زوج نے سفر کیا پھر بعد اسکے زوجہ اپنے زوج کے گھر میں آئی تو نفقہ اُسکا واجب نہوگا تا وقتیکہ زوج گھر میں آوے كذا
في حاشية المدني عن حاشية البحر للرملي نشوز لغت میں عبارت ہے ناموافقت اور نافرمانی زوجہ سے اور اصطلاح فقہ میں عبارت ہے خروج ناحق اور منع نفس سے
اور یہ تفسیر خصاف سے منقول ہے كذا في البحر والقول لها في عدم النشوز بيمينها وتسقط به المفروضة لا المستدانة في الاصح كالموت اور قول زوجہ کا معتبر ہے عدم
خروج میں ساتھ قسم کے یعنے اگر زوج نے دعوی کیا زوجہ کے نشوز کا اور گواہ نہیں ہیں اور زوجہ منکر ہے نشوز کی اور قسم کھاتی ہے تو زوجہ ہی کا قول معتبر
ہوگا زوج پر نفقہ دینا لازم آویگا اور ساقط ہوتا ہے بسبب نشوز کے نفقہ مفروضہ نہ مستقرضہ قول اصح میں مانند موت کے یعنے اگر زوجہ کا نفقہ کچھ ٹھہر گیا ہو اور
چند ماہ اسپر گذر گئے اور اُسنے نہ پایا اور پھر وہ گھر سے نکل گئی تو وہ نفقہ ساقط ہوگیا اور اگر بوجہ غیبت زوج یا بحکم قاضی اُسنے نفقہ قرض لیا ہو اور
پھر نکل گئی تو یہ ساقط نہوگا زوج کو دینا پڑیگا اور یہی حال ہے موت کا خواہ زوج مرگیا ہو یا زوجہ کہ مفروضہ ساقط ہوگا نہ مستقرضہ كذا في حاشية المدني ناقلا
عن الذخيرة قيد بالخروج لانها لو مانعته من الوطي لم تكن ناشزة اور مقید کیا مصنف نے ناشزہ کو ساتھ خروج کے اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو گھر میں وطی
سے ممانعت کریگی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال قدرت زوج پر دلالت کرتا ہے چنانچہ باکرہ کی وطی نہیں ہوتی مگر زبردستی سے كذا في الزيلعي وشمل
الخروج الحكمي كان كان المنزل لها فمنعته من الدخول عليها فهي كالخارجة ما لم تكن سألته النقلة اور خروج ناشزہ کا خروج حکمی کو بھی شامل ہے چنانچہ مکان
عورت ہی کا ہو اور وہ زوج کو اپنے پاس نہ آنے دے تو یہ عورت برابر خارجہ کے ہے اُسکا نفقہ زوج پر لازم نہوگا جب تک کہ زوجہ نے زوج سے نقل مکان کا سوال
کیا ہو یعنے اگر زوجہ اپنے گھر میں رہتی ہو اور زوج سے کہے کہ مجھکو دوسرے مکان میں لیچل میں یہاں نہ رہونگی اور اگر زوج نے اسمیں توقف کیا ہو اور زوجہ نے
اس حالت میں اپنے پاس آنے سے روکا ہو تو نفقہ اُسکا ساقط نہوگا ولو كان فيه شبهة كبيت السلطان فامتنعت منه فهي ناشزة لعدم اعتبار الشبهة في زماننا
بخلاف ما لو خرجت من بيت الغصب او ابت الذهاب اليه او السفر معه او مع اجنبي بعثه لينقلها فلها النفقة اور اگر اُس گھر میں جسمیں زوج
نقل مکان کا ارادہ کرتا ہے شبہہ ہو معلوم نہیں کہ حلال مال سے بنا ہے یا حرام سے جیسے مکان بادشاہی سو عورت نے وہاں جانے سے

انکار کیا تو وہ عورت ناشزہ ہے بسبب معتبر ہونے شبہات کے ہمارے زمانہ میں یعنے پچھلا زمانہ بسبب کثرت بے دیانتی کے لائق نہیں کہ شبہات سے آدمی بچے حرام
خالص سے بچنا البتہ ضرور ہے علاوہ اسکے اجتناب شبہات مستحب ہے اور اطاعت زوج فرض ہے اور ترک فرض کا واسطے مستحب کے روا نہیں ہے بخلاف اسکے کہ زوج کے ساتھ غصب کے
گھر میں ہی پھر معلوم ہوا کہ یہ گھر غصب کا ہے سو وہ وہاں سے نکل گئی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ بعذر شرعی نکلی یا زوج غصب کے گھر میں تہا ہے اور وہاں زوجہ کو بلایا اور وہاں
جانے سے اُسنے انکار کیا یا زوج نے بلایا کہ سفر میں ساتھ لیجاوے اور اُسنے ساتھ جانے سے انکار کیا تو وہ ناشزہ نہیں اور اسکا نفقہ بقول مفتی بہ واجب ہے اسواسطے کہ سفر میں لیجانا بدون
مرضی زوجہ کے زوج کو جائز نہیں یا زوج سفر میں ہے اور اُسنے ایک اجنبی نامحرم کو بھیجا تا کہ زوجہ کو اپنے ساتھ لے آوے اور اُسنے اُسکے ساتھ جانے سے انکار کیا تو بھی وہ ناشزہ نہیں اور اُسکا نفقہ
زوج پر لازم ہے اسواسطے کہ نامحرم کے ساتھ عورت کو سفر کرنا جائز نہیں اور اگر سفر سے کم مدت ہے یعنے ایک منزل ہے اور محرم کے ساتھ جانے سے انکار کر گئی تو نفقہ ساقط ہوگا کذا فی
حاشیۃ المدنی وکذا لو اجرت نفسہا لارضاع صبی وزوجہا شریف لم تخرج وقیل تکون ناشزۃ اور اسیطرح نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگر اُسنے نوکری کرلی لڑکے کو دودھ پلانے کی اور زوج
اسکا شریف ہے کہ اسکو عار آتی ہے وہ دودھ پلانے کی نوکری سے اور حالانکہ زوجہ زوج کے گھر سے باہر نہیں نکلی بلکہ وہیں وہ بلاتی ہے تو ناشزہ نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عورت
بھی ناشزہ ہے اور اسی قول کو جسکو شارح نے ضعیف کہا ہے محشیوں نے قوی کہا ہے اس دلیل سے کہ نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہے پھر کیوں وہ ننگ و عار شریف زوج کو لگاتی ہے ولو
سلمت نفسہا باللیل دون النہار او عکسہ فلا نفقۃ لنقص التسلیم قال فی المجتبی وبہ عرف جواب واقعۃ فی زماننا انہ لو تزوج من المحترفات التی تکون بالنہار فی مصالحہا
وباللیل عنده فلا نفقۃ لہا انتہی قال فی النہر وفیہ نظر اور اگر زوجہ نے تسلیم کی اپنی ذات رات کو نہ دن کو یعنے رات کو زوج کے پاس رہتی ہے اور دن کو اپنے کاروبار کو
جاتی ہے یا بالعکس اسکے یعنے دن کو زوج کے پاس رہتی ہے اور رات کو اپنی ضروریات کیواسطے جاتی ہے تو اسکا نفقہ زوج پر لازم نہیں بسبب نقصان تسلیم کے اور مجتبی میں ہے کہ اس مسئلہ
سے معلوم ہوگیا جواب اس واقعہ کا جو ہمارے زمانہ میں پیش ہوا اسطرح کہ اگر پیشہ ور عورتوں سے نکاح کرے جیسے دائی جنائی یا مردہ شو یا مشاطہ جو دن کو اپنے کاموں میں رہتی ہیں
اور رات کو اپنے ازواج کے پاس رہتی ہیں تو انکا نفقہ ازواج پر لازم ہوگا بسبب نقصان تسلیم کے انتہی کلام المجتبی نہر الفائق میں کہا کہ اس جواب میں اعتراض ہے شارح نے اعتراض کو
بیان نہیں کیا حلبی محشی نے کہا وجہ اعتراض کی یہ ہے کہ قابلہ وغیرہ اپنے کسب میں معذور ہیں بخلاف اسکے جو بلا عذر رات یا دن کو تسلیم نفس کرے شیخ رحمتی نے اسکا
جواب دیا کہ کسب قابلہ وغیرہ کا عذر نہیں ہے اسواسطے کہ نفقہ عورت کا زوج پر لازم ہے تو وہ کسب سے منع کر سکتا ہے طحطاوی نے کہا کہ مغصوبہ اور محبوسہ اور حاجیہ باوجود معذور
ہونے کے بھی ساقط النفقہ ہیں بسبب عدم تسلیم کے تو ثبوت عذر وجوب نفقہ کی دلیل نہیں ہوسکتی ومحبوسۃ ولو ظلما الا اذا حبسہا ہو بدین لہ فلہا النفقۃ فی الاصح جوہرۃ
وکذا لو قدر علی الوصول الیہا فی الحبس صیرفیہ کحبسہ مطلقا قیدی عورت کا نفقہ زوج پر نہیں اگرچہ بظلم قید ہو اسواسطے کہ زوج کے احتباس اور قابو میں نہیں
مگر جبکہ زوج ہی نے اسکو قید کیا ہو بسبب اپنے قرض کے کہ عورت پر ہے تو اسکو نفقہ ملیگا قول اصح میں کذا فی الجوہرہ اور اسیطرح زوجہ محبوسہ نفقہ پاویگی
اگر زوج قیدخانہ میں اس تک پہونچ کر اُس پر قادر رہتا ہو کذا فی الصیرفیہ چنانچہ زوج کے قید ہونے میں نفقہ اس پر لازم ہے ہر طرح سے خواہ وہ ناحق قید ہوا ہو یا حق
عورت اس تک پہونچ سکتی ہو یا نہ اسواسطے کہ فوت احتباس اور عدم تسلیم یہاں عورت کیطرف سے نہیں علاوہ اسکے زوج کے گھر میں موجود بھی ہے اور وہ نکل
جانے سے اصلی بھی نہوگا تو فی الحقیقۃ احتباس قائم ہے لکن فی تصحیح القدوری لو حبس فی سجن السلطان فالصحیح سقوطہا لیکن تصحیح قدوری میں یوں ہے کہ اگر زوج
قیدخانہ سلطانی میں ہوگا تو قول صحیح یہ ہے کہ نفقہ ساقط ہے طحطاوی اور مدنی محشیوں نے تصریح کی کہ تصحیح قدوری میں مسئلہ قاضی خان سے منقول ہے حالانکہ
فتاوی ہندیہ یعنی عالمگیری میں اسکے مخالف ہے تو خطا نقل میں صاحب تصحیح قدوری سے ہے یا صاحب نہر سے جہاں سے شارح نے نقل کیا ہے اور صریح روایت مذہب اور قواعد مذہب کے منافی
ہے کہ زوج صغیر پر نفقہ واجب ہے باوجود عدم قدرت جماع کے اسواسطے کہ عورت کی طرف سے منع تسلیم نہیں تو محبوس سلطانی میں بطریق اولی واجب ہوگا ہم فتاوی قاضی خان اور
عالمگیری کو میں نے خود دیکھا فی الواقع تصحیح قدوری کے مخالف ہے عبارت قاضی خان کی یہ ہے وان حبس فی سجن السلطان ظلما اختلفوا فیہ والصحیح انہا تستحق النفقۃ یعنی زوج
محبوس قیدخانہ سلطانی میں بظلم تو اسمیں فقہا کا اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ زوجہ مستحق ہے نفقہ کی اور فتاوی عالمگیری میں یہی عبارت بعینہ مذکور ہے واللہ اعلم فی البحر عن الفتاوی انہ لو

حنیفۃ علیہا الفتنا وکیبس معہ عند لبثا خبرینا اور بحر الرائق میں حاوی الفتاوی سے منقول ہے کہ اگر زوجہ پر فساد کا خوف ہو تو وہ بھی قید کیے ہوئے ساتھ زوج کے
نزدیک نفقہ پانے کی خواہ زوجہ اسکو اپنے دین کے سبب سے قید کروایا ہو یا کسی غیر نے بشرطیکہ وہاں اجنبی مرد نہوں کذا فی حاشیۃ المدنی ومریضۃ لم تزف

ای لم یمکنہا الانتقال معہ اصلا فلا نفقۃ لہا وان لم تمنع نفسہا لعدم التسلیم تقدیرا بحر اور اس مریضہ کا نفقہ زوج پر نہیں جو بیماری کے سبب سے زوج کے گھر میں نہیں
آئی یعنی ایسی بیمار ہے کہ بعد نکاح کے ہرگز نہیں آسکتی زوج کے ساتھ تو اسکا نفقہ واجب نہیں اگرچہ وہ زوج کے گھر میں آنے سے انکار نکرتی ہو تو بھی نفقہ نہ واجب ہوگا
بسبب عدم تسلیم کے تقدیرا کذا فی البحر ومغصوبۃ کرہا اور اس زوجہ کا نفقہ زوج پر نہیں جسکو زبردستی کسی نے چھین لیا ہو اور ابو یوسف کے نزدیک نفقہ مغصوبہ کا لازم
زوج پر ہو اگر عورت رضامندی سے غاصب کے ساتھ چلی گئی تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وحاجۃ ولو نفلا لا معہ ولو بمحرم لفوات الاحتباس
اور اس زوجہ کا نفقہ نہیں جو حج کرنے گئی ہو اپنے زوج کے ساتھ اگرچہ محرم کے ساتھ گئی ہو اگرچہ نفل حج ہو نفقہ ساقط ہے بسبب نہ پائے جانے احتباس کے اور ابو یوسف کے نزدیک
اگر حج فرض ہوگا تو زوج پر نفقہ لازم ہے حلبی محشی نے کہا کہ شارح کو لازم تھا کہ لو نفلا کے مقام پر لو فرضا کہتا اسلیے کہ فرض حج کے جانے میں سقوط اور عدم سقوط
نفقہ میں اختلاف ہے اور نفل حج میں تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے ولو معہ فعلیہ نفقۃ الحضر خاصۃ لا نفقۃ السفر ولا الکراء اگر زوجہ زوج کے ساتھ حج کرنے کو چلی
تو زوج پر فقط نفقہ حضر کا واجب ہے نہ نفقہ سفر کا اور نہ کرایہ سواری کا کذا فی الدر امتنعت المرأۃ من الطحن والخبز ان کانت ممن لا تخدم او کان بہا علۃ فعلیہ ان
یاتیہا بطعام مہیا اگر انکار کیا عورت نے چکی پیسنے اور روٹی پکانے سے تو یہاں غور کرنا چاہیے اگر زوجہ ان لوگوں میں سے ہے جو ایسے کام نہیں کرتے چنانچہ عمدہ خاندان کی لڑکی

یا کہ زوجہ ہر چند ایسی ادنی نہیں لیکن اسکو ایسی بیماری ہے کہ اپنا کھانا پکا نہیں سکتی تو زوج پر واجب ہے کہ اسکو پکا پکایا کھانا طیار کردیوے والا بان کانت ممن تخدم نفسہا و
تقدر علی ذلک لا یجب علیہ اور اگر زوجہ ان عورتوں میں سے ہے جو اپنا کام آپ کرتی ہوں اور وہ بسبب عدم مرض کے قادر ہو آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر تو زوج پر پکا ہوا
کھانا دینا واجب نہیں بلکہ اسکو اناج دیدے وہ اپنے واسطے روٹی پکا لیا کرے اسواسطے کہ ایسے کام عورت پر باعتبار دیانت کے واجب ہیں اگرچہ قاضی اسپر جبر نہیں کرسکتا
سرخسی نے کہا کہ عورت پر جبر نہیں لیکن اگر عورت نے باوجود قدرت کے نپکایا تو اسکو سالن نہ دے کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی نے کہا کہ سرخسی کا مطلب یہ نہیں کہ
پکا ہوا سالن نہ دے بلکہ دودھ یا گھی نہ دے تاکہ روٹی بھگو کر کھا سکے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یجوز لہا اخذ الاجرۃ علی ذلک لوجوبہ علیہا دیانۃ ولو شریفۃ لانہ علیہ الصلوۃ

والسلام قسم الاعمال بین علی وفاطمۃ فجعل اعمال الخارج علی علی رضی اللہ عنہ والداخل علی فاطمۃ رضی اللہ عنہا مع انہا سیدۃ نساء العالمین اور جائز نہیں
زوجہ کو اجرت لینا اسپر یعنی آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر بسبب واجب ہونے ان اعمال کے اسپر باعتبار دیانت کے اگرچہ عورت شریف ہو اسواسطے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے امور خانگی کو علی مرتضی اور فاطمہ زہرا میں بانٹ دیے تو باہر کے کام جیسے اونٹ کو پانی پلانا اور بازار سے سودا کر لانا یہ علی مرتضی کے
ذمہ پر کردیے اور اندر کے کام جیسے چکی پیسنا اور روٹی پکانا اور گھر میں جھاڑو دینا یہ جناب فاطمہ زہرا کے ذمہ پر کردیے حالانکہ وہ تمام عالم کی
عورتوں کی سردار ہیں یہاں تک کہ عایشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبری اور مریم اور سارا اور آسیہ سے بھی وہ سیدہ افضل ہیں اسلیے کہ جگر پارہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں جو سید الخلق ہیں جبکہ پھر جناب اندر گھر کے کام سیدہ عالمیان کے ذمہ پر ہوئے تو اب کون شریف زادی عذر کر سکتی ہے لیکن چونکہ بعضے علماء
اعمال خارجی اور باطنی میں گفتگو کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ان کاموں کو سیدہ بنا بر عادت عرب کے کرتی تھیں نہ بحکم رسالت اور اسمیں بھی تامل ہے کہ
کار و بار خانگی بنا بر ضرورت افلاس یا عادت کے کرتی تھیں یا بنا بر حکم شرعی کے لہذا مجتہدین نے دیانۃ واجب کہا نہ قضاء اسلیے کہ جنکو یہ عادت نہیں
اپر سخت مصیبت ہے لہذا قاضی اپر جبر نہیں کرسکتا کذا فی حاشیۃ المدنی ویجب علیہ آلۃ الطحن وآنیۃ شرب وطبخ

سائر ادوات البیت کحصیر ولبد وطنفسۃ [illegible]
اور زوج پر واجب ہیں آلات پیسنے کے جیسے چکی اور موسل اور [illegible]

اور باقی سامان گھر کا جیسے چٹائیاں اور چارپائیاں اور نمدہ اور فرش جیسے دری شطرنجی اور وہ چیز جس سے عورت کے بدن کی صفائی ہو اور میل چھوٹے جیسے کنگھی اور اشنان جو ہندوستان میں گھاس ہے بال صاف ہو جاتے ہیں اُس سے یا کھلی یا صابون بطور عادت ہر ملک کے اور وہ چیز زوج پر واجب ہے جو عورت کی بغل کی گندگی کو دور کرے اور بچھونا سونے کی جو بتایا وہ واجب ہیں اور پورا بیان اسکا جوہرہ اور بحر الرائق میں ہے حاشیہ میں باقی مضمون جوہرہ کا یوں منقول ہے کہ مانند زادِ زینت کی چیز جیسے خضاب اور سرمہ سو زوج پر واجب نہیں اسکا اختیار ہے چاہے لے چاہے نہ لے جب لے تو عورت استعمال کرے اور خوشبو بھی زوج پر واجب نہیں مگر اسقدر کہ بساند دور کرے نہ زیادہ اس سے اور علاج بیماری کی اجرت طبیب فصاد اور پچھنے کی زوج پر واجب نہیں اور اتنا پانی دینا واجب ہے جس سے عورت اپنے کپڑے دھولے اور اپنے بدن کا میل چھوٹے اور نہا کر اور بحر الرائق کا باقی مضمون یہ ہے کہ زوج پر واجب ہے لکڑیاں جلانے کی اور صابون اور تیل چراغ کیواسطے اور پانی غسل اور وضو کا زوج پر واجب ہے کذا فی الظہیریۃ والولوالجیۃ اور یہ جو خلاصہ میں ہے کہ وضو کا پانی زوج پر فرض نہیں سو ضعیف روایت ہے وفیہ اجرۃ القابلۃ علی من استاجرہا من زوجۃ او زوج ولو جاءت بلا استیجار قیل علیہ وقیل علیہا اور بحر الرائق میں ہے کہ اجرت دائی جنائی کی اُسپر ہے جسنے اسکو بلایا یا مزدوری ٹھہرائی خواہ زوجہ یا زوج نے اور اگر دائی خود بلا درخواست آئی دونوں پر اسکی مزدوری محتمل ہے **وتفرض لہا الکسوۃ فی کل نصف حول مرۃ لتجدد الحاجۃ حرا وبردا** اور فرض ہے عورت کو پوشاک دینا ہر نصف سال میں ایکبار یعنی سال میں دو جوڑے کپڑے زوج پر فرض ہیں بسبب تجدد حاجت کے باعتبار گرمی اور سردی یعنی گرمی کی پوشاک جاڑے میں کام نہیں آسکتی اور جاڑے کی گرمی میں کام آتی ہے لہذا سال بھر میں دو بار پوشاک کی حاجت ہوئی ہے اور اگر قبل مدت کے کپڑے عورت کے پھٹ گئے تو اگر اُسنے موافق عادت کے احتیاط سے پہنے اور پھر پھٹ گئے تو زوج پر اور پوشاک دینا واجب ہوگا اور اگر خلاف عادت بے احتیاطی سے پہنے رہی تو زوج پر نئی پوشاک دینا واجب نہیں کذا فی العالمگیریۃ نقلا عن الجوہرۃ **وللزوج الانفاق علیہا بنفسہ** ولو بعد فرض القاضی خلاصۃ **الا ان یظہر للقاضی عدم انفاقہ فیفرض ای یقدر لہا بطلبہا مع حضرتہ ویامرہ لیعطیہا** ان شکت مطلہ ولم یکن صاحب مائدۃ لان لہا ان تاکل من طعامہ وتتخذ ثوبا من کرباسہ بلا اذنہ فان لم یعط حبسہ ولا تسقط عنہ النفقۃ خلاصۃ وغیرہا اور زوج کو جائز ہے نفقہ دینا عورت کو بذات خود یعنی اسکی ضروریات کا خرید کر دینا تاکہ عورت کو باہر نکلنے کی حاجت نہ پڑے اگرچہ خرید کر دینا بعد معین کر دینے قاضی کے ہو کذا فی الخلاصہ مگر یہ کہ قاضی کو ظاہر ہو نہ نفقہ دینا زوج کا تو اگر قبل اسکے قاضی نے نفقہ نہ معین کر دیا ہو تو اب عورت کا نفقہ ٹھہراوے دو شرط سے ایک شرط یہ کہ عورت کی درخواست سے معین کرے نہ بلا درخواست دوسری شرط یہ کہ بوقت حاضر ہونے زوج کے معین کرے اسواسطے کہ غائب پر حکم جائز نہیں اور بعد معین کر دینے نفقہ کے اگر نہ دینا معلوم ہو تو قاضی حکم کرے تاکہ زوج عورت کو نفقہ دیوے اگر شکایت کرے عورت اسکے ٹالنے اور دیر لگانے کی بشرطیکہ زوج سخی اور صاحب دسترخوان نہو اور اگر زوج سخی اور صاحب دسترخوان ہے کہ بہت لوگ اسکی کشادہ چشمی کے سبب سے اسکے دسترخوان پر کھاتے ہیں تو قاضی کو نفقہ دینے کا اسپر حکم کرنا نچاہیے اسواسطے کہ عورت کو بھی اختیار ہے کہ اُسکے کھانے میں کھا اور اسکے کپڑوں میں سے کپڑا لے لیا کرے بے اسکی اجازت کے اسواسطے کہ جو شخص سب اپنے ہوا اور سخاوت سے غیروں کو بلا وجوب کھلاتا اور پہناتا ہو وہ عورت کے نفقہ واجب میں کیونکر کمی کریگا پھر اگر بعد نفقہ دینے قاضی کے اور بعد حکم انفاق کے زوج سرکشی سے نہ دے تو قاضی اسکو قید کرے اُس قید ہونے سے بھی ایام ماسبق کا نفقہ زوج سے ساقط نہوگا کذا فی الخلاصہ وغیرہا **تو افی کل شہر ای کل مدۃ تناسبہ کیوم للمحترف وسنۃ للدہقان** اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی ہر مہینے کا نفقہ معین کرے مراد اسکی یہ ہے کہ ہر شخص کیواسطے وہ مدت ٹھہراوے جو مناسب حال اس شخص کے ہے چنانچہ پیشہ ور کیواسطے ایک دن کی مدت ٹھہراوے اور زمیندار اور کاشتکار کیواسطے سال بھر کی مدت ٹھہراوے اسواسطے کہ پیشہ ور جیسے لوہار اور بڑھئی اور مزدور روز کی محنت کر کے کماتے ہیں سو کھاتے ہیں تو قاضی ایسے لوگوں پر حکم کرے کہ نفقہ مفروضہ ہر روز دیا کریں اسواسطے کہ ان پیشہ وروں سے ایکبارگی مہینے بھر کا خرچ یکبارگی نہیں ہو سکتا بخلاف زمیندار کھیتی والے کے کہ وہ سال بھر کا خرچ دے سکتا ہے اور اگر زوج سوداگر ہے یا ایسا نوکر ہے جسکو بعد مہینے کے تنخواہ ملتی ہو اسپر مہینے بھر کا خرچ معین کرے کذا فی فتح القدیر وغیرہ تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کل شہر کا لفظ قید اتفاقی ہے نہ احترازی **ولہ الدفع کل یوم کما لہا الطلب کل یوم**

عند المساء لليوم الاٰتی اور زوج کو اختیار ہی ہر روز کا نفقہ دینے کا جیسے عورت کو اختیار ہی ہر روز طلب کرنے کا شام کے وقت دے اگلے دن کا نفقہ تاکہ فوراً پکا کر کھا لیوے اور
خلاصہ یہ ہی کہ مہینہ اور سال کی مدت نفقہ کیواسطے لازم نہیں کیونکہ اُسکا ترک جائز ہو بلکہ بنابر تخفیف زوجین کے ہی اور اگر وہ راضی ہوں کہ ہر روز دیا لیا کریں
تو بھی جائز ہو ولہا اخذ کفیل بنفقة شہر واکثر خوفاً من غیبتہ عند الثانی وبہ یفتی فتح وقیس سائر الدیون علیہ بہ افتی بعضہم جواہر الفتاوی من کفالۃ الباب الاول
اور زوجہ کو جائز ہو مہینہ بھر کے نفقہ یا زیادہ کا ضامن لینا بخوف غائب ہو جانے زوج کے یعنے اگر زوجہ ڈرے کہ زوج کہیں چلا جاویگا اور وہ زوج سے مہینہ یا سال کے
نفقہ کا ضامن مانگے تو ابی یوسف کے نزدیک یہ جائز ہوا اور اسی پر فتویٰ ہو کہ بجبر اُس سے ضامن لیا جاوے کذا فی فتح القدیر اور عورت کے نفقہ پر باقی دیون کو
قیاس کر تو جس دین پر غائب ہونیکا خوف ہو تو اُس سے ضامن لیا جاوے اور اسی پر بعضے فقہا نے فتویٰ دیا ہو چنانچہ جواہر الفتاوی کی کتاب الکفالت کے پہلے باب میں
یہ مذکور ہو فتح القدیر میں ہو کہ ابی یوسف کے نزدیک اگر عورت تمام عمر کے نفقہ کا یا ہر مہینہ کا تا بقائے نکاح ضامن طلب کرے تو صحیح ہو ولو کفل لہ کل شہر کذا ابداً
وقع علی الابد وکذا لولم یقل ابداً عند الثانی وبہ یفتی بحر اور اگر کوئی کفیل ہو زوج کا یعنے ہر مہینہ میں مقدار نفقہ یا آج ہمیشہ دیا کریگا زوج کو تو یہ ضمانت دائمی ہوگی یا
اسی طرح اگر ہمیشہ کا لفظ نہ کہا یعنے فقط اسقدر کہا کہ میں ہر مہینے میں اتنا دیا کرونگا زوجہ کو
اسیطرح دائمی ضمانت ثابت ہوگی نزدیک ابی یوسف کے
کیطرف سے تو یہ بھی دائمی ضمانت ہوا اور اسی پر فتویٰ ہو کذا فی البحر الرائق وفیہ علیہا دین لزوجہا لم یلتقیا قصاصاً الا برضاہ لسقوطہ بالموت بخلاف سائر الدیون
اور بحر الرائق میں ہو عورت نے طلب کیا قاضی سے کہ نفقہ معین کر دے اور زوج کا دین تھا عورت پر تو نفقہ اور دین زوج کا باہم بالکل مجرا نہونگے بدون رضامندی
زوج یعنے اگر زوج کہیگا کہ نفقہ کو میرے دین میں حساب کر لو تو البتہ برابر ہو جاوینگے اور بدون رضامندی زوج کے نفقہ اُسکے دین میں مجرا ہوگا اسواسطے کہ
نفقہ دین ضعیف ہی کہ موت سے ساقط ہو جاتا ہو بخلاف اور باقی دیونکے کہ وہ موت سے ساقط نہیں ہوتے تو وہ باہم حساب میں مجرا ہو جاتے ہیں خواہ
دونوں شخص باہم مجرا دیں یا نہ دیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر وفیہ اجرت دار اسکن زوجہا وہا لیسکنا وفیہ لا اجر علیہ اور بحر الرائق میں ہی کہ زوجہ نے
کرایہ دیا اپنا گھر زوج کو اور وہ دونوں اُسمیں رہتے ہیں تو کرایہ مرد پر نہ واجب ہوگا لیکن شارح نے اجارہ فاسدہ کے فروع میں حاشیہ اشباہ سے نقل کیا ہو کہ
فتویٰ اس روایت کے مخالف ہی یعنی زوج پر کرایہ اس صورت میں واجب ہو چنانچہ وہاں معلوم ہوگا ولو دخل بہا فی منزل کانت فیہ باجر فطولبت بعد سنۃ
فقالت لہ اخبرتک بان المنزل بالکراء وطلبت لا اجر فہو علیہا الانہا العاقدۃ بزازیۃ اور اگر زوج نے وطی کی زوجہ کے اس گھر میں جسمیں وہ بکرایہ رہتی تھی پھر
عورت سے کرایہ کا مطالبہ ہوا بعد سال کے سو اُسنے زوج سے کہا کہ میں تجھکو خبر دے چکی ہوں کہ یہ مکان کرایہ کا ہی اور کرایہ تیرے ذمہ پر ہی تو زوج پر
کرایہ لازم نہوگا زوجہ ہی پر لازم ہوگا اسواسطے کہ کرایہ ٹھہرانے والی وہی ہو نہ زوج کذا فی البزازیۃ ومفہوم انہا لو سکنت بغیر اجارۃ فی وقف او مال یتیم
او معد للاستغلال فالاجرۃ علیہ فلیحفظ اور مفہوم تعلیل عاقدہ ہونے کا یہ ہو کہ بدون اجارہ کے مکان وقف یا مکان مال یتیم میں یا اس مکان میں جو غلہ
رکھنے کیواسطے تیار ہوا زوجہ رہے تو اُسکا کرایہ زوج پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ زوجہ نے نہیں کیا اور سکنی زوجہ کا زوج پر لازم ہو لہذا زوج کو
اجرت دینا لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویقدرہا بقدر الغلاء والرخص ولا تقدر بدراہم ودنانیر کما فی الاختیار وعزاہ المصنف لشرح مجمع
للمصنف اور قاضی ٹھہرا دے نفقہ زوجہ کا بقدر گرانی اور ارزانی غلہ کے اور نہ اندازہ کرے نفقہ کا درہم اور دینار سے کذا فی الاختیار شرح المختار
اور مصنف نے اپنی شرح میں اس عدم تقدیر کی بات کی شرح مجمع کیطرف نسبت کیا ہو لکن فی البحر عن المحیط والمجتبی ان شاء القاضی فرضہا اصنافاً
او قومہا بالدراہم ثم یقدر بالدراہم لیکن بحر الرائق میں محیط اور مجتبی سے منقول ہو کہ اگر قاضی چاہے تو نفقہ کو قسم قسم مقرر کرے مثلاً گیہوں اتنے اور گوشت
اتنا اور گھی اتنا اور دال اتنی خواہ ہر روز کی تقدیر کرے خواہ مہینے خواہ سال کی علی حسب المناسب یا تمام ماکولات کی قیمت ٹھہرا دے درہم پھر نفقہ کا اندازہ درہم سے
کرے اور زوج کو حکم کرے کہ ہر مہینے یا ہر سال اتنے روپیہ زوجہ کو دیا کرے وفیہ لو قترت علی نفسہا فلہا ان ترفعہا للقاضی لتأکل ما فرض

لها خوفا علیها من الهزال فانه یفره کما لو ان یرفعها للقاضی للبس الثوب لان الزینة حقه اور بحر الرائق مین یہ ہی جبکہ قاضی نے زوجہ کا نفقہ معین
کر دیا پھر اگر زوجہ اپنی ذات پر جنت کرے اور جمع کرنے کی طمع سے کم کھاوے تو زوج کو جائز ہی کہ اسکی نالش قاضی کے پاس کرے تا کہ وہ اچھی طرح
کھایا کرے اسمین سے جو اسکے لیے مقرر ہو گیا ہی مبادا کہ نہایت ضعیف اور دبلی ہو جاے اسواسطے کہ لاغری زوجہ کی زوج کیواسطے مضر ہی کہ لائق رغبت اور شہوت
کے نہین رہتی چنانچہ جائز ہی زوج کو کہ اسکی نالش قاضی کے پاس پوشاک کیواسطے کرے کہ کیون پوشاک نہین پہنتی اور کیون میلی کچیلی رہتی ہی اسواسطے کہ
کرنا زوج کا حق ہی ہم جیسے عورت کو زینت کرنا مرد کیواسطے لازم ہی ویسے ہی مرد کو زینت شرعی کرنا عورت کیواسطے لازم ہی یعنی حجامت بنوانا اور مونچھ
کترونا اور بیچوں زیر ناف کا مونڈنا اور غسل کرنا اور موافق مقدور کے پوشاک پہننا ضرور ہی اسواسطے کہ جب عورت یا مرد بے سلیقگی سے ترک زینت کا کریگا تو دوسرے کو
خواہ مخواہ نفرت آویگی تو غیرون کی طرف نظر جانے لگیگی پھر وہ فساد دیکھو کہ خدا پناہ دے چنانچہ بنی اسرائیل مین مردون کے زینت ترک کرنے سے انواع زنا اسی
و رہتیں ہی بلکہ عورت کے حقوق سے یہ بھی ہی کہ مرد سرعت انزال سے آپ کو بچاوے اور اسکا خیال رکھے اسواسطے کہ عورت کو اکثر بعد دیر انزال ہوتا ہی عبد اللہ بن عباس
سے مروی ہی کہ مجھکو سر لگانا زوجہ کا پسند آتا ہی جیسا کہ اپنا سر لگانا پسند آتا ہی اور یہی مطلب اس آیت قرآنی سے مفہوم ہوتے ہین جو حق تعالی نے فرمایا کہ لهن مثل
الذی علیهن بالمعروف کہ عورتون کا حق مردون پر ویسا ہی جیسا کہ مردون کا حق عورتون پر بطریق مشروع کذا فی حاشیة الطحطاوی وتزاد فی الشتاء جبة وسراويل
اور شاید وہ کیا جاے موسم سرما مین جبہ اور پاجامہ۔ ان عورتون کے حق مین ہی جو فقط قمیص مین گذران کرتی ہین جیسے عرب کی گنوار عورتین جنکو بدوی کہتے ہین
اور جنکو مدام پاجامہ کی عادت ہی چنانچہ شرفاے ہند مین تو انکو سرما اور گرما مین پاجامہ دینا لازم ہی اور ظہیریہ مین منقول ہی کہ امام محمد نے پوشاک عورت کی سال بھر کی
بیان کی ہی کہ دو درع اور دو خمار اور ایک ملحفہ درع کرتہ گلے سے قدم تک اور خمار وہ جو سر پر اوڑھا جاتا ہی اور ملحفہ کی تفسیر مختلف ہی بعضے کہتے ہین چادر ہی جس سے
تمام بدن لپیٹکر عورت باہر نکلتی ہی اور بعضون کے نزدیک شب خوابی کا کپڑا اور خصاف نے بجاے درع کے قمیص کو ذکر کیا ہی درع اور قمیص حقیقت مین ایک ہی چیز کا نام ہی فرق اتنا
کہ درع وہ ہی جسکا چاک سینہ کیطرف ہو اور قمیص جسکا دونون مونڈھون کیطرف ہو کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر اور فتاوی عالمگیری مین ینابیع سے منقول ہی کہ لباس عورت کا
ہر وہ جو عادت کے موافق دستور کے جیسا کہ عورت کیواسطے مناسب باعتبار عادت گرمی و جاڑے کے لیکن عادت ہر ملک کے مختلف ہی تو ہر ملک مین ویسا ہی کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ
وہ لباس وہ ہی جس سے بدن چھپا رہے نہ لباس شیطانی جو لکھنؤ وغیرہ مین بالفعل رائج ہی کہ سر اور پیٹ بالکل کھلا رہتا ہی حق تعالی انکو حیا نصیب کرے ویدفع ما اذی حر وبرد
اور یہ لباس زیادہ کرنا چاہیے جاڑا اور گرما مین جس سے گرمی اور جاڑا دور رہے ولحافا وفراشا وحدها لانها ربما تعتزل عنه ایام حیضها ومرضها زیادہ دیا جاے ویا جاوے
لحاف اور بچھونا عورت کو علیحدہ یعنی سوا اس لحاف اور توشک کے جسمین زوج اور زوجہ باہم ملکر لیٹتے ہین علیحدہ اسواسطے دینا چاہیے کہ گاہے عورت جدا رہتی ہی زوج سے حیض کے ایام
یا بیماری کے دنون مین صحیح حدیث مین وارد ہی کہ ایک اوڑھنا بچھونا زوج کا اور ایک واسطے زوجہ کا اور تیسرا مہمان کیواسطے اور چوتھا شیطان کا یعنی فضول اور طلب لباس کے
ان قسمون کو یعنی کو قاضی مقرر کر دیوے اگر عورت درخواست کرے قاضی سے اسواسطے کہ یہ حق ہی زوجہ کا بدون اسکی نالش و درخواست کے حاکم پر ٹھہرا دینا لازم نہین
ويختلف ذلك يسارا واعسارا وحالا وبلدا اختيار اور مختلف ہوتی ہی یہ خوراک اور پوشاک باعتبار مقدور اور افلاس کے اور بنا بر موسم اور ملک کے کذا
فی الاختیار تو مقدور والے پر اسکے موافق خوراک اور پوشاک زوجہ کی واجب ہی اور مفلس پر اسکے موافق اور گرمی مین گرمی کے موافق اور سردی مین اسکے موافق جیسے
جس ملک کی عادت اور رواج ہو بشرطیکہ مخالف شرع شریف کے نہو ولیس علیه خفها بل خف امتها تجب اور واجب نہین مرد پر موزہ دینا عورت کا بلکہ اسکی لونڈی کا موزہ
واجب ہی اسواسطے کہ لونڈی باہر نکلتی ہی نہ زوجہ کذا فی المجتبی اگر مرد با مقدور ہو اور ملک کی رسم ہو کذا فی حاشیة المدنی وفی البحر واستفید من هذا انه لو كان
لها امتعة من فرش ونحوها لا يسقط عن الزوج ذلك بل يجب عليه تجديد ما يليق بها من فرش امتعتها ولا اضيافها فما جبرا عليها وذلك حرام كمنع كسوتها اهـ
اور بحر الرائق مین ہی کہ مستفاد ہوا اس سے یعنی وجوب لباس اور فرش سے ثابت ہوا کہ اگر عورت کے سامان اور اسباب ہوا از قسم فرش و ظروف

کے تو کبھی زوج سے اُسکا دینا ساقط نہوگا بلکہ واجب ہوگا اُسپر اور ہم نے دیکھا ہے بعضے مردوں کو کہ عورت کے فرش اور ظروف پر حکومت کرتے ہیں
اپنے واسطے اور اپنے مہمانوں کیواسطے عورت پر ظلم کر کے اور حالانکہ یہ زبردستی بیگانے مال پر حرام ہے جیسے اُسکی پوشاک لینا حرام ہے انتہی کلامہ لکن قدمنا فی المہر
عن المبتغی انہ لو زفت الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد الا اذا سکت انتہی وعلیہ فلو زفت الیہ لا یحرم علیہ الانتفاع بہ لانہ فی عرفنا یلتزمون کثرۃ المہر
لکثرۃ الجہاز وقلتہ لقلتہ ولا شک ان المعروف کالمشروط فینبغی العمل بما مر کذا فی النہر شارح کہتا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں باب المہر میں بحر الرائق سے ترجمہ
مبتغی کہ اگر نہ وجہ پہونچائی جاوے زوج کے پاس عورت اُسقدر جہیز کے جو اُسکے مناسب حال ہے تو زوج کو مطالبہ کرنا نقد مال کا زوجہ کے باپ سے پہونچتا ہے مگر اُس
صورت میں مطالبہ نہیں جب کہ زوج چند مدت چپ رہے تو اس تقریر پر یعنی جب زوج کو نقد کا مطالبہ نہوا تو اگر جہیز مع زوجہ کے ساتھ تھوڑا فرش و ظروف آئے تو
زوج پر اُنسے منتفع ہونا اور استعمال کرنا حرام نہوگا اسواسطے کہ ہمارے عرف اور رواج میں یعنی مصر میں کثرت مہر التزام کرتے ہیں بسبب زیادتی جہیز کے اور قلت
التزام کرتے ہیں اسواسطے قلت جہیز کے اور بلا شک جو چیز کہ مروج اور معروف ہے وہ مشروط کے برابر ہے تو لائق ہے عمل کرنا اُسپر جو مذکور ہو چکا یعنے عورت کے جہیز کا استعمال
مرد پر حرام نہیں کذا فی النہر الفائق اھ صاحب نہر کے کلام پر محشیوں نے بہت گفتگو کی ہے اور ذکر کرنا اسکا بتفصیل طوالت کلام کا موجب ہے خلاصہ یہ ہے کہ جہاں
بالیقین اسکا رواج ہو کہ مہر مقرری سے زیادہ جہیز دینے کیواسطے کچھ دیتے ہوں مثلاً مہر ان کا سو درم ہے اور زوج نے دو سو درم دیئے سو کے مہر اور سو کے جہیز اور زوجہ کے
باپ نے موافق سو کے جہیز دیا تو البتہ زوج کو استعمال کرنا اسباب جہیز کا بدون رضامندی زوجہ کے بھی جائز ہے اور اگر باپ اُسکا جہیز نہ دے یا سو سے کم دے تو البتہ اس
صورت میں زوج کو نقد مال کا باپ سے مطالبہ پہونچتا ہے اور اگر اس طرح کا معمول و رواج نہو تو جہیز کے اسباب کو اپنے صرف میں لانا زوج کو جائز نہیں ہے و نحو ذلک اسواسطے
کہ مالک جہیز کی زوجہ ہے نہ زوج ہاں کچھ البتہ اپنے باپ سے مطالبہ مہر کا اختیار ہے اگر وہ مہر چکا ہو زوج سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ عن فتاوی البحر ان تقدیر القاضی النفقۃ
حکم منہ قلت نعم لان الطلب التقدیر بشرطہ دعوی فلا تسقط بمضی المدۃ اور نہر الفائق اور بحر الرائق کی کتاب القضا سے منقول ہے کہ قاضی کا نفقہ مقرر کر دینا قاضی کا حکم ہے ان میں
یا نہیں میں کہتا ہوں کہ ہاں تقدیر قاضی کی حکم ہے اسواسطے کہ طلب کرنا تقدیر نفقہ کا اسکی شرط کے موافق یعنی زوج کے خصومت میں یہ دعوی ہے اور بعد دعوی کے مقرر کر دینا قاضی کا اُسکا
نام حکم ہے پھر جب یہ حکم ہوا تو نفقہ ساقط نہوگا مدت گذرنے سے یعنی اگر چند مدت زوج نہ دیگا تو وہ زوج کے ذمہ سے ساقط نہوگا بلکہ اُسکو گذشتہ کا نفقہ دینا لازم ہوگا ولو فرضت لہا
کل یوم او کل شہر ہل یکون قضاء ما دام النکاح قلت نعم الا لمانع ولذا قالوا الابراء قبل الفرض باطل وبعدہ یصح عن الماضی ومن شہر مستقبل اور جبکہ بتقدیر قاضی نفقہ معین ہو گیا
عورت کیواسطے ہر دن کا یا ہر مہینے کا تو یہ حکم قضا بقائے نکاح تک رہیگا یا ایک دن یا ایک مہینے تک ہے کہتا ہوں کہ ہاں یہ حکم تا بقائے نکاح زوجین میں جاری چلا جاویگا مگر بسبب
مانع کے البتہ موقوف ہو جاویگا چنانچہ نشوز سے نفقہ ساقط ہو جاویگا باوجود قائم رہنے نکاح کے اور چونکہ تقدیر قاضی سے نفقہ مقرر ہو جاتا ہے لہذا فقہا نے کہا ہے
کہ ابرا کرنا نفقہ سے قبل معین کرنے قاضی کے یا قبل تراضی طرفین کے باطل ہے اسواسطے کہ ابرا نہیں ہوتا مگر دین لازم سے اور دین نفقہ کا بدون حکم قاضی یا بدون تراضی طرفین کے
نہیں ہوتا اور قاضی کے معین کرنے یا تراضی طرفین کے بعد ابرا کرنا نفقہ زمان ماضی اور ماہ مستقبل سے صحیح ہے اسواسطے کہ ابرا بعد الوجوب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر
والنہر قلت لو شرط فی العقد ان النفقۃ تکون من غیر تقدیر لہ الکسوۃ کسوۃ الشتاء والصیف لم یلزم فلہا بعدہ طلب التقدیر فیما یہاں تک کہ اگر زوج نے نکاح میں
شرط کی کہ نفقہ بقدر ضرورت ہو بلا تقدیر یعنے نہایت قلیل بقدر ضرورت اور اسیطرح لباس میں شرط کی کہ ایک ہی لباس ہوگا گرمی اور جاڑے میں تو یہ شرط لازم
نہوگی تو عورت کو اختیار ہے کہ بعد اس شرط کے بھی نفقہ اور لباس میں قاضی سے درخواست تقدیر کی کرے اسواسطے کہ یہ شرط حکم قاضی کے بدلنے کی
شرط کی ہے کہ ہمیشہ واجب نہیں ہوا اور یہ بحث ہے صاحب بحر کی روایت صریح نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو حکم بموجب العقد مالکی یری ذلک فللحنفی تقدیرہا
لعدم الدعوی والحادثۃ اور اگر بموجب عقد مشروط کے حکم کیا قاضی مالکی نے جو ایسی شرط کو صحیح جانتا ہے تو قاضی حنفی کو تقدیر نفقہ کی جائز ہے بسبب نہ پائے
جانے دعوی اور حادثہ کے ہم صاحب بحر الرائق نے کہا کہ میں نے یہ مسئلہ صریح نہیں دیکھا لیکن فصول عمادی اور بزازیہ کی کتاب القضا میں لکھا ہے کہ حکم قاضی کا

مذہب کو نہیں بتاتا مگر اس شرط سے کہ قاضی نے حکم کیا ہو بعد دعوی صحیح کے حادثہ مدعی اور مدعا علیہ میں قضیہ مقتضی ہی کہ بعد حکم قاضی مالکی کے بھی حنفی کو تقدیر جائز ہو
اسواسطے کہ یہ مسئلہ اس صورت میں مفروض ہی کہ قاضی مالکی نے روبرو عقد اور شرط واقع ہوئی اور قاضی نے اسکی صحت کا حکم کیا تو یہاں خصومت اور دعوی پہلے نہیں واقع
ہوا کہ قاضی مالکی کا حکم نافذ ہو کر رافع اختلاف کا ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو حکم الحنفی بتقدیرھا دراھم ھل للشافعی بعدہ ان یحکم بالتموین قال الشیخ قاسم فی موجبات
الاحکام لا وعلیہ فلو حکم الشافعی بالتموین فلیس للحنفی الحکم بخلافہ فلیحفظ نعم لو اتفقا بعد الفرض علی ان تاکل معہ تموینا بطل الفرض السابق لرضاھا بذلک
باقی رہا یہ امر کہ اگر حکم کیا قاضی حنفی نے تقدیر نفقہ کا دراہم سے یعنے طعام کی نقدی مقرر کردی تو شافعی قاضی کو بعد اسکے تموین کا حکم کرنا یعنی قلیل
بقدر ضرورت کے نفقہ کا حکم کرنا جائز ہی یا نہیں کہا شیخ قاسم نے موجبات الاحکام میں کہ جائز نہیں اور بنا بر اسی عدم جواز کے اگر پہلے حکم کرچکا قاضی شافعی
تموین کا تو قاضی حنفی کو حکم کرنا اسکے مخالف جائز نہیں ہو واسطے کہ جب حکم اول جامع شروط رافع اختلاف کا ہوچکا تو اب حکم ثانی اسکو توڑ نہیں سکتا سو اسکو
یاد رکھنا چاہیے ہاں اگر زوج اور زوجہ دونوں بعد تقدیر نفقہ کے راضی ہوگئے کہ زوجہ زوج کے ساتھ بقدر ضرورت کے کھاوے تو باطل ہوجاویگی تقدیر سابق یعنے
جو قاضی نے نفقہ مقرر کردیا تھا سو اسکا حکم موقوف ہوجاویگا اسواسطے کہ زوجہ اسی پر راضی ہوگئی وہ مثل مشہور یہاں صادق آئی کہ جو رو خصم راضی تو کیا کریگا قاضی
لیکن اگر بعد اسکے پھر راضی نہوگی زوج کے ساتھ کھانے سے تو نفقہ مفروضہ پھر عود کریگا اسواسطے کہ حکم قاضی کا مادام النکاح جاری ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی المرجتبہ قدر کسوتہا
دراہم ورضیت فقضی بہ ھل لہا ان ترجع وتطالب بالثوب فما اجاب نعم اور سوال یہ ہی کہ عورت کی پوشاک میں درہم مقرر ہوگئے اور وہ راضی ہوگئی اور موافق اسکے
قاضی کا حکم بھی ہوگیا تو اب عورت کو اس سے پھرنا اور پوشاک میں کپڑا طلب کرنا درست ہی یا نہیں جواب یا کہ ہاں درست ہی وقالوا ما بقی من النفقۃ لہا فیقضی
بالاخری بخلاف اسراف وسرقۃ وھلاک ونفقۃ محرم وکسوۃ الا اذا تخرقت بالاستعمال المعتاد واذا استعملت معھا اخری فیفرض اخری اور فقہا نے کہا ہی کہ جتنا
بچ رہیگا نفقہ مفروضہ سے وہ عورت کا مملوک ہی تو اسکو اور نفقہ قاضی دلادیگا یعنی مثلاً قاضی نے دس درم ماہ رمضان کا نفقہ مقرر کردیا یا زوج نے
اپنی خوشی دس درم مہینہ مقرر کردیا اور عورت نے پانچ درم میں رمضان کو بسر کردیا پانچ درم بچ رہے تو اسکی مالک عورت ہی ماہ شوال میں یہ درم باقیماندہ
مجرا نہونگے بلکہ ماہ شوال میں اور دس درم کا قاضی حکم کریگا بخلاف فضول خرچی اور چوری اور ہلاکی اور نفقہ محرم اور لباس کے یعنی اگر عورت نے
فضول خرچ کیا کہ مثلاً مہینے بھر کے خرچ کو دس دن میں اٹھا ڈالا یا نفقہ چوری ہوگیا یا گم ہوگیا تو زوج پر اور نفقہ دینا لازم نہوگا اور اگر قریب محرم کا
نفقہ بچ رہیگا تو مدت آیندہ میں مجرا ہوگا دوسرا نفقہ دینا لازم نہوگا اور اسیطرح اگر قاضی نے سال بھر کی پوشاک زوجہ کو دلادی اور چار پانچ مہینے میں
کپڑے پھٹ گئے تو قاضی زوج سے دوسری پوشاک نہ دلاویگا مگر جبکہ پوشاک پھٹ گئی ہو استعمال معتاد سے موافق عادت اور رواج کے باحتیاط استعمال ہوئی
اور باوجود اسکے پارہ پارہ ہوگئی تو اس صورت میں دوسری پوشاک دلائی جاویگی یا عورت نے اس پوشاک کے ساتھ اپنی دوسری پوشاک بھی استعمال کی اور دونوں پوشاکیں
سال کے اندر ہی پارہ پارہ ہوگئیں جسکے واسطے دوسری پوشاک مقرر کیجاویگی اسواسطے کہ ان دونوں صورتوں میں تجویز قاضی کی خطا ظاہر ہوگئی کہ اتنی پوشاک اتنی مدت میں عورت
کیواسطے کافی نہ تھی تو اسکو دوسری پوشاک لازم ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ویجب لخادمھا المملوک لہا علی الظاھر ملکا تاما ولا شغل لہ غیر خدمتہا بالفعل فلو لم یکن فی ملکہا
او لم یخدمہا لا نفقۃ لہ لان نفقۃ الخادم بازاء الخدمۃ اور نفقہ واجب ہی ظاہر الروایۃ میں زوجہ کے خادم مملوک کا جسپر پوری ملکیت ہو اور کچھ کام نہو خادم کو سوا اسکی خدمت کے
تو اگر خادم مملوک نہو زوجہ کا یا مملوک ہو مگر بالفعل خدمت نکرتا ہو تو وہ نفقہ نپاویگا اسواسطے کہ نفقہ خادم کا بمقابلہ خدمت ہی پھر جب خدمت نہیں تو نفقہ بھی نہیں پس اگر زوجہ کا
خادم مکاتب ہی تو بھی اسکا نفقہ نہیں اسواسطے کہ مکاتب میں پوری ملکیت نہیں ہی لو جاءھا بخادم لم یقبل منہ الا برضاھا فان ملک اخراج خادمہا بل بانزاد حلبیہ بحث شا
لو جہتہ ولا انہ جوہرہ لعدم ملکہا اور اگر زوج خادم کو لایا زوجہ کیواسطے تو زوج کا خادم نہ مقبول ہوگا بدون رضامندی زوجہ کے تو زوج مالک نہوگا زوجہ
خادم نکالنے پر بلکہ جو خادم کم ایکسے زیادہ ہو اسکا نکال دینے پر زوج کو اختیار رہیگا کذا فی البحر سکتا لا روایۃ زوجہ کے خادم کا نفقہ دیگا اگر زوجہ نہ لونڈی کی کذا فی الجوہرہ بسبب عدم

ملکیت لونڈی کے موسر لا معسر فی الاصح والقول له فی الاعسار لو برهنا فبینتها اولی خانیة فرد یکھے خادم کا نفقہ اسوقت واجب ہوگا جبکہ زوج مقدور والا ہو نہ مفلس
قول اصح میں اور قول اُس زوج ہی کا معتبر ہوگا اظہار تنگی و افلاس میں اور اگر دونوں گواہ گذرانیں تو جو گواہ ہوں کہ مقدور زوج کا ثابت کرتی ہو اور زوج گواہ ہوں کہ افلاس
ثابت کرتا ہو تو عورت کے گواہ زیادہ تر لائق اعتماد کے ہونگے کذا فی الخانیة ولو له اولاد لا یکفیهم خادم واحد فرض علیه لخادمین او اکثر اتفاقا فتح اور اگر زوج کے
چند لڑکے ہوں جنکو ایک خادم کفایت نکرتا ہو تو زوج پر دو خادم یا زیادہ کا نفقہ بقدر حاجت مقرر کیا جاویگا بالاتفاق کذا فی فتح القدیر عن الثانی فیحتاج ذات
الیه بخدم کثیر استحقت نفقة الجمیع ذکره المصنف ثم قال فی البحر عن الغایة وبه قال فی الظهیریة ویفرض علیه نفقتها دونها وانکانت من الاشراف فرض نفقة
خادمین وعلیه الفتوی اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ عورت مالدار پہونچائی گئی زوج کے پاس بہت خادموں کے ساتھ تو شایان ہوگی نفقہ کی عورت مستحق ہوگی چنانچہ اس
روایت کو ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا اور بحر الرائق میں غایۃ البیان سے منقول ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہیں کہا صاحب ظہیریہ نے اور سراجیہ میں کہ زوج
نفقہ ایک خادم کا فرض ہوا اور اگر عورت منجملہ اشراف ہے تو دو خادم کا نفقہ فرض ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر الروایت میں نفقہ ایک خادم کا مذکور ہے لیکن فتوی
ابو یوسف کے قول پر ہے اور اگر عورت کے پاس خادم مملوک نہو تو زوج پر لازم نہیں کہ اسکے واسطے خادم نوکر رکھے بلکہ یا بازار سے سودا خرید کر لا دینا زوج پر لازم ہوگا کذا فی
حاشیة المدنی ناقلا عن السراجیة ولا یفرق بینهما بعجزه عنها بانواعها الثلثة ولا بعدم ایفائه لو غائبا حقها ولو موسرا اور نہ جدائی کیجاویگی دونوں میں بسبب عاجز
ہونے زوج کے تینوں قسم کے نفقہ سے یعنی طعام اور لباس اور سکنی سے اور نہ جدائی ہوگی اگر زوج غائب ہو اسکے عدم ایفاء حق زوجہ اگرچہ زوج مالدار ہو یعنی اگر زوج سفر میں ہو
اور زوجہ کو خرچ نہ بھیجتا ہو باوجود مقدور کے تو بھی قاضی دونوں میں تفریق نہیں کر سکتا وجوزه الشافعی باعسار الزوج وبتضررها بغیبته ولو قضی به حنفی لم ینفذ
نعم لو امر شافعیا فقضی به نفذ اذا لم یرتش الآمر والمأمور اور جائز رکھی ہے امام شافعی نے تفریق زوجین کی زوج کے افلاس سے اور بسبب ضرر پہونچنے عورت کے زوج کے
غائب ہونے سے اور اگر حکم کرے قاضی حنفی تفریق زوجین کا بسبب افلاس یا غائب ہونے زوج کے تو اسکا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ اپنے خلاف مذہب حکم کرنا جاری نہیں ہوتا
ہاں اگر حکم کرے قاضی حنفی شافعی مذہب کو پھر شافعی تفریق کا حکم کرے تو نافذ ہوگا بشرطیکہ رشوت نہ لی ہو آمر اور مامور نے کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ رشوت کا
حکم نافذ نہیں ہوتا اور دوسری شرط نفاذ حکم کی یہ ہے کہ قاضی حنفی کو اجازت ہو حاکم کیطرف سے تفویض حکم کی یعنی اختیار ہو کہ جسکو چاہے حکم کرنا سپرد کرے تب
مامور کا حکم نافذ ہوگا لیکن یہ نفاذ حکم بھی بقول صحیح زوج حاضر کے افلاس پر ہوگا نہ زوج غائب کے افلاس پر اگرچہ قضیہ گواہ گذرانے ہوں افلاس زوج غائب پر
اسواسطے کہ افلاس امر مقدور سریع الزوال ہے اور سریع الحصول امر ہے شاید کہ بعد شہادت شاہدوں کے سفر میں زوج مالدار ہوگیا ہو تو غائب کے افلاس پر حکم کرنا نافذ نہیں
ہوسکتا اگرچہ قاضی شافعی المذہب نے حکم کر دیا ہو اسواسطے کہ قضا علی الغائب شافعی کے نزدیک وہاں جائز ہے جہاں شہود کا ثابت ہو گیا ہو سو یہاں ثابت نہیں
ہوسکتا کہ شاید وقت قضا زوج غائب مالدار ہوگیا ہو کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر والذخیرة وبعد الفرض یأمرها القاضی بالاستدانة لتحیل علیه ان
ابی الزوج اما بدون الامر فترجع علیها وہی علیه ان صرحت بانها علیه او نوت ولو انکر نیتها فالقول لها مجتبی اور بعد فرض کرنے نفقہ کے زوج مفلس یا غائب پر
حکم کرے قاضی عورت کو قرض لینے کا تا کہ حوالہ کرے ادائے قرض کا زوج پر یعنی جس سے قرض لے عورت اسسے کہدے کہ میں تجھسے بحکم قاضی قرض لیتی ہوں تو اپنا قرضہ
بعد زوج سے پھر لیجو اگرچہ زوج عورت کے قرض لینے سے راضی نہو اور قاضی کے بدون حکم اگر عورت قرض لیگی تو قرضخواہ والا اپنا قرض عورت سے لیگا اور عورت زوج سے
پھر لیگی بشرطیکہ عورت نے قرض لیتے وقت تصریح کر دی ہو کہ میں زوج پر قرض لیتی ہوں یا اپنے دل میں اسکی نیت کر لی ہو اور اگر زوج عورت کی نیت کا انکار کرے یعنی یوں کہے
کہ غلط ہے تو نے قرض لیتے میری نیت نہیں کی تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا کذا فی المجتبی فتجب الادانة علی من تجب علیه نفقتها لو لا الزوج کاخ وعم و
لاخ ونحوه اذا امتنع لانه یحبس المعروف زیلعی والاختیار فتح اور واجب ہے قرض دینا اسپر جسپر عورت کا اسکے چھوٹے لڑکے کا نفقہ واجب ہے اگر زوج نہوتا [illegible]
بھائی عورت کا یا چچا اور قید کیا جاویگا بھائی اور جو اسکے مانند ہے جبکہ وہ قرض دینے سے انکار کرے اسواسطے کہ وہ معروف و احسان [illegible]

فروع مین ہم زیلعی نے کہا کہ اختیار شرح مختار مین ہے کہ اگر عورت کا زوج مفلس ہو اور اُسکا بیٹا دوسرے زوج سے مالدار ہو یا بھائی مالدار ہو تو نفقہ
عورت کا زوج پر واجب ہوا اور حکم کیا جاویگا عورت کے بھائی یا بیٹے پر کہ نفقہ دے عورت کو اور جب اُسکے زوج کو مقدور ہو تو اُس سے اپنا قرض لے جتنا
کہ عورت کو دیا ہو اور اگر بھائی یا بیٹا خرچ دینے سے انکار کرے تو مقید ہوگا اسواسطے کہ ایسے حال مین بطور قرض دینا ہے اور مشہور ہے تو اس واسطے معلوم ہوا کہ
قرض دینا عورت کے نفقہ کیواسطے جبکہ عورت اور اُسکا زوج مفلس ہو واجب ہے اُس شخص پر جسپر نفقہ عورت کا واجب تھا اگر زوج عورت کا نہ تھا اور اسیطرح اگر زوج
مفلس کی اولاد صغیر ہو اور اُسکو اُنکے خرچ کی طاقت نہ ہو تو واجب ہوگا نفقہ اولاد صغار کا اُسپر جسپر صغار کا نفقہ واجب ہوتا اگر اُنکا باپ نہوتا جیسے اُنکے بھائی اور چچا پھر جب
صغار کا باپ مقدور والا ہو تو جسقدر اُنکو کھلایا پہنایا ہو واپس لے گا کذا فی حاشیۃ المدنی **فقضی بنفقۃ الاعسار ثم ایسر فخاصمتہ تمم نفقۃ یسارہ فی المستقبل** قاضی نے
حکم کیا زوج پر نفقہ افلاس کا بسبب مفلس ہونے زوج کے پھر بعد اُسکے مالدار ہو گیا اور عورت مفلس تھی ہی پھر جھگڑا کیا عورت نے زوج سے تو نفقہ مین تمام پورا کرے قاضی نفقہ کو موافق
مقدور زوج کے آیندہ کیواسطے اور زمان گذشتہ کیواسطے نفقہ یسار زوج سے مراد یہان نفقہ متوسط ہے اسواسطے کہ جب زوج مالدار ہو اور زوجہ مفلس یا بالعکس تو موجب فتوی کے متوسط نفقہ واجب ہے اور
اگر مصنف یون کہتا کہ بعد مقدور ہونے کے نفقہ متوسط واجب ہے جیسا کہ قول آیندہ مین ہے تو واضح تر ہوتا کذا فی حاشیۃ الحلبی **وبالعکس ای حسب الوسط کما مر** یا بالعکس یعنی زوج
اور زوجہ دونون مالدار تھے سو قاضی نے نفقہ یسار کا حکم کردیا تھا پھر زوج مفلس ہو گیا تو اب متوسط نفقہ واجب ہوگا یعنے مالدار عورت سے کم اور مفلس عورت سے زیادہ تو زوج مفلس بقدر وسعت کے
دیگا اور باقی اُسپر قرض رہیگا مقدور ہونے تک چنانچہ شروع باب مین اسکا بیان گذر گیا **صالحت زوجہا علی نفقۃ کل شہر علی دراہم ثم قالت لا تکفینی زیدت** مصالحہ
کرلیا عورت نے اپنے زوج سے عوض نفقہ ہر مہینے کے چند درہم پر پھر عورت نے کہا کہ مجھکو اسقدر درہم کفایت نہین کرتے ہین تو زیادہ کردئے جاوینگے ھو ظاہر عبارت اُسپر دلالت
کرتا ہے کہ بمجرد دعوی کے بدون ثابت کرنے قاضی کے غلہ کے نرخ مین اُوتی ہوگی حالانکہ ایسا نہین بلکہ قاضی نظر کرے سو اگر دراہم متعین ہین تو اُسکے دعوی کو سنے
والا بقدر کفایت زیادہ کردے چنانچہ فتاوی مین ہے کہ اگر زوجہ نے مصالحہ کیا زوج سے اسقدر پر کہ اُسکو کفایت نہین کرتا تو عورت کو اس صلح سے پھرنا اور بقدر کفایت کے
طلب کرنا جائز ہے اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ جب قاضی نے عورت کا نفقہ معین کردیا پھر غلہ گران ہو گیا یا سستا ہو گیا تو قاضی اُسکو بدل ڈالیگا کذا فی حاشیۃ المدنی
ولو قال الزوج لا اطیق ذلک فھو لازم فلا التفات لمقالتہ بکل حال اور اگر عورت سے مصالحہ کیا نفقہ کا دراہم پر پھر زوج نے کہا کہ مجھکو اسقدر درہم دینے کی طاقت
نہین تو یہ صلح لازم ہے تو کچھ التفات نکیا جاویگا اُسکے قول پر کسی حال مین اپنا مقدور ظاہر کرے یا نکرے اسواسطے کہ مصالحہ پر راضی ہونا دلیل ہے کہ قادر ہے اُسپر **الا اذا تغیر سعر الطعام
وعلم القاضی ان ما دون ذلک الصلح یکفیہا فحینئذ یفرض کفایتہا** نقلہ المصنف عن الخانیۃ وفی البحر عن الذخیرۃ الا ان یتعرف القاضی عن حالہ
بالسوال من الناس فیوجب بقدر طاقتہ مگر جبکہ بدل جاوے نرخ غلہ کا اور جانے قاضی کہ جسقدر پر صلح ہو گئی ہے اُس سے کمتر نفقہ عورت کو کفایت کرتا ہے تو اسوقت مین
قاضی بقدر کفایت عورت کے مقرر کرے نقل کیا ہے اُسکو مصنف نے اپنی شرح مین خانیہ سے اور بحر الرائق مین ذخیرہ سے منقول ہے کہ مصالحہ زوج پر لازم ہے مگر یہ
کہ معلوم کرے قاضی حال زوج کی بیقدری لوگون سے پوچھکر تب مقرر کرے نفقہ کو بقدر اُسکی طاقت کے وفی الظہیریۃ صالحہا عن نفقۃ کل شہر علی مائۃ درہم والزوج
محتاج لم یلزمہ الا نفقۃ مثلہا اور ظہیریہ مین ہے کہ صلح کی زوج نے زوجہ سے ہر مہینے کے نفقہ مین سو درم پر اور حالانکہ زوج محتاج ہے تو لازم نہوگا زوج کو مگر نفقہ مثل
کا یعنی عورت کے مناسب حال نفقہ لازم ہوگا مصالحہ کا کچھ اعتبار نہوگا **والنفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضا** ای اصطلاحہما علی قدر معین
اصنافا او دراہم فقبل ذلک لا یلزم شیء اور نفقہ زوجہ کا دین نہین ہوتا زوج پر مگر بحکم قاضی یا برضا طرفین یعنی دونون نے مصالحہ کرلیا ہے قدر معین پر خواہ
درمون پر صلح ہو گئی ہو خواہ طعام کی قسمون پر مثلا گیہون اور دال آٹا اور گوشت اتنا تو قبل قضا یا رضا کے زوج پر کچھ لازم نہوگا یعنی چند ماہ بدون نفقہ
گذر گئے اور پھر قاضی نے نفقہ معین کردیا یا دونون قدر معین پر راضی ہو گئے تو گذشتہ کا نفقہ دینا لازم نہوگا **وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسہا**
[illegible] اگر زوج سے [illegible] لیکر یا اپنا مال خرچ کیا ہو بعد قاضی کے حکم کے او بالاصطلاح [illegible] فالقو

لہ البینة لما مر انہا مدعیة فالقول لہ اگر دونون مین اختلاف ہوا بایت کہ عورت کہتی ہی کہ قاضی نے دو مہینے سے نفقہ معین کر دیا ہی اور
مرد کہتا ہو کہ ایک مہینے سے تو قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اور گواہ عورت کے مقبول ہونگے اور اگر عورت نفقہ لینے کا انکار کرتی ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا
ساتھ اسکی قسم کھانے کے کذا فی الذخیرة وبموت احدہما وطلاقہا ولو رجعیا کما فی الظہیریة والخانیة واعتمد فی البحر بحثا عدم سقوطہا بالطلاق لکن اعتمد المصنف
فی جواہر الفتاوی والفتوی علی عدم سقوطہا بالرجعی کیلا یتخذ الناس ذلک حیلة واستحسنہ محشی الاشباہ وبالاول افتی شیخنا لکن صحح الشرنبلالی فی شرحہ
الوہبانیة ما بحثہ فی البحر من عدم السقوط ولو بائنا قال وہو الاصح ورد ما ذکرہ ابن الشحنة فتأمل عند الفتوی یسقط المفروض لانہ صلة اور ساقط ہوتا ہی نفقہ
مقررشدہ زوج یا زوجہ کی موت سے یا عورت کی طلاق سے اگرچہ طلاق رجعی ہو کما فی الظہیریة والخانیة اسواسطے کہ نفقہ از قسم عطا ہی اور عطا موت اور
طلاق سے ساقط ہو جاتا ہی چنانچہ ہبہ قبل القبض موت سے ساقط ہوتا ہی اور بحر الرائق مین بطور بحث کے عدم سقوط نفقہ پر اعتماد کیا ہی طلاق مین رجعی ہو یا بائن لیکن
مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوی سے اس قول پر اعتماد کیا ہی کہ طلاق رجعی مین عدم سقوط نفقہ پر فتوی ہی تاکہ لوگ اسکو حیلہ نہ ٹھہرالین اسقاط نفقات مفروضہ کو
یعنے جب بہت نفقہ جمع ہو تو عورت کو طلاق رجعی دیکر رجعت کرلین تاکہ اگلا نفقہ دینا نہ پڑے کہ اسمین تو عورت کا بڑا نقصان ہی اور اسی عدم سقوط کو طلاق رجعی مین
اشباہ کے محشی یعنی حموی نے پسند کیا ہی شارح کہتا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول پر فتوی دیا ہی یعنی مطلق طلاق سے سقوط نفقہ پر لیکن شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین اس
قول کی تصحیح کی ہی جسکی بحث بحر الرائق مین کی یعنی عدم سقوط نفقہ کی اگرچہ طلاق بائن ہو اور کہا ہی کہ عدم سقوط یہی صحیح ہی اور رد کیا ہی اسکو جسکو ابن شحنہ نے ذکر کیا ہی واسطے
اثبات سقوط کے شارح کہتا ہی سو تامل اور غور کیجیے مفتی مسئلہ مین تحقیق ہی دینے کیوقت یعنی اگر بعد نفقہ مفروض ہونے کے زوج نے طلاق دی ہو تو قاضی اور مفتی کو غور کرنا چاہیے
سو اگر معلوم ہو کہ نفقہ نہ دینے کیواسطے اسنے طلاق دی ہی تو عدم سقوط پر حکم کرے یہ ہی فتوی دے اور اگر زوجہ کی بد مزاجی سے طلاق دی ہی تو سقوط نفقہ کا حکم یا فتوی دے مترجم کہتا ہی کہ
رملی کا قول یہی ہی اور طحطاوی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہی کذا فی حاشیة المدنی الا اذا استدانت بامر قاض فلا تسقط بموت او طلاق فی الصحیح لما مر انہا کاستدانتہ
بنفسہ وعبارة ابن الکمال الا اذا استدانت بعد فرض قاض ولو بلا امرہ فلیحرر اگرچہ بعد مفروض ہونے نفقہ کے عورت نے قرض لیا ہو نفقہ قاضی کی اجازت سے تو اب ساقط نہ ہوگا
موت یا طلاق سے قول صحیح میں کذا فی المحیط اسواسطے کہ مذکور ہوچکا ہی کہ بحکم قاضی قرض لینا عورت کا مانند قرض لینے زوج کے ہی بذات خود تو جیسے زوج کا قرض لازم اسکے ذمہ ہوتا
ویسے ہی عورت کا کذا فی البحر اور عبارت ابن کمال کی یون ہی کہ موت اور طلاق سے نفقہ مفروضہ ساقط ہوتا ہی مگر جبکہ عورت نے نفقہ قرض لیا بعد فرض قاضی کے تو ساقط نہیں ہوتا اگرچہ
بدون حکم قاضی کے قرض لیا ہو تو اسکی تحریر اور تنقیح کتب فقہ سے کرنا چاہیے ہم حلبی نے کہا کہ قول ابن کمال کا متون و شروح کے مخالف ہی قول لائق اعتماد کے نہین کذا فی حاشیة المدنی
لا ترد المعجلة ولو اسلفہا نفقة وکسوة فماتت او طلقہا بموت او طلاق عجلہا الزوج او ابوہ ولو قائمة بہ یفتی اور نہ پھیرا جاویگا نفقہ اور لباس جو پیشگی دیا گیا ہو موت سے پھر سکتا ہی نہ طلاق سے
زوج نے پیشگی دیا ہو یا اسکے باپ نے اگرچہ نفقہ اور لباس بعد موت یا طلاق کے موجود ہو صرف مین نہ آیا ہو تو بھی یہی حکم ہی اسی پر فتوی ہی کذا فی منح الغفار نقلا عن الخانیة
والفتح بیاع القن ویسعی مدبر ومکاتب لم یعجز المأذون بالنکاح وبدونہ یطالب بعد عتقہ فی نفقة زوجتہ المفروضة اذا اجتمع علیہ بعجز عن ادائہ ان لم یفدہ
ذخیرة ولو بنت المولی ابنی زوجة نفقہ مفروضہ مین بیچا جاویگا غلام ماذون یعنی جسکو اذن دیا مولی نے نکاح کا اور بدون اذن مولی کے اگر غلام نے نکاح کیا تو اس سے
مطالبہ نفقہ کا بعد اسکی آزادی کے ہوگا اور مدبر اور وہ مکاتب جو عاجز نہین ہوا بدل کتابت سے محنت مزدوری کریگا واسطے نفقہ زوجہ کے اور خالص غلام اس نفقہ کیواسطے
بیچا جاویگا جبکہ اسپر نفقہ جمع ہو جاوے اور ادا کرنے سے عاجز ہو تو بیچا جائیگا اگر مالک اسکا فدیہ نہ دیوے کذا فی الذخیرة اگرچہ غلام کی زوجہ مالک کی بیٹی ہو تو بھی
اسکے واسطے بیچا جاویگا لا امة ولا نفقة لولدہ ولو زوجتہ حرة بل نفقتہ علی امہ ولو مکاتبة لتبعیتہ للام اور نہ واجب ہوگا نفقہ غلام پر اسکے بیٹے کا
جو لونڈی ہی غلام کے ولی کی اور نہ واجب ہوگا غلام پر نفقہ اسکے لڑکے کا اگرچہ زوجہ اسکی حرہ ہو بلکہ نفقہ غلام کے لڑکے کا لڑکے کی ماں پر واجب ہوگا اگرچہ ماں
اسکی مکاتبہ ہو اسواسطے کہ لڑکا تابع ہی اپنی ماں کا حرہ اور مکاتبہ ہونے مین یعنی اگر ماں حرہ ہو تو لڑکا بھی حرہ ہو پھر شوہر جو غلام ہی اسکا نفقہ کیونکر دیوے اور ماں اسکی مکاتبہ ہو

تو لڑکا بھی مکاتب ہے اور اگر ماں لڑکے کی لونڈی ہو یا مدبرہ یا ام ولد ہو تو نفقہ اسکا مولے پر ہے اسواسطے کہ لڑکا مملوک ہے مولی کا ولو مکاتبین سعی لانہ ونفقتہ
علی ابیہ جوہرہ اور اگر زوج اور زوجہ دونوں مکاتب ہوں تو کوشش کریگا لڑکا اپنی ماں کیواسطے یعنی اسکے کسب کی ماں مالک ہو گی اسواسطے کہ لڑکا ماں کا تابع ہے اور نفقہ لڑکا
اسکے باپ پر ہے کذا فی الجوہرہ ہم عبارت جوہرہ کا یہ مضمون ہے کہ اگر مولی نے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دیا پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر دونوں کے ولد پیدا
ہوا تو ولد اپنی ماں کی کتابت میں داخل ہوگا اور کسب ولد کا ماں کا ہوگا اور نفقہ ولد کا اسکی مکاتبہ ماں پر واجب ہوگا اور نفقہ مکاتبہ کا زوج پر واجب ہوگا انتہی مضمون
الجوہرہ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو شرح میں ہے کہ نفقہ ولد کا اسکے باپ پر ہے سو غلط ہے اسواسطے کہ مخالف ہے جوہرہ کے اور بحر الرائق کے بھی مخالف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور
فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ اگر کسی نے مکاتب کیا اپنے غلام اور لونڈی کو پھر دونوں کا نکاح کر دیا پھر لڑکا جنی تو نفقہ ولد کا ماں پر ہوگا نہ باپ پر
تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ عبارت شرح کی یہاں غلط ہوگئی ہے فتدبر اخرى ای لو اجتمع علیہ نفقۃ اخری بعد ما اشتراہ من علم بہ او لم یعلم ثم علم فرضی بیع ثانیا
وکذا المشتری الثالث وهلم جرا لانہ دین حادث فصار کالکل ای الکمال فما فی الدرر تبعا للصدر سہو غلام خالص اپنی زوجہ کے نفقہ میں بار بار بیچا جاویگا یعنی
اگر غلام پر دوبارہ نفقہ جمع ہوا بعد خریدنے اس شخص کے جو غلام کا حال جانتا تھا یا اسکو معلوم نہ تھا پھر خرید کرنے کے بعد اسنے جانا اور راضی ہو گیا یعنی نقصان جانکر
رد بیع نہ کیا تو دوسری بار غلام بیچا جاویگا نفقہ ثانیہ کیواسطے اور اسیطرح اگر مشتری ثالث خرید کریگا یہ حال جانکر یا بعد علم کے راضی ہوگا تو تیسرے نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا
وعلی ہذا القیاس چوتھی بار اور پانچویں بار اسواسطے کہ نفقہ دین حادث ہے یعنی روز بروز پیدا ہوا جاتا ہے تو جتنی بار نفقہ جمع ہوگا کہ غلام اسکے دینے سے عاجز ہوگا تو اتنی بار
اداے نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا بخلاف اور دیون کے کہ وہ روز بروز پیدا نہیں ہوتے جاتے مثل مہر وغیرہ دیون میں ایکبار غلام بیچا جاویگا نہ بار بار اسیطرح ذکر کیا ہے
کمال الدین نے فتح القدیر میں اور ابن کمال نے ایضاح میں اور اصلاح میں سو جو کہ درر و غرر میں باتباع صدر الشریعۃ مذکور ہے سو سہو اور غلط ہے شرح وقایہ میں صدر الشریعۃ
کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ غلام نے باجازت مولی ایک عورت سے نکاح کیا اور قاضی نے اسکا نفقہ غلام پر مقرر کر دیا اسپر ہزار درم جمع ہو گئے اور پانسو درم پر غلام
بیچا گیا اور یہی اسکی قیمت تھی اور مشتری جانتا تھا کہ اسپر دین نفقہ کا ہے اور موجود ہے تو دوسری بار بیچا جاویگا بخلاف اسکے کہ اگر غلام پر ہزار درم کا دین ہوگا
اور کسی سبب سے اور وہ پانسو کو بیچا جاویگا تو دوسری بار نہ بیچا جاویگا انتہی اور یہی عبارت بعینہ درر و غرر میں ہے تو ظاہر کلام صدر الشریعۃ سے مستفاد ہوتا ہے کہ بیع ثانی
غلام کی واسطے ادا کرنے باقی پانسو درم کے ہوگی نہ کلام کے قرینہ سے اور حالانکہ صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ دین نفقہ میں غلام بار بار بیچا جاتا ہے سو اسکی علت
یہ ہے کہ نفقہ تھوڑا تھوڑا حادث ہوتا جاتا ہے مشتری کے پاس سو اگر پانسو باقی درم مشتری کے پاس حادث نہیں ہوئے تو انکے واسطے دوسری بار ہرگز نہ بیچا جاویگا بلکہ اسکا ادا کرنا واسطے
تا زمان عتق متاخر کیا جاویگا کذا فی منح الغفار و حاشیۃ المدنی وتسقط بموتہ وقتلہ فی الاصح اور ساقط ہو جاتا ہے نفقہ غلام کی موت اور مقتول ہونے سے قول اصح میں
ویباع فی دین غیرہ مرۃ لعدم التجدد اور غلام بیچا جاویگا نفقہ کے دین کے سوا اور دین میں ایکبار بسبب عدم تجدد کے یعنی نفقہ کیطرح وہ دین روز بروز پیدا نہیں ہوتا جاتا
بلکہ یکبارگی ہوتا ہے تو اسکے واسطے ایک ہی بار بیع بھی ہوگی وینبغی فی المأذون ان للغرماء استسعاءه [illegible] ان لها استسعاءه ولو للنفقۃ کل یوم [illegible] آویگا احکام عبد ماذون میں
کہ صاحبان قرض کو جائز ہے کہ بجائے بیع کے غلام سے کام کرائیں اور اسکی اجرت لینا درست ہے اپنے دین میں اس سے استفادہ ہوا کہ زوجہ کو بھی اس سے محنت مزدوری اپنے نفقہ کیواسطے کروانا جائز ہے اگرچہ
ہر روز کے نفقہ کیواسطے ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ زوجہ بھی صاحب دین ہے قال المصنف [illegible] وکفنہا ینبغی علی قول الثانی نعم کما یباع فی کسوتہا کہا صاحب بحر نے کہ غلام زوجہ کے کفن کیواسطے
بیچا جاویگا بنا بر قول امام ابو یوسف کے جو مفتی بہ ہے یا نہیں جواب دیا کہ ہاں کفن کیواسطے بیچا جاویگا جیسا کہ عورت کی پوشاک کیواسطے بکتا ہے ہم یہ جواب اپنے [illegible]
کے اس قول سے کہ کفن برابر پوشاک کے ہے صاحب بحر نے استخراج کیا ہے اور صاحب نہر اور حموی نے بھی اسکو پسند کیا کذا فی حاشیۃ المدنی ونفقۃ الامۃ المنکوحۃ ولو مدبرۃ
او ام ولد لا المکاتبۃ لانہا کالحرۃ انما تجب علی الزوج ولو عبدا بالتبوئۃ بان یدفعہا الیہ ولا یستخدمہا اور نفقہ منکوحہ لونڈی کا اگرچہ مدبرہ ہو یا ام ولد ہو [illegible]
ہوتا ہے زوج پر اگرچہ وہ غلام ہو بلکہ علیحدہ مکان دینے سے اسطرح پر کہ لونڈی اسکو سپرد کر دے تاکہ اس سے خدمت نہ لیوے اگر آقا لونڈی کو اپنے کار بار میں رکھیگا تو زوج

نفقہ نہ واجب ہوگا اور مکاتبہ تو برابر حرہ کے ہے یعنے اُسکے نفقہ کا وجوب جدا مکان ہونے پر موقوف نہیں اور اگر مولی دن بھر لونڈی سے خدمت لے اور رات کو زوج کے
پاس بھیجدے تو نفقہ زوج پر لازم رہیگا اور اگر رات کو لونڈی مولی کی خدمت میں رہے تو رات کا نفقہ مولی پر اور دن کا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی
فلو استخدمها المولى و اهله بعد ما بوأها بعد الطلاق لاجل انقضاء العدة لا قبله اى لم يكن بوأها قبل الطلاق سقطت لانها ناشزة فطلقت
نفقہ وقت سوا اگر لونڈی سے کام لیا مولی نے یا مولی کے لوگوں نے یا علیحدہ مکان دیا اسکو بعد طلاق کے واسطے انقضاء عدت کے نہ قبل اسکے یعنی قبل طلاق کے مولی نے جدا مکان اسکو
دیا تھا تو ساقط ہوگا نفقہ زوج سے بلکہ وہ ایسی ہی ہوگی جیسے مکان دینے سے نکالا وغیرہ کیونکہ زوج کے گھر سے نکل گئی پھر وہ مطلقہ ہوئی پھر زوج کے گھر میں پلٹ آئی واسطے
عدت کے تو اسکا نفقہ واجب ہوگا زوج پر کذا فی البحر مجتبی و فرض النفقة قبل التوبة باطل و نفقات الزوجات المختلفة بحالها اور بحر الرائق میں بنا بر بحث کے کہی اور لکھا ہے
منکوحہ کا نفقہ ٹھہرانا قبل تفویض زوج کے باطل ہے اور زوجات مختلفہ کے نفقات بھی مختلف ہیں بمناسبت حال کے بنا بر قول مفتی بہ کے یعنے اگر مثلاً زوج غنی کی دو زوجہ
ہیں ایک غنیہ اور دوسری فقیرہ تو زوجہ غنیہ کا نفقہ بکشایش ہوگا موافق بقدر وسعت کے اور زوجہ فقیرہ کا نفقہ متوسط ہوگا اور اگر زوج فقیر ہو تو غنیہ کا نفقہ متوسط ہوگا
اور فقیرہ کا مناسب افلاس کے وكذا تجب لها السكنى فى بيت خال عن اهله سوى طفله الذى لا يفهم الجماع وامته وام ولده واهلها ولو ولدها من غيره بقدر حالهما
کالطعام کسوة اور جسطرح طعام اور لباس کا زوج پر واجب ہے اسیطرح سکنی بھی واجب ہے یعنی زوجہ رہنے کو ایک ایسی کوٹھری دینا واجب ہے جو خالی ہو زوج کے لوگوں سے یعنے
اسمیں زوج کی ماں بہن یا بھائی نہ رہتا ہو سوا زوج کے طفل کے جو جماع کو نہیں جانتا اور زوج کی لونڈی و ام ولد کے سوا اسواسطے کہ انکا رہنا کچھ حرج کا موجب نہیں
اسواسطے کہ نا فہم طفل سے شرم نہیں آتی اور لونڈی و ام ولد کا رہنا دینا صحبت کے وقت اختیار کی کام ہے اور جسطرح مکان زوجہ کا زوج کے لوگوں سے خالی چاہیے ویسے ہی زوجہ کے لوگوں سے
بھی خالی چاہیے اگرچہ زوجہ کا ولد ہو دوسرے زوج سے مکان دینا زوجہ کا زوج پر واجب ہے بقدر حال دونوں کے مانند طعام اور لباس کے اسواسطے کہ مکان لائق کا برابر نہیں محتاج کے مکان سے
وبيت منفرد من دار له غلق زاد فى الاختيار والعينى ومرافق ومفاده لزوم كنيف ومطبخ وينبغى الافتاء بكفاية ما يحصل المقصود هداية اور کفایت کرتی ہے زوجہ کو گھر میں سے ایک
کوٹھری قفل والی اختیار شرح مختار اور عینی شرح کنز میں کوٹھری مقفل پر مرافق کو زیادہ کیا ہے یعنی کوٹھری کے ساتھ ضرورت مکان بھی جدا لازم ہے تو مستفاد ہوا اس سے لازم ہونا
پاخانہ اور باورچیخانہ کا اور اسی پر فتوی دینا لائق ہے کذا فی البحر الرائق اور ہدایہ میں ہے کہ کوٹھری مقفل عورت کو کافی ہے حصول مقصود
بلا قفل اعتبار حاصل ہو خلاصہ یہ ہے کہ ہدایہ میں فقط کوٹھری مقفل کو کافی کہا ہے مرافق کو نہیں کیا اور صاحب بحر نے بروایت اختیار اور عینی کے مرافق کا ہونا مفتی بہ جانا ہے
اور شرنبلالی نے برہان سے نقل کیا ہے کہ کوٹھری کامل المرافق لازم ہے شیخ رحمتی نے کہا کہ پاخانہ دونوں کا علیحدہ لازم ہے اسواسطے کہ پاخانہ مشترک اگرچہ
خالی مضرت سے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ہم عبارت ہو کہ عورت کو علیحدہ مکان قفل کنجی والا دینا واجب ہے تو یہ جو ہندوستان میں عمل ہے
کو زوجہ کیواسطے علیحدہ مکان دینے کا اہتمام نہیں کرتے خصوصاً جسکے گھر میں فقط ایک دالان یا ایک چھپر ہو اسمیں سب گھر کے لوگ رہتے ہیں اور دالان یا چھپر میں ایک کپڑے کا
پردہ زوج اور زوجہ کیواسطے کر دیتے ہیں یہ رسم مخالف ہے شرع شریف کے اور اسمیں صریح زوجہ کی حق تلفی ہے اور صاف
برکات سے بیخبر اور نہونا متصور نہیں تو اسکو ہلکا نہ سمجھنا چاہیے علیحدہ مکان مقفل کا اہتمام ضرور لازم ہے وفى البحر عن الخانية يشترط ان لا يكون فى الدار احد
من احماء الزوج يؤذيها اور بحر الرائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ شرط سکنی یہ ہے کہ گھر میں کوئی زوج کے اقربا سے زوجہ کو ایذا اور تکلیف دیتا ہو
عرب میں احماء انکو کہتے ہیں جو زوجہ کے رشتہ دار ہوں جانب زوج سے جیسے عورت کا سسر یا جیٹھ یا دیور لیکن بزازیہ میں تصریح ہے کہ جب ایک گھر میں مکانات متعدد ہوں
اور زوجہ کو ایک کوٹھری مقفل علیحدہ ملگئی ہو تو سسر اور دیور کا گھر میں رہنا درست ہے اور زوجہ کو مطالبہ کرنا علیحدہ مکان کا نہیں پہونچتا کذا فی منح الغفار ونقل
عن الملتقط كفايته مع الاحماء لا مع الضرائر فلكل من زوجتيه مطالبته ببيت من دار على حدة اور نقل کیا ہے مصنف نے ملتقط سے کفایت کرنا گھر کا
یا دیکھ زندہ ساتھ سوتوں کے تو دونوں زوجہ میں ہر ایک کو ایک ایک کوٹھری کا علیحدہ علیحدہ گھر سے مطالبہ کرنا زوج سے پہونچتا ہے اسواسطے کہ جسقدر غیرت کو سوکنکے

ہوتی ہو اتنی سے سر یا دیوار سے نہیں ہوتی ہم علی الخصوص ہندوستان کی عورتیں کہ سوتیں نہایت سخت ہوتی ہیں بسبب رواج کے تو ہندوستان میں دو یا تین
یا چار سوتوں کو ایک گھر میں رکھنا اگرچہ ہر ایک کا مکان علیحدہ علیحدہ ہو گویا اپنی زندگی تلخ کرنا ہو ولا یلزم اہلہا بنا بہا بموتنۃ ویؤمر الزوج بان یسکنہا بین الصالحین
بحیث لا تستوحش سراجیۃ اور وہ جب نہیں تو زوج پر زوجہ کے پاس ایسی عورت کا رکھنا جو اسکا دل لگایا کرے واجب نہیں پر ظاہر الفتاویٰ سے حکم کیا جاوے کہ زوجہ کو رکھے نیک بخت
ہمسایہ میں ایسی جگہ جہاں وہ نہ گھبرائے اور اسکو وحشت نہ ہو کذا فی البحر و غیرہ ہم یہاں سراجیہ سے مراد فتاویٰ سراج الدین قاری ہدایہ اور نہ وہ فتاویٰ کہ سراجیہ کے مشہور ہو
کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ پڑوسیوں کے ایسے گھر قریب ہوں کہ اگر عورت کو کوئی مصیبت پیش آوے تو انکو پکار سکے یا تنہائی کے وقت ہمسائی عورتوں سے کلام
کر سکے تو ایسے مکانات بلند کے پاس رہنا جہاں پکارنے سے آواز نہ جاسکے کافی نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی و مفادہ ان البیت بلا جیران لیس مسکنا شرعیا بحر اور سراجیہ
کے کلام سے مستفاد ہوا کہ ایسا مکان جسکے گردپیش پڑوسی لوگ نہوں وہ مکان سکنیٰ شرعی نہیں ہے اسواسطے کہ اسمیں عورت کو امن نہیں کذا فی البحر الرائق وفی النہر وظاہرہ وجوبہا
لو کان البیت خالیا عن الجیران لاسیما اذا خشیت علی عقلہا من سعتہ قلت لکن نظر فیہ شرنبلالی بان مراد الجیران انہ غیر مسکن شرعی فتنبہ اور نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر
کلام سراجیہ وجوب مونسہ پر دلالت کرتا ہے یعنی زوج پر واجب ہے کہ ایک عورت بات چیت کرنے والی زوجہ کے پاس مقرر کر دے اگر مکان خالی ہو پڑوسیوں سے
خصوصا جبکہ زوجہ ڈرے اپنے زوال عقل پر بسبب کشادگی مکان کے شارح کہتا ہے لیکن اسپر اعتراض کیا ہے شرنبلالی نے اس قول سے جو مذکور ہو چکا یعنی جس
مکان کے پڑوسی نہوں اسکو شرع میں مکان ہی نہیں کہتے تو خبردار ہو جاؤ یعنی مکان کی کشادگی اور تنگی کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ پڑوسیوں کا اعتبار ہے تو جہاں
پڑوسی نہ ثابت نہیں تو وہاں سے نقل مکان لازم ہے دوسری عورت کا مقرر کرنا مونست کیواسطے لازم نہیں ہے لا یمنعہا من الخروج الی الوالدین فی کل
جمعۃ ان لم یقدرا علی اتیانہا علی ما اختارہ فی الاختیار ولو ابوہا زمنا مثلا فاحتاجہا فعلیہا تعاہدہ ولو کافرا وان ابی الزوج فتح اور نہ منع کرے زوج زوجہ کو
ماں باپ کے پاس جانے سے ہر جمعہ میں یعنی سات دن میں ایکبار بشرطیکہ والدین اسکے پاس نہ آسکتے ہوں یہ حکم بنا بر اس روایت کے ہے جسکو اختیار میں مختار کیا ہے اور اگر
زوجہ کا باپ لنگڑا ہو یا کوئی اور بیماری ہو اور وہ اسکی خدمت کا محتاج ہو تو عورت پر اسکی خبر گیری اور خدمت واجب ہے اگرچہ باپ کافر ہو اور اگرچہ زوج اسکی
خدمت سے منع کرتا ہو کذا فی فتح القدیر اور اگر باپ کا کوئی خادم ہو تو اسپر خبرگیری واجب نہیں اور عورت اسقدر عصیان زوج سے ناشزہ ہوگی کہ اسکا نفقہ زوج پر ساقط ہو
جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولا یمنعہما من الدخول علیہا فی کل جمعۃ وغیرہما من المحارم فی کل سنۃ لہا الخروج ولہم الدخول** زیلعی اور زوج منع نہ کرے زوجہ کے
والدین کو اسکے پاس آنے سے ہر ہفتہ میں ایکبار اور ماں باپ کے سوا اور محارم کو جیسے چچا ماموں بھائی عمہ خالہ بہن کو ہر سال میں ایکبار آنے سے منع نہ کرے تو
عورت کو انکے پاس جانا اور انکو عورت کے پاس آنا جائز ہے کذا فی الزیلعی و یمنعہم من الکینونۃ وفی نسخۃ البیتوتۃ لکن عبارۃ منلا مسکین من القرار عندہا بہ یفتی خانیۃ
اور زوج منع کرے ماں باپ اور محارم کو زوجہ کے پاس ٹھہرنے سے کیونکہ ٹھہرنے سے زوج کو ضرر پہنچتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیہ اور متن کے ایک
نسخہ میں بیتوتت ہے بجائے کینونت یعنی محارم کو شب باشی سے منع کرے اور عبارت ملا مسکین یہ ہے کہ محارم کو عورت کے پاس قرار سے یعنی ٹھہرنے سے منع کرے تو قرار کی لفظ سے
کینونت کا نسخہ راجح ہو گیا امر فتاویٰ عالمگیری میں قاضی خان اور نہایۃ شرح ہدایہ سے منقول ہے کہ فتویٰ اسپر ہے کہ وہ عورت کو والدین کے پاس جانے سے اور انکو اسکے پاس آنے سے ہر جمعہ میں ایکبار
منع کرنا جائز نہیں اور محارم کے پاس آنا جانا سال بھر میں ایکبار مفتی بہ ہے ہاں یہ البتہ زوج کو اختیار ہے کہ انکو زوجہ کے پاس ٹھہرنے نہ دے اور ہدایہ اور اختیار شرح مختار میں مصرح ہے
کہ محارم کو ہر وقت اختیار ہے کہ عورت کے پاس آئیں کیونکہ اسکو دیکھیں بشرطیکہ گھر میں داخل ہوں زوج کو اسکا منع کرنا نہیں پہنچتا کہ اسمیں قطع رحم ہوتا ہے اور صحیح حدیث میں
ثابت ہوا ہے کہ قاطع رحم بہشت میں داخل نہوگا اور بحر الرائق میں ہے کہ موجب قول صحیح مفتی بہ کے عورت کو نکلنا والدین کے ملنے کو جمعہ میں ایکبار اور محارم کے
ملنے کیواسطے سال میں ایکبار با جازت و بلا اجازت زوج کے جائز ہے اور اس سے زیادہ والدین و محارم کیواسطے جانا بدون اجازت کے جائز نہیں اور خلاصہ میں ہے کہ زوج کو جائز ہے
کہ زوجہ کو سات جگہ نکلنے کی اجازت دے ماں باپ کے ملنے کو اور انکی بیمار پرسی کو اور انکی ماتم پرسی کو یا ان دونوں میں سے فقط ایک کے ملنے کو یا ایک کی

بیمار پرسی کو یا ایک کی ماتم پرسی کو اور ساتوین محارم کے ملنے کو کذا فی منح الغفار وفیہا امن عیادۃ الاجانب عیادتہم والولیمۃ وان اذن کانا عاصیین کما مر
فی باب المہر اور منع کرے زوج عورت کو اجنبی لوگون کے ملنے سے اور انکی بیمار پرسی کے جانے سے اور ولیمہ میں جانے سے اجنبی لوگون سے مراد وہ لوگ ہین جو عورت کے محرم
نہین جیسے چچا یا ماموں کا بیٹا اور اگر زوج اجازت دیگا زوجہ کو نامحرم کے ملنے کی تو زوج اور زوجہ دونون گنہگار ہونگے چنانچہ اسکا بیان باب المہر مین مذکور ہو چکا ہم
محفل شادی کے طعام کو ولیمہ کہتے ہین ولیمہ مین عورت کا جانا جائز نہین اگرچہ اسکے باپ ہی کا نکاح ہو اسلئے کہ ولیمہ مجمع سے خالی نہین ہوتا جسمین انواع فساد محتمل ہین کذا
فی حاشیۃ المدنی وفی البحر لہ منعہا عن الغزل وکل عمل ولو تبرعا للاجنبی ولو قابلۃ او مغسلۃ لتقدم حقہ علی فرض الکفایۃ اور بحر الرائق مین ہو کہ زوج کو جائز ہو منع
کرنا زوجہ کو چرخہ کاتنے سے اور ہر کام سے خواہ وہ کام اپنے واسطے زوجہ کرتی ہو یا اجنبی کیواسطے بطور احسان کرتی ہو اگرچہ زوجہ دائی جنائی یا مردہ شو ہو
بے اجازت زوج کے یہ کام نہین کرسکتی بسبب مقدم ہونے حق زوج کے فرض کفایہ پر یعنی لڑکا جنانا اور مردہ کو غسل دینا فرض عین نہین بلکہ فرض کفایہ ہر عورت پر
لہذا زوج کا حق اسپر مقدم ہوگا بخلاف حج مفروض کے کہ اسمین زوج منع نہین کرسکتا اگر اسکے ساتھ کوئی اسکا محرم ہو اسلئے کہ فرض عین پر حق زوج کا مقدم
نہین ہوسکتا ہم خلاصہ مین روایت ہے کہ دائی جنائی اور مردہ شو اور اپنے فرض کی نالش کو عورت کو نکلنا جائز ہے زوج اجازت دے یا نہ دے تو یہ محمول ہے قبل
مہر معجل کے مقبوض ہونے پر کذا فی النہر یعنی جبتک مہر معجل کو زوج نہین دیتا تب تک زوجہ بے اجازت نکل سکتی ہے یا اسپر محمول ہو کہ اس جگہ سوا اس عورت کے کوئی دائی
جنائی یا مردہ شو نہین تو اسوقت مین اسکو نکلنا ضرور ہوگا اگرچہ زوج منع کرتا ہو اسلئے کہ اب جنانا یا مردہ کو غسل دینا فرض کفایہ نہ رہا بلکہ فرض عین ہوگیا اور فرض کیواسطے
نکلنا اگر عورت پردہ دار نہین تو بلا اجازت جائز ہے اور اگر پردہ دار ہو تو اسکو بلا اجازت نکلنا جائز نہین اسلئے کہ نالش کیواسطے اسکی طرف سے وکیل کفایت کرتا ہو کذا
فی حاشیۃ المدنی ومن مجلس العلم الا لنازلۃ امتنع زوجہا من سؤالہا اور جائز ہو زوج کو منع کرنا عورت کا علم کی مجلس سے یعنی وعظ اور درس مین جانے دینا درست ہو مگر
زوجہ کو اس مسئلہ ضروری کی دریافت کرنے کیواسطے بلا اجازت زوج کے نکلنا درست ہو جس مسئلہ کو زوج اسکا کسی عالم سے سوال کرکے دریافت نہین کردیتا اور اگر زوج کسی عالم سے دریافت کرکے
اسکو بتا دیگا تو عورت کو نکلنا جائز نہوگا اور اگر عورت کو مسئلہ دریافت کرنے کی حاجت ضرورت ہوا اور اسنے چاہا کہ مجلس علم مین جاوے کہ مسائل وضو اور صلوٰۃ
سیکھے تو اگر زوج مسائل دان ہو تو اسکو بتا دے اور وہان جانے سے روکے اور اگر جاہل ہو تو بہتر ہوگا کہ اسکو مجلس علم مین جانے دے لیکن اگر منع کریگا تو بھی درست ہے
اسلئے کہ کسی مسئلہ خاص کے دریافت کرنے کی اسکو ضرورت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ومن الحمام الا النفساء وان جاز بلا تزین وکشف عورۃ احد
قال الباقانی وعلیہ الفتوی خلافا لقاضی خان ینہر بحثا بکشف بعضہن کذا فی الشرنبلالی مغربا لکمال اور جائز ہو زوج کو منع کرنا زوجہ کا حمام کے جانے سے مگر نفاس والی
اور بیمار عورت کو کذا فی فتح القدیر اگرچہ حمام مین جانا عورتون کا بدون آرایش اور بدون اس امر کے کہ کسیکے سامنے بدن کھل جاوے جائز ہو باقانی نے کہا کہ اسی پر فتوی ہو
پھر جب عدم آرایش اور عدم کشف عورت شرط ہوئی خروج کی تو اس زمانہ مین کچھ اختلاف باقی نرہا عورتون کو منع کرنے مین دخول حمام سے اسلئے کہ یقین معلوم ہو کہ
بعضی عورتین بلکہ اکثر مکشوف العورۃ ہوجاتی ہین اور اسیطرح شرنبلالیہ مین ہو بنقل کلام کمال الدین کہ شیخ رحمتی نے کہا اور اسیطرح عورتون کے نکلنے مین فی الحقیقۃ احتمال
نہین اسلئے کہ انکی عادت ہو کہ بدون آرایش وزینت کے نہین نکلتی ہین اور رہا لانکہ ایسا نکلنا حرام ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور فتح القدیر مین کمال الدین نے کہا ہو قول
یہ ہو کہ دخول حمام عورت کو ممنوع ہوا اور قاضی خان نے کہا کہ مشروع ہو بشرط عدم کشف عورت تو فی الحقیقۃ اب کچھ اختلاف دونون قولون مین نرہا اور منع کرنا عورتون
کا متفق علیہ ہوگیا اسواسطے کہ اکثر نساء مکشوف العورۃ ہوجاتی ہین حمام مین اور جو احادیث مؤید ہین فقہ کے قول کی یعنی منع دخول حمام کی انمین نفاس
والی عورت اور مریضہ کا استثنا ابو داؤد اور ابن ماجہ کی حدیث مین ثابت ہو انتہی کلامہ (وتفرض النفقۃ بانواعہا لزوجۃ الغائب مدۃ سفر) قنیۃ وفیہ
فی البحر ولو مفقودا اور مقرر کیا جاویگا تینون قسم کا نفقہ زوج غائب کی زوجہ کیواسطے جسکی غیبت بقدر مدت سفر ہو یعنی جو تین منزل وطن سے دور ہو کذا فی القنیۃ
اور اسیکو بحر الرائق مین پسند کیا ہو اگرچہ زوج غائب مفقود الخبر ہوگیا ہو اور زوجہ غائب کے نفقہ ٹھہرانے مین مدت سفر شرط نہین کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ عن قاضی خان

والصبیا علی الطفل و مثلہ کبیر زمن او انثی مطلقا اور مقرر کیا جاوے نفقہ طفل غائب کا یعنے اوسکے نابالغ بیٹے کا جو لنگڑا ہو اور بیٹیاں صغیرہ ہوں یا کبیرہ و الابوین
فقط فلا تفرض لمملوکہ و غیرہ لانفقتہ عندہ دینہ لانہ قضاء علی الغائب اور مقرر کیا جاوے نفقہ غائب کے والدین کا یعنے نفقہ ان کا اوسکے غلام اور بھائی کے لئے مقرر ہوگا
اور نہ غائب کے میراث سے اسکا دین ادا کیا جاوے کیونکہ اسکی ملک سے دین ادا کرنا غائب پر حکم کرنا ہے اور قضاء علی الغائب جائز نہیں فی مال لہ من جنس حقہم کتبر و طعام
اما خلافہ فیفتقر الی البیع لایباع مال الغائب اتفاقا غائب کے اوس مال میں نفقہ مقرر کیا جاوے جو بی بی اور طفل اور والدین کے حقوق کی جنس سے ہو جیسے سونا چاندی اور اناج یا کپڑا
ہو کہ انکے لباس کے مناسب ہو یا کہ انکے حقوق کے مخالف ہو جیسے اسباب اور زمین تو انمیں تعین بیع کی حاجت ہوگی تاکہ نفقہ انکا حاصل ہو اور حالانکہ مال غائب کا بیچنا باتفاق امام اور
صاحبین کے جائز نہیں عند ہم او علی من اقر بہ عند الامانۃ و علی المدین بیان لما اراد بالاول غائب کے اوس مال سے نفقہ مقرر ہو جو اوسکے کسی کے پاس ہو اس شخص پر جو غائب
یا دین کا اقرار کرتا ہو ماتن کے کلام میں فی اقر عندہ کا پہلے امانت کے اور نفقہ علی کا پہلے دین کے متعلق ہے … کہ امانت کا مال بعینہ امین کے پاس رہتا ہے اور مدیون کے پاس عین
بعینہ نہیں رہتا بلکہ دین عبارت ہے امر معنوی سے کہ اوسکے ذمہ پر لازم رہتا ہے پھر جب ثابت ہو کہ غائب کا مال ایک شخص کے پاس امانت ہے اور دوسرے شخص پر دین ہے تو نفقہ زوجہ
و غیرہا کا پہلے امانت کے مال سے لیا جاوے اسواسطے کہ امانت میں ہلاکی کا اندیشہ ہے بلا ضمان بخلاف دین کے اور چونکہ قاضی ناظر اور خیرخواہ ہے غائب کا تو اوس پر لازم ہے کہ
پہلے امانت کو صرف کرا دے بعد اسکے دین کو اور شیخ جمحی نے کہا کہ اگر مال غائب کا … پاس جمع ہو … تو بہتر یہ ہے کہ قاضی اول اوسکو صرف کرا دے پھر امانت کو
پھر دین کو کذا فی حاشیۃ المدنی و لو انفقا بلا فرض ضمنا بلا رجوع اور اگر غائب کے امانت دار یا مدیون نے زوجہ یا طفل اور والدین کو نفقہ دیا بلا حکم کئے قاضی کے
تو دونوں ضامن ہونگے مال کے بلا رجوع کے یعنی زوجہ وغیرہ سے نفقہ کو نہ پھیر سکینگے و یقبل قول المودع فی الدفع للنفقۃ لا المدیون الا ببینۃ او اقرار بہ … بھی
یعنے بے حکم قاضی کے اگر امانت دار کہے کہ میں نے نفقہ دیدیا اور عورت منکر ہو تو امانتدار کا قول مقبول ہوگا اور مدیون کا قول اسمیں مقبول نہوگا بدون گواہوں
کے یا بدون زوجہ کے اقرار کے کذا فی البحر اور اسکا ذکر آویگا و بالزوجیۃ بقرابۃ الولاد او شرط زوجیت اور قرابت ولادت کا اقرار کرے امانتدار یا مدیون یعنی فرض
نفقہ کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ امانتدار اور مدیون مال غائب کا اقرار کریں دوسری شرط یہ کہ اقرار کریں اسکا کہ یہ عورت غائب کی زوجہ ہے یا یہ طفل غائب کا بیٹا ہے یا
یہ شخص غائب کے والدین ہیں کذا الحکم ثابت اذا علم قاض بذلک ای بالمال و الزوجیۃ و النسب اسیطرح فرض کرنے نفقہ کا حکم ثابت ہے جبکہ قاضی کو اسکا علم ہو یعنے
غائب کے مال کا اور زوجیت و نسب کا فلو علم باحدہما احتیج للاقرار بالآخر ولا یمین و لا بینۃ ہنا الا بحثہم اور اگر قاضی دونوں میں سے ایک چیز کو جانتا ہو تو دوسرے امر
کیواسطے اقرار کی حاجت ہوگی یعنی اگر مال کو جانتا ہو زوجیت و نسب کو نہ جانتا ہو تو اسکی حاجت ہوگی جسکے پاس مال ہو وہ اقرار زوجیت و نسب کا کرے اور اگر
زوجیت و نسب کو جانتا ہو تو اسکی حاجت ہوگی کہ امانتدار اور مدیون مال غائب کا اقرار کریں اور گواہوں کا یہاں کام نہیں دوسرے امر کے اثبات کیواسطے … یعنے
غائب یا اسکا کفیل نہیں … قسم یا گواہ کا کام نہ کرے و کفلہا ای اخذ منہا کفیلا بما اخذتہ وجوبا فی الاصح او ضامن لے قاضی … وجہ یہ کہ اس مال کا جسکو وہ نفقہ میں لے
بنا بر وجوب … کے قول اصح میں ہم قاضی کو ضامن لینا عورت سے … اسیواسطے اسپر شرح کے قول … اور … وجوب کی تصحیح کی ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی و یحلفہا معہ ای مع الکفیل احتیاطا و کذا کل آخذ نفقۃ فائدۃ کر الضمیر کابن الکمال الخ اور قاضی قسم دے ساتھ ضامن کے یعنے دونوں … قسم لے
بنا بر احتیاط کے اور ایسا ہی ہر شخص نفقہ لینے والے سے قسم لے یعنی والدین اور لنگڑے لڑکے اور بیٹیوں سے سوائے صغیر کے تو اگر ماتن ضمیر کو لاتے … مونث کے یعنی … کفلہا
و یحلفہا کے کفلہ و یحلفہ لاتا چنانچہ ابن کمال نے ضمیر کو مذکر کیا ہے ایضاح الاصلاح میں تو بہتر تھا ہر نفقہ لینے والے کو شامل تھا اور متن کے کلام میں فقط زوجہ پر کفالت اور
قسم مقصور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ان الغائب لم یعطہا النفقۃ ولا کانت ناشزۃ ولا مطلقۃ مضت عدتہا زوجہ کو کفیل سے قاضی قسم لے کہ نہیں دیا غائب نے اسکو نفقہ
نہیں دیا اور نہ وہ ناشزہ تھی اور نہ وہ ایسی مطلقہ ہے جسکی عدت منقضی ہو چکی ہے … واو کا لفظ ترتیب کو مقتضی نہیں جو کوئی شکایت کرے بعد … کے سمجھ بلکہ …
یوں ہے کہ قاضی پہلے قسم لے پھر نفقہ دیوے … ضامن لیوے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا من ایضاح الاصلاح فان حضر الزوج و برہن انہ اوفاہا النفقۃ طولبت

ہی او کفیلہا بردہا اخذت وکذا لولم یبرہن ونکلت پھر اگر بعد اسکے زوج غائب حاضر ہوا اور اُسنے گواہ گذرانے کہ وہ زوجہ کو نفقہ دے چکا ہے تو زوجہ یا اُسکے ضامن سے
مطالبہ ہوگا اُسکے پھیر دینے کا جو وہ لے چکی ہے بابت نفقہ کے اور اسیطرح اگر زوج گواہ نہ لاسکا اور زوجہ نے قسم سے انکار کیا تو بھی زوجہ یا کفیل سے مطالبہ ہوگا پھیر دینے کا
ولو حلفت طولبت فقط اور اگر زوج گواہ نہ لاسکیگا اور زوجہ قسم کھا لیگی کہ مجھکو زوج نے نفقہ نہیں دیا تو فقط زوجہ سے مطالبہ ہوگا ہم یہ عبارت صحیح نہیں ہے بلکہ
کاتبون کی تحریف ہے کہ کتب معتمدہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ اگر زوج کے پاس نفقہ دینے کے گواہ نہوں اور عورت قسم کھالے کہ مینے نفقہ نہیں پایا
تو عورت اور کفیل دونوں بری الذمہ ہوگئے کذا فی حاشیۃ المدنی اور عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ اگر عورت نے اقرار کیا کہ زوج مجھکو نفقہ پہلے دے گیا تھا
تو زوج مطالبہ کریگا زوجہ سے نہ کفیل سے تو معلوم ہوا کہ اصل عبارت شارح کی یون ہوگی کہ لو اقرت طولبت فقط کاتبون نے تحریف کرکے بجائے اقرت کے حلفت لکھدیا اور
دلیل واضح کاتبون کی تحریف پر یہ ہے کہ محشی مدنی نے شرح ملتقی الابحر شارح کی تصنیف سے یہ عبارت ہدایہ کے موافق کی ہے (فاذا رجع وبرہن حلفہا ان لم یحلفہا کانت
رجع علی الکفیل والزوجۃ وان اقرت یا حلفہا ای النفقۃ یرجع علیہا فقط کما فی القہستانی عن شرح الطحاوی انتہی) لا تفرض علی غائب باقامۃ الزوجۃ بینۃ علی النکاح ولا بینۃ
کیا جائیگا نفقہ زوج غائب پر زوجہ کے گواہ گذرانے سے نکاح پر یا گواہ لانے سے قرابت مثلاً نسب پر یعنی اگر عورت گواہ لاوے قاضی کے پاس کہ میں منکوحہ زوج غائب کی یا قرابت دار ہوں الا گواہ لاوے کہ
میں غائب کے پاس مال ودیعت ہے یون ہی ایسی جگہ اقرار نکاح میں قاضی نفقہ دلادیگا ولا تفرض ایضا ان لم یخلف مالا فاقامت بینۃ لیفرض علیہ ویامرہا بالاستدانۃ
والا یقضی بہ لانہ قضاء علی الغائب اور اسی صورت میں بھی نفقہ نہ مقرر کیا جائیگا اگر زوج غائب کچھ مال نہ چھوڑ گیا ہو سو عورت نے گواہ گذرانے تاکہ قاضی زوج غائب پر
نفقہ مقرر کردے اور عورت کو اجازت دے قرض لینے کی تو اسمین قاضی نفقہ نہ مقرر کرے اور نہ ثبوت نکاح پر حکم دے اسلئے کہ یہ قضا علی الغائب ہوا اور یہ اکثر صحیح نہیں ہے
وقال زفر یقضی بہا ای بالنفقۃ لا بالنکاح وبقول زفر القضاء الیوم علی ہذا للحاجۃ فیفتی بہ وہذا من الست التی یفتی بہا بقول زفر اور زفر نے کہا کہ
جب عورت نے نکاح کے گواہ گذرانے تو نفقہ کا حکم دیا جاوے نہ نکاح کا اور قاضیون کا عمل بالفعل اسی زفر کے قول پر ہے بسبب حاجت کے تو یہی قول مفتی بہ ہوا اور یہ
مسئلہ ایک ہے ان چھ مسائل سے جنمین زفر کے قول پر فتوی ہے کذا فی البحر والنہر والقاضی خان والعالمگیری والعینی شرح الکنز اور مصنف نے چند مسائل مفتی بہا قول
زفر کے ثابت کیے ہیں نظم میں لیکن تحقیق انکی موجب تطویل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وعلیہ لو غاب ولہ زوجۃ وصغار تقبل بینتہا علی النکاح ان لم یکن عالما بہ ثم یفرض لہم و
یامرہا بالانفاق او الاستدانۃ لترجع بحر اور بنابر قول مفتی بہ زفر کے اگر زوج غائب ہو اور اسکی ایک زوجہ اور چھوٹے لڑکے ہیں تو مقبول ہونگے گواہ اسکے نکاح پر واسطے نفقہ
ٹھہرانے کے نہ نکاح پر حکم کرنے کے واسطے اگر قاضی کو علم نہو نکاح کا پھر قاضی لڑکون کیواسطے نفقہ مقرر کرے اور حکم کرے عورت پر نفقہ دینے کا اگر اسکے پاس مال ہو
یا عورت کو قرض لینے کا حکم کرے تاکہ بعد حاضر ہونے زوج کے اس سے پھیرے کذا فی البحر الرائق وتجب لمطلقۃ الرجعی والبائن والفرقۃ بلا معصیۃ کخیار عتق
وبلوغ وتفریق بعدم الکفاءۃ النفقۃ والسکنی والکسوۃ ان طال المدۃ اور مطلقہ رجعی اور بائن کیواسطے اور اس عورت کیواسطے جو بلا قصور جدا ہوئی ہو جیسے خیار عتق
اور خیار بلوغ سے یا عدم کفاءت کی تفریق سے واجب ہے نفقہ اور سکنی اور پوشاک لیکن پوشاک اس صورت میں واجب ہوگی جب مدت عدت کی دراز ہو جاوے یہ جواب ہے
سوال مقدر کا کہ زیلعی وغیرہ نے طلاق اور فرقت کی عدت میں پوشاک کا ذکر نہیں کیا اور فقط نفقہ اور سکنی ہی پر اکتفا کیا ہے اسکی کیا
وجہ ہے شارح نے جواب دیا کہ عدت اکثر جلد منقضی ہو جاتی ہے تو پوشاک کی حاجت نہیں پڑتی لہذا اسکا ذکر نہیں کیا اور اگر بسبب امتداد طہر کے عدت دراز ہوگی تو ضرور
پوشاک کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر لا تسقط النفقۃ المفروضۃ بمضی العدۃ علی المختار بزازیۃ اور ساقط نہیں ہوتا نفقہ مفروضہ عدت کے گذرجانے سے
بنابر قول مختار کے کذا فی البزازیۃ ... یا ترجیح اسکو دیا اور عدت گذر گئی تو علماء کی ہے کہ اکثر قول مختار یہ ہے کہ ساقط نہوگا کذا فی منح الغفار عن البزازیۃ
ولو ادعت امتداد الطہر فلہا النفقۃ ما لم یحکم بانقضائہا ما لم تدع الحبل فلہا النفقۃ الی سنتین منذ طلقہا اور اگر عورت نے دعوی کیا امتداد طہر کا تو اسکے واسطے نفقہ لازم ہوگا
تبتک کہ قاضی نے انقضاء عدت کا نہ حکم کیا ہو اسطرح پر کہ زوج نے گواہ گذرانے ہون کہ عورت انقضاء عدت کا اقرار کرچکی ہو پھر جب قاضی انقضاء عدت کا حکم دیگا تو بعد اسکے

انکار کرے اسے قسم کھانے ... عورت نفقہ کے لینے کا اقرار کرے تو صرف اسی پر رجوع کرے ۱۲

دعوی امتداد طہر کا مسموع نہوگا اور نفقہ عورت کو نہ ملیگا تاوقتیکہ حمل کی مدعی نہ ہو اور اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا تو اسکو نفقہ دیا جاویگا دو سال تک ابتداء
طلاق سے ہم نے کہا کہ اسکا مقتضی ہے کہ جب عورت دعوی حمل کا بعد حکم انقضاء عدت کریگی تو وہ مستحق ہوگی نفقہ کی حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ ثبوت النسب کے باب میں
مذکور ہوچکا کہ اگر عورت انقضاء عدت کا اقرار کریگی مدت محتمل میں پھر لڑکا جنے گی تو ولد ثابت النسب نہوگا پھر جب نسب ثابت نہوگا تو نفقہ کیونکر واجب ہوگا تو اگر کہا جائے
داو عاطفہ لانا یعنی یوں کہتا ومالم تدع الحمل الخ قباحت نہ لازم آتی اسواسطے کہ ادعا حمل کا مسئلہ حد انتہا یا قبل سے متعلق نہ تھا کذا فی منحة الاخیار حاشیة الحلبی فلو ادعتہ ثم ظہر ان
لا حبل فلا رجوع علیہا وان شرطہ لانہ شرط باطل یعنی سو اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا اور بعد طلاق کے دو برس تک نفقہ جاری رہا پھر ظاہر ہوا کہ حمل نہ تھا تو عورت سے نفقہ
پھیر لینا نہیں پہونچتا اگرچہ زوج نے اسکو شرط بھی کرلیا ہو یعنی کہا ہو کہ اگر حمل کا دعوی جھوٹا نکلا تو میں نفقہ پھیر لونگا اسلئے کہ یہ شرط باطل ہے کذا فی البحر الرائق ولو صالحہا
عن نفقة العدة ان بالاشہر صح ان بالحیض والا لا للجہالة اور اگر زوج نے صلح کرلی معتدہ سے عدت کے نفقہ کی یعنی چند درم مقرر کرلیے تو اگر عدت اسکی مہینوں کے حساب سے ہوگی
بسبب صغر یا ایاس کے تو یہ صلح صحیح ہوگی اور اگر عدت اسکی حیض سے ہوگی تو صلح صحیح نہیں بسبب جہالت مدت کے اسواسطے کہ بسبب احتمال درازی طہر کے اسکی مدت معین
نہیں ہوسکتی لا تجب النفقة بانواعہا لمعتدة موت مطلقا ولو حاملا واجب نہیں تینوں قسم کا نفقہ معتدہ موت کیواسطے مطلقا اگرچہ وہ حاملہ ہو اسواسطے کہ ٹھہرنا معتدہ
موت کا زوج کے گھر میں باعتبار حق زوج کے نہیں بلکہ باعتبار حق شرع کے ہے اور عدت میں معرفت صفائی رحم ملحوظ نہیں لہذا اسکی عدت حیض سے نہیں اور
نفقہ جو واجب ہوتا ہے تو وہ زوج کی ملک میں سے واجب ہوتا ہے اور بعد موت زوج کے اسکی ملک باقی نہیں رہی وارثوں پر واجب نا ممکن ہے کذا فی منح الغفار لیکن حموی نے
بہ حبنا بی سے نقل کیا ہے کہ معتدہ وفات اگرچہ حاملہ ہو تو اسکا نفقہ واجب ہوا اور قہستانی میں بھی مضمرات سے قول ضعیف اسمیں منقول ہے تو معلوم ہوا کہ اسمیں خلاف ہے کذا
فی حاشیة السید الا اذا کانت ام ولد وہی حامل من المولی فلہا النفقة من کل المال جوہرہ معتدہ وفات کیواسطے نفقہ واجب نہیں مگر جبکہ ام ولد حاملہ ہو اپنے مولی سے تو اسکے
واسطے نفقہ واجب ہے کل مال سے کذا فی الجوہرہ بشرطیکہ مولی نے حمل کا اعتراف کیا ہو اسواسطے کہ بدون اقرار مولی کے ولد ثابت النسب نہوگا وتجب السکنی فقط لمعتدة
فرقة بمعصیتہا الا اذا خرجت من بیتہ فلا سکنی لہا فی ہذہ الفرقة قہستانی وکذا لا تجب لہا من طعام وکسوة والفرق ان السکنی حق اللہ تعالی
فلا تسقط بحال والنفقة حقہا فتسقط بالفرقة بمعصیتہا اور واجب ہے فقط سکنی اس عدت والی کیواسطے جسکی معصیت سے جدائی ہوگئی مگر جبکہ زوج کے گھر سے
نکل گئی تو اسکے واسطے سکنی بھی نہوگا اس جدائی میں کذا فی القہستانی والکفایہ معصیت کی فرقت کی مثال جیسے عورت کا مرتدہ ہوجانا یا زوج کے ولد کا بوسہ بشہوت
لینا سو اسکے سکنی کے طعام اور لباس واجب ہوگا فرقت معصیت میں اور وجہ فرق کی یہ ہے کہ سکنی حق ہے اللہ تعالی کا سو وہ کسی حال میں ساقط نہیں ہوتا اور طعام و لباس
حق ہے عورت کا سو وہ عورت کی فرقت معصیت سے ساقط ہوگیا اہم خلاصہ یہ ہے کہ جب جدائی زوج کیطرف سے ہوگی تو معتدہ کا نفقہ واجب ہوگا اور اگر جدائی عورت
کیطرف سے ہو اگر بمعصیت ہے جیسے خیار عتق اور خیار بلوغ اور عدم کفاءت میں تو نفقہ واجب ہے اور اگر جدائی معصیت سے ہے جیسے ارتداد اور تقبیل فرع اصول یا فروع کی تو اسکا
نفقہ ساقط ہوجاویگا لیکن خلع اور ایلاء اور ارتداد زوج یا تقبیل اسیطرح خوشدامن کی وطی یا ملاعنہ عورت کا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ جدائی زوج کیطرف سے ہے نہ زوجہ کیطرف سے کذا فی
العالمگیریہ تسقط النفقة بردتہا بعد البت ای ان خرجت من بیتہ والا فواجبة قہستانی اور نفقہ ساقط ہوجاتا ہے عورت کے مرتد ہونے سے بعد طلاق بائن کے
اگر وہ زوج کے گھر سے نکل گئی اور اگر گھر ہی میں رہی تو نفقہ واجب ہے کذا فی القہستانی یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی پھر وہ عدت میں مرتد ہوگئی تو اسکا نفقہ
ساقط ہوگیا فقط ارتداد کے سبب سے نہیں بلکہ جو حاکم کے پاس مقید رہیگی توبہ کرنے تک تو سقوط نفقہ کی علت حبس ہے نہ ارتداد اور اگر وہ محبوس نہ ہو گی زوج کے گھر میں
رہیگی تو نفقہ واجب ہوگا بخلاف اسکی تمکین کے جو بعد طلاق ہو کہ اسمیں نفقہ ساقط ہو لا تمکین ابنہ لعدم حبسہا بخلاف المرتدة حتی لو لم تحبس فلہا النفقة نہ ساقط
ہوگا نفقہ تمکین ابن زوج سے یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی اور زوجہ نے زوج کے ولد کو اپنے اوپر قادر کردیا بیٹے وطی سے راضی ہوگئی تو اسکا نفقہ نہ ساقط
ہوگا بسبب محبوس نہونے زوجہ کے پیش حاکم کے پاس اسکا مقید ہونا لازم نہیں جو اسکا نفقہ ساقط ہوجاوے بخلاف مرتدہ کے کہ اسکا نفقہ بسبب پیش حاکم کے

ساقط ہو جاتا ہے تاکہ اگر مرتدہ محبوس نہوئی یا حاکم نے اسکو زوج ہی کے پاس محبوس کیا تو اسکے واسطے نفقہ واجب ہوگا الا اذا لحقت بدار الحرب ثم عادت وتابت
لسقوط العدۃ باللحاق لانہ کالموت بحر وہو مشیر الی انہ قد حکم بلحاقہا والا فتعود نفقتہا بعودہا فلیحفظ لیکن جبکہ عورت مرتدہ ہو کر دار الحرب میں چلی گئی پھر وہاں سے آئی
اور توبہ کر کے مسلمان ہوگئی تو اس صورت میں نفقہ اسکا واجب نہوگا بسبب ساقط ہونے عدت کے لحوق دار الحرب سے اسواسطے کہ لحوق دار الحرب کا برابر موت کے ہے کذا فی البحر
اور یہ تعلیل لحوق کی اسکی مشیر ہے کہ سقوط نفقہ میں حکم ہوگیا لحوق دار الحرب کا اسواسطے کہ جبتک قاضی مرتدہ کیواسطے لحوق دار الحرب کا حکم نہ دے تو لحوق مرتدہ کا موت
حکمی میں داخل ہوگا اور اگر بدون حکم لحوق کے مرتدہ دار الحرب سے دار الاسلام میں مسلمان ہوکر آویگی تو اسکا نفقہ عود کریگا مرتدہ کے عود کرنیکے ساتھ سو اسکو یاد رکھنا
چاہیئے مؤلف اس تقریر سے تناقض روایت جامع اور ذخیرہ کا مندفع ہوگیا جامع میں ابتداء یہ ہے کہ نفقہ عود نہیں کرتا بعد لحوق دار الحرب عود کے تو وہاں مراد یہ ہے کہ بعد
حکم لحوق کے عود نہیں کرتا اور ذخیرہ کی جو روایت ہے کہ عود کرتا ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ قبل از حکم لحوق نفقہ عود کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وتجب النفقۃ بانواعہا
علی الحر لطفلہ یعم الانثی والجمع اور واجب ہے نفقہ تینوں قسم کا حر پر اسکے طفل کا شامل ہے مونث اور جمع کو بیٹا اور بیٹی چاہے ہوں یا ایک سب کا یہ نفقہ ثابت ہوا اور حر کی
قید سے غلام نکل گیا کہ اسپر لڑکے کا نفقہ واجب نہیں ہے طفل عبارت ہے صغیر سے جب کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تا بلوغ اور طفل جمع و واحد دونوں کو شامل ہے کذا
فی المغرب اور کہا ہے کہ طفل واحد اور جمع بھی ہوتا ہے مثل صبی کے کذا فی منح الغفار الفقیر الحر فان نفقۃ المملوک علی مالکہ والغنی فی مالہ الحاضر فان غاب مالہ فعلی الاب ثم یرجع ان اشہد
لا ان نوی الا دیانۃ باپ پر طفل فقیر آزاد کا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ طفل مملوک کا نفقہ اسکے مالک پر ہے اور طفل مالدار کا نفقہ اسکے موجود مال میں ہے جو اسکو بطریق ارث
کہیں سے ملا اور اگر طفل کا مال غائب ہو یا حاضر نہ ہو تو اسکے باپ پر نفقہ ہے پھر اسکا باپ اسکے مال سے اپنا نفقہ دیا ہوا بھر لے اگر نفقہ دینے کیوقت اسنے رجوع پر گواہ کر لیے ہیں
نہ رجوع کر سکیگا اگر اسنے نیت اسکی کی ہوگی مگر باعتبار دیانت کے البتہ رجوع کر سکتا ہے باعتبار دیانت کے ولو کانوا فقراء فان لا ابا یکتسب او [illegible] ینفق علیہم
ولو لم یتیسر انفق علیہم القریب ثم رجع علی الاب اذا ایسر اور اگر باپ اور اسکا ولد صغیر دونوں محتاج ہوں تو باپ کمائی کرے اور اگر کسب کی اسکو طاقت نہو تو سوال
کرے اور اولاد صغیر کو کھلاوے اور اگر کسب میسر نہ ہو یا کفایت نہ کرے تو قرابت والا اچھا ہو یا ماموں انکو نفقہ دے اور جب باپ کو مقدور ہو تو اس سے لے کذا فی
الذخیرہ ولو خاصمتہ الام فی نفقتہم فرضہا القاضی وامرہ بدفعہا للام مالم تثبت خیانتہا فیدفع لہا صباحا ومساء او یامر من ینفق علیہم اور اگر اولاد صغار کی
ماں نے باپ سے جھگڑا کیا اولاد کے نفقہ میں تو قاضی انکا نفقہ مقرر کر دیگا اور باپ کو حکم کرے کہ انکا نفقہ ماں کو دے جبتک کہ ماں کی خیانت ثابت نہ ہو اور اگر خیانت اسکی
ثابت ہو تو یکبارگی نفقہ نہ دے بلکہ ہر روز صبح و شام ماں کو دیا کرے یا قاضی کسی شخص سے کہدے کہ وہ خرچ کیا کرے صبح و شام اولاد پر [illegible] کذا فی
حاشیۃ المدنی وصح صلحہا عن نفقتہم ولو بزیادۃ یسیرۃ تدخل تحت التقدیر ان لم تدخل طرحت [illegible] اور صحیح ہے صلح کر لینا انکی ماں کا اولاد صغار کے
نفقہ پر اگرچہ تھوڑی سی زیادتی پر صلح ہو گئی ہو جو تحت تقدیر داخل ہو سکتی ہے مثلاً دس درم پر صلح ہوئی ہو اور واقعی انکو آٹھ یا نو درم کافی ہیں لیکن جب زیادہ کثیر ہو
لیکن تو کوئی اسکو دس درم اندازہ کرتا ہے اور کوئی [illegible] تو زیادتی [illegible] صلح کی منافی نہیں ہے اگر ایسی ہو کہ تحت تقدیر [illegible] داخل نہ ہو [illegible]
[illegible] اور اگر [illegible] صلح کرلی کہ انکو کافی نہیں ہے تو صلح سے زیادہ نفقہ دیا جاویگا [illegible] کذا فی البحر
ولو ضاعت رجعت بنفقتہم [illegible] اور اگر اولاد کا نفقہ ضائع ہوگیا ماں کے پاس سے تو اسکا نفقہ دوبارہ [illegible] لا الانفاق
ولا تکون دینا علی الاب [illegible] لا نفقۃ علی الحر لولدہ من الامۃ ولا علی العبد لولدہ من حرۃ وعلی الکافر نفقۃ ولدہ المسلم [illegible]
اور [illegible] باپ محتاج ہو اور [illegible] اور یہ نفقہ دین ہوگا باپ پر یعنی جب باپ کو مقدور ہو تو ادا کرے اور
[illegible] اگر ماں اور دادا دونوں مقدور والے ہوں تو [illegible] نفقہ [illegible] شفقت کے اور اسی
[illegible] آزاد پر نفقہ واجب نہیں اسکی اولاد کا جو لونڈی منکوحہ سے ہو اور غلام پر نفقہ واجب نہیں اسکی اولاد کا اگرچہ [illegible] ہوں بلکہ انکی ماں پر نفقہ

لازم ہوا اور کافر باپ پر اسکے مسلمان ولد کا نفقہ لازم ہے چنانچہ اسکا ذکر آویگا کذا فی البحر یعنی وعدہ اعادہ ذکر نفقہ ولد مسلم کا صاحب بحر کا ہو اپنی کتاب میں شارح کا
کذا فی حاشیۃ المدنی ہو کذا یجب لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب کانثی مطلقا او زمن یلحقہ العار بالتکسب وطالب علم لا یتفرغ لذلک کذا فی الزیلعی والعینی اور ایسے
واجب ہو نفقہ ولد بالغ کا جو عاجز ہو کمائی سے چنانچہ بالغ بیٹی لولا ہو یا جیسے بیٹی کا نفقہ مطلقا واجب ہے خواہ کیسا ہی ہو یا کچھ تا عدم نکاح اور ایسی لڑکا نفقہ باپ پر
واجب ہے جسکو عار ہونگا کہ وہ پیشہ وری سے مانند انبیاء کرام کے اور طالب علم کا نفقہ باپ پر واجب ہے جسکو تحصیل علم سے فراغت نہو تی ہو پیشہ وری کے
واسطے کذا فی الزیلعی والعینی ہم یہ کوئی نہ سمجھے کہ اشراف اکا ولاد کرام کو پیشہ کرنا عار ہے اسواسطے کہ صحابہ و اولیا بیت کسب کرتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ اُنکی عہد کی عادت کے
سبب سے لوگ شرماتے ہوں اور انکو لوگ برا کہتے ہوں اور دوسری بھی لگاتے ہوں چنانچہ حلوانی نے کہا ہے کہ اگر وہ لڑکا انبیاء کرام سے ہو اور لوگ اُسکو مزدوری بیچ لگاتے ہوں
تو وہ عاجز ہو اُسکے باپ پر نفقہ اسکا واجب ہے کذا فی العالمگیریہ نقلا عن الوجیز وکذا فی مبلغ الغفار نقلا عن الخلاصۃ وافتی ابو حامد بعدمھا لطلبۃ زماننا کما بسط
فی القنیۃ وکذا قیدہ فی الخلاصۃ بذی رشد اور فتوی دیا ہے ابو حامد نے عدم وجوب نفقہ کا ہمارے زمانہ کے طالب علموں کیواسطے بسبب فسق اور عدم دین کے
چنانچہ اسکو خوب واضح بیان کیا ہے قنیہ میں اور ہے واسطے وجوب نفقہ کو مقید کیا ہے خلاصہ میں فیع الدت کے ساتھ یعنی جس طالب علم کی ہمت عالی ہو طلب علم میں فی شرافت
مطلوب ہو نہ منصب دنیاوی پایا پس اسکا نفقہ باپ پر واجب ہے تھا وہی عالمگیری میں جنیرہ سے منقول ہے کہ طالب علم عاجز ہوں سبب اشتغال علم کے کسب کرنے
سے تو انکا نفقہ انکے باپوں پر واجب ہے بشرطیکہ علوم شرعیہ میں مشغول ہوں نہ خلافیات رکیکہ اور ہذیان فلاسفہ میں اور انمیں کا رشد اصلاح و تقوی کے معلوم ہوتے ہوں
اور اگر ویسے نہوں تو انکا نفقہ بھی واجب نہیں لا یشارکہ ای الاب ولو فقیرا احد فی ذلک کنفقۃ ابویہ وعرسہ بہ یفتی مالم یکن معسرا فیلحق بالمیت فتجب علی غیرہ
فلا رجوع علیہ علی الصحیح من المذہب لا الام وسترہ بحر نہیں شارک ہے کوئی باپ کا اسامر میں اگرچہ باپ محتاج ہو یعنے طفل اور بالغ عاجز اولاد کے نفقات میں
باپ کا کوئی شریک نہیں ہے بلکہ خاص باپ پر واجب ہے نہ اُسکے غیر پر چنانچہ محتاج والدین کا نفقہ فرزند پر ہے نہ اُسکے چچا یا دادا پر اور زوجہ کا نفقہ زوج پر ہے نہ غیر پر اور
اسی پر فتوی ہے یعنے طفل وغیرہ کا نفقہ تمام و کمال باپ پر ہوتا ہے لیکن نہایت تنگدست ہوا ور جب کہ تنگدست ہو گا تو وہ میت میں داخل ہے تو اس صورت میں
باپ کے سوا اُس قرابت والے پر واجب ہوگا جس پر نفقہ طفل کا واجب تھا وہ موت ہو باپ ہونے کے تو ایسے قریب پر نفقہ واجب ہے وہ وہ نہ سکے کہ باپ سے پھیر لے
بنا بر صحیح مذہب کے مگر ماں اپنے ولد پر نفقہ کرے پھر جب باپ کو مقدور ہو تو اُس سے پھیر لے کذا فی البحر الرائق قال علیہ فلا بد من اصلاح المتون جوہرۃ
صاحب بحر نے کہا بنا بر مذہب صحیح مذکور کے متون فقہ کو اصلاح دینا لازم ہے کذا فی الجوہرہ یعنی جب یہی مذہب صحیح یہ ٹھہرا کہ جب باپ نہایت تنگدست ہو تو قرابت والے پر
طفل کا نفقہ واجب ہے اور حالانکہ متون فقہ میں اسپر اتفاق ہے کہ ہوتے باپ کے نفقہ طفل وغیرہ میں کوئی شریک نہیں تو موجب مذہب صحیح کے متون اور شروح کو
درست کرنا ضرور ہے اور خیر الدین رملی نے بحر الرائق کے حاشیہ میں کہا ہے کہ اصحاب متون نے قدوری کی روایت اختیار کی ہے کہ باپ کے ہوتے اُسکی اولاد کے نفقہ میں کوئی
شریک نہیں خواہ باپ مالدار ہو خواہ تنگدست اور تنگدستی میں اسکی اولاد کا نفقہ قرابت والے پر لازم ہے جب باپ کو مقدور ہو تو اُس سے پھیر لے متون اور شروح میں
اسی روایت پر اتفاق ہے اور یہی معتمد و مفتی بہ ہے اور صاحب بحر الرائق نے جسکو مذہب صحیح گمان کیا ہے وہ لائق التفات کے نہیں ہے اسواسطے کہ نقل مذہب کیواسطے
متون ہی مخصوص ہیں شیخ رحمتی نے کہا کہ تعجب ہے صاحب نہر الفائق سے کہ اس مقام میں چپ رہا باوجود خلل کے حالانکہ بحث اور اعتراض کرنا صاحب بحر پر اسکی عادت
ہے اور زیادہ تر تعجب اسپر آتا ہے کہ شارح نے بھی کلام صاحب بحر کو مسلم رکھا حالانکہ اُسکے استاد خیر الدین رملی نے اُسکے خلل پر آگاہ کر دیا ہے اور دوسرا خلل یہ ہے شارح کی عبارت میں
یہ ہے کہ بعد نقل کلام صاحب بحر کے جوہرہ کا لفظ اکثر نسخ درالمختار میں موجود ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ صاحب جوہرہ نے بحر الرائق کی عبارت نقل کی حالانکہ یہ
غلط ہے اسواسطے کہ صاحب جوہرہ کا زمانہ بہت مقدم ہے صاحب بحر سے طحطاوی محشی نے کہا کہ اگر اسکا یہ مطلب ظاہر اعتبار رکھا جاوے کہ صاحب بحر نے جوہرہ سے
یہ روایت کی ہے سو بھی نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ بحر میں یہ روایت جوہرہ سے منقول نہیں محشی مدنی نے کہا کہ میں نے ایک نسخہ درالمختار کا دیکھا

جسکو شیخ رحمتی نے محشی کیا تھا اُسمیں یون عبارت تھی وفی الجوہرۃ فروع یعنی فروع مذکورہ شارح کے جوہرہ سے منقول ہیں اور یہی بلا شبہ ٹھیک ہوا اور باقی نسخے
غلط ہیں فروع مسائل نفقہ شارح کے ولو لم یقدر الا علی نفقۃ احد ابویہ فالام احق اگر بیٹا قادر ہو مگر ایک کے نفقہ پر یعنی قادر فقط دو رسیے مان باپ دونون کو نفقہ
نہ دے سکتا ہو اور ایک کو دے سکتا ہو تو مان زیادہ ترحقدار ہے اسواسطے کہ تکلیفات جسمی اولاد کی جہت سے مان پر زیادہ تر گذرتی ہیں جنہیں تنگ ہوا رہی ہیں مان مقدم ہو چنانچہ
تعظیم اور توقیر مین باپ مقدم ہے اور روایت ضعیفہ یہ ہے کہ باپ مقدم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الجوہرۃ ولو له اب وطفل فالطفل احق وقیل یقسمہا فیہما اور اگر ایک
شخص کا باپ اور طفل ہو اور وہ ایک ہی کو دے سکتا ہو تو طفل زیادہ ترحقدار ہے اسواسطے کہ مطلق کسب پر قادر نہین اور بعضون نے کہ یہ صحیح نہیں اور یہ قول ضعیف ہے
کہ نفقہ کو دونون میں تقسیم کرے وعلیہ نفقۃ زوجۃ ابیہ وام ولدہ بل علیہ تزویجہ او تسریہ اور فرزند پر اپنے باپ کی زوجہ کا اور اُسکے ام ولد کا نفقہ واجب ہے بلکہ فرزند پر
باپ کا نکاح کر دینا یا تصرف کیواسطے لونڈی لے دینا واجب ہے بشرطیکہ باپ کو عورت کی حاجت ہو اور فرزند مقدور والا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی عن الجوہرۃ ولو له زوجات
فعلیہ نفقۃ واحدۃ یدفعہا للاب لیوزعہا علیہن اور اگر باپ کے چند زوجات ہوں تو فرزند پر ایک ہی زوجہ کا نفقہ دینا واجب ہے ایک ہی نفقہ باپ کو دیوے تاکہ وہ
وہ تقسیم کرے بقدر اُنکے استحقاق کے وفی المختار والملتقی ونفقۃ زوجۃ الابن علی ابیہ ان کان صغیرا فقیرا او زمنا اور مختار اور ملتقی میں ہے کہ نفقہ بہو کا سسر پر ہے
اگر بیٹا صغیر محتاج ہو یا لولا وفی الواقعات للمفتین لقدری افندی ویجبر الاب علی نفقۃ امرأۃ ابنہ الغائب وولدہا اور قدری افندی کے واقعات المفتین میں
ہے اور باپ سے زبردستی دلایا جاویگا ولد غائب کی زوجہ کا نفقہ اور بہو کا ولد کا نفقہ قدری افندی کا نام عبد القادر بن یوسف ہے چنانچہ کتاب واقعات المفتین کے
خطبہ میں مذکور ہے اور یہ بزرگ بلاد روم کے مفتیوں کے رئیس تھے کذا فی حاشیۃ المدنی افندی ترکی زبان میں مولوی اور فاضل کو کہتے ہیں کذا الام علی نفقۃ الولد
لترجع بہا علی الاب اور اسیطرح ماں سے زبردستی دلایا جاویگا ولد کا نفقہ تاکہ ماں اُسکے باپ سے نفقہ پھیر لے جبکہ وہ سفر سے آوے وکذا الابن علی نفقۃ الام لیرجع علی زوج امہ
اور اسیطرح ولد سے زبردستی ماں کا نفقہ دلایا جاویگا تاکہ وہ اپنی ماں کے زوج سے پھیر لے جب وہ سفر سے آوے خواہ ولد کا وہ باپ ہو یا نہو وکذا الاخ علی نفقۃ اولاد اخیہ
لیرجع بہا علی الاب کذا الابعد اذا غاب الاقرب انتہی اور اسیطرح بھائی سے دوسرے بھائی کی اولاد کا نفقہ جبر دلایا جاویگا تاکہ پھیر لے اپنے بھائی سے جب سفر سے آوے اور اسیطرح
ابعد سے بجبر نفقہ اقرب کی اولاد کا دلایا جاویگا جبکہ اقرب غائب ہو پھر جب اقرب آوے تو ابعد نے جو خرچ کیا ہو اسکو اُس سے پھیر لے انتہی کلام الواقعات وفی الفصولین
من الرابع والثلثین صبی انفق علی بعض الورثۃ فقال انفقت بامر الوصی واقرہ الوصی ولا یعلم ذلک الا بقول الوصی بعدما انفق یقبل قول الوصی
والمنفق متبرع انتہی اور فصولین کی چونتیسوین فصل میں ہے کہ ایک مرد اجنبی نے میت کے بعضے وارثون کو نفقہ دیا پھر اجنبی نے کہا کہ میں نے وارثون کو
نفقہ وصی کے کہنے سے دیا اور اُسکا وصی نے بھی اقرار کیا اور اس نفقہ دینے کا حال معلوم نہیں ہوتا بعد خرچ چکنے کے مگر وصی ہی کے قول سے تو اس صورت میں قول وصی کا مقبول
ہوگا بشرطیکہ جس وارث کو نفقہ دیا ہے صغیر ہو انتہی کلامہ اور اگر وارث بالغ ہوگا تو نفقہ اجنبی کا احسان ہوگا نہ دین جسکا ادا کرنا متروکہ میت سے لازم ہو کذا فی حاشیۃ المدنی
وفیہا قال انفق علی او علی عیالی او اولادی ففعل قیل یرجع بلا شرط وقیل لا ولو قضی دینہ بامرہ یرجع بلا شرط وکذا کل ما کان مطالبا من جہۃ العباد کجنایۃ ومؤنۃ
مالیۃ ثم ذکر ان الاسیر ومن اخذہ السلطان لیصادرہ لو قال لرجل خلصنی فدفع المامور مالا فخلصہ قیل یرجع وقیل لا فی الصحیح یفتی اور فصولین میں ہے کہ
ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو نفقہ دے یا میرے عیال اور اولاد کو نفقہ دے پھر اُسنے نفقہ دیا تو ایک قول یہ ہے کہ اس سے پھیر لے بلا شرط رجوع اور دوسرا قول یہ
کہ بدون شرط کے پھیر نہیں سکتا اور اگر ایک نے دوسرے کا دین ادا کر دیا اُسکے کہنے سے تو پھیر لیگا گرچہ پھیر لینے کی شرط نہ کی ہو اور اسیطرح بلا شرط پھیر سکتا ہے جمیع مطالبات میں
امر کرنیوالے پر مطالبہ جانب عباد سے ہو چنانچہ جنایت اور مصادرہ مالیہ میں مثل عشر اور خراج جنایت اپنی قصد کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے کسی شخص کی انگلی کاٹ ڈالی
دیت پر صلح ہوا لازم آیا اور زید نے کہا خالد سے کہ تو میری طرف سے خونبہا دیدے اور اُسنے دیا تو اگرچہ شرط پھیر لینے کی نہ کی ہو لیکن خالد زید سے دیا ہوا پھیر لیگا اور اسیطرح اگر زید کے
اموال سے خالد نے عشر یا خراج ادا کیا تو اُسکو بھی پھیر لیگا بلا شرط پھر صاحب فصولین نے ذکر کیا کہ جو شخص قید ہو جسکو بادشاہ نے بظلم مال لینے کیواسطے گرفتار کیا اگر کہا ایک مرد سے کہ مجھکو

چھڑا لے اسکو مرنا ہو لے اپنا مال یا اسکو قید سے یا بادشاہ کی گرفتاری سے چھڑایا تو بعض نے کہا کہ وہ شخص اپنا مال گھر سے پھیر لے اور بعضوں نے کہا نہ پھیرے بنا بر قول صحیح کے اور
اسی پر فتویٰ ہے یعنی نہ پھیر لینے پر ولیس علی امہا ارضاعہ قضاء بل دیانۃ اور واجب نہیں صغیر کی ماں پر دودھ پلانا اسکا بنا بر قضا کے بلکہ واجب ہے باعتبار دیانت کے
ہم ماں بسبب وفور شفقت کے اپنے ولد کی رضاعت سے پہلو تہی نہیں کرتی اور اگر وہ انکار کرے کہ مجھکو دودھ پلانے سے تکلیف ہوتی ہے تو قاضی اسپر جبر نہیں کر سکتا اسواسطے
کہ حق تعالیٰ نے فرمایا لا تضار والدۃ بولدہا یعنی والدہ کو اسکے ولد کی جہت سے ضرر رسانی نہ چاہئے تو دودھ کیواسطے جبر کرنا یقیناً ضرر رسانی ہے لیکن باعتبار دیانت کے
البتہ اسپر واجب ہے اسواسطے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ والوالدات یرضعن اولادہن حولین کاملین یعنی مائیں دودھ پلاتی ہیں اپنی اولاد کو دو برس پورے تو دودھ پلانا ایسا ہے
جیسے اور گھر کے کام ہیں چنانچہ کھانا پکانا یا جھاڑو دینا کہ باعتبار دیانت کے واجب ہیں نہ باعتبار قضا یعنی اگر وہ انکار کرے کہ مجھسے نہیں ہو سکتا تو کوئی زبردستی
نہیں کر سکتا کہ شاید بعاجزی سے قبول نہ کرتی ہو الا اذا تعینت فتجب کما مر فی الحضانۃ مگر جسکیلئے ماں ہی متعین ہو گئی ہو تو دودھ پلانا اسپر واجب ہے اسطرح پر کہ بچہ کسی عورت کا
دودھ نہ پیتا ہو سوا اپنی ماں کے یا کوئی دائی دودھ پلانے والی نہ ملتی ہو یا ملتی ہو مگر بدون اجرت کے نہ پلاتی ہو اور حالانکہ باپ اور بچہ دونوں محتاج بے مال ہوں تو اسپر زبردستی
ماں پر دودھ پلانا قضاءً بھی واجب ہوگا یعنی قاضی اسپر زبردستی کریگا تاکہ بچہ ہلاک ہونے سے محفوظ رہے چنانچہ یہ مسئلہ باب الحضانۃ میں گذر چکا وکذا اذا استأجرہ علی ابقاء
الاجارۃ بزازیۃ اور اسیطرح دائی پر جبر کیا جاوے نوکری کے باقی رکھنے پر کذا فی البزازیۃ یعنی مثلاً دائی کو ایک مہینے کیواسطے نوکر رکھا اور بعد مہینے کے اسنے نوکری سے انکار
کیا اور حالانکہ دوسری دائی نہیں ملتی یا لڑکا اسسے مانوس ہو گیا ہے تو نوکری باقی رکھنے میں جبر کیا جاویگا تاکہ صغیر تلف نہو ولیستاجر الاب من ترضعہ عندہا
لان الحضانۃ لہا والنفقۃ علیہ اور دودھ پلانے والی کو باپ نوکر کرے صغیر کی ماں کے پاس رکھے اسواسطے کہ حق پرورش ماں کیواسطے ہے اور نفقہ دائی اور صغیر اور اسکی ماں کا
باپ پر واجب ہے اور اگر صغیر کی ماں نہو تو جسکو حق حضانت پہونچتا ہے اسکے پاس صغیر رہے ولا یلزم الظئر المکث عند الام ما لم تشترط فی العقد اور لازم نہیں دائی کا قیام کرنا ماں
کے پاس تا وقتیکہ اسکی شرط نہ کی ہو عقد اجارہ میں اسواسطے کہ دائی کو اختیار ہے کہ ماں کی جگہ سے صغیر کو اپنے گھر لیجاوے یا گھر میں داخل ہو ڈیوڑھی میں دودھ پلا دیا کرے
اور اگر نوکری کیوقت دائی سے شرط کرلی ہو کہ پاس رہنے کی تو اس صورت میں اسکو رہنا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر لا تستاجر الاب امہ لو منکوحۃ
ولو من مال الصغیر خلافا للذخیرۃ والمجتبیٰ نوکر نہ رکھے باپ صغیر کی ماں کو اگر وہ منکوحہ ہو اگرچہ اسکو صغیر کے مال سے نوکری دے یا اپنے مال سے بخلاف ذخیرہ و مجتبیٰ کے
کہ انمیں مال صغیر سے نوکر رکھنا منکوحہ کا جائز رکھا ہے اور حموی نے بدیعیہ سے نقل کیا ہے کہ فتویٰ اسی روایت پر ہے کہ مال صغیر سے ماں کو نوکر رکھنا دودھ پلانے کیواسطے
جائز ہے علماء نے کہا تو اب ذخیرہ اور مجتبیٰ کا قول مفتی بہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او معتدۃ رجعی اگر صغیر کی ماں منکوحہ یا معتدہ رجعی ہو تو اسکو نوکر نہ رکھے وجاز فی
البائن فی الاصح جوہرۃ کاستئجار منکوحتہ لولدہ من غیرہا اور صغیر کی ماں کو طلاق بائن میں نوکر رکھنا جائز ہے قول اصح میں یعنی اگر صغیر کے باپ نے اسکو طلاق بائن دی ہو
اور وہ عدت میں ہو تو اسکا نوکر رکھنا دودھ پلانے کیواسطے صحیح ہے کذا فی الجوہرۃ جیسے نوکر رکھنا منکوحہ کا اس لڑکے کو دودھ پلانے کیواسطے جائز ہے جو اس منکوحہ کے پیٹ سے
نہیں چنانچہ زید کا لڑکا ہو حلیمہ سے اور اسکی دوسری زوجہ کریمہ ہو تو کریمہ کو نوکر رکھنا حلیمہ کے لڑکے کیواسطے درست ہے اسواسطے کہ کریمہ پر اسکا دودھ پلانا واجب نہیں
جو نوکری درست ہو وہی ہے احق بارضاع ولدہا بعد العدۃ اذا طلبت ما تقدرہ علی ما تاخذہ الاجنبیۃ ولو دون اجر المثل بل الاجنبیۃ المتبرعۃ احق منہا زیلعی اسکے
فی الارضاع اور ماں زیادہ حقدار ہے اپنے ولد کو دودھ پلانے کی نوکری میں بعد گذرنے عدت کے بشرطیکہ ماں زیادہ مانگتی ہو اس اجرت سے جسکو اجنبی عورت لیتی ہے اگرچہ وہ اجرت
مثل سے کم مانگتی ہو اور اجرت مثل مانگتی ہو بلکہ اجنبیہ مفت دودھ پلانے والی زیادہ ترحقدار ہے دودھ پلانے میں اس ماں سے جو بدون اجرت نہیں پلاتی کذا فی شرح الزیلعی لا اجرۃ
الحضانۃ فللام کما مر اور پرورش کی اجرت تو ماں ہی پاویگی چنانچہ باب الحضانۃ میں گذر چکا یعنی اگر باپ نے صغیر کے دودھ پلانے کیواسطے کسی عورت کو نوکر رکھا تو مطلقہ
کا حق پرورش ہنوز باقی ہے سو ساقط نہیں اسکی اجرت وہی پاویگی وللمرضع النفقۃ والکسوۃ اور باپ پر لازم ہے شیرخوار کیواسطے نفقہ اور پوشاک دینا اسواسطے کہ فقط دودھ صغیر کو
کفایت نہیں کرتا بلکہ چبانے کیواسطے اور چیز کی بھی حاجت ہوتی ہے جیسے کھیر یا کھچڑی مثلاً تو قاضی اسکی بھی مقرر کرے سوا اجرت رضاعت اور اجرت حضانت کے

کذا فی حاشیۃ المدنی و للام اجرۃ الارضاع بلا عقد اجارۃ اور مطلقہ ماں کیواسطے اجرت دودھ پلانے کی ثابت ہے بدون عقد اجارہ کے یعنے جبتک دو سال کی مدت کے اندر صغیر کو ماں
دودھ پلاویگی تو باپ پر اجرت دینا لازم ہوگا اگرچہ باپ نے اسکو نوکر نہ رکھا ہو تو یہ مسئلہ مستثنیٰ ہے اُس قاعدہ کلیہ سے کہ اجرت لازم نہیں ہوتی بدون عقد کے و حکم الصلح کالاستیجار
اور حکم صلح کا مانند حکم استیجار کے ہے یعنی صلح نوکری کے برابر ہے تمام مذکورہ میں تو اگر ماں نے باپ سے مصالحہ کر لیا ہو کہ اتنے درم ہر مہینے میں لیا کرونگی اور دودھ پلاونگی تو اگر ماں
منکوحہ یا معتدہ رجعی ہے تو صلح جائز نہیں جیسے نوکری جائز نہیں اور اگر تین طلاق یا بائن کی عدت میں صلح کی تو ہم نے جو روایت کی ہے جائز ہے اور اگر بعد عدت کے صلح کی تو بالاتفاق
جائز ہے جیسے نوکری جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و فی کل موضع جاز الاستیجار و وجبت النفقۃ لا تسقط بموت الزوج بل تکون اسوۃ للغرماء لانہا اجرۃ لا نفقۃ اور جس جگہ
زوجہ یعنی صغیر کی ماں کو نوکری کرنا جائز ہے اور نفقہ اسکے واسطے واجب ہے تو اسکے دودھ پلانے کی اجرت ساقط نہیں ہوتی زوج کے مرنے سے یعنی صغیر کے باپ کے مرنے سے
بلکہ ماں صغیر کی برابر ہوگی سب قرضخواہوں کے یعنے جیسے اور قرضخواہوں کو میت کے مال سے حصہ ملیگا ویسے ہی صغیر کی ماں کو بھی ملیگا اسواسطے کہ یہ اجرت ہے نہ نفقہ جو
زوج کی موت سے ساقط ہو جاتا ہے و تجب علی موسر ولو صغیرا یسار الفطرۃ علی الارجح اور نفقہ اصول کا واجب ہے ایسے ولد پر جو مقدور رکھتا ہے اگرچہ صغیر ہو صدقہ فطر واجب ہونے کی
بنا پر قول ارجح کے یعنی جو مالک ہو ایسے نصاب کا کہ فاضل ہو حوائج اصلیہ سے اگرچہ نامی نہو اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور یہی مختار ہے جیسا کہ ... اور اسی پر فتوی ہے
بعضوں نے کہا کہ وجوب نفقہ اصول میں نصاب زکوۃ کا مالک ہونا شرط ہے اور اجناس میں کہا کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و رجح الزیلعی و الکمال انفاق
فاضل کسبہ اور ترجیح دی زیلعی اور کمال الدین نے فتح القدیر میں نفقہ دینے اصول پر فاضل کسب سے اور نہر الفائق میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ اگر بیٹا پیشہ ور ہو
تو وہاں امام محمد کا قول معتبر ہے یعنی جو اسکے اور اسکے عیال کے خرچ سے باقی بچے وہ اصول پر خرچ کرے مثلا بیٹا ہر روز چار پیسے کماتا ہو اور چار پیسے میں اسکے عیال کا خرچ
ہو جاتا ہو اور دو پیسے بچتے ہوں تو اسپر واجب ہے کہ دونوں پیسے اپنے والدین کو دے صاحب نہر نے کہا کہ اسی قول پر اعتماد کرنا واجب ہے اور یہی لائق فتوی کے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
و فی الخلاصۃ المختار ان الکسوب یدخل ابویہ فی النفقۃ اور خلاصہ میں ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ بیٹا کمائی والا اپنے باپ کو اپنے خرچ میں اطفال و شریک کر لے خواہ
اسکی کمائی اسکے خرچ سے فاضل ہو یا نہو فتح القدیر میں ہے کہ حق تعالی نے والدین کا ذکر کیا حق میں فرمایا ہے و صاحبہما فی الدنیا معروفا یعنی والدین کے ساتھ با احسان
دنیا میں بسر کر تو خود کھانا اور والدین کو بھوک کا ننگا چھوڑنا احسان اور نیکی کے خلاف ہے و فی المبتغی للفقیر ان یسرق من مال ابنہ اذا کان محتاجا ولم یکن ثمۃ قاضی
ثمۃ لا اثم اور مبتغی میں ہے کہ محتاج باپ کو جائز ہے اپنے بیٹے کے مال سے چورا لینا بقدر کفایت کے جس صورت میں کہ بیٹا غائب ہو اور وہاں قاضی نہو
اور اس چوری میں اسپر کچھ گناہ نہیں اور اگر وہاں قاضی ہو تو چوری کرنا درست نہیں قاضی سے التماس کرے ... نفقہ دلاویگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر
النفقۃ لاصولہ ولو اب امہ ذخیرۃ الفقراء ولو قادرین علی الکسب ... اور اپنے اصول محتاجین کا نفقہ واجب ہے اگرچہ اصل نانا ہو کذا فی الذخیرۃ اور اگرچہ
اصول محتاجین کسب پر قادر ہوں ہم اصول سے مراد ماں اور باپ اور دادا دادی اور نانا نانی لیکن پوتے پر دادا کا نفقہ اسوقت فرض ہوگا جب باپ
مر گیا ہو یا محتاج ہو اور نانا کا بھی نفقہ اس صورت میں نواسی پر واجب ہوگا جب ماں نہو یا محتاج ہو اور اصول کے وجوب نفقہ میں عدم قدرت کسب کی شرط نہیں بلکہ
والدین اگر کسب پر قادر بھی ہوں تو بھی ولد پر ان کا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ احسان و نیکوکاری سے بعید ہے کہ با وجود مقدور کے انکو کسب کی مشقت میں ڈالنا
والقول للمنکر الیسار والبینۃ للمدعی اور قول معتبر ہے مقدور کے منکر کا اور گواہ مقبول ہیں مقدور کے مدعی کے یعنی اگر باپ دعوی کرتا ہو کہ بیٹا مقدور والا ہے اور بیٹا اسکے
مقدور کا منکر ہو تو بیٹے کا قول معتبر ہوگا اور اگر بیٹا دعوی کرتا ہو کہ باپ مقدور والا ہے مجھ پر اسکا نفقہ واجب نہیں اور باپ اپنے مقدور کا منکر ہو تو باپ ہی کا قول معتبر ہوگا
اور اگر ہر ایک نے اپنے دعوی کے گواہ گذرانے ہوں یعنی مدعی مقدور گواہوں سے ثابت کرتا ہے اور منکر بھی اسکو ... مقدور کا اسکے گواہ مقبول ہونگے نہ منکر کے لیس مع [illegible]
بین الابن و البنت مثل کالارث و بہ قال الشافعی نفقہ اصول کا اولاد پر برابر واجب ہے بیٹے اور بیٹی میں کچھ فرق نہیں تو اگر محتاج باپ کے بیٹی اور بیٹا ہو تو آدھا نفقہ
اسپر واجب ہے اور آدھا اسپر یہی قول حق ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر والخلاصۃ اسواسطے کہ علت وجوب نفقہ ولادت ہے سو وہ دونوں میں برابر [illegible]

ضعیف یہ ہے کہ بطور ارث واجب ہے تو بیٹیا و بیٹے سے ادہ بیٹی ایک حصہ اور یہی قول ہے امام شافعی رح کا شمس الائمہ نے کہا کہ نفقہ اول کا اولاد پر برابر ہوگا اگر مقدور میں کم تفاوت ہو اور اگر ایک نہایت زیادہ مقدور والا ہوا اور دوسرا کم مقدور ہے تو نفقہ میں بھی تفاوت لازم ہے کذا فی العالمگیریہ عن الذخیرة

والمعتبر فیہ القرب والجزئیة فلو له بنت وابن ابن او بنت بنت واخ النفقة علی البنت ونحوها لانه لا یعتبر الارث الا اذا استویا کجد وابن ابن فکارثهما الا المرجح کوالد و ولد فعلی الولد لترجحه بانت ومالک لابیک اور نفقہ ولادت کے وجوب میں معتبر ہے قرب اور جزئیت تو اگر دو شخص دونوں میں جزئیت پائی جاوے اور ایک زیادہ قریب ہو دوسرے سے تو اقرب ہی پر نفقہ واجب ہوگا بلا اعتبار ارث [illegible] پس اگر ایک شخص کے بیٹی ہو اور پوتا یا نواسی ہو اور بھائی تو نفقہ اسکا پہلی صورت میں بیٹی پر واجب ہے گا نہ پوتے پر اور دوسری صورت میں نواسی پر واجب ہے گا نہ بھائی پر اسواسطے کہ یہاں ارث معتبر نہیں ہاں مگر ارث وہاں معتبر ہے جب یہ دونوں برابر ہوں جیسے دادا اور پوتا یعنی ایک محتاج کے دادا اور پوتا ہو تو اسکا نفقہ دونوں پر بقدر انکی ارث کے ہوگا یعنی [illegible] دادا پر اور باقی پوتے پر اسواسطے کہ دونوں قرابت میں برابر ہیں تو ترجیح نہ ہوگی مگر [illegible] ارث کے اور صورت تساوی قرابت ارث معتبر ہے مگر [illegible] ترجیح کی جہت ہے تساوی قرابت اور ارث بھی ساقط الاعتبار ہے چنانچہ ایک محتاج کا باپ اور بیٹا مالدار ہوں تو اسکا نفقہ ولد پر ہوگا نہ باپ پر حالانکہ قرابت دونوں کی بلا واسطہ برابر ہے اور اگر ارث کا یہاں اعتبار ہوتا تو سدس نفقہ باپ پر ہوتا اور باقی ولد پر ایسے ہی جانبین ہوگا ولد ہی پر ہے بمقتضا اس حدیث شریف کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ ہی کا ہے تو واسطے اس کے باپ کا مال قرار دینا ہی وجہ ترجیح وجوب انفاق کی ہوئی اور نہیں فرمایا کہ باپ کا بیٹے کا ہے ہم بھائی اور باپ [illegible] اور دادا کا ذکر کر دیا شارح کا ان مثالوں میں اور آئندہ مثالوں میں بھی بے محل ہوگیا اسواسطے کہ گفتگو یہاں ہے وجوب نفقہ اصول کی فروع پر کذا فی حاشیة الدر وفی الخانیة لام وجد لاب کارثهما اور خانیہ میں ہے کہ ایک محتاج کی ماں ہو اور دادا تو اسکا نفقہ بقدر انکی ارث کے ہے جیسا کہ اوپر جد والی مسئلہ کی مثال گذری اسواسطے کہ ماں کو ترجیح ہے بسبب قرب کے اور دادا کو ترجیح ہے بسبب عصوبت کے لہذا ارث کا اعتبار ٹھہرا وفی القنیة لام وابی الام فعلی الام اور قنیہ میں یہ ہے کہ ایک محتاج کی ماں اور نانا تو اسکا نفقہ ماں پر ہوگا اسواسطے کہ نانا دادا [illegible] لہذا ماں کو ترجیح [illegible] ولعم وابی الام فعلی ابی الام اور اگر محتاج کا چچا ہو اور نانا تو نفقہ اسکا نانا پر ہے بسبب ترجیح جزئیت کے اور ارث کا یہاں اعتبار نہیں اگرچہ ارث چچا پاوے [illegible] لام وعم فکارثهما اور بحر الرائق میں اسی قول کو مشکل جانا ہے کہ ایک محتاج کے ماں ہو اور چچا تو اسکا نفقہ دونوں پر بقدر انکی ارث کے ہے یعنی ایک ثلث ماں پر اور دو ثلث چچا پر [illegible] اشکال کی یہ ہے کہ [illegible] بسبب جزئیت کے پھر ارث کے اعتبار کرنے کی کیا وجہ ہے [illegible] لام وعم وابی الام [illegible] احتمال کہا صاحب بحر نے کہ اگر ایک شخص کے ماں اور چچا اور نانا ہو تو آیا نفقہ بقدر ارث ہی کو لازم ہوگا یا [illegible] ارث کے ہوگا یا ان دونوں کا احتمال ہے [illegible] شیخ [illegible] نے کہا کہ اصل اشکال صاحب قنیہ کا ہے صاحب بحر نے اسکی پیروی کی ہے اور خلاصة الحال یہ ہے کہ یہاں [illegible] ایک قسم [illegible] اور دوسری [illegible] یہ ہے کہ ترجیح قرب اور جزئیت کو ہوا [illegible] یہ ہے کہ ارث معتبر ہے صاحب قنیہ نے دونوں [illegible] ذکر کیا اور [illegible] اشکال [illegible] ہرگز [illegible] مسئلہ [illegible] بلکہ صاحب بحر مشکل [illegible] اور اسی [illegible] پر نفقہ واجب ہو [illegible] واللہ اعلم کذا فی حاشیة الدر للمنحة **وتجب ایضا لکل ذی رحم محرم صغیر او انثی مطلقا ولو کانت الانثی بالغة صحیحة** اور بھی واجب ہے نفقہ ہر قرابت والے محرم کا صغیر ہو یا انثی مطلقا اگرچہ انثی تندرست بالغہ ہو [illegible] نفقہ کا سبب قرابت ہے ساتھ محرمیت کے تو چچا کے بیٹے کا نفقہ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ اگرچہ قریب ہے لیکن محرم نہیں اور رضاعی بھائی [illegible] نفقہ واجب نہیں اگرچہ وہ محرم ہے لیکن قرابت نسبی نہیں [illegible] محرم سے مراد وہ ہے کہ [illegible] نکاح [illegible] قرابت کے اور صغیر کی قید سے بالغ نکل گیا اور محرم عورت میں خالہ [illegible] بہن بھانجی بھتیجی داخل ہیں ان کا نفقہ واجب ہے صغیر ہوں یا بالغہ تندرست ہوں یا بیمار بشرطیکہ محتاج ہوں اور غیر منکوحہ [illegible] اسواسطے کہ منکوحات کا نفقہ انکے ازواج پر فرض ہے **او کان الذکر بالغا لکن عاجزا عن الکسب** [illegible] یا اس قریب محرم کا نفقہ واجب ہے جو مرد بالغ ہو لیکن کسب سے عاجز ہو بسبب مرض دائمی بیماری کے جیسے لولا ہونا اور اندھا ہونا [illegible] اور فالج ہونا [illegible] والمختار [illegible] الکسب [illegible]

اور لکھو من نحو ذوی البیوتات او طالب علم نہ یا دہ کیا ہے ملتقی اور مجتبیٰ میں یا بالغ بسبب آفت کے یا بسبب خرابی حماقت کے یا معزز خاندان ہو یا طالب علم ہو تو اسکا نفقہ
بھی واجب ہے اور شرط وجوب نفقہ معزز خاندان اور طالب علم کی نفقہ مذکور میں یہ ہے کہ ہو مقرب یا محتاج اور نیکی کرنا لازم ہے کیونکہ تحقیق احال من المجمع سے حیثیۃ تحل لہ الصدقۃ ولہ منزل وخادم
علی الصواب بدائع لفظ الی غیرہ حال ہو تحریم مہاں کہ یہاں یعنی صواب اور درست یہ ہے کہ ایسے محتاج ہوں کہ انکو صدقہ لینا حلال ہو تب انکا نفقہ واجب ہوگا اگرچہ انکے مکان
رہنے کا ہو اور خادم ہو خدمت کیواسطے بنا بر قول اصح کے کذا فی البدائع کہ رہنے کا مکان اور رہائش کا خادم حاجت اصلی سے فاضل نہیں اسکا وجود بمنزلہ عدم
بقدر الارث لقولہ تعالیٰ وعلی الوارث مثل ذلک لا تجب علیہ محارم نسب کا نفقہ واجب ہے بقدر ارث کے بدلیل قول الحق تعالیٰ کے کہ وارث پر ہے مثل اسکے یعنی جس کا نفقہ
مورث پر واجب ہو تو مورث کے بعد وارث پر ویسا ہی نفقہ واجب ہے تو اس آیت شریفہ میں حکم مرتب ہوا وارثیت کے وصف پر تو معلوم ہوا کہ وجوب نفقہ کی علت ارث ہے تو موافق
ارث کے نفقہ واجب ہوگا سو اگر یہ فقیر غنی ہوتا اور مرجاتا مال چھوڑ کر تو اسکا قریب کتنی وراثت پاتا سو اگر اسکے کل مال کا وارث ہوتا تو اس فقیر کا کل نفقہ اس قریب پر واجب ہوگا اور
بعض کا وارث ہوتا تو اسی قدر اس پر نفقہ بھی واجب ہوگا اسواسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ الغرم بالغنم یعنی تاوان بعوض فائدہ کے ہے ولو ہو اجبر کیا جاویگا قریب پر
نفقہ رسانی میں یعنی اگر قریب نفقہ اپنے محرم کو نہ دیگا تو قاضی زبردستی اس سے دلاویگا بسبب کہ وہ واجب ہے کذا فی المنح وحاشیۃ المدنی ثم فرع علی اعتبار الارث بقولہ
فنفقۃ من لہ ای فقیر لہ اخوات متفرقات موسرات علیہن اخماسا پھر مصنف نے تفریع کی اعتبار ارث پر اپنے اس قول سے کہ نفقہ اس فقیر کا جسکی چند قسم کی مالدار
بہنیں ہوں پانچ حصے کر کے ان پر واجب ہے یعنی اگر کسی کی تین بہنیں ہوں ایک سگی اور دوسری سوتیلی اور تیسری مادری تو تین خمس نفقہ سگی بہن پر ہوا اور ایک
خمس سوتیلی پر اور ایک خمس مادری بہن پر اسواسطے کہ ان بہنوں کی ارث بھی اسی حساب سے ہے یعنی اگر انکا بھائی مرتا تو اسکے نصف مال کی سگی بہن وارث ہوتی اور
ششم حصہ کی سوتیلی بہن وارث ہوتی بنا بر تکمیل ثلثین کے اور مادری بہن بھی ششم حصہ کی وارث ہوتی تو اصل مسئلہ چھ سہام ہے لیکن چونکہ ایک سہم زیادہ تھا لہذا
اسکی پانچ حصوں کی طرف پھیر دیا اخوۃ متفرقین فسدسہا علی الاخ لام والباقی علی الشقیق کا رشتہ اور اگر اس فقیر کے چند قسم کے بھائی مالدار ہوں تو اسکے نفقہ کا
ششم حصہ مادری بھائی پر واجب ہے اور باقی سگے بھائی پر بقدر ارث اسواسطے کہ اگر فقیر بھائی مالدار ہوتا اور مرجاتا تو اسکا مادری بھائی ششم حصہ اسکے مال کا پاتا اور باقی
مال کو سگا بھائی بسبب عصبہ ہونے کے لیتا اور سوتیلا بھائی محجوب ہے تا لہذا سوتیلے بھائی پر نفقہ بھی واجب نہیں سگے اور مادری بھائی پر بقدر انکی ارث کے نفقہ واجب ہے وکذا لو کان
معسرا یعنی اگر ان میں سے کوئی تنگ دست ہو تو اسکو میت کے مانند سمجھا جائیگا اور اسیطرح حکم سابق سے حال ہوگا اگر متفرق بہنوں کے ساتھ یا متفرق بھائیوں کے ساتھ فقیر کا مفلس بیٹا ہو تو اسواسطے
کہ وہ بسبب افلاس کے میت کے مانند قرار دیا جاویگا تاکہ بہنیں یا بھائی اسکے وارث ٹھہریں اور بموجب ارث کے انپر نفقہ اسکا واجب ہوا اور اگر اسکو زندہ قرار
دیجیے تو بھائی اور بہنیں اسکے ہوتے وارث نہونگی پھر نفقہ اس فقیر کا کسپر واجب ہو لیکن اسکا نہ بنت فنفقۃ الاب علی الاخت فقط لا لارث معہا اور اگر بھائی
والا کہ بیٹی ہو فقیر کی تو اسکے باپ کا نفقہ سگے بھائی یا سگی بہنوں پر ہوگا فقط نہ کسی اور بھائی بہن پر اسواسطے کہ سگے بھائی بہن وارث ہوتے ہیں بیٹی کے ساتھ
استحقاقا کہ مادری بہن بیٹی کے سبب سے محجوب ہوا اور سوتیلی بہن سگی بہن کی وجہ سے محجوب ہے اسواسطے کہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ ملکر عصبہ جاتی ہو تو وراثت بیٹی اور سگی بہن
میں نصفا نصف ہو لیکن چونکہ بیٹی بسبب افلاس کے کالمیت ہو لہذا تمام نفقہ سگی بہن پر واجب ہوگا اور اگر فقیر کی بیٹی اور بھائی متفرق ہوں تو مادری بھائی بیٹی کی وجہ سے
محجوب ہوا اور سوتیلا بھائی سگے بھائی کے سبب سے ساقط ہو لہذا تمام نفقہ سگے بھائی پر واجب ہوگا وعندالبعض ویعتبر المعسر لہ حیا فیا یلزم الموسرین ثم یلزم الکل کذا فی الام
والذات متفرقات والام فالنفقۃ علی الموسرات فالنفقۃ علیہما ارباعا اور بعض نے کہا کہ صرف الدار پر مفلس ہے تو مفلسوں کو زندہ اعتبار کیا جاوے مالداروں کے لزوم میں یعنی
مفلسوں کو زندہ اعتبار کرنے کا یہ فائدہ ہے تاکہ ظاہر ہوجاوے کہ ہر مالدار پر کسقدر نفقہ لازم ہے پھر بعد دریافت قدر لزوم کے نفقہ انکا فقط مالداروں ہی پر لازم ہوگا
تمام وکمال چنانچہ ایک فقیر عاجز کی ماں اور متفرق بہنیں ہوں حالانکہ ماں اور سگی بہن کو مقدور ہوا اور سوتیلی اور مادری بہن مفلس ہیں تو نفقہ اسکا ماں اور
سگی بہن پر لازم ہوگا چار حصہ ہو کر چار حصہ ان پر اور تین ربع سگی بہن پر تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک مرد مالدار مع ان ہی متفرق بہنوں کے فوت ہو گیا تو ارث اسکی یوں ہے کہ

کہ فقیر کا غیر وارث اور متفرق بھائی بہن علاوہ سوتیلا بھائی سگی بہن کے ساتھ ... ۱۱

ماں کا چھٹا حصہ اور سگی بہن کا آدھا اور سوتیلی بہن کا چھٹا حصہ اور ماں جائی بہن کا چھٹا حصہ تقسیم کی جہت سے ہوا ایک سہم ماں کا اور تین سہم سگی بہن کے اور ایک ایک سہم سوتیلی اور ماں جائی بہن کا لیکن چونکہ سوتیلی اور ماں جائی بہنیں اصل میں اسکو بعد دریافت کر لیے سہم اور تین کے میت قرار دیا تو انکے دو سہم ساقط ہو گئے باقی رہے چار سہم لہذا یہ حکم ہوا کہ ماں پر ربع نفقہ اور باقی سگی بہن پر تین ربع سو یہ مطلب ہو شارح کے اس قول کا کہ بعد دریافت کرنے مقدار سہم کے کل نفقہ ماں اور بہن پر لازم ہوگا [illegible] فی الرحم المحرم اہلیت الارث لا حقیقتہ [illegible] لا تحقق الارث الا بعد الموت اور معتبر قرابت محرم میں ارث کی لیاقت ہے یعنی نگاہ وارث ہونے کی ہے محرم رحم میں نہ کہ حقیقتاً ارث معتبر ہے اسواسطے کہ حقیقت ارث ثابت نہیں ہوتی مگر بعد موت کے فنفقتہ من لہ خال و ابن عم علی الخال لانہ محرم سو نفقہ اس فقیر یا عاجز کا جسکا ایک ماموں ہے اور چچا کا بیٹا ماموں پر ہے اسواسطے کہ وہ محرم ہے بخلاف چچا کے بیٹے کے کہ چنانچہ وارث بالفعل وہی چچا کا بیٹا ہے نہ ماموں لیکن اعتبار وجوب نفقہ کا محرم ہونے پر ہے نہ محض وراثت پر ولو استویا فی المحرمیۃ کالعم والخال یرجح الوارث للحال کالعم یعنی اگر وہ شخص محرمیت میں برابر ہوں جیسے چچا اور ماموں تو ترجیح دیجاویگی وارث فی الحال کو یعنی چچا کو تا وقتیکہ وارث فی الحال مفلس نہ ہو اور اگر وارث فی الحال مفلس ہوگا تو وہ میت کے شمار میں ہوگا تو اب نفقہ ماموں پر واجب ہوگا کہ مفلس چچا پر فی النفقۃ الا بعد اذا کان الاقرب و قنیتہ میں ہے اگر محرم بعید پر جبر کیا جاوے نفقہ دینے میں جبکہ محرم اقرب غائب ہو سو صورت اسکی یہ ہے کہ ایک فقیر کا سگا بھائی ہے اور دوسرا سوتیلا اور سگا بھائی کہیں چلا گیا تو حاکم سوتیلے بھائی سے زبردستی نفقہ دلاویگا پھر جب سگا بھائی آوے تو جسقدر دیا ہے اتنا اس سے پھیر لے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الفتح و فی السراج معسر له زوجۃ لہ بنت الخ [illegible] علی الزوج اذا ایسر انتہی اور سراج میں ہے کہ ایک مفلس کی زوجہ ہے اور اس کے ایک بھائی ہے مالدار تو حکم ہے اسکے بھائی کو نفقہ دلایا جاوے اور جب اسکا شوہر مقدور والا ہو تو اس سے پھیر لے انتہی کلامہ فیہ ان النفقۃ انما ہی علی من له حکم کامل لذا قال القہستانی قولہ العم و وابن العم فیہ نظر لانہ لیس بمحرم و الکلام فی ذی الرحم المحرم اھ اور سراج میں یہ بھی ہے کہ وجوب نفقہ کا تو اسی پر منحصر ہے جسکی قرابت کامل ہے یعنی قرابت یا محرمیت اور اسیواسطے قہستانی نے کہا کہ فقہا کے اس قول میں کہ نفقہ ماموں پر ہے نہ چچا کے بیٹے پر اسمیں اعتراض ہے اسواسطے کہ چچا کا بیٹا محرم نہیں اور یہاں گفتگو ہے قرابت محرم کی ترجیح میں سو اسکو سمجھ لے یعنی جب چچا کا بیٹا محرم نہ ہوا تو اسکا ماموں کے ساتھ ذکر کرنا مناسب نہیں ولا نفقۃ واجبۃ مع الاختلاف دینا الا للزوجۃ والاصول والفروع علوا او سفلوا اور نفقہ واجب نہیں ساتھ اختلاف دین کے مگر زوجہ اور اصول اور فروع کا البتہ با وجود اختلاف دینی کے بھی واجب ہے عالی ہوں اصول چنانچہ باپ دادا پردادا یا سافل ہوں فروع چنانچہ بیٹا پوتا پرپوتا یعنی کافر کا نفقہ مسلم پر واجب نہیں جز مسلم کا کافر پر اسواسطے کہ مدار وجوب نفقہ کا ہمہ نص قرآنی کے وراثت پر ہے اور حالانکہ مسلم اور کافر میں وراثت نہیں بخلاف زوجہ اور اصول اور فروع کے کہ زوجہ میں وجوب نفقہ کی علت احتباس ہے اور اصول اور فروع میں وجوب نفقہ کی علت جزئیت ہے اور حالانکہ احتباس اور جزئیت میں بسبب اختلاف دین کے اختلاف نہیں آتا قہستانی وغیرہ نے کہا کہ مع اختلاف دین کے محرم کا نفقہ کی حاجت ٹھہری تو محرم ذمی کا نفقہ مسلم پر لازم ہوگا بشرطیکہ نفقہ دینے کا وہ اہل ہو اور اگر اصلی حربی مستامن ہو یعنی اسکا باپ کیا ہو تو جو شخص اسکو نفقہ دینے سے انکار کرتا ہے اگر اسکا انکار ثابت ہو تو حاکم اسکو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی الا ذمیین لا الحربیین ولو مستامنین ان اصول و فروع کا نفقہ واجب ہے جو کہ ذمی ہیں نہ حربی اگرچہ حربی مستامن ہوں اور اصول اور فروع حربیوں کا نفقہ اسواسطے واجب نہیں کہ انکے ساتھ احسان کرنا اہل اسلام کو جائز نہیں لانقطاع الارث اختلاف دین میں نفقہ واجب نہیں بسبب انقطاع ارث کے ہم تعلیل ہو نفقہ نہ اختلاف دینی کی تو اسکا بالا عدا ذکر کرنا اور زیادہ مناسب تھا یعنی یوں کہنا تھا کہ لا النفقۃ مع الاختلاف دینا لانقطاع الارث کذا فی حاشیۃ الحلبی المدنی یبیع الاب لا الام و لا الاخ و لا القاضی اجماعا عرض ابنہ الکبیر الغائب لا العقار لحاجتہ بیچے باپ اپنے بالغ غائب ولد کا مال منقول نہ اور حاضر کا اور ماں اور باقی اقارب اور قاضی اسکا مال نہ بیچیں باجماع امام اور صاحبین کے باپ کو بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ اسکو ولایت ہر تصرف کی نہ غیر کو لا العقار فیبیع عقار صغیر و مجنون اتفاقا نہ بیچے اسکے عقار کو یعنی مال غیر منقول کو جیسے زمین اور باغ سو جب فقط عقار بالغ کا بیچنا ناجائز ہوا تو معلوم ہوا کہ صغیر اور مجنون لڑکے کے عقار کو بیچے بالاتفاق للنفقۃ

ولزوجته ولاطفاله لکما فی النہر یعنی بقدر حاجتہ الا فرقہا ولد غائب کے مال منقول کو باپ بیچے اپنے نفقہ کیواسطے اور ولد غائب کی زوجہ اور اسکے اطفال کے نفقہ کیواسطے کذا فی البحر یعنی اپنی بقدر حاجت بیچے نہ حاجت سے زیادہ شیخ رحمتی نے کہا کہ یہی احتمال ہے کہ مرجع ضمیر کا باپ ہو تو یوں لفظوں میں یعنی باپ اپنے نفقہ اور اپنی زوجہ اور اپنے اطفال کے نفقہ کیواسطے اسکے مال منقول کو بیچ لے ہے اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا ہے کہ محتاج باپ کی زوجہ اور اسکے اطفال کا نفقہ بالاجماع واجب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا فی دین لہ علیہ سواہا لمنافاۃ دین النفقۃ لسائر الدیون اور نہ بیچے باپ اپنے ولد غائب کے مال کو اپنے دین میں جو اسپر ہو سوا نفقہ کے بسبب منافات ہونے دین نفقہ کے باقی دیون سے یعنی دیون میں بیچنا درست نہیں ہے اسواسطے کہ بیچنا علی الغائب ہے بخلاف دین نفقہ کے کہ وہ واجب ہوچکا ہے قبل قضا کے سو قاضی کا اب حکم دینا واسطے اسکے اعانت ہے وجوب نفقہ کی نہ قضا علی الغائب کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر ضمن قضاء لا دیانۃ مودع الابن وکذا مدیونہ لو انفق الودیعۃ علی ابویہ وزوجتہ واطفالہ بغیر امر مالک او قاض لکان واولا فلا ضمان یعنی تا وان دیگا قضاء نہ دیانۃ امانت دار ولد کا چنانچہ اسکا مدیون تاوان دیگا اگر ودیعت کو خرچ کریگا ولد غائب کے ماں باپ اور زوجہ اور اطفال پر بدون حکم مالک یا قاضی کے اگر قاضی موجود ہو اور اگر قاضی موجود نہ ہوگا اور امانت دار غائب کے عیال پر امانت کو صرف کریگا تو ضمان دیگا یعنی تاوان نہیں اسپر استحسانا کی وجہ یہ ہے کہ اسنے اہل استحقاق کو دیا تو وہ مصلح ٹھہرا نہ مفسد کما لا رجوع یعنی امانت دار کو پھیر لینا جائز نہیں مثل دوا دینے کے اسواسطے کہ بعد تاوان دینے کے امانت دار مالک ہوا ساتھ نفقہ مدفوع کا تو اب وہ محسن ٹھہرا اپنا مال ملک دیگر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وکما لو انحصر ارثہ فی المدفوع الیہ لانہ وصل الیہ عین حقہ اور اسطرح پھیر لینا جائز نہیں امانت دار کو اگر منحصر ہو وراثت غائب کی اسی شخص میں جسکو اسنے نفقہ دیا اسواسطے کہ اسکا بعینہ اسکا حق پہونچ گیا مثلا زید نے کچھ امانت کسی خالد کے پاس رکھی پھر زید سفر کو گیا اور مرگیا اور خالد نے وہ امانت زید کے ولد پر صرف کی اور حالانکہ سوا اس ولد کے زید کا کوئی وارث نہیں تو اب خالد اس امانت کو ولد سے نہیں پھیر سکتا والابوان لو انفقا ما عندہما للغائب من مالہ علی نفسہما وہو من جنسہ ای جنس النفقۃ لا یضمنان لوجوب نفقۃ الاولاد والزوجۃ قبل القضاء حتی لو ظفر بجنس حقہ فلہ اخذہ ولذا فرضت فی مال الغائب بخلاف بقیۃ الاقارب اور ماں باپ اگر خرچ کریں غائب لڑکے کے اس مال کو جو اسکے پاس ہو اپنے اوپر اور حالانکہ وہ مال از قسم نفقہ ہے یعنی اناج اور کپڑا ہے تو وہ تاوان نہ دینگے بسبب واجب ہونے نفقہ اصول اور فروع اور نفقہ زوجہ کے قبل حکم کرنے قاضی کے یہانتک کہ اگر باپ یا ولد صغیر یا زوجہ غائب کا مال کہیں پا جاوے اور وہ مال از جنس نفقہ بھی ہو تو اسکو لینا اسکا جائز ہے بلا حکم قاضی اور بدون رضائے غائب کے ولہذا مال غائب میں انکا نفقہ مفروض ہے بخلاف باقی اقارب محارم کے کہ انکو غائب کے مال سے لینا جائز نہیں بدون حکم قاضی یا بلا رضائے غائب کے ولو قال الابن النفقۃ وانت موسر وکذبہ الاب حکم الحال یوم الخصومۃ ولو برہنا فبینۃ الابن خلاصۃ اور اگر ولد غائب سفر سے آیا بعد نفقہ لینے باپ کے اور اسنے باپ سے کہا کہ تو نے نفقہ لیا اور حالانکہ تو مقدور والا تھا اور باپ نے اسکی تکذیب کی تو باپ کا حال حکم کریگا خصومت کے دن یعنی اگر نزاع اور خصومت کے دن تم کا باپ مقدور والا ہوگا تو قول لڑکا مقبول ہوگا اور اگر اس دن وہ محتاج ہوگا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں اپنے دعوی کے گواہ گذرانیں تو ولد کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الخلاصۃ اسواسطے کہ گواہ اثبات کے مقدم ہیں نفی کے قضی بنفقۃ غیر الزوجۃ زاد الزیلعی والصغیر ومضت مدۃ ای شہر فاکثر سقطت لحصول الاستغناء فیما مضی والنفقۃ اسے حکم ہوگیا زوجہ کے سوا اور اقارب کے نفقہ کا اور گذر گئی ایک مہینہ یا زیادہ مدت بلا نفقہ تو گذشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہوگیا بسبب حاصل ہونے استغنا کے زمان گذشتہ میں یعنی اقارب کا نفقہ واجب ہے واسطے دفع حاجت کے سو جب مدت گذر گئی تو حاجت بھی نہ رہی اور زیلعی نے زوجہ کے ساتھ صغیر کو بھی زیادہ کیا ہے ہم زیلعی نے حاوی سے نقل کیا کہ نفقہ صغیر کا دین ہوتا ہے قاضی کے حکم سے نہ غیر صغیر کا انتہی اور صاحب بحر اور نہر نے بھی اسکو مسلم رکھا ہے شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہ غفلت ہے ان علما کی کہ مقید کو مطلق بیان کرتے ہیں اسواسطے کہ ذخیرہ میں حاوی سے بالتصریح ثابت ہے کہ قضائے قاضی سے نفقہ ولد صغیر کا اس شرط سے دین ہوتا ہے جب قاضی صغیر کی ماں کو نفقہ کیواسطے قرض لینے کا حکم کرے اور بدون اس شرط کے محض حکم قاضی سے نفقہ صغیر کا ہرگز دین نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا ولا یادون الشرع فی نفقۃ الزوجۃ وا[illegible]

قضیہ ہو یا بالقضا اور مہینے سے کم مدت کا نفقہ محارم کا اور زوجہ اور صغیر کا نفقہ دین ہو جاتا ہے قاضی کے حکم سے ہر مہینے کی مدت طویل ٹھہری اور اس سے
کم مدت قصیر ہوئی اسواسطے کہ قاضی ہر مہینے میں نفقہ کا حکم دیتا ہے تو باعتبار عادت قضات کے طول و قصر کہا ہے باقی گفتگو نفقہ صغیر کی قول سابق میں ہو
چکی اور یہی حق ہے واللہ اعلم الا ان یستدین بغیر الزوجۃ بامر قاض فلو لم یستدن بالفعل فلا رجوع نفقہ اقارب کا مدت گذرنے سے ساقط ہوتا ہے مگر زوجہ کے سوا اگر کوئی
محرم قرض لے بحکم قاضی تو ساقط نہ ہوگا سو اگر بعد حکم قاضی کے محرم نے قرض نہیں لیا مثلاً غیر کے صدقات سے اپنی گذران کی تو اسکو رجوع کرنے کا اختیار نہ ہوگا بسبب
عدم حاجت او حصول کفایت کے بل فی الذخیرۃ لو اکل الاطفال من ای الناس فلا رجوع لامہم بلکہ ذخیرہ میں ہے کہ اگر غائب کے اطفال نے لوگوں سے سوال کر کے کھایا بعد حکم قاضی
کے تو انکی ماں کو پھیر لینا نفقہ کا انکے باپ سے جائز نہیں اسواسطے کہ حاجت دفع ہوگئی ولو اطعموا وسندانت شیا والنفقۃ مرالہا رجعت بما زاد ت خانیہ اور اگر اطفال کو کچھ
نفقہ بطریق سوال ملا اور کچھ نفقہ انکی ماں نے لیا قرض بحکم قاضی یا اپنے مال سے انپر خرچ کیا تو انکے باپ سے پھیر لے جسقدر زیادہ ہو نفقہ سوال سے کذا فی الخانیۃ و منقوض منہا
ذا فی البحر لکن یخالفہ ما فی النہایۃ لاشتراط الانفاق بما استدانہ حتی لو استدان وانفق من غیرہ وفی ما استدانہ لم یسقط ایضاً انتہی نفقہ محارم کا
اسوقت دین ہوتا ہے جب قاضی قرض لینے کا حکم کرے اور محرم اسی مال مقروض سے صرف کرے بحر الرائق میں اس شرط انفاق کو مشکوک و منسوب کیا ہے
لیکن نہرالفائق میں اس شرط میں گفتگو کی ہے کہ مال مقروض سے صرف کرنیکا کچھ اثر نہیں یہانتک کہ اگر محرم قرض لے اور غیر قرض سے صرف کرے اور اسکو
قرض سے ادا کرے تو بھی نفقہ ساقط نہ ہوگا انتہی کلامہ شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ غیر قرض و مال سے خالی نہیں کہ وہ محرم کا مال یا کسی اجنبی کا اگر اسیکا
مال ہے تو نفقہ ساقط ہو جاویگا بوجہ عدم حاجت کے اور اگر غیر کا مال ہے تو اسکا نام قرض ہے تو قرض سے صرف کرنا اسپر صادق آیا تو معلوم ہوا کہ اعتراض صاحب نہر کا
محض بیجا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فی فوائت الاسباب اور بیماری الزوجۃ بعد الی الاستدانۃ المذکورۃ فہی ای النفقۃ دین ثابت فی ترکتہ فی الاصح بجزم بنقل
عن البزازیۃ تصحیح الصحیح انتہی ملخصا قلیتامل سو اگر باپ مر گیا یا وہ شخص
مر گیا جسپر نفقہ دینا واجب تھا بعد استدانت مذکورہ کے تو وہ نفقہ دین ثابت ہوگا میت کے مال میں بقول صحیح کذا فی البحر عن الذخیرۃ پھر صاحب بحر
اسکے خلاف بزازیہ سے تصحیح نقل کی یعنی نفقہ مذکورہ مال میت سے نہ لیا جاویگا بقول صحیح اور مصنف نے منح الغفار میں خلاصہ سے نقل کیا یوں بیان
کیا کہ اگر ماں نے صغیر کا نفقہ بحکم قاضی قرض لیا اور اسکے باپ سے نہ پھیر لیا یہانتک کہ اسکا باپ مر گیا تو باپ کے مال متروکہ سے نہ لے سکیگی یہی قول صحیح ہے انتہی
قول المصنف ملخصا تو اسمقام میں تامل کرنا چاہیے شیخ حلبی نے کہا کہ یہ تامل کرنے کا مفتی کیواسطے ہے یعنی جب قولوں میں تصحیح مختلف ہوئی تو مفتی غور اور تامل کرے
جس قول کو بہتر مناسب حال پاوے اس قول کو اختیار کرے چنانچہ شارح نے خطبہ کتاب میں اس قاعدہ کیطرف اشارہ کیا ہے وفی البدائع الممتنع من نفقۃ القریب المحرم یحبس
ولا یحبس لنفقۃ الابن العصبۃ ومدرکہا بالضرب وقیدہ فی البحر بحثا بما فوق الشہر لعدم سقوطہا دونہ کما مر اور بدائع میں ہے کہ جو شخص اپنے قریب محرم کو نفقہ
نہ دے تو اسپر مار پڑیگی اور قید ہوگا بسبب ادا نہ کرنے نفقہ کے مدت گذر جانے سے تو اسکا تدارک ہو سکتا ہے اور بحر الرائق میں بسبب بحث کے نہ بنا پر روایت کے
عدم حبس کو مقید کیا ہے بقید ما فوق الشہر اسواسطے کہ مہینے سے کم مدت کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا چنانچہ اسکا بیان مختصر گذر چکا ہے عدم حبس سے مراد یہ نہیں کہ حبس
اسکا مطلقاً جائز نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ مجرد حبس بلا ضرب کافی نہیں اسواسطے کہ فصل حبس میں اشباہ سے منقول ہوگا کہ محبوس کا مارنا جائز ہے اگر وہ اپنے قریب کو
نفقہ نہ دیتا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح الامر بالاستدانۃ لترجع علیہ بعد بلوغہ اور قاضی کا حکم صغیر کیواسطے قرض لینے کا صحیح نہیں تاکہ ماں قرض لیکر اسکو کھلاوے
اور وہ بالغ ہونیکے بعد صغیر کے اوس سے پھیر لے یعنی قاضی کو استدانت کا حکم دینا جائز نہیں مگر دو صورت میں ایک یہ کہ صغیر کا مال ہو مگر اوس شہر میں نہو دوسری
صورت یہ کہ جسپر صغیر کا نفقہ واجب ہے وہ زندہ ہو کذا فی منح الغفار وتجب النفقۃ بانواعہا لمملوکہ منفقۃ وان لم یملک رقبتہ کمن اوصی بخدمتہ او زوجہ
اور تینوں قسم کا نفقہ اپنے مملوک کا اگرچہ اسکی ذات کا مالک نہو فقط منفعت کا مالک ہو چنانچہ کسی نے اپنے غلام کو دوسرے کی خدمت کیواسطے

دیا ہو تو خدمت لینے والے پر اُسکا کھانا کپڑا واجب ہے ہم لونڈی غلام کا کھانا اور کپڑا بقدر حاجت بطور غالب عادت اس شہر کے واجب ہے یعنی اُس شہر کے اکثر خلق
جیسا کچھ کھاتے اور پہنتے ہوں ویسا ہی نفقہ دینا مالک پر واجب ہے اور تحفہ میں ہے کہ کپڑا بقدر ستر عورت کے دینا اور اسی پر کفایت کرنا جائز نہیں ہے اور اگر مالک عمدہ کھانا
کھاتا ہو اور نفیس پوشاک پہنتا ہو تو اُسپر واجب نہیں کہ غلام کو بھی ویسا ہی کھلاوے اور پہناوے بلکہ یہ مستحب ہے اور اگر مالک بسبب بخل یا زہد یا ریاضت کے اپنے طعام اور لباس میں
بنسبت عادت شہر کے تنگی کرتا ہو تو غلام کے لیے غالب عادت شہر کی رعایت رکھنا چاہیے بنابر قول اصح کے اور اگر مالک کے چند غلام ہوں تو انکو کھانے کپڑے میں برابر رکھنا مستحب ہے
اور اگر غلام یا لونڈی کھانا پکا کر لاوے تو شایستہ ہے یا ایسا ہی مناسب ہے کہ اسکو ساتھ کھلاوے پھر اگر وہ بنابر ادب کے نہ بیٹھے یا ساتھ نہ کھاوے تو مالک کو لائق ہے کہ اس طعام میں سے
اسکو بھی کچھ کھانے کو دیوے اور ایسے ہی مثلاً غلام کا افضل ہے کہ وہ قبول ہو تواضع اور مکارم اخلاق کی کذا فی السراج الوہاج اور جو لونڈی کہ مالک کے تصرف میں ہو تو اُسکی حاجت زیادہ ہے
کھانے اور کپڑے میں بنابر عرف کے کذا فی العالمگیریہ عن غایۃ السروجی اور صحیحین میں ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ غلام تمہارے بھائی ہیں
ہیں حق تعالیٰ نے انکو تمہارے زیر دست کیا ہے سو جسکے پاس اسکا بھائی زیر دست ہو تو اسکو کھلاوے جیسے آپ کھاتا ہو اور پہناوے جیسے آپ پہنتا ہو اور ایسا کام نہ لے جو اُنپر شاق
اور سخت ہو اور اگر سخت کام لو تو آپ بھی انکے مددگار ہو یعنی کام میں شریک ہو اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ غلام کا کھانا اور پہننا اپنے برابر واجب ہے بلکہ مستحب ہے
کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ للمملوک طعامہ وکسوتہ یعنی غلام کا کھانا کپڑا مقرر ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ مالک پر اپنا سا طعام اور لباس لازم ہے بلکہ حدیث صحیحین کا
یہ مطلب ہے کہ اپنے ماکول و ملبوس کی جنس سے انکو بھی دے مثلاً اگر مالک سوت کا کپڑا پہنتا ہو تو غلام کو بھی سوتی پہناوے اگرچہ وہ ململ پہنے اور غلام کو گاڑھا یا گزی پہناوے
اور جو ایسا ہے ہرگز منقول نہیں کہ غلام کو بھی اپنا سا پہناتے ہوں مگر بعضے اصحاب نظر استحباب برابر رکھتے تھے کذا فی فتح القدیر و حاشیۃ المدنی وفی الفتح نفقۃ المبیع
علی البائع ما دام فی یدہ ہو الصحیح واستشکلہ فی البحر بانہ لا ملک للبائع رقبۃ ولا منفعۃ فینبغی ان تلزم المشتری اور قنیہ میں ہے کہ نفقہ غلام یا حیوان مبیع کا بائع پر ہے جب تک
کہ وہ اسکے ہاتھ میں ہو اور یہی قول صحیح ہے اور مشکل جانا ہے اس قول کو بحر الرائق میں اس لیے کہ مبیع پر بائع کی کچھ ملکیت نہیں ہے نہ باعتبار ذات کے نہ باعتبار منفعت
لینے کے تو لائق یہ ہے کہ مشتری پر نفقہ لازم ہو نہ بائع پر بعضے علما نے اس اشکال کا یوں جواب دیا ہے کہ جب تک مبیع بائع کے پاس ہے تو اسکے ضمان میں ہے تو اسپر نفقہ بھی
واجب ہے جیسے مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے حالانکہ غاصب اسکا مالک نہیں نہ ذات کا نہ منفعت کا کذا فی حاشیۃ المدنی فان امتنع ففی کسبہ
ان قدر بان کان صحیحا ولو عجز حارب بیعہ ان امکنا پھر اگر مولی غلام کو نفقہ نہ دے تو اسکا نفقہ اُسکی کمائی میں ہے اگر وہ قادر ہو اسطرح پر
کہ تندرست ہو اور اگرچہ کوئی صنعت اور پیشہ نہ جانتا ہو تو مزدوری کرے جیسے معمار کا مددگار یعنی معمار کو اینٹ گارہ دینا ہے تندرست سے ہو سکتا ہے
عاقل ہو یا احمق والا ککونہ زمنا او جاریۃ لا یوجر مثلھا امرہ القاضی ببیعہ وقالا یبیعہ القاضی وبہ یفتی اور اگر غلام مزدوری نہ کر سکتا ہو جیسا کہ
لولا ہو یا ایسی لونڈی ہو کہ مزدوری نہ کر سکتی ہو یعنی خوبصورت ہو کہ اسکی مزدوری میں فساد کا احتمال ہو تو قاضی اسکے مالک پر جبر کرے کہ اسکو بیچڈالے
اور صاحبین نے کہا کہ قاضی خود اسکو بیچڈالے مالک سے کہنے کی کچھ حاجت نہیں اسی پر فتوی ہے ان محلا لہ الا کمدبر وام ولد الزمہ بالاتفاق لا غیر غلام
مذکور کو بیچا گر وہ محل ہو بیع کا یعنے اگر اسکا بیچنا جائز ہو اور اگر اسکا بیچنا نہ جائز ہو جیسے مدبر اور ام ولد تو اسکے مالک پر اسکا نفقہ قاضی لازم کر دے
بہ حکومت اسکے سوا اور کچھ نہ کرے عبد لا ینفق علیہ مولاہ اکل او اخذ من مال مولاہ قدر کفایتہ بلا رضاہ ان عاجزا عن الکسب او لم یاذن لہ
ایک غلام ہے کہ اسکا مالک اسکو نفقہ نہیں دیتا تو اسنے کھایا یا لیا اپنے مولی کے مال سے اپنی بقدر حاجت کے بدون اسکی رضامندی کے تو
اگر غلام عاجز ہو کمائی سے یا قادر ہو کسب پر لیکن اسکا مالک کسب کی اجازت نہ دیتا ہو تو اسکو کھانا اور لینا جائز ہو والا لا کما لو ینفق علیہ مولاہ
لا یاکل منہ بل یکتسب ان قدر یعنی اور اگر غلام کسب پر قادر ہو اور مالک کسب سے روکتا نہ ہو تو بدون رضامندی مولی کے غلام کو اسکا مال
کھانا اور لینا جائز نہیں جیسا کہ اگر غلام پر تنگی کرتا ہو مولی یعنے بقدر حاجت کھانا کپڑا نہ دیتا ہو تو اسکا مال بدون اُسکی رضامندی کے

نہ کھائے بلکہ کمائی کرے اگر اُسکو طاقت ہو کذا فی المجتبیٰ وفیہ نازعا فی عبد او دابۃ فی ایدیھما یجبران علی نفقتہ اور مجتبیٰ میں ہے کہ دو شخصوں نے جھگڑا کیا
غلام یا جانور میں جو اُن دونوں کے قبضے میں ہو تو ہر دو پر جبر کیا جاویگا اُسکے نفقہ میں یعنی دونوں زبردستی اُسکا قوت لایا جاویگا تاوقتیکہ ایک کا دعویٰ ثابت ہو ونفقۃ العبد
المغصوب علی الغاصب الی ان یردہ الی مالکہ غلام مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے یہانتک کہ اسکے مالک کے پاس اسکو پہونچا دے فان طلب الغاصب من القاضی
الامر بالنفقۃ او البیع لا یجیبہ لانہ مضمون علیہ لکن ان خاف القاضی علی العبد الضیاع باعہ القاضی لا الغاصب وامسک القاضی ثمنہ لمالکہ سو اگر طلب
کرے غاصب قاضی سے اجازت نفقہ کی یعنی قرض لیکر نفقہ میں دیا کرے اور غلام کی قیمت میں قرض مجرا ہو یا بیع کی اجازت مانگے تو قاضی اُسکو نہ قبول کرے اسواسطے کہ غاصب کا
تاوان بہر صورت ثابت ہے خواہ غلام زندہ رہے یا مر سکے لیکن اگر قاضی ڈرے غلام کی ہلاکی پر بسبب فاقہ کشی کے تو اُسکو قاضی بیچ ڈالے نہ غاصب اور اُسکی قیمت کو قاضی اُسکے
مالک کیواسطے رکھ چھوڑے جب آوے تب اُسکو دیدے وطالب المودع واخذ الابق واحد شریکی عبد غاب احدھما من القاضی الامر بالنفقۃ علی عبد الودیعۃ
ونحوھا لا یجیبہ لئلا تاکلہ النفقۃ بل یوجرہ وینفق منہ او یبیعہ ویحفظ ثمنہ لمولاہ دفعا للضرر طلب کیا امانت دار نے یا بھاگے غلام پکڑنے
والے نے یا غلام کے ایک مالک نے دوسرے مالک کی غیبت میں طلب کیا قاضی سے قرض لینے کا حکم امانت کے غلام کے نفقہ کیواسطے اور مانند اُسکے یعنی
غلام گریختہ یا مشترک کے نفقہ کیواسطے تو قاضی اُسکو نہ قبول کرے یعنی اجازت قرض کی اُن غلاموں کے نفقات کیواسطے نہ دے تاکہ نفقہ اُسکو کھا جاوے یعنی کثرت
قرض سے غلام کی قیمت اسمیں مجرا ہو جاوے بلکہ قاضی اُس غلام کو اجارہ دے اور اُسکی مزدوری سے اُسکو کھلاوے یا اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت اُسکے مولیٰ کیواسطے رکھ چھوڑے تاکہ مولیٰ کا
نقصان نہ ہو اجارہ غلام گریختہ کا یہ تجویز ہے صاحب نہر کی اور روایت مذہب کی تو شاید یہ ہے کہ اُسکا کرنا ضرور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولنفقتہ علی الاجر والرامن والمستعیر الا کسوتہ فعلی المعیر
وتسقط بالعتق ولو عبدا وتلزم بیت المال لو زمنا اور نفقہ غلام کا اجارہ لینے والے پر ہے اور گرو کرنے والے پر ہے اور نہ مرتہن پر اور عاریت مانگنے والے پر ہے نہ عاریت دینے والے پر
وہ لباس تو عاریت دینے والے پر واجب ہے اور ساقط ہو جاتا ہے نفقہ غلام کا اُسکے آزاد کرنے سے اگرچہ غلام لولا ہو اور ایسے عاجز کا نفقہ مسلمین کے بیت المال پر لازم ہے کذا فی الخلاصۃ وغیرہ
یعنی بیت المال سے اگر اُسکا کوئی پاس مال نہو اور کوئی قرابت دار نہو کذا فی الظہیریۃ من المضرات ودابۃ مشترکۃ بین اثنین امتنع احدھما من الانفاق
اجبرہ القاضی لانہ یتضرر شریکہ جو جانور یا چارپایہ مشترک ہو دو مالکوں میں ایک مالک اُسپر کچھ صرف نہیں کرتا تو قاضی اُسپر زبردستی کرے اور اُسکا بھی صرف کرنا تاکہ اُسکے
شریک پر ضرر نہ پہونچے کذا فی الجوہرۃ وفیہا یؤمر ایضا بالبیع وما بالانفاق علی بہائمہ دیانۃ لا قضاء علی ظاہر المذہب للنہی عن تعذیب الحیوان واضاعۃ المال اور
جوہرہ میں ہے کہ جانور رکھنے مالک کو کہا جاوے کہ اُنکو بیچ ڈالے یا اپنے چارپایوں کو چارہ پانی دے یہ امر دیانۃ کیا جاوے یعنی اگر کوئی فتویٰ پوچھے تو فتویٰ دے بطریق یا ہمدردی
کے روبرو نہیں ہے قضاء یعنی حکومت جبر کرے سے ظاہر مذہب کے یہ ہے کہا کہ نہیں جبر صحیح ہے نفاق کا امر دیتے کیواسطے صدیث میں منع اور جاندار کی تکلیف ہانی ہے
اور مال کے ضائع کرنے سے اور جب اُسکو نفقہ نہ دیویں تو مال مضیع کا امر متمتع ہوں تعذیب بھی اور ضائعیت بھی وعن الثانی یجبر ورجحہ الطحاوی والکمال وبہ قالت الائمۃ الثلثۃ اور
ابو یوسف سے منقول ہے کہ جانوروں کے مالک پر جبر کیا جاوے انفاق پر اور اسی قول کو ترجیح دی ہے طحاوی نے اور کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا اگرچہ یہاں کوئی مدعی نہیں لیکن
مالک کیا ترکہ واجب تا مل نہیں تو قاضی ترکہ واجب پر جبر کرے اور یہی قول ہے اماموں کا یعنی مالک اور شافعی اور احمد کا اور یہی حق ہے کذا فی فتح القدیر لا یجبر فی غیر الحیوان
وان کرہ تضییع المال مالم یکن لہ شریک اور نہ جبر کیا جاوے سوائے جاندار کے اور مال پر صرف کرنے کا چنانچہ گھر اور زمین اور باغ کی مرمت میں اگرچہ مکروہ ہے مال کا
ضائع کرنا جبتک کہ اُسکا دوسرا شریک نہو اور اگر اُسکا دوسرا شریک ہوگا تو بنظر ضرر شریک کے غیر حیوان میں بھی جبر ہوگا چنانچہ مرمت شریک کا مسئلہ مذکور ہوچکا
قلت وفی الجوہرۃ فان کان العبد مشترکا فامتنع احدھما النفق الثانی یرجع علیہ ونقل المصنف عن البحر عن الخلاصۃ انفق الشریک علی العبد
فی غیبۃ شریکہ بلا اذن الشریک وبلا اذن القاضی فہو متطوع وکذا النخیل والزرع والودیعۃ واللقطۃ والدار المشترکۃ اذا استرمت شارح
کہتا ہے اور جوہرہ میں ہے کہ اگر غلام مشترک ہو دو شخصوں میں اور ایک شریک اُسکو نفقہ نہ دیتا ہو تو دوسرا شریک اُسکو نفقہ دیگا اور اپنے شریک سے

بقدر اُسکے حصے کے پھیر لے برابر ہے کہ اُسکو قاضی نے صرف کرنے کا حکم دیا ہو یا پایا ہوا اور مصنف نے منح الغفار میں باتباع بحر الرائق کے خلاصہ سے نقل کیا ہو کہ ایک شریک نے عبد مشترک پر صرف کیا اور دوسرے شریک کی غیبت میں بلا اجازت شریک اور بدون حکم قاضی کے تو اُسنے احسان کیا یعنی شریک غائب سے بقدر اُسکے حصے کے کچھ نہیں لے سکتا اور یہی حکم ہر نخلستان اور کھیتی اور ودیعت اور لقطہ اور مشترک گھر کا جبکہ وہ مرمت طلب ہو تو ان چیزوں میں صرف کرنے والا بدون حکم قاضی کے اپنے مصارف کو اُنکے مالک یا شریک سے پھیر نہیں سکتا ہم جاننے کہا کہ جوہرہ اور خلاصہ کی روایت میں یہ فرق ہو کہ جوہرہ کی روایت میں کہا کہ وہ متبرع ہو اور غلام مشترک پر صرف نہیں کرتا ہو مستاجر ہے تاوقتیکہ اندازہ سے پھیر لینا درست ہو بخلاف خلاصہ کی روایت کے کہ وہاں شریک کا خیال نہیں کیا سبب ہو لہذا اُسکی سرکشی ثابت نہیں کچھ پھیر لینا کہ جب نہیں معلوم ہو کہ وہ لوگ ایسی باتوں میں تنہا قصد کرتے ہیں واللہ اعلم جوہرہ میں کہ اگر جانور کو چارہ کم ملتا ہو تو اُسکا دودھ نہایت بچا کر دوہنا مکروہ ہے اور اگر دودھ کی کثرت ہو تو دوہنا کبھی مکروہ ہے کہ تکلیف کا سبب ہو اور اگر جانور کا بچہ ہو تو جسقدر اُسکے پینے سے بچے تو اُسکو دوہے جب تک کہ بچہ چارہ نہ کھاتا ہو اور مستحب ہو کہ دوہنے والا اپنے ناخن ترشوا رکھتا تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو اور اگر سواری کے لائق کا جانور ہو تو طاقت سے زیادہ اُسپر بوجھ لادنا اور زیادہ منزل لیجانا مکروہ ہے کذا فی الفتاویٰ الکبریٰ

کتاب العتق

یہ کتاب ہے آزادی کے احکام میں کتاب الطلاق کے بعد کتاب العتق کو اسواسطے ذکر کیا کہ دونوں مشترک ہیں رفع قید میں یعنی طلاق عبارت ہے رفع قید نکاح سے اور عتق عبارت ہے رفع قید مملوکیت سے اور تاریخ نے ذکر کیا ہو کہ سید الابرار رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ غلام آزاد کیے اور حجۃ الوداع میں تریسٹھ اونٹ دست مبارک سے نحر کیے اور تریسٹھ برس کی عالم میں رہے اور صدیق اکبر بھی اتنا ہی جیے اور اتنے ہی غلام آزاد کیے اور عبد الرحمن بن عوف نے تیس ہزار غلام آزاد کیے کذا فی حاشیۃ المدنی اعتبرت الاسقاطات باسماء مختلفۃ ان فاسقاط الحق عن القصاص عفو وعن ما فی الذمۃ ابراء وعن البضع طلاق وعن الرق عتق حقوق کے اسقاط شرع میں جدا جدا ناموں سے جدا جدا کیے گئے ہیں بنابر فقہا کے تاکہ ہر ایک کے لیے میز یادتی کلمات کی حاجت نہ پڑے تو حق قصاص کے اسقاط کا نام عفو ہوا اور اسقاط دین کا نام ابراء ہو اور اسقاط حق وطی کا نام طلاق ہو اور اسقاط ملک رقبہ کا نام عتق ہو مناسب یوں تھا کہ شارح یوں کہتا کہ عن الرق عتاق اسواسطے کہ عتق لازم ہوا اور عتاق متعدی تو عتق سقوط حق ملک ہو اور اعتاق اسقاط حق ہو اور عنوان یہ لا باب الاعتاق لیعم نحو استیلاد وملک قریب مصنف نے اس کتاب کا عنوان بلفظ عتق کیا نہ بلفظ اعتاق یعنی کتاب العتق کہا نہ کتاب الاعتاق تاکہ لفظ عتق کا مانند جکام استیلاد اور ملک قریب بھی شامل رہے اسواسطے کہ استیلاد اور ملک قریب عتق ہو نہ اعتاق کیونکہ اعتاق عبارت ہو ایقاع عتق سے اور استیلاد اور ملک قریب میں وقوع عتق ہو نہ ایقاع عتق اور یہ تصریح شارح کی مخالف ہو قول سابق کے کہ وہاں اسقاط ملک کو عتق بولا ہوا اور اسقاط مولی کا فعل ہو اور اسکا نام اعتاق ہو اور کنز اور ملتقی الابحر میں کتاب الاعتاق کر تعبیر کیا ہو لغرض بیان الاحکام ہو لغۃ الخروج عن المملوکیۃ من باب ضرب ومصدرہ عتق وعتاق عتق لغت عرب میں مملوکیت سے نکلنے کو کہتے ہیں کذا فی المغرب عتق بالکسر اور عتاق بالفتح اور اسیطرح عتاقہ باب ضرب یضرب کے مصادر میں ہم ہر چند لغت عرب میں عتق بمعنی کرم اور جمال اور سبقت اور غلبہ اور قوت کے بھی آیا ہو لیکن چونکہ معنی لغوی اور شرعی میں مناسبت ضرور ہو لہذا شارح نے یہاں فقط حریت یعنی خروج عن المملوکیت کو اختیار کیا کہ معنی شرعی سے اسکو نہایت مناسبت ہو بلکہ درحقیقت استعمال دیگر معانی کے کوئی معنی سے صحیح نہیں جبکہ غلام آزاد ہوا تو اسکو عتیق اور معتق اور حر بولتے ہیں وشرعاً عبارۃ عن اسقاط المولی حقہ عن مملوکہ بوجہ مخصوص یصیر المملوک بہ من الاحرار اور اصطلاح شرع میں عتق عبارت ہو اسقاط ملکیت سے یعنی مولی اپنے حق کو اپنے مملوک سے ایسی مخصوص وجہ سے ساقط کر دے کہ ملوک اس اسقاط کے سبب سے احرار میں داخل ہو یعنی آزاد ہو جاوے کہ غلام باقی نہ رہے قید بیر قبل موت مولی کے اور کتابت قبل ادا بدل کتابت کے عتق کی تعریف سے نکل گئی کہ مولی کے حقوق جیسے بیع کرنا اور مکاتب کرنا اور مدبر کرنا اور مملوک کی وطی اور غیر سے نکاح کر دینا اور خدمت لینا عتق سے ساقط ہو جاتے ہیں اور وجہ مخصوص سے مراد صریح لفظ عتق کا کہنا یا کنایۃ بہ نیت عتق یا مملوک کو اپنا قریب بتانا یا حریت کا اقرار کرنا یعنی اگر غیر کے غلام کو کوئی آزاد کہے پھر اسکا مالک ہو تو وہ آزاد ہوگا چنانچہ مزید تصریح ان وجوہ کی مسائل سے معلوم ہوگی ورکنہ اللفظ الدال علیہ وما یقوم مقامہ کالملک القریب ودخول حربی اشتری مسلماً دارالحرب اور رکن عتق کا

وہ لفظ ہی جو ارادے پر دلالت کرے یا وہ فعل جو قائم مقام ہو اُسکے جیسے قریبکا مالک ہونا اور وہ فعل ہو کہ حربی کا دارالاسلام مین یا مان پھر غلام مسلمان خرید کرکے دارالحرب مین لیجانا تو مجرد داخل ہونے دارالحرب کے غلام مسلمان آزاد ہوجاویگا بدون آزاد کرنے کے نزدیک امام کے اور اسیطرح اگر حربی غلام مسلمان کر دارالاسلام مین آویگا تو آزاد ہوجاویگا اور اگر حربی غلام دارالحرب مین مسلمان ہوگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن المنح وصفۃ واجب للکفارۃ ومباح بلانیۃ لانہ لیس بعبادۃ حتی صح من الکافر ومندوب لوجہ اللہ تعالیٰ لحدیث عتق الاعضاء اور وصف عتق کا یہ ہی کہ وہ واجب ہوا ور مباح اور مستحب اور مکروہ اور حرام عتق واجب وہ ہی جو کفارہ قتل و ظہار اور افطار اور قسم مین آزاد کرے اور عتق مباح وہ جو بلا نیت ہو عتق مین نیت شرط نہین ہی اسواسطے کہ وہ عبادت نہین ہی یہانتک کہ کافر کا آزاد کرنا بھی صحیح ہوجاتا ہی کافر لائق عبادت کے نہین ہان اگر مسلمان واسطے رضامندی حق تعالیٰ کے آزاد کریگا تو ہمیشہ عتق البتہ عبادت ہوجاویگا اور عتق مستحب ہی جو حق تعالیٰ کی خوشنودی کیواسطے ہو بموجب اُس حدیث کے جسمین عتق اعضا کا ذکر ہی صحاح ستہ مین ابوہریرہؓ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی آزاد کریگا تو حق تعالیٰ اسکے ہر عضو کے عوض مین آزاد کرنے والے کا ہر عضو دوزخ سے آزاد کریگا کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ سوال کہ اسمین بر بنا بر شرط قریب لفظاً ہر نعم اور کیا یہ ثواب یعنے عتق اعضا مدبر کرنے مین اور اپنے قریب کے مول لینے مین شامل ہوگا یا نہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہان انمین بھی ایسا ہی ثواب متوقع ہی اسواسطے کہ مدبر کرنا بھی عبادت ہی اعتاق سے اگرچہ بعد موت مالک کے ہوا ور شراء قریب مین ہر ثواب ہی ایک اعتاق کا دوسرا صلہ رحمی کا و مکروہ لفلان اور عتق مکروہ وہ ہی جو کسی آدمی کی خاطر سے ہو مکروہ اسواسطے ہوا کہ ایسا عمدہ کام بیفائدہ ہوگیا اور بحرالرائق مین بروایت محیط اسکو مباح مین شمار کیا ہی تو ظاہر اکراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وحرام بل کفر للشیطان اور عتق حرام وہ ہی جو شیطان کیواسطے ہو بلکہ یہ تو کفر ہی یعنی اگر عتق سے تعظیم شیطان مقصود ہو تو حرام ہو اور اگر تعظیم منظور ہو تو صاف کفر ہی بہ ہیئت شیطانی کام ہی اور اسیطرح بت کیواسطے آزاد کرنا اور اگر ظن غالب ہو کہ غلام دارالحرب مین چلاجاویگا یا مرتد ہوجاویگا یا چوری یا قطاع الطریقی کریگا تو اسکا بھی آزاد کرنا حرام ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وصح من حر مکلف ولو سکران او مکرہا او مخطئاً او ہزلاً او راضیاً او لاعباً بانہ ملک کقول الغاصب للمالک و لبائع للمشتری اعتق عبدی ہذا و اشار الی المبیع عتق صحیح ہی آزاد کرنا مرد مکلف سے یعنی عاقل بالغ سے اگرچہ وہ مست ہویا زبردستی کسی نے آزاد کروایا ہو اسکے یا کہ مولی چوک گیا اسطرح پر کہ مثلاً اُسکے غلام کا نام صالح تھا سو اُسنے چاہا کہ یون پکارے کہ یا صالح سو اسکے منہ سے نکل گیا یا حر یعنی او آزاد یا اگرچہ وہ مولی بیمار ہو مرض الموت یا وہ نہ جانتا کہ یہ میرا غلام ہی چنانچہ غاصب نے مالک سے یا بائع نے مشتری سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کردے اور اشارہ کیا مبیع کیطرف مشتری اور مغصوب کیطرف غاصب نے تو وہ آزاد ہوجاویگا یعنی غاصب نے غلام مغصوب کیطرف اشارہ کرکے مالک سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر سو مالک نے نادانستہ اسکو آزاد کردیا تو وہ غلام مالک کا آزاد ہوجاویگا اور اسیطرح اگر مشتری نے غلام مبیع کیطرف اشارہ کرکے بائع سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہین کہ یہ میرا غلام ہی سو بائع نے اسکو آزاد کردیا تو وہ غلام آزاد ہوگا مشتری کی جانب سے اور مشتری اسکا قابض ٹھہریگا اور قیمت دینا اسکو لازم ہوگا کذا فی المنح عن الکشف اگرچہ مستی اور اکراہ اور خطا اور نادانستگی مانع عتق کی نہین اسواسطے کہ احادیث سے ثابت ہوچکا ہی کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہی تو معلوم ہوا کہ قصد اور دانستگی اسمین ضرور نہین چنانچہ اسکی تفصیل کتاب النکاح اور کتاب الطلاق مین ثابت ہوچکی لا من صبی و مدہوش و معتوہ و مبرسم و مغمی علیہ و مجنون و نائم کما لا یصح طلاقہم صحیح نہین آزاد کرنا صغیر کا اور شخص متحیر کا اور مختلط الکلام فاسد التدبیر کا اور جسکی عقل جاتی رہی ہو برسام کے مرض سے اور بیہوش کا اور مجنون کا اور سونے والے کا جیسے کہ انکی طلاق صحیح نہین ولو ہذہ لما نہ عاقل و قال وانا حربی فی دار الحرب وقد علم ذلک فالقول لہ اور اگر مالک نے عتق کو منسوب کیا حالات مذکورہ کیطرف یعنی یون کہا مین نے غلام کو بچپن یا جنون یا بیہوشی مین آزاد کیا تھا یا یون کہا کہ جسوقت مین نے آزاد کیا تھا تو مین حربی تھا دارالحرب مین اور حال لوگون کو معلوم بھی ہو تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب عدم اہلیت عتق کے فی ملکہ ولو رقبۃ کمکاتب و خرج عتق الحمل اذا ولدتہ لستۃ اشہر و اکثر و لولا قبل صح عتق مرد مکلف کا اپنی ملک مین اگرچہ ذات کی ملکیت ہو نہ تصرف کی جیسے مکاتب اور قید ملکیت سے نکل گیا عتق حمل جبکہ لونڈی پورے

چھ مہینے یا زیادہ میں جنی اور اگر چھ مہینے سے کم میں جنی تو عتق صحیح ہے یعنی اگر مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ جو تیرے پیٹ میں ہے حمل کو آزاد کیا تو اگر بعد اس قول کے
چھ مہینے سے کم مدت میں جنی تو لڑکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت قول مولی کے بالیقین لڑکا پیٹ میں موجود تھا تو مملوک بھی تھا اسواسطے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں
اور اگر چھ مہینے یا زیادہ میں پیدا ہوگا تو قول مولی کے وقت حمل کا ہونا مشکوک ہے اور جو شک سے ملکیت ثابت ہوگی تو آزاد بھی نہ ہوگا اسواسطے کہ بدون مالک کے عتق
صحیح نہیں ح لو باضافتہ الیہ کان ملکتک او الی سببہ کان شریتک فانت حر عتق مالک کا صحیح ہے اگرچہ باضافت الی الملک ہو چنانچہ اپنے غیر کے غلام سے کہا کہ اگر
میں تیرا مالک ہوں تو تو آزاد ہے پھر اسکو خرید کیا تو وہ آزاد ہو جائیگا یا سبب ملک کیطرف اضافت کی چنانچہ یوں کہا غیر کے غلام سے کہ اگر میں تجھکو خرید کروں تو تو آزاد ہے تو بعد
خریدنے کے آزاد ہوگا خلاصہ یہ کہ عتق صحیح نہیں مگر ملک سے یا تعلیق ملک سے یا تعلیق سبب ملک سے بخلاف ان مات مورثی فانت حر لا یصح لان الموت لیس سببا للملک بل للا
رث ح یعنی اگر کسی وارث نے مورث کے غلام سے کہا کہ اگر میرا مورث مر جائیگا تو تو آزاد ہے تو یہ عتق صحیح نہیں اسواسطے کہ موت مورث ملک کا سبب نہیں اسواسطے کہ جائز ہے کہ موت
مورث کی وارث کے قتل کرنے سے ہو اور حالانکہ قتل مورث سے ارث کو وراثت نہیں پہونچتی یا احتمال ہے کہ مورث کی موت کے وقت وارث مرتد ہو چکا ہو یا کہ وہ غلام
مورث کی قبل موت اسکی ملک سے نکل جاوے ہان اگر یوں کہے کہ اگر میں تجھکو ارث میں پاؤں تو تو آزاد ہے تو عتق صحیح ہوگا اسواسطے کہ ارث ملک کا سبب ہے ومن لطائف
التعلیق قال لامتہ ان مات ابی فانت حرة فباعہا لابیہ ثم نکحہا فقال ان مات ابی فانت طالق ثنتین فمات الاب لم تطلق ولم تعتق ظہیریہ وکانہ لان الملک
ثبت مقارنا لہما فلم یثبت فتامل تعلیق کے عمدہ مسائل سے ایک یہ قول ہے اپنی لونڈی سے کہا کہ اگر میرا باپ مر جاوے تو تو آزاد ہے پھر اس لونڈی کو اپنے باپ کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر
اس سے نکاح کیا پھر یوں تعلیق کی کہ اگر میرا باپ مر جاوے تو تجھکو دو بار طلاق ہے پھر اسکا باپ مر گیا تو وہ لونڈی نہ مطلقہ ہوگی نہ آزاد کذا فی الظہیریہ اور شاید کہ طلاق اور عتق
اسواسطے واقع نہونگے کہ ولد کی ملک ثابت ہوگی مقارن اور متصل طلاق اور عتاق کے باپ کی موت کے سبب سے یعنی باپ کے مرتے ہی ملک اور طلاق اور عتاق ساتھ ہی پائی گئی
اسواسطے کہ وارث نہیں ہوتا مگر بعد موت مورث کے اور طلاق اور عتاق بسبب تعلیق بالموت کے وارد ہوئی تو جب تینوں ایک وقت پائے گئے تو ملک کا مقدم ہونا طلاق اور عتاق
کی شرط ہونے پر ثابت ہوا تو مجرد مالک ہونے کے نکاح لونڈی کا فسخ ہو گیا تو طلاق کیواسطے محل وقوع نہ باقی رہا اسواسطے کہ محل طلاق منکوحہ ہونا تھا اور عتق نہیں تھا
مگر بعد تقدم ملک کے حالانکہ یہاں ملک اور عتق میں تقدم نہیں بلکہ اقتران ہے اور چونکہ یہ تعلیل دقیق اور مشکل تھی لہذا شارح نے کہا کہ اسمیں تامل اور غور کر
بصریحہ بلا نیتہ عتق صحیح ہے صریح عتق سے بدون نیت کے الفاظ عتق دو قسم ہیں صریح اور کنایہ صریح وہ ہے جو لغتا و شرعا میں مستعمل نہ ہوا ہو مگر عتق میں تو لفظ
صریح کے بولنے سے بدون نیت کے بھی عتق واقع ہوتا ہے اسواسطے کہ نیت اسوقت شرط ہے جب مراد متکلم میں اشتباہ ہو اور صریح میں تو اشتباہ نہیں لہذا نیت کی بھی حاجت نہیں
کذا فی منح الغفار سواء کان وصفہ کانت حر برابر ہے کہ عتق صریح کو بصیغہ وصف لاوے یا بصیغہ خبر وصف سے وہ لفظ مراد ہے جو ذات اور معنی پر دلالت کرے چنانچہ یوں کہے
کہ تو حر ہے لفظ حر کا وصف ہے اسواسطے کہ حر اس ذات کو کہتے ہیں جسمیں حریت پائی جاوے او عتیق یا یوں کہے غلام سے کہ تو عتیق ہے یعنی معتق ہے ہر چند لفظ عتیق کا اسکے
اسمیں ذات کے معنی نہیں لیکن بمعنی صفت مستعمل ہو چنانچہ غیر عدل میں عدل بمعنی عادل مشہور ہے او معتق او محرر یا یوں کہے غلام سے کہ تو عتیق یا
معتق یا محرر ہے یعنی آزاد ہے ولو ذکر الخبر فقط کان کنایۃ اور اگر ان الفاظ مذکورہ کو فقط خبر ذکر کرے بدون مبتدا کے تو کنایہ ہونگے یعنی انت حر نہ کہے بلکہ یوں کہے
کہ حر یا عتیق یا محرر تو اسوقت میں عتق صریح نہونگے بلکہ کنایہ ہونگے یعنی بدون نیت کے عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ لطائف میں ہے کہ اگر کسی نے کہا حر کسی نے اس سے
پوچھا کہ تو نے کسکو حر کہا اس نے جواب دیا کہ اپنے غلام کو کہا تو اب اسکا غلام آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار او اخبر بصیغۃ الخبر کحررتک او اعتقتک الا ان نوی الاخبار فیصح
یا عتق صریح کو بصیغہ خبر لاوے اگرچہ جملہ خبریہ یہاں فی الحقیقت بمعنی انشا ہے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھکو محرر کیا یا معتق کیا یا میں نے تجھکو آزاد کیا الا انہ
قول اصح میں عتق صریح ہے نیت کا محتاج نہیں کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ یہ لفظ عرف میں مستعمل نہیں مگر انشاء عتق میں جیسے بیع میں بعت اور اکثر کہنا ایسا ہی اسواسطے
مستعمل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او ہذا مولای او یا مولای او نادا یا حر او یا مولای یا غلام کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ میرا مولی ہے یا غلام کو

پکارا کہ یا مولای یا لونڈی کو یوں پکارا کہ یا مولاتی ہم مولا کا لفظ مشترک ہے معانی کثیرہ میں چنانچہ ابن اثیر نے بیس معانی سے زیادہ شمار کیے ہیں از انجملہ ناصر اور ابن عم
اور مالک اور آزاد لیکن جب غلام کو مولی کہا تو کوئی معنی مناسب نہیں ہو سکتے سوائے آزاد کے لہذا اس لفظ سے بلا نیت عتق ثابت ہوگا بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح عن الوجیز و
بخلاف انا عبدک فی الاصح بخلاف اس قول کے کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں اس قول سے عتق نہیں ہوتا قول اصح یہی ہے اسواسطے کہ یہ کلمہ تلطف اور
مہربانی کا ہے نہ عتق کا او یا حر او یا عتیق ولو قال اردت الکذب او حریۃ من العمل من یا غلام کو یوں پکارا کہ یا حر یا عتیق اور اگر مالک نے کہا کہ میں نے اس قول سے
کذب کا ارادہ کیا یا کام لینے سے آزاد کرنا مقصود تھا نہ عتق تو دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی بسبب احتمال کے نہ قضاء اسواسطے کہ ظاہر لفظ کے مخالف ہے الا اذا سماہ
و اشتہر وقت تسمیتہ خانیۃ فلا یعتق بالمہر ید الافشار وکذا فی الطلاق حر او عتیق سے عتق ثابت ہوتا ہے مگر جبکہ مالک اپنے غلام کا حر یا عتیق نام رکھے اور نام رکھنے کے وقت
لوگوں کو بھی اسکا اشتہار بھی کر دیوے کذا فی الخانیۃ تو اب حر یا عتیق کہنے سے غلام آزاد نہ ہوگا جبتک کہ اسے عتق کا ارادہ نکریگا اور اسیطرح طلاق کا بھی حکم ہے یعنی اگر زوجہ کا طالق یا
مطلقہ نام ہو اور لوگ بھی جانتے ہوں تو طالق یا مطلقہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہوگی جبتک کہ طلاق کا ارادہ نکریگا ثم بعد تسمیتہ بالحر اذا ناداہ بہ او بالفارسیۃ بالعجمیۃ کیا آزاد
او بالعکس ای سمی بہ آزاد و ناداہ بالعربیۃ یا حر عتق لعدم العلمیۃ پھر غلام کو حر مسمی کرنے کے بعد جب اسکو زبان عجمی میں بلفظ مترادف پکاریگا چنانچہ یا آزاد یا اسکے بالعکس
کیے یعنی اسکا آزاد نام رکھے اور زبان عربی میں اسکو بلفظ عربی پکارے چنانچہ یا حر تو وہ غلام آزاد ہو جاویگا بسبب عدم علمیت کے اسواسطے کہ پہلی صورت میں اسکا حر نام ہے نہ آزاد
اور دوسری صورت میں اسکا آزاد نام ہے نہ حر وکذا راسک حر و وجہک حر ونحوہما مما یعبر بہ عن البدن کما مر فی الطلاق اور اسیطرح غلام آزاد ہو جاویگا یوں کہنے سے کہ تیرا سر
آزاد ہے یا تیرا چہرہ آزاد ہے اور مانند ان اعضا کے جن سے کل بدن کی تعبیر ہوتی ہے چنانچہ ذکر ان اعضا کا کتاب الطلاق میں بیان کر گیا و اذا اضافہ بجزء شائع کثلثہ عتق ذلک القدر
المذکور عند الامام کما یجی اور اگر عتق کو جزء شائع کیطرف مضاف کیا مثلاً یوں کہا کہ ثلث آزاد ہے یا نصف آزاد ہے تو اسیقدر آزاد ہوگا جتنا مولی نے ذکر کیا یعنی اگر ثلث کہا
تو ثلث آزاد ہوگا اور اگر نصف کہا تو نصف آزاد ہوگا نہ کل بدن بسبب تجزی عتق کے نزدیک امام اعظم کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا ومن الصریح قولہ لعبدہ انت حرۃ و لامتہ
انت حر نہایۃ اور عتق صریح کی قسم سے یوں کہنا ہے مولی کا اپنے غلام سے کہ تو حرہ ہے یا اپنی لونڈی سے کہ تو حر ہے اسواسطے کہ فقہا کے نزدیک ایسے مقاموں میں اعراب
اور تذکیر و تانیث کا اعتبار نہیں ومنہ وہبت لک نفسک بعتک نفسک فیعتق مطلقا و لو زاد بکذا توقف علی القبول فتح اور عتق صریح سے ہے یوں کہنا مولی کا اپنے
غلام سے کہ میں نے تیری ذات تجھکو بخشی اور میں نے تیری ذات تیرے ہاتھ بیع کی تو اس قول سے غلام آزاد ہو جاویگا ہر طرح سے اس ہبہ اور بیع کو قبول کرے یا نکرے
اگرچہ اسنے عتق کی نیت نکی ہو اور اگر مولی نے یوں زیادہ کر کے کہا کہ میں نے تیری ذات تجھکو بخشی دس درم کے عوض یا بیع کی پانچ درم کے عوض مثلاً تو غلام کا آزاد ہونا
اسکے قبول کرنے پر موقوف ہوگا کذا فی فتح القدیر مع ہبہ و بیع نفس کو فتح القدیر میں ملحق بالصریح کہا ہے نہ صریح اور عالمگیری میں حاوی قدسی سے بھی یہی قول منقول ہے اور
شارح نے انکو صریح میں داخل کیا ہے اور محشی مدنی نے بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ مختار صاحب فتح القدیر کا یہ ہے کہ یہ صریح ہے لیکن مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا
تو یہ عبارت تھی ملحق بالصریح قولہ لعبدہ وہبت لک نفسک او بعتک نفسک آخرہ واللہ اعلم ومنہ اعتقک اللہ علیک عتقک علی فیعتق بلا نیۃ ولو زاد وجب علیک العتق لجواز
وجوبہ بالکفارۃ ظہیریۃ اور عتق صریح سے ہے مصدر چنانچہ یوں کہنا کہ عتاق تجھپر واقع ہوا یا تیرا عتق تجھپر ثابت ہوا اور اگر وجب کا لفظ زیادہ کریگا یعنی یوں کہے کہ تیرا
عتق تجھپر واجب ہے تو غلام نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شاید مولی پر آزاد کرنا کفارہ کیوجہ سے واجب ہو کذا فی الظہیریۃ پھر جب احتمال کی گنجائش ہوئی تو صریح
نہ باقی رہا وفی المبتغی لو قیل لہ اعتقت عبدک فقال برأسہ ای نعم لم یعتق اور بدائع میں ہے مولی سے کسی نے کہا کہ تو نے اپنے غلام کو آزاد کیا سو اسنے سر سے اشارہ کیا
کہ ہاں اسطرح سے غلام آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ اسنے عتق کا لفظ نہیں کہا باوجود قدرت کے بخلاف گونگے کے کہ اسکا اشارہ کافی ہے عتق میں ولو زاد من ہذا العمل
عتق قضاء اور اگر انت حر کے بعد من ہذا العمل زیادہ کریگا یعنی اگر یوں کہیگا کہ تو آزاد ہے اس کام سے تو غلام آزاد ہوگا قضاء نہ دیانۃ ہم یہ عبارت شارح کی
مسائل ما بعد سے متعلق نہیں ہے انتہا بلکہ اس کلام کیطرف راجع ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی المدنی ناقلا عن البحر ولو قال یا سالم فاجابہ غانم فقال

انت حر ولا نیۃ لہ عتق وان بیت لو قال خنقت سالما عتقا قضاء او اگر ایک مولی کے دو غلام ہوں سالم اور غانم سو مولی نے کہا کہ اے سالم تو جواب میں غانم نے سو
مولی نے کہا کہ تو آزاد ہے اور حالانکہ مولی کو قصد آزاد کرنے کا نہ تھا لہذا جواب دینے والا غلام یعنی غانم آزاد ہو جاویگا بسبب خطاب کے اور صریح محتاج نیت کا نہیں ہے اگر مولی
نے کہا کہ انت حر سے میری مراد سالم کو آزاد کرنے کا ارادہ کیا تھا نہ غانم کا تو قضاءً دونوں آزاد ہو جاوینگے لیکن دیانۃً وہی آزاد ہوگا جسکے عتق کا مولی نے ارادہ کیا وفی الجوہرۃ
قال لمن لا یحسن العربیۃ قل لعبدک انت حر فقال لہ اعتق قضاء اور جوہرہ میں ہے کہا ایک شخص نے اسکو جو عربی زبان سمجھ نہیں جانتا کہ تو اپنے غلام سے یوں کہہ کہ انت حر سو اسنے
اپنے غلام سے یونہی کہا تو قضاءً اسکا غلام آزاد ہوگا بسبب صریح خطاب کے لیکن دیانۃً نہ آزاد ہوگا بسبب عدم قصد کے ولو قال یا اسماعیل حر بالاضافۃ لا یعتق اور اگر مولی نے
اپنے غلام سے کہا کہ تیرا سر یا تیرا سا سر ہے اگر اس سے کو بتر کرایضا فت کہا تو آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ تشبیہ ہے اور تشبیہ عام ہوتی ہے اور کاہے خاص تو عتق میں شک واقع ہوا لہذا
بدون نیت کے آزاد نہ ہوگا ولو نوی بہ عتق لانہ وصف لا تشبیہ اور اگر اسکو یا حر بالفظ اسکو تنوین کہا تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ اس صورت میں صفت ہے اس کی
تشبیہ گویا یہ مطلب ہے کہ تو ہر ... ان نوی للاحتمال کلا ملک لی علیک ولا سبیل ولا رق وخرجت من ملکی وخلیت سبیلک او نحو عتق
کنایات عتق سے اگر کنایات سے عتق کی نیت کریگا اسواسطے کہ کنایات میں عتق اور غیر عتق دونوں کا احتمال ہے جیسا کہ مولی نے غلام سے کہا کہ میری ملک تجھ پر نہیں یا
میری کوئی سبیل نہیں تجھ پر یا تیری رقیت تجھ پر نہیں اور تو میری ملکیت سے نکل گیا اور تجھکو میں نے چھوڑا ہم یہ اقوال کنایات ہیں کہ ان میں عتق اور غیر عتق دونوں محتمل ہیں کاہے اسواسطے
کہ نفی ان اشیاء مذکورہ کی محتمل ہے کہ بسبب بیع یا کتابت کے ہو یا بسبب عتق کے ہو پس جب ان اقوال میں مولی عتق کی نیت کریگا تو احتمال مانع ہو کر تعیین مقصود ہوگا
کذا فی الدرر کقولہ لامتہ قد اطلقتک او انت اعتق ولو نوی بہ انت طالق من وثاقۃ وہی مطلقۃ لتعتق بطلاق ان نوی جیسا اور جیسا کہ مولی کا یہ قول
اپنی لونڈی سے کہ میں نے تجھکو مطلق العنان کیا اور تو زیادہ تر آزاد ہے فلانی سے اور حالانکہ فلانی آزاد ہو چکی ہے یا اپنی زوجہ سے یہ کہا کہ تو زیادہ تر مطلقہ
فلانی عورت سے اور حالانکہ وہ عورت مطلقہ ہے تو پہلی مثال میں لونڈی آزاد ہوگی اور دوسری مثال میں زوجہ اسکی مطلقہ ہوگی بشرطیکہ متکلم نیت عتاق کی
اور طلاق کی کریگا جیسے عتاق اور طلاق کی نفی میں نیت شرط ہے جیسا کہ غلام سے یوں کہے کہ انت حر یا زوجہ سے یوں کہے کہ انت طالق فی نہر الفائق میں [illegible]
قبول النقل کیا ہے کہ عتاق اور طلاق کہ اگر کوئی تجھی کہے اور عتق و طلاق کی نیت کرے تو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الخلاصۃ قال لعبدہ انت غیر مملوک
بل ثبتت لہ احکام الاحرار حتی تقبل شہادتہ ولا یملکہ ولیشہد فیما [illegible] کذا البحر وفی بعبدی لا یعتق وقاس علیہ فی البحر لا ملک لی علیہ لکن نازعہ فی النہر وہذا صحیح [illegible]
اگر کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ تو مملوک نہیں تو وہ آزاد نہ ہوگا بلکہ ثابت ہونگے اس غلام کو آزادوں کے احکام یعنی اثبات فی اسکی مملوکیت کا دعوی نہ کر سکیگا
تا تفصیل کرے اور اسکی خدمت نہ لے سکیگا اور اگر وہ مرجاوے تو مولی بطریق ولا اسکی وراثت نہ پاویگا بحر الرائق میں کہا کہ اگرچہ وہ عتق نہیں لیکن ظاہر یہی ہو تو
انکار کے حکم احرار جاری نہ ہونگے یہاں تک کہ اسکی عبدیت کا کوئی مدعی ہو اور اپنے دعوی کو ثابت کرے تو اسکا مالک ہوگا یا خود غلام اپنے مولی کے قول مذکور کے بعد
اقرار کرے کہ میں مملوک ہوں اسکا اور مولی بھی اسکی تصدیق کرے کہ ہاں سچ کہتا ہے تب اسکا مالک ہوگا اور اسیطرح غلام کو عتق ثابت نہ ہوگا لیکن حکم احرار کے
ہونگے اگر مولی نے کہا کہ یہ میرا غلام نہیں اور بحر الرائق میں خلاصہ کے قول پر لا ملک لی علیک کو قیاس کیا ہے بسبب اشتراک نفی ملک کے یعنی اگر کوئی غلام سے کہیگا
کہ میری ملک تجھ پر نہیں تو وہ آزاد نہ ہوگا لیکن احکام احرار اسپر ثابت ہونگے تا وقتیکہ غلام خود مملوکیت کا اقرار کرے اور مولی بھی اسکی تصدیق کرے تب اسکا مالک
ہوگا لیکن نہر الفائق میں صاحب بحر الرائق سے اس قیاس میں نزاع کیا ہے یعنی یوں کہا ہے کہ میرے نزدیک یہ قیاس صحیح نہیں اسواسطے کہ لا ملک لی علیک میں
متکلم کی نفی ملکیت البتہ ثابت ہے غیر کی ملکیت کی نفی نہیں بخلاف مسئلہ خلاصہ کے یعنی انت غیر مملوک میں مطلقاً نفی ہے اور محشی نے کہا کہ اتنا فرق کچھ مضر نہیں
نہیں جب کوئی دوسرا مالک اس غلام کا نہ ہو تو مولی کی ملک نفی کرنے سے علی الاطلاق ثابت ہوگی تو دونوں قول برابر ہوگئے علی الخصوص قول ثانی فی خلاصہ کا یعنی لیس لی بعبد
ولا ملک لی علیک بلا شک دونوں یکساں ہیں تو معلوم ہوا کہ قیاس صاحب بحر کا حق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ ایضا بہذا اتضح نفی للاعتراض من المالک الاعم

وکذا ابی او جدی او ہذہ امی ان لم یصلحوا لذلک ولم یعتق لانہا صرائح لا کنایۃ ولذا جاز بالباء واخرہا للتفصیل بہا اور یہی صحیح ہے عتق مملوک یوں کہنے سے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور لونڈی کو یوں کہنے سے کہ یہ میری بیٹی ہے خواہ مملوک عمر میں چھوٹا ہو مالک سے یا بڑا اور اسیطرح یوں کہنا غلام کو کہ یہ میرا باپ ہے یا دادا یا لونڈی سے یوں کہنا کہ یہ میری ماں ہے اگرچہ لونڈی اور غلام بسبب عدم مناسبت کے بیٹا یا باپ ہونے کی یا بیٹی اور ماں ہونے کی صلاحیت اور لیاقت نہ رکھتے ہوں یا کاسنے اس حال سے عتق کا قرینہ پایا تو بھی آزاد ہو جاوینگے اسواسطے کہ یہ الفاظ صریح عتق ہیں نہ کنایہ کہ نیت کے محتاج ہوں اور اسواسطے ان الفاظ پر باء جارہ لایا ہے تاکہ کنایات پر ان الفاظ کا عطف ثابت ہو اور ان الفاظ کو صریح سے موخر لایا واسطے تفصیل احکام کے جواب ہے سوال مقدر کا یعنی جب یہ الفاظ صریح ٹھہرے تو کیا وجہ ہے کہ انکو صریح کے ساتھ نہ مذکور کیا شارح نے جواب دیا کہ انکے احکام میں تفصیل ہے اور وہ کتنی لہذا انکو موخر لایا تاکہ مناسبت علم مملوک کو بیٹا کہنے سے عتق ثابت ہوتا ہے بطریق مجاز کے اسواسطے کہ فرزندی کو حریت لازم ہے اور بلزوم ملزوم بولنا اور لازم کا ارادہ کرنا مجاز ہے اور اسیطرح باپ دادا ماں کہنے میں عتق بطریق مجاز ہے فان صلحوا وجہل نسبہم فی مولدہم لیس للانامل ان شاء معروفا ثبت النسب ایضا ما لم یقل ابنی من الزنا یعتق فقط پھر اگر مملوک کا جانبار عمر کے صلاحیت رکھتے ہوں مولی کا باپ یا بیٹا ہونے کی اور غلام مولی کا نسب بھی انکے وطن میں مجہول ہو اور جس مولی نے غلام کو اپنا باپ کہا ہے اگر نابالغ ہو معلوم اور مشہور نہیں کہ کون ہے تو عتق کے ساتھ نسب بھی ثابت ہوگا جبتک یوں نہ کہا ہو مولی نے کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہے اور اگر یوں کہیگا کہ یہ غلام میرا بیٹا ہے زنا سے تو فقط اسیکا ثابت ہوگا بلکہ فقط عتق غلام کا ثابت ہوگا حاصل تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ زید کی عمر چالیس برس کی ہے اور اسکا غلام بیس برس کا ہے مجہول النسب پھر زید نے غلام کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو غلام آزاد بھی ہوگا اور زید کا بیٹا بھی ٹھہریگا اور اگر غلام کا نسب معلوم ہوگا تو فقط عتق ثابت ہوگا نہ نسب اور اگر زید بیس برس کا ہو اور غلام چالیس برس کا تو اسصورت میں بیٹا کہنے سے نسب ثابت نہ ہوگا بسبب عدم صلاحیت کے فقط عتق ہی ثابت ہوگا نزدیک امام کے کذا فی العالمگیری عن قاضی خان اور اسیطرح کی تفصیل ہے غلام کو باپ کہنے میں یا لونڈی کو ماں کہنے میں لیکن ثبوت نسب میں اشتراط تصدیق مملوک کی ضرورت ہے چنانچہ شارح اسکی طرف اشارہ کرتا ہے ذیل

یشترط التصدیق فیما سوی دعوۃ البنوۃ لان فیہ تحمیل النسب علی الغیر پس غلام کی سوا دعوی فرزندی کے اسمیں قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ تصدیق غلام کی شرط نہیں اسواسطے کہ اقرار مالک کا اپنے مملوک کی نسبت صحیح ہے بلا تصدیق مملوک کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ دعوی فرزندی کے سوا میں تصدیق مملوک کی شرط ہے اسواسطے کہ اسمیں تحمیل ہے نسب کی غیر پر بخلاف فرزندی کے اسمیں غیر کو تحمیل نسب ہے اپنی ذات پر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولا تصیر امہ ام ولد له اور نہیں ہو جاتی ماں غلام کی ام الولد جس غلام کو مولی نے اپنا بیٹا کہا تو اسکی ماں مولی کی ام ولد نہوگی ولو قال لعبدہ ہذہ بنتی او لامتہ ہذا ابنی فہو لغو للتنبیہ اور اگر کہا اپنے غلام کو یہ میری بیٹی ہے اور اپنی لونڈی سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو عتق میں احتیاج ہوگی نیت کی یعنی بدون نیت کے آزادی نہوگی اسواسطے کہ اشارہ مخالف مشار الیہ کے ہے تو تنبیہ کے قرینہ ہے کذا فی الہدایۃ وفتح القدیر فی ہذا خالی او عمی عتق والا بنیۃ انی لا امام بنیۃ من کلیہ اور مولی کے یہ کہنے سے کہ یہ میرا ماموں یا چچا ہے غلام آزاد ہوگا اور یوں کہنے سے کہ یہ میرا بھائی ہے آزاد نہوگا جبتک اخوت نسبی کی نیت نکرے اسواسطے کہ اخوت مشترک ہوتی ہے نسبی اور دینی میں قال اللہ تعالی (انما المومنون اخوۃ) اور مشترک بدون نیت کے متعین نہیں ہو سکتا بخلاف عم اور خال کے لا العتق بیا ابنی ویا اخی ویا اختی ویا ابی غلام آزاد نہوگا یوں کہنے سے کہ اے میرے بیٹے اور اے میرے بھائی اور اے میری بہن اور اے میرے باپ اسواسطے کہ ندا کرنے سے مقصود کہنا منادی کا مقصود ہوتا ہے بلا قصد معنی کے بخلاف یا حر کے کہ یا حر عتق صریح ہے اسمیں معنی وقصد کرنیکی حاجت نہیں کذا فی منح الغفار ولا سلطان لی علیک او غلامہ یحرق یعنی یہ غلام آزاد نہیں ہوگا میری قدرت نہیں تجھ پر اسواسطے کہ باوجود بقا ملک کے بھی عدم قدرت اور عدم تصرف عبد میں متصور ہے چنانچہ غلام مکاتب میں ولا بالفاظ الطلاق صریحہ وکنایتہ بخلاف کنایات العتق وعتق واقع نہیں ہوتا طلاق کے الفاظ صریح طلاق سے نہ کنایات طلاق سے اور طلاق واقع ہوتی ہے بلفظ عتق چنانچہ اسکی تصریح باب الطلاق میں ہو چکی تو اگر مولی اپنی لونڈی سے کہے کہ تجھکو طلاق ہے یا تو بہ نیت حرام ہے تو آزاد نہوگی اور انت اعلم بشانک قیدہ لانہ لو قال فی الابتداء علی التنبیہ کما نقلہ ابن الکمال کذا نقل الرملی کما رجحہ الکمال اقرہ فی البحر الفاظ طلاق سے عتق نہیں ہوتا اگرچہ مولی عتق کی نیت کرے اسواسطے کہ نیت اسکی صحیح نہیں کیونکہ جہاں لفظ میں مراد کا احتمال ہو بخلاف لفظ طلاق کے کہ اسمیں معنی عتق کی صلاحیت نہیں شارح کہتا ہے یا جو بہ نیت کے عتق نہو یہ عبارت ظاہرہ کی قید ہو منادی کی

لفظ ا یا اور الفاظ سے سب طلاق کی جو

اور نفی سلطان کی سبب سے قوت ہوئے عتق منادی ہوکر کی نیت پر چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہو کہ یا ابنی میں اگر عتق کی نیت کریگا تو غلام آزاد
ہوگا اور اسیطرح لاسلطان لی علیک میں عتق کی نیت کریگا تو آزاد ہوگا چنانچہ اسی قول کی ترجیح دی ہو کمال نے فتح القدیر میں اور مسلم کہا ہو اسکو
بحرالرائق میں مصنف نے فتح القدیر میں کہا ہو کہ بعضے مشائخ کا یہ قول ہو کہ لاسلطان لی علیک میں نیت سے عتق ثابت ہوگا اور یہی مذہب ہو امام مالک اور امام شافعی اور
امام احمد کا اور اپنے قول کی دلیل تقتضی شیئ کذا انت مثل الحر یعتق بالنیۃ ذکرہ ابن الکمال وغیرہ اور اسیطرح قولہ کہ تو حر کے مانند ہو غلام آزاد ہوگا عتق کی نیت سے چنانچہ
اسکو ابن کمال وغیرہ نے مذکور کیا ہو اسواسطے کہ اس قول میں مماثلت اور تشبیہ ہو اور تشبیہ کبھی عام ہوتی ہو اور کبھی خاص لہذا بدون نیت عتق آزاد نہوگا تو معلوم ہوا کہ یہ لفظ
کنایات عتق سے ہو کذا فی حاشیۃ المدنی عن الرحمتی الافی قولہ لامتہ اطلقتک لانہ لیس صریح امرک بیدک او اختاری فانہ یعتق مع النیۃ لانہما من کنایات العتق ایضا
بیع بدائع ویتوقف علی القبول فی المجلس لفظ طلاق سے عتق نہیں ہوتا اگر مولی نے اس قول سے کہ میں نے تجھکو مطلق العنان کیا اگرچہ قبول لونڈی نے نہیں کیا اپنے
غلام سے کہا ہو کذا فی فتح القدیر اور مولی کے اس قول میں یعنی لونڈی سے کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہو یا تو مختار ہو کے یعنی عتق کو تو ان تینوں قولوں میں مملوک آزاد
ہوگا ساتھ نیت عتق کے تو اطلقتک اور امرک بیدک و اختاری کنایات عتق سے بھی ہیں چنانچہ یہی الفاظ کنایات طلاق سے بھی ہیں اور اسمیں کچھ غرابت نہیں ہے کہ ایک لفظ
دو چیزوں کے کنایہ ہونے کی صلاحیت رکھے جیسے ... دونوں ... اور چونکہ امرک بیدک ... تفویض ... طلاق کی کنایات سے ... ایقاع
کی کنایات سے ہو اور شارح نے کہا کہ امرک بیدک اور اختاری میں موقوف ہوگا قبول فی المجلس پر یعنی اگر لونڈی نے اسی مجلس میں عتق کو قبول کر لیا تو آزاد ہوگی اور
بعد مجلس کے آزاد نہوگی بخلاف اطلقتک کے کہ اسمیں قبول کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ تفویض نہیں بلکہ ایقاع ہو وکذا قوله اعتق او اعتقی ...
لا سبیل لی علیک الا بالطلاق اور اسیطرح قبول فی المجلس پر عتق موقوف ہو مولی کے اس قول میں کہ آزادی کا تو اختیار کر یا امر آزادی کا تیرے ہاتھ میں ہو اگرچہ اس قول میں نیت
مولی کی حاجت نہیں کہ صریح ہو نہ کنایہ لیکن قبول حالانکہ پر عتق موقوف ہو اسواسطے کہ یہ تملیک عتق ہو مانند طلاق کے اور تملیک میں قبول سے تمام ہوتی ہو ...
... لیکن پھر بولنا اور عتق ثابت نہیں اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہو اگرچہ عتق کی نیت بھی کرے لیکن اگر بعد اس کلام کے ...
... تو کفارہ دے ... کہ تحریم حلال ... ایضا بقولہ عبدی او حماری حر ... اور عتق صحیح ہو اس قول سے بھی کہ میرا غلام یا میرا
گدھا آزاد ہو یا میری دیوار آزاد ہو چونکہ گدھا اور دیوار لائق حریت کے نہیں لہذا حریت غلام ہی کیواسطے مخصوص ہو کا الجمع بین امراتہ و بہیمۃ و حجر و قال احدکما
طالق طلقت امراتہ چنانچہ اگر جمع کیا اپنی عورت اور جانور اور پتھر کو ملایا اور کہا دونوں میں ایک طلاق ہو یعنی زوجہ یا جانور کو تو اسکی زوجہ ہی مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جانور
اور پتھر میں صلاحیت طلاق کی نہیں کالجمع بین امراتہ و امتہ الحیۃ والمیتۃ جوہرہ طلاق واقع ہوگی اگر ملاویگا اپنی زوجہ زندہ اور اپنی لونڈی مردہ اور زندہ کو کذا فی الجوہرہ
ہم بہتر یوں تھا کہ شارح موافق جوہرہ کے یوں کہتا کہ لا الجمع بین امتہ الحیۃ والمیتۃ یعنی مولی کی ایک لونڈی زندہ ہو اور دوسری مردہ اسوقت یوں کہا کہ ان دونوں میں سے
ایک آزاد ہو تو زندہ آزاد نہوگی اسواسطے کہ مردہ پر بھی اطلاق آزادی صحیح ہو اور جوہرہ میں بابت طلاق کا ذکر نہیں شارح نے زیادہ کیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وصح ایضا
بملک ذی رحم محرم ای قریب محرم نکاحا ابدا اور نیز صحیح ہو عتق قریب محرم کی ملک سے یعنی وہ قرابت والا جس سے نکاح کرنا دائمی حرام ہو تو اگر ایک شخص نے
اپنے ماموں یا چچا کو خرید کیا تو مجرد خرید کے آزاد ہو جاوینگا خرید کرنے والا آزاد کرے یا نکرے اسواسطے کہ چچا بھتیجے یا ماموں بھانجے میں محرمیت ثابت ہو یعنی اگر ان دونوں
مردوں میں کوئی عورت ہوتا تو اسمیں کا بھتیجے نکاح کرنا حلال نہوتا اور اگر بنی اعمام اور بنی اخوال کو خرید کریگا تو آزاد نہونگے اسواسطے کہ اگرچہ یہ قرابت دار ہیں لیکن
محرم نہیں اور اگر رضاعی بھائی کو خرید کریگا تو بھی آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ اگرچہ محرم ہو لیکن قریب نہیں نسائی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مالک ہو قرابت والے محرم کا وہ اسپر آزاد ہوگا ہر چند نسائی نے اس حدیث کی حمزہ راوی کے سبب سے تضعیف کی ہو
لیکن عبدالحق نے اسکو صحیح حدیث کہا ہو اور ابن قطان اور ابن معین نے حمزہ کی توثیق کی اور شاہد اس حدیث کا سنن اربعہ میں موجود ہو تو یہ حدیث

حجت ہے شافعیہ پر کذا فی فتح القدیر یعنی امام شافعی کے نزدیک اصول فروع کی ملک سے البتہ عتق ہوتا ہے نہ جمیع محارم کی ملک سے وان قصا العتق بقدرہ عندہ
وخلافاً لہما و جزء ابیہ الحامل منہ اگرچہ قریب محرم کا کل مالک نہو بلکہ بعض مملوک ہو جیسے ثلث یا نصف تو اسیقدر آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم کے یا حمل کا مالک ہو جیسے
خرید کرنا اپنے باپ کی زوجہ کا جو حاملہ ہے اسکے باپ سے یعنی ایک شخص کے باپ نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور وہ حاملہ ہوئی پھر اسکے بیٹے نے اس حاملہ کو خرید کیا تو یہ لونڈی مملوکہ
ہوگی لیکن قبل ولادت اسکا بیچنا جائز نہوگا اور جب جنیگی تو ولد اسکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ مالک کا بھائی ہے ولو المالک صبیا او مجنونا او کافرا فی دارنا حتی اذا عتق
المسلم او الحربی عبدہ فی دار الحرب لا العتق بعتقہ بل بالتخلیۃ فلا ولاء خلافاً للثانی محرم قریب کا عتق مالک ہونے سے صحیح ہے اگرچہ مالک صغیر ہو یا دیوانہ یا کافر جو
دارالاسلام میں ہے اور اگر کافر حربی دارالحرب میں اپنے قریب محرم کا مالک ہو تو بمجرد ملک کے آزاد نہوگا اسواسطے کہ احکام اسلام کے وہاں جاری نہیں ہیں ہاں اگر مسلمان یا
حربی دارالحرب میں اپنے غلام کو آزاد کریگا تو اسکے آزاد کرنے سے نہ آزاد ہوگا بلکہ تخلیہ سے یعنی بعد اعتاق باللفظ کے رفع تصرفات مالکانہ سے عتق ثابت ہوگا تو امام اعظم اور
محمد کے نزدیک مالک کیواسطے حق ولا ثابت نہیں اسواسطے کہ آزادی اعتاق سے نہیں بلکہ تخلی بالطبع کر دینے سے ہے بخلاف ابو یوسف کے کہ نزدیک انکے ولا مولی کو ثابت ہے کیونکہ انکے نزدیک
اعتاق باللفظ دارالحرب میں صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الزیلعی ولو عبدہ مسلما او ذمیا عتق بالاتفاق لعدم محلیتہ للاسترقاق زیلعی اور اگر مولی کا غلام دارالحرب میں
مسلمان ہو یا ذمی تو فقط لفظ اعتاق سے بلا شرط تخلیہ آزاد ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ مسلم اور ذمی محل ملکیت نہیں کذا فی الزیلعی ویصح ایضا تحریرہ لوجہ اللہ تعالی
و للشیطان و الصنم وان اثم اور خدا کی رضامندی کیواسطے آزاد کرنا اور شیطان اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے بھی عتق صحیح ہے اگرچہ شیطان اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے
وہ گنہگار ہوگا صنم اس بت کو کہتے ہیں جو بصورت انسان ہو خواہ چاندی خواہ سونے خواہ لکڑی سے اور جو پتھر سے ہو اسکو وثن کہتے ہیں کذا فی عنایۃ البیان و کفر بالثانی ای الاعتاق
للصنم المسلم عند قصد التعظیم لان تعظیم الصنم کفر و عبارۃ الجوہرۃ ولو قال للشیطان او للصنم کفر اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے مسلمان کافر ہوجاویگا نزدیک قصد کرنے
تعظیم کے اسواسطے کہ تعظیم صنم کی کفر ہے اور جوہرہ میں یہ عبارت ہے کہ اگر یوں کہیگا کہ میں نے غلام کو شیطان یا صنم کیواسطے آزاد کیا تو کافر ہوجاویگا ویصح ایضاً بکرہ
او غیر بلجی اور زبردستی آزاد کرانے سے بھی عتق صحیح ہے اگرچہ جبر اور زیادتی ایسے شخص نے اتنی نہ کی ہو جس میں جان یا عضو تلف ہونے کا خوف ہو ہرچند اکراہ میں رضا
مالک نہیں لیکن عتق رضا پر موقوف نہیں ہے اسواسطے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اور رضا لاکہ ہزل میں رضا نہیں کذا فی فتح القدیر لیکن زبردستی کرنے والے پر قیمت غلام
کی دینا واجب ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی و سکر بسبب محظور ای حرام فلا یخرج الاشربۃ المباحۃ فانہ کالاغماء اور صحیح ہے عتق اس مستی اور
نشے میں جو حاصل ہوئی ہو بسبب استعمال کرنے حرام چیز کے مصنف کا مطلب یہ ہے کہ اشیاء مباحہ کی مستی سے عتق نہوگا جیسے مضطر کا شرب خمر اور مثلث کا
استعمال بقصد قوت او نقیع زبیب بلا طبخ کا اور ادویہ اور اغذیہ جو انگور سے نہوں کذا فی المنح شارح کہتا ہے باب الاشربہ میں امام محمد کا قول مفتی بہ مذکور
ہوگا کہ جو مسکر ہے سو حرام ہے اور مسکر کا قلیل اور کثیر سب حرام ہے تو اشیاء مذکورہ میں کوئی چیز مسکر محرم سے خالی نہیں یعنی سب پر مسکر محرم صادق ہے سوائے
شرب مضطر کے یعنی جسکے حلق میں لقمہ اٹک گیا نیچے نہیں اترتا اور پانی وہاں نہیں تو اسوقت لقمہ اتارنے کیواسطے شراب پی لینا حرام نہیں تھا اگر اسکے بعد نشہ ہوگا
تو اس بیہوشی کی مستی سے بھی عتق صحیح نہوگا محشی مدنی نے کہا کہ ادویہ اور اشیاء مباحہ کے سکر کا بھی یہی حال ہے جیسے شہد سے بعضے صفراوی مزاجوں کو نشہ
ہو جاتا ہے تو اس مستی سے بھی عتق صحیح نہوگا و یصح ایضا مع ہزل ہو عدم قصد حقیقۃ ولا مجازا اور عتق صحیح ہے ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ بھی ہزل عبارت ہے
عدم قصد حقیقت اور مجاز سے یعنی جس کلام کے معنی حقیقی اور مجازی متکلم کو کچھ مقصود نہوں وہ ہزل چنانچہ خوش طبعی میں حقیقت اور مجاز کلام کا اکثر مراد نہیں ہوتا
وان علق العتق بشرط کدخول دار صح و عتق اذا دخل اور اگر معلق کیا مولی نے عتق کو کسی شرط پر جیسے دخول دار پر تو تعلیق صحیح ہے اور غلام آزاد ہوگا جب
گھر میں داخل ہوگا اور مولی کو فقط یہ ہے کہ قبل دخول دار اسکو بیچڈالے اور بعد بیع کے اگر غلام گھر میں داخل ہوا پھر اسکو مالک اول نے خرید کیا اور دوسرے بار
گھر میں غلام داخل ہوا تو آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی و التعلیق بامر کائن تنجیز فلو قال لعبدہ وہو فی ملکہ ان ملکتک فانت حر

عتق للحال بخلاف قوله لمكاتبه ان انت عبدي فانت حر لا يعتق لقصور الاضافة ظهيرية اور معلق کرنا عتق کا اس امر پر جو حال اور موجود ہو تنجیز ہے نہ تعلیق
یعنے فی الحال عتق واقع ہوگا تو اگر مولی نے اپنے اُس غلام سے کہا جو اُسکی ملکیت میں ہے کہ اگر میں تیرا مالک ہوں تو تو آزاد ہے تو وہ غلام فی الحال آزاد ہو جاویگا
بخلاف یوں کہنے مولی کے اپنے مکاتب سے کہ اگر تو میرا غلام ہے تو تو آزاد ہے تو مکاتب آزاد نہوگا بسبب ناقص ہونے اضافت عبدیت کے کذا فی الظہیریۃ پورا غلام وہ جو
بدون کسی مولی کے کوئی تصرف نکر سکے اور غلام مکاتب اپنے تصرفات میں مختار ہے لہذا پورا غلام نہوا تو شرط عتق نہ پائی گئی لہذا آزاد نہوگا وفیہا
تصح حر التعليق او ظہیریہ میں ہے کہ یوں کہنا مولی کا غلام سے کہ تو صبح کریگا آزاد ہوکر تعلیق ہے اعتاق کی صبح کے وقت پر گویا یوں کہا کہ جب تو صبح کیوقت میں داخل
ہوگا تو آزاد ہوگا وتقوم مراد تعقد حر تنجیز اور یوں کہنا غلام سے کہ تو کھڑا ہوا ہے آزاد ہوکر اور بیٹھا ہے آزاد ہوکر یہ فی الحال اعتاق ہے اسواسطے کہ مقصود کلام یہ ہے کہ
حال میں آزاد ہے قال ابن سقیت حارسی فذہب بہ للماء ولم یشرب عتق لان المراد عرض الماء علیہ کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ اگر تو میرے گدھے کو پانی پلادے تو تو آزاد ہے
سو غلام اُسکو پانی پلانے کو لیگیا اور اُسنے پانی نہ پیا تو غلام آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ مراد اس کلام کی یہ ہے کہ گدھے کے سامنے پانی ہو جاوے تا کہ اگر وہ پیاسا ہو تو پی لے اور یہ مراد نہیں
کہ پیاس ہو یا نہو پانی پلانا اُسکو لازم ہے قال عبدي الذي هو قدیم الصحبة حر عتق من صحب سنة ہو المختار مولی نے کہا جو میرا غلام قدیم الصحبت ہے وہ آزاد ہے تو وہ غلام آزاد ہوگا
جو اُسکے ساتھ سال بھر رہا اور یہی قول مختار ہے ولو قال انت عتیق ودنوی في الملك دين او اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو عتیق ہے اور لفظ عتیق سے یہ نیت کی کہ
قدیمی مملوک ہے تو دیانۃً البتہ اُسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ عتیق لغت میں بمعنی قدیم بھی ہے لیکن قاضی تصدیق کریگا اسواسطے کہ صریح عتق ہے محتاج نیت کا نہیں ولو زاد
في السن یعتق اور اگر یوں زیادہ کرکے کہا کہ انت عتیق فی السن یعنی تو عمر میں بڑا ہے تو آزاد نہوگا غلام قضاءً نہ دیانۃً اسواسطے کہ بقرینہ عمر عتق سے کچھ علاقہ نہ رہا و عتق
بما انت الا حر او آزاد ہوگا اس قول سے کہ تو نہیں مگر حر ہے اسواسطے کہ استثنا نفی سے کرنا اثبات علی وجہ التاکید ہے جیسا کہ کلمہ توحید میں یا انت الا مثل الحر وانت مثل الحر اس قول
سے کہ تو نہیں مگر مثل حر کے آزاد نہوگا اگرچہ عتق کی نیت بھی کرے کذا فی المحیط ولا بكل مالي حر او یوں کہنے سے آزاد نہوگا کہ میرا سب مال حر ہے اسواسطے کہ حر سے مراد یہاں صاف
اور خالص ہے تو مطلب یہ ہوا کہ میرا تمام مال صاف اور خالص ہے غیر کی شرکت سے کذا فی المذی عن البحر ولا بكل عبد في الارض او كل عبيد الدنيا او اهل بلخ حر عند الثاني
وبه يفتى او متكلم کا غلام اس قول سے آزاد نہیں ہے تاکہ زمین میں سب غلام آزاد ہیں یا دنیا کے تمام غلام آزاد ہیں یا بلخ کے رہنے والے آزاد ہیں حالانکہ متکلم کا غلام بھی بلخ میں داخل ہے
ابو یوسف کے نزدیک ان اقوال ثلثہ سے عتق ثابت نہیں ہوتا اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریۃ عن قاضی خان بخلاف اہل بغداد کہ اور الدار بخلاف اس قول کے کہ اس
کوچہ کے رہنے والے آزاد ہیں یا اس گھر کے رہنے والے آزاد ہیں کذا فی البحر الرائق ہم ظاہر کلام شارح کا یہ دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں قولوں میں ابو یوسف کے نزدیک عتق ثابت
ہے بحر الرائق میں حالانکہ یہ خلاف واقع ہے اسواسطے کہ بحر الرائق میں بروایت ظہیریہ فقط مسئلہ عبید دار کا یوں مذکور ہے کہ اسمیں بالاتفاق عتق ثابت ہے اور مسئلہ سکہ اسمیں
مذکور نہیں لیکن صاحب بحر نے اشباہ میں کہا کہ اگر یوں کہیگا کہ سب غلام اس سکہ کے آزاد ہیں حالانکہ اسکا غلام بھی اہل سکہ میں ہے تو ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد کے نزدیک
آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی اور فتاوی عالمگیری میں فتاوی قاضی خان سے یہی منقول ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اہل سکہ میں عتق نہیں اور اہل دار میں بالاتفاق عتق ہے
تو معلوم ہوا کہ یہاں یا تحریف کاتب ہے یا سہو شارح واللہ اعلم حرر ما اعتقنا اصالة وقصدا او ولده تبعا لها الاول من عتق مولی نے آزاد کیا اصالة
لونڈی اپنی کو تو لونڈی اور اسکا ولد دونوں بالاصالت اور بالقصد آزاد ہونگے جبکہ بعد عتق اپنے کے اسکو کم چھ مہینے میں جنیگی ماں کا بالاصالت آزاد ہونا
توصیح ہے اور بچہ اس راہ سے بالقصد اور بالاصالت آزاد ہوا کہ وہ جزء تھا اسوقت اپنی ماں کا اور اعتاق کل بعینہ اعتاق جزء ہے اسواسطے کہ جب اقل مدت حمل میں
جنی بعد اعتاق کے تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ ولد قبل اعتاق کے اُسکے پیٹ میں موجود تھا ولولا کثر عتق تبعا ولو لا کثر منہ اور اگر بعد عتق کے پورے چھ
مہینے یا زیادہ مدت میں جنی تو اُسکا ولد بالاصالۃ نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت اعتاق متیقن الوجود نہیں بلکہ تبعاً آزاد ہوگا یعنی ماں کے آزاد ہونے سے
وہ بھی آزاد ہوگا اگر کوئی کہے کہ جب ولد دونوں صورتوں میں آزاد ہوا تو بالاصالۃ اور بالتبع کے فرق نکالنے سے کیا فائدہ اور کون ثمرہ ہے شارح نے

اسکا جواب دیا کہ ثمرہ اس فرق کا ولا ہونا اسکا ظاہر ہوتا ہے اگر ولد بالاصالۃ آزاد ہوا تو ولد کا حق ولا یعنی وراثت اسکے مال کی اسکی ماں کے مالکوں کو ملیگی اسکے باپ کے
مالکون کیطرف انتقال نہ کریگی اور اگر ولد بالتبع آزاد ہوا تو اسکے مال کی وراثت اسکے باپ کے مالکون کیطرف انتقال کر جاویگی اور انتقال ولا کی یہ صورت ہے کہ زید کے
غلام نے باجازت زید کے خالد کی آزاد کی ہوئی لونڈی سے نکاح کیا اور اُس سے لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا اپنی ماں کی تبعیت سے آزاد ہوگا اور ولد کی ولاء اسکی ماں کے مالکون کو جنہوں نے
اسکو آزاد کیا تھا پہونچیگی پھر جب زید اپنے اُس غلام کو آزاد کریگا تو یہ غلام اپنے آزاد ہونے سے اپنے ولد کی ولا کو اپنی طرف کھینچکر اپنے مولا کو پہونچا دیگا پھر اگر اپنے مولیٰ کی
زندگی میں غلام آزاد ہو مرگیا اور اسکے بعد اسکا ولد مرگیا تو ولد کے مال کا اُسکا مولیٰ یعنی زید وارث ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وحسن چلپی علی شرح الوقایۃ لو حررہ او بلفظ علقۃ ومضغۃ
ان جاءت بولد فهو حر ... لم یجز بیع الام ... اور اگر کسی نے اپنی لونڈی کے حمل کو آزاد کیا اگرچہ حمل کو بلفظ علقہ یا مضغہ آزاد کیا یعنی یوں کہا کہ تیرا علقہ یا مضغہ آزاد ہے یا
کہ اگر تو لڑکا جنے تو وہ آزاد ہے یا یوں کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہو تو وہ آزاد ہے تو یہ حمل آزاد ہوگا اور اسکی ماں کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ وہ حاملہ
ہوگی اور ہبہ اسکا ... مگر بیع اس حمل کا جائز نہیں ہے لہذا بیع صحیح نہ ہوگی اور ہبہ صحیح ہوگا لیکن اگر لونڈی کو بیع کریگا تو بیع باطل ثابت نہ ہوگا
تا وقتیکہ اقل مدت حمل میں بچہ جنے کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولو دبرہ لم یجز ہبتہا فی الاصح لانہ کمشاع اور اگر کسی نے لونڈی کے حمل کو مدبر کیا یعنی یوں کہا کہ میری موت کے بعد
یہ حمل آزاد ہے تو اس حاملہ لونڈی کا ہبہ کرنا قول اصح میں صحیح نہیں ہوا اسلئے کہ وہ ہبہ مشاع کے مانند ہے اسلئے کہ مدبر کرنے میں ملک مولیٰ کی حمل سے زائل نہیں ہوتی پھر جب مدبر
کرنے کے لونڈی کسیکو دی تو موہوب متصل ہوا غیر موہوب سے تو ایسا ہبہ مشاع کے معنی پائے گئے اور ہبہ مشاع قسمت پذیر چیز میں درست نہیں ... کذا علی
لکن یشترط لقبولها للعتق ... باطل ہے شرط کرنا مال کا حمل کی آزادی پر اسلئے کہ پیٹ کا بچہ الزام مال کے قابل نہیں اور اسیطرح اُسکی ماں پر مال کا شرط کرنا بچہ کی آزادی
کیواسطے باطل ہے لیکن اگر مولیٰ حمل کو بشرط مال آزاد کرے تو اسکی ماں کا قبول کر لینا مشروط ہے اسلئے عتق حمل کے اگرچہ اسپر مال کا دینا لازم نہ ہوگا وفی الظهیریۃ قال
فی بطنک حر متی ادیت الی الفا ... تعلیق اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر مولیٰ نے لونڈی سے کہا کہ جو تیرے پیٹ میں ہے وہ آزاد ہے جب تو مجھکو ہزار درم دے تو یہ قول تعلیق عتق کا
یعنی اگر اقل مدت حمل میں جنی اور ولد نے بعد ہوشیاری کے کسی طرح سے ہزار درم ادا کئے تو اسوقت آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وفیها اوصی بہ ... فاعتقہ
الورثۃ ... ضمنوہ یوم الولادۃ اور ظہیریہ میں ہے کہ مولیٰ نے لونڈی کے حمل کی شخصی کیواسطے وصیت کی اور مولیٰ مرگیا پھر وارثوں نے حمل کو آزاد کر دیا تو قیمت حمل کے
وارث ضامن ہونگے بروز ولادت یعنی جسقدر قیمت بعد ولادت کے اسکی ٹھہرے سپرد کریگا وارث مولیٰ کے ... کہ اعتاق حمل سے مراد یہ ہے کہ اسکی ماں کو آزاد کیا تو تبعا
وہ بھی آزاد ہوگیا اور ظاہر مطلب یہ ہے کہ حمل کو وارثوں نے بالاصالۃ آزاد کیا اسلئے کہ وہ بسبب وصیت کے وارثوں کا مملوک نہیں ... ولو قال اکبر ولد فی بطنک حر فولدت
ولدین فالاول لها حر ... اور اگر مولیٰ نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تیرے پیٹ کا بڑا بچہ آزاد ہے پھر وہ دو لڑکے جنی تو جو اول نکلیگا وہ بڑا ہے سو وہی آزاد ہوگا کذا فی المحیط
والولد یتبع الام فی الملک والرق والحریۃ ... فیکون لصاحب الانثی ... اور بچہ تابع ہے کہ ماں کے پیٹ میں ہے تو حکم میں اپنی ماں کا تابع ہے
بالاجماع نہ باپ کا اسلئے کہ باپ کا نطفہ پیٹ میں تھا اسکی ماں ہی کی جانب غالب ٹھہرا اور اسلئے کہ باپ کا نطفہ ... اور ماں کے نطفہ میں کچھ شبہ نہیں
بالیقین ثابت ہے لہذا ولد الزنا اور ولد الملاعنۃ کا نسب اس کی ماں سے ثابت ہے ماں اُسکی وارث ہے اور وہ ماں کا وارث ہے کذا فی البحر بالجملہ بچہ ماں کا تابع ہے اگرچہ ماں جانور
ہو تو بچہ مادہ کے مالک کا ہوگا یعنی حاملہ جانور بعد بیع اور ہبہ کے اگر جنے تو اسکا مشتری اور موہوب لہ مالک ہوگا اور اسیطرح اگر زید کا گھوڑا خالد کی گھوڑی پر جست کرے اور
وہ بچہ جنے تو اسکا مالک خالد ہوگا نہ زید اور بچہ ماکول اللحم ہے اگر اسکی ماں ماکول اللحم ہو اور بچہ بھی قربانی کیا جاوے اگر اسکی ماں قربانی کے لائق ہو بحر الرائق میں ہے کہ اگر وحشی جانور
اور پالتو سے بچہ پیدا ہو یا غیر ماکول اللحم اور ماکول اللحم سے بچہ ہو تو اسکا کھانا درست ہے اگر ماں اسکی ماکول اللحم ہو اور قربانی بھی درست ہے اگر ماں قربانی کے لائق ہو
مثلا اگر گدھا اور گائے سے بچہ پیدا ہو یا بیل گدھی سے ... بچہ پیدا ہو تو قربانی اسکی جائز ہے اور یہی قول معتمد ہے اور جو لوگ کہ اعتبار مشابہت کے قائل ہوئے ہیں
سو قول ضعیف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملک بسائر اسبابہ والرق الاولاد المغرور بہ تابع ہے اپنی ماں کا ملک میں جمیع اسباب ملک کے ساتھ جیسے خرید اور

ہبہ اور ارث تو اگر حاملہ بطور بیع یا ہبہ یا ارث سے دیا اسکا حمل بھی مملوک ہوگا اور رق میں بچہ تابع ہوتا ہے ماں کا مگر ولد مغرور تابع اپنی ماں کا رق میں نہیں مغرور وہ مرد جسے
فریب کھایا اسطرح پر کہ ایک عورت سے بشرط اسکی حریت کے نکاح کیا پھر وہ لونڈی نکلی تو اسکا ولد حر ہوگا بعد قیمت دینے کے اور جبر ہوئے تو لونڈی کے مالک سے اپنی اولاد کی حریت کا شرط
کر لی تو اسکی اولاد تابع ماں کی نہ ہوگی شارح کو اس مسئلہ کا استثنا کرنا مناسب تھا متن کی عبارت سے ہی اسکا لینا اور خواہ [illegible] شارح کا فروں [illegible] سرکشی اور نافرمانی کے کفار کی یعنی
دیکھا کفار نے مالک حقیقی کی بندگی سے سرکشی اختیار کیا تو اس مالک علی الاطلاق نے اپنے غلاموں کا انکو غلام بنا دیا تو سبب رق کا انکا کفر ہوا انکے حصول کا کفر خلاصہ یہ ہے کہ رق
اصل میں عجز حکمی کا نام ہے کہ جس سے انسان اہلیت و شہادت اور قضا اور مالکیت مال کے لائق نہیں رہتا اور چونکہ بظاہر ملک اور رق مترادف معلوم ہوتے ہیں اسلئے رہا لاکہ انمیں مغایرت ہے لہذا
شارح اسواسطے اثبات مغایرت کے قول کی ہیں بیان سکی تشریح فرمائی وصورة الرق بلا ملك كالكفار في دار الحرب فان الكلام ارقاء غير مملوكين لاحد فاذا ولي يوخذ الاسير صيقوا
بالرق لا المملوكية حتى يخرجونا فاذا اخذت ومعها ولدها يتبعها في الرق قهستاني اور صورت رق کی بلا ملک جیسے کافر دار الحرب میں ہے کہ وہ سب رقیق ہیں
پر کسی کے مملوک نہیں تو اسیر حربی اول گرفتاری میں موصوف بوصف رقیت ہے نہ بوصف مملوکیت یہاں تک کہ دار الاسلام میں پہونچکر قابو میں آ جاوے
تب مملوکیت اسپر صادق آویگی تو کافرہ اسیر جب گرفتار ہو گی اپنے ولد کے ساتھ تو ولد اسکا تابع ہوگا رقیت میں کذا فی القہستانی ہم تفرقہ رق اور ملک کا جو شارح نے بیان کیا
صحیح ہے لیکن مثال صحیح نہیں اسلئے کہ اس صورت میں حمل تابع نہیں ماں کا نہ رقیت میں بلکہ وصف رقیت اسکو بالاصالۃ ثابت ہے بلکہ مثال صحیح یہ ہے کہ کافرہ
حاملہ گرفتار ہوئی تو حمل تابع ہوگا اسکا رقیت میں اسواسطے کہ یہاں گفتگو ہے اتباع جنین میں کذا فی حاشیۃ الحلبی ہر صورت ملک اور رق میں فرق ظاہر ہو گیا اور معلوم ہوا
کہ کسی شی کے تصرف پر قادر ہونا اسکا نام ملک ہے خواہ مملوک جماد ہو یا حیوان یا انسان اور رق نہیں ہے مگر انسان میں اسلیے بیع سے مالک کی ملکیت زائل ہو جاتی ہے نہ رق
اور عتق سے ملک زائل ہوتی ہے قصداً اسلئے کہ وہ حق مالک ہے اور رق زائل ہوتا ہے ضمناً اسلئے کہ فراغت ہو گئی حقوق العباد سے اور نیز زیادہ تر ملک اور رق کا فرق ثمن
ام ولد اور مکاتب میں ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ قن میں ملک اور رق دونوں کامل ہیں اور ام ولد میں ملک کامل ہے اور رق ناقص لہذا کفارہ میں اسکا اعتاق صحیح نہیں اور
مکاتب میں رق کامل ہے یہاں تک کہ کفارہ میں اسکا اعتاق صحیح ہے اور ملک اسمیں ناقص ہے اسواسطے کہ مکاتب مولی کے تصرف سے نکل گیا اگر مولی کہے کہ ہر مملوک میرا آزاد ہے تو
مکاتب آزاد نہ ہوگا بسبب نقصان ملک کے کذا فی الدرر عن الزیلعی والحرية والعتق وفروعه ككتابة وتدبير مطلق واستيلاد اذا لم يشترط الزوج حرية الولد كما مر اور جنین
تابع ہوتا ہے ماں کا حریت اصلیہ میں اور حریت عتق میں اور عتق کے فروع میں جیسے کتابت اور تدبیر مطلق اور استیلاد میں تا وقتیکہ لونڈی کے شوہر نے حریت ولد کی مولی سے شرط کر لی ہو
چنانچہ کتاب النکاح باب نکاح رقیق میں اسکا حکم مذکور ہو چکا اور حریت اصلیہ کی مثال یہ ہے کہ غلام نے حرہ سے نکاح کیا سو وہ حاملہ ہوئی اس سے تو اسکا بچہ بھی ماں کا تابع ہو کر
حر اصلی ہوگا اور حریت غیر اصلی کا ذکر ہو چکا حاملہ کے عتق میں اور کتابت کی یہ مثال ہے کہ مولی نے حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اور بعد کتابت کے قبل ادائے حمل پیدا ہوا
پیدا ہوا تو بعد ادا کے بدل کتابت کے ماں اور بچہ ساتھ ہی آزاد ہونگے اور تدبیر مطلق یہ کہ مولی نے حاملہ لونڈی سے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے تو دونوں کے دونوں
آزاد ہونگے اور اگر مولی تدبیر مقیدہ اسطرح پر کریگا کہ اگر میں اس بیماری میں مر گیا تو تو آزاد ہے تو بچہ ماں کا تابع نہ ہوگا اور استیلاد کی مثال یہ ہے کہ مولی نے اپنی
ام ولد کا نکاح کر دیا سو وہ حاملہ ہوئی تو بعد موت مولی کے دونوں آزاد ہونگے وفي رهن اور رہن میں تابع ہے ماں کا یعنی اگر حاملہ کو رہن کیا اور بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی
مرہون ہوگا یہاں تک کہ راہن اسکو [illegible] نہیں سکتا ودين اور دین میں تابع ہے ماں کا یعنی لونڈی کو مولی نے تجارت کی اجازت دی پھر وہ مقروض ہو گئی تو بچہ بھی
دین میں اسکا تابع ہوگا یعنی قرض خواہ لے لینگے وحق اضحية اور حق اضحیہ میں ماں کا تابع ہوگا اسطرح پر کہ مثلاً قربانی کی نیت سے گائے یا بکری کا خرید لی اور اسکے بچہ پیدا
ہوا تو ماں کے ساتھ بچہ بھی ذبح کیا جاویگا یا پیٹ سے زندہ نکلیگا تو ذبح ہوگا واسترداد بيع اور استرداد بیع میں ماں کا تابع ہوگا یعنی لونڈی یا گائے یا بکری کی بیع فاسد ہوئی
پھر مشتری کے پاس وہ حاملہ ہوئی تو استرداد بیع میں ولد تابع ہوگا ماں کا وسراية ملك اور سرایت ملک میں تابع ہے ماں کا یعنی مالک [illegible] کا حق مالکیت
اس کے [illegible] ثابت ہو صورت اسکی یہ ہے کہ ایک لونڈی چند یاروں میں مشترک تھی [illegible] بسبب عیب قدیم [illegible] رہا لاکہ وہ حاملہ تھی

تو اُسکا حمل بھی مالک اول کا مملوک ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن الاشباہ مہنی اثنا عشر تو یہ بارہ موضع ہین جنمین حمل تابع اپنی ماں کا نہوتا ہے یعنی ملک اور حق حریت عتق
کتابت تدبیر تطلیق استیلاد و رجوع حق شفعہ سے استرداد بیع سے رد ملک اور لایتبعہا فی کفالۃ اور جنین تابع نہین ہوتا ہے ماں کا کفالت مین یعنی اگر حاملہ کا کسی نے کفیل ہوکر لیا یعنی بطور
مولی لہما سے یا حاضر ضامنی کی اور ضمانت مدت تک بنی رہی یہان تک کہ لڑکا پیدا ہوا اور بالغ ہوا تو یہ لڑکا ضمانت مین ماں کا تابع نہین ہوا جارۃ اور اجارہ مین لڑکا
تابع نہین یعنی کسی نے حاملہ کو اجارہ لیا پھر وہ جنی تو یہ لڑکا اجارہ مین داخل نہین یعنی ماں کیطرح خدمت کرنا اسکو لازم نہوگا و جنایۃ اور جنایت مین تابع ماں کا نہوگا یعنی
اگر حاملہ نے کوئی جنایت کی تو ولی جنایت کو ماں کیساتھ ولد نہ دیا جاویگا اور اگر ماں کا فدیہ دیگا تو فقط ماں کا فدیہ دیگا کذا فی الجامع الصغیر اور حاکم شہید نے مختصر مین کہا کہ جنایت
ماں کیطرف سے ولد تک سرایت کریگی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی و حدود و قود اور حد اور قصاص مین تابع ماں کا نہوگا تو حاملہ پر حد نہ ماری جاویگی مگر بعد ولادت کے اور
قصاص لیا جاویگا مگر بعد وضع حمل کے و زکوۃ سائمۃ اور زکوۃ کے جانورون مین بچہ تابع ماں کا نہین و رجوع فی ہبۃ اور ہبہ پھیر لینے مین بچہ تابع ماں کا نہین یعنی اگر لونڈی
کسی کو بخشی اور وہ حاملہ ہوئی اور واہب نے اسکے پھیر لینے کا ارادہ کیا تو حمل مین رجوع کرنا جائز نہین کذا فی السراج اور زیلعی نے رجوع حمل کو جائز کہا ہے چنانچہ اسکا ذکر کتاب الہبہ
مین آویگا والایصاء بخدمتہا اور اُسکی خدمت کی وصیت مین یعنی مولی نے اپنی حاملہ لونڈی کی خدمت کسی شخص کیواسطے وصیت کی تو اُسکا بچہ وصیت مین تابع ماں کا
نہین ہوگا ولا یتبعہا فی ذکوۃ امہ اور حلال نہین ہوتا بچہ اپنی ماں کے ذبح کرنے سے پورا بنگیا ہو یا ناقص یعنی گاے یا بکری کو ذبح کیا اور اُسکے پیٹ سے زندہ بچہ نکلا تو
اُسکے ماں کا ذبح کرنا کفایت نہین کرتا اُسکو بھی ذبح کرنا چاہیے اور یہ جو حدیث مین آیا ہے کہ ذکوۃ الجنین ذکوۃ امہ سو بنا بر تشبیہ کے ہے یعنی ذبح کرنا جنین کا مانند ذبح کرنے اُسکی
ماں کے ہے بدلیل روایت نصب کے تو اگر بچہ مردہ نکلا تو نہ کھانا چاہیے نزدیک امام اعظم اور زفر اور حسن بن زیاد کے اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ بچہ پورا ہو چکا ہو تو اُسکا کھانا
حلال ہے بسبب ذبح ہونے اُسکی ماں کے فہی تسع کما بسطہ فی بیوع الاشباہ تو یہ انیس موضع ہین جنمین جنین تابع ماں کا نہین چنانچہ ابن نجیم نے اسکو مصرح بیان کیا ہے اشباہ کے
باب البیوع مین وزاد فی البحر ولا فی نسب فی نکح ہاشمی امۃ فولدہا ہاشمی کابیہ رقیق کامہ اور ابن نجیم نے بحر الرائق مین مسائل مذکورہ پر یہ مسئلہ اور زیادہ کیا ہے کہ
ولد تابع نہین اپنی ماں کا نسب مین یعنی اگر نکاح کیا سید نے لونڈی سے تو اُسکا بیٹا ہاشمی سید ہوگا مانند اپنے باپ کے اور غلام مملوک ہوگا مانند اپنی ماں کے
اسواسطے کہ زوج ہاشمی راضی ہوگیا اپنے ولد کی رقیت سے کیونکہ اُسنے لونڈی کے نکاح پر اقدام کیا اور نسب مین ولد اپنے باپ کا اسواسطے تابع ہوا کہ نسب
واسطے تعریف اور شناخت کے ہے تو مرد کی جانب اسمین غالب ہوئی اسواسطے کہ مردون کا حال مشہور ہوتا ہے نہ عورتون کا کذا فی منح الغفار حموی نے کہا کہ یہ نص صریح ہے
کہ اگر باپ سید نہو اور ماں سیدہ ہو تو بیٹا سید نہوگا اگرچہ اسکو فی الجملہ شرافت نسبی ثابت ہے اور شیخ ابراہیم دمشق کے مفتی حنفیہ نے لکھا ہے کہ جسکا باپ سید نہو اور
ماں سیدہ ہو تو اُسکا ولد سید شریف ہے اسواسطے کہ سیادت اور شرافت اس نسب مطہر اور مشرف کی ابتدا ماں کیطرف سے آئی ہے یعنی سیدۃ النساء بنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے اور سندانی نے کہا کہ مین نے حمید الدین ضریر سے یہ مسئلہ پوچھا اُنہوں نے کہا مین نے اپنے استاد شمس الائمہ کردری سے سنا کہ وہ سید ہونے کے
قائل تھے اس دلیل سے کہ حق تعالی نے قرآن مجید مین عیسی علیہ السلام کو نوح اور ابراہیم علیہم السلام کی ذریت مین فرمایا ماں کی جہت سے اور فتاوی جیز مین ہے
کہ جب ماں سیدہ ہو تو قول مختار یہ ہے کہ ولد سید ہے اور جامع الفتاوی مین ہے کہ جسکا باپ سید نہو ماں ہو تو اُسکے سید ہونے مین اختلاف ہے شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ مفتی
قول یہ ہے کہ وہ سید ہے اور بعضے علماء نے کہا کہ جسکی ماں سیدہ ہے نہین اُسکو شرافت نسبی حاصل ہے تو یہ قول اختلاف بین القولین کے توفیق کیواسطے صالح ہے تو جسنے کہا کہ وہ سید نہین
تو مطلب اُسکا یہ ہے کہ جسکی فقط ماں سیدہ ہو اُسکی شرافت اسکے برابر نہین جسکا باپ سید ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی فی عصا ولا یتبعہا بعد الولادۃ الا فی مسئلتین الی آخرہ
منتفی اذا بیعت البہیمۃ ومعہا ولدہا وقت اور بچہ اپنی ماں کا تابع نہین ہے بعد ولادت کے مگر دو مسئلون مین ایک تو یہ کہ جب ماں غیر کی مستحق ملک ٹھہری بسبب گواہون کے
اور دوسرے یہ کہ جب جانور بیچا جاے اور اسکا بچہ ہمراہ بیع کے وقت تو وہ بھی بیع مین تابع اپنی ماں کا ہو جاویگا بشرطیکہ بائع اور مشتری نے سکوت کیا ہو اور اگر
عدم دخول بیع کی تصریح ہوگئی ہو تو تابع نہوگا کذا فی الدرر المنتقی اور قنیہ مین ہے کہ شیر خوار بچہ گاے اور بکری اور اونٹنی اور گھوڑی کا بیع مین تابع ہے ماں کا نہ وہ

یعنی ماں سیدانی ہو اور باپ سید نہو

بچہ کہ وہ بھی نہیں پہنچا کذا فی حاشیۃ المدنی و ولد الامۃ من زوجہا ملک لسیدہا تبعا لہا اور ولد لونڈی کا اُسکے زوج کے نطفہ سے ملک ہے اُسکے مولیٰ کا ماں کا تابع
ہوکر و ولدہا من مولاہا حر اور لونڈی کا ولد اپنے مولیٰ کے نطفہ سے آزاد ہے اسواسطے کہ وہ ابتداے علوق سے آزاد ہے اسواسطے کہ ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
اور نہیں کہ اولاً مملوک ہوکر وہ مولیٰ کا آزاد ہوجاتا ہے جیسا کہ متبادر ہوتا ہے ہدایہ وغیرہ سے کذا فی منح الغفار وقد یکون حرا من غیر ان بلا تحریر کان نکح عبد امۃ ابیہ
قولہ حر لانہ ولدہ المولیٰ ظاہر ہوا اور کہا ہے وہ رقیق کا ولد حر متصور ہے در آنحالیکہ مثلاً چنانچہ نکاح کیا غلام اپنے باپ کی لونڈی سے تو اُسکا ولد آزاد ہوگا کیونکہ وہ مالک کا پوتا ہے کذا
فی الظہیریۃ وعلیہ فقولہ ولدہا من سیدہا اور من مالکہ یعنی اوپر مولا حر اور بنا بر قول ظہیریہ کے ولد لونڈی کا اپنے مالک سے یا مالک کے بیٹے سے یا مالک کے باپ سے آزاد ہے اسواسطے کہ دونوں
قول ترجیح محرم مالک میں یکسان ہیں فرع مسئلہ ملتقطہ شارح کا حملت امۃ کافر من کافر فاسلم فحمل یجبر الکافر علی بیعہا لاسلامہ تبعا لحمل فی الاشباہ لم ارہ قلت
الظاہر انہ لا یجبر لانہ قبل الوضع موہوم فیہ لا یبطل حق المالک کافرہ لونڈی ایک کافر کی حاملہ ہوئی دوسرے کافر سے پھر وہ مسلمان ہوگیا یعنی زوج تو لونڈی کے
مالک کافر پر لونڈی کی بیع کا بسبب اسلام جنین کے باپ کا تابع ہوکر حکم کیا جاویگا اسواسطے کہ حمل دین میں خیر الابوین کا تابع ہوتا ہے یا نہ حکم کیا جاویگا اشباہ میں کہا کہ میں نے
اسکا حکم کلام فقہا میں صریح نہیں دیکھا شارح باتباع صاحب نہر کہتا ہے کہ ظاہر جواب اس سوال کا یہ ہے کہ مالک پر بیع میں جبر نہوگا اسواسطے کہ حمل قبل ولادت کے امر موہوم ہے
احتمال ہے کہ حمل ہو یا بیماری اور بسبب اس امر موہوم کے مالک کا حق نہ ساقط ہوگا ولہذا خانیہ میں کہا ہے کہ اگر مالک نے اپنی لونڈی کے حمل کی کسیکے واسطے وصیت کی
تو اگر وصیت کے دن کے چھ مہینے میں بچہ ہوا تو ظاہر ہے کہ قبل وصیت حمل میں تھا اسوقت تو وصیت صحیح ہوا اور اگر چھ مہینے سے زیادہ میں جنی تو وصیت باطل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر

باب عتق البعض

یہ باب ہے عتق البعض کے احکام میں جب پورے عتق کو بیان کرچکا تب اسکو شروع کیا اسواسطے کہ وہ حصول قبیل الکلی ہے اور یہ باب میں کمتر ہے من اعتق بعض عبدہ ولو مبہما
ولزمہ بیانہ آزاد کیا مولیٰ نے اپنے غلام کا کچھ حصہ اگرچہ غیر معین تو بھی صحیح ہوا اور لازم ہوگا مالک پر بیان کردینا بعض کا امام اعظم کے نزدیک اگر غلام پورا آزاد نہیں ہے بلکہ
آزاد کرنے سے صحیح ہوا بعض معین کو آزاد کرے چنانچہ نصف یا ثلث یا بعض غیر معین کو آزاد کرے مثلاً یوں کہے کہ میں نے بعض غلام کا یا جزء غلام کا آزاد کیا لیکن درصورت ابہام
قاضی اُس سے بیان کرا دیگا کہ بعض یا جزو سے کیا مراد ہے نصف یا ثلث اور اگر مالک یوں کہے کہ میں نے اپنے غلام کا ایک سہم آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک چھٹا حصہ آزاد ہوگا
کذا فی النہر وسعی فیما بقی وان شاء حرر اور سعی کرے غلام باقی میں اور اگر مولیٰ چاہے تو باقی کو بھی آزاد کردے یعنی اگر مثلاً سو روپیہ قیمت تھی غلام کی اور مولیٰ نے
آدھا آزاد کیا باقی پچاس روپیہ تو محنت مزدوری کرکے غلام بقدر مولیٰ کو پہونچادے تو پورا آزاد ہوجاویگا لیکن اُسکا باقی عتق فقط سعی ہی پر منحصر نہیں بلکہ اگر مالک باقی
آزاد کردیگا تو سعی کی کچھ حاجت نہوگی وہو ای معتق البعض کمکاتب حتی یؤدی الا فی ثلث بلا رد الی الرق لو عجز ولو جمع بینہ وبین قن فی البیع بطل فیہما ولو قتل
ولم یترک وفاء فلا تورث بخلاف المکاتب اور وہ یعنی معتق البعض مکاتب کے مانند ہے یہاں تک کہ باقی کو ادا کرے سعی کرکے مگر تین امر میں مکاتب کے مانند نہیں ایک یہ کہ اگر عاجز ہو
سعایت سے تو رق کی طرف نہیں پھیرا جاتا بخلاف مکاتب کے کہ وہ بدل کتابت کے عجز سے رقیت کی طرف عود کرتا ہے اور ثانی یہ ہے کہ اگر جمع کیا جاوے درمیان معتق البعض اور
خالص غلام کے بیع میں یعنی دونوں کو ساتھ ہی بیچے تو دونوں میں بیع باطل ہوگی نہ معتق البعض کی صحیح ہوگی اور نہ خالص غلام کی اور اگر مکاتب اور خالص غلام کی ساتھ
بیع ہوگی تو مکاتب کی بیع باطل اور خالص کی صحیح ہوگی اور امر ثالث یہ ہے کہ اگر معتق البعض قتل کیا جاوے اور چھوڑا ہو اتنا مال جس سے قدر حاجت ادا ہو تو اُسکے قاتل
قصاص میں نہیں اسواسطے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ وہ آزاد مرا یا غلام تو شبہہ پڑا کہ اُسکے خون کا دعویدار کون ہے اگر وہ غلام تھا تو مولیٰ مدعی ہے اور اگر آزاد تھا
تو اُسکے وارث مدعی ہیں بخلاف مکاتب کے کہ بدون ادا بدل کتابت کے جب وہ مقتول ہوگا تو حریت اسکی ثابت نہ ہوگی قبل ادا کے اُسکے خون کا مدعی فقط مولیٰ
ہوگا نہ وارث تو مکاتب کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر معتق البعض کا کوئی وارث نہوگا سوائے مولیٰ کے تو ظاہر مقتضا ہے تعلیل یہ ہے کہ اس
صورت میں اُسکے قاتل کا بھی قصاص لیا جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشیخ الرحمتی وقالا ما اعتق بعضہ عتق کلہ وہو الاصح قول الامام قہستانی

عن البعض اذا اعتق اور صاحبین اور امام شافعی نے کہا کہ جو بعض غلام کو آزاد کریگا تو کل آزاد ہو جاویگا تو سعایت اسپر لازم نہو گی اور صحیح امام اعظم کا قول ہے کذا فی القہستانی
عن المضمرات فہم صحیح من موافق مذہب امام کے عبداللہ بن عمر سے حدیث مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنا حصہ کسی غلام میں سے آزاد کردے اور اسکے پاس
مال ہو بقدر قیمت غلام کے تو اسکی معتدل قیمت ٹھہرائیں اور شریکوں کو انکے حصے آزاد کرنیوالا ادا کرے اور غلام اسکی طرف سے آزاد ہوگا اور اگر اسکو مقدور نہو تو غلام سے آزاد
ہوگا جتنا اُسنے آزاد کیا اس حدیث سے صاف معلوم ہوگیا کہ اعتاق بعض کا صحیح ہے والخلاف مبنی علی ان الاعتاق یوجب زوال الملک عندہ وھو متجزو عندہما زوال الرق وھو
غیر متجز اور امام اور صاحبین کے خلاف کی بنا اسپر ہے کہ امام کے نزدیک آزاد کرنا موجب ہے زوال ملک کا اور چونکہ ملک بالاتفاق قسمت پذیر ہے تو اعتاق بھی قسمت پذیر
اور صاحبین کے نزدیک اعتاق موجب ہے زوال رق کا اور رق الاکتی قسمت پذیر نہیں تو عتق بھی قسمت پذیر نہیں ہم معلوم ہوا کہ اختلاف مذہبین اعتاق کی تفسیر میں ہے خلاصہ
دلیل امام کے مذہب کی یہ ہے کہ اعتاق ازالہ رق سے عبارت نہیں جیسا کہ صاحبین کہتے ہیں بلکہ اعتاق عبارت ہے ازالہ ملک سے اسواسطے کہ انسان کا اختیار نہیں مگر اپنے ازالہ ملک میں
اور ملک بالاتفاق متجزی ہے تو اسیطرح اسکا ازالہ بھی متجزی ہے تو اعتاق بعض کا بعض علت کا ثبوت ہے تو تحقق معلول یعنی عتق کا نہوگا بدون تحقق علت کل کے یعنی ازالہ کل
ملک کے کذا فی منح الغفار وعلی ہذا الخلاف التدبیر والاستیلاد ولا خلاف فی عدم تجزی العتق والرق اور یہی خلاف ہے تدبیر اور استیلاد بھی مختلف فیہ ہے کہ امام کے نزدیک
تدبیر اور استیلاد متجزی ہے نہ صاحبین کے نزدیک تو اگر مشترک غلام کو ایک مولی مدبر کریگا تو بعد موت مولی کے نصف باقی کے واسطے غلام سعی کریگا اور صاحبین کے نزدیک بلا سعایت
آزاد ہوگا اور اگر مشترک لونڈی کا استیلاد کریگا تو نصف میں استیلاد متحقق ہوگا اور نصف باقی کو ضامن ہے مالک ہوگا اور امام اور صاحبین میں خلاف نہیں عتق اور رق کی
قسمت پذیری میں اسواسطے کہ عتق عبارت ہے اس قوت حکمیہ سے جسکے سبب سے آدمی لائق قضا اور شہادت اور تصرفات مالکیہ کا ہو اور یہ قوت حاصل نہیں ہوسکتی تا وقتیکہ اسکی ضد یعنی
رق یعنی رق عبارت ہے اس ضعف حکمی سے جسکے سبب سے انسان اہل قضا اور شہادت اور تصرفات مالکیہ کا نہ رہے تو معلوم ہوا کہ ایک انسان میں عتق اور رق جمع نہیں ہوسکتے کہ آدھا
آزاد ہو اور آدھا غلام جیسا عتق اور رق کے عدم تجزی پر امام اور صاحبین کا اتفاق ہے ویسے ہی ملک کے تجزی پر بھی اتفاق ہے تو خلاف نہیں مگر اعتاق کی
قسمت پذیری میں وفی الغرر بیانا فی البدائع ان تجزیہما عند الامام لان الامام لو ظہر علی جماعة من الکفرة وضرب الرق علی انصافہم ومن علی الانصاف جاز ویکون حکمہ
ہمارا یکا بعض اور غرر بیانا ہے وہ ہے جو بدائع میں ہے کہ امام کے نزدیک عتق اور رق قسمت پذیر ہیں اسواسطے کہ امام صاحب غالب ہو کافروں کی کسی گروہ پر اور انہیں سے
ہر شخص کی نصف نصف پر رقیت قائم رکھے اور نصف نصف پر احسان کرے یعنی آزاد کرنیکے تو یہ جائز ہے اور ہوگا حکم ہر شخص کا بعد اس عمل کے مانند معتق البعض کے ہوگا
امام انکو آزاد کرے اور چاہے باقی کو اسیطرح سعی کرا دے صاحب بدائع نے استدلال کیا کہ عتق اور رق امام کے نزدیک قسمت پذیر ہے حالانکہ جو امام کا
عتق نہیں بلکہ اعتاق ہے خلاصہ یہ ہے کہ قول بدائع کا غریب ہے لائق اعتماد کے نہیں کہ روایات معتمدہ کے مخالف ہے لہذا فتح القدیر میں اسکو مستبعد کہا ہے ولو اعتق النصیبہ
فلشریکہ ست خیارات بل سبع اذا کان المعتق معسرا او رضاکا ... اور اگر ایک غلام کے دو مالک ہوں اور ایک شخص نے اپنا حصہ آزاد
کردیا تو دوسرے شریک کو چھ طرح کے بلکہ سات طرح کے اختیار ہیں یا اپنا حصہ فی الحال آزاد کرے یا آزادی کی کچھ مدت مقرر کرے مانند مدت سعی کروانے کے کذا فی فتح القدیر
یعنی اعتاق کو مدت طویل کیطرف اضافت نکرے نہیں تو وہ مدبر کے مساوی ہوجاویگی بلکہ یوں کہے کہ برس یا دو برس میں تو آزاد ہوگا نہایت یہ ہے کہ جتنی مدت
میں وہ محنت مزدوری کرکے اپنی نصف قیمت ادا کرسکے اتنی مدت کیطرف اسکے عتق کو مضاف کرے او یصالح او یکاتب لا علی اکثر من نصف قیمتہ لو من النقدین
ولو بعرض استقصی فان انقضی اجبرہ ... یا شریک صلح کرلے مال پر یا مکاتب کرے غلام کو بشرطیکہ اسکی نصف قیمت سے بدل کتابت زیادہ نہو اگر بدل کتابت
چاندی سونے کی قسم سے ہو اور غیر نقدین میں زیادتی بھی جائز ہے اور اگر غلام عاجز ہوا ادائے بدل کتابت سے تو اس سے سعایت کرا دے اگر وہ سعایت نکرے تو زبردستی اس سے
مزدوری کرا دے او یدبرہ ولزمہ السعایة فی الحال لو مات المولی فلا سعایة ان خرج من الثلث یا شریک غلام کو مدبر کرے اور مدبر کرنے سے فی الحال اسکو سعایت
لازم ہوگی اور نصف قیمت ادا کرکے آزاد ہوجاویگا سوا اسکے اگر مولی یعنی شریک مر گیا تو غلام پر سعایت لازم نہیں اگر غلام ثلث مال سے نکلے یعنی ثلث مال سے آزاد ہوسکے او یستسعی العبد

یا شریک سعایت کراوے غلام سے چنانچہ ابھی گذرا ہے کیونکہ غلام سعایت کا اُس عمل سے عبارت ہے جسکو معتق البعض ادا کرے اپنی ذات کیطرف سے تا کہ باقی آزاد ہو جاوے کذا فی البحر اور والولاء لہما لانہما المعتقان اور وراثت آزاد غلام کی مسائل سابقہ میں دونوں شریکوں کیواسطے ہے مثلا شریک وہ جسنے اپنا حصہ بلا عوض آزاد کیا اور دوسرا شریک وہ جسنے اپنا حصہ آزاد کیا یا مال پر صلح کر کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا اُس سے سعایت کی درخواست کی یہ صورتیں آزاد غلام میں دونوں شریک وارث ہیں اسواسطے کہ اسکے آزاد کرنے والے بھی یہی دونوں شخص ہیں ویضمن المعتق لو موسرا وقد عتق بلا اذنہ فلو بہ استسعاہ علی المذہب یا شریک کو اختیار ہے کہ آزاد کرنے والے سے اپنے حصہ کا ضمان لے اگر مقدور والا ہو بشرطیکہ بے اذن شریک کے اُسنے آزاد کیا ہو اور اگر اُسنے اجازت لیکر آزاد کیا ہو تو شریک ضمان نہ لے سکیگا غلام سے سعایت کرا لیگا بنا بر ظاہر الروایت کے ہم در صورت اجازت ضمان کی نفی مراد ہے نہ اعتاق او صلح اور کتابت اور تدبیر کی اسواسطے کہ یہ امور بھی برابر سعایت کے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر و مرجع با ضمن علی العبد والولاء کلہ للمعتق کلہ من جہتہ حیث ملکہ بالضمان اور آزاد کرنے والا پھیر لے غلام سے اتنا مال جتنا اُسنے ضمان دیا یعنی اسقدر مال کیواسطے سعایت کرالے اور تمام وراثت غلام کی آزاد کرنے والے کو ملیگی بسبب چھاد رہنے کل عتق کے اُسکی جہت سے اسواسطے کہ غلام کا پورا مالک ہوگیا ضمان دیکر ولا یجوز الجمع بین السعایۃ والضمان ان تعدد الشرکاء الا اور کیا جائز ہے جمع کرنا سعایت اور ضمان میں یا جائز نہیں جواب یہ ہے کہ ان جائز نہیں اگر چند شریک ہوں یعنی اگر مثلا ایک غلام کے تین مالک ہوں اور ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا تو دونوں شریکوں کو اختیار ہے کہ ایک ضمان لے اور دوسرا سعایت کرا لیوے اور اگر ایک ہی شریک ہو تو ضمان اور سعایت کا جمع کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی عن البدائع والمبسوط علی اختیار امر المتعین الا السعایۃ فان الاعتاق اور جبکہ شریک نے اختیار کیا ایک امر کو خیارات مذکورہ سے تو وہی امر معین اور مقرر ہو جاتا ہے یعنی اسکو بدلکر دوسرا امر اختیار نہیں کر سکتا سوا سعایت کے اسواسطے کہ اگر شریک معتق البعض کی سعایت کو اختیار کریگا تو اُسکو آزاد کر دینے کا اختیار ہو الحلبی دریں کہا کہ ظاہر الکتابت اور تدبیر اور صلح سعایت کو شامل ہے واللہ اعلم ولو باعہ او وہبہ لم یجز لانہ کالمکاتب اور اگر شریک اپنا حصہ آزاد کرنے والے کے ہاتھ بیچے یا اسکو ہبہ کر دے تو جائز نہیں اسواسطے کہ معتق البعض مکاتب کے مانند ہے جو قابل تملیک باقی نہیں ویسار المعتق بکونہ مالکا لقدر قیمۃ نصیب الآخر یوم الاعتاق سوی ملبوسہ وقوت یومہ فی الاصح مجتبی اور آزاد کرنے والے کا مقدور ثابت ہوتا ہے بقدر قیمت حصہ شریک کا مالک ہونیسے اعتاق کے دن سوا لباس اور قوت کے یعنی اگر معتق اپنا لباس اور اُس دن کا کھانا چھوڑ کر حصہ شریک کا مالک ہو تو ضمان دینے میں اسکا مقدور ثابت ہو قول اصح میں کذا فی المجتبی ولو اختلفا فی قیمتہ ان قائما قوم للحال الا فالقول للمعتق لانکارہ الزیادۃ وکذا لو اختلفا فی یسارہ وعسارہ اور اگر معتق اور شریک اختلاف کریں غلام کی قیمت میں اعتاق کے دن تو اگر غلام موجود ہو تو فی الحال اسکی قیمت ٹھہرا لیجاوے اور اگر مرگیا ہو تو معتق کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے زیادتی قیمت کا اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا اور اسیطرح اگر دونوں میں اختلاف پڑے معتق کی مالداری اور مفلسی میں تو بھی معتق کا قول معتبر ہوگا ولو شہد کل من الشریکین بعتق الآخر حظہ فانکر کل سعی لہما وان تعدد الشاہد ای عبد لعدم قبولہا وان قصرۃ اور اگر گواہی دے ہر شریک دوسرے شریک کے آزاد کرنے کی اور ہر ایک منکر ہو اپنے حصہ کے آزاد کرنے کا تو غلام سعایت کرے دونوں کے حصہ ادا کرنے کیواسطے شارح کہتا ہے شہادت یہاں بمعنی خبر دینے کے ہے اسواسطے کہ مقبول نہو شہادت کے اگرچہ چند شریک ہوں اور اُنمیں سے دو شریک تیسرے کے اعتاق کی گواہی دیں تو بھی گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ دونوں اپنے واسطے منفعت کو کھینچتے ہیں یعنی چاہتے ہیں کہ اگر تیسرے کا اعتاق ثابت ہو تو ہم اپنے حصوں کا ضمان اُس سے لیں کذا فی البدائع ما لم یحلفا فیعتق لیستر قاہ فیسعی فی حظہما دونوں شریکوں کیواسطے غلام سعایت کرے تاوقتیکہ قاضی دونوں سے قسم نہ لے اور اگر قاضی نے دونوں سے قسم لی تو اسوقت میں غلام کو اختیار ہوگا خواہ اپنی رقیت اختیار کرے خواہ دونوں کے حصوں میں سعایت کرے در صورت تحلیف قاضی رقیت کا اثبات خلاف تحقیق کے ہے اسواسطے کہ فتح القدیر میں مصرح ہے کہ اگر قاضی کے پاس جانے سے پہلے باہم دونوں شریکوں نے اعتاق کو دوسرے کیطرف نسبت کیا تو اسکا حکم کچھ نہیں ہے سوا سعایت کے اور اگر قاضی کے پاس مقدمہ رجوع کیا اور قاضی نے دونوں سے اعتاق کا حال دریافت کیا اور دونوں نے انکار کیا اور قاضی نے دونوں کو قسم دلائی اور ہر ایک نے قسم کھائی کہ میں نے آزاد نہیں کیا تو غلام کی رقیت ثابت کیجاویگی اسواسطے کہ ہر شریک کا یہی گمان ہے کہ اُسکے شریک نے جھوٹی قسم کھائی مقر اُسنے اپنا حصہ آزاد کیا ہے تو ہر ایک کا یہی عقیدہ ہوا کہ غلام کا استحقاق

غلام ہوا اسواسطے کہ معتق البعض بمنزلہ مکاتب کے ہے اور صحیح مطلب یہ ہے کہ ہر شریک کو سعایت کا اختیار رہیگا کذا فی حاشیۃ الهدایۃ عن المبسوط وکل منهما یختار الاعتاق او السعایۃ اور اگر قاضی کے روبرو ایک شریک نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں آزاد کیا اور دوسرے شریک نے قسم سے انکار کیا تو وہ معترف ہوا اپنے اعتاق کا تو اسکے واسطے سعایت کا حق نہ رہا اور قسم کھانے والا سعایت کرائیگا و لو مات قبل ان یقتفیا فلبیت المال بحر اور اگر غلام مرگیا قبل اس بات کے کہ دونون ایک شخص کے اعتاق پر متفق ہون تو غلام کی میراث بیت المال کی ہوگی نہ مالکون کی اسواسطے کہ ہنوز کسیکا اعتاق ثابت نہیں کذا فی البحر یہ مذہب صاحبین کا ہے امام کا تو لازم تھا کہ اسکا ذکر صاحبین کے آیندہ قول میں ہوتا اور امام کے مذہب میں اسکے ذکر کرنے سے غلط مذہب ہوگیا مطلقا و لو موسرین او مختلفین سعی لهما سعایت کرے غلام امام اعظم کے نزدیک اسطرح اگرچہ دونون شریک مالدار ہون یا مفلس یا ایک مالدار ہو اور دوسرا مفلس اور ولا دونون کا حق ہوگا لا یسعی للمعسرین لا الموسرین و لو تخالفا یسعی للموسر لا للمعسر و الولاء موقوف فی الکل حتی یتصادقا کذا فی البحر والملتقی وعبارۃ الکتاب قلت نفی المتن غلط لا یخفی فتنبه ثم رایت شیخنا الرملی نبه علی ذلک کذا الکافی اور صاحبین نے کہا کہ غلام نہ دونون مفلس شریکون کے واسطے سعایت کرے نہ مالدارون کیواسطے اور اگر دونون معتقد میں مختلف ہون یعنی ایک شریک مالدار ہو اور دوسرا مفلس تو سعایت کرے مالدار کیواسطے نہ مفلس کیواسطے اسواسطے کہ مفلس یا مالدار اپنے شریک سے ضمان کا طالب تھا نہ سعایت کا اور ولا یعنی میراث غلام کی صاحبین کے نزدیک سب صورتون میں موقوف رہیگی اسواسطے کہ ہر شخص اعتاق کو دوسرے پر ڈالتا ہو کہ یہانتک کے دونون شریک متفق ہون ایک شخص کے اعتاق پر تب متفق وارث ہوگا اور اگر قبل اتفاق شریکین کے غلام مرگیا تو اسکا مال بیت المال میں داخل ہوگا امام اور صاحبین کا مذہب اسیطرح مصرح ہے بحر الرائق اور ملتقی الابحر اور شرح وقایہ اور ہدایہ اور باقی کتب فقہ میں شارح کہتا ہو کہ متن میں غلط مذہب ہوگیا ہے کہ مخفی نہیں ہے ملاحظہ کرنے والے کے ہوشیار ہے پھر میں نے اپنے استاد خیر الدین رملی کو دیکھا کہ انہونے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ میں اس غلط مذہب سے آگاہ کر دیا ہے فی الحقیقت متن سے غلط دونون مذہب کا ہوگیا کہ مذہب امام میں بلا تنبیہ مذہب صاحبین مذکور کر دیا یعنی تخالفا لیسار ہی میں مالدار کے واسطے سعایت ہو نہ مفلس کے واسطے اسلیے کہ امام کے نزدیک مطلقا سعایت لازم ہو اور ولا غلام شریکون کی ہوا اور صاحبین کے نزدیک قبل اتفاق موقوف ہے لیکن طرفہ ماجرا ہو کہ اگر یہ اتفاق سے ایک خطا ہوئی تو شارح رحمۃ اللہ علیہ سے اس مقام میں دو خطائیں ہوئیں اول خطا یہ کہ درصورت تحلیف قاضی کے استراق کو ذکر کیا حالانکہ فتح القدیر میں کہ یہ ہوچکا کہ یہیں گرا استرقاق نہیں ثانی خطا یہ کہ غلط مذہب کا اعتراض متن پر کیا پھر سہو کی پیچ میں مبتلا ہوئے بیت المال کا مسئلہ مذہب صاحبین کا امام کے مذہب کے ساتھ کھال مال کر کے بلا تنبیہ کے ذکر کر دیا انسان ہرچند اپنے فن میں کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہیں لہذا ماخوذ اور معاتب نہیں **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا قال احد الشریکین للآخر بعت منک نصیبی ان لم اکن بعته منک فهو حر و قال الآخر ان اشتریته وان کنت اشتریته منک فهو حر فالقول للمنکر الشراء بیمینه فان حلف ولا بینة للبائع عتق بلا سعایة لمدعی البیع بل للآخر فی حظه بکل حال ایک غلام کے دو مالک ہیں سو ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا کہ میں نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ بیچا الا اتنا قبل اسکے کہ تو اپنا حصہ آزاد کرے اور اگر میں نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ نہ بیچا ہو تو وہ آزاد ہے اور دوسرے شریک نے کہا کہ میں نے تیرا حصہ نہیں خرید کیا اور اگر میں نے اسکو تجھ سے خرید کیا ہو تو وہ آزاد ہو تو اس صورت میں جو شریک کہ منکر ہو خرید کا اسیکا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے پھر اگر اسنے قسم کھائی عدم خرید کی اور بائع کے گواہ نہیں تو غلام آزاد ہو جائیگا بلا سعایت کے بیچنے بائع کیواسطے اسپر سعایت کرنا لازم نہ ہوگا مفت آزاد ہو جائیگا اسواسطے کہ اسنے عتق کو عدم بیع پر معلق کیا تھا سو عدم بیع بسبب قسم کھانے مدعا علیہ کے ثابت ہوگئی بلکہ دوسرے شریک کیواسطے بقدر اسکے حصہ کے سعایت کریگا ہر حال میں خواہ بائع مالدار ہو خواہ مفلس و کذا عندهما لو البائع معسرا و لو موسرا لم یسع لاحد فی الاصح اور اسیطرح صاحبین کے نزدیک سعایت فقط منکر شراء کے واسطے ثابت ہے اگر بائع مفلس ہوگا اسواسطے کہ انکے نزدیک مفلس پر ضمان نہیں اور اگر بائع مالدار ہو تو غلام کسی کے واسطے سعایت نکریگا قول اصح میں اسواسطے کہ ضمان کے نزدیک دوسرے کی تونگری کی حالت میں سعایت نہیں اور تضمین بھی نہیں اسواسطے کہ دوسرا منکر ہو و لو علق احدهما عتقه بفعل غدا مثلا

کان دخل زید الدار غدا فانت حر و عکس الشریک الآخر فقال ان لم یدخل فمضی الغد و جهل شرطه ادخل ام لا عتق نصفه لیقینه فیما عدا سعیا قین و یسعی فی نصفه لهما مطلقا و لا ولا لهما اور اگر ایک شریک نے معلق کیا غلام کا عتق کسی آیندہ کے کسی کام پر مثلا یون کہا کہ اگر داخل ہوگا زید گھر میں

کل تو تو آزاد ہے اور اسکے بالعکس دوسرے شریک نے یون کہا کہ اگر زید کل گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے سو کل کا دن گذر گیا اور شرط عتق کی نہ معلوم ہوئی کہ زید گھر مین داخل ہوا یا نہین تو غلام مشترک نصف آزاد ہوگا بسبب حانث ہونے ایک شریک کے یقینی اور سعایت کرے غلام اپنے نصف باقی مین دونون شریکون کے واسطے اسلیے کہ ہر شریک کا نصف باقی حصہ آزاد ہونے سے شریک کا حصہ ساقط ہوگیا اور ترجیح کسیکو نہین لہذا نصف باقی کی سعایت دونون شریکون مین نصفا نصف ہوگی مطلقاً خواہ دونون مالدار ہون یا مفلس مختلف اور میراث غلام کی دونون کے واسطے ہے ولاء العتق والمسئلۃ بحالہا لو حلفا علی عبدین کل واحد منہما لاحد ہما لم یعتق شیئ لفاحش الجہالۃ اور اگر بدستور سابق کے تعلیق کی دو مالکون نے اپنے دو غلامون مین جو ہر غلام ہر مالک کا جدا مملوک ہے تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب زیادتی جہالت کے یعنے مثلاً زید نے کہا کہ میرا سعید غلام آزاد ہے اگر خالد کل گھر مین داخل ہوا اور عمرو نے کہا کہ میرا مبارک غلام آزاد ہے اگر خالد کل گھر مین نہ داخل ہو پھر وہ دن گذر گیا اور معلوم نہوا کہ خالد گھر مین داخل ہوا یا نہین تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا نہ سعید نہ مبارک اسواسطے کہ اس مسئلے مین بہ نسبت مسئلہ سابق کے دوہری جہالت ہوگئی غلام مین بھی اور حانث مین بھی یعنے معلوم نہین کہ کون غلام آزاد ہوا سعید یا مبارک اور حانث بھی معلوم نہین کہ کون ہوا زید یا عمرو بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان ایک ہی جہالت ہے یعنے حانث مین جہالت ہے معلوم نہین کہ کون شریک حانث ہوا اور غلام مین جہالت نہین سواسطے کہ دونون کا ایک ہی غلام ہے حتی لو اجتمعا فی ملک احدہما عتق احدہما فتح تا اینکہ اگر دونون غلامون کا ایک ہی شخص مالک ہو جاوے اسطرح کہ دونون غلامون کو وہ شخص خرید کرے جو دونون مالکون کی قسم یعنے تعلیق کو جانتا تھا تو اسکے پاس ایک غلام آزاد ہو جاویگا اور مشتری پر بیان کا حکم کیا جاویگا یعنے دونون مین سے ایک غلام کو عتق کے واسطے معین کرے کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ مسئلہ سابقہ مین بسبب تعدد مملوک و مالک کے جہالت زائد تھی اور اب بسبب اتحاد مالک کے جہالت کم ہوگئی اور ہر چند تعلیق عتق کی مشتری کیجانب سے نہین تھی لیکن چونکہ مشتری دونون مالکون کی تعلیق کو جانتا تھا لہذا اپنے زعم پر ماخوذ ہوا والحالف بان قال عبدہ حران لم یکن فلان دخل ہذہ الدار الیوم ثم قال امراتہ طالق ان کان دخل الیوم عتق وطلقت لانہ بکل یمین زعم الحنث فی الاخری بخلاف لو کانت الاولی باللہ اذ الغموس لا تدخل تحت حکم الحاکم لیکذبہ بخلاف الاخری یا قسم کہانے والا ہو ایک سطرح پر کہ مثلاً زید نے کہا کہ اسکا غلام آزاد ہے اگر اسکے گھر مین آج خالد نہ داخل ہوا ہو پھر زید نے کہا کہ اسکی زوجہ مطلقہ ہے اگر اس گھر مین آج خالد داخل ہوا ہو تو زید کا غلام آزاد ہوگا اور اسکی زوجہ مطلقہ ہوگی سواسطے کہ ہر قسم مین دوسری قسم ٹوٹنے کا گمان کرچکا یعنے پہلی یمین مین شرط طلاق کے موجود ہونیکا مقر ہوا اور دوسری یمین مین شرط عتق کی موجود ہونیکا اقرار کیا بخلاف اسکے وہ صورت کہ اگر پہلی یمین نام خدا سے ہو یعنے اگر یون کہے کہ واللہ مین اس گھر مین داخل نہین ہوا پھر یون کہا کہ اگر مین اس گھر مین داخل ہوا ہون تو میرا غلام آزاد ہے تو اسمین کفارہ لازم ہوگا عتق ثابت ہو اسواسطے کہ اگر عدم دخول مین صادق ہے تو کفارہ نہین اور اگر عمداً کاذب ہے تو یمین غموس ہے اور یمین غموس سے دوسری یمین کی تکذیب نہین ہوسکتی اسواسطے کہ غموس حاکم کے حکم کے تحت مین داخل نہین ہوتی تاکہ اسکے سبب سے دوسری یمین کی تکذیب کیجاوے طحطاوی نے کہا کہ یمین اولی کا غموس ہونا اتفاقی قید ہے اگر دوسری یمین بھی غموس ہوگی تو بھی یہی حکم ہے چنانچہ اس مسئلہ کا ذکر کتاب الطلاق مین ہوچکا کذا فی حاشیۃ السید فی دوسر ملک قریبہ بسبب ما مع رجل آخر عتق حظہ بلا ضمان علم الشریک بالقرابۃ اولا علی الظاہر لان الحکم یدار علی السبب اور جو شخص کہ مالک ہو دوسرے شخص کے ساتھ اپنے قریب محرم کا کسی سبب سے خواہ سبب ملک کا خرید ہو یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت یا بدل مہر یا میراث تو آزاد ہوگا حصہ قرابتدار کا بدون ضمان کے شریک کو اسکی قرابت معلوم ہو یا نہو بنا بر ظاہر الروایت کے اسواسطے کہ حکم کا مدار سبب پر ہے یعنے ضمان کا سبب تعدی ہے سو یہان تعدی نہین اسواسطے کہ اعتاق قریب محرم کا امر اختیاری نہین وللشریک ان یعتق او یستسعی اور اسکے شریک کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ آزاد کرے یا اس سے سعایت کراوے الا لو ملک مستولدتہ بالنکاح مع آخر فیضمن حظ شریکہ لکونہ ضمان تملک اور اگر اپنی مستولدہ منکوحہ کا مالک ہوگا دوسرے شخص کے ساتھ یعنے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور اس سے لڑکا پیدا ہوا پھر اسکو خرید کیا دوسرے شخص کے ساتھ شریک ہوکر تو اپنے شریک کے حصہ کا ضمان دیگا اسواسطے کہ یہ ضمان تو مالک ہونیکا ہے وان اشتری نصفہ اجنبی ثم القریب باقیہ فان الاجنبی ان یضمن المشتری موسراً او یستسعی العبد ہذہ ساقطۃ من نسخ الشرح اور اگر خرید کیا نصف غلام کو اجنبی نے پھر باقی کو غلام کے قرابت والے نے مول لیا تو اجنبی کو اختیار ہے چاہے مشتری قریب سے ضمان لے اگر وہ قدرت والا

ہوا ور چاہے غلام سے سعایت کرا دے یہ مسئلہ متن کے نسخوں میں اصل ہے اور شرح مصنف کے نسخوں سے ساقط ہے وان اشتری نصفه قریبه ممن یملک کله لا نصفین لیس الخ مطلقا
لمشارکته فی العلة اور اگر خرید کیا اپنے قرابت دار کے نصف کو اُس شخص سے جو اُسکا پورا مالک ہے تو بیچنے والے کو ضمان دیگا مطلقاً خواہ مالدار ہو خواہ مفلس بسبب شریک ہونے
بائع کے علت میں یعنے ملک مشتری میں دخول مبیع کی علت ایجاب و قبول ہے سو اُسمین بائع نے مشتری کو اپنا شریک کرلیا وقید بملکه لانه لو اشتراه من احد الشریکین لزمه
الضمان اجماعا للشریک الذی لم یبع لو المشتری موسرا اور عدم ضمان مشتری میں مصنف نے بائع میں پوری ملک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اپنے قریب ایک
شریک سے خریدیگا تو اُسپر ضمان دینا لازم ہوگا باتفاق امام و صاحبین کے دوسرے شریک کے واسطے جسنے اپنا حصہ نہیں بیچا اسواسطے کہ شریک ثانی نے مشتری کو بیع میں اپنا شریک نہیں
کیا ضمان مشتری پر اُسوقت لازم ہوگا جبکہ وہ مالدار ہو اور اگر مشتری مفلس ہے تو شریک غلام سے سعایت کرا دیگا کذا فی العالمگیریة عبد بین ثلثة دبره واحد وبعده اعتقه آخر وهما
موسران ضمن الساکت الذی لم یدبر ولم یحرر مدبره ان شاء ثلث قیمته قنا ورجع بها علی العبد لا معتقه لان التدبیر ضمان معاوضة وهو الاصل ایک غلام ہے
جسکے تین مالک ہیں اُنمیں سے ایک مالک نے اُس غلام کو مدبر کیا اور بعد اُسکے دوسرے مالک نے اُسکو آزاد کردیا اور وہ دونوں مالک مالدار ہیں تو تیسرا ساکت مالک جسنے
نہ مدبر کیا نہ آزاد کیا اگر چاہے تو مدبر کرنے والے سے خالص غلام کی تہائی قیمت کا ضمان لے اور مدبر کرنیوالا اسقدر غلام سے پھیر لے نہ ضمان لے تیسرا مالک آزاد کرنے والے
سے اسواسطے کہ مدبر کرنا ضمان ہے معاوضہ کا اور ضمان معاوضہ کا یہی اصل ہے ضمان میں خلاصہ یہ ہے کہ شریک اول کے مدبر کرنے سے دونوں شریکوں کے حصوں میں نقصان واقع
ہوگیا تو ہر ایک کو اپنے حصے میں تدبیر اور کتابت اور ضمان اور سعایت عبد کا اختیار تھا جب دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کردیا تو فقط تیسرے شریک کا حصہ باقی رہا تو تیسرے
شریک کے واسطے دو طرف ضمان متوجہ ہوا ایک ضمان تدبیر اور دوسرا ضمان اعتاق لیکن چونکہ ضمان معاوضہ ہے یعنے مالک ہونیکا ضمان ہے اور ضمان اعتاق ضمان تلف ہے اسواسطے
کہ غلام مدبر کا اجارہ اور اعارہ اور استخدام درست ہے اور اعتاق میں یہ امور جائز نہیں لہذا شریک ثالث کو مدبر کرنے والے سے ضمان لینا متعین ہوگیا نہ آزاد کرنے والے
کذا فی حاشیة المدنی وضمن المدبر المعتق ثلثه مدبرا لا ما ضمنه المدبر من ثلثه قنا لنقصانه بتدبیره اور ضمان لے مدبر کرنے والا غلام کے آزاد کرنیوالے سے تہائی قیمت مدبر کی ضمان
لے مدبر کرنیوالا اسقدر جتنا آپ ضمان دے چکا ہے یعنے خالص غلام کی تہائی بسبب ناقص ہو جانے غلام کے اسکے مدبر کرنے سے وهی ان قیمة المدبر ثلثا قیمته قنا اور باب التدبیر میں
آویگا کہ غلام خالص کی قیمت سے مدبر غلام کی قیمت تہائی کم ہوتی ہے اسواسطے کہ منافع مملوک کی تین قسمیں ہیں ایک وطی کرنا دوسرے خدمت لینا اور تیسرے بیع کرنا اور مدبر
کر دینے سے بیع کا فائدہ فوت ہو جاتا ہے لہذا مدبر کی قیمت ثلث کم ہوگئی مثلاً اگر غلام خالص کی قیمت ستائیس درم ہوں تو شریک ثالث مدبر کرنے سے نو درم ضمان لیگا اور مدبر غلام
آزاد کرنے والے سے چھ درم ضمان لیگا اسواسطے کہ مدبر کی قیمت تہائی کم ہوکر اٹھارہ درم ہونگے اور اٹھارہ کا ثلث چھ ہے والولاء بین المعتق والمدبر اثلاثا ثلثاه للمدبر
وثلثه للمعتق لعتقه کذلک علی ملکهما اور میراث غلام مذکور کی آزاد کرنیوالے اور مدبر کرنیوالے میں تین تہائی ہوگی دو تہائیاں مدبر کرنیوالے کی اور ایک تہائی آزاد کرنیوالے
کی اسواسطے آزاد ہوگیا غلام کہ اسی طرح ان دونوں کی ملک پر آزاد کرنیوالا ایک تہائی کا مالک تھا تو میراث بھی اسنے ایک تہائی پائی اور مدبر کرنیوالا دو تہائی کا مالک تھا
ایک تہائی کا تو خود مالک تھا اور دوسری تہائی کا ضمان دیکر مالک ہوا لہذا دو تہائی میراث کی پاویگا ولو قال هی ام ولد شریکی وانکر شریکه ولا بینة تخدمه یوما وتتوقف یوما
عملا باقراره اور اگر لونڈی کے ایک مالک نے کہا کہ یہ لونڈی میرے شریک کی ام ولد ہے اور شریک نے انکار کیا کہ یہ میری ام ولد نہیں اور گواہ اس دعوے کے نہیں تو یہ لونڈی
شریک منکر کی ایک دن خدمت کرے اور ایک دن کسی کی خدمت نہ کرے اسکے اقرار پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ جب اسکی ام ولد ہونے کا قائل ہوا تو اپنے حق
حق کا منکر ہوا لہذا اپنے اقرار پر ماخوذ ہوا اور شریک منکر کا یہ گمان ہے کہ لونڈی ویسی ہی ہے جیسی کہ پہلے تھی تو نصف لونڈی میں اُسکا حق موجود ہے ونفقتها فی کسبها ان
فضل والا فعلی المنکر اور نفقہ لونڈی کا اسکی محنت مزدوری میں ہے اور اگر کسب نہ کرسکے تو شریک منکر پر اسکا پورا نفقہ ہے کذا فی الاختیار من باب محمد اور دوسرا قول یہ ہے کہ نصف
نفقہ منکر پر ہے اسواسطے کہ وہ نصف کا مالک ہے فتح القدیر میں کہا کہ یہی قول الیق لقول امام ہے کذا فی حاشیة المدنی وان جنت فجنایتها موقوفة اور جنایت لونڈی
کی موقوف رہیگی تاوقتیکہ ایک شریک دوسرے کی تصدیق کرے ہم لونڈی کی نصف میراث اور اسکا نصف کسب منکر کا ہوگا اور اگر منکر مرجاوے تو

امام اعظم کے نزدیک تہائی آزاد ہوگی اور بقدر حصہ شریک کے اُسکے وارثوں کے واسطے سعایت کریگی کذا فی العالمگیریہ و لا قیمۃ لام ولد اور کچھ قیمت نہیں ام ولد کی امام کے نزدیک اسواسطے کہ
ابن ماجہ و دارقطنی اور حاکم نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی کہ ابراہیم کی والدہ یعنی ماریہ قبطیہ کا ذکر ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو تو حضرت نے فرمایا کہ اُسکو اُسکے لڑکے نے آزاد کر دیا تو
یہ حدیث مقتضی ہو رہی تاوان زوال قیمت کی لیکن جب یہ دوسری حدیث معارضہ ثابت ہوا ابن ماجہ و حاکم نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس
لونڈی کے اولاد پیدا ہو مالک سے وہ بعد موت مالک کے آزاد ہے تو زوال التقوم بلا معارض باقی رہا کذا فی حاشیۃ المدنی الا لضرورۃ اسلام ام ولد النصرانی و قومانا ثبات قیمتھا قیمت ام ولد کی
کچھ قیمت نہیں مگر ام ولد نصرانی کی اسلام کی ضرورت سے یعنی اگر نصرانی کی ام ولد اسلام قبول کرے تو اس ضرورت سے بقدر اپنی قیمت کے اُسپر سعایت لازم ہوگی اسواسطے کہ مسلمان جو کہ
کافر کی مملوک نہیں رہ سکتی اور مالک کی ملک صحیح باطل بھی نہیں ہوسکتی لہذا مانند مکاتبہ کے اسکی قیمت پر سعایت لازم آویگی اور صاحبین کے نزدیک ام ولد کی قیمت بقدر ثلث
قیمت لونڈی کے ٹھہرائی ہے فلا یضمن غنی اعتقھا مشترکۃ بان ولدت فادعیاہ و صارت ام ولد لھما فاعتقھا احدھما لم یضمن وکذا لو ولدت فادعاہ احدھما ثبت
نسبہ و لا ضمان و لا سعایۃ خلافا لھما پھر جب ام ولد کی کچھ قیمت نہوئی تو ضمان نہ دیگا وہ مالدار جسنے مشترک ام ولد کو آزاد کر دیا اسطرح پر کہ مشترک لونڈی ایک ولد
جنی سو دونوں مالکوں نے اُسکے نسب کا دعوی کیا اور وہ دونوں کی ام ولد ہوگئی پھر ایک مالک نے اُسکو آزاد کر دیا تو دوسرے مالک کو آزاد کرنیوالا ضمان
نہ دیگا اور اسی طرح مشترک لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا اور ایک مالک نے اُسکا دعوی کیا تو اُسکا نسب ثابت ہوگا اور مدعی نسب پر ضمان دینا لازم نہوگا اور نہ لونڈی کے
اور اُسکے ولد پر سعایت لازم ہوگی اسلیے کہ امام کے نزدیک ام ولد کی قیمت ہی نہیں جو ضمان و سعایت متفرع ہو بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک اگر مدعی نسب
ہے تو اُسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر مفلس ہے تو ولد پر سعایت لازم ہوگی و انما الضمن بالجنایۃ اجماعا فلو قربھا الی سبع فافترسھا ضمن لانہ ضمان جنایۃ لا ضمان غصب لذا
یضمن الصبی لو بمثلہ زیلعی و در البتہ ام ولد کا ضمان دیا جاویگا سبب جنایت کے باتفاق امام و صاحبین کے تو اگر کسی مالک نے ام ولد کو مثلاً شیر کے پاس کیا اور شیر نے اُسکو
پھاڑ ڈالا تو شخص ضمان دیگا دوسرے مالک کو اسلیے کہ یہ جنایت کا ضمان ہے نہ غصب کا ضمان اور ضمان جنایت کا التقوم پر موقوف نہیں بخلاف ضمان غصب کے اور اسی واسطے
صغیر پر کا ضمان بھی پایا جاتا ہے مانند اُسکے کذا فی الزیلعی یعنی اگر صغیر پر کوئی تلف کر ڈالے تو اُسپر ضمان جنایت لازم آویگا حالانکہ حر لائق قیمت کے نہیں ولو قال لعبدین
عندہ من ثلثۃ اعبد لہ احدکما حر فخرج واحد و دخل آخر فاعاد قولہ کما مر فمات بلا بیان ایک شخص کے تین غلام ہیں سعید و مرجان اور فیروز سو
اگر مثلاً سعید و مرجان دو حاضر غلاموں سے کہا کہ تم میں ایک آزاد ہے پھر ایک غلام مثلاً سعید باہر گیا اور تیسرا غلام آیا یعنی فیروز پھر مالک نے وہی اپنا قول
دوبارہ کہا کہ ایک تم میں آزاد ہے سو تا وقتیکہ مالک زندہ ہے تو اُسپر بیان کرنیکا حکم کیا جاویگا یعنی اگر غلام قاضی سے نالش کرینگے تو قاضی جبرا مالک پر حکم کریگا کہ بیان کر دے کہ قول اول و
ثانی میں کس کس غلام کو تو نے آزاد کیا ہے جسکو مالک بیان کریگا وہی آزاد ہوگا وان مات بلا بیان عتق ممن ثبت ثلثۃ ارباعہ نصفہ بالاول و نصف نصفہ بالثانی اور اگر
مالک بلا بیان مرگیا تو جو غلام کہ دونوں قولوں میں ٹھہرا رہا یعنی مرجان سے تین ربع یعنی پون آزاد ہوگا نصف تو ایجاب اول سے آزاد ہوگا اور نصف النصف یعنی چوتھائی
ایجاب ثانی سے آزاد ہوگا اور تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ جب مالک نے سعید اور مرجان سے کہا کہ تم دو میں ایک آزاد ہے اور تعیین کسی کی مالک کے قول سے ثابت نہوئی
تو ایجاب اول سعید اور مرجان میں دائر ہوا لہذا انمیں نصف نصف ہوگیا آدھا سعید آزاد ہوا اور آدھا مرجان پھر جب سعید باہر گیا اور فیروز داخل ہوا پھر مالک نے وہی کہا کہ
ایک تم دو میں آزاد ہے تو ایجاب ثانی بھی داخل اور ثابت میں یعنی مرجان اور فیروز میں دائر ہوا تو یہ بھی دونوں میں نصف نصف ہوگیا نصف مرجان کو اور نصف فیروز کو
سو جو نصف کہ مرجان کو پہونچا وہ بالکل مرجان میں شائع ہوا اور پھیل گیا اور چونکہ نصف مرجان کا ایجاب اول سے آزاد ہوچکا تھا اور نصف فارغ غیر آزاد تھا تو جسقدر
نصف آزاد کو پہونچا وہ تو لغو اور بیفائدہ ہوگیا اور جتنا فارغ کو پہونچا وہ باقی رہا یعنی چوتھائی اسواسطے کہ نصف کو جو دو حصے کیجیے تو ربع ہوتا ہے تو اس تفصیل سے
صاف معلوم ہوگیا کہ مرجان سے تین ربع آزاد ہوگئے دو ربع ایجاب اول سے اور ایک ربع ایجاب ثانی سے کذا فی الدرر و عامۃ الکتب و عتق من کل
غیرہ نصفہ اور سوا مرجان کے ہر ایک غلام خارج اور داخل سے نصف نصف آزاد ہوا ایجاب اول سے سعید نصف آزاد ہوا اور ایجاب

ثانی سے فیروز نصف آزاد ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اور محمد کے نزدیک غلام داخل سے یعنی فیروز سے فقط چہارم آزاد ہوا اسواسطے کہ ایجاب ثانی میں جیسے ثابت غلام یعنی
درمیان چہارم آزاد ہوا ویسے فیروز بھی چہارم ہی آزاد ہوا اگر کوئی سوال کرے کہ صاحبین کے نزدیک عتق تو قسمت پذیر نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں صاحبین تجزی عتق کے قائل ہیں یعنی
سوا اور مسائل میں اسکا جواب شارح نے آئندہ قول میں بیان کیا لثبوتہ بطریق التوزیع والضرورۃ فلم تتعد یعنی ثبوت تجزی عتق کا اس مسئلہ میں بطور تقسیم اور ضرورت کے
ہو گیا ہے تو سوائے محل ضرورت کے اور مسائل میں متعدی اور متجاوز نہ ہوگا یعنی ایک غلام کا عتق بسبب ضرورت عدم تعیین کے دو میں منقسم ہو گیا تو سوائے اپنے محل کے اور محل میں تجاوز نہیں
ہو سکتا کذا فی حاشیۃ المدنی وشرح ابی المکارم عن المختصر وان صدر ذلک المذکور منہ فی مرضہ وضاق الثلث عنہم ولم تجز الورثۃ وقیمتہم سواء قسم الثلث بینہم کما مر
فیجعل کل عبد سبعۃ اسہم کسہام العتق لاحتیاجنا الی مخرج لنصف وربع واقلہ اربعۃ فتعول لسبعۃ ہے ثلث المال اور اگر یہی دونوں قول مذکور صادر
ہوں مالک سے اسکی بیماری میں اور بلا بیان وہ مر گیا اور ثلث مال سے غلام آزاد نہو سکیں اسلیے کہ سوائے تین غلاموں کے کچھ اور ترکہ میت کا نہیں اور وارث
میت کے اسقدر آزاد ہونے کو جائز نہیں رکھتے اور حالانکہ قیمت تینوں غلاموں کی برابر ہو تو اس صورت مخصوص میں بحساب سابق مذکور کے ثلث مال ان تینوں غلاموں میں منقسم کیا جاوے گا
اسطرح کہ ہر غلام کے سات سہم قرار دیے جاویں مانند سہام عتق کے چنانچہ اسکی تفصیل تم کو معلوم ہو چکی کہ تین سہم مرجان کے اور دو سہم سعید کے اور دو سہم فیروز کے آزاد ہوئے تھے تین ربع ایک کے
اور نصف نصف دو کے پھر غلام کے سات سہم اسواسطے مقرر ہوئے کہ اس تقسیم میں ہمکو احتیاج ہوئی اس مخرج کی جس میں نصف اور ربع ہو اور اسکا اقل مخرج چار ہیں اسواسطے کہ نصف چار کا دو ہیں اور ربع ایک
اور چونکہ چار میں گنجائش سات سہم کی نہیں یعنی چار کو زیادہ کر کے سات قرار دیا اور یہی سات سہم ثلث مال ہے میت کا اور چونکہ عتق مرض کا در حکم وصیت کے ہے لہذا ثلث میں جاری ہوگا اگر
کوئی کہے کہ اہل فرائض نے تصریح کر دی ہے کہ چار کی زیادتی سات تک نہیں ہوتی اسکا جواب یہ ہے کہ چونکہ فرائض میں اجتماع نصف اور ربع کا نہیں ہے تا لہذا اہل فرائض سات عول کے قائل
نہوئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ فرائض کے سوا کہیں بھی جائز نہیں اسیطرح صحیح کیا ہے شارح کلام اہل فرائض کو کذا فی الدرر فیعتق ممن ثبت ثلاثۃ من سبعۃ ویسعی فی اربعۃ
ویعتق من کل من غیرہ سہمان ویسعی فی خمسۃ فیبلغ سہام السعایۃ اربعۃ عشر وسہام الوصایا سبعۃ لنفاذہا من الثلث اور اس غلام سے جو ثابت رہا دونوں ایجاب
میں یعنی مرجان کے تین سہم آزاد ہوئے سات سہم سے اور سعایت کرے چار سہم میں اور ثابت کے سوا ہر ایک غلام سے دو سہام آزاد ہوئے یعنی سعید کے دو سہم آزاد ہوئے تو باقی پانچ
سہم میں سعایت کرے اور فیروز کے بھی دو سہم آزاد ہوئے تو وہ بھی باقی پانچ میں کوشش کرے تو سعایت کے سہام تینوں غلاموں میں چودہ ہوئے اور وصیت یعنی عتق کے سہام سات
ہوئے بسبب جاری ہونے وصیت کے کل مال کی تہائی سے تو کل مال میت کا اکیس سہام ہوئے انمیں سے ثلث آزاد ہوئے یعنی سات باقی رہے دو ثلث یعنی چودہ وان طلق نسوتہ الثلاث
کذلک وہن غیر موطوءات ومہرہن سواء اور اگر طلاق دی ایک زوج نے اپنی تین عورتوں کو اسیطرح یعنی ایک شخص کے تین عورتیں ہیں ایکدن اسکے پاس دو عورتیں حاضر تھیں سو اسنے کہا کہ تم
دو میں سے ایک مطلقہ ہے پھر ایک انمیں سے باہر گئی اور تیسری آئی سو اسنے دوبارہ کہا کہ تم دو میں سے ایک مطلقہ ہے اور حالانکہ مہران تینوں کے برابر ہیں ہم مہر کا برابر ہونا کچھ
ضرور نہیں شارح نے یہ قید باتباع صاحب تنویر کے زیادہ کی اسواسطے کہ حکم مسئلہ کا در صورت تفاوت مہر کے بھی یکسان ہے بلا تفاوت کذا فی حاشیۃ المدنی عن المفتی
ابی السعود وقبل وطی لیفید البینونۃ طلاق دی قبل وطی کے قید قبل وطی کی اسواسطے لگائی تاکہ ایجاب اول سے مفید ہو جدائی کا اسلیے کہ زوجہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے
جدا ہو جاتی ہے تو جس عورت کو ایجاب اول ہو چکا وہ ایجاب ثانی کی محل باقی نرہی تو اس امر میں طلاق عتق کے مانند ہو گئی کذا فی شرح الوقایۃ والدرر اس مسئلہ
مفروضہ میں تین طرح کے احکام ہیں ایک حکم مہر کا دوسرا حکم میراث کا اور تیسرا حکم عدت کا اور یہ سب احکام اس صورت میں ہیں جبکہ زوج یہ طلاق مبہم
دیکر بلا بیان مر گیا اور اگر زوج بیان کر دیگا کہ طلاق سے فلانی عورت مراد ہے تو وہ عورت بائنہ ہو جاویگی بلا عدت اور نصف مہر پاویگی اور دوسری عورت کہ بوقت
خطاب موجود تھی وہ نکاح میں ثابت رہیگی اور اگر بعد اس بیان کے زوج مر جاویگا تو وہ باقی عورت میراث اور پورا مہر پاوے گی اور عدت وفات
اسپر لازم ہوگی کما لا یخفی سقط ربع مہرہن خرجت ثلاثۃ اثمان ممن ثبتت وثمن من دخلت لان بالایجاب الاول سقط نصف مہر الواحدۃ منصفا بین الخارجۃ
والثابتۃ فسقط ربع کل ثم بالایجاب الثانی سقط الربع منصفا بین الثابتۃ والداخلۃ تو ساقط ہوگا زوجہ خارجہ کا چہارم مہر اور زوجہ ثابتہ کے مہر سے

مین ہشتم حصے ساقط ہونگے اور زوجہ داخلہ کا ہشتم حصہ مہر کا ساقط ہوگا اسواسطے کہ ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر ساقط ہوگیا تھا جو خارجہ اور ثابتہ مین نصفا
نصف ہوگیا تو ہر زوجہ کا چوتھائی مہر ساقط ہوگیا پھر ایجاب ثانی سے چہارم مہر ساقط ہوگیا جو ثابتہ اور داخلہ مین آدھون آدھ ہوگیا ہم یہ ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر اسواسطے
ساقط ہوا کہ زوج نے طلاق نہین دی مگر ایک عورت کو اور طلاق قبل دخول مین نصف مہر ساقط ہوتا ہے اور چونکہ طلاق ایک عورت پر ہے وہ معین نہین لہذا ساقط نصف کا دونون مین برابر تقسیم
ہوگیا تو خارجہ کا بھی چہارم ساقط ہوا اور ثابتہ کا بھی چہارم ساقط ہوا لیکن اسکے ایجاب ثانی مین تردد واقع ہوا کہ ایجاب اول مین خارجہ مطلقہ ہوئی یا ثابتہ تو اگر واقع مین ثابتہ مطلقہ ہوئی تو ایجاب
ثانی کا حکم ثابتہ پر باطل ہے اسواسطے کہ طلاق مانند عتاق کے متجزی نہین ہوتی کہ کچھ ثابتہ مطلقہ ہو اور کچھ خارجہ اور اگر ایجاب اول مین خارجہ مطلقہ ہوئی تو اس تقدیر مین ایجاب ثانی دائر ہوگا
ثابتہ اور داخلہ مین برابر تو بسبب اس تردد کے ایجاب ثانی مین ربع مہر ساقط ہوا اور یہ ربع دونون مین نصفا نصف ہوگا تو ثابتہ کا بھی آٹھواں حصہ مہر کا ساقط ہوا اور داخلہ کا بھی
بعضے علما نے کہا کہ یہ محمد کا قول ہے اور بعضون نے کہا کہ شیخین کا قول ایسا ہے اگر امام محمد کا فقط قول ہے تو ظاہر ہے اور اگر شیخین کا بھی قول ہے تو فرق اور طلاق مین شرح مذکور کے بیان کی
البتہ حاجت ہے کہذا فی السعایہ بحوالہ الوقایہ وعلیہ اشیہا ملخصاً واما المیراث فلهن من ربع وثمن فللداخلة نصفه لانه لا یزاحمها الا الثابتة والنصف الآخر بین الخارجة
والثابتة نصفان لعدم المرجح اور زوجات ثلثہ کی میراث خواہ ربع ہو خواہ ثمن ہو داخلہ کو تو نصف میراث ہے اگر زوج کے اولاد نہین تو نصف ربع ہے
اور اگر اولاد ہے تو نصف ثمن ہے اسواسطے کہ داخلہ کے ساتھ کوئی زوجہ شریک نہین مگر ثابتہ اور نصف ثانی خارجہ اور ثابتہ مین نصفا نصف ہے اسلیے کہ کوئی مرجح نہین
ایک کا دوسرے پر تو زوجیت کی میراث نصف داخلہ کی اور ربع خارجہ کی اور ربع ثابتہ کی وعلی کل منهن عدة الوفات احتیاطاً لا الطلاق لعدم الدخول اور زوجہ
بعضین زوجات ثلثہ سے عدت وفات کی لازم ہوگی بنا بر احتیاط کے نہ عدت طلاق کی بسبب عدم وطی کے عدت وفات مین احتیاط ہے بسبب احتمال منکوحہ ہونے کے کذا فی الکمال

والوطی والموت بیان فی طلاق بائن مبہم کقوله لامرأتیه احدکما بائن فوطی احدیهما او ماتت کان بیاناً للاخری قیل وکذا التقبیل لا الطلاق اور وطی اور موت
زوجہ بیان ہے طلاق بائن مبہم مین چنانچہ یون کہنا زوج کا اپنی دو عورتون سے کہ ایک تم مین سے بائن ہے پھر زوج نے ایک زوجہ کی وطی کی تو ظاہر ہوگیا کہ
زوج کے نزدیک طلاق مبہم سے زوجہ ثانیہ مراد تھی اگر موطوءہ مطلقہ ہوتی تو اُس سے وطی نکرتا یا بعد طلاق مبہم کے ایک زوجہ مرگئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی
اسلیے کہ مردہ محل طلاق نہین بعضے علما نے کہا اور اسی طرح تقبیل کا بھی حکم ہے یہ کرخی کا قول زیادات کے مخالف ہے یعنے اگر بعد طلاق بائن مبہم کے ایک زوجہ کا
بوسہ لیگا تو معلوم ہوگا کہ زوجہ ثانیہ مطلقہ تھی اور طلاق بیان نہین ہوتی یعنے اگر دو عورتون سے کہا کہ ایک تم مین بائن ہے پھر ایک زوجہ کو معین کرکے طلاق دیگا
یہ طلاق ثانی مبہم کا بیان نہوگی یعنے دوسری زوجہ مطلقہ نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد عدت مین دوسری طلاق بھی واقع ہوسکتی ہے تو جائز ہے کہ
جسکو اول طلاق بائن ہوئی تھی اسیکو دوسری طلاق بھی ہوئی کذا فی حاشیة المدنی عن البحر وقیل التهدید بالطلاق کالطلاق والعرض علی البیع کالبیع لم اره
شارح کہتا ہے طلاق کی دھمکی طلاق کے مانند اور بیع کے واسطے پیش کرنا بیع کے مانند ہو بیان مین یا نہین مین نے اسکو صریح نہین دیکھا هم جب طلاق بیان
نہوئی تو بھلا دھمکی طلاق کی کیونکر بیان ہوگی اور عرض علی البیع کو شارح نے مانند بیع کے کسی کتاب مین نہین دیکھا الحمد للہ کہ مترجم نے اختیار شرح مختار مین صریح دیکھا
کہ عرض بھی مانند بیع کے بیان ہے عتق مبہم کا چنانچہ اسکی ملخص عبارت یہ ہے ولو قال لعبدیه احدکما حر ثم باع احدهما او عرضه علی البیع عتق الآخر لانه بالعرض قصد
وصول الثمن وانه ینافی العتق اور ملتقی الابحر مین یون ہے والبیع بیان فی العتق المبهم وکذا العرض علی البیع باوجودیکہ شارح ملتقی پر شرح لکھ چکا ہے در المختار سے
پہلے پھر بھی یہ مسئلہ یاد نہ رہا انسان کتنا ہی بڑا کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہین معاذ اللہ یہ شارح علامہ پر طعن نہین ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک
غرض اس بیان سے عجز بشریت کا بیان ہے کالبیع ولو فاسدا او موقوفا ولو لقبل العبد لنفسه والتحریر ولو معلقاً والتدبیر ولو مقیداً او استیلاد

وکذا کل تصرف لا یصح الا فی الملک ککتابة واجارة والامهار وتزویج ورهن وهبة وصدقة ولو غیر مسلمة ذکره ابن الکمال لان المساومة
بیان فمنه اولی بلا قبض بدائع چنانچہ بیع کرنا ایک غلام کا عتق مبہم کا بیان ہے اگرچہ بیع فاسدی ہو اور مرجانا ایک غلام کا اگرچہ غلام نے

اپنی ذات کو آپ قتل کیا ہو اور آزاد کرنا ایک غلام کا اگرچہ اعتاق مطلق ہو اور مدبر کرنا ایک غلام کا اگرچہ تدبیر مقید ہو چنانچہ تدبیر مطلق اور مقید کا بیان باب التدبیر میں آویگا اور استیلاد یعنے دعوی ولد کرنا اور اسی طرح عتق مبہم کا بیان ہے وہ تصرف جو صحیح نہیں ہوتا مگر ملک میں جیسے مکاتب کرنا یا اجارہ یا وصیت کرنا مملوک کا نکاح کر دینا یا گرو رکھنا اور اسی طرح ہبہ کرنا اور خیرات میں دینا اگرچہ ہبہ اور خیرات بلا قبض ہو یہ قول ہے ابن کمال کا اسواسطے کہ فقط قیمت ٹھہرانا بلا تسلیم جیسا بیان ہے تمامی عتق مبہم کا تو ہبہ اور صدقہ بلا قبض اولی میں بیان ہے کہ نہیں کذا فی البدائع اسواسطے کہ ہبہ اور صدقہ بلا قبض میں ایجاب بے قبول ہوتا ہے بخلاف قیمت ٹھہرانیکے فی حق عتق مبہم تو اوکما حرفعل یا ذکر تعین الآخر امور مذکورہ عتق مبہم کی حق میں بیان ہیں چنانچہ مالک نے اپنے دو غلاموں سے یا دو لونڈیوں سے کہا کہ ایک تم میں سے آزاد ہے تو یہ عتق مبہم ہے معلوم نہیں کہ کسکی آزادی مراد ہے پھر امور مذکورہ میں سے کوئی امر کیا یعنے دو غلاموں میں ایک کو بیع کر ڈالا یا ایک غلام مر گیا یا ایک کو آزاد کیا معین کرکے یا مدبر کیا یا ایک لونڈی کے ولد کو اپنا بیٹا کیا یا ایک غلام کو مکاتب کیا یا اجارہ میں دیا یا ایک غلام کے استخدام کی کسی کے واسطے وصیت کی یا ایک کا نکاح کر دیا یا گرو رکھا یا ایک غلام کسیکو ہبہ کر دیا یا خیرات میں دیا تو ان افعال سے دوسرے غلام کا عتق متعین اور مصرح ہو گیا ابہام دفع ہوا اسواسطے کہ تصرف مالکانہ قرینہ ہے کہ عتق اسکا مالک کی مقصود نہ تھا بلکہ دوسرے غلام کی آزادی مراد تھی ولو قیل لہ ایہما نویت فقال لم اعن ہذا عتق الآخر ثم ان قال لم اعن ہذا عتق الاول ایضا وکذا الطلاق بخلاف الاقرار اختیار اور اگر مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک تم میں سے آزاد ہے اور کسی نے مالک سے پوچھا کہ کس غلام کے آزاد کرنیکا تونے ارادہ کیا سو مالک نے کہا ایک کیطرف اشارہ کرکے کہ اسکو میں نے نہیں آزاد کیا تو دوسرا آزاد ہوگا اسواسطے کہ ایک کی نفی کرنے سے دوسرا متعین ہو گیا پھر بعد اسکے دوسرے غلام کی طرف جسکا عتق متعین ہو گیا اشارہ کرکے کہا کہ اسکی آزادی کا بھی میں نے ارادہ نہیں کیا تو اول غلام بھی آزاد ہو جاویگا یعنے دونوں غلام آزاد ہو جاوینگے نفی اول سے دوسرا غلام آزاد ہوا اور نفی ثانی سے پہلا غلام آزاد ہوا اور یہی حکم ہے طلاق مبہم میں یعنے زوج اپنی دو عورتوں سے کہا کہ ایک تم میں مطلقہ ہے پھر کسی نے پوچھا کہ کسکو تونے ارادہ کیا سو زوج نے کہا کہ اسکو میں نے ارادہ نہیں کیا تو دوسری عورت مطلقہ ہوگی پھر اگر دوسری عورت کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اسکو بھی میں نے ارادہ نہیں کیا تو دونوں مطلقہ ہونگی بخلاف اقرار مبہم کے کہ اسمیں ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین نہیں ہوتی چنانچہ اگر یوں کہا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک شخص کے ہزار درم مجھ پر ہیں سو اگر کسی نے پوچھا کہ کون مراد ہے اور مقر نے ایک کی نفی کی تو دوسرے شخص کے واسطے کچھ واجب نہ ہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ طلاق اور عتاق میں اس شخص پر تعیین واجب ہے تو جب ایک کی نفی کی تو دوسرا متعین ہو جائیگا بنا بر ضرورت اقامت واجب کے بخلاف اقرار کے کہ اسکی تعیین مقر پر واجب نہیں اسواسطے کہ اقرار مجہول سے مقر پر کچھ لازم نہیں آتا کہ جبر اسپر جائز ہو تو اقرار میں ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین بھی نہ ہوگی کذا فی الاختیار شرح المختار ولو جنی احدہما تعین الجانی وعلیہ الدیۃ دفعا للضرر ولوالجیہ اور اگر ایک غلام نے جنایت کی یعنے کسیکو مار ڈالا تو مارنے والا غلام متعین ہو جائیگا واسطے عتق کے اور اسی پر خون بہا دینا لازم ہوگا واسطے دفع ضرر مولی کے کذا فی الولوالجیہ یعنے غلام قاتل کی آزادی سو واسطے متعین ہو گئی تا کہ مولی کا ضرر نہو قاتل ہی پر خون بہا دینا لازم ہوگا اور اگر غلام غیر قاتل کو آزاد قرار دیجیے تو قاتل کی طرف سے خون بہا دینا مولی پر لازم ہوگا لا یکون الوطی و دواعیہ بیانا فیہ قالا ہو بیان جبلت اولا وعلیہ الفتوی لعدم حلہ الا فی الملک نہوگی وطی اور اسکے دواعی بیان عتق مبہم میں یعنے اگر ایک لونڈی سے مولی نے وطی کی تو دوسری لونڈی کا عتق ثابت نہوگا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ وطی بیان ہے عتق مبہم میں لونڈی اس وطی سے حاملہ ہوا ہو یا نہوا ہو اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ وطی حلال نہیں مگر ملک میں اور ظاہر حال مسلم کا دلالت کرتا ہے کہ وہ مرتکب حرام کا نہوا ہوگا وکذا الموت لا یکون بیانا فی الاخبار اتفاقا فلو قال لغلامین احدکما ابنی او قال لجاریتین احدکما ام ولدی فمات احدہما لا تتعین الباقیۃ للعتق ولا للاستیلاد لان الاخبار یصح فی الحی والمیت بخلاف الانشاء اور اسی طرح موت بھی بیان نہیں ہوتی خبر دینے میں باتفاق امام اور صاحبین کے سو اگر مولی نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک میرا بیٹا ہے یا دو لونڈیوں سے کہا کہ تم میں سے ایک میری ام ولد ہے پھر ایک غلام یا ایک لونڈی مر گئی تو باقی غلام عتق کے واسطے اور باقی لونڈی استیلاد کے واسطے متعین نہونگے اسلیے کہ خبر دینا زندہ اور مردہ دونوں میں صحیح ہو سکتا ہے لہذا موت بیان نہیں ہو سکتی اخبار میں بخلاف انشاء کے کہ وہ مردہ میں صحیح نہیں لہذا انشاء میں موت بیان ہوتی ہے قال لامتہ ان کان اول ولد تلدینہ ذکرا فانت

حرۃ فو ارث ذکرا او انثی و لم یدر الاول رق الذکر بکل حال و عتق نصف الام و الانثی لعتقہا بتقدیم الذکر و رقہا بعکسہ فیعتق نصفہا و یسعیان فی النصف ہیتقیا
کہا مالک نے اپنی حاملہ لونڈی سے کہ اگر تو پہلا بچہ مذکر جنے گی تو تو آزاد ہے پھر وہ مذکر اور مونث ساتھ ہی جنی اور معلوم نہین کہ پہلے مذکر جنی یا مونث تو ولد مذکر تو ہر حال
مین غلام ہی رہیگا خواہ مذکر کا اول تولد ہوا ہو خواہ مونث کا اسواسطے کہ اگر اول مذکر ہوا تو وہ مملوک ہوگا اسلیے کہ وقت تولد کے یا اسکی مملوکہ تھی اور وہ آزاد نہوگی
مگر بعد وضع حمل کے باعتبار شرط کے اور اگر اول مونث کا تولد ہوا تو نہ ماں اسکی آزاد ہوگی نہ مولود بسبب نہ پائے جانے شرط کے اور حسب صورت مذکورہ کسی کی معلوم تو ان دونون سے اسکی بیٹی بعینہ
نصف آزاد ہوگی بسبب آزاد ہونے دونون کے در صورت تقدم مذکر کے اور مملوک رہنے دونون کے در صورت تقدم مونث کے تو در صورت عدم ثبوت تقدم کے دونون نصف نصف آزاد ہونگی اور دونون
سعایت کرینگی اپنی نصف نصف قیمت مین شہد العتق احد مملوکیہ لوا یتہ لغت عند ابی حنیفۃ رح لکونہا علی عتق مبہم دو گواہون نے دو غلامون مین سے ایک کے آزاد کرنیکی گواہی دی
تو نزدیک امام اعظم کے یہ گواہی لغو ہے اگرچہ دونون گواہون نے دو لونڈیون مین سے ایک لونڈی کے بھی عتاق کی گواہی دی ہو اسواسطے کہ یہ گواہی عتق مبہم پر ہے اور عتق مجہول کی گواہی
لائق سماعت کے نہین الا ان تکون شہادتہما فی وصیتہ و منہا التدبیر فی الصحۃ و العتق فی المرض او طلاق مبہم فیقبل اجماعا اعتاق مبہم کی گواہی کسی صورت مین معمول
نہین مگر اسوقت مقبول ہے کہ دونون کی گواہی وصیت مین ہو اور وصیت مین داخل ہے صحت مین مدبر کرنا اور مرض الموت مین آزاد کرنا یا گواہی طلاق مبہم مین ہو تو
باجماع امام و صاحبین کے مقبول ہوگی ہم جبکہ تدبیر فی الصحۃ وصیت مین داخل ہوئی تو تدبیر فی المرض بطریق اولی وصیت مین داخل ہوگی بحر الرائق اور نہر الفائق مین گواہی وصیت کی
یون مثال دی ہے کہ دو گواہ گواہی دین کہ مالک نے اپنے مرض الموت مین دو غلامون مین سے ایک غلام کو آزاد کیا طحطاوی و محشی نے کہا تو اس مثال مین وصیت او عتق فی المرض مین کچھ فرق
نہین معلوم ہوتا اور ممکن ہے کہ وصیت سے یہ مراد ہو کہ اپنے غلام کے اعتاق کی وارثون کو وصیت کر جاوے اور مرض الموت کے اعتاق سے یہ مراد کہ خود آزاد کرکے مرے الا اصل ان
المبہم یحرم الفرج اجماعا فلا یشترط لہ الدعوی بخلاف العتق المبہم فلا یحرم عندہ لکن لم یجز ان یفتی بہ فلیحفظ اور طلاق مبہم و عتق مبہم مین اصل فارق یہ ہے کہ طلاق مبہم حرام
کر دیتی ہے شرمگاہ کو باجماع امام و صاحبین کے تو طلاق مبہم کی گواہی کے واسطے دعوے مشروط نہین اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہے نہ حق العباد اور حق اللہ
بلا شرط دعوی گواہی مقبول ہے بخلاف عتق مبہم کے کہ وہ محرم شرمگاہ کا نہین نزدیک امام کے لیکن اس مقام مین امام کے قول پر فتوی دینا جائز نہین کذا فی الہدایۃ
اسواسطے کہ مزید احتیاط تحریم مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کما لقیل لو شہد بعد موتہ انہ ای المولی قال فی صحتہ لقیدیہ احدکما حر قبلا الاصح لشیوع العتق فیہما
بالموت فصار کل خصما متعینا و صححہ ابن الکمال و غیرہ چنانچہ مقبول ہے گواہی اگر دو شاہدون نے گواہی دی بعد موت مولے کے کہ اسنے اپنی صحت مین کہا
تھا اپنے دو غلامون سے کہ ایک تم مین سے آزاد ہے گواہی مقبول ہوگی بنا بر قول اصح کے بسبب شائع ہو جانے عتق کے دونون غلامون مین مولی کی موت سے
یعنے جب تک مولی زندہ تھا تو شہادت مذکورہ مقبول نہ تھی اس سبب سے کہ دعوی صحیح نہ تھا اسواسطے کہ مدعی مجہول تھا معلوم نہ تھا کہ دونون مین سے کون آزاد ہے اور
جب مولے مر گیا تو دونون غلامون پر عتق پھیل گیا تو ہر غلام مدعی متعین ہو گیا اور تصحیح کی ہے اس قول کی ابن کمال وغیرہ نے لیکن فخر الاسلام اور صاحب کافی نے
اور شارحین نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے شہد العتقہ سالما ولا یعرفونہ عتق گواہی دی دو گواہون نے
کہ مولے نے اپنے سالم غلام کو آزاد کیا اور گواہ سالم کو پہچانتے نہین ہین تو سالم آزاد ہوگا بشرطیکہ مولی کے غلامون مین مسمی بہ سالم ایک ہی
غلام ہو و لو لہ عبدان کل اسمہ سالم و جحد فلا عتق کشہادتہما بعتقہ لعینۃ سماہا فنسیاہا اسمہا و لطلاق احدے زوجتیہ و سماہا فنسیاہا لم تقبل
الجہالۃ فتح اور اگر مولے کے دو غلامون کا نام سالم ہو اور مولے اعتاق کا منکر ہو تو گواہون کی گواہی اس گواہی سے کہ مولے نے
سالم کو آزاد کیا عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ دو گواہون کی ایسی گواہی کہ مولے نے معین لونڈی کا نام لیکر آزاد کیا اور گواہون کو اسکا نام
یاد نہ رہا یا دو عورتون مین سے ایک عورت کی طلاق کی گواہی دی جسکا زوج نے نام لیا تھا اور گواہ اسکو بھول گئے تو ایسی گواہی مقبول
ہوگی بسبب کیا جہالت کے کذا فی فتح القدیر

باب الحلف بالعتق

یہ باب ہے عتق کی قسم کھانے کے بیان میں حلف بفتح حا و سکون لام مصدر ہے بمعنی قسم کھانیکے اور حلف بمعنی عہد و پیمان کے ہے کذا فی العراج اور حلف سے مراد یہاں تعلیق ہے عتق کی اور اسمیں تعلیق بالولادہ کا عتق البعض میں اسواسطے مذکور ہوا کہ بصورت عدم علم شرط کے بعض عتق ہوتا ہے نہ کل کذا فی المنح قال ان دخلت الدار فکل مملوک لی یومئذ حر عتق من له حین دخوله ولو لیلا سواء ملکه بعد حلفه او قبله لان المعنی یوم اذ دخلت فاعتبر بلکه وقت دخوله کما قائل نے کسی مخاطب سے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو جو میرا مملوک ہوگا اسدن سو آزاد ہے تو آزاد ہوجاویگا جو لونڈی یا غلام کہ متکلم کا مملوک ہوگا مخاطب کے داخل ہونیکے وقت اگرچہ مخاطب شب کو گھر میں داخل ہوا ہو خواہ وہ مملوک کا بعد تعلیق کے ہوا ہو یا قبل تعلیق کے اسواسطے کہ معنی یومئذ کے یہاں یہ ہیں کہ جس روز کہ تو گھر میں داخل ہوگا تو وقت دخول مخاطب کے ملک متکلم کی معتبر ہوئی تو گویا یون متکلم نے کہا کہ وقت دخول کے جس غلام اور لونڈی کا میں مالک ہونگا وہ آزاد ہے ہم مملوک لونڈی اور غلام دونوں کو شامل ہے چنانچہ لفظ آدمی کا کذا فی الذخیرہ اور یوم اس مثال میں بمعنی مطلق وقت کا ہے لہذا داخل لیل سے بھی عتق ثابت ہوگا ولذا لو لم یقل یومئذ عتق من له وقت حلفه فقط کقوله کل عبد لی او املکه حر بعد غد او بعد شهر اعتبر وقت حلفه لان لی او املکه للحال فلا یتناول الاستقبال بلا دلیل و لو لم یملک شیئا یوم حلفه لغی یمینه اور چونکہ مثال سابق یوم دخول سے ملک معتبر ہوئی لہذا اگر مولے یومئذ کا لفظ نہ کہتا تو وہی فقط غلام آزاد ہوتا جو تعلیق کے وقت اسکا مملوک تھا چنانچہ یہ قول مولے کا کہ جو غلام کہ میرا ہے وہ پرسوں آزاد ہے یا جس غلام کا کہ مالک ہوں وہ پرسوں یا بعد مہینے کے آزاد ہے تو اس مثال میں معتبر ہوگی ملکیت مولی کی اسکے قسم کھانیکے وقت اسواسطے کہ لفظ لی اور املک موضوع ہے زمانہ حال کے واسطے اسلیئے کہ متعلق ہے ثابت کا اور ثابت اسم فاعل ہے اور اسم فاعل واسم مفعول میں مذہب مختار یہ ہے کہ وہ حال کے واسطے ہے اور صیغہ فعل کا اگرچہ حال و استقبال دونوں میں شامل ہوتا ہے لیکن غالب استعمال عرفا اور شرعا اور لغۃ زمانہ حال ہی مراد ہوتا ہے تو قول مذکور شامل نہوگا استقبال کو یہانتک کہ اگر متکلم مالک نہوگا کسی غلام کا تعلیق کے دن تو اسکی تعلیق لغو ہوجاویگی اور جس غلام کو کہ بعد تعلیق کے مالک ہوگا وہ ہرگز آزاد نہوگا و بحل کل عبد لی واملکه حر بعد موتی من کان له مملوک یوم قال هذا القول اور اس غلام سے کہ جو میرا غلام ہے یا جس غلام کا میں مالک ہوں وہ بعد میری موت کے آزاد ہے تو مدبر ہوجاویگا جو غلام کہ اسکا مملوک ہوگا اسدن جسدن یہ قول اسنے کہا اسواسطے کہ اسم فاعل اور مضارع زمانہ حال کے واسطے ہے لا یکون مدبرا مطلقا بل مقیدا من ملکه بعده ولکن ان مات عتق من الثلث لتعلیقه بالموت فیصیر وصیة اور جس غلام کا کہ مولی مالک ہوگا بعد تعلیق مذکور کے وہ غلام مدبر مطلق نہوگا بلکہ مدبر مقید ہوگا لیکن اگر مولی بعد اس تعلیق کے مرجاویگا تو دونوں غلام یعنی جو مملوک تھا قبل تعلیق کے اور جو مملوک ہوا بعد تعلیق کے آزاد ہوجاوینگے طرفین کے نزدیک ثلث مال سے بسبب تعلیق کرنے مولی کے موت پر تو یہ تعلیق وصیت ہوگئی اور وصیت نہیں واقع ہوتی مگر بعد موت کے خلاصہ یہ ہے کہ جو غلام مملوک تھا قبل تعلیق کے وہ تو بسبب صیغہ حال کے آزاد ہوگیا اور جو غلام کہ بعد تعلیق کے مملوک ہوا وہ باعتبار صیغہ کے آزاد نہیں ہوا کہ صیغہ میں مراد الاستقبال لازم آوے بلکہ ایجاب عتق ہوا بطریق وصیت کے ولہذا ثلث مال سے معتبر ہوا اور وصیت حال و استقبال دونوں کو شامل ہے لہذا اگر کوئی ثلث مال کی وصیت کریگا اور حال انکہ وہ مفلس ہو اور بعد وصیت کے وہ مالدار ہو اور مرجاوے تو وصیت اسمیں جاری ہوگی کذا فی الدرر وحاشیۃ المدنی المملوک لا یتناول الحمل لانه تبع لامه لفظ مملوک کا شامل نہیں حمل کو اسواسطے کہ جنین تابع ہے اپنی مان کا یعنی مملوک سے متبادر وہ ہے جو بالقصد مملوک ہوا اور جنین بالتبع مملوک ہے نہ بالقصد فلا یعتق حمل جاریته من قال کل مملوک لی ذکر فهو حر و لو لم یقل ذکر دخل الحامل فیعتق الحمل تبعا تو نہ آزاد ہوگا حمل اس مولی کی لونڈی کا جسنے یون کہا کہ جو میرا مذکر مملوک ہے وہ آزاد ہے اسواسطے کہ لفظ مملوک کا حمل کو شامل نہیں ہے اگر مولی لفظ ذکر کا نکہتا یعنی فقط اسی قدر کہتا کہ جو میری مملوک ہے وہ آزاد ہے تو حاملہ لونڈی بھی عتق میں داخل ہوجاتی تو جنین بھی تابع اپنی مان کا ہوکر آزاد ہوجاتا شارح کے کلام سے ثابت ہوا کہ لفظ مملوک کا لونڈیون کو بھی شامل ہے چنانچہ اسکا بیان ذخیرہ سے منقول ہوچکا وکذا لفظ المملوک و العبد لا یتناول المکاتب و المشترک بل یتناول المدبر و المرهون والماذون علی الصواب اور اسی طرح لفظ مملوک کا شامل نہیں مکاتب اور عبد مشترک کو اور شامل ہے غلام مدبر اور مرہون اور ماذون فی التجارۃ کو بنا بر قول درست کے شارح قول درست کے کہنے سے مجتبی کی عبارت کو رد کیا جنہوں نے کہا ہے کہ لفظ مدبر اور مرہون اور ماذون کو لفظ مملوک کا شامل نہیں ہے لو نوی الذکور اولم ینو المدبر یدق اور اگر مولی نے کہا کہ ہر مملوک

آزاد ہے اور مملوک سے نیت فقط غلاموں کی کی نہ لونڈیوں کی یا غلام بری کی نیت نہ کی تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر استعمال کے مخالف ہے اور دیانۃً اسواسطے تصدیق ہوگی کہ تخصیص عام کو لفظ محتمل ہے و فی ہمالیکی کلہم احرار لم یدین لدفع احتمال لاختصاص بالتاکید اور اس قول میں کہ میرے مملوک بالکل آزاد ہیں اگر فقط ذکور کی نیت کریگا تو دیانۃً بھی اسکی تصدیق نہ ہوگی بواسطے دور ہوجانے احتمال اختصاص کے بسبب تاکید کے یعنے جب عام کی تاکید ہوگئی تو اب تخصیص عام کا احتمال نہ باقی رہا لہذا دیانۃً بھی تصدیق نہ ہوگی سب غلام اور لونڈیاں اسکی آزاد ہوجاوینگی فروع مسائل ملحقہ شارح کے حلف ان لا یعتق عبدہ فکاتب او اشتری قریبا او اشتری العبد نفسہ حنث قسم کھائی مولی نے کہ اپنے غلام کو نہ آزاد کریگا پھر اسنے اپنے غلام کو مکاتب کیا یا اسنے قریب محرم کو خرید کیا یا غلام نے خود اپنی ذات کو مولی سے مول لیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اسواسطے کہ کتابت کے بعد حصول بدل کتابت کے عتق ہے اور خرید کرنا قریب محرم کا سبب ہے عتق کا اور غلام کو خود غلام کے بیع کرنا اعتاق ہے ان لم ابعک فانت حر فباعہ فاسدا عتق وصحیحا لا اگر مولے نے غلام سے کہا کہ اگر تجھکو میں بیچوں تو تو آزاد ہے پھر اسکو بیچا بیع فاسد کر تو وہ آزاد ہوگا اور اگر بیچا بیع صحیح کر تو آزاد نہوگا اسلیے کہ بیع فاسد کے بعد ملک بائع کی ضائع نہیں ہوتی بدون تسلیم کے تو شرط عتق کی مولی کی ملکیت میں پائی گئی لہذا وہ آزاد ہوجاویگا اور بیع صحیح میں بائع کی ملک باقی نہیں رہتی تو شرط عتق کی اسوقت پائی گئی جبکہ مولی کی ملک باقی نرہی لہذا وہ آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی نا قلا عن المبسوط ان دخلت دار فلان فانت حر فشہد فلان مع اخر انہ دخل عتق مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید کے گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ غلام زید کے گھر میں داخل ہوا تو غلام آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ دخول فعل غلام کا ہے نہ صاحب خانہ کا کہ وہ گواہی میں متہم ہو و فی ان کلمتہ لا لانہا علے فعل نفسہ اور اس قول میں کہ مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید سے کلام کریگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ غلام نے زید سے کلام کیا تو غلام نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ گواہی زید نے اپنی ذات کے فعل پر دی لہذا مقبول نہوگی باقی رہی گواہی ایک آدمی کی اسکا شرع میں اعتبار نہیں ولو شہد ابنا فلان انہ کلمہ ابوہما جازت بان جحد او راگر مثلاً زید کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ غلام نے کلام کیا انکے باپ سے تو گواہی انکی درست ہوگی اگر باپ انکا منکر ہو کلام کرنے کا اسلیے کہ بیٹوں کی گواہی برخلاف باپ کے درست ہے محل تہمت نہیں و کذا ان ادعاہ عند محمد والا ولا لثانی اور اسیطرح باپ اگر دعوی کرے تو بھی بیٹوں کو گواہی جائز ہے نزدیک محمد کے اسواسطے کہ اس دعوی میں باپ کو کچھ منفعت نہیں و ابو یوسف نے بیٹوں کی گواہی کو درصورت دعوی باپ کے باطل کیا

باب العتق علے جعل

بالضم فیح المال یہ باب ہے عتق کا بشرط مال کے جعل بالضم جیم بمعنی مال ہے اور بفتح جیم کا لغت قلیل ہے جعل اس مال کو کہتے ہیں جو انسان کو کسی فعل کے واسطے مقرر کیا جاوے اور جعالۃ بالکسر و جعلیۃ بھی اسیکے مانند ہے کذا فی الصحاح اعتق عبدہ علی مال صحیح معلوم الجنس والقدر فقبل العبد کل المال فی المجلس لعم مجلس علمہ فما عتق وان لم یود لانہ معلق علی القبول لا الاداء کہ ہنی لو رد او اعرض بطل آزاد کیا مولے نے اپنے غلام کو صحیح مال پر جسکی جنس اور قدر معلوم ہے سو قبول کیا غلام نے سب مال کو مجلس میں مجلس عام ہے مجلس خطاب کو اگر غلام حاضر ہوا ور اسکے علم کی مجلس کو اگر وہ غائب ہو تو غلام مجرد قبول کے آزاد ہوجاویگا اگرچہ اسنے مال ہنوز آزاد نہیں کیا اسواسطے کہ عتق قبول پر معلق ہے نہ ادا پر یہانتک کہ اگر غلام اس کلام کو رد کرے یا اس سے اعراض کرے یعنے بلا قبول اٹھ کھڑا ہو مجلس سے تو عتق باطل ہوجاویگا بسبب نہ پائے جانے قبول کے اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہے مال کا بغیر مال کے اسواسطے کہ غلام اپنی ذات کا مالک نہیں اور معاوضہ قبول عوض کا ضرور ہے جیسے بیع میں کذا فی الدرر مال صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ بعوض خمر یا خنزیر کے عتق صحیح نہیں مسلم کے حق میں و رلفظ مال شامل ہے اسباب اور حیوان اور کیل اور موزون کو بشرطیکہ معلوم الجنس ہو اور جہالت وصف کی مضر نہیں اسواسطے کہ کمتر جہالت ہے کذا فی الدرر و شرح ابی المکارم وان علقہ بادائہ کان ادیت فانت حر صار ماذونا دلالۃ اور اگر معلق کیا عتق کو مال کے ادا کرنے پر چنانچہ یوں کہا کہ اگر تو اسقدر مال ادا کریگا تو تو آزاد ہے تو غلام ماذون فی التجارۃ ہوگا باعتبار دلالت حال کے اسواسطے کہ مولے نے غلام کو ادا کرنیکی رغبت دلائی اور مال بدون کسب اور تجارت کے

حاصل نہین ہوتا تو گویا اُسنے تجارت کی اجازت دی کذا فی الزیلعی وہل یصح حجرہ تردد فیہ فی البحر اور بعد اسکے کہ غلام کو روکنا تجارت سے جائز ہی یا نہین اسکے جواب مین
بحر الرائق مین تردد کیا ہی نہ اسکے حکم مین صریح روایت پائی نہ قواعد مذہب سے استخراج کیا اور محشیون نے بھی ہمین قول فیصل نہین ذکر کیا واللہ اعلم لا مکاتبا لانہ
صریح فی تعلیق العتق بالاداء وہو ینافی الکتابۃ فی عشرین مسئلۃ ذکر منہا تسعۃ اداے مال کی تعلیق سے غلام ماذون ہوگا نہ مکاتب ہوگا اسواسطے کہ قول مذکور مین اداے
مال پر تعلیق عتق کی صریح ہی بخلاف کتابت کے کہ اسمین تصریح عتق کی نہین ہوتی بلکہ کتابت مین مولی یون کہتا ہی کہ مین نے تجکو مکاتب کیا ہزار درم پر مثلاً اور وہ یعنے جس غلام کا عتق اداے
مال پر معلق ہو وہ مخالف ہے مکاتب سے بیس مسئلون مین انمین سے نو مسئلون کو ماتن نے ذکر کیا اور باقی مسائل کو شارح نے ماتن کی عبارت کے ساتھ ملا جلا کر بسبب کثرت کے ذکر
کر دیا مترجم شمار مسائل کے واسطے ہر مسئلہ پر ہندسہ عدد کا واسطے اختصار کے رقم کریگا فقال فلا یتوقف عتقہ علی قبولہ اسواسطے کہا ۱ تو موقوف نہین عتق غلام کا اسکے
قبول پر یعنے اگر بلا قبول مال کو ادا کریگا تو آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اسکا قبول کرنا شرط ہی ولا یبطل بردہ ۲ اور باطل نہوگا عتق غلام کے رد کرنے سے بخلاف مکاتب کے
وللمولی بیعہ قبلہ ای قبل وجود شرطہ وہو الاداء ۳ اور مولی کو جائز ہی بیع کرنا اُس غلام کا قبل وجود عتق کی شرط کے اور وہ شرط کیا ہی اداے مال ہی بخلاف مکاتب کے کہ بدون عجز اداے
بدل کتابت کے اسکا بیع کرنا مولی کو جائز نہین ولو باعہ ثم اشتراہ ہل یجب قبول المال لا بر حسام ۴ اور اگر مولی اسکو بیچے پھر اسکو خرید کرے کیا واجب ہی قبول کرنا اُس
مال کا جسکو غلام لاوے اسمین اختلاف ہی ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا واجب ہی اور محمد کے نزدیک واجب نہین لیکن اگر مولی مال کو قبض کریگا تو بالاتفاق آزاد ہوگا بخلاف
مکاتب کے کہ اسکے مال کے وجوب قبول مین اختلاف نہین کذا فی منح الغفار ویعتق بالتخلیۃ بحیث لو مد یدہ للمال اخذہ ۵ اور آزاد ہوگا غلام مال کو آگے رکھدینے سے
اسطرح پر کہ اگر مولی ہاتھ اپنا بڑھا دے تو مال کو اٹھا لے ہم مکاتب بھی تخلیہ مال سے آزاد ہوجاتا ہی کذا فی الزیلعی تو دونون مین کچھ فرق نہوا تو اسکا ذکر یہان بے موقع ہوا کذا
فی حاشیۃ المدنی ولو ادی عنہ غیرہ تبرعا او امر غیرہ بالاداء فادی لا یعتق لان الشرط اداؤہ ولم یوجد کما لا یعتق لو قید بدراہم فادی دنانیر او بکیس ابیض فدفع
فی کیس اسود او بہذا الشہر فدفع فی غیرہ ۶ اور اگر مال ادا کیا غلام کی طرف سے کسی غیر شخص نے بطریق احسان کے ۷ یا غلام نے غیر شخص کو ادا کرنے کا امر کیا سو اسنے
ادا کر دیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی خود غلام کا ادا کرنا تھا سو پایا نگیا ۸ چنانچہ غلام آزاد نہوگا اگر مولے نے اداے مال مین دراہم کی قید لگائی پھر غلام نے
دینار ادا کیے ۹ یا مولے نے مثلاً ہزار درم دینے کی سفید تھیلی مین قید لگائی سو غلام نے ہزار درم سیاہ تھیلی مین دیے ۱۰ یا مولے نے اس مہینے مین ادا کرنیکی شرط کی تھی
سو غلام نے دوسرے مہینے مین مال ادا کیا سو ان چارون مسائل مین غلام آزاد نہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط مذکورہ کے بخلاف مکاتب کے کہ وہ چارون صورتون مین
آزاد ہوگا بسبب حاصل ہونے مقصود بدل کتابت کے او حط البعض فطلبہ فادی الباقی ۱۱ یا مولے نے مال معین سے کچھ کم کر دیا یا غلام کی درخواست سے
باقی مال کو اُسنے ادا کیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی کل مال تھا نہ بعض بخلاف کتابت کے کہ مکاتب باقی دینے سے آزاد ہوگا وکذا لو ابراہ ۱۲ اور اسی طرح غلام
آزاد نہوگا اگر مولی مال کو معاف کریگا بخلاف مکاتب کے کہ وہ معاف کرنے سے آزاد ہوتا ہی انتہی اسکا ذکر بھی یہان بے موقع ہی اسواسطے کہ ابرا نہین ہوتا مگر دین
مین اور یہان غلام مذکور پر دین کہان ہی جو ابرا کی گنجایش ہو کذا فی منح الغفار او مات المولی وادی الی الورثۃ لعدم الشرط بل العبد باکسابہ للورثۃ ۱۳ یا مولی
مرگیا اور غلام نے مال معین وارثون کو ادا کیا تو آزاد نہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط کے اسواسطے کہ شرط یہ تھی کہ مولے کو دیوے بلکہ غلام اور غلام کا کمایا
ہوا مال وارثون کا مملوک ہی تو غلام بیچا جاویگا بخلاف مکاتب کے کما لو مات العبد قبل الاداء فترکتہ للمولی ۱۴ چنانچہ اگر غلام مرجاوے قبل ادا کرنے مال معین کے
تو ترکہ اُسکا مولی کا ہوگا اور اس مال سے غلام میت کے آزاد ہونیکے واسطے نہ ادا کیا جاویگا بخلاف مکاتب کے بل لہ اخذ ما ظفر بہ او فضل عندہ من
کسبہ ۱۵ بلکہ مولے کو جائز ہی کہ قبل ادا کرنے مال کے جو مال کہ غلام کا پاوے سو لیوے بخلاف مکاتب کے ۱۶ یا کمائی غلام کی جو زیادہ ہوا اُسکی حاجت
سے اُسکے پاس اُسکا لینا بھی جائز ہی بخلاف مکاتب کے ولو ادی من کسب قبل التعلیق عتق ورجع السید بمثلہ علیہ ۱۷ اور اگر مال معین کو غلام نے
ادا کیا اُس کمائی سے جو قبل تعلیق عتق کے تھی وہ آزاد ہوجاویگا اور اتنا مال غلام سے مولے پھیر لیگا بخلاف مکاتب کے کہ قبل کتابت کے

کیا اس لیے کہ وہ آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ مال مولے کی ملک ہے و تعلق اداؤہ بالمجلس ان علق بان او اذا ۸ ۱ اور متعلق ہوگا ادا کرنا مال کا مجلس ایجاب
یا مجلس علم مین اگر مولے نے تعلیق بلفظ ان شرطیہ کی ہو اسواسطے کہ تخییر ہے تو مجلس ہی پر موقوف ہوگی اور اگر تعلیق بلفظ اذا او متی کی تو ادا کرنا مال مجلس پر
مخصوص نہوگا بخلاف مکاتب کے ولا یتبعہ ولدہ بخلاف المکاتب فی الکل ۹ ۱ اور تابع اسکی نہوگی اولاد اسکی عتق مین یعنی اگر لونڈی کا عتق ادا کرنا مال پر معلق ہو پھر اولاد جنے پھر مال کو ادا
کرے تو اسکی اولاد نہ آزاد ہوگی اسواسطے کہ وقت ولادت کے لونڈی پر کتابت کا حکم نہین کیا وا ابھی اسکے ساتھ ہو جاوے بخلاف مکاتب کے جمیع مسائل سابقہ
مین چنانچہ مترجم نے ہر مسئلہ مین اسکی تصریح کردی وہو ای المال دین صحیح یصح التکفیل بہ بخلاف بدل الکتابۃ فانہ لا یصح الکفالۃ بہ بہذا الموقتیۃ عشرین
۲۰ اور وہ یعنی مال مذکور دین صحیح ہے تو کفالت اسکی جائز ہوگی بخلاف بدل کتابت کے کہ اسکی کفالت صحیح نہین اسواسطے کہ بدل کتابت عجز سے ساقط ہوجاتا
ہے اور یہ مسئلہ اپر اکرنے والا ہے بعض مسائل کا شارح کو مناسب تھا کہ بجائے عشرین کے عشرون کہتا اسواسطے کہ مفعول ہے ہونیکا محل ہے جو اتنے مال معلق کو دین صحیح کہنا
صحیح نہین اسواسطے کہ قبل حکم قاضی کے یہ مال دین نہین ہے کیونکہ مولے نے اس مال کو اپنے غلام پر واجب نہین کیا بلکہ بطریق تعلیق ذکر کیا اور بعد ادا کے بھی دین نہین ہے اسلئے کا بیان ذکر
کرنا ہی غلط ہے بلکہ اسکا محل ذکر اوائل میں تھا جہان عتاق علے المال مذکور ہوا چنانچہ صاحب بحر اور نہر نے ذکر کیا ہے اسلیے کہ اعتاق علی المال مین مجرد قبول کے غلام آزاد
ہوجاتا ہے اور آزاد پر دین کا ہونا صحیح ہے تو کفالت بھی اسکی جائز ہے بخلاف بدل کتابت کے کہ وہ دین صحیح نہین اسواسطے کہ مکاتب ابھی تو آزاد نہین کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحلبی
وزاد فی الذخیرۃ ولو علقہ بالف فاستقرضہا ودفعہا دفع او لا و عتق ورجع المقرض علی المولے الان عزناہ الماذون احق بمالہ حتی تتم دیونہم اور مسائل مذکورہ پر دو مسئلے اور
زیادہ کیے جاتے ہین جو ذخیرہ مین مذکور ہین کہ اگر عتق غلام کا معلق کیا مولے نے ہزار پر پھر غلام نے ہزار قرض لیے اور اپنے مولے کو دیے تو غلام آزاد ہوجاویگا اور قرض
دینے والا مولے سے ہزار پھیر لیگا اسواسطے کہ قرض دینے والے غلام ماذون کے غلام کے مال پر احق ہین تاوقتیکہ انکے دیون تمام ہوں ولو استقرض الفین فدفع الیہ الفا
الا اخری فللغرماء مطالبۃ المولے بہا المنعہ لعتقہ من بیعہ بہ بینہ اور اگر غلام مذکور نے دو ہزار قرض لیے سو ایک ہزار مولے کو دیے اور ایک ہزار خود رکھ لیا تو قرض
دینے والے کو مولے سے دونوں ہزار کا مطالبہ جائز ہے اسواسطے کہ مولے نے بسبب اعتاق غلام کے دین کی بیع سے روک دیا یعنی اگر غلام آزاد نہوا ہوتا تو
قرض دینے والا اپنے دین کے واسطے غلام کو بیچ لیتا اور اب غلام آزاد ہے تو وہ بیچ نہین سکتا اور چونکہ سبب عتق کا مولے ہے لہذا وہ اپنے دین کا مطالبہ
مولے سے کریگا ولو قال انت حر بعد موتی بالف ان قبل بعدہ ای بعد موتہ عتقہ بعد ذلک وارثہ او وصیہ او قاض عند امتناع الوارث ہو الاصح لان
المیت لیس باہل للاعتاق عتق والا فلا والولاء للمیت اور اگر مولے نے کہا اپنے غلام سے کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد بعوض ہزار درہم
اگر غلام نے ہزار درہم کو قبول کر لیا بعد موت مولے کے اور بعد اس قبول کے مولے کے وارث یا وصی یا قاضی نے امتناع وارث کے وقت غلام کو آزاد کر دیا تو
غلام آزاد ہوجاویگا ہزار درہم پر اور یہی قول اصح ہے مولی کو آزاد کرنا کافی نہین اسواسطے کہ مردہ آزاد کرنیکے لائق نہین اور وارث غلام کی میت کے واسطے ہو تو
مذکور مولے کے وارث ہونگے عورتوں کو وراثت نہ ملیگی اور اگر میت کا وارث نہ ملنے والوں کو ملتی تو عورت مرد سب وارث ہوتے کذا فی حاشیۃ الطحاوی عن البحر او قبول غلام
بعد موت مولے کے اسواسطے مشروط ہوا کہ ایجاب عتق کا بعد موت کیطرف مضاف ہوا تو اگر مولے کی حیات مین قبول معتبر ہوتا تو قبول مقدم ہوتا ایجاب پر اور یہ بالاتفاق صحیح
نہین ہے یہ بھی مشروط ہے کہ بعد موت مولی کے فی الفور غلام قبول کرے تب آزاد ہوگا کذا فی فتح القدیر والا یوجد کلا الامرین لا العتق بذلک اور اگر دونوں امر پائے جاوین
یعنی بعد موت مولی کے غلام ہزار درہم کو مثلاً فوراً نہ قبول کرے یا وارث وغیرہ نہ آزاد کرین اسکو تو فقط اس مولے کے قول سے غلام آزاد نہوگا ولو حررہ علی خدمتہ حولا
فقبلا کاملۃ عتقہ علی ان تخدمنی سنۃ فقبل عتق فی الحال اور اگر آزاد کیا غلام کو اسکی ایک سال کی خدمت پر مثلاً چنانچہ یون کہا کہ مین نے تجھکو آزاد کیا اس
کہ تو سال بھر میری خدمت کرے سو غلام نے اسکو قبول کیا تو فی الحال آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ علی الشیٔ قبول مجلس پر شرط ہے ولو ان خدمتنی
سنۃ فانت حر لا یعتق الا بالشرط فلو خدم اقل منہا او خدمہ عنہا او قال ان خدمتنی واولادی فمات بعض اولادہ لا یعتق لان الی التعلیق

وعلى للمعاوضة اور موسے کے اس قول مین کہ اگر تو میری خدمت سال بھر کرے تو تو آزاد ہے تو غلام آزاد نہوگا بدون پائے جانے شرط کے یعنے خدمت
یکسالہ سو اگر غلام موسے کی خدمت سال بھر سے کم کریگا یا بعوض خدمت کے موسے کو مال دیگا یا موسے نے غلام سے یون شرط کی کہ اگر تو میری اور میری اولاد کی خدمت کرے
تو تو آزاد ہے پھر اُسکی اولاد سے کوئی مرگیا تو ان تینون صورتون مین آزاد نہوگا اسواسطے کہ ان شرط تعلیق کے واسطے موضوع ہے اور علی معاوضہ کے واسطے اور تعلیق مین بدون
وجود شرط معلق علیہ کے معلق نہین ہوتا اور معاوضہ یعنے مبادلہ مین فقط قبول کرنا کفایت کرتا ہے چنانچہ جمیع عقود معاوضات کا یہی حکم ہے وخدمه الخدمة المعروفة بين
الناس مدته ایا کانت اور جب خدمت پر عتق ٹھہرے تو غلام مولے کی وہ خدمت کرے جو لوگون مین معروف اور مروج ہے بقدر مدت مقرری کے جتنی مدت ہو فان
جهلت او مات ولو حکما کعمی او مولاه قبلها پھر اگر مدت خدمت کی مجہول ہے یا غلام قبل خدمت کے مرجاوے اگرچہ موت حکمی ہو چنانچہ اندھا ہو جانا یا موسے مرجاوے تو حکم
اندھے کو بجاے میت کے قرار دینا یہ تجویز ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب کی لیکن شارح نے بطور روایت کے ذکر کیا کذا فی حاشیة المدنی ولو خدمه بعضها فبحسابه
اور اگر غلام نے کچھ تھوڑی مدت خدمت کرکے مرگیا تو اُسکے موافق حساب کیا جاویگا مثلاً چار برس کی خدمت پر عتق ٹھہرا تھا سو غلام ایکسال خدمت کرکے مرگیا تو شیخین
کے نزدیک چار حصہ وضع کرکے پونے قیمت غلام کی اُسپر لازم آویگی اور محمد کے نزدیک تین سال کی خدمت کی قیمت اُسپر لازم ہوگی کذا فی البحر عن شرح الطحاوی تجب قیمته فتوخذ منه
للورثة او من ترکته للمولی وعند محمد تجب قیمة خدمته وبه ناخذ حاوی اگر قبل خدمت کے غلام یا مولی مرگیا تو امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قیمت غلام کی
واجب ہوگی سو اگر مولی مرگیا ہے تو غلام سے اُسکی قیمت وارثون کے واسطے لیجاوے اور یا غلام مرگیا ہے تو اُسکے ترکہ سے مولے کے واسطے قیمت مذکورہ لیجاوے اور محمد
کے نزدیک غلام کی قیمت واجب نہین بلکہ اُسکی خدمت کی قیمت واجب ہے اور یہی روایت خوب او مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی القدسی ولا نفقة عیاله ونفقته اعلی
مولاه فی المدة کالموصی له بالخدمة او یکتسب للانفاق حتی یستغنی ثم یخدم المولی کالمعسر فی البحر للثانی والمصنف الاول اور کیا نفقہ غلام کی عیال کا اگر وہ
محتاج ہون خدمت کی مدت مین اُسکے مولے پر ہے جیسے اُس غلام کا نفقہ مولے پر ہے جسکو مولے نے خدمت مین دیا کسی غیر شخص کے یا غلام اول کسب کرے
عیال کی نفقہ رسانی کے واسطے یہان تک کہ کسب کی حاجت نرہے پھر خدمت کرے مولی کی مدت معین تک جیسے مفلس غلام کا عتق مال پر ٹھہرے تو مقدور ہونے
تک اُسکو مہلت ملتی ہے بحر الرائق مین امر ثانی کو تجویز کیا ہے یعنے کسب کو خدمت پر مقدم کیا ہے بقیاس غلام مفلس کے اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین امر اول کو تجویز
کیا ہے یعنے مولے پر اُسکا اور اُسکے عیال کا نفقہ واجب ہے بقیاس وصیت خدمت کے محشی حلبی نے کہا کہ ظاہر قیاس صاحب بحر کا صحیح ہے لہذا صاحب نہر نے بھی اُسکو مسلم رکھا ہے اور قیاس
مصنف کا وصیت کی خدمت پر قیاس مع الفارق ہے اسواسطے کہ وصیت کی خدمت غلام بلا عوض کرتا ہے لہذا اُسکا نفقہ مولے پر واجب ہے اور یہان بعوض کی خدمت یعنے اپنی
گلو خلاصی کے کرتا ہے تو مانند مستاجر کے ہوا البیع عبد عنه بعین کبعتک نفسک بهذا العین فهلکت او استحقت تجب قیمته وعند محمد قیمتها چنانچہ غلام کو بیچا خود غلام
سے بعوض کسی چیز معین کے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تیری ذات کو تیرے ہاتھ بیچا بعوض اس گھوڑی کے مثلا سو قبول کرلیا غلام نے پھر وہ گھوڑی
یا لونڈی ہلاک ہوگئی یا کسی غیر شخص کی مملوک نکلی تو غلام کی قیمت غلام پر واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک گھوڑی یا لونڈی کی قیمت واجب ہوگی ولو قال
رجل لمولی امة اعتق امتک بالف علی ان تزوجنیها ان فعل العتق وابت النکاح عتقت مجانا ولا شی له علی مره لصحة اشتراط البدل علی الاجنبی
فی الطلاق لا فی العتاق اور اگر کہا ایک مرد نے لونڈی کے مالک سے کہ آزاد کردے اپنی لونڈی کو بعوض ہزار درہم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھ اُسکا نکاح کردینا
اگر موسے نے اُسکو آزاد کردیا اور عورت نے نکاح سے انکار کیا تو وہ مفت آزاد ہو جاویگی اور آزاد کرنے والے پر کچھ دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ شخص غیر پر عوض کا
شرط کرنا طلاق یعنے خلع مین صحیح ہے نہ عتاق مین ہم اگر عورت اس مرد سے نکاح کریگی تو ہزار درہم اُسکی قیمت اور اُسکے مہر مثل پر تقسیم ہونگے تو جسقدر قیمت کے درہم
ہونگے وہ ساقط ہو جاوینگے اور جسقدر مہر مثل کے مقابلہ مین پڑینگے وہ مرد پر لازم ہونگے کذا فی فتح القدیر تو انکار نکاح کی قید بیفائدہ ہے لونڈی نکاح کرے
یا نکاح سے انکار کرے بہر صورت مفت آزاد ہوگی آزاد کرنے والے پر کچھ لازم نہوگا ولو زاد لفظ عنی قسم الالف علی قیمتها ومهر مثلها فحصتها

الشراء اقتضاء ولذا اجب حصتہ ما علم اسے القیمۃ وسقط حصۃ المہر اور آزاد کرنے والے نے اگر قول مذکور میں لفظ عنی کا زیادہ کیا یعنے یوں کہا مولے سے اپنی
لونڈی کو آزاد کردے میری طرف سے عوض ہزار درہم کے شرط پر کہ میرے ساتھ اُسکا نکاح بھی کردے سو مولے نے لونڈی کو آزاد کردیا اور اُسنے نکاح سے انکار کیا تو ہزار درہم
تقسیم ہونگے لونڈی کی قیمت اور اُسکے مہر مثل پر بسبب متضمن ہونے اس کلام کے خریداری کو بنا بر اقتضا کلام کے گویا اُسنے یوں کہا کہ لونڈی مجھے میرے ہاتھ بیع کر اور اُسکو میری
طرف سے آزاد کر لیکن چونکہ قائل نے رقبہ کیساتھ اُسکے نکاح کو بھی ملایا اور ہزار درہم کو عوض مجموع کے مقابل کیا لہذا ہزار درہم مجموع پر منقسم ہونگے اور اسی واسطے قائل پر حصہ قیمت کا
جسکی تسلیم ہوئی واجب ہوا اور حصہ مہر کا ساقط ہوگیا بسبب عدم تسلیم کے فلو نکحت القائل فحصۃ مہر مثلہا من الالف مہرہا فیکون لہا فی وجہی ضم عنی وترکہ سو اگر آزاد
لونڈی نے مرد قائل سے نکاح کیا تو ہزار درہم سے اُسکے مہر مثل کا حصہ جسقدر ہوگا وہی اُسکا مہر ہوگا تو اُسیقدر عورت کا مہر ہوگا دونوں صورتوں میں لفظ عنی کے ملانے
اور اُسکے ترک کرنے میں ہم اگر قیمت لونڈی کی اور اُسکا مہر مثل دونوں برابر ہیں اسطرح کہ سو درہم کی اُنکی قیمت ہے اور اسیقدر کا اُسکا مہر مثل ہے تو ہزار درہم دونوں پر منقسم
ہونگے پانسو درہم قیمت کا حصہ ہوگا اور پانسو مہر مثل کا تو مسئلہ سابقہ میں یعنے جبکہ قائل نے لفظ عنی کا نہیں ملایا تو قیمت کا حصہ ساقط ہوگا اور مہر کا حصہ یعنے پانسو درہم
قائل پر واجب ہونگے اور جبکہ قائل نے لفظ عنی کا زیادہ کیا تو اُسپر پانسو درہم قیمت کے بابت مولے کو واجب ہونگے اور پانسو درہم مہر کے لازم آوینگے اور اگر قیمت اور مہر
مثل میں تفاوت ہوگا اسطرح کہ قیمت کے دو سو ہوں اور مہر کے ایک سو تو ہزار درہم کے دو ثلث قیمت پر اور ایک ثلث مہر پر منقسم ہوگا تو مسئلہ سابقہ میں حصہ قیمت کا
تو ساقط ہوگا اور حصہ مہر کا اُسپر لازم ہوگا اور مسئلہ لاحقہ میں دو ثلث مولے کے واجب ہونگے اور ایک ثلث عورت کے مہر کا وما اصاب قیمتہا فی الاولی ہدر وفی الثانیۃ
للمولی باعتبار التضمن للشراء وقد مر اور ہزار درہم سے جسقدر لونڈی کی قیمت کو پہونچا وہ مسئلہ اولے میں رائیگان گیا اسواسطے کہ وہ مفت آزاد ہوگئی اور
جسقدر اُسکی قیمت کو مسئلہ ثانیہ میں پہونچا وہ اُسکے مولے کا ہے باعتبار متضمن ہونے خریداری کے اور عدم تضمن کے کما مر فی فصلہ اعتق المولی امتہ علی ان تزوجہ
نفسہا فتزوجتہ فلہا مہر مثلہا وجوزہ الثانی اقتداء بفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام فی صفیۃ قلنا کان علیہ الصلوۃ والسلام مخصوصا بالنکاح بلا مہر آزاد کیا
مولے نے اپنی لونڈی کو اس شرط پر کہ اپنا نکاح مولی سے کرے سو اُسنے اپنی ذات کا نکاح مولے سے کیا تو اُسکا مہر مثل مولے پر لازم آویگا امام اعظم
اور محمد کے نزدیک اسواسطے کہ عتق مال نہیں اور مہر بدون مال کے نہیں ہوتا اور جائز رکھا ہے اس معاوضہ کو ابو یوسف نے باقتداء فعل آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے ام المومنین حضرت صفیہ میں ہم صحیحین میں بروایت انس رض کے حدیث ثابت ہے کہ حضرت صفیہ بنت حیی کو خیبر کے قیدیوں میں سے
حضرت نے اپنے واسطے اختیار کیا اور اُنکو آزاد کیا اور آپنے نکاح کیا اُنکے عتق کو اُنکا مہر قرار دیا شارح کہتا ہے ہم طرفین کی طرف سے ابو یوسف کو جواب دیتے
ہیں کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی مخصوص تھے ساتھ نکاح بلا مہر کے لیئے نکاح حضرت صفیہ کا بھی بلا مہر تھا نہ بعوض عتق کے اور امور مخصوصہ میں اقتدا جائز
نہیں فان ابت فعلیہا السعایۃ فی قیمتہا اتفاقا اور اگر بعد اعتاق کے بشرط مذکور کے آزاد لونڈی نکاح سے انکار کرے تو اُسپر اپنی قیمت کے ادا کرنے میں سعایت
واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے وکذا لو اعتقت المراۃ عبدا علی ان ینکحہا فان فعل فلہا مہرہا وان ابی فعلیہ قیمتہ اور اسی طرح اگر بی بی اپنے
غلام کو آزاد کرے اس شرط پر کہ بی بی سے وہ نکاح کرے تو اگر غلام بی بی سے بعد آزاد ہونے کے نکاح کریگا تو بی بی کا مہر اُسپر لازم ہوگا اور اگر نکاح سے
انکار کریگا تو اُسپر قیمت اپنی ادا کرنا واجب ہوگا ولو کانت المعتقۃ علی ذلک ام ولدہ فقبلت عتقت فان ابت نکاحہ فلا شیء علیہا لعدم تقوم
ام الولد اور اگر ام ولد آزاد ہو بشرط نکاح کے پھر اُسنے یہ شرط قبول کی تو آزاد ہو جاویگی پھر اگر ام ولد نے مولے کے نکاح سے بعد آزاد ہونے کے انکار
کیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا کذا فی النہایۃ اسواسطے کہ ام ولد لائق قیمت کرنے کے نہیں جو بقدر قیمت اُسپر سعایت لازم آوے فروع مسائل
ملحقہ شارح کے قال اعتق عنی عبدا وانت حر فاعتق عبدا بعینہ لا یعتق وفی الاولی یعتق لانہ ادخلہ فی ملکہ فیکون راضیا بالزیادۃ واما العتق [illegible]
لان کسبہ ملک للمولی مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ میری طرف سے آزاد کر غلام کو اور تو آزاد ہے تو یہ غلام ماذون فی التجارۃ ہوا اور یہ مولے کا غلام

آزاد کرنا اسپر لازم ہوا سواس غلام مخاطب نے عمدہ غلام مول لیکر آزاد کردیا تو یہ آزاد ہنوگا اور اسی طرح ناقص غلام کے آزاد کرنے سے بھی آزاد ہنوگا کذا فی البحر لیکن اگر یہ ادرموسے کے اس قول میں کہ مجکو ایک غلام دیدے ادر تو آزاد ہے سو اُسنے عمدہ غلام لادیا تو غلام مخاطب آزاد ہوگا اسواسطے کہ عمدہ غلام کو اُسنے موسے کے ملک میں داخل کردیا تو موسے راضی ہوگا زیادتی ملک سے اور عمدہ غلام کا آزاد کرنا تو اُسکو بالکل موسے سے نکالنا ہے اسواسطے کہ غلام مخاطب جب مملوک ہے موسے کا تو مال جید کے اخراج سے موسے کیونکر راضی ہوگا

باب التدبیر

یہ باب ہے تدبیر کے احکام میں یعنے غلام کے مدبر کرنیکے احکام میں زندگی کے اعتاق کے بعد اعتاق ابعد الموت کو شروع کیا اور استیلاد پر تدبیر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تدبیر غلام اور لونڈی دونوں کو شامل ہے بخلاف استیلاد کے کہ وہ فقط لونڈی پر مخصوص ہے ہو لغۃ الاعتاق عن دبر ہو ما بعد الموت وہ یعنے تدبیر لغت میں عبارت ہے اعتاق عن دبر سے یعنے بعد مرنیکے آزاد کرنا تدبیر کی اصل دبر ہے اور دبر بضم اول و سکون ثانی و بضمتین ضد ہے قبل کی قُبل آگا اور دبر پیچھا ولہذا مدبر اُس غلام کو کہتے ہیں جو پیچھے مرنے موسے کے آزاد ہو اور چونکہ یہ معنی لغوی معنی شرعی سے زیادہ تر مناسب تھے اسی واسطے اکثر فقہا اسکو بیان کرتے ہیں اور معنی ثانی تدبیر کے تفکر ہیں کذا فی الصحاح یعنے انجام کار کو سوچنا اور یہی معنی معروف ہیں اور بعضے فقہا نے اسکو پسند کیا ہے مانند اتقانی اور صاحب نہر کے اور وجہ مناسبت معنی شرعی سے یوں بیان کی ہے کہ جب مالک نے اپنا انجام کار کا سوچ کیا تو غلام کو آزاد کیا تاکہ بعد موت کے ثمرہ اُسکا حاصل ہو و شرعاً تعلیق العتق بمطلق موتہ ولو معنی کان مت الی مائۃ سنۃ اور شرع میں تدبیر عبارت ہے تعلیق عتق سے ساتھ مطلق موت موسے کے اگرچہ اطلاق معنوی ہو لفظی جیسا نچہ یوں کہنا کہ اگر میں سو برس تک مرجاؤں تو تو آزاد ہے اور تدبیر دو قسم ہے ایک تدبیر مطلق اور دوسری تدبیر مقید اور یہ تعریف تدبیر مطلق کی ہے یا مطلق تدبیر کی کہ دونوں قسم کو شامل ہو غلاصہ یہ ہے کہ جب مولی نے اپنی موت پر بلا قید تعلیق عتق کی اُسکو تدبیر مطلق کہتے ہیں اور اگر مولی کی عمر اسی برس کی تھی اور اُسنے اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں سو برس تک مرجاؤں تو تو آزاد ہے تو بھی تدبیر مطلق ہے یہ کلام تدبیر مقید ظاہر ہے لیکن باعتبار معنی کے مطلق ہے اسواسطے کہ غالب حال یہ ہے کہ اسی برس کا آدمی سو برس تک نہیں زندہ رہیگا تو فی الحقیقت تقید عین اطلاق ہے بخلاف نکاح کے کہ اُسمیں توقیت اگرچہ مدت دراز کی ہو صحیح نہیں اسواسطے کہ نکاح موقت ممنوع ہے تو تابید معنوی معتبر نہیں کے وہاں معتبر نہیں اور تدبیر میں چونکہ کوئی مانع شرعی نہیں لہذا تابید معنوی صحیح ہے اسواسطے کہ اعتبار معنی کا اصل ہے درصورت عدم مانع کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشرنبلالیہ و خرج بقید الاطلاق التدبیر المقید کما سیجی و بموتہ تعلیقہ بموت غیرہ فانہ لیس بتدبیر اصلا بل تعلیق بشرط اور نکل گئی اطلاق کی قید سے تدبیر مقید چنانچہ اسکا ذکر آخر باب میں آویگا اور مولی کی موت کی قید سے تعلیق عتق بموت غیر نکل گئی یعنے یوں مولی کا کہنا کہ تو بعد موت زید کے آزاد ہے تو یہ قول اصلا تدبیر نہیں نہ یہ تدبیر مطلق ہے نہ مقید بلکہ یہ تعلیق ہے شرط پر گویا یوں کہا کہ اگر زید مرے تو تو آزاد ہے تو یہ غلام مجرد مرنے زید کے موسے کی زندگی میں بصفت آزاد ہوجاویگا بسبب وجود شرط کے کذا فی المنح عن البحر کا ذا دبرتی او ان مت او ہلکت او حدث بی حادث فانت حر او تعلیق العتق او انت حر عن دبر منی او انت مدبر او دبرتک نا دبر موتے اولاً چنانچہ یوں کہنا موسے کا اپنے غلام سے کہ جب میں مروں یا جسدم کہ مروں یا اگر میں مروں یا جب مجپر حادثہ ہو یعنے موت آوے تو تو حر ہے یا عتیق یا معتق ہے یا تو آزاد ہے میرے پیٹھ پیچھے یا تو مدبر ہے یا میں نے تجکو مدبر کیا ان الفاظ کے کہنے کے بعد لفظ بعد موتی کا زیادہ کرے یا نکرے اسواسطے کہ معنی موت کے مدبر اور تدبیر میں داخل ہیں تو ذکر کرنا بعد موتی کا اور نہ ذکر کرنا دونوں برابر ہے ہم عرب کے عرف میں حدث اور حادث اور اسی طرح وفات اور ہلاک موت میں مستعمل ہیں اسواسطے کہ اُسمیں معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا فقط کذا فی البحر تو عرف ہندوستان میں انتقال کرنا اور راول منزل کو پہونچنا اسیطرح ہوگا او انت حر یوم اموت ارید مطلق الوقت لقرانہ بما لا یمتد فان نوی النہار صح وکان مقیدا یا موسے نے یوں کہا کہ تو حر ہے جسدن کہ میں مروں یوم سے مراد اس مثال میں مطلق وقت ہے بسبب متصل ہونے یوم کے اُس چیز سے جسکو امتداد اور قیام نہیں ہے یعنے موت سے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب لیل یا یوم امر

غیر معتدہ سے قرین ہوگا تو مطلق وقت مراد ہوگا جو رات اور دن دونون کو شامل ہے تو اگر بعد اس قول کے مولے رات کو مریگا تو بھی غلام آزاد ہوگا مگر جبکہ مولی باراده یوم رکا لفظ
لفظ دن کا ارادہ کریگا نہ رات کا تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ معنی حقیقی کا ارادہ کیا اور اس صورت مین یہ مدبر مطلق نہ ہوگی بلکہ تدبیر مقید ہوجاویگی اسواسطے کہ یہ ضرور نہین کہ موت
اسکی دن ہی کو ہو (وان مت الی مائۃ سنۃ مثلا وغلب موتہ قبلہا ہو المختار لانہ کالکائن لا محالۃ) یا مولے نے یون کہا کہ اگر مین سو برس تک مثلا مرجاؤن تو تو آزاد
ہو اور ظن غالب اسکی موت کا ہو قبل سو برس کے تو یہ مقید بجائے مطلق کے ہے قول مختار مین اسواسطے کہ مثلا اسی برس کی عمر والے کی موت قبل سو برس کے یقینا ثابت ہے پس گویا
باعتبار غالب احتمال کے ... قول ہے ... جامع الفقہ مین ہے کہ مثال مذکور تدبیر مقید ہو مطلق باعتبار لفظ کا اور باقی تفصیل و تحقیق اسکی نہر وغیرہ مین ہے تدبیر
مطلق مین ہو چکی (وافاد بالکاف عدم الحصر حتی لو اوصی لعبدہ بسہم من مالہ عتق بموتہ ... والفرق لا یخفی ذکرناہ فی شرح الملتقی) ... کاف تشبیہ سے
عدم حصر کا اشارہ کیا یعنی امثلہ مذکورہ مین مدبر مطلق منحصر نہین تا اینکہ اگر مولے اپنے غلام کے واسطے اپنے مال مین سے ایک سہم کی وصیت کرجاوے تو وہ
آزاد ہوجاویگا اسکی موت کے بعد اور ایک جز کی اگر وصیت کریگا تو آزاد نہوگا اور فرق سہم اور جز مین فقہا کے نزدیک مخفی نہین اور ہمنے شرح ملتقی الابحر مین فرق کو
بیان کیا ہے اور اختیار شرح مختار دونون مین فرق یون بیان کیا ہے کہ سہم عبارت ہے سدس مال سے اور جز عبارت ہے شی مبہم غیر معین سے تو جبکہ مولے نے تمام
کل مال سے غلام کے واسطے سدس کی وصیت کی تو سدس قیمہ غلام کا بھی وصیت مین داخل ہوا اسواسطے کہ غلام بھی مولی کا مال ہے تو غلام اپنی ذات سے
سدس کا مالک ہوا لہذا آزاد ہوگا اور چونکہ جز مبہم ہے تو اسکی تعیین وارثون کے اختیار مین ہے لہذا رقبہ غلام کا بالتردد جز مین داخل نہین ہوسکتا تو آزاد بھی نہوگا
اور محشی مدنی نے بھی اسیطرح کا فرق ملتقی سے مذکور کیا ہے اور دریافت کیا چاہیے کہ الفاظ مدبر کرنیکے چار طرح پر ہین اول صریح جیسے تدبیر صریح ہے اور ثانی بلفظ
تعلیق موت اور ثالث ان الفاظ سے مدبر کرنا جنمین تعلیق بعد الموت مفہوم ہو جیسے یون کہنا کہ میری موت کے بعد کسی کا اختیار تجھ پر نہین اور رابع بالفاظ وصیت جیسے
مال سدس یون کہنا کہ مین نے وصیت کی تیرے واسطے تیری ذات کی یا تیری گردن کی اسواسطے کہ ایسی وصیت عبارت ہے ازالہ ملک سے کیونکہ غلام مین یہ
کی صفت بدون اعتاق کے نہین ہوتی (ودبر عبدہ ثم جن فتدبیرہ علی حالہ لما مر انہ تعلیق وہو لا یبطل بالجنون ولا رجوع) مدبر کیا اپنے غلام کو
پھر مولے کی عقل زائل ہوگئی تو تدبیر قائم ہے اپنے حال پر اسواسطے کہ اوپر گذرگیا کہ تدبیر تعلیق ہے اور تعلیق باطل نہین ہوتی جنون اور رجوع کرنے
سے (بخلاف الوصیۃ برقبۃ انسان ثم جن ثم مات لبطلانہا) بخلاف وصیت کے یعنی مولے نے غلام کے رقبہ کی کسی انسان کے واسطے وصیت کی پھر مولے مجنون
ہوگیا بعد اسکے مرگیا تو یہ وصیت باطل ہوجاویگی (ولا یقبل التدبیر الرجوع عنہ ... الا کبحا انہا فالتدبیر کوصیۃ الا فی ہذہ الثلاث اشباہ وزاد ... المدبر ...)
مدبر قتل سیدہ اور مدبر قبول نہین کرتی رجوع کو یعنی تدبیر کرکے اس سے پھرجانا جائز نہین اور تدبیر جبر اور زبردستی سے بھی صحیح ہے بخلاف وصیت کے کہ اس سے پھرجانا
درست ہے اور وصیت زبردستی سے صحیح نہین تو تدبیر مانند وصیت کے ہے سوا ان تین امور مذکورہ کے یعنی جنون اور رجوع اور اکراہ کے کذا فی الاشباہ
والنظائر اور اشباہ کے تین امر مذکور پر دو امر اور زیادہ کیے گئے ہین ایک سفیہ کا مدبر دوسرا وہ مدبر جسنے اپنے مالک کو قتل کر ڈالا یعنی مرد احمق کی وصیت اگر
خیر مین نافذ ہے اور تدبیر اسکی اگرچہ نافذ ہے لیکن اسکے مدبر پر کل قیمت مین سعایت لازم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی اور مدبر اگر مولے کو قتل کریگا تو آزاد
ہوگا اور کل قیمت مین سعایت کرے اور موصی لہ اگر وصیت کرنے والے کو قتل کریگا تو وصیت باطل ہوگی (فلا یباع المدبر المطلق خلافا للشافعی) پس
مدبر مطلق کی بیع جائز نہین بخلاف مذہب امام شافعی کے کہ انکے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے اسواسطے کہ صحیحین مین جابر سے ... ثابت ہے کہ
ایک شخص نے اپنا غلام مدبر کیا تھا اسکے پاس کچھ مال نہ تھا سوا اس غلام کے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو ...
فرمایا کہ اپنا قرض اسی قیمت سے ادا کر اور امام مالک کی موطا مین ثابت ہے کہ عائشہ صدیقہ نے اپنے غلام مدبر کو بیچا اور امام اعظم کی وہ حدیث ...
جو دار قطنی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ مدبر نہ بیچا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور وہ آزاد ہے ثلث مال سے دار قطنی نے رفع اس حدیث کی ...

کی ہے اور موقوف ہونے کی تصحیح کی ہے اور چونکہ رقیت مدبر کی ہنوز زائل نہیں تو ممنوعیت اسکی بیع کی مخالف قیاس کے ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ قول
ابن عمر کا بنا بر قیاس اجتہاد کے نہیں تو بالضرور محمول ہے سماع شارع پر تو اب حدیث جابر کا معارض ہوا اور حدیث جابر کے چند جواب ہیں اول یہ کہ ابتدائے
اسلام میں بیع حر کی جائز تھی پھر منسوخ ہوئی تو مدبر کی بیع بطریق اولے جائز ہوگی جواب ثانی یہ ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے دارقطنی نے روایت
کی کہ مجکو جابر سے اس حدیث کا مشاہدہ ہوا کہ غلام مدبر کی خدمت بیع ہوئی تھی یعنے اجارہ اسکا ہوا تھا نہ بیع رقبہ تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث جابر
کی حدیث قولی نہیں جو عام ہو بلکہ واقعہ ہے حال کا اور واقعہ حال کو عموم نہیں بخلاف حدیث ابن عمر کے کہ وہ حدیث قولی ہے تو حدیث جابر کی حدیث ابن عمر سے
معارض نہیں ہوسکتی چوتھا جواب یہ ہے کہ حدیث جابر کی مدبر مقید پر محمول ہے نہ مدبر مطلق پر جمعا بین الاحادیث اور اسی طرح موطا کی حدیث کے جوابوں کو قیاس
کرنا چاہیے کذا فی فتح القدیر ملخصا فلو قضی بصحۃ بیعہ نفذ پھر اگر قاضی شافعی المذہب بیع مدبر کی صحت کا حکم کریگا تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ حکم قاضی رافع ہے اختلاف
مذہب کا وہل یبطل التدبیر قیل نعم اور کیا قاضی کا حکم تدبیر کو باطل کردیتا ہے بعضے علما نے کہا ہے کہ ہاں قضائے قاضی مبطل تدبیر ہے اور شارح نے بطلان تدبیر کو
بقول ضعیف مذکور کیا حالانکہ قضائے قاضی سے تدبیر کا باطل ہونا قول ضعیف نہیں بلکہ منصوص ہے اہل مذہب کا اسواسطے کہ ظہیریہ میں مصرح ہے کہ اگر مولے
نے مدبر کو بیچا اور قاضی شافعی نے جواز بیع کا حکم کیا تو تدبیر فسخ ہوگئی تا اینکہ اگر یہ غلام پھر مولے کی ملک میں کسی نہ کسی وجہ سے آویگا پھر بعد اسکے مولے مریگا تو
غلام نہ آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار نعم لو قضی ببطلان بیعہ صار کالحر ہاں اگر مولے حنفی نے غلام مدبر کو بیچا اور قاضی حنفی نے بطلان بیع کا بعد نالش غلام کے
حکم دیا تو یہ غلام آزاد کے مانند ہو جاویگا یعنے بالاتفاق اسکی بیع وغیرہ اب نہ جائز ہوگی اور یہ مطلب نہیں کہ اسپر ہر طرح سے احکام حر کے جاری ہونگے ولا
یوہب ولا یرہن کالوقف فشرط واقف الکتب الرہن باطل لان الوقف فی ید مستعیرہ امانۃ فلا یتاتی الایفاء والاستیفاء بالرہن نہ بیچنا اور نہ ہبہ کرنا غلام
مدبر کا جائز ہوگا نہ اسکا رہن رکھنا جیسے وقف کا رہن جائز نہیں تو کتابوں کے وقف کرنے والے کو رہن کا شرط کرنا باطل ہے یعنے وقف کرنیوالا اپنا
شرط کرے کہ مکان یا مسجد سے وقف کی کتابیں باہر کوئی نہ لیجاوے بدون کسی چیز کے گرو رکھ جانے کے تو یہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ وقف کا مال عاریت لینے والے
کے ہاتھ میں بطور امانت کے ہے اور امانت میں بدون تعدی کے ضمان نہیں تو کسی چیز کے گرو رکھنے سے دین کا استیفا نہیں ہوسکتا کذا فی البحر الرائق صاحب
بحر نے اشباہ میں کہا کہ رہن شرعی کا شرط کرنا تو وقف میں جائز نہیں اور رہن لغوی البتہ جائز ہے یعنے مستعیر کتب سے کوئی چیز رکھ لینا یاد رکھنے کے واسطے
کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یخرج من الملک الا بالاعتاق والکتابۃ تعجیلا للحریۃ فینتفع فی بابہ اور نہ نکالا جاوے مدبر ملک سے مگر آزاد کردینے اور مکاتب
کردینے سے تاکہ آزادی اسکو جلد حاصل ہو جاوے اور باب المکاتب میں کتابت مدبر کے مسائل واضح ہونگے یعنے جب مولے نے غلام کو مدبر کیا تو اب
سوائے اعتاق اور کتابت کے کوئی تصرف سے اسکو اپنی ملک سے نہیں نکال سکتا یہانتک کہ کسی کے واسطے وصیت نہیں کرسکتا اور بدل صلح میں
نہیں دے سکتا مانند حر کے والحیلۃ لمرید التدبیر علی وجہ یملک بیعہ ان یدبر مقیدا کان مت وانت فی ملکی او ان لبثت بعد موتی فانت حر اور حیلہ
اس شخص کے واسطے جو تدبیر کا ارادہ کرے اسطرح پر کہ اسکو بیچ سکے یہ ہے کہ اسکو مدبر مطلق نکرے بلکہ مدبر مقید کرے اسطرح پر کہ اگر میں مروں اور تو میری ملک
میں ہو تو تو آزاد ہے یا یوں کہے کہ اگر تو میری موت کے بعد باقی رہے تو تو آزاد ہے ویستخدم المدبر ویستاجر وینکح والامۃ توطأ وتنکح جبرا اور مدبر سے خدمت
لینا اور مزدوری کرانا اور اسکا نکاح زبردستی کردینا جائز ہے اور مدبر لونڈی سے وطی کرنا اور دوسرے مرد سے اسکا نکاح بجبر کردینا درست ہے والمولے
احق بکسبہ وارشہ ومہر المدبرۃ لبقاء ملکہ فی الجملۃ اور مولے مدبر کے کسب کا اور اسکے خون بہا کا اور مدبرہ کے مہر کا احق ہے بسبب بقائے ملک
مولے کے فی الجملۃ ھم اور اگر مدبر کسی کا خون کریگا تو مولے پر اسکا خون بہا دینا لازم ہوگا اور بعضے نسخوں میں بجائے ارش کے ارث کا لفظ ہے سو غلط ہے
اسواسطے کہ مدبر آزاد نہیں مگر بعد موت مولے کے اور مولے کی حیات میں جو اسکے پاس ہے وہ مولی کی ملک ہے پھر مولے کا وارث ہونا بے معنی ہے وکموتہ

ولو علما کلعا قبت تحریر العتق مرضا آخر من حیوۃ المولے من ثلثہ ای من ثلث المال یوم موتہ الا اذا قال ان مت فی صحتی انت حر او مدبر فات نحو لا فیعتق نصفہ
من الکل ونصفہ من الثلث حاوی اور مولی کی موت سے اگرچہ حکمی ہی موت ہو جیسا کہ معاذ اللہ مولے مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملے آزاد
ہوگا مدبر حیات مولے کے جزو اخیر میں اُسکے ثلث مال سے یعنے اس مال کی تہائی سے جو مال کہ اُسکی موت کے دن موجود ہو مگر جبکہ مولے نے اپنی صحت میں کہا کہ
تو حر یا مدبر ہے اور پھر وہ بدون بیان کرنے حریت اور تدبیر کے مرگیا تو آزاد ہوگا غلام کا نصف اُسکے کل مال سے بنظر اعتاق کے اور نصف اُسکا مولے کے ثلث مال سے
آزاد ہوگا بنظر تدبیر کے کذا فی حاوی القدسی وسعی بحسابہ ان لم یخرج من الثلث اور وہ غلام جسکی حریت اور تدبیر مبہم تھی سعایت کرے کل مال او رثلث مال کے
حساب سے تو اگر غلام کا خمس ثلث مال سے نکلے تو ثلث کے چار خمس میں سعایت کرے اور اگر اُسکا ربع نکلے تو تین ربع میں سعایت کرے وعلی ہذا القیاس یعنی اُس
صورت میں ہے جبکہ ثلث مال سے نہ نکل سکے اور اگر ثلث مال میں گنجائش ہو تو سعایت کی کچھ حاجت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وفی ثلثیہ لان عتقہ من ثلثہ او صریح مدبر ہے
دو ثلث میں سعایت کریگا اسواسطے کہ عتق مدبر کا ثلث مال سے ہوتا ہے ان لم یترک غیرہ ولہ وارث لم یجزہ ای التدبیر فان لم یکن لہ وارث او کان و اجازہ عتق
کلہ لانہ وصیۃ مدبر اپنے دو ثلث میں سعایت کرے اگر مولے نے سوائے اس غلام کے اور کچھ مال نہ چھوڑا ہو او رمولے کا ایسا وارث ہے جو تدبیر کو جائز نہیں رکھتا یعنے آزاد
ہونا کل غلام کا تدبیر سے مفت جائز نہیں رکھتا تو اگر مولی کا کوئی وارث نہو یا وارث ہو اور اعتاق کل غلام کو جائز رکھے تو کل غلام آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ تدبیر
درحقیقت وصیت ہے اور وصیت بدون اجازت وارث کے ثلث سے زیادہ جاری نہیں ہوتی ولذا لو قتل سیدہ سعی فی قیمتہ کمدبر السفیہ ولو قتلتہ ام الولد لا تسعی
علیہا کما بسطہ فی الجوہرۃ اور چونکہ تدبیر وصیت ہے لہذا اگر مدبر اپنے سید کو قتل کرے تو ثلث مال سے بھی نہ آزاد ہوگا بلکہ اپنی کل قیمت میں سعایت کریگا
جیسے مرد سفیہ کا مدبر کل قیمت میں سعایت کرتا ہے اور اگر اپنے مالک کو ام الولد نے قتل کیا تو وہ آزاد ہو جاویگی مالک کی موت سے اور اُسپر کچھ سعایت لازم نہوگی
چنانچہ یہ مسئلہ جوہرہ میں مشرح ہے ہم مدبر قتل سید سے اسواسطے آزاد نہوا کہ اعتاق درحقیقت وصیت تھی اور وصیت قاتل کے واسطے صحیح نہیں ہے بخلاف ام الولد
کی آزادی کے کہ وہ وصیت نہیں لہذا سعایت اُسپر واجب نہیں وسعی فی کلہ ای فی کل قیمتہ مدبرا لو محیطا لکان تبعا فالا مدبر لو لم یک مدیونا محیطا اور اگر
مولے پر دین اسقدر ہو کہ سب متروکہ کو محیط ہو تو غلام اپنی سب قیمت میں سعایت کرے یعنے اس صورت میں ثلث بھی نہ آزاد ہوگا اور کل قیمت سے غلام مدبر
کی قیمت مراد ہے نہ غلام خالص کی کذا فی المجتبی اور غلام مدبر زمانہ سعایت میں نزدیک امام اعظم کے مانند مکاتب کے ہے تو اُسکی شہادت مقبول نہیں او رنکاح اسکا نافذ
نہیں اور صاحبین نے کہا کہ وہ حر مدیون ہے تو اُسکی گواہی مقبول ہے اور اُسکا نکاح بھی نافذ ہے ولو دبر احد الشریکین فللآخر خیارات العتق فان ضمن شریکہ فما ضمنا سعی
فی نصفہ مختار اور اگر غلام کے دو مالکوں میں سے ایک شریک نے غلام کو مدبر کیا تو دوسرے شریک کو عتق میں سات یا چھ طرح کے اختیار حاصل ہیں چنانچہ
اُسکی تفصیل باب عتق البعض میں ہو چکی سو اگر شریک ساکت کو مدبر کرنے والے شریک سے ضمان لیا اور پھر رجوع علی العبد مدبر کرنے والا مرگیا تو یہ غلام اپنی نصف
قیمت میں سعایت کرے اسکے وارثوں کیواسطے کذا فی التتار ولد المدبرۃ مدبر اطلاقا مدبرہ لونڈی مدبرہ مدبر مطلق ہے تو اُسکا لڑکا بھی مدبر ہے یعنے
ماں کے ساتھ وہ بھی مولے کے مرنیکے بعد آزاد ہوگا واما المقیدۃ فلا یتبعہا اور وہ مدبرہ جسکی تدبیر مقید ہے لڑکا مدبر ہونے میں اپنی ماں کا تابع نہوگا یعنے
ماں کے ساتھ وہ آزاد نہوگا وذکر فی البیع الفاسد ان ولد المدبر کابیہ فتامل اور ذکر کیا ہے ماتن نے بیع فاسد کے باب میں کہ غلام مدبر کا لڑکا اپنے
باپ کے مانند ہے سو اُسکو تامل اور غور سے کرو وجہ تامل کی یہ ہے کہ یہ قول صحیح نہیں کذا فی البحر اسواسطے کہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا اور یہ ایسے
بعضے نسخوں میں بھی واقع ہوا کہ مدبر کا ولد مدبر ہے حلبی نے کہا کہ ماتن اور صاحب بحر کی طرف سے یہ جواب ممکن ہو سکتا ہے کہ لفظ مدبر کا مرد اور
عورت دونوں کو شامل ہے اور مراد مدبر سے عورت ہے نہ مرد کذا فی حاشیۃ المدنی واما تدبیر الحمل فکعتقہ اور مدبر کرنا حمل کا صحیح ہے جیسے حمل کا آزاد
کرنا صحیح ہے لیکن جنین اسوقت مدبر ہوگا جب مدبر کرنے کے وقت سے اقل مدت حمل میں تولد ہو ولو ولدت المدبرۃ من سیدہا فہی ام ولد وبطل التدبیر

لانہ من الثلث والاستیلاد من الکل فکان اقوی اور اگر لونڈی مدبرہ نے مالک سے لڑکا جنے تو وہ ام ولد اسکی ہو گئی اور اسکی تدبیر باطل ہو گئی اسواسطے کہ تدبیر
میں عتق ثلث مال سے ہوتا ہے اور استیلاد میں عتق کل مال سے ہوتا ہے تو استیلاد قوی ہوا تدبیر سے اور قوی ضعیف کو توڑتا ہے ویبیع ویہب ویرہن المدبر
المقید کان قال ان مت من سفری ہذا او مرضی ہذا او الی عشرین سنۃ مثلا مما یقع غالبا اور مدبر مقید بیچا جاوے اور ہبہ کیا جاوے اور گرو رکھا جاوے
مدبر مقید کی مثال چنانچہ مولے نے غلام سے یوں کہا کہ اگر میں سفر سے یا اپنی اس بیماری سے مرجاؤں تو تو آزاد ہے یا اب سے بیس سال تک مثلا مروں ایسی مدت
مذکور کرے جسمیں غالباً موت واقع ہوسکے خلاصہ یہ ہے کہ مدبر مقید وہ ہے جسکا عتق فقط موت پر نہو بلکہ موت میں کچھ قید اور صفت زیادہ لگائی جاوے مثلاً
سفر کی موت یا اس مرض کی موت یا دس برس یا بیس برس تک کی موت مدبر مقید میں تصرفات مالکانہ مثل بیع وغیرہ کے اسواسطے جائز ہوے کہ موت
کی موت ان مدتوں میں محتمل ہے یقینی نہیں بخلاف مطلق موت کے کہ وہ بالیقین ہونے والی ہے او ان مت وغسلت او کفنت یا یہ کہ مولے نے یوں کہا کہ اگر
میں مروں اور غسل دیا جاؤں یا یوں کہا کہ اگر میں مروں اور کفنایا جاؤں تو تو آزاد ہے او ان مت او قتلت خلافا لزفر ورجحہ الکمال یا مولے نے غلام سے کہا کہ اگر میں
مروں یا مقتول ہوں تو تو آزاد ہے تو یہ غلام ابو یوسف کے نزدیک مدبر مطلق نہیں اسواسطے کہ ایک امر خاص پر تعلیق نہیں یعنی موت اور قتل مترادف اور مساوی نہیں ہیں اسواسطے
کہ قتل کو موت البتہ لازم ہے اور موت کو قتل لازم نہیں تو یہ مدبر مقید ہے بخلاف زفر کے کہ انکے نزدیک یہ غلام مدبر مطلق ہے اور اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال الدین نے فتح القدیر
میں اس تقریر پر کہ فی الحقیقت تعلیق ہے مطلق موت پر اسواسطے کہ دو حال سے خالی ہونا ممکن نہیں کہ قتل سے موت ہوگی یا بلا قتل بہرصورت موت حاصل ہے
او الی مائۃ سنۃ ومثلہ لا یعیش الیہا او انت حر بعد موتی او موت فلان قبلہ فیصیر مطلقا یا مولے نے یوں کہا کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد اور فلانے شخص مثلاً
زید کی موت کے بعد تو یہ غلام مدبر مقید ہے جبتک کہ زید اس سے پہلے نہ مرے اور اگر زید مولے سے پہلے مر گیا تو یہ غلام مدبر مطلق ہو جاویگا اسواسطے کہ اب تعلیق
عتق کی فقط مولی کی موت پر منحصر ہو گئی او انت حر بعد موت فلان کما فی الدرر والکنز وردہ فی البحر بما فی المبسوط وغیرہ من انہ لیس بمدبر اصلا بل تعلیق محض
لو مات فلان والمولی حی عتق من کل المال لو مات المولی بطل التعلیق یا مولے نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے مثلاً زید کی موت کے بعد یہ مثال ہے مدبر مقید کی
چنانچہ درر اور کنز میں مذکور ہے اور رد کیا ہے اس قول کو بحر الرائق میں مبسوط وغیرہ کی روایت سے اسطرح پر کہ یہ قول تدبیر ہی نہیں مطلق نہ مقید بلکہ تعلیق ہے
عتق کی مانند اور تعلیقات کے جیسے دخول دار کی تعلیق تا اینکہ اگر زید مثلاً مر گیا اور مولے زندہ رہے تو غلام کل مال سے آزاد ہوگا اور مدبر ہوتا تو مولے کی موت کے
بعد آزاد ہوتا اور ثلث مال سے آزاد ہوتا نہ کل مال سے اور اگر مولے پہلے زید سے مر گیا تو تعلیق باطل ہوگی اور غلام وارثوں کا مملوک ہوگا ویعتق المقید ان وجد الشرط
بان مات من سفرہ او مرضہ ذلک عتق المدبر من الثلث لوجود الاضافۃ الی الموت اور مدبر مقید آزاد ہوگا اگر شرط عتق کی پائی جاویگی اسطرح پر کہ مولے اپنے اسی
سفر یا اسی مرض میں مر گیا مانند آزاد ہونے مدبر مطلق کے ثلث مال سے مدبر مقید آزاد ہوگا اسواسطے کہ موجود ہوئی اضافت الی الموت کے تو بعد موت کے مدبر مطلق اور مدبر مقید کا
حکم برابر ہو گیا وقال ان مت من مرضی ہذا فمات بقتل لا یعتق بخلاف ما لو قال فی مرضی ففرق بین من وفی مولے نے کہا کہ اگر میں اپنی اس بیماری سے مر گیا تو وہ آزاد
ہے مولے بیمار کو قتل کر ڈالا کسی نے تو آزاد نہوگا بخلاف اسکے اگر یوں کہا کہ اگر میں اپنی اس بیماری میں مرگیا تو آزاد ہوگا سو تفرقہ کیا گیا ہے درمیان من اور فی کے ہم
مجتبی میں من مرضی و فی مرضی یوں فرق بیان کیا ہے کہ من مفید ہے تعلیل اور سببیت کا تو مطلب یہ ہوا کہ اگر میں اس بیماری کے سبب سے مروں تو قتل دوسرا سبب ہوا سوا بیماری کے
تو تدبیر العتق کی بنا ہی نہ رہی اور لفظ فی کا مفید ہے ظرفیت کا یعنی موت مرض میں واقع ہو خواہ بیماری سے ہو یا کسی اور سبب سے ولو حم فتحول صداعا او عکسہ قال محمد ہو مرض واحد مجتبی
اور اگر مولے نے کہا کہ اگر میں اپنی اس بیماری سے مروں تو غلام آزاد ہے اور مولے کو تپ کی بیماری تھی سو بدل کر دوسری بیماری ہو گئی یا درد سر تھا سو تپ ہو گئی محمد نے کہا کہ
تپ اور درد سر ایک ہی بیماری ہے کذا فی المجتبی اگرچہ یہ دو مرض جدا گانہ ہیں لیکن چونکہ اکثر دونوں باہم متلازم ہیں لہذا انکو ایک ہی شمار کیا وقیمۃ المدبر
المطلق ثلثا قیمتہ قنا اور قیمت مدبر مطلق کی دو ثلث اسکی قیمت کی ہے اگر وہ خالص غلام ہوتا ہے اسی قول پر فتوی ہے یعنی اگر مدبر مطلق خالص غلام ہوتا تو اسکی مثلاً

تین درم قیمت ہوتے تو اب بری ہونے سے بیس درم قیمت ہوگی والمدبر المقید یقوم قنا درر عن الخانیہ اور مدبر مقید کی قیمت خالص غلام کی سی قیمت ٹھہرائی جاویگی کذا فی الدرر عن الخانیہ فائدہ قیمت ٹھہرانیکا یہ ہے کہ اسکے موافق سعایت کرے وفیہا عنہا صح قال لعبدہ انت حر قبل موتی بشہر فمات بعد شہر عتق من الزاد فی الحینئذ ولو لا یبعہ فی الاصح اور درر مین خانیہ سے منقول ہے کہ کسی نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے ایک مہینہ پہلے میری موت سے پھر وہ مر گیا بعد ایک مہینہ کے تو آزاد ہوگا اسکے کل مال سے اسواسطے کہ امام اعظم کے نزدیک اسکا عتق اول مہینے سے متعلق ہوا ہے کہ وہ حالت تندرستی تھا کذا فی الدرر اور تصحیح میں اتنا قول اور زیادہ کیا ہے کہ اسکے مولی کو اسکا بیچنا جائز ہے قول اصح مین فرع مسئلہ شارح کا قال لعبدہ انت حر الا ان یشاء ابی لو قال ان شاء الا بعد موتی فی موجہ بعد موتی ان شاء الله لم یصح لان الاولی امر والاستثناء فیہ باطل والثانی ایجاب فیصح الاستثناء کہا ایک بیمار نے کہ آزاد کیجیو میرے غلام کو میری موت کے بعد انشاء الله تو یہ وصیت صحیح ہے اور ثلث مال سے آزاد کرنا لازم ہوگا اور اس قول مین کہ وہ آزاد ہے میری موت کے بعد انشاء الله تو یہ وصیت صحیح نہوگی اسواسطے کہ قول اول بصیغہ امر ہے اور استثنا امر مین باطل ہے اور قول ثانی ایجاب ہے اور استثنا ایجاب مین صحیح ہے۔

باب الاستیلاد

ہو لغۃ طلب الولد من زوجۃ او امۃ وخصہ الفقہاء بالثانی یہ باب ہے استیلاد کے احکام مین استیلاد لغت عرب مین عبارت ہے طلب اولاد سے خواہ زوجہ سے ہو خواہ لونڈی سے اور فقہا نے اسکو مخصوص کر لیا ہے ثانی سے یعنی اصطلاح فقہ مین لونڈی سے اولاد لینے کو استیلاد کہتے ہیں اذا ولدت ولو سقطا الامۃ ولو مدبرۃ من سید لو بالنسبۃ فان غیبہ فرجہا جبکہ جنی لونڈی اپنے مالک سے اگرچہ بچہ ناتمام پیدا ہوا اور گو کہ لونڈی مدبرہ ہو اور اگرچہ لونڈی نے مالک کا نطفہ اپنی شرمگاہ مین ڈال لیا ہو اسطرح پر کہ مالک نے محل مخصوص مین جماع نکیا ہو لیکن بعد انزال کے فورا اگر یا گرم اسکا نطفہ لونڈی نے داخل کر لیا ہو اور وہ حاملہ ہو گئی ہو اور لڑکا پیدا ہوا ہو تو وہ مالک ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی کذا فی المنح عن المحیط باقرارہ وینبغی ان یشہد کیلا یسترق ولدہ بعد موتہ لونڈی جنی مالک کے اقرار ولد سے اور لائق ہے مالک کو کہ لوگون کو گواہ کر دے کہ یہ لونڈی میرا لڑکا جنی ہے تاکہ وارث اسکے اولاد کو بعد موت مالک کے غلام نہ بناوین ولو حاملا کقولہ حملہا او ما فی بطنہا منی لما فی ثبوت النسب ہذا قضاء واما دیانۃ فیثبت بلا دعوۃ کاستیلاد معتوہ ومجنون وہبانیہ اگرچہ اقرار مالک کا لونڈی کے حاملہ ہونیکے وقت ہو نہ ولادت کے وقت چنانچہ یون کہنا ہو کہ حمل اس لونڈی کا مجھ سے ہے یا جو اسکے پیٹ مین ہے وہ مجھ سے ہے اور یہ یعنی ثبوت نسب لڑکا موقوف ہونا اقرار پر بنا بر حکم قاضی کے ہے اور دیانت مین یعنی فیما بینہ وبین الله تو نسب ولد بدون دعوی کے بھی ثابت ہوگا تو مالک کو نفی ولد کی کرنا جائز نہیں اگر لونڈی سے جماع کرتا ہو بشرطیکہ وہ کوچہ گرد نہو کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے استیلاد مرد بیہوش اور مجنون کا بلا دعوت ثابت ہوتا ہے کذا فی الوہبانیہ اگر مرد بیہوش یا مجنون کی لونڈی کسی کے تصرف مین ہوگی اور بچہ جنیگی تو وہ لڑکا مولے کا ہوگا بلا اقرار اسواسطے کہ تحریر وغیرہ مین الملیت عورت کی نہین او ولدت من زوج ولو فاسدا او لو شبہۃ فولدت فاشتراہا الزوج ای ملکہا کلا او بعضا فہی ام ولدہ من حین الملک یا جنی لونڈی اپنے زوج سے جبکہ ساتھ اسکے مولے نے نکاح کر دیا تھا اگرچہ نکاح فاسد ہوا ہو مانند وطی بالشبہ کے پھر وہ لونڈی جنی پھر اسکو اسکے زوج مذکور نے خرید کیا یعنی اسکا مالک ہوا خواہ بیع سے یا ہبہ سے کل کا مالک ہوا یا بعض کا تو یہ لونڈی جو ہوے کے اقرار سے جنی یا جسکو اسکا زوج مالک ہو ام ولد ہو گئی مالک ہونیکے وقت سے یعنی ابتداے علوق سے کذا فی حاشیۃ الطحاوی فلو ملک ولدہا من غیرہ فلہ بیعہ جب ام ولد ہونا لونڈی کا ابتداے ملک سے ہوا تو اگر زوج مشتری اس لونڈی کے لڑکا جو غیر کے نطفہ سے ہے مالک ہوگا تو اسکو لڑکے کے بیچ لینے کا اختیار ہے وکذا لو استولدہا بملک ثم استحقت او لحقت ثم ملکہا فان عتق ام الولد یتکرر بتکرر الملک کالمدبرۃ اور اسی طرح اگر لونڈی کو ام ولد بنایا بسبب ملک کے پھر وہ لونڈی غیر کی مملوکہ ثابت ہوئی یا مرتدہ ہو کر دار الحرب مین جا ملی پھر قیدی ہو کر اسکا مالک ہوا تو عتق ام ولد کا دوبارہ ثابت ہوگا بسبب دوبارہ مالک ہونے کے جیسے عتق محارم کا مکرر ہوتا ہے مکرر مالک ہونے سے اور یہی حال ہے مدبرہ کا اگر

مولے نے اُسکو آزاد کردیا یا پھر وہ مرتد ہوکر دارالحرب میں گئی اور گرفتار ہوکر مملوک ہوئی مولے کی تو اب مدبرہ نہوگی ہم یہ جو شارح نے کہا کہ عتق ام ولد کا مکرر ہوتا ہے
مکرر اسلئے سے مراد عتق سے عتق مجازی ہے یعنے ام ولد ہونا اُسکا پھر ثابت ہوگا اور عتق حقیقی مراد نہیں اسواسطے کہ ام ولد بعد مرنے مولے کے آزاد ہوتی ہے طحطاوی
نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو جداگانہ ذکر کرتا اسلیے کہ ارتباط اسکا ماقبل سے مناسب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والمستولدۃ کالمدبرۃ فقدمر اور ام ولد کا حکم مدبرہ
کے مانند ہے چنانچہ اُسکا بیان ہوچکا یعنے اُسکی بیع اور ہبہ اور رہن جائز نہیں الا فی ثلثۃ عشر مذکورۃ فی فروق الاشباہ والبیع الفاسد من البحر ام ولد اور
مدبرہ کے بیچ مگر تیرہ مسئلون مین فرق ہے جنکا ذکر اشباہ کے فرقون کی بحث مین اور بحر الرائق کے باب بیع فاسد مین مصرح ہے اسمین سے ماتن اور
شارح نے چار صورتون کو مذکور کیا منہا انہا تعتق بموتہ من کل مالہ والمدبرۃ من ثلثہ من غیر سعایۃ والمدبرۃ تسعی ان تیرہ مسئلون مین سے ایک
یہ ہے کہ ام ولد مولے کی موت سے اُسکے تمام مال سے آزاد ہوتی ہے اور مدبرہ ثلث مال سے آزاد ہوتی ہے اور ام ولد بدون سعایت کے آزاد ہوتی ہے اور مدبرہ
سعایت کرکے آزاد ہوتی ہے ہم ام ولد بعد موت مولے کے کل مال سے آزاد ہوجاتی ہے اُسکی بیع جائز نہیں اور سعایت اُسپر لازم نہیں اگرچہ مولے قرضدار ہو
اور یہی مذہب ہے جمہور صحابہ اور تابعین اور فقہاء معتبرین کا اگر بشر مریسی اور داؤد ظاہری جمہور کے مخالف اسمین قائل ہیں بیع کا لائق اعتماد کے نہین کذا فی فتح القدیر
د توقضی بجواز بیعہا لم ینفذ اور اگر قاضی غیر حنفی ام ولد کی جواز بیع کا حکم کرے تو اُسکا حکم جاری نہوگا نزدیک محمد کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
عن الخانیۃ والظہیریۃ بل یتوقف علی قضاء قاض آخر امضاء وابطالا ذخیرہ وینفذ فی المدبرۃ کما مر بلکہ جواز بیع کا حکم موقوف رہیگا دوسرے قاضی کے حکم پر
جائز رکھنے مین اور باطل کرنے مین یعنے مجتہدین معتبرین کا اختلاف ہوتا تو قاضی کے حکم سے رفع اختلاف ہوجاتا اور چونکہ یہ حکم جمہور صحابہ اور فقہاء کے
مخالف ہے لہذا قاضی کا حکم رافع اختلاف کا نہین ہوسکتا بلکہ دوسرے قاضی کی قضا پر موقوف ہے تو اگر دوسرے قاضی غیر حنفی نے اول قاضی کے
حکم جاری کردیا تو اب بیع ام ولد کی نافذ ہوگی کسی کے توڑنے سے نہ ٹوٹے گی اور اگر قاضی حنفی نے قاضی اول کا حکم باطل کردیا تو اب بالاتفاق اُسکی
بیع باطل ہوجاویگی کذا فی الذخیرۃ اور مدبرہ کے جواز بیع مین ایک ہی قاضی کا حکم نافذ ہوگا دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف نرہیگا اسواسطے کہ
مدبرہ کے جواز بیع مین مجتہدین معتبرین باہم مختلف ہین چنانچہ امام شافعی جواز کے قائل ہین وان ولدت بعدہ ولدا ثبت نسبہ بلا دعوۃ اذا لم
تحرم علیہ بنحو نکاح اوکتابۃ او وطی ابنہ او المولی امہا فحینئذ لو ولدت لاکثر من ستۃ اشہر لا یثبت الا بدعوۃ الا فی المزوجۃ فلا یثبت بل لعتق علیہ اور اگر ام ولد
ایک ولد کے بعد دوسرا ولد جنے تو اُسکا نسب بدون دعوی مولے کے ثابت ہوجاویگا بشرطیکہ ام ولد بعد ولد اول کے مولے پر حرام نہوگئی ہو
کسی وجہ سے جیسے دوسرے کے ساتھ نکاح کردینے سے یا مکاتب کردینے سے یا ابن مولے کے وطی سے یا بسبب وطی کرنے مولے کے ام ولد کی ماں سے
تو اسوقت مین اگر ام ولد چھ مہینے یا چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو اُسکے ولد کا نسب مولے سے ثابت نہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ نسب ثابت ہوگا
مگر ام ولد منکوحہ کے ولد کا نسب دعوی سے بھی نہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اُسکا ولد زوج سے ثابت النسب ہے بلکہ مولے کے دعوی کرنے سے ولد اُسکا مولے پر آزاد ہوگا
نسب مولے کے اقرار سے ولو اقل من ستۃ اشہر ثبت بلا دعوۃ لفسد النکاح لندب الاستبراء لہا قبلہ وقد مناہ فی نکاح الرقیق وثبوت النسب اور اگر ام ولد
ولد ثانی کو بعد عارض ہونے حرمت کے چھ مہینے سے کم مدت مین جنی تو اُسکے ولد کا نسب مولے سے بدون دعوے کے ثابت ہوگا اور
درصورت نکاح کردینے کے اُسکا نکاح فاسد ہوجاویگا واسطے مستحب ہونے استبراء کے لونڈی کے حق مین قبل نکاح کے یعنے مولے پر مستحب ہے کہ جب ام ولد کا
نکاح کردینے کا ارادہ کرے تو قبل تزویج کے ایک حیض سے استبراء کرواکر نکاح کردے کذا فی البحر شارح کہتا ہے اور ہمنے استبراء کے استحباب کو غلام کے نکاح اور
ثبوت نسب مین اول بیان کردیا ہے لکنہ ینتفی بنفیہ من غیر توقف علی لعان لان الفراش ارتفع ضعیف لاستر ومتوسط ام الولد وعلم ذکرھا وقوی
للمنکوحۃ فلا ینتفی الا باللعان والاقوی للمعتدۃ فلا ینتفی اصلا لعدم اللعان ہرچند ام ولد کے ولد ثانی کا ثبوت نسب اقرار مولے پر موقوف نہیں

لیکن اُسکا نسب مولی کی نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہے بلا توقف کے لعان پر یعنے بدون لعان کے مجرد نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہے اسواسطے کہ فراش جو قسم دوم ہے ایک ایسا ضعیف ہے کہ ذمی کا
کہ بدون اقرار مولی کے اُسکا ولد ثابت النسب نہیں ہوتا دوسرا فراش متوسط نہ ضعیف نہ قوی یعنی ام ولد کا اور اُسکا حکم معلوم ہوا کہ اُسکا ولد بدون اقرار مولی کے بھی ثابت النسب ہے
لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہے تیسرا فراش قوی منکوحہ کا کہ اُسکے ولد کا نسب اقرار پر موقوف نہیں اور اُسکا نسب نفی سے نہیں منتفی ہو سکتا بدون لعان کے اور چوتھا فراش قوی تر معتدہ کا
کہ اُسکے ولد کا نسب اسطرح نفی سے نہیں ہو سکتا بسبب نہونے لعان کے اور لعان اسواسطے نہیں ہو سکتا کہ زوجیت قائم نہیں الا اذا قضی بہ حاکم یا غیر حنفی یری ذلک [illegible] [illegible] القضاء [illegible] [illegible]
کے ولد کا نسب نفی نہیں ہوتا مولی کی نفی سے مگر جب حنفی مذہب کے سوائے اور کسی مذہب کا قاضی جسکے مذہب میں نفی کرنے سے نفی نہیں ہوتا وہ حکم کرے عدم نفی کا
تو حنفی مذہب پر لازم ہو جاویگا ثبوت نسب کا بسبب قضا کے او تطاول الزمان وہو ساکت کما مر فی اللعان لانہ دلیل الرضا بحر فالنفی منفی بہ یعنے یا زمانہ مدت
دراز گذر گئی اور مولی ساکت رہا نفی کرنے سے چنانچہ اسکا ذکر باب اللعان میں گذر گیا اسواسطے کہ سکوت مدت دراز تک دلیل ہے رضامندی کی تو اب اُسکی
نفی کرنے سے ان دونوں صورتوں میں اُسکا نسب نفی نہوگا اذا اسلمت ام ولد الذمی یعنے الکافر او مدبرتہ مسکین عرض علیہ الاسلام جب مسلمان
ہو گئی ام ولد ذمی کی یعنے کافر کی تاکہ ذمی اور مستامن دونوں کو حکم شامل رہے یا مدبرہ ذمی یا مستامن کی مسلمان ہوئی کذا ذکرہ مسکین تو کافر پر اسلام عرض
کیا جاوے اسواسطے کہ مسلم کا کافر کے تحت میں رہنا جائز نہیں فان اسلم فہی لہ تو اگر ذمی یا مستامن نے اسلام قبول کیا تو ام ولد یا مدبرہ جیسے تھی ویسی ہی
اُسکی ہی رہی والا سعت فی قیمتہا بلا تنجیم لان خصومۃ الذمی والدابۃ یوم القیمۃ اشد من خصومۃ المسلم اور اگر ذمی نے اسلام سے انکار کیا تو ام ولد اسکے واسطے سعایت
کرے بلحاظ دونوں جانبوں کے ام ولد کی جانب میں سعایت سے یہ رعایت ہوئی کہ وہ ذلت سے بچی آزاد ہو گئی اور ذمی کی جانب میں سعایت سے یہ رعایت
ہوئی کہ مال ملنے سے اُسکا ضرر دفع ہوا ذمی کا حق شرع میں اسواسطے باطل نہوا کہ خصومت ذمی اور جانور کی قیامت کے دن سخت تر ہے مسلم کی خصومت سے
اسواسطے کہ اگر مسلم دوسرے مسلم پر ظلم کریگا تو قیامت میں امید ہے کہ مسلم مظلوم عفو کرے یا ظالم کے حسنات مظلوم کو عوض میں ملیں یا مظلوم کا وبال ظالم
پر ڈالا جاوے بخلاف ذمی مظلوم کے کہ اُس سے توقع عفو کی نہیں اور حسنات مسلم ظالم کے ذمی کو نہیں مل سکتے اسواسطے کہ وہ لائق ثواب کے نہیں اور
کافر کا وبال مسلم ظالم پر پڑنا اسمیں تامل ہے پھر جب ذمی کی حق تلفی کا معاوضہ نہو سکا تو رہائی سخت مشکل ہے اور اسیطرح جانور بے زبان پر ظلم کرنا سخت اندیشہ
ناک ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اللہم انا نعوذ بک من مظالم عبادک اجمعین فی ثلث قیمتہا قنۃ وعتقت بعد ادائہا ای القیمۃ التی قدرہا القاضی ام ولد
سعایت کرے اپنی ثلث قیمت میں خالص لونڈی ہونیکی حالت کی قیمت یعنے اگر ام ولد نہوتی خالص لونڈی ہوتی تو مثلاً اُسکی قیمت تیس درم ہوتے تو دس درم کا
کما دینا اُسپر لازم ہے اور آزاد ہو جاویگی بعد ادا کرنے اُس قیمت کے جسکو قاضی نے مقرر کر دیا ہے ثلث قیمت کی سعایت غایۃ البیان میں مذکور ہے کذا فی منح الغفار
وہی مکاتبۃ فی حال سعایتہا الا انہا فی صورتین بلا رد الی الرق لو عجزت اذ لو ردت لاعیدت اور وہ یعنے ذمی کی ام ولد مانند مکاتبہ کے ہے سعایت کی
حالت میں مگر دو صورتوں میں مکاتبہ کے برابر نہیں پہلی صورت یہ کہ اگر وہ عاجز ہوا دائے قیمت سے تو رقیت کی طرف نہ پھیری جاویگی بخلاف مکاتبہ کے اسواسطے
کہ اگر ام ولد رقیت کی طرف پھیری جاویگی تو کافر کی ملکیت پھر اُسپر ثابت ہوگی تو مسلمہ کو ذلت لازم آویگی اور حالانکہ شرعاً یہ جائز نہیں ولو مات قبل
سعایتہا ولہا ولد ولدتہ فی سعایتہا سعی فیما علیہا والا عتقت مجانا لانہا ام ولد دوسری صورت یہ کہ اگر مولے مرگیا قبل سعایت ام ولد کے اور حالانکہ
اُسکا ایک لڑکا ہے جسکو سعایت کی مدت میں جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کی قیمت میں سعایت کرے اور اگر لڑکا نہو تو وہ مفت آزاد ہوگی اسواسطے
کہ ام ولد ہے اور ام ولد بعد موت مولے کے بلا سعایت آزاد ہوتی ہے اور سعایت ولد کی قیمت میں درصورت ام ولد کی موت میں ہے نہ اُسکے مولے
کی موت میں تو شارح کو مناسب تھا کہ مصنف کے کلام سے اپنے کلام کو یہاں نہ لاتا بعد حکم موت مولے کے ام ولد کی موت کا حکم جدا بیان کرتا چنانچہ
در المنتقی کی یوں عبارت ہے ولو مات عتقت بلا سعایۃ ولو ماتت ہی وعنہا ولد فی سعایتہا سعی فیما علیہا یعنے اگر ام ولد کا مولے مرگیا تو وہ بلا سعایت

حق تلفی ذمی اور جانور کی سخت تر ۱۲ ع

مفت آزاد ہوگئی اور اگر ام ولد قبل سعایت کے مرگئی اور اسکا ایک لڑکا تھا جسکو سعایت کی حالت میں جنی تو وہ اپنی ماں کی قیمت میں سعایت کرے بخلاف مکاتبہ کے
کہ اگر اسکا مولی مرجائیگا تو وہ مفت نہ آزاد ہوگی بلکہ اسکے وارثوں کے واسطے سعایت کریگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الحکم المدبر فیسعی فی ثلثی قیمتہ اور اسیطرح یہ حکم مدبر کا
یعنے اگر ذمی اور مستامن کا مدبر مسلمان ہوجاوے اور اسکا مولی مسلمان ہونے سے انکار کرے تو مدبر اپنی دو ثلث قیمت میں سعایت کرے یعنے جو خالص غلام کی قیمت ہے
اسکے دو ثلث میں سعایت کرے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم قن الذمی عرض الاسلام علیہ فان اسلم فبہا والا بیع علیہ ما سن یدالکافر ذکرہ مسکین اور اگر ذمی کا
خالص غلام مسلمان ہوگیا تو ذمی پر اسلام عرض کیا جاوے سو اگر وہ بھی مسلمان ہوا تو خوب بات ہے وہ اسکا غلام بنا رہیگا جیسا کہ سابق میں تھا اور اگر اسنے اسلام
سے انکار کیا تو غلام کے بیچ ڈالنے کا حکم کیا جاویگا تاکہ مسلمان کافر کے ہاتھ سے نجات پاوے کذا ذکرہ مسکین فی شرح الکنز فان ادعی ولد امۃ مشترکۃ ولو مع ابنہ
ثبت نسبہ منہ ولو کافرا او مریضا او مکاتبا لکنہ ان عجز فلہ بیعہا وہی ام ولدہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا مشترک لونڈی کے ام ولد کا اگرچہ وہ شریک
اپنے بیٹے کے ساتھ ہو تو ثابت ہوگا نسب اسکا اسی مدعی سے اگرچہ کافر ہو یا مریض بمرض الموت ہو یا مکاتب ہو لیکن مکاتب اگر ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو تو اسکو بیچنا لونڈی کا
جائز ہے اور وہ لونڈی مشترک ام ولد ہے مدعی کی وضمن یوم العلوق نصف قیمتہا ونصف عقرہا ولو معسرا لا قیمۃ ولدہ لانہ علق حر الاصل وضمان کا
مدعی نطفہ رہنے کے دن اپنے شریک کو لونڈی کی نصف قیمت کا اور اسکے نصف مہر مثل کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ ضمان ہے تملک کا نہ ضمان عتق کا
اور نہ ضامن ہوگا ولد کی قیمت کا اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے کیونکہ وقت علوق سے ثابت النسب ہے اور اسی وقت سے ضمان لازم ہوا تو ثابت ہوا کہ لڑکا ملک مدعی میں
ہوا نہ شریک کی ملک میں اور اگر مدعی باپ ہو اپنے شریک کا تو ضمان اسپر نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ باپ کا حق ہے بیٹے کے مال میں فان ادعیاہ معا او جہل السابق وقد
استویا وقت الدعوۃ لا العلوق فی الاوصاف فہو ابنہما اور اگر مشترک لونڈی کے ولد کا دونوں شریکوں نے ایک زمانہ واحد میں ساتھ ہی دعوی کیا یا ایک نے اول دعوی
کیا اور دوسرے نے بعد چند ساعت یا چند روز کے دعوی کیا لیکن بالفعل معلوم نہیں کہ کسنے پہلے دعوی کیا تھا اور حالانکہ دونوں اسلام وغیرہ اوصاف آیندہ
میں برابر ہیں دعوی کرنیکے وقت نہ نطفہ رہنے کے وقت تو وہ لڑکا دونوں کا بیٹا ہے یہ مطلب نہیں کہ وہ لڑکا دونوں کے نطفہ سے پیدا ہوا اسواسطے کہ یہ متصور
نہیں بلکہ جب دونوں مالک بلا مرجح برابر ہوئے اور دونوں جمیع اوصاف مرجحہ میں مساوی ہیں تو ترجیح ایک کی دوسرے پر نہیں ہوسکتی لہذا ولد کو دونوں کا
بیٹا قرار دیا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت میں قیافہ شناس کا قول معتبر ہے اسکا جواب یہ ہے کہ قیافہ شناسی حجت شرعی نہیں کہ بنا قیافہ شناسی کی فقط
اٹکل پر ہے اور اگر قیافہ حجت ہوتا تو لعان میں اسکی طرف رجوع کیا جاتی اور نفی ولد کی جہل سے کا ہیکو ہوتی لہذا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسکا اعتبار نکیا اور قاضی
شریح کو لکھ بھیجا کہ دونوں شریکوں نے تلبیس کی لہذا اسکے مناسب حکم بھی دیا گیا اور اگر صاف بیان کرتے تو حکم بھی صاف ہوتا اور یہ حکم مخصوص ہے
بالکیہ ہوا تو لائق حجت کے ہوا اور یہی مذہب ہے علی مرتضی اور ابن عباس اور زید بن ثابت کا رضی اللہ عنہم کذا فی منح الغفار فلو لم یستویا قدم من العلوق فی ملکہ
ولو بنکاح پھر اگر دونوں شریک برابر نہوں زمانہ ملکیت میں یعنے ایک زمانہ سابق میں مالک ہوا ہو لونڈی کا اور دوسرا بعد اسکے تو وہ شریک مقدم ہوگا
جسکی ملک میں نطفہ رہا اگرچہ تقدم ملک کا بسبب نکاح کے ہو فتح القدیر میں ہے کہ جب لونڈی حاملہ ہوئی ایک کے ملک میں پھر مالک نے نصف لونڈی
دوسرے کے ہاتھ بیچی پھر وہ پورے چھ مہینے میں بعد اس بیع کے جنی یا دونوں شریکوں نے ولد کے نسب کا دعوی کیا تو مالک اول مقدم ہے اسواسطے کہ
نطفہ اسکی ملک میں رہا محشی مدنی نے کہا کہ مناسب یوں کہنا تھا کہ بعد بیع کے چھ مہینے سے کم میں جنی تاکہ مالک اول کی خالص ملک میں علوق
ثابت ہو اور اگر پورے چھ مہینے میں جنے گی تو دونوں کی ملک میں علوق کا احتمال ہے کما لا یخفی اور اگر ایک شخص نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اسنے اور
دوسرے شخص نے لونڈی کو مول لیا پھر وہ چھ مہینے سے کم مدت میں جنی بعد خریدنے کے پھر دونوں نے اسکے ولد کا دعوے کیا تو یہ لونڈی نکاح کرنیوالے
کی ام ولد ہوگی کذا فی فتح القدیر ثم اب ومسلم وحر وذمی وکتابی علی ابن وذمی وعبد ومرتد ومجوسی اور باپ اور مسلم اور آزاد اور ذمی اور کتابی مقدم ہیں

بیٹے اور ذمی اور غلام اور مرتد اور مجوسی ہیں یہ لف ونشر مرتب ہے یعنے اگر باپ اور بیٹا ایک لونڈی میں شریک ہوں اور لونڈی سے ولد کا دونوں ساتھ ہی دعوی کریں تو باپکا دعوی مقدم اور اوسلے ہے بیٹے پر اور اسی طرح مسلم مقدم ہے ذمی پر اور آزاد مقدم ہے غلام پر اور ذمی مقدم ہے مرتد پر اور کتابی مقدم ہے مجوسی پر شارح نے تقدم ذمی کا مرتد پر بحرالرائق اور نہرالفائق اور شرح حموی کی تقلید سے نقل کیا لیکن یہ مخالف ہے زیلعی اور فتح القدیر کے زیلعی کی یہ عبارت ہے المرتد اولی من الذمی اور فتح القدیر کی یہ عبارت ہے لوکانت الدعوة بین ذمی ومرتد فالولد للمرتد لانہ اقرب الی الاسلام مفتی ابوسعود نے کہا کہ تقدم ذمی کا مرتد پر سبقت قلم ہے کذا فی حاشیة الدر فی ثم لایثبت نسب ولد الثانی بلا دعوة لحرمة الوطی کما مر پھر نہ ثابت ہوگا دوسرے ولد کا نسب بدون دعوی کے جمیع صورتوں میں جو مذکور ہوئیں بسبب حرام ہونے وطی ام ولد مشترک کے چنانچہ تھوڑے پہلے گذر چکا کہ ولد ثانی ام ولد کا بلا دعوت اسوقت میں ثابت النسب ہے تاہی جبکہ ام ولد مولی پر حرام نہوگئی ہو بخلاف صور مذکورہ کے وہی ام ولد ہے ان صورتوں میں جب ثابت ہے کہ ہما اور یہ لونڈی مشترک جسکے ولد کا دونوں مساوی شریکوں نے ساتھ ہی دعوی کیا دونوں کی ام ولد ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ دونوں کی ملک میں حاملہ ہوئی ہو اسطرح پر کہ دونوں کی خرید کے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت میں جنی ہو خرید کے دن سے لالو اشتریا حاملا لانہا دعوة عتق فولاء لہا وباعار احدہما النصف بقیمة الولد العقر اور اسطرح ام ولد نہوگی اگر لونڈی کو دونوں مالکوں نے حاملہ خرید کیا اور وہ خرید کے دن سے اقل مدت حمل سے کمتر مدت میں جنی پھر دونوں نے دعوی کیا ولد کے نسب کا تو وہ لونڈی ام ولد نہوگی اس دعوی سے اسواسطے کہ فی الحقیقت یہ دعوے عتق کا ہے نہ استیلاد کا اسلیے کہ شرط استیلاد کی یہ ہے کہ علوق ولد کا ملک میں ہو سو یہاں قبل ملک کے علوق حاصل تھا پھر جب یہ دعوی عتق ولد کا ہوا تو ولد کی اولاد دونوں شریکوں کیواسطے ہوگی اور اگر ایک شریک ولد کا دعوی کریگا تو ولد کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور لونڈی کا نصف مہر دینا اپنے شریک کو لازم نہ آویگا اسواسطے کہ دعوے استیلاد کا نہیں وعلی کل نصف عقرہا وتقاصا اور در صورتیکہ دونوں شریکوں کی وہ لونڈی ام ولد ہوئی تو ہر شریک پر نصف مہر لونڈی کا لازم ہوگا ہر حصہ دوسرے شریک کے اس شریک کے اُس شریک کو نصف مہر دینا چاہیے اور آپسمیں اسکو اور دونوں باہم اپنے حق کو مجرا کرلین گے کوئی کسیکو کوئی سے اگر کوئی کہے کہ جب دونوں حساب میں برابر ہو گئے تو ایجاب مہر کا کیا فائدہ ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ اگر ایک شریک اپنا حق معاف کر دے تو دوسرے کا حق باقی رہیگا اور اگر ایک کا حصہ درم مہر اور دوسرے کا دینار ہو تو اُسکو درم دینا اور دینار لینا جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر الا اذا کان نصیب احدہما اکثر فیاخذ منہ الزیادة لان المہر بقدر الملک دونوں شریکوں کو نصف نصف مہر کا مجرا کر لینا درست ہے مگر جبکہ ایک شریک کا حصہ ملک کا زیادہ ہو دوسرے کی ملک سے تو دوسرا شریک سے بقدر زیادتی ملک کے مہر لے مثلاً ایک شریک دو حصہ کا مالک ہے اور دوسرا ایک حصہ کا تو ثلث مہر ایک حصہ والے کو دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ حق مہر کا بقدر ملک کے ہوتا ہے بخلاف البنوة والارث والولاء فان ذلک لہما سویة وان کان احدہما اکثر نصیبا من الآخر لعدم تجزی النسب فیکون سویة لعدم الاولویة ویتبعہ الارث والولاء بخلاف فرزندی اور میراث اور ولاء کے اسواسطے کہ یہ امور دونوں شریکوں کے واسطے برابر ہیں اگرچہ ایک شریک کا حصہ زیادہ ہو دوسرے شریک سے بسبب عدم قسمت پذیری نسب کے تو نسب دونوں میں برابر ہوگا بسبب عدم اولویت کے لیئے دونوں برابر ہیں کسیکو تقدم اور رجحان نہیں اور ارث اور ولاء نسب کے تابع ہیں جب نسب میں تجزی نہوئی تو ارث اور ولاء میں بھی تجزی نہوگی وورث الابن من کل ارث ابن کامل اور وراثت پاویگا بیٹا ہر ایک شریک مدعی سے پورے بیٹے کی ارث اسواسطے کہ ہر واحد مقر ہے اُسکی فرزندی کا اور مقر کا اقرار اُسپر حجت ہے وورثا منہ ارث اب واحد اور اگر ولد مرگیا تو دونوں شریک اُسکے وارث ہونگے ایک باپ کی ارث میں اسواسطے کہ فی الواقع مستحق ارث پدری کا تو ایک ہی شخص ہے لیکن چونکہ کسی کی یہاں ترجیح نہیں لہذا ایک باپ کا حصہ دونوں میں تقسیم ہوگا وکذا الحکم عند الامام لو کثروا ولو نساء وتمامہ فی البحر اور جسطرح دو شریکوں کا حکم ہے اسیطرح اگر زیادہ ہوں دو سے تو انکا بھی ایسا ہی حکم ہے اگرچہ دعوے کرنے والیاں ولد کی عورتیں ہوں اور پورا بیان اسکا بحرالرائق میں ہے ہم پورا بیان بحرالرائق میں اسطرح ہے کہ اگر دو شریکوں سے زیادہ مدعی ہوں ولد کے تو امام اعظم کے نزدیک مدعیوں سے اسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ وہ کثیر ہوں اور ابو یوسف نے کہا کہ دو مدعیوں

سے زیادہ مین نسب ثابت ہوگا اور محمد کے نزدیک تین سے زیادہ مین نسب ثابت ہوگا اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر ایک لڑکے مین دو عورتون نے تنازع کیا تو امام اعظم
کے نزدیک وہ لڑکا دونون کا ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک بلکہ ایک عورت سے ملحق ہوگا اور اگر ایک لڑکے مین دو مرد اور دو عورتون نے تنازع کیا ہر مرد یہ کہتا ہے
کہ یہ لڑکا میرا ہے اس عورت سے اور عورت اسکی تصدیق کرتی ہے تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونون مردون اور دونون عورتون کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط
دو مردون کا ہوگا نہ عورتون کا کذا فی منح الغفار وفیہ لو مات احدہما او اعتقہا عتقت بلا شیء قلت فالعتق انما یتجزی فی القنیۃ الا فی ام الولد بل یعتق بعضہا
لعتق کلہا اتفاقا فلیحفظ اور بحر الرائق مین ہے کہ اگر ایک شریک مرگیا یا ایک نے ام ولد کو آزاد کر دیا اپنی زندگی مین تو وہ مفت بلا سعایت آزاد ہو جاویگی
شارح کہتا ہے تو امام اعظم کے نزدیک عتق متجزی نہین ہوتا مگر خالص لونڈی مین نہ ام ولد مین بلکہ بعض ام ولد کے آزاد ہونے سے کل آزاد ہو جاتی ہے بالاتفاق امام
اور صاحبین کے کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تجزی عتق کا امام کے نزدیک فقط خالص لونڈی مین منحصر ہے اور ام ولد کے عدم تجزی مین اتفاق ہے جاریۃ بین رجلین
ولدت فادعاہ احدہما واعتقہ الآخر وخرج الکلامان منہما معا فالدعوۃ اولی لاستنادہا للعلوق خانیۃ ایک لونڈی مشترک ہے دو مردون
مین سو وہ جنی تو ایک شریک نے اسکے ولد کا دعوی کیا اور دوسرے شریک نے ولد کو آزاد کر دیا اور یہ دونون کلام دونون سے ساتھ ہی برابر نکلے تو کلام دعوی نسب کا اولی ہے
مقدم ہے اسواسطے مستند ہونے دعوے کے بوقت علوق ولد کے کذا فی الخانیۃ یعنی دعوی نسب کا وقت علوق سے متعلق ہوگا بخلاف اعتاق کے کہ وہ بالفعل سے متعلق ہے تو گویا آزاد
کرنا بعد دعوے کے ولد کو آزاد کیا اور یہ صحیح نہین کذا فی المنح ادعی ولد امۃ مکاتبۃ وصدقہ المکاتب لزم النسب تصادقہما لدعوۃ ولد جاریۃ الاجنبی اما ولد
مکاتبۃ فلا یشترط التصدیق کما سیجی دعوی کیا مولے نے اپنے مکاتب کی لونڈی کے ولد کا اور تصدیق کی مکاتب نے اسکی تو مولے کو نسب اس ولد کا لازم ہوگا دونون کے
تصادق سے چنانچہ نسب ثابت ہوتا ہے جاریۂ اجنبی کے ولد کے دعوی سے اور اجنبی کی تصدیق سے اور مولے اپنی مکاتبہ لونڈی کے ولد کا دعوی کریگا تو ثبوت نسب مین مکاتبہ
کی تصدیق شرط نہین چنانچہ کتاب المکاتب مین مذکور ہوگا ولزم المدعی العقر وقیمۃ الولد یوم ولد اور لازم ہوگا مولے مدعی پر مہر لونڈی کا اور قیمت ولد کی پیدایش
کے دن کی وسقط الحد عنہ للشبہۃ اور ساقط ہوگی حد مولے سے بسبب شبہہ کے ولم تصر امہ ام ولدہ لعدم ملکہ اور لونڈی مکاتب کی مولے کی ام ولد نہوگی
اسواسطے کہ اسکی ملک نہین وان کذبہ المکاتب لم یثبت النسب لحجرہ علی نفسہ بالعقد اور اگر مکاتب نے مولے کی تکذیب کی دعوی ولد مین تو نسب ولد کا
ثابت نہوگا اسواسطے کہ مولے نے اپنی ذات کو باز رکھا تصرف سے بسبب عقد کتابت کے یعنے جب غلام کو مکاتب کیا تو اب مکاتب کے کسب پر مولے کا
متصرف کرنا جائز نرہا تو بدون تصدیق مکاتب کے دعوی مولے کا مسموع نہین ولدت منہ جاریۃ غیرہ فقال احلہا لی مولاہا والولد ولدی فصدقہ
المولی فی الاحلال وکذبہ فی النسب لم یثبت نسبہ غیر کی لونڈی ایک شخص کے نطفے سے جنی اور اسنے دعوی کیا کہ لونڈی کے مولے نے اسکو مجھپر حلال کر دیا
اور اسکا ولد میرا ولد ہے اور تصدیق کی مدعی کی مولی نے احلال مین اور تکذیب کی اسکی نسب مین تو نسب ثابت نہوگا ہم احلال سے مراد احلال بالتزویج
ہے نہ احلال بالملک اسواسطے کہ لونڈی کے مالک ہونے کا حکم بعد اسکے مذکور ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فان صدقہ فیہما جمیعا ثبت والا فلا وقول الزیلعی
ولو صدقہ فی الولد ثبت ای مع تصدیقہ فی الاحلال فلا مخالفۃ کما لا یخفی سو اگر مولے نے تصدیق کی مدعی کی سب دونون امرون مین یعنے احلال اور نسب مین تو نسب ولد کا
ثابت ہوگا اور اگر دونون امر کی یا ایک امر کی تصدیق نکی تو نسب ثابت نہوگا کذا فی الخانیۃ والدرر اور یہ قول زیلعی کا کہ اگر مولے مدعی کے ولد مین تصدیق کرے
تو نسب ثابت ہوتا ہے یعنے تصدیق ولد کی ساتھ تصدیق احلال کے ثابت ہے نسب کی نہ فقط تصدیق ولد کی تو کچھ مخالفت نہین زیلعی اور غیر زیلعی کے کلام مین چنانچہ امر مخفی
نہین اسواسطے کہ مسئلہ مفروض ہے تصدیق فی الاحلال مین کذا فی المنح ولو ملکہا او ملکہ بعد تکذیبہ ای المولے ولو مکاتبہ لو یامن الدہر ثبت
النسب وتصیر ام ولدہ اذا ملکہا لبقاء اقرارہ اور اگر مدعی مالک ہوا لونڈی کا یا مالک ہوا اسکے ولد کا کسی دن بعد تکذیب مولے کے اگرچہ
مالک لونڈی کا مدعی کا مکاتب ہو تو نسب ثابت ہوگا درصورت ملک ولد کے اور لونڈی اسکی ام ولد ہوگی جبکہ اسکا مالک ہوگا اسواسطے

باقی رہنے اقرار مدعی سکے **ولو استولد جارية احد ابويه او جده او امرأته وقال ظننت حلها لي فلا حد للشبهة ولا نسب الا ان يصدقه فيها** اور اگر کسی شخص نے استیلاد کیا اپنے باپ یا ماں کی لونڈی یا اپنے دادا یا اپنی زوجہ کی لونڈی سے اور کہا اُسنے کہ مین نے اس لونڈی کی حلت اپنے واسطے گمان کی تھی تو اُسپر حد لازم نہ آوے گی بسبب شبہہ حلت کے اور نسب ولد کا ثابت نہ ہوگا شارح نے کہا مگر اُسوقت نسب ثابت ہوگا جبکہ جاریہ کا مولی و لونڈی کا مالک مرد مین اُسکی تصدیق کرے ضم فیہا کے مرجع مین محشی در المختار کے مختلف ہین شیخ عابد سندھی مدنی نے کہا کہ مرجع فیہا کی دو صورتین ہین یعنے جاریہ اصول و جاریہ زوجہ اور شیخ رحمتی وغیرہ نے کہا کہ مرجع اسکا ظن حلت یا تصدیق ولد ہی لیکن بہرصورت سب محشی اسپر متفق ہین کہ شارح کی عبارت یعنے الا ان یصدقہ فیہا بے محل یا دی ہی اسواسطے کہ ظن حلت کی تصدیق سے نسب ثابت نہین ہوتا اور اس عبارت کو مصنف نے منح الغفار مین مذکور نہین کیا اور نہ بحر اور نہر اور زیلعی اور درر مین جسکو شک ہو وہ ان کتابون کی طرف رجوع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی **وان ملکہ یوما عتق علیہ** اور اگر مستولد مالک لڑکا ہوگا کوئی دن تو اُسپر آزاد ہو جاویگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے **وان ملک امہ لا تصیر ام ولدہ لعدم ثبوت النسب کذا ذکرہ المصنف تبعا للزیلعی لکنہ نقل ہنا وفی نکاح الرقیق عن الدرر والخانیۃ انہ لو ملکہا بعد تکذیبہ لو ثبت النسب لبقاء الاقرار فتدبر** اور اگر مستولد ولد کی ماں کا مالک ہوگا تو وہ اُسکی ام ولد نہوگی بسبب نہ ثابت ہونے ولد کے نسب کے ایسا ہی مذکور کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین باتباع زیلعی لیکن مصنف نے یہان اور باب نکاح الرقیق مین درر اور خانیہ سے نقل کیا ہی کہ اگر نسب ولد کا مدعی اُسکی ماں کا کسی دن مالک ہوا بعد تکذیب سو لی کے تو نسب ولد کا ثابت ہوگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے سو اُسکو غور کرو شارح نے اس لفظ سے کلام مصنف کے تناقض ہونیکا اشارہ کیا کہ ثبوت نسب اور عدم ثبوت مین صریح تناقض ہی شیخ عابد محشی مدنی نے کہا کہ ظاہر کلام مصنف مین تناقض نہین ہی اسلیے کہ یہان دو مذکور ہین ایک یہ کہ مستولد نے جاریہ غیر کے ولد مین کہا کہ مولی نے اپنی جاریہ مجھپر حلال کر دی تھی اور دوسرا مسئلہ یہ کہ جاریہ اصول مین ظن حلت کا دعوی کیا تو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین درر اور خانیہ سے ثبوت نسب کا بعد مالک کے پہلے مسئلہ مین ذکر کیا یعنے مسئلہ ادعا احلال مین نہ دوسرے مسئلہ مین یعنے ادعا ظن حلت مین اور عدم ثبوت نسب کا دوسرے مسئلہ مین ذکر کیا ہی تو تناقض ثابت ہوا اھ منح الغفار مین فی الواقع ایسا ہی ذکور ہی جیسا کہ محشی نے کہا واللہ اعلم **نعم فی الخانیۃ زنی بامۃ فولدت فملکہا لم تصر ام ولدہ وان ملکہ الولد عتق** ہان خانیہ مین ہی کہ ایک شخص نے زنا کیا لونڈی سے پھر وہ جنی پھر زانی اُسکا مالک ہوا تو وہ لونڈی اُسکی ام ولد نہوگی اور اگر ولد کا مالک ہوگا تو وہ آزاد ہو جاویگا اسلیے کہ یہ روایت زیلعی کے کلام کی تائید ثبوت ہوئی **وفی الاشباہ لو ملک اختہ لابیہ من الزنا عتقت ولو اختہ لابیہ لا** اور اشباہ مین ہی کہ اگر کوئی اپنی مادری بہن کا وارث ہو جو زنا سے پیدا ہوئی تو وہ آزاد ہو جاویگی اسواسطے کہ ماں کی طرف سے ملکوک ایک پیٹ سے پیدا ہین اور اگر مالک ہوا اپنی سوتیلی بہن کا جو زنا سے ہی تو وہ لونڈی رہیگی آزاد نہوگی اسلیے کہ بھائی کا رشتہ بہن سے بواسطے باپ کے ہی اور حالانکہ نسب ابر کا زانی سے شرعا منقطع ہی تو اُسکا بہن ہونا نہ ثابت ہوا لہذا آزاد نہوگی اور چونکہ نسب ماں کا منقطع نہین تو اُسکا بہن ہونا ثابت ہی اسواسطے ملک سے عتق ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی **فروع مسائل ملحقہ شارح کے** **اراد وطی متولدہا لا تصیر ام ولدہ بملکہا الطفلہ ثم یتزوجہا** ارادہ کیا ایک شخص نے اپنی لونڈی کی وطی کا اور چاہا کہ وہ ام ولد نہو اولاد ہونے سے تو اپنے طفل صغیر کو اُسکا مالک کرے پھر لونڈی سے نکاح کرے تو اُسکی اولاد آزاد ہوگی اور وہ لونڈی ہی رہیگی طفل صغیر کے مالک کر دینے کا یہ فائدہ تھا کہ اُسکو نکاح کر لینے کا اختیار رہے **اقر بامومیتہ فی مرضہ ان ہنا کہ ولد**

او حبل عتق من الکل والا فمن الثلث وبالی بیدہا للمولی الا اذا اوصی لہا بہ نعم فی المجتبی استحسن محمد ان یترک لہا ملحفۃ وقمیصا ومقنعۃ ولا شئی للمدبرۃ اقرار کیا مولے نے اپنی بیماری مین لونڈی سکے ام ولد ہونے کا اگر اُسوقت لونڈی کا ولد ہو یا اُسکا حمل ظاہر ہو تو وہ کل مال سے آزاد ہوگی بعد موت کے اور اگر ولد اور حمل نہو تو ثلث مال سے آزاد ہوگی اور جو اُسکے پاس مال ہوگا وہ مولے کا ہوگا یعنے وارث اُسکے مالک ہونگے مگر اُسوقت وارث نہینگے جبکہ مولے نے اُس مال کی ام ولد کے واسطے وصیت کر دی ہو ہان مجتبی مین یون ہی کہ محمد نے مستحب کہا ہی اُسکو کہ اُس مال سے ام ولد کے واسطے چادر اور کرتی اور مقنع چھوڑ دیا جاوے اور مدبرہ لونڈی کے واسطے کپڑے دینے کو مستحب نہین کہا واللہ اعلم استغفر اللہ العظیم اتوب الیہ

کتاب الایمان

یہ کتاب ہے ایمان کے احکام میں ایمان بالفتح جمع ہے یمین کی مناسبتہ عدم تاثیر الہزل والاکراہ و قدم الاعتاق لمشارکتہ للطلاق فی الاسقاط والسرایتہ مناسبت کتاب الایمان کی کتاب الاعتاق سے عدم تاثیر ہے ہزل اور اکراہ کی یعنی جیسے ہزل اور اکراہ اعتاق کا مبطل نہیں ویسے ہی یمین کا مبطل نہیں لہذا دونوں بابوں کا متصل ہونا مناسب ہوا اور مصنف نے اعتاق کو یمین پر مقدم کیا واسطے شریک ہونے اعتاق کے ساتھ طلاق کے اسقاط اور سرایت میں یعنی جیسے طلاق عبارت ہے اسقاط نکاح سے ویسے ہی عتاق عبارت ہے اسقاط ملک سے اور جیسے نصف یا ربع طلاق مطلقہ کے کل بدن میں ساری ہوتی ہے یعنی پھیل جاتی ہے ویسے ہی نصف یا ربع اعتاق مملوک کے کل بدن میں پھیل جاتا ہے بقول صاحبین کے بسبب عدم تجزی کے اور بقول امام چونکہ اعتاق متجزی ہے تو طلاق اور اعتاق سرایت میں مشترک نہیں کذا فی الطحطاوی تو جب طلاق اور اعتاق مشترک ہوئے اپنے تمام معنی میں یعنی اسقاط میں اور نیز لازم شرعی ہیں یعنی سرایت میں لہذا طلاق کے بعد اعتاق کا ذکر کرنا مناسب ہوا کذا فی النہر الفائق الیمین لغۃ القوۃ یمین لغت عرب میں معنی قوت کے ہے ہر چند لفظ یمین کا قوت اور ہاتھ اور قسم میں مشترک ہے لیکن شارح نے فقط قوت کے معنے اسواسطے مذکور کیے کہ قوت مناسبت ہے یعنی شرعی یمین سے معنی میں مذکور ہے کہ حلف کو یمین اسواسطے کہا کہ قسم کھانے والا بسبب حلف کے قوت حاصل کرتا ہے فعل یا ترک پر یا حلف کو یمین اسوجہ سے کہا کہ عرب ہاتھ پکڑ کر قسم کھاتے تھے و شرعاً عبارۃ عن عقد قوی بہ عزم الحالف علی الفعل او الترک فدخل التعلیق فانہ یمین شرعاً الا فی خمس مذکورۃ فی الاشباہ فلو حلف لا یحلف حنث بطلاق و عتاق اور اصطلاح شرع میں یمین عبارت ہے اس عقد سے جس سے قوی ہو جاوے ارادہ حالف یعنی قسم کھانے والے کا کسی فعل کے کرنے پر یا چھوڑنے پر پس تعریف میں تعلیق داخل ہو گئی اسواسطے کہ تعلیق بھی یمین ہے شرع میں اسواسطے کہ تعلیق سے بھی فعل یا ترک کا عزم قوی ہو جاتا ہے مگر پانچ چیزوں میں تعلیق یمین نہیں جنکی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے پھر جب تعلیق یمین میں داخل ہوئی تو اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ قسم نہ کھاونگا تو طلاق اور عتاق کی تعلیق کرنے سے حانث ہوگا مصنف نے تعریف یمین کی باتباع صاحب تبیین کنز اور صاحب کفایہ کی اور شرح نقایہ میں یوں تعریف کی ہے کہ یمین عبارت ہے تقویت خبر سے ذکر نام خدا یا تعلیق خلاصہ اشباہ یہ ہے قسم کھائی کہ قسم نہ کھاونگا تو تعلیق سے حانث ہوگا مگر چند مسائل میں افعال قلوب کی تعلیق سے یا مہینہ آنے کی تعلیق سے اس عورت میں جسکی عدت مہینوں سے ہے یا تعلیق پر معلق کرنے سے یا یوں کہتے ہیں آپ نے غلام سے کہ اگر تو اتنا ادا کریگا تو تو آزاد ہے اور اگر نہ دے سکے گا تو غلام ہے یا یوں کہہ دے کہ اگر تمام ایک یا تین اچھی طرح آیا تو ایسا ہوگا یا طلوع آفتاب پر معلق کرنا دریافت کرنا چاہیے کہ قسم دو طرح پر ہے ایک قسم خدا کے نام کی یا اسکی صفات کی اور دوسری قسم غیر نام خدا کی سو دوسری قسم دو طرح پر ہے ایک یہ کہ آبا و اجداد اور انبیا اور ملائکہ اور صوم اور صلوۃ اور کعبہ اور زمزم کی قسم کھاوے سو ایسی قسم کھانا شرعاً جائز نہیں اور دوسری طرح یہ کہ بطور شرط اور جزا کے حلف ہو سو اسکی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عبادات کا حلف کرے اسطرح پر اگر میں فلانا کام کروں تو مجھ پر صوم یا صلوۃ یا حج یا عمرہ یا قربانی یا آزاد کرنا غلام کا یا خیرات کرنا لازم ہو دوسری صورت بغیر عبادات کے حلف کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں فلانا کام کروں تو زوجہ کو طلاق ہے یا غلام میرا آزاد ہے کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع و شرطہا الاسلام والتکلیف وامکان البر صحت یمین کی شرط ہے اسلام اور مکلف ہونا اور امکان تحقیق قسم کا پورا کر سکنا تو کافر اور مجنون اور صبی کی قسم صحیح نہیں اور اسیطرح مستحیل حقیقی کی قسم طرفین کے نزدیک صحیح نہیں خلافاً لابی یوسف اور شرائط صحت یمین سے یہ ہے کہ شرط اور جزا میں کوئی لفظ حائل نہو اور اگر حائل ہوگا تو تعلیق نہ ہوگی بلکہ تنجیز ہو جاویگی کذا فی العالمگیریہ اور علت غائی قسم کی دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ سامع حالف کو سچا جانے دوسرے یہ کہ حالف یا غیر شخص فعل یا ترک پر مستعد ہو جاوے کذا فی منح الغفار وحکمہا البر او الکفارۃ اور حکم یمین کا بر ہے یا کفارہ ہم تفصیل احکام میں آگے مذکور ہوگی کہ قسم کا پورا کرنا کہاں واجب ہے اور کہاں مستحب ہے اور کہاں مباح اور توڑنا قسم کا کہاں واجب ہے اور کہاں مباح و رکنہا اللفظ المستعمل فیہا اور رکن یمین کا وہ لفظ ہے جو قسم میں مستعمل ہے ہل یکرہ الحلف بغیر اللہ تعالیٰ قیل نعم للنہی وعامتہم لا و بہ افتی الاسماعیلی لزماننا و حملوا النہی علی الحلف بغیر اللہ لا علی وجہ الوثیقۃ کقولہم بابیک ولعمرک و نحو ذلک عینی اور کیا مکروہ ہے غیر خدا کی قسم کھانا جیسے طلاق اور عتاق کی قسم بعضے علما نے کہا کہ ہاں غیر خدا کی قسم مکروہ ہے بسبب وارد ہونے نہی کے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور عدم کراہت کا فتوی دیا ہے علما نے علی الخصوص ہمارے زمانہ میں اور حمل کیا نہی کو الحلف بغیر اللہ پر جو وجہ علیے الوثوق نہیں

بلکہ بطور عادت عرب کے اپنے مخاطبانہ اور محاورات میں جاری تھی چنانچہ یوں کہنا عرب کا کہ تیرے باپ کی قسم اور تیری جان کی قسم اور مانند اسکے کذا ذکرہ العینی یعنے ممنوع قسم بغیر اللہ کی جو بلا
قصد عرب اپنی گفتگو میں کہا کرتے تھے تو اگر حلف بغیر اللہ میں قصد متعلق ہو بطور وثوق کے تو قسم کا برقرار رکھنا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فتح القدیر میں ہے کہ حلف بغیر اللہ مانند طلاق
اور اعتاق کے علاوہ کے بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے بسبب اس حدیث صحیح کے کہ جو قسم کھاوے سو خدا کی قسم کھاوے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور محمل حدیث مذکور کا یہ ہے کہ حلف
بحرف قسم کے ہو سواے تعلیق کے وہی ہے الیمین باللہ لعدم تصور الغموس اللغو فی غیرہ فیقع بہما الطلاق نحو علی الطلاق لیحفظ اور وہ یعنے یمین باللہ غموس ہوتی ہے
غموس میں یمین باللہ کی قید اسواسطے لگائی کہ غموس اور لغو کا حکم یمین باللہ کے سوا میں متصور نہیں اسواسطے کہ تعلیق طلاق و عتاق اور نذر کی امر موجود ماضی پر نہیں ہوتی
اسلیے اسمیں غموس اور لغو متحقق نہیں تو غموس اور لغو طلاق وغیرہ میں واقع ہوگی کذا ذکرہ العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ غموس اور لغو فقط یمین باللہ میں منحصر ہو تعلیق میں
ولا یرد نحو ہو یہودی لانہ کنایۃ عن الیمین باللہ ان لم یعقل وجہ الکنایۃ بدائع اور اعتراض نہ وارد ہوگا مانند اس قول کے کہ وہ یہودی ہے اسواسطے کہ یہ کنایہ ہے یمین باللہ
سے اگرچہ قائل اسکا وجہ کنایہ کی نسمجھے کذا فی البدائع یعنے اگر کوئی اعتراض کرے کہ تمنے غموس اور لغو کو یمین باللہ میں منحصر کیا حالانکہ یوں کہنا اس فعل کو جسکو کر چکا ہے کہ
اسنے ایسا کیا ہو تو وہ یہودی ہے یا نصرانی تو یہ غموس ہے باوجودیکہ یمین باللہ نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ یہ قول بھی فی الواقع میں یمین باللہ ہے بطریق کنایہ وجہ کنایہ کی یہ ہے
کہ بنا اس مقصود پر خالف کا اس فعل سے باز رہنا ہی شرط سے اور وہ مستلزم ہو یہودیت کی نفرت کو اور وہ مستلزم ہی نفرت عن الکفر باللہ کو اور وہ مستلزم ہے تعظیم حق تعالی کو تو گویا اسنے
یوں کہا کہ بحق اللہ العظیم [illegible] یا نہیں کیا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی غموس لغمسہ فی الاثم ثم فی النار وہی کبیرۃ مطلقا لکن اثم الکبائر متفاوت نہر
اللہ کی جھوٹی قسم کو غموس اسواسطے کہا کہ وہ دنیا میں گناہ کے اندر ڈبوتی ہے پھر آخرت میں دوزخ کے اندر اور جھوٹی قسم کبیرہ گناہ ہے ہر طرح سے خواہ جھوٹی قسم کھا کر مسلمان کا
مال حق ہے لیا یا نہ لیکن گناہ کبیرہ گناہوں کا متفاوت ہے کذا فی النہر و دلیل الاول کبیرہ ہونے غموس کی صحیح بخاری کی حدیث شریف ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے
اشراک باللہ و عقوق الوالدین و قتل النفس و یمین غموس ہے کذا فی النہر و صحیح ابن حبان میں ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم
کھا کر مسلمان کا مال کاٹ لے تو حق تعالے بہشت کو اسپر حرام کریگا اور دوزخ میں اسکو ڈالیگا کذا فی فتح القدیر ان حلف علی کاذب عمدا ولو غیر فعل او ترک کو اللہ ما جاء زید
یعنی اللہ غموس ہے اگر قسم کھاوے جھوٹ پر قصدا اگرچہ وہ چیز فعل یا ترک فعل نہو چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ وہ پتھر ہے بالفعل هم شرح وقایہ میں للہ اللہ انہ حجر ان کان کیون
کالفظ مقدر کیا ہو تاکہ غموس منعقدہ میں داخل ہو شارح نے لفظ الآن کا زیادہ کرکے اسی دلیل کو رد کیا اسواسطے کہ غموس ہے فعل ماضی ہو یا شرط القیدی تھیں چنانچہ
اسکی تصریح عنقریب آتی ہے فی ماض کو اللہ ما فعلت کذا عالما بفعلہ او حال کو اللہ ما لہ علی الف عالما بخلافہ و اللہ انہ بکر عالما انہ غیرہ یعنی غموس ماضی
ماضی میں ہو چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ میں نے ایسا نہیں کیا اس فعل کو جانکر یا حال میں ہو چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ اسکے مجھپر ہزار درم نہیں یعنی قسم کھائی کہ
ہزار درم میں اور واللہ وہ بکر ہے یعنی قسم کھائی کہ وہ بکر نہیں بلکہ زید ہے مثلا والتقیید بہم بالفعل و الماضی اتفاقی او اکثری اور قید لگانا فقہا کا تعریف غموس میں
فعل اور ماضی کی اتفاقی ہے یا اکثری نہ قید احترازی چنانچہ شروح ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہے کہ ذکر فعل اور ماضی کا شرط نہیں لہذا مصنف نے پہلے دو مثالوں
میں اسکی طرف اشارہ کیا کذا فی منح الغفار و یاثم بہا فتلزمہ التوبۃ اور گنہگار رہتا ہے مسلمان یمین غموس سے تو اسپر توبہ لازم ہے نہ کفارہ اور یہی مذہب ہے
امام مالک اور احمد بن حنبل کا و ثانیہا لغو لا مواخذۃ فیہا الا فی ثلث طلاق و عتاق و نذر اشباہ فیقع الطلاق علی غالب الظن اذا تبین خلافہ وقد اشتہر
عن الشافعیۃ خلافہ اور دوسری قسم یمین کی لغو ہے اور اسمیں مواخذہ نہیں مگر تین چیز طلاق اور عتاق اور نذر میں کذا فی الاشباہ تو طلاق واقع ہوگی
گمان غالب پر جبکہ ظاہر ہو جاوے مخالف ظن غالب کی اور شافعیوں سے اسکا خلاف مشہور ہے ان حلف کاذبا یظنہ صادقا فی ماض او حال
فالفارق بین الغموس و اللغو تعمد الکذب یمین لغو ہے اگر جھوٹی قسم کھائی اپنے گمان میں سچ جانکر زمان ماضی کی قسم کھائی ہو یا حال کی تو فرق
درمیان غموس اور لغو کے فقط تعمد کذب کا ہے اگر عمدا کذب پر قسم کھائی تو غموس ہے اور نہیں تو لغو ہے هم صاحب کنز نے جو تعریف لغو میں فعل

ماضی کی قید لگائی ہے سو اتفاقی ہے چنانچہ درائع میں مصرح ہے کہ لغو ماضی اور حال دونوں میں ہوتا ہے کذا فی المنح واما فی المستقبل فالمنعقدة اور جو قسم کہ زمان مستقبل
میں ہوتی ہے وہ یمین منعقد ہے حلبی نے کہا کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ نہیں ہوتی ہے مستقبل میں مگر منعقدہ حالانکہ آگا ہے مستقبل میں غموس بھی ہوتی ہے
چنانچہ اسکا ذکر آویگا تو شارح کو یوں کہنا لازم تھا اما المنعقدة ففی المستقبل وخصه الشافعی بما یجری علی اللسان بلا قصد مثل لا واللہ وبلی واللہ لو آتیا اور امام شافعی
نے لغو کو مخصوص کیا ہے اس قسم پر جو لوگوں کی زبان پر بلا قصد جاری ہوتی ہے چنانچہ یوں کہنا لا واللہ وبلی واللہ اگرچہ زمان مستقبل کی قسم کھاوے بلا قصد تو بھی لغو ہے تو درجع
خلاف حنفی اور شافعی کا اس قسم میں ظاہر ہوتا ہے جو زمان مستقبل میں بلا قصد کھائی جاوے سو حنفی کے نزدیک وہ لغو نہیں بلکہ منعقدہ ہے اور اسمیں کفارہ لازم ہے اور شافعی کے
نزدیک وہ لغو ہے اور اسمیں کفارہ نہیں کذا فی المنح فلذا قال ویرجی عفوہ او تواضعا وتادبا اور چونکہ لغو کی تفسیر شافعی او حنفی میں مختلف فیہ ہے لہذا مصنف نے کہا کہ
یمین لغو میں امید ہے عفو کی یا بنابر انکسار کے اور آداب کے علقہ بصیغہ مع جزم نہیں لولا ہم شارح نے یہ رفع دخل مقدر کیا یعنی عدم مواخذہ لغو کا قرآن میں منصوص ہے
مصنف نے عفو کو بطور تعلیق رجا کیوں بیان کیا وکاللغو حلفه علی ماض صادقا کواللہ انی لقائم کان فی حال قیامه اور لغو کے حکم کے مانند ہے ماضی کی سچی قسم
کھانا چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ میں ابھی قائم ہوں یہ قسم کھائی اپنے قیام کے وقت وثالثها منعقدة وهی حلفه علی مستقبل آت یمکنه فنحو واللہ لا اموت
ولا تطلع الشمس من الغموس اور تیسری قسم یمین کی منعقدہ ہے کہ وہ قسم کھاوے امر مستقبل آیندہ پر جو حالف کو ممکن ہو تو مانند اس یمین کے کہ واللہ میں نہ مرونگا
اور واللہ آفتاب نہ نکلے گا یہ غموس میں داخل ہے کہ خارج از امکان بشر ہے وهذا القسم فیه الکفارة لآیة واحفظوا ایمانکم ولا تتصور الا فی المستقبل فقط
اور اسی قسم میں یعنے منعقدہ میں کفارہ ہے بدلیل آیہ قرآنی کے کہ محافظت کرو اپنی قسموں کو اور متصور نہیں محافظت مگر مستقبل میں فقط اسواسطے کہ ماضی
موجود نہیں اور حال کو قیام نہیں وعند الشافعی یکفر فی الغموس ایضا اور امام شافعی کے نزدیک یمین غموس میں بھی کفارہ دے ان حنث یمین
منعقدہ میں کفارہ ہے اگر قسم کو توڑے وهی آیة الکفارة ترفع الاثم وان لم توجد منه التوبة عنها معها اسے مع الکفارة سراجیه اور وہ یعنے کفارہ اٹھا
دیتا ہے گناہ حنث کو اگرچہ حانث کو کفارہ کے ساتھ توبہ نہ پائی جاوے کذا فی السراجیة ولو الحالف مکرها او مخطئا او ذاهلا او ساهیا اگرچہ کھانے والے
یمین یا حنث میں جبر کیا گیا ہو یا خطا کار یا غافل یا اسکو سہو ہو گیا ہو خطا کی صورت یہ ہے کہ کہا چاہتا تھا کہ مجھکو پانی پلا سو منہ سے نکل گیا کہ واللہ
میں پانی نہ پیونگا اور ذہول کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کہا کہ تو ہمارے پاس نہیں آتا سو اسکے منہ سے بلا قصد نکل گیا کہ واللہ میں آؤنگا کذا فی المنح
اکثر علما کے نزدیک سہو اور نسیان متحد ہیں اسواسطے کہ لغت میں دونوں سہو سے عبارت ہیں بلا فرق اگرچہ دونوں کے درمیان یوں تفرقہ کیا ہے
کہ اگر صورت مدرکہ سے زائل ہو اور حافظہ باقی رہے تو سہو ہے اور اگر مدرکہ اور حافظہ دونوں سے زائل ہو تو نسیان ہے اور سہو میں کسب جدید کی حاجت نہیں بخلاف
نسیان کے او ناسیا بان حلف ان لا یحلف ثم نسی فحلف فیکفر مرتین مرة للحنث واخری اذا فعل المحلوف علیه عینی لحدیث ثلث جدهن جد منها الیمین المعول کذا
اسطرح کہ اسنے قسم کھائی کہ قسم نکھاوینگا پھر یہ قسم کھانا بھول گیا پھر اسنے قسم کھائی کہ مثلاً زید سے نہ بولیگا تو یہ شخص دوبارہ کفارہ دے ایک کفارہ قسم توڑنیکا
یعنے قسم کھانیکا اور دوسرا کفارہ زید سے بولنیکا کذا ذکرہ العینی خطا اور نسیان میں یمین اور کفارہ اسواسطے لازم ہوا کہ بروایت حاکم حدیث مرفوع وارد ہے
کہ تین چیزیں ہیں ہزل اور جد برابر ہے طلاق اور عتاق اور یمین میں ہم ماتن نے اپنی شرح میں باتباع زیلعی ناسی کی تفسیر مخطی کی ہے اسواسطے کہ نسیان حقیقی یمین میں
متصور نہیں لیکن شارح نے بقول عینی نسیان کو اپنے حقیقی معنے پر رکھا اور مثال سے ثابت کیا اور محشی بھی عینی کا اسمیں متبع ہے کذا فی النهر فی الیمین او
فی الحنث فیحنث بفعل المحلوف علیه مکرها خلافا للشافعی اگر حالف مکرہ یا ناسی ہو یمین یا حنث میں تو حانث ہوگا محلوف علیہ کے کرنے سے باکراہ
مثلاً قسم کھائی کہ میں زید کے گھر نہ داخل ہونگا اور کوئی اسکو جبر سے گھر میں لے گیا تو حانث ہوگا کفارہ لازم آویگا بخلاف امام شافعی کے کہ انکے
نزدیک جبر سے حانث نہیں ہوتا وکذا یحنث لو فعله وهو مغمی علیه او مجنون فیکفر بالحنث کیف کان اور اسی طرح حانث ہوگا اگر محلوف علیہ کو حالت

قسم منعقدہ مستقبل

بیہوشی یا جنون میں کرے تو کفارہ دے حنث سے کسی حالت میں **کیونکہ وہ قسم ہے اللہ تعالیٰ** ولو برفع الہاء او نصبہا او حذفہا کما یستعملہ الاتراک کذا او اسم اللہ کحلف البضاری ولکذا بسم اللہ عند محمد ورجحہ فی البحر بخلاف بلہ بکسر اللام الا اذا کسرا لہا اور قسم ثابت اور صحیح ہوتی ہے اللہ کے لفظ سے اگرچہ آخر کو پیش یا زبر دیا ہو یا اسکو حذف کر ڈالا ہو چنانچہ حذف ترکوں میں مستعمل ہے اور اسی طرح ہے وا اسم اللہ یعنے قسم ہے اللہ کے نام کی چنانچہ فواح عرب کے نصاری کی عادت ہے اور اسی طرح بسم اللہ امام محمدؒ کے نزدیک یعنے قسم ہے اللہ کے نام کی اور اسکو ترجیح دی بحرالرائق میں بخلاف بلہ بکسر اللام کے کہ وہ یمین نہیں مگر جب یہ کہ زیر دیوے اور یمین کا قصد کرے تو البتہ یمین ثابت ہوگی ہم بلہ تثلیث کسر لام والہ وحذف الف یعنے باللہ اصل میں تھا لام کو کسرہ دیا اور الف کو حذف کیا بلہ ہو گیا چنانچہ اگر لوگوں میں مستعمل ہے اور فتح لام کا حکم شارح نے مذکور نکیا کذا فی الطحطاوی اور فارسی در اردو زبان میں بلہ بعد فتح لام وحذف الف بھی مستعمل ہے او باسم آخر من اسمائہ ولو مشترکا تعورف الحلف بہ او لا علی المذہب یا یمین ثابت ہے سوا اللہ کے کسی اور نام سے منجملہ اسمائے الٰہی کے اگرچہ وہ اسم مشترک ہو اللہ اور غیر اللہ میں اس نام سے قسم کھانا مروج ہو یا نہو بہر صورت قسم صحیح ہوگی بنا بر مذہب کے اور قول غیر صحیح یہ ہے کہ حقتعالیٰ کے اسم خاص سے یمین ہوتی ہے جیسے اللہ اور رحمٰن ہے اور اسم مشترک سے یمین نہیں چنانچہ حلیم اور علیم سے کذا فی المنح والعالمگیریہ عن الکافی کالرحمٰن والرحیم والحلیم العلیم و مالک یوم الدین و الطالب الغالب اسمائے الٰہی کی مثال چنانچہ رحمٰن اور رحیم اور حلیم اور علیم اور مالک یوم الدین اور طالب غالب ہم طالب غالب سے قسم کھانا اہل بغداد سے [illegible] ہے کذا فی العالمگیریہ عن المحیط والحق معرفا لا منکرا کما یجی اور چنانچہ حق لیکن بشرطیکہ معرف باللام ہو نہ منکر چنانچہ اسکا ذکر آویگا هم اگر یوں کہے حق اللہ لا افعل تو یہ یمین نہیں ہے کذا فی فتاوی قاضی خان اور کہے وحق اللہ لا افعل تو بقول امام اعظم اور محمد کے نزدیک یمین نہیں کذا فی الخلاصۃ وفی المجتبی لو نوی بغیر اللہ غیر الیمین دین اور مجتبی میں ہے اگر سوا لفظ اللہ کے یعنے رحیم اور حلیم اور حق سے غیر یمین کی نیت کرے تو باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق کیجاویگی نہ بنا بر قضا کے او بصفۃ یحلف بہا عرفا من صفاتہ تعالیٰ صفۃ ذات لا یوصف بضدہا کعزۃ اللہ وجلالہ وکبریائہ وملکوتہ وجبروتہ وعظمتہ وقدرتہ او صفۃ فعل یوصف بہا و بضدہا کالغضب والرضاء فان الایمان مبنیۃ علی العرف فما تعورف الحلف بہ فیمین والا فلا یا یمین ثابت ہوتی ہے منجملہ صفات الٰہی کے اس صفت کی قسم کھانے سے جس صفت سے قسم کھائی جاتی ہو عرف میں خواہ وہ صفت ذات کی ہو صفت ذات سے مراد یہ ہے کہ اسکی ضد سے حق تعالیٰ نہ موصوف ہو جیسے اللہ کی عزت اور جلال اسکا اور کبریا اسکی اور ملکوت اسکا جبروت اسکا اور عظمت اور قدرت اسکی یا صفت فعل کی ہو صفت فعل سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ اس صفت اور اسکی ضد دونوں سے موصوف ہوتا ہو چنانچہ غضب اور رضا صفات میں اعتبار عرف کا اسواسطے ہوا کہ قسموں کی بنا عرف پر ہے تو جس صفت سے قسم کھانا مروج ہوگا تو وہ یمین ہوگی اور جس صفت سے قسم رائج نہیں وہ یمین نہیں ہم صفت عبارت ہے اُس اسم یا معنی سے جو ذات کو متضمن ہو اور ذات پر محمول ہو بلا اشتقاق چنانچہ عزت اور قدرت اور منع اور انکا اسم اسواسطے کہ حق تعالیٰ کو عزیز کہتے ہیں نہ عزت اور قدیر کہتے ہیں نہ قدرت سو صفت دو قسم ہے صفت ذات اور صفت فعل صفات ذاتیہ عبارت ہیں اُن صفات سے کہ جنکی اضداد سے حق تعالیٰ موصوف نہو چنانچہ عزت اور قدرت کہ موصوف ہے نہ ذلت اور عجز کا اور صفات فعلیہ عبارت ہیں اُن صفات سے کہ جن سے حقتعالیٰ موصوف ہو اور اُنکے اضداد سے بھی چنانچہ رضا اور غضب اور رحمت اور سخط اور منع اور عطا اسواسطے کہ حقتعالیٰ مانع بھی ہے اور معطی بھی **لا بغیر اللہ تعالیٰ کالنبی و القرآن والکعبۃ** قال الکمال ولا یخفی ان الحلف بالقرآن الان متعارف فیکون یمینا واما الحلف بکلام اللہ فیدور مع العرف وقال العینی وعندی ان المصحف یمین ولا سیما فی زماننا وعند الثلثۃ المصحف والقرآن وکلام اللہ یمین زاد احمد والنبی ایضا نہ قسم کھائی جاوے بغیر اللہ تعالیٰ کے جیسے نبی اور قرآن اور کعبہ کی اسواسطے کہ حدیث صحیح متفق علیہ میں وارد ہے کہ جسکا قسم کھاوے تو اللہ کی قسم کھاوے یا سکوت کرے کہا کمال الدین نے فتح القدیر میں اور یہ مخفی نہیں کہ قسم قرآن کی اب مشہور ہو گئی ہے تو یمین ہوگی

اور قسم کھانا کلام اللہ کا سوا اسکا مدار عرف پر ہی یعنے اگر رواج ہو قسم کھانے کا تو یمین ہے اور نہیں تو نہیں اور حلبی نے کہا اور میرے نزدیک مصحف یمین ہے خصوصاً ہمارے زمانہ
مین جسمین جھوٹی قسمین بہت رائج ہین کذا فی النہر اور تینون امامون کے نزدیک یعنے امام مالک اور شافعی اور احمد کے مصحف اور قرآن اور کلام اللہ یمین ہی
احمد بن حنبل نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ نبی بھی یمین ہے ولو تبرأ من احد منہا فیمین اجماعا الا من المصحف الا ان یتبرأ مما فیہ بل لو تبرأ من دفتر فیہ بسملۃ کان یمینا اور
اگر برأت کرے انمین سے کسی ایک سے یعنے مصحف اور قرآن اور کلام اللہ اور نبی سے تو بالاجماع یمین ہے مگر برأت مصحف سے بالاجماع یمین نہین بلکہ
جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین ہے اسکے نزدیک برأت بھی یمین ہے اور جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین نہین اسکے نزدیک برأت بھی یمین نہین اسواسطے کہ مصحف
عبارت ہے اوراق اور نقوش سے نہ حقیقی کلام اللہ سے کذا فی حاشیۃ الحلبی مگر اسوقت برارت مصحف کی یمین ہے جب اُس چیز سے برارت کرے جو مضمون اسکے
اندر مرقوم ہے بلکہ اگر برأت کریگا اُس دفتر اور کتاب سے جسمین بسم اللہ مکتوب ہے تو یمین ہوگی ہم برأت اسطرح پر ہوتی ہے کہ اگر ایسا کرے تو وہ شخص بری ہے یعنے
بیزار ہے قرآن یا کلام اللہ یا نبی سے ولو تبرأ من کل آیۃ فیہ او من الکتب الاربعۃ فیمین واحدۃ ولو کرر البرأۃ فایمان بعددہا اور اگر برأت کرے ہر آیت
سے جو قرآن مین ہے یا برأت کرے آسمانی چارون کتابون سے تو یہ ایک ہی یمین ہے اور اگر برأت مکرر کریگا تو بشمار برأت کے چند یمین ہونگی یعنے اگر یون کہے کہ
وہ شخص بری ہے توریت سے اور بری ہے انجیل سے اور بری ہے زبور سے اور بری ہے قرآن سے تو چار یمین ہونگی اور جس چیز سے بیزاری کرنا کفر ہے جیسے قبلہ اور
صوم اور صلوٰۃ تو اسکی برأت یمین ہے کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ وبرئ من اللہ برئ من رسولہ یمینان اور یون کہنا کہ اگر ... کام کرے تو وہ شخص بری اگر
اللہ سے اور بری ہے رسول اسکے سے تو یہ دو یمین ہین یعنے اگر قسم توڑیگا دو بار کفارہ لازم ہوگا ولو زاد واللہ ورسولہ بریئان منہ فاربع اور اگر قول سابق کے
یہ قول اور زیادہ کریگا کہ اللہ اور اسکا رسول بری ہین اس سے تو چار یمین ہونگی اور حنث سے چار بار کفارہ لازم ہوگا وبرئ من اللہ الف مرۃ یمین واحدۃ
اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہے اللہ سے ہزار بار ایک ہی یمین ہے وبرئ من الاسلام او صوم رمضان او الصلوٰۃ او من المومنین او اعبد الصلیب یمین لانہ
کفر اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہے اسلام سے یا صوم رمضان سے یا نماز سے یا مومنین سے یا مین ایسا کرون تو چلیپا یا بت کو پوجون تو یمین ہے اسواسطے کہ
اسلام وغیرہ سے اور عبادت غیر اللہ کی کفر ہے وتعلیق الکفر بالشرط یمین اور معلق کرنا کفر کا شرط سے یمین ہے یون کہنا کہ اگر ایسا کرے تو وہ کافر ہے وتبھی انہ
ان اعتقد الکفر بہ یکفر والا لا یکفر او عنقریب آویگا کہ اگر اعتقاد رکھتا ہو کہ شرط کے کرنے سے کافر ہوتا ہے تو کافر ہوگا اور اگر یہ اعتقاد نہین تو وہ شخص
کافر نہین یعنے اگر کہا کہ اگر زید سے بولے تو وہ مجوسی یا یہودی یا نصرانی ہے تو اگر بولے گا تو کفارہ لازم آویگا اور کفر مین اس شخص کے اختلاف ہے
قول مختار یہ ہے کہ اگر بعد تعلیق کے تکلم زید کو کفر جانتا ہوگا تو کلام سے کافر ہوگا اسواسطے کہ وہ کفر سے خود راضی ہوگیا اور کفارہ اسکا یہ ہے کہ یون کہے
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اگر یہ جانتا ہو کہ اس شرط سے کافر نہین ہوتا تو کافر نہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرہ وفی البحر عن الخلاصۃ و
والتجرید وتعدد الکفارۃ لتعدد الیمین والمجلس والمجالس سواء ولو قال عنیت بالثانی الاول ففی حلفہ باللہ لا یقبل وبحجۃ او عمرۃ یقبل اور
بحر الرائق مین خلاصہ اور تجرید سے یون منقول ہے کہ تعدد کفارہ کا بسبب تعدد یمین کے ہے اور ایک مجلس اور چند مجالس اسمین برابر ہین
اور اگر حالف نے کہا کہ مین نے یمین ثانی سے یمین اول کو مراد رکھا یعنے واسطے تاکید کے ذکر کیا ہے تو اگر اللہ کی قسم ہے تو اسکا یہ قول مقبول
نہوگا اور حج اور عمرہ کی قسم مین اسکا قول مقبول ہوگا وفیہ معزیا للاصل ہو یہودی وہو نصرانی یمینان وکذا واللہ واللہ او واللہ
والرحمن وفی الاصح الفتوٰی ان واللہ والرحمن یمینان وبلا عطف واحدۃ اور بحر الرائق مین ہے اصل سے منقول کرکے یہ قول کہ وہ یہودی ہے وہ نصرانی
ہے یہ دو یمین ہین اور اسی طرح واللہ واللہ یا واللہ والرحمن بقول اصح دو یمین ہین اور اتفاق کیا ہے فقہا نے کہ واللہ اور والرحمن
دو یمین ہین اور بدون عطف کے یعنے واللہ الرحمن ایک یمین ہے وفیہ معزیا للفتح قال الرازی اخاف علی من قال بحیاتی وحیاتک

وحیوۃ راسک انہ یکفر وان اعتقد وجوب البر فیہ یکفر ولو کان العامۃ یقولونہ ولا یعلمونہ لقلت انہ شرک وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ لان احلف باللہ کاذبا احب الی من ان احلف بغیرہ صادقا اور بحرالرائق مین فتح القدیر سے منقول ہے کہ کما علی رازی سے کہ مین ڈرتا ہون ایسے شخص کے کافر ہونے سے جو یون کہتا ہے قسم ہے مجکو اپنی زندگی کی اور قسم ہے تیری زندگی کی اور قسم ہے تیری سر کی زندگی کی اور اگر یہ قسم کھا کر وجوب بر کو واجب جانے یعنے اس قسم کا پورا کرنا اور نہ توڑنا ضرور سمجھے تو وہ کافر ہو جاویگا اور اگر عوام خلق اسکو نہ کہتی ہوتی تاو آنکی سے تو مین کہتا یہ صاف شرک ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر مین جھوٹی قسم کھاؤن اللہ کی میری نزدیک پسندیدہ تر ہے اس سے کہ غیر خدا کی سچی قسم کھاؤن یعنے اللہ کی فقط جھوٹی قسم مین گناہ ہے اور غیر خدا کی قسم مین اگرچہ سچی ہو خوف ہے کفر کا ولا یقسم بصفۃ لم یتعارف الحلف بہا من صفاتہ تعالے کرحمتہ وعلمہ ورضائہ وغضبہ وسخطہ وعذابہ ولعنتہ وشریعتہ ودینہ وحدودہ وصفتہ وسبحان اللہ ونحو ذلک لعدم العرف اور قسم نکھائی جاوے صفات الٰہی سے اس صفت کی جسکی قسم کھانے کا رواج نہین جیسے خدا کی رحمت اور علم اسکا اور رضا اسکی اور غضب اور قہر اور عذاب اسکا اور لعنت اسکی اور شریعت اور دین اور حدود اور صفت اسکی اور سبحان اللہ اور ما نند اسکے یعنے لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر کذا فی العالمگیریۃ عن السراج ان الفاظ سے قسم جائز نہین بسبب عدم رواج کے ہم عرش اور سموات اور ارض اور شمس اور قمر اور حق رسول اور حق ایمان اور حق قرآن اور حق صوم اور صلوۃ اور اسی طرح نفس صلوۃ اور صوم اور حج کی قسم سے یمین نہین ہوتی کذا فی العالمگیریۃ والقسم ایضا بقولہ لعمر اللہ ای بقاء اللہ وایم اللہ ای یمین اللہ وعہد اللہ ووجہ اللہ وسلطان اللہ ان نوی قدرتہ ومیثاقہ وذمتہ اور قسم ثابت ہوتی ہے حالف کے اس قول سے لعمر اللہ یعنے قسم ہے بقا اور دوام اللہ کی اور ایم اللہ یعنے قسم خدا کی اور عہد اللہ اور وجہ اللہ یعنے ذات خدا اور سلطان اللہ سے یمین ہوتی ہے اگر لفظ سلطان سے قدرت خدا کی نیت کرے اور میثاق اور ذمہ الٰہی سے قسم ہوتی ہے ہم عمر اللہ الاصح عین یمین ہے اور ہم بمعنے بقا ہے لیکن قسم میں مستعمل نہین کذا فی النہر الفائق والقسم ایضا بقولہ اقسم واحلف واعزم واشہد بلفظ المضارع وکذا الماضی بالاولے کا قسمت وحلفت وعزمت والیت وشہدت وان لم یقل باللہ اذا علقہ بالشرط اور قسم ہوتی ہے اس قول سے بھی یعنے اقسم اور احلف اور اعزم اور اشہد سے بلفظ مضارع اور اسی طرح بلفظ ماضی بطریق اولی چنانچہ اقسمت وحلفت اور عزمت اور آلیت اور شہدت سے اگرچہ لفظ اللہ کا نہ بولے یعنے اگرچہ یون کہے کہ اقسم باللہ اور اشہد باللہ تو بھی یمین ہے بشرطیکہ معلق کرے ان الفاظ کو شرط پر یعنے یون کہے کہ اقسم لا افعل کذا یعنے قسم کھاتا ہون کہ مقرر ایسا کرونگا اور اگر بلا شرط یون کہیگا کہ قسم کھاتا ہون یا مجکو قسم ہے تو یمین نہوگی اور یہ جو نہایہ اور درایہ مین ہے کہ بلا تعلیق شرط کفارہ لازم ہے سو غلط ہے کذا فی فتح القدیر وعلی نذر فان نوی بلفظ النذر قربۃ لزمتہ والا لزمتہ الکفارۃ وسیتضح اور اس قول سے کہ علی نذر یعنے مجپر نذر ہے تو اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ کیا یعنے صوم یا صلوۃ یا حج کا تو وہ عبادت کرنا اسپر لازم ہوگا اور اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ نکیا تو یہ قول یمین ہے کفارہ لازم آویگا بلا حنث بھی اور یہ مسئلہ آگے واضح ہوگا ہم جب یون کہیگا کہ علی نذر لا افعلن کذا تو یہ یمین ہے اور اگر محلوف علیہ کو نہ ذکر کریگا تو قسم نہ ثابت ہوگی کذا فی النہر وعلی یمین او عہد وان لم یضفہ الی اللہ اذا علقہ بالشرط مجتبی اور یمین ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ مجپر یمین اور عہد لازم ہے کہ فلانا کام کرونگا اگرچہ اسکو خدا کی طرف نسبت نکرے یعنے اگرچہ یون نکہے کہ مجپر خدا کا عہد لازم ہے تو بھی یمین ہے بشرطیکہ تعلیق بالشرط کرے کذا فی المجتبی والقسم ایضا بقولہ ان فعل کذا فہو یہودی او نصرانی او فاشہدوا علی بالنصرانیۃ او شریک للکفار او کافر فیکفر بحنثہ لو فی المستقبل اما الماضی عالما بخلافہ فغموس واختلف فی کفرہ والاصح ان الحالف لم یکفر سواء علقہ بماض او آت ان کان عندہ فی اعتقادہ انہ یمین وان کان جاہلا وعندہ انہ یکفر فی الحلف بالغموس وبمباشرۃ الشرط فی المستقبل

کا معنی نذر کرتا ہون اور اشہد کا معنی گواہی دیتا ہون ۱۲

یکفر فیہما لرضاہ بالکفر بخلاف الکافر فلا یصیر مسلما بالتعلیق لانہ ترک کما بسطہ المصنف فی فتاواہ اور قسم ثابت ہوتی ہی اس قول سے کہ اگر ایسا کام کرے
تو وہ یہودی یا نصرانی ہی یا ایسا کرے تو تم اسکے نصرانی ہونے کی گواہی دو یا وہ شخص شریک ہی کافرون کا یا وہ شخص کافر ہی تو اس قول سے اسپر
کفارہ ہوگا قسم توڑنے سے اگر زمان مستقبل کی قسم ہوا ور زمان ماضی کی قسم خلاف شرط جان کر تو یمین غموس ہی اور اسکے کفر مین اختلاف ہی اور صحیح
قول یہ ہی کہ قسم کھانے والا اس قسم مین کافر نہین ہوا خواہ اسنے تعلیق ماضی کی کی ہو خواہ استقبال کی بشرطیکہ اسکے نزدیک یعنے اسکے اعتقاد مین یہ
قول یمین ہو نہ کفر اسواسطے کہ اسنے اس قول سے قسم کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اگر ایسی قسم کھانے والا جاہل ہی اور اسکے اعتقاد مین یہ ہی کہ غموس قسم کھانے سے
اور شرط کرنے سے مستقبل مین کافر ہو جاتا ہی تو ماضی اور مستقبل دونون مین کافر ہو جاویگا بسبب رضامندی کفر کے اسلیے کہ رضا بالکفر کفر ہی بخلاف کافر کے
کہ وہ ایسی قسم سے مسلمان نہین ہوتا یعنے اگر یون کہے کہ اگر وہ زید سے بولے تو وہ مسلمان ہی تو زید کے بولنے سے وہ مسلمان نہوگا جاہل مسلمان تعلیق کفر سے
کافر ہوتا ہی اسواسطے کہ کفر عبارت ہی ترک ایمان سے تو اسکی تعلیق شرط سے صحیح ہوگی کذا فی حاشیۃ الحلبی چنانچہ اس مسئلہ کو مصنف نے مشرح بیان کیا ہی اپنے
فتاوے مین وہکذا فی النہر ومنح الغفار ولا یکفر بقولہ اللہ یعلم او یعلم اللہ انہ فعل کذا ولم یفعل کذا کاذبا قال الزاہدی الاکثر نعم وقال الشمنی الاصح لا لانہ قصد ترویج
الکذب دون الکفر وکذا لو وطی المصحف قائلا ذلک لانہ لترویج کذبہ لا لاہانۃ المصحف مجتبی اور کیا کافر ہوتا ہی اس قول سے کہ اللہ جانتا ہی یا یون کہا کہ
جانتا ہی اللہ کہ اسنے ایسا کیا مثلاً صبح کی نماز پڑھی اور حالانکہ اسنے یہ نہین کیا یعنے نماز نہین پڑھی اسنے جھوٹی قسم کھائی زاہدی [illegible] کہا اکثر علما نے کہا کہ ہان
وہ اس قول سے کافر ہوگیا اور شمنی نے کہا کہ اصح یہ ہی کہ وہ کافر نہین ہوا اسواسطے کہ اسنے قسم سے ترویج اور تصدیق کذب کا ارادہ کیا
نہ کفر کا اور اسی طرح اگر اسنے مصحف کو روندا یہی قول کہتے ہوئے تو کافر نہوگا اسواسطے کہ یہ فعل اسکا ترویج کذب کے واسطے ہی نہ واسطے اہانت
مصحف کے کذا فی المجتبی ہم اگرچہ یہ کفر نہو لیکن سخت گناہ ہی اس سے توبہ کرنا واجب ہی کذا فی حاشیۃ الحلبی وفیہ اشہد اللہ لا افعل یستغفر اللہ
ولا کفارۃ وکذا اشہدک واشہد ملائکتک لعدم العرف اور مجتبی مین ہی کہ اس قول مین کہ گواہ کرتا ہون اللہ کو کہ ایسا نکرونگا استغفار
اور توبہ کرنا چاہیے اور کفارہ اسمین نہین اور اسی طرح یون کہنا کہ یا اللہ مین گواہ کرتا ہون تجکو اور تیرے فرشتون کو کہ ایسا نکرونگا یہ بھی یمین نہین
بسبب عدم عرف کے وفی الذخیرۃ ان فعلت کذا فلا الٰہ فی السماء یکون یمینا ولا یکفر اور ذخیرہ مین ہی کہ یہ قول یعنے اگر مین ایسا کرون تو آسمان
مین معبود نہین یمین ہوگا اور اسکا قائل کافر نہوگا وفی انا بریٔ من الشفاعۃ لیس بیمین لان منکرہا مبتدع لا کافر اور اس قول مین کہ مین بری ہون
شفاعت سے یمین نہین اسواسطے کہ منکر شفاعت کا مبتدع ہی نہ کافر اور یمین تعلیق کفر سے ہوتی ہی نہ بدعت سے وکذا فصلوتی وصیامی
لہذا الکافر وانا فصومی للیہود فیمین ان اراد بہ القربۃ لا ان اراد بہ الثواب اور اسی طرح یہ قول یمین نہین کہ اگر مین ایسا کرون تو میری نماز
اور روزہ اس کافر کے واسطے ہی اور اگر یون کہیگا کہ اگر مین ایسا کرون تو میرا روزہ یہودیون کے واسطے ہی تو یمین ہوگی اگر صوم سے عبادت
مراد رکھیگا اسواسطے کہ عبادت سے غیر خدا کا تقرب چاہنا کفر ہی تو تعلیق کفر کی ہوگی اور اگر صوم سے ثواب صوم کا ارادہ کریگا تو یمین نہوگی ہم
ظاہر امثال اول اور ثانی مین کچھ فرق نہین تو واجب ہی کہ دونون کا ایک ہی حکم ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وقولہ بتداخیرہ قولہ الاتی لا وحقا اللہ
او اراد بہ اسم اللہ تعالی وحق اللہ واقتصر فی الاختیار انہ یمین لا ہرف ولو بالباء فیمین اتفاقا بحر وبحرمتہ وبحرمۃ شہد اللہ وبحرمۃ لا الہ الا اللہ
وبحق رسول اللہ او الایمان او الصلوۃ وعذابہ وثوابہ ورضاہ ولعنۃ اللہ وامانتہ لکن فی الحاویۃ امانۃ اللہ یمین وفی النہر ان نوی العبادات
فلیس بیمین وان فعلہ فعلیہ غضبہ او سخطہ ولعنتہ او ہو زان او سارق او شارب خمر او آکل ربوا لا یکون قسما لعدم التعارف اور
یون کہنا وحقا اور حق اللہ اور بحرمۃ اللہ اور بحرمۃ شہد اللہ اور بحرمۃ لا الہ الا اللہ اور بحق رسول اللہ یا بحق الایمان

یا بحق الصلوۃ اور یوں کہنا کہ قسم ہے اسکے عذاب کی اور اسکے ثواب کی اور اسکی رضامندی اور لعنت کی اور اسکی امانت کی اور اگر فلانا کام کرے تو اسپر
غضب اللہ کا اور قہر اسکا اور لعنت اسکی یا کہ وہ شخص زانی ہے یا سارق یا شراب کا پینے والا یا بیاج کا کھانے والا ان اقوال سے قسم نہیں ہوتی
بسبب عدم رواج کے شارح کہتا ہے قولہ مبتدا ہے اور خبر اسکی لاتیرد حقا یمین نہیں مگر جب اس لفظ سے اسم اللہ تعالی کا مراد رکھے تو البتہ یمین
ہوگی ہر چند ماتن اسکو آگے ذکر کریگا لیکن شارح نے اشارہ کیا ہے کہ اسکا ذکر کرنا یہیں مناسب تھا واسطے اختصار کے اور اختیار شرح مختار میں حق اللہ
کے یمین ہونے کو پسند کیا ہے بسبب رواج کے اور اگر بجاے واو کے بے لا دے یعنے یوں کہے کہ بحق اللہ میں ایسا کرونگا تو یہ بالاتفاق یمین ہے کذا فی البحر الرائق لیکن
خانیہ میں ہے کہ لفظ امانۃ کا یمین ہے اسواسطے کہ امانت صفت ہے اللہ کی اسواسطے کہ اسماء اللہ میں امین بھی ہے لیکن صفات الٰہی میں اعتبار رواج کا واجب ہے چنانچہ
تفصیل ہوچکی کذا فی حاشیۃ الحلبی و نہر الفائق میں ہے کہ اگر امانت سے عبادات کا قصد کریگا تو یمین نہوگی جیسے صوم و صلوۃ سے یمین نہیں ہوتی فلو تعورف ہل یکون
یمینا ظاہر کلامہم نعم و ظاہر کلام الکمال لا و تمامہ فی النہر سو اگر اقوال مذکورہ سے قسم کھانا مروج ہوجاوے تو آیا یہ اقول یمین ہونگی یا نہیں ظاہر کلام فقہا کا اسپر دلالت کرتا ہے
کہ ہاں اور ظاہر کلام کمال الدین ابن ہمام کا یہ ہے کہ رواج سے بھی یمین نہونگے اور پوری تقریر اسکی نہر الفائق میں ہے و فی البحر ما ابیح للضرورۃ لا یکفر مستحلہ کدم
و خنزیر اور بحر الرائق میں ہے کہ جو چیز حرام مباح ہوجاتی ہو بسبب ضرورت کے تو اسکا حلال کہنے والا کافر نہیں ہوتا جیسے خون اور سور تو اگر یوں کہے کہ اگر وہ ایسا
کرے تو وہ خون کھاوے یا سور تو یمین نہوگی اسواسطے کہ تعلیق کفر کی شرط سے یمین ہے اور استحلال خون اور سور ایسا نہیں خلاصہ یہ کہ جو چیز کہ دائمی حرام ہو
اسطرح کہ اسکی حرمت کسی [illegible] میں ساقط نہیں ہوتی چنانچہ کفر اور مانند اسکے تو اسکا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین ہے اور جو چیز ایسی حرام ہو کہ گاہے اسکی حرمت
بسبب ضرورت کے ساقط ہوجاتی ہے جیسے مردار اور شراب اور سور وغیرہ تو اسکا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین نہیں کذا فی الطحاوی الا اذا اراد الیمین
بقولہ حقا اسم اللہ تعالی فیمین لانہ مصدر کما صححہ فی الخانیۃ مگر جب کہ ارادہ کریگا قسم کھانے والا اپنے قول حقا سے اسم اللہ کا تو اب یہ لفظ یمین ہوگا بنا بر قول
صحیح کے چنانچہ اس قول کی تصحیح کی ہے خانیہ میں و حروفہ الواو والباء والتاء و لام القسم و حرف التنبیہ و ہمزۃ الاستفہام و قطع الف الوصل و المیم
المکسورۃ و المضمومۃ کقولہ لاہ و ہا اللہ و اللہ و م اللہ اور منجملہ حروف قسم کے واو ہے اور بے اور تے چنانچہ واللہ و باللہ و تاللہ اور لام قسم کا مفتوح
چنانچہ للہ اور حرف تنبیہ یعنے ہے چنانچہ ہا اللہ اور ہمزہ استفہام کا ممدودہ اور قطع الف وصل کا چنانچہ اللہ اور میم مکسورہ چنانچہ مِ اللہ اور میم مضمومہ چنانچہ
مُ اللہ معانی ان سب حروف کے یہ کہ قسم کھاتا ہوں اللہ کی ہمزہ قسم کے بعد الف ہوتا ہے اور نام مقدس مجرور اور ہمزہ قسم کو ہمزہ استفہام مجازا
کہا کذا فی حاشیۃ الحلبی و قد تضمر حروفہ ایجازا فیختص اسم اللہ بالحرکات الثلث و بکسرہ بغیر الجر و یلزم رفع ایمن اللہ و لعمر اللہ کقولہ اللہ
بنصبہ بنزع الخافض و جرہ الکوفیون و سکنہ لا فعلن کذا افادہ ان ضمار حرف التاکید فی المقسم علیہ لا یجوز اور گاہے حروف قسم کے پوشیدہ رکھے
جاتے ہیں واسطے اختصار کے تو اسم مقدس اللہ کا مخصوص بحرکات ثلثہ ہوتا ہے حالت اضمار میں اور سواے نام پاک کے مخفوض ہوتا ہے
بغیر جر کے یعنے اسمیں رفع اور نصب آتا ہے نہ جر اور لازم ہوگیا ہے رفع ایمن اللہ اور لعمر اللہ کا یعنے نون اور رے کا اضمار کی مثال اللہ لا فعلن
کذا یعنے قسم اللہ کی ایسا کرونگا البتہ نام مقدس کا نصب آیا ہے ہوا بسبب نزع خافض کے اور کوفیوں نے اسکو جر دیا ہے کذا ذکرہ مسکین شارح نے
بیان رفع سے سکوت کیا کہ اسکا جواز ظاہر ہے محتاج وجہ کا نہیں اسواسطے کہ اللہ حالت رفعی میں مبتدا ہے اور خبر محذوف یعنے اللہ قسمی کذا فی
اتن سے لا فعلن کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ اضمار حروف تاکید کا جائز نہیں مقسم علیہ یعنی جسپر قسم کھائی جاوے ثم صرح بہ بقولہ الحلف یا
فی الاثبات لا یکون الا بحرف التاکید وہو اللام والنون کقولہ واللہ لا فعلن کذا او واللہ لقد فعلت کذا مقیدا بکلمۃ التاکید فی
بحرف النفی حقیقۃ لو قال واللہ افعل کذا الیوم کانت یمینا علی النفی و تکون لا مضمرۃ کانہ قال لا افعل کذا الامتناع حذف

حرف التاکید فی الاثبات لاضمار العرب فی الکلام الکلمۃ کالبعض الکلمۃ من البحر عن المحیط پھر عدم جواز حرف تاکید کو اتنی نے اپنے اس قول مین طول کر کہ دیا کہ قسم
عربی زبان میں اثبات مین نہین ہوتی بدون حرف تاکید کے اور حرف تاکید لام اور نون ہے مضارع مثبت مین جیسا کہ واللہ لافعلن کذا اور ماضی مین حرف
تاکید لقد ہی جیسا کہ واللہ لقد فعلت کذا مقرون بکلمۃ تاکید اور نفی مین حرف نفی ہوتا ہے جیسا کہ واللہ لا افعلن کذا و واللہ ما فعلت کذا یہانتک
کہ اگر اثبات مین بلا حرف تاکید یون کہے گا کہ واللہ افعل کذا الیوم تو اسکی یہ قسم نفی پر ہوگی اور کلمہ لا وہان مضمر ہوگا گویا یون کہا کہ واللہ لا
افعل کذا اثبات کو نفی اسواسطے ٹھہرایا کہ حرف تاکید محذوف کرنا اثبات مین ممتنع ہے اسواسطے کہ عرب کلام مین پورا کلمہ حذف کرتے ہین نہ بعض کلمہ تو
لفظ لا پورا کلمہ ہے بخلاف لام اور نون کے کذا فی البحر عن المحیط ہم بنا بر اس تحقیق کے اگر کوئی یون قسم کھاوے کہ واللہ اضرب الیوم زیدا تو عدم ضرب
سے حانث نہوگا اسواسطے کہ یہ قسم ظاہر مین مثبت ہے اور واقع مین منفی کما لا یخفی وکفارتہ ہذہ اضافۃ للشرط لان السبب عندنا الحنث اور کفارہ قسم
شارح نے کہا اضافت کفارہ کی طرف قسم کی من قبیل اضافت شی کے ہے اپنی شرط کی طرف نہ اضافت شی کی طرف سبب کے اسواسطے کہ سبب کفارہ کا ہمارے
نزدیک حنث ہے کذا فی النہر تحریر رقبۃ او اطعام عشرۃ مساکین کما مر فی الظہار کفارہ قسم کا آزاد کرنا ہے گردن کا یا دس محتاجون کو کھانا دینا جیسا کہ
اعتاق اور اطعام کی تفصیل باب الظہار مین مذکور ہو چکی یعنے اعتاق مین رقبہ مسلم ہو یا کافر مذکر ہو یا مونث صغیر ہو یا کبیر جائز ہے اور مفقود المنفعت
اور مدبر اور ام ولد اور وہ مکاتب جو بعض بدل کتابت ادا کر چکا ہے جائز نہین اور اطعام مین تملیک اور اباحت دونون کافی ہین تو تملیک مین نصف
صاع گیہون اور ایک کھجور یا جو ہر محتاج کو دے اور اباحت مین دن اور رات دونون وقت پیٹ بھر کے کھلاوے اور اگر گیہون کی روٹی کھلاوے
تو دال اور گوشت کی حاجت نہین والا سالن ضرور ہے بموجب تفصیل کفارہ ظہار کے اور مصرف کفارہ وہ ہے جو مصرف ہے زکوۃ کا تو اپنے اصول و فروع و
غنی اور سید کو دینا جائز نہین او کسوتہم بما یصلح للاوساط او ینتفع بہ فوق ثلثۃ اشہر ولیستر عامۃ البدن فلم یجز السراویل الا باعتبار قیمۃ الاطعام
یا کفارہ قسم کا دس محتاجون کو لباس دینا ہے ایسی پوشاک جو متوسط لوگون کے مناسب حال ہو یعنے اغنیا کی پوشاک سے کم اور محتاجین کی
پوشاک سے زیادہ ہو اور تین مہینے سے زیادہ اسکو استعمال کر سکے اور ایسا کپڑا ہو جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے تو فقط پاجامہ دینا جائز نہین اور
اسی طرح پگڑی مگر باعتبار قیمت اطعام کے پاجامہ دینا جائز ہے یعنے اگر قیمت اسکی بقدر نصف صاع گیہون کے ہو تو اسکا دینا کفایت کریگا بنا بر
لباس کے بلکہ باعتبار اطعام کے اسواسطے کہ حق تعالی نے قرآن مجید مین ادا کفارہ مین حانث کو اعتاق یا لباس یا اطعام مین اختیار دیا ہے ان
تینون چیزون مین سے جسکو چاہے اختیار کرے ولو ادی الکل جملۃ او مرتبا ولم ینو الا الیمین بما منہا للزوم النیۃ لصحۃ التکفیر وقع عنہا واحد ہو
اعلاہا قیمۃ اور اگر سب کو ادا کیا کفارہ مین یعنے اعتاق اور کسوہ اور اطعام یکبارگی ادا کیا یا بترتیب دیا اور نیت کفارہ کی نکی مگر بعد اسکی تمامی
تو واقع ہوگا کفارہ کیجانب سے تینون مین سے وہ ایک جو قیمت مین سب سے اعلی ہو اعتبار نیت کا ہو بسبب لزوم نیت کے واسطے صحت کفارہ ادا کرنیکے
یعنے کفارہ بدون نیت کے صحیح نہین کذا فی النہر عن الفتح ولو ترک الکل عوقب بواحد ہو ادناہا قیمۃ لسقوط الفرض بالادنی اور اگر کفارہ مین سب
تینون چیزون کو ترک کیا تو عذاب کیا جاویگا اُس چیز سے جو قیمت مین سب سے ادنے ہے بسبب ساقط ہو جانے فرض کے ادنے سے بھی فان عجز عنہا کلہا وقت
الاداء عندنا حتی لو وہب مالہ وسلمہ ثم صام ثم رجع بہبتہ اجزاہ الصوم بحر قلت ہذا یستثنی من قولہم الرجوع فی الہبۃ فسخ من الاصل ہو اگر عاجز
ہو کفارہ سے سب تینون چیزون سے کفارہ ادا کرنیکے وقت ہم حنفیون کے نزدیک یہانتک کہ اپنا مال کسیکو ہبہ کیا اور تسلیم کر دیا پھر اسنے روزہ
رکھا پھر اُسنے اپنے ہبہ کو پھیر لیا تو اسکو روزہ کفایت کریگا اسواسطے کہ وقت ادا کے کفارہ وہ عاجز تھا اعتاق یا کسوہ یا اطعام سے کذا فی البحر
شارح کہتا ہے اور یہ مسئلہ مستثنی ہے فقہا کے اس قول سے کہ ہبہ کا پھیر لینا فسخ ہے اصل ہبہ سے اسواسطے کہ اگر مستثنی نہوتا تو صوم کفایت نکرتا

صام ثلثة ایام ولاء وبطل بالحیض بخلاف کفارة الفطر وجوز الشافعی التفریق واعتبر العجز عند الحنث مسکین یعنی اگر اعتاق یا کسوت یا اطعام وقت ادائے
ادائے کفارہ عاجز ہو تو تین روزے رکھے متصل اور باطل ہوگا صوم تین دن کے اندر حیض آنے سے بخلاف کفارہ افطار رمضان کے کہ وہ حیض سے باطل
نہیں ہوتا اور جائز رکھا ہے امام شافعی نے تفریق صوم کو اور اعتبار کیا ہے عاجزی کو حنث کے وقت نہ ادا کے وقت کذا ذکرہ مسکین ہم کفارہ یمین کی تفصیل
مین اصل لفظ قرآن کی ہے فکفارته اطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون اهلیکم او کسوتهم او تحریر رقبة فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام پس چونکہ قرآن مجید مین
اتصال صیام کی قید نہیں لیکن ابن مسعود کی قرأت یون ہے کہ ثلثة ایام متتابعات اور قرأت انکی مانند انکی روایت کے ہے اور چونکہ قرأت مشہور ہے لہذا
زیادت علی الکتاب اس سے جائز ہوئی کذا فی منح الغفار والشرط استمرار العجز الی الفراغ من الصوم فلو صام المعسر یومین ثم قبل فراغه ولو
بساعة ایسر ولو بموت مورثه لا یجوز له الصوم ویستأنف بالمال خانیه اور شرط کافی ہونے صوم کی برابر چلا جانا عاجزی کا ہے فراغت صوم
تک تو اگر حانث محتاج دو روزے رکھے پھر تیسرے تمام ہونے سے پہلے اگرچہ ایک ہی ساعت دن باقی رہے وہ مقدور والا ہو گیا اگرچہ
مقدور حاصل ہوا ہو اپنے مورث کے مرنے سے تو صوم جائز نہوگا اور سر نو سے مال کا کفارہ دیگا یعنی اعتاق یا کسوت یا اطعام کذا فی الخانیه ولو صام ناسیا
للمال لم یجزه علی الصحیح [illegible] اور اگر روزہ رکھا اپنے مال کو بھول کر یعنی اسکا مملوک مال تھا سو سمجھا اپنے کو محتاج جانکر صیام کا کفارہ ادا کیا اور پھر مال یاد آیا تو یہ صوم
جائز نہوگا صحیح قول پر کذا فی [illegible] خانیہ مین ہے کہ اگر اسکے پاس مال ہو اور اسپر قرض ہو اگر اتنے اس مال سے قرض ادا کیا تو بالاتفاق کفارہ صوم کا
ادا کرے اور اگر قبل ادائے قرض کے روزہ رکھا تو بعضون کے نزدیک جائز ہے اور بعضون کے نزدیک جائز نہیں کذا فی النهر ولو نسی کیف حلف بالله او بطلاق
او بصوم لاشی علیه الا ان [illegible] خانیه اور اگر حالت بھول گیا کہ کیونکر قسم کھائی تھی الله کی قسم تھی یا طلاق یا صوم کی تو اسپر کوئی چیز لازم نہین کفارہ
نہ طلاق مگر یہ کہ اسکو یاد آجاوے کہ فلان چیز کی قسم تھی تو وہی لازم ہوگی کذا فی الخانیه ولم یجز التکفیر ولو بالمال خلافا للشافعی قبل حنث لان الکفارة
لستر الجنایة ولا جنایة ولا یسترد من الفقیر لوقوعه صدقة اور جائز نہیں کفارہ دینا قبل حنث کے اگرچہ کفارہ مال کا ہو بخلاف امام شافعی کے کہ انکے
نزدیک کفارہ مال کا قبل حنث کے صحیح ہے ہمارے نزدیک کفارہ قبل حنث کے اسواسطے صحیح نہوا کہ کفارہ موضوع ہے واسطے چھپانے گناہ کے اور
قسم [illegible] سے پہلے کوئی گناہ نہین جسکو کفارہ چھپاوے تو دوسرا کفارہ بعد حنث کے ادا کرنا لازم ہوگا اور جو طعام اور کسوة قبل حنث کے دیا ہو اسکو
فقیر سے نہ پھیر لے اسواسطے کہ وہ صدقہ نافلہ ہو چکا ہے اگر کوئی سوال کرے کہ سنن ابو داؤد مین عبد الرحمن بن سمرہ سے روایت ہے فکفر عن یمینک ثم ائت الذی هو خیر
اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اول کفارہ دیکر قسم توڑے اسواسطے کہ لفظ ثم کا واسطے تعقیب کے ہے اسکا جواب یہ ہے کہ عبد الرحمن بن سمرہ سے صحیحین مین جو روایت
ہے قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرها خیرا منها فکفر عن یمینک وائت الذی هو خیر اس روایت مین واو ہے ثم اور واو واسطے
مطلق جمع کے موضوع ہے نہ واسطے تعقیب کے اور چونکہ روایت صحیحین کی معروف اور صحت مین مقدم ہے تو [illegible] ابو داؤد کی انکے مقابل مین شاذ ہے تو لائق تاویل
ہے یعنی ثم بمعنی واو کے ہے اور صحیح مسلم مین عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا کہ من حلف علی یمین فرأی غیرها خیرا منها فلیأت الذی هو خیر
ولیکفر عن یمینه اور اسکی شاہد امام احمد کی روایت ہے عبد الله بن عمرو سے کذا فی فتح القدیر ومصرفها مصرف الزکوة فمن لا فلا قیل الا الذمی خلافا للثانی
ولفقیر کما مر فی بابها اور مصرف کفارہ یمین کا وہ مصرف ہے جو زکوة کا مصرف ہے اور جو زکوة کا مصرف نہین وہ کفارہ کا بھی مصرف نہین چنانچہ
اسکا ذکر ترجمہ مین قبل اسکے ہو چکا [illegible] کہا ہے مگر ذمی کو کفارہ دینا جائز ہے نہ زکوة بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک ذمی کو بھی کفارہ دینا
جائز نہین اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ باب الزکوة مین گذر گیا تو بقول مفتی بہ کلیہ قائم رہا کہ مصرف کفارہ بعینه مصرف زکوة ہے ولا کفارة بیمین
کافر وان حنث مسلما لآیة انهم لا ایمان لهم وانا [illegible] فیعنی الصدق [illegible] العالم اور کفارہ واجب نہین کافر کی قسم

رسول الله صلعم نے کہ جب تو قسم کھاوے کسی چیز پر اور دیکھے تو کہ بہتر ہے اسکا سوا کوئی تو کفارہ دے اپنی قسم سے اور کر اسکو

[illegible] ۱۲ شدہ جو شخص قسم کھاوے کسی چیز پر اور دیکھے اس سے بہتر تو چاہئے کہ کرے اسکو جو بہتر ہو اور کفارہ دے اپنی قسم کا ۱۲

اگرچہ وہ مسلمان ہوکر حانث ہو بدلیل اس آیت قرآنی کے کہ انہم لا ایمان لہم یعنے کافروں کے واسطے قسمیں نہیں ہیں لہذا اول کتاب الایمان میں مذکور
ہوچکا کہ شرائط صحت یمین سے اسلام ہے اسواسطے کہ یمین عبادت ہے اور کافر اہل عبادت کا نہیں اور یہ جو دوسری آیت میں وارد ہے (وان نکثوا ایمانہم) کہ
اگر وے اپنی قسمیں توڑیں تو مراد اُس سے یمین ظاہری ہے جسکو کفار اپنے صدق کے واسطے ظاہر کرتے ہیں نہ حقیقی جیسے قسم لینا حاکم کا کافر سے اس توقع سے کہ
وہ قسم سے انکار کرے تو حق ثابت ہوجاوے اور اگرچہ کافر کے حق میں یمین شرعی ثابت نہیں لیکن چونکہ وہ اپنے اعتقاد میں نام الٰہی کی تعظیم کرتا ہے تو جھوٹی قسم سے [illegible]
کریگا تو مقصود حاصل ہوگا یعنے ظہور حق اسواسطے کافر سے یمین ظاہری لینا چاہیے کذا فی النہر والمنح وہو ای الکفر یبطلہا اذا عرض بعدہا فلو حلف
مسلما ثم ارتد والعیاذ باللہ ثم اسلم ثم حنث فلا کفارۃ اصلا لما تقرر ان الاوصاف الراجعۃ الی المحل یستوی فیہا الابتداء والبقاء کالمحرمیۃ فی النکاح
اور وہ یعنے کفر باطل کرتا ہے یمین کو جبکہ عارض ہو بعد قسم کھانے کے تو اگر قسم کھائی حالت اسلام میں پھر معاذ اللہ کافر ہوگیا بعد اسکے مسلمان
ہوا پھر قسم توڑی تو اُسپر ہرگز کفارہ نہیں اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے اصول میں کہ جو اوصاف کہ رجوع کرتے ہیں محل کی طرف انمیں ابتدا اور بقا دونوں
برابر ہیں جیسے وصف محرمیت کا نکاح میں ہم بیان اوصاف سے مراد کفر اور اسلام ہے اور محل سے مراد قسم کھانے والا شخص ہے اور مراد بقا سے عروض
ہے چنانچہ نکاح میں محرمیت کا وصف خواہ ابتدا سے خواہ پیچھے سے عارض ہو دونوں برابر ہیں تو زانی پر بیٹی مزنیہ حرام ہے جیسے اسکی زوجہ حرام ہوجاتی ہے
زوجہ کی ماں سے زنا کرنے سے وکذا النذر فلو نذر الکافر ما ہو قربۃ لا یلزمہ شئ اور اسی طرح مانند یمین کے اگر نذر مانے کافر اس چیز کی [illegible] قسم عبادت ہے چنانچہ صوم
یا صدقہ تو اُسپر کچھ لازم نہیں امام اعظم کے نزدیک نہ قبل اسلام کے نہ بعد اور یہی مذہب ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک کفارہ مالی لازم ہے
نہ صوم اور صدقہ تھا اور یہ جو صحیحین میں عمر فاروق سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں نے جاہلیت میں ایک رات مسجد الحرام کے اعتکاف کی نذر مانی تھی
سو حضرت نے فرمایا کہ اپنی نذر کو ادا کر تو مراد یہ ہے کہ حالت اسلام میں عبادت جداگانہ کر قطع نظر جاہلیت کے نذر سے واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ومن حلف
علے معصیۃ کعدم الکلام مع ابویہ او قتل فلان الیوم وانما قال الیوم لان وجوب الحنث لا یتاتی الا فی الیمین الموقتۃ اما المطلقۃ فحنثہ فی آخر حیاتہ
فیوصی بالکفارۃ بموت الحالف ویکفر عن یمینہ بہلاک المحلوف علیہ غایۃ وجب الحنث والتکفیر لانہ اہون الامرین اور جو شخص قسم کھاوے گناہ پر چنانچہ
اپنے والدین سے نہ بولنے کی یا آج کے دن فلانے شخص کے قتل کرنے کی تو اس صورت میں قسم توڑنا اور کفارہ دینا واجب ہے اسواسطے کہ قسم توڑ کر کفارہ
دینا آسان تر ہے ترک کلام والدین اور قتل ناحق سے اسکی طرف شیخ سعدی نے اشارہ کیا کہ آزردن دل دوستان جہل ست و کفارۂ یمین سہل [illegible]
قتل میں آج کے دن کی قید اسواسطے لگائی کہ وجوب حنث حاصل نہیں ہوسکتا مگر موقت قسم میں اور مطلق قسم میں تو حنث حالف کی آخر حیات میں ہوتا ہے اسواسطے
تا دیا تو حالف مثلاً نفی قتل کی نہیں ہوسکتی تو وصیت کرے کفارہ دینے کی بعد موت حالف کے یعنے حالف وصیت کرجاوے کفارہ دینے کی اور حالف اپنی حیات میں
کفارہ نہیں دے سکتا اسواسطے کہ کفارت قبل حنث کے صحیح نہیں اور کفارہ ادا کرے حالف اپنی قسم کا محلوف علیہ کی موت سے یعنے جسکے قتل کی قسم کھائی کذا
فی غایۃ البیان خلاصہ یہ ہے کہ یمین مطلق میں حنث بدون موت حالف یا محلوف علیہ کے نہیں ہوسکتا بشرطیکہ محلوف علیہ مثبت ہو اور اگر منفی ہو چنانچہ
عدم کلام والدین تو حنث فی الحال متصور ہے کلام کرنے سے تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ الیوم مثال ثانی کی قید ہے نہ مثال اول کی کذا فی حاشیۃ الحلبی
وحاصلہ ان المحلوف علیہ اما فعل او ترک وکل منہما اما معصیۃ وہی مسئلۃ المتن او واجب کحلفہ لیصلین الظہر الیوم فبرہ فرض او ہو اولے من غیرہ او
غیرہ اولے منہ کحلفہ علے ترک وطی زوجتہ شہرا ونحوہ وحنثہ اولے او مستویان کحلفہ لا یاکل ہذا الخبز مثلا فبرہ اولے وآیۃ واحفظوا
ایمانکم تفید وجوبہ فتح وبحر عشرۃ اور قسم توڑنے کے اقسام کا خلاصہ بطریق کلیہ کے یہ ہے کہ محلوف علیہ یعنے جسپر قسم کھائی وہ دو حال سے
خالی نہیں کہ فعل ہے یا ترک فعل اور ہر ایک یا معصیت ہے اور یہی مسئلہ متن میں مذکور ہوچکا تو معصیت کی قسم میں حنث واجب ہے

یا فعل اور ترک واجب ہے چنانچہ یون قسم کھانا کہ واللہ مین آجکے دن ظہر کی نماز پڑھونگا یہ مثال ہے فعل کی اور ترک کی مثال یون ہے کہ واللہ مین شراب نہ پیونگا
تو وجوب کی قسم مین ہوا یعنی ہمیشہ قسم کو پورا کرنا جیسے نماز ظہر اور روزہ شہر رمضان کا یہ دونون قسم سے پہلے بھی واجب تھا لیکن قسم سے زیادہ تر وجوب ہوگیا یا محلوف علیہ اولی ہو اسکے غیر
سے چنانچہ واللہ مین صدقہ دونگا فقیر کو یا اپنے مارنے والون کو نہ مارونگا تو اس حلف کو قائم رکھنا اولی اور افضل ہے اور ممکن ہے کہ مثل مباح کے
اسکا بھی برکو واجب کہیے بلکہ اسکا وجوب مباحات کے وجوب سے بالاولے ہے یا محلوف علیہ کا غیر اولے ہے محلوف علیہ سے چنانچہ قسم کھانا حالف کا اپنی
زوجہ کی ترک قربت پر ایک مہینے تک اور مانند اسکے چنانچہ واللہ مین آج کچھ پیاز نکھاؤنگا تو اس قسم کا توڑنا اولے اور افضل ہے یا محلوف علیہ اور غیر اسکا
دونون برابر ہون چنانچہ اسکی قسم کھانا کہ یہ روٹی نکھاونگا مثلاً یا واللہ مین دریا کی سیر کو آج جاؤنگا اور ایسی قسم کا قائم رکھنا اولے ہے اور یہ آیت
قرآنی کہ (واحفظوا ایمانکم) یعنی محافظت کرو اپنی قسمون کی مباحات مین بھی وجوب بر کی مفید ہے کذا فی فتح القدیر اور یہ دس صورتین ہین جو مذکور
ہوچکین و من حرم ای علی نفسہ لانہ لو قال ان اکلت من ہذا الطعام فہو علی حرام فاکلہ لا کفارۃ خلاصۃ واستشکلہ المصنف جو شخص اپنی ذات پر
حرام کرے مانتن نے نفس کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسطرح تحریم معلق کریگا کہ اگر مین اس طعام کو کھاؤن تو وہ مجھپر حرام ہے پھر بعد اسکے اس طعام کو
کھایا تو اسپر کفارہ نہین کذا فی الخلاصہ اور مشکل سمجھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین وجہ اشکال کی یون بیان کی ہے کہ
معلق بالشرط مانند منجز کے ہے یعنی بعد شرط کے منجز ہو جاتا ہے تو منجز اور معلق مین فرق ہے اسواسطے
کہ منجز مین طعام موجود کی تحریم ہے اور معلق مین تحریم ثابت نہین مگر بعد اکل کے اور بعد اکل کے طعام موجود نہین کذا فی حاشیۃ الحلبی شیئا ولو حرام اوملک غیرہ
کقولہ الخبز او مال فلان علی حرام لم یحرم بالخبار خانیۃ جو شخص اپنی ذات پر کسی چیز کو حرام کرے اگرچہ وہ چیز حرام ہو یا غیر کی ملک ہو چنانچہ یون کہنا کہ شراب
مجھپر حرام ہے یا مثلاً زید کا مال مجھپر حرام ہے تو یہ قول یمین ہے تاوقتیکہ اس قول سے خبر دینے کا ارادہ نکرے کذا فی الخانیہ اور اگر اخبار کا ارادہ کریگا نہ انشاء تحریم کا
تو یمین نہوگا تو اسوقت شراب پینے سے فقط گناہ ہوگا کفارہ لازم نہ آویگا بخلاف انشاء تحریم کے کہ اسمین گناہ کے سوا کفارہ یمین کا لازم آویگا ثم فعلہ
باکل او نفقۃ ولو تصدق او وہب لم یحنث بحکم العرف زیلعی ای بعد تحریم کے اس چیز کو کیا یعنے اگر طعام ہے تو اسکے کھانے سے یا دینار اور درم ہے تو
اسکے خرچ کرنے سے قسم کو توڑا تو کفارہ دے اور اگر بعد تحریم کے اس شی کو خیرات کردیا یا کسیکو بخشدیا تو حانث نہوگا بحکم عرف کذا ذکرہ الزیلعی کفر لیمینہ
لما تقرر ان تحریم الحلال یمین جو اپنی ذات پر کسی شی کو حرام کر کے پھر اسکو کرے تو کفارہ دے اپنی قسم کا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے اصول مین کہ حرام
کردینا حلال چیز کا یمین ہے یعنے قسم کی ایک قسم بھی صورت ہے کہ حلال کو حرام کرڈالے وسنہ قولہا لزوجہا انت علی حرام او حرمتک علی نفسی فلو طاوعتہ
فی الجماع او اکرہہا کفرت مجتبی اور اسی قبیل قسم سے یہ قول ہے عورت کا اپنے زوج سے کہ تو مجھپر حرام ہے اور حرام کیا تجکو مین نے اپنی ذات پر تو
بعد اس قول کے اگر اپنی خوشی سے جماع پر زوج کو قادر ہونے دیگی یا زوج اس سے زبردستی جماع کریگا تو وہ حانث ہوگی کفارہ دیوے کذا فی المجتبی
وفیہا قال القوم کلامکم علی حرام او کلام الفقراء او اہل بغداد او اکل ہذا الرغیف علی حرام حنث بالبعض اور مجتبے مین ہے کہ کہا ایک شخص نے کہ کلام
تمہارا مجھپر حرام ہے یا کلام اہل بغداد کا مجھپر حرام ہے یا کھانا اس روٹی کا مجھپر حرام ہے تو حانث ہوگا بعض کے کلام اور کچھ روٹی کے کھانے
سے ورنی والاسد لا کلمہم او لا اکلہ لم یحنث الا بالکل زاد فی الاشباہ الا اذا لم یکن الکلہ فی مجلس واحد او حلف لا یکلم فلانا وفلانا فکلم احدہما
او لا یکلم اخوۃ فلان ولہ اخ واحد تحادہم فیما قلت وبہ عرف جواب حادثۃ حلف بالطلاق ان اولاد زوجتہ لا یطلعون من بیتہ فطلع واحد
منہم لم یحنث اور اس قول مین کہ واللہ مین تمہسے کلام نکرونگا یا روٹی نکھاونگا تو حانث نہوگا مگر سب کے کلام سے اور سب روٹی کے کھانے
سے زیادہ بیان کیا ہے اشباہ مین مگر اسوقت بعض روٹی کھانے سے حانث ہوگا جب تمام روٹی کا کھانا مجلس واحد مین متصور نہو یا قسم

قسم کھائے کہ کلام نہ کریگا فلانے اور فلانے سے اور نیت کی دو مین سے ایک کی یا یون قسم کھائی کہ مثلاً زید کے بھائیون سے نہ بولیگا اور زید کا ایک ہی بھائی ہے
تو اسوقت مین ایک ہی شخص کے بولنے سے حانث ہوگا اور جو بیان ہوا اسکا اشباہ مین ہے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ اس سے معلوم ہوگیا
اس واقعہ کا جواب کہ ایک شخص نے طلاق زوجہ کی قسم کھائی اگر اُسکے زوجہ کی اولاد اسکے گھر کو جھانکین سو زوجہ کی اولاد سے ایک ولد نے زوج کے
گھر کو جھانکا تو زوج حانث نہوگا یعنے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اولاد جمع ہے بدون الف اور لام کے اور اقل مرتبہ جمع کا تین ہین کذا فی حاشیة
الحلبی عن البحر کل حل او حلال الله او حلال المسلمین علی حرام او الکلام او الحرام یلزمنی ونحوه فهو علی الطعام والشراب ولکن الفتوی
فی زماننا علی انه یمین امراته بطلاقه ولو له اکثر من زوجة بانتة وان نوی ثلثا فثلث وان قال لم انو طلاقا فلم یصدق قضاء لغلبة الاستعمال ولذا
لا یحلف به الا الرجال ظهیریة کہا ایک شخص نے یہ سب حلال مجھپر حرام ہے یا یون کہا کہ حلال اللہ کا یا حلال مسلمین کا مجھپر حرام ہے کمال الدین نے اتنا اور
بھی زیادہ کیا ہے کہ یا حرام مجھکو لازم ہوگیا اور مانند اس قول کے تو ظاہر مذہب مین تحریم حلال کے کھانے یا پینے پر محمول ہے تو بعد اس قول کے
حانث نہوگا مگر اکل اور شرب سے لیکن ہمارے زمانہ مین فتوی اسپر ہے کہ قائل کی عورت باین ہوجاویگی ایک طلاق کر اور اگر اسکی زوجات
ایک سے زیادہ ہون تو سب ایک ایک طلاق سے بائن ہوجاوینگی بلا نیت اور اگر اس کلام سے تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی
اور اگر وہ کہیگا کہ تحریم حلال سے مین نے طلاق کی نیت نہین کی تو دیانۃً اُسکی تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہوگی [illegible] غالب ہونے استعمال تحریم
حلال کی طلاق مین ولہذا اس لفظ سے قسم نہین کھاتے عرف مین مگر مرد نہ عورتین کذا فی المنح عن الظهیریة وان لم تکن له امراة وقت الیمین سواء نکح
بعده او لا فیمین فیکفر بالاکل او الشرب ولو حلف به علی امر ماض فغموس او لغو ولو کانت له امراة وقتها فبانت بلا عدة فاکل فلا کفارة لانصرافها
الی الطلاق وقد مر فی الایلاء اور اگر اُسکی عورت نہو یمین کے وقت خواہ اُسنے بعد یمین کے نکاح کیا ہو یا نکیا ہو تو اسوقت مین تحریم حلال کی طلاق نہوگی
بلکہ یمین ہوگی تو کفارہ دیوے اپنے اکل و شرب سے اگر یمین اُسکی استقبال پر ہو اور اگر یمین اللہ جلشانہ کے نام پاک سے ہو ماضی پر اسطرح
کہ اگر واللہ مین نے ایسا کیا ہو تو حلال اللہ کا مجھپر حرام ہے تو یمین غموس ہے اگر جھوٹی قسم ہو یا یمین لغو ہے اگر اسکو صدق کا ظن ہو اور اگر اُسکی ایک
عورت ہو یمین کے وقت پھر وہ بائن ہوگئی بدون عدت کے یعنے غیر مدخولہ تھی سو بعد یمین کے وہ مطلقہ ہوئی پھر اُسنے کچھ کھایا پیا تو اس اکل و شرب
سے اُسپر کفارہ نہ لازم ہوگا بسبب پھر جانے یمین کے طلاق کی طرف بسبب عورت ہونے کے سو اب اکل و شرب کے واسطے نہین ہوسکتی اور مسئلہ تحریم
حلال کا باب الایلا مین مذکور ہوچکا فائدہ ضروریہ بعد مسائل یمین کے اب مصنف مسائل نذر کو مذکور کریگا وجہ مناسبت یمین اور نذر کی یہ ہے کہ نفس وجوب
مین دونون مشترک ہین اسواسطے کہ نذر عبادت ہے ایجاب مباح سے کذا فی المنح یعنے عبادات غیر واجبہ کو اپنے اوپر واجب کرلینا نسائی نے عمران بن حصین سے
روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نذر دو قسم ہے سو جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی طاعت اور عبادت مین ہو تو وہ اللہ کے واسطے
ہے اور اُسمین نذر کا ادا کرنا لازم ہے اور جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی معصیت اور گناہ مین ہو وہ نذر شیطان کے واسطے ہے اُسکا ادا کرنا یعنے منت کا
اتارنا لازم نہین اور اُسمین کفارہ دیوے جو یمین کا کفارہ ہے اور علامہ شیخ قاسم نے شرح درر البحار مین صریح بیان کیا ہے کہ یہ جو اکثر عوام الناس نذر مانتے
ہین اسطرح کہ بعضے اولیاء اللہ کی قبرون پر جاتے ہین یون کہتے ہوئے کہ یا حضرت فلانے ہمارا غائب آدمی اگر وطن مین پھر آوے یا بیمار ہمارا اچھا ہوجاوے
یا مراد ہماری بر آوے تو آپکے واسطے اتنا سونا یا اتنی چاندی یا اسقدر کھانا یا چراغان کے واسطے اتنا تیل یا موم نذر کرینگے تو یہ نذر اور منت باتفاق
فقہاء باجماع علماء باطل ہے چند دلیل اول یہ کہ نذر مخلوق کے واسطے جائز نہین یعنے نذر مخصوص بخداے علیم وقادر ہے اور دوسری دلیل بطلان کی یہ ہے
کہ جسکی نذر مانی وہ میت ہین اور میت کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ ایسی نذر کرنے والون کے گمان مین یہ ہے کہ سواے خدا کے میت بھی

قادر ہے عالم مین کچھ اُسکا تصرف بھی جاری ہے اور یہ اعتقاد کفر ہے ہان اگر یون کہے کہ یا اللہ مین نے تیری نذر مانی کہ اگر تو نے میرے بیمار کو شفا دی مثلا
تو مین فلانی درگاہ کے فقیرون کو کھانا کھلاؤنگا یا دراہم دونگا ایسی چیز انکا ذکر کرے جسمین محتاجون کو فائدہ ہو اور ذکر ولی کا فقط اتنے واسطے ہے
کہ وہ محل صرف ہے نذر کا یعنے نذر خالص اللہ ہی کے واسطے ہے تو اسطرح البتہ نذر جائز ہے جب یہ معلوم ہوا تو یہ جو دراہم اور موم اور تیل اور مانند انکے اولیا
کی قبرون پر لیجاتے ہین اولیا سے قربت اور نزدیکی حاصل کرنے کو سو یہ باجماع مسلمین حرام ہے جبتک کے وہان کے زندہ محتاجون پر صرف کرنا مقصود نہو یہ قول آ
ہے سمین فقہا کا اختلاف نہین انتہے ملخصا اور البتہ اس بلا مین لوگ مبتلا ہین خصوصا شیخ احمد بدوی کے مولد مین کذا فی النہر الفائق فی کتاب الصوم جب یہ روا
اجماعی فقہاء دین کی دریافت ہوئی تو مثل آفتاب کے روشن ہوگیا کہ یہ جو اکثر نذر اور نیاز اولیاء اللہ کی قبور پر یا حسنین رضی اللہ عنہما کے ضرائح مجعولہ پر جنکو عوام
تعزیہ کہتے ہین ہندوستان مین علے العموم رائج ہے سو سراسر باطل اور گمراہی ہے حق تعالی بادشاہ اسلام کو قائم کرے کہ ان گمراہیون کو مٹا دے اور علماء دین
کو توفیق دے کہ خوف عوام سے اسکے بطلان کے بیان مین چشم پوشی نکرین اور تاویلات واہیہ کر کے اسکا جواز عوام کو نسکھاوین آمین **ومن نذر نذرا**
مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسہ واجب ای فرض کما سیصرح بہ تبعا للبحر والدرر وہو عبادۃ مقصودۃ خرج الوضوء وتکفین المیت و
وجد الشرط المعلق بہ لزم الناذر لحدیث من نذر وسمی فعلیہ الوفاء بما سمی اور جس نے نذر مانی خواہ نذر مطلق ہو یا معلق ہو کسی شرط پر اور جنس نذر سے
کوئی واجب ہو مراد واجب سے یہان فرض ہے چنانچہ مصنف اسکو خود تصریح کریگا باتباع صاحب بحر اور درر کے اور وہ واجب عبادت مقصودہ ہو تو قید
عبادت مقصودہ کی قید سے وضو اور تکفین میت کی نکل گئی اسواسطے کہ وضو اگرچہ عبادت ہے لیکن عبادت مقصودہ نہین بلکہ شرط ہے واسطے صحت صلوۃ کے
اور شرط معلق علیہ پائی جاوے تو وہ نذر لازم الادا ہوگی نذر کرنے والے پر اس حدیث کی دلیل سے کہ جو نذر کرے اور معین کرے تو اسپر ادا کرنا معین چیز کا لازم ہے م
یہ حدیث غریب ہے لیکن لزوم منذور کا قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے اس خاص حدیث پر موقوف نہین حق تعالی نے فرمایا ولیوفوا نذورہم
یعنے چاہیے کہ اپنی نذرون کو پورا کرین اور ایفاء نذر مین بہت احادیث ہین منجملہ انکے ایک یہ حدیث مرفوع ہے صحیح بخاری کی عائشہ صدیقہ کی روایت
سے کہ جو نذر مانے خدا کی اطاعت کرنے کی تو چاہیے کہ اطاعت کرے اور جو نذر کرے خدا کی معصیت کرنیکی تو وہ معصیت نکرے اور اجماع کے ذکر کی کچھ
حاجت نہین کذا فی فتح القدیر نذر مطلق یہ ہے کہ شرط پر معلق نہو چنانچہ یون کہنا کہ خدا کے واسطے مجھپر ایک مہینہ کا صوم یا حج ہے یا صدقہ یا دو رکعت نماز
اور نذر معلق یہ کہ کسی شرط پر تعلیق ہو نذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر میرا بیمار صحت پاوے یا مینہ برسے یا لڑکا پیدا ہو تو صوم یا صدقہ یا حج مجھپر لازم ہے **کصوم**
وصلوۃ وصدقۃ ووقف واعتکاف واعتاق رقبۃ وحج ولو ماشیا فانہا عبادات مقصودۃ ومن جنسہا واجب لوجوب العتق فی الکفارۃ والمشی للحج
علی القادر من اہل مکۃ والقعدۃ الاخیرۃ فی الصلوۃ وہی لبث کالاعتکاف ووقف مسجد للمسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی
المسلمین فتح چنانچہ صوم اور صلوۃ اور صدقہ اور وقف اور اعتکاف اور آزاد کرنا گردنکا اور حج اگرچہ پیادہ نذر مانا ہو تو نذر صحیح ہے اسواسطے کہ
امور مذکورہ عبادات مقصودہ ہین اور انکی ہمجنس واجب بھی ہے اسواسطے کہ وجوب عتق کا کفارہ ظہار اور یمین مین ہے اور پیدل جانا حج کے
واسطے اہل مکہ پر واجب ہے بشرط قدرت اور قعدہ اخیرہ نماز مین واجب ہے اور قعدہ عبارت ہے ٹھہرنے سے مانند اعتکاف کے اور وقف کرنا
کا مسلمانون کے واسطے واجب ہے بادشاہ پر بیت المال سے اور اگر بیت المال نہو تو مسلمانون پر [illegible] کا واجب ہے کذا فی فتح القدیر اور شارح نے وجوب [illegible] صلوۃ
اور صدقہ کا نہ بیان کیا اسلیے کہ وجوب صوم رمضان اور نماز پنجگانہ اور زکوۃ کا ظاہر تھا لہذا غیر ظاہر کے بیان وجوب پر اکتفا کی **ولم یلزم**
الناذر ما لیس من جنسہ فرض کعیادۃ مریض وتشییع جنازۃ ودخول مسجد ولو مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم والاقصی
لانہ لیس من جنسہا فرض مقصود وہذا ہو الصحیح کذا فی الدرر اور ادا کرنا لازم نہین نذر کرنیوالے پر اس قسم کی نذر کا کی

ہم جنس شرع مین کوئی فرض نہین چنانچہ عیادت بیمار کی اور جنازہ کے ساتھ چلنا اور مسجد کا داخل ہونا اگرچہ مسجد رسول اللہ کی ہو صلے اللہ علیہ وسلم یا مسجد اقصے ہو یعنی
اگر کوئی نذر مانے عیادت مریض یا مشایعت جنازہ یا دخول مسجد کی تو اُسکا ادا کرنا اُس پر لازم نہوگا اگرچہ یہ امور عبادت ہین لیکن مجانس انکی کوئی فرض
مقصود بالذات نہین اور یہی قاعدہ کلیہ ہے لزوم اور عدم لزوم نذر مین کذا فی الدرر ہم اگر کوئی کہے کہ حج مین طواف الزیارۃ فرض ہے اور وہ بدون داخل
ہونے مسجد الحرام کے نہین ہوتا اُسکا جواب یہ ہے کہ طواف فرض ہے نہ دخول تو دخول مقصود بالذات عبادت نہ ٹھہرا بلکہ واسطے ادائے طواف کے چنانچہ وضو
واسطے نماز کے اور اسی طرح پل اور خانقاہ اور سرائے اور پانی کی سبیل رکھنے کی نذر اگر کریگا تو لازم نہوگی اسواسطے کہ انکی جنس کا کوئی شرع مین
فرض نہین کذا فی المنح وفی البحر شرائطہ خمس فزاد ان لایکون معصیۃ لذاتہ فصح نذر صوم یوم النحر لانہ لغیرہ وان لایکون واجبا علیہ قبل النذر فلو نذر حجۃ
الاسلام لم یلزمہ شئی غیرہا وان لایکون ما التزمہ اکثر مما یملکہ او ملکا لغیرہ فلو نذر التصدق بالالف ولا یملک الا المائۃ لزمہ المائۃ فقط خلاصہ انتہی اور بحر الرائق مین
ہے کہ شرائط لازم ہونے نذر کی پانچ ہین سو مصنف نے دو شرطون پر تیسری شرط یہ زیادہ کی ہے کہ وہ معصیت بالذات نہو تو صحیح ہے نذر یوم النحر کے صوم کی اسواسطے
کہ صوم عید قربانی کا معصیت بالذات نہین بلکہ معصیت بالغیر ہے یعنے اسواسطے ممنوع ہے صوم عید اضحی کا کہ ضیافت ربانی کا دن ہے اور اگر معصیت بالذات
کی نذر کریگا تو صحیح نہوگی اور کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الظہیریۃ اور چوتھی شرط نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز اُسپر واجب نہو قبل نذر کے تو اگر فرض
حج کی نذر کریگا تو اُسپر کچھ لازم نہوگا سوا فرض حج کے اور پانچوین شرط نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز زیادہ نہو اُس مال سے جسقدر کا کہ وہ مالک ہے یا وہ چیز غیر کی
مملوک نہو سو اگر نذر مانے ہزار درم کے خیرات کی اور حالانکہ وہ مالک نہین مگر سو درم کا تو اُسپر فقط سو درم لازم ہونگے نذر [illegible] الخلاصہ انتہی
کلام البحر خلاصہ یہ ہے کہ نذر کی شرطین پانچ ہین کہ بدون اُنکے نذر صحیح نہین شرط اول یہ ہے کہ اُسکی جنس کا فرض ہو یعنے منذور کے فرائض شرعیہ
مین اصل ثابت ہو دوسرے یہ کہ عبادت مقصودہ ہو تیسرے یہ کہ وہ بالذات معصیت نہو چوتھے یہ کہ منذور اُسپر واجب نہو قبل نذر کے پانچوین یہ
منذور نا ذر کی ملک سے زیادہ نہو اور غیر کا مملوک نہو قلت وزاد فی زواہر الجواہر وان لایکون مستحیل الکون فلو نذر صوم امس او اعتکافہ لم یصح
نذرہ وفی القنیۃ نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح ما لم ینو ابناء السبیل شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور بحر الرائق کی شرائط خمسہ نذر پر وہ شرط اور زیادہ
کی گئی ہے جو زواہر الجواہر مین ہے وہ یہ ہے کہ منذور مستحیل الوجود نہو تو اگر کل یعنے یوم گذشتہ کا صوم یا اعتکاف کی نذر کی تو یہ نذر صحیح نہین کہ ممکن الوجود
نہین اور قنیہ مین ہے کہ نذر کی اغنیاء پر خیرات کرنیکی تو صحیح نہین جب تک اغنیاء مسافرین کی نیت نکرے اسواسطے کہ غنی پر صرف کرنا نذر کا جائز
نہین مصرف نذر کا فقراء و مساکین ہین نہ اغنیاء ہم پر جو ہندوستان مین رواج ہے کہ نذر اللہ کا کھانا یا شیرینی سبکو کھلاتے ہین غنی کو بھی اور محتاج کو
بھی سو خلاف شرع ہے غنی کے کھلانے سے نذر ادا نہین ہوتی تو اُسکا اعادہ لازم ہے اور جیسے نذر کا دینا غنی کو جائز نہین ویسی ہی سید کو بھی جائز نہین مانند
زکوۃ کے غنی سے مراد یہان وہ ہے جو صاحب نصاب ہو یعنے جسکو ساڑھے باون روپیہ کا مقدور ہو خواہ اسقدر نقد ہو یا جنس جیسے باغ یا زمین یا رہنے
کے سوا دوسری حویلی اتنی مالیت کی ہو کذا فی کتب الفقہ ولو نذر التسبیحات دبر الصلوۃ لم تلزمہ اور اگر نذر کی تسبیحات کی اور نماز کے تو یہ نذر لازم نہین اسلیے
کہ سبحان اللہ کہنا فرض نہین ولو نذر ان یصلی علی النبی صلعم کل یوم کذا لزمہ وقیل لا اور اگر نذر مانے اتنا درود یعنے سو یا ہزار بار ہر روز پڑھا کرونگا تو یہ
نذر اُسکو لازم الادا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم نہین ہم لزوم نذر کی یہ وجہ ہے کہ اگرچہ ہر روز درود پڑھنا فرض نہین لیکن تمام عمر مین ایکبار درود پڑھنا فرض ہے
چنانچہ کتاب الصلوۃ مین مذکور ہوچکا تو درود کی نذر کرنا صحیح ہوگا کہ اُسکی ہمجنس کی فرضیت ثابت ہے اور قول ثانی کی شاید وجہ یہ ہے کہ فرضیت
درود کی قطعی نہین و اللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی ثم ان المعلق فیہ تفصیل فان علقہ بشرط یریدہ کان قدم غائبی او شفی مریضی یوفی وجوبا
ان وجد الشرط وان علقہ بما لم یردہ کان زنیت بفلانۃ مثلا فحنث وفی بنذرہ او کفر لیمینہ علی المذہب لانہ نذر بظاہرہ یمین بمعناہ فیخیر

ضرورۃ لعدہ اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ نذر معلق کے حکم مین تفصیل ہے سوا اگر نذر کو معلق کیا ایسی شرط پر جسکی اسکو خواہش ہے چنانچہ یون کہا کہ اگر میرا غائب شخص آوے یا میرا مریض چنگا ہو تو مجھپر صدقہ واجب ہے تو نذر کو پورا کرے بنابر وجوب کے اگر شرط پائی جاوے یعنے اگر غائب آوے یا بیمار چنگا ہو تو صدقہ دینا لازم ہو نہ کفارہ یمین کا اور اگر نذر کو معلق کیا اس شرط پر جسکی اسکو خواہش نہین چنانچہ یون کہا کہ اگر مین فلانی عورت سے زنا کرون مثلاً تو مجھپر صدقہ لازم ہے پھر حانث ہوا یعنے اس عورت سے زنا کیا تو چاہے اپنی نذر کو پورا کرے چاہے صدقہ دیوے یا کفارہ دے اپنی اس قسم کا بنابر مذہب صحیح مفتیٰ بہ کے ایفا نذر اور کفارہ دینے کا اسواسطے اختیار ہوا کہ یہ قول ظاہر مین نذر ہے اور باطن مین یمین تو بضرورۃ ایفا نذر یا کفارہ دینے مین اسکو اختیار ہوگا مترجم کہتا ہے مین کہتا ہون حاصل اس قول کی یہ ہے کہ جب اسنے منذور کو مثلاً صدقہ کو اس شرط پر معلق کیا جسکی اسکو خواہش نہین مثلاً زنا پر تو معلوم ہوا کہ منذور اسکو مطلوب نہین ہے اسواسطے کہ اسکو مانع قرار دیا شرط کے فعل سے مانند قول وارا در کلام زید کے اور یہی حقیقت ہے یمین کی یعنے منع النفس لیکن چونکہ بظاہر یہ قول نذر ہے لہذا اسکو اختیار حاصل ہوا ایفا نذر اور کفارہ دینے مین موجب دونون وجہ کے بخلاف اس شرط کی تعلیق کے جسکی ناذر کو خواہش ہے کہ بعد وجود شرط کے وہ معلق بمعنی منجز کے ہے لہذا نذر معلق نذر منجز کے حکم مین داخل ہوگئی یعنے وجوب ایفا نذر مین کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر اور ظاہر یہ ہے کہ نذر مطلق اور نذر معلق مین مطلقاً ایفا نذر واجب ہے نہ کفارہ اور مجمع الانہر مین منقول ہے کہ امام اعظم نے ظاہر مذہب سے نذر معلق مین تفصیل مذکور کی طرف رجوع کیا اور یہی قول سرخسی و شہید کا مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے اور وجہ اسی تفصیل کی حدیث صحیح ہے کہ کفارہ نذر کا وہی کفارہ یمین کا ہے کذا فی النہر الفائق نذر کلف بعتق رقبۃ فی ملکہ اوفی بہ والا اثم بتر کہ لا یدخل تحت الحکم فلا یجبر ہ القاضی نذر کی مکلف نے گردن آزاد کرنی اپنی ملک مین یعنے یون کہا کہ خدا کے واسطے مجکو آزاد کرنا اس غلام کا لازم ہوا اور حال آنکہ وہ غلام اسکا مملوک ہے تو اس نذر کو پورا کرے اور اگر پورا نکریگا تو گنہگار ہوگا ترک اعتاق سے اور یہ امر حکومت کے نیچے داخل نہین تو اسپر قاضی جبر نکریگا اعتاق کے واسطے نذر ان یذبح ولدہ فعلیہ شاۃ لقصۃ الخلیل علیہ الصلوۃ والسلام والغاہ الثانی والشافعی لانہ نذر بالقتل نذر مانی ایک شخص نے کہ اپنے ولد کو ذبح کریگا تو اسپر بھیڑ یا بکری لازم ہے بسبب قصہ ابراہیم خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کے وہ ذبح فرزند سے عہد ہو گئے تھے بموجب بیت منامی کے سو حق تعالیٰ نے انکا بدلا دنبہ قرار دیا ہے کہ بشرط عدم نسخ شرائع سابقین ہمارا بھی یہی مذہب ہے الفتح واجب العمل ہے لہذا امام اعظم اور محمد نے ذبح فرزند کی نذر مین بھیڑ یا بکری تجویز کی اور ابو یوسف اور شافعی نے اس نذر کو لغو کہا ہے اسواسطے کہ معصیت کی نذر ہے کذا فی المنح جیسا اپنے فرزند کے قتل کی نذر جائز نہین بالاتفاق اسواسطے کہ معصیت ہے اور قصہ خلیل علیہ السلام مین ذبح وارد ہے نہ قتل کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولغا لو کان بذبح نفسہ وعبدہ واوجب محمد الشاۃ ولو بذبح ابیہ وجدہ وامہ لغا اجماعا لانہم لیسوا کسبہ اور لغو ہے اگر اپنے ذبح کرنے کی نذر کی ہو یا اپنے غلام کی اور محمد نے ذبح نفس اور ذبح غلام مین بکری واجب کی ہے اور اگر اپنے باپ یا دادا یا مان کی ذبح کی نذر مانی تو بالاجماع لغو ہے اسواسطے کہ انسان کے اصول اسکے کسب نہین بخلاف ولد کے کہ وہ کسب ہے انسان کا چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہے کذا فی المنح ولو قال ان برئت من مرضی ا ذبحت شاۃ او علی شاۃ اذبحہا فبرأ لا یلزمہ شی لان الذبح لیس من جنسہ فرض بل واجب کالاضحیۃ فلا یصح اور اگر یون کہا کہ اگر مین چنگا ہو گیا اپنے اس مرض سے تو مین بکری ذبح کرونگا یا مجھپر بکری لازم ہے کہ اسکو ذبح کرونگا پھر چنگا ہو گیا تو اسپر کچھ لازم نہین اسواسطے کہ ہمجنس ذبح کوئی فرض نہین بلکہ ذبح واجب ہے چنانچہ قربانی تو یہ نذر صحیح نہین اسواسطے کہ نذر کو ہونا شرط ہے صحت نذر سے ہے کہ اسکی ہمجنس فرض ہو نہ واجب الا اذا زاد و اتصدق بلحمہا فیلزمہ لان الصدقۃ من جنسہا فرض وہی الزکوۃ فتح وبحر قلت ومفادہ لو قال منح مگر جب ذبح کرنے کی نذر پر اتنا زیادہ کیا کہ اسکے گوشت کو خیرات کرونگا تو اب یہ نذر لازم ہو جاویگی اسواسطے کہ ہمجنس تصدق فرض ہے یعنے زکوۃ از قسم صدقات ہے کذا فی الفتح والبحر تو معلوم ہوا کہ درر کے متن مین جو کہا تقصیر ہے کذا فی المنح قلت ومفادہ مین کہتا ہون کہ اسکے مفاد پر غور ہے جو کہا کہ اگر ایک شخص بولا کہ اگر مین چنگا ہو گیا اپنے مرض سے تو بکری ذبح کرونگا تو اسپر کچھ لازم نہین مگر جب یون کہے للہ علی ان اذبح جزورا واتصدق بلحمہ یعنے خدا کے واسطے ذبح کرنا بکری کا مجھپر لازم ہے اسواسطے کہ لزوم نہین ہوا مگر نذر سے اور صیغہ نذر کا قول الٰہی مین نذر اول ہے

انتہے کلامہ حالانکہ شرط نذر دوسری صورت مین بھی حاصل نہین ہے یعنے جنس فرض مین کوئی فرض نہین چنانچہ خود صاحب درر نے اُسکو صریح بیان کیا ہے تو اُنکے کلام مین تناقض ہوا
انتہے مضمون المنح طحطاوی نے کہا درر کی عبارت مین فی الواقع تناقض نہین اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین قاضیخان سے منقول ہے اگر کہا ان برئت من مرضی ہذا ذبحت
شاۃ فبرأ لایلزمہ شیٔ الا ان یقول ان برئت فللہ علی ان اذبح شاۃ انتہے اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کی نذر مین صریح صیغہ نذر لازم ہے اگرچہ جنس نذر سے واجب ہو
نہ فرض تو ثابت ہوا کہ وجوب سے مراد وجوب حقیقی ہے جو مصطلح فقہا کا ہے اور یہ جو صاحب درر نے کہا کہ جنس منذور کی اصل فرض مین ہو تو نذر لازم ہوگی نہ فرض سے مراد
یہان وہ ہے جو واجب کو بھی شامل ہے انتہے قول الطحطاوی ملخصا خلاصہ یہ ہے کہ شرط لزوم نذر یہ ہے کہ اُسکے جنس واجب ہو اور فرض ہونا کسی طریق اوسکے نذر لازم ہوگی تو فرض
کو شرط لزوم قرار دینا گمان ہے مصنف اور شارح کا ولو قال للہ تعالی علی ان اذبح جزورا واتصدق بلحمہ فذبح مکانہ سبع شیاہ جاز کذا فی مجموع النوازل و
لا یخفی اور اگر کہا کہ خدا کے واسطے مجھپر لازم ہے ذبح کرنا اونٹ کا اور تصدق کرنا اُسکے گوشت کا پھر اُسنے اونٹ کے عوض سات بکریان ذبح کین تو جائز ہے کذا فی مجموع
النوازل اور وجہ اُسکی مخفی نہین یعنے قربانی اور ہدی مین ایک اونٹ سات بکریون کے برابر ہے و فی القنیۃ ان ذہبت ہذہ العلۃ فعلی کذا فذہبت ثم عادت
لا یلزمہ شیٔ اور قنیہ مین ہے کہ ایک شخص نے یون کہا کہ اگر میری یہ بیماری جاتی رہی تو مجھپر فلانی چیز لازم ہے سو وہ بیماری جاتی رہی بعد اسکے پھر آئی تو اُسپر
اوس نذر لازم نہین اسواسطے کہ مقصود زوال علت تھا اسطرح پر کہ عود نکرے سو حاصل نہوا نذر لفقراء مکۃ جاز الصرف لفقراء غیرہا لما تقرر فی کتاب
الصوم ان النذر غیر المعلق لا یختص بشیٔ نذر مانی فقراء مکہ معظمہ کے واسطے تو جائز ہے صرف کرنا فقراء غیر مکہ کی طرف اسواسطے کہ کتاب الصوم مین ثابت ہو چکا
کہ نذر غیر معلق کسی چیز سے مخصوص نہین یعنے خصوصیت فقیر اور درہم اور مکان اور زمان کی اُسمین نہین اسواسطے کہ مقصود دفع حاجت فقیر ہے تو خصوصیت
مکان کو اسمین دخل نہین کذا فی المنح نذر ان یتصدق بعشرۃ دراہم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ نذر کی یہ کہ دس درہم کی روٹیان
تصدق کریگا سو اُسنے روٹیون کے سوا اور کہانا تصدق کیا مثلاً گوشت اور چاول تو جائز ہے اگر قیمت مین دونون برابر ہون جیسے روٹیون کی
قیمت کا خیرات دینا جائز ہے اسواسطے کہ مقصود اصلی دفع حاجت فقیر ہے طعام کی کچھ خصوصیت نہین اور قیمت دینا زیادہ تر نافع ہے فقیر کو کذا فی المنح
نذر صوم شہر معین لزمہ متتابعا لکن ان افطر فیہ یوما قضاہ وحدہ وان قال متتابعا بلا لزوم استقبال لا لاجل تعیین نذر کی معین مہینے کے صوم
کی تو اُسپر پورے روزے رکھنا لازم ہوگا لیکن اگر اُس مہینے مین ایک دن روزہ نرکھیگا تو فقط اُسی دن کی قضا کرلے اگرچہ اُسنے برابر روزہ رکھنے کو کہا ہو
تو بھی اُسی دن کی قضا کرے بدون لزوم استقبال کے یعنے ایک دن کے ترک صوم سے اُسپر سرے سے روزہ رکھنا لازم نہین اسواسطے کہ وہ مہینہ معین ہے اور استقبال اُسمین
متصور نہین ولو نذر صوم الابد فاکل لعذر فدی اور اگر نذر کی ہمیشہ کے صوم کی پھر [illegible] عذر سے کھایا تو فدیہ دے [illegible] عذر کی اتفاقی ہے اگر بلا عذر کھا دیگا تو بھی فدیہ
لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی نذر ان یتصدق بالف من مالہ وہو یملک دونہا لزمہ ما یملک منہا فقط ہو المختار لانہ فیما لم یملکہ لم یوجد النذر فی الملک ولا مضافا
الی سببہ فلم یصح نذر کی ہزار تصدق کرنے کی اپنے مال سے اور حالانکہ وہ ہزار سے کم کا مالک ہے [illegible] مثلاً چارسو کا تو اُسپر فقط اُسی قدر کی نذر لازم ہوگی جسقدر کا
کہ وہ مالک ہے یعنے چارسو کا فقط یہی قول مختار ہے اسواسطے کہ غیر مملوک مین نذر نہ پائی گئی ملک مین اور نہ سبب ملک کی طرف اضافت ہوئی تو صحیح نہوگی کما لو قال
مالی فی المساکین صدقۃ ولا مال لہ لم یصح اتفاقا چنانچہ اگر یون کہا کہ میرا مال فقیرون پر صدقہ ہے اور حالانکہ اُسکا کچھ مال نہین تو نذر صحیح نہین بالاتفاق بسبب عدم ملک اور
عدم اضافت کے طحطاوی نے کہا کہ عدم مال کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر مال بھی ہوگا تو بھی اُسپر کوئی چیز لازم نہین اسواسطے کہ قول مذکور مین نذر کا صیغہ
نہین نذر التصدق بہذہ المائۃ یوم کذا علی زید فتصدق بہا عن اخری قبلہ ای قبل ذلک الیوم علی فقیر آخر جاز لما تقرر فیما نذر کی ان سو درہمون کے
خیرات کی فلانے دن زید پر سو اُسنے اور سو درہم کو اُس دن سے پہلے دوسرے فقیر کو خیرات دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا سابق مین کہ نذر
غیر معلق مین کسی چیز کی خصوصیت نہین نہ فقیر کی نہ درہم کی نہ وقت کی قال علی نذر لم یزد علیہ لا نیۃ لہ فعلیہ کفارۃ یمین کہا کہ مجھپر نذر واجب ہے

اور اُسپر کوئی لفظ زیادہ نہ بولا اور صوم یا صدقہ کی کچھ نیت بھی نہ کی تو اُسپر کفارہ یمین کا لازم ہے ولو نوی صیاما بلا عدد لزمہ ثلٰثۃ ایام اور اگر قول مذکور میں صوم کی نیت بلا عدد معین کی تو اُسپر تین دن کا روزہ لازم ہے اسواسطے کہ ایجاب عبد کا حق تعالیٰ کے ایجاب پر معتبر ہے اور صوم واجب کا ادنیٰ تین دن کا روزہ ہے کفارہ یمین میں او صدقۃ فاطعام عشرۃ مساکین کالفطرۃ اور اگر قول مذکور میں صدقہ کی نیت کی بالتعیین تو دس فقیروں کا کھانا دینا لازم ہے مانند صدقہ فطر کے اسواسطے کہ کفارہ یمین میں اسی قدر اطعام واجب ہے کذا فی الظہیریۃ ولو نذر حجۃ لزمہ بقدر عمرہ اور اگر نذر کی تعیین حج کی تو اُسپر بقدر اسکی عمر کے حج کرنا لازم ہے تو اگر قبل قبول مر گیا تو باقی کی وصیت اُسپر لازم نہیں وصل بحلفہ ان شاء اللہ تعالیٰ بطل یمینہ یعنی اپنی قسم سے ان شاء اللہ کو یعنی یون کہا کہ واللہ میں فلانے سے نہ بولونگا ان شاء اللہ تو اسکی قسم باطل ہوگئی یعنی زید سے بولنے سے حانث نہوگا چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الطلاق کے باب التعلیق میں مذکور ہوئی اور اگر ان شاء اللہ کو اپنی قسم سے منفصل کہا تو یہ استثنا مبطل یمین وغیرہ کا نہیں اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ استثنا منفصل بھی مبطل ہے ہم مناسب مقام یہ حکایت لطیفہ ہے کہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی منصور دوانقی خلیفہ عباسی کے پاس اپنی کتاب المغازی کو پڑھتے تھے اور امام اعظم بھی وہاں موجود تھے سو محمد بن اسحق نے خلیفہ سے کہا کہ یہ شیخ یعنی امام اعظم خلیفہ کے جد کی مخالفت کرتا ہے استثنا منفصل میں خلیفہ نے امام سے کہا کہ تمہارا یہ تبہ ہوا کہ ہمارے جد کی مخالفت کرتے ہو امام نے کہا یہ شخص یعنی محمد بن اسحاق خلیفہ کی سلطنت مٹانا چاہتا ہے اسواسطے کہ جب استثنا منفصل جائز ہوا تو آپکے عہد خلافت کو سلام ہے اسلیئے کہ لوگ تمسے خلافت کی بیعت کرینگے اور اطاعت کی قسم کھاوینگے پھر باہر نکلکر ان شاء اللہ کہینگے اور آپ کی مخالفت کرینگے حانث نہونگے تو خلیفہ نے کہا کہ خوب کہا اور محمد بن اسحق کو ناخوش ہوکر اپنے پاس سے اُٹھا دیا اور امام اعظم کہا کہ تم اس امر کو مخفی رکھنا کذا فی منح الغفار وکذا یبطل به ای بالاستثناء المتصل کل ما تعلق بالقول عبادۃ او معاملۃ بصیغۃ الاخبار اور اسی طرح سے استثنا متصل سے باطل ہو جاتا ہے جو امر کہ قول سے متعلق ہے خواہ عبادت ہو جیسے نذر اور اعتاق یا معاملہ ہو جیسے طلاق اور اقرار لیکن بصیغہ اخبار ہو یعنی جملہ خبریہ ہو اگرچہ ترجمۃً انشا ہو کے واسطے موضوع ہو چنانچہ بیع عقود کے ولو بالامر والنہی کاعتقوا عبدی لا تبیعوا عبدی ان شاء اللہ لم یصح وبیع عبدی ان شاء اللہ لم یصح الاستثناء اور اگر استثنا سے متصل بصیغہ امر یا نہی ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرے غلام کو آزاد کرو یا بیچو میرے ہوتے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ تو صحیح نہیں یا ورہے اس غلام کو نہ بیچ ان شاء اللہ تعالیٰ تو یہ استثنا صحیح نہیں ہے تو مثال اول میں اعتاق کی وصیت صحیح ہوگی اور مثال ثانی میں مخاطب بیچ کا وکیل ہوگا اور نہی کی مثال یہ ہے کہ فلانے شخص سے نہ بیچنا ان شاء اللہ بخلاف التعلق بالقلب کالنیۃ کما مر فی الصوم واللہ تعالیٰ اعلم بخلاف اُس امر کے جو دل سے متعلق ہے چنانچہ نیت کرنا کہ روزہ میں ان شاء اللہ کہنا مبطل نہیں چنانچہ کتاب الصوم میں مذکور ہو چکا واللہ اعلم یعنی بوقت تلفظ نیت روزہ ان شاء اللہ کہنا مبطل نہیں اسواسطے کہ نیت امور قلبیہ سے ہے نہ لسانیہ سے

باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنیٰ والاتیان والرکوب وغیر ذلک

یہ باب ہے دخول اور خروج اور سکونت اور آنے اور سوار ہونے اور انکے سوا اور افعال کی قسم کھانے کے احکام میں ہم مصنف نے ان افعال کا ذکر شروع کیا جنپر لوگ قسم کھاتے ہیں اور چونکہ یہ افعال کا بسبب کثرت کے محصور نہیں لہذا اسقدر پر اکتفا کی جسکو فقہائے کتب میں ذکر کیا ہے اور ذکر کیا ہے ایک افعال میں ایک افعال کا بیعنہ تو اور افعال مذکورہ میں دخول وغیرہ سے ابتدا کی کہ جسم اسکے مکان میں پہنچکر کھاتے الاصل ان الایمان مبنیۃ عند الشافعی علی الحقیقۃ اللغویۃ وعند مالک علی الاستعمال القرآنی وعند احمد علی النیۃ وعندنا علی العرف ما لم ینو ما یحتمله اللفظ فلا حنث فی لا یہدم بیتا ببیت العنکبوت الا بالنیۃ فتح اصل یہ ہے کہ قسمیں مبنی ہیں امام شافعی کے نزدیک حقیقت لغوی پر اور امام مالک کے نزدیک استعمال قرآنی پر اور نزدیک امام احمد کے نیت پر اور ہمارے نزدیک عرف پر قسم کی بنا ہے جبتک کہ قسم کھانے والے نے وہ نیت کی ہو جسکو لفظ محتمل ہو پس اگر کسی نے قسم کھائی کہ گھر نہ ڈھاونگا تو مکڑی کے جالے کو عرف میں گھر نہیں سمجھتے ہیں مگر نیت سے البتہ حانث ہوگا

کذا فی الفتح یعنی اگر قسم کھانے والا گھر سے کڑی کا گرانا ارادہ کریگا تو البتہ اسکے گرانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ بیت عنکبوت کو بھی لغت میں بیت بولتے ہیں ہم شافعی کے نزدیک یمین
میں لغت کا اعتبار ہے اگر کوئی قسم کھاوے کا کہ گھر گرا دیگا تو بیت عنکبوت کے گرانے سے حانث ہوگا اور حنبلیہ کے نزدیک یمین میں استعمال قرآن معتبر ہے اگر گوشت کھانے کی قسم کھاویگا تو
مچھلی کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ قرآن مجید میں مچھلی کو گوشت فرمایا ہے اور امام اعظم کے نزدیک عرف معتبر ہے اسواسطے کہ مدار متکلم کا عرفی بول پر ہے جو باہم مستعمل ہے نہ لغت
اور قرآن پر اور یہ الفاظ کہ اہل لغت اور اہل عرف میں مشترک ہیں ہاں لغت البتہ معتبر ہے بنا بر عرف کے فتح القدیر میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے سفیان ثوری سے مسئلہ پوچھا کہ
اگر کوئی قسم کھاوے گوشت نہ کھانیکی سو مچھلی کے کھانے سے حانث ہوگا یا نہیں سفیان نے جواب دیا کہ ہاں حانث ہوگا اسواسطے کہ قرآن مجید میں مچھلی کو گوشت فرمایا قال تعالے
(لتاکلوا منہ لحما طریا) پھر سائل مذکور امام اعظم کے پاس آیا اور سفیان کا جواب بیان کیا امام نے کہا کہ پھر جاؤ انکے پاس اور سوال کرو کہ ایک شخص فرش پر نہ بیٹھنے کی قسم کھاوے
پھر وہ زمین پر بیٹھے حانث ہوگا یا نہیں سفیان نے کہا کہ حانث نہوگا امام نے سائل کو سکھایا کہ کیوں حانث نہوگا حالانکہ حق تعالی نے زمین کو فرش کہا ہے قال تعالے
(واللہ جعل لکم الارض بساطا) سفیان نے اسمیں تامل کیا اور کہا تم نے مچھلی کا مسئلہ بھی تو مجھی پوچھا تھا سائل نے کہا ہاں سفیان نے فرمایا کہ نہ مچھلی کھانے سے حانث ہوگا
نہ زمین پر بیٹھنے سے تو سفیان نے بھی حنفیہ کے طور پر رجوع کیا نہ استعمال قرآنی پر (الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لا علی الاغراض) قسمیں مبنی ہیں الفاظ پر نہ اغراض پر ہم غرض سے مراد یہاں نیت ہے یعنی نیت بدون
لفظ کے معتبر نہیں بلکہ الفاظ اپنے عرفی معنی کے ساتھ البتہ معتبر ہیں تو اگر کوئی کہے کہ پانی مجھکو پلا اور طلاق کی نیت کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی اور یہ قاعدہ
نہیں ہے اسوقت عدہ کا جو مذکور ہو چکا کہ قسم کی بنا عرف پر ہے کذا فی حاشیۃ الکمال (فلو اغتاظ علی غیرہ وحلف ان لا یشتری لہ شیئا بفلس فاشتری
لہ بدرہم او اکثر شیئا لم یحنث کمن حلف لا یخرج من الباب او لا یضربہ اسواطا او لیغیظنہ الیوم بالتخرج من السطح وضربہ بعصا
وتغدیہ بخبز الشعیر او بالف اشتراہ لم یحنث لان العبرۃ لعموم اللفظ) جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ مدار یمین کا الفاظ پر ہے نہ غرض پر تو اگر متکلم ناخوش ہوا غیر شخص پر
اور قسم کھائی کہ اسکو ایک پیسے کی چیز نہ خریدیگا پھر اسنے اسکو ایک درم یا زیادہ کی چیز مول لے دی تو حانث نہوگا مانند اسکے جسنے قسم کھائی کہ
دروازہ سے نہ نکلیگا یا اسکو کوڑے نہ ماریگا یا اسکو اول روز ہزار درم کھلا دیگا پھر قسم کھانے والا چھت کی طرف سے نکلا اور لاٹھی سے مارا اور
اول روز ایک روٹی کھلائی جسکو ہزار درم سے مول لیا تھا کذا فی الاشباہ تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ عموم غرض کا ہم
اگرچہ متکلم کی غرض پہلی صورت میں رہنا ہے گھر کا اور دوسری صورت میں نہ مارنا غلام کا اور تیسری صورت میں کثیر القیمت غذا کھلانا ہے لیکن
چونکہ یمین میں لفظ معتبر ہے نہ غرض لہذا حانث نہوگا اور طحاوی نے کہا لیغیظنہ کے لفظ میں جو یہ دال مہملہ ہوا اور بعضے نسخہ میں ذال معجمہ ہے غذا سے اور
فسیح میں بجائے لیغیظنہ کے لیوجعنہ ہے مگر نسخہ لیغیظنہ اظہر اور موافق ہے نہر الفائق اور بحر الرائق کے (الا فی مسائل حلف لا یشتریہ بعشرۃ حنث باحد عشر لا
البیع) اشباہ یمین میں اعتبار الفاظ کا ہے نہ غرض کا مگر چند مسائل میں غرض معتبر ہے نہ لفظ چنانچہ قسم کھائی کہ اسکو دس درم سے نخرید کریگا تو گیارہ درم
خرید کرنے میں حانث ہوگا اسواسطے کہ غرض متکلم کی یہ ہے کہ دس درم اور زیادہ سے نخرید کرے بخلاف بیع کے کذا فی الاشباہ یعنی اگر قسم کھائی کہ
دس درم سے نہ بیع کریگا پھر اسنے گیارہ درم سے بیچا تو حانث نہوگا اسلئے کہ غرض بائع کی یہ ہے کہ زیادہ دس درم سے بیع کریگا سو حاصل ہوئی کذا فی الطحطاوی
(لا یحنث بدخول الکعبۃ والمسجد والبیعۃ للنصاری والکنیسۃ للیہود والدہلیز والظلۃ التی علی الباب اذا لم یصلح للبیتوتۃ) جبکہ فی حلفہ
لا یدخل بیتا لانہا لم تعد للبیتوتۃ نہ حانث ہوگا اس قسم میں کہ بیت میں نہ داخل ہوگا کعبہ معظمہ اور مسجد اور نصاری کے عبادت خانہ اور یہود کے
عبادتخانہ اور ڈیوڑھی اور چھپر کے داخل ہونے سے جو دروازہ پر ہو جبکہ ڈیوڑھی اور چھپر شب باشی کے لائق نہو کذا فی البحر اسواسطے نہ حانث ہوگا کہ
مکانات مذکورہ شب باشی کیواسطے موضوع نہیں اور بیت اسکو کہتے ہیں جو شب باشی کے واسطے موضوع ہو ہم اور اگر ڈیوڑھی وسیع ہو جسمیں شب باشی ہوتی ہو یا چھپر
گھر کے اندر لائق رہنے کے ہو تو اسکے دخول سے البتہ حانث ہوگا صحاح جوہری میں ہے کہ دہلیز کہتے ہیں وہ مکان ہے جو دروازہ اور گھر کے درمیان ہو جسکو اہل شہر

ڈیوڑھی کہتے ہیں اور اہل قصبات اسکو بیٹھک بولتے ہیں اور ظلہ اور سایا چھتے کو کہتے ہیں جسکی دو کڑیوں کا ایک سرا دروازہ کی دیوار پر ہو اور دوسرا دوسری طرف پڑوسی کی دیوار پر
کذا فی المنح ولذا یحنث فی الصفۃ والایوان علی المذہب لانہ یبات فیہ صیفا وان لم یکن مسقفا فتح اور چونکہ بیت کے مفہوم میں شب باشی معتبر ہے تو صفہ اور
ایوان کے داخل ہونے میں حانث ہوگا بنابر صحیح مذہب کے اسواسطے کہ اسکے اندر موسم گرما میں رہتے ہیں اگرچہ اسپر چھت نہو کذا فی فتح القدیر ظاہر کلام شارح کا صحیح نہیں
اسواسطے کہ فتح القدیر میں صفہ کے مفہوم میں چھت ہونا مصرح ہے خواہ صفہ کی چار دیواریں ہوں یا نہ ہوں اور کوفہ یا تین دیواریں ہوں اور ایک طرف کشادہ ہو چنانچہ
صاحب ہدایہ نے تصحیح کی ہے … البتہ یہ ہے کہ بیت کے مفہوم میں چھت شرط نہیں … صفہ اور بیت میں عام خاص کی نسبت ہے اور شاید کہ صفہ اور بیت کو مساوی سمجھا ہے
واللہ اعلم اور واضح رہے کہ صفہ اور ایوان ایک ہی چیز ہے تو صفہ ایوان کی عامی تفسیر ہے ہندوستان کے قصبات میں صفہ کو صوفہ کہتے ہیں و فی لا یدخل دارا لم
یحنث بدخولہا خربۃ لا بناء فیہا اصلا اور یوں قسم کھائے ہیں کہ کسی گھر میں داخل نہ ہوگا تو ایسے گھر کے داخل ہونے سے جسمیں کچھ عمارت باقی نہیں ہے اگر گھر کی زمین
منہدم ہوگئیں اور کچھ باقی ہیں تو لائق یوں ہے کہ حانث ہو کذا فی الفتح وفی ہذہ الدار یحنث وان صارت صحراء او بنیت دارا اخری بعد الانہدام لان
الدار اسم للعرصۃ والبناء وصف فیہا انما التقیید فی المنکر لا فی المعین اور یوں قسم کھائے ہیں کہ اس گھر میں داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول سے اگرچہ
وہ گھر جنگل ہوگیا ہو یا اسکے انہدام کے بعد دوسرا گھر ویران بنایا گیا ہو اسواسطے کہ گھر نام ہے ساحت کا اور عمارت وصف ہے اسکا اور وصف کا اعتبار غیر معین میں
ہوتا ہے نہ معین میں پس … مثال اول میں لفظ دار نکرہ ہے یعنی غیر معین لہذا عمارت اسمیں معتبر ہوئی تو ویران گھر کے داخل ہونے سے حانث نہوگا معین حاضر
میں صفت اسواسطے معتبر نہوا … کی ذات بسبب اشارہ کے تعریف وصف سے زیادہ تر معروف ہوگئی اور مثال ثانی میں چونکہ لفظ دار معرفہ ہے یعنی معین لہذا
اسمیں عمارت کا اعتبار نہوا تو ویران گھر کے داخل ہونے سے بھی حانث ہوگا اور اصطلاح فقہ میں صفت و وصف اسکو کہتے ہیں جو ایک چیز دوسری چیز میں قائم ہو اور
اسکے قیام سے دوسری چیز کا حسن یا کمال زیادہ ہو جاوے اور اسکے نہونے سے نقصان ظاہر ہو خواہ وہ چیز قائم جوہر ہو یا عرض کذا فی المنح الا اذا کانت شرطا
او داعیۃ للیمین کحلفہ علی ہذا الرطب فیتقید بالوصف صفت کا اعتبار معین چیز میں نہیں ہوتا مگر اسوقت جبکہ صفت شرط ہو قسم کی یا باعث ہو قسم کا چنانچہ یوں
قسم کھائی کہ اس تر کھجور کو نکھاویگا تو اسوقت معین میں بھی قید صفت کی معتبر ہوگی لیکن خشک کھجور کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ قسم کی باعث کھجور
کی تری ہے نہ خشکی اور صفت کے شرط ہونے کی مثال یہ کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر اس گھر میں داخل ہوگی جو تالاب کے گرد متصل ہے تو تو طالق ہے تو ہمیشہ اگلی صفت
کے طور پر شرط کے ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وان جعلت بعد الانہدام بستانا او مسجدا او حماما او بیتا او غلب علیہ الماء فصارت نہرا لا یحنث وان عادت
دارا بعد ذلک اور اگر قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ داخل ہوگا پھر وہ گھر بعد منہدم ہونے کے باغ یا مسجد یا حمام یا بیت بنا گیا یا دریا کا پانی غالب ہے اسو گھر نہر ہوگیا تو ان
کے داخل ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر کا نام باقی نہ رہا دوسرا نام ہوگیا یعنی باغ یا مسجد اگرچہ بعد منہدم ہونے دوسرا گھر بنایا تو بھی حانث نہوگا اسواسطے کہ نام
سے اول نام بالکل جاتا رہا … کی قسم کھائی کذا فی المنح کہذا البیت فہدم … ابتنا بالاولی … اور لو نقض الاول لزوال اسم البیت
چنانچہ حانث نہیں ہوتا اگر قسم کھائی ہے کہ اس بیت میں داخل نہ ہوگا پھر وہ گرگیا یا دوسرا بیت بنا گیا اگرچہ اول کو توڑ کر بنایا ہو تو بھی حانث نہوگا اسواسطے
کہ نام بیت کا انہدام … باقی نہ رہا بلکہ دوسرا نام پیدا ہوا اور اسی طرح غیر معین بیت کی قسم سے لا … حانث نہوگا … کہا کہ تشبیہ غیر
معین کی بیت معین میں … اس بیت کی … صفت ہے … بیت صحراء ہوگی تو غیر معین ہاں عدم …
کا طلاق … الخ … فی المعین … فی المنکر … فی العبد … فیہ
یا مذاکرہ … فی البیت … گرگئی نہ دیواریں پھر اسمیں داخل ہوا تو معین بیت کی قسم میں حانث ہوگا اسواسطے کہ چھت
… صفت ہے … کا اعتبار معین میں نہیں ہوتا اور حانث نہوگا بیت غیر معین کی قسم میں اسواسطے کہ غیر معین میں صفت معتبر ہو چنانچہ اسکی

تفصیل سابق میں ہم کو معلوم ہو چکی اور بحر الرائق میں معین اور غیر معین کے فرق کو بدائع کی طرف نسبت کیا ہے لیکن النہر الفائق میں اعتراض کیا ہے کہ بیت معین و غیر معین میں کچھ فرق
نہیں ہے کیونکہ وہ شی یا شی کے لائق ہو قید بهذه الدار لانه لو اشار ولم یسم بان قال هذه حنث بدخولها علی ای صفة کانت کهذا المسجد فخرب لبقاء المسجد الی یوم
القیامة بقی شارح کہتا ہے مصنف نے لا یدخل هذه الدار کو باسم اشارہ اور تسمیہ مقید کیا اسواسطے کہ اگر فقط اشارہ کرے دار کی طرف اور نام نہ لیوے یعنی یوں کہے کہ
اسمیں نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول دار سے جس صفت پر کہ وہ ہو یعنی اگرچہ باغ یا حمام یا مسجد بنگئی ہو تو بھی حانث ہوگا جیسا کہ هذا المسجد میں یعنی قسم
کھائی کہ اس مسجد میں نہ داخل ہوگا پھر وہ ویران ہو گئی اور وہ داخل ہوا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ مسجد کا حکم قیامت تک باقی رہتا ہے اگرچہ وہ ویران یا باغ ہوجاوے
اور یہ قول ہے ابو یوسف کا اسی پر فتوی ہے ولو زید فیه حصة فدخلها لم یحنث ما لم یقل مسجد بنی فلان فیحنث وکذا الدار لانه عقد یمینه علی الاضافة وذلک موجود فی الزیادة
بدائع بحر اور اگر مسجد میں کسی کی زمین کا حصہ زیادہ کر دیا گیا تو اسکے دخول سے حانث نہوگا جب تک یوں نہ کہے کہ فلاں قوم کی مسجد میں نہ داخل ہوگا پھر
جبکہ اسطرح کہیگا تو اسکی دخول سے حانث ہوگا اور ایسا ہی حکم ہے دار کا دونوں صورت زیادت حصہ اسواسطے کہ حالف نے اپنی یمین کو منعقد کیا ہے اضافت
یعنی فلانی قوم کی مسجد پر اور یہ موجود ہے اس زیادتی میں جو مسجد میں داخل ہوگئی کذا فی البحر عن البدائع ولو حلف لا یجلس الی هذه الاسطوانة او الی هذا الحائط
فهدما ثم بنیا وبنقضهما او لا یرکب هذه السفینة فنقضت ثم اعیدت بخشبها لم یحنث اور اگر قسم کھائی کہ اس ستون یا اس دیوار کی طرف نہ بیٹھیگا پھر
دونوں منہدم ہوگئے بعد اسکے بنائے گئے اگرچہ انکو توڑ کر اسی اینٹ اور مٹی سے بنایا ہو یا یوں قسم کھائی کہ اس ناو پر سوار نہ ہوگا پھر وہ توڑی گئی پھر اسکے
اسکی لکڑیوں سے دوبارہ بنائی گئی تو ستون یا دیوار کے پاس بیٹھنے یا ناو کے سوار ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ پہلا نام زائل ہوگیا کذا
فی حاشیة الطحطاوی کما لو حلف لا یکتب بهذا القلم فکسره ثم براه فکتب به لان غیر المبری لا یسمی قلما بل انبوبا فاذا کسره فقد زال الاسم ومتی
زال بطلت الیمین چنانچہ اگر قسم کھائی کہ اس قلم سے نہ لکھیگا پھر اسکو توڑ ڈالا بعد اسکے پھر قلم تراشا اور اس سے لکھا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ غیر تراشیدہ کا
نام قلم نہیں ہوتا بلکہ اسکو [illegible] کہتے ہیں پھر جب قلم کو توڑا تو قلم کا نام زائل ہوگیا اور جب نام زائل ہوا تو قسم باطل ہوگئی ہم طحطاوی کہتا ہے کہ بالفعل عرف
بدل گیا کہ اسکو ٹوٹا [illegible] قلم کہتے ہیں تو نام زائل نہوا تو تراش کرنیکے بعد بھی حانث ہوگا الوقف علی السطح داخل عند المتقدمین خلافا للمتاخرین اور جو شخص کہ
چھت پر کھڑا ہے وہ گھر کے اندر داخل ہے فقہاء متقدمین کے نزدیک بخلاف متاخرین کے یعنی اگر قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ داخل ہوگا پھر دوسرے گھر کی چھت سے اس گھر کی
چھت پر آیا تو متقدمین کے نزدیک حانث ہوگا نہ متاخرین کے نزدیک ووفق الکمال بحمل الحنث علی سطح له ساتر وعدمه علی مقابله اور کمال الدین نے فتح القدیر میں جمع بین القولین
کیا ہے حنث کو اس چھت پر محمول کر کے کہ جسکے گرد پردہ ہے دیوار وغیرہ کا اور عدم حنث کو عدم پردہ پر محمول کیا ہے یعنی اگر چھت کے گرد احاطہ ہے تو اسپر قائم ہونیسے حانث ہوگا
بموجب قول متقدمین کے اور اگر اسپر پردہ نہیں ہے حانث نہوگا بموجب قول متاخرین کے اسواسطے کہ دار عبارت ہے اس سے جسکے گرد دائرہ محیط ہوا اور یہ امر نیچا اور اوپر دونوں میں
حاصل ہے اور اگر چھت پر احاطہ نہیں تو یہ بات حاصل نہیں کذا فی الفتح وقال ابن الکمال ان الحالف من بلاد العجم لا یحنث قال مسکین وعلیه الفتوی اور ابن کمال نے کہا
کہ بلاد عجم کا قسم کھانے والا چھت پر قائم ہونے سے حانث نہیں ہوتا اسواسطے کہ بلاد عجم کے عرف میں اسکو داخل دار نہیں کہتے علامہ مسکین نے کہا اور اسی قول پر فتوی
ہے ہم حلبی نے کہا جب تک اسکا عرف [illegible] ہوا تو علیه الفتوی کہنا [illegible] یہ ہے کہ اس فتوی کو بلاد عجم پر محمول کیجیے وفی البحر افاد انه لو ارتقی شجرة او حائطا حنث علی قول
المتقدمین لا والظاهر قول المتاخرین فی الکل لانه لا یسمی داخلا عرفا کما لو حفر سردابا او قناة لا ینتفع بها اهل الدار اور بحر الرائق میں ہے کہ مصنف نے قول وقف
علی السطح کو داخل قرار دیکر اشارہ کیا کہ اگر گھر والے درخت یا دیوار پر باہر سے کوئی چڑھ جاوے تو حانث ہوگا اور بقول متاخرین حانث نہوگا اور ظاہر قول متاخرین
کا قول ہے سب صورتوں میں اسلیے کہ واقف علی السطح اور درخت اور دیوار کے چڑھنے والے کو عرف میں داخل دار نہیں کہتے چنانچہ اگر گھر کے نیچے
باہر سے تہ خانہ کھودے یا بطور سرنگ ایسی نہر جاری کرے کہ گھر والے اسکے پانی سے اندر کی جانب سے منتفع نہوتے ہوں تو اس تہخانہ اور

نہر مسقف سے گھسنے والے کو داخل و اُنہین کہتے وقال وعم اطلاقہ المسجد فلو فوقہ مسکن فدخلہ لم یحنث لانہ لیس بمسجد بدائع صاحب بحر الرائق نے کہا کہ اذا
علے السطح کو مطلق کہنا شامل ہے مسجد کو بھی تو اگر مسجد پر رہنے کا مکان ہو سو اسمین جاوے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ وہ مکان مسجد نہین کذا فی البدائع وتقییدہ
الدخول بالباب حنث بالحادث ولو نقبا الا اذا عینہ بالاشارۃ بدائع اور اگر قسم کھانے والے نے دخول دار مین باب کی قید لگائی یعنی یون کہا کہ
کہ اس گھر مین دروازہ سے نہ داخل ہوگا تو نئے دروازہ کے داخل ہونے سے بھی حانث ہوگا اگرچہ بطور نقب ہو گا اُسوقت حانث نہوگا جبکہ دروازہ
کو اشارہ سے معین کر دیا ہو کذا فی البدائع ہم نقب سے مراد وہ ہے جو دروازہ بنانے کو دیوار توڑی گئی ہو کذا فی الطحطاوی والوقوف بقدمیہ فی طاق
الباب ای عتبتہ یحنث لو انغلق الباب کان خارجا لا یحنث وان کان بعکسہ یحنث لو انغلق کان داخلا یحنث فی حلفہ لا یدخل اور جو شخص اپنے
دونون قدم سے دروازہ کے ایسے آستانہ پر کھڑا ہو کہ اگر دروازہ بند کیا جاوے تو آستانہ باہر ہو جاوے تو حانث نہوگا اور اگر اُسکے بالعکس ہو اسطرح کہ اگر دروازہ
بند ہو تو آستانہ گھر کے اندر ہو جاوے تو وہ حانث ہوگا اس قسم مین کہ گھر مین نہ داخل ہوگا ہم طاق باب سے عتبہ اور عتبۃ الباب سے آستانہ ہے جسکو اہل ہند
دہلیز اور چوکھٹ بولتے ہین ولو کان المحلوف علیہ الخروج انعکس الحکم اور اگر خروج دار پر قسم کھائی ہو تو حکم بالعکس ہوگا یعنی یون قسم کھائی کہ دار مین اس
گھر سے باہر نکلونگا تو آستانہ داخلہ پر کھڑے ہونے سے حانث نہوگا اور آستانہ خارجہ پر کھڑے ہونے سے حانث ہوگا کلمنح الحلف لا یخرج فرقی شجرۃ فصار
بحال او انتہاؤ اسقط فی الطریق لم یحنث لان الشجرۃ کبنا الدار لیکن نہایہ مین ہے قسم کھائی کہ اس گھر سے باہر نکلونگا پھر وہ گھر کے درخت پر چڑھ گیا ہو ایسی
حال پر ہو گیا کہ اگر شاخ سے گرے تو گھر کے باہر راہ مین گرے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر کا درخت مانند عمارت کے ہے ہم شارح نے استدراک کیا حکم
سابق کا یعنی بموجب روایت محیط کے آستانہ خارجہ کا گھر سے ہونا الا ابھی خارج نہین مگر یہ کہ عرف کو فارق کہیے کذا فی الطحطاوی وہذا الحکم المذکور اذا کان
الجانبان سواء فالقدمیہ فی طاق الباب فلو وقف باحدی رجلیہ علے العتبۃ وادخل الاخری فان استوی الجانبان او کان الجانب الخارج
اسفل لم یحنث وان کان الجانب الداخل اسفل حنث زیلعی وقیل لا یحنث مطلقا بحر وصحح ظہیریہ لان الانفصال التام لا یکون الا
بالقدمین اور یہ حکم مذکور یعنی آستانہ خارجہ و داخلہ کا فرق اُسوقت تک ہے جبتک کہ قسم کھانیوالا اپنے دونون قدم سے دروازہ کے آستانہ پر کھڑا ہو اگر ایک قدم
سے آستانہ پر کھڑا ہوا اور دوسرا قدم اندر گھر کے داخل کرے سو اگر دونون طرفین خارجی اور داخلی برابر ہوون یا خارجی طرف پست ہو داخلی سے تو حانث نہوگا ہم
دخول کی قسم مین اسواسطے کہ تمام بدن کا بوجھ پست جانب کی طرف ہوتا ہے اور اگر داخلی طرف نیچی ہو خارجی طرف سے تو حانث ہوگا کذا فی شرح الزیادی اور دوسرا
قول یہ ہے کہ کسی طرح حانث نہوگا خواہ داخلی طرف پست ہو یا خارجی اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ پوری جدائی بدون دونون قدم کے نہین ہوتی
اور ایک قدم رکھنے مین اگرچہ پست جانب کی طرف بدن کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے لیکن دوسرے قدم کی طرف بھی لگاؤ رہتا ہے ودوام الرکوب واللبس والسکنٰی
کالانشاء فیحنث بمکث ساعۃ اور دوام رکوب اور لبس و سکونت مانند انشاء کے ہے تو ایک ساعت ٹھہرنے سے بھی حانث ہوگا یعنے اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر
سوار نہوگا اور حالانکہ اُسپر سوار ہے یا قسم کھائی کہ اس قمیص کو پہنیگا حالانکہ وہ اسکو پہنے ہے یا قسم کھائی اس حویلی مین سکونت کریگا حالانکہ اُسمین ساکن ہے
تو اگر بعد اس قسم کے ایک ساعت بھی سوار رہیگا یا قمیص نہ اُتاریگا یا گھر سے باہر نکل نہ جاویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دوام اور ثبات ان افعال کا بجاے انشاء
افعال ہے گویا ابتداً سوار ہوا یا قمیص پہنا یا سکونت کی لا دوام الدخول والخروج والتزوج والتطہیر لان الضابط ان ما یمتد فلدوامہ حکم ابتداء
والافلا اور دوام دخول اور خروج اور تزوج اور تطہیر انشاء کی مانند نہین اسواسطے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو فعل لائق امتداد اور دیرپائی کے ہے مانند رکوب
اور لبس اور سکونت کے تو اُسکے دوام کو ابتداء فعل کا حکم ہے اور جو فعل دیرپائی کے لائق نہین مانند دخول وغیرہ کے اُسکے دوام کو ابتدا کا حکم نہین
تو اگر قسم کھائی کہ اس گھر مین داخل نہوگا حالانکہ اُسمین داخل ہے یا اس سے نکلیگا حالانکہ وہ خارج ہے یا اس عورت سے نکاح نکریگا حالانکہ وہ اُسکی منکوحہ ہے

یا دفعہ کر یگا حالانکہ وہ با وضو ہی تو باوجود دوام ان افعال کے حانث نہو گا اور دوام سے مراد یہ ہی کہ ایک ساعت بعد قسم کے اسی حالت پر باقی ہو کذا فی المنح وہذا الوحین

حال الدوام اما قبلہ فلا فلو قال کلما رکبت فانت طالق او فعلی درہم ثم رکب ودام لزمتہ طلقۃ ودرہم ولو کان راکبا لزمہ فی کل ساعۃ یمکنہ النزول طلقۃ ودرہم اور یہ یعنی دوام کو حکم ابتدا کا ہونا اس شرط پر ہی کہ حالت دوام مین قسم ہوا در اگر قبل اسکے قسم ہو گی تو دوام فعل کو حکم ابتدا کا نہین تو اگر اسنے کہا کہ جب مین سوار ہون تو تو طالق ہی یا مجھپر ایک درہم واجب ہی تو بعد اسکے سوار ہوا اور سوار رہا تو اسپر ایک طلاق اور ایک ہی درہم لازم ہو گا اور اگر قسم سے پہلے سوار ہو گا تو اسپر ہر ایک ساعت مین جسمین سواری سے اترنا ممکن ہو ایک ایک طلاق اور درہم لازم ہو گا کذا فی المنح عن المجتبی قلت فی عرفنا

لا یحنث الا بابتداء الفعل فی الفصول کلہا وان لم ینو والیہ مال استاذنا مجتبی صاحب مجتبی نے کہا مین کہتا ہون کہ ہمارے عرف مین حانث نہین ہوتا مگر ابتداء فعل سے سب افعال مذکورہ مین اگرچہ نیت نکرے اور اسکی طرف ہمارے اوستاد نے میلان کیا ہی ہم لیتے خواہ فعل ممتد ہو جیسے رکوب یا غیر ممتد ہو جیسے دخول خواہ قسم درحالت تلبس فعل ہو یا نہو بصورت دوام فعل کو ابتداء فعل کا حکم نہین تو عرفا حانث نہو گا مگر ابتداء فعل سے اور ایک روایت ابویوسفؒ کی اسکی موید ہی کذا فی المنح حلف لا یسکن ہذہ الدار او البیت او المحلۃ یعنی الحارۃ فخرج وبقی متاعہ واہلہ حتی لو بقی وتد حنث قسم کھائی کہ اس گھر یا اس بیت یا اس کنے محلہ مین سکونت نکریگا سو خود حالف وہان سے نکل گیا اور اسکا اسباب خواہ اسکی زوجہ اور اولاد باقی رہی یہان تک کہ اسکے اسباب مین سے ایک میخ بھی اگر باقی رہ جاویگی تو حانث ہو گا اسواسطے کہ سکونت عرفی عبارت ہی بقاء متاع و اہل سے چنانچہ اہل بازار تمام دن بازار میں رہتے ہین لیکن وہ یہ کہلاتے ہین جہان انکے اہل و عیال اور اسباب رہتا ہی ہم والہ کا داؤ بمعنی او ہی لہذا ترجمہ اسی طرح کیا اسواسطے کہ بقاء متاع اور بقاء اہل ہر ایک علت مستقلہ ہی حنث کی کذا فی المنح واعتبر محمد نقل ما یقوم بہ السکنی وہو ارفق وعلیہ الفتوی قالہ العینی ولو انتقل الی سکۃ او مسجد علی الاوجہ قالہ الکمال واقرہ فی النہر اور اعتبار کیا ہی محمدؒ نے نقل اسباب خانگی مین اسقدر کو جس سے سکونت حاصل ہو اور یہ قول آسان تر ہی اور اسی پر فتوی ہی بقول شیخ الاسلام عینی یعنی سب اسباب کا اٹھا لیجانا بقول محمدؒ ترک سکونت کے واسطے لازم نہین بلکہ اگر بقدر ضرورت سکنی نقل متاع کریگا تو حانث نہو گا اگرچہ کسی گلی یا مسجد مین نقل مکان کیا ہو بنا بر قول اوجہ یہ کہا ہی کمال الدین نے اور قائم رکھا ہی اسکو نہر الفائق مین کہا کہ یہ ترجیح اسواسطے کہ نقل متاع اور اہل کافی ہی خواہ یہ نقل کسی حویلی کی طرف ہوا ہو خواہ کسی گلی یا مسجد کی طرف اور اطلاق عدم حنث اوجہ ہی بقول صاحب فتح القدیر خلافا للہدایۃ انتہی ملخصا وہذا لو الیمین بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ بر بخروجہ بنفسہ اور یہ یعنی بقاء متاع یا اہل سے حانث ہونا اس شرط پر ہی کہ جب یمین حالف کی عربی زبان مین ہو اور اگر فارسی زبان مین قسم ہو تو حالف اپنی قسم مین سچا ہو گا اپنی ذات کے نکلنے سے بنا بر عرف فارس کے اگرچہ متاع اور اہل باقی رہے کمالو کان سکناہ تبعا چنانچہ اگر سکونت حالف کی بالتبع ہو نہ بالاصالت چنانچہ بڑا بیٹا باپ کے ساتھ رہتا ہو یا زوجہ زوج کے ساتھ تو خروج بنفسہ سے حنث نہین وکما لو ابت المرأۃ النقلۃ وغلبتہ اولم یمکنہ الخروج ولو بدخول

لیل او غلق باب او اشتغل بطلب دار اخری او دابۃ وان بقی ایاما او کان لہ امتعۃ کثیرۃ فاشتغل بنقلہا بنفسہ وان امکنہ ان یستکری دابۃ لم یحنث اور چنانچہ عورت نے نقل مکان سے انکار کیا اور زوج پر غالب آئی یا حالف کو گھر سے نکلنا ممکن نہوا اگرچہ رات ہو جانے سے یا دروازہ بند ہو جانے سے یا حالف دوسرے گھر یا سواری کی تلاش مین مشغول رہا اگرچہ اسی تلاش مین اسی گھر مین چند روز موجود رہا یا حالف کا اسباب بہت تھا اور اسکے اٹھالیجانے مین بذات خود مشغول رہا اگرچہ اسکو کرایہ پر جانور کا اسباب لادنے کے واسطے ممکن تھا ان سب صورتون مین حانث نہو گا ولو نوی التحول ببدنہ دین وعند الشافعی یکفیہ خروجہ بنیۃ الانتقال اور اگر عدم سکونت کی قسم مین حالف نے فقط اپنے بدن کا نکل جانا مراد لیا ہی تو باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق ہو گی نہ بنا بر قضا کے اور امام شافعی کے نزدیک نکلنا حالف کا انتقال کی نیت سے عدم حنث مین کافی ہی بخلاف المصر والبلد والقریۃ فانہ یبر بنفسہ فقط بخلاف شہر اور بلد اور گانون کے یعنے اگر قسم کھائی کہ اس شہر یا گانون مین

سلہ الحارۃ کا لغۃ کل محلۃ انتہی مختار

سمہ یعنی ... خانہ ... مراتی

نہ رہیگا تو حانث نہ ہوگا فقط بذات خود نکلنے سے اگرچہ متاع و اہل اسی شہر میں ہوں بنابر عرف کے نہر الفائق میں کہا کہ ہمارے شہر کے عرف میں متاع اور اہل کے رکھنے سے انسان ساکن گنا جاتا ہے تو خروج بنفسہ سے حانث ہوگا فروع مسائل متفرقہ شارح کا حلف لا یساکن فلانا فساکنہ فی عرصۃ دار او ہذا فی حجرۃ وہذا فی حجرۃ حنث الا ان

تکون دار کبیرۃ والا تقاسماہا بحائط بینہما ان عین الدار حنث وان نکرہا لا ولو دخلہا فلان غصبا ان اقام معہ حنث علم او لا وان انتقل فورا لا کما لو نزل ضیفا وکذا لو سافر الحالف فسکن فلان مع اہلہ لانہ لم یساکنہ حقیقۃ قسم کھائی کہ مثلا زید کے ساتھ سکونت نہ کریگا پھر اسکو گھر کے میدان میں رکھا یا حالف ایک کوٹھری میں ہے اور زید دوسری کوٹھری میں تو حانث ہوگا مگر اسوقت میں حانث نہ ہوگا جب گھر بہت بڑا ہو اور اگر گھر کو حالف اور زید نے تقسیم کرلیا درمیان میں دیوار قائم کرکے تو اگر گھر کو قسم میں معین کرلیا یعنے یوں کہا ہو کہ اس گھر میں زید کے ساتھ سکونت نہ کریگا تو باوجود تقسیم بھی حانث ہوگا اور اگر گھر معین نہیں کیا قسم میں تو قسم مذکور سے حانث نہو گا اور اگر گھر میں زید داخل ہوگیا بطور غصب کے تو اگر حالف نے غاصب کے ساتھ اقامت کی تو حانث ہوگا خواہ حالف کو اسکے رہنے کا علم ہو یا نہ ہو اور اگر حالف بمجرد دخول زید کے نکل گیا تو حانث نہ ہوگا جیسا کہ اس صورت میں حانث نہیں ہوتا اگر مثلا زید حالف کے گھر میں بطور مہمان کے اترے اور اسی طرح اگر حالف سفر میں جاوے تو پھر زید اسکے گھر میں اسکے عیال کے ساتھ رہے اسواسطے کہ حالف نے اسکو فی الحقیقت ساکن نہیں کیا ہم اوقتیکہ مہمان پندرہ روز اقامت نہ کریگا حالف کے ساتھ ساکن نہ گنا جاویگا اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سکونت بدون اہل اور متاع کے متحقق نہیں ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البحر ولو قید المساکنۃ بالشہر حنث بساعۃ لعدم امتداد ہا بخلاف الاقامۃ بحر اور اگر مساکنت کو ایک مہینہ کے ساتھ مقید کریگا یعنے یوں کہیگا کہ میں زید کے ساتھ ایک مہینہ سکونت نہ کرونگا تو ایک ساعت کی سکونت سے بھی حانث ہوگا اسواسطے کہ مساکنت میں امتداد نہیں بخلاف اقامت کے کذا فی البحر عدم امتداد سکنی غیر مسلم ہے چنانچہ مصنف مذکور کرچکا ہے کہ دوام رکوب اور سکنی در حکم ابتدا ہے اور کنز میں بھی اسی کے موافق ہے تو حق یہ ہے کہ بدون مساکنت ایک مہینے کے حانث نہو گا کذا فی حاشیۃ الحلبی وفی خزانۃ الفتاوی حلف لا یضربہا فضربہا من غیر قصد لا یحنث اور خزانۃ الفتاوی میں ہے قسم کھائی کہ عورت کو نہ ماریگا پھر اسکو بلا قصد مارا تو حانث نہ ہوگا وحنث فی لا یخرج من المسجد ان حمل واخرج مختارا بامرہ وبدونہ بان حمل کرہا لا یحنث ولو راضیا بالخروج فی الاصح اور حانث ہوگا اس قول میں کہ مسجد سے نہ خارج ہوگا اگر اٹھایا گیا اور بخوشی نکالا گیا اپنے امر سے اور اگر بدون امر نکالا گیا اسطرح کہ زبردستی اٹھایا گیا تو حانث ہوگا قول اصح میں اگرچہ بعد نکلنے کے خروج سے راضی ہوگیا ہو ومثلہ لا یدخل قسما واحکاما اور مانند خروج کے دخول ہے اقسام اور احکام میں ہم اگر قسم کھائی کہ مسجد میں نہ داخل ہوگا تو اگر اپنے امر سے داخل کیا گیا تو حانث ہوگا اور اگر زبردستی داخل کیا گیا تو حانث نہو گا اور خروج میں شارح نے مسجد کی قید اسواسطے لگائی کہ خروج دار بذات خود بدون متاع اور اہل کے معتبر نہیں چنانچہ پہلے مذکور ہوچکا واذا لم یحنث بدخولہ بلا امرہ او نزل ثم عاد

خرج بعد ہ ثم دخل لم یحنث علی الصحیح ظہیریۃ لانفحال یمینہ لعدم فعلہ علی المذہب الصحیح فتح وذخیرۃ وفی البحر عن الظہیریۃ انہا لا تنحل وفائدتہ بالحلف لہا آخذا بالقول ابی شجاع لانہ ارفق لانہ علامۃ المعتمد اور جبکہ حانث نہوا دخول بلا امر سے اگر سوار یا کندھے پر رکھا یا اندھے کے چلنے یا جانور کی سرکشی سے بنابر قول صحیح داخل ہوگیا ہو کذا فی الظہیریۃ تو حالف کی یمین نہ باطل ہوگی بسبب اسکے عدم فعل کے بنابر مذہب صحیح کے کذا فی فتح القدیر وغیرہ اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ عدم بطلان یمین پر فتوی ہے تو بعد اسکے اگر داخل ہوگا تو حانث ہوگا لیکن صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوی میں اسکے خلاف کہا ہے سو بطلان یمین کا فتوی دیا ہے بدلیل قول ابو شجاع کے اسواسطے کہ بطلان یمین لوگوں کے حق میں آسان تر ہے تاکہ حانث نہ ہوں لیکن تمکو قول معتمد یعنے عدم بطلان یمین فتح القدیر وغیرہ سے معلوم ہوچکا ہے تو فتوی صاحب بحر کا لائق اعتماد کے نہیں ولا یحنث فی حلفہ لا یخرج الا الی جنازۃ ان خرج الیہا قاصدا عند انفصالہ من باب دارہ ثم مشی مہاما لا لہا فی البدائع

ان خرجت الا الی المسجد فانت طالق فخرجت تریدالمسجد ثم بدا لها فذهبت بغیر المسجد لم تطلق اور حانث نہوگا اس قول مین کہ نہ نکلیگا گھر سے مگر جنازہ کی طرف اگر خارج ہوا جنازہ کے واسطے اُسکی طرف ارادہ کرکے اپنے گھر کے دروازے سے جدا ہونیکے وقت خواہ جنازہ کے ساتھ چلا یا نہ چلا اسواسطے کہ بدائع مین مصرح ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مسجد کے سوا تو نکلے تو تو طالق ہے سو وہ مسجد کا ارادہ کرکے نکلی پھر بعد خروج کے اُسکے دل مین آیا سو غیر مسجد کی طرف چلی گئی تو مطلقہ نہوگی ہم اسواسطے کہ شرط طلاق خروج غیر مسجد تھا سو پایا نہ گیا یعنی دروازے سے جدا ہونیکے وقت اسکو غیر مسجد مقصود نہ تھا اگرچہ بعد خروج کے کہین اور چلی گئی تھی **ثم الی آخر لان الشرط فی الخروج والذهاب للرواح والعبادة والزیارة النیة عند الانفصال لا الوصول الا فی الاتیان** یعنے قسم کھائی کہ سوائے جنازہ کے نہ نکلیگا سو بقصد جنازہ دروازہ سے جدا ہوا پھر دوسرے کام کو چلا گیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ خروج اور ذہاب بروداج اور عبادت اور زیارت مین نیت شرط ہے دروازہ سے جدا ہونے کے وقت اور پہونچنا مقصود کی طرف شرط نہین مگر اتیان کی لفظ مین البتہ وصول مقصود مشروط ہے انفصال کے وقت نیت ہو یا نہو طحطاوی نے کہا کہ ظاہر الکلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر عبادت اور زیارت کی نیت سے نکلے تو حانث نہوگا مریض کے گھر تک پہونچے یا نہ پہونچے حالانکہ بحر الرائق سے یون مستفاد ہوتا ہے کہ اُسکے گھر کے دروازے تک جانا اور اجازت دخول کی مانگنا عدم حنث مین ضرور ہے **فلو حلف لا یخرج او لا یذهب او لا یروح الی مکة فخرج یریدها ثم رجع عنها قصد غیرها لم لانه حنث اذا جاوز عمران مصره علی قصدها ان بینه وبینها مدة سفر والا حنث بمجرد الانفصال** فتح تھا سو اگر قسم کھائی کہ نہ خارج ہوگا یا نہ جاویگا طرف مکہ کے پھر نکلا اُسکے قصد پر پھر اُسکی طرف سے پلٹ آیا مکہ کے سوا کسی طرف کا قصد کیا یا نہ کیا کذا فی النہر تو حانث ہوگا جب کہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکلیگا مکہ کے قصد پر بشرطیکہ اُس شہر اور مکہ مین مدت سفر کی [illegible] تین منزل یا زیادہ ہو اور اگر دونون مین اتنا فاصلہ نہ ہوگا تو مجرد جدا ہونے شہر سے حانث ہوگا بلا تجاوز عمران کذا فی فتح القدیر تھا اور رواح کو مانند خروج اور ذہاب کے کہنا تجویز ہے صاحب بحر کی ہم صاحب بحر الرائق نے کہ لفظ رواح مین ہمنے اپنے علما کی تصریح نہین دیکھی حالانکہ اہل مصر اسکو بہت بولتے ہین لیکن ازہری لغوی نے کہا کہ لغت عرب مین رواح بمعنی ذہاب ہے خواہ اول شب مین ذہاب ہو یا آخر شب مین تو اس تقدیر مین لا یروح در حکم لا یذهب کے ہوگا فتح القدیر مین ہے کہ خروج اس مثال مین بمعنی سفر کے ہے اسواسطے کہ مکہ کیطرف جانا بلا شبہ سفر ہے لہذا تجاوز عمران شہر حنث کی شرط ہوئی دفیہ علمنہ [illegible] مع فلان العالم اسلہ مکة فخرج معہ حتی جاوز البیوت ثم ا ه فتح القدیر مین ہے قسم کھائی کہ البتہ نکلیگا فلانے عالم کے ساتھ طرف مکہ کے پھر اُسکے ساتھ نکلا یہانتک کہ گھرون سے باہر ہوگیا تو اپنی قسم کو قائم رکھا حانث نہوا اگرچہ مکہ تک نہ جاوے اور پھر آوے **ولی لا یخرج من بغداد فخرج مع جنازة والمقابر خارج بغداد حنث** اور اس قسم مین کہ بغداد سے نہ نکلیگا سو جنازہ کے ساتھ نکلا اور حالانکہ قبرستان بغداد سے خارج ہے تو حانث ہوگا **ولی لا یاتیها لا یحنث الا بالوصول** کما مر والفرق لا یخفے اور یون قسم کھا سکتے ہین کہ مکہ مین نہ آویگا اور نہ داخل ہوگا حانث نہوگا بدون وصول کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ اتیان مین وصول شرط ہوا اور فرق خروج اور اتیان کا مخفی نہین ہم بحر الرائق مین ہے کہ خروج اور اتیان مین یہ فرق ہے کہ خروج بقصد مکہ پایا گیا شہر کے نکلنے سے اور یہی شرط تھی حنث کی اسواسطے کہ اندر سے باہر کی طرف منفصل ہونا یہی حقیقت ہے خروج کی اور اتیان عبارت ہے وصول سے نہ مجرد انفصال سے کذا فی حاشیة الحلبی **کما لا یحنث لو حلف ان لا تاتی امراته عرس فلان فذهبت قبل العرس وکانت ثمه حتے مضے العرس لانها ما اتت العرس بل العرس اتاها** ذخیرہ چنانچہ زوج حانث نہین ہوتا اگر یون قسم کھاوے کہ اُسکی زوجہ فلانے کی شادی مین نہ آویگی سو اُسکی زوجہ قبل شادی کے زید کے گھر گئی اور وہین رہی یہانتک کہ شادی ہو گئی اسواسطے حانث نہوگا کہ عورت شادی مین نہ آئی بلکہ شادی اُسکے پاس آئی یعنے اُسکی مدت اقامت مین شادی ہو گئی کذا فی الذخیرہ **حلف لیاتینه فهو ان یاتی منزله او حانوته لقیه ام لا** قسم کھائی کہ اُسکے پاس جاویگا تو یہ اتیان اُسکے گھر یا دکان جانے سے عبارت ہے خواہ اُس سے ملاقات ہو یا نہو یعنے اگر اُسکے گھر یا دکان مین گیا تو حانث نہوگا ملاقات اسمین شرط نہین ہے یا ہو **ولو لم یاته**

حتی مات احدہما حنث فی اخر حیوتہ وکذا کل یمین مطلقۃ اما الموقتۃ فیعتبر آخرہ فان مات قبل مضیہ فلا حنث وقولہ حنث یفید انہ لو ارتد ولحق لا یحنث
لبطلان یمینہ بالعہد بمجرد الردۃ کما قدمناہ اور اگر حالف محلوف علیہ کے پاس نہ آیا یہانتک کہ دونوں میں سے کوئی مرگیا تو حالف حانث ہوگا اپنی اخیر حیوۃ
میں اسی طرح ہر مطلق قسم میں جسکا وقت معین نہیں کیا آخر حیوۃ میں حانث ہوگا اور موقت قسم میں تو آخر وقت اسکا معتبر ہے چنانچہ یوں کہا کہ مثلاً تیسری
تاریخ محرم کی زید کے پاس جاونگا تو تیسری تاریخ کے اخیر دن میں حانث ہوگا پھر اگر مرگیا قبل گذرنے وقت معین کے مثلاً تیسری تاریخ سے پہلے مرگیا تو حانث
نہوگا اور مصنف کا یوں کہنا کہ اخیر حیات میں حانث ہوگا اسکا مفید ہوا کہ اگر حالف یمین مطلق میں مرتد ہوگیا اور دار الحرب میں جا ملا تو حانث نہوگا بسبب
باطل ہونے یمین بالعہد کے بمجرد ارتداد کے چنانچہ کتاب الیمین کے اول میں مذکور ہوچکا کہ یمین بالعہد میں اسلام شرط ہے اسکو غور کرو وجہ غور کی یہ ہے کہ مصنف
کے کلام میں موت سے حقیقی موت مراد ہے نہ حکمی اسواسطے کہ ارتداد حکمی موت ہے اور شارح نے یمین بالعہد کی قید سے اشارہ کیا کہ اگر اطلاق کی یمین ہوگی تو ارتداد سے
باطل نہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حلف لیاتینہ غدا ان استطاع فہی لسلامۃ الصحۃ لانہ المتعارف فیقع علی رفع الموانع کمرض او سلطان وکذا جنون
او نسیان بحر پھر قسم کھائی کہ کل زید کے پاس جاونگا بشرط استطاعت تو یہ استطاعت صحت پر محمول ہے اسواسطے کہ یہی متعارف ہے نہ موت حقیقی پھر جبکہ استطاعت
سے صحت مراد ہوئی تو رفع موانع پر واقع ہوگی چنانچہ بیماری یا منع کرنا بادشاہ کا اور اسی طرح جنون اور نسیان بھی موانع میں داخل ہیں تجویز صاحب البحر الرائق یعنی
جب استطاعت صحت ... النہر سے عبارت ہوئی تو اگر حالف قسم کو بھول گیا یا دیوانہ ہوگیا تو سزاوار یہ ہے کہ حانث نہو اسواسطے کہ نسیان اور جنون بھی مانع
فعل میں داخل ہیں کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ استطاعت صحت عبارت ہے سلامت جوارح اور صحت اسباب سے اور امام محمد نے اسکو عدم مرض اور منع
سلطان کر کے تفسیر کیا ہے وان نوی بہا القدرۃ الحقیقیۃ المقارنۃ للفعل صدق دیانۃ لا قضاء علی الاوجہ نہر لانہ خلاف الظاہر وقد اظہر الزاہدی
اعتزالہ ہنا فی المجتبی کما اظہرہ فی القنیۃ فی موضعین من الفاظ التکفیر اور اگر حالف مثال سابق میں استطاعت سے قدرت حقیقی جو فعل کے ساتھ ہوتی ہے
مراد لیگا تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اوجہ پر اور یہ قول ہے کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ استطاعت سے قدرت حقیقی مراد لینا خلاف ہے ظاہر عرف کے
لہذا اسکی تصدیق قضاءً نہ ہوگی اسواسطے کہ قاضی خلاف ظاہر کو نہیں مانتا اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال یہاں کتاب مجتبی میں ظاہر کیا ہے جیسے
قنیہ میں اسکو دو مقام میں منجملہ الفاظ تکفیر کے ظاہر کیا ہے ہم اہل سنت کے نزدیک افعال عباد بالکل حق تعالی کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں اور اسکی
مخلوق ہیں اور معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ عبد موجد ہے اپنے فعل کا اپنے اختیار سے شمنی نے کہا قدرت ایسی صفت ہے جسکو حق تعالی حیوان میں پیدا کرتا ہے اکتساب فعل کے
قصد کے نزدیک بعد سلامت آلات و اسباب اور قدرت نہیں ہوتی مگر متصل فعل کے فتح القدیر میں ہے کہ قدرت عبد میں فعل سے پہلے نہیں ہوتی بلکہ فعل
کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور فعل میں اسکو کچھ تاثیر نہیں اسواسطے کہ افعال عباد مخلوق ہیں خدا کے اور زاہدی نے اپنا اعتزال یوں ظاہر کیا ہے کہ حقیقت استطاعت کو
مقارن فعل کہنا باطل ہے اسواسطے کہ یہ اشعریہ اور اہل سنت کے مذہب پر مبنی ہے اسواسطے کہ اگر ایسا ہی ہو تو فرعون اور ہامان اور باقی کفار جو کفر میں مرگئے ہیں قادر تھے
ایمان پر اور انکو ایمان کا مکلف کرنا تکلیف مالا یطاق تھا اور انبیا علیہم السلام کا آنا اور کتب آسمانی کا نازل کرنا اور اوامر اور نواہی اور وعدہ اور وعید سبکو حق تعالی نے بیفائدہ
ہوا انتہی کلامہ حالانکہ یہ قول اسکا غلط ہے اسواسطے کہ تکلیف شرعی قدرت حقیقی پر موقوف نہیں تا اسکا اعتراض وارد ہو بلکہ قدرت ظاہری تکلیف کے واسطے کافی ہے یعنی سلامتی
اعضا اور صحت اسباب چنانچہ اسکی تفصیل علم کلام اور کتب اصول میں مذکور ہے کذا فی النہر ودلائل لا سارد الطحطاوی ولا تخرجی الا باذنی او الا باذنی او
بامری او بعلمی او برضای شرط للبر لکل خروج اذن الا لغرق او حرق او فرقۃ ولو نوی الاذن مرۃ دین وتنحل یمینہ بخروجہا مرۃ بلا اذن کہا زوج نے اپنی زوجہ
سے کہ نہ نکلیو گھر سے بغیر میرے اذن کے یا بغیر میرے حکم یا علم یا میری رضامندی کے تو اس قسم کے قائم رکھنے کے واسطے ہر بار نکلنے میں زوج کا اذن
شرط ہے مگر ڈوبنے یا جل جانے کے خوف سے یا جدائی کے سبب سے نکلنے میں اذن شرط نہیں اور اگر اس کلام سے زوج ایک ہی بار کی اجازت مراد رکھیگا تو دیانۃً

اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اور یمین باطل ہوگی عورت کے ایک بار بلا اذن نکلنے سے یعنی جب ایک بار بلا اجازت نکلی تو زوج حانث ہوا پھر دوسری بار بلا اذن نکلنے
سے حانث نہوگا کذا فی النہر ولو قال کلما خرجت فقد اذنت لک لیسقط اذنہ ولو نہاہا بعد ذلک صح عند محمد وعلیہ الفتوی ولوالجیۃ اور یمین مذکورہ کے زوج نے
کہا کہ جو بار کہ تو نکلے سو البتہ مین نے تجکو اجازت دی ہے تو اس کلام سے ہر بار کا اذن لینا ساقط ہوجاتا ہے اور اگر بعد اس اذن عام کے اُسکو منع کریگا نکلنے سے
تو صحیح ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیۃ وسنذکر ہذہ تخالف بالطلاق لا یتعلل الیہ الا باذنہ کذا فی فرع الامر الیہا کم فنعت رجلا بانہ نقل الیہ
لا یحنث اور بحر فیہ مین ہے کہ قسم کہائی طلاق کی کہ اپنے اہل کو فلانے شہر مین نہ لیجاویگا پھر نالش ہوئی حاکم کے پاس سو حاکم نے ایک مرد کو باذن زوج
بہیجا سو وہ اُسکی اہل کو اُسی شہر مین لے آیا تو زوج حانث نہوگا اسلیے کہ حاکم پاس نالش کرنے سے حاکم مامور نہین ہوجاتا کہ مامور کا فعل آمر کی طرف منسوب ہو
کذا فی المنح بخلاف قولہ الا ان اذن لک لانہ للغایۃ بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیو گھر سے مگر یہ کہ مین تجکو اذن دون یا نہ نکلیو الا یہ کہ مین تجکو اذن
دون اسواسطے کہ یہ قول غایت کے واسطے ہے ہم لا تخرجی الا باذنی مین ہر بار اجازت مشروط ہے اسواسطے کہ استثناء مفرغ ہے اور مستثنی خروج مقرون
بالاذن ہے بخلاف لا تخرجی حتی اذن لک کے کہ اسمین اذن غایت ہے خروج کی تو ایک بار کا اذن کافی ہے ہر خروج مین اذن لازم نہین حتی کا غایت
کے واسطے موضوع ہونا تو صریح ہے اور الا ان بمعنی حتی ہے مجازاً کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو نوی التعدد صدق اور اگر زوج الا ان اور حتی مین تعدد اذن کی نیت
کریگا تو اسکی تصدیق ہوگی قضاءً اسواسطے کہ اسکا کلام محتمل ہے تعدد کا اور اسمین خود اُسکی ذات پر تشدید ہے کذا فی المنح حلف لا یدخل دار فلان
یراد بہ نسبۃ السکنی الیہ عرفاً ولو تبعاً او باعارۃ قسم کہائی کہ داخل نہوگا فلانے کے گھر مین مثلاً زید کے گھر مین تو مراد اُسسے سکونت کی نسبت ہے طرف زید کے بنا بر عرف کے
اگرچہ سکونت اُسکی بالتبع ہو نہ بالاصالت یا بطریق عاریت ہو یعنی دار زید سے عرف مین وہ گھر مراد ہے جسمین زید رہتا ہو خواہ وہ مملوک ہو یا عاریت یا بکرایہ ہو سکونت
اُسکی بالاصالت ہو یا کسی کے ساتھ رہتا ہو جیسے سکونت بیٹی کی ماں کے ساتھ یا سکونت زوجہ کی زوج کے ساتھ بالتبع ہے نہ بالاصالت بہر صورت جس گھر مین
زید ساکن ہوگا اُس گھر مین داخل ہونے سے حالف حانث ہوگا اور اگر ایک گھر زید کا مملوک ہے اور اُسمین وہ نہین رہتا ہے تو اُسکے داخل ہونے سے حانث نہوگا باعتبار عموم
المجاز ومعناہ کون محل الحقیقۃ فرداً من افراد المجاز یعنی دار فلان سے دار مسکونہ مراد ہے باعتبار عموم مجاز کے اور عموم مجاز کا یہ مطلب ہے کہ محل حقیقت یعنی کلمہ حقیقی ایک فرد
ہوجاوے افراد مجاز سے یعنی مجازی معنی ایسے عام ہون کہ حقیقی معنی اُسمین داخل ہوجاوین چنانچہ یہان دار مسکونہ مین دار مملوکہ داخل ہے شارح نے اشارہ کیا
کہ یہان جمع بین الحقیقت والمجاز نہ کوئی سمجھے اسواسطے کہ وہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہین بلکہ عموم مجاز مراد ہے او حلف لا یضع قدمہ فی دار فلان حنث
بدخولہا مطلقاً ولو حافیاً او راکباً لما تقرر ان الحقیقۃ متی کانت متعذرۃ او مہجورۃ صیر الی المجاز حتی لو اضطجع ووضع قدمیہ لم یحنث یا یون قسم کہائے
کہ اپنا قدم نہ رکہیگا فلانے کے گھر مین تو حانث ہوگا اسمین داخل ہونے سے ہر طرح سے اگرچہ برہنہ پا یا سوار داخل ہوا اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہوچکا ہے کہ جب حقیقت
متعذر یا متروک ہوتی ہے تو مجاز ٹہرایا جاتا ہے یہان تک کہ اگر گہر کے باہر لیٹا اور اپنے دونون قدم گہر کے اندر رکہدیے حانث نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین
اگرچہ وضع قدمین ثابت ہے لیکن اسکو دخول نہین کہتے ہم خلاصہ یہ ہے جب وضع قدمین سے عرفاً دخول مراد ہوا بسبب متروک ہونے حقیقی معنی کے تو ننگے پاؤن
ہونے مین ہر چند وضع قدم نہین لیکن حانث ہوگا اور لیٹنے کی صورت مین ہر چند وضع قدم ہے لیکن حانث نہین اور حقیقی معنی کا متعذر ہونا اسکے
باب مین معلوم ہوگا وشرط للحنث فی قولہ ان خرجت مثلاً فانت طالق او ان ضربت عبدک فعبدی حر لمرید الخروج والضرب فعلہ فوراً لان قصدہ المنع
عن ذلک الفعل عرفاً ومدار الایمان علیہ وہذہ تسمی یمین الفور تفرد ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی باظہارہا ولم یخالفہ احد اور اس قول مین کہ اگر تو مثلاً نکلے تو تو طالق ہے یا
تو نے اگر اپنے غلام کو مارا تو میرا غلام آزاد ہے تو کہنا خروج اور ضرب کے ارادہ کرنے والے کو تو اس فعل کا فوراً کرنا شرط ہے حنث کی اسواسطے کہ قصد متکلم کا روکنا
ہے اسوقت کے فعل سے عرفاً کے کرنے پر وہ مقصود ہوا ہے یا یمینا یا عرفاً کے اور مدار قسمون کا عرف پر ہے اور اس قسم کو یمین فور کہتے ہین امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یمین فور کے ظاہر کرنے مین

مستقر ہوسکے اور کسی مجتہد نے انکے خلاف نہیں کہا اس مسئلہ میں ہم جنس دیہنے مثلاً گھر سے نکلنے کا قصد کیا اور زوج نے کہا کہ اگر تو نکلے تو تجکو طلاق ہے تو اگر زوجہ
فوراً نکلی بلاتوقف تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہوجاویگی اور اگر زوجہ فوراً نہ نکلی بلکہ اس کلام سے گھڑی بھر بعد نکلی تو حنث نہ ثابت ہوگا یمین فور کا حکم اول حنفیہ
امام اعظم نے بیان کیا اور پہلے علما یمین دو قسم کی جانتے تھے ایک یمین مطلق اور دوسری یمین مقید اور یمین فور تیسری قسم نکلی کہ ظاہر میں مطلق ہے اور حقیقت میں
مقید ہے امام نے اسکا حکم حدیث جابر سے نکالا ہے کسی نے مدد مانگی تھی انہوں نے عدم نصرت کی قسم کھائی پھر بعد اسکے نصرت کی اور حانث نہ ہوئے کذا فی التبیین والبحر اور
بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے کہ امام اعظم سے پہلے کسی عالم نے یمین فور کے نام لکھنے اور اسکے حکم نکالنے میں سبقت نہیں کی اور پیچھے جو سب مجتہد ہوئے انکی موافقت کی تو سب علما
اس مسئلہ میں عیال ہوئے ابو حنیفہ کے بلکہ درحقیقت کل فقہ میں علما عیال ہیں امام اعظم کے کذا فی المنح چنانچہ امام شافعی نے از راہ انصاف فرمایا کہ الناس عیال لابی حنیفہ
فی الفقہ وکذا فی حلفہ ان تغدیت فکذا بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط للحنث تغدیہ معہ ذلک الطعام المدعو الیہ اور اسی طرح اس قسم میں کہ اگر
میں اول روز کا کھانا کھاؤں تو ایسا ہے کہا بلانیوالے کے اس قول کے بعد کہ آ میرے ساتھ اول روز کا کھانا کھا تو شرط ہے واسطے حنث کے طالب کے ساتھ وہی
کھانا کھانا جسکے واسطے بلایا اسواسطے کہ جواب اعادہ سوال کا متضمن ہوتا ہے تو اسی طعام مخصوص پر حنث منحصر ہوا کہ مطابقت واقع ہو سوال اور جواب میں
وان ضم الیہ ان تغدیت الیوم او معک فعبدی حر حنث بمطلق التغدی لزیادتہ علی الجواب فجعل مبتدیا اور اگر جواب میں لفظ الیوم یا معک یا یعنی
یوں کہا کہ اگر میں اول روز کا کھانا آج کھاؤں یا تیرے ساتھ کھاؤں تو میرا غلام آزاد ہے تو حانث ہوگا مطلق تغدی سے خواہ طالب کے گھر میں کھاوے خواہ
اسکے ساتھ دوسرے وقت کھاوے بہر صورت حانث ہوگا جواب پر زیادہ بڑھانے سے تو وہ سر نو سے متکلم قرار دیا گیا نہ مجیب طحاوی نے کہا کہ ماتن کو لازم
تھا معی کے عندی کہنا جیسے صاحب کنز نے کہا ہے اسواسطے کہ جب لفظ معی کا سوال میں ہو اور مجیب کے کلام میں لفظ معک سے زیادتی لازم آئی فی الملا
الاشباہ ان التراخی الا بقرینۃ الفور ومنہ طلب جماعہا فابت فقال ان لم تدخلی معی البیت فانت طالق فدخلت بعد سکون شہوتہ حنث اور اشباہ کی
کتاب الطلاق میں ہے کہ ان شرطیہ درنگی کے واسطے ہے مگر قرینہ فور کے ہونے سے فور کے واسطے ہوتا ہے اور اسی قبیل فور کے یہ مثال ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے
جماع کی خواہش کی سو اسنے انکار کیا تو زوج نے کہا کہ اگر تو داخل نہوگی میرے ساتھ کوٹھری میں تو تجکو طلاق ہے پھر بعد سکون شہوت زوج داخل ہوئی نہ فوراً
تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہوگی وفی البحر عن المحیط طول التشاجر لا یقطع الفور وکذا لو خافت فوت الصلوۃ فصلت او اشتغلت بالوضوء للصلوۃ المکتوبۃ
او اشتغلت بالصلوۃ المکتوبۃ لانہ عذر شرعا وکذا عرفا اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے دیر تک جھگڑا ہونا زوجین میں قاطع فور کا نہیں اور اسی طرح
اگر زوجہ خوف فوت نماز سے ڈری سو نماز پڑھنے لگی یا مشغول ہوئی فرض نماز کے وضو میں یا فرض نماز میں مشغول ہوئی سو اتنا توقف قاطع شرعاً نہیں
شرعاً اور اسی طرح عرفاً یعنی اگر بعد انکار جماع زوج نے کہا کہ اگر تو نہ آویگی میرے ساتھ تو تجکو طلاق ہے سو عورت دیر تک جھگڑا کرتی رہی یا نماز یا وضو میں مشغول
رہی اور پھر اندر داخل ہوئی تو زوج حانث نہوگا اتنے توقف عذری سے مرکب العبد الماذون والمکاتب لیس لمولاہ فی حق الیمین الا بشرطین
اذا لم یکن دینہ مستغرقا وقد نواہ فحینئذ یحنث سواری عبد ماذون فی التجارۃ اور مکاتب کی اسکے مالک کی نہیں یمین کے حق میں مگر دو شرط سے جب کہ
اسکا قرض مستغرق نہو اور حالف نے اس سواری کی نیت کی ہو تو اسوقت میں حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانا زید کی سواری پر سوار نہوگا
پھر زید کے عبد ماذون یا مکاتب کی سواری پر سوار ہوا تو حانث نہوگا اور بشرط عدم استغراق دین اور نیت کے حانث ہوگا اور اگر دین مستغرق ہے تو حانث نہوگا
اگرچہ اس سواری کی نیت کر چکا ہو اسواسطے کہ عبد ماذون مستغرق کے کسب میں مولی کی ملکیت نہیں امام کے نزدیک کذا فی المنح حلف لا یرکب فالیمین
علی ما یرکبہ الناس عرفا من فرس وبغل وحمار فلو رکب ظہر انسان او بعیر او بقرۃ او فیلا لا یحنث استحسانا الا بالنیۃ ظہیریۃ قلت وینبغی تقیید
البعیر بغیر مصر والشام وبالفیل فی الہند المتعارف قال المصنف قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا تو یہ قسم اسپر محمول ہے جسپر لوگ اعتبار رواج کے

سوار ہوتے ہیں گھوڑے اور خچر اور گدھے سے تو اگر انسان کی پیٹھ پر سوار ہوگا یا اونٹ یا بیل یا ہاتھی پر سوار ہوگا تو حانث نہوگا بنابر استحسان کے مگر اونٹ وغیرہ کی نیت سے البتہ حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ شارح کہتا ہے اور لائق ہے حانث ہونا حالف کا اونٹ کے سوار ہونے سے مصر اور شام میں اور ہاتھی کے سوار ہونے سے ہندوستان میں بسبب رواج کے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں ہم گدھے پر سوار ہونے سے عرب میں حانث ہوگا لیکن ہند میں حانث نہوگا اسواسطے کہ رواج نہیں لیکن دھوبی ہندوستان کے البتہ حانث ہونگے کہ وہ گدھے اور بیل پر سوار ہوا کرتے ہیں اور چونکہ گھوڑے اور ہاتھی اور پالکی اور ڈولی اور گاڑی و رتھ پر ہند میں سوار ہونا رائج ہے تو عدم سواری کی قسم اگر ان سواریوں پر سوار ہوگا تو حانث ہوگا واللہ اعلم ولو حمل علی الدابۃ کرہا

فلا حنث حلف لا یرکب فرسا فرکب برذونا او بعکسہ لان الفرس اسم للعربی والبرذون اسم للعجمی والخیل یعمہما لو یمینہ بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ حنث بکل حال اور اگر قسم کھائی عدم سواری کی پھر زبردستی لادا گیا جانور پر حنث نہیں جیسے اس قسم میں حنث نہیں کہ سوار نہوگا فرس پر پھر برذون پر سوار ہوا یا قسم کھائی کہ برذون پر سوار نہوگا پھر فرس پر سوار ہوا اسواسطے کہ لغت عرب میں فرس عربی گھوڑے کا نام ہے اور برذون عجمی گھوڑے کا نام ہے اور خیل کا لفظ دونوں کو عام ہے یہ عدم حنث اس صورت میں ہے جب کہ قسم عربی زبان میں ہو اور اگر قسم فارسی زبان میں ہو اسطرح بر کہ براسپ سوار نخواہم شد تو ہر حال میں حانث ہوگا خواہ عربی گھوڑے پر سوار ہو خواہ عجمی پر اسواسطے کہ اسپ دونوں کو شامل ہے ہم فارسی کے مانند ہندی میں بھی تفرقہ گھوڑے کے لفظ میں نہیں ولو حلف

لا یرکب او لا یرکب مرکبا حنث بکل مرکب سفینۃ او محملا او دابۃ سوی الآدمی کذا فی البحر ولو حلف لا یرکب حیوانا او دابۃ او ... اگر قسم کھائی کہ سوار نہوگا یا مرکب پر سوار نہوگا تو ہر مرکب کے سوار ہونے سے حانث ہوگا ناؤ ہو یا عماری یا جانور سوائے آدمی کے اور اگلے باب میں قریب آویگا کہ اگر قسم کھائی کہ حیوان یا دابہ پر سوار نہوگا تو انسان اور کافر پر سوار ہونے سے حانث نہوگا

باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام

یہ باب ہے اکل اور شرب اور کلام کی قسم میں ثم الاکل ایصال ما یحتمل المضغ بفیہ الی الجوف مضغ اولا ای وان ابتلعہ بغیر مضغ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اکل یعنی کھانا عبارت ہے پیٹ میں پہونچانے سے اسکو جو چبانے کے لائق ہے بواسطے اپنے منہ کے چنانچہ پہونچانا روٹی اور میوہ کا خواہ چباوے یا نہ چباوے یعنی اگرچہ بدون چبائے نگل جاوے والشرب ایصال ما لا یحتمل المضغ من المائعات الی الجوف کماء ونحو عسل اور شرب یعنی پینا عبارت ہے پیٹ میں پہونچانے سے اسکو جو لائق چبانے کے نہیں از قسم پتلی چیزوں کے جیسے پانی اور شہد یعنی رقیق سائل کا پیٹ میں پہونچانا واسطے منہ کے یہ حقیقت ہے شرب کی تو ناک سے پانی کھینچکر پیٹ میں لیجانا یا پچکاری سے دوا پیٹ میں پہونچانا شرب نہیں فقی حلفہ لا یاکل ہذہ البیضۃ حنث بلعہا جب حقیقت اکل کی معلوم ہوئی تو اس قسم میں کہ انڈا نہ کھائیگا اسکے نگلجانے سے حانث ہوگا ہم انڈے کے مانند بادام اور پستہ ہے طحطاوی نے کہا کہ انڈے سے مراد پختہ انڈا ہے اسواسطے کہ کچا انڈا لائق چبانے کے نہیں وفی لا یاکل عنبا مثلا لا یحنث بمصہ لان المص نوع ثالث ولو عصرہ واکل قشرہ حنث بدائع اور اس قسم میں کہ انگور نہ کھاویگا اسکے عرق چوسنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چوسنا تیسری قسم ہے سوائے اکل و شرب کے اور اگر انگور کا عرق نچوڑ ڈالا اور اسکے چھلکے کو کھایا تو حانث ہوگا کذا فی البدائع کہ چھلکا چبانے کے لائق ہے لکن فی التہذیب لقائل حلف لا یاکل سکرا لا یحنث بمصہ وفی عرفنا یحنث اور قائل کی تہذیب میں ہے قسم کھائی کہ شکر نہ کھائیگا تو اسکے چوسنے سے یعنی اور اسکی لعاب نگلنے سے حانث نہوگا اور ہمارے عرف میں یعنی مصر کے رواج میں حانث ہوگا ہم اصل استدراک یہ ہے کہ بعضے عرف میں چوسنے کو کھانا کہتے ہیں تو موجب اس عرف کے انگور چوسنے سے بھی مثال سابق میں حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی اما الذوق فعمل الفم بمجرد معرفۃ الطعم وصل الی الجوف ام لا فکل اکل وشرب ذوق ولا عکس اور ذوق یعنی چکھنا تو عبارت ہے منہ کے فعل سے فقط مزا دریافت کرنے کے واسطے خواہ پیٹ میں وہ چیز جاوے یا نجاوے اور ہر اکل اور شرب ذوق ہے اور اسکو بالعکس نہیں یعنی ہر ذوق اکل و شرب نہیں تو اکل اور شرب میں اور ذوق میں عموم خصوص مطلق کی

نسبت ہے وتو تمضمض للصلوٰۃ لایحنث اور اگر نماز کے واسطے کلی کی تو حانث نہ ہوگا یعنے اگر قسم کھائی کہ پانی نہ چکھیگا تو کلی کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اسطرح
کلی کرنے میں چکھنا مراد نہیں ہوتا ہے چنانچہ منقول ہے امام محمد سے کذا فی الطحطاوی ولو عنی بالذوق الاکل لم یصدق الا الدلیل اور اگر حالف نے چکھنے سے کھانے کا
ارادہ کیا تو اُسکی تصدیق نہوگی مگر دلیل سے یعنی دلالت حال سے چنانچہ زید سے خالد نے کہا کہ آ میرے پاس روٹی کھانا کھا خالد نے کہا کہ میں تیرے پاس روٹی نہ چکھونگا زبانی
تو بیان القرینہ سوال ذوق بمعنی اکل و شرب کے ہے کذا فی المنح حلف لا یاکل من ہذہ النخلۃ او الکرمۃ فیقید حنثہ باکلہ من ثمرہا المتصلۃ ای یخرج منہا بلا
تغیر الصنعۃ جدیدۃ فیحنث بالعصیر لا بالدبس المطبوخ ولا بالخل غصن منہا الشجرۃ اخری قسم کھائی کہ اس کھجور کے درخت یا انگور کے درخت کو نہ کھاؤنگا تو
متعین ہے حنث اُسکی ان درختوں کے ثمر کے کھانے سے ثمر متصلہ سے وہ چیز مراد ہے جو درخت سے بلا تغیر صنعت جدیدہ نکلے تو عصیر یعنے عصارہ کے کھانے سے
حانث ہوگا نہ دبس مطبوخ کے کھانے سے اور نہ حانث ہوگا اُس درخت کی شاخ پیوند کرنے سے دوسرے درخت میں ہم جب حالف نے مضاف کیا یمین کو درخت
کی طرف حالانکہ درخت اکول چیز نہیں تو یمین لغو ہوگی یعنی لہذا واسطے تصحیح کلام عاقل کے اسکے ظاہر سے پھیر یعنی درخت کے پھل کا ارادہ کیا بطریق مجاز یعنے بسبب
مسبب کا ارادہ سبب درخت ہے اور مسبب پھل بشرط عدم تغیر عصیر اور عصارہ وہ پانی ہے جو پھلوں کے دبانے سے نکلے ولبس بالکسر اُس شیرہ کو کہتے ہیں جو خود بخود پختہ کھجور اور
انگور سے ٹپکے چونکہ اسمیں انسان کو دخل نہیں لہذا اُسکے کھانے سے حانث نہ ہوگا جیسے کچی پکی گدر کھجور کے کھانے سے حانث ہوتا ہے اور دبس مطبوخ شیرہ ہے پختہ کھجور
اور انگور کا جو جوش دیا ہوا ہے لہذا اُسکے کھانے سے حانث نہوگا جیسے نبیذ تمر پختہ اور سرکہ انگوری سے حانث نہیں ہوتا اور اسی طرح اگر انگور کی شاخ دوسرے
درخت میں پیوند کی اور اس درخت کے پھل کو کھایا تو حانث نہ ہوگا بسبب تصرف انسانی کے وان لم یکن للشجرۃ ثمرۃ تنصرف یمینہ الی ثمنہا فیحنث اذا
اشتری بہا ماکولا واکلہ اگر اس درخت محلوف علیہ کے پھل نہو تو یمین اُسکی اُس درخت کی قیمت کی طرف پھر جاویگی تو حانث ہوگا جب درخت کی قیمت
سے کوئی کھانے کی چیز لیگا اور اُسکو کھا دیگا ولو اکل من عین النخلۃ لایحنث وان نواہا لان الحقیقۃ مہجورۃ ولو المہجورۃ اگر بعینہ کھجور کے درخت کو کھا دیگا
گوشت بیچکر تو حانث نہوگا اگرچہ خود درخت کھانے کی نیت کی ہو قسم کے وقت اسواسطے کہ حقیقت متروک ہے کذا فی الولوالجیۃ یعنی حقیقی معنے درخت کے یہاں
متروک الاستعمال ہیں ہم شارح کو لازم تھا کہ بجائے مہجورۃ متعذرۃ بولتا چنانچہ الایضاح الاصلاح میں ہے صاحب کشف نے کہا کہ متعذرہ وہ ہے جو بلا مشقت حاصل
ہو جیسے کھجور کے درخت کا کھانا اور مہجورہ وہ ہے جسکا حصول آسان ہو لیکن لوگوں نے اُسکو چھوڑ دیا ہو جیسے وضع قدم کے معنی حقیقی متروک ہو کر مطلق دخول میں
مستعمل ہے کذا فی الطحطاوی فی البحر ولو نوی اکل عینہا لم یحنث باکل ما یخرج منہا لانہ نوی حقیقۃ کلامہ قال المصنف تبعا لشیخہ وینبغی ان لا یصدق قضاء لتعیین المجاز
کذا فی النہر فان قلت مرۃ الکلام مما یأکل عینہ فالمعنی حرف الیمین لعینہ قلت اہل العرف انما یاکلونہ بلا مہواۃ اور مجتبی میں ہے کہ اگر حالف بعینہ کھجور کے درخت
کے کھانے کی نیت کریگا تو اُسکے پھل وغیرہ کے کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا تو مجاز میں کیونکر حانث ہوگا
مصنف نے اپنی شرح میں باتباع اپنے اوستاد یعنے صاحب بحر الرائق کے کہا کہ لائق یوں ہے کہ باوجود نیت حقیقت کے قضاء اُسکی تصدیق نہو بسبب تعین
معنی مجازی کے تو غیر مجاز خلاف ظاہر ہوا اور خلاف ظاہر میں قاضی تصدیق نہیں کرتا کذا فی المنح اور صاحب النہر الفائق نے واسطے تقویت اس قول کے
اتنا زیادہ کہا ہے یعنے اگر تو کہے کہ انگور کے بتور کو عرف میں کھاتے ہیں تو لائق ہے یمین کا پھیرنا بعینہ انگور کے درخت کی طرف تو میرا جواب کہونگا کہ اہل عرف بتور
کو پکا کر کھاتے ہیں یعنے اگر کچا کھانا رواج ہوتا تو یہ اور صحیح ہوتا وفی الشاۃ یحنث باللحم خاصۃ لا باللبن لانہا ماکولۃ فتنعقد الیمین علیہا اور بھیڑ بکری کی
قسم میں فقط گوشت کھانے سے حانث ہوگا نہ دودھ کھانے سے اسواسطے کہ بھیڑ بکری خود کھانے کی چیز ہے تو یمین بعینہ اُسی پر منعقد ہوگی نہ اُسکی چیز
اس سے نکلتا ہے یعنی دودھ اور دہی اور مسکہ ولا یحنث فی حلفہ لا یاکل من ہذا البسر او الرطب او اللبن باکل رطبہ وتمرہ وشیرازہ ولانہا ...
واعتبار الیمین فقیدیہ اور اس قسم میں کہ نہ کھاویگا اس گدر کھجور کو یا اس پختہ تر کھجور کو یا اس دودھ کو تو حانث نہوگا اُسکی حالت میں تر کھجور کھانا

ہے اور دوسری صورت میں خشک کھجور کھانے سے اور تیسری صورت میں چھاچھ کھانے سے اسواسطے کہ یہ صفات یعنی ابسریت اور رطوبت اور لبنیت باعث
ہوئے ہیں قسم کھانے کے بخلاف اسکے اگر یہ تو اسی صفت مخصوصہ پر قسم مقید ہوگی تو غیر صفت میں کیونکر حانث ہوگا ہم شیراز عبارت ہے اس سے یعنی دودھ کو جوش
کرکے اسکا پانی نکالا جاے کذا فی فتح القدیر والمنح طحطاوی نے علامہ اکبر سے نقل کیا کہ شیراز بالکسر میں ترشی کا ہونا بھی شرط ہے لہذا مترجم شیراز کا ترجمہ دہی کیا
بخلاف لا یکلم ہذا الصبی وہذا الشاب فکلمہ بعد ما شاخ او لا یاکل ہذا الحمل بفتحتین ولد الشاۃ فاکلہ بعد ما صار کبشا فانہ یحنث لانہا غیر داعیۃ
اس قول کے کہ قسم کھائی کہ اس لڑکے یا اس جوان سے کلام نہ کریگا پھر اس سے کلام کیا اسکے بڈھے ہوجانے کے بعد یا قسم کھائی کہ اس بھیڑ کے بچہ کو
نہ کھاویگا پھر اسکو کھایا جب کہ وہ جوان مینڈھا ہو گیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ صفات باعث یمین کے نہیں ہوتے ہم اسواسطے کہ ہجران مسلم
شرعاً ممنوع ہے تو لغو ہے [illegible] متکلم کا خواہ وہ صغیر ہو یا کبیر اور اسی طرح بھیڑ کے بچے کا نہ کھانا باعث یمین نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ صغیر کا گوشت بہ نسبت کبیر کے زیادہ تر
مرغوب ہوتا ہے حمل بالفتح اول و دوم بچہ بھیڑ اور دنبہ کا والاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفۃ داعیۃ الی الیمین تقید بہ فی المعرف والمنکر فاذا زالت زالت
الیمین وما لا یصلح داعیۃ اعتبر فی المنکر دون المعرف اور قاعدہ کلیہ مسائل سابقہ کے حکم کا یہ ہے کہ محلوف علیہ جب کہ ایسی صفت کے ساتھ ہو جو داعی ہو
طرف یمین کے تو یمین اس صفت کے ساتھ مقید ہے معرفہ اور نکرہ دونوں میں تو جب وہ صفت زائل ہوگی تو یمین بھی زائل ہوجاویگی اور جب کہ محلوف علیہ ایسی
صفت کے ساتھ ہو جسکو لیاقت نہیں داعی ہونے کی تو اعتبار صفت کا نکرہ میں ہوگا جیسا کہ لا اکلم صبیا فکلم شابا یمین نہ معرفہ میں جیسے اسکی مثال سابقہ میں یعنی
لا یکلم ہذا الصبی وفی المجتبی حلف لا یکلم ہذا المجنون فبرأ او ہذا الکافر فاسلم لا یحنث لانہا صفۃ داعیۃ الی الیمین اور مجتبی میں ہے کہ قسم کھائی کہ اس مجنون سے نہ بولیگا پھر اچھا
ہو گیا اور [illegible] اس سے بولا یا قسم کھائی کہ اس کافر سے نہ بولیگا پھر وہ مسلمان ہو گیا اور [illegible] اس سے بولا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ [illegible] صفت ہے کہ داعی متکلم کی یمین کی
تو اسکے زوال سے یمین بھی زائل ہوگی وحلف لا یکلم رجلا فکلم صبیا حنث وقیل لا کلا یکلم صبیا فکلم بالغا لانہ بعد البلوغ یدعی شابا وفتی الی ثلثین فکہلا الی خمسین فشیخ
اور اس قسم میں کہ مرد سے بات نہ کریگا پھر بالغ لڑکے سے بولا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ رجل صبی کو بھی شامل ہے باعتبار لغت کے کذا فی الطحطاوی اور
دوسرا قول یہ ہے کہ حانث نہ ہوگا اور یہی قول حق ہے اسواسطے کہ عرف میں رجل صبی کو شامل نہیں کذا فی الحلبی چنانچہ اس مثال میں حانث نہ ہوگا قسم
کھائی کہ صغیر سے نہ بولیگا پھر اس سے بعد بالغ ہونے کے بولا اسواسطے کہ صغیر کو بعد بلوغ کے شاب اور فتی کہتے ہیں تیس برس تک پھر تیس برس کے
بعد پچاس تک اسکو کہل یعنی ادھیڑ بولتے ہیں پھر پچاس برس کے بعد آخر عمر تک شیخ کہتے ہیں یعنی بڈھا او لا یاکل ہذا العنب فصار
زبیبا ہذا وما بعدہ معطوف علی قولہ من ہذا البسر لا یحنث یا قسم کھائی کہ اس تر انگور کو نہ کھاویگا پھر وہ انگور خشک ہو گیا تو اسکے کھانے سے حانث
نہ ہوگا شارح کہتا ہے کہ یہ مثال اور اسکے بعد کی مثالیں مصنف کے قول من ہذا البسر پر عطف ہیں جس سے حالف حانث نہیں ہوتا او لا یاکل
ہذا اللبن فصار جبنا او لا یاکل من ہذا البیضۃ فاکل فراخہا کذا فی نسخ الشرح وفی نسخ المتن فرخہا یا قسم کھائی کہ اس دودھ کو نہ کھاویگا
پھر وہ پنیر ہو گیا یا اس انڈے کو نہ کھاویگا پھر اسکے بچے کو کھایا شارح کہتا ہے کہ مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخوں میں اسی طرح فراخہا کا لفظ ہے اور
متن کے نسخوں میں جو شرح سے مجرد ہیں انمیں فرخہا کا لفظ ہے او لا یذوق من ہذا الخمر فصار خلا او من زہر ہذہ الشجرۃ فاکل بعد ما صار لوزا
او مشمشا لم یحنث یا اس شراب کو نہ چکھیگا پھر شراب سرکہ ہوگئی یا قسم کھائی کہ اس درخت کے پھول کو نہ کھاویگا پھر جب وہ پھول بادام یا زردآلو ہو گیا
تو اسکو کھایا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ محلوف علیہ کی حقیقت بدل گئی بخلاف حلفہ لا یاکل تمرا فاکل حیسا فانہ یحنث لانہ تمر مفتت وان ضم
الیہ شیء من السمن او غیرہ بحر وفیہ الاصل فیما اذا حلف لا یاکل معینا فاکل بعضہ ان کل شیء یاکلہ الرجل فی مجلس او یشربہ فی شربۃ فالحنث
علی کلہ والا فعلی بعضہ بخلاف اس قسم کے کہ کھجور کو نہ کھاویگا اسواسطے حیس کو کھایا یعنی کھجور کا ملیدہ تو اس کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ حیس

عبارت ہی کھجور کے چورے سے اگر چہ اُسکے ساتھ گھی وغیرہ لایا گیا کذا فی البحر اور اسی مین ہی کہ جب قسم کھائی کہ چیز معین کو نہ کھاویگا سوا اُسمین سے کچھ تھوڑا کھایا تو ایسی قسم مین قاعدہ کلیہ یہ ہی
جو چیز ایسی ہو جسکو آدمی ایک مجلس مین سب کھا جاتا ہو یا ایکبار اُسکو پیتا ہو تو انعقاد حلف کا اُسکے کل پر ہوگا یعنے اُسکے سب کھا جانے سے حانث ہوگا اور اگر آدمی ایکبار
مین کھا سکتا ہو یا نہ پی سکتا ہو تو انعقاد یمین کا اُسکے تھوڑے کھانے مین ہوگا وکذا لا یحنث لو حلف لا یاکل بسرا فاکل رطبا او لا یاکل عنبا فاکل
زبیبا بخلاف نحو جوز ولوز فان الاسم یتناول الرطب ایضا اسی طرح حانث نہ ہوگا اگر قسم کھائی کہ گدر کھجور نہ کھاویگا پھر اُسنے پکی تر کھجور کھائی یا انگور نہ کھاویگا پھر اُسنے خشک انگور کھایا بخلاف جوز اور بادام کی قسم کے اسواسطے کہ مانند جوز اور بادام کا نام تر اور خشک کو بھی شامل ہی ولو حلف لا یاکل رطبا
او بسرا او حلف لا یاکل رطبا ولا بسرا حنث باکل المذنب بکسر النون المشددۃ لاکلہ المحلوف علیہ وزیادۃ اور اگر قسم کھائی کہ پکی تر کھجور یا گدر کھجور نہ کھاویگا یا قسم کھائی
کہ نہ پکی تر کھجور کھاویگا نہ گدر کو تو مذنب کے کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ اُسنے محلوف کو کھایا اسا تھہ زیادتی کے ص مذنب بکسر نون مشددہ اُس کھجور کو کہتے
ہین جو نیچے کی طرف سے پختہ ہو چلی ہو اور رطب مذنب وہ ہی جو اکثر پختہ ہو اور قلیل گدر اور بسر مذنب بخلاف اسکے ہی کذا فی المنح عن المغرب ولا حنث لو اشتری
کبا سۃ بکسر الکاف ای عرجون ویقال عنقود بسر فیہا رطب فی حلفہ لا یشتری رطبا لان الشراء یقع علی الجملۃ والمغلوب تابع بخلاف حلفہ علی الاکل لوقوعہ
شیئا فشیئا اور حانث نہ ہوگا اگر کھجور کے گودے کے مول لینے سے جسمین کچھ پکی کھجور بھی ہو اسطرح قسم کھانے مین کہ پکی کھجور کو خریدنہ کریگا اسواسطے کہ مول لینا
یکبارگی واقع ہوتا ہی اور مغلوب تابع ہوتا ہی غالب کے بخلاف کھانے کی قسم کے یعنے اگر قسم کھائی کہ پکی کھجور نہ کھاویگا پھر اُسنے گدر کے ساتھ تھوڑی پکی کھجور بھی
کھائی تو حانث ہوگا یہان مغلوب تابع غالب کا نہین بسبب واقع ہونے اکل کے آہستہ آہستہ یکبارگی مانند خرید کے ص کبا سہ بکسر کاف عرجون ہی اور
عنقود بھی اُسکو کہتے ہین یعنے خوشہ خرما اور انگور ہندی مین اُسکو گود کہتے ہین یعنی جس چیز مین مجتمع ہو کر پھل لگتے ہین ولا حنث فی حلفہ لا یاکل لحما باکل
سمک الا اذا نواہا ولا فی لا یرکب دابۃ فرکب کافرا او لا یجلس علی وتد مجلس علی جبل مع تسمیتہا فی القرآن لحما ودابۃ واوتادا للعرف
اور حنث نہین اس قسم مین کہ گوشت نہ کھاویگا شوربا اور مچھلی کے کھانے سے مگر جب کہ حالف شوربا اور مچھلی کی نیت کریگا گوشت کے لفظ مین تو البتہ
حانث ہوگا اور اُسمین بھی حنث نہین کہ دابہ یعنے چلنے والے جاندار پر سوار نہ ہوگا پھر وہ کافر پر سوار ہوا یا قسم کھائی کہ میخ پر نہ بیٹھیگا پھر پہاڑ پر بیٹھا باوجود
قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت اور کافر کو دابہ اور پہاڑون کو میخین فرمایا ہی حانث نہوگا بسبب عرف کے یعنی مدار حالف کا عرف پر ہی نہ اطلاق قرآنی پر و ما فی البحر من
حنثہ فی لا یرکب حیوانا برکوب الانسان ردہ فی النہر بان العرف العملی مخصص عندنا کالعرف القولی اور جو قول حانث ہونے کا تبیین مین ہی اس قسم
مین کہ جاندار پر نہ سوار ہوگا انسان کے سوار ہونے سے اسکو نہر الفائق مین رد کیا ہی اسطرح کہ عرف عملی ہمارے نزدیک مخصص ہی مانند عرف قولی کے ص
تبیین زیلعی کی شرح کنز مین ہی کہ اگر قسم کھائی کہ حیوان پر سوار نہ ہوگا تو انسان پر سوار ہونے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ لفظ حیوان کا انسان کو
شامل ہی اور عرف عملی یعنے انسان پر سوار ہونے کی عادت نہین ہی مخصص انسان کا نہین ہوسکتا فتح القدیر مین کہا کہ عدم تخصیص عرف عملی کا قول صحیح
نہین اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہی کہ حقیقت متروک ہوتی ہی عادت کی دلالت سے اور عادت عبارت ہی عرف عملی سے اور تحریر مین ہی کہ عرف عملی مخصص
ہی حنفیہ کے نزدیک خلافا للشافعیۃ اور عرف قولی کا مخصص ہونا بالاتفاق ہی کذا فی النہر و لحم الانسان والکبد والکرش والریۃ والقلب والطحال والخنزیر
لحم ہذا فی عرف اہل الکوفۃ اما فی عرفنا فلا کما فی البحر عن الخلاصۃ وغیرہا وبہ علم ان العجمی یعتبر عرفہ قطعا اور اگر انسان کا گوشت اور کلیجی اور اوجھڑی اور
پھیپھڑا اور دل اور تلی اور گوشت خوک گوشت مین داخل ہی لیکن یہ عرف کوفیون کا ہی اور ہمارے عرف مین کلیجی اور اوجھڑی وغیرہ کو گوشت نہین
کہتے کذا فی البحر عن الخلاصۃ وغیرہا اور یہین سے معلوم ہوگیا کہ انسان عجمی اپنے عرف کو بالیقین اعتبار کرے یعنے حلف مین مرد عجمی کو اپنے عرف کا اعتبار
لازم ہی عرب کا عرف اُسکو حجت نہین لہذا فتح القدیر مین مصرح ہی کہ مفتی پر واجب ہی کہ بموجب عادت اُس شہر کے فتوی دیوے یمین قسم

حالف کی واقع ہوئی ہے وفی الخانیۃ الراس والاکارع لحم فی یمین الاکل لا فی یمین الشراء اور خانیہ مین ہے کہ سر اور پائے گوشت مین اکل کی یمین مین نہ مول
لینے کی یمین مین یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو سر یا پائے کھانے سے حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ گوشت کو نہ خریدیگا تو اُنکے مول لینے سے حانث
نہوگا وفی لا یاکل من ہذا الحمار تقع علی کرائہ ومن ہذا الکلب لا تقع علی صیدہ اور اس قسم مین کہ اس گدھے سے نہ کھاویگا تو قسم اُسکی کرایہ پر واقع ہوگی
یعنے اسکا کرایہ کھانے سے حانث ہوگا بنابر عرف کے اور اگر قسم کھائی کہ اس کتے سے نہ کھاویگا تو قسم اُسکی صید یعنے شکار پر نہ واقع ہوگی بلکہ کتے کے گوشت پر واقع
ہوگی کذا فی المنح ولا یعم البقر الجاموس اور شامل نہین گاے بھینس کو یعنے اگر قسم کھائی کہ گاے یا بیل کا گوشت نہ کھاویگا تو بھینس کا گوشت کھانے سے حانث
نہ ہوگا کہ وہ دوسری قسم ہے ولا یحنث باکل النی ہو الاصح اور حانث نہوگا کچا گوشت کھانے سے یہی قول اصح ہے یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو کچا گوشت کھانے
سے حانث نہوگا اسواسطے کہ کچا کھانے کی عادت نہین اور نہر الفائق مین مذکور ہے قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو اونٹ اور بھیڑ بکری اور گاے وغیرہ کے
گوشت کھانے سے حانث ہوگا پختہ گوشت ہو یا بھونا یا خشک ولا یحنث بشحم الظہر وہو اللحم السمین فی حلفہ لا یاکل شحما خلافا لہما بل بشحم البطن والامعاء
اتفاقا والاصح ان الخلاف فی الحلف العرفی فتح اور اس قسم مین کہ چربی نہ کھاویگا پیٹھ کی چربی کھانے سے حانث نہوگا امام کے نزدیک کہ وہ چکنا گوشت ہے بخلاف صاحبین
کہ انکے نزدیک اُسکے کھانے سے حانث ہوگا بلکہ پیٹ اور آنتوں کی چربی کھانے سے باتفاق امام اور صاحبین کے حانث ہوگا اور ہڈی کے اندر کا گودہ کھانے
سے بالاتفاق حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ چربی نہین کذا فی فتح القدیر فتاوی عالمگیری مین ہے شحم ظہر سے وہ مراد ہے جسکے ساتھ گوشت ... اور اگر چربی کو گوشت
سے علیحدہ کیا تو اسمین امام سے روایت نہین اور ممکن ہے کہ امام کے نزدیک اسکے کھانے سے حانث نہ ہوا اور اگر فارسی زبان مین ہو تو حانث ہوگا اسواسطے
کہ اسم پیہ شحم ظہر کو شامل نہین والیمین علی شراء الشحم بمنزلۃ الیمین علی اکلہ حکما وخلافا زیلعی اور یمین چربی کے مول لینے اور بیچنے پر اُسکے کھانے کی یمین کے مانند ہے حکم
مین اور خلاف صاحبین مین کذا فی شرح الزیلعی یعنی اگر قسم کھائی کہ چربی کو خرید نہ کریگا تو اس چربی کے خریدنے سے حانث ہوگا جسکے کھانے سے حانث ہوتا ہے یعنے
پیٹ اور انتڑیون کی چربی کی خرید سے بالاتفاق حانث ہوگا اور پیٹھ کی چربی سے امام کے نزدیک حانث ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک ولا یحنث بالیۃ فی حلفہ لا یاکل
او لا یشتری شحما او لحما لانہا نوع ثالث اور اس قسم مین کہ چربی یا گوشت نہ کھاویگا یا خرید نہ کریگا دنبہ کی چکتی کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چکتی چربی اور
گوشت کے سوا تیسری قسم ہے ولا یحنث بخبز او دقیق او سویق فی حلفہ لا یاکل ہذا البر الا بالقضم من عینہا او مقلیۃ کالبلیلۃ فی عرفنا اما لو قضمہا نیئۃ فلا
یحنث لا بالنیۃ فتح اور اس قسم مین کہ اس گیہون کو نہ کھاویگا اُسکی روٹی اور آٹا اور ستو کھانے سے حانث نہوگا مگر بعینہ گیہون کے چابنے سے حانث ہوگا
اگر گیہون بھونے ہون جیسے اُبالے گیہون چابنے سے حانث ہوتا ہے ہمارے عرف مین اور کچے گیہون چابے تو حنث نہین مگر کچے کی نیت سے کذا فی فتح القدیر
وفی النہر عن الکشف المسئلۃ محتملۃ لثلثۃ اوجہ احدہا ان یقول ہذہ الحنطۃ وتشیر بعینہ وہی مسئلۃ المختصر الثانیۃ ان یقول ہذہ بلا ذکر حنطۃ فیحنث باکلہا کیف کان
ولو نیئۃ او خبزا الثالثۃ ان یقول حنطۃ فیحنث باکلہا ولو نیئۃ لا بنحو الخبز اور نہر الفائق مین کشف سے منقول ہے کہ مسئلہ اکل حنطہ کا تین وجہ پر ہے ایک وجہ
یہ کہ کہے کہ اس گیہون کو نہ کھاویگا اور اشارہ کرے گیہون کے ڈھیر کی طرف اور یہی مسئلہ متن مین مذکور ہے دوسری وجہ یہ کہ اسکو نہ کھاویگا بدون ذکر کرنے
گیہون کے تو اُسکے کھانے سے حانث ہوگا جس طرح سے کہ کھاوے اگرچہ کچے گیہون کھاوے یا اُسکی روٹی کھاوے تیسری وجہ یہ کہ کہے گیہون نہ کھاویگا
بلا اسم اشارہ تو اُسکے کھانے سے حانث ہوگا اگرچہ کچے کھاوے لیکن روٹی وغیرہ کے کھانے سے حانث نہ ہوگا ولو زرعہا لم یحنث بالخارج اور اگر
محلوف علیہا نے گیہون کو بویا تو اُسکے کھیت سے جو گیہون پیدا ہونگے انکے کھانے سے حانث نہ ہوگا وفی ہذا الدقیق حنث بما یتخذ منہ کالخبز ونحوہ
لکن بسیسۃ وحلوی لا بسفہ فی الاصح کما مر فی اکل عین النخلۃ اور اس دقیق مین یعنی قسم کھائی کہ اس آٹے کو نہ کھاویگا تو حانث ہوگا اُن چیزون کے کھانے
سے جو اُس سے بنتی ہین جیسے روٹی وغیرہ جیسے عصیدہ یعنے لپٹی اور کاچی اور حلوا ... آٹا پھانکنے سے حانث ہوگا قول اصح مین چنانچہ اُسکی وجہ بعینہ

کھجور سے درخت کھانے مین مذکور ہو چکی یعنی کچا آٹا کھانا عرف مین متروک ہو مجازی معنی متعین ہو گئے والخبز ما اعتادہ اہل بلد الحالف فالشامی بالبر الیمنی
بالذرۃ والطبری بالارز وبعض اہل القری بالشعیر فلو دخل بلدا لبر واستمر لا یاکل الا الشعیر لم یحنث الا بالشعیر لان العرف الخاص معتبر فتح اور روٹی کی
یمین مین وہ روٹی مراد ہو گی جس روٹی کے کھانے کی اُس شہر والون کو عادت ہو گی جسمین قسم کھانے والا رہتا ہو تو شام کا رہنے والا گیہون کی روٹی
کھانے سے حانث ہو گا اور یمن کا رہنے والا جوار کی روٹی کھانے سے حانث ہو گا اور طبرستان کا رہنے والا چاول کی روٹی کھانے سے حانث ہو گا اور بعض گاؤن کا
رہنے والا جو کی روٹی کھانے سے حانث ہو گا تو اگر جو کی روٹی کھانے والا گیہون کے شہر مین گیا اور ہمیشہ اُسکی یہی عادت رہی وہان بھی کہ سوائے جو کے گیہون کی
روٹی نہ کھائی تو حانث نہو گا مگر جو کی روٹی سے اگر اہل شہر کی عادت گیہون کی ہو اسواسطے کہ اُس شہر کا عرف خاص بھی معتبر ہو دربارہ مین اُسکے حق مین کذا
فی فتح القدیر حلف لا یاکل من خبز فلانۃ انصرف الی الخابزۃ التی تضربہ فی التنور لا من عجنتہ وہیاتہ للضرب ظہیریۃ قسم کھائی کہ فلانی عورت کی روٹی
نہ کھاویگا تو یہ قسم اُس روٹی پکانے والی کی طرف پھریگی جو تنور مین روٹی کو لگاتی ہے نہ اُس عورت کی طرف جسنے اُس روٹی کا آٹا گوندھا اور تنور مین لگانے کے
واسطے تیار کر دیا کذا فی الظہیریۃ ومنہ الرقاق لا القطائر والثرید الا بیدہ دقہ او فتہ لانہ لا یسمی خبزا اور روٹی مین داخل ہین رقاق نہ قطائر اور ثرید یا روٹی کو بعد کوٹ
ڈالنے یا چور کر ڈالنے کے کھایا تو حانث نہ ہو گا اسواسطے کہ اُسکو روٹی نہین کہتے بلکہ اُسکا نام فطیر اور ثرید اور ملیدہ ہے مترجم رقاق جمع ہے رقیق یعنی پتلی روٹی جسکو چپاتی
بولتے ہین اور قطائر جمع ہے فطیرہ فطیر ایک قسم کی روٹی کا نام ہے اور ثرید اُسکو کہتے ہین کہ روٹی توڑ کر شوربے مین تر کیا جاوے وحنث فی لا یاکل طعاما من طعام فلان ان
یاکل خلہ او زیتہ او ملحہ ولو بطعام نفسہ لا لو اخذ من نبیذہ او مائہ فاکل بہ خبزا اور اس قسم مین کہ کوئی کھانا نہ کھاویگا فلانے کے طعام سے حانث ہو گا
اُسکے سرکا اور اُسکے روغن زیتون اور اُسکے نمک کے کھانے سے اگرچہ اُسکے نمک وغیرہ کو اپنی روٹی کے ساتھ کھاوے اور اگر اُسکا نبیذ یا پانی لیا اور اُس سے
روٹی کھائی تو حانث نہ ہو گا مترجم ہرچند طعام لغت مین ہر ماکول کو کہتے ہین لیکن نہر الفائق مین کہا کہ ہمارے عرف مین نمک اور سرکہ اور روغن زیتون کو طعام
نہین بولتے حموی نے کہا تو عرف مین بدون پختہ کھانے کے حانث نہ ہو گا کذا فی الطحطاوی نبیذ عبارت ہے خیسانہ تمر اور انگور وغیرہ سے وفی لا یاکل
سمنا فاکل سویقا ولا نیۃ لہ ان یحنث لو عصر سال السمن حنث والا لا جوہرۃ اور اس قسم مین کہ گھی نہ کھاویگا پھر اُسنے گھی سے ستو کھائے اور اُسکی قسم
مذکور مین مخلوط گھی کھانے کی نیت نہ تھی تو اگر ستو ایسے ہون کہ اگر انکو نچوڑے تو گھی بہ نکلے تو حانث ہو گا اور اگر گھی سائل نہ ہو تو حانث نہ ہو گا کذا فی الجوہرۃ مترجم اور
اگر اُسنے مخلوط گھی کی بھی نیت کی ہو تو ہر صورت سے حانث ہو گا گھی سائل ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی فی البدائع لا یاکل طعاما فاضطر لمیتۃ فاکل لم
یحنث اور بدائع مین ہے قسم کھائی کہ کھانا نہ کھاویگا پھر وہ مردار کی طرف مضطر ہوا اور اُسنے اُسکو کھایا حانث نہ ہو گا اسواسطے کہ مردار طعام نہین والشواء
والطبیخ یقعان علی اللحم المشوی والمطبوخ بالماء اور شواء اور طبیخ واقع ہوتے ہین بھونے گوشت اور پانی کے ساتھ پکائے گوشت پر مترجم
ہرچند شواء بالکسر اول لغت مین ہر بھونی چیز کو کہتے ہین خواہ گوشت ہو یا گاجر اور اسی طرح طبیخ وہ جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے لیکن عرف قدیم مین
شواء اور طبیخ فقط گوشت کو مخصوص تھا تو اگر قسم کھائی کہ شواء یا طبیخ نہ کھاویگا تو بھونے چاول اور اُبالی دال یا چاول کھانے سے حانث نہ ہو گا
ہذا فی عرفہم اما فی عرفنا فاسم الطبیخ یقع علی کل مطبوخ بالماء ولو دک او زیت او سمن کما نقلہ المصنف عن المجتبیٰ یعنی طبیخ کا مخصوص ہونا گوشت کے
ساتھ اُنکے عرف قدیم مین تھا اور ہمارے عرف مین تو طبیخ ہر چیز کو کہتے ہین جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے اگرچہ چربی یا روغن زیتون یا گھی کے شامل مطبوخ
ہو چنانچہ اس عرف کو مصنف نے اپنی شرح مجتبیٰ سے نقل کیا ہے مترجم لیکن مصنف نے اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ اسم طبیخ کا مسمک مطبوخ کو شامل
نہین تو اُسکے کھانے سے حانث نہ ہو گا وفی النہر الطعام یعم بالوکل علے وجہ التطعم کجبن وفاکہۃ لکن فی عرفنا الا اور نہر الفائق مین ہے کہ طعام عام ہے ہر چیز
کو جو بطریق تلذذ اور مزہ لینے کے کھائی جاوے جیسے پنیر اور میوہ اور نمک اور سرکہ لیکن ہمارے عرف مین ان اشیاء کو طعام نہین کہتے ہین

كما مر والراس ما يباع في مصره اي مصر الحالف اعتبار العرف اور سر سے وہ مراد ہے جو حالف کے شہر مین بکتا ہو باعتبار عرف کے ہم قسم کھائی کہ سر نہ کھاویگا تو اس
سر کھانے سے حانث ہوگا جو اُسکے شہر مین بکتا ہو امام سے منقول ہے کہ اونٹ اور گائے اور بکری کے سر کھانے سے حانث ہوگا اور صاحبین سے منقول ہے کہ فقط بھیڑ
بکری کے سر سے حانث ہوگا اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنا بر اختلاف اپنے عرف کے ہے یہ اختلاف حجت اور دلیل کا نہین تو مفتی پر واجب ہے کہ موافق عادت
شہر کے فتوی دے کذا فی النہر والفاكهة التفاح والبطيخ والمشمش ونحوها اور میوہ سیب ہے اور خربوزہ اور زرد آلو اور مانند اُسکے چنانچہ انجیر اور شفتالو
اور بہی اور آلو اور امرود اور انجیر ... اور بادام اور پستہ اور عناب وقاعدہ کلیہ یہ ہے کہ میوہ اُسکا نام ہے جو قبل طعام اور بعد طعام کے آسودہ ہوکر بطریق
تلذذ اور تنعم کھایا جاوے خواہ خشک ہو خواہ تر کذا فی المنح تو معلوم ہوا کہ ہندوستان مین آم اور جامن اور فالسہ اور کھنی اور نارنگی اور شیرین لیموں اور گنا اور
بیر میوہ مین داخل ہین کہ لذت کے واسطے کھائے جاتے ہین لا العنب والرمان والرطب خلافا لهما خلاف عصر والفتوى المعروف فيحنث باكل ما يعد فاكهة عرفا ذكره
الشمني واقره المصنف اور انگور اور انار اور تر کھجور میوہ نہین امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک انگور وغیرہ میوہ ہین اور یہ اختلاف امام اور
صاحبین کا بنا بر اختلاف عادت زمانہ کے ہے اور قسم مین اعتبار عرف کا ہے تو حانث ہوگا اُسکے کھانے سے جسکو عرف مین میوہ شمار کرتے ہون یہ شمنی نے ذکر
کیا ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اُسکو مسلم رکھا ہے والحلوي ما ليس من جنسه حامض فيحنث باكل خبيص وعسل وسكر اور حلوا اُسکو کہتے ہین جسکا
ہمجنس کھٹا نہ ہو تو حانث ہوگا خبیص اور شہد اور شکر کے کھانے سے ہم اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاویگا اور شہد اور شکر کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ شہد
اور شکر کی کوئی قسم ترش نہین اور اگر انگور یا انار یا آلو کھاویگا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ بعض انگور اور انار اور آلو کھٹا ہوتا ہے خبیص اُس حلوے کو کہتے ہین جو کھجور اور
گھی سے بنایا جاوے کذا فی القاموس لكن المرجع فيه لعادات الناس فقط بلاد فلا حنث في فانيذ وعسل وسكر كما افاده المصنف عن الظهيرية لیکن حلوے کی
حقیقت مین لوگون کی عادات پر اعتماد ہے سو ہمارے شہرون مین تو فانیذ اور شکر کے کھانے سے حنث نہین ہوتا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ظہیریہ سے نقل
کیا ہے ہم اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاویگا تو شہد اور شکر کھانے سے حانث نہ ہوگا سو جنید تعریف حلوے کی جو متن مین مذکور ہوئی وہ شہد وغیرہ پر صادق ہے لیکن حانث
نہ ہوگا اسواسطے کہ عرف مین شہد اور شکر کو حلوا نہین کہتے ہین فانیذ ایک قسم ہے شکر کی سرخ رنگ بشکل قرص بحر الرائق مین ہے کہ حلوا اور حلاوہ اور حلوا ایک ہی
چیز ہے لیکن ہمارے عرف مین حلوا شہد کو کہتے ہین جو نشاستہ کے ساتھ پکایا جاوے اور حلوا اور حلاوہ اُسکو کہتے ہین کہ شہد یا شکر یا انگور کا شیرہ آگ پر پکایا جاوے تا کہ بستہ
ہو جاوے کذا فی المنح ہم ہندوستان کے عرف مین حلوا عبارت اُس سے ہے کہ میدہ یا انڈا یا گاجر وغیرہ اور شکر اور گھی کے ساتھ پکایا جاوے خواہ اُسمین میوے مخلوط ہون یا نہ
ہون والادام ما يصطبغ بالخبز اذا اختلط به كخل وزيت وملح لذوبه في الفم فيحصل الاختلاط بالخبز اور ادام یعنی سالن وہ ہے جسمین روٹی ڈبو کے اصطباغ
جسپر صادق ہوتا ہے سبب روٹی کسی چیز سے ملجاوے مانند سرکہ اور روغن زیتون اور نمک کے اسواسطے کہ گھل جانے نمک کے منہ مین اختلاط روٹی کے ساتھ
حاصل ہو جاتا ہے ہم شارح نے یہ دفع دخل کیا ہے سوال یہ ہوتا تھا کہ سالن اُسکا نام ہے جو روٹی کے ساتھ مختلط ہو اور نمک خشک چیز ہے اُسمین اختلاط
کہان ہوا سیہون یا کہ نمک منہ کے اندر گھل کر روٹی سے ملجاتا ہے تو سالن کہنا اُس پر صادق آیا لا اللحم والبيض والجبن اور گوشت اور انڈا اور پنیر ادام نہین امام
اور ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ گوشت اور انڈا اور پنیر ایسی چیز نہین جسمین روٹی ڈبوئے کذا فی المنح وقال محمد هو ما يوكل مع الخبز غالبا وبه يفتى كما في البحر عن التهذيب
اور محمد نے کہا کہ ادام یعنی سالن وہ ہے جو روٹی کے ساتھ اکثر کھایا جاتا ہے یہی قول امام محمد کا مفتی بہ ہے چنانچہ بحر الرائق مین تہذیب قلانسی سے منقول ہے
ہم اور حاوی قدسی مین کہا ہے کہ قول محمد کا ماخوذ ہے اور محیط مین ہے کہ یہی اظہر ہے اور فقیہ ابو اللیث نے بھی اسی کو لیا ہے اسواسطے کہ ادام مواد مت سے ہے
اور مواد مت کے معنی موافقت کے ہے اور جو چیز روٹی کے ساتھ کھائی جاوے وہ روٹی کے موافق ہے جیسے گوشت اور انڈے اور مانند اُسکے تو موجب
قول اُنکے ہے گوشت اور انڈے ادام مین داخل ہین کذا فی المنح وفيه فما يوكل وحده غالبا كتمر وزبيب وجوز وعنب وبطيخ وبقل وسائر الفواكه

بکل

لیس اداماً الا فی موضع یوکل تبعاً للخبز غالباً اعتبار اللعرف اور بحرالرائق مین ہی کہ جو چیز تنہا یا آمیزش کھائی جاتی ہو اگرچہ جیسے خشک کھجور اور خشک انگور اور اخروٹ اور انگور اور خربوزہ اور ترکاری جیسے مولی گاجر اور باقی میوے ادام نہین ہین مگر اُس مکان مین البتہ ادام ہین یہ اکولات جہان روٹی کے ساتھ کھائے جاتے ہین اکثر بنابر اعتبار عرف کے وفی البدائع الجوز رطبة فاکہة ویابسة ادام اور بدائع مین ہی کہ تر اخروٹ میوہ ہی اور خشک ادام ہو فروع مسائل ملحقہ شارح کے حلف لا یاکل طعاما الا خبزا یصلیا والا آخر فلفلا فطبخ حسوۃ فیہ کل ذلک فاکلوا لم یحنثوا الا صاحب الفلفل لانہ لا یوکل الا کذا وہذا ان وجد طعمہ یراد فی الزعفران رؤیتہ عینہ قسم کھائی ایک نے کہ گوشت اور دوسرے نے کہ پیاز اور تیسرے نے کہ کالی مرچ نہ کھاویگا پھر حریرہ پکایا گیا جسمین یہ سب چیزین ہین سو تینون شخصون نے اُسکو کھایا تو کوئی حانث نہ ہوگا سوائے صاحب فلفل کے اسواسطے کہ سیاہ مرچ نہین کھائی جاتی مگر اسی طرح مخلوط ہوکر اور یہ حانث ہونا اسوقت ہی جب کہ مرچ کا مزہ معلوم ہوتا ہی اور زعفران کی قسم مین خود زعفران کے کھانے مین نظر آنا زیادہ کرنا چاہیے یعنے اگر زعفران کا رنگ نظر نہ آویگا تو حانث نہ ہوگا وفی لا یاکل لبنا فطبخ بارز ولا ینظر الی فلان فنظر الی یدہ او رجلہ او علے راسہ لم یحنث والی راسہ وظہرہ وبطنہ حنث اُس قسم مین کہ دودھ نہ کھاویگا پھر دودھ کو چانول کے ساتھ پکایا یا قسم کھائی کہ مثلاً زید کو نہ دیکھے گا پھر اُسکا ہاتھ یا پانْون یا اُسکا سینہ سر دیکھا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اُسکا سر اور پیٹھ اور پیٹ کو دیکھا تو حانث ہوگا ہم فتاوی عالمگیری مین ملتقی اور محیط سے منقول ہی کہ رویت چہرہ اور سر یا بدن کے دیکھنے سے ہوتی ہی اور پیٹھ کے دیکھنے یا پیٹ اور سینہ کے دیکھنے سے بھی ہوتی ہی طحطاوی نے کہا تو معلوم ہوا کہ شارح کے کلام مین واو بمعنی او ہی وفی المس یحنث بمس الید والرجل اور چھونے مین حانث ہوگا ہاتھ اور پانْون کے چھونے سے عرض علیہ الیمین فقال نعم کان حالفا فی الصحیح کذا فی الصیرفیة وغیرہا قال المصنف وہذا ہو المشہور لکن فی فوائد شیخنا عن التاتارخانیة انہ بنعم لا یصیر حالفا ہو الاصح ثم فرع ان ما یقع من التعالیق فی المحاکم ان الشاہد یقول للزوج تعلیقا فیقول نعم لا یصح علے الصحیح عرض کی گئی ایک شخص پر یمین سو اُسنے کہا ہان تو بجیب حانث ہوگا قول صحیح مین کذا فی الصیرفیة وغیرہا مصنف نے شرح مین کہا کہ یہی مشہور ہی اکثر کتب فقہ مین یعنے ہان کا صحیح ہونا ہان کہنے سے لیکن ہمارے استاد کے فوائد مین یعنے صاحب بحر کے فوائد مین تاتارخانیہ سے منقول ہی کہ ہان کہنے سے حانث نہین ہوتا ہی یہی قول صحیح ہی پھر صاحب بحر نے اسپر تفریع کی کہ جو تعلیقات قاضیون کی کچہریون مین واقع ہوتی ہین کہ شاہد نکاح کا زوج سے بطور تعلیق کہتا ہی اسطرح کہ اگر تو نے چھ مہینے تک زوجہ کا نفقہ نہ بھیجا تو تیری زوجہ مطلقہ ہی پھر زوج کہتا ہی کہ ہان تو یہ تعلیق طلاق صحیح نہین بنا بر قول صحیح کے ہم معلوم ہوا کہ صحیح کی تصحیح مختلف ہی لیکن ظاہر معلوم ہوتا ہی کہ قول اول اصح ہو بدلیل شہرت چنانچہ اسکی تائید آخر کتاب الیمین مین آویگی واللہ اعلم التغدی الاکل المترادف الذی یقصد بہ الشبع وکذا التعشی ولا بد ان یاکل اکثر من نصف الشبع فی غداء وعشاء وسحور تغدی یعنے اول روز کا کھانا عبارت ہی پے در پے کھانے سے جس سے آسودگی مقصود ہو تو ایک دو لقمہ کھانے سے غدا یا عشا ثابت نہوگا اور اسیطرح تعشی یعنے آخر روز کے کھانے مین اکل مترادف بقصد آسودگی داخل ہی اور ضرور ہی آدھے پیٹ سے زیادہ کھانا غدا اور عشا اور سحور مین ہم غدوہ عبارت ہی اول روز سے اور عشی آخر روز سے اور سحر آخر شب سے اور غداء بالفتح اول وہ اول روز کے طعام کو کہتے ہین اور عشا بالفتح اول وہ آخر روز کے طعام کو بولتے ہین اور سحور بالفتح اول آخر شب کے طعام کا نام ہی فی وقت خاص ہو ما بعد طلوع الفجر وفی البحر عن الخلاصة عند طلوع الشمس قال وینبغی اعتمادہ للعرف زاد فی النہر واہل مصر یسمونہ فطورا اما ارتفاع الضحی الاکبر فیدخل وقت الغداء فیعمل بعرفہم ولذلک اہل الشام الی زوال الشمس تغدی عبارت ہی وقت خاص مین کھانے سے اور وہ وقت خاص ہی بعد طلوع ہونے فجر کے آفتاب ڈھلنے تک اور بحر الرائق مین خلاصہ سے منقول ہی کہ ابتدا وقت طلوع شمس سے ہی کہا صاحب بحر نے کہ روایت خلاصہ کی لائق عمل ہی بسبب عرف کے نہر الفائق مین اتنا زیادہ بیان کیا ہی کہ اہل مصر اس طعام کو فطور کہتے ہین یعنے طلوع آفتاب سے ڈیڑھ پہر دن چڑھنے تک

پھر اُسکے بعد غدا کا وقت داخل ہوتا ہے تو مصر مین اُنکے عرف کے موافق عمل کرنا چاہیے شارح کہتا ہے اور اسیطرح اہل شام بطور اور غدا کا وقت بعد اُسکے
ہین ہم اکثر اہل ہند بعد طلوع کے طعام کو نہاری بولتے ہین اور پہر دن چڑھے سے دوپہر تک کے طعام کو دن کا کھانا کہتے ہین تو اہل سند کا غدا اگر پہر دن چڑھے
کے بعد ہوتا ہے ثم لا بدان یکون مما یتغدی بہ اہل بلدہ عادۃ پھر تغدی مین یہ ضرور ہے کہ ویسا کھانا ہو جسکو حالف کے اہل شہر بطور اپنی عادت کے
کھاتے ہون وغدا ء کل بلدۃ ما تعارفہ اہلہا حتے لو شبع بشرب اللبن یحنث البدوی لا الحضری زیلعی اور ہر شہر مین اول روز کے کھانے سے
وہ کھانا مراد ہے جو وہان کے لوگون مین رائج ہو یہان تک کہ اگر حالف دودھ پینے سے آسودہ ہو جاویگا تو صحرائی آدمی حانث ہوگا نہ شہری کذا فی شرح
الزیلعی ہم اسواسطے کہ عرب کے صحرائی آدمیون کی غذا اکثر دودھ ہے اور وہان کے شہریون مین یہ عادت نہین اور اسیطرح ہندی آدمی اگر کچھ رسے پیٹ بھر لیگا
تو حانث نہوگا بسبب عدم عرف کے والتعشی منہ ای الزوال وفی البحر عن الاسبیجابی وفی عرفنا وقت العشاء بعد صلوٰۃ العصر قلت وہو فی عرف
مصر والشام الی نصف اللیل اور تعشی یعنے آخر روز کا کھانا آفتاب ڈھلنے سے ہے آدھی رات تک بحر الرائق مین اسبیجابی سے منقول ہے
کہ ہمارے عرف مین عشا کا وقت بعد نماز عصر ہے شارح کہتا ہے اور یہی مصر اور شام مین عادت ہے ہم اور اہل ہند مین عشا اکثر مغرب کے بعد پہر رات گذرنے
معمول ہے والسحور ہو الاکل بعد نصف اللیل الی طلوع الفجر اور سحرگہی اور سحری وہ کھانا ہے آدھی رات کے بعد سے طلوع آفتاب تک قال ان
اکلت او قال ان شربت او لبست او نکحت ونحو ذلک فعبدی حر ونوی معینا ای خبزا او لبنا او قطنا مثلا لم یصدق اصلا فیحنث بای شیء
اکل او شرب وقیل یدین کما لو نوی کل الاطعمۃ او کل میاہ العالم حتے لا یحنث اصلا لنیتہ محتمل کلامہ کہا ایک شخص نے اگر مین کھاؤن یا یون بولا
کہ اگر مین پیون یا پہنون یا نکاح کرون اور مانند اس قول کے جسمین فعل کے ساتھ مفعول مذکور نہو تو میرا غلام آزاد ہے اور نیت کی قائل نے معین چیز
کی یعنے روٹی کے اکل مین اور دودھ کے شرب مین اور روئی کے لبس مین مثلا تو اُسکی ہرگز تصدیق نہوگی نہ دیانۃ نہ قضاء تو حانث ہوگا ہر چیز کے کھانے
اور پینے سے اسواسطے کہ نیت کرنا بدون ملفوظ کے صحیح نہین اور بعضون نے کہا کہ دیانۃ اُسکی تصدیق ہوگی چنانچہ قول مذکور مین اگر سب کھانون
اور سارے عالم کے پانیون کی نیت کریگا تاکہ اصلا حانث نہو تو صحیح ہے بسبب نیت کرنے اپنے کلام کے محتمل کو یعنے فعل مین عموم تو ثابت تھا اُسکو
اُسنے ارادہ کیا لہذا نیت عموم کی صحیح ہوئی بخلاف تعیین کی نیت کے ولو ضم لا ان اکلت طعاما او شربت شرابا او لبست ثوبا دین اذا قال عنیت
شیئا دون شیء لانہ ذکر اللفظ العام القابل للتخصیص لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فتعم کالنکرۃ فی النفی اور اگر فعل مذکور مین مفعول کو ملایا یعنے یون کہا کہ
اگر مین طعام کو کھاؤن یا پینے کی چیز پیون یا کپڑا پہنون تو دیانۃ اُسکی تصدیق ہوگی جبکہ قائل یون کہے کہ مین نے مثلا طعام سے روٹی کا ارادہ کیا
نہ گوشت کا اسواسطے کہ اُسنے لفظ عام کو ذکر کیا جو قابل ہے تخصیص کے اسواسطے کہ نکرہ واقع ہوا ہے سیاق شرط مین تو عام ہوگا جیسے نکرہ سیاق نفی
مین عام ہوگا ہم شرط مثبت مین علت نفی پر ہوتی ہے تو حالف کا یون کہنا ان لبست ثوبا راجع ہے لا البس ثوبا کی طرف لیکن یہ تاویل خلاف ظاہر ہے
لہذا قاضی اُسکو قبول نہ کریگا کذا فی فتح القدیر والاصل ان النیۃ انما تصح فی الملفوظ الا فی ثلاث فیدین فی فعل الخروج والمساکنۃ وتخصیص
الجنس کحبشیۃ او عربیۃ لا الصفۃ ککوفیۃ او بصریۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہے کہ نیت صحیح نہین ہوتی مگر ملفوظ مین مگر تین صورت
مین بدون ملفوظ بھی نیت صحیح ہے تو دیانۃ تصدیق ہوگی خروج اور مساکنت کے فعل مین اور تخصیص جنس مین جیسے حبشی یا عربی عورت نہ صفت مین جیسے کوفی یا بصری عورت
کذا فی الفتح ہم یعنے اگر قائل نے کہا کہ اگر مین نکلون یا زید کو اپنے پاس رکھون تو غلام آزاد ہے پھر اُسنے خروج سے سفر کی نیت اور مساکنت سے
ایک کوٹھری مین رہنے کی نیت کی تو صحیح ہے اسواسطے کہ خروج چند قسم ہوتا ہے سفر کے واسطے اور غیر سفر کے واسطے اور مساکنت بھی کئی طرح
کی ہوتی ہے یعنے ایک کوٹھری مین ساتھ رہنا یا ایک گھر مین یا ایک شہر مین اور فعل محتمل ہے تنویع کا نہ تخصیص کا اور اسی طرح اگر اُسنے حالف کیا

کہ عورت سے نکاح نہ کریگا اور اُسنے حبشی یا عربی عورت کی نیت کی تو صحیح ہو اسواسطے کہ حبشی ایک نوع ہو عورت کی تو تخصیص جنس کی بعض انواع
سے ہوئی اور اگر مثال مذکور مین کوفی اور بصری عورت کی نیت کریگا تو صحیح نہ ہوگی اسواسطے کہ کوفی اور بصری ہونا یہ صفت ہو عورت کی اور
حالانکہ صفت مذکور نہین تو تخصیص صفت کی بلا ذکر صفت صحیح نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی نیۃ تخصیص العام تصح دیانۃ اجماعاً فلو قال
کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق ثم قال نویت من بلد کذا لا یصدق قضاء وکذا من غصب دراہم انسان فلما حلفہ الخصم عاما نوی خاصا بہ یفتی
خلافاً للخصاف نیت کرنا تخصیص لفظ عام کا صحیح ہو دیانۃً بالاجماع تو اگر بولا کہ جس عورت سے مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہو پھر اُسنے کہا کہ مین نے
فلانے شہر کی عورت کی نیت کی تھی نہ فلانے شہر کی تو قضاءً اُسکی تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ تخصیص خلاف ظاہر ہوا اور اسیطرح جسنے ایک
انسان کے درم غصب کیے پھر جب مدعی نے اُسکو عام قسم دلائی تو اُسنے خاص کی نیت کی یہی قول مفتی بہ ہو کہ تخصیص عام کی دیانۃً صحیح ہو نہ قضاءً بخلاف
خصاف کے کہ اُسکے نزدیک تخصیص عام دیانۃً اور قضاءً دونون طرح درست ہو ہم مدعی کی قسم سے طلاق کی قسم مراد ہو اسواسطے کہ خدا کی قسم مین قاضی کا حکم جاری نہین
چنانچہ شارح بیان کریگا صورت قسم لینے کی یون ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کے دراہم مثلاً چھین لیے مدعی نے اُس سے عام قسم لی اسطرح کہ اگر مین نے تیرا مال غصب
کیا ہو تو اُسکی عورت کو طلاق ہو پھر اُسکا غصب کرنا ثابت ہو گیا سو اُسکی عورت نے قاضی کے پاس نالش کی اپنی طلاق واقع ہونے کی تو زوج نے تخصیص عام کا دعوے
کیا یعنی کہا کہ مین نے [illegible] وقت مال سے دینار کی نیت کی تھی نہ درم کی تا طلاق واقع نہ ہو تو قاضی اُسکی تصدیق نہ کریگا اور خصاف کے نزدیک قاضی کو تصدیق
کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی الولوالجیۃ متی حلفہ ظالم واخذ بقول الخصاف فلا باس بہ اور ولوالجیہ مین ہو کہ جب حالف کو ظالم قسم دلاوے اور وہ خصاف کے
قول پر عمل کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مشکل ہو کہ اگر اخذ دیانۃً مراد ہو تو خصاف کے قول کی کچھ خصوصیت نہین ظاہر الروایت مین بھی تخصیص عام
کی دیانۃً صحیح ہو اور اگر اخذ قضاءً مراد ہو تو اُسکی کوئی وجہ ظاہر نہین اسواسطے کہ حالف کا اخذ کرنا قضاءً بقول خصاف بے معنی ہو یہ اُس صورت مین ہو کہ جب اخذ کا
فاعل حالف ہوا اور اگر قاضی کو فاعل اُسکا قرار دیجیے تو باوجودیکہ ولوالجی کی عبارت مین قاضی مذکور نہین اور پریشانی ضمائر کی اسپر علاوہ ہو تو بھی قاضی کو حکم
کرنا بقول ضعیف جائز نہین لیکن خلاصہ مین یہ ہو کہ اگر حالف مظلوم ہو تو خصاف کے قول پر فتوی ہو تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہو کہ فاعل اخذ کا مفتی ہو
یعنے اگر مظلوم مفتی سے پوچھے تو مفتی کو جائز ہو کہ بقول خصاف فتوی دے لیکن اسمین بھی خلل ہو کہ مفتی کو فتوی بالدیانۃ بھی جائز ہو یا نہین اور معلوم ہو چکا ہو
کہ تخصیص عام کی دیانۃً صحیح ہو قول خصاف کی کچھ خصوصیت نہین بہر صورت یہ مسئلہ تحریر طلب ہو واللہ اعلم وقالوا النیۃ للحالف لو بطلاق او عتاق وکذا باللہ
لو مظلوماً وان ظالماً فللمستحلف اور فقہانے کہا کہ نیت کا اختیار واسطے حالف کے ہو اگر طلاق اور عتاق کا حلف ہوا اور اسیطرح حلف باللہ کی نیت مین
اُسکو اختیار ہو اگر حالف مظلوم ہوا اور اگر حالف ظالم ہو تو یمین باللہ مین حلف لینے والے کی نیت معتبر ہو ہم ظہیریہ مین ہو کہ ایک شخص نے قسم دلائی دوسرے
شخص کو سو اسنے قسم کھائی اور مستحلف کے مقصود کے سوا اور نیت کی تو اگر طلاق اور عتاق کی یمین ہو تو حالف کی نیت معتبر ہو خواہ حالف ظالم ہو یا
مظلوم اور اگر یمین باللہ ہو تو اگر حالف مظلوم ہو تو اُسکی نیت معتبر ہو اور اگر حالف ظالم ہو تو مستحلف کی نیت معتبر ہو طحطاوی نے کہا یہ اُس صورت مین
ہو جب گذشتہ پر قسم ہو اور نیت سے مراد دیانت کی نیت ہو نہ قضاء کی لا تعلق للقضاء بالیمین باللہ کچھ تعلق نہین قاضی کے حکم کو خدا کی قسم مین ہم اسواسطے
کفارہ یمین حق اللہ ہو اُسمین حق العبد نہین تا کہ وہ حالف سے قاضی کے پاس نالش کرے اور یہ مطلب نہین کہ یمین باللہ کو دار القضا سے کچھ اصلا
تعلق نہین اسواسطے کہ جب مدعی سے گواہ نہ ہوسکے تو قاضی مدعا علیہ سے خدا کی قسم لیگا کذا فی الطحطاوی حلف لا یشرب من شئ یمکن فیہ
الکرع نحو دجلۃ فیمینہ علی الکرع منہ حتی لو شرب من نہر اخذ منہ لم یحنث قسم کھائی کہ نہ پیئیگا اُس شئ سے جسمین منھ ڈال کر پینا ممکن
ہو چنانچہ نہر دجلہ یا لبالب تالاب تو یمین اُسکی اُسمین منھ ڈال کر پینے پر منحصر ہوگی یہان تک کہ اگر دریا کا پانی ہاتھ سے یا برتن سے اُٹھا کہ

پیے گا تو حانث نہ ہوگا وفی البحر عن الظہیریۃ الکرع لا یکون الا بعد الخوض فی الماء لکن فی القہستانی عن الکشف انہ لیس بشرط ورجحہ فی النہر البحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ کرع متحقق نہیں ہوتا مگر بعد گھسنے کے پانی میں لیکن قہستانی میں کشف سے منقول ہے کہ کرع میں پانی کے اندر گھسنا شرط نہیں ہم کرع لغت میں اس سے عبارت ہے کہ اپنے منہ سے پانی لے پانی کے موضع سے اور اصل کرع جانور میں ثابت ہے کہ وہ بدون ادخال پیر اکارع کے پانی میں نہیں پیتا غالبًا بعد اسکے کرع انسان میں مستعمل ہوا جب کہ وہ پانی میں منھ ڈال کر جانور کے مانند پیے اگرچہ پانی میں پانوں نہ ڈالے کذا فی المنح الاکارع جمع کراع بالضم بمعنی پاچہ بخلاف من ماء دجلۃ فیحنث بغیر الکرع ایضًا بخلاف اس قسم کے کہ دجلہ کا پانی نہ پیے گا تو حانث ہوگا بدون کرع کے بھی یعنی برتن سے پینے میں فیما لا یتاتی فیہ الکرع کالبیر والجب یحنث بالشرب بالاناء مطلقًا سواء قال من البیر او من ماء البیر لتعین المجاز اور جسمیں منھ ڈال کر پانی پینا نہیں ہوسکتا جیسے کنواں اور بڑا مٹکا تو برتن سے پانی پینے میں ہر طرح حانث ہوگا برابر ہے کہ لا یشرب من البیر کہا ہو یا لا یشرب من ماء البیر بولا ہو بسبب معین ہوجانے مجاز کے ہم جب منھ لگا کر پانی پینا متعذر ہوا تو مجاز متعین ہوگیا یعنی برتن سے پینا مراد ہوا بخلاف دریا اور لبالب تغار کے کہ وہاں حقیقت حاصل ہے یعنی منھ ڈال کر پینا اور ہوتے حقیقت کے مجاز کی کیا حاجت ہے جب بجائے مہملہ بڑا مٹکا ہے جسکو مٹھ اور گولی بھی بولتے ہیں اور فارسی میں خم کہتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ کنواں اور خم سے مراد یہ ہے کہ لبالب پانی سے بھرے نہوں ورنہ منھ ڈال کر پانی پینا متصور ہوگا و تو تکلف الکرع فیما لا یتاتی فیہ ذلک ای الکرع لا یحنث فی الاصح لعدم العرف اور اگر حالف نے تکلف منھ ڈالکر اسمیں سے پانی پیا جسمیں کرع نہیں حاصل ہوتا مثلًا کنوئیں میں اتر کر کرع کیا تو حانث نہوگا قول اصح میں بسبب عدم عرف کے ارکان تصور البر فی المستقبل شرط انعقاد الیمین لو مطلقۃ وبقائہا اذ لا بد من تصور الاصل لتنعقد فی حق الخلف وہو الکفارۃ ثم فرع علیہ ممکن ہونا تصور بر کا زمانہ مستقبل میں شرط ہے یمین کے منعقد ہونے اور اُسکے باقی رہنے کے اگرچہ طلاق کی یمین ہو اسواسطے کہ اول تصور اصل کا ضرور ہے تا یمین منعقد ہو اصل کے قائم مقام کے حق میں یعنی کفارہ کے حق میں پھر مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا اگلا قول متفرع کیا ہم مقصود بالذات قسم کھانے سے یہ ہے کہ قسم کو قائم رکھیے اور پورا کیجیے اور کفارہ دینا مقصود اصلی نہیں لہذا یمین غموس اور یمین لغو میں کفارہ واجب نہیں اور کفارہ تو حنث یعنی قسم توڑنے سے واجب ہوتا ہے پھر جب بر یمین یعنی قسم کا پورا کرنا محال ہوا تو حنث بھی محال ہوگا اسواسطے کہ ترک نہیں ہوسکتا مگر اسی چیز میں جسکا وجود ہوسکے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ففی حلفہ لا یشربن ماء ہذا الکوز الیوم و لا ماء فیہ وکان فیہ ماء وصب ولو بفعلہ او بنفسہ فی یومہ قبل اللیل و اطلق یمینہ عن لوقت ولا ماء فیہ لا یحنث سواء علم وقت الیمین ان فیہ ماء او لا فی الاصح لعدم امکان البر تو اس قسم میں کہ واللہ اس کوزہ کا پانی میں آج مقرر پیوں گا اور حالانکہ اسمیں پانی نہیں یا اسمیں پانی تھا مگر گرادیا گیا اگر حالف کے فعل سے گرایا خود کوزہ کے ڈھلنے سے گرگیا اسی دن میں رات سے پہلے یا یمین مطلق ہو یعنی اسمیں وقت کی قید نہ لگائی اور حالانکہ کوزہ میں پانی نہ تھا تو حانث نہ ہوگا بسبب عدم امکان بر کے برابر ہے کہ قسم کے وقت کوزہ میں پانی ہونیکا اسکو علم ہو یا نہ ہو قول اصح میں ہم جس صورت میں کہ کوزہ میں پانی نہیں تو انعقاد یمین کی شرط ابتدا سے نہ پائی گئی اور پانی گر جانے کی صورت میں بقاے یمین کی شرط نہ حاصل ہوئی وان اطلق وکان فیہ ماء فصب حنث لوجوب البر فی المطلقۃ کما فرغ وقد فات بصبہ اما الموقتۃ ففی آخر الوقت اور اگر حالف نے یمین کو مطلق کہا بلا ذکر یوم یعنی یوں قسم کھائی کہ واللہ اس کوزہ کا پانی پیوں گا اور قسم کے وقت اسمیں پانی تھا سو اسنے گرادیا تو حانث ہوگا بسبب واجب ہونے بر کے یمین مطلق میں بمجرد فراغت کے قسم کھانے سے اور پورا کرنا قسم کا پانی گرانے سے فوت ہوگیا اور یمین موقت میں تو وجوب بر آخر وقت میں ہوتا ہے لہذا پانی گرانے سے قبل لیل کے اسوقت میں حانث نہیں ہوتا وہذا الاصل فروعہ کثیرۃ منہا ان لم تصلی الصبح غدا فانت کذا لا یحنث بحیضہا بکرۃ فی الاصح اور اسکی یعنی امکان بر یمین کے بہت فروع ہیں از انجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو کل صبح کی نماز نہ پڑھیگی تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے تو بقول اصح زوج حانث

پیٹ تکلف

الخلاصہ

حانث نہ ہوگا زوجہ کے حائض ہونے سے صبح کے وقت اسواسطے کہ حائض سے نماز پڑھنا صبح کی شرعاً ممکن نہیں ومنہا ان لم تردی الدینار الذی اخذتیہ من
کیسی فانت طالق فاذا الدینار فی کیسہ لم تطلق لعدم تصور البر اور از انجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر وہ دینار نہ پھیر دیگی جبکہ تو نے میری تھیلی سے لیا ہے
تو تو مطلقہ ہے اور ناگہاں وہ دینار زوج کی تھیلی میں ہے تو زوجہ مطلقہ نہوگی بسبب عدم تصور بر کے یعنی پھیرنا بدون لینے کے نہیں ہوتا ومنہا ان لم تہبینی صداقک
الیوم فانت طالق وقال ابوہا ان وہبتیہ فامک طالق فالحیلۃ ان تشتری منہ بمہرہا ثوبا ملفوفا وتقبضہ فاذا مضی الیوم لم یحنث ابوہا لعدم الہبۃ ولا الزوج
لعجزہا عن الہبۃ عند الغروب لسقوط المہر بالبیع ثم اذا ارادت الرجوع ردتہ بخیار الرؤیۃ اور از انجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو مہر اپنا آج مجکو ہبہ
کریگی تو تو مطلقہ ہے اور زوجہ کے باپ نے اپنی بیٹی سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر اپنے زوج کو ہبہ کریگی تو تیری ماں مطلقہ ہے تو تدبیر اُسکی خلاصی کی یہ ہے کہ
زوجہ بعوض اپنے مہر کے اپنے زوج سے لپٹا کپڑا مول لیکر اُسپر قبضہ کرے پھر جب وہ دن گذر جاویگا تو زوجہ کا باپ حانث نہ ہوگا بسبب
عدم ہبہ کے اور نہ زوج اُسکا حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے زوجہ کے غروب کے وقت ہبہ کرنے سے بواسطے ساقط ہوجانے مہر کے بیع
سے یعنی جب اُسنے بعوض مہر کپڑا خرید کیا تو وہ اُسکی مالک نہ رہی تو ہبہ کرنا مہر کا ممکن نہ رہا پھر جب کہ زوجہ رجوع کا قصد کرے یعنی ابطال
بیع چاہے تو کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو مہر اُسکا بطور سابق زوج پر لازم الادا ہو جاویگا طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ کپڑا قبضہ کرنیکی
قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر قبضہ نہ ہوگا تو بھی یہی حکم ہے اور ثوب ملفوف خرید کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ پھیرنا خیار رویت سے ممکن ہو اب چند فروع اس
قاعدہ کے مترجم نقل کرتا ہے انجملہ یہ ہے کہ قسم کھائی کہ زید کو آج قتل کریگا پھر زید قبل گذرنے دن کے مرگیا یا قسم کھائی کہ آج اس روٹی کو کھاویگا
سو رات ہونے سے پہلے اُسکو کوئی کھا گیا یا قسم کھائی کہ زید کو نہ دیگا یا اُسکو نہ ماریگا یا اُس سے بات نہ کریگا بلا اجازت خالد کے پھر خالد
مرگیا اور حالف نے زید کو دیا یا مارا یا کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اجازت خالد کی بعد موت کے ممکن نہیں یا قسم کھائی کہ اگر اس رات کو اس
گھر میں سووے تو عورت اُسکی مطلقہ ہے اور حالانکہ وقت حلف صبح ہو چکی تھی اور اُسکو علم نہ تھا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ شرط حنث لیل گذشتہ کی تو
ہے سواب متصور نہیں کذا فی الطحطاوی وعن الہروی فی حلفہ واللہ لیصعدن السماء او لیقلبن ہذا الحجر ذہبا حنث للحال لامکان البر حقیقۃ ثم یحنث
للعجز عادۃ ولو وقت الیمین لم یحنث مالم یمض ذلک الوقت اور اس قسم میں کہ واللہ مقرر چڑھیگا آسمان پر یا واللہ مقرر اس پتھر کو سونا کردیگا فی الحال حانث
ہوگا بسبب ممکن ہونے بر کے فی الحقیقت پھر حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے کے صعود اور تقلیب سے بنا بر عادت کے اور اگر یمین کو کسی وقت کر موقت کریگا تو جبتک
وہ وقت نہ گذر جاویگا حانث نہ ہوگا ہم آسمان کا چڑھنا فی نفسہ ممکن ہے اسواسطے کہ صعود ملائکہ اور انبیا بالیقین ثابت ہے اور اسی طرح پتھر کا سونا ہوجانا تحویل
الٰہی ممکن ہے متکلمین کے نزدیک پھر جب ممکن ہوا تو یمین منعقد ہوگی لیکن چونکہ بنا بر عادت کے انسان صعود اور تقلیب سے عاجز ہے لہذا فوراً حانث ہوگا بخلاف مسئلہ
کوزہ کے اسواسطے کہ درصورت پانی نہ ہونے کے وہ پانی پینا جو قسم کے وقت کوزہ میں ہو ممکن نہیں کذا فی منح الغفار وفی حیرۃ الفقہاء قال لامرأتہ ان لم
اصعد الی السماء ہذہ اللیلۃ فانت کذا نصب سلما ثم یصعد الی سماء البیت لقولہ تعالی فلیمدد بسبب الی السماء ای سماء البیت قال الباقانی والظاہر خروجہا
عن قاعدۃ مبنی الایمان اور کتاب حیرۃ الفقہاء میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر میں آج کی رات آسمان پر نہ چڑھوں تو تجکو طلاق
ہے تو وہ شخص طلاق نہ واقع ہونے کی یہ تدبیر کرے کہ سیڑھی قائم کرے پھر سیڑھی پر سے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ جاوے بدلیل قول حق تعالی
یعنی چاہیے کہ رسی تانے طرف سما کے مراد سما سے اس آیت شریف میں گھر کی چھت ہے یعنی سما کا اطلاق قرآن مجید میں چھت پر آیا ہے تو اگر چھت پر چڑھ جاویگا
تو حانث نہ ہوگا باقانی نے کہا اور ظاہر ہے خروج اس حیلہ کا مبنی یمینوں کے قاعدہ سے یعنی بنا یمین عرف پر ہے نہ اطلاق قرآنی پر چنانچہ اول کتاب الیمین میں گذر
ہو چکا ہے تو جس نے یہ حیلہ عدم حنث کا نکالا اُسنے بنا یمین کا قاعدہ چھوڑا وکذا الحکم لو حلف لیقتلن فلانا عالما بموتہ اذ یمکن قتلہ بعد احیاء اللہ تعالی فیحنث

اور اسی طرح کا حکم ہے انعقاد اور حنث فی الحال کا اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کو قتل کریگا اُسکی موت کو جان کر اسواسطے کہ ممکن ہے قتل اُس میت کا بعد زندہ کردینے
حق تعالی کے پھر حانث ہوگا بسبب عجز عادی کے وان لم یکن عالما بموتہ فلا یحنث لانہ عقد یمینہ علی حیوة کانت فیہ ولا یتصور کمسئلة الکوز کقولہ ان ترکت
مس السماء فعبدی حر لان البر لا یتصور فی غیر المقدور اور اگر اُس شخص کی موت کو نہ جانتا ہوگا تو حانث نہ ہوگا اُسکے قتل کی قسم کھانے سے اسواسطے
کہ حالف نے اپنی قسم کو منعقد کیا اُس حیات پر جو اُسمیں تھی اور قتل کرنا بعد موت کے متصور نہیں بالفرض اگر حق تعالی نے اُسکو زندہ بھی کردیا تو یہ
زندگی وہ زندگی نہیں جسپر قسم واقع ہوئی تو یہ مسئلہ عدم امکان میں مسئلہ کوزہ کے مانند ہوا اور مانند اس قول کے ہوا کہ اگر میں آسمان کا چھونا چھوڑ دوں
تو اُسکا غلام آزاد ہے اسواسطے کہ ترک متصور نہیں امر غیر مقدور میں یعنی جب آسمان کا چھونا مقدور سے باہر ہوا تو بر یمین کا محل فوت ہوا اور غیر مقدور سے
عدم قدرت عادی مراد ہے کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ فناداہ وہو نائم فایقظہ فلو لم یوقظہ لم یحنث ہو المختار قسم کھائی کہ مثلا زید سے کلام نہ کریگا
پھر اُسکو پکارا اور وہ سوتا تھا سو اُسکو جگایا تو حانث ہوگا سو اگر اُسکے پکارنے سے نہ جاگا تو حانث نہوگا یہی قول مختار ہے اور غیر مختار قدوری کا قول ہے یعنی اتنا
شرط نہیں حنث کی ولو استثنی حنث لو بحیث یسمع لتیقظ انفصالہ عن الیمین فلو قال موصولا ان کلمتک فانت طالق فاذہبی او واذہبی لا تطلق بلا مرید
الاستئناف ولو قال اذہبی طلقت لانہ مستانف اور اگر زید جاگتا ہوگا تو اُسکے پکارنے سے حانث ہوگا اور اگر اتنا قریب ہو کہ اُسکی آواز کان لگا
سے سن سکے بشرطیکہ کلام ندا منفصل ہو یمین سے اور اگر یمین سے کلام موصول ہوا اسطرح کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر میں تجھسے کلام کروں تو تو طالق ہے سو تو
جا یا یوں کہا اور تو جا تو زوجہ مطلقہ نہ ہوگی تا وقتیکہ ابتداء کلام کی نیت نہ کریگا اور اگر ان کلمتک فانت طالق کے بعد اذہبی [illegible] بدون فے اور واو
کے تو مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ یہ کلام جدا گانہ ہے یمین سے متصل نہیں ہم فاذہبی یا واذہبی بسبب فے اور واو عاطفہ کے یمین سے موصول ہے لہذا اس کلام سے بلا نیت
استیناف حانث نہ ہوگا بخلاف اذہبی کے کہ اسمیں کوئی حرف وصل نہیں تو بسبب استیناف کے حانث ہوگا ولو قال یا حائط اسمع او اصنع کذا وکذا وقصد
اسماعہ لم یحنث ظہیریہ اور اگر کہا کہ اے دیوار سن یا ایسا و ایسا کام کر اور اس قول سے محلوف علیہ کا سنانا قصد کیا تو حانث نہوگا کذا فی الظہیریہ اور
اگر سنانے کا قصد نہ ہو تو بطریق اولی حانث نہ ہوگا ہم حانث اسواسطے نہ ہوگا کہ کلام کرنا بدون خطاب محلوف علیہ کے نہیں ہوتا اور دلیل اسکی وہ روایت ہے
کہ عبد الرحمن بن عوف رض نے قسم کھائی تھی کہ عثمان بن عفان رض سے نہ کلام کرینگے تو جب عبد الرحمن انکی طرف ہو کر نکلتے تھے تو جو مطلب کہنا ہوتا تھا وہ یوں کہتے تھے
کہ اے دیوار ایسا کر اور اے دیوار ایسا ہوا اور معلوم کرنا چاہیے کہ ذکر دیوار کچھ شرط نہیں بلکہ توجیہ خطاب غیر محلوف علیہ کی طرف کافی ہے عدم حنث میں چنانچہ بحر الرائق
میں مصرح ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو میرا گلہ اپنے بھائی سے کریگی تو تجھکو طلاق ہے پھر جب اُسکا بھائی اُسکے پاس آیا اور اُسکے پاس ایک لڑکا تھا
تو عورت نے کہا لڑکے سے خطاب کرکے کہ میرے زوج نے ایسا کیا یہاں تک کہ اُسکے بھائی نے سنا تو اُسپر طلاق واقع نہ ہوگی اسواسطے کہ اُسنے بھائی سے
شکایت نہیں کی کیونکہ اُسکی طرف مخاطب نہیں ہوئی اور اگر قسم کھائی کہ زید سے بات نہ کریگا پھر ایک جماعت کو سلام کیا جنمیں زید بھی تھا سو حانث ہوگا
اور اگر زید کی طرف خطاب کی نیت نہ کریگا تو دیانة اُسکی تصدیق ہوگی اور اگر نماز بجماعت ہوگی تو سلام کرنے سے حانث نہوگا خواہ زید داہنی طرف ہو خواہ
بائیں طرف اور اگر محلوف علیہ نے دروازہ کے کواڑ میں دھکا دیا اور حالف نے کہا کہ کون ہے تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی السراجیة سال محمد وہو صغیر
ابا حنیفة فیمن قال لآخر واللہ لا اکلمک ثلث مرات فقال ابو حنیفة ثم ماذا فتبسم محمد وقال انظر حسنا یا شیخ فنکس ابو حنیفة ثم قال حنث مرتین فقال محمد احسنت
فقال ابو حنیفة لا ادری ای الکلمتین اوجع لی قولہ حسنا او احسنت اور سراجیہ میں ہے کہ سوال کیا محمد بن حسن نے طفلی کی حالت میں امام ابو حنیفہ سے
اُس شخص کے حق میں جسنے دوسرے سے کہا واللہ میں تجھسے کلام نہ کرونگا تین بار سو امام نے کہا پھر کیا ہوا تو محمد نے تبسم کیا اور کہا اے شیخ خوب
تامل کیجیے تو سر جھکا لیا امام نے پھر فرمایا وہ شخص دو بار حانث ہوا تو محمد نے کہا خوب کہا آپ نے تو امام نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ وہ لفظوں میں سے

کونسا لفظ میرے واسطے دردناک ہے اُسکا حسنا کہنا یا احسنت کہنا ہم سوا امام محمد کا دامن محتمل تھا کہ ثلث مرات لا اکلمک سے متعلق ہے یا قال سے اگر لا اکلمک سے متعلق ہے
تو یہ مطلب ہے کہ تجھسے تین بار کلام نہ کرونگا اول امام ہی سمجھے لہذا فرمایا کہ کچھ کیا ہوا لینے حالف نے کئی بار اس قسم کے بعد کلام کیا اور اگر ثلث مرات کو قال سے
متعلق سمجھے تو مطلب یہ ہے کہ حالف نے تین بار یہ کہا کہ تجھ سے کلام نہ کرونگا سوال سے محمد کو یہی مقصود تھا لہذا ابو یوسف نے کہا کہ تامل کرکے جواب
دیجئے پوچھنے کی کچھ حاجت نہیں پھر امام نے مقصود سوال کا دریافت کیا اور فرمایا کہ لا اکلمک کو تین بار کہنے سے دوبار حانث ہوگا اسواسطے کہ ایکبار کہنے
سے یمین منعقد ہوئی اور دوسری بار کہنے سے ایکبار حنث ثابت ہوا اور تیسری بار بولنے سے دوبار حنث ہوا اور الفاظ حسنا کہنا اسواسطے کہ وہ حادث ہوا کہ عدم
تامل مجیب پر دلالت کرتا ہے اور احسنت کہنا اسواسطے برا معلوم ہوا کہ علم مسائل پر دلالت کرتا ہے یعنے مسائل کو مسئلہ معلوم تھا لیکن امتحان کے واسطے سوال
کیا اور چونکہ حالت طفلی میں یہ گفتگو ہوئی تو اسمین محمد بن حسن کی بے ادبی اور شیخ کی حشمتی ثابت نہیں ہوتی اور حلف لا یکلمہ الا باذنہ فاذن لہ ولم
یعلم بالاذن فکلمہ حنث لاشتقاق الاذن من الاذان فیشتمل العلم اور قسم کھائی کہ اُس سے کلام نہ کریگا مگر اُسکے اذن سے سو اُسنے اذن دیا اور حالف
کو اُسکا اذن دینا معلوم نہ ہوا پھر اُس سے کلام کیا تو حانث ہوگا بسبب اشتقاق اذن کے اذان سے اور اذان کے معنی اعلام ہے تو اذن میں علم
مشعر ہوا ہے اور اشتقاق سے اشتقاق کبیر مراد ہے کذا فی النہر اسواسطے کہ اشتقاق صغیر میں مجرد مزید سے مشتق نہیں ہوتا بلکہ مزید مجرد سے مشتق ہوتا ہے مصنف
نے اپنی شرح میں کہا یا اذن [illegible] فی الاذن سے ماخوذ ہے پہر صورت تحقیق اذن کا بدون سماع کے نہیں ہوتا بخلاف لا یکلمہ الا برضاہ فرضی ولم یعلم لان الرضی
من اعمال القلب فیتم بخلاف اس قسم کے کہ نہ کلام کریگا مگر اُسکی رضامندی سے سو وہ راضی ہوگیا اُسکے کلام سے اور حالف کو اُسکی رضا کا علم
نہ ہوا پھر اُسنے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ رضامندی دل کا عمل ہے تو اُسکا تحقیق فقط دل ہی سے تمام ہوگا علم حالف اسمین مشروط نہیں
الکلام والتحدیث لا یکون الا باللسان فلا یحنث باشارۃ وکتابۃ کما فی النتف کلام اور تحدیث ثابت نہیں ہوتا بدون زبان کے تو حانث
نہ ہوگا اشارہ کرنے اور لکھنے سے کذا فی النتف یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے سے کلام نہ کریگا پھر اُسکو خط لکھا یا اُسکی طرف پیام بھیجا یا اُسکی طرف آنکھ
یا ہاتھ سے اشارہ کیا تو حانث نہ ہوگا کذا فی المنح وفی الخانیۃ لا اقول لہ کذا فکتب الیہ حنث ففرق بین القول والکلام لکن نقل المصنف بعد
مسئلۃ شم الریحان عن الجامع انہ کالکلام خلافا لابن سماعۃ اھ خانیہ میں ہے قسم کھائی کہ اُس سے نہ کہونگا ایسا پھر اُسکی طرف لکھ بھیجا تو حانث ہوگا تو فرق
ہوئی قول اور کلام میں کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہے نہ کلام لیکن مصنف نے آگے بعد مسئلہ شم ریحان کے جامع سے نقل کیا ہے کہ قول مانند کلام کے
ہے یعنی کتابت سے قول بھی ثابت نہیں ہوتا بخلاف ابن سماعہ کے ہم تو معلوم ہوا کہ کلام اور قول میں تین قول ہیں جامع کا یہ قول ہے کہ کلام اور قول کتابت سے
ثابت نہیں ہوتے اور قاضی خان کے نزدیک تفریق ہے کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہے نہ کلام اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں کہا کہ کلام اور قول دونون
کتابت سے ثابت ہوتے ہیں کذا فی الطحطاوی والاخبار والاقرار والبشارۃ تکون بالکتابۃ لا بالاشارۃ والایماء اور خبر دینا اور اقرار کرنا
اور خوشخبری دینا لکھنے سے ثابت ہوتے ہیں نہ اشارہ اور ایماء سے ہم طحطاوی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تھا کہ الفاظ کا لفظ ابدکتابت کے زیادہ کرتا
تاکہ معلوم ہوتا کہ اخبار اور اقرار اور بشارت کتابت سے بھی ہوتا ہے اور کلام سے بھی والاظہار والافشاء والاعلام تکون بالکتابۃ وبالاشارۃ
ایضا اور اظہار اور افشاء اور اعلام کتابت سے ہوتا ہے اور اشارہ کرنے سے بھی ہم طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح میں الشباہ والنظائر سے ہے اور بحر الرائق
میں افشاء ہے فلو قال لم انو الاشارۃ دین اور اگر حالف نے کہا کہ میں نے اشارہ کی نیت نہیں کی تو دیانۃ اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضاء یعنی اگر عدم اظہار پر قسم
کی قسم کھائی اور اشارہ کردیا اور عدم اشارہ کی نیت ظاہر کی تو فیما بینہ وبین اللہ اُسکی تصدیق ہوگی نہ قاضی کے نزدیک [illegible]
یحنث بالکتابۃ اور اس قسم میں کہ اُسکو نہ بلاونگا یا اُسکو بشارت نہ دونگا تو کتابت سے حانث ہوگا ان اخبرتہ [illegible] ان فلانا قدم

یہ کنایۃ کلام باللسان ۱۲

ونحوہ یحنث بالصدق والکذب کہا کہ اگر تو مجکو خبر کریگا یا اعلام کریگا کہ فلانا شخص آیا یا بانند اسکے تو میرا غلام آزاد ہی تو حانث ہوگا صدق اور کذب سے یعنے اعلام اور اخبار مخاطب کا صدق ہو یا کذب بہرصورت غلام آزاد ہوگا **ولو قال بقدومہ ونحوہ فعلی الصدق خاصۃ لافادتہا صدق الخبر بنفس القدوم** کما حققناہ فی مبحث الباء من الاصول اور اگر یون کہا کہ اگر تو مجکو بقدوم فلانی یا بانند اسکے خبر کریگا تو یہ اخبار صدق پر مخصوص ہوگا اسواسطے کہ باء بارہ الصاق خبر بنفس قدوم کا فائدہ دیتی ہی چنانچہ اصول کی کتاب مین ہمنے اسکو محقق کیا ہی بار جارہ کی بحث مین یعنے باء جارہ الصاق کے واسطے موضوع ہی تو جب وہ قدوم کے لفظ پر آئی تو یہ مطلب ہوا کہ خبر قدوم سے ملائی جاوے اور یہ ملانا بدون تحقق قدوم کے نہین ہو سکتا لہذا اخبار بالکذب اسمین مراد نہین ہوتا طحطاوی نے کہا کہ ان اخبرتنی ان فلانا قدم مین باء جارہ مقدر ہی اسواسطے کہ حذف جار کا ان سے اکثر مطرد ہی تو چاہیے کہ وہان بھی اخبار بالکذب سے حانث نہ ہو **وکذا ان کتبت بقدوم فلان کما سیجئی فی الباب الاٰتی** اور اسی طرح فقط صدق پر حنث مخصوص ہی اس مثال مین کہ اگر تو کتابت بقدوم فلانے کریگا چنانچہ اگلے باب مین آویگا **وسأل الرشید محمدا عمن حلف لا یکتب الی فلان فاومی بالکتابۃ ہل یحنث فقال نعم یا امیر المومنین ان کان مثلک** اور سوال کیا ہارون رشید نے امام محمد سے کہ جسنے قسم کھائی کہ فلانے شخص کو نہ لکھیگا پھر اُسنے دوسرے سے اشارہ کیا لکھنے کا کیا حانث ہوگا تو امام محمد نے کہا ہان یا امیر المومنین حانث ہوگا اگر حالف تمسا شخص ہو یعنی بادشاہ خود نہین لکھتا بلکہ غیر کو حکم کرتا ہی کتابت کا اور عادت سلاطین اور امرا کی یہی ہی کہ اشارہ اور ایما سے حکم کرتے ہین **لا یکلمہ شہرا فمن حین حلف** قسم کھائی کہ فلانے سے ایک مہینہ نہ کلام کریگا تو ابتدا مہینہ حلف کے وقت سے ہوگی تیس دن تک **ولو عرفہ فعلی باقیہ** اور اگر حالف نے مہینہ کو معرفہ مذکور کیا یعنے یون کہا لا یکلمہ الشہر تو اُس مہینے کی باقی تاریخون پر حنث ہوگی مثلا پچیسوین تاریخ قسم کھائی تو پانچ یا چھ روز باقی مین اگر کلام کریگا تو حانث ہوگا **بخلاف لاعتکفن او لاصومن شہرا فان التعیین الیہ** بخلاف اس مثال کے کہ والله اعتکاف کرونگا یا روزہ رکھونگا تو دنون کو تعیین کا اختیار اسکو ہی چاہیے حلف کے وقت سے مہینہ بھر اعتکاف کرے اور چاہیے باقی تاریخون مین اعتکاف کرے اور یہی حکم ہی سال اور دن کا اور بدائع مین ہی کہ اگر مثلا پہر دن سے قسم کھائی کہ ایکدن کلام نہ کریگا تو قسم ثابت ہوگی باقی دن اور پوری اگلی رات اور دوسرے دن پہر دن تک اور یہی حکم ہی رات کا **کذا فی النہر والفرق ان ذکر الوقت فیما یتناول الابد لاخراج ما ورائہ وفیما لا یتناولہ للمد الیہ** یعنی اور فرق کلام اور اعتکاف مین یہ ہی کہ ذکر وقت کا اُس فعل مین جو شامل ہی دوام کو واسطے اخراج ما سوا وقت کے ہوتا ہی اور جس فعل مین شمول دوام کا نہین ہی اُسمین ذکر وقت کا واسطے دراز کرنے فعل کے ہی اسوقت تک کذا فی الزیلعی مثلا اگر عدم کلام کی یمین مین مہینہ مذکور نہ ہوتا تو عدم تکلم تمام عمر کو شامل رہتا تو مہینہ ذکر کرنے سے باقی مدت عمر کی نکل گئی اور اعتکاف اور صوم کی یمین مین اگر مہینہ مذکور نہ ہوتا تو تمام عمر کا اعتکاف اور صوم شامل نہ ہوتا تو ذکر کرنا مہینہ کا واسطے تقدیر اعتکاف اور صوم کے ہی **حلف لا یتکلم فقرأ القرآن او سبح فی الصلوۃ لا یحنث اتفاقا** قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا پھر اُسنے قرآن پڑھا نماز مین یا سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلی نماز مین کہا تو بالاتفاق حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسکو عرف اور شرع مین متکلم نہین کہتے کذا فی البحر **وان فعل ذلک خارجہا حنث علی الظاہر کما رجحہ فی البحر ورجح فی الفتح عدمہ مطلقا للعرف وعلیہ الدرر والملتقی بل فی البحر عن التہذیب انہ لا یحنث بقراءۃ القرآن** الکتابۃ **فی عرفنا انتہی وقواہ فی الشرنبلالیۃ قائلا ولا علیک من اکثریۃ التصحیح لہ مع مخالفۃ العرف ویقاس علیہ القاری درس بالکن یعکر علیہ ان الشعر یحنث بہ لانہ کلام منظوم انتہی فیعم المنظوم وسائر فتامل** اور اگر قرارت قرآن اور تسبیح خارج نماز کی تو حانث ہوگا بنابر ظاہر مذہب کے چنانچہ اسی کو ترجیح دی ہی بحر الرائق مین اور فتح القدیر مین ترجیح دی ہی عدم حنث کو بسبب عرف کے مطلقا خواہ قرارت اور تسبیح نماز مین ہو خواہ خارج نماز خواہ عربی مین ہو خواہ فارسی مین اور عدم حنث پر درر اور ملتقی الابحر کا قول ہی بلکہ خود بحر الرائق مین تہذیب قلانسی سے منقول ہی کہ حانث نہین

ہوتا کتابوں کے پڑھنے سے ہمارے عرف میں انتہی کلامہ اور قوی کیا ہے فتح القدیر کے قول کو شرنبلالیہ میں اسطرح لکہکر تحریر اکثر یہ تصحیح حنث کا تردد کرنا لازم نہیں
باوجود مخالفت عرف کے اور تہذیب کے قول پر قیاس کیا گیا ہے پر درس کا القا یعنے شاگرد کا پڑھانا بھی کلام میں داخل نہیں مانند پڑھنے کے بنا بر عرف کے قیاس
ہے صاحب نہر کا لیکن قیاس مذکور پر وارد ہوتا ہے جو فتح القدیر میں ہے یعنی شعر پڑھنے سے تو حانث ہوگا اسواسطے کہ شعر کلام منظوم ہے انتہی کلام الفتح تو
غیر منظوم سے بطریق اولی حانث ہوگا سو تامل کر دم تامل کی وجہ یہ ہے کہ جب بعلت کلام منظوم ہونے کے شعر خوانی سے حانث ہوا تو کلام غیر منظوم سے جیسا کہ
درس ہے بطریق اولی حانث نہ ہوگا تو معلوم ہوا کہ قیاس درس کا قراءت کتب پر غیر مسلم ہے کذا فی الطحطاوی حلف لا یقرأ القرآن الیوم یحنث بالقراءۃ
فی الصلوۃ او خارجہا قسم کھائی کہ آج کے دن قرآن نہ پڑھیگا تو حانث ہوگا قرآن پڑھنے سے نماز میں یا غیر نماز میں ولو قرأ البسملۃ فان نوی
ما فی النمل حنث والا لا لانہم لا یریدون بہ القرآن اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پڑھا تو اگر اس قراءت سے سورہ نمل کی آیت کی نیت کی تو حانث ہوگا
اور اگر یہ نیت نہ کی تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ بسم کہنے سے لوگ قراءت قرآن کا ارادہ نہیں کرتے ہیں بلکہ بطور تبرک پڑھتے ہیں ولو حلف لا یقرأ سورۃ
کذا او کتاب فلان لا یحنث بالنظر فیہ وفہمہ یفتی واقعات اور اگر قسم کھائی کہ فلانی صورت یا فلانے کا خط نہ پڑھیگا تو اسمیں نظر کرنے اور اسکا مطلب
سمجھنے سے حانث نہ ہوگا یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الواقعات اسواسطے کہ نظر اور فہم قراءت نہیں حلف لا یکلم فلانا الیوم فعلے الجدید من القراءۃ الی الفعل
لا یمتد فعم قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا فلانے شخص سے آج کے دن تو یہ حلف رات اور دن دونوں پر شامل ہوگا بسبب متصل کرنے حالف کے یوم کو اس فعل
سے جسکو امتداد نہیں تو لیل اور نہار دونوں کو شامل ہوگا ہم کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکا کہ جب یوم مقارن ہوگا فعل غیر ممتد سے تو مطلق وقت
مراد ہوگا اور چونکہ کلام غیر ممتد ہے لہذا لیل و نہار دونوں کو شامل ہوگا لیل و نہار کو جدید میں اسواسطے انکے تجدد کے کہا طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی یہ مثال
صحیح نہیں اسواسطے کہ لا اکلم فلانا الیوم کا یہ حکم ہے کہ یمین باقی دن تک ہے رات کو شامل نہیں اسواسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ اگر حالف نے مثلا پہر دن چڑہے کہا
لا اکلمک الیوم تو یمین باقی دن تک رہیگی جب آفتاب غروب ہوگا تو یمین ساقط ہو جاویگی اور جو مثال اسکی کنز وغیرہ متون میں ہے سو یوں ہے یوم اکلم فلانا فعلے الجدیدین
فان نوی النہار صدق لانہ الحقیقۃ اگر مثال مذکور میں نیت نہار کی کریگا یعنی یوم سے فقط نہار مراد لیگا تو اسکی تصدیق ہوگی دیانۃ بھی اور قضاء بھی اسواسطے
کہ نہار حقیقت ہے یوم کی تو درصورت نیت حقیقت مجاز مراد نہ ہوگا تو اس صورت میں یوم لیل اور نہار کو شامل ہوگا ولو قال لیلۃ اکلم فلانا فعلی اللیل خاصۃ لعدم استعمالہا مفردا فی مطلق الوقت اور اگر یوں کہا کہ جس رات کہ میں کلام کروں فلانے سے تو ایسا ہو تو یہ یمین رات پر مخصوص ہوگی
بسبب نہ مستعمل ہونے لیل کے بلفظ مفرد مطلق وقت میں ہم یہ شارح نے دفع دخل کیا کہ بعضے اشعار عرب میں لیالی بمعنی مطلق وقت کے مستعمل ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ
بلفظ جمع لیل البتہ مطلق وقت میں مستعمل ہے نہ بلفظ مفرد وقال ان کلمتہ ای عمرا الا ان یقدم زید او حتی او الا ان یاذن او حتی یاذن فکذا فکلمہ
قبل قدومہ او قبل اذنہ حنث ولو بعدہما لا یحنث لجعل القدوم والاذن غایۃ لعدم الکلام کہا اگر میں عمرو سے کلام کروں مگر یہ کہ زید آوے یا یہاں تک کہ زید آوے
یا یوں کہا کہ اگر میں اس سے کلام کروں تا اینکہ زید اذن دے یا یوں بولا کہ اگر میں اس سے کلام کروں تا اجازت دینے زید کے تو ایسا ہو پھر اس سے بات کی قبل قدوم
زید کے یا قبل اذن دینے زید کے تو حانث ہوگا اور اگر بعد قدوم اور اذن زید کے عمرو سے بولا تو حانث نہ ہوگا بسبب قرار دینے حالف کے قدوم اور اذن کو غایت
عدم کلام کے ہم یمین باقی رہتی ہے قبل غایت کے اور منتہی ہوتی ہے بعد غایت کے تو بعد انتہاء یمین حانث نہ ہوگا سو حتی کا غایت کے واسطے موضوع ہونا تو ظاہر
ہے مگر الا بمعنی غایت باعتبار مجاز کے ہے اسواسطے کہ اصل الا میں استثنا ہے لیکن شرط اور غایت کے واسطے مجازا مستعمل ہوتا ہے جب استثنا متعذر ہو اسواسطے
کہ استثنا اور شرط اور غایت میں مناسبت ہے کہ ہر ایک کے ماقبل کا حکم مخالف ہوتا ہے مابعد کے کذا فی المنح وان مات زید قبلہما سقط الحلف اور اگر زید مر گیا قبل
قدوم اور اذن کے تو یمین ساقط ہوگئی اسواسطے کہ بر یمین کا محل ہی نہ باقی رہا قید بناخیر الجزاء لانہ لو قدمہ فقال امراتہ طالق الا ان یقدم زید لم تطلق لمانیۃ

بل للتعزیر لان الطلاق مما لا یحتمل التاقیت فما لطلاق یقید دمه بل بموتہ مصنف نے مثال مذکور کو مقید بنا فیر جزا کیا اسواسطے کہ اگر مثال مذکور میں جزا کو مقدم کرے سو یون کہے کہ اسکی عورت مطلقہ ہے گرچہ کہ زید آدے تو اس صورت مین الا واسطے غایت کے نہین بلکہ شرط کے واسطے ہے اسواسطے کہ طلاق ایسی چیز نہین جو تعیین وقت کی محتمل ہو تو عورت مطلقہ نہ ہوگی زید کے قدوم سے بلکہ زید کی موت سے ہم الا بمعنی غایت وہان ہوتا ہے جو توقیت کا محتمل ہوا اور طلاق اسکا محتمل نہین لہذا یہان بمعنی شرط ہے تو گویا اسنے یون کہا کہ ان لم یقدم زید فانت طالق یعنی اگر زید نہ آدیگا تو تو طالق ہے تو اب طلاق قدوم زید سے واقع ہوگی بلکہ اسکی موت سے ہوگی اسواسطے کہ قبل موت زید کے عدم قدوم کا تحقق نہین ہوسکتا اسواسطے کہ یمین مطلق ہے کما لو قال لغیرہ واللہ لا اکلمک حتے

باذن لی فلان او قال لغریمہ واللہ لا افارقک حتی تقضینی حقی او حلف لیوفینہ الیوم فمات فلان قبل الاذن او بری من الدین فالیمین

ساقطۃ والاصل ان الحالف اذا جعل لیمینہ غایۃ دفاتت الغایۃ بطل الیمین بہا خلافا للثانی چنانچہ حالف نے غیر سے کہا کہ واللہ مین تجھسے نہ بولونگا یہانتک کہ مثلا زید مجھکو اذن دے یا حالف نے اپنے قرض دار سے کہا کہ واللہ مین تجھکو نہ چھوڑونگا یہان کہ تو میرا حق ادا کرے یا قرض دار نے قسم کھائی کہ البتہ اسکا قرض آج ادا کرینگا پھر زید مر گیا قبل اذن دینے کے یا بری الذمہ ہوگیا قرض دار قرض معاف ہوجانے سے تو قسم ساقط ہوجائیگی اور اصل سقوط کی یہ ہے کہ قسم کھانے والے نے جب اپنی قسم کی ایک غایت مقرر کی اور وہ غایت فوت ہوگئی تو اسکے فوت ہونیسے قسم باطل ہوجاویگی امام اعظم اور

محمد کے نزدیک بسبب عدم امکان ہے بخلاف ابی یوسف کے کلمۃ ما زال فی مادام وماکان غایۃ تنتھی الیمین بہا فلو حلف لا یفعل کذا مادام بنجاری فخرج منہا ثم رجع ففعل لا یحنث لانتہاء الیمین کلمۃ ما زال اور مادام اور ماکان کا غایت کے واسطے ہے تو یمین اسی کے ساتھ آخر ہوجاویگی تو اگر قسم کھائی کہ ایسا نہ کرینگا ما دامیکہ بخارا مین رہیگا پھر قسم کے بعد بخارا سے نکلا پھر وہین پلٹ گیا پھر وہ فعل کیا جسکے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی تو حانث نہ ہوگا بسبب منتہی ہونے

یمین کے خروج سے وکذا لا یاکل ہذا الطعام مادام فی ملک فلان فباع فلان بعضہ لا یحنث باکل باقیہ لانتہاء الیمین ببیع البعض اور اسی طرح قسم کھائی کہ اس طعام کو نہ کھاونگا جبتک کہ فلانے کی ملک مین رہیگا سو فلانے اس طعام سے کچھ بیچا تو الباقی طعام کے کھانے سے حانث نہ ہوگا بسبب منتہی ہونے قسم کے

الی بعضہ

بعض کی بیع سے وکذا لا افارقک حتے تعطینی حقی الیوم او حتے اقدمک الی السلطان الیوم لا یحنث بمضی الیوم بل بمفارقتہ بعدہ ولو قدم الیوم لا یحنث ولو فارقہ بعدہ ہے اور اسی طرح قسم کھائی کہ تجھکو نہ چھوڑونگا یہانتک کہ تو میرا حق دے آج کے دن یا یون کہا کہ تجھکو نہ چھوڑونگا یہانتک کہ تجھکو حاکم کے پاس لیچلون آج کے دن تو حانث نہوگا دن کے گذرنے سے بلکہ بعد مدت کے قرض دار کے چھوڑ دینے سے حانث ہوگا اور اگر حالف نے یوم کو مقدم کیا یعنی یون کہا کہ لا افارقک الیوم حتے تعطینی حقی پھر وہ دن گذر گیا اور اسنے اسکو چھوڑا اور قرض دار نے قرض نہ ادا کیا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ حالف نے اسکو بعد گذرنے دن کے چھوڑ دیا ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ حالف نے فراق کے واسطے اسی دن کو وقت ٹھہرایا تھا کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا لو

ان یجرہ الی باب القاضی ویحلفہ فاعترف الخصم او ظہر شہود سقط الیمین لتقییدہ من جہۃ المعنی بحال انکرہ کما یجی فی باب الیمین فی الضرب اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ مدعا علیہ کو قاضی کے دروازہ کھینچ لیجاونگا اور قسم دلاونگا پھر اقرار کیا اسنے مال کا یا مدعی کے شاہد ظاہر ہوگئے تو یمین ساقط ہوجاویگی بسبب مقید ہونے یمین کے باعتبار معنی کے اس حال سے جبکہ وہ منکر تھا چنانچہ اسکا ذکر آویگا یمین فی الضرب کے باب مین وفی حلفہ لا یکلم عبدہ اے عبد فلان او عرسہ او صدیقہ او لا یدخل دارہ او لا یلبس ثوبہ او لا یاکل طعامہ او لا یرکب دابتہ ان زالت اضافتہ ببیع او طلاق او عداوۃ وکلمہ لم یحنث فی العبد ونحوہ مما یقصد کالدار اشار الیہ بہذا او لا علی المذہب لان العبد ساقط الاعتبار عند الاحرار فکان کالثوب والدار اور اس قسم مین کہ فلانے کے مثلا زید کے غلام سے کلام نہ کرینگا یا اسکی زوجہ یا اسکے دوست سے یا اسکے گھر مین نہ داخل ہوگا یا اسکا کپڑا نہ پہنیگا یا اسکا کھانا نہ کھاویگا یا اسکے جانور پر سوار نہ ہوگا اگر زید کی نسبت زائل ہوگئی بیع کرنے سے غلام اور دار اور ثوب اور طعام اور جانور مین یا طلاق دینے سے زوجہ مین یا دشمنی ہونے سے دوست

زنکارہ

ہیں اور کلام کیا اُس سے تو حانث ہوگا غلام میں اور اُسکے مانند میں جو قابل ملک ہو جیسا کہ گھر خواہ قسم کے وقت اُسکی طرف اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو بنا بر قول محمد کے یعنی خواہ یوں کہا کہ واللہ میں زید کے اس غلام سے نہ بولونگا یا یوں کہا کہ زید کے غلام سے نہ بولونگا ہر صورت اُسکے بولنے سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ غلام ساقط الاعتبار ہوتا ہے احرار کے نزدیک وہ مانند ثوب اور دار کے ہوگیا ہم غلام اس لائق نہیں ہوتا کہ شخص جو اُسکے عدم تکلم کی قسم کھاوے تو یہ قسم نہ دی مگر اُسکے مالک کے سبب سے پھر جب سکا دوسرا مالک ہوگیا بیع سے تو عدم تکلم کا عذر جاتا رہا لہذا حانث نہ ہوگا اور یہی حکم ہے ترک دار اور ثوب اور طعام کا **وفی غیرہ** ای فی تکلم غیر العبد من العرس والصدیق لا الدار لانہا لا تکلم فتکون الدار یسکو تاعنہا للعلم بانہا کالعبد بالطریق الاولی فتنبہ اور اُسکے غیر میں یعنی غیر عبد کے کلام کرنے میں مراد غیر عبد سے زوجہ اور دوست ہے نہ دار اسواسطے کہ دار لائق کلام کرنے کے نہیں تو دار کا حکم مسکوت ہوا اسواسطے کہ دار کا مانند عبد کے ہونا بطریق اولی معلوم ہے سو خبردار ہو جا ماتن نے شمول ملک ادل عبد دار زوجہ اور دوست اور دار کو جمع کیا پھر تفصیل میں ادل عبد کا حکم بیان کیا پھر غیر عبد کا حکم مذکور کیا حالانکہ غیر عبد میں دار بھی داخل ہے لیکن حکم اُس میں وہ شامل نہیں لہذا شارح نے کلام ماتن کی توجیہ کی یعنی غیر عبد سے فقط زوجہ اور دوست مراد ہے اس دلیل سے کہ دار لائق کلام نہیں تو اُسکا حکم مذکور نہیں اگر کوئی کہے کہ جب دار کا حکم مذکور نہیں کیا تو اُسکے ذکر کرنے سے کیا فائدہ شارح نے جواب دیا کہ دار کا حکم مانند حکم عبد کے بطریق اولی معلوم ہے تو اُسکے حکم کے علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی وجہ اولویت کی یہ ہے کہ زوال اضافت سے تکلم عبد سے حنث نہ ہوا حالانکہ عبد میں تو قبل ہے کہ اسکی ذات سے یمین ممکن ہے تو دخول دار سے بعد زوال اضافت کے بطریق اولی حنث نہ ہوگا اسواسطے کہ دار میں تعقل نہیں کہ اُسکے دخول سے کراہت ذاتی مقصود ہو پھر شارح بعد اس توجیہ کے اُسکو آگاہ کر دیا کہ تعمیم ماتن غیر مناسب ہے **ان اشار بہذا او عین حنث لان الہجر لذاتہ فالاشارۃ والتعیین لا الحنث وحنث بالمتجدد بان اشتری عبدا او تزوج بعد الیمین** اور غیرہ میں یعنی زید کی زوجہ اور دوست کے کلام سے اگر اشارہ کیا بلفظ ہذا یا اُسکو معین کر دیا نام لیکر تو حانث ہوگا بعد زوال اضافت کے اسواسطے کہ ترک بالذات بھی چھوڑنا ہوتا ہے اور اگر اشارہ نہیں کیا اور نام اُسکا لیا یعنی یوں کہا کہ زید کی زوجہ یا دوست سے کلام نہ کرونگا تو بعد زوال اضافت کے حانث نہ ہوگا اور حانث ہوگا عبد جدید اور زوجہ جدیدہ کے کلام سے تجدد کی صورت یہ ہے کہ زید نے غلام مول لیا یا نکاح کیا بعد یمین کے **لا لکلم صاحب ہذا الطیلسان مثلا فکلمہ بعد بیعہ حنث لان الاضافۃ للتعریف والداعی لمعنی فی المضاف الیہ** یعنی قسم کھائی کہ مثلا اس طیلسان والے سے کلام نہ کریگا پھر اُس سے کلام کیا طیلسان بیچنے کے بعد تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ اضافت اور نسبت شناخت کے واسطے ہے کچھ قید نہیں اور اسی واسطے اگر طیلسان مول لینے والے سے کلام کریگا تو حانث نہ ہوگا ہم طیلسان معرب ہے تیلسان کا وہ اہل عجم کا لباس ہے سیاہ اور مدور اُسکا تانا بانا صوف کا ہوتا ہے کذا فی المنح **الزمان والحین ومنکرہما ستۃ اشہر من حین حلفہ لانہ الوسط** لفظ زمان اور حین کا معرف باللام ہو خواہ نکرہ بلا لام مراد اُس سے چھ مہینے ہیں ابتدا حلف سے اسواسطے کہ چھ مہینے متوسط استعمال ہے زمان اور حین کا ہم حین کا ہے زمان قلیل میں مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالی (فسبحان اللہ حین تمسون) مراد یہاں ساعت ہے اور گاہے حین چالیس برس کے واسطے مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالی (ہل اتی علی الانسان حین من الدہر) انسان سے مراد آدم علیہ السلام ہیں اور حین سے چالیس سال مراد ہیں اور گاہے حین چھ مہینے میں مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالی (تؤتی اکلہا کل حین) ابن عباس نے کہا کہ حین سے یہاں چھ مہینے مراد ہیں اور چونکہ چھ مہینے متوسط رتبہ ہے استعمال میں حین کا لہذا عدم تکلم زمانی اور حینی کے حلف میں اسی قدر مراد ہوگا اسلیے کہ ساعت بھر عدم تکلم قسم کھانے پر موقوف نہیں یا قسم بھی مقصود ہے اور چالیس برس کی مدت دراز ہے بیشتر اتنا عدم تکلم مقصود نہیں لہذا متوسط رتبہ متعین ہوگیا اور لفظ زمان کا استعمال میں حین کے برابر ہے تا اینکہ مستعمل ہیں حین و زمان ایک ہی معنی میں مستعمل ہے کذا فی المنح والطحطاوی **وہذا ای بالنیۃ فانوی فیہا علی الاصح** جداً لنیۃ اور نیت کے ساتھ جو نیت حین اور زمان میں کریگا وہی مراد ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البدائع یعنی چھ مہینے کی تقدیر حین اور زمان میں اسوقت ہے جب لفظ قلیل یا کثیر مدت کی نیت نہ کی ہو اور رنیت ہو اُسکی

بدلول الوقت ... ۱۲
... بعض نہیں دیکھا ... ۱۲

نیت ہی کی تقدیر پر ادیگی وغرۃ الشہر وراس الشہر اول لیلۃ منہ ویومہا اور غرۃ شہر اور راس شہر سے مہینہ کی پہلی رات اور اسی کا دن مراد ہوا اور اول الشہر الی ما دون النصف واخرہ اذا مضے خمسۃ عشر لو یا فلو حلف ان یصوم اول یوم من اخر الشہر واخر یوم من اول الشہر صام الخامس عشر والسادس عشر اول شہر نصف مہینہ سے کم تر تک ہے اور آخر شہر اسوقت سے ہے جب پندرہ روز گذر جاویں تو اگر قسم کھائی کہ آخر شہر کے اول روز میں اور اول شہر کے آخر دن میں روزہ رکھیگا تو پندرھوین اور سولھوین تاریخ روزہ رکھے اسواسطے کہ سولھوین آخر شہر کا پہلا روز ہے اور پندرھوین اول شہر کا پچھلا دن ہے طحطاوی نے کہا ہے کہ مناسب تھا یون کہنا کہ اول شہر نصف شہر تک ہے جیسا کہ قہستانی نے کہا ہے اسواسطے کہ پندرھوین تاریخ کو فقہا نے اول شہر کا آخر دن کہا ہے والصیف من حین القاء الحشو الی لبسہ ضد الشتاء بدائع اور گرمی کا موسم اسوقت سے ہے جب روئی بھرا کپڑا اُتار ڈالا جاوے یہان تک کہ پھر اُسکے پہننے کی نوبت آوے اور سردی کا موسم اُسکے بالعکس ہے کذا فی البدائع ثم فتاوی عالمگیری مین واقعات سے منقول ہے کہ صیف اور شتا کی معرفت مین علما کا کلام مختلف ہے اور قول مختار ہے کہ اگر قسم کھانے والا اُس شخص مین رہتا ہو جہان کے لوگون مین گرمی اور سردی کا حساب مقرر ہو پس جسوقت صیف اور شتا کو پہچانتے ہون تو اُسکی قسم مین وہی حساب مقرری مراد ہوگا اور اگر وہان حساب معلوم نہ ہو تو شتا وہ ہے جسمین روئی دار یا پوستین وغیرہ کی حاجت ہو اور گرمی اُسکی بالعکس ہے اور ربیع کا موسم آخر شتا سے ہے اول صیف تک اور خریف آخر صیف سے ہے اول شتا تک فی حلفہ لا یکلمہ الدہر والابد ہو العمر ای مدۃ حیوۃ الحالف عند عدم النیۃ اور اس قسم مین کہ کلام نہ کریگا اُس سے دہر اور ابد مین تو دہر اور ابد سے عمر مراد ہے یعنے حالف کی زندگی کی مدت عدم نیت کے وقت یعنی درصورت نیت اُسکی نیت ہی معتبر ہوگی قلیل زمانہ ہو یا کثیر اور دہر سے مدت حیات مراد ہونا اُسوقت ہے جبکہ لفظ دہر کا معرف باللام ہو ودہر منکر ا[illegible] وقالا ہو کالحین وغیر خاف انہ اذا لم یدر عن الامام شئ فی مسئلۃ وجب الافتاء بقولہما اور دہر منکر کو امام اعظم نے نہ جانا کہ اُسکی حد کیا ہے اور صاحبین نے کہا کہ وہ ما نند حین کے ہے یعنے چھ مہینے پر محمول ہے اور یہ امر پوشیدہ نہین کہ جب امام سے کچھ روایت وارد نہین کسی مسئلہ مین تو اسمین فتوی دینا صاحبین کے قول پر واجب ہے کذا فی النہر الفائق ثم اعظم نے دہر منکر مین یعنے جسپر الف لام تعریف کا نہ ہو فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ دہر کیا ہے اسواسطے کہ استعمال دہر کا الحال ثلثہ چلیتی مدید اور قصیر اور وسیط پر ثابت نہین ہوا مانند لفظ حین کے تو نہ معلوم ہوا امام کو کہ کیا اُسکی تقدیر کیجیے اور اقل زمان متیقن تھا لیکن اُسکی عدم تکلم پر حلف کرنا مستبعد ہے اسواسطے لحظہ دو لحظہ کا عدم تکلم بلا یمین بھی متصور ہے لہذا اسمین توقف کرنا لازم ہوا اور یہ توقف صریح دلیل ہے امام کی فقاہت اور تدین پر کہ بلا حجت شرعی اپنی عقل کو دین مین دخل نہ دیا اور اُسمین اپنی عدم علمی کا صاف اقرار کردیا کذا فی فتح القدیر طحطاوی کے حاشیہ مین ہے کہ شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ جب مذہب مین اصلا نص نہو نہ امام سے نہ صاحبین سے تو امام مالک کے قول پر عمل کرنا چاہیے چنانچہ اسکو حموی نے حاشیہ اشباہ مین صریح کہا ہے اور امام مالک کے مذہب کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ مین امام مالک سے تصریح نہو تو امام شافعی کی طرف رجوع کرے تو جب حنفی مذہب نہ مذہب مین اور امام مالک کے مذہب مین نص نہ پاوے تو امام شافعی کے مذہب کی طرف رجوع کرے رضی اللہ عنہم اجمعین وفی السراج توقف الامام فی اربعۃ عشر مسئلۃ ونقل لا ادری عن الائمۃ الاربعۃ بل عن النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وعن جبریل علیہ السلام ایضا اور سراج مین ہے کہ توقف کیا ہے امام اعظم نے چودہ مسئلون مین اور لفظ ادری کا یعنے مین نہین جانتا چارون امامون سے منقول ہے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور جبریل علیہ السلام سے بھی لا ادری منقول ہے ہم کرمانی مین مذکور ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ بہترین مکانات کون ہے فرمایا کہ مین نہین جانتا جبریل سے دریافت کرونگا جبریل نے فرمایا کہ مین نہین جانتا ہون اپنے رب سے دریافت کرونگا پھر حق جل شانہ نے فرمایا خیر البقاع مساجد ہین اور مساجد کے بہتر لوگ وہ ہین جو اول مسجد مین داخل ہون اور آخر کو نکلتے ہین اور مساجد کے آنے والون مین برے لوگ وہ ہین جو مسجد مین سب سے پیچھے آتے ہین اور اول نکلجاتے ہین اور حقائق مین مذکور ہے کہ اسمین تنبیہ ہے عالم اور مفتی کو واسطے کہ جو امر معلوم نہ ہو اسمین توقف کرنے اور اپنی لا اعلمی ظاہر کرنے سے ننگ و عار نہ کرے اسواسطے کہ درصورت عدم علم

ربیع کا موسم ... (حاشیہ)

جرات کرے کے مسئلہ تھا اذا فترا علی اللہ ہی تحریم حلال یا تحلیل حرام سے اور منجملہ چودہ مسائل مذکورہ کے تو سائے ابن الی شحنہ نے نظم میں یون بیان کیے ہین منظم حمل الا ام
ابا حنیفۃ ونیہ + ان قال لا ادری لتسعۃ اسولہ + اطفال اہل الشرک این محلہم + وہل للملائکۃ الکرام مفضلۃ + ام انبیاء اللہ نہم الفاضلون + جلالہ الی الطیبہ کا کل لہ
والدہر مع وقت الختان فی کلبہم + وصف المعلم ای وقت حصلۃ + والحکم فی الخنثی اذا ما بال من + قرقیہ مع سور الحمار اشکلہ + اواجاز نقش العبد المسجد + من وقفہ ام لم یجز ان تفعلہ کذا فی
الطحطاوی الایام وایام کثیرۃ والشہور والسنون والجمع والازمنۃ والاحائین والدہور عشرۃ من کل صنف لانہ اکثر ما یذکر بلفظ الجمع اور ایام اور ایام
کثیرہ اور شہور اور سنون اور جمع اور ازمنہ اور احائین اور دہور کے الفاظ میں بشرطیکہ معرف باللام ہونے کے ہر نوع سے دس مراد ہین اسواسطے کہ لفظ
عشرہ ان الفاظ مین اکثر ہی جو بلفظ جمع مذکور ہوتے ہین ہم یعنے ایام کے لفظ مین دس روز مراد ہونگے اور شہور مین دس مہینہ اور سنون مین دس برس اور
جمع میں دس جمعہ اور ازمنہ مین دس زمانہ اور احائین مین دس احین اور دہور مین دس دہر مراد ہونگے امام کے نزدیک اسواسطے کہ جمع معرف باللام انتہی
استعمال لفظ جمع کیطرف منصرف ہے سو دہ عشرہ ہے اسواسطے کہ لغت سب مین بولتے مین ثلثۃ رجال واربعۃ رجال الی عشرۃ رجال پھر جب تجاوز ہوتا ہے عشرہ سے تو جمع کا صیغہ
مستعمل نہین ہوتا بلکہ مفرد بولا جاتا ہے جیسا کہ احد عشر رجلا کذا فی المنح اور شرح مین جو لفظ جمع بعد سنون کے ہے سو جمعہ کے دن کی جمع ہے تو اگر قسم کھائی کہ لا اکلمہ
الجمع تو مین دس دن جمعہ پر منعقد ہوگی تو اگر یوم الجمعہ کے سوا اور ایام مین بولیگا تو حانث نہوگا اور یہ مراد نہین کہ دس اسبوع پر یمین منعقد ہو ہان اگر لفظ جمع سے حالف
اسبوع کا قصد کریگا تو البتہ اسبوع تک کہ کلام لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی سنفہ لا اکلمہ الازمنۃ خمس سنین تو اس قسم مین کہ لا اکلمہ الازمنۃ پانچ برس مراد ہونگے اسواسطے
کہ سابق مین مذکور ہوچکا کہ لفظ زمان او حین چھ مہینے کی طرف منصرف ہے تو جب چھ مہینے کو دس بار لیا تو ساٹھ مہینے ہوئے جسکے پانچ برس ہوتے ہین وفی منکرہا
ثلثۃ لانہ اقل الجمع الا ان توصف بالکثرۃ کما مر اور الفاظ مذکورہ جبکہ نکرہ ہون بدون الف لام کے تو ہر نوع سے تین مراد ہونگے اسواسطے کہ تین اقل جمع ہے جبتک
نکرہ موصوف بالکثرۃ نہو جیسا کہ مذکور ہوچکا ہم متن کے قول مین لفظ ایام کثیرہ نکرہ موصوف بالکثرۃ ہے تو اسمین جمع منکر قلت پر محمول نہین بلکہ دس پر محمول ہے اور
اسی طرح سنون کثیرہ اور شہور کثیرہ تین پر محمول نہونگے حلف لا یکلم عبیدہ او عبید فلان او لا یرکب دوابہ او لا یلبس ثیابہ فیحنث بثلثۃ منہا حنث وان
کان لہ لفلان اکثر من ثلثۃ من کل صنف قسم کھائی کہ غلامون سے یا فلانے کے غلامون سے کلام نہ کریگا یا اسکے جانورون پر سوار نہوگا یا اسکے کپڑے نہ پہنے گا
پھر انمین سے تین کو عمل مین لایا یعنے اسکے تین غلامون سے بات کی یا اسکے تین جانورون پر سوار ہوا یا اسکے تین کپڑے پہنے تو حانث ہوگا اگرچہ فلانے شخص
کی ملک مین ہر نوع تین تین سے زیادہ ہون ہم حانث اسواسطے ہوگا کہ اقل جمع تین ہین اور شارح نے عبید کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا تا معلوم ہوجاسے
کہ بیان منکر اور مضاف مین کچھ فرق نہین والا بان کلم اقل من ثلثۃ لا یحنث وتصح نیۃ الکل وہ اگر ویسا نہ کیا اسطرح کہ دو یا ایک غلام سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا
اور صحیح ہے نیت کل کی یعنے غلامون کی یا تمام جانورون کی یا سب کپڑون کی نیت کریگا تو دیانۃ اور قضاء صحیح ہے ولو کانت یمینہ بطلاق زوجاتہ او عبید قائۃ او اخوانہ
لا یحنث ما لم یکلم الکل مما سمی لان المنع لمعنی فی ہولاء فتعلقت الیمین باعیانہم اور اگر یمین حالف کی فلانے کی زوجات یا اسکے دوستون یا اسکے بھائیون پر ہو
تو حانث نہوگا جبتک کل سے کلام نہ کریگا جس نوع کا کہ اسنے نام لیا یمین مین اسواسطے کہ روکنا کلام کا ان لوگون مین کسی معنی کے سبب سے ہے تو یمین
متعلق انکی ذاتون سے ہوگی ہم بخلاف عبید اور دواب و ثیاب کے کہ وہان یمین متعلق ہے ان ذاتون سے جو فلانے کی طرف منسوب ہین اور چونکہ نسبت
بلفظ جمع ہے اور اقل جمع تین ہے لہذا تین کے عمل مین لانے سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر خلاصہ یہ ہے کہ غلام اور دواب نفسے کے لائق نفرت کے نہین
لہذا وہان نسبت ملحوظ ہے اور زوجات فلانی وغیرہ بسبب تعقل اور حس کے لائق نفرت ہین لہذا وہان نسبت کا اعتبار نہین گویا یون کہا لا اکلم ہؤلاء ولو لم یکن لہ الا اخ
واحد فان کان یعلم بہ حنث والا لا کما فی الواقعات والحق فی النہر الاحد قاف الزوجات قالت وہی من المسائل الاربع التی یکون فیہا الجمع لواحد کما فی الاشباہ
اور اگر قسم کھائی کہ فلانے کے بھائیون سے کلام نہ کریگا تو اگر اسکا سوا ایک کے دوسرا کوئی بھائی نہو سو اگر حالف اسکو جانتا ہوگا تو حانث ہوگا اسلئے کہ اسنے

جان کر واحد کو بصیغہ جمع تعبیر کیا اور اگر ایک بھائی کا ہونا بنا ہوگا تو حانث نہ ہوگا کذا فی الواقعات اسواسطے کہ اُسنے جمع سے واحد کا ارادہ نہیں کیا نہر الفائق میں ہو جاننا اور اصد تاکو بھائیوں کے ساتھ ملحق کیا ہو تفصیل مذکور میں شارح کہتا ہو یہ مسئلہ اُن چاروں مسائل سے ہو جنمیں صیغہ جمع کا واحد کے واسطے مستعمل ہوتا ہو کذا فی الاشباہ ہم شرح اُنکی کتاب الیمین میں ایک مسئلہ بھائیوں کا ہو چونکہ ہو چکا اور دوسرا مسئلہ وقف اولاد کا ہو یعنی ایک شخص نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ اُسکا ایک ہی لڑکا ہو اور تیسرا مسئلہ یہ ہو کہ اپنے اقارب پر وقف کیا جو اُسکے شہر میں رہتے ہیں اور اُنمیں کوئی باقی نہ رہا سوا ایک شخص کے اور چوتھا مسئلہ یہ ہو کہ قسم کھائی کہ اس اناج کی تین روٹیاں نہ کھاونگا اور اُس

اناج میں ایک ہی روٹی ہوئی تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی والاطعمۃ والثیاب والنساء فیقع علی الواحد اجماعا لانصراف المعرف للعهد ان امکن والا فللجنس و ان نوی الکل صح اور لفظ اطعمہ اور ثیاب اور نسا کا صورت معرف باللام ہونے کے ایک پر واقع ہوتا ہو واسطے منصرف ہونے معرف باللام کے واسطے شخص معہود کے اگر ممکن ہو اور اگر ممکن ہو تو جنس کی طرف منصرف ہوگا اور اگر کل اطعمہ وغیرہ کی نیت کریگا تو صحیح ہو یعنے اگر قسم کھائی کہ لا یاکل الاطعمۃ تو جس طعام کی عادت اُسکے شہر میں جاری ہوگی اُسکے کھانے سے حانث ہوگا اگر طعام احد کی عادت نہو تو جنس طعام مراد ہوگی اور تحقق جنس کا ایک ہی میں بھی ہوتا ہو اگر اطعمہ وغیرہ کو بدون لام کہا یعنی لا یاکل اطعمۃ تو بدون تین طعام کے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی الطلاق والعتاق

یہ باب ہو طلاق اور عتاق کی یمین میں الاصل فیہ ان الولد المیت ولد فی حق غیرہ لا فی حق نفسہ وان الاول اسم لفرد سابق والاخیر لفرد لاحق والاوسط لفرد بین عدد متساویین النسا دین اس باب کے بعض مسائل میں قاعدہ یہ ہو کہ میت ولد اپنے غیر کے حق میں ولد ہو اور اپنی ذات کے حق میں ولد نہیں ہو اور البتہ اول فرد سابق کا نام ہو اور آخر فرد لاحق کا نام ہو اور وسط اُس فرد کا نام ہو جو برابر دو عدد کے درمیان میں واقع ہو پس ولد میت غیر کے حق میں ولد ہو یعنے اُسکے پیدا ہونے سے عدت منقضی ہوتی ہو حاملہ کی اور اُسیکی تولد کے بعد کا خون نفاس ہو اور ماں اُسکی ام ولد ہوجاتی ہو اور اُسکے تولد سے طلاق معلق بالولادۃ واقع ہوجاتی ہو لیکن ولد میت اپنے حق میں ولد نہیں یعنے اُسکا نام نہیں رکھا جاتا اور اُسکو غسل نہیں دیا جاتا اور اُسپر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی اور وہ وارث نہیں ہوتا اور وصیت اُسکے حق میں نافذ نہیں ہوتی اور آخر اخیر نہیں ہوتا اور اول کے مفہوم میں عدم تقدم غیر ضروری ہو لیکن وجود فرد متاخر لازم نہیں اور اخیر کے مفہوم میں وجود فرد سابق لازم ہو تو اگر شارح اول کی تعریف یوں کرتا کہ اول وہ ہو جسپر اُسکا غیر مقدم نہ ہو تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی وان المتصف باحدہا لا یتصف بالآخر للتنافی ولا کذلک الفعل لعدمہ

لان الفعل الثانی غیر الاول فلو قال آخر تزوج اتزوج فالتی اتزوجہا طالق طلقت المتزوجۃ مرتین لانہ جعل الآخر وصفا للفعل وہو العقد وعقدہا ہو الآخر اور قاعدہ یہ ہو کہ جو ذات کہ موصوف ہوگی ساتھ ایک کے امور ثلثہ سے تو دوسرے کے ساتھ موصوف نہ ہوگی یعنے جو ذات کہ موصوف باولیت ہو وہ موصوف بآخریت نہیں ہوسکتی بسبب مخالفت کے اور نہیں ہو ایسا فعل یعنے فعل البتہ موصوف باولیت و آخریت ہوتا ہو بسبب عدم تخالف اور تنافی کے اسواسطے کہ فعل ثانی جو موصوف بالآخریت ہو وہ غیر ہو فعل اول کے جو موصوف باولیت ہو تو اگر بولا کہ آخر نکاح جو میں کروں تو جس سے پچھلا نکاح کروں وہ مطلقہ ہو تو وہ عورت مطلقہ ہوگی جس سے دوبار نکاح کیا اسواسطے کہ اُسنے آخر کے لفظ کو فعل کا وصف ٹھہرایا اور وہ فعل عقد نکاح ہو تو پہلا نکاح عورت کا وہی آخر ہو مثلاً ایک عورت سے دوبار نکاح کرنے کی یہ صورت ہو کہ عورت سے اول نکاح کیا پھر اُسکو طلاق دی پھر اُس سے دوسری بار نکاح کیا تو پہلا نکاح موصوف باولیت ہوا اور دوسرا موصوف بآخریت ہوا اور اگر یوں کہے کہ پچھلی منکوحہ مطلقہ ہو بعد اُسکے ایک عورت سے نکاح کرے پھر دوسری سے نکاح کرے پھر پہلی کو طلاق دیکر اُس سے نکاح کرے پھر زوج مرجاوے تو وہی عورت مطلقہ ہوگی جس سے ایکبار نکاح کیا اسلیے کہ جس سے اعادہ نکاح کا کیا وہ پہلی ہوچکی اب وہ پچھلی نہیں ہوسکتی بسبب تنافی کے کذا فی الطحطاوی

اول عبد اشتریہ حر فاشتری عبدا عتق لما مران الاول اسم لفرد سابق فوجد کہا ایک شخص نے کہ اول غلام جسکو خرید کروں وہ آزاد ہو پھر اُسنے ایک غلام مول لیا تو وہ آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ پہلے مذکور ہوچکا کہ اول اُس فرد کا نام ہو جو سابق ہو اور وہ امر حاصل ہوا محشی قہستانی نے کہا کہ وجہ سابق میں بیان تامل ہو اور شاید وجہ تامل کی یہ ہو کہ سابق لاحق کا مقتضی ہو اور لاحق یہاں موجود نہیں اگر شارح یوں کہتا کہ اول وہ فرد ہو جسپر کوئی مقدم نہ ہو تو بہتر تھا

چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا ولو اشتری عبدین معاثم اخر فلا عتق اصلا لعدم الفردیۃ اور اگر دو غلاموں کو ساتھ ہی مول لیا تو کوئی غلام آزاد نہ ہوگا بسبب عدم فردیت کے یعنی تعلیق ایک غلام کی خرید پر تھی سو وہ غلام کی خرید میں متحقق نہیں اور تیسرا غلام اول نہیں فان زاد کلمۃ وحدہ او اسود او بالدنانیر عتق الثالث عملا بالوصف پھر اگر قول مذکور میں وحدہ یا اسود یا بالدنانیر کا لفظ زیادہ کیا تو تیسرا غلام آزاد ہوگا وصف پر عمل کرنے سے ہم یعنی اگر یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ وحدہ یعنی پہلا غلام جسکو تنہا میں خریدکروں وہ آزاد ہے تو تیسرا آزاد ہے اسواسطے کہ وہ پہلا عبد ہے جو تنہا خرید ہوا یا یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ اسود یعنی پہلا غلام جسکو سیاہ خریدکروں یا یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ بالدنانیر یعنی پہلا غلام جسکو دیناروں سے خریدکروں تو اگر تیسرا غلام سیاہ رنگ ہوگا یا دو غلام درم سے خریدے گئے ہونگے اور تیسرا دیناروں سے تو وہ آزاد ہوجاویگا ولو قال اول عبد اشتریہ واحدا فاشتری عبدین ثم اشتری واحدا لا یعتق الثالث واشار الی الفرق بقولہ لانہا

ای لان قولہ واحدا یحتمل ان یکون حالا من العبد او المولی فلا یعتق بالشک وجوز فی البحر جرہ صفۃ للعبد فہو کوحدہ وجوز فی النہر الرفع خبر المبتدا محذوف لس کواحد اور اگر کہا کہ غلام جسکو میں خرید کروں در حالت وحدت وہ آزاد ہے پھر اسنے دو غلام خریدے پھر ایک غلام خرید کیا تو تیسرا غلام آزاد نہ ہوگا بسبب احتمال کے اور مصنف نے احتمال کے لفظ سے اول مثال اور اس مثال کے فرق کی طرف اشارہ کیا یعنی واحد کا لفظ اس مثال میں محتمل ہے کہ غلام سے حال واقع ہو یا مولے سے اسواسطے کہ حال فاعل اور مفعول دونوں سے واقع ہوسکتا ہے تو آزاد نہ ہوگا بسبب شک کے بخلاف اول عبد اشتریہ وحدہ کے کہ وہاں لفظ وحدہ کا حال نہیں پڑ سکتا ہے بسبب ضمیر غائب کے اور بحر الرائق میں واحد کے لفظ میں جر تجویز کیا ہے باعتبار صفت ہونے عبد کے تو واحد بجا وحدہ ہوگیا یعنی عبد ہی کا وصف ہوگا نہ مولی کا تو غلام آزاد ہوجاویگا اور نہر الفائق میں رفع واحد کا تجویز کیا ہے مبتدا محذوف کی خبر ڈال کر یعنی ہو واحد تو اس تقدیر میں مانند اول عبد واحد اشتریہ کے ہوا ولو قال اول عبد املکہ فہو حر فملک عبدا ونصف عبد عتق الکامل کذا الثیاب بخلاف المکیلات والموزونات

للمزاحمۃ زیلعی اور اگر کہا کہ پہلا غلام جسکا میں مالک ہوں سو وہ آزاد ہے پھر وہ مالک ہوا ایک غلام اور نصف غلام کا تو پورا غلام آزاد ہوگا اور یہی حکم ہے کپڑوں کا بخلاف کیلی اور وزنی چیزوں کے بسبب مزاحمت کے کذا فی شرح الزیلعی ہم نصف غلام کا پورا غلام نہیں تو عبد کامل کے نام میں نہ شریک ہوگا تو عبد کامل سے فردیت اولیت کے نام کو قطع نہ کریگا بخلاف کیلی اور موزون کے یعنی اگر یوں کہا کہ اول سیر جسکا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے پھر وہ ڈیڑھ سیر کا مالک ہوا تو اسپر کچھ لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ کیلی اور موزون میں نصف کل میں شریک اور مزاحم ہوجاتا ہے اسواسطے کہ ملنے سے ایک چیز ہوجاتا ہے یعنی آدھ سیر کو جب آدھ سیر سے ملا سکے تو پورا سیر ہوجاتا ہے اور ثوب اور عبد میں یہ اشتراک اور مزاحمت حاصل نہیں کذا فی المنح قال آخر عبد املکہ فہو حر فملک عبدا فمات لم یعتق اذ لابد للآخر من الاول بخلاف

العکس کالبعد لابد لہ من قبل بخلاف القبل اور اگر کہا کہ پچھلا غلام جسکا میں مالک ہوں سو وہ آزاد ہے پھر وہ ایک غلام کا مالک ہوا پھر حالف مرگیا تو وہ غلام آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ آخر کے واسطے اول کا ہونا ضرور ہے سو یہاں موجود نہیں بخلاف بالعکس کے یعنی اول کے واسطے آخر کا ہونا ضرور نہیں جیسے بعد کے واسطے قبل کا ہونا ضرور ہے بخلاف قبل کے کہ اسکے واسطے بعد کا ہونا ضرور نہیں فلو اشتری المالک المذکور عبدا ثم عبدا ثم مات الحالف عتق الثانی مستندا الی وقت الشراء فیعتبر من کل المال لو الشراء فی الصحۃ

والا فمن الثلث سو اگر حالف مذکور نے ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا غلام مول لیا پھر حالف مرگیا تو دوسرا غلام آزاد ہوگا خرید کے وقت سے مستند ہوکر تو اعتبار اسکے عتق کا کل مال سے ہوگا اگر خرید اسکی حالف کی صحت میں ہوئی ہوگی اور نہیں تو ثلث مال سے آزاد ہوگا ہم وجہ استناد کی یہ ہے کہ حالف کی موت سے غلام ثانی کا آخر ہونا ثابت ہوا ہے اسواسطے کہ حیات میں تیسرے غلام خرید کرنے کا احتمال ہے اور نفس الحقیقت متصف ہونا غلام ثانی کا بوصف آخریت کے وقت شرا سے ثابت ہے لہذا اسکا عتق بھی وقت شرا سے ہوگا وعلیہ فلا یصیر فارا لو علق الثلاث بالآخر فانما لہا اور بنا بر قول استناد کے زوج فار نہ ہوگا اگر اسنے طلاق بائن زوجہ کی پچھلے نکاح پر تعلیق کی ہو بخلاف صاحبین کے ہم یعنی اگر زوج نے کہا کہ جس عورت سے آخر نکاح میں کروں سو مطلقہ ہے تو امام کے نزدیک نکاح کے وقت سے طلاق واقع ہوگی لہذا وہ فار نہ ہوگا تو اگر اس سے صحبت کی ہوگی تو نصف مہر بسبب اشتباہ دخول کے اور نصف بسبب طلاق قبل دخول کے لازم آویگا اور

عدت اسکی حیض سے ہوگی بدون ہوگی سکے اور وہ وارث نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق اسکی موت سکے نزدیک واقع ہوگی اور طلاق اور وفات کی عدت میں جو ابعد ہوگی وہ اسپر واجب ہوگی کذا فی المنح والا الوسط ففی البدائع انہ لا یکون الا فی وتر فتالی الثلثۃ وسط وکذا ثالث الخمسۃ وہکذا اور فرد وسطکا بیان تو بدائع میں یون ہو کہ متوسط متحقق نہیں ہوتا مگر طاق عدد میں تو تین کا دوسرا متوسط ہو اور اسی طرح پانچ کا تیسرا اور سات کا چوتھا متوسط ہو علیٰ ہذا القیاس ہم جفت عدد میں متوسط نہیں ہوتا تو جب ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا پھر تیسرا تو دوسرا متوسط ہو پھر جب چوتھا خرید کیا تو دوسرا متوسط نہ رہا پھر جب پانچوان خرید کیا تو تیسرا غلام متوسط ہوگیا پھر جب چھٹا خرید اتو وہ بھی متوسط نہ رہا وعلیٰ ہذا القیاس تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تین یا پانچ میں متوسط ہونا ثابت نہیں ہوسکتا بدون مولی کی موت سکے تو اگر مولے نے کہا کہ وسط غلام جسکو میں خرید کرون آزاد ہی تو بعد موت پہلے کے تین میں دوسرا اور پانچ میں تیسرا آزاد ہوگا امام کے نزدیک وقت خرید سے آزادی ہوگی اور صاحبین کے نزدیک موت سے اور اگر چار غلام ہونگے یا چھ تو کوئی آزاد نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ان ولدت فانت کذا حنث بالمیت ولو سقطا مستبین الخلق والا الا گر جنی تو تو ایسی ہو تو حانث ہوگا مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اگرچہ تمام لڑکا جیسکے اعضا ظاہر ہوگئے پیدا ہوا اور اگر لڑکے کے اعضا ظاہر نہون یعنی گوشت کا لوتھڑا ہو تو حانث نہوگا بخلاف فہو حر فولدت میتا ثم اخر حیا عتق الحی وحدہ لبطلان الرق بالموت بخلاف الولد والولادۃ بخلاف اس قول کے کہ اگر تو جنی تو لڑکا آزاد ہی پھر لونڈی مردہ لڑکا جنے بعد اسکے زندہ لڑکا جنے تو فقط زندہ آزاد ہوگا نہ مردہ بسبب باطل ہوجانے مالکیت کے مرجانے سے بخلاف ولد اور ولادت کے یعنی اگر کہا کہ تو لڑکا جنی یا یون بولا کہ اگر تو جنی تو تو آزاد ہی تو لونڈی آزاد ہوجاویگی مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اسواسطے کہ تحقق ولد اور ولادت کا میت سے بھی ہوتا ہی البشارۃ عرفا اسم لخبر سار خرج الضار فلیس بشارۃ عرفا بل لغۃ ومنہ فبشرہم بعذاب الیم بشارت یعنی خوشخبری عرف میں اس خبر کا نام ہی جو مسرور اور خوش کردے تو اس قید سے رنج دینے والی خبر نکل گئی سو وہ بشارت نہیں عرف میں بلکہ لغت میں اسکو بھی بشارت کہتے ہیں اور بنابر لغت کے یہ قول ہی حق تعالی کا کہ بشارت دے کافرون کو عذاب دردناک کی اور یہان میں عرف کا اعتبار ہی نہ لغت کا صادق خرج الکذب فلا یتغیر وہ خبر راست ہو تو اس قید سے کذب نکل گیا تو وہ معتبر نہیں یعنی جھوٹی خبر بشارت نہیں لیس للمبشر بہ علم فیکون من الاول دون الباقین ایسی خبر ہو کہ جسکو بشارت دی گئی وہ اسکو نہ جانتا ہو تو بشارت اول مخبر کے خبر دینے سے ہوگی نہ باقی مخبرون سے یعنی اگر چند لوگون نے خوشخبری سنا دی تو جسنے اول خبر دی اسی کی خبر کو بشارت کہینگے اسکے سوا اور لوگون کی اسواسطے کہ وہ آگاہ ہوچکا اول مخبر فلو قال کل عبد بشرنی فہو حر فبشرہ ثلثۃ متفرقون عتق الاول فقط لما قلنا تو اگر مولے نے کہا کہ جو غلام مجکو ایسی بشارت دے وہ آزاد ہی پھر تین غلامون نے جدا جدا بشارت دی تو فقط پہلا غلام بشارت دینے والا آزاد ہوگا اسی وجہ سے جسکو ہم ابھی بیان کرچکے ہین فی تلون بکتابۃ ورسالۃ مالم ینوا المشافہۃ فیکون کالحدیث اور بشارت لکھ بھیجنے اور کہلا بھیجنے سے بھی ہوتی ہی جب تک مولے نے خطاب بالمشافہ کی نیت نہ کی ہو اور اگر بالمشافہ کی نیت کریگا تو بشارت مانند حدیث کے مقید بالمشافہ ہوگی ولو ارسل بعض عبیدہ عبدا آخران ذکر الرسالۃ عتق المرسل والا الرسل اور اگر مولے کے بعض غلام نے دوسرے غلام کو بھیجا بشارت دینے کو تو اگر اسنے رسالت کو ذکر کیا تو بھیجنے والا آزاد ہوگا اور نہین تو پیام پہونچانے والا آزاد ہوگا یعنے اگر پیام پہونچانے والے غلام نے یون کہا کہ فلانے غلام نے مجھ سے پیام کہلا بھیجا ہو تو پیام کا بھیجنے والا آزاد ہوگا اور اگر اسنے پیام کو نہ ذکر کیا تو خود پیام پہونچانے والا آزاد ہوگا وان بشروہ معا عتقوا لتحققہا من الکل بدلیل فبشرناہ بغلام حلیم اور اگر مولے کے سب غلامون نے ساتھ ہی بشارت پہونچائی بلا تقدم تاخر تو سب آزاد ہوجاوینگے بسبب ثابت ہونے بشارت کے ہر غلام سے بدلیل اس آیت قرآنی کے تو خوشخبری سنائی فرشتون نے ابراہیم علیہ السلام کو فرزند صاحب علم کی یعنے اس آیت میں جمیع ملائکہ مخبرین کی طرف بشارت منسوب ہوئی ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے آیت مذکورہ میں فبشرناہ کہا مانند زیلعی اور کمال الدین بن الہمام اور صاحب بحرالرائق کے حالانکہ قرآن مجید میں ولبشروہ ہی والبشارۃ لا فرق فیہا بین ذکر الباء وعدمہا بخلاف الخبر فانہ یختص بالصدق مع الباء کما مر فی الباب قبلہ اور بشارت کی لفظ میں کچھ فرق نہیں درمیان ذکر کرنے با جارہ کے اور اسکے عدم ذکر میں یعنے خواہ بشارت کے ساتھ با جارہ کو

بانہو بہ صورت بشارت مخصوص بصدق ہے بخلاف لفظ خبر کے کہ وہ باء جارہ کے ساتھ مخصوص بصدق ہے چنانچہ اس بات سے پہلے مذکور ہو چکا والکتابۃ کالخبر فیما ذکر ای لفظ کتابت
کا مانند خبر کے ہے امر مذکور میں یعنی باء جارہ کے ساتھ مخصوص بصدق ہے اور بدون اسکے صدق اور کذب دونوں کو شامل ہے اسواسطے کہ کتابت عبارت ہے جمیع حروف
سے مطلقا الاعلام لابد فیہ من الصدق ولو بلا باء کالبشارۃ لان الاعلام اثبات العلم والکذب لا یفیدہ بدائع اور اعلام کی لفظ میں صدق ضروری ہے اگرچہ
بدون باء جارہ کے ہو مانند لفظ بشارت کے اسواسطے کہ اعلام عبارت ہے اثبات علم سے اور کذب اثبات علم کا مفید نہیں کذا فی البدائع قاعدۃ النیۃ
اذا قارنت علۃ العتق الاختیاریۃ کالشراء مثلا بخلاف الارث لانہ جبری قاعدہ ہے کہ جب نیت مقارن اور متصل ہو اختیاری علت عتق سے چنانچہ خریدنا مثلا
بخلاف وراثت کے کہ وہ جبری علت ہے عتق کی نہ اختیاری والحال ان رق المعتق کامل صح التکفیر والا بان لم تقارن العلۃ او قارنتھا والرق غیر کامل کام الولد لا
یصح التکفیر ثم فرع علیھا بقولہ اور حال یہ ہے کہ مملوکیت معتق کی کامل ہے تو کفارہ دینا اس عتق سے صحیح ہو اور اگر ایسا نہ ہو اسطرح کہ نیت علت عتق کی مقارن نہ ہو یا
مقارن ہو علت کی در حالیکہ مملوکیت غیر کامل ہے چنانچہ ام ولد میں تو کفارہ دینا صحیح نہیں پھر بعد تمہید قاعدہ مذکورہ کے مصنف نے اپنے اگلے قول کو اسپر متفرع کیا
فصح شراء ابیہ للکفارۃ للمقارنۃ تو خرید کرنا اپنے باپ کا واسطے کفارہ ادا کرنے کے خواہ کفارہ یمین ہو یا اور کفارات صحیح ہے بسبب مقارنت نیت کے یعنی چونکہ خرید علت
ہے عتق کی تو خرید کے وقت نیت عتق مقارن ہوئی تو بموجب قاعدہ مذکورہ کے بلا شبہہ تکفیر صحیح ہوگی لا شراء من حلف بعتقہ لعدمھا خرید کرنا اس غلام کا جسکی آزادگی
کی قسم کھائی بسبب عدم مقارنت کے ہے چنانچہ اگر کہا اگر میں فلانے کو خرید کروں تو وہ آزاد ہے پھر اسکو ادائے کفارہ کی نیت سے خرید کیا تو یہ تکفیر صحیح نہیں اسواسطے کہ شرط
صحت اتصال نیت کا ہے ساتھ نیت عتق کے اور علت عتق اس مثال میں یمین ہے اور خرید علت نہیں بلکہ شرط عتق ہے تو اتصال نیت کا علت کے ساتھ
نہ ہوا بلکہ شرط کے ساتھ ہوا کذا فی المنح ولا شراء مستولدۃ بنکاح علق عتقھا عن کفارتہ بشراءہا للنقصان رقہا اور صحیح نہیں کفارہ کے واسطے خرید کرنا منکوحہ
لونڈی کا جسکی آزادی کو معلق کیا اپنے کفارہ سے ہو لیکن بسبب ناقص ہونے اسکی مملوکیت کے یعنی ایک شخص نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر کہا اگر میں تجھکو خرید کروں
تو تو آزاد ہے میری قسم کے کفارہ کی طرف سے پھر اسکو خرید کیا تو بمجرد خرید کے وہ آزاد ہو جاویگی بسبب پائے جانے شرط کے لیکن کفارہ ادا نہو گا اسواسطے کہ حریت
اسکی بسبب استیلاد کے متحقق ہو چکی تو کل عتق لیئے ہر وجہ سے آزاد ہونا خرید کی طرف منسوب نہوا اسوجہ سے کہ مملوکیت اسمیں ناقص ہے حالانکہ قاعدہ میں کہہ چکا
کہ بدون ملک کامل کے تکفیر صحیح نہیں کذا فی المنح بخلاف ما اذا قال لقنۃ ان اشتریتک فانت حرۃ عن کفارۃ یمینی فاشتراہا حیث تجزیہ عنھا للمقارنۃ
کما تجزیہ لو وہبت او اوصیت لہ ناویا عند القبول بخلاف ارث لما مر زیلعی بخلاف اسکے یہ ہے کہ کہا ایک خالص لونڈی سے کہ اگر میں تجھکو خرید کروں تو تو آزاد ہے میری قسم کے کفارہ
کی طرف سے پھر اسکو خرید کیا اسواسطے کہ یہ خرید کفارہ کے واسطے کافی ہے بسبب مقارنت نیت کے ساتھ خرید کے جیسے تکفیر صحیح ہے ہبہ قبول کرنے اور وصیت میں
قبول کرنے کے وقت بخلاف ارث کے کہ اسمیں قران نیت کا کافی نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی ہم شرح زیلعی میں مذکور ہے کہ اگر اسکے قریب نے اسکو
غلام ہبہ کیا یا اسکے واسطے غلام کی وصیت کی سو اسنے قبول کرنے کے وقت کفارہ کی نیت کی تو صحیح ہے بخلاف ارث کے کہ وہ اختیاری امر نہیں کذا فی الطحطاوی
وعتق بقولہ ان تسریت امۃ فھی حرۃ من تسری امۃ ای فی ملکہ حینئذ ای حین حلفہ لمصادفتھا الملک اور اس قول سے کہ اگر میں حرم بناؤں کسی لونڈی کو
تو وہ آزاد ہے اس لونڈی کا عتق ثابت ہو گا جسکو مولے نے حرم بنایا اور حالانکہ وہ اسکے ملک میں تھی یعنی اسکی تعلیق کے وقت بسبب متحقق ہونے تعلیق کے ملک میں
لا تعتق من شراہا فتسراہا اما آزاد نہو گی وہ لونڈی جسکو تعلیق مذکور کے بعد خرید کیا پھر اسکو حرم بنایا اسواسطے کہ تعلیق بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہیں وثبوت
التسری بالتحصین والوطی وشرط الثانی عدم العزل فتح اور ثابت ہوتا ہے حرم بنانا تحصین اور وطی سے اور ابو یوسف نے تحصین اور وطی کے ساتھ عدم عزل بھی شرط کیا ہے
کذا فی فتح القدیر عزل یہ ہے کہ انزال کے وقت عورت سے جدا ہو جاوے ہم تسری عبارت ہے اتخاذ سریہ سے اور سریہ بضم سین و تشدید را مہملہ و یائے تحتیہ بمعنی حرم ہے یعنی
جو لونڈی کہ مولے کے تصرف میں آوے سریہ یا سرور سے ہے اسواسطے کہ لونڈی حرم ہونے سے خوش ہوتی ہے اور اسکی وجہ سے بھی اس سے خوش ہوتا ہے یا سر بمعنی جماع اور اتفاقا

ہی اسواسطے کہ اکثر حرم کو زوجہ سے مخفی رکھتے ہیں اور تحقیقی عبارت اس سے ہی کہ اُسکو علیحدہ مکان دے اور باہر نکلنے سے منع کرے کذا فی الطحطاوی ولو قال ان تسریت امۃ فانت طالق او عبدی حر فتسری بمن فی ملکہ او من اشتراہا بعد التعلیق طلقت وعتق وافاد الفرق بقولہ لوجود الشرط بلا مانع لصحۃ تعلیق طلاق المنکوحۃ بای شرط کان فلیحفظ اور اگر زوج یا مولے نے کہا کہ اگر میں کسی لونڈی کو حرم بناؤں تو تو مطلقہ ہی یا میرا غلام آزاد ہی پھر اُسنے حرم بنایا اُس لونڈی کو جو اُسکی ملک میں تھی یا اُس لونڈی کو جسکو خرید کیا بعد اس تعلیق کے تو زوجہ اُسکی مطلقہ ہوگی اور غلام اُسکا آزاد ہو جاویگا اور فرق بیان کیا مصنف نے اس مثال میں اور مثال سابق میں اپنے قول لوجود الشرط سے یعنی طلاق واقع ہوئی بسبب پائے جانے شرط طلاق کے بلا مانع بسبب صحیح ہونے طلاق منکوحہ کے ہر شرط سے اس فرق کو یاد رکھنا چاہیے ہم ایک عالم ہمعصر صاحب بحر الرائق سے خطا ہوگئی کہ اُسنے تعلیق طلاق بالتسری کو تعلیق حریت بالتسری پر قیاس کیا یعنی جیسے ان تسریت امۃ فہی حرۃ کہنے سے وہ لونڈی آزاد نہیں ہوتی جو بعد اس تعلیق کے خرید ہوئی اور حرم بنی اسی طرح ان تسریت امۃ فانت طالق کہنے سے منکوحہ مطلقہ نہوگی اگر بعد تعلیق کے لونڈی خرید ہوکر حرم بنائی گئی حالانکہ یہ قیاس غلط ہی اسواسطے کہ تعلیق حریت کی بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہیں لہذا وہ لونڈی آزاد نہیں ہوئی بخلاف طلاق منکوحہ کے کہ اُسکی تعلیق ہر شرط سے صحیح ہی شارح نے محافظت وجہ فرق کا اسواسطے امر کیا تاکہ دوسرا عالم نہ خطا کرے کل مملوک لی حر عتق عبیدہ ومدبروہ ودین فی نیۃ الذکور لا الاناث و امہات اولادہ لملکہ یدا ورقبۃ اور ہر مملوک میرا آزاد ہی تو اس قول سے اُسکے سب غلام اور مدبر اور اُسکی سب لونڈیاں ام ولد آزاد ہو جاوینگی بسبب اُنکے مملوک ہونے کے تصرف کی راہ سے اور ذات کی راہ سے اور دیانۃ اُسکی تصدیق کیجاویگی ذکور کی نیت میں نہ اناث کی نیت میں یعنی اگر مولے کہے کہ میں نے اس قول سے غلاموں کی آزادی کی نیت کی نہ لونڈیوں کی تو دیانۃ اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسواسطے کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہی نہ قضاءً اور اگر کہے کہ میں نے اس قول سے لونڈیوں کا عتق مراد لیا نہ غلاموں کا تو مطلقاً تصدیق نہوگی اسواسطے کہ ہر چند مملوک کا لفظ ذکور کے واسطے ہی نہ اناث کے واسطے کہ انثی کو مملوکہ کہتے ہیں لیکن جب ذکور اور اناث مختلط ہوں تو لفظ مذکر کا مستعمل ہوتا ہی بطریق تغلیب کے تو اس صورت میں اناث کی نیت لغو ہوگی کذا فی الطحطاوی لا مکاتبۃ الا بالنیۃ ومعتق البعض کالمکاتب لعدم الملک یدا نہ آزاد ہوگا قول مذکور سے مکاتب اُسکا مگر مکاتب کی نیت کرنے سے اور جو غلام کہ کچھ آزاد ہو چکا ہو وہ مکاتب کے مانند ہی بسبب عدم ملک کے مکاتب پر از راہ تصرف وفی الفتح ینبغی فی کل عبد قولی لی حر ان یعتق المکاتب الا ام الولد الا بالنیۃ اور فتح القدیر میں ہی اس قول میں کہ ہر غلام میرا آزاد ہی لائق یہ ہی کہ مکاتب آزاد ہو نہ ام ولد مگر بنیت اسواسطے کہ ام ولد میں قیمت کہ ہی مکاتب سے ہذہ طالق او ہذہ وہذہ طلقت الاخیرۃ وخیر فی الاولیین وکذا العتق والاقرار لان او لاحد المذکورین وقد ادخلہا بین الاولیین وعطف الثالث علی الواقع منہما فکان کاحدکما طالق وہذہ کہا زوج نے اپنی تین عورتوں سے اشارہ کرکے کہ یہ مطلقہ ہی یا یہ اور یہ تو پچھلی عورت مطلقہ ہوگی اور اُسکو اختیار رہیگا پہلی دو عورتوں میں جسکو چاہے اُنمیں سے ایک کو طلاق دے اور یہی حکم ہی عتق اور اقرار کا اسواسطے کہ لفظ او جسکا ہندی میں یا ترجمہ ہی دو امر مذکور میں سے ایک امر کے واسطے ہی اور اُسکو زوج نے داخل کیا ہی پہلی دو عورتوں کے درمیان میں اور عطف کیا تیسری عورت کو اُس مطلقہ پر جو اُن دونوں میں سے طلاق واقع ہوئی ہی تو قول مذکور اس قول کے مانند ہوگیا کہ تم دو عورتوں میں سے ایک مطلقہ ہی اور یہ مطلقہ ہی اور عتق کی مثال یوں ہی کہ مولے نے اپنے تین غلاموں سے کہا کہ یہ غلام آزاد ہی یا یہ یہ تو تیسرا غلام آزاد ہوگا اور پہلے دو غلاموں میں تعیین عتق کا مولی کو اختیار ہوگا بدلیل مذکور اور اقرار کی مثال یہ ہی کہ زید کے مجھپر ہزار درم ہیں یا خالد کے اور محمود کے تو پانسو درم محمود کے ثابت ہونگے اس اقرار سے اور باقی پانسو میں مقر کو بیان کا اختیار ہی چاہے زید کے واسطے اقرار کرے چاہے خالد کے واسطے کذا فی المنح ولا یصح عطف ہذہ الثالثۃ علی ہذہ الثانیۃ للزوم الاخبار عن المثنی بالمفرد اور صحیح نہیں اس تیسری عورت کا عطف کرنا اُس دوسری عورت پر بسبب لزوم خبر دینے مفرد کے مثنی سے ہم یہ جواب ہی فتح القدیر کے اعتراض کا خلاصہ اعتراض کا یہ ہی کہ ہذہ ثالثہ کا عطف بالواو محتمل ہی کہ ہذہ ثانیہ پر ہو تو اس صورت میں تیسری پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اب تردید واقع ہوئی فقط اولی کے درمیان میں اور ثانیہ اور ثالثہ کے درمیان میں ساتھی تو زوج پر بیان طلاق لازم ہوگا خلاصہ جواب یہ ہی کہ عطف ثالثہ کا ثانیہ پر نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ خبر اول مفرد ہی یعنی طالق تو خبر ثانی بھی مفرد ہوگی تو تقدیر کلام یوں ہوگی کہ ہذہ طالق او ہاتان طالق حالانکہ تثنیہ کی خبر مفرد نہیں واقع ہوتی اور خبر کو تثنیہ مقدر کرنا یعنی یوں کہنا او ہاتان

طالق ان سو جائز نہیں اسواسطے کہ معطوف علیہ میں تثنیہ مذکور نہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ معطوف میں وہی مقدر ہوتا ہے جو معطوف علیہ میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی ولو ذکر للثانی
خبرا فان ذکر بان قال ہذہ طالق او ہذہ وہذہ طالقان او قال ہذہ احرار وہذا وہذا احرار فانہ لا یتعین بل یخیر ان اختار الایجاب الاول عتق الاول وحدہ وطلقت
الاولی وحدہا وان اختار الایجاب الثانی عتق الاخیران وطلقت الاخیرتان اور یہ حکم جو مذکور ہو چکا اسوقت ہے جب ثانی اور ثالث کی خبر
نہ مذکور کیا سو اگر اسکو مذکور کیا اسطرح کہ زوج نے کہا کہ یہ عورت مطلقہ ہے یا یہ اور یہ دونوں مطلقہ ہیں یا مولی نے کہا کہ یہ غلام آزاد ہے یا یہ اور یہ دونوں آزاد ہیں
تو اس صورت میں نہ کوئی آزاد ہوگا نہ کسی عورت پر طلاق واقع ہوگی بلکہ قائل کو اختیار دیا جاویگا اگر وہ ایجاب اول کو اختیار کرے تو اول غلام تنہا آزاد ہوگا
اور پہلی عورت تنہا مطلقہ ہوگی اور اگر اسنے ایجاب ثانی کو اختیار کیا تو پچھلے دونوں غلام آزاد ہونگے اور پچھلی دونوں عورتیں مطلقہ ہونگی حلف لا یساکن فلانا فسافر
الحالف فسکن فلان مع اہل الحالف حنث عندہ لا عند الثانی وبہ یفتی قسم کھائی کہ نہ سکونت کریگا فلانے کے ساتھ پھر سفر کیا حالف سو فلانا شخص حالف کے عیال کے ساتھ
ساکن ہوا تو وہ حانث ہوگا امام کے نزدیک نہ ابی یوسف کے نزدیک اور قول ثانی مفتی بہ ہے ہم اس مسئلہ کا محل بیت وخول وخروج اور سکنی ہے چنانچہ شارح اس مسئلہ کو بالاتفاق
وہان بھی مذکور کر چکا ہے قال لعبدہ ان لم تات اللیلۃ حتی اضربک فاتی فلم یضربہ حنث عند الثانی لا عند الثالث وبہ یفتی کہا اپنے غلام سے کہ اگر آج کی رات تو نہ آیا تا کہ میں تجکو
ماروں تو تو آزاد ہے مثلا پھر غلام آیا سو مولی نے اسکو نہ مارا تو حانث ہوگا ابی یوسف کے نزدیک محمد کے نزدیک اور یہی قول مفتی بہ ہے اختلف فی الحاق الشرط بالیمین
بعد السکوت فصححہ الثانی وابطلہ الثالث وبہ یفتی فلا حنث فی ان کان کذا فکذا وسکت ثم قال وان کذا ثم ظہر انہ کان کذا خانیۃ اختلاف صاحبین کا ہے شرط کے ملانے
میں یمین معقود کے ساتھ بعد سکوت کے تو اس شرط ملانے کو صحیح کہا ہے امام ابو یوسف نے اور اسکو باطل کہا ہے محمد نے اور یہی محمد کا قول مفتی بہ ہے تو حنث نہوگا اسطرح کہنے میں
کہ اگر ایسا ہو تو ایسا اور چپ ہو گیا پھر بولا اور نہ ایسا پھر ظاہر ہوا کہ ایسا ہی تھا کذا فی الخانیۃ ہم شارح کی عبارت میں نہایت اجمال اور دقت ہے کہ بے تفصیل اسکو سمجھ
نہیں سکتا اور خانیہ کی عبارت صاف ہے تو اسکا ذکر نا واجب ہوا خلاصہ عبارت خانیہ کا یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنے پڑوسی سے کہا کہ میری عورت تیرے پاس رات کو رہی اسکے پڑوسی نے
کہا کہ اگر تیری عورت میرے پاس رات کو رہی ہو تو میری عورت کو طلاق ہے اور یہ کہکر چپ رہا ایک ساعت پھر اسکے بعد کہا ولا غیرہا یعنی تیری ورنہ کوئی اور بھی کوئی عورت میرے پاس نہیں رہی
پھر ظاہر ہوا کہ حالف کے پاس دوسری عورت تھی تو نصیر بن یحییٰ نے کہا کہ حالف کی عورت مطلقہ ہو گئی اور محمد بن سلمہ نے کہا کہ مطلقہ نہ ہوئی اور ان دونوں عالموں کا جو اختلاف ہوا یہ بنا ہے اختلاف
صاحبین کی شرط کے ملانے میں ساتھ یمین معقود کے بعد سکوت کے ابو یوسف نے کہا کہ یہ الحاق شرط صحیح ہے اسی قول کو نصیر بن یحییٰ نے لیا اور محمد نے کہا کہ الحاق شرط کا یمین سے بعد سکوت کے صحیح
نہیں اور اسی قول کو محمد بن سلمہ نے لیا اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ سکوت مانع ہے تعلق جزا کو ساتھ شرط کے تو دوسری شرط کے الحاق کو بھی سکوت مانع ہوگا یا اختلاف صاحبین کا
اسوقت ہے جب شرط سے سفرت ہو حالف کی اور اگر شرط کے الحاق میں اسکا فائدہ ہوتا ہو تو بالاتفاق الحاق جائز نہیں انتہی کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوٰۃ وغیرہا

یہ باب ہے بیع اور شرا اور صوم اور صلوٰۃ وغیرہا کی یمین کے احکام میں الاصل فیہ ان کل فعل تتعلق حقوقہ بالمباشر کالبیع والاجارۃ حنث بفعل مامورہ وکل ما تتعلق حقوقہ بالآمر
کالنکاح والصدقۃ وما لا حقوق لہ کالعارۃ والابراء یحنث بفعل وکیلہ ایضا لانہ سفیر ومعبر قاعدہ اس باب میں یہ ہے کہ جو فعل ایسا ہو جسکے حقوق مباشر اور
عاقد کے ساتھ متعلق ہوتے ہوں چنانچہ بیع اور اجارہ تو آمر پر حنث نہیں ہوتا اسکے مامور کرنے سے مامور سے مراد وکیل اور رسول ہے اور جو فعل ایسا ہو
جسکے حقوق آمر سے متعلق ہوتے ہوں جیسے نکاح اور صدقہ اور وہ فعل جسکے حقوق نہوتے ہوں جیسے عاریت دینا اور ابراء کرنا تو آمر حانث ہوگا اپنے وکیل کے
فعل سے بھی جیسے اپنے کرنے سے حانث ہوتا ہے اسواسطے کہ وکیل ایسے فعل میں محض سفیر اور معبر ہوتا ہے عقود تین قسم پر ہیں ایک وہ ہیں جنکے حقوق عاقد اور مباشر سے متعلق ہوتے ہیں
الملیت جیسے بیع اور شرا اور اجارہ اور قسمت اور مانند اسکے دوسری قسم وہ ہیں جنکے حقوق عاقد سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ جسکے واسطے عقد ہوا ہے اسی سے متعلق ہوتے
ہیں چنانچہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور کتابت اور خلع اور صدقہ اور تیسری قسم وہ عقود ہیں جنکے حقوق نہیں چنانچہ عاریہ اور ابراء اور قرضہ کذا فی المنح عن الخانیہ

یحنث بالمباشرۃ بنفسہ لا بالامر اذا کان ممن یباشر بنفسہ فی البیع ونحوہ کبیع نقض ظہیریہ حانث ہوگا خود اپنے کرنے سے نہ امر کرنے سے جب کہ حالف اس قسم کے لوگون میں ہو جو بذات خود کرتے ہیں بیع میں یا دربیع میں ہبہ یا بعوض بھی داخل ہے کذا فی الظہیریہ ہم قسم کھائی کہ بیع نہ کریگا تو اگر حالف خرید و فروخت کرنیوالا ہوگا تو بذاتہ خود بیع یا ہبہ یا بعوض کرنے سے حانث ہوگا اور اگر اسکی طرف سے وکیل نے بیع کی تو حانث نہ ہوگا اسی طرح عقود آیندہ میں سمجھنا چاہیے والشراء ومنہ السلم والاقالۃ قبیل والتعاطی بشرح وہبانیہ اور بشرط مذکور خود خرید کرنے میں حانث ہوگا اور خرید میں سلم اور اقالہ بھی داخل ہے اور بیع تعاطی بھی کذا فی شرح الوہبانیہ ہم ظہیریہ میں ہے ثمرہ اسکے حلف میں اس اقالہ سے حنث مذکور کیا ہے جو بقیمت سابق اقالہ ہوا ہو تو اطلاق شارح کا غیر مناسب تھا بلکہ اسکا حذف کرنا اولیٰ ہے والاجارۃ والاستیجار خلو حلف لا یوجر ولہ مستغلات اجرتہا امرأتہ واعطتہ الاجرۃ لم یحنث کرتہ کما فی اید الناس ہے کاخذ اجرۃ شہر قد سکنوا فیہ بخلاف شہر لم یسکنوا فیہ ذخیرہ اور بذات خود اجارہ دینے اور اجارہ لینے میں حانث ہوگا تو اگر قسم کھائی کہ اجارہ نہ دیگا اور اسکے مکانات میں جنکو اسکی زوجہ نے اجارہ دیا اور انکی اجرت زوجہ نے زوج کو دی تو حانث نہ ہوگا چنانچہ ان مکانات کو انکے رہنے والون کے ہاتھ میں چھوڑنے سے حانث نہیں ہوتا اور جیسے اس مہینے کے کرایہ لینے سے جسمین لوگ سکونت کر چکے ہیں حانث نہیں ہوتا بخلاف اس مہینہ کی اجرت لینے کے جسمین انہون نے سکونت نہیں کی کذا فی الذخیرہ اسواسطے کہ آیندہ مہینے کا کرایہ لینا درحقیقت خود اجارہ دینا ہے لہذا حانث ہوگا والصلح عن مال وقیدہ بقولہ مع الاقرار لانہ مع الانکار سفیر اور بذات خود صلح کرنے میں مال کے ساتھ اقرار سے حانث ہوگا اور مصنف نے اقرار کی قید اسواسطے لگائی کہ ساتھ انکار کے وکیل سفیر محض ہوتا ہے ہم قسم کھائی کہ مال سے صلح نہ کریگا تو اگر مدعا علیہ اقرار کرتا ہے مدعی کے دعوی کا تو حالف خود صلح کرنے سے حانث ہوگا اور وکیل کے صلح کرنے سے حانث نہ ہوگا اور اگر مدعا علیہ اسکے دعوی کا منکر ہے تو اس صورت میں وکیل سفیر محض ہے تو خود صلح کرنے سے اور وکیل کی صلح سے دونون طرح حانث ہوگا یہ حکم اسوقت ہے جب صلح مدعا علیہ کی طرف سے ہو اور اگر صلح مدعی کی طرف سے ہے تو مطلقا حانث نہ ہوگا نہ اپنی صلح سے نہ وکیل کی صلح سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقسمۃ والخصومۃ وضرب الولد ای الکبیر لان الصغیر یملک ضربہ فیملک التفویض فیحنث بوکیلہ کالقاضی اور قسمت کرنے اور خصومت کرنے اور ولد کبیر کو مارنے سے حانث ہوگا ولد کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد صغیر کے مارنیکا باپ مالک ہے تو تفویض ضرب کا بھی مالک ہے تو وکیل کے مارنے سے بھی حانث ہوگا مانند قاضی کے یعنی جسکا مارنا قاضی کو حلال ہے تو اسکے مارنیکا دوسرے کو امر کرنا بھی صحیح ہے تو وکیل کے مارنے سے حانث ہوگا اور مانند قاضی کے سلطان اور محتسب بھی معلوم ہے کذا فی الطحطاوی من القہستانی وان کان الحالف ذا سلطان کقاض وشریف ولا یباشر ہذہ الاشیاء فبحنث بالمباشرۃ وبالامر ایضا لتقیید الیمین بالعرف وبمقصود الحالف اور اگر حالف صاحب حکومت ہو مانند قاضی و شریف کے کہ ان اشیاء مذکورہ کو بذات خود نہ کرتے ہون تو حانث ہوگا خود کرنے سے اور اسکے امر کرنے سے بھی بسبب مقید ہونے یمین کے ساتھ عرف کے اور ساتھ مقصود حالف کے یعنی اگر حالف اشیاء مذکورہ میں یہ قصد کرے کہ نہ خود کریگا نہ اسکا مامور کریگا تو صحیح ہے وان کان یباشر مرۃ ولیفوض اخری اعتبر الاغلب قبیل لعیتبر السلعۃ فلو ما لیشتری یباشر بنفسہ لیشتری فیہ لا یحنث بوکیل والا حنث اور اگر حالت ایسا ہو کہ اشیاء مذکورہ کو کبھی خود کرتا ہو اور کبھی دوسرے کو تفویض کرتا ہو تو اغلب معتبر ہوگا یعنی اگر مباشرت اغلب ہوگی تو اپنے فعل سے حانث ہوگا اور اگر تفویض اغلب ہوگی تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا اور بعضون نے کہا اشیاء کی جنس معتبر ہے تو اگر وہ جنس ایسی ہو کہ خود اسکو خرید کرتا ہو بسبب اسکی عمدگی اور خوبی کے تو اسمین وکیل کے فعل سے حانث نہ ہوگا اور اگر وہ ایسی جنس نہ ہو تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا ویحنث بفعلہ وفعل مامورہ لم یقل وکیلہ لان من ہذا النوع الاستقراض التوکیل بہ غیر جائز اور حانث ہوگا اپنے فعل اور اپنے مامور کے فعل سے مصنف نے مامور کہا وکیل نہ کہا اسواسطے کہ اس نوع میں استقراض بھی داخل ہے اور استقراض میں وکیل کرنا جائز نہیں ہم تو وکیل استقراض میں اسواسطے جائز نہیں کہ اگر وکیل یون کہے کہ مجکو قرض دے اتنا تو مبلغ کا مالک وکیل ہوگا نہ موکل اور اگر استقراض کی نسبت موکل کی طرف کرے اسطرح کہ فلانا شخص تجھسے قرض مانگتا ہے تو یہ رسالت اور امر ہے توکیل نہیں اور رسالت استقراض میں جائز ہے جسکو ہم کا لفظ شامل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی فی النکاح لا الانکاح حانث ہوگا اپنے فعل اور مامور کے فعل سے نکاح میں یعنی نکاح کرانے میں یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نہ کریگا تو اگر

بذاتہ خود عقد کیا یا کسی کو وکیل کیا سوا اُسکے اُسکا عقد کیا دونون صورت مین حانث ہوگا اور اگر فضولی نے اُسکا نکاح کر دیا اور یہ حالف نے جائز رکھا تو اجازت قولی سے حانث ہوگا القول مختار اور اجازت فعلی سے حانث نہ ہوگا اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی النہر اور اگر قسم کھائی کہ غیر کا نکاح نہ کر دیگا تو اسمین اپنے فعل سے حانث ہوگا نہ وکیل کے فعل سے والطلاق والعتاق الواقعین بکلام حلف بعد الیمین لا ابتعلیق بدخول دار بلعی اور حانث ہوگا مطلقاً اُس طلاق اور عتاق مین جو واقع ہوئے ہون بسبب اُس کلام کے جو بعد یمین کے پایا گیا ہو نہ قبل یمین کے مانند دخول دار کے تعلیق کی کذا فی شرح الزیلعی ہم طلاق اور عتاق مین قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ طلاق فعلی سے حانث نہین ہوتا طلاق فعلی کی یہ صورت ہے کہ فضولی نے طلاق دی اور زوج نے اُسکو با اجازت فعلی جائز رکھا اور تعلیق کی یہ صورت ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تجھ پر طلاق ہے یا مولے نے کہا غلام سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے پھر بعد اس تعلیق کے قسم کھائی کہ طلاق نہ دیگا یا آزاد نہ کریگا بعد اسکے دخول دار سے طلاق یا اعتاق پایا گیا تو حانث نہو گا نہ زوج نہ مولی والخلع والکتابۃ والصلح عن دم عمد او انکار کمامر اور حانث ہوگا مطلقاً خلع اور کتابت اور قتل عمد کی صلح کرنے سے یا انکار مال کی صلح کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی صلح عن المال مین والہبۃ ولو فاسدۃ او بعوض اور حانث ہوگا مطلقاً ہبہ کرنے مین اگرچہ ہبہ فاسد ہو یا ہبہ بالعوض ہو ہم قول شارح کا منافی ہے قول سابق کے یعنی اس باب کے اول مین شارح نے بروایت ظہیریہ ہبہ بالعوض کو در حکم بیع کیا ہے اور حکم بیع کا یہ ہے کہ اپنے فعل سے حانث ہوتا ہے نہ مامور کے فعل سے اور یہان موافق بروایت شرنبلالی کے ہبہ بالعوض کو اُن عقود مین داخل کیا جنمین اپنے فعل سے بھی حانث ہوتا اور مامور کے فعل سے بھی کذا فی الطحطاوی والصدقۃ والقرض والاستقراض وان لم یقبل اور حانث ہوگا مطلقاً صدقہ اور قرض دینے اور قرض لینے مین اگرچہ ہبہ اور صدقہ اور قرض و استقراض مین قبول نہوا ہو ہم نہر الفائق مین کہا کہ لم یقبل ہبہ اور بالوجہ ہبہ کی طرف راجع ہے وضرب العبد قیل والزوجۃ اور حانث ہوگا مطلقاً غلام کے مارنے مین اور بعضون کے نزدیک زوجہ کے مارنے مین بھی ہم نہر الفائق مین کہا کہ ضرب زوجہ بعضون کے نزدیک ضرب عبد کے مانند ہے اور بعضون کے نزدیک ضرب لد کے مانند ہے والبناء والخیاطۃ وان لم یحسن ذلک خانیہ اور حانث ہوگا مطلقاً مکان کی تعمیر مین اور کپڑا سینے مین اگرچہ اُسکو خوب کرنا جانتا ہو کذا فی الخانیۃ والذبح والایداع والاستیداع اور ذبح کرنے مین اور کسی کے پاس ودیعت رکھنے مین اور کسی کی ودیعت قبول کرنے مین وکذا الاعارۃ والاستعارۃ ان اخرج الوکیل الکلام مخرج الرسالۃ والا فلا حنث تاتارخانیہ اور اسی طرح عاریت دینے اور عاریت مانگنے مین بشرطیکہ وکیل نے اعارہ اور استعارہ مین بطور پیام کے کلام کیا ہو اور نہین تو حنث نہ ثابت ہوگا وکیل کے فعل سے کذا فی التاتارخانیہ ہم حلبی محشی نے کہا کہ کلام شارح کا باتباع صاحب نہر اُسکو مقتضی ہے کہ یہ حکم یعنی وکیل کا کلام بطور پیام کے ہونا اعارہ اور استعارہ مین مخصوص ہے حالانکہ نکاح اور بعد نکاح مین وکیل محض سفیر ہو تو موکل کی طرف اضافت کرنا کلام کا سب عقود مذکورہ مین ضرور ہے چنانچہ کتاب الوکالۃ مین اسکی تصریح آویگی اور اطلاق تاتارخانیہ کی عبارت عام ہوگی سب مسائل مین ناقل کو خصوصیت کا وہم ہوگیا ہے تو اسکی طرف مراجعت کرنا چاہیے وقبضہ وقضاء الدین وقبضہ والکسوۃ ولیس منہا التکفین الا اذا اراد الستر دون التملیک سراجیہ اور حانث ہوگا مطلقاً قرض ادا کرنے اور قرض کے قبضہ کرنے اور لباس پہنانے مین اور کفن دینا کسوۃ مین داخل نہین مگر یہ کہ لباس دینے سے بدن کا چھپانا مراد رکھے نہ تملیک تو البتہ کفن دینے دلانے سے بھی حانث ہوگا کذا فی السراجیہ ہم قسم کھائی کہ اُسکو لباس دیگا تو اپنے دینے اور وکیل کے دینے سے حانث ہوگا لیکن اگر محلوف علیہ کو کفن دیگا تو حانث نہوگا مگر یہ نیت مذکور اسواسطے کہ لباس دینا عبارت ہے تملیک لباس سے اور نیت لائق تملیک کے نہین والحمل اور حانث ہوگا مطلقاً بوجھ لادنے مین یعنی اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر بوجھ نہ لادیگا تو اپنے لادنے اور وکیل کے لادنے سے حانث ہوگا اور مراد حمل سے حمل بلا اجارہ ہے اسواسطے کہ اجارہ کی صورت مین وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا چنانچہ قبل اسکے مذکور ہوچکا وذکر منہا فی البحر نیفا وابعین اور بحر الرائق مین شمار مذکورہ سے جنمین اپنے فعل سے حانث ہوتا ہے چالیس پر چند عقود کو مذکور کیا ہے ہم نہر الفائق مین ان امور سے چالیس امر کو مذکور کیا ہے بایتیس تو یہی امور ہین جنکو ماتن نے ذکر کیا ہے باقی مذکور ہوتے ہین ہم قطع قتل شرکت ضرب زوجہ ضرب لد صغیر تسلیم شفعہ اذن نفقہ تقنہ قربانی حبس تعزیر نسبت حاکم صلح وصیت حوالہ کفالہ قضا شہادت اقرار تولیت وفی الدر عن شارح الوہبانیۃ تعلیم والہدی مالا حنث فیہ بفعل الوکیل لانہ الاقل مشیرا الی حصرہ فیما یقیے فقال سالفعل وکیل لیس بحنث حالف مبیع مشتر صلح مال خصومۃ اجارۃ استیجار الضرب الابنۃ کذا قسمۃ

والحنث فی غیرہا اثبت اور نہر الفائق مین شارح وہبانیہ سے منقول ہے کہ میرے والد نے منظوم کیا ہے اُن مسائل کو جنمین وکیل کے فعل سے حنث نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ کم ہین اسطرف اشارہ کردیا نظم سے کہ انکے سوا باقی مسائل مین حنث ثابت ہے وکیل کے فعل سے تو یون کہا ہے کہ وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا نکاح طلاق بیع شرا صلح مالی خصومت اجارہ استیجار ضرب ولد قسمت مین اور ان مسائل کے غیر مین حنث ثابت ہے والام دخل مبتدا خبرہ اقتضے الاتی علی فعل اماد بدخولہا علیہ قربہا منہ ان کان تجری فیہ النیابۃ للغیر کبیع وشراء واجارۃ وخیاطۃ وصیاغۃ وبناء اقتضے ای اللام امرہ ای توکیلہ لیخصہ بہ ای بالمحلوف علیہ اذ اللام للاختصاص ولا یتحقق الا بامرہ المفید للتوکیل اور جو لام کہ داخل ہو اُس فعل پر جسمین غیر کے واسطے نیابت جاری ہے چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور درزی گری اور زرگری اور معماری تو لام مذکور مقتضی ہوگا اُسکے امر کو یعنی اُسکے وکیل کرنے کو تاکہ مخصوص کردے فعل کو ساتھ اُسکے تاکہ لام اس فعل کے اختصاص کا ساتھ محلوف علیہ کے فائدہ بخشے اسواسطے کہ لام موضوع ہے واسطے اختصاص کے اور یہ اختصاص بدون اُسکے امر کے جو توکیل کا مفید ہے متحقق نہین ہوتا شارح نے کہا کہ مصنف کی عبارت مین لام کا لفظ مبتدا ہے اور خبر اُسکی لفظ اقتضے ہے اور دخول لام کا فعل سے مراد یہ ہے کہ لام قریب ہو فعل سے کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح یعنے یہ کوئی نہ سمجھے کہ دخول سے متعلق ہونا لام کا ساتھ فعل کے مراد ہے یا خود فعل پر لام کا داخل ہونا مراد ہے بلکہ قرب بلا فاصلہ مراد ہے چنانچہ بعت لک بخلاف بعت ثوبا لک کے ہم عینی نے کہا لام سے مراد لام اختصاص ہے نہ لام تعریف اور ظاہر یہ ہے ظاہر ہوتا ہے کہ محلوف علیہ کے امر مین یہ شرط ہے کہ اُسکے خاص اپنی ذات کے واسطے امر کیا ہو غیر کو اور مطلق امر اسکا مراد نہین کذا فی الطحطاوی فلم یحنث فی ان بعت لک ثوبا ان باعہ لانتفاء التوکیل سواء ملکہ ای المخاطب ذلک الثوب اولا بخلاف ما لو قال ثوبا لک فانہ یقتضے کونہ ملکا لہ کما سیجیئ تو اس یمین مین ان بعت لک ثوبا یعنے یون کہنے مین کہ اگر بیچ کرون تیرے واسطے کپڑا تو ایسا ہو حانث نہوگا اگر اُسکو بدون امر مخاطب کے بیچا بسبب نہ پائے جانے توکیل کے خواہ مخاطب اُس کپڑے کا مالک ہو یا نہو بخلاف اسکے کہ کہے ان بعت ثوبا لک یعنی جبکہ لام فعل کے نزدیک نہ ہو تو یہ ترکیب کپڑے کے مملوک ہونے کی واسطے مخاطب کے مقتضی ہے چنانچہ اسکے بعد بلا فاصلہ آتا ہے بیان اُسکا ہم ان بعت لک ثوبا مین لام اُس فعل کے قریب واقع ہوا ہے جسمین غیر کی نیابت ہوسکتی ہے لہذا حنث اس یمین کی توکیل پر موقوف ہوگیا نہ مخاطب کی ملک پر تو اگر مخاطب اپنے غیر مملوک کپڑے کی بیع کے واسطے متکلم کو وکیل کریگا تو اُسکی بیع سے حانث ہوگا جیسے اُسکی مملوک کی بیع سے حانث ہوگا فان دخل اللام علی عین ای ذات او علی فعل لا یقع ذلک الفعل عن غیرہ ای لا یقبل النیابۃ کاکل وشرب ودخول وضرب الولد بخلاف العبد فانہ یقبل النیابۃ اقتضے دخول اللام ملکہ ای ملک المخاطب للمحلوف علیہ لانہ کمال الاختصاص پس اگر لام داخل ہو عین یعنے ذات پر یا اُس فعل پر داخل ہو جو غیر سے واقع نہین ہوتا یعنی قابل نیابت کے نہین ہے جیسے کھانا اور پینا اور داخل ہونا اور لڑکا مارنا بخلاف غلام کے مارنے کے کہ وہ قابل نیابت ہے تو دخول لام مذکور اُسکی ملک کا مقتضی ہے یعنے مخاطب کی ملکیت واسطے محلوف علیہ کے اسواسطے کہ مالک ہونے مین نہایت اختصاص ہے ہم لام ہر حال مین اختصاص کا مفید ہے لیکن پہلی صورت مین اختصاص امر کی طرف منصرف ہے اور یہان ملک کی طرف فحنث فی ان بعت ثوبا لک ان باع ثوبہ بلا امرہ نظیر الدخول علی العین وہو الثوب لان تقدیرہ ان بعت ثوبا ہو مملوک لک تو اس یمین مین ان بعت ثوبا لک یعنی اگر مین بیچون کپڑا واسطے تیرے حانث ہوگا اگر مخاطب کا کپڑا بدون اُسکے امر کے بیچیگا یہ مثال ہے عین یعنی ذات پر لام داخل ہونے کی اور وہ ذات کپڑا ہے اسواسطے کہ تقدیر کلام یون ہے کہ اگر بیچون وہ کپڑا جو تیرا مملوک ہے پس تو اگر مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اُسکے امر سے بیع کریگا تو حانث نہوگا واما النظیر دخولہ علی فعل لا یقع عن غیرہ فذکرہ بقولہ وکذا ای مثل ما مر من اشتراط کون المحلوف علیہ ملکا للمخاطب قولہ ان اکلت لک طعاما او شربت لک شرابا اقتضے ان یکون الطعام والشراب ملک المخاطب کما فی ان اکلت طعاما لک لان اللام ہنا اقرب الی الاسم من الفعل والقرب من اسباب الترجیح اور دخول لام کی مثال اُس فعل پر جو غیر سے بطریق نیابت واقع نہین ہوتا اُسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا اور اسی طرح یعنے مثل سابق کے ہے قول مصنف کا محلوف علیہ کے مملوک ہونے کی اشتراط مین ان اکلت لک طعاما یعنے اگر مین کھاؤن تیرا خاص کھانا یا پیون مخصوص تیرا شربت تو دخول لام کا ان مثالون مین اسکا مقتضی ہے کہ طعام اور شربت مخاطب کا مملوک ہو چنانچہ ان اکلت طعاما لک مین ملک مخاطب کا مقتضی ہے اسواسطے کہ لام یہان اسم سے قریب ہے بہ نسبت فعل کے اور قریب ہونا ترجیح

اسباب سے ہے جو منح الغفار میں مذکور ہے ہر چند یہاں لام ظاہر میں اکل سے متعلق ہے لیکن فی الحقیقت طعام سے متعلق ہے یعنی لہذا مملوکیت طعام اسمیں شرط نہ ہوئی واما
ضرب الولد فانما یتصور فیہ حقیقۃ الملک بل یراد الاختصاص ق اور ضرب لولد کی مثال میں تو حقیقت ملک متصور نہیں بلکہ اختصاص لڑکا ساتھ والد کے مراد ہے ہم تو اپنے خاص ملک کی قید سے
حانث ہوگا نکل گیا اس قید سے ولد مشترک چنانچہ ام ولد کا وہ ولد جسکا دعویٰ دو شریکوں نے کیا تو اسکی غیر سے حانث نہوگا بسبب عدم اختصاص کے اور چونکہ مصنف نے اکل و شرب
اور دخول دار اور ضرب ولد کو مذکور کیا حالانکہ ولد میں ملک متصور نہ تھی لہذا شارح نے اسکی مراد سے آگاہ کر دیا لیکن دخول دار میں کلام باقی رہا حموی نے کہا اس دار کے دخول
سے حانث ہوگا جسکا اختصاص مخاطب سے ثابت ہے یعنی وہ دار جو اسکی طرف منسوب ہے کذا فی فتح القدیر تو ظاہر کرایہ والے گھر کے داخل ہونے سے بھی حنث ثابت ہوگا تو
شارح کو مناسب تھا کہ اس سے بھی آگاہ کر دیتا کذا فی الطحطاوی اور خلاصہ بحث کا یہ ہے کہ اختصاص لام جب بغیر ضمیر سے متصل ہو جو فعل متعدی کے بعد واقع ہے تو دو حال سے
خالی نہیں یا لام متوسط ہو درمیان فعل اور اسکے مفعول ثانی کے یا مفعول سے متاخر ہوا اور دونوں صورت میں یا فعل محتمل ہے نیابت کا یا نہیں سو اگر نیابت کا
محتمل ہوا اور دونوں کے درمیان میں پڑے تو وہ لام اختصاص فعل کا فائدہ دیگا اور اگر اسکی حنث کی شرط وقوع فعل ہوگا بخصوصیت اس شخص کے جسکی ضمیر ہے خواہ
عین اسکا مملوک ہو یا نہ ہو اور یہ خصوصیت بدون اسکے امر کے حاصل نہیں اور اگر لام متاخر ہوگا مفعول سے تو اختصاص عین کا ضمیر والے کے ساتھ ہوگا اور شرط اس اختصاص
کی یہ ہے کہ عین اسکا مملوک ہو خواہ فعل اسکے واسطے واقع ہوا ہو یا نہ واقع ہوا ہو اور اگر فعل محتمل نیابت کا نہیں تو اسکے حکم میں افتراق نہوگا لام کے توسط اور تاخر میں بلکہ ثابت
ہوگا جب اس فعل کو کریگا خواہ اسکے امر سے خواہ بدون امر اسواسطے کہ فعل نیابت کا محتمل نہیں تا اسکا انتقال غیر فاعل میں ممکن ہو تو امر اور عدم امر برابر ہوگا تو متعین ہوگیا کہ
یہاں لام واسطے اختصاص عین کے ہے تا اسکا کلام لغو ہونے سے محفوظ رہے کذا فی منح الغفار وان نوی غیرہ ای غیر ما ذکر صدق فیما فیہ تشدید علیہ قضاء و دیانۃ ودین
فیما لہ ثم الفرق بین الدیانۃ والقضاء لا یتاتی فی الیمین باللہ لان الکفارۃ لا مطالب لہا کما مر اور اگر غیر مذکور کی نیت کریگا تو اسکی تصدیق قضاء اور دیانۃ کیجاویگی اُس امر
میں جسمیں تنگی اور سختی ہوگی حالف پر اور فقط دیانۃ تصدیق ہوگی اُس امر میں جسمیں آسانی اور تخفیف ہوگی واسطے حالف کے بعد اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ دیانۃ
اور قضاء کا تفرقہ یمین باللہ میں حاصل نہیں ہوتا اسواسطے کہ کفارہ کا مطالبہ قضاء نہیں ہے تشدید کی صورت یہ ہے کہ مخاطب کا مملوک کپڑا بدون اسکے امر کے
بیچا مسئلہ اولیٰ میں اور اختصاص سے ملک کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نہ کرتا تو حانث نہ ہوتا یا مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اسکے امر سے بیچا مسئلہ ثانیہ میں اور
اختصاص سے امر کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نہ ہوتی تو حانث نہ ہوتا تخفیف کی صورت یہ ہے کہ دونوں مسئلوں میں بالعکس نیت کرے یعنی مسئلہ اولیٰ میں
اختصاص سے امر کی نیت کرے اور مسئلہ ثانیہ میں اختصاص سے ملک کی نیت کرے تو فقط دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ اسنے محتمل کلام کی نیت کی لیکن قضاء
تصدیق نہوگی اسواسطے کہ خلاف ظاہر ہے اور وہ متہم ہے کذا فی المنح قال ان بعتہ او ابتعتہ فہو حر فعقد علیہ بیعا بالخیار لنفسہ حنث لوجود الشرط ولو بالخیار
لغیرہ لا وان اجیز بعد ذلک فی الاصح کما لو قال ان ملکتہ فہو حر لعدم ملکہ عند الامام کسی مرد نے کہا کہ اگر میں غلام کو بیع کروں یا اسکو خرید کروں تو وہ
آزاد ہے پھر اسکی بیع منعقد کی بشرط اپنے اختیار کے تو حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے اور اگر خریدا یا فروخت بشرط اختیار غیر کے ہوئی تو حانث نہوگا اگرچہ
غیر نے بعد اسکے اجازت بھی دی ہو قول اصح میں چنانچہ اسمیں حانث نہیں ہوتا اگر یوں کہا کہ اگر میں اس غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے یعنی پھر اسکو
بشرط اپنے اختیار کے مول لیا تو آزاد نہوگا بسبب اسکے عدم ملک کے نزدیک امام کے اسواسطے کہ خیار شرط مشتری اسکی ملک میں داخل ہونے سے مانع ہے
کذا فی الطحطاوی ہم یہ کہا کہ حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے یعنی امام کے نزدیک بیع قیام الملک بیع اور شرا پائی گئی اسواسطے کہ بیع بائع کی ملک سے خارج نہیں ہوئی بسبب
اسکے خیار کے بالاتفاق اور خیار مشتری اگرچہ اسکی ملک کے دخول سے مانع ہے امام کے نزدیک لیکن عتق معلق ہے اسکی تعلیق سے اور معلق منجز کے مانند ہے تو اگر بعد
بشرط خیار کے مشتری عتق کو منجز کرے تو خیار فسخ ہو جاویگا اور عتق واقع ہوگا تو اسی طرح تعلیق میں بھی ملک ثابت ہے کذا فی النہر الفائق وقید بالخیار لانہ لو قال لعبدہ
حر فباعہ بیعا صحیحا بلا خیار لا یعتق لزوال ملکہ وتنحل الیمین لتحقق الشرط زیلعی مصنف نے بیع کو مقید بالخیار کیا اسواسطے کہ اگر یوں کہیگا کہ

اگر یون اُسکو بیع کردون تو وہ آزاد ہے پھر اُسکو صحیح بیع کرکے بیچا بلا خیار تو غلام آزاد نہوگا بسبب صحت بیع ہونے بائع کی ملکیت سے حالانکہ تحقق جزا بدون ملک کے نہیں ہوتا اور بیع باطل ہوجاویگی بسبب متحقق ہونے شرط کے کذا فی الزیلعی وتحنث الحالف فی المسئلتین بالبیع والشراء الفاسد والموقوف لا الباطل لعدم الملک ان قبضہا ور نعلم حانث ہوگا دونون صورتون میں یعنی بیع اور شرا کی یمین مین حانث ہوگا بیع اور شراء فاسد اور موقوف سے حانث ہوگا بیع اور شراء باطل سے بسبب عدم ملک کے اگرچہ مبیع پر قبضہ کرلے بخلاف بیع فاسد اور موقوف کے کہ اسمین قبض سے ملک ہوجاتی ہے بیع موقوف کی یہ صورت ہے کہ حالف نے مثلاً غلام کو زید غائب سے بیچا اور فضولی نے اُسکی طرف سے قبول کیا چونکہ بائع کی طرف سے قبول کیا تو بائع کی طرف سے غلام آزاد ہوجاویگا کذا فی المنح ولو اشتری مدبرا او مکاتبا لم یحنث الا باجازۃ قاض مع مکاتب اور اگر غلام مدبر اور مکاتب کو مول لیا تو حانث نہوگا مگر قاضی اور مولی کی اجازت سے ہم قسم کھائی کہ مثلاً غلام کو نہ خرید کریگا پھر اُس مدبر کو خرید کیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ مدبر محل بیع نہیں لیکن چونکہ مدبر کی بیع مین مجتہدون کا اختلاف ہے تو اگر وہ قاضی جسکے مذہب مین مدبر کی بیع جائز ہے حکم جواز کا دیگا تو اُسوقت میں حالف البتہ حانث ہوگا اور اسی طرح حالف مذکور غلام مکاتب کے خرید کرنے سے حانث نہوگا لیکن اگر مکاتب کا مالک اُسکی بیع کی اجازت دیگا تب حالف حانث ہوگا اسواسطے کہ کتابت فسخ ہوگئی مولیٰ کی اجازت سے تو منافی بیع زائل ہوا بیع تمام ہوگئی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال لامتہ ان لعبت بک شیا فانت حرۃ فدبع لعضہا من زوج ولدت منہ او من ابیہا لم یقع عتق المبیلہ او من اجنبی وقع والفرق فی الظہیریۃ کہا مولیٰ نے اپنی لونڈی سے کہ اگر مین تیری فی الجملہ کچھ نصف یا ثلث بیع کردون تو تو آزاد ہے پھر آدھی لونڈی اُسکی اُس زوج کے ہاتھ بیچی جسکے نطفہ سے یہ لونڈی جن چکی ہے یا لونڈی کے باپ کے ہاتھ اُسکو بیچا تو عتق مولیٰ کا نہ واقع ہوگا اور اگر اُسکو اجنبی کے ہاتھ بیچا تو عتق واقع ہوگا اور فرق دونون صورتون کا ظہیریہ مین مذکور ہے ہم ظہیریہ مین وجہ فرق یون مذکور ہے کہ ولادت زوج سے اور نسب باپ سے مقدم ہے یعنی ولادت اور نسب تعلیق مولیٰ سے سابق الوجود ہے تو وہی واقع ہوگا جو مقدم ہے اور اس امر کا اعتبار نہی کے حق مین ممکن نہین کذا فی النہر وانما قید بالبیع لانہ فی حلفہ لا یتزوج امرأۃ او ہذہ المرأۃ فہو علی الصحیح دون الفاسد فی الصحیح اور مصنف نے حنث کو بیع فاسد کے ساتھ مقید کیا مگر اسواسطے کہ یون قسم کھانے مین کہ نکاح نہ کریگا کسی عورت سے یا اس عورت سے تو وہ صحیح نکاح پر محمول ہوگا نہ فاسد پر یعنے اگر قسم کھائی کہ نکاح نہ کریگا تو صحیح نکاح سے حانث ہوگا نہ فاسد سے وکذا لو حلف لا یصلی او لا یصوم او لا یحج لان المقصود منہا الثواب ومن النکاح الحل وہو لا یثبت بالفاسد فلا تنحل الیمین بخلاف البیع لان المقصود منہ الملک وہو یثبت بالفاسد والہبۃ والاجارۃ کالبیع اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھیگا یا روزہ نہ رکھیگا یا حج نہ کریگا تو صحیح نماز اور روزہ اور حج سے حانث ہوگا نہ فاسد سے اسواسطے کہ مقصود عبادات مذکورہ سے ثواب ہے اور نکاح سے حلت وطی مقصود ہے تو فاسد سے یہ مقصود نہ ثابت ہوگا تو فاسد کرنے سے یمین منحل نہوگی یعنے حنث نہ ثابت ہوگا بخلاف بیع کے اسواسطے کہ مقصود بیع سے ملک ہے اور ملک بیع فاسد کی ثابت ہوجاتی ہے اور ہبہ اور اجارہ مانند بیع کے ہے یعنے ہبہ اور اجارہ فاسد سے بھی حنث ہوگا ولو کان ذلک فی الماضی کان تزوجت او صمت فہو علیہما ای الصحیح والفاسد لانہ اخبار اور اگر وہ مسئلے یعنے نکاح اور صوم اور صلوٰۃ اور حج زمان ماضی میں ہے چنانچہ ان تزوجت یا ان صمت تو وہ دونون پر محمول ہوگا یعنے نکاح صحیح اور فاسد اور صوم صحیح اور فاسد دونون سے حنث ثابت ہوگا اسواسطے کہ زمان ماضی کی قسم اخبار ہے یعنے ماضی سے خبر دینا ... کا مقصود ... نکاح ... اور فاسد دونون برابر بولا جاتا ہے اطلاق کیا کہ شارح کی تمثیل یعنے ان تزوجت یا ان صمت صحیح نہین اسواسطے کہ یہ ماضی نہین بلکہ مستقبل ہے اسواسطے کہ تعلیق ہے تو بہتر یون تھا کہ مثال دیتا کہ ان تزوجت و ان صمت ہم ماتن نے اپنی شرح منح الغفار مین ماضی کی یون مثال دی ہے ان کنت تزوجت او صلیت او صمت یعنی اگر مین نے نکاح کیا ہو یا نماز پڑھی ہو یا روزہ رکھا ہو فان عنی بہ الصحیح صدق لانہ النکاح المقصود ایضا پھر اگر ماضی کے نکاح سے نکاح صحیح کا ارادہ کریگا تو اُسکی تصدیق ہوگی قاضی کے نزدیک اسواسطے کہ صحیح نکاح تو نکاح حقیقی ہے کذا فی المنح عن البدائع اسواسطے کہ مقصود نکاح یعنے حلت صحیح سے مترتب ہے شارح نے فقط نکاح کا حکم بیان کیا اور ظاہر ایسا ہی حکم صوم اور صلوٰۃ مین بھی ہے کذا فی الطحاوی ان لم ابع ہذا الرقیق فکذا فاعتق المولی او دبر رقیقہ تدبیرا مطلقا فلا یحنث بالمقید فتح او استولد الامۃ حنث لتحقق الشرط لفوات محلیۃ البیع حتی لو قال ان لم ابعک فانت حرۃ فدبرا او استولد الامۃ عتق اگر کسی نے یون قسم کھائی کہ اگر مین اس غلام کو نہ بیچون تو ایسا ہو ...

آزاد کیا یا اپنے غلام کو تدبیر مطلق مدبر کیا یا لونڈی کو ام الولد بنایا تو حانث ہوگا السبب متحقق ہونے شرط کے محل بیع کے رخصت ہو جانے سے لیعنی البیع بان یا تدبیر مطلق یا استیلاد کے مالک لائق بیع کے نہ رہا بیان تک کہ اگر یون کہیگا اپنے مملوک سے کہ میں تجکو بیع نکرون تو تو آزاد ہی پھر اُسکو مدبر مطلق کیا یا ام الولد بنایا تو وہ آزاد ہو جاویگا اسلیے کہ شرط پائی گئی یعنی عدم بیع مصنف نے تدبیر مطلق کی قید لگائی تو تدبیر مقید سے حانث نہ ہوگا کذا فی الفتح اسواسطے کہ مقید میں قبل وجود شرط کے بیع جائز ہی والیعتبر تکرار الرق بالردۃ لانہ موہوم اور معتبر نہیں تکرار رق یعنی اعادہ مملوکیت کا بسبب ارتداد کے اسواسطے کہ وہ امر موہوم ہی ثم شارح نے یہ دفع دخل کیا تقریر سوال یہ ہی کہ معتق اور مدبر اور ام الولد کی بیع ممکن ہی اسطرح کہ وہ مرتد ہو جاوین اور دار الحرب میں جا ملین اور پھر گرفتار ہو آوین اور مسلمان کے مملوک ہوں یا حسن قاضی کے نزدیک بعد ترک بیع جائز ہی وہ جواز بیع مدبر کا حکم دے تو تحقیق شرط کا محلیت بیع کے فوت ہونے سے نہ پایا گیا پھر حانث کیونکر ہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ اعادہ رق کا ارتداد سے امر موہوم ہی تو لائق اعتبار کے نہیں طحطاوی نے کہا جب یہ معلوم ہوا تو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا کہ ولا یعتبر تکرار الرق بالردۃ ولا القضاء ببیع المدبر تاکہ پورا دفع دخل ہو جاتا **قالت لہ امرأتہ تزوجت علی فقال کل امرأۃ لی طالق طلقت المحلفۃ** لکلام دعن الثانی لا وصححہ السرخسی وفی جامع قاضی خان وبہ اخذ عامۃ مشائخنا وفی الذخیرۃ ان فی الحال الغضب طلقت والا لا کما حقق اُسکی عورت نے کہ تونے مجھپر دوسرا نکاح کیا سو زوج نے کہا کہ جو عورت میری ہو وہ مطلقہ ہی تو محلفہ بکسر لام یعنی جس عورت نے اپنے زوج کو حلف دلایا وہ مطلقہ ہوگی امام اعظم اور محمد کے نزدیک اسواسطے کہ کل امرأۃ میں وہ بھی داخل ہی اور ابو یوسف سے یہ روایت ہی کہ حلف دلانے والی عورت مطلقہ نہیں اسواسطے کہ بقرینہ دلالت حال وہ عورت کلیہ مذکورہ سے مستثنے ہی اور اسی قول کو صحیح کہا ہی سرخسی نے اور جامع قاضیخان میں ہی کہ اسی قول کو اکثر مشائخ نے لیا ہی اور ذخیرہ میں یون تفصیل مذکور ہی کہ اگر زوج نے حالت غضب میں یہ حلف کیا تو وہ بھی مطلقہ ہی اور نہیں تو وہ مطلقہ نہیں طحطاوی نے کہا کہ محل خلاف اُس صورت میں ہی جب زوج نے اُسکی طلاق اور عدم طلاق کی نیت نہ کی ہو اور اگر نیت کی تو بالاتفاق موافق نیت کے حکم ہوگا **ولو قیل لہ الک امرأۃ غیر ہذہ المرأۃ فقال کل امرأۃ لی فہی کذا الا تطلق ہذہ المرأۃ** لان قولہ غیر ہذہ المرأۃ لا یحتمل ہذہ المرأۃ فلم تدخل تحت کل بخلاف الاول اور اگر زوج سے کسی نے کہا کیا تیرے کوئی اور عورت ہی سوا اس عورت کے سو اُسنے کہا جو عورت میری ہی سو وہ مطلقہ ہی تو یہ عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ قول اُسکا غیر ہذہ المرأۃ احتمال نہیں رکھتا ہذہ المرأۃ کا یعنی جب کہا سوا اُس عورت کے تو یہ عورت اُسکو شامل نہ رہی تو کل امرأۃ کے تحت میں نہ داخل ہوئی تو تقدیر کلام یون ہوئی کہ کل امرأۃ غیر ہذہ المرأۃ فہی طالق بخلاف اول مثال کے کہ وہان کل امرأۃ میں محلفہ داخل ہی **فروع** تتفرع علی الحنث لفوات المحل چند مسائل ملحقہ شارح کے جو حانث ہونے پر متفرع ہیں بسبب فوت ہونے محل یمین کے نحو ان لم تصبی ترافی ہذا الاناء فانت طالق فکسر تہ چنانچہ زوج کا یون کہنا زوجہ سے کہ اگر تو اس برتن سے مثلاً پانی نہ گرا دے اس صبح میں تو طالق ہی پھر عورت نے اُسکو توڑ ڈالا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ برتن ہی نہ رہا جس سے پانی وغیرہ کا بہانا اور چھڑکنا مقصود ہو اوان لم تذہبی فتاتی بہذا الحمام فانت کذا فذبح الحمام طلقت یا زوج نے زوجہ سے یون کہا کہ اگر تو نہ جاکر اس کبوتر کو لا دے تو تو مطلقہ ہی پھر کبوتر اڑ گیا تو عورت مطلقہ ہوگی **قال لمحرمہ ان تزوجتک فعبدی حر فتزوجہا حنث** لان یمینہ تنصرف الی ما یتصور کا مرد اپنی محرم عورت سے کہ اگر میں تجھسے نکاح کرون تو میرا غلام آزاد ہی پھر اُس سے نکاح کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یمین اُسکی منصرف ہوگی اُسکی طرف جو ہو سکتا ہی یعنی عقد اگرچہ فاسد ہو **حلف لا یتزوج بالکوفۃ فعقد خارجہا لا** لان المعتبر مکان العقد قسم کھائی کہ کوفہ میں نکاح نہ کریگا تو اُسکے باہر عقد کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہی قسم بحر الرائق میں ہی قسم کھائی کہ کوفہ میں نکاح نہ کریگا پھر نکاح کا ارادہ کیا اور عورت اور مرد دونوں کوفہ میں ہین تو اُسکی تدبیر یہ ہی کہ مرد اپنی طرف سے ایک وکیل کرے اور عورت دوسرا وکیل اپنی طرف سے کرے پھر دونون وکیل شہر سے باہر نکل کر نکاح کر دین تو حالف حانث نہوگا اسواسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہی کذا فی المنحۃ **ان تزوجت ثیبا فہی کذا فطلق امرأتہ ثم تزوجہا ثانیا لا تطلق** اعتبار الا لغرض وقیل تطلق اگر میں ثیبہ سے نکاح کرون تو اُسکی عورت مطلقہ ہی پھر اُسنے اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر اُس سے نکاح کیا دوسری بار تو اب وہ مطلقہ نہ ہوگی باعتبار غرض کے اپنی متکلم کو ثیبہ سے غیر زوجہ مقصود تھا اور دوسرا قول ہی کہ مطلقہ ہوگی باعتبار عموم لفظ کے **حلف لا یتزوج من بنات فلان ولیس لفلان بنت لا یحنث بمن ولدت لہ بعد** قسم کھائی کہ مثلاً زید کی بیٹیون سے نکاح کرنگا

اور حالانکہ زید کے کوئی بیٹی نہین تو حانث نہ ہوگا زید کی اُس بیٹی کے نکاح سے جو بعد یمین کے پیدا ہوئی کذا فی البحر طحطاوی نے کہا شاید قول محمد کا ہی اسواسطے کہ حاشیہ شلبی
مین فتح القدیر سے یہ منقول ہی قسم کھائی کہ زید کے ولد سے نہ بولیگا اور زید کا کوئی ولد نہین پھر زید کا ایک لڑکا پیدا ہوا اور حالف اُس سے بولا تو طرفین کے نزدیک حانث ہوگا
اور محمد کے نزدیک حانث نہوگا اسواسطے کہ اصل یہ ہی کہ محمد کے نزدیک وجود ولد وقت یمین معتبر ہی اور طرفین کے نزدیک وقت تکلم کے النکرۃ تدخل تحت النکرۃ والمعرفۃ
لا تدخل تحت النکرۃ فلو قال ان دخل ہذہ الدار احد فلہذا او الدار لہ او لغیرہ فدخلہا الحالف حنث لتنکیرہ نکرہ داخل ہوتا ہی نیچے نکرہ کے اور معرفہ داخل نہین ہوتا
نیچے نکرہ کے تو اگر کہا اگر داخل ہوگا اس گھر مین کوئی تو ایسا ہوگا اور وہ گھر حالف کا ہی یا اُسکے غیر کا پھر اُس گھر مین حالف داخل ہوا تو حانث ہوگا بسبب تنکیر
حالف کے ہم یعنے حالف نے آپکو قول مذکور مین بلفظ معرفہ نہین مذکور کیا تو حالف نکرہ ہوا لہذا تحت نکرہ داخل ہوگیا یعنے احد کے لفظ مین جسکا ترجمہ کوئی ہی وہ بھی
شامل ہوگیا ہو حسب قاعدہ مذکورہ ولو قال داری و دارک لا حنث بالحالف لتعریفہ اور اگر یون کہا کہ اگر داخل ہوگا میرے گھر مین یا تیرے گھر مین تو حنث نہوگا حالف
کے داخل ہونے سے بسبب تعریف حالف کے یعنے حالف معرفہ ہی بسبب یاء متکلم کے تو تحت نکرہ نہ داخل ہوگا حلبی نے کہا یہ شارح نے لفظ داری کا بیان کیا یہ دارک کا
تو اُسکو مناسب تھا یون کہنا لا یحنث بالحالف والمخاطب لتعریفہما یعنے اگر یون کہا کہ ان دخل دارک احد تو اپنے گھر مین مخاطب کے داخل ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے
کہ مخاطب معرفہ ہی بسبب کاف خطاب کے تو احد کے تحت مین نہ داخل ہوگا وکذا لو قال ان مس ہذا الراس احد واشار الی راسہ لا یحنث الحالف بمسہ لانہ متصل بہ خلقۃ فکان معرفۃ
اقوی من المعرفۃ بالاضافۃ بحر وذکرہ المصنف قبیل باب الیمین فے طلاق معزیا للاشباہ اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر چھوئے اس سر کو کوئی اور اشارہ کیا متکلم نے اپنے
سر کی طرف تو حالف اسکے چھونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ سر متصل ہی حالف سے بنا بر پیدائش کے تو وہ معرفہ ہوا قوی تر اضافت کے معرفہ سے کذا فی البحر
یعنے تعریف سر کی بسبب اشارہ کرنے کے قوی تر ہی داری کی اضافت سے اور اُسکو مصنف نے ذکر کیا ہی باب الیمین سے پہلی طلاق مین اشباہ کی طرف اشارہ کرکے
الا بالنیۃ وفی العلم کان کلم غلام محمد بن احمد احد فلذا دخل الحالف لو ہو کذلک لجواز استعمال العلم فے موضع النکرۃ فلم یخرج الحالف من عموم النکرۃ بحر معرفہ داخل
نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر نیت کرنے سے اور نام مین داخل ہوتا ہی چنانچہ اگر کلام کریگا محمد بن احمد کے غلام سے کوئی تو زوجہ اُسکی مطلقہ ہی حالف داخل ہوگا
تحت نکرہ کے اگر وہ ایسا ہوگا یعنے اگر حالف کا نام بھی محمد بن احمد ہوگا اور وہ بھی اپنے غلام سے کلام کریگا تو حانث ہوگا بسبب جائز ہونے استعمال نام کے بجائے نکرہ کے تو
اس وجہ سے حالف عموم نکرہ سے نہ نکلا کذا فی البحر ہم جب استعمال نام کا بجائے نکرہ جائز ہوا تو یمین مذکور کی یون تاویل ہوئی کہ اگر کوئی کلام کریگا اُس مرد کے غلام سے جسکا
نام محمد بن احمد ہی تو جسکا نام محمد بن احمد ہوگا اُسکا غلام اسی مین داخل ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت وفی الاشباہ المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ الا المعرفۃ فی الجزاء فتدخل
فی النکرۃ التی ہی فی موضع الشرط کان دخل داری ہذہ احد فانت طالق فدخلت ہی طلقت ولو دخل ہو لم یحنث لان المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ وتمامہ فی القسم
الثالث من ایمان الظہیریۃ شارح کہتا ہی اشباہ مین ہی کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر وہ معرفہ جو جزا مین واقع ہو یعنی معرفہ اُس نکرہ مین داخل ہوتا ہی
جو شرط کے محل مین واقع ہی چنانچہ اگر داخل ہوگا کوئی میرے اس گھر مین تو تو مطلقہ ہی پھر زوجہ اُسکی داخل ہوئی تو وہ مطلقہ ہوگی اور اگر زوج حالف داخل ہوگا تو حانث
نہوگا اسواسطے کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے اور پوری تقریر اسکی ایمان ظہیریہ کی قسم ثالث مین ہی ہم حموی اشباہ کے محشی نے کہا کہ زوجہ اگرچہ معرفہ ہی بتا
خطاب لیکن جو جزا مین واقع ہی تو اسکا دخول اُس نکرہ کے تحت مین جو شرط مین واقع ہی ممتنع نہین اسواسطے کہ دو جملے ماتعدد و مختلف کلام کے ہین اور اسی طرح
شرط کا معرفہ جزا کے نکرہ کے تحت مین واقع ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف دخول زوج کے تحت نکرہ کے کہ وہ جائز نہین اسواسطے کہ ایک ہی جملہ یعنے شرط مین دونون واقع
ہین ویجب حج او عمرۃ ماشیا من بلدہ فی قولہ علی المشی الی بیت اللہ او الکعبۃ واراق دما ان رکب لادخالہ النقص ولو اراد بیت اللہ بعض المساجد
لم یلزمہ شئے اور واجب ہوگا حج یا عمرہ پیدل چل کر اپنے شہر سے اس قول مین کہ مجھ پر واجب ہی پیدل چلنا بیت اللہ تک یا کعبہ تک اور جانور ذبح کرے
اگر راہ مین سوار ہوا اسواسطے کہ اُسنے نذر مذکور مین نقصان داخل کیا اور اگر لفظ بیت اللہ سے بعض مسجد کا ارادہ کریگا تو اُسپر کچھ لازم نہ ہوگا نہ قضا اور

نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا ہم مصنف نے بلا قید کہا تو اگر کعبہ کے اندر یا کہیں اور کہیگا تو اُسپر حج یا عمرہ واجب ہوگا چنانچہ ہدایہ میں صریح ہی اسواسطے کہ ایجاب حج عمرہ کا باعتبار مدلول لفظ یا اُسکے استلزام کے نہیں اور نہ باعتبار مجاز کے اور بنظر غالب کے بلکہ بسبب عرف کے ہو یعنے علی المشی الی بیت اللہ ایجاب حج یا عمرہ میں مروج ہی تو مجاز لغوی حقیقت عرفیہ ہوگیا مانند اس قول کے کہ علی حجۃ او عمرۃ کذا فی النہر ولا شئی بعلی الخروج او الذہاب الی بیت اللہ او المشی الی الحرم او الی المسجد الحرام او الی باب الکعبۃ او میزابہا او الصفا او المروۃ او مزدلفۃ او عرفۃ لعدم العرف اور یوں کہنے میں کہ مجھپر واجب ہی نکلنا یا جانا بیت اللہ تک یا چلنا حرم تک یا مسجد الحرام تک یا کعبہ کے دروازے تک یا میزاب تک یا صفا یا مروہ یا مزدلفہ یا عرفات تک کچھ واجب نہیں نہ حج نہ عمرہ بسبب عدم عرف کے یعنے مسائل مذکورہ میں اور مسئلہ مذکورہ میں اور مسئلہ سابقہ میں کوئی وجہ فرق کی نہیں سوا عرف کے لا یعتق عبد قیل لہ ان لم احج العام فانت حر ثم قال حججت وانکر العبد ای لنشاہدین فشہدا بنحرہ لاضحیۃ بکوفۃ لم تقبل لقیامہا علی لنفی الحج اذ التضحیۃ لا تدخل تحت القضاء وقال محمد یعتق ورجحہ الکمال آزاد نہوگا وہ غلام جس سے یوں کہا گیا یعنے اُسکے مولے نے کہا کہ اگر میں اسی سال حج نہ کروں تو تو آزاد ہی پھر مولے نے کہا کہ میں نے حج کیا اور غلام اُسکے حج کا منکر ہوا اور دو گواہ لایا سو دونوں نے کوفہ میں اُسکے قربانی کرنے کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب اُسکے قائم ہونے کے نفی حج پر اسواسطے کہ قربانی زیر حکم قاضی کے تحت میں داخل نہیں اور محمد نے کہا کہ غلام آزاد ہوگا اور ترجیح دی ہی اس قول کو کمال الدین نے فتح القدیر میں ہم کہتے ہیں انکا مطلب اثبات کی گواہی ہی کوفہ کی قربانی پر لیکن مقصود اس سے نفی حج ہی اسواسطے کہ کوفہ بہت دور ہی کعبہ سے تو جو شخص یوم النحر کو کوفہ میں ہو اُسکا پہنچنا اس سال کی حج میں نہیں ہو سکتا اور اثبات قربانی کا قاضی سے متعلق نہیں تو یہ گواہی نفی حج کی گواہی کے مانند ہوگئی اور حالانکہ نفی کی گواہی مقبول نہیں اور خلاصہ تحقیق فتح القدیر یہ ہی کہ گواہی نفی پر نہیں بلکہ امر وجودی پر ہی جو متضمن ہی نفی کا تو مقبول ہوگی حلف لا یصوم حنث بصوم ساعۃ بنیۃ وان افطر لوجود شرطہ قسم کھائی کہ روزہ نہ رکھیگا تو حانث ہوگا ایک ساعت کے صوم سے بشرطیکہ نیت صوم اگرچہ بعد ساعت کے اُسنے روزہ توڑ ڈالا ہو بسبب اُسکے پائے جانے شرط کے یعنے شرط ایک ساعت کی امساک سے بھی پائی گئی اسواسطے کہ صوم عبارت ہی امساک مفطرات سے بقصد تقرب کذا فی المنح ولو قال لا اصوم صوما او یوما حنث بیوم لانہ مطلق فینصرف الی الکامل اور اگر کہا کہ لا اصوم صوما یعنے بعد فعل کے مصدر کو صریحا ذکر کیا یا یوں کہا کہ نہ روزہ رکھونگا ایک دن تو پورے ایکدن روزہ رکھنے سے حانث ہوگا نہ کم سے اسواسطے کہ لفظ صوم کا مطلق ہی تو فرد کامل کی طرف منصرف ہوگا اور صوم کامل نہیں ہوتا بدون رات کے آنے کے اور لا اصوم یوما میں لفظ یوم کا خود صریح ہی تقدیر مدت میں کذا فی الطحطاوی حلف لیصومن ہذا الیوم کان بعد اکلہ او بعد الزوال صحت الیمین وحنث للحال لان الیمین لا تعتمد الصحۃ بل التصور کتصورہ فی الناسی قسم کھائی کہ ضرور روزہ رکھیگا اس دن میں حالانکہ بعد کھا چکنے یا بعد زوال کے یہ کہا تو قسم صحیح ہوگی اور فی الفور حانث ہوجاویگا اسواسطے کہ انعقاد یمین کا صحت پر موقوف نہیں بلکہ تصور پر مانند تصور صوم کے ناسی میں ہم یعنے صوم بعد الاکل او الزوال ناسی میں متصور ہی یعنے جو صائم بھول کر کھا گیا تو اُسکا صوم باوجود اکل کے موجود ہی یا تصور صوم اُس ناسی کا بعد زوال کے بہ نیت کرنا بھول گیا کذا فی الطحطاوی وہو کما لو قال لامرأتہ ان لم تصلے الیوم فانت کذا فحاضت من ساعتہا او بعد ما صلت رکعۃ فان الیمین تصح وتطلق فی الحال لان درور الدم لا یمنع کما فی الاستحاضۃ بخلاف مسئلۃ الکوز لان محل الفعل وہو الماء غیر قائم اصلا فلا یتصور اور وہ یعنے مثال سابق مانند اُس مثال کے ہی کہ کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر تو آج نماز نہ پڑھیگی تو تو مطلقہ ہی پھر اُسی وقت اُسکا حیض جاری ہوگیا یا ایک رکعت بعد جاری ہوا تو یمین صحیح ہی اور زوجہ اُسکی فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جاری ہونا خون کا مانع صلوٰۃ کا نہیں چنانچہ استحاضہ میں بخلاف مسئلہ الکوز کے یعنے قسم کھائی کہ اس کوزہ سے پانی پیئے گا اور حالانکہ اُسمیں پانی نہیں اسواسطے کہ محل فعل کا یعنے پانی اُسمیں مطلقا موجود نہیں تو یمین کسی وجہ سے متصور نہیں وحنث فی لا یصلے برکعۃ بنفس السجود اور اس قسم میں کہ نماز نہ پڑھیگا حانث ہوگا ایک رکعت کے ادا کرنے سے یعنے سجدہ کرتے ہی کیونکہ اسلیئے کہ صلوٰۃ عبارت ہی ارکان مختلفہ سے اور تمامی ارکان کی سجدہ پر ہی اسواسطے کہ عند التحقیق قعدہ اخیرہ ارکان اصلیہ میں داخل نہیں فتح القدیر میں کہا حق یہ ہی کہ ارکان

حقیقت نماز کے پانچ ہین اور قعدہ رکن زائد ہے کہ ختم صلوۃ کے واسطے واجب ہوا ہے تو حنث کے حق مین اسکی کیفیت معتبر نہوگی کذا فی فتح اور نہر الفائق مین قعدہ کو شرط قرار
دیا ہے نہ رکن تو بطریق اولی حنث مین اسکا اعتبار نہوگا بخلاف ان صلیت رکعۃ فانت حر لا یعتق الا بالوسیلۃ شفع لتحقق الرکعۃ بخلاف اس یمین کے کہ اگر تو ایک رکعت
نماز پڑھیگا تو تو آزاد ہے آزاد نہوگا دوگانہ کی پہلی رکعت سے تا رکعت ثانی ملا ہم ہرچند اس مثال مین حنث رکعت اولی پر ہے نہ دو رکعت پر لیکن بدون دوسری رکعت
کے شرعا تحقق رکعت اولی کا متصور نہین اسواسطے کہ فقط ایک رکعت کا ادا کرنا ممنوع ہے تو ایک رکعت پڑھ کر کلام کریگا تو غلام آزاد نہوگا کذا فی الطحطاوی
وفی لا یصلی صلوۃ لشفع وان لم یقعد اور اس یمین مین کہ لا یصلی صلوۃ دو رکعت پڑھنے سے حانث ہوگا اگرچہ اسنے قعدہ نہ کیا ہو اسواسطے کہ
فتح القدیر سے منقول ہوچکا کہ وہ رکن اصلی نہین نماز کا بخلاف لا یصلی الظہر مثلا فانہ یشترط التشہد بخلاف اس قول کے کہ نماز ظہر کی مثلا نہ پڑھیگا تو اسکے حانث
ہونے مین تشہد شرط ہے اور مراد تشہد سے مراد تشہد اخیر ہے اسواسطے کہ ظہیریہ مین ہے کہ اگر چار رکعت فرض کے نہ پڑھنے کی قسم کھاویگا تو حانث نہوگا تاوقتیکہ چوتھی
رکعت کے بعد تشہد نہ کریگا کذا فی الطحطاوی وحنث فی لا یؤم احدا باقتداء قوم بہ بعد شروعہ وان قصد ان لا یؤم احدا الا انہ اذا ام اس قسم مین
کہ کسی کی امامت نہ کریگا حانث ہوگا قوم کی اقتدا کرنے سے ساتھ اسکے بعد شروع کرنے حالف کے اگرچہ اسنے کسی کی امامت کا قصد نہ کیا ہو اسواسطے حانث ہوگا
کہ وہ امام انکا ہوگیا اسواسطے کہ امامت مین نیت امامت کی شرط نہین وصدق دیانۃ فقط ان نواہ ای ان لم یؤم احدا اور حالف کی فقط دیانۃ تصدیق
ہوگی اگر اسکی نیت کریگا یعنے اس نیت مین دیانۃ تصدیق ہوگی کہ کسی کی نیت نہ کریگا وان اشہد قبل شروعہ انہ لا یؤم احدا [illegible] مطلقا لا دیانۃ
ولا قضاء وصح الاقتداء ولو فی الجمعۃ استحسانا اور اگر حالف نے گواہ کر لیا قبل اپنی شروع کرنے نماز کے کہ وہ کسی کی امامت نہ کریگا تو کسی طرح حانث نہوگا
نہ دیانۃ اور نہ قضاء اور اقتدا مقتدیون کی صحیح ہوگی اگرچہ نماز جمعہ مین یہ واقعہ ہوا ہو بنابر استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ نماز جمعہ مین جماعت شرط ہے سو
بدون نیت امامت کے بھی حاصل ہے کما لا حنث لو امہم فی صلوۃ الجنازۃ او سجدۃ التلاوۃ لعدم کمالہا جیسے حانث نہین ہوتا اگر امامت کی قوم
کی نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت مین بسبب اسکے عدم کمال کے یعنے لا یصلی صلوۃ کی حلف مطلق منصرف ہے فرد کامل کیطرف اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت نقصان
عدم رکوع وغیرہ کے نماز کامل نہین بخلاف النافلۃ فانہ یحنث وان کانت الامامۃ فی النوافل منہیا عنہا بخلاف نماز نفل کے کہ اسکی جماعت کرنے سے
حانث ہوگا اگرچہ امامت کرنا نوافل مین ممنوع ہے ہم جماعت نفل کی اسوقت ممنوع ہے جبکہ بطریق تداعی ہو تداعی یہ ہے کہ چار مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھین
کذا فی الطحطاوی فروع مسائل الحنث شارح کے ان صلیت فانت حر فقال صلیت وانکر المولی لم یعتق لامکان الوقوف علیہا بلا حرج اگر تو نماز پڑھیگا تو تو آزاد
ہے سو غلام نے کہا کہ مین نے نماز پڑھی اور مولی نے اسکا انکار کیا تو آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ اسپر مطلع ہونا ممکن ہے بلا مشقت قال ان ترکت الصلوۃ فانت
طالق فصلتہا قضاء طلقت علی الاظہر ظہیریہ کہا زوجہ سے کہ اگر تو نماز کو ترک کریگی تو تو طالق ہے سو اسنے قضا کی نماز پڑھی تو وہ مطلقہ ہوگی بقول اظہر کذا
فی الظہیریہ حلف لا یؤخر صلوۃ عن وقتہا وقد نام وقضاہا استظہر الباقانی عدم حنثہ لحدیث فان ذلک وقتہا قسم کھائی کہ اپنی نماز کو اسکے وقت سے موخر
نہ کریگا اور حالانکہ وہ سوگیا نماز کے وقت پھر اسکو قضا کیا باقانی نے اسکے عدم حنث کو قوی کیا ہے اس حدیث کی دلیل سے فان ذلک وقتہا یعنے جو نماز
کے وقت سوگیا یا بھول گیا تو جب جاگے یا یاد پڑے تو وہی اسکا وقت ہے حلبی نے کہا کہ مدار ایمان کا عرف پر ہے اور عرف مین اسکو موخر کہتے ہین اگرچہ قضاء کر
اجتمع حدثان فالطہارۃ منہما دو حدث جمع ہون تو طہارت دونون سے ہوگی ہم قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نہ کریگا پھر اسکی ناک سے خون نکلا پھر پیشاب کیا پھر
اسنے وضو کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دونون حدث کی طہارت ہوئی حلف لیصلین ہذا الیوم خمس صلوات بالجماعۃ ویجامع امرأتہ ولا یغتسل یصلی الفجر والظہر
والعصر بجماعۃ ثم یجامعہا ثم یغتسل بعد غروبہ ویصلی المغرب والعشاء بجماعۃ فلا یحنث قسم کھائی کہ البتہ اس دن مین پانچ وقت کی نماز جماعت سے
پڑھیگا اور اپنی عورت سے قربت کریگا اور غسل نہ کریگا تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ فجر اور ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے پڑھے پھر زوجہ سے

قربت کرے پھر غروب کے وقت غسل کرے اور مغرب اور عشا کی نماز جماعت سے پڑھے تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ غسل رات میں واقع ہوا نہ دن میں کذا فی البحر کہ
حلبی نے کہا اسمیں اعتراض ہے کہ یوم سے اگر بقیہ نہار مراد ہے تو غروب تک تین ہی نمازیں ہوئیں اور قسم ہے پانچ نماز کی اور اگر یوم سے مطلق وقت مراد ہے تو بہر صورت
حانث ہوگا خواہ دن میں نہاوے خواہ رات میں حلف لایحج فعلہ الصحیح منہ فلایحنث بالفاسد قسم کھائی کہ حج نہ کریگا تو حنث صحیح حج پر موقوف ہوگا تو فاسد
حج کرنے سے حانث نہ ہوگا ہم لایحج او لایحج حجۃ کا حالف برابر ہے بخلاف صلوٰۃ کے لا یحنث حتی یقف بعرفۃ عن الثالث ای محمد حتی یطوف اکثر الطواف المفروض
عن الثانی وبہ جزم فی المنہاج للعلامۃ عمر بن محمد العقیلی الانصاری کان من کبار فقہاء بخاری مات بہا سنۃ ست وستمائۃ اور عدم حج کی حلف میں حانث
نہ ہوگا یہان تک کہ عرفات کا وقوف کرے یہ مروی ہے امام ثالث محمد بن حسن سے اور حانث نہ ہوگا یہان تک کہ اکثر طواف الزیارت کرے یعنی بدون چار شوط
کے حانث نہوگا یہ مروی ہے امام ثانی قاضی ابو یوسف سے اور اسی روایت پر جزم کیا ہے منہاج میں جو عمر بن محمد عقیلی انصاری کی تصنیف ہے وہ بخارا کے فقہاء کبار
میں سے تھے اور ۶۰۶ سنہ ہجری میں وہین وفات پائی ولایحنث فی العمرۃ حتی یطوف اکثرہا اور حانث نہوگا عمرہ نہ کرنے کے حلف میں یہان تک کہ عمرہ کا اکثر
طواف کرے یعنی چار شوط زیادہ ان لبست من مغزولک فہو ہدی ای صدقۃ التصدق بہ بمکۃ فملک الزوج قطنا بعد الحلف فغزلت ونسج ولبس
فہو ہدی عند الامام ولہ التصدق بقیمتہ بمکۃ لا غیر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر میں پہنوں تیرے کاتے سوت سے تو وہ ہدی ہے یعنی صدقہ جسکو مکہ معظمہ
میں تصدق کروں پھر زوج مالک ہوا روئی کا بعد اس قسم کے سو زوجہ نے اسکو کاتا پھر اسکا کپڑا بنا گیا اور زوج نے اسکو پہنا تو وہ کپڑا ہدی ہے امام اعظم
کے نزدیک اسواسطے کہ عادت یہی ہے کہ عورت زوج کی مملوک روئی کو کاتے تو معتاد ہی مراد ہوگا کذا فی المنح اور زوج کو جائز ہے کہ اسکی قیمت کو مکہ میں خیرات کرے
نہ اور جگہ میں جو صدقہ بلفظ ہدی ہے اسکا صرف سوائے مکہ کے اور کہین جائز نہین بخلاف اور صدقات کے کذا فی الطحطاوی وشرطا لکہ یوم حلفہ ویفتی بقولہما
فی دیارنا لانہا انما تغزل من کتان نفسہا او قطنہا ویفتی فی دیار الروم بقولہ لغزلہا من کتان الزوج نہر اور صاحبین نے وجوب تصدق میں ملک زوج
کی اسکی حلف کے دن شرط کی ہے اسواسطے کہ نذر بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہین اور صاحبین کے قول پر یعنی عدم تصدق پر فتوے
ہے ہمارے ملک میں یعنی مصر میں اسواسطے کہ وہان عورت اپنی کتان یا اپنی روئی کو کاتتی ہے اور امام اعظم کے قول پر فتوی ہے روم کے ملک میں اسواسطے کہ وہان عورتیں اپنے
زوج کے کتان کو کاتتی ہے کذا فی النہر الفائق حلف لا یلبس من غزلہا فلبس تکۃ منہ لا یحنث عند الثانی وبہ یفتی لانہ لا یسمی لابسا عرفا قسم کھائی کہ زوجہ
کے سوت کو نہ پہنیگا پھر اسکے سوت کا ازار بند پہنا تو حانث نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ عرف میں اسکو لابس یعنی پہننے والا نہین کہتے ہین
کما لا یلبس ثوبا من نسج فلان فلبس من نسج غلامہ لا یحنث اذا کان فلان یعمل بیدہ والا حنث لتعین المجاز جیسا کہ قسم کھائی کہ وہ کپڑا نہ پہنیگا جسکو فلانے نے
بنا سو اسنے فلانے کے غلام کا بنا کپڑا پہنا تو حانث نہ ہوگا جب کہ فلانا شخص بھی اپنے ہاتھ سے بنتا ہو اور اگر وہ نہین جانتا ہوگا تو اسکے غلام کے بنے کپڑے کے پہنے سے حانث
ہوگا بسبب متعین ہونے مجاز کے اسواسطے کہ نسج حقیقی وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے ہو تو جب تک حقیقت ممکن ہوگی تو اسی پر حمل ہوگا اور درصورت عدم حقیقت مجاز پر محمول ہوگا کذا فی المنح
کما حنث بلبس خاتم ذہب وعقد لؤلؤ او زبرجد او زمرد ولو غیر مرصع عندہما وبہ یفتی فی حلفہ لا یلبس حلیا للعرف چنانچہ اس قسم مین کہ زیور
نہ پہنیگا حانث ہوتا ہے بسبب عرف کے سونے کی انگوٹھی پہنے سے اگرچہ حالف مرد ہو اور اگرچہ انگوٹھی بلا نگین ہو موتی کے ہار یا زبرجد کے ہار یا زمرد کے ہار پہنے سے اگرچہ زر
چاندی سونے میں جڑا نہ ہو صاحبین کے نزدیک اسی پر فتوی ہے حلبی نے کہا کہ جامع اللغۃ میں مصرح ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی چیز ہے تو تکرار واقع ہوئی لا یحنث بخاتم
فضۃ بدلیل حلہ للرجال الا اذا کان مصنوعا علی ہیئۃ خاتم النساء بان کان لہ فص یحنث ہو الصحیح زیلعی ولو کان مموہا بذہب ینبغی حنثہ بخلخال
ولو سوار حانث نہوگا حلف مذکور میں چاندی کی انگوٹھی پہننے سے بدلیل اسکی حلت کے مردون کے حق میں مگر جب کہ چاندی کی انگوٹھی عورتون
کی انگوٹھی کی صورت پر بنی ہو اسطرح پر کہ اسمین نگین ہو مانند عورتون کے تو اسکے پہننے سے حانث ہوگا یہی قول صحیح ہے کذا فی شرح الزیلعی اور اگر انگوٹھی پر سونے کا

ملمع ہو تو لائق یون ہی کہ اسکے پہننے سے حانث ہوگا کذا فی النہر جیسے کو پی اور کنگن کے پہننے سے حنث ثابت ہوتا ہی خواہ چاندی کے ہون خواہ سونے کے ہر چند سونے چاندی کا
زیور مردون پر حرام ہی فقط چاندی کی انگوٹھی جائز ہی واسطے مہر کرنے کے نہ واسطے زینت کے تو وہ انکے حق مین زیور کامل نہین اگرچہ زینت سے خالی نہین لہذا اسکے پہننے سے
حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی حلف لا یجلس علی الارض فجلس علی حائل منفصل کخشب او جلد او بساط او حصیر او حلف لا ینام علی ہذا الفراش فجعل فوقہ
آخر فنام علیہ او لا یجلس علی ہذا السریر فجعل فوقہ آخر لا یحنث فی الصور الثلثۃ کما لو حرج الحشو من الفراش للعرف قسم کھائی کہ نہ بیٹھیگا زمین پر
پھر بیٹھا اس چیز پر جو حائل ہی جالس اور زمین مین اور زمین سے جدا ہی جیسے لکڑی یا کھال یا فرش یا چٹائی یا قسم کھائی کہ نہ سوویگا اس فرش
پر پھر فرش پر اور فرش ڈال لیا اور اسپر سویا یا قسم کھائی کہ اس چارپائی پر نہ بیٹھیگا پھر اسپر دوسری چارپائی بچھاکر بیٹھا تو حانث نہوگا ان تینون صورتون
مین چنانچہ اگر فرش کے اندر کی روئی وغیرہ نکال ڈالی اور پھر اسپر بیٹھا تو حانث نہوگا بنا بر عرف کے اور اسی طرح اگر فرش کا ابرہ اور آستر جدا کیا اور درمیان
کی چیز پر بیٹھا تو بھی حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ولو نکرا الاخیرین حنث مطلقا للعموم وفی القدوری بتنکیر السریر حانہ فی الجوہرۃ علی المعرف
اور اگر اخیر دونون مثالون مین فرش اور سریر کو غیر معین ذکر کرے یعنی یون کہے لا یجلس علی فرش و لا یجلس علی سریر یعنی کسی فرش پر نہ بیٹھیگا اور کسی چارپائی
پر نہ بیٹھیگا تو ہر طرح سے حانث ہوگا بسبب عموم محلوف علیہ کے اور چونکہ قدوری مین سریر کو نکرہ ذکر کیا ہی تو جوہرہ مین اسکو معرفہ پر محمول کیا ہی بخلاف
ما لو حلف لا ینام علی الواح ہذا السریر او الواح ہذہ السفینۃ ففرش علی ذلک فراش لم یحنث لانہ لم ینم علی الالواح بحر کذا فی نسخ الشرح لکن
الذی فی التعبیر باداۃ التشبیہ کما ہو الاولی آخر الکلام او تاخیرہ عن مقالۃ القرام لیصح المرام کما لا یخفی علی ذوی الافہام وکما ہو الموجود فی غالب نسخ المتن فی
دیارنا دمشق الشام فلیتنبہ بخلاف اس قول کے کہ اگر قسم کھائی کہ نہ سوویگا اس چارپائی کی پٹریون پر یا اس ناؤ کے تختون پر پھر انپر فرش بچھایا اور
اسپر سویا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ تختون پر نہ سویا بلکہ فرش پر سویا کذا فی البحر شارح کہتا ہی ایسی عبارت ہی مصنف کی شرح کے نسخون مین لیکن لائق یون
ہی کہ تعبیر اس مسئلہ کی بحرف تشبیہ کیجاوے چنانچہ یون کہا جاوے کما لو حلف لا ینام الخ یا اس مسئلہ کو مسئلہ قرام سے موخر کیجئے تا مطلب صحیح ہو چنانچہ یہ امر پوشیدہ
نہین صاحبان فہم پر اور چنانچہ یون ہی موجود ہی ہمارے دیار دمشق شام کے اکثر متن کے نسخون مین سو خبردار رہنا لفظ بخلاف کا اسکا مقتضی ہی کہ
اس مسئلہ کا حکم مسئلہ سابقہ کے مخالف ہی حالانکہ دونون مین عدم حنث ثابت ہی لہذا شارح نے اسپر آگاہ کر دیا اور واسطے تصحیح کلام کے طریقہ تعبیر کا بیان کیا
لیکن مترجم کے پاس مصنف کی شرح منح الغفار کا ایک نسخہ دمشق شام کا لکھا ہوا موجود ہی اسمین یہ عبارت متن مین داخل نہین بلکہ شرح مین داخل ہی
بالا لفاظ بخلاف بہر صورت یہ اختلاف تصرف کاتبین سے خالی نہین واللہ اعلم ولو جعل علی الفراش قرام بالکسر الملاءۃ او جعل علی السریر بساطا او حصیرا
لانہ یعد نائما وجالسا علیہما عرفا بخلاف ما مر اور اگر قسم کھائی کہ اس فرش یا اس چارپائی پر نہ بیٹھیگا یا نہ سوویگا اور اس فرش پر باریک کپڑا بطور چاندنی کے بچھایا یا چارپائی
پر بچھونا یا چٹائی ڈالی پھر اسپر بیٹھا یا سویا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ شخص فرش کا بیٹھنے والا اور چارپائی کا سونے والا شمار ہوگا عرف مین بخلاف اس
مسئلہ کے جو مذکور ہو چکا کہ اسمین عرفا حانث نہین ہم قرام بکسر قاف عبارت ہی پردہ باریک سے شمنی نے کہا کہ قرام بالکسر اس پردہ کا نام ہی جسمین نقوش
ہون اور اسی طرح مختار الصحاح مین تصریح ہی اور ہمارے عرف مین قرام کو ملاءۃ کہتے ہین جو فرش پر بچھایا جاتا ہی کذا فی المنح ملاءۃ بضم میم ومد لغت مین چادر کو
کہتے ہین کذا فی المنح حلف لا یمشی علی الارض فمشی علیہا بنعل او خف او مشی علی احجار حنث وان مشی علی بساط لا یحنث قسم کھائی کہ زمین پر نہ چلیگا
پھر زمین پر جوتیان پہن کر چلا یا پتھرون پر چلا تو حانث ہوگا اور اگر فرش پر چلا تو حانث نہوگا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ان نمت علی ثوبک او فراشک
فکذا فالعبرۃ للاکثر بنہ لہا زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو میرے کپڑے یا بستر یا فرش پر سووے تو تو مطلقہ ہی تو اکثر بدن زوجہ کا معتبر ہوگا یعنی اگر اسکا بدن فرش
پر لگا تو مطلقہ ہوگی اور اگر فقط اسکے فرش پر سر رکھا یا اسپر بیٹھا تو مطلقہ نہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر عن المحیط

باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک

کما ینا سب ان یترجم بمسائل شتی من الغسل والکسوۃ یہ باب ہی ضرب اور قتل وغیرہ کی قسم مین شارح کہتا ہی مناسب یون تھا کہ اس باب کو مسائل شتی کرتیب
کرتا اور من الغسل والکسوۃ وغیر ذلک کا بیان ہو الاصل فیہا ان ما یشارک المیت فیہ الحی تقع الیمین فیہ علی الحالتین الموت والحیوۃ وما اختص بحالۃ الحیوۃ
وہو کل فعل یلذ ویولم ویغم ویسر کالشتم والتقبیل تقیید بہا ثم فرع علیہ قاعدہ بیان یہ ہی کہ جس امر مین مردہ شریک سا ہو زندے کا تو اسمین قسم دونون حالتون
پر واقع ہوتی ہی موت مین بھی اور حیات مین بھی اور جو امر کہ حالت زندگی کو مخصوص ہی یعنی جو فعل کہ لذت دے اور درد پہونچا دے اور رنجیدہ کرے اور خوشی
بخشے چنانچہ گالی دینا اور بوسہ لینا تو ایسے امر کی قسم مقید بحیات ہوگی پھر مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا قول متفرع کیا فلو قال ان ضربتک او کسوتک
او کلمتک او دخلت علیک او قبلتک تقید کل منہا بالحیوۃ حتی لو علق بہا طلاقا او عتقا لم یحنث بفعلہا فی المیت تو اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجکو مارون
یا تجکو کسوت دون یا تجھ سے کلام کرون یا تیرے پاس آون یا تیرا بوسہ لون تو یہ ہر ایک قول مقید بزندگی ہوگا یہان تک کہ اگر ان افعال سے طلاق یا عتاق
کو معلق کریگا تو حانث نہوگا ان افعال کے کرنے سے ساتھ میت کے مثلاً تعلیق طلاق یا عتاق ان افعال پر یون ہی کہ اگر مین تجکو مارون یا کسوت دون یا تجھ
سے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو اسکی زوجہ مطلقہ ہی یا غلام اسکا آزاد ہی پھر مخاطب کے مرنے کے بعد ضرب وغیرہ واقع کی تو حانث نہوگا ضرب
اسواسطے میت مین متحقق نہو سکتی کہ ضرب عبارت ہی فعل دردناک سے یا استعمال آلہ تادیب سے حالانکہ میت محل ایلام اور تادیب نہین اور میت کو جو عذاب
قبر مین ہوتا ہی تو اسکو جمہور علما کے نزدیک زندگی عطا ہوتی ہی بقدر دریافت کرنے درد کے اور بدن کا ثابت رہنا شرط نہین اہل سنت کے نزدیک بلکہ اجزاء متفرقہ مین بھی
حیات عطا ہوتی ہی جو انکھ سے معلوم نہین ہو سکتی اور کسوت کی مفہوم مین تملیک معتبر ہی اور میت لائق تملیک کے نہین اور کلام سے غرض افہام ہی اور موت اسکی منافی ہی
اور دخول سے مراد یا اکرام ہی یا اہانت یا زیارت اور بعد موت کے یہ کوئی بات حاصل نہین اور یہی حال ہی شتم اور جماع اور تقبیل کا کذا فی النہر الفائق اور فتح القدیر مین مذکور ہی
کہ میت کو سماعت نہین تو فہم بھی نہین اور بعد موت کے میت کی قبر کی زیارت ہوتی ہی نہ میت کی اور یہ جو صحیح بخاری مین مروی ہی کہ رسول خدا صلعم نے جنگ بدر کے مقتولون
کی لاشون کو کنوین مین ڈلوا کر انسے فرمایا کہ جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا یعنی شکست کفار اسکو تم نے سچا پایا عمر فاروق رضنے کہا آپ مردون سے کلام کرتے ہین
یا رسول اللہ صلعم تو فرمایا قسم ہی اس ذات پاک کی جسکے قابو مین میری جان ہی کہ تم انسے زیادہ نہین سنتے ہو اسکا ایک جواب یہ ہی کہ اس حدیث کی معارض صحیح بخاری مین یہ
حدیث ثابت ہی کہ عائشہ رضی صدیقہ نے اس روایت کو قرآن مجید کی دو آیتون سے رد کیا اول آیت یہ ہی کہ وما انت بمسمع من فی القبور یعنی تو سنا نہین سکتا انکو
جو قبرون مین ہین اور ثانی آیت یہ ہی انک لا تسمع الموتی یعنی مقرر تو سنا نہین سکتا مردون کو اور دوسرا جواب یہ ہی کہ یہ کلام بطریق ضرب المثل تھا زندون کی نصیحت کے
واسطے چنانچہ علی مرتضی سے منقول ہی کہ قبرستان مین جا کر فرمایا کہ تمہاری عورتون کے نکاح ہو گئے اور تمہارے مال تقسیم ہو گئے اور تمہارے مکانات مین اور لوگ ساکن ہو گئے یہ خبر
تمہاری ہی ہمارے پاس پس ہماری خبر تمہارے پاس کیا ہی اور تیسرا جواب یہ ہی کہ یہ تکلم اور سماع موتی رسول کریم کی خصوصیت کی نسبت سے تھا بنا بر اعجاز کے تاکہ کافرون کو
حسرت زیادہ ہو اور وہ جو صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہی کہ میت جوتیون کی آواز سنتا ہی جب لوگ اسکو دفن کر کے پھرتے ہین اسکا جواب یہ ہی کہ ابتداء دفن کا یہ سماع اور فہم مقید ہی
جواب ہی سوال منکر اور نکیر کا اس خصوصیت کی یہ وجہ ہی تا حدیث اور آیتون کے مضمون مین اتفاق ہو جاوے کہ تعارض نہ باقی رہے اسواسطے کہ دونون آیتین عدم سماع موتی کی
مقید ہین انتہی کلام الفتح نہر الفائق مین کہا کہ جواب ثالث نہایت خوب جواب ہی یعنی حضرت کا تکلم اور اسماع بطریق معجزہ تھا تو اس سے عموم سماعت موتی ثابت نہین ہو سکتا
چنانچہ بنا بر اعجاز کے حضرت سے شجر اور حجر نے بھی کلام کیا ہی حالانکہ شجر اور حجر محل کلام نہین اور صحیح مسلم کی روایت کے جواب کی تقویت دوسری حدیث صحیح سے ہو سکتی ہی
کہ جب منکر اور نکیر مومن سے جواب معقول سنتے ہین تو اس سے کہتے ہین کہ نم کنومۃ العروس یعنی اب آرام سے سو جیسے دلہا سوتا ہی ظاہرا یہ حدیث دلالت کرتی ہی کہ منکر

کامل عالم سے غافل ہو جاتا ہی جیسے سوتا آدمی غافل ہوتا ہی اور کلام نہیں سنتا بالجملہ ہم لوگ اہل تقلید ہیں یا یہ اجتہاد کا نہیں رکھتے پھر جن فقہا کے ہم مقلد ہیں جب اُنکے نصوص سے
ثابت ہوا کہ میت کو فہم اور سماع نہیں تو اسمین زیادہ گفتگو اور تفتیش کرنا بیہودہ ہی واللہ اعلم بخلاف الغسل والحمل والمس والباس الثوب لحلفہ لا یغسلہ ولا یحملہ
لا یتقید بالحیوۃ بخلاف نہلانے اور اُٹھانے اور چھونے اور کپڑا پہنانے کے چنانچہ یون قسم کھائی کہ مثلاً زید کو غسل نہ دیگا یا اسکو نہ اُٹھاویگا تو یہ یمین مقید
بحیات نہین یعنے اگر زید کے مرنے کے بعد اُسکو غسل دیگا یا اُٹھاویگا یا اُسکو چھوویگا یا کفن پہناویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ افعال زندہ کو مخصوص نہین
بلکہ میت اُنمین شریک ہی زندہ کا یحنث فی حلفہ لا یضربہ فمد شعرہا او خنقہا او عضہا او قرصہا ولو ممازحا خلافا لما صحح فی الخلاصۃ حانث
ہوگا اپنی اس قسم مین اگرچہ فارسی زبان مین قسم کھائی ہو کہ اپنی زوجہ کو نہ ماریگا پھر اُسکے بال کھینچے یا اُسکا گلا دابا یا اُسکو دانت سے کاٹا یا اُسکے
چٹکی لی اگرچہ خوش طبعی سے یہ افعال کیے ہون بخلاف اُس قول کے جسکو خلاصہ مین صحیح کہا ہی ہم خلاصہ اور بحرالرائق مین جامع قاضی خان سے اور
فتاوی عالمگیری مین فتاوی قاضی خان سے شرح ہی کہ اگر بال کھینچنا اور گلا دابنا اور کاٹنا اور چٹکی لینا حالت غضب مین ہی تو حانث ہوگا اور اگر ملاعبت کی
حالت مین ہی تو حانث نہوگا یہی قول صحیح ہی تو باوجود تصحیح علما کے بارہ شارح کو اُسکی مخالفت کہنا بلا وجہ ہی کذا فی الطحطاوی والقصد لیس بشرط فیہ
ای فی الضرب وقیل شرط علی الاظہر والاشبہ بحر و بہ جزم فی الخانیۃ والسراجیۃ اور ضرب مین قصد کرنا شرط نہین اور بعضون نے کہا قصد شرط ہی بنا بر قول اظہر اور
اشبہ کے کذا فی البحر اور اسی پر خانیہ اور سراجیہ مین یقین کیا ہی والا یلام فشرط بہ یفتی وکیفی جمعہا بشرط اصابۃ بدنہ کل سوط اور درد پہونچانا تو ضرب مین شرط ہی
اسی پر فتوی ہی اور کفایت کرتا ہی جمع کرنا کوڑون کا بشرطیکہ مضروب کے بدن کو ہر کوڑا لگے مع قسم کھائی کہ مثلاً سو کوڑے زید کے مارونگا پھر سو کوڑے اُسنے جمع کیے
اور زید کے ایکبار مارے تو حانث نہوگا بشرطیکہ ہر کوڑا اُسکے بدن پر لگ جاوے اسطرح کہ انکے اطراف قائمہ یا اعراض مبسوطہ بدن پر لگین لشرط تحلیف کذا فی الفتح
واما قولہ تعالی وخذ بیدک ضغثا ای حزمۃ ریحان لخصوصیۃ لرحمۃ زوجۃ ایوب علیہ السلام فتح اور وہ جو حق تعالے کا قول ہی کہ لے اپنے ہاتھ مین مٹھا یعنے ریحان کا
دستہ سو یہ خصوصیت ہی ایوب علیہ السلام کی زوجہ سماۃ رحمت کی کذا فی الفتح مع رحمت بنت افرائیم بن یوسف علیہ السلام زوجہ تھین ایوب علیہ السلام کی وہ کسی کام کو
گئی تھین وہان دیر لگی حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ سو ضرب مارونگا حق تعالے نے تحلیل یمین کا طریقہ ارشاد کیا کہ دستہ ریحان اُنکو مارین اور ایک پیا ایہ آیۃ
کہ درخت کی شاخین ہین خلاصہ سوال یہ ہی کہ تمنے ضرب مین ایلام شرط کیا ہی اور دستہ ریحان کی ضرب مین تکلیف کہان شارح نے جواب دیا کہ یہ مخصوص ہی زوجہ ایوب
علیہ السلام کو یہ جواب علی سبیل التسلیم ہی اور دوسرا جواب یہ ہی کہ بالکلیہ عدم الم ضرب ایوب علیہ السلام مین ممنوع ہی علی الخصوص بصورت روایت شاخون کی ضرب کے تکلیف
ہین ہی کہ جواز حیل مین اس آیت کی رخصت باقی ہی کذا فی الفتح والطحطاوی حلف لیضربن او لیقتلن فلانا الف مرۃ فہی علی الکثرۃ والمبالغۃ لحلفہ لیضربنہ حتی یموت او
یقتلہ او حتی یتعزر لا حیا ولا میتا قسم کھائی کہ البتہ ماریگا یا قتل کریگا فلانے کو ہزار بار تو یہ کثرت ضرب و مبالغہ یعنے شدت ضرب پر محمول ہی معنی حقیقی مراد نہین چنانچہ یون قسم کھائی
کہ البتہ اُسکو ماریگا یعنے کوڑون سے کذا فی البحر یہان تک کہ وہ مر جاوے یا یہان تک کہ وہ مقتول ہو جاوے یا یہان تک کہ اُسکو چھوڑے ایسا کہ نہ زندہ رہے
نہ مردہ تو یہ یمین کثرت اور شدت ضرب پر محمول ہی نہ حقیقت پر ولو قال حتی یغشی علیہ او حتی یستغیث او یبکی فعلی الحقیقۃ اور اگر یون کہا کہ البتہ اُسکو ماریگا یہانتک
کہ اُسکو غش آجاوے یا یہانتک کہ وہ فریاد کرنے لگے یا رونے لگے تو یہ یمین حقیقت پر ہی نہ مجاز پر تو تاوقتیکہ اُسکو غش نہ آوے یا فریاد نہ کرے یا نہ رووے قسم پوری
ہوگی ان لم اقتل زیدا فکذا وہو ای زید میت ان علم الحالف بموتہ حنث والا لا وقد قدمہا عند لیصعدن السماء اگر نہ قتل کرون زید کو تو ایسا ہی
اور حالانکہ زید میت ہی اگر حالف اُسکی موت کو جانتا ہی تو حانث ہوگا اور اگر نہین جانتا ہی تو حانث نہوگا اور البتہ اس مسئلہ کو مصنف مقدم ذکر کر چکا ہی صعود
سما کی حلف کے قریب حلف لا یقتل فلانا بالکوفۃ فضربہ بالسواد ومات بہا حنث کحلفہ لا یقتل یوم الجمعۃ فجرحہ یوم الخمیس ومات یوم الجمعۃ حنث
ولعکسہ ای ضربہ بکوفۃ وموتہ بالسواد لا یحنث لان المعتبر زمان الموت ومکانہ لشرط کون الضرب والجرح بعد الیمین ظہیریہ قسم

کھائی کہ فلانے کو کوفہ میں نہ قتل کریگا پھر اُسکو کوفہ کے دیہات میں مارا اور وہ کوفہ میں مرگیا تو حانث ہوگا چنانچہ اس قسم میں کہ قتل کریگا اُسکو جمعہ کے دن پھر
اُسکو زخمی کیا پنجشنبہ کے دن اور مرگیا وہ جمعہ کے دن تو حانث ہوگا اور اسکے بالعکس میں یعنی کوفہ کے مارنے میں اور دیہات کے مرنے میں حانث ہوگا اسواسطے کہ زمانہ
موت کا معتبر ہے مثال ثانی میں اور مکان معتبر ہے مثال اول میں بشرطیکہ ضرب و زخم لگانا بعد قسم کے واقع ہوا ہو کذا فی الظہیریۃ مترجم قریات کوفہ کو سواد اسواسطے کہا
کہ وہ شدت سے سرسبز ہوتی ہیں کذا فی الطحطاوی وفیما ان لم تاتنی حتی اضربک فہو علی الاتیان ضربا او لا او ظہیریہ میں ہے اگر تو نہ آویگا میرے پاس تا میں تجھکو مارون تو
یہ قسم اسکے آنے پر ہے خواہ اُسکو بعد آنے کے مارے یا نہ مارے مترجم اس مثال میں لام سببی کے معنی میں ہے اور لام سبب کا یہ حکم ہے کہ وجود سبب شرط ہے نہ وجود
مسبب کذا فی الطحطاوی ان رایتہ لا ضربنہ فہو علی التراخی مالم ینو الفور اگر میں اُسکو دیکھونگا تو البتہ اُسکو مارونگا تو یہ مارنا زندگی پر محمول ہے نہ شتابی پر تاوقتیکہ
فی الحال مارنے کی نیت نہ کرے اور اگر فی الحال کی نیت کریگا تو اگر پھر دیکھنے کے نہ ماریگا تو حانث ہوگا ان رایتک فلم اضربک فرآہ الحالف وہو مریض لا یقدر علی الضرب
حنث اگر میں تجھکو دیکھون سو نہ مارون تو ایسا ہو پھر حالف نے اُسکو دیکھا اپنے مرض کے ایسے حال میں کہ اُسکو قدرت نہیں ضرب پر تو حانث ہوگا ان لقیتک فلم اضربک
فرآہ من قدر میل لم یحنث بحر اگر میں تجسے ملاقات کرون سو نہ مارون تو ایسا ہو پھر اُسکو کوس بھر سے دیکھا تو حانث نہوگا کذا فی البحر اسواسطے کہ اتنی دور دیکھنے کو
ملاقات نہین کہتے ہیں الشہر وما فوقہ ولو الی الموت بعید وما دونہ قریب فیعتبر ذلک فی لیقضین دینہ ولا یکلمہ الی بعید او الی قریب وکذا لفظ العاجل والسریع کالقریب
والآجل کالبعید فتح ہر ایک مہینا اور اس سے زیادہ اگرچہ زیادتی تاموت ہو بعید میں داخل ہے اور مہینے سے کمتر مدت قریب میں داخل ہے تو یہی تفسیر مذکور اس قسم میں
معتبر ہوگی کہ اپنے دین کو البتہ ادا کریگا یا مثلاً زید سے کلام نہ کریگا بعید تک یا قریب تک اور لفظ عاجل و سریع کا مانند قریب کے ہے اور لفظ آجل کا بعید کے
مانند ہے اور یہ تقدیر قریب اور بعید کی درصورت عدم نیت ہے مترجم اگر قسم کھائی کہ قریباً یا عاجلاً یا سریعاً قرض ادا کریگا پھر مہینے کے اندر ادا کیا تو حانث نہوگا
اور اگر قسم کھائی کہ بعیداً یا آجلاً ملاقات کریگا تو مہینے کے اندر ملاقات کرنے سے حانث ہوگا نہ مہینے سے زیادہ مدت میں وان نوی بالقریب او البعید
مدۃ معینۃ فہما فعلی مانوی ودین فیما فیہ تخفیف علیہ بحر اور اگر قریب اور بعید کے لفظ سے حالف نے مدت معین کی دونوں میں نیت کی تو اسکی نیت کے موافق
اعتبار ہوگا اگرچہ قریب سے ایک سال یا مدت دنیا مراد لیے تو بھی صحیح ہے اسواسطے کہ دنیا بہ نسبت آخرت کے قریب ہے کذا فی النہر اور جس مدت میں
حالف پر تخفیف ہوگی اُسمین دیانۃً تصدیق ہوگی نہ قضاءً کذا فی البحر مترجم درصورت تخفیف دیانۃً تصدیق کرنا بحر الرائق میں بطور بحث کے مذکور ہے شارح
نے اُسکو بطور منصوص کے مذکور کیا کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ ملیا او طویلا ان نوی شیئا فذلک والا فعلی شہر ویوم کذا فی البحر عن الظہیریۃ
وفی النہر عن السراج علی شہر قسم کھائی کہ ایک مدت یا زمانہ دراز اس سے کلام نہ کریگا اگر حالف نے کچھ نیت کی تو اُسی قدر معتبر ہے اور اگر کچھ نیت نہیں کی تو ایک
مہینے اور ایک دن پر محمول ہوگا کذا فی البحر عن الظہیریۃ اور نہر الفائق میں سراج سے منقول ہے کہ مہینے پر محمول ہوگا بلا ذکر یوم مترجم ملی بفتح اول وکسر ثانی عبارت ہے
مدت زمانہ سے اور اسی نسبت سے لیل و نہار کو ملوان کہتے ہیں و کذا ایاما احد عشر وبالواو احد وعشرون وبضعۃ عشر ثلثۃ عشر اور اگر حلف میں کذا کذا ایاما کہا تو
گیارہ دن مراد ہیں اور واو عاطفہ سے یہ یون کہا کذا وکذا ایاما تو اکیس دن مراد ہونگے اور بضعۃ عشر سے تیرہ [13] دن مراد ہیں بر فی حلفہ لیقضین دینہ
الیوم لو قضاہ نبہرجۃ ما یردہ التجار او زیوفا ما یردہ بیت المال او مستحقۃ للغیر وعتق المکاتب بدفعہا بار ہوگا یعنی حانث نہوگا اپنی اس قسم میں کہ البتہ
آج کے دن اپنا دین ادا کریگا اگر اُسنے دراہم نبہرجہ یا زیوف یا سیر کے حق کے ادا کیے اور مکاتب انکے بھیجنے سے آزاد ہو جاویگا نبہرجہ وہ دراہم ہیں جنکو
سوداگر نہ قبول کرتے ہیں اور زیوف وہ دراہم ہیں جنکو بیت المال سلطانی قبول نہ کرے مترجم نبہرجہ اور زیوف دراہم مغشوشہ ہیں لیکن نبہرجہ میں چاندی کم
ہوتی ہے اور غش یعنی تانبا وغیرہ زیادہ لہذا اہل تجارت میں اُسکا دینا لینا رائج نہیں اور زیوف میں غش کم ہوتا ہے اور چاندی زیادہ لہذا اہل تجارت
میں اُسکا دینا لینا رائج ہوتا ہے لیکن خزانہ سلطانی میں نہیں لیتے اسواسطے کہ وہاں کھرا مال لینا معتاد ہے ہر چند نبہرجہ اور زیوف عیب سے خالی نہیں

لیکن عیب ہوتا جنس کو معدوم نہین کر دیتا لہذا اگر طرف ثانی نے بیع صرف یا بیع سلم مین قبول کرے انکو تو جائز ہی اور اسی طرح غیر کے دراہم ستوقہ کو قبضہ کرنا صحیح ہی ولہذا اگر
مالک اجازت دے تو جائز ہی انتظاہ نبہرجہ اور زیوف کا عربی لغت نہین لیکن فقہا مین مستعمل ہو کذا فی النہر الفائق الا بر لو قبضہا و رضی بہا اگر ستوقہ وسطہا غش
لانہا لیست من جنس الدراہم ولذا لو تجوز بہا فی صرف وسلم لم یجز یعنی حانث ہوگا اگر اُسنے دین کو رانگے کے دراہم سے یا ستوقہ سے جنکے بیچ مین غش
ہوتا ہی ادا کیا اسواسطے کہ دونون دراہم کی جنس سے نہین لہذا اگر انکو صرف اور سلم مین دیجیے تو جائز نہین ھم ستوقہ بفتح سین مہملہ وتشدید تا معرب ہی سہ تہ کا
یعنی تین پرت دونون طرف چاندی اور بیچ مین تانبا یا پیتل یا سیسہ ہو کذا فی النہر والطحطاوی ونقل مسکین ان النہرجۃ اذا غلب غشہا لم توخذ واما الستوقۃ فانہا
حرام لانہا نحاس انتہی اور مسکین نے رسالہ یوسفیہ سے نقل کیا کہ دراہم نبہرجہ مین جب میل تانبے کا زیادہ ہو تو لینا نہ چاہیے اور ستوقہ کا لینا تو حرام ہی اسواسطے
کہ وہ تانبا ہی انتہی نقلا ہم اگر نبہرجہ مذکورہ یا ستوقہ کو دے تو غیر کو دینا بدون آگاہ کر دینے کے جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وہذہ احدی المسائل الخمس
التی جعلوا الزیوف فیہا کالجیاد اور یہہ یعنی قضاء دین اُن پانچ مسائل سے ایک مسئلہ ہی جنمین فقہا نے زیوف کو مانند دراہم جیدہ کے قرار دیا ہی ھم امام
اسحق ولوالجی نے کتاب الشفعہ کے آخر مین ذکر کیا ہی کہ دراہم زیوف بجاے جید دراہم کے ہین پانچ صورتون مین پہلی یہ ہی کہ ایک مرد نے گھر مول لیا
کھرے درم سے اور قیمت مین زیوف دیے تو شفیع کھرے درم کر اُسکو لیگا دوسری یہ کہ ایک شخص ضامن ہوا کھرے درم کا اور اُسنے کھوٹے درم دیے تو
مکفول عنہ سے کھرے درم لیگا تیسری یہ کہ کھرے درم سے کوئی چیز مول لی اور قیمت کھوٹی دی پھر اُسکو منفعت سے بیچا تو راس المال جید ہوگا
چوتھی یہ کہ قسم کھائی کہ دین ادا کریگا پھر زیوف ادا کیے تو حانث نہوگا پانچوین یہ کہ ایک مرد کا قرض جید درم تھا سو اُسنے زیوف کو لیا اور صرف کر ڈالا
اور بعد صرف کرنے کے اُسکو کھوٹے ہونے کا علم ہوا تو پھر اُس سے کھرے درہم نہین لے سکتا امام اعظم اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح پھر المدیون فی حلفہ
لیقضین الدین الیوم فجاء بہ فلم یجدہ ودفع القاضی ولو فی موضع لا قاضی لہ حنث بہ یفتی نیۃ المفتی حانث نہوگا قرضدار قرضخواہ سے
یون قسم کھانے مین کہ البتہ ادا کرینگا تیرا مال آج کے دن پھر وہ مال کو لایا سو اُسنے قرضخواہ کو نہ پایا اور قاضی کو دیا اور اگر اُس مکان مین ہو جہان قاضی نہین
تو حانث ہوگا اسی پر فتوی ہی کذا فی نیۃ المفتی ولذا یبر لو وجدہ فاعطاہ فلم یقبل فوضعہ بحیث تنالہ یدہ لو اراد قبضہ والا لا کذا فی الظہیریۃ اور
اسی طرح حانث نہوگا اگر اُسنے قرضخواہ کو پایا پھر اُسکو مال دیا سو اُسنے قبول نہ کیا اُس مال کو پھر اُسنے اتنا قریب رکھدیا کہ اُسکا ہاتھ پہونچ سکے اگر وہ قبض کا
ارادہ کرے اور اگر ایسا نہو یعنے اتنی دور ہو کہ اُسکا ہاتھ نہ پہونچ سکے تو بار نہوگا یعنے حانث ہوگا کذا فی الظہیریۃ وفیہا حلف لیجہدن فی قضاء ما علیہ لفلان
باع ما القاضی بیعہ لہ برفع الامر الیہا اور ظہیریہ مین ہی قسم کھائی کہ البتہ کوشش کریگا اُس دین کے ادا کرنے مین جو اُسپر فلانے شخص کا ہی تو وہ واسطے ادا کے
دین کے بیچڈالے اُس مال کو جسکا بیچنا قاضی کو درست ہی اگر قاضی کے پاس نالش ہوئی ہو عدم ادا کی ولذا یبر بالبیع ونحوہ مما تحصل المقاصۃ
فیہ بما ہی بالدین لان الدیون تقضی بامثالہا اور اسیطرح بار ہوگا یمین مذکور مین بیچ کرنے سے بعوض دین کے اور بیع کے مانند وہ عقد ہی جسمین مقابلہ اور
معاوضہ حاصل ہوتا ہو اسواسطے کہ ادا کے دیون اپنے مانند سے ہوتا ہی ھم یعنے اگر قسم کھائی کہ زید کا دین آج ادا کریگا پھر اُسنے کوئی چیز زید سے بعوض اُسکے
دین کے بیچی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسنے دین ادا کر دیا اور دینا کچھ ضرور نہین اور بیع کے مانند معاوضہ ہونے مین نکاح ہی مثلاً یعنے طالب دین نے اپنے دین والے
کی لونڈی سے اور اپنا دین اُسکا مہر ٹھہرایا تو دین ادا ہو جاویگا حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی و ہبۃ الدائن الدین منہ ای من المدیون لیس بقضاء
لان الہبۃ اسقاط لا مقاصۃ اور ہبہ کرنا دائن کا دین کو مدیون سے ادا ے دین نہین اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہی اسقاط سے یعنے صاحب دین نے اپنا
حق ساقط کر دیا ہبہ معاوضہ نہین یعنے یہ فعل ہی قرضخواہ کا اور ادا ے دین حالف کا فعل ہی سو پایا نہ گیا وحینئذ فلا یحنث لو کان الیمین موقتۃ لعدم
امکان البر مع ہبۃ الدین وامکان البر شرط البقاء کما ہو شرط الابتداء کما مر فی مسئلۃ الکوز اور اسوقت مین تو حانث ہوگا اگر یمین موقت

ہوگی واسطے عدم امکان بر یمین کے ساتھ ہبہ کر دینے دین کے یعنی جو ہبہ کر دینے دین کے ادائے دین ممکن نہیں اور امکان بر یمین شرط ہے بقاء یمین کی چنانچہ وہی شرط ہے ابتداء یمین کی چنانچہ مسئلہ کوزے میں مذکور ہو چکا ہے اگر یمین موقت ہے اسطرح کہ واللہ آج کے دن دین ادا کریگا تو بعد ہبہ کر دینے دین کے حانث ہوگا اور اگر مطلق یمین ہے اسطرح کہ فلانے کا دین ادا کریگا تو بعد ہبہ کے حانث ہوگا اسواسطے کہ مطلق میں امکان برائے بقاء یمین میں شرط نہیں بلکہ ابتداء یمین میں شرط ہے اور جب حالف نے قسم کھائی تھی اسوقت امکان بر ثابت تھا تو یمین صحیح ہوگی پھر حانث ہوا بعد گذرنے اسقدر مدت کے جسمیں حالف ادائے دین پر قادر تھا بسبب مایوسی بر یمین کے ہبہ سے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ **وعلیہ لو حلف لیقضین دینہ غدا فقضاہ الیوم او حلف لیقتلن فلانا غدا فمات الیوم او حلف لیاکلن ہذا الرغیف غدا فاکلہ الیوم لم یحنث** زیلعی اور بنا بر شرط مذکور کے اگر قسم کھائی کہ البتہ اسکا دین ادا کریگا کل پھر آج اسکو کر دیا یا قسم کھائی کہ بتقریر فلانے شخص کو کل قتل کریگا پھر وہ آج مرگیا یا قسم کھائی کہ البتہ اس روٹی کو کھاونگا کل پھر اسکو آج کھا گیا تو حانث نہوگا کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ تینوں صورتوں میں امکان بر یمین کا کل کے دن فوت ہوگیا **حلف لیقضین دین فلان فامر غیرہ بالاداء او احالہ فقبض برأ ان قضی عنہ متبرع لا بر** ظہیریۃ قسم کھائی کہ البتہ فلانے کا دین ادا کریگا پھر اسنے غیر شخص کو ادا کرنے کا امر کیا یا غیر شخص پر ادائے دین کا حوالہ کیا پھر قرضخواہ نے اس پر قبضہ کر لیا تو حانث نہوگا اور اگر اسکی طرف سے کسی شخص نے بلا علم حالف بطور احسان کے ادا کیا تو حانث ہوگا کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ یہ ادا کرنا حالف کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا **وفیہا حلف لا یفارق غریمہ حتی یستوفی فقعد بحیث یراہ او یحفظہ فلیس بمفارق ولو نام او غفل او شغلہ انسان بالکلام او منعہ عن الملازمۃ حتی ہرب لم یحنث** اور ظہیریہ میں ہے قسم کھائی کہ اپنے قرضدار کو نہ چھوڑیگا یہانتک کہ اپنا قرض پاوے پھر حالف بیٹھا ایسے مکان میں کہ قرضدار کو دیکھتا ہے اور اسکی حفاظت کرتا ہو تو وہ اسکا چھوڑنے والا نہیں یعنی حانث نہیں اور اگر قرضخواہ سوگیا یا غافل ہوگیا یا کسی آدمی نے اسکو باتوں میں لگایا یا اسکو اسکے ساتھ رہنے سے روکا یہانتک کہ قرضدار بھاگ گیا تو حالف حانث نہوگا منح الغفار اور بحر الرائق میں یراہ ویحفظہ ہے لہذا واو عاطفہ کا ترجمہ کیا

ولو حلف لیعطینہا فہا ان یعطیہا کل یوم درہما فربما یدفع الیہا عند الغروب او عند العشاء قال فاذا لم یخل لہا یوما ولیلۃ عن دفع درہم لم یحنث اور اگر عورت کی طلاق کی قسم کھائی کہ اسکو ہر روز ایک درم دیا کریگا پھر گاہے اسکو غروب کے وقت درم دے یا عشاء کے وقت صاحب مجموع النوازل نے کہا کہ جب رات اور دن درم سے خالی نہو تو حانث نہوگا کذا فی المنح عن النجم اکثر نسخوں میں یدفع الیہ ہے اور ایک نسخہ مکتوبہ عرب میں یدفع الیہا تھا اور چونکہ یہی نسخہ صحیح تھا اور موافق تھا کے لہذا اسی کو اختیار کیا **حلف لا یقبض دینہ من غریمہ درہما دون درہم فقبض بعضہ لا یحنث حتی یقبض کلہ قبضا متفرقا** لوجود شرطہ **وہو قبض الکل بصفۃ التفریق** قسم کھائی کہ اپنا قرض اپنے قرضدار سے ایک ایک درم نہ قبضہ کریگا پھر تھوڑا قرض قبضہ میں کیا مثلاً پانچ درم یا دس درم تو حانث نہوگا یہانتک کہ سب قرض کو بطور متفرق لے اور اگر سب قرض کو متفرق ایک ایک درم لیگا تو البتہ حانث ہوگا بسبب پائے جانے حنث کی شرط کے یعنی قبض کرنا کل قرض کا بطور تفریق کے **لا یحنث اذا قبضہ بتفریق ضروری کان یقبضہ کلہ بوزنین لانہ لا یعد تفریقا عرفا ما دام فی عمل الوزن** قسم مذکور میں حانث نہوگا جبکہ قرض کو بتفریق ضروری قبضہ کرے چنانچہ سب قرض کو دو بار یا زیادہ کے تولنے سے قبضہ کرے اسواسطے کہ عرف میں اسکو تفریق نہیں کہتے جبتک کہ وہ تولنے میں مشغول ہے اسواسطے کہ گاہے تولنا سب دین کا متعذر ہوتا ہے تو اسقدر تفریق ضروری مستثنیٰ ہوتی ہے عرف میں کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی **لا یاخذ مالہ علی فلان الا جملۃ والا جمیعا فترک منہ درہما ثم اخذ الباقی کیف شاء لا یحنث** ظہیریۃ **وہو الحیلۃ فی عدم حنثہ فی المسئلۃ الاولی** قسم کھائی کہ نہ لیگا اپنا سب مال جو فلانے پر دین ہے مگر یکبارگی پھر حالف نے اسمیں سے ایک درم چھوڑا پھر باقی کو لیا جسطرح چاہا خواہ جدا جدا خواہ یکبارگی تو حانث نہوگا کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ اسنے سب مال کو متفرقاً نہیں لیا اور سارے مال کا متفرق لینا بھی شرط تھی حنث کی اور یہی حیلہ ہے پہلے مسئلہ عدم حنث میں یعنی اگر قسم کھائی کہ اپنا دین ایک ایک درم نہ لیگا تو متفرق لینے کا یہ حیلہ ہے کہ ایک درم چھوڑ کر جسطرح چاہے لے **کما لا یحنث من قال ان کان لی**

الا مائة او غیرہ او سوی مائة فکذا ایہا کہا ای لمائة او بعضہا الا عرضا لنفی الزیادة علی المائة وحنث بالزیادة لو مما فیہ الزکوٰة والا لا چنانچہ حانث نہیں ہوتا وہ شخص جسنے
کہا کہ اگر میرے مالک ہیں درم ہوں اگر سو یا میرے پاس غیر سو یا سوائے سو درم کے ہوں تو ایسا ہو حانث نہوگا سو یا کم سو درم کے مالک ہونے سے اسواسطے
کہ غرض اس کلام سے سو درم کی زیادتی کی نفی ہے اور حانث ہوگا سو درم پر زیادہ ہونے سے اگر زیادتی اُس جنس سے ہے جسمیں زکوٰة واجب ہوتی ہے
اور جسمیں نہیں تو حانث نہیں ہے یعنی اگر سو درم سے زیادہ زکوٰة کا مال ہو اگرچہ درم نہ ہوں بلکہ دینار یا مال تجارت یا سوائم ہوں تو حانث ہوگا اگرچہ زیادتی نصاب کو
نہ پہونچے اور اگر زیادتی زکوٰة والے مال کی نہ ہو مثلاً خدمت کا غلام ہو یا گھر یا اسباب غیر تجارت کا ہو تو حانث نہوگا کذا فی المنح سنئے تو قال مرأته کذا ان کان لی مال
ولہ عروض وضیاع ودور لغیر التجارة لم یحنث خزانة الاکمل یہاں تک کہ اگر شخص نے کہا کہ اسکی زوجہ مطلقہ ہے اگر اسکے پاس مال ہو اور حالانکہ اسکے پاس اسباب
اور زمین اور گھر ہیں بغیر تجارت کے تو حانث نہ ہوگا کذا فی خزانة الاکمل ہم تو اس سے معلوم ہوا کہ مال اسی کو کہتے ہیں جسمیں زکوٰة واجب ہے حلف لا یفعل کذا ترکہ
ابدا لان الفعل تقتضیہ مصدرا منکرا والنکرة فی النفی تعم قسم کھائی کہ ایسا نہ کریگا یعنی مثلاً نہ مارے گا یا کلام نہ کریگا تو اُس فعل کو ترک کرے ہمیشہ اسواسطے
کہ فعل مقتضی ہے مصدر منکر کا مثلاً مثال مذکور میں ضرب در کلام مصدر منکر ہے اور نکرہ نفی میں عام ہوتا ہے جمیع اوقات استقبال کو تو گویا اسنے یوں کہا کہ جمیع اوقات استقبال
میں نہ ماریگا یا کلام نہ کریگا حلبی نے کہا کہ عموم نہیں ہوتا مگر نکرہ صریحہ میں اور ثبوت مصدر کا فعل میں ضمنی اور ضروری ہے نہ صریح علاوہ اسکے محیط میں سیبویہ سے منقول ہے کہ
فعل میں عموم نہیں کذا فی الطحطاوی فلو فعل المحلوف علیہ مرة حنث وانحلت یمینہ ای شرح المجمع من عدمہ سہو پھر اگر قسم مذکور رکھا کر محلوف علیہ کو ایکبار کیا مثلاً
ضرب یا کلام ایکبار واقع ہوا تو حالف حانث ہو گیا اور یمین کھل گئے منعقد نہ رہے اور جو کہ ابن مالک کی شرح مجمع میں ہے عدم انحلال یمین کا سہو ہے نصوص فقہا
سے بلکہ خود اپنی تصریح سے جسکی توضیح کرچکا ہے کتاب الطلاق وغیرہ میں کذا فی المنح فلو فعلہ مرة اخری لا یحنث الا فی کلما پھر بعد کھلجانے یمین کے اگر دوسری
بارہ بھی فعل کریگا تو حانث نہوگا مگر کلما کے لفظ میں البتہ حانث ہوگا اسواسطے کہ کلما تکرار کا مقتضی ہے لیکن طلاق میں طلقات ثلثہ سے تکرار منتہی ہو جاتی ہے کذا فی المنح
ولو قید بالوقت کو اللہ لا افعل الیوم تقیدہ الیوم فلو ترک الفعل فی الیوم کلہ اور اگر یمین مذکور کو مقید کیا ایک وقت سے چنانچہ یوں کہا کہ ایسا نہ کرونگا آج کے
دن یا پھر دن گذر گیا قبل فعل کے تو حانث نہ ہوگا بسبب پائے جانے ترک فعل کے سارے دن کذا ان ہلک الحالف او المحلوف علیہ لتحقق العدم ولو جن الحالف
فی یومہ حنث عندنا خلافا لاحمد فتح اور اسی طرح اگر ہلاک ہو گیا حالف یا محلوف علیہ تو حانث نہ ہوگا بسبب متحقق ہونے عدم فعل کے موت سے اور اگر مجنون
ہو گیا حالف اُسی دن تو حانث ہوگا ہمارے نزدیک بخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے کذا فی الفتح موضوع مسئلہ فتح القدیر میں کلام مثبت ہے نہ منفی صورت
اسکی یہ ہے کہ قسم کھائی کہ اس روٹی کو آج کے دن کھاونگا پھر اُسی دن حالت جنون ہو گیا اور اُسنے نہ کھایا تو حانث ہوگا اگر نفی کی صورت میں جبکہ مجنون ہوگا اور نہ کھائیگا
تو بلاشک حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو حلف لیفعلن بر بمرة لان النکرة فی الاثبات تخص والواحد ہو المتیقن ولو قیدہ بوقت نقضہ قبل الفعل حنث
اذا انتفی الامکان والا بان یقع الیاس بموتہ او بفوت المحل لطلبت یمینہ کما مر فی مسئلة الکوز زیلعی اور اگر قسم کھائی کہ البتہ ایسا کریگا تو بار ہوگا اپنے یمین میں ایکبار
کرنے سے اسواسطے کہ نکرہ یعنی مصدر منکر اثبات میں خاص ہو جاتا ہے اور واحد تو وہی متیقن ہے اور اگر یمین مذکور کو کسی وقت کے مقید کیا پھر وہ وقت گذر گیا
قبل فعل کے تو حانث ہوگا اگر امکان بر یمین باقی رہا ہوگا اور اگر امکان باقی نہ رہا ہو اسطرح پر کہ حالف کے مرنے سے یا فوت ہونے محل بر سے مایوسی واقع
ہو گئی ہو تو یمین اُسکی باطل ہو جاویگی چنانچہ مسئلہ الکوز میں مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی حلفہ وال لیعلمنہ بکل داعر دخل البلدة تقیید حلفہ بقیام
ولایتہ بیان لکون الیمین المطلقة تصیر مقیدة بدلالة الحال قسم کھلائی حاکم نے ایک مرد سے کہ اسکو اطلاع کردیا کرے ہر مفسد کی جو شہر میں آوے تو یہ حلف اسکی حکومت
کے قائم رہنے کے ساتھ مقید ہے شارح کہتا ہے یہ بیان ہے یمین مطلق کے ہو جانے کا مقید دلالت حال سے یعنی مقصود اس قسم لینے سے رفع فساد مفسدین ہے اور دفع فساد
بعد زوال حکومت کے متصور نہیں لہذا یہ یمین بزمان مقصود مقید ہوئی داعر بدال مہملہ وعین مہملہ بمعنی مفسد ہے وینبغی تقییدہ یمینہ بفور علمہ اذا استطعت لا عود او بلا لائق ہے مقید کرنا اس یمین کا بجرد علم

حالف کے اور جب کہ یمین ساقط ہوگی بسبب زوال حکومت کے تو اعادہ یمین کا نہوگا حکومت کے اعادہ سے کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا یہ مشہور صاحب فتح القدیر کی
اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اطلاع کرنا بھروہ قول مصنف کے لازم نہیں البتہ یا موت یا معزولی حاکم یا عجز اعلام وابن نجیم نے البحر فی النہایۃ الزیلعی تعجب ہے شارح کے بحث کو
ذکر کرتا ہے اور ظاہر الروایت کو ترک کرتا ہے ولو ترقی بلا عزل الی منصب اعلیٰ فالیمین باقیۃ لزیادۃ تمکنہ فتح اور اگر قسم لینے والے حاکم نے بلا معزولی ترقی کی
اعلیٰ منصب کی طرف تو یمین مذکور باقی ہے بسبب اسکی زیادتی قدرت کے کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا مسئلہ ترقی حکومت یہ بحث ہے صاحب بحر کی نہ صاحب
فتح القدیر کی تو لفظ فتح کا بعد لا الفوت کے مذکور کرنا بہتر تھا ومن ہذا الجنس مسائل منہا ما ذکرہ بقولہ کما لو حلف رب الدین غریمہ او الکفیل بامر المکفول
عنہ ان لا یخرج من البلد الا باذنہ تقید بالخروج حال قیام الدین والکفالۃ لان الاذن انما یصح ممن لہ ولایۃ المنع حال قیامہ اور اسی قبیل سے
چند مسائل ہیں جن میں یمین مطلق بدلالت حال مقید ہے زیادتی خصوصیت انہیں سے بعضے مسائل کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا چنانچہ قسم دلائی
صاحب دین نے مدیون کو یا اوس کفیل ضامن کو جو بامر مکفول عنہ ضامن ہوا ہو اس بات کی قسم دلائی کہ شہر سے باہر نجاوے بدون اسکے اذن کے تو مقید ہوگا
نکلنا قیام دین اور ضمانت کے وقت کے ساتھ نہ مطلقا اسواسطے کہ اذن لینا صحیح نہیں مگر اس شخص سے جسکو قدرت ہو روکنے کی تا وقت قیام قدرت ومنہا
لو حلف لاتخرج امراتہ الا باذنہ تقیید بحال قیام الزوجیۃ بخلاف لاتخرج امراتہ من الدار لعدم دلالۃ التقیید زیلعی اور مسائل مذکورہ میں یہ مسئلہ ہے اگر
قسم کھائی کہ نہ نکلیگی عورت اسکی مگر اسکے اذن سے تو یمین مقید ہوگی ساتھ حالت قیام زوجیت کے بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیگی عورت اسکی گھر سے کہ یمین
مقید بحال زوجیت نہیں بسبب عدم دلالت تقیید کے کذا فی الزیلعی یعنی مثال اول میں اذن قرینہ ہے قیام زوجیت کا اور مثال ثانی میں کوئی قرینہ زوجیت کا نہیں
طحطاوی نے کہا کہ مثال ثانی میں دلالت زوجیت کی موجود ہے یعنی اضافت سواسطے کہ بعد انقضاء عدت کے اسکی عورت نہ باقی رہیگی حلف لیہبن فلانا
فوہبہ لہ فلم یقبل بر وکذا کل عقد تبرع کعاریۃ ووصیۃ واقرار قسم کھائی کہ ہبہ کریگا فلانے کو پھر اسکے واسطے ہبہ کیا اسنے نہ قبول کیا تو حانث نہوگا اور یہی
حکم ہے ہر عقد تبرع کا جیسے احسان ہے معاوضہ نہیں جیسے عاریت دینا یا کسی کے مال کی وصیت کرنا یا مال کا اقرار غیر کے واسطے کرنا بخلاف البیع ونحوہ حیث لا یبر
بلا قبول وکذا فی طرف النفی بخلاف بیع اور مانند بیع کے یمین میں کیونکہ حانث ہوگا بدون قبول کے اور یہی حکم ہے طرف نفی میں ہم مانند بیع کے اجارہ اور صرف
سلم اور نکاح اور رہن اور خلع ہے کذا فی النہر اور طرف نفی کے یہ مثال ہے قسم کھائی کہ ہبہ کریگا تو فقط ایجاب سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان عقود التبرعات
بازاء الایجاب فقط والمعاوضات بازاء الایجاب والقبول معا اور قاعدہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ تبرعات کے عقود فقط بمقابلہ ایجاب تھے اور معاوضات
عقود بمقابلہ ایجاب اور قبول کے ساتھ ہی ہوتے ہیں وحضرۃ الموہوب لہ شرط فی الحنث فلو وہب الحالف لغائب لم یحنث اتفاقا ابن مالک ولیحفظ
او ہبہ کی یمین میں حاضر ہونا موہوب لہ کا شرط ہے حنث میں تو اگر حالف ہبہ کریگا غائب موہوب لہ کو تو حانث نہوگا باتفاق مشائخ اور یہ فرق کے کذا فی شرح ابن مالک تو
اسکو یاد رکھنا چاہیے لا یحنث فی حلفہ لا یشم ریحانا بشم ورد و یاسمین والمعول علیہ العرف فتح اس قسم میں کہ ریحان کو نہ سونگھیگا حانث نہوگا گلاب
او چنبیلی کے سونگھنے سے اور یمین معتمد علیہ عرف ہے کذا فی فتح القدیر مغرب میں مذکور ہے کہ ریحان لغت عرب میں ہر خوشبودار گھاس کو کہتے ہیں اور فقہا کے
نزدیک ریحان وہ ہے جسکی شاخ اور پتی خوشبودار ہو وغیر ذلک من الاقوال اور ہمارے دیار میں یعنی مصر اور اسکندریہ میں واجب ہے کہ ریحان سے ریحان حماحم
مراد ہو بسبب عرف کے کذا فی فتح القدیر ملخصا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ملک کے عرف کا اعتبار ہے قسم میں اہل ہند ریحان کو تلسی ور مروا بولتے ہیں والیمین فی الشم
یقع علی الشم المقصود فلا یحنث لو حلف لا یشم طیبا فوجد ریحہ ووقع فی خلقہ الرائحۃ الی دماغہ فتح اور قسم سونگھنے کی واقع ہوتی ہے بالقصد
سونگھنے پر تو حانث نہوگا اگر قسم کھائی کہ خوشبو نہ سونگھیگا پھر اسکو بو معلوم ہوئی اگرچہ داخل ہو گئی ہو بو اسکے دماغ میں کذا فی الفتح ویحنث فی حلفہ لا یشتری
بنفسجا او وردا بشراء ورقہما لا دہنہما للعرف اور اس قسم میں کہ خرید نکریگا بنفشہ اور گلاب کو حانث ہوگا بنفشہ اور گلاب کی پتیوں کے خرید کرنے سے

نہ خفیفہ اور گاڑھے تیل خرید کرنے سے بسبب عرف کے کم نبات پر خفیفہ اور دردہ کا اطلاق ہو نہ تیل پر یہ عرف ہو صاحب کافی اور صاحب فتح القدیر کا اور اگر کہیں عرف بدل جاوے تو عرف حالف ہی معتبر ہوگا اسواسطے کہ مدار قسم کا حالف کی عرف پر ہو نہ فقہا مصنفین کے عرف پر حلف لا یتزوج فزوجہ فضولی فاجاز بالقول حنث وبالفعل ومنہ الکتابۃ خلافا لابن سماعۃ لا یحنث بہ یفتی خانیۃ قسم کھائی کہ نکاح اپنا نہ کریگا پھر اُسکا نکاح فضولی نے کردیا سو حالف نے نکاح کو اپنے قول سے جائز رکھا تو حانث ہوگا اور اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسی پر فتوی ہو کذا فی النہایۃ اور اجازت فعلی میں اجازت بالکتابت بھی داخل ہو یعنی اگر لکھدیا کہ میں نے نکاح قبول کیا تو بھی حانث نہوگا خلافا لابن سماعہ کہ اُسکے نزدیک کتابت مانند قول کے ہو کہ طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ یفتی کو اجازت قولی کے پاس ذکر کرتا اسواسطے کہ خانیہ میں فتوی کا لفظ اجازت قولی میں مذکور ہو نہ اجازت فعلی میں ولو زوجہ فضولی ثم حلف لا یتزوج لا یحنث بالقول ایضا اتفاقا لاستناد ہا لوقت العقد اور اگر نکاح کردیا ایک مرد کا فضولی نے پھر اُسنے قسم کھائی کہ نکاح نہ کریگا تو حانث نہوگا اجازت قولی سے بھی بالاتفاق بسبب مستند ہونے اجازت کے عقد ہونے کے وقت کی طرف اور عقد کا وقت قبل حلف کے تھا کل امرأۃ تدخل فی نکاحی او تصیر حلالا لی فکذا فاجاز نکاح فضولی بالفعل لا یحنث بخلاف کل عبد یدخل فی ملکی فہو حر فاجازہ بالفعل حنث اتفاقا لکثرۃ اسباب الملک عمادیہ کہا ایک مرد نے جو عورت کہ میرے نکاح میں داخل ہو یا یوں کہا کہ جو عورت مجھپر حلال ہو یا ہے وہ مطلقہ ہو پھر اُسنے نکاح فضولی کو باجازت فعلی جائز رکھا تو حانث نہوگا اور اجازت قولی سے حانث ہوگا کذا فی البحر بخلاف اس قول کے کہ جو غلام کہ میری ملک میں داخل ہوگا وہ آزاد ہے پھر غلام کی بیع فضولی باجازت فعلی جائز رکھی تو حانث ہوگا بسبب کثرت اسباب ملک کے کذا فی العمادیہ یعنی مالک ہونے کے اسباب بہت ہیں چنانچہ خرید کرنا یا وراثت یا ہبہ یا وصیت اور دخول فی النکاح کا ایک ہی سبب ہے یعنی نکاح کرنا اور وہ مخصوص بالقول ہے تو نکاح میں کچھ فرق نہیں ہوسکتا صریح وغیر صریح میں کذا فی الطحطاوی وفیہا حلف لا یطلق فاجاز طلاق فضولی قولا او فعلا فہو کالنکاح بحر ان سوق المہر لیس بجازۃ لوجوبہ قبل الطلاق او عمادیہ میں ہے قسم کھائی کہ طلاق نہ دیگا پھر اُسنے فضولی کی طلاق کو جائز رکھا خواہ باجازت قولی یا فعلی تو وہ یعنی طلاق مانند نکاح کے ہے سوا اتنی بات کے کہ مہر بھیجنا اجازت فعلی نہیں طلاق میں بسبب واجب ہونے مہر کے قبل طلاق کے یعنی بخلاف نکاح کے اسواسطے کہ مہر بھیجنا نکاح میں ہے ہر ہم جب طلاق مانند نکاح کے ہوئی تو اجازت فعلی سے طلاق میں حانث نہ ہوگا بلکہ اجازت قولی سے حانث ہوگا اجازت فعلی طلاق کی اسطرح کہ عورت کا اسباب اپنے گھر سے نکال دے لیکن طلاق پھر عورت واقع ہوگی یہاں کلام ہے حانث ہونے یا نہونے میں کذا فی الطحطاوی قال لامرأۃ الغیر ان دخلت دار فلان فانت طالق فاجاز الزوج فدخلت طلقت کہا فضولی نے غیر کی عورت کو اگر تو فلانے کے گھر میں داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے پھر زوج نے یہ تعلیق فضولی کی جائز رکھی پھر وہ داخل ہوئی تو عورت مطلقہ ہوگی ومثلہ فی عدم حنثہ باجازتہ فعلا ما یکتبہ الموثقون فی التعالیق من نحو قولہ ان تزوجت امرأۃ بنفسی او بوکیلی او بفضولی او دخلت فی نکاحی بوجہ ما تکن زوجتہ طالقا لان قولہ او بفضولی الخ عطف علی قولہ بنفسی فعاملہ تزوجت وہو خاص بالقول او یہ مسئلہ سابقہ کے مانند ہے نہ حانث ہونے میں اجازت فعلی سے وہ اقرار نامہ جسکو دار القضا کے وثائق نویس تعالیق میں زوج کی طرف سے اسطرح لکھتے ہیں کہ اگر میں نکاح کروں کسی عورت سے خود آپ یا میرا وکیل یا واسطے فضولی کے نکاح کروں یا عورت داخل ہو میرے نکاح میں کسی طرح تو ہوگی زوجہ اُسکی مطلقہ اجازت فعلی سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسکا قول او بفضولی عطف ہے بنفسی کے قول پر اور عامل اُسکا تزوجت ہے اور تزوج مخصوص ہے قول کے ساتھ فہم زوجہ اسواسطے اقرار نامہ لکھواتی ہے دار القضا میں تا زوج دوسرا نکاح نہ کرسکے سو اس اقرار نامہ سے زوج اصالۃ یا وکالۃ یا نکاح فضولی باجازت قولی نہیں کرسکتا لیکن نکاح فضولی کو باجازت فعلی کرسکتا ہے شارح نے اسکے سد باب کا بھی طریقہ آیندہ قول میں بتایا وانما یتسد باب الفضولی لو زاد او اجزت نکاح فضولی ولو بالفعل فلا مخلص لہ الا اذا کان المعلق طلاق المتزوجۃ فیرفع الامر الی شافعی لیفسخ الیمین لہ فیفتیہ وقد منا فی التعلیق ان الافتاء کاف فی ذلک بحر اور فضولی کے نکاح کا سد باب جب اسطرح ہوگا اگر زوج اقرار نامہ مذکورہ میں اتنا مضمون زیادہ لکھدے یا میں نکاح فضولی کو جائز رکھوں اگرچہ باجازت فعلی جائز رکھوں تو کوئی احتمال خلاصی دینے والی نہیں واسطے جواز نکاح کے مگر جب کہ منکوحہ مستجدہ کی طلاق معلق ہو تو قاضی شافعی کی طرف زوج مقدمہ رجوع کرے تا کہ وہ یمین

مضاف باضافت الی المالک کو فسخ کردے اور کتاب الطلاق کے باب تعلیق الطلاق میں ہم مقدم مذکور کر چکے ہیں کہ اسمیں فتویٰ دیا بھی کافی ہے کذا فی البحر ہم لیتے اُس روایت پر فتویٰ دیا جو امام محمدؒ سے مروی ہے جمہیر علمائے خوارزم کا فتویٰ ہے کہ یمین مضاف باضافت الی المالک واقع نہیں ہوتی بلکہ بدائع الفائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ محمد کا یہی قول ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی حلف لایدخل دار فلان تتظم المملوکۃ والمستاجرۃ والمستعارۃ لان المراد بہ المسکن عرفا ولابد ان یکون سکناہ الا بطریق التبعیۃ فلو حلف لایدخل دار فلانۃ فدخل دار باوزوجہا ساکن بہا لم یحنث لان الدار انما تنسب الی الساکن وھو الزوج نہر عن الخ اقعات قسم کھائی کہ داخل نہ ہوگا فلانے کے گھر میں تو یہ قول مملوک اور کرایہ اور عاریت کے گھر کو شامل ہے بطریق عموم مجاز کے اسواسطے کہ مراد گھر سے مکان سکونت ہے عرف میں اور ضرور ہے کہ سکونت محلوف علیہ کی بالاصالت ہو نہ بطریق تبعیت کے تو اگر قسم کھائی کہ فلانی عورت کے گھر میں داخل ہوگا پھر داخل ہوا اُس عورت کے اس مملوک گھر میں جسمیں اُسکا زوج رہتا ہے تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ گھر منسوب ہوتا ہے ساکن کیطرف اور وہ زوج ہے کذا فی النہر عن الواقعات اگرچہ زوجہ کا مملوک ہے لیکن اُسکی سکونت باتباع زوج ہے نہ بالاصالت لایحنث فی حلفہ انہ لامال لہ ولہ دین علی مفلس بقشدید اللام ای محکوم بافلاسہ او علی ملی غنی لان الدین لیس بمال بل وصف فی الذمۃ لایتصور قبضہ حقیقۃ اور حانث نہ ہوگا اس قسم میں کہ البتہ اُسکا کچھ مال نہیں حالانکہ اُسکا دین ہے اس شخص پر جسکے مفلس ہونے پر حکم کردیا یا اُسکا دین ہے مالدار پر تو بھی حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ دین مال نہیں یعنے بالفعل بلکہ دین فی صفۃ ہے ذمہ میں یعنے دین عبارت ہے شغل ذمہ سے اور متصور نہیں قبضہ لیکن دین کا فی الحقیقت لہذا فقہا نے کہا ہے کہ دین قضا دین بالمثل ہوتی ہے ہم مفلس بتشدید لام اُس محتاج کو کہتے ہیں جسکے افلاس کا قاضی نے حکم کردیا ہو تا کوئی اس سے خرید فروخت نہ کرے اور لفظ غنی کا تفسیر ہے لفظ ملی کی بحذف حرف تفسیر قہستانی و مسائل شتی شارح قال لغیرہ واللہ لتفعلن کذا فہو حالف فان لم یفعل المخاطب حنث مالم ینو الاستحلاف مثلا زید نے کہا اپنے غیر سے واللہ البتہ تو ایسا کریگا تو زید ہی حالف ہے تو اگر مخاطب نے وہ فعل نہ کیا تو زید حانث ہوگا تاوقتیکہ زید اس کلام سے مخاطب کو قسم دلانے کی نیت نہ کرے ہم اور اگر مخاطب کے استحلاف کی نیت کریگا تو زید حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر قال لغیرہ اقسمت علیک بالله اولم یقل علیک لتفعلن کذا فالحالف ہو المبتدی مالم ینو الاستفہام مثلا زید نے غیر سے کہا کہ میں قسم دیتا ہوں تجکو اللہ کی یا فقط قسمت باللہ کہا بدون علیک کے یعنے قسم دیتا ہوں اللہ کی البتہ تو ایسا کریگا تو قسم کھانے والا وہی زید ہے جسنے اول یہ کلام کیا تاوقتیکہ اس کلام سے استفہام کی نیت نہ کرے ہم اور اگر استفہام کی نیت بحذف ہمزہ استفہام کریگا تو کوئی حالف نہ ہوگا لیکن منع دیانۃ حلف سے استفہام کرنا بہت امر ہے کذا فی الطحطاوی ولو قال علیک عہد اللہ ان فعلت کذا فقال نعم فالحالف المجیب اگر غیر سے یوں کہا کہ تجپر عہد ہے خدا کا اگر تو ایسا کرے سو اُسنے کہا کہ ہاں تو قسم کھانے والا مجیب ہے نہ مبتدی اسواسطے کہ جواب متضمن سوال کا ہوتا ہے لایدخل فلان دارہ فیمینہ علی النہی ان لم یملک منعہ والا فعلی النفی والمنع جمیعا قسم کھائی کہ فلانا شخص اُسکے گھر میں داخل نہ ہوگا تو یمین اُسکی زبانی منع کرنے پر ہے اگر اُسکو روک نہ سکتا ہو اور اگر حالف کو روکنے کی قدرت ہو تو یمین اُسکی زبانی منع کرنے اور ہاتھ سے رد کردینے دونوں پر ہوگی ہم اگر ہاتھ سے روکا اور زبان سے نہ روکا تو ظاہرا حانث ہوگا اجر دارہ ثم حلف انہ لایترکہ فیہا بر بقولہ اخرج اپنا گھر کرایہ کو دیا پھر قسم کھائی کہ کرایہ دار کو اُسمیں نہ چھوڑیگا تو حانث نہ ہوگا یوں کہنے سے کہ نکل ہم اسواسطے کہ اُسنے اُس چیز کی قسم کھائی جسکا مالک نہیں کیونکہ مالک مبینہ کا کرایہ دار ہے بسبب اجارہ دینے کے لہذا اخراج زبانی عدم حنث میں کافی ہے لایدعہ مالہ الیوم علی غریمہ فقدمہ للقاضی وحلفہ بر قسم کھائی کہ اپنا مال آج کے دن اپنے قرضدار پر نہ چھوڑیگا پھر اُسکو قاضی کے پاس لیگیا قاضی نے مدیون کو قسم لائی تو قرضخواہ حانث نہوگا ہم یعنے قرضخواہ کے پاس گواہ نہ تھے اثبات قرض کے اور مدعا علیہ منکر ہوا قرض سے تب قسم لی قاضی نے اُسنے قسم کھائی کہ میں اسکا قرضدار نہیں تو حالف حانث نہوگا اسواسطے کہ اسکا مال ہی نہ ثابت ہوا کہ مال کا چھوڑنا اُسپر صادق آوے تو یمین غیر متصور ہے یا یہ وجہ ہے عدم حنث کی کہ حالف نے اپنا مال نہیں چھوڑا بلکہ قاضی نے اُسکو مطالبہ سے روکا کذا فی الطحطاوی قیل لہ ان کنت فعلت کذا فامرأتک طالق فقال نعم وقد کان فعل طلقت کسی نے کہا مثلا زید سے کہ اگر تو نے ایسا کیا ہو تو تیری عورت مطلقہ ہے تو زید نے کہا ہاں درحالانکہ زید وہ فعل کرچکا تھا تو اُسکی زوجہ مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ مضمون سوال عود کرتا ہے جواب میں گویا اُسنے یوں کہا کہ اگر میں نے

ایسا کیا ہو تو زوجہ مطلقہ ہو وفی الاشباہ القاعدۃ الحادیۃ عشر السوال معاد فی الجواب قال امرأۃ زید طالق او عبدہ حر وعلیہ المشی الی بیت اللہ ان فعل کذا وقال زید نعم کان حالفا الخ اور اشباہ میں گیارہوان قاعدہ یہ ہے کہ مضمون سوال کا عود کرتا ہے جواب میں کہا فضولی نے کہ زوجہ زید مطلقہ ہے اور غلام اُسکا آزاد ہے اور اُسکو بیت اللہ تک پیدل چلنا واجب ہے اگر اُسنے ایسا کیا ہو اور زید نے کہا کہ ہان تو زید حالف ہوگا الی آخرہ یعنی اگر فعل مذکور کریگا تو زوجہ اُسکی مطلقہ ہوگی اور غلام اُسکا آزاد ہو جایگا اور بیت اللہ تک پیدل جانا لازم ہو جاویگا ادعی علیہ فحلف بالطلاق ماله علیہ شئی فبرہن بالمال حنث بہ یفتی دعوی کیا گیا مثلاً زید پر مال کا سو اسنے قسم کھائی کہ مجھپر مدعی کا کچھ نہین پھر مدعی نے مال پر گواہ گذرانے تو زید حانث ہوگا اسی پر فتوی ہے ہم یہ بھی شرط ہے حنث کی کہ بعد گذرنے گواہون کے قاضی یا تیج ثبوت مال کا حکم کردین اسواسطے کہ برہان بدون حاکم کے معتبر نہین اور اگر گواہ جھوٹے ہو وینگے تو بھی حانث ہوگا اور ظاہر ایہ ہے کہ اگر زید فی التحقیقت بری الذمہ ہوگا تو دیانۃ حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی حلف ان فلانا ثقیل وہو عند الناس غیر ثقیل وعندہ ثقیل لم یحنث الا ان ینوی ما عند الناس قسم کھائی کہ فلانا شخص بیمار ہے اور حالانکہ وہ لوگون کے نزدیک بیمار نہین اور حالف کے نزدیک بیمار ہے تو حانث نہوگا مگر اُس صورت مین حانث ہوگا جب اپنی حلف سے وہ ارادہ کرے جو لوگون کے اعتقاد مین ہے لا تعمل معہ فی القضارۃ مثلا فعمل مع شریکہ حنث ومع عبدہ الماذون لا قسم کھائی کہ زید کے ساتھ مثلاً کام نہ کریگا کپڑے دھونے مین پھر زید کے شریک کے ساتھ کام کیا تو حانث ہوگا اور زید کے عبد ماذون کے ساتھ کام کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ شریک کے مال مین زید شریک ہے اور عبد ماذون کے مال کا زید مالک نہین اسواسطے کہ عبد ماذون اپنے دین مین بیچ ہو جاتا ہے یا مرضی مولی کذا فی الطحطاوی لا یزرع ارض فلان فزرع ارضا بینہ وبین غیرہ حنث لان نصف الارض یسمی ارضا بخلاف لا ادخل دار فلان فدخل المشترکۃ اذ لم یکن ساکنا قسم کھائی کہ مثلاً زید کی زمین زراعت نہ کریگا پھر اُسنے زراعت کی اُس زمین مین جو مشترک ہے زید اور غیر مین تو حانث ہوگا اسواسطے کہ نصف زمین کو بھی زمین کہتے ہین بخلاف اس قسم کے کہ مثلاً زید کے گھر مین نہ داخل ہوگا پھر زید کے مشترک گھر مین داخل ہوا جبکہ زید اُسمین نہ رہتا ہو تو حانث نہوگا ہم اسواسطے کہ نصف گھر کو گھر نہین کہتے ہین اور اگر مشترک گھر مین زید رہتا ہوگا تو البتہ زید کا گھر شمار ہوگا اسواسطے کہ سکونت سے دار مستاجرہ مستاجر کیطرف منسوب ہوتا ہے تو دار مشترکہ بطریق اولی اسکی طرف منسوب ہوگا واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحدود

یہ کتاب ہے حدود کے مسائل مین چونکہ کتاب الایمان مشتمل تھی کفارہ پر اور کفارہ دائر بین العبادۃ والعقوبت تھا لہذا کتاب الایمان کے بعد مصنف کتاب الحدود کو لایا جو عقوبات خاصہ ہین اور حدود چھ طرح پر ہین حد زنا اور حد شرب خمر اور حد مسکرات اور حد قذف اور حد سرقہ اور حد قطع طریق پھر دریافت کرنا چاہیے کہ خوبیان حدود کی ظاہر ہین محتاج تقریر اور تحریر کی نہین اسواسطے کہ اُسکی دریافت مین فقیہ اور غیر فقیہ برابر ہے کیونکہ جو افعال قبیحہ کہ فساد کے موجب ہین حدود جاری ہونے سے وہ موقوف ہوجاتے ہین سو زنا مین تو بربادی ہے اولاد کی گویا زندہ درگور کرنا ہے بسبب اشتباہ نسبت کے اور باقی حدود مین زوال عقل اور بےعزتی اور بربادی مال ہے اور قباحت ان امور کی عقول سلیمہ مین بدیہی امر ہے ولہذا اباحت اموال ناموس زنا و مستی کی کسی دین مین ثابت نہین اگرچہ کبھی شراب مباح تھا ولہذا حدود مانعہ ان افعال قبیحہ کے حقوق اللہ خالصۃ ہوئے اسلیے کہ حقوق اللہ خالصہ ہمیشہ مصالح عامہ کے مفید ہوتے ہین کذا فی فتح القدیر ہو لغۃ المنع وہ یعنے حد جسکی جمع حدود ہے لغت عرب مین عبارت ہے منع یعنے روک دینے سے ولہذا ڈیوڑھی بان اور قید خانہ کے داروغہ کو عرب حداد کہتے ہین اسلیے کہ ڈیوڑھی بان اندر جانے سے روکتا ہے اور قید خانہ کا داروغہ باہر نکلنے سے روکتا ہے ولہذا اہل اصطلاح ماہیت کے معرف کو حد کہتے ہین کہ وہ غیر محدود کے دخول کو مانع اور محدود کے افراد کے خروج کو مانع ہے اور حدود دار اور حدود قریہ انکی نہایات کو کہتے ہین اسواسطے کہ دخول ملک غیر سے مانع ہے اور فرج بعض مملوک کو غیر کیطرف رد کرتے ہین کذا فی الفتح اور عقوبات خالصہ کو حدود اسواسطے کہا کہ وہ مانع ہین اسباب عقوبات سے اور حدود اللہ کے محارم کو کہتے ہین اسواسطے کہ محارم کا فعل ممنوع ہے قال اللہ تعالی تلک حدود اللہ فلا تقربوہا اور حدود احکام الٰہی کو بھی کہتے ہین اسلیے کہ اُس سے آگے بڑھنا ممنوع ہے قال اللہ تعالی تلک حدود اللہ فلا تعتدوہا کذا فی المنح الغفار و شرح ما عقو

مقدرۃ وجبت حقا للہ زجرا فلا تجوز الشفاعۃ فیہ بعد الوصول للحاکم اور اصطلاح شرع مین حد عبارت ہی عقوبت مقدرہ سے جو واجب یعنی فرض ہوئی ہو بجہت حق خدا واسطے باز رکھنے کے افعال قبیحہ سے تو جائز نہین ہی سفارش کرنا حد سے بچانے مین بعد پہونچنے مقدمہ کے طرف حاکم کے هم عقوبت عبارت ہی اس درد اور تکلیف سے جسکا انسان مستحق ہوتا ہی بسبب گناہ کے دنیا مین اور عقاب وہ تکلیف ہی جو انسان کو آخرت مین ہوگی اور عقوبت معینہ رجم مین موت سے ہی اور باقی حدود مین کوڑون سے ہی کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ تحقیق یہ ہی کہ حدود موانع ہین قبل فعل کے اور زواجر ہین بعد فعل کے یعنے حد کے مشروع ہونے کو جاننا مانع ہی فعل کی پیشقدمی سے اور بعد ایقاع فعل کے مانع ہی عود سے اور شفاعت قبل وصول حاکم جائز ہی تا مقدمہ رجوع کرنے والا اُسکو چھوڑ دے اور اسی طرح قبل ثبوت گناہ سفارش جائز ہی اسواسطے کہ ہنوز حد ثابت نہین اور بعد وصول در ثبوت کے سفارش جائز نہین اسلیے کہ ترک واجب کی طلب ہی ولہذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید پیار وجود یکہ محبوب رسول اللہ صلعم تھے انکار کیا جب انھون نے عورت مخزومیہ کی جسنے چوری کی تھی سفارش کی حضرت سے تو فرمایا کیا تو سفارش کرتا ہی خدا کی حد مین پھر فرمایا کہ تم سے آگے کے لوگ اسی مین ہلاک ہوئے کہ جب اُمین شریف چرا تا تھا اُسکو چھوڑ دیتے تھے اور جب ضعیف چرا تا تھا تو اُسپر حد قائم کرتے تھے قسم خدا کی کہ اگر فاطمہ محمد کی بیٹی چوری کرے تو البتہ اُسکا بھی ہاتھ کاٹون اخرجہ الخمسۃ کذا فی تیسیر الوصول ولیس مطہرا عندنا بل المطہر التوبۃ واجمعوا انہا لا تسقط الحد فی الدنیا اور حد پاک نہین کرتی ہمارے نزدیک بلکہ پاک کرنے والی گناہ سے توبہ ہی اور اجماع کیا علمانے کہ توبہ کرنا حد کو دنیا مین ساقط نہین کرتا هم یعنے اقامت حد سے معصیت کا وبال ساقط نہین ہوتا بدون توبہ کے اور اکثر اہل علم اسکے قائل ہین کہ حد مطہر ہی صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث مرفوع کی دلیل سے یعنے فرمایا کہ جو معصیت مین مبتلا ہوا پھر اُسپر پڑی دنیا مین تو وہ کفارہ ہی اُسکے واسطے اور جسنے گناہ کیا اور خدا نے اُسکو چھپا ڈالا تو وہ خدا کے اختیار مین ہی چاہے معاف کرے چاہے عذاب کرے علماء حنفیہ نے عدم تطہیر پر آیت قرآنی سے استدلال کیا قال اللہ تعالیٰ ذلک لہم خزی فی الدنیا ولہم فی الاخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا یعنی حقتعالی نے فرمایا کہ یہ یعنے قطاع الطریق کو قتل کرنا اور سولی پر چڑھانا اور نفی کرنا اُنکے واسطے رسوائی ہی دنیا مین اور اُنکو آخرت مین عذاب عظیم ہی مگر وہ لوگ جنھون نے توبہ کی تو حق تعالیٰ نے خبر دی کہ اُنکے فعل کی جزا عقوبت دنیاوی اور عقاب اخروی ہی سواے توبہ کرنیوالے کے کہ اُس سے عذاب آخرت بالاجماع ساقط ہوجاتا ہی اسلیے کہ اجماع اہل علم ہی کہ توبہ سے عقوبت دنیاوی ساقط نہین اور واجب یہ ہی کہ حدیث بخاری کو توبہ کرنے پر محمول کیجیے اسواسطے کہ ظاہر ہی کہ مسلم ضرب یا رجم کے ساتھ توبہ بھی کرلیتا ہی تو یہ قید لگانا حدیث مین ضروری ہی تا قرآن اور حدیث مین اتفاق ہوجاے تقیید ظنی کی بوقت معارضہ قطعی کے متعین ہی نہ بالعکس کذا فی فتح القدیر فلا تعزیر حد لعدم تقدیرہ ولا قصاص حد لانہ حق الولی جب معلوم ہوا کہ حد عبارت ہی عقوبت معینہ سے بجہت حق خدا تو تعزیر حد نہین بسبب عدم تقدیر اور تعیین کے اور قصاص حد نہین اسواسطے کہ قصاص حق ہی مقتول کے ولی کا یعنے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قصاص حق ہی مقتول کا اور وارثون کیطرف بطریق خلافت منتقل ہوتا ہی طحطاوی نے کہا تو تعلیل اخراج قصاص مین یون کہنا بہتر تھا کہ وہ حق العبد ہی تا دونون ہو نکو شامل ہوتا علاوہ یہ ہی کہ مقتول کا جسکا وارث نہین ہی تا تو بادشاہ قصاص لیتا ہی اور حالانکہ قصاص اُسکا حق نہین ولہذا وہ عفو کرنیکا مالک نہین والزنا الموجب للحد وطی وہو ادخال قدر حشفۃ من ذکر اور جو زنا کہ موجب ہی حد کا وہ عبارت ہی جماع سے یعنے آلہ تناسل کو بقدر حشفہ یعنے سر ذکر کے داخل کرنا هم شارح نے زنا مین موجب حد کی قید لگائی تا معلوم ہو کہ ہر زنا موجب حد نہین چنانچہ اپنے والد کی لونڈی سے جماع کرنا اور ادخال بقدر حشفہ زنا مین مشعر ہی کہ انزال ہو یا نہو اور بقدر حشفہ کہنے سے جماع مقطوع الحشفہ بھی داخل ہوگیا مکلف خرج الصبی والمعتوہ زنا عبارت ہی وطی مکلف سے تو صغیر اور بیہوش نکل گیا هم مکلف عاقل بالغ کو کہتے ہین تو عاقل کی قید سے بیہوش نکل گیا اور اُسی کے مانند مجنون ہی اور بالغ کی قید سے صغیر نکل گیا تو صغیر اور بیہوش اور مجنون کا جماع موجب حد نہین ناطق خرج وطی الاخرس فلا حد علیہ مطلقا للشبہۃ زنا عبارت ہی وطی مکلف ناطق سے یعنے جو بولتا ہو تو اس قید سے گونگے کا جماع کرنا حد زنا سے نکل گیا تو گونگے پر کسی طرح حد نہین بسبب شبہ کے کہ گونگا خواہ اشارہ سے زنا کا اقرار کرے خواہ اُسکے زنا پر گواہ

قائم ہون بہر صورت اُسپر حد نہین بسبب شبہہ کے اسلیئے کہ اقرار بالاشارہ مین شبہہ ہے عدم صراحت کا اور گواہون مین احتمال دعوٰی شبہہ ہے یعنے اگر گونگا بولتا ہوتا تو شاید کوئی شبہہ
حلت کا بیان کرتا واما الاعمٰی فیحد للزنا بالاقرار لا بالبرہان شرح الوہبانیہ اور اندھے پر تو حد زنا ماریجا ویگی اقرار زنا سے نہ گواہون سے کذا فی شرح
الوہبانیہ ہم علامہ عبد البر نے شرح وہبانیہ مین خانیہ سے نقل کیا یون کہکر کہ میرے پاس اسکے نسخہ مین اسطرح ہے کہ اقرار زنا مین اندھا مانند بصیر کے ہے و
اُسکے زنا کے گواہ مقبول نہین اور بحر الرائق مین اُسکے مخالف ہے اسطرح کہ بخلاف اعمٰی اسواسطے کہ اُسکا اقرار اور اُسپر گواہ گذرنا دونون صحیح ہین کذا فی الطحطاوی
طائع فی قبل مشتہاۃ حالا او ماضیا خرج المکرہ والدبر ونحو الصغیرۃ زنا عبارت ہے وطی مکلف ناطق طائع سے یعنے جو شخص برغبت اور اپنی
خوشی بلا جبر وطی کرے لائق شہوت عورت کے سامنے کی شرمگاہ مین خواہ وہ بالفعل شہوت کے لائق ہو یا باعتبار ماضی کے یعنے نو برس کی عمر سے پیری تک
تو طائع کی قید سے مکرہ اور قبل کی قید سے وطی دبر کی اور مشتہاۃ کی قید سے مانند صغیرہ کے وطی نکل گئی ہم حلبی نے کہا مانند صغیرہ مردہ ہے اور جانور اسواسطے کہ صغیرہ اور مردہ
اور جانور لائق شہوت کے نہین تو اُنکی وطی پر حد نہین مصنف نے قبل کو مذکور کیا نہ فرج کو اسواسطے کہ قبل مخصوص انسان ہے بخلاف فرج کے کذا فی النہر خال عن ملکہ
ای ملک الواطی وشبہتہ ای فی المحل لا فی الفعل ذکرہ ابن الکمال جو شرمگاہ خالی ہو قربت کرنے والے کی ملک سے اور خالی ہو شبہہ ملک سے مراد شبہہ فی المحل
ہو نہ شبہہ فی الفعل کذا ذکرہ ابن الکمال ہم ملک سے مراد ملک نکاح اور ملک یمین ہے اور شبہہ ملک سے مراد شبہہ ملک یمین اور شبہہ ملک نکاح ہے شبہہ ملک یمین کی
مثال جیسے اپنے ولد کی لونڈی سے یا مکاتب اور عبد ماذون کی لونڈی سے وطی کرنا یا غنیمت کی لونڈی سے قبل تقسیم غازی کا وطی کرنا اور شبہہ ملک نکاح کی مثال جیسے اس
عورت سے بے گواہ نکاح کرنا یا لونڈی سے بدون اجازت اُسکے مولی کے نکاح کرنا یا وطی اُس غلام کی جسنے بدون اذن اپنے مالک کے عورت سے نکاح کیا کذا فی الطحطاوی
عن الحموی عن المفتاح در شبہہ فی المحل در شبہہ فی الفعل کی تفسیر آگے آویگی وزاد الکمال فی دار الاسلام لانہ لا حد بالزنا فی دار الحرب اور تعریف زنا مین کمال ابن
محقق نے فتح القدیر مین دار الاسلام کی قید زیادہ کی یعنے زنا حد کا موجب عبارت ہے اُس وطی سے جو دار الاسلام مین واقع ہوا اسواسطے کہ دار الحرب مین زنا سے
حد نہین اور مانند دار الحرب کے ہے دار البغی کذا فی الطحطاوی عن الحموی او تمکینہ من ذلک بان استلقی فقعدت علی ذکرہ فانہا یحدان لوجود التمکین یا زنا عبارت
ہے قادر کر دینے مرد سے اسپر یعنے وطی اور دخول پر اسطرح کہ مرد چت لیٹے اور عورت اُسکے آلہ تناسل پر بیٹھ جاوے تو مرد اور عورت دونون پر حد ماریجاویگی بسبب وجود
تمکین کے او تمکینہا فان فعلہا لیس وطیا بل تمکین فتم التعریف یا زنا عبارت ہے عورت کے قادر کر دینے سے اسواسطے کہ عورت کا فعل فی الحقیقت وطی نہین بلکہ تمکین ہے سو پوری
ہوگئی تعریف زنا کی حقیقت کی ہم یہ تعریض ہے صاحب کنز کے نقصان تعریف پر اُسمین زنا کی تعریف یون ہے کہ زنا عبارت ہے وطی فی القبل سے جو خالی ہے ملک و شبہہ ملک سے اسواسطے
کہ یہ تعریف منقوض ہے باعتبار جامع اور مانع ہونے کے اسواسطے کہ عورت کے زنا پر یہ تعریف صادق نہین آتی اسواسطے کہ عورت سے وطی متصور نہین بلکہ تمکین متصور ہے اور تمکین سے
اُسپر حد لازم آتی ہے تو تعریف جامع نہوئی افراد محدود کو اور غیر کی مانع اسواسطے نہین کہ تعریف مذکور مین وطی مجنون و مکرہ و وطی صغیرہ غیر مشتہاۃ و وطی مردہ و جانور اور وطی دار الحرب
داخل ہوگئے حالانکہ ان مواضع مین حد واجب نہین کذا فی منح الغفار وزاد فی المحیط العلم بالتحریم فلو لم یعلم لم یحد للشبہۃ وردہ فی الفتح بحر ملتہ فی کل ملۃ اور زنا کی تعریف
مین محیط کے اندر علم بالتحریم زیادہ کیا تو اگر زانی کو حرمت زنا کی معلوم نہوگی تو حد نہ ماری جاویگی بسبب شبہہ جہل کے اور فتح القدیر مین محیط کی زیادتی کو رد کیا ہے
بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین مین یعنی زنا ہر دین مین حرام ہے یہان تک کہ اگر حربی دار الاسلام مین آوے پھر مسلمان ہو کر زنا کرے اور کہے کہ میرے گمان مین زنا
حلال تھا تو اُسپر حد ماری جاویگی اگرچہ دار الاسلام کے داخل ہونے کے دن یہ واقع ہو کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا رد فتح القدیر کا غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ تحریم زنا کی
سب دینون مین اسکے منافی نہین کہ بعضے لوگ اسکو نہ جانتے ہون اور صاحب محیط نے ادعاے حلت زنا کسی دین مین نہین کیا بلکہ اصل اُسکی وہ روایت ہے جو سعید
بن مسیب سے مروی ہے کہ ایک مرد نے یمن مین زنا کیا تو امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لکھ بھیجا کہ اگر وہ شخص جانتا ہو کہ حقتعالی نے زنا کو حرام کیا ہے تو اُسپر کوڑے مارو اور اگر نجانتا ہو
تو اسکو حرمت کی تعلیم کرو پھر اسکے اگر پھر زنا کرے تو اسکو مارو تو باوجود اس روایت کے جسپر صحابہ کا انکار ثابت نہین کیا وجہ ہے اسکے رد کرنے کی لہذا فتاوی عالمگیری مین

حیلہ واسکے قول کو مسلم رکھا ہے اور جو مسئلہ حربی کے اسلام کا فتح القدیر مین مذکور ہے شاید اسکی بنا اُس شخص کے قول پر ہو جو علم حرمت کو شرط نہین کرتا واللہ اعلم ویثبت
بشهادة اربعة رجال فی مجلس واحد فلو متفرقین حدوا اور ثابت ہوتا ہے زنا چار مردون کی گواہی سے ایک مجلس مین سو اگر متفرق چند مجالس مین گواہی دینگے
تو اُنپر حد قذف ماری جاویگی هم اور اگر گواہ تنہا تنہا آوینگے اور گواہون کی نشست کی جگہ بیٹھینگے اور قاضی کے پاس ایک گواہ بعد دوسرے گواہ کے گواہی دیگا
تو گواہی انکی مقبول ہوگی اور خارج مجلس بیٹھینگے تو سب پر حد ماری جاویگی کذا فی المنح عن البحر عن المحیط بلفظ الزنا لا مجرد لفظ الوطی والجماع وظاہر الدرر ان
ما یفید معنے الزنا یقوم مقامه شہادت بلفظ زنا ثابت ہے نہ فقط بلفظ وطی اور جماع کی شہادت اور ظاہر درر یہ ہے کہ جو لفظ کہ معنی زنا کا فائدہ دے وہ
قائم مقام زنا ہے هم ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ کوئی لفظ قائم مقام زنا نہین تو اگر گواہی دین کہ اسنے حرام وطی کی تو زنا ثابت نہوگا اور مصنف
نے بلفظ زنا اشارہ کیا کہ اگر دو نے بلفظ زنا گواہی دی اور دو گواہ نے زانی کے اقرار کی گواہی دی تو اُسپر حد نہ ماری جاویگی اور نہ گواہون پر اور اگر
تین گواہون نے زنا کی گواہی دی تو تین گواہون پر حد قذف ماری جاویگی کذا فی المنح ولو کان الزوج احدهم اذا لم یکن الزوج قذفها والشهد بزنا
بولده للتهمة لانه یدفع اللعان عن نفسه فی الاول ویسقط نصف المهر لو قبل الدخول ونفقة العدة لو بعده فی الثانیة ظهیریة چار مردون کی گواہی سے
زنا ثابت ہے اگرچہ ان چارون مین ایک زوج ہو عورت کا بشرطیکہ زوج نے اسکو قبل شہادت کے زنا کا عیب لگایا ہو اور اپنے ولد کے ساتھ زوجہ کے
زنا کرنے کی گواہی نہ دی ہو والا اُسکی گواہی مقبول نہوگی بسبب تہمت کے اسواسطے کہ زوج گواہی سے لعان کو دفع کرتا ہے اپنی ذات سے پہلی صورت یعنی قذف مین اور
ساقط کرتا ہے نصف مہر کو اگر قبل دخول گواہی دی ہو اور نفقہ عدت کو ساقط کرتا ہے اگر بعد دخول کے گواہی دی ہو دوسری صورت مین یعنے اپنے ولد کے ساتھ زنا کی گواہی
مین فیسألهم الامام عنه ما هو ای عن ذاته الشرعیة وهو الایلاج یعنی جبکہ زنا کی گواہی دین تو امام یعنے سلطان یا اسکا نائب گواہون سے پوچھے کہ زنا کیا چیز ہے یعنے
اسکی شرعی حقیقت کا کہ عبارت ہے ادخال سے سوال کرے کذا فی شرح العینی هم فائدہ اس سوال کا یہ ہے کہ کبھی وطی حرام کو بھی زنا بولتے ہین اور حدیث مین نظر
بازی کو بھی زنا عین فرمایا ہے مجازا کذا فی المنح وکیف هو واین هو ومتی زنی وبمن زنی لجواز کونه مکرها او بدار الحرب او فی صباه او بامة ابنه فیستقصی القاضی احتیالا للدرء
اور سوال کرے حاکم کہ زنا کس طرح ہوا اپنی خوشی یا زبردستی سے اور کہان ہوا دار الاسلام مین یا دار الحرب مین اور کب زنا ہوا عنقریب یا زمانہ دراز مین طفلی کے وقت یا
بعد بلوغ کے اور کس عورت سے زنا کیا ان سوالات سے غرض یہ ہے کہ جائز ہے کہ زنا زبردستی مجبوری کی حالت مین ہوا ہو یا دار الحرب مین ہوا ہو یا اُسکی طفلی مین
ہوا ہو یا اپنے ولد کی لونڈی سے ہوا ہو یا گواہ نجانتے ہون اور اُسنے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کیا ہو کذا فی النہر تو قاضی نہایت تفصیل سے سوالات خمسہ مذکورہ
کرے تاکہ کوئی حیلہ پاکر حد ٹل جاوے هم قبل از ثبوت حد کا ٹالنا بالاجماع ثابت ہے اور سند اجماع کی حدیث مرفوع بروایت ابو ہریرہ ہے جسکو ابو یعلی نے اپنی مسند مین روایت
کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم یعنے حدود کو ٹالو جہان تک تمسے ہوسکے اور ترمذی مین یہ حدیث بروایت ضعیف مروی ہے
کذا فی الفتح القدیر فان بینوه وقالوا رأیناه وطئها فی فرجها کالمیل فی المکحلة ہو زیادہ بیان احتیالا للدرء سو اگر گواہون نے بوجوہ خمسہ مذکورہ زنا کو بیان کیا اور کہا
کہ ہمنے اسکو دیکھا جماع کرتے عورت کی شرمگاہ مین جیسے سلائی سرمہ دان مین یہ تفسیر زیادہ بیان ہے حد ٹالنے کی تدبیر کے واسطے والا حقیقت زنا کا سوال کافی ہے
لیکن ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ حکم موقوف ہے اس بیان پر کذا فی النہر طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ اس جملہ کا ذکر کرنا شاہدون کو ضرور ہے وعدلوا سرا وعلانیة اذا
لم یعلم بحالهم اور گواہون کی عدالت ثابت کیجاوے مخفی اور علانیہ جبکہ حاکم گواہون کا حال نہ جانتا ہو هم تعدیل مخفی کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی گواہون کے نام اور انکے محلہ
کا نام لکھکر واقفون کے پاس بھیجے تا وہ اسکے نیچے لکھدین کہ فلانا عادل مقبول الشہادة ہے اور علانیہ تعدیل کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی مزکی اور شاہد کو یکجا جمع کرے اور مزکی کہے
کہ یہی شخص ہے جسکو تونے عادل کہا ہے اور جبکہ حاکم شاہدون کو عادل جانتا ہو تو سوال کرنا اسکو ضرور نہین اسواسطے کہ علم حاکم کا تعدیل مزکی سے قوی تر ہے لیکن
حاکم فقط اپنے علم پر بدون گواہون کے حد زنا نہین مار سکتا اسواسطے کہ شرع نے حاکم کے حکم کو جب تک دریافت کے ساقط کر دیا ہے یعنی حاکم کا علم تعدیل شہود مین کافی ہے

لیکن حد مارنے مین معتبر نہین کذا فی الطحطاوی عن النہر والفتح حکم بہ وجوباً جب یا شہادت مذکورہ سے ثابت ہو تو حاکم اُسکا حکم کرے بنا بر وجوب کے یعنی بسبب ظاہر
ہوجانے حق کے حاکم کو حکم فرض ہے کذا فی البحر وترک الشہادۃ بہ اولی ما لم تہتک فالشہادۃ اولی نہر اور زنا کی گواہی کا ترک کرنا بہتر ہے تاوقتیکہ بیحیائی اور پردہ دری
کی نوبت نہ پہونچے پھر تو گواہی دینا بہتر ہے کذا فی النہر ہم پردہ پوشی شرعاً مستحب ہے ولہذا زنا مین چار گواہ مفروض ہوئے تو مستحب ہے کہ زنا کی گواہی نہ دے اسواسطے کہ حدیث
مین وارد ہے کہ جو مسلمان کی پردہ پوشی کریگا خدا اُسکی پردہ پوشی دنیا اور آخرت مین کریگا لیکن جب فرد بیحیائی اور تہتک کی نوبت پہونچے تو اُسوقت مین گواہی
دینا بہتر ہے اسواسطے کہ مرضی شارع یہ ہے کہ معاصی اور فواحش سے زمین پاک ہے اور پاکی زمین کی بیباک پر حد مارنے سے ہوتی ہے اور غیر بیباک کی توبہ کرنے سے
ویثبت ایضا باقرارہ صریحا صاحیا ولم یکذبہ الآخر ولا ظہر کذبہ بجبہ او رتقہا ولا اقر بزناہ بخرساء او ہی باخرس لجواز ابدائہ ما یسقط الحد اور ثابت ہوتا ہے زنا زانی کے
اقرار سے بھی بشرطیکہ اقرار صریح ہو حالت ہوشیاری مین اور دوسرے نے اُسکی تکذیب کی ہو اور خود مقر کا کذب مقطوع الذکر ہونے سے یا عورت کی شرمگاہ بند
ہونے سے ظاہر نہوا ہو اور مرد نے اپنے زنا کرنیکا گونگی عورت کے ساتھ اقرار نہ کیا ہو یا عورت نے گونگے مرد سے اپنے زنا کرنیکا اقرار نہ کیا ہو بسبب احتمال ظاہر کرنے گونگے
کے اُس امر کو جو حد کو ساقط کرتا ہے یعنی اگر وہ شخص گونگا نہوتا ناطق ہوتا تو جائز ہے کہ کوئی امر واقع حد بیان کرتا تو اس شبہ سے دونون پر حد نہ ماری جاویگی اور صریح اقرار
سے گونگے کا اقرار بطور اشارہ اور کنایت نکل گیا اور ہوشیار کے اقرار سے مست کا اقرار نکل گیا اور اگر مرد نے اقرار کیا اور عورت نے انکار کیا تو مرد سے بھی حد ساقط
ہوجاویگی اور اگر عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار تو عورت سے بھی حد ساقط ہوگی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا فی المنح عن الظہیریہ ولو اقر بہ ای بالزنا
فی حال سکرہ لاحد ولو سرق او زنی حد لان الانشاء لا یحتمل التکذیب والاقرار یحتملہ اور اگر مستی کی حالت مین زنا یا چوری کا اقرار کیا تو حد نہین اور اگر مستی کی
حالت مین چوری یا زنا کیا تو حد ماری جاویگی اسواسطے کہ ایجاد سرقہ اور زنا جسکا مشاہدہ ہوا تکذیب کا محتمل نہین اور اقرار تکذیب کا محتمل ہے کذا فی النہر
تو یہ احتمال مستی کے اقرار مین معتبر ہوا نہ غیر مستی مین کذا فی المنح اربعا فی مجالسہ ای المقر الاربعۃ یعنی اقرار مثبت زنا ہے چار بار مقر کی چار مجلسون مین
ہم تعدد مجالس مقر شرط ہے نہ تعدد مجلس حاکم اسواسطے کہ ماعز اسلمی نے تاوقتیکہ چار بار چار مجلس مین اقرار نہ کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے
ثبوت زنا کا حکم ندیا تو اگر چار بار کے اقرار سے کمتر مین زنا ظاہر ہوتا تو حضرت تاخیر نفرماتے بسبب واجب ہونے حکم کے کذا فی المنح تو اگر ایک شخص چار بار ایک
مجلس مین اقرار کرے تو وہ ایک ہی اقرار کے برابر ہے کلما اقر ردہ بحیث لا یراہ جبکہ زانی اقرار کرے تو حاکم اُسکو ہٹا دیوے اپنے سامنے سے اسطرح پر کہ حاکم کو مقر
نظر نہ آوے ہم یعنی اختلاف مجالس مقر کی یہ صورت ہے کہ جب وہ اقرار کرے تو قاضی اُسکو ہٹا دیوے یہانتک کہ قاضی کی نظر سے غائب ہو جاوے پھر مقر آوے
اور اقرار کرے کذا فی العالمگیریہ مین الکافی لیکن رد کرنا تین بار مین ہے نہ چوتھے بار مین کذا فی النہر وسالہ کما مر حتی عن المزنی بہا لجواز بیانہ باتہ ابنہ نہر اور سوال
کرے قاضی مقر سے جیسا کہ مذکور ہوچکا یعنی سوالات خمسہ مانند گواہون کے مقر سے بھی کرے یہانتک کہ جس عورت سے زنا کیا ہے اُسکو بھی پوچھے بسبب احتمال بیان کرنے
مقر کے کہ اُسنے اپنے ولد کی لونڈی سے قربت کی کذا فی النہر ہم ماہیت زنا اور کیفیت اور مکان زنا سے سوال کرنا تو بالاتفاق لازم ہے اور زمان زنا سے سوال
بقول اصح اور عورت کا بھی سوال کرنا کہ شاید اُس عورت کا ذکر کرے جسکے وطی سے حد نہین کذا فی النہر الفائق فان بینہ کما یحق حد سو اگر مقر نے سوالات خمسہ کے
جواب جیسا کہ حق ہے بیان کیا تو اُسپر حد واقع ہوگی فلا یثبت بعلم القاضی ولا بالبینۃ علی الاقرار جب معلوم ہوچکا کہ ثبوت زنا گواہی یا اقرار پر موقوف ہے تو ثابت
نہوگا قاضی کی دانست سے اور نہ زانی کے اقرار کے گواہون سے ہم علم قاضی کا حجت نہین حدود مین باجماع صحابہ اگرچہ قیاس مقتضی ہے اُسکے اعتبار کرنیکا کذا فی العالمگیریہ
عن الکافی اور غیر حاکم کے روبرو اقرار زنا کرنا بھی معتبر نہین اگرچہ چار بار اقرار کیا ہو لہذا اقرار کی گواہی بھی مقبول نہین اسواسطے کہ اگر وہ منکر ہے تو اُسکا رجوع ثابت ہوا اور اگر
مقر ہے تو گواہی کی کچھ حاجت نہین کذا فی المنح ولو قضی بالبینۃ فاقر مرۃ لم یحد عند الثانی وہو الاصح اور اگر قاضی نے گواہون پر حکم کیا یعنی گواہی مسلم رکھی پھر زانی نے ایکبار اقرار کیا
زنا کا تو اُسپر حد ماری نہ جاویگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول اصح ہے اسواسطے کہ شہادت منکر پر قائم ہوتی ہے پھر جب اُسنے اقرار کیا تو گواہی کی کچھ حاجت نہ رہی

اقرار معتبر ہوا اور یہ کہ اقرار چار بار نہیں لہذا حد نہیں اور اگر قبل قضاے شہادت اقرار کیا تو باتفاق صاحبین حد ساقط ہے کذا فی الطحطاوی ولو اقر اربعا بطلت الشہادۃ
اجماعا کما رجح اور اگر چوتھی بار بھی اقرار کیا تو بالاجماع شہادت باطل ہوگی اور اُسپر حد واقع ہوگی بموجب اُسکے اقرار کے ویخلی سبیلہ ان رجع عن اقرارہ
قبل الحد او فی وسطہ ولو رجوعہ بالفعل کھربہ بخلاف الشہادۃ اور چھوڑ دیا جاویگا مقر اگر اُسنے اپنے اقرار سے رجوع کیا قبل حد کے یا درمیان حد کے
اگرچہ اُسکا رجوع فعلی ہو چنانچہ اُسکا بھاگ جانا بخلاف شہادت کے یعنے اگر زنا شہادت سے ثابت ہو پھر وہ سنگساری سے بھاگا تو اُسکے پیچھے پتھر مارتے چلے
جاوینگے یہانتک کہ وہ مرجاوے بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ رجوع خبر ہے صدق کی محتمل مثل اقرار اور کوئی اُسکا مکذب نہین تو شبہہ پڑا لہذا وہ چھوڑ جاویگا کذا فی المنح عن الحاوی و
انکار الاقرار رجوع کما ان انکار الردۃ توبۃ کما سیجئ اور انکار اقرار کا رجوع ہے اقرار سے چنانچہ ارتداد کا انکار توبہ ہے چنانچہ اسکا بیان باب الارتداد مین آویگا وکذا
یصح الرجوع عن الاقرار بالاحصان لانہ لما صار شرطا للحد صار حقا للہ تعالی فیصح الرجوع عنہ لعدم المکذب بحر اور اسیطرح صحیح ہے رجوع کرنا احصان
کے اقرار سے اسواسطے کہ احصان جب شرط ہوا حد کی تو خالص حق اللہ ہو گیا تو اُس سے رجوع کرنا بھی صحیح ہے بسبب عدم مکذب کے کذا فی البحر بخلاف
حق العبد کے یعنے قصاص اور حد قذف مین اقرار کرکے رجوع کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ اُسکا مکذب یعنی تکذیب کرنے والا یہان موجود ہے یعنی عبد وکذا عن سائر
الحدود التی لصحۃ للہ کحد شرب وسرقۃ الا انہ یضمن المال اور اسی طرح صحیح ہے رجوع کرنا باقی حدود کے اقرار سے جو حدود کہ خالص حق اللہ ہین چنانچہ حد شرب اور
حد سرقہ اگرچہ چوری کے اقرار مین ضمانت مال لازم ہوگی وندب تلقینہ الرجوع بلعلک قبلت او لمست او وطئت بشبہۃ لحدیث ماعز اور مستحب ہے
حاکم کو تلقین کرنا اقرار سے پلٹ جانے کا اسطرح کہ شاید تو نے بوسہ لیا ہوگا یا مساس کیا ہوگا یا شبہہ سے وطی کی ہوگی بدلیل حدیث ماعز ہم یا یون کہے کہ شاید
تو نے نکاح کر لیا ہوگا بخاری مین مروی ہے جب ماعز اسلمی نے زنا کا اقرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تجھے بوسہ لیا ہوگا یا غمزہ یا نظر کی ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ اس
چیز کی تلقین کرے جس سے حد ٹل جاوے کذا فی النہر سنن ابو داؤد اور نسائی مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس آیا پھر اُسنے چار بار زنا کا اقرار کیا ہر بار حضرت اعراض کرتے تھے پھر پانچوین بار متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ فعل تو نے کیا یہانتک کہ وہ اُسمین غائب ہو گیا اُسنے کہا
ہان فرمایا جیسے سلائی غائب ہو جاتی ہے سرمہ دانی مین یا رسی کنوین مین اُسنے کہا ہان پھر فرمایا تو جانتا ہے کہ زنا کیا چیز ہے اُسنے کہا ہان مین نے اس عورت سے حرام فعل
کیا جیسا کہ مرد اپنی حلال عورت سے کرتا ہے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے کہا مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجکو پاک کیجے پھر وہ سنگسار ہوا اور سنن ابو داؤد مین مروی ہے کہ
ماعز بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ مین نے زنا کیا سو مجھپر کتاب اللہ قائم کیجے حضرت نے منہ پھیر لیا پھر آیا یہانتک کہ چار بار اقرار کیا
حضرت نے فرمایا تو نے چار بار کہا سو کس عورت سے یہ فعل کیا کہا فلانی عورت سے فرمایا کہ کیا تو اُسکے پاس لیٹا تھا کہا ہان فرمایا کیا اُس سے مباشرت کی تھی
کہا ہان فرمایا کیا اُس سے جماع کیا تھا بولا ہان پھر حضرت نے اُسکی سنگساری کا حکم دیا پھر جب پتھر پڑنے لگے تو نکل بھاگا اور لوگ اُسکے پکڑنے سے
تھک گئے عبد اللہ بن انیس کو ملا انھون نے لکڑی سے مارا تو مار ڈالا پھر عبد اللہ نے یہ قصہ حضرت سے عرض کیا ارشاد ہوا کیون نہ تمنے اُسکو چھوڑ دیا شاید وہ توبہ
کرتا سو خدا اُسکی توبہ قبول کرتا کذا فی فتح القدیر ادعی الزانی انہا زوجتہ سقط الحد عنہ وان کانت زوجۃ للغیر بلا بینۃ بدون گواہون کے دعوی کیا
زانی نے کہ عورت اُسکی زوجہ ہے تو اُسپر سے حد ساقط ہوگی اگرچہ وہ عورت غیر کی زوجہ ہو ہم بلا بینۃ متعلق بادعی ہے کذا فی الطحطاوی ولو تزوجہا بعدہ ای بعد زناہ
او اشتراہا لا یسقط فی الاصح لعدم الشبہۃ وقت الفعل بحر اور اگر زانی نے عورت سے نکاح کیا بعد زنا کرنے کے یا اُسکو خرید کیا تو اُسپر سے حد ساقط
نہوگی قول اصح مین بسبب عدم شبہہ کے فعل زنا کے وقت کذا فی البحر یعنے تزویج اور خرید کرنے سے معلوم ہو گیا کہ زنا کے وقت شبہہ ملک نکاح یا ملک یمین نہ تھا ویرجم
محصن فی فضاء حتی یموت ویصطفون کصفوف الصلوۃ لرجمہ کلما رجم قوم تنحوا ورجم آخرون اور زانی محصن کو پتھر مارے جاوین میدان مین یہانتک کہ وہ مرجاوے
اور لوگ صف باندھکر کھڑے ہون پتھر مارنے کے واسطے نماز کی صفون کے مانند جب ایک قوم پتھر مار چکے تو علیحدہ ہٹ جاوے اور دوسری قوم سنگسار کرے [illegible]

محصن کا رجم یعنے سنگساری اور پتھر مارنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متواتر المعنی ہے مانند علی مرتضے کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت کے اگرچہ تفاصیل اور خصوصیات
کی روایات احاد مین اور اسی پر اجماع صحابہ اور اتفاق مسلمین ہے اور انکار خارجیون کا مشروعیت رجم مین باطل ہے اجماع قطعی اُسکا مبطل ہے اور جبکہ خارجیون نے عمر بن
عبد العزیز پر وجوب رجم پر تشنیع کی تو کہا کہ رجم کتاب اللہ سے ثابت نہین اُنھون نے الزام دیا خارجیون کو کہ اعداد رکعات اور مقادیر زکوۃ بھی قرآن سے ثابت
نہین پھر اسکے کیون مقر ہو خارجیون نے کہا کہ یہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمین کے فعل سے ثابت ہے اُنھون نے جواب پایا کہ رجم بھی اسیطرح ثابت ہے
بلا تفاوت کذا فی فتح القدیر **فلو قتله شخص او فقا عينه بعد القضاء به فهدر** وينبغي ان يعزر لافتياته على الامام نہر پھر اگر اُسکو قتل کر ڈالا کسی شخص نے یا اُسکی
آنکھ پھوڑی بعد حکم دینے سنگساری کے تو قاتل پر قصاص نہین اور نہر الفائق مین کہا کہ لائق یون ہے کہ وہ شخص تعزیر دیا جاوے بسبب تعدی کرنے اس شخص کے
حاکم پر **وقبله** اي قبل القضاء به **يجب القصاص في العمد والدية في الخطاء** لان الشهادة قبل الحكم بها لا حكم لها اور اگر کسی نے قتل کیا یا آنکھ پھوڑی قبل دینے
حکم رجم کے تو قتل عمد مین قصاص اور قتل خطا مین خون بہا قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ گواہی حکم دینے سے پہلے معتبر نہین یعنے جبتک گواہی کے موافق حاکم
حکم نہ دے تو گواہی کا کچھ اعتبار نہین یعنے شہادت بلا قضا مثبت رجم نہین کہ قصاص وغیرہ قاتل پر لازم نہ آوے **والشرط بداءة الشهود** ولو بحصاة صغيرة الا لعذر
كمرض فيرجم القاضي بحضرتهم اور وجوب رجم کی شرط یہ ہے کہ پہلے گواہ سنگسار کرین اگرچہ چھوٹی کنکری سے مارین مگر بسبب عذر کے جیسے بیماری تو قاضی اول پتھر
مارے شاہدون کے سامنے ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے روایت کی کہ علی مرتضی کے سامنے جب گواہ زنا کی شہادت دیتے تھے تو شاہدون کو
سنگساری کا حکم دیتے تھے تو آپ مارتے تھے پھر لوگ مارتے تھے اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہوتا تھا تو آپ ابتداء رجم کرتے تھے پھر لوگ مارتے تھے کذا فی فتح القدیر **فان**
ابوا او ماتوا او غابوا او قطعوا الطريق بعد الشهادة **او بعضهم سقط الرجم** لفوات الشرط ولا يحدون في الاصح پھر اگر گواہون نے پتھر مارنے سے انکار کیا یا وہ
مر گئے یا غائب ہو گئے یا انکے دونون ہاتھ کاٹے گئے بعد گواہی دینے کے یہ حال سب گواہون کا ہوا یا بعض کا تو پتھر مارنا ساقط ہو گیا بسبب فوت ہونے شرط
کے اور اس انکار وغیرہ سے گواہون پر حد نہ ماری جاوے گی بقول اصح اسواسطے کہ نہ مارنا صریح رجوع نہین کذا فی المنح **كما لو خرج بعضهم عن الاهلية**
للشهادة **بفسق او عمى او خرس او قذف** ولو بعد القضاء لان الامضاء من القضاء في الحدود چنانچہ رجم ساقط ہوتا ہے اگر کوئی گواہ اہلیت شہادت
سے خارج ہو گیا بسبب فسق یا اندھے یا گونگے ہو جانے کے یا بسبب قذف کے اگرچہ عدم اہلیت بعد حکم دینے رجم کے ہو گئی ہو اسواسطے کہ حد کا جاری کر دینا
حکم مین داخل ہے تو جب ہنوز تنفیذ نہوئی اور شہادت پر عمل کرنیکا مانع ظاہر ہو گیا تو بعد قضا کے گویا شہادت پر حکم دینا اصلا حاصل نہوا کذا فی الطحطاوی
وهذا لو محصنا والا فيحد في الموت والغيبة كما في الحاكم اور یہ یعنی ساقط ہونا رجم کا اسوقت ہے جبکہ زانی محصن ہو اور اگر غیر محصن ہو تو اسپر حد ماری جاوے گی
گواہونکی موت اور غائب ہونے مین چنانچہ حاکم کی موت اور غیبت مین حد واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی اور بعضے نسخہ مین بجائے کما فی الحاکم کے کافی حاکم ہے
اور یہی نسخہ معتبر ہے کہ اصل عبارت نہر الفائق سے ہے اور نہر الفائق مین حاکم شہید کی کافی سے یہ مسئلہ منقول ہے اسطرح او في غير المحصن قال الحاكم الشهيد في الكافي يقام عليه
الحد في الموت والغيبة یعنے اور غیر محصن مین حاکم شہید کی کافی مین کہا ہے کہ اسپر حد قائم ہو گی شاہدون کی موت اور غیبت مین کذا فی الطحطاوی هم ادم
بعينها یہی عبارت فتح القدیر مین کافی سے منقول ہے **ثم الامام** هذا ليس حتما كيف وحضوره ليس بلازم قال ابن الكمال ومانقله المصنف عن الكمال تعقبه في النهر
پھر شاہدون کے بعد سلطان یا اُسکا نائب پتھر مارے یہ یعنے حاکم کا مارنا لازم نہین کیونکر لازم ہو حالانکہ حاضر ہونا حاکم کا سنگساری کے مقام مین لازم نہین کہا ہے
ابن کمال نے ایضاح الاصلاح مین اور جو مصنف نے اپنی شرح مین کمال الدین کی فتح القدیر سے نقل کی ہے اُسپر اعتراض کیا ہے نہر الفائق مین ہم نے متن
منح الغفار مین فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ شہود کے بعد امام کا رجم نہ کور کرنا اُسکو مقتضی ہے کہ اگر بعد شہود کے امام نہ مارے تو حد ساقط ہو جاوے بسبب اتحاد ماخذ
لکن فی نہر الفائق مین کہا کہ یہ اسوقت تمام ہو جب جب حضور امام مسلم ہو مانند شہود کے **ثم الناس** افاد في النهر ان حضورهم ليس بشرط فرجمهم

افتیات بصورت افتعال
ہے فرستہ بر اسکے معنی
ہین کسی بات کو بعجلت بغیر
اجازت حاصل کرنے
کے اجازت دیدینا ۱۲

ہے اسلئے زمول تہم
...

کذلک فلو امتنعوا لم یسقط بعد حاکم کے بعد اور لوگ پتھر ماریں نہر الفائق میں بیان کیا کہ لوگوں کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے پھر کی تو انکا مارنا بطریق اولیٰ ہے یہی قول کرو اور سنے
سے انکار کریں تو حد ساقط نہو گی ہم نہر الفائق میں درایہ سے نقل کیا کہ امام کو مستحب ہے کہ حکم کرے جماعت مسلمین کو کہ اقامت حد پر حاضر ہیں اور صاحب نہر نے
استحباب کی تعبیر سے استدلال کیا کہ حضور مسلمین شرط نہیں و بدایۃ الامام و مقر اعتقدناہ انہ لو امتنع لم تحل للقوم رجمہ وان امرہم لفوات شرطہ فتح لکن سیجی انہ لو قال
قاضی عدل قضیت علی ہذا بالرجم وسعک رجمہ وان لم تعاین الحجۃ اور رجم شروع کرے حاکم اگر زانی نے زنا کا اقرار کیا ہو ابتداء حاکم کا مقتضا یہ ہے کہ اگر حاکم نہ مارے
تو قوم کو اسکا رجم کرنا حلال نہیں اگرچہ وہ لوگوں کو مارنے کا حکم کرے بسبب فوت ہونے اسکی شرط کے یعنی بدایت امام کذا فی الفتح لیکن آگے آویگا کہ ایک شخص
سے قاضی عادل کہے کہ میں نے اس شخص پر رجم کا حکم کیا ہے تو تجکو اسکا رجم کرنا جائز ہے اگرچہ تو نے حجت کو یعنی اقرار یا گواہوں کو معائنہ نہ کیا ہو ہم حاصل اسکا
شارح یہ ہے کہ جس شخص کو قاضی نے خبر دی اسکی اباحت رجم میں وبیتہ رجم قاضی بشروط نہیں صاحب بحر الرائق نے کہا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام غزنے کے رجم
میں قطعاً حاضر نہوئے بلکہ لوگوں نے حضرت کے امر سے رجم کیا تھا کذا فی الطحطاوی ویکرہ للمحرم الرجم وان یفعل لا یحرم المیراث اور قرابت دار محرم کو رجم کرنا مکروہ
ہے اسواسطے کہ غیر کا مارنا کافی ہے اور اگر ماریگا تو مقتول کی میراث سے محروم نہوگا و یغسل و یکفن و یصلی علیہ وصح انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صلی علی الغامدیۃ اور جو رجم
سے مارا گیا اسکو غسل اور کفن دیا جاوے اور اسپر نماز جنازہ پڑھی جاوے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غامدیہ پر جو زنا کے
اقرار سے ماری گئی تھی نماز پڑھی تو عمر فاروق نے کہا یا رسول اللہ آپ اسپر نماز پڑھتے ہیں تو فرمایا کہ اسنے ایسی توبہ کی کہ اگر اسکی توبہ اہل مدینہ کے ستر آدمیوں پر
تقسیم کیجاوے تو انپر پھیل جاوے اور تو نے کسی کی توبہ اس سے افضل پائی کہ اسنے اپنی جان اللہ کے واسطے دی چنانچہ یہ حدیث صحاح ستہ میں سواے بخاری کی بروایت
عمران بن حصین مروی ہے اور ابن ابی شیبہ نے بریدہ سے روایت کی کہ جب ماعز سنگسار ہوا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ اب کیا کریں ماعز کے ساتھ فرمایا کر وجیسے ساتھ اپنے
موتی کے ساتھ کرتے ہو از قسم غسل اور کفن اور خوشبو اور نماز جنازہ کذا فی فتح القدیر و غیر المحصن یجلد بائۃ جلدۃ ان حرا ونصفہا للعبد بدلالۃ النص فالمراد بالمحصنات
فی الآیۃ الحرائر ذکرہ البیضاوی وغیرہ اور زانی غیر محصن کو سو کوڑے مارے جاویں اگر وہ آزاد ہوا اور اسکا نصف یعنی پچاس ۵۰ کوڑے غلام کو مارے جاویں بطریق دلالت
النص اور محصنات سے مراد آیت قرآنی میں آزاد عورتیں ہیں ایسا ہی مذکور کیا ہے بیضاوی وغیرہ مفسرین نے سو کوڑے مارنا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے
الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ یعنی عورت زانیہ اور مرد زانی کو ہر ایک کو انمیں سے سو کوڑے مارو اور یہ آیت محصن اور غیر محصن دونوں کو شامل ہے لیکن محصن کے
حق میں کوڑے مارنا قطعاً منسوخ ہے اور تعیین ناسخ میں رجم کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے واسطے کافی ہے اور نسخ قرآن کا سنت قطعی سے ہوا اور زانی غلام غیر محصن
پر ۵۰ کوڑے اس آیت قرآنی سے بطور دلالت ثابت ہیں قال اللہ تعالیٰ فان اتین بفاحشۃ فعلیہن نصف ما علی المحصنات من العذاب یعنی حق تعالیٰ نے لونڈیوں
کے حق میں فرمایا کہ اگر وہ زنا کریں تو انپر آدھا عذاب ہے جو محصنات پر ہے محصنات سے مراد آزاد عورتیں ہیں تو عبارۃ النص سے لونڈیوں پر بیبیوں کا آدھا
عذاب ثابت ہوا اور چونکہ رقیت اور مملوکیت عورت اور مرد میں کچھ فرق نہیں تو غلام میں نصف عذاب بطریق دلالت النص ثابت ہوگیا کذا فی فتح القدیر و ذکر
الزیلعی انہ غلب الاناث علی الذکور لکنہ عکس القاعدۃ اور ذکر کیا ہے زیلعی نے کہ غلبہ دیا گیا عورتوں کو مردوں پر لیکن یہ قول قاعدہ اصولیہ کے برعکس ہے
زیلعی نے شرح کنز میں کہا کہ آیت مذکورہ یعنی (فعلیہن نصف ما علی المحصنات) میں غلاموں کو لونڈیوں کے حکم میں تغلیباً داخل کر دیا تو اس تقدیر میں غلاموں کا حکم
عبارۃ النص سے ماخوذ ہوگا نہ دلالۃ النص سے لیکن یہ تقریر اصول کے مخالف ہے اسواسطے کہ اصول میں ثابت ہے کہ عورتیں حکم میں تابع مردوں کی ہوتی ہیں
نہ تغلیب عورتوں کی مردوں پر و العبد لا یحدہ سیدہ بغیر اذن الامام ولو فعلہ بل یکفی الظاہر لا تقولہم رکنہ اقامۃ الامام نہر اور غلام کو حد نہ مارے مالک اسکا
بدون اذن امام کے اور اگر مالک مار یگا تو کیا کافی ہے ظاہر اجواب ہے کہ کافی نہیں بسبب اس قول فقہا کے کہ حد کا رکن اقامت امام ہے کذا فی النہر عبداللہ بن مسعود
ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہم سے موقوفاً اور مرفوعاً مشائخ حنفیہ نے اپنی کتب میں روایت کیا ہے کہ حاکموں کو طرف ہیں چار ادر صدقات اور جمعات اور فئی غنیمت لیکن ان کو مقرر

عبد بلا اذن امام جائز ہے یعنے غلام کی تادیب مین اسکو امام سے پوچھنا ضرور نہین اسلیے کہ تعزیر حق العبد ہے تو تادیب کا اسکو اختیار ہے بخلاف حد کے کہ وہ حق اللہ ہے تو اسکی اقامت نائب شرع کریگا یعنے امام یا اسکا نائب کذا فی الفتح والنہر بسوط لا عقدۃ لہ فی الصحاح ثمرۃ السیاط عقد اطرافہا متوسط بین المبارح وغیر المولم غیر محصن کو حد ماری جاوے ایسے کوڑے سے جسمین گرہ نہو ضرب بحالت متوسط ہو نہ زخمی کر ڈالے نہ محض بے تکلیف ہو صحاح جوہری مین ہے کہ ثمرۃ السیاط انکی عقد اطراف کو کہتے ہین ہم شارح نے اشارہ کیا کہ عقدہ سوط اور ثمرہ سوط ایک ہی چیز ہے اور ضرب متوسط کا فائدہ یہ ہے کہ زخم سے خوف ہے ہلاک کا اور بلا تکلیف ضرب مقصود سے خالی ہے یعنے انزجار سے کذا فی الہدایہ ونزع ثیابہ خلا ازار للستر عورتہ اور مارنے کے وقت اسکے کپڑے اتارے جاوین سوا ازار کے واسطے ستر عورت کے وفرق جلدہ علے بدنہ خلا راسہ ووجہہ وفرجہ وقیل وصدرہ وبطنہ اور اسکے بدن پر جا بجا کوڑے مارے جاوین سوا اسکے سر اور منھ اور شرمگاہ کے اور بعضون نے کہا اور سوا اسکی چھاتی اور پیٹ کے ہم لہذا تفریق ضرب کا یہ فائدہ کہ ایک جگہ مارنے سے خوف ہے ہلاک کا اور جدا جدا مارنے سے ہر جگہ جلد کے درد ہی پہونچیگا اور جو جلد فی ایام جمین سوا الیہ وقتلہا فے الیوم الثانی اجزاہ علے الاصح جوہرہ اور اگر زانی کو پچاس کوڑے مارے اور آئندہ دوسرے دن مارے تو کافی ہے بنا بر قول اصح کے کذا فی الجوہرہ وقال علے رضی اللہ عنہ یضرب الرجل قائما والمرأۃ قاعدۃ فی الحدود والتعازیر غیر ممدود علے الارض کما یفعل فی زماننا فانہ لایجوز نہر وکذا لا یمد السوط لان المشترک فی النفی یعم ابن الکمال اور فرمایا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کہ مرد مارا جاوے کھڑا اور عورت بیٹھی حدود اور تعزیرات مین نہ لٹا کر زمین پر چنانچہ ہمارے وقت کے قاضی کرتے ہین کذا فی النہر اور اسی طرح کوڑے کو بھی نہ کھینچکر مارے یعنی نہ اپنے سر پر اٹھا کر مارے نہ اسکے بدن پر کھینچے اسواسطے کہ لفظ مشترک نفی مین عام ہو جاتا ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم مشترک سے مد ودکا لفظ مراد ہے جو نفی یعنے لفظ غیر کے تحت مین واقع ہوا ہے لہذا اپنے معانی مین عام ہوا یعنے ممدود کو زمین پر لٹانا یا کوڑا اٹھانا یا کوڑے کو اسکے بدن پر کھینچنا فتح القدیر مین مصنف عبد الرزاق سے علی مرتضی کا اثر یون مروی ہے یضرب الرجل قائما والمرأۃ قاعدۃ فی الحد و لا تنزع ثیابہا الا الفرو والحشو تفسیرا للستر لہا اور نہ اتارے جاوین عورت کے کپڑے مگر پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا کپڑا اور مارا جاوے عورت کو بھی بدلیل اس اثر کے جسکو ہم ابھی روایت کر چکے ویحفر لہا الی صدرہا فی الرجم وجاز ترکہ لسترہا بثیابہا اور عورت کے واسطے گڑھا کھودا جاوے اسکی چھاتی تک سنگساری مین اور اسکا ترک بھی جائز ہے بسبب پوشیدہ ہونے عورت کے اپنے کپڑون مین ولا یحفر للرجل وذکرہ الشمنی ولا یربط ولا یمسک ولو ہرب فان ہو مقر لا یتبع والا یتبع حتی یموت کسا مراد جائز نہین گڑھا کھودنا مرد کے واسطے رجم مین چنانچہ اسکو شمنی نے ذکر کیا ہے اور رجم کے واسطے مرد نہ باندھا جاوے نہ کوئی اسکو پکڑے رہے مگر جبکہ کھڑا نہ رہے تو باندھنا اور پکڑنا جائز ہے کذا فی الفتح اور اگر پتھر مارنے سے بھاگے تو اگر ثبوت زنا اسکے اقرار سے ہوا ہو تو اسکا پیچھا نکرنا چاہیے اور اگر گواہی سے ثبوت ہوا ہو تو مارتے ہوئے اسکا پیچھا کرنا چاہیے یہان تک کہ مر جاوے چنانچہ گذر گیا ولا جمع بین جلد ورجم فی المحصن ولا بین جلد ونفی ای تغریب فی البکر وفسرہ فی النہایۃ بالحبس وہو احسن وسکن للفتنۃ من التغریب لانہ یعود علے موضوعہ بالنقض اور جمع کرنا درمیان کوڑے مارنے اور پتھر مارنے کے محصن مین جائز نہین اور درمیان کوڑے مارنے اور نفی یعنے شہر سے نکال دینے کے کنواری مین جائز نہین اور نہایہ مین نفی کی تفسیر قید یعنی حبس کی ہے اور یہی اچھی ہے یعنے قید کرنا بہتر اور فساد کا روکنے والا ہے نکال دینے سے اسواسطے کہ زانی مسافر ہو کر جہان رہیگا وہان بھی یہی کام کریگا جیسا کہ مسافر ہونے مین ہم قوم کی کچھ حیا نہین ہم جمع بین الجلد والرجم باتفاق ائمہ اربعہ جائز نہین لیکن اہل ظاہر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک دونون کا جمع ثابت ہے عبادۃ بن الصامت کی حدیث کی دلیل سے جسکو مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم البکر بالبکر جلد مائۃ وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائۃ والرجم یعنے فرمایا کنوارے کو ساتھ کنواری کے سو کوڑے اور ایک سال نکال دینا اور بیاہا ساتھ بیاہی کے سو کوڑے اور سنگساری جمہور کا یہ جواب ہے کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعز وغیرہ کو رجم کیا اور کوڑے نہین مارے تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ جمع بین الرجم والجلد کا حکم منسوخ ہے علاوہ اسکے رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا کیا فائدہ اور جلد اور نفی کا جمع کرنا امام شافعی اور احمد کے نزدیک ہے بدلیل اسی حدیث مذکور اسکا جواب یہ ہے کہ لفظ کوڑے مارنے کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہے تو اگر کوڑے کے ساتھ نکال دینا بھی داخل حد ہو تو لازم آوے زیادتی علے الکتاب

بحدیث احاد حالانکہ یہ جائز نہیں کذا فی فتح القدیر الخصا الا سیاسۃ وتعزیرا فیفوض للامام وکذا فی کل جنایۃ مگر باعتبار سیاست اور تعزیر کے البتہ جمع بین
الجلد والنفی جائز ہے نہ بنا بر حد کے پھر جب یہ جمع کرنا بنا بر تعزیر کے ہوا تو اُسکا اختیار کرنا امام کو مفوض ہے اگر وہ مصلحت دیکھے تو جمع کرے اور اسی طرح ہر قصور میں امام کو
اختیار ہے کذا فی النہر تو یہ جو بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جمع کرنا کوڑے مارنے اور نفی میں مروی ہے تو تعزیر پر محمول ہے نہ حد پر کذا فی الہدایۃ ویرجم مریض زنی فی حالہ ولا یجلد
حتی یبرا الا ان یقع الیاس من برئہ فیقام علیہ پھر اور سنگسار کیا جاوے وہ مریض جسنے زنا کیا اسواسطے کہ سنگساری واسطے مار ڈالنے کے ہے اور کوڑے سے نہ مارا جاوے
بیمار یہانتک کہ چنگا ہو جاوے مگر یہ کہ اُسکی صحت سے ناامید ہو جاوے پھر تو اُسپر حد قائم کیجاوے کذا فی البحر یعنی جب صحت سے ناامیدی ہو مریض کو فقط اتنا
کہ مارنا چاہیے اسواسطے کہ فتح القدیر میں مصرح ہے کہ جب مریض کی صحت کی امید نہو چنانچہ مسلول یا نہایت ضعیف الخلقت ہو تو ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک اسکو
کھجور کی گود سے ایکبار مارنا چاہیے جسمیں سو شاخین ہوں طحاوی نے مسند اور ابن ماجہ سے حدیث روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کی حد مارنی
فرمایا صحابہ نے کہا یا رسول اللہ وہ نہایت ضعیف الخلقت ہے اگر ہم اُسکو مارینگے تو مقتول ہو جائیگا فرمایا کہ کھجور کی گود لو جسمیں سو شاخین ہوں پھر اُسکو ایکبار ماردینا چنانچہ
ایسا ہی کیا اسی مضمون کی حدیث تیسیر الوصول میں ابو داؤد اور نسائی سے مروی ہے وتقام علی الحامل بعد وضعہا لا قبلہ اصلا بل تحبس لو زناہا ببینۃ اور حد قائم کیجاوے
حاملہ عورت پر بعد وضع حمل کے نہ قائم ہو حد قبل وضع کے اصلا بلکہ حاملہ قید کیجاوے اگر اُسکا زنا گواہی سے ثابت ہوا ہو یعنی مقرہ کو قید کرنا نچاہیے فان
کان حدہا الرجم رجمت حین وضعت الا اذا لم یکن للمولود من یربیہ فحتی یستغنی پھر اگر حاملہ کی حد رجم ہو تو اُسکو رجم کرنا چاہیے وضع حمل کے وقت مگر جبکہ مولود
کا کوئی پالنے والا نہو تو اُسپر رجم نہو یہانتک کہ لڑکا مستغنی ہو یعنی جبکہ دودھ پی چکے روٹی کھانے لگے ولو ادعت الحبل بریہا النساء فان قلن ہی حبلی حبسہا سنتین
ثم رجمہا اختیار اور اگر زانیہ اپنے حاملہ ہونے کا دعوے کرے تو حاکم اُسکو عورتوں کو دکھاوے پھر اگر وہ کہیں کہ ہاں وہ حاملہ ہے تو اُسکو قید رکھے دو سال تک
پھر اُسکو سنگسار کرے کذا فی الاختیار وان کان الجلد فبعد النفاس لانہ مرض اور اگر حد حاملہ کی کوڑے مارنا ہو تو نفاس کے بعد قائم کرنا چاہیے اسواسطے کہ نفاس
بیماری ہے اور بیماری میں تا صحت انتظار ہے شرائط احصان الرجم سبعۃ اور شرائط احصان رجم کے سات ہیں یعنی شرائط احصان یہی احصان ہے تو احصان
عبارت ہے امور سبعہ مذکورہ سے احصان رجم اسواسطے کہا کہ اسمین نکاح اور دخول شرط نہیں کذا فی النہر الحریۃ شرائط احصان اول آزاد ہونا ہے تو غلام اور
لونڈی محصن نہیں اسواسطے کہ مملوک نکاح صحیح پر قادر نہیں کہ زنا کا محتاج نہ رہے والتکلیف عقل وبلوغ اور شرط احصان ہے مکلف ہونا یعنی عقل بلوغ ہم
اور بلوغ دو شرطیں ہیں تو مجنون اور صغیر محصن نہیں بسبب عدم اہلیت عقوبت کے والاسلام اور چوتھی شرط احصان کی اسلام ہے تو کافر محصن نہیں اسواسطے کہ اسحق
بن راہویہ نے اپنی مسند میں ابن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اشرک باللہ فلیس بمحصن یعنی جسنے اللہ کیساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں اور
امام شافعی اور احمد کے نزدیک اسلام شرط احصان نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی اور یہودیہ پر رجم کا حکم دیا اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت نے بحکم توراۃ
قبل نزول اس آیت کے جسمیں کوڑے مارنے کا حکم ہے حکم دیا تھا پھر کوڑون کی آیت نازل ہوئی بلا شرط اسلام پھر رجم کا حکم ہوا بشرط اسلام چنانچہ حدیث سابق اسپر دلیل ہے کذا
فی الفتح والوطی اور پانچوین شرط احصان جماع ہے تو جسنے نکاح کیا اور صحبت نہ کی وہ محصن نہیں اور مراد جماع سے وہ جماع ہے جس سے غسل لازم آوے یعنی ادخال حشفہ انزال ہو
یا نہو وکونہ بنکاح صحیح حال الدخول اور ہونا جماع کا بنکاح صحیح وقت دخول کے نکاح صحیح کی قید سے نکاح بلا شہود خارج ہو گیا تو ایسے نکاح سے محصن نہوگا اور
اس قید سے کہ دخول کے وقت صحت نکاح ہو وہ شخص محصن ہونے سے نکل گیا جسنے عورت کی طلاق اسکے نکاح پر معلق کی پھر اُس سے نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح ہے لیکن اگر اُس عورت
سے صحبت کریگا بعد نکاح کے تو محصن نہوگا اسواسطے کہ قبل دخول وہ مطلقہ ہو گئی کذا فی النہر وکونہما بصفۃ الاحصان المذکورۃ وقت الوطی فاحصان کل منہما شرط
لصیرورۃ الآخر محصنا اور ساتوین شرط احصان کی ہونا زوجین کا وطی کے وقت بصفت احصان جو مذکور ہو چکی تو احصان ہر ایک زوجین سے شرط ہے دوسرے
شخص کے محصن ہونے کی سبب سے ہم وطی کے وقت جمیع شرائط مذکورہ احصان کا جامع ہونا زوج اور زوجہ مین شرط ہے تو زوج کا محصن ہونا زوجہ کے محصنہ ہونے پر موقوف ہے

اور زوجہ کا محصنہ ہونا زوج کے محصن ہونے پر موقوف ہے تو جسنے کتابیہ ذمیہ یا صغیرہ یا مجنونہ سے نکاح کر کے قربت کی تو وہ شخص محصن نہوگا اسواسطے کہ زوجہ بسبب عدم اسلام یا عدم حریت یا عدم تکلیف کے محصنہ نہیں اور سبب اسکا یہ ہے کہ نکاح ایسی عورتوں کا لائق لذت ہے تو حصول نعمت علی وجہ الکمال نہوا تو ایسے شخص کا زنا مستحق رجم نہیں اور اسیطرح وہ شخص محصن نہیں جسنے عورت محصنہ سے قربت کی عدم احصان کی حالت میں اور پھر وہ محصن ہوگیا زنا کے وقت بدلیل شرکہ کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو نکح امۃ او الحرۃ عبدا فلا احصان الا ان یطاہا بعد العتق لتحصل الاحصان بہ لا بما قبلہ حتے لو زنی ذمی بمسلمۃ ثم اسلم لا یرجم بل یجلد تو اگر نکاح کیا آزاد مرد نے لونڈی سے یا آزاد عورت نے نکاح کیا غلام سے تو احصان نہیں مگر یہ کہ عورت سے وطی کرے زوج اسکا بعد آزاد ہونے کے لونڈی یا غلام کے تو حاصل ہوگا احصان وطی بعد العتق سے نہ قبل عتق کے وطی سے یہان تک کہ اگر کافر ذمی مسلمان عورت سے زنا کرے پھر وہ مسلمان ہو تو اسپر رجم نہوگا بلکہ کوڑے مارے جاوینگے اسواسطے کہ مرد محصن نہ تھا زنا کے وقت اگرچہ عورت محصنہ تھی وبقی شرط اخر ذکرہ ابن الکمال ہو ان لا یبطل احصانہما بالارتداد فلو ارتدا ثم اسلما لم یعد الا بالدخول بعدہ اور باقی رہی ایک اور آٹھوین شرط احصان کی جسکو ابن کمال نے ذکر کیا ہے وہ شرط یہ ہے کہ احصان زوجین کا بسبب ارتداد کے نہ باطل ہوگیا ہو سو اگر دونون مرتد ہوجاوینگے پھر مسلمان ہونگے تو دوبارہ احصان عود نہ کریگا مگر جماع بعد الاسلام سے ہم ساتھ ہی مرتد ہونے اور ساتھ ہی مسلمان ہونے سے نکاح باطل نہیں ہوتا تو تجدید نکاح کی حاجت نہیں اور اگر اسلام میں ترتیب ہوا تو تجدید نکاح ضرور ہے ولو بطل بجنون او عتہ عاد بالافاقۃ وقیل بالوطی بعدہ اور اگر احصان باطل ہوا جنون یا بیہوشی سے تو احصان پھر ثابت ہوگا بعد صحت کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جماع بعد صحت سے عود احصان ہوگا یہ قول اخیر ابو یوسف کا قول ہے وعلم انہ لا یجب بقاء النکاح لبقائہ ای الاحصان فلو نکح فی عمرہ مرۃ ثم طلق وبقی مجردا وزنی یرجم اور جان لو کہ باقی رہنا نکاح کا واسطے بقاء احصان کے واجب نہیں تو اگر ایک شخص نے اپنی تمام عمر میں ایکبار نکاح کیا پھر عورت کو طلاق دی یا بعد وطی وہ مرگئی اور مرد مجرد باقی رہا اور پھر زنا کیا تو سنگسار ہوگا ونظم بعضہم الشروط فقال ؎ شروط احصان انت ستۃ فخذہا عن النص مستفہما + بلوغ وعقل وحریۃ + ورابعہا کونہ مسلما + وعقد صحیح ووطی مباح + متی اختل شرط فلا یرجما اور بعضے علما نے شروط احصان کو یون نظم کیا ہے شروط احصان کے چھ ہین سو اے انکو تصریح سے دریافت کرے ایک بلوغ دوسری عقل تیسری حریت اور چوتھی شرط ہونا اسکا مسلمان اور پانچوین نکاح صحیح اور چھٹی وطی مباح جب مختل ہوئی کوئی شرط تو سنگسار نہو ہم اس نظم میں دو شرطین باقی رہ گئین ایک ہونا زوجین کا متصف بصفت احصان وقت دخول کے اور دوسری نہ باطل ہونا احصان کا ارتداد سے طحطاوی نے کہا کہ اس نظم کو صاحب عقد نے نقل کیا ہے کما فی الحلبی نقل کیا ہے

باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ

ادرءوا بالشبہات الحدیث اور والحدود بالشبہات ما استطعتم یہ باب ہے اس وطی کے بیان مین جس سے حد واجب ہوتی ہے اور جس سے حد واجب نہین ہوتی بسبب قائم ہونے شبہہ کے بدلیل اس حدیث کے کہ دفع کرو حدود کو بسبب شبہون کے جہان تک تم سے ہوسکے ہم عنقریب ذکر ہو چکا کہ ابو یعلی کی مسند مین حدیث مرفوع ان الفاظ سے مروی ہے کہ ادرءوا الحدود ما استطعتم اور امام اعظم ابو حنیفہ کی مسند مین ابن عباس سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرءوا الحدود بالشبہات ام الوحد کو شبہون سے ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ امیر المومنین عمر فاروق نے کہا کہ اگر مین حدود کو بسبب شبہات کے معطل رکھون میرے نزدیک بہتر ہے کہ انکو شبہات سے اقامت کرون اور معاذ اور عبد اللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ ان حضرات نے کہا کہ جب تجکو شبہہ پڑے حد مین تو اسکو دفع کر اور ظاہر شبہات والے حد کے منکر ہین لیکن جبکہ حدیث مرفوع اور آثار صحابہ کرام سے یہ امر ثابت ہے اور فقہاء امصار کا اسپر اتفاق اور اجماع ہے تو انکار انکا باطل ہے لائق التفات کے نہین کذا فی فتح القدیر الشبہۃ ما یشبہ الثابت ولیس بثابت فی نفس الامر شبہہ یعنے دھوکا وہ چیز ہے جو مشابہ ہے شی ثابت کے حالانکہ نفس الامر میں ثابت نہین یعنے شبہہ عبارت ہے امر غیر واقعی سے جو امر واقعی سے مشابہت رکھے جیسا بچہ والد کی لونڈی اپنی لونڈی کے مشابہ ہے حلت ملک یمین مین اور حالانکہ

باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ

ولد کی لونڈی واقع ہیں حلال نہیں باپ پر وہی ثلٰثة انواع شبهة حكمية في المحل اور شبہہ تین قسم پر ہے ایک شبہہ فی المحل ہے جسکو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہیں ہم
محل سے مراد وہ عورت ہے جس سے وطی کی و شبهة في الاشتباه في الفعل اور دوسرا شبہہ فی الفعل جسکو اشتباہ بھی کہتے ہیں یعنی فعل وطی میں اشتباہ واقع ہوا و شبهة
في العقد والتحقيق دخول هذه في الاوليين مستحقة اور تیسرا شبہہ فی العقد ہے یعنی نکاح کا شبہہ اور تحقیق یہ ہے کہ شبہہ عقد کا پہلے دونوں شبہوں میں داخل ہے کوئی علیحدہ شبہہ
نہیں اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے فان ادعاها اي الشبهة وبرهن قبل برهانه وسقط الحد وكذا يسقط ايضا بمجرد دعواها الا في دعوى الاكراه
خاصة فلا بد من البرهان لانه دعوى الفعل الغير فيلزم ثبوته بحجة سو اگر زانی نے شبہہ کا دعوے کیا اور برہان سے یعنے گواہوں سے ثابت کیا تو اسکے گواہ
مقبول ہونگے اور حد اُسپر سے ساقط ہو جاویگی اور اسیطرح سے ساقط ہوگی حد فقط دعوی بلا برہان سے بھی مگر مخصوص اکراہ کے دعوی میں مجرد
دعوی بلا برہان مسقط نہوگا تو ضرور ہوگا اکراہ کے دعوی میں برہان سے اسواسطے کہ اکراہ غیر کے فعل کا دعوی ہے تو مدعی پر اُسکا ثابت کرنا لازم ہوگا کذا في البحر
لا حد بلازم بشبهة المحل اي الملك وتسمى شبهة حكمية اي الثابت حكم الشرع بحله حد لازم نہیں شبہہ محل سے یعنے ملک سے اور شبہہ محل کو شبہہ حکمیہ
بھی کہتے ہیں شبہہ حکمیہ وہ جسمیں محل کی حلت بحکم شرع ثابت ہے ہم شارح نے تعریف شبہہ حکمیہ کی فتح القدیر سے نقل کی ہے [illegible] مصنف نے اسمیں یون کہا
اي الثابت شبهة حكم الشرع بحل المحل یعنے شبہہ حکمیہ وہ ہے جسمیں محل کی حلت کا شبہہ بحکم شرع ثابت یعنے شبہہ محل میں ثابت ہے بسبب قائم ہونے اُس دلیل کے جو حرمت
محل کی نافی ہے یعنے جب دلیل شرع کو دیکھے قطع نظر مانع سے تو اُسکو منافی حرمت کی پائے کذا في النهر الفائق نے کہا شبہہ محل وہ ہے جہان محل میں شبہہ ثابت ہو
اسطرح کہ محل میں شبہہ ملک پایا جاوے یعنے ملک رقبہ یا ملک وطی اور اُسکو شبہہ حکمیہ کہتے ہیں اس اعتبار سے کہ محل کو حکم ملک کا دیا گیا ہے اسقاط حد میں اگرچہ فی الحقیقت
ملک ثابت نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہ تقریر خوب واضح ہے وان ظن حرمته شبہہ محل سے حد نہیں اگرچہ زانی حرمت محل کا گمان رکھتا ہو یعنے شبہہ محل میں سقوط
حد کا مدار دلیل شرعی پر ہے نہ زانی کے اعتقاد پر اسواسطے کہ بسبب ثابت ہونے دلیل کے نفس الامر میں شبہہ قائم ہے زانی اُسکو جانے یا نجانے دونوں برابر ہیں کذا
في الفتح اب مصنف اور شارح امثلہ شبہہ محل کے ذکر کرتے ہیں كوطي امة ولده وولد ولده وان سفل ولو ولده حيا فتح لحديث انت ومالك لابيك جیسے اپنے لڑکے کی
لونڈی کا جماع یا اپنے پوتے کی لونڈی کا جماع اگرچہ پوتا بچند واسطہ ہو گو کہ بیٹا زندہ ہو یعنی اپنے پوتے کی لونڈی کے وطی سے حد نہیں کذا فی الفتح بدلیل اس حدیث کے
کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے ہم ابن ماجہ نے جابرؓ سے بسند صحیح روایت کی کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ کہ البتہ میرا مال ہے اور میرا بیٹا ہے اور میرا باپ مال کو مانگتا
ہے حالانکہ وہ میرے مال کا محتاج نہیں حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے اور اس مضمون کی حدیث طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے مع القصة
المطولة کذا فی فتح القدیر اس حدیث کی دلیل سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور لڑکے کا مال باپ کا ہے تو اُسکی لونڈی کی وطی کی حلت کا شبہہ ثابت ہوگیا بلکہ یہان اگرچہ واقع میں بنظر دلائل
شرعیہ کے اُسکی حلت ثابت نہیں ومعتدة الكنايات ولو نواها ثلثا على قول عمر رضى الله عنه الكنايات رواجع اور [illegible] کنایات
طلاق کے معتدہ کی وطی سے حد نہیں اگرچہ عدت خلع بلا مال کی ہو گو کہ کنایات سے تین طلاق کی نیت کی ہو کذا فی النهر بدلیل قول عمر کے کہ کنایات رواجع ہیں
یعنے کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے ہم قول مذکور سے شبہہ حلت وطی کا پیدا ہوا اگرچہ مختار علی مرتضی کا قول ہے کہ کنایات سے طلاق باین واقع ہوتی ہے
اور خلع بلا مال میں اسواسطے حد نہیں کہ اسکے بائن ہونے میں صحابہ مختلف ہیں کذا فی البحر جامع الفقہی اور فتح القدیر میں خلع بلا مال کو شبہہ حکمیہ میں داخل نہیں
کیا تو ظاہرا اسمیں دو قول ہیں کذا فی الطحطاوی ووطي البائع الامة المبيعة والزوج الامة الممهورة قبل تسليمها المشتري وزوجته وكذا العبرة في الفاسد اه
چنانچہ وطی کرنا بائع کا بیچی ہوئی لونڈی سے قبل تسلیم مشتری کے اور وطی زوج کی اُس لونڈی سے جسکو زوجہ کے مہر میں مقرر کیا قبل تسلیم زوجہ کے اور
اسیطرح نکاح فاسد میں بھی بعد تسلیم کرنے زوجہ کے بھی حد ساقط ہے ووطي الشريك اي احد الشريكين الجارية المشتركة ووطي جارية مكاتبه وعبده
المأذون له وعليه دين محيط بماله ورقبته زيلعي اور وطی شریک کی یعنی دو شریکون میں سے ایک شریک کا وطی کرنا مشترک لونڈی کا اور اپنے مکاتب کی

لونڈی کی وطی اور اسیطرح عبد ماذون فی التجارۃ کی لونڈی کی وطی مسقط حد ہے اور حالانکہ اُس عبد پر اتنا دین ہے جو اُسکے مال اور اُسکی ذات کو محیط ہے کذا فی الزیلعی اور اگر عبد مدیون نہوگا تو بطریق اولی حد نہین ہم مشترک لونڈی کی ملک کا شبہہ تو ظاہر ہے اور مکاتب اور عبد ماذون کے مال مین حق ہے مولی کا تو اُسکے حق مین شبہہ ملک ثابت ہے وطی جاریۃ من الغنیمۃ بعد الاحراز بدارنا او قبلہ اور وطی غنیمت کی لونڈی کی بعد لے آنے دار الاسلام کے یا قبل لے آنے کے ہم غازیون کا حق بعد استیلا کے ثابت ہو چکا ملک کا پیدا ہوا اور ظاہر مراد یہ ہے کہ وطی اُسکی قبل قسمت کے ہوئی اور بعد قسمت کے وطی سے حد لازم ہوگی بسبب متعین ہو جانے مالک کے کذا فی الطحطاوی وطی جاریۃ قبل الاستبراء والتی فیہا خیار للمشتری والتی ہی اختہ رضاعا اور حد نہین خرید کی لونڈی کی وطی سے قبل استبرا کے اور اُس لونڈی کی وطی سے جسکے خرید مین ہنوز اختیار باقی ہے مشتری کو اور اُس لونڈی کی وطی سے جو مولی کی رضاعی بہن ہے ہم اور اگر بائع کو خیار ہو تو بطریق اولی حد واجب نہین اور یہی حکم ہے جسکہ بائع اور مشتری دونون کو خیار ہو یا مرد اجنبی کو خیار ہو وزوجۃ حرمت بردتہا او بمطاوعتہا لابنہ او جماع امہا او بنتہا لان من الائمۃ من لم یحرم بہ اور حد نہین اُس زوجہ کی وطی سے جو حرام ہوگئی زوج پر بسبب اپنے ارتداد کے یا زوج کے ولد کے جماع سے راضی ہوگئی یا اُس زوجہ کی وطی سے جو حرام ہوگئی بسبب جماع کرنے زوج کے اُسکی مان یا اُسکی بیٹی سے اسواسطے کہ بعضے امام اسکی حرمت کے قائل نہین ہم یہ تعلیل متعلق ہے ارتداد اور اُسکے مابعد سے کتاب النکاح مین مذکور ہو چکا کہ مشایخ بلخ نے ارتداد زوجہ سے عدم فرقت کا فتوے دیا ہے اور باقی صورتون مین امام شافعی کا خلاف ثابت ہے بہر صورت شبہہ پیدا ہونے سے حد ساقط ہوگئی وغیر ذالک کما لا یخفے علے المتتبع فدعوے الحصر فی ستۃ مواضع ممنوع اور سوا ان امثلہ مذکورہ کے شبہہ محل کی اور بھی مثالین ہین چنانچہ کتب فقہ کے دیکھنے والے پر یہ امر مخفی نہین تو دعوی حصر کا چھ مکانون مین ممنوع ہے ہم یہ تعریض ہے صاحب درر پر ہرچند صاحب درر نے دعوی حصر کا نہین کیا مگر ظاہر کلام حصر پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ شمار کرنا بیان کے مقام مین قرینہ ہے حصر کا کذا فی المنح ولا حد ایضا بشبہۃ الفعل وتسمی شبہۃ اشتباہ ای شبہۃ فی حق من حصل لہ اشتباہ اور حد نہین شبہہ فعل سے بھی اور اسکو شبہہ اشتباہ بھی کہتے ہین یعنے شبہہ اُسکے حق مین ثابت ہے جسکو دھوکا پڑا حلت مین ہم شبہہ فعل کو شبہہ مشابہت بھی بولتے ہین ان ظن حلہ العبرۃ لدعوی الظن وان لم یحصل لہ الظن شبہہ فعل سے اُسوقت حد ساقط ہوگی اگر زانی نے حلت وطی کا گمان کیا ہو اور اعتبار ہے ظن کے دعوی کرنیکا اگرچہ فی الواقع اُسکو ظن نہ حاصل ہوا ہو ولو ادعاہ احدہما فقط لم یحد حتی یقرا جمیعا بعلمہما بالحرمۃ نہر اور اگر مرد اور عورت مین سے فقط ایک نے ظن حلت کا دعوی کیا تو دونون پر حد نہ ماری جاویگی یہانتک کہ دونون مکر اپنے علم بالحرمۃ کا اقرار کرین کذا فی النہر یعنے شبہہ اشتباہ مین اُسوقت دونون پر حد ماری جاویگی جب دونون زنا کا اقرار کرین اسطرح کہ ہمنے حرام جانکر زنا کیا ایسے شبہہ اشتباہ کی مثالین مذکور ہوتی ہین کوطی امۃ ابویہ وان علیا شمنی چنانچہ اپنے والدین کی لونڈی سے جماع کرنا اگرچہ والدین دور کے ہون کذا ذکرہ الشمنی یعنے دادا دادی کی لونڈی یا پردادا پردادی کی لونڈی سے جماع کرنا کہ مسقط حد ہے اسواسطے کہ اتصال الاملاک بین الاصول والفروع سے یہ گمان ہوتا ہے کہ ولد کو والدین کی لونڈی کے جماع مین ملت لایت ہے چنانچہ باپ کو بیٹے کی لونڈی پر ولایت ہے کذا فی المنح ومعتدۃ الثلاث ولو جملۃ اور چنانچہ تین طلاق کی عدت والی سے جماع کرنا اگرچہ طلقات ثلثہ یکبارگی واقع ہوگئی ہون ہم اگرچہ مطلقہ ثلثہ کی حرمت قطعی ہے لیکن بقاء بعض احکام نکاح سے مانند وجوب نفقہ اور سکنی اور منع خروج اور ثبوت نسب وغیرہا سے ظن حلت کا شبہہ پڑسکتا ہے موضع اشتباہ مین کذا فی المنح وامۃ امرأتہ وامۃ سیدہ اور چنانچہ اپنی زوجہ کی لونڈی سے یا اپنے مولی کی لونڈی سے جماع کرنا ہم حق تعالی نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت خدیجہؓ کے مال سے غنی فرمایا چنانچہ ارشاد کیا ووجدک عائلا فاغنی اس آیت سے شبہہ پڑسکتا ہے کہ زوج کو زوجہ کے مال مین تصرف کا اختیار ہے اور غلام محتاج ہے اپنے مولی کے مال کا تو اگر زوج یا غلام کو شبہہ حلت کا پڑے تو معذور قرار دیا جاویگا ووطی المرتہن الامۃ المرہونۃ فی روایۃ کتاب الحدود وہی المختارۃ زیلعی اور چنانچہ جماع کرنا مرتہن کا مرہونہ لونڈی سے مسقط حد ہے کتاب الحدود کی روایت مین بشرط ظن حلت اور یہی روایت مختار ہے کذا فی شرح زیلعی ہم جب مرتہن نے کہا کہ مین مرہونہ لونڈی کی حرمت جانتا تھا اور اُس سے جماع کیا تو اُسمین دو روایتین ہین سو کتاب الرہن کی روایت مین اُسپر حد نہین تو یہ مسئلہ شبہۃ المحل کے فروع سے ہوگا اور کتاب الحدود کی روایت

مین حد واجب ہی ہدایہ مین کہا کہ یہی قول اصح ہی اور شرح زیلعی مین کہا یہی قول مختار ہی کذا فی المنح اسواسطے کہ مرہونہ پر مرتہن کی ملکیت تصرف کی ہونا موہم ہی جماع مرہونہ کی حلت کا کذا فی الطحطاوی وفی الهدایة المستعیر للرهن کالمرتهن اور ہدایہ مین ہی گرو رکھنے کے واسطے لونڈی کا عاریت مانگنے والا مرتہن کے برابر ہی حکم مین یعنے اگر مستعیر لونڈی سے بگمان حلت جماع کریگا تو قول مختار مین اُسپر حد نہین جلبی نے کہا کہ للرهن کا لام تعلیل کا ہی تو مطلب یہ ہوا کہ لونڈی کو رہن رکھنے کے واسطے عاریت لیا اور یہ لام تعدیہ کا نہین تا یہ مطلب ہو کہ مرہونہ لونڈی کو مرتہن سے عاریت لیا ویجی حکم المستاجرة والمغصوبة اور مستاجرہ اور مغصوبہ لونڈی کا حکم آگے آویگا وینبغی ان الموقوفة علیه کالمرهونة نہر اور نہر الفائق مین کہا کہ لائق یون ہی کہ موقوف علیہ لونڈی مرہونہ کے مانند ہو حکم مین یعنے بگمان حلت اُسکی وطی سے حد نہین و معتدة الطلاق علی مال وکذا المختلعة علی الصحیح بدائع اور چنانچہ طلاق بعوض مال کے عدت والی سے جماع کرنا اور اسی طرح مختلعہ سے جماع کرنا بنابر قول صحیح کے کذا فی البدائع اسواسطے کہ مطلقہ بعوض مال کی حرمت بالاجماع ثابت ہی مانند مطلقہ ثلثہ کے کذا فی المنح تو بدون ظن حلت کے حد ساقط نہوگی و معتدة الاعتاق والحال انها هی ام ولدہ اور چنانچہ اعتاق کی عدت والی سے جماع کرنا حالانکہ وہ ام ولد ہو مولی کی اسواسطے کہ اسکی بھی حرمت بالاجماع ثابت ہی لیکن اشتباہ حلت ہوسکتا ہی بقاء عدت کے سبب سے کذا فی المنح والواطی ان ادعی النسب یثبت فی الاولی ای شبهة المحل لا فی الثانیة ای شبهة الفعل التمحضه زنا الا فی المطلقة ثلثا لتبیر طه بان تلد لاقل من سنتین لا لاکثر الا بدعوة کما مر فی بابه وکذا المختلعة والمطلقة بعوض بالاولی عنایة اور جماع کرنیوالا اگر ولد کے نسب کا دعوی کرے تو پہلے شبہہ مین یعنے شبهة المحل مین نسب ثابت ہوگا نہ ثابت ہوگا نسب دوسرے شبہہ مین یعنے شبهة الفعل مین اُسکے خالص زنا ہونیکے سبب سے اور حد جو ساقط ہوگئی سو اشتباہ کے سبب سے مگر مطلقہ ثلثہ مین البتہ بلا دعوت نسب ثابت ہی اُسکی شرط کے پائے جانے سے اس طرح پر کہ مطلقہ مذکورہ دو سال سے کمتر مدت مین جنی ہو نہ زیادہ دو سال سے کہ زیادتی مین نسب ثابت نہین مگر بدعوت چنانچہ بیان اسکا ثبوت النسب کے باب مین مذکور ہو چکا اُسی طرح مختلعہ اور مطلقہ بعوض مال کے ولد کا نسب بطریق اولی ثابت ہی کذا فی النهایة اسواسطے کہ خلع اور طلاق بعوض مال تعین طلاق ثلث سے کمتر ہی کذا فی الطحطاوی پھر اکثرین ثبوت نسب جب اتوا قل مین بطریق اولی ہوگا طلاق اور خلع مین اسواسطے نسب ثابت ہوا کہ اسمین شبهة العقد ہی بخلاف باقی مواضع شبهة الفعل کے کہ وہان شبہہ عقد کا نہین کذا فی المنح عن البحر والا فی وطی امرأة زفت الیه وقال النساء هی زوجتک ولم تکن کذلک فانها حینئذ فیثبت نسبه بالدعوة بحر اور نسب ثابت نہین ہوتا شبهة الفعل مین مگر اُس عورت کی وطی مین جو پہونچائی گئی مرد کے پاس اور عورتون نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہی اور حالانکہ وہ اُسکی زوجہ نہین تھی پھر مرد نے عورتون کی خبر پر اعتماد کیا ہو تو اُسوقت مین اُسکا نسب ثابت ہوگا دعوت سے کذا فی البحر ولا حد ایضا بشبهة العقد ای عقد النکاح عندہ ای الامام کوطی محرم نکحها اور حد نہین بشبهة العقد سے یعنی عقد نکاح کے شبہہ سے امام اعظم کے نزدیک چنانچہ اُس محرم سے وطی کرنا جس سے نکاح کیا ہو محرم کو مطلق کہا تو محرم نسبی اور محرم سببی اور محرم رضاعی کو شامل ہا ہر چند امام کے نزدیک بسبب شبہہ عقد کے حد نہین لیکن بنابر سیاست کے اُسپر سخت تعزیر اور ضرب شدید واجب ہی اگر اُسکو حرمت محارم کا علم ہو وقالا ان علم بالحرمة حد وعلیه الفتوی خلاصة اور صاحبین نے کہا اگر واطی حرمت محارم کی جانتا ہو تو حد مارا جاوے اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الخلاصة لکن المرجح فی جمیع الشروح قول الامام فکان الفتوی علیه اولی قاله قاسم نے تصحیح لیکن تمام شروح مین قول امام کا ترجیح دیا گیا ہی تو اُسی پر فتوی بہتر ہی یہی کہا شیخ قاسم نے اپنی تصحیح مین لکن فی القهستانی عن المضمرات علی قولهما الفتوی وفی المتون لیکن قہستانی مین مضمرات سے نقل ہی کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہی متون مین ہم یہ استدراک ہی شیخ قاسم کے جمیع شروح کے قول پر اسواسطے کہ مضمرات بھی شرح ہی تو عموم جمیع شروح کا نہ ثابت ہوا وحرر فی الفتح انها من شبهة المحل وفیها یثبت النسب کما مر اور فتح القدیر مین تحریر کیا ہی کہ شبهة العقد شبهة المحل مین داخل ہی اور اسمین نسب ثابت ہوتا ہی چنانچہ مذکور ہو چکا و وطی بنکاح بغیر شهود لا حد لشبهة العقد اور نکاح بلا شہود کے جماع کرنے مین حد نہین بسبب شبہہ عقد کے وفی القنیة تزوج بمحرمه او منکوحة الغیر او معتدته ووطئها ظانا الحل لا یحد ویعزر وان ظن انها الحرمة فکذلک عندہ خلافا لهما اقول

ان تقسیمہا ثلثۃ اقسام قول الامام اور مجتبی میں ہے کہ نکاح کیا مرد نے اپنی محرم عورت سے یا غیر کی منکوحہ سے یا اپنی عدت والی سے اور اس سے جماع کیا
حلال گمان کرکے تو اس پر حد نہ ماری جاویگی اور تعزیر دیجاویگی اور اگر اسنے حرام جانکر وطی کی تو اسیطرح اس پر بھی حد نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک
اس پر حد ہے تو اس تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ شبہہ کو تین قسم پر تقسیم کیا یعنے شبہۃ المحل اور شبہۃ الفعل اور شبہۃ العقد یہ قول ہے امام کا ہم حلبی نے کہا کہ اگر تقسیم من حیث الحکم
مراد ہے تو سب کے نزدیک شبہہ دو ہی قسم ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ شبہۃ العقد کا حکم امام کے نزدیک شبہۃ المحل کا حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک شبہۃ الفعل کا حکم ہے اور اگر
تقسیم من حیث المفہوم مراد ہے تو بھی شبہہ دو ہی قسم ہے اسواسطے کہ بعضا شبہۃ العقد شبہۃ الفعل میں داخل ہے چنانچہ معتدہ ثلثا اور بعضا شبہۃ المحل میں داخل ہے چنانچہ
مسئلہ متن کا وحد لوطی امۃ اخیہ وعمہ وسائر محارمہ سوے الولاد لعدم البسوطۃ اور حد ماری جاویگی اپنے بھائی کی لونڈی اور چچا کی لونڈی کی وطی ہم
اور سواے ولادت کے باقی محارم کی لونڈیوں کی وطی سے بسبب عدم انبساط کے یعنے بھائی یا چچا وغیرہما کے مال میں توسع اور بے تکلفی جاری نہیں چنانچہ
باپ یا بیٹے کے مال میں جاری ہے والنداظن حلت اور حرمت یہان برابر ہے و لوطی امرأۃ وجدت علی فراشہ فظنہا زوجتہ ولو اعمی لتمییزہ بالسوال الا
اذا دعاہا فاجابتہ قائلۃ انا زوجتک او انا فلانۃ باسم زوجتہ فواقعہا لان الاخبار دلیل شرعی حتی لو اجابتہ بالفعل [illegible] حد اور حد ماری جاویگی اس عورت کے
جماع سے جو پائی گئی مرد کے بستر پر سو اسنے گمان کیا کہ وہ اسکی زوجہ ہے اگرچہ وہ شخص اندھا ہو تو بھی حد ہے بسبب امتیاز حاصل کرسکنے اندھے کے سوال
کرکے مگر جبکہ اسنے عورت کو بلایا سو اسنے جواب دیا اسکو یون کہکر کہ مین تیری جورو ہون یا مین فلانی ہون اسکی جورو کا نام لیکر پھر اسنے اس سے جماع کیا
تو اندھے پر حد نہیں اسلیے کہ خبر دینا دلیل شرعی ہے یہان تک کہ اگر عورت جابت فعل کریگی یعنے جماع پر قادر کریگی یا [illegible] ہان کہیگی تو مرد پر حد ماری جاویگی ہم
بستر پر عورت کے پانے سے اسواسطے حد ہے کہ بعد طول صحبت کے اپنی زوجہ کا امتیاز کرلینا اسپر مخفی نہیں ہوسکتا لہذا ظن حلت یہان مستند بدلیل نہین
نشتبہ فاون کے جب عورتون نے غیر عورت کو کہا کہ تیری جورو ہے و ذمیۃ عطف علی ضمیر بدون جاز للفصل زنی بہا حربی مستامن اور حد ماری جاویگی ذمیہ
عورت پر جس سے مستامن حربی نے زنا کیا شارح نے کہا ذمیہ کا لفظ حد کی ضمیر پر معطوف ہے اور عطف اسم ظاہر کا ضمیر متصل پر بلا اعادہ ضمیر جائز ہے بسبب فصل کے
ہونے کے اور عدم جواز در صورت عدم فصل ہے و حد ذمی زنی بحربیۃ مستامنۃ فلا یحد الحربی فی الاولی و الحربیۃ فی الثانیۃ والاصل عند الامام الحدود کلہا
لالتزام علی مستامن الا حد القذف اور حد مارا جاوے مرد ذمی جسنے حربیہ مستامنہ سے زنا کیا نہ حد واقع ہوگی مرد حربی پر پہلی صورت میں اور نہ حربیہ
عورت پر دوسری صورت مین اور قاعدہ امام اعظم کے نزدیک یہ ہے کہ جمیع حدود کی اقامت نہیں ہوتی مستامن پر سواے حد قذف کے ولا یحد بوطی بہیمۃ بل
یعزر و تذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بہا حیۃ ومیتۃ مجتبی اور نہ حد ماری جاوے جانور کے جماع سے بلکہ اسکو تعزیر دیجاوے اور جانور ذبح کیا جاوے پھر جلایا جاوے
اور مکروہ ہے فائدہ لینا اسکے جیتے اور مرے کذا فی المجتبی ثم ذبح کرنا جانور کا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے تاکہ اس فعل قبیح کی جس سے طبع سلیم نفرت کرتی ہے گفتگو منقطع ہو جاوے
یہ جلانا اسوقت ہے جب جانور فاعل کا ہو اور اگر غیر کا ہو تو اسکو اختیار ہے کہ قیمت لیکر فاعل کو جانور دے ڈالے کذا فی النہر وفی النہر الظاہر انہ یطالب ندبا
لقولہم التضمین بالقیمۃ اور نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ مالک جانور کا جانور کے دینے پر مطالبہ کیا جاوے بطریق استحباب کے بدلیل قول فقہا کہ جانور کا ضمان
بالقیمت ہے ہم طحطاوی نے کہ ضمان قیمت دلیل استحباب نہیں اور یہ عبارت نہر الفائق میں بھی نہیں بلکہ اسکی عبارت یون ہے فان کانت الدابۃ لغیرہ فلصاحبہا ان
یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح والظاہر انہ یطالب ای بالدفع علی وجہ الندب لذا قال فی الخانیۃ کان لصاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ یعنے اگر جانور غیر شخص کا ہو
تو اسکے مالک کو حکم کیا جاوے کہ جانور فاعل کو دے ڈالے قیمت لیکر پھر وہ ذبح کیا جاوے اور ظاہر یہ ہے کہ مالک مطالب بالدفع علی وجہ الاستحباب
ہے اور اسی واسطے خانیہ میں کہا ہے کہ اسکے مالک کو اختیار ہے کہ جانور اسکو دیوے قیمت لیکر ولا یحد بوطی اجنبیۃ زفت الیہ وقیل ہی زوجتک لان خبر الواحد
کاف فی مثل ما یعمل فیہ بقول النساء کہ یہی عرس کا ہے و علیہ مہرہا بذلک قضی عمر رضی اللہ عنہ وبالعدۃ اور حد نہ ماری جاویگی

اجنبی عورت سے جماع سے جو شب زفاف میں پہنچائی گئی ہو مرد کے پاس اور کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہے اور مرد پر مہر عورت کا واجب ہے لیکن مہر مثل اسیکا حکم کیا عمر فاروق نے اور عدت کا شارح کہتا ہے خبر دینا ایک عورت کا کافی ہے جہان عورتون کے قول پر عمل کیا جاتا ہے لیکن اگر ایک عورت بھی کہیگی کہ یہ تیری زوجہ ہے تو حد ساقط ہے ۱۲ کہ ابتداے ملاقات مین امتیاز اپنی زوجہ کا غیر عورت سے نہین ہوتا تو مقام ہے اشتباہ کا طحطاوی ذکر کیا کہ شارح نے یہ حکم عمر فاروق سے نقل کیا حالانکہ بحر الرائق وغیرہ مین یہ حکم علی مرتضی سے ثابت ہے او بلوطی دبرہ قالا ان فعل فی الاجانب حد وان فی عبدہ او امتہ او زوجتہ فلا حد اجماعا بل یعزر وقال فی الدرر بنحو الاحراق بالنار وہدم الجدار والتنکیس من محل مرتفع باتباع الاحجار وفی الحاوی والجلد اصح یا لوطی ہے تو حد نہین امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اگر یہ فعل اجانب مین کیا تو حد ماری جاویگی اور اگر اپنے غلام یا لونڈی یا زوجہ سے کیا تو بالاجماع امام اور صاحبین کے حد نہین بلکہ تعزیر دیا جاوے اور درر مین کہا کہ تعزیر دیا جاوے مانند آگ سے جلا دینے کے اور اسپر دیوار ڈھا دینے اور اونچے مقام سے اوندھا گرا دینے مع پتھرون کے ساتھ ڈھالنا کر اور حاوی مین ہے کہ امور ثلثہ مذکورہ سے کوڑے مارنے کی تعزیر صحیح تر ہے ہم صاحبین کے نزدیک لواطت مین حد ہے اور دلیل یہ ہے کہ لواطت مانند زنا ہے اسواسطے کہ محل شہوت مین شہوت رانی اور آب ریزی ہے بوجہ حرمت اور امام اعظم کے نزدیک لواطت درحقیقت زنا نہین واسطے اصحاب کرام اسکی جزا مین مختلف ہین کسی نے آگ سے جلانا اور کسی نے اسپر دیوار کا ڈھانا اور کسی نے مکان بلند سے پتھرون کے ساتھ گرانا تجویز کیا اور اسمین نہ زنا موجود نہین اسواسطے کہ اضاعت اور اشتباہ انساب نہین تو اگر لغت عرب مین لواطت زنا ہوتی یا یہ معنی زنا اصحاب کرام کہ اہل لسان ہین ضرور آشکار ہوتی ... بلکہ حد زنا تجویز ہوتا اور یہ جو ابن عباس سے سنن ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین حدیث مرفوع مروی ہے کہ جسکو تم دیکھو لوط کا عمل کرتے ہوئے تو فاعل و مفعول کو قتل کرو تو یہ حکم بطریق سیاست ہے بطور حد کذا فی الفتح ملخصا وفی الفتح یعزر ویسجن حتی یموت او یتوب ولو اعتاد اللواطۃ قتلہ الامام سیاسۃ قلت وفی النہر معزیا للبحر التقیید بالامام یفہم ان القاضی لیس لہ الحکم بالسیاسۃ اور فتح القدیر مین ہے کہ لواطت کرنیوالا تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے یہانتک کہ مرجاوے یا توبہ کرے اور اگر اسکو لواطت کی عادت پڑگئی ہو تو امام یعنی سلطان اسکو قتل کرے بطریق سیاست کے شارح کہتا ہے اور نہر الفائق مین بحر الرائق سے منقول ہے کہ امام کی تقیید اسکی مفہم ہے کہ قاضی کے واسطے حکم سیاست کا نہین ہم بحر الرائق مین یہ مسئلہ بطریق بحث کے ہے مذہب منصوص کے علاوہ اسکے امام کے واسطے خصوصیت قتل اس جزئی سے لازم نہین تخصیص جمیع جزئیات سیاست کے واسطے امام کے اور معین الحکام مین مذکور ہے کہ اکثر جزئیات سیاست مین قاضی کو اختیار ہے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وفی الجوہرۃ الاستمناء حرام وفیہ التعزیر ولو مکن امرأتہ او امتہ من العبث بذکرہ حتی انزل کرہ ولا شئ علیہ اور جوہرہ مین ہے کہ بزور ہاتھ کے منی نکالنا حرام ہے اور اسمین تعزیر ہے اور اگر مرد نے قادر کیا اپنی زوجہ یا لونڈی کو اپنے آلہ تناسل سے عبث کرنے کا یہانتک کہ انزال ہوا تو یہ مکروہ ہے اور اسپر کچھ نہین حد تعزیر ولا تکون اللواطۃ فی الجنۃ علی الصحیح لانہ تعالے استقبحہا وسماہا خبیثۃ والجنۃ منزہ عنہا فتح اور لواطت نہوگی بہشت مین بنابر صحیح قول کے اسواسطے کہ حق تعالی نے اسکو قبیح فرمایا اور قرآن مجید مین اسکا خبیث نام رکھا اور بہشت پاک ہے خباثت سے کذا فی الفتح وفی الاشباہ حرمتہا عقلیۃ فلا وجود لہا فی الجنۃ وقیل سمعیۃ فتوجد وقیل یخلق اللہ تعالے طائفۃ نصفہم الاعلی کالذکور والاسفل کالاناث والصحیح الاول اور اشباہ مین ہے کہ حرمت لواطت کی عقلی ہے تو اسکا وجود نہین جنت مین اور قول ضعیف یہ ہے کہ حرمت اسکی سمعی ہے تو اسکا وجود جنت مین ہوگا اور بعضون نے کہا کہ پیدا کریگا اللہ تعالے ایک گروہ کو انکا بدن نصف اعلے مردون کے مانند ہوگا اور نصف اسفل عورتون کے مانند ہوگا اور صحیح پہلا قول ہے ہم فتوحات مکیہ مین مذکور ہے کہ اہل جنت کے دبر نہوگی اسلیے کہ دنیا مین دبر مخلوق ہوئی واسطے دفع براز کے اور جنت نجاسات کا مکان نہین حموی نے کہا تو اس صورت مین لواطت کا ہر حال مین وجود نہین جنت مین کذا فی الطحطاوی وفی البحر حرمتہا اشد من الزنا لحرمتہا عقلا وشرعا وطبعا والزنا لیس بحرام طبعا وتزول حرمتہ بتزوج وشراء بخلافہا وعدم الحد عندہ لا لخفتہا

بل للتغلیظ لانہ مطہر علے قول اور بحر الرائق میں ہے کہ حرمت لواطت کی سخت تر ہے زنا سے بسبب حرام ہونے لواطت کے عقلاً اور شرعاً اور طبعاً اور حرمت
عقلی سے یہ مراد کہ عقل سے ظاہر ہوئی ہے حرمت کی نہ مثبت اور مثبت حقیقت میں شرع ہے تو اسناد تحریم کی عقل اور طبع کی طرف اسناد مجازی ہے کذا فی الطحطاوی
اور زنا حرام نہیں باعتبار طبیعت انسانی کے بلکہ فقط عقلاً اور شرعاً حرام ہے اور حرمت اسکی زائل ہو جاتی ہے عورت کے نکاح اور خرید کرنے سے یعنی زنا کی حرمت
دائمی نہیں بخلاف لواطت کے کہ اسکی کسی طرح زوال پذیر نہیں اور لواطت میں حد کا نہ ہونا امام کے نزدیک اس جہت سے نہیں کہ اسکی حرمت خفیف ہے بلکہ بسبب
تغلیظ اور تشدید کے ہے اسلیے کہ حد پاک کرتی ہے گناہ سے بموجب ایک قول کے وفی المجتبی یکفر مستحلہا عند الجمہور اور مجتبی میں ہے کہ لواطت کا حلال جاننے والا کافر
ہے اکثر علما کے نزدیک ثم الطحطاوی نے کہا کہ یہ تکفیر یقید بغیر مملوکہ ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مستحل اسکا کافر نہیں اگرچہ اسنے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا اور زنی
فی دار الحرب او البغی الا اذا زنی فی عسکر لامیرہ ولایۃ الاقامۃ بدایۃ یا زنا کیا دار الحرب میں یا دار البغی میں تو اسپر حد نہیں مگر جبکہ اسنے زنا کیا اس لشکر اسلام میں جسکے سردار کو ولایت
ہے اقامت حد کی تو البتہ اسپر حد ہے کذا فی الہدایہ ہم ولایتاً اقامت حد کی خلیفہ کو ہے یا امیر بلد کو نہ امیر لشکر کو کہ اسکا اختیار فقط تدبیر جنگ میں ہے نہ اقامت حدود میں اور اسبب
وغیرہ میں حدود اسواسطے نہیں کہ وہاں ولایت امام کی منقطع ہے ولا حد بزنا غیر مکلف بمکلفۃ مطلقاً لا علیہ ولا علیہا اور حد نہیں مرد غیر مکلف کے
زنا کرنے سے ساتھ عورت مکلفہ کے مطلقاً نہ مرد نہ عورت پر ہم غیر مکلف جیسے نابالغ اور مجنون اور عورت پر اسواسطے حد نہیں کہ فعل مرد کا اصل ہے زنا میں اور عورت
اسکی تابع ہے اور ممتنع ہونا حد کا اصل میں موجب ہے امتناع حد کا تابع میں فی عکسہ حد فقط اور ہے بالعکس ہیں یعنے مرد مکلف کے زنا میں ساتھ غیر مکلفہ کے فقط مرد پر
حد جاری جاویگی نہ صغیرہ اور مجنونہ پر ولا حد بزنا المستاجرۃ لہ اے الزنا اور حد نہیں اس عورت کے ساتھ زنا کرنے سے جسکو زنا کے واسطے اجارہ لیا ہم یعنی اگر
عورت سے مرد نے یوں کہا کہ میں تجکو زنا کے واسطے اجارہ لیتا ہوں یا اسقدر دراہم سے تاکہ میں تجھ سے قربت کروں تو اسپر حد نہیں امام کے نزدیک اسواسطے کہ عقد اجارہ
صورت شبہہ ہے طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ بموجب قول امام کے اگرچہ حد نہیں لیکن مرد اور عورت پر سخت تعزیر لازم ہے اور صاحبین اور شافعی اور مالک اور احمد کے
نزدیک حد واجب ہے اسواسطے کہ عقد اجارہ سے وطی مباح نہیں ہوتی تو خالص زنا ہوا والحق وجوب الحد کالمستاجرۃ للخدمۃ فتح اور واجب ہونا حد کا اجارہ
زنا میں حق ہے جیسے مستاجرہ خدمت سے زنا کرنے میں بالاتفاق حد واجب ہے کذا فی الفتح ثم فتح القدیر میں کافی سے منقول ہے اگر مرد نے عورت سے کہا کہ
میں نے تجکو اتنا مہر دیا تاکہ میں تیرے ساتھ زنا کروں تو حد واجب نہیں اور اسیطرح استیجار اور عطا اور دراہم واسطے وطی کے اور ان سب قولوں میں حق یہی ہے کہ حد واجب
ہے اسواسطے کہ باعتبار معنی اور حقیقت کے کتاب اللہ اسکے معارض ہے حق تعالی فرماتا ہے الزانیۃ والزانی فاجلدوا اسواسطے کہ لفظ مہر یا اجرت حقیقت زنا کو نہیں
مٹاتا انتہی ملخصاً ولا بالزنا باکراہ اور حد نہیں جبر اور زبردستی کی زنا سے خواہ جبر سلطان کی طرف سے ہو یا غیر سلطان سے اور یہی مذہب ہے صاحبین کا اور اسی پر
فتوی ہے اور امام کے نزدیک سلطان کے جبر سے حد ساقط ہے نہ غیر کے جبر سے علما نے کہا کہ یہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف حال زمانہ ہے یعنے امام کے
زمانے میں غیر سلطان اکراہ پر قادر نہ تھا بخلاف عصر صاحبین کے کہ اکثر متغلبین کو قدرت اکراہ حاصل تھی کذا فی النہر ولا باقرار احدہما ان انکر
الآخر لشبہۃ اور حد نہیں ایک کی اقرار زنا سے اگر دوسرا منکر ہو زنا کا بسبب شبہہ کے ہم اقرار سے مراد چار بار کا اقرار ہے اور انکار یہ کہ کہے میں نے
مطلق نہیں زنا کیا یا نکاح کا دعوے کرے خواہ مقر یا منکر مرد ہو یا عورت بہر صورت حد ساقط ہے اسواسطے کہ زنا فعل مشترک ہے بدون دو شخص
کے نہیں ہوتا تو ایک شخص سے حد کا ملنا صورت شبہہ ہے دوسرے شخص میں اور جب حد ساقط ہو گی تو مہر واجب ہوگا کذا فی البحر کذا لو قال
اشتریتہا ولو حرۃ مجتبی اور اسی طرح حد ساقط ہے اگر مرد نے کہا کہ میں نے اس عورت کو مول لیا ہے اگرچہ وہ عورت آزاد ہے کذا فی المجتبی و فی قتل
امۃ زنا بہا الحد بالزنی والقیمۃ بالقتل اور لونڈی کے مقتول ہونے میں اسکے زنا کے سبب سے مرد پر حد ہے بسبب زنا کے اور قیمت ہے واسطے قتل کے
ہم لونڈی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر حرہ مقتول ہو جاویگی زنا سے تو مرد پر حد ہے اور خون بہا کذا فی النہر ولو اذہب عینہا لزمہ قیمتہا وسقط الحد لتملکہ الجثۃ العمیاء

لا درت شبهه ہدایہ اور اگر لونڈی کی آنکھ پھوڑ ڈالی زنا سے تو مرد پر اسکی قیمت لازم ہے اور حد ساقط ہے بسبب ملک حاصل ہونے کے اندھے جسم کا قیمت دینے سے ملک
جثہ بلا بصارت کا ثابت ہوا تو شبہہ ملک یمین کا پیدا ہوا لہذا حد ساقط ہوگی کذا فی الہدایہ وتفصیل بالافضا فی الشرح اور اگر لونڈی کو مفضاۃ کر ڈالا یعنی
تو اسکی تفصیل مصنف کی شرح میں ہے ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ دونوں راہیں یعنی قبل اور دبر پھٹ کر ایک ہو جاویں اسکو افضا کہتے ہیں پس لونڈی
بالغہ ہے یا صغیرہ اگر کبیرہ راضی بزنا تھی بلا ادعاء شبہہ تو دونوں پر حد ہے مہر مرد پر نہیں اور افضا سے کوئی چیز اسپر لازم نہیں اور اگر ادعاء شبہہ ہے تو حد نہیں اور افضا سے کچھ
نہیں مگر مہر واجب ہے اور اگر لونڈی راضی نہو بلا دعوی شبہہ تو مرد پر حد ہے لونڈی پر اور مہر نہیں پھر افضا کو نظر کرنا چاہیے اگر پیشاب اسکا نہ تھمتا ہو تو مرد پر پورا خون بہا واجب
ہے اور اگر پیشاب تھمتا ہو تو ثلث دیت لازم ہے اور اگر شبہہ کا دعوے ہو تو دونوں پر حد نہیں پھر اگر بول تھمتا ہو تو مرد پر ثلث دیت ہے اور مہر واجب ہے
ظاہر الروایۃ میں اور اگر بول نہ تھمتا ہو تو پوری دیت ہے اور مہر واجب نہیں شیخین کے نزدیک خلافاً لمحمد اور اگر لونڈی ایسی صغیرہ ہے کہ جماع کے لائق ہے تو وہ کبیرہ کے مانند ہے
جمیع احکام میں سوائے سقوط حد کے اسکی رضامندی سے اور اگر صغیرہ لائق جماع نہو تو اگر اسکا بول تھمتا ہو تو ثلث دیت اور مہر کامل لازم ہے لیکن مرد پر حد
نہیں اور بول نہ تھمتا ہو تو پوری دیت لازم ہے نہ مہر شیخین کے نزدیک اور محمد کے نزدیک مہر بھی لازم ہے ملخصاً **ولو غصبها ثم زنى بها ثم ضمن قيمتها فلا حد عليه اتفاقاً**
بخلاف ما لو زنى بها ثم غصبها ثم ضمن قيمتها كما لو زنى بحرة ثم نكحها لا يسقط الحد اتفاقاً فتح اور اگر لونڈی کو غصب کیا پھر اس سے زنا کیا پھر اسکی قیمت
کا ضمان دیا تو مرد پر حد نہیں بالاتفاق بخلاف اسکے یہ کہ اگر زنا کیا اس سے پھر اسکو غصب کیا پھر اسکی قیمت کا ضمان دیا جیسا کہ حرہ سے زنا
کیا پھر اس سے نکاح کر لیا تو حد ساقط نہیں ہوتی بالاتفاق کذا فی فتح القدیر **والخليفة الذي لا والي فوقه يؤخذ بالقصاص والاموال لانها من حقوق**
العباد فيستوفيه ولي الحق اما بتمكينه او بمنعة المسلمين وبه علم ان القضاء ليس بشرط لاستيفاء القصاص والاموال بل للتمكين فتح اور وہ خلیفہ جسکے
اوپر کوئی حاکم نہیں ماخوذ ہے قصاص اور تلف کرنے اموال سے اسواسطے کہ قصاص اور تلف اموال منجملہ حقوق العباد ہے تو صاحب حق اسکو لے سکتا
ہے خلیفہ کے قادر کر دینے سے اپنی ذات پر اور اگر خلیفہ انکار کرے تو مسلمانوں کی قوت اور شوکت سے استیفاء حق خلیفہ سے متصور ہے اور اس تقریر سے
معلوم ہو گیا کہ استیفاء قصاص اور اموال کے واسطے قضاء قاضی شرط نہیں بلکہ حاکم کی قدرت دینے سے استیفاء قصاص کے واسطے قضا شرط ہے کذا
فی الفتح **ولا يحد لو اتى بموجب حد لانه حق الله تعالى واقامته اليه ولا ولاية لاحد عليه** اور حد نہ ماری جاویگی خلیفہ اور امام پر اگرچہ حد قذف ہو اسواسطے کہ حدود میں حق اللہ غالب ہے
حقوق العباد پر اور اقامت حدود کی امام کا منصب ہے اور کسیکی ولایت امام پر نہیں اور حکومت نہیں خلیفہ پر کہ اسپر حد کون قائم کرے **بخلاف امير البلدة فانه يحد بامر الامام** بخلاف حاکم شہر کے کہ اسپر حد ماری جاویگی بحکم امام

باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها

یہ باب ہے زنا پر گواہی دینے کے احکام میں اور اسکی گواہی سے رجوع کرنے میں **شهدوا بحد متقادم بلا عذر كمرض او بعد مسافة او خوف طريق لم تقبل للتهمة** شاہدوں نے
گواہی دی حد متقادم کی بسبب کسی بلا عذر مانند بیماری یا دوری مسافت یا خوف راہ کے تو مقبول نہو گی بسبب تہمت کے ہم وجہ تہمت یہ ہے کہ حدود کا شاہد مخیر ہے
ادائے شہادت یا پردہ پوشی میں تو اگر اتنی تاخیر پردہ پوشی کی جہت سے تھی تو اب گواہی دینا فساد باطن یعنی کینہ اور عداوت پر دلالت کرتا ہے اور اگر
تاخیر بنظر پردہ پوشی نہ تھی تو تاخیر سے فاسق ہوا اور فاسق اہل شہادت نہیں اور جیسے تقادم مانع شہادت ہے ویسی ہی اقامت حد بعد القضا مانع ہے
یعنی اگر بعد قضا حرب حد کے بھاگ گیا اور پھر گرفتار ہوا تو تقادم زمان سے اقامت حد نہو گی کذا فی المنح **الا فی حد القذف اذ فیه حق العبد** مگر حد قذف میں
بعد تقادم کے بھی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اسمیں حق العبد ہے یعنی دعوی اسمیں شرط ہے شہادت کی تو تاخیر انعدام دعوی پر محمول ہو گی تو فسق شاہدوں کا نہ ثابت ہو گا
ويضمن المال المسروق لانه حق العبد فلا يسقط بالتقادم اور ضمانت لیجاویگی سارق سے مال مسروق کی اسواسطے کہ یہ حق العبد ہے تو تقادم زمان سے ساقط نہو گا یعنی جب شاہدوں
نے بعد مدت کے گواہی دی تو ضمان سارق پر ہے اسواسطے گواہی مقبول ہو گی اسواسطے کہ دعوی شرط ہے حقوق العباد میں تو تاخیر دعوی پر محمول ہے تو فسق شاہد لازم نہ آیا کذا فی المنح

ولو اقر بہ ای بالحد مع التقادم حد لانتفاء التہمۃ الا فی الشرب کما یجئی اور اگر اقرار کیا موجب حد یعنی سبب حد کا ساتھ گذرنے مدت کے تو مقر پر حد قائم کیجائیگی
بسبب منتفی ہونے تہمت کے مگر شرب خمر مین تقادم سے حد نہین چنانچہ آگے اسکا بیان آویگا یعنی تہمت عداوت کی اپنی ذات سے متصور نہین مانند شہادت کے
وتقادمہ بزوال الریح ولغیرہ بمضی شہر ہو الاصح اور تقادم شرب خمر کا بو کے جاتے رہنے سے ہے اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینا گذر جانے سے ہے یہی قول اصح ہے
ھم یہ قول محمد سے منقول ہے اور شیخین سے بھی مروی ہے کذا فی المنح ولو شہدوا بزنی متقادم حد الشہود عند البعض وقیل لا کذا فی الخانیۃ اور اگر شاہدون نے
تقادم زنا کی گواہی دی تو شاہدون پر حد قذف ماری جاویگی ایک بعضون نے کہا کہ نہین کذا فی الخانیۃ عدم حد کرخی کا قول ہے شہدوا علی زناہ بغائبۃ حد گواہی
دی شاہدون نے مرد کے زنا پر ساتھ غائب عورت کے یعنی جو مجلس قضا سے غائب ہے اور شاہد اسکو پہچانتے ہین تو مرد پر حد قائم ہوگی باتفاق ائمہ اربعہ اور اسیطرح
اقرار سے اگر کوئی کہے محتمل ہے کہ غائبہ مدعی ہو نکاح کی تو حد ساقط ہوجاوے اسکا جواب یہ ہے کہ دعوی نکاح مثلا شبہہ ہے اور احتمال اُسکے دعوی کرنیکا شبہۃ الشبہہ ہے
حالانکہ معتبر شبہہ ہے نہ شبہۃ الشبہہ والا لجمیع حدود کی نفی لازم آوے اسواسطے کہ ثبوت حد کا اقرار سے ہوتا ہے یا گواہون سے اور اقرار محتمل رجوع ہے اور گواہی بھی محتمل رجوع ہے تو
اگر شبہۃ الشبہہ معتبر ہو تو حد کا وجود ہی معدوم ہو کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی سرقۃ من غائب لا لاشتراط الدعوی فی السرقۃ دون الزنی اور اگر گواہی
دی شخص غائب کے مال کی چوری کی تو مقبول نہوگی بسبب شرط ہونے دعوی کے سرقہ مین نہ زنا مین اقر بالزنی بمجہولۃ حد وان شہدوا علیہ بذلک
لا لاحتمال انہا امرأتہ او امتہ اقرار کیا ایک مرد نے زنا کا ساتھ ناواقف عورت کے تو اُسپر حد قائم ہوگی اور اگر گواہی دی مرد کے زنا کرنے پر ساتھ ناواقف عورت کے
تو حد قائم کیجاویگی بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت اُسکی جورو ہو یا لونڈی بخلاف مسئلہ اولی کے کہ مرد پر ایسا شبہہ مخفی نہین رہ سکتا کما اختلفوا فی طوعہا
چنانچہ حد نہین شاہدون کے اختلاف مین عورت کی رضامندی مین یعنی دو شاہدون نے کہا کہ عورت راضی تھی اور دو نے کہا کہ اُسپر جبر تھا تو دونون پر حد نہین امام
کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط مرد پر حد ہے اور اسیطرح اگر تین نے طوع کی گواہی دی اور ایک نے اکراہ کی یا بالعکس ہر صورت مین شاہدون پر حد قذف
نہین امام کے نزدیک او فی البلد ولو کان علی کل زنی اربعۃ لکذب احد الفریقین یعنی ان کر اوقتا واحدا او تباعد المکانان والا قبلت فتح یا شاہدون کا اختلاف
ہوا شہرون مین اگرچہ ہر زنا پر چار گواہ ہون تو بھی حد نہین بسبب کاذب ہونے ایک گروہ کے یعنی اگر شاہد ایک ہی وقت کو ذکر کرین اور دونون مکان دور ہون اور اگر ایسا نہو
یعنی وقت متحد ہو اور دونون مکان قریب ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان متباعد ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان قریب ہون تو گواہی قبول ہوگی
کذا فی الفتح مع اختلاف بلد کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہ ہے کہ دو شاہدون نے گواہی دی کہ زنا کوفہ مین ہوا اور دو نے کہا کہ بصرہ مین تو مرد اور عورت دونون پر حد
نہین اسلیے کہ فعل زنا مختلف ہے بسبب اختلاف مکان کے اور ہر ایک مکان کی نصاب شہادت پوری نہین اور دوسری صورت یہ ہے کہ چار گواہون نے باوجود دوری دونون مکان کے
گواہی دی کہ طلوع آفتاب کے وقت فلانے سال کے فلان مہینے فلان تاریخ مین زنا ہوا پھر اور چار گواہون نے گواہی دی زنا کی کوفہ مین اُسیوقت اُسی معین دن مین تو دونون پر
حد نہین اسواسطے کہ شخص واحد ایک ساعت مین دو مکان متباعد مین نہین ہو سکتا اور شاہدونکا صدق اور کذب معلوم نہین تو حاکم حکم کرنے سے عاجز ہے بسبب تعارض کے
یا تہمت کذب کے اور اگر دونون مکان متقارب ہین تو باوجود اتحاد وقت گواہی مقبول ہے اور اسی طرح اگر وقت مختلف ہے اور دونون مکان متباعد ہین یا متقارب
تو بھی گواہی مقبول ہے بسبب احتمال تکرار فعل کے کذا فی المنح ولو اختلفوا فی زاویتی بیت واحد صغیر حدا ای المرأۃ والرجل استحسانا لامکان التوفیق
اور اگر شاہدون نے اختلاف کیا ایک چھوٹی کوٹھری کے دو کونون مین تو مرد اور عورت دونون پر حد قائم ہوگی بنا بر استحسان کے
بسبب امکان توفیق کے یعنی اس اختلاف کا رفع کرنا ممکن ہے اسطرح پر کہ ابتدای فعل ایک کونے مین ہوا اور انتہاء فعل دوسرے کونے مین بسبب
اضطراب اور حرکت کے ولو شہدوا علی زنا ہا ولکن ہی بکر او رتقاء او قرناء او ہم فسقۃ او شہدوا علی شہادۃ اربعۃ وان وصلیۃ شہد الاصول
بعد ذلک لم یحد احد اور اگر شاہدون نے گواہی دی عورت کی زنا پر ولیکن وہ باکرہ ہے یا اُسکی شرمگاہ گوشت زائد یا استخوان زائد سے بند ہے

یا گواہ فاسق ہین یا شاہدون نے گواہی ہی چار گواہون کی گواہی پر اگرچہ اصول نے بھی گواہی دی ہو بعد اُسکے یعنے بعد گواہی شہود فروع کے تو کسی پر حد نہین یعنے نہ شہود اصول پر
نہ مردود گواہون پر ہم شہادت علی الشہادت حدود مین جائز نہین اسواسطے کہ اسمین ازدیاد شبہہ ہے کیونکہ اسمین دو جگہ احتمال کذب ہے شہادت اصول مین اور
شہادت فروع مین اور اگر بعد فروع کے اصول بھی گواہی دینگے تو بھی مقبول نہوگی اسواسطے کہ شہادت اصول کی من وجہ مردود ہوگئی بسبب شہادت فروع کے
اور غیر حدود مین رد شہادت فروع سے شہادت اصول کی مردود نہین ہوتی اموال مین اسواسطے کہ مال ساتھ شبہہ کے ثابت ہوتا ہے نہ حد کذا فی المنح شارح نے کہا کہ ان
شہدا کا ان صلیہ ہے تاکہ کوئی فعلیہ سمجھکر لم یحد کو اُسکے جزا نہ سمجھے کہ مطلب بگڑ جاوے و کذا لو شہدوا علی زناہ فوجد مجبوبا اور اسیطرح مردود حد نہین اگر شاہدون نے گواہی دی کہ مرد نے زنا کیا
سو وہ مقطوع الذکر ہے یعنے تحقیق ہوا کہ خصیتین ہے نکلا ولو شہدوا بالزنا لکن ہم عمیان او محدودون فی قذف او ثلثۃ او احدہم محدود او عبید او وجد احدہم کذلک ثم آقامۃ
الحد حدوا للقذف ان طلبہ المقذوف اور اگر چار شاہدون نے زنا کی گواہی دی لیکن وہ سب اندھے ہین یا قذف کی حد اُنپر پڑچکی ہے یا تین شاہد ایسے ہین یا چار مین سے
ایک گواہ محدود فی القذف یا غلام ہے یا بعد اقامت حد زنا ایک شاہد اسیطرح کا پایا گیا یعنے اندھا یا محدود یا غلام تو سب شاہدون پر حد قذف ماری جاویگی اگر مقذوف
طلب حد کریگا ہم شاہدون پر اسواسطے حد قذف ماری جاویگی کہ وہ اہل شہادت نہین یا نصاب شہادت کی پوری نہین تو زنا ثابت نہوا تو مسلمان پر عیب لگانا ثابت
ہوا اور یہی حکم ہے اگر شاہد صغیر یا مجنون یا کافر ہون اور حد قذف طلب مقذوف پر اسواسطے مشروط ہوئی کہ اُسکا حق ہے کذا فی النہر والمنح وارش جلدہ
وان مات منہ ہدر خلافا لہما اور کوڑے مارنے کی دیت باطل ہے اگرچہ وہ کوڑون سے مرگیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنے گواہون نے گواہی دی زنا کی اور زانی غیر
محصن ہے سو اُسپر کوڑے مارے گئے تو وہ زخمی ہوگیا یا مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ ایک شاہد غلام یا محدود فی القذف ہے تو اُسکی دیت امام کے نزدیک باطل ہے اسلیے کہ
کوڑون کی ضرب ظاہرا مولم ہے نہ زخمی اور ہلاک کرنیوالی مگر ضارب کے قصور سے اور صاحبین کے نزدیک اُسکی دیت بیت المال مین واجب ہے کذا فی المنح
ودیۃ رجمہ فی بیت المال اتفاقا اور زانی کی سنگساری کی دیت بیت المال مین ہے باتفاق امام و صاحبین کے یعنے درصورت عدم اہلیت شہود ویحد من
رجع من الاربعۃ بعد الرجم فقط لانقلاب شہادتہ بالرجوع قذفا اور فقط وہی شخص چار گواہون مین حد قذف مارا جاویگا جو گواہی سے پھر گیا بعد سنگسار
ہونے زانی کے اسلیے کہ شہادت اُسکی بسبب رجوع کے منقلب بقذف ہوگئی ہم ماتن نے اشارہ کیا کہ اگر زانی پر کوڑے پڑینگے تو راجع پر حد نہین اور سب گواہ
رجوع کرینگے تو سب پر حد ماری جاویگی وغرم ربع الدیۃ اور جو شہادت سے رجوع کرے بعد رجم کے وہ ربع دیت کا ضامن ہے وان رجع قبلہ ای الرجم حدوا
للقذف ولا رجم لان الامضاء من القضاء فی باب الحدود اور اگر شاہد نے شہادت سے رجوع کی قبل رجم کے خواہ رجم کا حکم ہوا ہو یا نہوا ہو تو سب گواہون پر حد
قذف ماری جاویگی اور زانی سنگسار نہوگا اسواسطے کہ حد کا جاری کردینا قضا مین داخل ہے باب حدود مین یعنی گویا قبل قضا رجوع ثابت ہوا ہم سب گواہون کے
اسواسطے حد ہوئی کہ فی الحقیقت ہر شاہد قاذف ہے لیکن جب قاضی نے ثبوت زنا کا حکم دیا تو اُنکا قذف شہادت ہوگیا اتصال قضا سے پھر جب قضا متصل نہوئی تو قذف
باقی رہا لہذا حد قذف لازم آئی کذا فی المنح ولا شئ علی خامس رجع بعد الرجم اور اُس پانچوین گواہ پر کچھ نہین نہ حد نہ دیت جسنے شہادت سے رجوع کیا
بعد رجم کے فان رجع آخر حدا وغرما ربع الدیۃ ولو رجع الثالث ضمن ربع الدیۃ ولو رجع الخمسۃ ضمنوہا اخماسا حاوی پھر اگر پانچوین کے ساتھ ایک اور
گواہ نے رجوع کیا تو دونون پر حد قائم ہوگی اور دونون چوتھائی دیت کی ضمان دینگے اور اگر تیسرا گواہ رجوع کریگا تو وہ بھی چوتھائی دیت کا ضمان دیگا و
علی ہذا القیاس چوتھا گواہ اور اگر پانچوین گواہ رجوع شہادت سے کرینگے تو ہر گواہ پانچوین پانچوین حصہ دیت کا ضمان دیگا کذا فی الحاوی القدسی ہم یہ حکم
درصورت رجم ہے اسواسطے کہ ضمان نہین مگر بعد رجم کے کذا فی المنح وضمن المزکی دیۃ المرجوم ان ظہروا غیر اہل الشہادۃ عبیدا او کفارا ونحوہا اذا اخبر المزکی
بحریۃ الشہود واسلامہم ثم رجع قائلا تعمدت الکذب والا فالدیۃ فی بیت المال اتفاقا ضامن ہے مزکی مرجوم کی دیت کا اگر ظاہر ہو کہ گواہ زنا کے اہل شہادت
نہ تھے یعنے غلام یا کافر تھے یہ ضمان اُسوقت ہے جب مزکی نے شہود کی آزادی اور اسلام کی خبر دی ہو پھر اُسنے شہادت سے رجوع کیا ہو یون کہا کہ مین نے عمدا جھوٹ

تو لا ازادی اور اسلام کے اظہار میں اور دیت اُسکی بیت المال میں ہو بالاتفاق یعنی اگر مزکی تعمد کذب کے قائل نہوے بلکہ ثابت رہے اپنے اظہار پر یا قائل اپنی
خطا کے ہوے تو بالاجماع اُنپر ضمان نہیں اور اگر مزکیوں نے خبر دی کہ گواہ عادل ہیں پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام ہیں تو بھی اُنپر ضمان نہیں بالاجماع کذا فی المنح مزکی وہ
جو قاضی کے روبرو شاہدوں کی اہلیت شہادت بیان کرے ولا یحدون للقذف لانہ لا یورث بجرا اور شاہدوں پر حد قذف نہ جاری جاویگی اسواسطے کہ قذف
میں وراثت جاری نہیں کذا فی البحر یعنی شاہدوں نے عیب لگایا تھا زندہ شخص کو اور بعد رجم کے وہ مر چکا اور چونکہ قذف میں ارث نہیں تو وارث اُسکے
طلب حد نہیں کرسکتے کما لو قتل من امر برجمہ بعد التزکیۃ فظہروا کذلک غیر اہل الشہادۃ فان القاتل یضمن الدیۃ استحسانا لشبہۃ صحۃ القضاء یعنی مزکی دیت کا
ضمان دے جیسے قاتل ضمان دیتا ہے اگر قتل کرے اسکو جسکی رجم کا حکم دیا تھا قاضی کی طرف سے بعد تعدیل شہود کے پھر اسی طرح ظاہر ہوا کہ شاہد اہل شہادت
کے نہیں تو البتہ قاتل دیت کا ضمان دیگا بنا بر استحسان کے صحت قضا کے شبہہ کے سبب سے یعنی بحسب ظاہر حکم قاضی کا صحیح واقع ہوا تو شبہہ پیدا ہوا
لہذا قاتل پر دیت لازم آئی نہ قصاص اور ضمان اس دیت کا تین سال میں واجب ہے کذا فی المنح فلو قتلہ قبل الامر او بعدہ قبل التزکیۃ اقتص منہ
کما لو قتل بعد القضاء ثم ظہر الشہود عبیدا او لا لان الاستیفاء للولی زیلعی من الردۃ سو اگر قاتل نے قتل کیا قبل حکم دینے قاضی کے یا بعد
حکم دینے قبل تزکیہ شہود کے تو قصاص لیا جاوے قاتل سے چنانچہ قصاص لیا جاتا ہے اُس قاتل کے مقتول ہونے سے جسکے قتل کا حکم ہو گیا تھا
قصاص کے خواہ شاہدوں کا غلام ہونا ظاہر ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ استیفائے قصاص کا حق واسطے وارث کے ہے کذا فی شرح الزیلعی من کتاب
الردۃ وان رجم فلم تزک الشہود فوجدوا عبیدا فدیتہ فی بیت المال لانتثالہ امر الامام فنقل فعلہ الیہ اور اگر کوئی سنگسار ہوا حال آنکہ شہود
زنا کی تعدیل نہوئی تھی پھر گواہ غلام نکلے تو دیت مرجوم کی بیت المال میں ہے بسبب بجا آوری رجم کے امام کے حکم سے تو فعل رجم کا امام ہی کی طرف منقول
ہوا اور فعل امام کی دیت مسلمین کے بیت المال میں ہوتی ہے اسواسطے کہ امام نائب ہے مسلمین کا وان قال الشہود للزنی تعمدنا النظر قبلت
لاباحتہ لتحمل الشہادۃ الا اذا قالوا تعمدنا التلذذ فلا تقبل لفسقہم فتح اور اگر زنا کے گواہوں نے کہا کہ ہمنے قصداً زنا کو دیکھا تو گواہی اُنکی مقبول
ہوگی بسبب مباح ہونے نظر کے گواہ ہونے کے واسطے مگر جبکہ گواہوں نے کہا کہ ہمنے عمداً زنا کو دیکھا لذت لینے کے واسطے تو اب گواہی اُنکی مقبول نہوگی
بسبب فاسق ہوجانے شہود کے اس نیت سے کذا فی الفتح ہم تحمل شہادت کے واسطے نظر کرنا مباح ہے جیسے طبیب اور دایہ اور ختنہ کرنیوالے کو مباح ہے اور اسی طرح
واسطے تحقیق بکارت اور رد بایں عیب کے نظر کرنا جائز ہے کذا فی المنح وان انکر الاحصان فشہد علیہ رجل وامرأتان او ولدت زوجتہ منہ قبل الزنی رجم اور اگر
زانی نے اپنے محصن ہونیکا انکار کیا پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اُسکے احصان پر گواہی دی یا اُسکی زوجہ اُس سے جنی قبل زنا کے کذا فی النہر تو وہ سنگسار
ہوگا ولو خلا بہا ثم طلقہا وقال وطئتہا وانکرت فہو محصن باقرارہ دونہا لما تقرر ان الاقرار حجۃ قاصرۃ اور اگر مرد نے خلوت اپنی زوجہ سے کی پھر اُسکو طلاق
دی اور بولا کہ مینے اُس سے جماع کیا اور عورت منکر ہو جماع کی تو مرد محصن ہوگا اپنے اقرار کے سبب سے نہ عورت یعنی عورت محصن نہوگی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا
ہے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے یعنی اقرار اپنی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر کما لو قالت بعد الطلاق کنت نصرانیۃ وقال کانت مسلمۃ فیرجم المحصن ویجلد غیرہ وبہ استغنی عما یوجد
فی بعض نسخ المتن من قولہ واذا کان احد الزانیین محصنا یحد کل واحد منہما حدہ فتامل چنانچہ اگر عورت نے کہا بعد طلاق کے کہ میں نصرانیہ تھی اور
مرد نے کہا کہ وہ مسلمان تھی تو محصن سنگسار ہوگا اور غیر محصن پر کوڑے مارے جاوینگے یعنی مرد بسبب اقرار احصان کے
سنگسار ہوگا نہ عورت تو اُسپر کوڑے مارے جاوینگے شارح کہتا ہے اور اس عبارت سے حاجت نہ رہی اُس عبارت کی جو متن کے بعضے نسخوں میں پائی
جاتی ہے وہ یہ قول ہے کہ جب دو زانیوں میں ایک محصن ہو تو ہر ایک کو اُنمیں سے وہ حد ماری جاویگی جو اُسکی حد ہے یعنی محصن کو رجم اور غیر محصن پر کوڑے سو غور کرلے اسکو ہم
مصنف کی شرح میں یہ عبارت موجود ہے فیرجم المحصن ویجلد غیرہ لہذا شارح نے کہا کہ قولہ واذا کان احد الزانیین کی اب کچھ حاجت نہیں بسبب تکرار مضمون کے کما لا یخفی علی المتامل

تزوج بلا ولی فدخل بہا لایکون محصنا عند الثانی للشبہۃ الخلاف تو مرد نے نکاح کیا عورت سے عورت کے بدون ولی کے پھر اُس سے صحبت کی تو مرد اُس نکاح اور صحبت سے محصن نہیں ابو یوسف کے نزدیک بسبب شبہہ خلاف کے کذا فی النہر عورت کا نکاح بدون ولی کے امام شافعی کے نزدیک باطل ہے اور احادیث بھی اسمین مختلف ہین لہذا ابو یوسف نے اس نکاح کو غیر صحیح کیا واسطے قطع اختلاف کے کذا فی المنح

باب حد الشرب المحرم

یہ باب ہے شرب حرام کی حد کے بیان مین ہم محرم کی قید واسطے بیان واقع کے ہے اسواسطے کہ بدون شرب محرم حد نہین یحد مسلم فلو ارتد فسکر فاسلم لا یحد لانہ لا یقام علے الکفار ظہیریۃ لکن فی منیۃ المفتی سکر الذمی من الحرام حد فی الاصح لحرمۃ السکر فی کل ملۃ حد مارا جاوے مسلمان تو اگر مسلمان معاذ اللہ مرتد ہو گیا مست ہو پھر اسلام لاوے تو حد نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ کفار پر حد قائم نہین ہوتی کذا فی الظہیریۃ لیکن منیۃ المفتی مین ہے کہ کافر ذمی مست ہوا شرب محرم سے تو حد مارا جاویگا قول اصح مین بسبب حرام ہونے نشہ کے ہر دین مین ہم ذمی پر حد مارنا یہ قول ہے حسن کا اور بعضے مشائخ نے اسکو پسند کیا ہے اور مذہب یہی ہے کہ اسپر حد نہین کذا فی الطحطاوی عن فتاوی قاری الہدایۃ ناطق فلا یحد الاخرس للشبہۃ حد ماری جاوے مسلم ناطق پر تو گونگے پر حد نہین بسبب شبہہ کے یعنے گونگے کا شراب پینا خواہ گواہون سے ثابت ہو خواہ اُسکے اشارہ معہودہ سے بہر صورت اُسپر حد نہین اس شبہہ سے کہ شاید اُسکے گلے مین لقمہ اٹکا ہو اُسکے اُتارنے کے واسطے اُسنے شراب پی ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی مکلف طائع غیر مضطر شرب الخمر ولو قطرۃ بلا قید سکر حد مارا جاوے مسلم ناطق عاقل بالغ جسنے بلا اضطرار اپنی خوشی شراب پی اگرچہ ایک ہی قطرہ پیا ہو بلا قید مستی کے ہم حد شرب خمر مین نشہ شرط نہین اسواسطے کہ حرمت خمر کی قطعی ہے بخلاف اور اشربہ کے کہ اُنکی حرمت ظنی ہے تو بدون نشہ کے اُنکے پینے مین حد نہین کذا فی المنح اور عدم اضطرار کی قید کا یہ فائدہ کہ اگر عطش مفرط کے دفع کے واسطے شراب پیگا تو اُسپر حد نہین کذا فی الدر المنتقی او سکر من نبیذ بہ یفتی یا مسلم مذکور مست ہو گیا ہو کسی نبیذ کے پینے سے اُسی پر فتوی ہے ہم یہ فتوی امام محمد کے قول پر ہے اُنکے نزدیک قلیل نبیذ بھی حرام اور نجس ہے کذا فی النہر نبیذ اُس پینے کی چیز کو کہتے ہین کہ سوائے انگور کے کھجور یا موینر یا شہد یا حبوب مین پانی ڈالکر چندے روز رکھا جاوے کہ گاڑھا ہو اور خمر یعنے شراب عبارت ہے انگور کے کچے پانی سے جب وہ جوش مین آوے اور گاڑھا ہو جاوے اگرچہ اُسمین کف نہ آیا ہو بقول صاحبین اور یہی قول اظہر ہے اور اسی پر فتوی ہے طوعا عالما بالحرمۃ حقیقۃ او حکما بکونہ فی دارنا لما قالوا لو دخل حربی دارنا فاسلم فشرب الخمر جاہلا بالحرمۃ لا یحد بخلاف الزنا لحرمتہ فی کل ملۃ قلت یرد علیہ حرمۃ السکر ایضا فی کل ملۃ فتامل مسلم مذکور پر حد ہے بخوشی شراب پیکر اُسکے حرام ہونے کو جانکر علم حرمت حقیقۃ ہو یا حکما اس طرح پر کہ شارب دار الاسلام مین رہتا ہو اسواسطے کہ فقہا نے کہا ہے کہ حربی دار الاسلام مین آکر داخل ہوا سو مسلمان ہو گیا پھر اُسنے شراب پی نادانستہ بحرمت خمر تو اُسپر حد نہین بخلاف زنا کے یعنے اگر بمجرد دخول دار الاسلام او قبول اسلام کے زنا کریگا تو اُسپر حد ہے بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین مین شارح کہتا ہے اس تعلیل پر وارد ہوتی ہے حرمت سکر بھی ہر دین مین سو تامل کر ہم طحطاوی نے کہا کہ ہمنے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اعتراض تعلیل مذکور پر وارد نہین اسواسطے کہ ظہیریہ مین شرب خمر مذکور ہے نہ سکر یعنی شرب خمر ہر دین مین حرام ہے اور شرب خمر کو وجود سکر لازم نہین بعد الافاقۃ فلو حد فیہا فظاہرہ انہ یعاد یعنی حد ماری جاویگی شارب خمر کو بعد ہوشیار ہونے کے نشہ سے تو اگر مستی مین حد ماری گئی تو ظاہر اُس التقیید کا دلالت کرتا ہے کہ دوبارہ حد ماری جاوے کذا فی شرح العینی ہم یہ استظہار ہے صاحب نہر کا عینی کی اس تعلیل سے کہ حد بعد الافاقہ اسواسطے واجب ہوئی تا زجر کا فائدہ ظاہر ہو اور شرنبلالی نے حالت سکر کے عدم فائدہ پر اعتراض کیا اسطرح کہ مستی مین بھی درد حاصل ہے اگرچہ کامل نہین تو اعادہ ضرب کی بعد الافاقہ کچھ حاجت نہین کذا فی الطحطاوی اذا اخذ الشارب و ریح ما شرب من خمر او نبیذ فتح فمن تقر الرائحۃ علے الخمر فقد قصر موجودۃ خبر الریح وہو مؤنث سماعی خانیہ حد ماری جاوے جبکہ شارب گرفتار ہو اور جو چیز پی اُسکی بو موجود ہو منھ مین خواہ مشروب خمر ہو یا نبیذ کذا فی فتح القدیر سو جسنے فقط خمر کی بو ذکر کیا اُسنے بیان مین قصور کیا یہ اشارہ ہے اخی زادہ شرح وقایہ کے محشی پر شارح نے کہا کہ موجودۃ خبر ہے ریح کی اور ریح مؤنث سماعی ہے کذا فی غایۃ البیان

یہ رد ہی صاحب کنز پر کہ اسنے موجود کہا نہ موجودہ کذا فی المنح الا ان تنقطع الرائحۃ لبعد المسافۃ فحینئذ فلا بد ان یشہد بالشرب طائعا ویقولا اخذناہ وریحہا موجود
وجود بو ثبوت شرب کے واسطے ضرور ہی مگر یہ کہ بو منقطع ہوگئی ہو بسبب بعد مسافت کے تو اسوقت مین ضرور ہی کہ شاہد یون گواہی دین کہ اسنے شراب اپنی
خوشی پی اور یون کہین کہ ہمنے اسکو گرفتار کیا تھا حالانکہ اسوقت بو موجود تھی و لا یثبت الشرب بہا بالرائحۃ ولا بتقایئہا بل بشہادۃ رجلین او ثابت
نہین ہوتا شرب بو سے اور نہ شراب کے قے کرنے سے بلکہ ثابت ہوتا ہی شرب دو مردون کی گواہی سے ہم فقط بو سے اسواسطے شرب ثابت نہین کہ گا ہے غیر خمر سے
کے مانند بو آتی ہی جیسے سفر جل لینے ہی کے کہانے سے اور قے سے اسواسطے شرب ثابت نہین کہ شاید اسنے اکراہ یا اضطرار سے پی ہو فیسألہما الامام عن ماہیتہا وکیف شربہا
لاحتمال الاکراہ ومتی شرب لاحتمال التقادم واین شرب لاحتمال شربہ فی دار الحرب فاذا بینوا ذلک حبسہ حتی یسأل عن عدالتہم ولا یقضی بظاہر ہا فی حد ما خانیۃ دونون شاہدون سے
امام پوچھے کہ خمر کیا چیز ہی اور کیونکر پی بسبب احتمال اکراہ کے اور کب پی واسطے احتمال تقادم کے اور کہان پی بسبب احتمال پینے شارب کے دار الحرب مین پھر شاہد ان سوالات
کے جواب بیان کرین تو شارب کو امام قید کرے تا شاہدون کی عدالت کا سوال کرے اور حکم نہ کرے کسی حد مین ظاہر عدالت پر بالتحقیق کذا فی الخانیۃ ہم ماہیت
خمر کا سوال اسواسطے ہی کہ شاہد گواہ ہر مطرب سرور انگیز کو موجب حد کا جانتے ہون ولو اختلفا فے الزمان او شہد احدہما بسکرہ من الخمر والآخر من السکر لم یحد
ظہیریہ اور اگر شاہد مختلف ہون زمان شرب مین یا ایک گواہ گواہی دے اسکے خمر سے مست ہونیکی اور دوسرا گواہ شہادت دے سکر سے مست ہونیکی
تو اسپر حد نہین کذا فی الظہیریہ ہم سکر بالتحقیق عبارت ہی عصیر رطب سے جب اسمین اشتداد ہو اور بعضون نے کہا ہر شراب مسکر کو سکر ہی کذا فی النہر او
باقرارہ مرۃ صاحیا یا شرب ثابت ہوتا ہی شارب کے ایکبار کے اقرار سے ہوشیاری کی حالت مین ہم بحر الرائق مین ہی کہ جب ثبوت شرب کا
گواہ اور اقرار مین منحصر ہوا تو جس فاسق کے گہر مین شراب ہو یا لوگ شراب کے گرد مجتمع ہون اور کسی نے انکو پیتے نہ دیکہا ہو تو انپر حد نہین بلکہ تعزیر ہی
ثمانین سوطا متعلق بیحد للحر ونصفہا للعبد اسی کوڑے حد ماریجاوین آزاد کو اور اسکے نصف یعنی ۴۰ کوڑے غلام کو ثمانین سوطا یحد سے متعلق ہی وفرق علی
بدنہ کحد الزنا کما مر اور متفرق کوڑے مارے جاوین شارب کے بدن پر مانند حد زنا کے چنانچہ اسکی تفصیل مذکور ہو چکی یعنی سر اور منہ اور شرمگاہ پر نہ مارے اور کوڑا
گرہ دار نہو اور لباس شارب کا ضرب کے وقت اتارا جاوے سواے پاجامے کے تاکشف عورت نہو کذا فی البحر فلو اقر سکران او شہد وا بعد زوال ریحہا
لا لبعد مسافۃ او اقر کذلک ورجع عن اقرارہ لا یحد لانہ خالص حق اللہ تعالی فیعمل الرجوع فیہ ثم ثبوتہ باجماع الصحابۃ ولا اجماع الا برأی عمر وابن
مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین وہما شرطا قیام الرائحۃ تو اگر اقرار کیا شرب کا مست نے یا گواہون نے گواہی دی بعد دور ہونے بوی خمر کے
نہ بعد مسافت یا اسی طرح بعد زوال بو کے شارب نے اقرار کیا یا وہ اپنے اقرار سے پھر گیا تو اسپر حد نہین اسواسطے کہ حد شرب خالص حق ہی اللہ تعالی کا تو اسمین اقرار
سے رجوع کرنا عمل کریگا البطلان حد مین پھر ثبوت حد شارب صحابہ کرام کے اجماع کے سبب ہی اور اجماع حاصل نہین بدون راے عمر فاروق اور عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہم اجمعین کے اور ان دونون بزرگون نے قیام بوی خمر کو شرط کیا ہی ہم شرب خمر اور سکر نبیذ کی حد امام اعظم رح کے نزدیک ۸۰ کوڑے ہین اور یہی قول ہی امام
مالک کا اور ایک روایت ہی امام احمد کی اور امام شافعی کے نزدیک ۴۰ کوڑے ہین لیکن بقول ارجح امام کو ۸۰ کوڑے مارنا بھی جائز ہو اگر اسکو مصلحت معلوم ہو امام اعظم
کی دلیل اجماع ہی صحیح مسلم مین انس بن مالک سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر مین شاخ خرما اور جوتیون سے مارا پھر ابو بکر رض نے ۴۰ کوڑے مارے پھر
اپنی خلافت مین پھر جب عمر رض خلیفہ ہوے اور ہر طرح کے لوگ مجتمع ہوے تو صحابہ سے کہا کہ خمر کی مار مین تم کیا کہتے ہو عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ میری راے مین یہ
آتا ہی کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجیے خفیف حد کے مانند تو عمر رض نے ۸۰ کوڑے مقرر کیے اور موطا مین مروی ہی کہ عمر فاروق رض نے خمر مین مشورت کی تو علی بن ابیطالب رض نے کہا
کہ ہماری راے مین یہ آتا ہی کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجیے اسواسطے کہ جب آدمی شراب پی تو مست ہوگا اور جب مست ہوگا تو بیہودہ بکیگا اور جب بیہودہ بکیگا تو افترا کریگا اور افترا کی
سزا ۸۰ کوڑے ہین پس ان دونون روایتون مین کچھ تعارض نہین اس احتمال سے کہ عبد الرحمن بن عوف رض اور علی مرتضی رض دونون نے ۸۰ کوڑے تجویز کیے ہون کسی نے انکا قول ذکر کیا کسی نے انکا

اور صحیح مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس شرابخوار گرفتار ہوا آیا تو وہ خرما کی دو شاخوں سے ۴۰ بار مارا گیا تو ان احادیث سے معلوم ہوا
کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت عدد معین نہ تھا پھر صدیق اکبر کے وقت اور ابتداء خلافت عمر فاروق میں ۴۰ کوڑے مقرر ہوئے پھر ۸۰ کوڑے پر اجماع اور اتفاق صحابہ
کرام ہوگیا اسواسطے کہ حضرت کا فعل ایکبار ایک شخص کے حق میں بسبب آپکے زیادتی فساد کے اسی تک منتہی ہوا یعنے دو شاخ سے ۴۰ بار مارا تو ۸۰ ہوگئے پھر جب صحابہ کرام نے
روز بروز فساد کی ترقی دیکھی اور بالیقین معلوم کیا کہ جسقدر زمانہ متاخر ہوگا فساد زیادہ بڑھیگا تو اسی پر اجماع کیا کذا فی الفتح القدیر لیکن عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ شارب
الخمر کو بلا کر منہ سونگھو اگر بو کو پاؤ تو اسکو مارو اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شارب الخمر آیا بوجہ زوال شبہہ کے اور اسنے اقرار کیا شرب کا تو اسکو تعزیر دی حد نہ ماری کذا فی الطحطاوی
عن الحلبی والسکران من لا یفرق بین الرجل والمرأۃ والسماء والارض وقالا من یختلط کلامہ غالبا فلو نصفہ مستقیما فلیس بسکران بحر اور امام کے
نزدیک مست وہ ہے جو فرق نکرے مرد اور عورت میں اور آسمان اور زمین میں اور صاحبین نے کہا کہ مست وہ ہے جسکا اکثر کلام بیہودہ اور بے بنیاد
ہو تو اگر نصف کلام مستقیم اور نصف بیہودہ ہو تو وہ مست نہیں کذا فی البحر ویختار للفتوی قولہما لضعف دلیل الامام فتح اور فتوی کے واسطے صاحبین کا قول
مختار ہے بسبب ضعیف ہونے دلیل امام کے کذا فی الفتح ولو ارتد السکران لم یصح فلا تحرم عرسہ وہذہ احدی المسائل السبع المستثناۃ من انہ کالصاحی
کما بسطہ المصنف معزیا للاشباہ وغیرہا اور اگر مرتد ہوگیا مست تو اسکا ارتداد صحیح نہیں تو اسکی زوجہ اسپر حرام نہیں اس ارتداد سے اور یہ ایک
مسئلہ ان سات مسائل سے ہے جو مستثنے ہیں اس قاعدہ سے کہ مست مانند ہوشیار کے ہے چنانچہ مصنف نے ان مسائل کو اپنی شرح میں اشباہ وغیرہ
کیطرف نسبت کرکے مشرح بیان کیا ہے یعنی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں اشباہ وغیرہ سے یوں نقل کیا ہے کہ شراب محرم کا مست ہوشیار کے مانند ہے مگر
سات مسائل میں اسکے مانند نہیں ۱ مرتد ہونا ۲ حدود خالصہ کے اقرار میں ۳ اشہاد علی الاشہاد میں ۴ تزویج صغیر و صغیرہ میں جبکہ مہر مثل سے اقل ہو
یا اکثر تو یہ تزویج نافذ نہیں ۵ وکیل ہوا طلاق کا ہوشیاری میں پھر مست ہوکر اسنے طلاق دی تو واقع نہیں ۶ بیع کا وکیل اگر مست ہوکر بیچے تو بیع نافذ
نہیں ۷ کل پر سے کوئی چیز غصب کی ہوشیاری میں پھر اسکو پھیر دیا اور مست تھا ونقل المصنف فی الاشربۃ عن الجوہرۃ حرمۃ اکل بنج وحشیشۃ وافیون لکن دون حرمۃ الخمر
ولو سکر باکلہا لا یحد بل یعزر انتہی اور مصنف نے اپنی شرح میں جوہرہ سے کتاب الاشربہ میں نقل کی ہے حرمت خراسانی اجواین کی اور بھنگ اور افیون کی
لیکن انکی حرمت کمتر ہے شراب کی حرمت سے اور اگر ان چیزوں کے کھانے سے مست ہوگا تو اسپر حد نہیں بلکہ اسکو تعزیر دیجاویگی انتہی نقلہ فی النہر
التحقیق ما فی الغایۃ ان البنج مباح لانہ حشیش اما السکر منہ فحرام اور نہر الفائق میں ہے کہ تحقیق غایہ کا قول ہے کہ خراسانی اجواین مباح ہے اسواسطے
کہ حشیش یعنے گھاس ہے پر اسکا نشہ حرام ہے ثم الطحطاوی نے کہا کہ اباحت بنج میں تعلیل حشیش کی بے معنی ہے اور یہ عبارت غایہ میں نہیں بنج یعنی خراسانی
اجواین کی اباحت غایہ و بحر الرائق میں مصرح ہے اور خانیہ سے بھی اباحت معلوم ہوتی ہے تو ظاہر اختلاف ہوا اسکی اباحت اور حرمت میں تو دونوں قولوں کی توفیق یہ ہے
کہ خراسانی اجواین دو قسم پر ہے بقول قہستانی ایک قسم حرام ہے اور دوسری مباح اور اباحت بھی شیخین کے نزدیک ہے اور محمد کے نزدیک جسکا کثیر نشا کرے اسکا قلیل
بھی حرام ہے اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ مذکور ہوگا اقیم علیہ بعض الحد فہرب ثم اخذ بعد التقادم لا یحد لما مر ان الامضاء من القضاء سے باب الحدود و شارب الخمر
پر اثنا سے حد کی مثلا تیس یا ساٹھ کوڑے مارے گئے پھر وہ بھاگ گیا پھر گرفتار ہوا بعد مدت کے تو اسپر حد نہیں اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ جاری کردینا
قضا میں داخل ہے باب الحدود کے اندر ولو شرب او زنی ثانیا استانف الحد لتداخل المتحد کما سیجئ اور اگر شراب پی یا زنا کیا دوسری بار تو استیناف ہوگا
حد کا بسبب تداخل متحد الجنس کے چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ہم یعنے اگر شارب پر کچھ حد ماری گئی اور وہ بھاگ گیا پھر اسنے دوبارہ شراب پی اور گرفتار ہوا تو اسپر
شراب ثانی کے سبب سے ایک ہی حد ماری جاویگی اور ثانی کی حد بقیہ حد اول سے بھی کافی ہے بسبب اتحاد قصد کے اور یہی حکم ہے زانی کے بھاگنے اور دوبارہ
زنا کرنے کا فرع مسئلہ ملتقطہ شارح کا سکران او صاح جمع بہ فرسہ فصدم انسانا فمات ان قادرا علی منعہ ضمن والا لا مصنف عمادیہ مست

۹۷
ہو سکتی ہے کہ اگر ... میں سوار ... نہیں تو اسکی چال سوار کیطرف منسوب نہ ہوگی اسلئے سوار ضامن نہ ہوگا

یا ہوشیار کے گھوڑے نے اُسکے ساتھ سرکشی کی سو کچل ڈالا کسی انسان کو تو وہ مر گیا اگر سوار قادر تھا اُسکے روکنے پر تو اُسپر ضمان ہے اور اگر قادر نہین تو اُسپر ضمان بھی نہین کذا فی شرح المصنف عن العمادیۃ ہم مصنف نے اپنی شرح مین یہ مسئلہ عمادیہ اور جامع الفصولین سے نقل کیا تو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا مصنف عن العمادیۃ

عیبہ نرباونی لفظ عن ۱۲

باب حد القذف

یہ باب ہے حد قذف کے بیان مین ہو لغۃ الرمی وشرعا الرمی بالزنی وہو من الکبائر بالاجماع فتح قذف لغت عرب مین عبارت ہے مطلق عیب لگانے سے اور اصطلاح شرع مین قذف عبارت ہے زنا کے عیب لگانے سے اور وہ کبیرہ گناہ ہے باجماع امت کذا فی الفتح ہم حق تعالے قرآن مجید مین فرماتا ہے کہ البتہ جو لوگ محصنات غافلات مومنات کو زنا کا عیب لگاتے ہین وہ ملعون ہین دنیا اور آخرت مین اور اُنکے واسطے عذاب عظیم ہے اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہے کہ مہلک سات گناہون سے بچو اصحاب نے کہا کہ وہ سات گناہ کون کون سے ہین فرمایا خدا کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور ناحق قتل نفس کرنا اور بیاج کھانا اور یتیم کا مال کھا جانا اور جنگ کفار سے بھاگ جانا اور محصنات مومنات غافلات کو زنا کا عیب لگانا اور حد قذف کی نص قرآنی سے ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا کہ جو عیب لگاوین محصنات کو اور چار گواہ نہ لاوین تو اُنکو ۸۰ کوڑے مارو اور اُنکی گواہی کبھی قبول نکرو عیب لگانے سے زنا کا عیب مراد ہے تو اگر زنا کے سوا اور معاصی کا مسلمان کو عیب لگاویگا تو اسپر حد نہین بلکہ تعزیر ہے کذا فی المنح نہر الفائق مین ہے کہ ہرچند نص قرآنی مین قذف محصنہ مذکور ہے لیکن وہ محصن کو بھی شامل ہے بطریق دلالۃ النص کے بسبب جامع رفع عار کے اور اسی پر اجماع ہے لکن فی النہر قذف غیر المحصن کصغیرۃ ومملوکۃ وحرۃ متہتکۃ من الصغائر لیکن نہر الفائق مین ہے کہ غیر محصن کا قذف جیسے صغیرہ یا مملوکہ یا حرہ بیحیا کا صغیرہ گناہ ہے ہم نہر الفائق مین یہ قول حلیمی شافعی کی طرف منسوب ہے تو ظاہر استدراک غیر مناسب ہے بلکہ خود شارح نے ملتقی الابحر کی شرح مین کہا ہے کہ قذف کبیرہ گناہ ہے اگرچہ غیر محصن کو عیب لگایا ہو اور فقہا نے جو احصان شرط کیا ہے سو وجوب حد کے واسطے ہے نہ کبیرہ گناہ ہونے کے واسطے اور طبرانی مین حدیث مرفوع ہے کہ جو ذمی کو قذف کریگا اُسپر قیامت کے دن حد پڑیگی آگ کے کوڑون سے ہان حلیمی شافعی البتہ غیر محصن کے قذف کو صغیرہ کہتا ہے انتہی کذا فی الطحطاوی ہو کحد الشرب کمیتہ وثبوتا فیثبت برجلین حد قذف حد شرب کے مانند ہے مقدار اور ثبوت مین تو ثابت ہوگی دو مردون کی گواہی سے یعنے سبب حد کا دو گواہون سے یا قاذف کے ایکبار کے اقرار کرنے سے اور اسمین عورتون کی گواہی مقبول نہین اور نہ شہادت علے الشہادت اور نہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو کذا فی المنح مقدار حد کی ۸۰ کوڑے ہین حر کو اور ۴۰ غلام کو لیسألہما الامام عن ماہیتہ وکیفیتہ سوال کرے امام یا نائب اُسکا گواہون سے حقیقت قذف اور کیفیت اُسکی سے ہم حقیقت قذف کا سوال اُسوقت ہے جب گواہون نے اسطرح گواہی دی ہو کہ مثلاً زید نے خالد کا قذف کیا تو اگر گواہ بجز لفظ قذف اُسکی حقیقت نہ بیان کرین تو گواہی مقبول نہین کذا فی النہر کیفیت سے وہ مراد ہے جس سے مقذوف کو متصف کیا الا اذا شہد القول لہ یا زانی کہ جب دو نون گواہون نے بلفظ یا زانی گواہی دی یعنے قاذف نے مقذوف کو یا زانی کہا تو اب ماہیت اور کیفیت کے سوال کی کچھ حاجت نہین کہ خود اُسنے مذکور کی ثم یحبسہ لیسأل عنہما کیا یحبسہ لشہود یمکن احضارہم فی ثلثۃ ایام والا لاظہیریۃ پھر بعد اُسکے امام قید کرے قاذف کو تا شاہدون کی عدالت کا سوال کرے چنانچہ قید کرتا ہے اُسکو شہود کے واسطے جنکا حاضر کرنا تین دن مین ممکن ہے اور اگر تین دن مین حاضر کرنا ممکن نہو تو قاذف کو قید نکرے کذا فی الظہیریۃ ولا یکفلہ خلافا للثانی نہر اور امام حاضر ضامنی نہ لے قاذف سے دوسری مجلس تک بخلاف ابی یوسف کے کذا فی النہر ویحد الحر والعبد ولو ذمیا او امرأۃ قاذف المسلم الحر الثابتۃ حریتہ والا فیعزر اور حد مارا جاوے حر یا غلام جسنے زنا کا عیب لگایا اُس مسلم حر کو جسکی حریت ثابت ہے قاذف کے اقرار یا گواہون سے اور اگر اُسکی حریت ثابت نہین تو اسکے قذف مین تعزیر ہے قاذف پر حد ہے اگرچہ وہ ذمی یا عورت ہو ہم طحطاوی نے کہا عورت کو مبالغہ کرکے داخل کرنا بلا وجہ ہے اسواسطے کہ وہ حر اور عبد کے لفظ مین داخل ہے البالغ العاقل العفیف عن فعل الزنا جو مسلم کہ بالغ اور عاقل اور پاکدامن ہے زنا کے فعل سے ہم اور کافر اور صغیر اور مجنون اور زناکار کی قذف سے حد نہین نہر الفائق مین ہے کہ عفیف وہ ہے جسنے کسی عورت سے وطی زنا اور شبہ اور نکاح فاسد کی نہو فیتقص عن احصان الرجم بالتین النکاح والدخول لعم بیان شروط احصان قذف سے معلوم ہوا کہ وہ احصان رجم سے [illegible]

باب حد القذف

کم ہو یعنے نکاح اور دخول مین یعنے احصان رجم مین نکاح اور دخول زوجہ شرط ہے بخلاف احصان قذف کے کہ اُسمین شرط نہین خواہ ہون یا نہون بلکہ اُسمین شرط وطی ان لا یکون ولدہ او
ولد ولدہ خیرا واخرس او مجبوبا او خصیا او وطی نکاح او ملک فاسد او وہی زنا کا اقرار او شرط احصان قذف پیشرطین باقی ہین کہ مقذوف قاذف کا
بیٹا یا پوتا نہو گونگا یا مقطوع الذکر یا خصی نہین یا خصی نہو یا اُسنے نکاح فاسد یا ملک فاسد سے وطی نکی ہو یا عورت مقذوفہ کی شرمگاہ گوشت یا ہڈی سے بند نہو
گونگے کی قذف مین اسواسطے حد نہین کہ استیفائے حد مقذوف کے دعوی پر موقوف ہے اور دعوی اُسکا نہین ہو سکتا الا باشارہ اور بیانیت اُسمین کافی نہین اور
مقطوع الذکر اگرچہ محصن ہے لیکن بسبب عدم امکان زنا اُسکو قذف سے عار لاحق نہین ہو سکتی اور یہی علت ہے اتقانی فرماتے ہین کہ خصی وہ ہے جسکو ذکر ہو خصیتین نہین
سو اُس سے زنا کرنا متصور ہے تو خصی کا بیان مذکور کرنا غلط ہے شارح اس تعبیر مین صاحب نہر الفائق کے وہم کا تابع ہوگیا اسواسطے کہ محیط مین تصریح ہے کہ الا خصی و عنین کو قذف کیا
تو اُسپر حد ہے اسواسطے کہ زنا کرنا اُنسے متصور ہے کیونکہ آلہ زنا اُنکے بدن مین موجود ہے اور نکاح فاسد سے احصان البتہ ساقط ہے لیکن ملک فاسد سے ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ
ملک فاسد نہین ہوتی مگر شراء فاسد سے حالانکہ شراء فاسد بسبب قبض کے مفید ملک ہے ولہذا اُسکے واطی کے قاذف پر حد ہے چنانچہ قہستانی و محیط مین مصرح ہے کذا
فی الطحطاوی عن الحلبی ان ایجاد الاحصان وقت الحد حتی لو ارتد سقط حد القاذف ولو اسلم بعد ذلک فتح اور شرط باقی ہے کہ احصان مقذوف کا حد مارنے تک وقت
پایا جاوے یہان تک کہ اگر وہ مرتد ہو جاویگا قبل حد کے تو قاذف سے حد ساقط ہو جاویگی اگرچہ وہ بعد ارتداد کے پھر مسلمان ہو کذا فی فتح القدیر شرط مذکور باقی
رہ گیا کہ مقذوف نہ مرگیا ہو قبل حد قاذف کے اسواسطے کہ طرفین کے نزدیک قذف مین ارث نہین اور یہ شرط ہے کہ مقذوف حد قاذف کی طلب کرے حاکم کے روبرو
کذا فی المنح بصریح الزنا صریح زنا کا عیب لگایا ہو الا حد مارا جاوے یعنے جو یون کہے کہ تو نے زنا کیا یا یون کہے کہ او زانی کذا فی النہر و منہ انت ازنی من فلان او منی علی ما فی الظہیریۃ
اور صریح زنا مین یہ داخل ہے یون کہنا کہ تو زانی تر ہے فلانے سے یا مجھسے کذا فی الظہیریۃ ہم مبسوط مین مثال اول کے مخالف ہے اور خانیہ مین مثال ثانی کے مخالف ہے یعنے دونون
صورتون مین حد واجب نہین کذا فی النہر و مثلہ النیک کما نقلہ المصنف عن شرح المنار اور صریح کی مانند ہے لفظ نیک کا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین ابن ملک کی شرح منار سے
نقل کیا ہے ہم نیک مصدر ہے بمعنی جماع کردن یعنی اگر مرد سے کہے یا نائک یا عورت سے کہے یا نیکۃ تو گویا یون کہا کہ ای زانی اور ای زانیہ طحطاوی نے کہا کہ یہ قول بعید ہے ولو قال
یا زانی بالہمزۃ لم یحد شرح تکملہ اور اگر یا زانی کہا یعنی بجائے یا تحتیہ ہمزہ بولا تو اُسپر حد نہین کذا فی شرح التکملۃ ہم ظاہراً یہ قول صحیح نہین اسواسطے کہ محیط مین وجوب حد مذکور
ہے اگرچہ قاذف صاعد کے معنی کا قصد کرے اسواسطے کہ اس کلمہ مہموزہ سے صعود کے معنی اسوقت مراد ہونگے جب محل صعود کے ساتھ مقرون ہو اور بلا ذکر
محل صعود زنا پر محمول ہے اسواسطے کہ عرب بجائے حرف علت ہمزہ بولتے ہین اور بجائے ہمزہ حرف علت بولتے ہین تو قاذف کی نیت کی تصدیق نہوگی
بلا ذکر محل صعود کذا فی الطحطاوی او قولہ زنات فی الجبل بالہمزۃ فانہ مشترک بین الفاحشۃ والصعود و حالۃ الغضب تعین الفاحشۃ حد ہے صریح زنا کی تہمت سے
یا اس قول سے کہ زنات فی الجبل یعنے تو نے زنا کیا پہاڑ مین یا تو چڑھ گیا پہاڑ مین اسلیے کہ زنات مہموز مشترک ہے فاحشہ اور صعود کے معنون مین اسلیے کہ بعضے
عرب حرف علت کو ہمزہ بولتے ہین اور حالت غضب اور دشنام متعین کردیتی ہے معنی فاحشہ کو ہم یہ قول ہے شیخین کا فی الجبل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر
زنات علی الجبل کہیگا تو اُسپر حد نہوگی اسلیے کہ بقرینہ علے صعود کے معنی متعین ہوگئے او لست لابیک ولو زاد لست لامک او قال لست لابویک
فلا حد او لست بابن فلان لابیہ المعروف بہ والحال ان امہ محصنۃ لانہا المقذوفۃ فی الصورتین اذ المعتبر احصان المقذوفۃ لا الطالب شمنی یا
قاذف ہے اس قول مین کہ تو اپنے باپ کا نہین اور اگر اسقدر اور زیادہ کہا کہ تو اپنی ماں کا نہین یعنے یون کہا کہ تو اپنے ماں باپ کا نہین تو اُسپر حد نہین ہے اسواسطے
کہ حقیقت مین نفی ولادت کی نفی کی تو زنا کی بھی نفی کی کذا فی الحلبی یا ہے یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہین اُسکے باپ کا نام لیکر جس سے مخاطب معروف النسب ہے
حالانکہ ماں اُسکی محصنہ ہے احصان اُسکی ماں کا مشروط ہوا اسواسطے کہ وہی تو مقذوفہ ہے دونون صورتون مین یعنی لست لابیک اور لست بابن فلان مین قذف درحقیقت
اُسکی ماں کو ہے اسواسطے کہ معتبر مقذوف کا احصان ہے نہ طالب کا کذا فی شرح الشمنی ہم مقذوف اُسکی والدہ ہے اور طالب حد اُسکا ولد ہے جبکہ ماں اُسکی مرگئی ہو اور

اگر زندہ ہو تو طالب اُسکی والدہ ہوگی نہ اُسکا ولد کذا فی حاشیۃ الحلبی فی غضب متعلق بالصور الثلث فی غصب تینوں صورتوں سے متعلق ہے یعنی زانیۃ
ابن الجبل اور لست لابیک اور ست یا ابن فلان کہنے سے غضب و دشنام کی حالت میں قاذف پر حد ہے اور اگر حالت رضا میں اقوال ثلثہ میں سے کوئی قول کہیگا تو
نہیں اسلیے کہ قول اول میں زنا صعود کے معنی ہیں اور قولین آخرین میں نفی ولدیت محاسن اخلاق کی عدم مشابہت پر محمول ہے ویطلبہ ای المقذوف المحصن لانہ
حقہ ولو المقذوف غائبا عن مجلس القاذف حال القذف وان لم یسمعہ احد نہر قاذف حد مارا جاویگا مقذوف محصن کی خواہش اور طلب سے اسواسطے
کہ حد قذف واسطے دفع عار کے اُسیکا حق ہے اگرچہ مقذوف غائب ہو قاذف کی مجلس سے وقت قذف کے گو اُسکو عیب لگانا کسی نے نہ سنا ہو کذا فی النہر
ہم در صورت عدم سماع کے طریق اثبات قذف کا قاذف کے اقرار پر منحصر ہے اسطرح کہ قاذف کہے کہ میں نے یوں کہا تھا بلی ان امر المقذوف غیرہ کذا فی شرح تکملۃ بلکہ
اگرچہ قاذف کو امر کیا ہو مقذوف نے اُسکا یعنی قذف کا کذا فی شرح التکملۃ ہم باوجود امر مقذوف حد ساقط نہوگی اسواسطے کہ یہ حق العبد ہے تو عبد کی اباحت
سے مباح نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وینزع الفرو والحشو فقط اظہارا للتخفیف باحتمال صدقہ بخلاف حد شرب زنا اور حد مارنے کے وقت قاذف کے
بدن سے فقط پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا ہوا کپڑا اُتارا جاوے واسطے ظاہر کرنے تخفیف حد قذف کے قاذف کے صادق ہونے کے احتمال سے بخلاف
حد زنا اور شرب خمر کے ہم حد قذف کا سبب چونکہ قطعی نہیں کہ شاید قاذف صادق ہو لہذا اُسکے سب کپڑے نہ اُتارے جاوینگے سوائے پوستین اور بھری کپڑے
کے تا خفت حد ظاہر ہو بخلاف حد زنا و شرب کے کہ سوائے پاجامہ انہیں سب کپڑے اُتار ڈالے جاوینگے لا بلست بابن فلان لجدہ یصدقہ
یوں کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہیں یعنی اپنے دادا کا حد نہ ماری جاویگی بسبب صادق ہونے اس کلام کے اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ بیٹا اُسکا نہیں
نہ دادا کا و بنسبتہ الیہ والی خالہ وعمہ وابیہ بتشدید الیاء ربیبۃ ولو غیر زوج امہ لانہم آباء مجازا اور حد نہیں اُسکی دادا کی طرف نسبت کرنے سے
سے یا اُسکے ماموں یا اُسکے مربی اور پرورش کرنے والے کی طرف نسبت کرنے سے اگرچہ مربی اُسکی ماں کا زوج نہو کذا فی شرح الاخیرہ کتاب
دادا اور چچا وغیرہ آبا مجازی ہیں راب بتشدید با سوتیلا باپ بھی مربی ہے ولا بقولہ یا ابن ماء السماء وفیہ نظر ابن الکمال اور نہ یوں کہنے سے
آسمانی کے فرزند اسمیں اعتراض کیا ہے ابن کمال نے ہم اسواسطے حد نہیں کہ ابن ماء السماء سے جود اور صفا اور سماحت کی تشبیہ مراد ہوتی ہے چنانچہ سخاوت
ملقب بماء السماء تھا اپنی سخاوت کے سبب اسواسطے کہ وہ سیلاب کو ایام قحط میں مثل قطرات باران بکثرت دیتا تھا اور ام المنذر ملقب بماء السماء تھا
حسن و جمال کے سبب اور اُسکے فرزند جو ملوک عراق تھے بنو ماء السماء کہلاتے تھے اور نعمان بن المنذر بھی ملقب بابن ماء السماء تھا کذا فی الطحطاوی
الاصلاح میں ابن کمال نے کہا کہ حالت غضب میں جود و جمال سے تشبیہ نہیں ہو سکتی اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہم الزام کرتے ہیں اور اُسکو نفی شجاعت و سخاوت
کا سبب ٹھیراتے ہیں اس حالت میں کذا فی النہر فتح القدیر میں مذکور ہے کہ اگر وہاں کسی مرد کا نام ماء السماء مشہور ہو تو دشنام کے وقت البتہ اُسپر ہے ابن ماء السماء کہنے
اور نہیں تو نہیں و لا بقولہ یا نبطی للعربی اور عربی کو نبطی کہنے سے حد نہیں ہم نبط ایک گروہ ہے آدمیوں کا عراق میں واحد کو نبطی کہتے اور شرح جامع صغیر میں ہے کہ اُنکا
عجمی شتکار ہیں اسواسطے حد نہیں کہ اس قول سے نفی مشابہت عرب مشابہت اس گروہ کی اخلاق اور عدم فصاحت میں مراد ہے لاگمان قذف نہ
منفی نسبہ لغیر قبیلہ ولفاہ عنہا غرر نہر الفائق میں کہ ہو جب کوئی قائل نسبت کرے مرد کو اُسکے غیر قوم کی طرف یا اُسکے قوم سے اُسکی نفی کرے تو تعزیر دیا جاویگا
ہم نہر الفائق میں یہ قول بطریق بحث ہے نہ بطریق روایت مذہب وفیہ یا فرخ الزنا یا بیض الزنا یا حمل الزنا یا سخل الزنا قذف اور نہر میں ہے کہ یوں
اور زنا کے چوزے اور زنا کے انڈے اور زنا کے سخل قذف ہے اسواسطے کہ یہ الفاظ ولد الزنا کے واسطے بولے جاتے ہیں حمل الفتحتین
بالگوسفند بچہ ... نہر الفائق میں جوہرہ سے منقول ہے کہ یوں کہنا قذف ہے کہ تو ولد حلال نہیں بخلاف یا کبش الزنا
فقہیہ بخلاف اس قول کے او زنا کے مینڈھے یا او حرامزادے یہ قذف نہیں ہم طحطاوی نے کہا کبش الزنا میں شاید وجہ یہ ہے کہ قذف میں مستعمل نہیں اور حرامزادہ شریر

اور اسواسطے کہ کل حرام زنا نہیں یعنے چنانچہ زوجہ کا جماع حیض مین حرام ہی اور زنا نہین فیہا لو جحد ابوہ نسبہ فلا حد درقنیہ مین ہی کہ اگر ایک شخص کا باپ منکر ہوا اُسکے
نسب کا تو اُسپر حد نہین ولا حد لقوله لامرأته زنيت ببعير او بثور او بحمار او بفرس لانه ليس بزنا شرعا اور حد نہین اپنی زوجہ سے یون کہنے مین کہ تو نے
زنا کیا اونٹ سے یا بیل سے یا گدھے سے یا گھوڑے سے اسواسطے کہ یہ شرعا زنا نہین بخلاف زنيت ببقرة او بشاة او بناقة او بحمارة او بثوب او بدراهم فانه يحد لا
لانه يصلح للايلاج فيراد زنيت واخذت البدل بخلاف اس قول کے کہ تو نے زنا کیا گاے سے یا بھیڑ بکری سے یا اونٹنی سے یا گدھی سے یا کپڑے سے یا درہم سے تو
مرد پر حد ماری جاویگی اسواسطے کہ عورت ادخال فی الفرج کے لائق نہین تو یہ مراد ہوگی کہ تو نے زنا کیا اور شیا مذکورہ کو بعوض زنا لیا ولو قيل هذا للرجل فلا حد
لعدم العرف باخذه المال اور اگر یہ قول مذکور مرد سے کہا گیا تو حد نہین اسواسطے کہ مرد کو مال لینا بعوض زنا مروج نہین وانما يطلبه بقذف الميت من
يقع القدح في نسبه بسبب قذفه اي الميت وهم الاصول والفروع وان علوا او سفلوا ولو كان الطالب محجوبا او محروما عن الميراث بقتل او رق او كفر او ولد زنا
ولو مع وجود الاقرب او عفوه او تصديقه للحوق العار بسبب الجزئية قيد بالميت لعدم مطالبتهم في الغائب لجواز تصديقه اذا حضر او قذف ميت
سے طلب حد تو وہی شخص کرے جسکے نسب مین عیب لگتا ہی بسبب قذف میت کے اور وہ لوگ طالب حد میت کے اصول اور فروع ہین
اگرچہ عالی یا سافل ہون اگرچہ طالب حد محجوب یا محروم ہو میراث سے بسبب قتل یا مملوکیت یا کفر کے یا طالب میت کا زنا سے ہوا گرچہ شخص ابعد باوجود
اقرب کے یا اُسکے معاف کر دینے یا اُسکے تصدیق کر دینے کی طالب ہو یعنی ہر اصل اور فرع کو حق طلب ہر طرح ہی اسواسطے کہ سبکو لحوق عار ہی بسبب جزئیت کے
طلب کو مقید بمیت کیا اسواسطے کہ اصول اور فروع کو مطالبہ زندہ غائب کے قذف مین نہین بسبب جائز ہونے تصدیق غائب کے جبکہ حاضر ہو ھم طحطاوی نے
او بحر سے نقل کیا کہ اصول سے نانا اور نانی مستثنے ہین یعنے انکو حق طلب نہین قال يا ابن الزانيين وقد ماتا ابواه فعليه حد واحد لانه اى الاتى ثم سيأتي
ان الوجه ليس بقيد بل فائدته ان المطالبة كما او دو زانیون کے بیٹے اور حالانکہ مقذوف کے والدین مرچکے ہین تو قاذف پر ایک ہی حد ہی بسبب تداخل کے
جسکا بیان آگے آویگا بعد اسکے معلوم کرنا چاہیے کہ موت اُسکے والدین کی قید نہین تداخل کی بلکہ فائدہ اُسکا مطالبہ مین ہی یعنے اگر والدین میت ہوسکے
تو ولد کو حق طلب حد ثابت ہوگا بخلاف انکی حیات کے كذا في الفتح ذكر في آخر المبسوط ان مجنونة قالت لرجل يا ابن الزانيين فجاء به الى ابن ابي ليلى فامر
بحدها حدين في المسجد فبلغ ابا حنيفة فقال اخطأ في سبعة مواضع بني الحكم على اقرار المعتوهة والزمها الحدود وحدها حدين واقامهما معا وفي المسجد وقائمة وبلا
حفرة وليها مبسوط کے آخر مین مذکور ہی کہ بیہوش عورت نے ایک مرد سے کہا یا ابن الزانيين سو وہ مرد اُسکو لایا قاضی ابن ابی لیلے کے پاس سو اُسنے
قبول کیا قذف کرنے کو تو قاضی نے اُسکو دوبار حد ماری مسجد مین تو یہ خبر پہونچی امام ابو حنیفہ کو تو کہا خطا کی قاضی نے سات جگہ ایک حکم کی بنا کی بیہوش عورت
کے اقرار پر ۲ اور اُسپر حد لازم کی ۳ اور اُسکو دو حدین ماریں ۴ اور دونوں حدون کی ساتھ ہی اقامت کی ۵ اور مسجد مین حد قائم کی ۶ اور اُسکو
کھڑا کرکے حد ماری ۷ اور بلا حضور اُسکے ولی کے ھم فتح القدير او بحر الرائق اور منح الغفار مین یون مروی ہی کہ قاضی ابن ابی لیلے نے ایک شخص کو
سنا کہ دوسرے مرد کو کہتا ہی یا ابن الزانيين تو اُسکے دو حدین ماریں مسجد مین پھر جب امام ابو حنیفہ کو خبر ہوئی تو فرمایا عجب ہی ہمارے شہر کے قاضی سے
کہ اُسنے ایک مسئلہ مین پانچ جگہ خطا کی اول یہ کہ حد ماری بدون طلب مقذوف کے دوسرے یہ کہ اگر وہ طالب ہوتا تو ایک ہی حد واجب تھی تیسرے یہ کہ اگر ایک ہی بار دونو حد
تھیں تو دونوں حدون مین ایک دن یا زیادہ کا انتظار کرنا تھا کہ ضرب اول کا اثر خفیف ہو جاتا چوتھے یہ کہ مسجد مین حد ماری پانچوین یہ کہ اُسکو دریافت کرنا تھا کہ اُسکے
والدین زندہ ہین یا نہین اگر زندہ ہوتے تو خصومت کا انکو اختیار رہتا اور نہین تو فرزند کو خصومت کا حق تھا انتہی تو شاید زیادت اور نقصان بسبب
اختلاف راویون کے ہی اور قاضی ابن ابی لیلے کیطرف سے یہ جواب ممکن ہی کہ وہ مجتہد تھے انکے اجتہاد مین یہی حق معلوم ہوا كذا في الطحطاوي وقال في الدرر
ولم يعرف ان ابويه حيان فتكون الخصومة لهما او ميتان فتكون الخصومة للابن او در رمین کہا اور معلوم نہ تھا کہ مقذوف مذکور کے والدین زندہ تھے

سو حق خصومت انکو ہوتا یا وہ یہ بھی کہ حق خصومت بیٹے کو ہوتا اجتمعت علیہ اجناس مختلفۃ بان قذف وشرب وسرق وزنا غیر محصن یقام علیہ الکل بخلاف المتحد
جمع ہوں ایک شخص پر حدود کی چند جنسیں مختلف اس طرح پر کہ اُسنے قذف کیا اور شراب پی اور چوری کی اور غیر محصن سے زنا کیا تو اُسپر سب حدود قائم کی
جاوینگی اسواسطے کہ اغراض مختلف ہیں کیونکہ مقصود حد زنا سے حفظ نسب ہے اور حد قذف سے حفظ آبرو ہے اور حد شرب سے حفاظت عقول ہے تو اقامت حد
واحد سے جمیع مقاصد مذکور نہیں حاصل ہوتے بخلاف حدود متحد الجنس کے کہ وہاں ایک حد کافی ہے بسبب اتحاد مقصود کے چنانچہ آخر باب میں مذکور ہوگا ولا یوالی
بینہا خیفۃ الہلاک بل یحبس حتی یبرأ اور حدود مختلفہ کے درمیان میں اتصال نہ کیا جاویگا یعنی لگاتار برابر آنکی اقامت نہوگی ہلاک ہو جانیکے خوف سے بلکہ وہ
محبوس رہیگا صحیح سالم ہونے تک فیبدأ بحد القذف لحق العبد ثم ہو ای الامام مخیر ان شاء بدأ بحد الزنی وان شاء بالقطع لثبوتہما بالکتاب اور حدود
مختلفہ کی اقامت میں حد قذف سے ابتدا کیجاوے بسبب حق العبد کے اگرچہ اسمیں حق اللہ غالب ہے پھر امام مختار ہے چاہے حد زنا کو شروع کرے چاہے قطع ید کی
حد کو بسبب ثابت ہونے دونوں کے قرآن مجید سے یعنی دونوں قوت میں برابر ہیں کسیکو ترجیح نہیں ویؤخر حد الشرب لثبوتہ باجتہاد الصحابۃ اور موخر کرے
حد شرب کو بسبب اسکے ثابت ہونے کے صحابہ کرام کے اجتہاد سے ولو فقأ عینیہ ایضا بدأ بالفقأ ثم بالقذف ثم یرجم لو محصنا ولغی غیرہا بالجب اور اگر کسیکو زخمی بھی کیا تو
امام ابتدا جراحت سے کرے پھر حد قذف مارے پھر سنگسار کرے اگر زانی محصن ہوا اور اُسکے سوا اور حدود لغو ہو جاوینگے کذا فی البحر طحطاوی نے
ابو السعود سے نقل کیا کہ جراحت سے وہ جراحت مراد ہے جو قصاص کی موجب ہے دیکھے الحاوی القدسی ولو قتل ضرب للقذف وضمن للسرقۃ
ثم قتل وترک ما بقی اور حاوی میں ہے کہ اگر قتل بھی کیا تو حد قذف ماری جاوے اور چوری کا ضمان ہو پھر قتل کیا جاوے اور باقی حدود متروک ہوں ویضمن
ما سرق من ترکتہ لعدم قطعہ نہر اور جسقدر اُسنے چوری کی وہ اُسکے ترکہ سے لیا جاوے بسبب اُسکے عدم قطع کے کذا فی النہر یعنی ضمان ساقط ہوتا ہے قطع
ید کی ضرورت سے سو یہاں پایا نہیں گیا ولا یطالب ولد وان سفل وعبد اباہ اے اصلہ وان علا وسیدہ لف ونشر مرتب بقذف
امہ الحرۃ المسلمۃ المحصنۃ اور مطالبہ حد کا نکرے بیٹا اپنے باپ سے اور غلام اپنے مالک سے اپنی ماں کے قذف سے جو کہ حرہ مسلمہ محصنہ
ہے ولد سے مراد فرع ہے اگرچہ سافل ہو اور باپ سے مراد اصل ہے اگرچہ عالی ہو اور غلام کی ماں کا حرہ ہونا اسطرح پر کہ ماں آزاد ہوگئی اور بیٹا اُسکا
غلام بنا رہا اور چونکہ باپ اور مولی سے بموجب حدیث کے قصاص ساقط ہے تو حد بطریق اولی ساقط ہوگی فلو کان لہا ابن من غیرہ او اب
نحوہ ملک الطلب فی النہر واذا اسقط عنہ الحد عزر بل الشتم ولدہ یعزر پھر اگر اُس عورت محصنہ کا بیٹا ہو اُس زوج کے غیر سے یعنی ربیب ہو شوہر کا یا اُسکا اور کسی
سے ہو یا عورت کا باپ ہو یا اُسکے مانند کوئی اور اصول و فروع میں تو وہ طلب کا مالک ہوگا اور نہر الفائق میں ہے اور جب باپ سے حد قذف ساقط ہوگی تو تعزیر دیا جاویگا
بلکہ بیٹے کو گالی دینے سے تعزیر دیا جاویگا ولا ارث فیہ خلافا للشافعی اور قذف میں ارث نہیں بخلاف امام شافعی یعنی اگر بعد قذف کے مقذوف مر گیا تو
حد باطل ہے وارث دعوی نہیں کر سکتا اور اگر میت کو قذف کیا تو اصول اور فروع کو حق طلب ہے بالاصالۃ نہ بالخلافۃ چنانچہ مذکور ہو چکا ولا رجوع بعد اقرار
ولا اعتیاض ای اخذ عوض ولا صلح ولا عفو فیہ وعنہ اور رجوع کرنا نہیں قذف میں بعد اقرار کے اور قذف سے عوض کرنا یعنی قذف کے عوض مال لینا
جائز نہیں اور نہ صلح اور بخشنا جائز ہے یعنی حاکم کے روبرو جب قذف ثابت ہو جاوے تو مقذوف کی صلح کرنے یا بخشنے سے حد ساقط نہیں فیہ متعلق ہے
رجوع سے اور عنہ اعتیاض سے نعم لو عفا المقذوف فلا حد لا لصحۃ العفو بل لترک الطلب حتی لو عاد وطلب حد شمنی ولذا لا یتم الحد الا بحضرتہ ہاں اگر مقذوف عفو کرے
تو حد نہیں نہ اس سبب سے کہ عفو صحیح ہے بلکہ اس سبب سے کہ اُسنے طلب حد کو ترک کیا اسواسطے کہ طلب شرط ہے حد کی یہاں تک کہ بعد ترک کے اگر پھر عود کریگا
اور طلب کریگا تو حد مارا جاویگا کذا فی شرح الشمنی اور اسیواسطے یعنی اسی سبب کے حد پوری نہوگی مگر بحضور مقذوف کے یعنی اگر حد قذف شروع ہوئی پھر مقذوف
کہیں چلا گیا تو باقی کوڑے نہ مارے جاوینگے تا وقتیکہ مقذوف نہ آویگا قال لآخر یا زانی فقال الآخر لا بل انت حدا لتعلقہ حق اللہ فیہ کسی نے دوسرے سے کہا یا زانی سو اُسنے

جواب دیا بلکہ تو یعنی میں نے اگر زنا کیا ہے تو زانی ہے تو دونوں پر حد قذف ماری جاویگی لغلبۃ حق اللہ تعالیٰ فی القذف یعنی اس واسطے کہ حق اللہ قذف میں غالب ہے اگر بنا بر حق العبد کہیں کہ دونوں برابر ہیں تو لازم آتا ہے اسقاط حق اللہ کا تو بنا بر غلبہ حق اللہ کے دونوں پر حد ہو گی کذا فی المنح بخلاف ما لو قال لہ مثلا یا خبیث فقال بل انت لم یعزرا لانہ حقہما وقد تساویا بخلاف اُسکے یہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص سے مثلاً کہا یا خبیث سو اُسنے جواب دیا بلکہ تو خبیث ہے تو دونوں پر تعزیر نہیں ہے اس واسطے کہ تعزیر دونوں کا حق ہے یعنی تعزیر واسطے حق آدمی کے ہے حالانکہ جواب دینے سے دونوں برابر ہو گئے تو دونوں کی مکافات ہو گئی یعنی دونوں نے تعزیر ساقط کر دی بخلاف ما یجیئ لو تشاتما بین یدی القاضی او تضاربا لہتکہما مجلس الشرع ولتفاوت الضرب بخلاف سابق وہ مسئلہ ہے جو آوے گا کہ اگر دو شخصوں نے باہم گالی دی قاضی کے سامنے یا باہم ایک نے دوسرے کو مارا تو دونوں برابر ہو جاوینگے سقوط تعزیر میں بلکہ دونوں کو تعزیر دیجاویگی بسبب بے ادبی مجلس شرع کے اور بسبب تفاوت ہونے ضرب کے ولو قال لعرسہ وہو من اہل الشہادۃ فردت بہ حدت ولا لعان اور اگر قول مذکور اپنی زوجہ سے کہا اور حالانکہ زوج اہل ہے شہادت کا سو زوجہ نے وہی قول پھر کر کہا تو عورت پر حد ماری جاویگی اور لعان نہو گا ہم یعنی اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا زانیہ سو اُسنے جواب دیا بلکہ تو یعنی میں نہیں تو زانی ہے تو عورت پر حد ہے بلا لعان اور زوج میں اہلیت شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ اہل شہادت نہو گا تو اُسکا قذف لعان کا موجب نہو گا تو دونوں پر حد ماری جاویگی کذا نقلہ الحلبی عن الایضاح الاصل ان الحدین اذا اجتمعا وفی تقدیم احدہما اسقاط الآخر قدم تقدیمہ احتیالا للدرء قول مذکور میں حد زوجہ اور سقوط لعان کا قاعدہ یہ ہے کہ جب دو حدیں جمع ہونگی اور ایک کے مقدم کرنے میں دوسری حد کا اسقاط ہو گا تو اسکی تقدیم واجب ہو گی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے یعنی جب اول عورت پر حد ماری گئی تو وہ لعان کے لائق نہ رہی اسواسطے کہ محدود فی القذف لعان کا اہل نہیں اور لعان کی تقدیم میں ابطال حد کا نہتھا لہذا التقدیم حد واجب ہو گی کذا فی المنح اگر کوئی کہے کہ تقدیم حد مذکور اجتماع حدین میں متحقق ہے اور لعان تو حد نہیں اسکا جواب شارح نے آیندہ قول میں دیا واللعان فی معنی الحد اور لعان بمعنی حد ہے یعنی مشروع بنا لعان کی اسواسطے انزجار کے ہے ولذا قالوا لو قال لہا یا زانیۃ بنت الزانیۃ بدئ بالحد لینتفی اللعان اور اسیواسطے یعنی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے فقہا نے کہا ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ یا زانیہ بنت الزانیہ تو اول حد کی ابتدا کیجاویگی تا لعان منتفی ہو جاوے یعنی زوج پر زوجہ کی ماں کی قذف کی اول حد ماری جاویگی تو لعان ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ محدود لائق لعان کے نہیں رہتا بحر الرائق میں کہا کہ اگر زوجہ پہلے دعوی کریگی تو دونوں میں قاضی لعان کرا دیگا پھر زوجہ کی ماں نے آکے قذف کے حد کی طالب ہو گی تو مرد پر حد قذف ماری جاویگی طحطاوی نے کہا تو شاید مسئلہ مذکورہ شارح کا اُس صورت میں مفروض ہے جب زوجہ اور اُسکی ماں معاً طالب ہوں ولو قال فی جوابہ زنیت بک او معک ہدرا ای الحد واللعان للشک اور اگر زوج نے کہا یا زانیہ اور زوجہ نے اُسکے جواب میں کہا کہ میں نے تجھ سے زنا کیا یا تیرے ساتھ زنا کیا تو حد اور لعان دونوں باطل ہو جاوینگے بسبب شک کے ہم تفصیل شک یوں ہے کہ عورت کا قول سکا محتمل ہے کہ اُسنے قبل نکاح کے زنا کا ارادہ کیا ہو تو قذف ثابت ہو گی نہ لعان اسواسطے کہ زوجہ نے زوج کے قول کی تصدیق کی اور زوج نے اُسکی تصدیق نہیں کی اور محتمل ہے کہ زوجہ نے اُس زنا کا ارادہ کیا جو زوج کے ساتھ بعد نکاح ہوا یعنی نکاح کے جماع کو تعبیر بزنا کیا بقرینہ تقابل تو موجب اس احتمال کے لعان واجب ہے نہ حد اسواسطے کہ قذف مرد کی طرف سے ہوا نہ عورت کی طرف سے تو بسبب احتمالین مذکورین کے شک پڑا حد یا لعان کے ثبوت میں لہذا دونوں ساقط ہو گئے کذا فی المنح قید بالخطاب لانہا لو اجابتہ بانت ازنی منی حد وحدہ مصنف نے جواب کو بخطاب کے مقید کیا اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو یوں جواب دیگی کہ تو زانی تر ہے مجھ سے تو فقط زوج ہی پر حد ماری جاویگی کذا فی الخانیۃ ہم اسواسطے کہ صیغہ افعل کا ایسے مقام میں ترجیح فی العلم کے واسطے مستعمل ہوتا ہے تو گویا زوجہ نے یوں کہا کہ انت اعلم بالزنا منی او جعلہ بالزنا کی نسبت مجھ سے تو زیادہ جاننے والا ہے کذا فی الطحطاوی عن الکمال اور یہ جو بعض نسخہ میں ہے کہ حد صرف عورت سو تحریف ہے ولو کان ذلک مع اجنبیۃ حدت وحدہا اور اگر وہ گفتگو مذکور اجنبی عورت سے ہو یعنی مرد نے اجنبی عورت سے کہا کہ یا زانیہ اُسنے جواب دیا کہ میں نے تیرے ساتھ زنا کیا تو عورت پر حد ہے نہ مرد پر اسواسطے کہ عورت نے اپنی تصدیق کی اسکے یعنی عورت نے بھی دکو قذف

کیا اور اُسکا حق تصدیق کرنے سے ساقط ہوگیا اقربولد ثم نفاہ یلاعن وان عکس حد للقذف والولد لہ فیہما لاقرارہ اقرار کیا زوج نے ولد کا پھر اُسکی نفی کی تو لعان کرے زوجہ سے اور اگر اُسکے بالعکس کیا یعنی اول نفی کی پھر اقرار کیا تو مرد پر حد قذف ماری جاوے اور ولد دونوں صورتوں میں مرد کا ہو اُسکے اقرار سے پہلی صورت میں اقرار سابق ہو اور دوسری صورت میں اقرار لاحق ہو اور لعان بدون قطع نسب صحیح ہو کذا فی المنح ولو قال لیس بابنی ولا بابنک فہدر لانہ انکر الولادۃ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ یہ لڑکا نہ میرا ہو نہ تیرا تو یہ باطل ہو نہ اس قول سے حد متعلق ہو نہ لعان اسلیے کہ مرد ولادت کا منکر ہوا اور انکار ولادت سے قاذف نہیں ہوتا قال لامراۃ یا زانی حد اتفاقا لان الہاء تحذف للترخیم کہا مرد نے اجنبی عورت سے یا زانی تو اُسپر حد ہو باتفاق شیخین اور محمد کے اسواسطے کہ کلام عرب میں ہا ہو محذوف ہوسکتی ہو بسبب ترخیم کے یعنی اصل میں یا زانیہ تھا سو ترخیم سے آخر کا حرف محذوف ہوگیا ترخیم عبارت ہو حذف آخر کلمہ سے ولرجل یا زانیۃ لا وقال محمد یحد لان الہاء تدخل للمبالغۃ کعلامۃ قلنا الاصل فی الکلام التذکیر اور اگر مرد سے کہا یا زانیہ تو شیخین کے نزدیک حد نہیں اور محمد نے کہا کہ اسکا قائل حد مارا جاویگا اسواسطے کہ ہا ہو جو صیغہ مذکر میں مبالغہ کے واسطے داخل ہوتی ہو جیسے علامہ میں ہم اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ اصل کلام میں مذکر لانا ہو لفظ کا اور تانیث غیر اصل ہو ولا حد بقذف من لہا ولد لا اب لہ معروف فی بلد القذف اور حد نہیں اُس عورت کے قذف سے جسکے ولد کا باپ معلوم نہیں اُس شہر میں جہاں قذف واقع ہوا نہ ہر شہر میں کذا فی البحر او من لاعنت بولد لانہ امارۃ الزنی یا حد نہیں اُس عورت کی قذف سے جسنے لعان کیا باوجود ولد کے یعنی لعان باقی رہا اور قاضی نے ولد کا نسب زوج سے قطع کردیا اور ولد کو ماں کے ساتھ ملحق کردیا اسواسطے کہ حد نہیں کہ وجود ولد بعد لعان علامت ہو زنا کی اور اگر بعد لعان کے قاضی قطع نسب نکریگا تو اُسکے قاذف پر حد واجب ہوگی یا اگر لعان باطل ہوجاویگا زوج کے اقرار کذب سے تو بھی قاذف پر حد واجب ہوگی بسبب ہونے محصنت کے کذا فی المنح او بقذف رجل وطی فی غیر ملکہ بکل وجہ کامۃ ابنہ او بوجہ کامۃ مشترکۃ او فی ملکہ المحرم ابدا کامتہ فہی اختہ رضاعا فی الاصح لفوات العفۃ یا حد نہیں اُس مرد کی قذف سے جسنے وطی کی اپنے غیر ملک میں ہر وجہ سے چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے وطی کی یا ایک وجہ سے غیر ملک میں وطی کی چنانچہ مشترک لونڈی سے وطی کی یا اپنی اُس مملوکہ سے وطی کی جو ہمیشہ کو حرام تھی چنانچہ اپنی اُس لونڈی سے وطی کی جو سوتیلی کی رضاعی بہن تھی یہاں حد نہیں قول اصح میں بسبب فوت ہونے عفت کے ہم بیان کر چکے ہیں مسائل ثلثہ مذکورہ کی عدم حد کی او بقذف من زنت فی کفرہا لسقوط الاحصان یا حد نہیں اُس عورت کی قذف سے جسنے اپنے کفر کی حالت میں زنا کیا بسبب فوت ہونے احصان کے او بقذف مکاتب مات عن وفاء لاختلاف الصحابۃ فی حریتہ فاورث شبہۃ یا حد نہیں اُس مکاتب کے قذف سے جو مر گیا بدل کتابت ادا کرکے حد نہیں بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اُسکی حریت اور عبدیت میں تو اس اختلاف نے شبہہ پیدا کیا سقوط حد میں ہم وفاء بدل کتابت کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بدون وفا مرجاویگا تو اُسکے قاذف پر بطریق اولے حد نہوگی اسواسطے کہ وہ بلا شبہہ غلام مرا کذا فی البحر وحد قاذف واطئ عرسہ حائضا وامۃ مجوسیۃ ومکاتبۃ ومسلم نکح محرمہ فی کفرہ لثبوت ملکہ فیہن وفی الذخیرۃ خلافہا اور حد مارا جاویگا قاذف اُس مرد کا جسنے اپنی زوجہ سے وطی کی حیض کی حالت میں اور مجوسی لونڈی اور مکاتبہ سے وطی کی اور اُس مسلم کا قاذف حد مارا جاویگا جسنے اپنی حالت کفر میں اپنی محرم سے نکاح کیا بسبب ثابت ہونے وطی کے اُسکی ملک میں یعنی پہلی دو پچھلی صورت میں ملک نکاح ثابت ہو اور باقی میں ملک یمین ہو اور پچھلی صورت میں خلاف ہو صاحبین کا اسواسطے کہ نکاح کافر کا اپنے محرم سے امام کے نزدیک صحیح ہو اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہیں وحد مستامن قذف مسلما لانہ التزم ایفاء حقوق العباد بخلاف حد الزنا والسرقۃ لانہما من حقوق اللہ تعالی المحضۃ کحد الخمر واما الذمی فیحد فی الکل الا الخمر غایۃ اور حد مارا جائیگا کافر مستامن جسنے مسلم کا قذف کیا اسواسطے کہ اُسنے بسبب امان مسلمین کے ایفاء حقوق العباد کا التزام کیا ہو بخلاف حد زنا اور چوری کے کہ وہ مستامن پر نہیں اسلیے کہ زنا اور سرقہ کی حد حق تعالی کے حقوق خالصہ سے ہو مانند شراب کی حد کے اور ذمی کافر پر تو جمیع حدود ماری جاوینگی سوا شراب کی حد کے کذا فی غایۃ البیان لکن قدمنا [illegible] بالنہر بیان متقدم ذکر کر چکے ہیں [illegible] المنتقی سے حد ذمی کی تصحیح [illegible] سے یعنی [illegible] زنا مستامن اگر کیا غایۃ البیان

استثناء ورد فی السراجیۃ لو اعتقدوا حرمۃ الخمر کانوا کالمسلمین اور سراجیہ میں ہے کہ جب اہل ذمہ حرمت خمر کے معتقد ہوں تو مسلمین کی مانند ہیں شرب پر حد دیجائے
ہم شارح نے سراجیہ کے قول سے غایۃ البیان اور بغیۃ المفتی کے تعارض کو دفع کیا ہے یعنے غایۃ البیان کی روایت اس صورت پر محمول ہے جب اہل ذمہ حرمت خمر
کے معتقد نہوں بغیۃ المفتی کی روایت اعتقاد حرمت پر محمول ہے تو تناقض نرہا واللہ اعلم اور سراجیہ سے مراد سراج الدین کا فتاوی ہے کذا فی المنح وغیرہ اور ...
ان ثبت باقرارہ او بشہادۃ المسلمین حد وان ثبت بشہادۃ اہل الذمۃ لا اور سراجیہ میں ہے کہ اگر ذمی نے چوری کی یا زنا کیا پھر وہ مسلمان ہوا اگر ... اقرار
یا اہل اسلام کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد مارا جاویگا اور اگر اہل ذمہ کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد نہیں اسواسطے کہ کفار کی گواہی ...
بالقذف فان اقام اربعۃ علی زناہ ولو فی کفرہ لسقوط احصانہ کما مر او اقر بالزنا اربعا کما مر اقرار کیا قاذف نے قذف کا سو اگر چار ... قائم کئے مقذوف
کے زنا پر اگرچہ اثبات بینۃ قاذف کی حالت کفر میں ہو بسبب ساقط ہونے احصان قاذف کے یعنے مقذوف کا احصان جو شرط ہے حد قذف میں ... چنانچہ
مذکور ہوچکا یا زانی نے خود زنا کا اقرار چار بار چار مجلس میں کیا چنانچہ اسکا بیان گذرا عبارۃ البحر او اقرارہ بالزنا فیکون ... اوا قام بینۃ علی اقرارہ بالزنا ...
فی البحران البینۃ علی ذلک لا تقبل اصلا ولا یعول علیہا لانہ ان کان مقرا لا تسمع مع الاقرار الا فی سبع مذکورۃ فی الاشباہ لیست ہذہ منہا فلا تغیر المصنف
العبارۃ فتنبہ عبارت درمختار کی یوں ہے یا اسکے اقرار بالزنا پر تو مطلب اسکا یہ ہے کہ قاذف نے گواہ قائم کیے زانی کے زنا کے اقرار پر اور حالانکہ
بحرالرائق میں تحریر کی ہے کہ اسپر گواہ اصلا معتبر نہیں اور اسپر اعتماد نہیں اسواسطے کہ اگر زانی منکر زنا ہے تو رجوع اسکا ثابت ہوا تو گواہی لغو ہو گئی اور
اگر مقر ہے تو گواہی لائق سماعت نہیں باوجود اقرار کے گر سات جگہ البتہ گواہی باوجود اقرار معتبر ہے جسکی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے ان سات مقاموں
میں یہ مسئلہ نہیں لہذا ماتن نے درمختار کی عبارت کو بدل ڈالا اسو خبردار ہو جا یعنی یوں کہا کہ اگر قاذف نے زنا پر گواہ قائم کیے یا زانی نے خود زنا کا اقرار کیا تو مقذوف پر ...
ہم اشباہ النظائر میں مذکور ہے کہ مقر پر گواہ مسموع نہیں گر سات جگہ میت کے قرض میں وارث نے اقرار کیا تو گواہ مسموع ہونگے تاکہ وارثوں پر ...
مدعا علیہ کے اقرار وصیت پر وصی کے گواہ مسموع ہیں سوم مدعا علیہ کے اقرار وکالت پر وکیل کے گواہ اثبات وکالت پر مسموع ہیں ...
گواہی باوجود اقرار مستحق کے مسموع ہے تا بائع سے رجوع کرنا آسان ہو ۵ اگر باپ نے وصیت کیا ... باوجود باپ کے اقرار کے گواہی مقبول ہے ۶ اگر وارث نے
مدعی کے واسطے اقرار کیا تو بھی شہادت مسموع ہے ۷ ایک چیز کو کرایہ پر دیا ... اسکو کرایہ دیا خالد کو سو زید نے گواہ گذرانے ... کرایہ پر تو اگر خالد حاضر ... اور
بھی ہوگا زید کے کرایہ کرنے پر تو بھی شہادت زید کی مسموع ہوگی اور اگر غائب ہوگا تو مسموع نہوگی کذا فی الحموی حد المقذوف یعنی ان لم یکن ...
کما لا یخفے حد مارا جاویگا مقذوف جب کہ گواہی حد تمام پر ہوگی چنانچہ یہ مخفی نہیں ہم حد المقذوف جزا ہے ان اقام کی یعنی اگر قاذف چار گواہ نہ لاویگا مقذوف کے
زنا پر یا مقذوف خود اقرار کریگا تو مقذوف پر حد ماری جاویگی وان عجز عن البینۃ للحال واستاجل لاحضار شہودہ فی المصر یوجل الی قیام الحاکم فان عجز حد
اور اگر قاذف عاجز ہوگا گواہوں کے لانے سے اسوقت اور حاکم سے مدت مانگی اپنے گواہوں کے حاضر کرنیکی جو اسی شہر میں موجود ہیں تو اسکو مہلت دیجاویگی قیام مجلس تک ہے اگر نہ لاسکے
تو اسپر حد قذف ماری جاوے ولا یکفل لیذہب لطلبہم بل یحبس ویقال ابعث الیہم من یحضرہم او حاضر ضامن نہ لیا جاوے قاذف سے تاکہ وہ گواہوں کی تلاش کو جاوے
بلکہ وہ محبس یعنے نظر بند رہے اور اس سے کہا جاوے کہ گواہوں کیطرف اس شخص کو بھیج جو انکو حاضر کرے ولو اقام اربعۃ فساقا انہ کما قال درئ الحد عن القاذف والمقذوف
والشہود ولتقادم اور اگر قاذف نے چار گواہ فاسق پیش کیے اپنے قول کی گواہی والے تو قاذف اور مقذوف اور گواہوں سے حد دفع ہوجاویگی کذا فی الملتقط
قاذف اور شہود پر اسواسطے حد نہیں کہ نصاب شہادت پوری ہے اگرچہ گواہ عادل نہیں اور مقذوف پر اسواسطے حد نہیں کہ ... وحد الزنا
موقوف ہے یکتفی بحد واحد لجنایات اتحد جنسہا بخلاف ما اختلف جنسہا کما بیناہ وعم اطلاقہ ما اذا اتحد المقذوف او تعدد بکلمۃ او
کلمات فی یوم او ایام طلب کلہم او بعضہم وما اذا حد للقذف الا بعضہ ثم قذف اخری فی المجلس فانہ یتم الاول ولا شئ للثانی لتداخل ...

ایک حد کافی ہے اُن جنایات کے واسطے جنکی جنس متحد ہے بخلاف اُن جنایات کے جنکی جنس مختلف ہے چنانچہ ہم بیان کر چکے ہیں اسی باب میں حکم جنایات مختلفہ کا اور شامل ہے اطلاق مصنف کا جب کہ مقذوف متحد ہو یا متعدد و قذف انکا ایک لفظ سے ہو یا چند الفاظ سے ایکدن میں قذف کیا ہو یا چند ایام میں طلب حد جمیع مقذوفین نے کی ہو یا بعض نے اور شامل ہے اطلاق اُس صورت کو جب کہ قاذف کو حد ماری گئی ہو سوا ایک کوڑے کے پھر اُسنے دوسری بار اُسی مجلس میں دوبارہ قذف کیا تو حد اول پوری کیجاویگی یعنی فقط ایک باقی کوڑا مارا جاویگا اور قذف ثانی کیواسطے کچھ نہیں بسبب تداخل کے ہم اکتفا حد واحد اسوقت ہے جبکہ بعد تکرار جنایات کے حد واقع ہوئی اور اگر جنایات اولی کی حد کے بعد دوسری بار جنایت کریگا تو دوسری بار حد ماری جاویگی خواہ قذف ہو خواہ شرب فی الفتح واذا قذف فعتق فقذف آخر حد حد العبد فان اخذہ الثانی کمل لہ تمام ثمانون لوقوع الاربعین لہما فتح اور جبکہ غلام قذف کریگا پھر آزاد ہو جاویگا پھر دوسرے شخص کو قذف کریگا تو اُسپر غلام کی حد ماری جاویگی یعنی چالیس کوڑے پھر اگر مقذوف ثانی اُسکو گرفتار کریگا یعنی طالب حد ہوگا تو اول حد کو ملا کر اسّی کوڑے پورے کر دئے جاوینگے بسبب واقع ہونے پہلے چالیس کوڑوں کے دونوں حدوں کے واسطے کذا فی المنح یعنی حد چالیس کوڑے دونوں قذفوں میں شمار ہو گئے بسبب اتحاد جنس کے تو اسّی میں چالیس باقی رہے سو وہی چالیس باقی مقذوف ثانی کی طلب کے بعد ماری جاوینگے وفی شرح الزیلعی قذفہ فحد ثم قذفہ لم یحد ثانیا لان المقصود وہو اظہار کذبہ ودفع العار حصل بالاول انتہی اور شرح زیلعی کے باب السرقہ میں ہے کہ قذف کیا زید کو مثلاً سو اُسپر حد ماری گئی پھر بعد حد کے دوبارہ اُسکو قذف کیا تو دوسری بار اسکو حد نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ حد قذف کا مقصود یعنی اظہار کذب قاذف اور دفع عار مقذوف سے حاصل ہو چکا پہلی حد سے تو حد ثانی کی حاجت نرہی انتہی کلامہ ہم زیلعی کے مخالف فتح القدیر کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور ضعیف توجیہ زیلعی کا مخفی نہیں ہے اسواسطے کہ اول حد سے زمان ماضی کا کذب ظاہر ہوا نہ زمان مستقبل کا وعلی ہذا القیاس رفع عار لیکن ظہیریہ میں بھی مطلقاً نفی حد ہے مانند زیلعی کے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مقاوہ انہ لو قال لہ یا ابن الزانیۃ وامہ میتۃ فخاصمہ حد ثانیا لما لایخفی اور زیلعی کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قاذف نے مقذوف کو کہا یا ابن الزانیہ یعنی اول مقذوف کو زانی کہا پھر اُسکی ماں کو زانیہ کہا اور حالانکہ اُسکی ماں میت ہے پھر مقذوف نے قاذف سے خصومت کی تو اُسکو دوبارہ حد ماریجاویگی چنانچہ وجہ اُسکی پوشیدہ نہیں یعنی مقذوف نے اول اپنی قذف کی حد طلب کی سو قاذف مارا گیا پھر اُسنے اپنی ماں کی قذف کا دعوی کیا تو دوبارہ اُسکو حد ماریجاویگی اسواسطے کہ حد اول سے مقذوف سے عار دفع ہوئی اور حد ثانی سے اُسکی ماں کی عار دفع ہوگی ولیکن اگر قاذف نے دونوں کو ایک لفظ سے قذف کیا یا دونوں کی قذف کے بعد مطالبہ ہوا تو ایک ہی حد کافی ہوگی بسبب تداخل کے وافاد تقییدہ بالحد ان التعزیر یتعدد و بتعدد الفاظہ لانہ حق العبد اور مصنف نے حد کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ تعزیر متعدد ہوتی ہے یعنی الفاظ کے متعدد ہونے سے اسواسطے کہ تعزیر حق العبد ہے طحطاوی نے ذکر کیا شارح نے تعدد تعزیر کو بطور جزم ذکر کیا لیکن مصنف نے کہا ہے کہ میں نے اُسکو صریح نہیں دیکھا مگر فقہا کے کلام کو چاہتا ہے فرع مسئلہ شارح کا عائن القاضی رجلا زنی وشرب لم یحدہ استحسانا وعن محمد یحد قیاسا علی حد القذف والقود قلنا الاستیفاء للقاضی وہو مندوب للدرء بالخیر فلحقہ التہمۃ حواشی السعدیۃ دیکھا قاضی نے ایک مرد کو زنا کرتے یا شراب پیتے تو اُسپر حد نہ مارے بنابر استحسان کے اور محمد سے مروی ہے کہ حد مارے حد قذف اور قصاص کے قیاس پر ہم جواب دیتے ہیں امام کیطرف سے وجہ استحسان بیان کرکے کہ استیفاء حد شرب کا حق قاضی کے واسطے ہے اور حالانکہ قاضی کو دفع حد مستحب ہے بموجب اس حدیث کے کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم تو اُسکو تہمت لاحق ہوئی کذا فی حواشی السعدیہ یعنی جب قاضی نے حد کو ٹالا تو وہ متہم بعداوت و کینہ محدود ہوا بخلاف حد قذف کے کہ اُسکا حق استیفا مقذوف کو ہے نہ قاضی کو اور قصاص میں حق استیفا ولی مقتول کیواسطے ہے نہ قاضی کیواسطے تو قیاس مع الفارق ہوا واللہ اعلم

باب التعزیر

یہ باب ہے تعزیر کے احکام میں ہم چونکہ تعزیر حدود کی نصوص قطعیہ سے ثابت تھی لہذا مصنف نے اُنکو مقدم ذکر کیا اور تعزیر کیتئیں حدود سے مقدار اور دلیل میں کم ہونے سے حدود کے بعد لایا اور تعزیر مشروع ہے کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے قال اللہ تعالی واضربوہن فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلا اس آیت میں حق تعالی نے زوجات کے مارنے کو فرمایا واسطے تادیب اور تہدید کے اور کافی میں حدیث مرفوع منقول ہے کہ اپنے عصا کو اپنے اہل سے نہ اُٹھا لے اور مروی ہے

کہ کسی نے دوسرے کو مخنث کہا تھا تو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسکو تعزیر دی اور مجیط میں حدیث مرفوع مروی ہے کہ خدا رحم کرے اس شخص پر جسنے اپنا عصا ویلن لٹکا رکھا کہ اہل عیال کو نظر آوے اور قوی تر ان احادیث سے بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ سوا حدود کے دس کوڑے سے زیادہ نمارے جاوین اور بروایت صحیح ثابت ہے تعزیر کرو کہ اپنے جب وہ دس برس کے ہو کر ترک صلوٰۃ کرین اور صحابہ کرام کا اجماع ہے مشروعیت تعزیر پر اور قیاس ہے کہ افعال شنیعہ سے زجر کرنا واجب ہے تاکہ بدفعل کی عادت نہ پڑے کہ اقدح اقبح اور افحش افعال کی نوبت ہو پہنچے کذا فی فتح القدیر ہو لغۃ التادیب مطلقا وہ یعنی تعزیر لغت مین عبارت ہے تادیب سے مطلقاً خواہ ضرب سے ہو خواہ غیر ضرب سے خواہ ضرب حد سے کمتر ہو یا زیادہ اور اصل تعزیر کی عزر ہے بمعنی برد اور پر رد منع کے کذا فی المنح وقول القاموس انہ لتعلیق علی ضرب ما دون الحد غلط نہر اور قاموس کا یہ قول کہ اطلاق تعزیر کا ضرب کمتر از حد پر ہے غلط ہے کذا فی النہر ہم نہر الفائق مین یہ تغلیط ابن حجر کی کیطرف منسوب ہے اسواسطے اسکو غلط کہا کہ یہ وضع شرعی ہے جو صاحب قاموس نے مذکور کی تو اہل لغت کیطرف جو جاہل تھے اصطلاح شرع سے کیونکر منسوب ہوگی اور حموی نے جواب دیا کہ صاحب قاموس نے فقط اوضاع لغویہ کا التزام نہین کیا بلکہ اُسکی عادت ہے کہ وہ منقولات شرعیہ اور اصطلاحیہ کو اور اصطلاح الفاظ فارسیہ کو بھی تکثیر فوائد کے واسطے مذکور کرتا ہے اور کچھ اسکا اشارہ دیباچہ قاموس میں بھی ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرعا تادیب دون الحد اکثرہ تسعۃ وثلثون سوطا واقلہ ثلثۃ لو بالضرب اور اصطلاح شرع مین تعزیر عبارت ہے تادیب کمتر از حد سے اکثر مقدار تعزیر کی انتالیس کوڑے ہین اور کمتر تین کوڑے اگر بواسطے ضرب کے تعزیر ہو یعنی ضرب کی تعزیر کا یہ بیان ہے مطلق تعزیر کا ہم یہ قول ہے قدوری کا اور صحیح یہ ہے کہ اقل تعزیر کی کچھ حد نہین امام کی رائے پر مفوض ہے یہانتک کہ اگر وہ جانے کہ ایک کوڑا مارنے سے انزجار حاصل ہوگا تو اتنا ہی کافی ہے کذا فی المنح والحلبی امام اعظم اور محمد کے نزدیک اکثر تعزیر انتالیس کوڑے ہین اور ابو یوسف کے نزدیک پچھتر کوڑے ہین امام نے عبد کی حد سے یعنی چالیس سے ایک کوڑا کم کر دیا اور ابو یوسف نے حر کی حد سے یعنی اسی سے پانچ کوڑے کم کر دیئے اور اصل اسمین وہ حدیث ہے جسکو بیہقی اور محمد بن حسن نے کتاب الآثار مین روایت کیا ہے من بلغ حدا فی غیر حد فہو من المعتدین یعنی جو حد تک پہنچے غیر حد مین وہ ظالمون مین سے ہے اگرچہ عند التحقیق یہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام کے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور عمل کے لائق ہے اور جب ثابت ہوا کہ تعزیر حد سے کمتر چاہیئے تو امام اور محمد نے واسطے احتیاط عبد کی حد کو جو اقل حدود ہے تعزیر کو کم قرار دیا اسواسطے کہ لفظ حد کا حدیث مذکور مین نکرہ ہے اور ابو یوسف نے حد احرار سے کم کیا اسواسطے کہ حریت اصل ہے اور یہ جو صحیحین وغیرہ مین حدیث مرفوع ہے کہ غیر حد مین دس کوڑے سے زیادہ مارنا نچاہیئے تو اسکا جواب علمائے حنفیہ نے یون دیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے صحابہ کرام کے عمل کرنے سے بخلاف اُسکے بالاتفاق یعنی اگر یہ حدیث منسوخ نہوتی تو صحابہ کرام اُسکی مخالفت نکرتے اسواسطے کہ وہ اعلم الناس تھے احکام شرعیہ مین کذا فی فتح القدیر وجعلہ فی الدرر علی اربع مراتب اور درر مین تعزیر کو چار مراتب پر ٹھہرایا ہے ہم مراتب مذکورہ یون ہین تعزیر اشرف الاشراف کی یعنی علماء دین اور سادات علویہ کی اعلام سے ہے اسطرح کہ قاضی انسے کہے کہ ہمکو خبر معلوم ہوئی ہے کہ تم ایسا ایسا کرتے ہو سو اب ایسا نکرنا اور تعزیر اشراف کی یعنی امراء اور دہاقین کی اعلام اور در دار القضا تک کھینچ لانے سے ہے دہقان سے مراد زمیندار ہے یعنی مالک گانون کا اسواسطے کہ دہقان معرب ہے دہگان کا یعنی صاحب دہ اور تعزیر اوساط الناس یعنی اہل بازار کی کھینچ لانے اور قید کرنے سے ہے اور تعزیر خسیس یعنی کمینون کی کھینچ لانے اور قید کرنے اور مارنے سے ہے کذا فی الفتح والمنح والطحطاوی وکلہ مبنی علی عدم تفویضہ للحاکم مع انہا لیست علی الاطلاق فان من کان من اشراف الاشراف لو ضرب غیرہ فادماہ لا یکفی تعزیرہ بالاعلام وارہی نہ بالضرب جواب نہر اور یہ سب یعنی یہ جو مصنف اور صاحب درر نے مذکور کیا مبنی ہے عدم تفویض تعزیر پر واسطے حاکم کے باوجود اُسکے کہ مراتب اربعہ مذکورہ ہمہ اطلاق پر نہین ہین اسواسطے کہ جو شخص کہ اشرف الاشراف سے ہو اگر غیر شخص کو مارے کہ اُسکے خون نکلے تو اُسکی تعزیر فقط اعلام اور اطلاع کافی نہین اور مجکو معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت مین اُسکی تعزیر ضرب سے صواب ہے کذا فی النہر حموی نے کہا کہ صاحب نہر نے تعزیر اشرف الاشراف مین افراط کی بلکہ اس صورت مذکورہ مین اعلام اور جشم نمائی تعزیر ہے اسواسطے کہ اشرف الاشراف کی تعزیر کا مسئلہ مطلق نہین بلکہ مقید ہے چنانچہ نہایہ مین مذکور ہے کہ اعلام کے ساتھ نظر سے دیکھنا ترش رو ہو کر لازم ہے یعنی مقید اسکا تعزیر کذا فی الطحطاوی ولا الفرق الفرب فیہ وقیل لا فرق وفق ان بلغ اقصاہ یفرق والا لا شرح وہبانیہ اور تعزیر مین متفرق نہ کیجاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ متفرق کیجاوے بدن پر اور دونون قولون مین تطبیق یون دیگئی ہے کہ اگر تعزیر نہایت مرتبہ کو پہونچ جاوے یعنی انتالیس کوڑے تک تو متفرق

جو شخص تم مین سے منکرات شرع سے دیکھے تو چاہیے کہ ہاتھ سے اسکو بگاڑ دے اور اگر اسکی طاقت نہو تو اپنی زبان سے اور اگر اسکی بھی نہو تو دل سے اور یہ نہایت ضعیف ایمان ہے نہی بخلاف حدود کے کہ اسکی ولایت نہین مگر حاکم کو منح الغفار مین کہا کہ بعد فراغت گناہ کے ہر مسلم کو تعزیر کرنا نہی عن المنکر نہین ہے کہ اس واسطے کہ ماضی کی نہی متصور نہین تو خالص تعزیر ہوگئی بالنہی عن المنکر اسمین سوا امام کے کسی کو دخل نہین فرع مسئلہ ملحقہ بشارح کا من علیہ التعزیر اذا قال الرجل قم علی التعزیر فتعلم ثم رفع للحاکم فانہ یحبسہ قنیہ واقرہ المصنف وشارحہ دعوی الخانیہ لکن فی الفتح ما یجب حقا للعبد لا یقیمہ الا الامام لتوقفہ علی الدعوی الا ان یحکما فیہ فلیحفظ جس شخص پر تعزیر ہو اسنے کہا ایک مرد سے کہ مجھپر تعزیر قائم کر سو اسنے تعزیر قائم کی پھر اسکی نالش حاکم کے پاس ہوئی تو حاکم اُس سے احتساب کرے کذا فی القنیہ اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اور اسکے مانند خانیہ کی کتاب الدعوی مین ہے لیکن فتح القدیر مین ہے کہ جو تعزیر کہ بواسطے حق العبد کے واجب ہو اسکو قائم نکرے سوا امام کے بسبب توقف اس تعزیر کے دعوی پر اور دعوی نہین مگر حاکم کے پاس لایہ کہ مدعی و مدعا علیہ کسیکو حکم اور پنچ مقرر کرین تو حکم کیا جا سکتا ہے تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ تفصیل فتح القدیر یہ ہے کہ حق العبد کی تعزیر سوا حاکم کے جائز نہین اور حق اللہ کی تعزیر مین ہر مسلم مامور ہے شارع کے جانب سے ضرب غیرہ بغیر حق وضرب المفرو بالضیاء تعزیران کما لو تشاتما بین یدی القاضی ولم یتکافا کما مر مارا غیر شخص کو ناحق اور مضروب نے بھی ضارب کو مارا تو دونون تعزیر دئے جاوینگے چنانچہ اگر دو شخص باہم گالی دینگے قاضی کے روبرو تو تعزیر دیئے جاوینگے اور گالی دینے سے باہم برابر نہونگے بسبب بے ادبی کرنیکے مجلس شرع مین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم مضارب سے اسواسطے تعزیر ہے کہ ضرب مین اکثر تفاوت ہوتا ہے تو مکافات حاصل نہین ہوتی ویبدأ باقامۃ التعزیر بالبادی منہما لانہ اظلم قنیہ اور اقامت تعزیر کی شروع کیجائے اُس سے جسنے ابتدا کی ضرب یا شتم کی اسواسطے کہ وہی اظلم ہے کذا فی القنیہ وفی مجمع الفتاوی جاز المجازاۃ بمثلہ فی غیر موجب حد للاذن بہ ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیہم من سبیل والعفو افضل فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ اور مجمع الفتاوی مین ہے کہ بدلا لینا اور عوض مین کہنا جائز ہے اس فعل مین جو حد کا موجب نہین بسبب اسکی اجازت کے حق تعالی نے فرمایا کہ جو انتقام لے بعد مظلوم ہونے اپنے کے تو ان لوگون پر راہ نہین یعنی مواخذہ نہین اور معاف کر دینا افضل ہے انتقام سے حق تعالی نے فرمایا کہ جو معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اسکا ثواب حق تعالی پر ہے ہم ظلم کا بدلا لینا جائز ہے سوا ضرب کے اسواسطے کہ ابھی مذکور ہو چکا کہ اگر مضروب نے ضارب کو مارا تو دونون پر تعزیر ہے تو مظلوم بالضرب یا حاکم سے نالش کرے یا معاف کر دے وصح حبسہ ولو فی بیتہ بمنعہ من الخروج منہ نہر مع ضربہ اذا احتیج لزیادۃ تادیب اور درست ہے قید کرنا مجرم کا اگرچہ حبس اسکے گھر ہی مین ہو تو باہر نکلنے سے وہ باز رہے کذا فی النہر ساتھ اسکی ضرب کے یعنے حبس ساتھ ضرب کے اسوقت ہے جب زیادہ تادیب کی حاجت ہو زیادہ قصور کے سبب سے وضربہ اشد لانہ خفف عددا فلا یخفف وصفا ثم حد الزنا لثبوتہ بالکتاب ثم حد الشرب لثبوتہ باجماع الصحابۃ لا بالقیاس لانہ لا یجری فی الحدود ثم القذف لضعف سببہ باحتمال صدق القاذف اور ضرب تعزیر کی سخت تر ہے حد زنا کی ضرب سے اسواسطے کہ تعزیر کے شمار مین تخفیف ہوئی تو وصف مین تخفیف نہوگی تا اصل مقصود فوت نہو پھر حد زنا کی ضرب سخت تر ہے حد شرب سے بسبب ثبوت زنا کے حد کے قرآن مجید سے پھر حد شرب کی ضرب سخت تر ہو قذف کی ضرب سے بسبب اسکے ثابت ہونیکے اجماع صحابہ سے نہ قیاس مجتہد سے اسواسطے کہ قیاس جاری نہین حدود مین پھر سب کے بعد حد قذف کی ضرب ہو بسبب ضعیف ہونے اسکے سبب کے قاذف کے احتمال صدق سے ہم ہرچند حد قذف قرآن مجید سے ثابت ہے لیکن ضعیف سبب کے حد شرب سے کمتر ہوا اسواسطے کہ شرب کا سبب یقینی ہے گو ثبوت اُسکا ضعیف ہے حد قذف کے نسبت سے تعزیر کل مرتکب منکر او موذی مسلم بغیر حق بقول او فعل الا اذا کان الکذب ظاہرا کیا کلب بحر اور تعزیر دیا جاوے ہر مرتکب خلاف شرع کا یا مسلمان کا ناحق تکلیف دینے والا قول سے یا فعل سے مگر جبکہ تکلیف قولی مین کذب قائل کا ظاہر ہو مانند یا کلب کہنے سے تو اُسپر تعزیر نہین کذا فی البحر ہم اور اسی کے مانند یا خنزیر کہنا ہے ولو بغمز العین او اشارۃ الیہ لانہ غیبۃ کما یجی فی الحظر فمرتکبہ مرتکب محرم وکل مرتکب معصیۃ لا حد فیہا ففیہا التعزیر اشباہ اگرچہ ایذا فعلی آنکھ مارنے سے ہو یا ہاتھ کے اشارہ کرنے سے ہو اسواسطے کہ یہ بھی غیبت ہے چنانچہ اسکا بیان کتاب الحظر والاباحۃ مین آویگا تو مرتکب اس فعل کا مرتکب حرام ہے اور جو مرتکب ایسی معصیت کا ہو جسمین حد نہین تو اسمین تعزیر ہے کذا فی الاشباہ والنظائر

م شرح الشرعہ مین مصرح ہے کہ غیبت فقط زبان کی صراحت پر منحصر نہین بلکہ اسمین تعریض بھی مثل صریح کے ہے اور اسیطرح فعل مانند قول کے ہے اور اسیطرح اشارہ اور آنکھ مارنا اور رمز
اور کنایہ اور حرکت جس سے مقصود معلوم ہو سب حرام غیبت مین داخل ہے اور اسیطرح کسی کی چال کی نقل کرنا غیبت ہے بلکہ تفہیم الطالبین مین باقی غیبت سے بھی زیادہ ہے
کذا فی المنح ملخصاً فیعزر بشتم ولدہ وقذفہ ولقذف مملوک ولو ام ولدہ وکذا القذف کافر وکل من لیس بمحصن بزنا ویبلغ غایتہ کما لو اصاب من اجنبیۃ بزنا
غیر جماع او اخذ السارق بعد جمعہ للمتاع قبل اخراجہ فیبلغ عدا ما لا یبلغ غایتہ تو تعزیر دیا جاوے اپنی ولد کی گالی دینے والا اور اسکے قذف کرنے سے اور مملوک کے قذف
سے اگرچہ مملوک قاذف کی ام ولد ہو اور اسی طرح کافر کے قذف سے اور ہر غیر محصن کے قذف بالزنا سے اور ان امور مذکورہ مین تعزیر کی غنتہا کو پہونچانا چاہیے یعنے
انتالیس کوڑے مارے چنانچہ اگر ایک شخص نے عورت اجنبی کے سوائے جماع کے کوئی فعل حرام کیا مثلاً بوسہ لیا یا مساس کیا یا چور گرفتار ہوا بعد اسباب جمع کرنے
قبل اسکے نکال لینے کے تو اسپر بھی غایت تعزیر ہے اور سوائے امور مذکورہ کے غایت تعزیر کو پہونچانا نہ چاہیے ہم غیر محصن کی قذف مین جبکہ حد ساقط ہوئی تو اشد تعزیر لازم ہوئی
اسواسطے کہ موجب حد کی قریب نوبت پہونچی ولقذف ای لشتم مسلم یا ابیا فاسق الا ان یکون معلوم الفسق کمکاس مثلاً او یعلم القاضی بفسقہ لان الشین قد الحقہ ہو بنفسہ
قبل قول القائل فتح اور تعزیر دیا جاوے ہر مسلمان کے گالی دینے یعنے فاسق کہنے سے مگر یہ کہ وہ شخص معلوم الفسق ہو یعنے اسکا فاسق ہونا سبکو معلوم اور ظاہر معلوم ہو
چنانچہ مکاس مثلاً یا قاضی اسکے فسق کو جانتا ہو تو تعزیر نہین قائل پر اسواسطے کہ فاسق مذکور نے اپنی جان پر آپ عیب لگایا قائل کے کہنے سے پہلے کذا فی فتح القدیر
م مصنف نے شتم کو قذف کہا مجازاً مکاس عاشر ظالم کو کہتے ہین یعنی جو عشر اور زکوٰۃ ناحق زبردستی لے جوہری نے ماکس کی تفسیر عشار کی ہے اور ایسا ہی قاموس مین ہے
فان اراد القاذف اثباتہ بالبینۃ مجرداً بلا بیان سببہ لا تسمع ولو قال یا زانی واراد اثباتہ تسمع لثبوت الحد بخلاف الاول حتی لو بینوا فسقہ بما فیہ حق اللہ او
للعبد قبلت کذا فی جرح الشاہد پھر اگر گالی دینے والا اسکے مجرد فسق کے اثبات کا ارادہ کرے بلا بیان اسکے سبب کے تو شہادت مسموع نہوگی اور اگر کہیگا یا زانی
اور اسکے اثبات کا ارادہ کریگا تو اسکی سماعت ہوگی بسبب ثابت ہونے حد زنا کے بخلاف اول کے یعنی مجرد فسق بلا بیان سبب یہان تک کہ اگر شاہد اسکا فسق اس فعل سے
بیان کرین جسمین حق اللہ یا حق العبد ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی حکم ہے شاہد کی طعن مین کہ طعن مجرد مسموع نہین اور بیان سبب کے ساتھ مسموع ہے م فسق مجرد
یہ ہے کہ اسمین سبب فسق کا بیان نہو یعنی ترک صلوٰۃ یا زنا یا سرقہ بلکہ نسبت فسق علے الاطلاق ہو و علی ہذا القیاس طعن مجرد وینبغی ان یسأل القاضی عن سبب فسقہ
فان بین سبباً شرعیاً کتقبیل اجنبیۃ وکذا اعناقہا وخلوتہ بہا طلب بینتہ لیعزرہ ولو قال ہو ترک واجباً سأل القاضی المشتوم عما یجب علیہ تعلمہ من فرائض الاسلام فان
لم یعرفہا ثبت فسقہ لما فی المجتبی من ترک الاشتغال بالفقہ لا تقبل شہادتہ والمراد ما یجب علیہ تعلمہ منہ نہر اور لائق ہے کہ قاضی گالی دینے والے سے اسکے
فاسق ہونیکا سبب پوچھے پھر اگر وہ سبب شرعی بیان کرے چنانچہ اجنبی عورت کا بوسہ لینا یا اسکو گلے سے لگانا یا اس سے خلوت کرنا تو اسکے گواہ طلب کرے
تا فاسق کو تعزیر دے اور اگر اسنے سبب فسق کا مفصل نہ بیان کیا بلکہ یون کہا کہ فسق اسکا ترک کرنے واجب سے ہے تو قاضی مشتوم سے یعنی جسکو گالی دی واجبات کا
سوال کرے یعنی فرائض اسلام سے جس کا سیکھنا اسپر واجب ہے پوچھے سو اگر مشتوم اسکو نجانے تو اسکا فسق ثابت ہوگیا اسواسطے کہ مجتبی مین ہے کہ جو شخص اشتغال فقہ
کا ترک کرے تو اسکی گواہی مقبول نہین اور مراد اشتغال فقہ سے اسقدر ہے جسکا سیکھنا اسپر واجب ہے کذا فی النہر یعنے جمیع جزئیات فقہ کا دریافت کرنا واجب نہین جسکے ترک سے
فاسق مردود الشہادۃ ہوجائے بلکہ تعلم واجبات مراد ہے وعزر الشاتم بیا کافر وہل یکفر ان اعتقد المسلم کافراً نعم والا لا بہ یفتی شرح وہبانیۃ اور گالی دینے والا یا کافر کہنے
سے تعزیر دیا جاویگا اور یا کافر کہنے سے کافر نہوگا یا نہین جواب سکا یہ ہے کہ اگر مسلم کو کافر اعتقاد کریگا تو بان کافر ہوجائیگا اور نہین تو نہین اسی پر فتویٰ ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ
م جب مسلم کو بنا بر عقائد اسلام کے کافر اعتقاد کیا تو دین اسلام کو اسنے کفر جانا اور جو اسلام کو کفر جانے وہ کافر ہے اور اگر یا کافر کہنے سے فقط سب اور دشنام کا قصد کیا بلا اعتقاد
کفر مسلم تو یہ کفر نہین بلکہ فسق ہے کذا فی المنح وغیرہ اور ابن مالک نے شرح مشارق مین کہا کہ یہ جو حدیث ہے اذا اکفر الرجل اخاہ فقد باء بہا اور یہا تو یہ تعلیل پر محمول ہے کذا
فی الطحاوی ولو اجابہ لبیک کفر خلاصہ یعنی اگر اسکو بلفظ لبیک جواب دیگا تو کافر ہو جاویگا کذا فی الخلاصۃ یعنے یا کافر کے جواب مین لبیک یا حاضر یا جی کہنا تو مجیب کا قرینہ ہوگا اگر راضی بکفر ہوگا

اور اگر قائل نے عرف مصر سے کہا یا کافر کو کافر یا الطاغوت طول کرکے کہا تو کافر نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی التتارخانیۃ قیل لا یعزر مالم یقل یا کافر باللّٰہ لانہ کافر بالطاغوت فیکون محتملا اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے قول ضعیف یہ ہے کہ فقط یا کافر کہنے سے تعزیر قائل کی نہیں جبتک یوں نہ کہے یا کافر باللّٰہ سو واسطے کہ ہر مسلم کافر بالطاغوت ہے یعنی بت کا منکر ہے تو کافر کا لفظ محتمل ہوا اور محتمل میں تعزیر نہیں ہم یہ قول اسواسطے ضعیف ہوا کہ یہ تاویل بحالت غضب و دشنام کے مخالف ہے لہذا ہدایہ وغیرہ میں اطلاق وارد ہے یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خائن یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی اور تعزیر دیجاویگی یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خائن یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی کہنے میں ہم مخنث بفتح نون وہ ہے جو اغلام کراوے اور بکسر نون بمعنی لوطی کے ہے اور بلید بمعنی خبیث فاجر مستعمل ہے لہذا انہیں تعزیر ہے کذا فی السراج اور ہندوستان میں بلید بمعنی کم فہم بد ذہنی کے مستعمل ہے اور احمق بمعنی کم عقل ہے کذا فی القاموس اور مباحی مباح کیطرف منسوب ہے یعنی جو ہر چیز کو مباح سمجھے کسی چیز کی تحریم کا نہ معتقد ہو اور عوانی عوان (بروزن سحاب) کی طرف منسوب ہے اور عرف میں ظلم کے مددگار کو کہتے ہیں اور منح الغفار میں کہا ہے کہ ہمارے عرف میں عوانی چغل خور اور ظالم کو بھی بولتے ہیں بالجملہ جو شخص ان افعال سے بری ہو اور اسکو کوئی یہ کہے تو تعزیر دیا جاویگا کذا فی الطحاوی یا لوطی وقیل یسأل فان عنی انہ من قوم لوط علیہ السلام لا یعزر وان اراد بہ یعمل عملہم عزر عندہ وحد عندہما والصحیح تعزیرہ لو فی غضب او ہزل بفتح او تعزیر دیجاویگی یا لوطی کہنے سے اور بعضوں نے کہا کہ قائل سے سوال کیا جاوے کہ اسنے اس لفظ سے کیا ارادہ کیا سو اگر اسنے یہ ارادہ کیا کہ وہ شخص حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے ہے تو اسپر تعزیر نہیں اور اگر اسنے ارادہ کیا کہ وہ شخص لواطت کرتا ہے مانند اس قوم کے تو امام کے نزدیک اسکو تعزیر دیجاوے اور صاحبین کے نزدیک اسپر حد زنا ماری جاوے اور تعزیر دینے کا قول بدون سوال کے صحیح ہے اگر اسنے حالت غضب اور بیہودگی میں کہا ہے کذا فی الفتح ہزل بمعنی بیہودگی اور مسخرا پن اور جسکو لوگ قبیح سمجھے مسخراپن کرنے کی عادت ہوگئی ہو کذا فی النہر یا زندیق یا منافق یا رافضی یا مبتدع یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی نہر اور تعزیر دیجاوے یا زندیق یا منافق یا رافضی یا بدعتی یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی کہنے سے کذا فی النہر ہم منافق وہ ہے جو باطن میں کافر ہو اور لوگوں میں اپنا اسلام ظاہر کرے اور زندیق بمعنی منافق ہے معرب میں ہے کہ زندیق مجوسیوں کی کتاب کا نام ہے کذا فی النہر یا لص الا ان یکون لصا لصدق القائل کما لو تعزیر دیجاوے یا لص کہنے سے یعنی اور چور مگر اسوقت تعزیر نہیں جبکہ مخاطب چور ہو لہ صادق ہوئیکی قائل ہے کہ چنانچہ یا فاسق کے بیان میں مذکور ہو چکا یعنی اس عیب کے اسنے اپنی ذات میں آنکا یا تو اب تعزیر کا کیا موقع ہے لہذا و التقیید بالاخبار کانت او فلان فاسق وکذلک مالم یخرج مخرج الدعوی قنیۃ اور الفاظ مذکورہ کے لزوم تعزیر میں ندا مخاطب قید نہیں اسواسطے کہ جملہ خبریہ چنانچہ تو فاسق ہے یا فلانا شخص فاسق ہے اور مانند اسکے اسیطرح ہے لزوم تعزیر میں تاوقتیکہ قائل نے اسکو بطور دعویٰ نہ کہا ہو کذا فی القنیہ تقیۃ میں ہے کہ جو کوئی قاضی کے پاس سرقہ کا اور اسکا اثبات سے عاجز ہوا تو اسپر تعزیر نہیں یا دیوث ہو من لا یغار علی امرأتہ او محرمہ اور تعزیر ہے یا دیوث کہنے سے دیوث وہ ہے جسکو اپنی زوجہ اور محرم پر غیرت نہ آتی ہو اسکے پاس غیر مرد کے آنے سے کذا فی النہر والمنح یا قرطبان مرادف دیوث بمعنی معرص اور تعزیر ہے یا قلتبان کہنے سے قلتبان مرادف دیوث ہے بمعنی معرص ہم معرب ہے قلتبان کا اور ہلالی نے کہا قلتبان وہ ہے کہ جو اپنی زوجہ یا محرم کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے اور تعرض نکرے اسکے پاس علیحدہ چھوڑے اور بعضوں نے کہا کہ جو دو شخصوں کو جمع کردے امر قبیح کے واسطے اور بعضوں نے کہا قلتبان وہ ہے جو بالغ آدمی کو اپنے گھر میں زوجہ کے پاس آنے جانے کی اجازت دے اپنی نجابت میں ہر تقدیر ہمارے ملک میں معرص بکسر الراء و بالسین بمعنی قلتبان ہے اور عوام خطا سے بفتح الراء بولتے ہیں اور بجائے سین صاد لاتے ہیں کذا فی النہر یعنی یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ فیہ ایماء الی انہ لو شتم اصلہ عزر لطلب ولدہ کیا ابن الفاسق یا ابن الکافر وانہ یعزر بقولہ یا قحبۃ اور تعزیر ہے یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبہ کہنے سے اسمیں اشارہ ہے اسکا کہ جب کوئی گالی دے والدین کو تو تعزیر دیا جاویگا ولد کے طلب کرنے سے چنانچہ یا ابن الفاسق اور یا ابن الکافر کہنے میں اور اسکا اشارہ ہے کہ یا قحبہ کہنے میں تعزیر دیا جاویگا ہم قحبہ بفتح قاف وسکون حاء مہملہ ماخوذ ہے قحاب سے بمعنی کھانسنے کے اور چونکہ زانیہ عرب میں جب اسکے پاس ہوکر نکلتی تھی تو کھانستی ما ابنا مطلب کے سے لہذا زانیہ مسماۃ بقحبہ ہوگئی اور بعضوں نے کہا قحبہ وہ جسکی ہمت زنا کی ہو اور بعضوں نے کہا قحبہ فحش ہے زانیہ سے اسواسطے کہ زانیہ کام پوشیدہ کرتی ہے اور قحبہ آشکارا اجرت لیتی ہے کذا فی الدرر عن الظہیریۃ لا یقال القحبۃ عرفا اخس من الزانیۃ لکونہا تجاہر بہ بالاجرۃ لانا نقول لذلک المعنی لم یجد فان الزنا

بالاجرۃ لیسقط الحد عندہ خلافا لہما ابن کمال یون نہ کوئی کہے کہ قحبہ عرف مین زانیہ سے افحش اور بدتر ہو اسواسطے کہ قحبہ علانیہ زنا کرتی ہے اجرت لیکر اسواسطے کہ ہم کہتے ہین ایسی
مطلب سے تو یا قحبہ یا ابن القحبہ کہنے والے پر حد نہین بلکہ تعزیر ہے کیونکہ زنا اجرت سے مسقط حد ہوا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا قال ابن کمال امام صاحب نے اس سوال کا یون
جواب دیا ہے کہ حد قذف اسوقت واجب ہے جب قذف صریح زنا سے ہو یا اس لفظ سے جو بحکم صریح زنا کے ہو اور لفظ قحبہ کا زانیہ کے واسطے موضوع نہین ورنہ اقتضاء تو
اسواسطے کہ قحاب لغت مین بمعنی سعال ہے لکن صرح فی المضمرات بوجوب الحد فیہ قال المصنف وہو ظاہر لیکن مضمرات مین حد واجب کی قحبہ کی لفظ مین تصریح ہے مصنف
نے اپنی شرح کے حاشیہ مین کہا کہ یہی قول ظاہر ہے اور اپنی شرح مین بعضے اصحاب حاشی سے نقل کیا کہ انصاف یہ ہے کہ قحبہ کے لفظ سے ہمارے ملک مین حد واجب ہوگی
اسواسطے کہ کوئی شخص اس لفظ کو سوائے مقام زانیہ کے استعمال نہین کرتا خصوصاً حالت غضب مین تو گویا حقیقت عرفیہ ہو گئی کذا فی الطحطاوی یا ابن الفاجرۃ اور تعزیر
ہے یا ابن الفاجرہ کہنے سے ہم فاجرہ وہ ہے جو ہر گناہ کرتی ہو تو بمعنی زانیہ نہین لہذا اسمین حد نہین کذا فی المنح انت مأوی اللصوص انت مأوی الزوانی اور تعزیر ہے یون کہنے
مین کہ تو چورون کا ٹھکانا ہے تو زانیہ عورتون کا ٹھکانا ہے یعنی سارق اور زانیات کا جائے پناہ ہے یا من یلعب بالصبیان اور یون کہنے سے تعزیر ہے کہ اے
شخص جو لڑکون سے کھیلتا ہے ہم ابو السعود نے کہا اس لفظ سے وجوب تعزیر کی مین نے نص نہین دیکھی بعضے کہتے ہین غضب اور دشنام کے قرینہ سے کھیل سے مراد فعل قبیح ہے
واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی یا حرام زادہ معناہ المتولد من الوطی الحرام فیعم حالۃ الحیض لا یقال فی العرف لا یراد ذلک بل یراد ولد الزنا لانا نقول کثیرا ما یراد
الخداع اللئیم فلذا لا یحد اور تعزیر ہے یا حرامزادہ کہنے سے معنی حرام زادہ کے وہ کہ وطی حرام سے پیدا ہو تو وطی حرام زنا اور حالت حیض وغیرہ کو
شامل ہے فقط زنا نہین جو حد کا موجب ہو کوئی یہ نہ کہے کہ اس لفظ سے عرف مین یہ یعنی حالت حیض کی وطی مراد نہین ہوتی بلکہ عرف مین حرامزادہ کی لفظ سے ولد الزنا مراد ہوتا
ہے اسواسطے کہ ہم کہتے ہین کہ عرف مین اس لفظ سے اکثر مکار لئیم بھی مراد ہوتا ہے تو اسیواسطے حد نہین لیتے باعتبار وضع اور باعتبار عرف کے ولد الزنا پر مخصوص نہین
لہذا حد نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اقر علی نفسہ بالدیاثۃ او عرف بہا لا یقتل ما لم یستحل ویبالغ فی تعزیرہ اولیاء عن جواہر الفتاوی اقرار کیا ایک شخص نے اپنی ذات
کے دیوث ہونیکا یا اس فعل قبیح کر کے مشہور ہے تو قتل نہ کیا جاویگا جب تک دیوثی کو حلال نہ جانے اور اسکی تعزیر مین شدت اور سختی کیجاوے یا وہ شخص اپنی زوجہ سے
لعان کرے کذا فی جواہر الفتاوی ہم مرد اس اقرار سے اپنی زوجہ کا قاذف ہوا تو اسپر تعزیر لازم ہے یا لعان بصورت عدم تکذیب نفس یا حد لازم ہے جب اپنے جھوٹ کا
اقرار کرے اور محصن بھی ہو کذا فی المنح وفیہا فاسق تاب قال ان رجعت الی ذلک فاشہدوا علیہ انہ رافضی فرجع لا یکون رافضیا بل عاصیا ولو قال ان رجع
فہو کافر فرجع لزمہ کفارۃ یمین اور اسمین یعنی جواہر الفتاوی مین ہے فاسق نے توبہ کی کسی فعل بد سے اور کہا کہ اگر مین پھر یہ کام کرون تو تم اسپر گواہی دو کہ وہ رافضی
ہے سو اسنے پھر وہی فعل کیا تو وہ رافضی نہو جائیگا بلکہ گنہگار ہوگا اور اگر یون کہا کہ اگر مین پھر یہ فعل کرون تو وہ کافر ہو سو پھر وہی فعل کیا تو اسپر کفارہ قسم کا لازم ہوا اسواسطے کہ تعلیق
بالکفر یمین ہے لا تعزیر بیا حمار یا خنزیر یا کلب یا تیس یا قرد یا بقر یا حیۃ لظہور کذبہ واستحسن فی الہدایۃ التعزیر اذا کان المخاطب من الاشراف وتبعہ الزیلعی وغیرہ تعزیر نہین
یون کہنے سے کہ اے گدھے اے سور اے کتے اے بکری اے بندر اے بیل اے سانپ تعزیر نہین ان الفاظ مین بسبب ظاہر ہونے اسکے جھوٹ کے اور ہدایہ مین تعزیر
مستحسن جانی ہے اگر مخاطب اشراف یعنی علما اور سادات سے ہو اور صاحب ہدایہ کے زیلعی وغیرہ تابع ہین استحسان مین یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام وابوہ لیس
کذلک واوجب الزیلعی التعزیر فی یا ابن الحجام اور تعزیر نہین یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام کہنے سے اور حالانکہ مخاطب کا باپ حجام نہین اور زیلعی نے یا ابن الحجام کہنے مین
تعزیر واجب جانی ہے ہم زیلعی نے کہا کہ یا حجام مین تعزیر نہین بسبب کہنے کے اسواسطے کہ مخاطب کا حجامت کرنا یقینی نہین اور یا ابن الحجام مین تعزیر ہے مخاطب کے باپ کے
مرجانے سے یعنی سامعین کو شبہہ پڑیگا کہ شاید مخاطب کا باپ حجام تھا تو اسکو عیب لاحق ہوا اور صاحب نہر نے اسکو رد کیا ہے کہ مسئلہ مذکورہ مخاطب کے باپ کے
موت سے مقید نہین ہم حجام وہ ہے جو پچھنے لگا دے اور ہندوستان مین حلاق اور مزین کو یعنی نائی کو حجام بولتے ہین و ابلہ وہ جو غافل ہو مطلقا یا شر سے غافل اور احمق وہ جسکو
کچھ تمیز نہو کذا فی الطحطاوی یا مواجر لانہ عرفا بمعنی المؤجر اور یا مواجر مین تعزیر نہین اسواسطے کہ عرف مین بمعنی موجر کے ہے ہم صاحب نے کہا کہ مواجر وہ شخص جو اپنی وجہ

زنا کیواسطے اجرت لیکر لیکن ہمارے عرف میں ہوا جو معنی موجر مستعمل ہے یعنے ٹھیکہ کرنیوالا اور ٹھیکہ کرنا شرعا عیب نہیں لہذا تعزیر نہیں طحطاوی نے کہا لیکن اگر قائل معنی لغوی کا ارادہ کریگا تو تعزیر
دیا جاویگا اسواسطے کہ وہ مانند دیوث کے ہے یا لچا ہو الہالون بالفارسیۃ فی الملتقط سے عرفا یعزر فیہما وفی ولد الحرام نہر اور تعزیر نہیں یا لچا کہنے میں اسیواسطے کہ عالم اسکو بولتے ہیں
لیکن معنی اُسکے نہیں جانتے کذا فی النہر عن الدرر فارسی زبان میں لچا اُسکو کہتے ہیں جو اعلام کرا دے اور ملتقط میں ہے کہ ہمارے عرف میں یا مولے اور لچا دونوں میں تعزیر ہے اور ولد الحرام
میں بھی تعزیر ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق میں جو عبارت ملتقط سے موجود نہیں لیکہ اسمیں یون ہے کہ لائق یہ ہے کہ یا ولد الحرام میں تعزیر واجب نہو بلکہ اولی ہے حرام اسلئے کہ وہ
اتھے اور مترجم نے بھی نہر الفائق کو دیکھا اسمیں ملتقط کی روایت نہیں پائی شاید کسی نسخہ میں ہو واللہ اعلم لچا بالفتح موحدہ و غین معجمہ مشددہ اور اسکو باغاجی کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی
وعن البحر والضابط انہ متی نسبہ الی فعل اختیاری محرم شرعا ولیعد عارا عرفا یعزر والا لا ابن کمال الفاظ مذکورہ کی تعزیر اور عدم تعزیر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب قائل نے مخاطب کو منسوب کیا
اُس فعل اختیاری کیطرف جو شرعا حرام ہے اور عرفا عار اور عیب گنا جاتا ہے تو اُسمیں تعزیر ہے قائل پر اور اگر ایسا نہیں یعنے وہ فعل منسوب اختیاری نہیں اور یا اختیاری ہے
مگر شرعا حرام نہیں یا حرام ہے لیکن عرف اور رواج میں ننگ و عار نہیں تو اسمیں تعزیر نہیں کذا ذکرہ ابن کمال ہم فعل اختیاری کی قید سے یا کلب یا مانند اسکے نکل گیا
اور حرام شرعی کی قید سے یا حجر معنی موجر نکل گیا یا ضحکۃ بسکون الحاء من یضحک علیہ الناس یا ضحکۃ بفتحہا فہو من یضحک علی الناس کذا یا سخرۃ واختار فی الغایۃ
التعزیر فیہما وفی یا ساحر یا مقامر وفی الملتقی واستحسنوا التعزیر لو المقول لہ فقیہا او علویا اور تعزیر نہیں یا ضحکہ کہنے سے ضحکہ بضم ضاد و سکون حاء وہ شخص ہے جسپر
لوگ ہنسیں اور اسیطرح یا سخرہ ہے یعنے بضم سین و سکون خاء معجمہ وہ شخص ہے جس سے لوگ مسخراپن کریں اور ضحکہ بفتح حاء وہ ہے جو لوگوں سے ہنسی کرے اور سخرہ
بفتح خاء معجمہ وہ ہے جو لوگوں سے مسخراپن کرے اور غایۃ البیان میں ہے کہ یا ضحکہ اور یا سخرہ میں تعزیر دینا مختار ہے اور یا ساحر اور یا مقامر میں اور ملتقی میں ہے کہ فقہا نے
تعزیر کو مستحسن جانا ہے اگر مخاطب فقیہ یا علوی ہو ہم طحطاوی نے کہا ملتقی میں استحسان تعزیر جمیع الفاظ مذکورہ کے بعد ہے نہ فقط ضحکہ وغیرہ کے بعد اور ضحکہ بفتح
حاء مہملہ و سخرہ بفتح خاء معجمہ وہ شخص ہے جو غیر سے ہنسی کرے یا مسخراپن کرے نہر الفائق میں ہے کہ یا لاہی یا مسخرہ یا مقامر یا سوقی یا کشخان میں تعزیر ہے کشخان
مرادف دیوث ہے ادعی سرقۃ علی شخص وعجز عن اثباتہا لا یعزر کما لو ادعی علی آخر بدعوی توجب تکفیرہ وعجز المدعی عن اثبات ما ادعاہ
فانہ لا شیء علیہ اذا صدر الکلام علی وجہ الدعوی عند حاکم شرعی اما اذا صدر علی وجہ السب او الانتقاص فانہ یعزر فتاوی قاری الہدایۃ دعوی کیا
چوری کا ایک شخص پر اور عاجز ہوا اُسکے اثبات سے تو تعزیر نہ دیا جاویگا اسواسطے کہ اس دعوی سے مقصود اپنے مال کی تحصیل ہے نہ سب اور دشنام
چنانچہ اگر دعوی کیا دوسرے پر ایسا دعوی کہ جو موجب ہے مدعا علیہ کی تکفیر کا اور عاجز ہوا مدعی دعوی کے ثابت کرنے سے تو اُسپر کچھ نہیں بشرطیکہ اُسکا یہ کلام صادر
ہوا ہو بطریق دعوی کے حاکم شرعی کے پاس اور اگر یہ کلام بطور دشنام یا انتقاص کے صادر ہوا تو وہ تعزیر دیا جاویگا کذا فی فتاوی قاری الہدایہ بخلاف
دعوی الزنا فانہ اذا لم یثبت یحد للقذف بخلاف دعوی زنا کے اسواسطے کہ اگر زنا ثابت نہوگا تو مدعی پر حد جاری جاویگی بدلیل گذشتہ یعنے اثبات زنا بدون
نسبت الی الزنا ممکن نہیں تو نسبت مقصود ہوئی اور اثبات مال کا بدون نسبت اسکے السرقۃ متصور ہے تو نسبت الی السرقۃ مقصود بالذات نہوئی
بلکہ حصول المال مقصود بالذات ٹھہرا وہو ای التعزیر حق العبد غالب فیہ اور وہ یعنی تعزیر میں حق العبد غالب ہے یعنے حق العبد کی افراد تعزیر میں غالب ہیں حق اللہ کی افراد سے اور
مراد نہیں کہ حق العبد اور حق اللہ دونوں تعزیر میں مجتمع ہیں اور حق العبد غالب ہے کذا فی الطحطاوی فیجوز فیہ الابراء والعفو والتکفیل زیلعی جب تعزیر میں حق العبد کی افراد
غالب ہوئیں تو تعزیر میں ابراء اور عفو اور مجرم کی حاضر ضامنی کرنا جائز ہے کذا فی شرح الزیلعی ہم ابراء اور عفو میں یہ فرق ہے کہ ابراء قبل نالش کے ہوتا ہے اور عفو بعد نالش کے والیمین
ویحلف باللہ ما لہ علیک ھذا الحق الذی یدعی لا باللہ ما قلت خلاصۃ اور یمین جائز ہے تعزیر میں یعنی جبکہ وہ گالی دینے کا منکر ہو تو حاکم اُس سے یون قسم لے اللہ کی کہ
مدعی کا تجھپر وہ حق نہیں جسکا وہ دعوی کرتا ہے تو مدعا علیہ سے قسم اللہ کی یون لے نہیں کہا کذا فی الخلاصۃ والشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ رجل وامرأتین
کما فی حقوق العباد اور گواہی پر گواہی اور گواہی ایک مرد اور دو عورتوں کی تعزیر میں جائز ہے چنانچہ حقوق العباد میں سب امور مذکورہ جاری ہیں کیونکہ لما

حق اللہ تعالیٰ فلا عفو فیہ الا اذا علم الامام انزجار الفاعل اور تعزیر حق اللہ بھی ہوتی ہے تو اُسمیں معاف کرنا حاکم کو جائز نہیں مگر جب کہ امام فاعل کا باز رہنا
قبل تعزیر کے معلوم کرے تو اس شرط سے معاف کرنا البتہ جائز ہے کذا فی فتح القدیر ولا یمین کما لو ادعی علیہ انہ قبل اختہ مثلا اور حق اللہ کی تعزیر میں قسم نہیں چنانچہ
ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اُسنے اُسکی بہن کا بوسہ لیا ہے مثلاً اور مدعا علیہ منکر ہے اور گواہ نہیں تو مدعا علیہ سے قسم نہ لیجائیگی ویجوز اثباتہ بمدع شہد بہ
فیکون مدعیا وشاہدا لو معہ آخر اور جائز ہے اثبات حق اللہ کا اُس مدعی سے جس نے اپنے دعوے کی گواہی بھی دی تو وہ مدعی اور شاہد دونوں ہوگا بشرطیکہ اُسکے ساتھ
دوسرا شاہد موجود ہو اور ایسا اثبات حق العبد میں جائز نہیں فما فی القنیۃ وغیرہا لو کان المدعی علیہ ذا مروۃ وکان اول ما فعل یوعظ استحسانا فلا یعزر یجب ان
یکون فی حقوق اللہ تعالی فان حقوق العباد لیس للقاضی اسقاطہا فتح اور جو قول قنیہ وغیرہ میں ہے کہ اگر مدعا علیہ صاحب مروت ہو اور اول بار اس سے قصور ہوا ہو
تو وہ نصیحت اور پند دیا جاوے بنابر استحسان کے اور تعزیر نہ دیا جاوے واجب ہے کہ یہ قول حقوق اللہ میں محمول ہو اسواسطے کہ حقوق العباد کا اسقاط
قاضی کو جائز نہیں کذا فی الفتح صاحب فتح القدیر نے کہا کہ مروت میرے نزدیک دین اور تقویٰ میں ہے طحطاوی نے کہا بعضے علما نے کہا کہ قنیہ کی روایت کو حق
اللہ پر محمول کرنا کچھ ضرور نہیں جائز ہے کہ اسکا محمل آدمی کا حق ہو اور شاتم اُس قسم کا انسان ہو جسکی تعزیر فقط دار القضا تک کھینچ جانا ہو اسواسطے کہ محمد بن حسن سے مروی ہے کہ اگر
لوگوں کا گالی دینے والا صاحب مروت ہو تو نصیحت کیا جاوے اور اگر اس سے کمتر ہو تو قید کیا جاوے اور اگر اکثر گالی دیا کرتا ہو تو مارا بھی جاوے اور قید بھی کیا جاوے وفی کراہیۃ
رجل یصلی ویضر الناس بیدہ ولسانہ فلا بأس باعلام السلطان بہ لینزجر یفید انہ من باب الاخبار وان اعلام القاضی بذلک یکفی لتعزیرہ نہر اور ظہیریہ کی کتاب الکراہیۃ
میں ہے کہ ایک مرد نماز پڑھتا ہے اور لوگوں کو ضرر پہنچاتا ہے اپنے ہاتھ اور زبان سے یعنی مارتا ہے اور سخت گیری کرتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اس امر کی حاکم کو اطلاع کر دینے
میں تاکہ وہ باز رہے اسکا مفید یہ ہے کہ یہ اعلام از قسم اخبار ہے تو بغیر لفظ شہادت اور مجلس قضا کی اسمیں حاجت نہیں ہے کہ قاضی کا یہ اعلام اسکی تعزیر میں کافی ہے کذا فی النہر ملخصا
من الکفالۃ معزیا للبحر وغیرہ للقاضی تعزیر المتہم وان لم یثبت علیہ شارح کہتا ہے اور نہر الفائق میں کتاب الکفالۃ سے بحر الرائق وغیرہ کی طرف نسبت کرکے کہا ہے
کہ قاضی کو جائز ہے تعزیر متہم کی اگرچہ اسپر وہ گناہ ثابت نہو بحر الرائق میں ہے کہ تہمت ثابت ہوتی ہے دو مستور یا ایک عادل کی گواہی سے تو ظاہرا ایک مستور اور
ایک فاسق گواہ سے تہمت ثابت نہیں تو تعزیر بالتہمت بھی جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وکل تعزیر للہ تعالی یکفی فیہ خبر العدل لانہ فی حقوقہ تعالی یقضی فیہا بعلمہ اتفاقا
اور جو تعزیر بسبب حق اللہ کے ہے اُسمیں ایک عادل کی خبر کافی ہے اسواسطے کہ حقوق اللہ میں قاضی اپنے علم پر حکم دیتا ہے بالاتفاق یعنی شاہد واحد سے قاضی کو علم حاصل
ہوتا ہے طحطاوی نے کہا یہ قول منافی ہے سابق کے فیکون مدعیا شاہدا لو معہ آخر فلیتامل فیہا الجرح المجرد کما مر اور حقوق اللہ میں جرح مجرد شاہد بلا بیان سبب فسق مقبول
ہے چنانچہ مذکور ہو چکا طحطاوی نے کہا کہ سابق میں یہ مضمون نہیں مذکور ہوا بلکہ بیان حق اللہ اور حق العبد میں البتہ قبول کی شرط مذکور ہو چکا ہے وعلیہ فما یکتب من المحاضر فی
حق الانسان یعمل بہ فی حقوق اللہ تعالی ومن افتی بتعزیر الکاتب فقد اخطأ انتہی ملخصا اور بنا بر اسکے یعنی حق اللہ میں خبر واحد کے مقبول ہونے پر جو محضر
حق انسان میں لکھے جاتے ہیں اُسپر عمل کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ کے حقوق میں اور جسنے فتویٰ دیا ہے تعزیر کاتب کا اُسنے خطا کی انتہی کلام النہر ملخصا صاحب نہر نے
کتاب الکفالۃ میں کہا کہ حقوق اللہ میں اخبار واحد عادل کافی ہے اور خبر دینا جیسا زبان سے ہوتا ہے ویسا ہی لکھنے سے بھی ہوتا ہے اور فقہا نے کہا ہے کہ جرح اور تعدیل میں
کتابت ایک عادل کی قاضی کیطرف کافی ہے تو بنا بر اسکے جو محاضر حق انسان میں لکھے جاتے ہیں تو حاکم کو اُسپر اعتماد کرنا عدول سے جائز ہے اور موجب اُسکے حقوق
اللہ میں عمل کرنا چاہیے اور بعضے فتویٰ دیا ہے کہ محاضر کے کاتب کو کچھ الزام نہیں پہنچتا ہے اور جو تعزیر کا فتویٰ دیا ہے اُسنے خطا کی انتہی مشہور ہے طحطاوی نے کہا شاید مقصد
یہاں وہ مراد ہے جسکو اہل اسلام وقف کے متولی یا کسی قریہ کے قاضی کے ظلم کا کاغذ لکھکر قاضی القضاۃ کے پاس نالش کے واسطے بھیجیں وفی کفالۃ العینی عن الثانی من
یجمع الخمر ویشربہ ویترک الصلاۃ احبسہ وادبہ ثم اخرجہ ومن یتہم بالقتل والسرقۃ وضرب الناس احبسہ واخلدہ فی السجن حتی یتوب لان شر ہذا علی الناس وشر الاول
علی نفسہ اور شرح عینی کی کتاب الکفالۃ میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ جو شخص شراب جمع کرتا ہو اور پیتا ہو اور نماز ترک کرتا ہو اُسکو حاکم قید کرے اور ادب کے لیے مارے پھر

قید سے چھوڑ دے اور جو شخص متہم ہو ساتھ قتل کرنے اور چورانے اور لوگوں کے مارنے کے اسکو حاکم قید کرے اور ہمیشہ اسکو قیدخانہ میں رکھے یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اسواسطے کہ اس شخص کا
شر لوگوں پر ہے اور پہلے شخص کا شر اپنی ذات پر ہے مع ثبوت تہمت کا طریقہ عنقریب گذرا شتم مسلم ذمیاً عزر لانہ ارتکب معصیۃ فتقیید مسائل الشتم بالمسلم اتفاقی فتح گالی دی
مسلم نے کافر ذمی کو تو تعزیر دیا جاوے اسواسطے کہ اسنے گناہ کیا تو مسائل شتم میں مسلم کی قید لگانی اتفاقی ہے کذا فی الفتح وفی القنیۃ قال لیہودی او مجوسی یا کافر یاثم
ان شق علیہ ومقتضاہ انہ یعزر لارتکابہ الاثم بحر واقرہ المصنف لکن نظر فیہ فی النہر قلت ولعل وجہہ مامر فی یا فاسق فتامل اور قنیہ میں ہے کہ کہا یہودی یا مجوسی
کو یا کافر تو گنہگار ہوگا اگر اسکو برا معلوم ہوا اور مقتضا اس قول کا یہ ہے کہ قائل تعزیر دیا جاویگا بسبب ارتکاب گناہ کے کذا فی البحر اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے
لیکن نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہے شارح کہتا ہے شاید کہ وجہ اعتراض وہ ہے جو یا فاسق میں گذری سو تامل کر اسمیں ہم وجہ اعتراض یا فاسق میں اسطرح کی مذکور ہوئی
کہ یہودی و مجوسی نے کفر کا عیب اپنی ذات میں خود لگایا قایل کے قول سے پہلے شارح نے بلفظ تامل اس وجہ کے ضعیف ہونے پر اشارہ کیا یعنے اگرچہ کافر نے کفر کا عیب آپ
لگایا لیکن اہل اسلام نے بسبب عقد ذمہ اسکے عدم ایذا کا التزام کیا ہے تو اب اسکو کافر کہکر ایذا دینا صریح عہدشکنی ہے یعزر المولی عبدہ والزوج زوجتہ ولو صغیرۃ لما سیجی علی
ترکہا الزینۃ الشرعیۃ مع قدرتہا علیہا تعزیر دے مولی اپنے غلام کو اور زوج اپنی زوجہ کو شرعی سنگار کے چھوڑنے پر باوجود اسکے قادر ہونے کے اسپر اگرچہ زوجہ صغیرہ ہو
چنانچہ اسکا بیان قریب آویگا اور زینت شرعی کی قید سے معلوم ہوا کہ مردوں کی سی زینت فاحشہ عورتوں کی سی زینت زوج زوجہ سے نہیں کرواسکتا ہے وترکہا غسل
الجنابۃ وعلی الخروج من المنزل لو بغیر حق وترک الاجابۃ الی الفراش لو طاہرۃ من نحو حیض اور تعزیر دے زوج زوجہ کو غسل جنابت کے ترک کرنے سے
اور تعزیر دے گھر سے باہر نکلنے پر اگر ناحق نکلے اور تعزیر دے نہ پاس لیٹنے پر اگر وہ حیض وغیرہ سے پاک ہو ترک اجابت سے مراد عدم تمکین جماع ہے ویلحق بذلک مالو ضربت ولدہا الصغیر
عند بکایہ او ضربت جاریتہ غیرۃ ولا تتعظ بوعظہ او شتمتہ ولو بنحو یا حمار او ادعت علیہ او مزقت ثیابہ او کلمتہ لیسمعہا اجنبی او کشفت وجہہا لغیر محرم او کلمتہ او شتمتہ او اعطت
مالم تجر العادۃ بہ بلا اذنہ اور ملحق ہیں اسکے ساتھ یعنے لزوم تعزیر امور مذکورہ کے ساتھ یہ امور ملحق ہیں کہ اگر زوجہ نے اپنے ولد صغیر کو اسکے رونے کے
وقت مارا یا زوج کی لونڈی کو رشک اور جلن سے مارا اور زوج کی نصیحت کو نہ مانتی ہو یا زوجہ نے زوج کو گالی دی اگرچہ مانند یا حمار کے کوئی مکروہ کلمہ کہا یا
زوج کو بد دعا دی یا اسکے کپڑے پھاڑے یا زوج سے اسطرح پکار کے بولے تا اسکو اجنبی مرد سنے یا اپنا منہ کھولا یا غیرمحرم کے سامنے یا غیرمحرم سے کلام کیا یا اسکو گالی دی
یا کسیکو کوئی چیز دی جسکے دینے کا دستور نہیں بدون اجازت زوج کے یعنے ان سب امور میں زوج اسکو تعزیر دیسکتا ہے والضابط کل معصیۃ لاحد فیہا فللزوج والمولی
التعزیر ولیس منہ مالو طلبت نفقتہا او کسوتہا والحت لان لصاحب الحق مقالا بحر اور قاعدہ کلیہ امور مذکورہ کے دریافت کرنیکا یہ ہے کہ جس گناہ میں شرعاً حد مقرر
نہو تو اسمیں زوج اور مولی کو تعزیر کا اختیار ہے اور یہ تعزیر کی چیز نہیں اگر زوجہ نے اپنا نفقہ یا لباس مانگا اور اسمیں سخت طلبی و جھگڑا کیا اسواسطے کہ قادر کو
اپنے حق کی طلب میں گفتگو کا اختیار ہے کذا فی البحر الرائق ولا علی ترک الصلوۃ لان المنفعۃ لا تعود الیہ بل الیہا کذا اعتمدہ المصنف تبعا للدرر علی خلاف
ما فی الکنز والملتقی واستظہرہ فی حظر المجتبی اور تعزیر نہیں دے زوجہ کے نماز نہ پڑھنے پر اسواسطے کہ منفعت اسکی نماز کی زوج کی طرف نہیں پھرتی بلکہ زوجہ کی طرف ہے
تو زوج کا کچھ نقصان نہیں جو تعزیر دے اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے درر غرر کی پیروی کرکے کنز اور ملتقی الابحر کے برخلاف یعنی کنز اور ملتقی میں ترک صلوۃ
پہ تعزیر مصرح ہے اور مجتبی کی کتاب الحظر میں اسی قول کو ظاہر جانا ہے ہم مفتی ابوالسعود نے کہا کہ موافق کنز اور ملتقی کے اکثر اہل مذہب کے نزدیک ترک صلوۃ
پہ تعزیر ہے اور بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ اگر میں حق تعالے کے حضور میں حاضر ہوں اور زوجہ کا مہر میری گردن پر ہو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ بے نماز زوجہ کے
ساتھ رہوں کذا فی الطحطاوی وللاب تعزیر الابن علیہ وقدمنا ان للولی ضرب ابن سبع علی الصلاۃ ویلحق بہ الزوج نہر اور باپ تعزیر دے ولد کو ترک صلوۃ
پر صاحب نہر الفائق نے کہا کہ ہمنے کتاب الصلوۃ میں مقدم ذکر کیا کہ ولی کو جائز ہے مارنا سات برس کے صغیر کا نماز پر اور ولی کے ساتھ زوج ملحق ہے حکم مذکور میں ہم
اور شارح نے کتاب الصلوۃ میں سات برس والے کو امر کرنا اور دس برس والے کو نماز پر مارنا ذکر کیا ہے وفی القنیۃ لہ اکراہ طفلہ علی تعلم قرآن وادب وعلم لفرضیتہ علی الوالدین و قنیہ میں ہے

کہ ولی کو جائز ہے اپنے طفل پر زبردستی کرنا قرآن اور ادب اور علم سیکھنے پر بسبب اسکے فرض ہونے کے والدین پر وله ضرب الیتیم فیما یضرب ولده اور ولی کو جائز ہے یتیم کا مارنا اُن
امر میں جسمین اپنے ولد کو مارتا ہے یعنے ترک صلوٰة وغیرہ میں جیسا صاحب بحر نے آثار اور اخبار سے یہ امر ثابت کیا ہے الصغر لا یمنع وجوب التعزیر فیجری بین الصبیان طفلی وجوب
تعزیر کی مانع نہیں تو تعزیر لڑکون مین بھی جاری ہے یعنے اگر ایک لڑکا دوسرے کو مارے تو تعزیر دیا جاوے وهذا لو حق عبد اما لو کان حق الله بان زنا او سرق منع الصغر منه
مجتبی اور یہ یعنے عدم منع تعزیر صغیر بشرط حق العبد ہے اور اگر حق اللہ ہو اسطرح پر کہ نابالغ نے زنا کیا یا چوری کی تو طفلی تعزیر سے اسمین مانع ہے کذا فی المجتبی من حد او
عزر فهلك فدمه هدر الا امرأة عزرها زوجها لمثل ما مر فماتت لان تأديبه مباح فيتقيد بشرط السلامة قال المصنف وبهذا ظهر انه لا يجب على الزوج ضرب
زوجته اصلا جس شخص پر حد یا تعزیر واقع ہوئی پھر وہ مرگیا تو خون اُسکا رائگان اور باطل ہے یعنے ضمان نہیں بسبب امتثال امر شارع کے مگر وہ عورت
جسکو اُسکے زوج نے تعزیر دی امور مذکورہ مین سو وہ مرگئی تو اُسکا خون باطل نہیں اسواسطے کہ تادیب زوج کی مباح ہے تو مقید بشرط سلامتی کی ہوگی
مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اس تعلیل سے ظاہر ہوا کہ زوج پر اپنی زوجہ کی ضرب اصلا واجب نہین اسواسطے کہ اگر واجب ہوتی تو خون کا ضمان نہوتا ادعت علی
زوجها ضربا فاحشا وثبت ذلك عليه عزر كما لو ضرب المعلم الصبي ضربا فاحشا فانه يعزر ويضمنه لو مات شمنی زوجہ نے اپنے زوج پر ضرب فاحش یعنے ضرب
زائد غیر معتاد کا دعوی کیا اور یہ دعوی گواہون سے اُسپر ثابت ہوگیا تو تعزیر دیا جاویگا جیسا کہ اگر معلم نے صغیر کو عادت سے زیادہ مارا تو اُسکو تعزیر دیجاوے گی
اور معلم ضامن ہوگا اُسکے خون کا اگر وہ اُس ضرب سے مرگیا کذا ذکرہ الشمنی هم طحطاوی نے کہا زوجہ کے دعوے مین ضرب فاحش مجرد تصویر ہے قید نہین
اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب زوج زوجہ کو ناحق ماریگا تو اُسپر تعزیر واجب ہے شرح ملتقی مین ہے کہ امام مالک اور احمد کے نزدیک شوہر اور معلم
تعزیر مین ضامن نہین اور نہ باپ تادیب مین اور نہ دادا اور نہ وصی اگر ضرب معتاد ہے والا ضامن ہے باجماع فقہا وعن الثاني لو زاد القاضي على مائة فمات فنصف
الدية في بيت المال لقتله بفعل مأذون فيه وغير مأذون فيتنصف زيلعي اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر قاضی نے سو کوڑے سے زیادہ مارے سو مضروب مرگیا
تو نصف دیت اُسکی بیت المال مین ہے یعنے اور نصف باقی قاضی پر بسبب اسکے مقتول ہونے کے اس فعل سے جسمین شرع کا اذن تھا اور اُس فعل سے جسمین اذن
شرع نہ تھا تو دیت آدھون آدھ کیجاویگی کذا فی شرح الزیلعی هم طحطاوی نے کہا یہ قول ضعیف معارض ہے ماتن کے قول کے یعنے جو حد اور تعزیر مین مرجاوے اُسکا خون
باطل ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو مذکور نہ کرتا فروع مسائل ملحقہ شارح کا ارتدت لتفارق زوجها تجبر على الاسلام وتعزر خمسة وسبعين سوطا ولا تتزوج بغيره به يفتى ملتقط
عورت مرتد ہوگئی اسواسطے کہ اپنے زوج کو چھوڑ دے تو جبر کیا جاوے اُسکے اسلام لانے پر اور اُسپر پچہتر کوڑے تعزیر مارے جاوین بقول ابو یوسف اور نکاح نہ کرے
غیر زوج سے اسیکا فتوی ہے کذا فی الملتقط هم کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکا کہ ایسی عورت کی تجدید نکاح پر جبر کیا جاوے تھوڑے سے مہر پر ارتحل الی مذهب
الشافعي يعزر سراجية حنفی مذہب نے شافعی مذہب کی طرف انتقال کیا تو اُسکو تعزیر دیجاوے کذا فی السراجیة هم تعزیر اُسوقت ہے جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے مذہب کو حقارت
باطل اعتقاد کرکے شافعی المذہب ہوجاوے اور اگر بضرورت انتقال کرے جیسا کہ اتباع مذہب شافعی مین آسانی پاوے تو پھر تعزیر کا حکم نہین چنانچہ حموی نے تراجم
سے نقل کیا کہ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے سوال ہوا کہ شافعی المذہب حنفی ہوگیا پھر اُسنے مذہب اول کیطرف عود کرنیکا ارادہ کیا تو جواب دیا کہ ثابت رہنا
امام اعظم کے مذہب پر بہتر اور خوبتر ہے اور یہ جو بعضون نے کہا کہ اُسکو اشد تعزیر دے اسواسطے کہ اُسنے ادون یعنی کمتر از حقیر مذہب کی طرف انتقال کیا سو اس قول کو
کوئی پسند نہین کرتا مشہور یعنے متعصب پر زور اور قول بانصاف وہ ہے جو محقق ابن الہمام نے کہا یعنے ایک مذہب سے دوسرے مذہب کا انتقال کرنے والا اجتہاد
اور برہان سے عاصی مستوجب تعزیر ہے تو بلا اجتہاد اور برہان انتقال کرنا بطریق اولی لائق تعزیر ہوگا انتہی تو اسمین مطلق انتقال کو موجب تعزیر کہا خواہ حنفی شافعی
ہوجاوے بلا ضرورت یا شافعی حنفی ہوجاوے وعلی هذا القیاس مالکی حنبلی اور شرح ملتقی مین ہے کہ جو شافعی کہ حنفی ہوگیا پھر اُسنے مذہب اول کیطرف عود کیا
تو اُسپر تعزیر دیجاویگی موجب ایک قول کے انتہی اور وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ شخص تردد بین المذاہب سے مثل عیب ہوگیا یعنے مذاہب کے ساتھ لہو ولعب کرتا ہے

مستحق تعزیر ہوا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قذف کیا بالتعریض یعزر جاوی قذف کیا بطریق تعریض اور رمز کے تو تعزیر دیا جاوے کذا فی الحاوی یعنی چنانچہ یون کہے کہ مین زانی
نہین مراد یہ کہ تو زانی ہی تعزیر اسواسطے ہوئی کہ صریح نسبت زنا نہین جو قائل پر حد ہوتی زنی بامرأۃ میتۃ یعزر اختیار زنا کیا مردہ عورت سے تو تعزیر دیا جاوے کذا فی الاختیار
ادعی علی آخر انہ وطی امتہ وحبلت ونقصت فان برہن فلہ قیمۃ النقصان وان حلف خصمہ فلہ تعزیر المدعی ہیند دعوی کیا دوسرے پر کہ اسنے اسکی لونڈی سے قربت کی
اور وہ حاملہ ہو تو اسکی قیمت ناقص ہوگئی تو اگر مدعی نے اپنا دعوی گواہون سے ثابت کیا تو مدعی کو قیمت نقصان کی دلائی جاوے گی یہ حاصل ہے اور اگر مدعا علیہ قسم
کھائی عدم وطی کی بصورت عدم شہادت تو اسکو تعزیر مدعی کا اختیار ہے کذا فی المنیۃ وفی الاشباہ خدع امرأۃ انسان واخرجہا وزوجہا یحبس حتی یتوب او یموت لسعیہ
فی الارض بالفساد اور اشباہ مین ہے کسی نے فریب یا ایک آدمی کی عورت کو اور اسکو نکالا اور اسکا نکاح کر دیا تو فریبی قید کیا جاوے یہان تک کہ توبہ کرے یا قید
مین مرجاوے بسبب سعی کرنے اسکے زمین مین فساد کے ساتھ من لہ دعوی علی آخر فلم یجدہ فامسک اہل الطالب ... المدعی اس شخص کا دعوی تھا دوسرے سے
اسکو نپایا تو اسکے لوگون کو ظالمون کے پاس پکڑوایا سو انھون نے انکو قید کیا ... تو مدعی تعزیر دیا جاوے ولا تعزیر علی الورع الدیار و التعریض تو تمرۃ او تعزیر
دیا جاوے ورع بار و یعنی نالائق پرہیزگاری پر چنانچہ مانند ایک کھجور کے بیچا نام تاتارخانیہ مین مروی ہے کہ خلافت عادلہ کے وقت مین ایک شخص نے کھجور کا ایک
پھل مدینہ کے بازار مین پایا سو اسکو اٹھالیا اور بار بار کہتا تھا کہ کیسی کھجور ہے اس قول سے اسکو اپنے زہد اور تقوی کا اظہار خلق مین منظور تھا امیر المومنین عمر فاروق نے
یہ سنا اور مطلب اسکا پایا فرمایا کہا اسکو یا بارد الورع یہ وہ تقوی ہے جس سے حق تعالی بغض رکھتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ التعزیر لا یسقط بالتوبۃ کالحد تعزیر ساقط
نہین ہوتی توبہ کرنے سے مانند حد کے ثم قال الشیخ الشافعی ذو الہیئات قلت وقد مناہ لاصحابنا عن القنیۃ وغیرہا وزاد الناطفی فی اجناسہ انہ لم یتکرر فیضرب
التعزیر پھر صاحب اشباہ نے کہا اور امام شافعی نے تعزیر سے ... ذوی الہیئات کو مستثنی کیا ہے مین کہتا ہون کہ ہمنے اشباہ مین اپنے اصحاب حنفیہ کے
قول قنیہ سے مقدم کر کے یعنی صاحبان مروت کے حق مین ہم تعزیر ... کی ہے اور ناطفی نے اپنے اجناس مین اتنا زیادہ کیا کہ ... اسوقت تک کہ حد سا
ہی جب تک ایک بار قصور ہوا اور مکرر ہونے مین تو تعزیر دیا جاوے گی طحطاوی نے تمرتاشی کا قول نقل کیا کہ جب شخص دوبارہ قصور کیا تو معلوم ہوگیا کہ وہ صاحب مروت نہین فی التحفہ
تجافوا عن عقوبۃ ... الا فی الحد ... ہے کہ ... دونون ... ہمنے ... صاحبان مروت ... ہی
وفی شرح الجامع الصغیر للمناوی الشافعی فی حدیث الا لا الفین احدکم یوم القیامۃ ... علی رقبتہ ... لہا ثوار او شاۃ لہا ثواج قال لا یؤخذ منہ تحریم السعایۃ
... اور مناوی شافعی کی شرح جامع صغیر مین ... لاؤن کہ آوے قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھا کر اونٹ ... آنا
... یا ... کرتا ہوا یا بھیڑ بکری ... ہوتی ... کہا ... اسکے ... وانند ... تفضیح کے واسطے نکلتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
مناوی کی عبارت کا یہ مضمون ہے کہ ... گمان ہے کہ ... کی حالت کو اس حدیث سے نکالی ہے لغت عرب مین ... اونٹ کی آواز کو کہتے
اور ... آواز کو کہتے ہین اور ثواج ... بکری کی آواز کو بولتے ہین کذا فی الطحطاوی ہم حدیث سے فہم ...
... اور ... جانور ... گردن پر ... لادی ہوئی آوے گا فضیحت کرنے کو ... یہان تک ہے اقوال شارح اشباہ سے نقل کیے ہم اگر کسی کو
کسی نے یا مخنث کہا تو بہتر ہے کہ صبر کرے اور اگر حاکم سے تعزیر دلا دے تو جائز ہے اور اگر یون جواب دے کہ تو مخنث ہے تو کچھ مضائقہ نہین اگر غلام یا زوجہ بے ادبی کرے تو مولے اور زوج کو تادیب
حلال ہے اور جو شراب خوارون کی مجلس مین حاضر ہو تو اسپر تعزیر ہے اگرچہ شراب نہ پیتا ہو اور جسکے پاس شراب ... برتن مین ... رمضان شریف مین کھاتا پیتا ہو تو عمداً تعزیر ہے اور
... اور جو مسلمان ... سود کھاتا ہو تو تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے ... اور مخنث اور نوحہ کر عورت پر تعزیر اور حبس ہے یہان تک کہ توبہ کرے کذا فی فتح القدیر اگر
ایک نے دوسرے کو کہا یا سفلہ یا بے نماز تو اسپر تعزیر ہے اور اگر ایک شخص کسی مقدمہ کا علما سے فتوی لکھا کر اپنے خصم کے پاس لایا تو مخاصم نے کہا کہ مین اسپر عمل نہین کرتا یا یون کہا کہ ایسا نہین ہے جیسا
علما نے فتوی دیا ہے یا ... جاہل اہل علم کو حقیر سے ذکر کرتا ہے تو اسپر تعزیر واجب ہے آدمی کے حق مین بہتر یہ ہے کہ جب اس سے کہا جاوے کہ کون چیز موجب حد اور تعزیر ہی

تو اسکا جواب دے کتابت صکوک اور خطوط کی رو سے یعنے جعلی اسناد بنانا موجب تعزیر ہے احکام شرعی کو بطور مزاح کے ذکر کرنا موجب تعزیر ہے اور جو مسلمان کو طمانچہ مارے یا اُسکی پگڑی سر سے اُچھال دے بازار میں تو اُسپر تعزیر ہے کذا فی العالمگیریہ

کتاب السرقہ

یہ کتاب ہے سرقہ یعنے چوری کے احکام میں سرقہ بفتح سین و کسر راء مہملہ ہے اور بسکون را بھی جائز ہے چونکہ مقصود حد و سے حفظ نفس اور حفظ عقل اور حفظ آبرو ہے لہذا حدود کے بعد کتاب السرقہ کا ذکر کرنا مناسب ہوا اسواسطے کہ مال سے مقصود جان اور آبرو کی حفاظت ہے ہی لغۃ اخذ الشیء من الغیر خفیۃ وتسمیۃ المسروق سرقۃ مجاز وہ یعنے چوری لغت میں غیر سے کسی چیز کے لینے کو کہتے ہیں چھپا کر اور مسروق کو جو سرقہ کہتے ہیں تو باعتبار مجاز کہتے ہیں اور سرقہ لغوی میں داخل ہے استراق السمع یعنی چھپکر غیر کی بات سننا کذا فی المنح وشرعا باعتبار الحرمۃ اخذہ کذلک بغیر حق نصابا کان ام لا اور شرع میں باعتبار حرام ہونے کے سرقہ اصطلاح کے لینے سے عبارت ہے یعنے غیر کی چیز چھپا کر ناحق لینا خواہ وہ چیز بقدر نصاب ہے یا نہو وباعتبار القطع اخذ مکلف ولو انثی او عبدا او کافرا او مجنونا حال افاقتہ اور باعتبار ہاتھ کاٹنے کے شرع میں سرقہ عبارت ہے مکلف کے لینے سے اگرچہ مکلف عورت ہو یا غلام یا کافر یا مجنون یعنے مجنون نے اپنے ہوش کی حالت میں چوری کی تو وہ بھی مکلف میں داخل ہے کذا فی النہر سرقہ میں رکن اخذ ہے اور باقیات جنکو ماتن اور شارح ذکر کرینگے وہ شرائط ہیں مصنف نے اخذ کو مطلق کہا تو اخذ حقیقی وحکمی دونوں کو شامل رہا اخذ حقیقی یہ ہے کہ بذات خود چیز کو مکان محفوظ سے نکالے اور اخذ حکمی یہ ہے کہ چند سارق کسی کے مکان میں داخل ہوں اور مال کو چرا دیں اور ایک شخص کی پیٹھ پر لاد کر گھر سے نکلیں تو سب کے ہاتھ کاٹے جاوینگے بنا بر استحسان کے اور مکلف کی قید سے صغیر اور مجنون نکلگئے کہ انپر قطع ید نہیں لیکن مال کی ضمانت ہے کذا فی البحر ناطق بصیر فلا یقطع اخرس لاحتمال نطقہ بشبہۃ ولا اعمی لجہلہ بمال غیرہ مکلف مذکور ناطق اور بصیر ہو تو ناطق کی قید سے گونگے کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اُسکے شبہہ بیان کرنے کے احتمال سے یعنی اگر وہ ناطق ہوتا تو شاید ایسا شبہہ بیان کرتا جس میں قطع ید نہیں اور نہ اندھے کا ہاتھ کاٹا جاویگا بسبب اسکی ناد انستگی کے مال غیر سے یعنے عدم بصارت سے عدم امتیاز اپنے مال کا غیر کے مال سے متصور ہے گو اُسکو دانستگی نہوئی ہو عشرۃ دراہم لم یقل مضروبۃ لما فی المغرب الدراہم اسم للمضروبۃ سرقہ عبارت ہے دس درم کے لینے سے مصنف نے دراہم مضروبہ نہ کہا یعنے سکہ دار اسواسطے کہ مغرب میں ہے کہ دراہم سکہ دار ہی کا نام ہے یعنے درہم کی حقیقت میں ضرب داخل ہے تو اب ضرب کے ذکر کرنیکی کیا حاجت ہے کہ غیر مضروب کا درم نام نہیں ہے اس میں اختلاف ہے کہ ہر مقدار مال میں قطع ہے یا اس مقدار معین میں جس سے کمتر میں قطع نہیں پہلا قول حسن بصری اور داؤد ظاہری اور خوارج کا ہے بدلیل قرآن اور حدیث کے حق تعالی نے فرمایا (السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما) یعنے چور اور چورنی دونوں کا ہاتھ کاٹو یہ آیت مطلق ہے مقدار معین اسمیں مذکور نہیں اور حدیث متفق علیہ میں رسی اور انڈے کے چرانے میں قطع ید مذکور ہے اور انکے سوا جمیع فقہای امصار اور علماے اقطار اس قول پر متفق ہیں کہ بدون مال معین کے قطع ید نہیں اسواسطے کہ بخاری اور مسلم میں حدیث مرفوع متفق علیہ ہے لا اقطع الا فی ربع دینار فصاعدا یعنے قطع نہیں مگر ربع دینار میں یا اس سے زیادہ میں تو اس حدیث سے اول حدیث کی تاویل واجب ہوئی وس درم یا ربع دینار کی قیمت کی رسی مراد ہے اور بیضہ سے بیضہ حدید مراد ہے یا حدیث اول منسوخ ہے اگر کوئی کہے کہ شاید حدیث ثانی منسوخ ہو تو ترجیح کی کیا وجہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ فی الحقیقۃ کسی حدیث کی تاریخ معلوم نہیں جو ایک حدیث کا منسوخ ہونا متعین ہوجاوے باقی رہی وجہ اولویت حمل سو وہ جمہور کی طرف ہے اسواسطے کہ باب الحدود میں تعارض کے وقت تائید قول جمہور متعین ہے یعنے نظر باحتیاط دفع حد مقدار معین کرنا قطع ید کے واسطے ارجح اور اولی ہے علاوہ اسکے اجماع صحابہ کرام بھی اسی پر منقول ہے تو اسی سے اطلاق آیت کا بھی مقید ہوگیا اور عقل سے بھی اسواسطے کہ حقیر مطلق میں رغبت نہیں ہوتی تو اُسکو کوئی روکتا بھی نہیں چنانچہ گیہوں کا ایک دانہ تو آیت سرقہ مطلق ہو تو ایک گیہوں کے دانہ لینے سے بھی قطع واجب ہو اور تخصیص آیت کی فقط جمہور ہی کے نزدیک نہیں بلکہ ہمارے نزدیک بھی بالاجماع مخصوص ہے جمن الحرز سے پھر جنکے نزدیک مقدار معین قطع میں شرط ہے وہ تعیین مقدار میں مختلف ہیں تو ہمارے اصحاب حنفیہ اور ایک جماعت تابعین کے نزدیک دس درم کی تعیین ہے اور امام شافعی کے نزدیک ربع دینار ہے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک ایک ربع دینار یا تین درم ربع دینار کی حدیث صحیحین سے مذکور ہو چکی اور مسند احمد میں عائشہ صدیقہ سے حدیث مرفوع ہے کہ قطع کر ربع دینار میں اور نہ قطع کرو اس سے کمتر میں اور ربع دینار اُسوقت میں تین درم کا تھا امام مالک نے موطا میں کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ڈھال کی چوری میں قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اترج کی چوری میں قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی اور اصحاب حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ ڈھال کی قیمت تین درم سے زیادہ بھی بروایت صحیح ثابت ہوئی اور اذا بالاکثر

کتاب السرقہ

باب الحدود مین واسطے احتیال ورد حد کے اولی ہو حاکم نے مستدرک مین مجاہد عن ایمن روایت کی کہ قطع ید عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین نہین ہوا مگر ڈھال کی قیمت مین اور
قیمت اسکی اُسوقت مین ایک دینار تھی ہر چند ایمن مین اختلاف ہو کہ صحابی ہو یا تابعی اگر صحابی ہو تو کچھ اشکال نہین اور اگر تابعی ہو تو بقول ابو زرعہ رازی و ابن حبان ثقہ اور حجت ہو تو حدیث مرسل ہوئی اور
مرسل ہمارے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک قادح نہین بلکہ حجت ہو تو اُسکا معتبر رکھنا واجب ہوا تو ثابت ہوا کہ ڈھال کی قیمت مین اختلاف ہوا تین درہم یا دس درہم کا تو اخذ بالاکثر واجب
ہوا اسواسطے کہ شرع نے اس باب مین حد کا ماننا حتی الامکان واجب کیا اور تقویت قول کی نسائی کی روایت ہو عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کہ قیمت ڈھال کی حضرت رسالت کے وقت مین
دس درہم تھی اور یہ روایت دارقطنی او مسند احمد اور اسحق بن راہویہ مین ثابت ہو اور ابن ابی شیبہ مین حدیث مرفوع ہو کہ جو بقدر ڈھال کے قیمت پہونچے تو اسکے صاحب یعنے چرانے والے کا
ہاتھ کاٹا جاوے اور قیمت ڈھال کی دس درہم تھی اور طبرانی نے معجم مین اور عبدالرزاق اور ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی کہ قطع نہین مگر دینار مین یا دس درہم مین اور یہ حدیث مرسل ہو
کہ قاسم بن عبدالرحمن نے ابن مسعود سے روایت کی حالانکہ قاسم کو ابن مسعود سے سماعت نہین لیکن مسند ابو حنیفہ مین عن القاسم بن عبدالرحمن عن ابیہ عن عبداللہ بن مسعود قال کان تقطیع الید علی
عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عشرۃ دراہم تو یہ روایت مرسل نہین بلکہ موصول ہو اور ابن خسرو نے بروایت محمد بن الحسن عن ابی حنیفہ مرفوع نقل کیا کہ لا تقطع الید فی اقل من عشرۃ دراہم
تو حدیث موصول مرفوع ہو اور اگر موقوف بھی ہوتی تو بھی بجاے مرفوع تھی اسواسطے کہ مقدارات شرعیہ مین قیاس مجتہد کو دخل نہین تو موقوف اسمین محمول علی الرفع ہو کذا فی فتح القدیر ملخصا
جیادا ومقدارہا فسلا قطع بنقرۃ وزنہا عشرۃ لا تساوی عشرۃ مضروبۃ ولا بدینار قیمتہ دون عشرۃ سرقہ عبارت ہو کہرے دس درہم کے لینے سے یا بمقدار دس
درہم کے تو قطع نہین اُس چاندی کی ڈلی سے جو وزن مین دس درہم ہو مگر دس درہم مضروب کے برابر نہین قیمت مین اور قطع نہین اُس دینار سے جسکی قیمت دس درہم سے کم ہو وتعتبر القیمۃ وقت
السرقۃ ووقت القطع ومکانہ فیتقوم بعدلین لہما معرفۃ بالقیمۃ ولا قطع عند اختلاف المقومین ظہیریۃ اور معتبر ہو قیمت چوری کے وقت اور قطع ید کے وقت اور معتبر ہو
قیمت قطع کرنے کے مکان مین پس دو عادل اُسکی قیمت ٹھہرانے سے جنکو معرفت ہو قیمت کی اور قطع نہین وقت قیمت ٹھہرانے والون کے اختلاف کے وقت کذا فی الظہیریۃ ہم تو اگر ایک کپڑا چرایا جسکی قیمت
دس درم تھی سو کاٹنے دوسرے شہر مین اسکو گرفتار کیا اور وہان اُسکی قیمت آٹھ درم تھی تو قطع نہوگا اور اختلاف قیمت کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص دس درم یا زیادہ قیمت کرتا ہو اور دوسرا
اُس سے کم تو قطع نہین اور اگر نصاب سے زیادہ مین اختلاف ہوا تو وہ مانع قطع کا نہین والمقصود بالاخذ فلا قطع بثوب قیمتہ دون عشرۃ وفیہ دینار او دراہم مصرورۃ
الا اذا کان وعاء لہا عادۃ تجنیس یعنے دراہم جنکا لینا مقصود بالذات ہو تو قطع نہین اُس کپڑے کی چوری سے جسکی قیمت دس درم سے کم ہو اور اسمین ایک دینار یا دس درم
بندھے ہین اسواسطے کہ کپڑا لینا مقصود تھا نہ دینار اور دراہم مگر اس کپڑے کے لینے مین البتہ قطع ہو جو دینار یا دراہم کے رکھنے کا ظرف ہو بطور عادت کے کذا فی التجنیس یعنے چنانچہ دینار اور درہم کی
تھیلی لی تو البتہ قطع ہو اگر اس مین بقدر نصاب ہے اسواسطے کہ تھیلی لینے مین دراہم مقصود ہوتے ہین اگرچہ تھیلی کی قیمت ایک درم سے کم ہو فظاہرۃ الاخراج فلو ابتلع دینارا
فی الحرز وخرج لم یقطع ولا ینتظر لتغوطہ بل یضمن مثلہ لانہ استہلکہ وہو سبب الضمان للحال یعنے دراہم جنکا نکال لینا سارق سے ظاہر ہو تو اگر سارق نے ایک دینار
کو مکان محفوظ مین نگل لیا اور نکل آیا تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ دینار کا نکال لینا اُسکے پیٹ سے ظاہر نہین اور انتظار نہ کیا جاویگا اُسکے ہگنے کا بلکہ مثل اُسی دینار کے اُس سے
ضمان لیا جاویگا اسواسطے کہ اُسنے اُسکو ہلاک کیا اور استہلاک فی الحال ضمان لینے کا سبب ہو خفیۃ ابتداء او انتہاء الواخذ نہارا وہو ما بین العشائین ابتداء
فقط لو لیلا یعنا چھپ کر ہو ابتدا مین بھی اور انتہا مین بھی اگر دن ہو اور مغرب اور عشا کے درمیان کا وقت بھی دن مین داخل ہو اور فقط ابتدا مین اخفا شرط ہو اگر رات ہو قیدہم الاخفا کی قید
سے غارتگری اور بزور چھین لینا اور ہاتھ سے اُچک لینا سرقہ کی تعریف سے نکل گیا پھر اگر چوری دن مین ہوئی شہر کے اندر تو اخفا شرط ہو ابتدا مین بھی اور انتہا مین
بھی اور عشا تک دن مین اسواسطے داخل ہوا کہ اُسوقت تک آمد و رفت آدمیون کی ہوا کرتی ہو اور اگر رات مین چوری ہوئی تو فقط ابتدا کا اخفا شرط ہو نہ انتہا کا تو اگر سارق رات کو گھر مین
داخل ہوا بطور خفیہ پھر اُسنے مال کو ظاہر ہو کر لیا گو بعد مقاتلہ تو اسکا ہاتھ کاٹا جاویگا خفیہ اولی پر اکتفا کر کے کذا فی المنح وہل العبرۃ لزعم السارق ام لزعم احدہما خلاف واخفاء مین کیا
سارق کے گمان کا اعتبار ہو یا سارق اور صاحب مال مین سے کسی ایک کا اسمین خلاف ہو محل اختلاف اُس صورت مین ہو کہ جب سارق نے گمان کیا کہ صاحب خانہ جانتا ہو حالانکہ
صاحب خانہ کو اسکا علم نہین تو شرح زیلعی مین کہا کہ اس مین قطع نہین اسواسطے کہ سارق کے گمان مین خفیہ نہین بلکہ اُسنے کھلکر لیا اور خلاصہ اور محیط اور

عبداللہ بن مسعود کہتے تھے کہ ہاتھ کاٹا جاتا تھا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین دس درہم مین ... کم مین دس درہم

ذخیرہ مین قطع مذکور ہی اسواسطے کہ دونون مین سے ایک کے گمان مین خفیہ ہونا کافی ہی اور یہ مسئلہ رباعی ہی یعنے اسمین چار صورتین ہین پہلی صورت یہ ہی سارق و صاحب خانہ دونون کو
علم ہو اسمین قطع نہین بالاتفاق دوسری صورت یہ ہی کہ دونونکو علم نہین اسمین قطع ہی بالاتفاق تیسری صورت یہ ہی کہ صاحب خانہ جانتا ہی اور سارق کو اُسکے علم کا علم نہین تو
ظاہر اسمین بھی قطع ہی بالاتفاق اور چوتھی صورت اول مذکور ہو چکی من صاحب ید صحیحۃ فلا یقطع السارق من السارق یعنے لینا مال کا اس شخص سے ہو جسکا قبضہ صحیح
ہی تو جسنے چور کے پاس چوری کی اُسپر قطع نہین کذا فے الفتح مما لا یتسارع الیہ الفساد کلحم و فواکہۃ مجتبے مال مسروق اس قسم سے ہو جو جلد نہ بگڑ جاتا ہو جیسے
گوشت اور ترمیوے کذا فے المجتبے تو انکی چوری مین گو بقدر نصاب ہون قطع نہین ولا بد من کون المسروق متقوما مطلقا فلا قطع بسرقۃ خمر مسلم مسلما کان
السارق او ذمیا و کذا الذمے اذا سرق من ذمے خمرا او خنزیرا او میتۃ لا یقطع لعدم تقومہا عندنا ذکرہ الباقانے اور ضرور ہی مسروق کا مال متقوم
ہونا مطلقا یعنے ہر دین والے کے نزدیک مال متقوم ہو تو قطع نہین مسلمان کی شراب چرا لینے سے خواہ سارق مسلم ہو یا ذمی اور اسیطرح جب کہ ذمی دوسرے ذمی سے
شراب یا سور یا مردار کو چرا وے تو قطع نہین اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مال متقوم نہین ہمارے یعنے اہل اسلام کے نزدیک اس شرط کو باقانی نے مذکور کیا ہی حلبی نے کہا کہ شارح کی
عبارت باوجود تطویل اس صورت کو شامل نہین جب کہ مسلم ذمی کی شراب چرا وے تو اگر یون کہتا کہ لا قطع بسرقۃ خمر یعنے قطع نہین شراب کی چوری سے تو اخصر اور اشمل ہوتا فی دار
العدل فلا قطع بسرقۃ فی دار حرب او بغے بدائع چوری دار العدل یعنے دار الاسلام مین ہو تو قطع نہین دار الحرب یا دار البغی کی چوری سے کذا فی البدایع تو اگر بعض تجار
مسلمین نے بعض کا مال دار الحرب مین چرایا پھر جب دار الاسلام مین آئے تو چور گرفتار ہوا تو امام اسکا ہاتھ نہ کاٹیگا کذا فی البحر من حرز بمرۃ واحدۃ اتحد مالکہ او تعدد
چوری ہوئی ہو مکان محفوظ سے یکبارگی خواہ مال کا مالک ایک ہو یا چند مالک ہون ہم حرز یعنے حفاظت کا مکان دو قسم ہی ایک حرز بنفسہ دوسرا حرز بغیرہ حرز بنفسہ وہ مکان
ہی جو حفاظت کے واسطے بنا ہوا اور اسمین جانا بلا اذن مالک ممنوع ہو چنانچہ گھر اور دوکان اور خیمہ اور خزانہ اور صندوق اور حرز بغیرہ وہ مکان ہی جو حفاظت مال کے واسطے
نہین بنا مگر اسمین نگہبان موجود ہی چنانچہ مسجد اور راہ اور میدان اور قنیہ مین ہی کہ اگر جنگل کے مدفون مال کو چرایا تو اسمین قطع ہی کذا فے البحر اور یکبارگی قید سے
معلوم ہوا کہ اگر بعض مال کو گھر سے نکالا پھر دوسرے بار داخل ہو کر باقی کو نکالا تو قطع نہین بشرطیکہ اطلاع مالک یا اغلاق باب یا اصلاح نقب کا درمیان مین تخلل واقع ہوا ہو
اور اگر ان امور کا تخلل نہین واقع ہوا اور باوجود اسکے دو بار مین نکالا تو یہ ایک ہی چوری ہی تو البتہ قطع ہوگا کذا فی الحموی عن السراج اور اتحاد اور تعدد مالک سے معلوم
ہو کہ اگر ایک شخص نے بقدر نصاب جماعت کا مال چرایا تو قطع ہی اور اگر دو شخصون نے بقدر نصاب ایک کا مال چرایا تو دونون پر قطع نہین اور اعتبار نصاب کا سارق
کے حق مین ہی نہ مالک کے حق مین بشرطیکہ حرز واحد ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر لا شبہۃ و لا تاویل فیہ و ثبت ذلک عند الامام کما ستتضح نہ شبہ ہو
اس لینے مین نہ تاویل اور یہ ثابت ہوا ہو امام کے نزدیک چنانچہ یہ عنقریب واضح ہوگا ہم شبہ کی قید سے وہ شخص نکلگیا جسنے اپنے محرم کے گھر سے مال کو نکالا اور
تاویل کی قید سے مصحف کی چوری نکل گئی کہ اسمین قطع نہین اسواسطے کہ اسمین تلاوت کرنیکی تاویل ممکن ہی یعنے سارق کہ سکتا ہی کہ مین نے چرایا نہین بلکہ پڑھنے کے واسطے لیا ہی
فیقطع ان اقر بہا مرۃ والیہ رجع الثانے طائعا جب تعریف سرقہ کی معلوم ہوئی تو اب ہاتھ سارق کا قطع کیا جاویگا اگر اُسنے ایکبار چوری کا اقرار کیا بلا جبر اور ابو یوسف
نے ایکبار کے اقرار کے طرف رجوع کیا اور اول وہ اُسکے قائل تھے کہ دو مجلسون مین دو بار کے اقرار سے چوری ثابت ہوتی ہی فاقرارہ بہا کرہا باطل و من المتاخرین
من افتے بصحتہ ظہیریۃ زاد القہستانے معزیا لخزانۃ المفتیین و یحل ضربہ لیقر و تحققہ تو چوری کا اقرار کرنا سارق کا جبر اور زبردستی سے باطل ہی اور
بعضے متاخرین نے صحت اکراہ کا فتوے دیا ہی کذا فے الظہیریہ اور قہستانی نے خزانۃ المفتیین کی طرف نسبت کرکے اتنا اور زیادہ کیا ہی کہ سارق کا مارنا بھی حلال ہی تاکہ
وہ اقرار کرے چوری کا اور عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے او شہد رجلان اور قطع یہ ہوگا اگر دو مرد گواہی دین چوری کی ہم مصنف نے دو مردون کی قید اسواسطے
لگائی کہ عورتون کی گواہی اسمین مقبول نہین اور اقرار شہادت مین حصر کرنے حجت سے اشارہ کیا کہ شہادت علی الشہادۃ سے اور قسم کے انکار سے قطع نہین اگرچہ ضمان مال ہی
کذا فے المنح و لو عبدا بشرط حضرۃ مولاہ و لا تقبل علے اقرارہ و لو بحضرتہ اور اگر سارق غلام ہی تو حضور اُسکے مولے کا شرط ہی شہادت کی اور گواہی مقبول

نہین غلام کے اقرار ہر اگرچہ مولی کے سامنے ہو۔ فتاوی عالمگیری مین ہر کہ جب گواہون نے گواہی دی عبد ماذون کی دس درم یا زیادہ کی چوری کی تو اگر اسکا مالک موجود ہو تو
بالاتفاق قطع ہر اور اگر مال قائم ہر تو صاحب مال کو پھیر دینا چاہیے اور اگر مولی غائب ہر تو امام کے نزدیک قطع نہین اور سرقہ کا ضمان ہوگا اگر شاہدون نے کمتر نصاب کی
گواہی دی تو قاضی مال دینے کا حکم کرے قطع کا خواہ مولی موجود ہو یا نہو **و سالھما الامام کیف ہی واین ہی وکم ہی** وزاد فے الدرر و ما ہی و متی ہی و ممن سرق دفعا للا
حتیال للدرء اور سوال کرے امام گواہون سے کہ کیونکر چوری ہوئی اور کہان ہوئی اور کتنی ہوئی درر مین دو سوال زیادہ مذکور ہین کہ چوری کسکو کہتے ہین اور
کب ہوئی اور کس شخص کی چوری کی اور دونون گواہ ان سوالات کا جواب بیان کرین یہ سوالات حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے ہین ہم کیفیت سرقہ کا سوال
اس احتمال سے ہر کہ شاید چور نے نقب دیا ہو گھر مین اور بلا دخول ہاتھ ڈالکر چوری کی ہو تو اس مین قطع نہین ظاہر الروایۃ مین اسواسطے کہ یہ شخص اچکا ہوا نہ چور اور مکان کا
سوال اس احتمال سے ہر کہ دارالحرب مین چوری کی ہو یا مستامن کا مال دارالاسلام مین چرایا ہو کہ اس مین قطع نہین اور مقدار سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہر کہ شاید نصاب سے
کم ہو اور حقیقت سرقہ کا سوال اسواسطے ہر کہ شاید استراق کلام یا استراق رکوع او سجود سے شاہدون نے اسکو چوری کی طرف منسوب کیا ہو اور تا کہ غصب اور قطاع الطریق سے
احتراز ہو اور زمانہ سرقہ کا سوال تقادم کے احتمال سے ہر اسواسطے کہ حدود خالصہ مین تقادم یعنے مدت گذرنا مبطل شہادت ہر اور صاحب مال کا سوال اس احتمال سے
ہر کہ شاید مالک محرم یا زوجہ ہو سارق کی **وتحبسہ حتے یسال عن الشہود لعدم الکفالۃ فے الحدود** اور بعد شہادت مذکورہ کے حاکم قید مین رکھے سارق کو تا شاہدون
کی عدالت دریافت کرے حبس کرنا واسطے نہونے حاضر ضامنی کے ہر حدود مین یعنے حدود مین حاضر ضامنی جائز نہین تو تا تحقیق عدالت شہود متہم کو محبوس کرنا
چاہیے تا بھاگ نجاوے **ویسال المقر عن الکل الا الزمان** وما فے الفتح الا المکان تحریف نہر اور حاکم چوری کے اقرار کرنے والے سے جمیع امور مذکورہ کا سوال
کرے سوائے زمانے کے اور یہ جو فتح القدیر مین ہر کہ مقر سے مکان کا بھی سوال نہ کرے یہ تحریف ہر کذا فی النہر الفائق ہم مقر سے زمان کا سوال اسواسطے نہین کہ تقادم مانع
اقرار کا نہین اور فتح القدیر کے بعض نسخون مین ہر کہ سوائے مکان کے باقی شروط سے سوال کرے گویا یہ تحریف ہر حق یہ ہر کہ مکان سے بھی سوال کرے کہ شاید دارالحرب مین چوری
کی ہو کذا فی النہر حموی نے کہا کہ زمان سے بھی سوال کرے اس احتمال سے کہ شاید مقر نے اپنی طفلی کی حالت مین چوری کی ہو **وصح رجوعہ عن اقرارہ بہا وان ضمن المال**
وکذا لو رجع احدہم وقال ہو مالی او شہدا علی اقرارہ بہا وہو یجحد او یسکت فلا قطع شرح وہبانیۃ اور صحیح ہر رجوع کرنا مقر کا اپنی چوری کے اقرار سے اگرچہ اس حالت مین
ضامن ہوگا مال مسروق کا اور اسی طرح رجوع صحیح ہر اگر سب چورون مین ایک نے اقرار سے رجوع کیا یا یون کہا کہ وہ میرا مال ہر یا دو گواہون نے اسکی چوری کے اقرار پر گواہی دی
اور وہ منکر ہر یا ساکت ہر تو قطع نہین کذا فی شرح الوہبانیہ ہم محیط مین مذکور ہر کہ دو شخصون نے چوری کا اقرار کیا پھر ایک شخص اقرار سے پلٹ گیا تو قطع دونون سے ساقط ہوگیا
اسواسطے کہ بعد ثبوت شرکت کے چوری مین جب راجع سے حد ساقط ہوئی تو دوسرے سے بھی ساقط ہوگی اسواسطے کہ شرکت برابری کو چاہتی ہر کذا فی المنح **فان اقربہا ثم**
ہرب فلان فی فورہ لا یتبع بخلاف الشہادۃ کذا نقلہ المصنف عن الظہیریۃ ونقلہ شارح الوہبانیۃ بلا قید الفوریۃ پھر اگر سارق نے چوری کا اقرار کیا پھر
بھاگ گیا اگر فورًا بھاگا بعد اقرار کے تو اسکا پیچھا نہ کیا جاوے بخلاف شہادت کے کہ اسکے بعد اگر بھاگے گا تو گرفتار کیا جاویگا اسیطرح نقل کیا ہر مصنف نے اپنی شرح منح
مین ظہیریہ سے اور شارح وہبانیہ نے اسکو بلا قید فوریت نقل کیا تو ظاہرا تنافی ہوئی دونون نقلون مین ہم طحطاوی نے صاحب الفوائد سے نقل کی کہ مصنف کو یون تعبیر کرنا مناسب
تھا فان اقربہا ثم ہرب وان فی فورہ یعنے چوری کا اقرار کیا پھر بھاگا اسکا پیچھا نہ کیا جاویگا اگرچہ فی الفور بھاگا اس تعبیر سے ثابت ہوتا ہر کہ رجوع بعد الفور سے بھی قطع نہین
اسکا بھاگنا اسکے رجوع قول کے برابر ہر اور رجوع صریح لفظ مین حکم مختلف نہین فی الفور اور متراخی مین تو اسوقت مین شرح وہبانیہ کی نقل مین کچھ منافات نہین اور فتاوی
مین بھی محیط سے موافق صاحب الفوائد کے وان فی فورہ ہر یعنے ان متصلہ ہر نہ منفصلہ **ولا قطع بنکول واقرار مولی علی عبدہ بہا وان لزم المال**
علی نفسہ اور قطع نہین سارق کے قسم نکھانے سے اور مولے کے اقرار کرنے سے اپنے غلام کی چوری پر اگرچہ مال کا دینا لازم ہر اپنی ذات پر اقرار کرنے سے ہم جب
عدم سرقہ کی قسم نکھائی تو گویا مال کا اقرار کیا اور مولے کا اقرار موجب مطالبہ ہو **والسارق لا یفتی بعقوبتہ** لانہ جور تجنیس عن زاد القہستانی للواقعات معزیا و در محیط اور

خلاف الشرع ومثلہ فی السراجیۃ اور فتوی نہین سارق کی عقوبت اور ضرب پرتا چوری کا اقرار کرے اسواسطے کہ اُسکا مارنا ظلم ہو اور قہستانی نے اُسکو واقعات کی طرف نسبت کیا ہو اسطرح دلیل لاکر کہ مارنا اُسکا خلاف شرع ہو اور مانند اسکے سراجیہ مین ہو وتقل عن التجنیس عن عصام انہ سئل عن سارق منکر فقال علیہ الیمین فقال الامیر سارق ویمین ہاتوا بالسوط فما ضربوہ عشرۃ حتی اقر فاتی بالسرقۃ فقال سبحان اللہ ما رایت جورا اشبہ بالعدل من ہذا اور تجنیس سے منقول ہو کہ عصام بن یوسف سے سوال ہوا اُس سارق سے جو چوری کا منکر ہو تو جواب دیا کہ اُسپر قسم ہو تو امیر بلخ نے کہا سارق اور قسم یعنی سارق کو جھوٹی قسم کا کیا خوف ہوگا کوڑے لاؤ سو مارنیوالون نے دس کوڑے نہ مارے تھے کہ اُسنے چوری کا اقرار کیا پھر چوری کا مال لا دیا تو عصام نے کہا سبحان اللہ مینے کوئی ظلم مشابہ بعدل جس سے زیادہ نہین دیکھا کذا فی المنح وفی اکراہ البزازیۃ من المشایخ من افتی بصحۃ اقرارہ بہا کرہا اور بزازیہ کی کتاب الاکراہ مین ہو بعضے مشایخ نے چوری کا اقرار زبردستی کروانے کی صحت کا فتوی دیا ہو یعنی ضمان کے حق مین نہ قطع کے حق مین وعن الحسن یحل ضربہ حتی یقر ما لم یظہر العظم اور حسن بن زیاد سے مروی ہو کہ ضرب سارق کی حلال ہو یہانتک کہ چوری کا اقرار کرے بشرطیکہ اتنی ضرب نہ ہو جس سے ہڈی کھلجا وے ونقل المصنف عن ابن الغرس الحنفی صح انہ علیہ الصلوۃ والسلام امر الزبیر بن العوام بتعذیب بعض المعاہدین حین کتم کنز حیی بن اخطب فقتل فدلہم علی المال قال وہو الذی یسع الناس وعلیہ العمل والا فالشہادۃ علی السرقات انذر الامور اور مصنف نے اپنی شرح مین قاضی القضاۃ ابن الغرس حنفی سے نقل کیا کہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہو کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو بعضے معاہدین کے مارنیکا حکم دیا جب کہ اُنھون نے حیی بن اخطب یہودی کا خزانہ چھپا ڈالا تھا حالانکہ اُسی مال پر معاہدہ ہوا تھا پھر زبیر رضی اللہ عنہ نے اُسکو مارا تو اُسنے بتا دیا کہا قاضی مذکور نے کہ یہ وہ حدیث مروی ہو جس مین لوگون کو وسعت ہو اور اسی پر عمل ہو اور نہین تو چوریون پر گواہی کا ہونا نہایت قلیل الوجود امر ہو کذا فی المنح ثم نقل عن الزیلعی فی آخر باب قطع الطریق جوازہ لک سیاسۃ واقرہ المصنف تبعا للبحر وابن الکمال زاد فی النہر وعلیہ العمل علیہ فی زماننا لغلبۃ الفساد وحمل ما فی التجنیس علی ہذا پھر مصنف نے باب قطع الطریق کے آخر مین اسکا جواز بطریق سیاست کے نقل کیا اور مصنف نے اس قول کو باتباع صاحب بحر اور ابن کمال کے ثابت رکھا نہر الفائق مین اتنا زیادہ ہو کہ سارق منکر کی جواز عقوبت پر اعتماد کیا ہمارے زمانے مین لائق ہو اور بحر اور غلبہ فساد کے اور تجنیس مین جو عقوبت سارق کو ظلم کہا ہو وہ علماء سابق کے زمانے پر محمول ہو جبکہ اُسوقت اتنا فساد غالب نہ تھا تو عقوبت کی چندان حاجت نہ تھی ہم مصنف نے آخر باب قطع مین قول مذکور یون نقل کیا ہو کہ زیلعی نے تصریح کی ہو کہ عند التکرار قتل کرنا طریق سیاست ہو اور از قبیل سیاست ہو جو فقیہ ابوبکر اعمش سے منقول ہو کہ اگر مدعا علیہ چوری کا انکار کرے تو امام کو جائز ہو کہ اپنے ظن غالب پر عمل کرے سو اگر اُسکا گمان غالب ہو کہ وہ سارق ہو اور مال مسروق اُسکے پاس ہو تو اُسکو مارے اور یہ یعنی عقوبت کرنا بطن غالب جائز ہو جیسا کہ امام فاسق کے پاس شراب کی مجلس مین کسی کو بیٹھا دیکھے اور جیسا کہ اُسکو چورون کے ساتھ چلتا دیکھے اور فقہا نے ظن غالب سے قتل نفس کو جائز کیا ہو چنانچہ کوئی شخص کسی کے اوپر میان سے تلوار کھینچکر آوے اور اُسکو گمان غالب ہو کہ مجکو قتل کریگا کذا فی المنح ثم نقل المصنف قبلہ عن القنیۃ لو کسر سنہ او یدہ ضمن الشاکی ارشہ کالمال لا لو حصل ذلک بتسورہ الجدار وفات بالقرب لنہ ورہ پھر مصنف نے قبل زیلعی کے قول کے قنیہ سے نقل کیا ہو شرح مین کہ اگر حاکم کے پاس ناحق شکایت کی مدعی نے کسی شخص کی پھر حاکم نے اسکو مارا اور اُسکا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا تو مدعی شکوہ کرنیوالا اُسی دانت یا ہاتھ کی دیت کا ضمان دیگا مانند مال کے نہ ضامن ہوگا اگر یہ حاصل ہوا اُسکی دیوار کے چڑھنے سے یعنے اگر قید خانہ کی دیوار پر چڑھا بھاگنے کو سے گرے اور اُسکا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا اور وہ شخص ضرب کے صدمے سے مر گیا تو مدعی نالش کرنیوالا اُسکا ضامن نہوگا اسواسطے کہ اُسمین مرجانا قلیل الوجود ہی تو اُسکی نالش غالبا اُسکا سبب نہین ہو سکتی کذا فی المنح مشروحا وعن الذخیرۃ لو صعد السطح لیفر خوف التعذیب فسقط فمات ثم ظہرت السرقۃ علی ید آخر کان للورثۃ اخذ الشاکی بدیتہ بامر السلطان لتعذیبہ فی ہذا التسبیب وسیجی فی الفصل اور مصنف نے شرح مین ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر چوری کا دعوی کیا اور سلطان کے پاس اُسکو گرفتار کرا لایا اور وہ ایکبار مار دلائی پھر قید خانہ مین قید کردیا تو اگر وہ قید خانہ کی چھت پر چڑھ گیا تاکہ مار کے خوف سے بھاگ جاوے

اگر وہ گر پڑا اور مر گیا پھر چوری کا مال دوسرے شخص کے پاس ظاہر ہوا تو اسکے وارثون کو اپنے باپ کا خون بہا اور جتنا مال سلطان کو اُسنے دیا اُسکو لینا جائز ہے بسبب
اُسکی تعدی کے اس تسبیب مین یعنی جو کچھ ہوا اسکے سبب سے ہوا کذا فی المنح اور اُسکا ذکر کتاب الغصب مین آویگا قضی بالقطع ببینۃ او اقرار فقال المسروق منہ ہذا متاعہ لم یسرقہ
منی او انما کنت اودعتہ او قال شہد شہودی بزور او اقر ہو بباطل فبما اشبہ ذلک فلا قطع حکم کیا قاضی نے ہاتھ کاٹنے کا بسبب گواہی یا اقرار کے پھر مسروق منہ
یعنی صاحب مال نے کہا کہ میرے گواہون نے جھوٹی گواہی دی یا سارق نے باطل اقرار کیا یا مانند ان اقوال کے کچھ اور کہا تو قطع نہین ہم بعضے علما کے قول پر مدعی مذکور
کو تعزیر چاہیے اگر مدعا علیہ نیکوکار مشہور ہو کذا فی الطحطاوی وندب تلقینہ کیلا یقر بالسرقۃ اور امام کو مستحب ہے تلقین سارق کی تاکہ چوری کا اقرار نہ کرے ہم یہ تلقین حد ٹالنے
کے واسطے ہے چنانچہ روایت ہے کہ ایک سارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو گرفتار ہوکر آیا تو فرمایا کہ کیا اُسنے چوری کی ہے مین یہ نہین گمان کرتا ہون کہ اُسنے چوری کی ہو
کذا فی المنح کما لا قطع لو شہد کافران علی کافر و مسلم بسرقۃ مال فی حقہما ای الکافر و المسلم ظہیریۃ چنانچہ اگر گواہی دی دو کافرون نے ایک کافر اور ایک مسلمان کی چوری پر تو
قطع نہین ہے دونون کے حق مین یعنی کافر اور مسلم دونون کے ہاتھ نہ کاٹے جاوینگے کذا فی الظہیریۃ فتشارک جمع واصاب کل قدر نصاب قطعوا وان اخذ المال
بعضہم استحسانا لسد باب الفساد ولو فیہم صغیر او مجنون او معتوہ او محرم لم یقطع احد شریک ہوا ایک گروہ چوری مین اور حصہ پایا ہر شخص نے بقدر نصاب کے
تو سب کے ہاتھ کاٹے جاوینگے اگرچہ اُس مال کو انہین سے بعضون نے چورایا ہو بنابر استحسان کے فساد کا دروازہ بند کرنے کے واسطے اور اگر چورون کے گروہ مین صغیر
یا مجنون یا غافل بیہوش یا صاحب مال کا محرم ہو تو کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا ہم سب کا ہاتھ اُسوقت کاٹا جاویگا جب سب جماعت حرز مین داخل ہو کذا فی الہدایۃ و فتح القدیر
مین ہے کہ اگر بعضے اندر جاوین اور حصے مین سب شریک ہون تو اُسیکا ہاتھ کاٹا جاویگا جو اندر گیا اگر وہ بعینہ معلوم ہو اور اگر معلوم نہو تو سب تعزیر کیواسطے دائم الحبس کیے جاوین یہان تک
کہ توبہ کرین کذا فی الطحطاوی وشرط للقطع حضور شاہدیہا وقت القطع کحضور المدعی بنفسہ حتی لو غابا او ماتا لا قطع و ہذا فی کل حد سوی رجم و قود بحر
قلت لکن نقل المصنف فی الباب الاتی تصحیح خلافہ فتنبہ اور شرط ہے قطع کیواسطے حاضر ہونا چوری کے دونون شاہدون کا قطع کرنے کے وقت جیسے حضور مدعی
بذات خود شرط ہے یہان تک کہ اگر دونون شاہد اسوقت غائب ہون یا مر گئے ہون تو قطع نہین اور یہ یعنی حضور گواہون کا ہر حد مین شرط ہے سوا رجم اور قصاص کے
کذا فی البحر مین کہتا ہون مصنف نے اگلے باب مین اُسکے مخالف کی تصحیح نقل کی ہے یعنے شرح منظومہ سے قطع مین عدم حضور شہود کی تصحیح منقول کی ہے سو آگاہ رہنا ہم شاید تم
کا مخالف سابق کے ہے اسواسطے کہ حد زنا مین مذکور ہو چکا کہ جب شاہد غائب ہون یا مر جاوین تو حد ساقط ہے و تقطع بساج و قنا و آبنوس بفتح الباء و عود و مسک و ادہان
و ورس و زعفران و صندل و عنبر و فصوص خضر ای زمرد و یاقوت و زبرجد و لؤلؤ و لعل و فیروزج و اناء و باب غیر مرکب و لو متخذین من خشب اور ہاتھ کاٹا جاویگا
ساگون اور قنا اور آبنوس اور اگر اور مشک اور تیل اور ورس اور زعفران اور صندل و عنبر اور سبز نگینون یعنی زمرد سے اور یاقوت اور زبرجد اور موتی اور لعل اور فیروزہ اور
برتن اور غیر مرکب دروازہ کی چوری سے اگرچہ برتن اور دروازہ لکڑی کا بنا ہو ہم اور دروازہ مرکب کی چوری سے قطع نہین کذا فی شرح الملتقی بشرطیکہ ایک آدمی سے اُٹھ سکتا ہو پس جنس
لکڑی کی چوری مین قطع نہین لیکن ساگون اور آبنوس وغیرہ مذکورات مین قطع ہے اسواسطے کہ یہ نفیس مال ہین لہذا مکان محفوظ مین رکھے جاتے ہین اور دار الاسلام مین مباح الاصل
نہین ملتے ہین تو قائم مقام چاندی سونے کے ہو گئے اور منح الغفار مین ہے کہ ساج یعنی ساگون ایک قسم کا درخت ہے جسکے اوپر بڑی ہوتی ہے اور لکڑی اُسکی سخت ہوتی ہے مانند پتھر کے
اور ساگون اور آبنوس سوا ہند کے کہین نہین ہوتا اور قنا جمع ہے قناۃ کی یعنی نیزہ اور برچھی کی لکڑی اور زبرجد سبز پتھر ہے یاقوت سبز کے مشابہ بحر الجواہر مین ہے کہ زمرد اور زبرجد صاحب
دیوان ادب و صحاح کے نزدیک ایک ہی چیز ہے اور صاحب کشاف اور اُسکے محشیون کے نزدیک جوہر مختلف الحقیقۃ ہین فخ کذا الکل ہون اعز الاموال و انفسہا ولا یوجد
فی دار العدل مباح الاصل غیر مرغوب فیہ ہذا ہو الاصل اور اسیطرح قطع ہے ایسے ہر ایک مال کی چوری سے جو بہت عزیز اور نہایت نفیس مال ہے اور دار العدل یعنی
دار الاسلام مین مباح الاصل نہین پایا جاتا جسمین رغبت اور خواہش نہو یہی قاعدہ اصل ہے قطع مین ہم عزیز اور نفیس مال کی قید سے گھاس و سنر کل وغیرہ مملوک چیزین نکل گئین کہ
انمین قطع نہین اور مباح الاصل کی قید سے گیرو وغیرہ نکل گیا اور غیر مرغوب کی قید سے ثقیل دروازہ نکل گیا جو ایک آدمی سے نہ اُٹھ سکے اور مفتی ابو السعود حنفی

کہا کہ اس کا یہ ہے سونا اور چاندی اور موتی اور جواہر نکل گئے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ دار الاسلام مین مباح الاصل ہین لیکن غیر مرغوب ہین لا القطع بما فقہ ای حقیر لوجد مباحا فی دارنا
کالخشب الا خشبا معتادا قطع نہین اس حقیر چیز کی چوری سے جو دار الاسلام مین مباح پائی جاتی ہے جیسے وہ لکڑی کہ مکان محفوظ مین بنا بر عادت کے نہین رکھی جاتی ہے تو جس لکڑی کو
محفوظ مکان مین رکھنے کی عادت ہو جیسے ساگون یا آبنوس وغیرہ یا وہ لکڑی جو گڑھا اور بنانے سے قیمتی ہو گئی ہو تو اسکی چوری مین قطع ہے کذا فی البحر فتح القدیر مین آیا
کہ مصنف ابن ابی شیبہ مین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت مین شی تافہ یعنی حقیر چیز مین قطع نہوتا تھا سارق کا و حشیش
وقصب وسمک ولو طریا و طیر ولو بطا و دجاجا فی الاصح غایۃ اور قطع نہین گھاس نرکل اور مچھلی اور چڑیون کی چوری سے اگرچہ مچھلی خشک نمکین ہو اور اگرچہ چڑیا بطخ یا
مرغی مرغا ہو کذا فی غایۃ البیان و صید و زرنیخ و مغرۃ و نورۃ زاد فی المجتبی و اشنان و فحم و ملح و خزف و زجاج لسرعۃ کسرہ اور قطع نہین شکار اور ہڑتال اور گیرو
اور چونہ کی چوری سے اور مجتبی مین اتنا زیادہ کیا ہے اور اشنان و کوئلا اور نمک اور سفالی اور شیشہ کی چوری سے اسکی جلد ٹوٹجانے کے سبب سے ولا بما یتسارع فسادہ
کلبن و لحم ولو قدیدا و کل مہیا للاکل کخبز و فی ایام قحط لا قطع بطعام مطلقا قہستانی اور نہ اس چیز کی چوری سے قطع ہے جو جلد سڑ جاتی ہو جیسے دودھ اور گوشت اگرچہ
خشک گوشت ہو اور جو چیز کھانے کے واسطے تیار کی گئی ہو جیسے روٹی تو اسمین قطع نہین اور قحط کے دنون مین قطع نہین کسی طعام کی چوری سے مطلقا کذا
فی القہستانی ہم ارزانی کے دنون مین طعام پختہ مین قطع نہین اور غیر پختہ چنانچہ گیہون مین قطع ہے اور قحط مین پختہ اور خام کسی مین قطع نہین سو اسواسطے کہ حدیث مین وارد
ہے کہ اضطرار کی بھوک مین قطع نہین اور عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قحط کے سال قطع نہین کذا فی الفتح والبحر و فاکہۃ رطبۃ و ثمر علی شجر و بطیخ و کل ما لا یبقی حولا اور قطع
نہین تر میوون کی چوری سے اور درخت پر کے پھل سے اور خربوزے سے اور اس ہر چیز کی چوری سے جو سال بھر باقی نہین رہتی ہے تر میوے کی قید سے خشک میوہ نکل گیا تو
خشک انگور اور خشک کھجور کی چوری سے قطع ہے کذا فی البحر و زرع لم یحصد لعدم الاحراز اور جو کھیت ہنوز کاٹا نہین گیا اسکی چوری سے قطع نہین بسبب عدم احراز کے
یعنی مکان محفوظ مین نہین رکھا گیا کہ سرقہ اس پر صادق ہو و اشربۃ مطربۃ ولو الاناء ذہبا اور اشربہ مطربہ کی چوری سے قطع نہین اگرچہ برتن اسکا سونے کا ہو
اشربہ مطربہ سے وہ پینے کی چیزین مراد ہین جو نشا کرتی ہون اگرچہ مسکر سونے کے برتن مین ہو اسواسطے کہ برتن تابع ہے یہان مقصود بالذات اشربہ مسکرہ ہین اسواسطے
قطع نہین کہ بعضے انمین حرام ہین تو لینا اسکا بہا دینے پر محمول ہوگا اور بعضون کی اباحت مین اختلاف ہے تو شبہہ پیدا ہوا سقوط قطع مین و آلات لہو ولو طبل الغزاۃ
فی الاصح لان صلاحیتہ للہو صارت شبہۃ نہایۃ اور باجون کی چوری مین قطع نہین اگرچہ غازیون کا طبل ہو قول اصح مین اسواسطے کہ اسکا لہو اور لعب کے
لائق ہونا موجب شبہہ کا ہو گیا کذا فی غایۃ البیان ہم آلات لہو یعنی باجے جیسے دف و طبل اور بربط اور بانسری کی کچھ قیمت نہین صاحبین کے نزدیک اسی پر فتوی ہے
تو اسکے توڑنیوالے پر ضمان نہین اور امام اعظم کے نزدیک اگرچہ انکی قیمت ہے لیکن چورانا انکا توڑ ڈالنے پر محمول ہوگا بنا بر نہی عن المنکر کے کذا فی المنح و صلیب ذہب
او فضۃ وشطرنج ونرد لتاویل الکسر نہیا عن المنکر اور سونے یا چاندی کی چلیپا اور شطرنج اور نرد کی چوری سے قطع نہین نہی عن المنکر کی تاویل سے یعنی اسکا
لینا توڑنے پر محمول ہوگا ہم صلیب یعنی چلیپا مثلث ہے جسکو نصاری اپنا قبلہ بناتے ہین اور بعضون نے کہا کہ چلیپا دو لکڑیان ہین ایک دوسری پر ضم کرتے ہین اسطرح
ہے نصاری کا گمان کہ عیسی علیہ السلام کو ایسی چیز پر سولی دیا تھا لہذا اسکو متبرک جانتے ہین اور شطرنج کشتین معروف ہے اور ہمارے یہ کبھی پڑھنا جائز ہے اور نرد یعنی نرد اک
کھیل ہے جسکو اہل فرنگ کھیلتے ہین کذا فی الطحطاوی و باب مسجد و دار لانہ حرز لا محرز اور قطع نہین مسجد اور گھر کے دروازہ کی چوری سے اسواسطے کہ دروازہ غیر کی حفاظت
کے واسطے ہے خود محفوظ نہین و مصحف ولو محلی لان الحلیۃ تبع اور مصحف اور آزاد صغیر کی چوری سے قطع نہین اگرچہ مصحف یا صغیر زیوردار ہون اسواسطے
کہ زیور تابع ہے اور تابع کا اعتبار نہین ہم مصحف مین اسواسطے قطع نہین کہ شاید تلاوت کیواسطے لیا ہو اور اگر سارق جاہل ہے تو تعلم کا احتمال ہے اور صغیر حر کی چوری
مین یہ احتمال ہے کہ شاید چپ کرنے کیواسطے یا دایہ کو دینے کیواسطے اسکو لیا ہو کذا فی المنح و عبد کبیر یعبر عن نفسہ ولو نائما او مجنونا او اعمی لانہ اما غصب او خداع اور اس
غلام کبیر کی چوری سے قطع نہین جو باتمیز ہے یعنی اپنا حال بیان کر سکتا ہے اگرچہ اسکے لینے کے وقت وہ سوتا ہو یا مجنون یا اندھا ہو اسواسطے کہ عبد کبیر کا لینا یا غصب

یا قریب دینا ہی سرقہ نہیں جو قطع لازم آوے ہم عبد کبیر سے صغیر غلام مراد ہی جو اپنا حال بیان کرسکتا ہو بالغ ہو یا نابالغ کذا فی البحر ودفاتر غیر الحساب لانہا لو شرعیة ککتب
تفسیر وحدیث وفقه فکمصحف والا فکطنبور اور سوائے حساب کے اوراق مکتوبہ کی چوری سے قطع نہیں اسواسطے کہ اگر وہ شرعی ہیں جیسے تفسیر و حدیث اور فقہ کی کتابیں
تو وہ حکم میں قرآن کے مانند ہیں یعنی باحتمال تلاوت قطع ساقط ہے اور اگر کتب شرعیہ نہیں تو طنبور کے حکم میں ہیں یعنی باحتمال نہی عن المنکر اسمیں بھی قطع نہیں ہم
شارح نے باتباع ماتن کتب غیر شرعیہ کو طنبور کے مانند کہا لیکن قہستانی نے کہا کہ کتب شعر اور دواوین اور کتب حکمت میں قطع ہے اور صاحب بحر اور نہر نے کہا کہ اگر سحر
کی کتب کا سارق اسکا شبہ نہیں ہو تو اسکا ہاتھ کاٹا جاویگا بخلاف العبد الصغیر ودفاتر الحساب الماضی حسابہا لان المقصود ورقہا فیقطع ان بلغ نصابا وانا
الا فصول بہا فالمقصود علم ما فیہا وہو لیس بمال فلا قطع بلا فرق بین دفاتر تجار ودیوان واوقاف نہر بخلاف صغیر غلام کی چوری کے اور ان حساب کے دفتروں کی
چوری کے جنکے حساب کتاب سے فراغت ہوچکی کہ اس چوری میں قطع ہے اسواسطے کہ ایسے دفتروں کے لینے سے مقصود بالذات ورق ہیں نہ حساب کا دریافت کرنا تو قطع
ہوگا اگر اوراق کی مالیت بقدر نصاب پہونچے اور ایسے دفتر جنکے حساب سے ہنوز فراغت نہیں ہو جب سے کہ لینا دینا باقی ہے تو انکے لینے سے اسکا حساب دریافت کرنا مقصود
ہوا اور یہ دریافت کرنا مال نہیں ہے تو لہذا قطع نہیں ایسی چوری میں بلا فرق سوداگر اور کچہری و اوقاف کی بہی کے کذا فی النہر یعنی خواہ سوداگروں کی بہیاں ہوں یا حاکم کی کچہری
کی یا اوقاف کی بہیاں ہوں کسی میں قطع نہیں ہے صورت عدم فراغت حساب اور اس صورت میں اوراق کی مالیت بسبب غیر مقصود ہونے کے ساقط الاعتبار ہے وکلب وفہد
ولو علیه طوق ذہب فی الاصح علم السارق بہا اولا لانہ تبع اور قطع نہیں کتے اور چیتے کی چوری سے اگرچہ اسکی گردن میں سونے کا طوق ہو سارق کو اسکا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ
طوق تابع ہے تو ساقط الاعتبار ہے ولا بخیانة فی ودیعة ونہب ای اخذ قہرا واختلاس ای اختطاف لانتفاء الرکن اور قطع نہیں امانت میں خیانت کرنے سے اور غارتگری
سے یعنی زبردستی لینے اور دست برد سے یعنی جھپٹا مارنے سے بسبب منتفی ہونے رکن کے یعنی خیانت میں حرز نہیں ہے اور نہب اور اختلاس میں چھپ کر لینا موجود نہیں جب رکن قہر
نہوا تو قطع کیونکہ ہو [illegible] اختلاس علانیہ لینے میں دونوں برابر ہیں لیکن اختلاس میں نظر بچا کر اختطاف داخل ہے اور نہب میں داخل نہیں ترمذی میں حدیث مرفوع ہے کہ
لیس علی خائن ولا منتہب ولا مختلس قطع کذا فی المنح ونبش القبور ولو کان القبر فی بیت مقفل فی الاصح اوکان النبش غیر الکفن وکذا لو سرق من بیت فیہ قبر او میت
لتاوله بزیارة القبر او التجهیز وللاذن بدخوله عادة ولو اعتاده قطع سیاسة اور نبش قبر سے یعنی کفن چور ہے جو بعد دفن کے مردوں کے کفن چراوے قطع نہیں اگرچہ قبر مقفل کوٹھری
میں ہو بقول اصح یا جس کپڑے کو قبر سے چرایا غیر کفن ہو یا اگر اسکو چرایا اس کوٹھری سے جسمیں قبر یا مردہ ہے بسبب تاویل ہونے اسکے دخول کے واسطے زیارت قبر یا تجہیز
میت کے اور بسبب اجازت ہونے دخول کے بنا بر عادت کے اور اگر اسکی عادت پڑ گئی ہو کفن چورانے کی تو قطع کیا جاویگا بنا بر سیاست کے نہ بنا بر حد کے ومال عامة او مشترک
[illegible] استار کعبة ومال وقف لعدم المالک بحر اور قطع نہیں بیت المال کے مال اور مشترک مال چورانے سے اور مسجد کی چٹائیاں اور کعبہ کے غلاف اور وقف کے
مال چورانے سے بسبب نہونے مالک کے ہم مفتی ابو السعود نے کہا کہ مال وقف کی تعلیل عدم قطع میں عجیب ہے اسواسطے کہ خود صاحب بحر اور نہر نے تصریح کی ہے کہ قطع ید سے
حفاظت کی حاجت [illegible] ہوتا ہے اور تمثیل میں متولی وقف کو بیان کیا ہے جب وقف کا مال چوری ہو جاوے ومثل دینہ ولو دینہ مؤجلا او زاد علیہ لانہ ظافر بحقہ وبالزیادة یصیر شریکا اور
قطع نہیں ہے دین کے مانند کی چوری سے اگرچہ اسکا دین موجل ہو یا مسروق زائد ہو دین پر بایہر ہو اسکے بسبب ہوجانے سارق کے شریک ہم تعلیل ہے زیادہ از دین کے
چورانے کی مثال زید کے من بھر گیہوں قرض تھے خالد پر سو زید نے دو من گیہوں اسکے چورا لیے تو زید خالد کا شریک ہو گیا لہذا قطع نہیں اذاکان من جنسه ولو حکما بان
کان له دراهم فسرق دنانیر وعکسه هو الاصح لان النقدین جنس واحد حکما صورت مذکورہ میں قطع اسوقت نہیں جبکہ مسروق مال غریم کا ہمجنس ہو دین کا اگرچہ مجانست حکمی ہو
اسطرح پر کہ سارق کے اسپر درہم قرض تھے سو اسنے دنانیر کو چورا لیا یا اسکے بالعکس یہی قول اصح ہے اسواسطے کہ چاندی سونا جنس واحد ہیں حکما بخلاف العرض ومنه الحلی
فیقطع به الا اذا قال اخذته رهنا او قضاء بخلاف اسباب [illegible] اسمیں زیور بھی داخل ہے تو اسباب غیر نقد کی چوری سے قطع کیا جاویگا جب تک صاحب دین یوں نہ کہے کہ میں نے اسکو
بطریق رہن کے لیا یا بطور قضاء دین کے واطلق الشافعی اخذ خلاف الجنس للمجانسة فی المالیة قال فی المجتبیٰ وہو اوسع فیعمل به عند الضرورة اور امام شافعی نے

ای نہیں ہے خیانت کرنے والے اور نہب لوٹنے والے اور جھپٹا مارنے والے پر کاٹنا ہاتھ ۱۲

خلاف جنس کے لینے کو مطلق رکھا ہے مالیت مین مجانس ہونے کے سبب سے یعنے چاندی سونا اور گھوڑا اور اناج ایک ہی جنس ہے مال ہونے کے طریق سے مجتبی مین لکھا کہ اس قول
مین بڑی سعت ہے تو ضرورت کے وقت اسپر عمل کر لینا چاہیے اگرچہ یہ ہمارا مذہب نہین اسواسطے کہ انسان معذور ہے ضرورت کے وقت اسپر عمل کرنے مین کذا فی المنح عن المجتبی بخلاف سرقتہ من عبد
ابیہ او عبد ولدہ الکبیر او غیرہم مکاتبہ او غریمہ عبدہ الماذون المدیون فانہ یقطع لان حق الاخذ لغیرہ بخلاف اسکے چورانے کے اپنے باپ کے قرضدار سے یا اپنے بالغ بیٹے کے
قرضدار یا اپنے مکاتب کے قرضدار یا اپنے عبد ماذون مدیون کے قرضدار سے کہ اسکا ہاتھ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ قرض لینے کا حق غیر شخص کو ہے اسواسطے ہے ولو سرق من غریم ابنہ الصغیر
لا کسرقۃ شی قطع فیہ لم یتغیر اما لو تبدل العین او السبب کالبیع قطع علی ما فی المجتبی اور اگر اپنے ولد صغیر کے قرضدار سے چوری کی تو قطع نہین چنانچہ اس چیز کی چوری مین
قطع نہین جسکی چوری سے ایکبار قطع ہو چکا اور وہ چیز متغیر نہین اسیطرح موجود ہے اور اگر اسکی ذات بدلگئی یا سبب ملک بدل گیا مانند بیع کے تو قطع ہوگا کذا فی المجتبی
تبدل ذات کی یہ صورت ہے کہ مثلا سوت کی چوری سے قطع ہوا پھر سوت مالک کو ملا سو اسکا کپڑا بنا گیا پھر سارق مذکور نے وہ کپڑا چورایا تو قطع ہوگا اور تبدل سبب کی
یہ صورت ہے کہ مالک نے بعد قطع کے مال مسروقہ کو بیچ ڈالا پھر اسکو مول لیا پھر سارق اول نے چورایا تو دوسری بار قطع ہوگا کذا فی المنح او من ذی رحم محرم لا برضاع فلو محرمیتہ
برضاع قطع کابن عم ہو اخ رضاعا فانہ رحم لیس بمحرم رضاعا عینی فسقط کلام الزیلعی یا چوری کسی چیز کی اس قرابتدار سے کی جو محرم ہو بلا رضاعت کے تو اگر قرابتدار کا
محرم ہونا رضاعت کے سبب سے ہے نسب کے سبب سے تو اسکی چیز کے چورانے سے قطع کیا جاویگا جیسے چچا کا بیٹا رضاعی بھائی ہو تو وہ قرابتدار ہے باعتبار نسب کے اور محرم ہے باعتبار
رضاعت کے نہ باعتبار نسب کے کذا فی شرح الکنز للعینی تو اس تقریر سے ساقط ہو گیا کلام زیلعی کا م زیلعی نے کہا کہ رضاعی باپ بیٹے یا بھائی کے مال چورانے سے قطع ہے اور
اسکے اخراج کیواسطے لا برضاع کی قید کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ رحم محرم مین لوگ داخل نہین حلبی نے جواب دیا کہ قرابت نسبی اور محرمیت رضاعی کا جمع ہونا جائز ہے اور یہی حق ہے
اسواسطے کہ قرابت نہین ہوتی مگر نسبی اور محرم کبھی رضاعی بھی ہوتا ہے تو اسکے اخراج کی حاجت ہوئی تو گویا یون کہا کہ محرم نسبی کذا فی النہر ولو سرق مال غیرہ ای غیر ذی الرحم
بخلاف مالہ اذا سرق من بیت غیرہ فانہ یقطع اعتبار الحرز وعدمہ قریب محرم سے چور نہ مین قطع نہین اگر مال مسروق اسکے پاس کسی غیر شخص کا ہو بخلاف اسکے جبکہ محرم نسبی کا
مال اسکے غیر کے گھر سے چورایا تو قطع کیا جاویگا باعتبار حرز اور عدم حرز کے محرم نسبی کا گھر اسکے حق مین حرز نہین باعتبار آمد و رفت کے بلا اجازت اور وہان سے مال لینا چوری نہین لہذا
قطع نہین خواہ وہ مال محرم کا ہو یا غیر کا اور غیر محرم نسبی کا گھر اسکے حق مین حرز ہے کہ وہان آنا جانا بدون اجازت صاحب خانہ جائز نہین تو وہان سے مال لینا چوری ہے شرعا باعتبار حرز کے لہذا
قطع ہے خواہ مال غیر کا ہو یا سارق کے محرم کا نہ بخلاف مرضعتہ صواب مرضعہ بلا تاء ابن کمال مطلقا سواء سرق من بیتہا او بیت غیرہا فانہ یقطع لما مر اور بخلاف دائی دودھ
پلائی کے مال کے مطلقا یعنے برابر ہے کہ دائی کا مال اسکے گھر سے چورایا ہو یا اسکے غیر کے گھر سے بہرصورت قطع کیا جاویگا بدلیل گذشتہ یعنے دائی محرم نسبی نہین جو قطع ساقط ہو بنا بر عدم حرز کے
شارح نے کہا مقبول ابن کمال مرضعہ بولنا صواب ہے بدون تاء تانیث کے طحطاوی نے کہا کہ بعض علماء نے کہا کہ جب تک وہ صغیر کو دودھ پلاتی ہے تو اسکو مرضع کہتے ہین
بدون تاء تانیث اور جب وہ دودھ پلا چکی اور صغیر کو وضع کیا تو اسکو مرضعہ کہتے ہین تاء تانیث کے ساتھ اور یہان معنی ثانی مراد ہین تو مصنف کا الحاق تاء تانیث بمحل ہے [illegible] صاحب
قاموس کا کلام بھی اسکے موافق ہے تو اعتراض شارح کا مصنف سے ساقط ہو گیا ولا بسرقۃ من زوجۃ وان تزوجہا بعد القضاء بالقطع جوہرہ اور قطع نہین زوجہ کے مال چورانے سے اگرچہ
عورت سے بعد حکم قطع کے نکاح کیا ہو کذا فی الجوہرہ یعنے کسی مرد نے عورت اجنبی کا مال چورایا اور چوری اسپر ثابت ہوئی اور قاضی نے قطع ید کا حکم دیا اور اسکے [illegible]
نکاح کر لیا تو بھی قطع ساقط ہے [illegible] زوجیت کا ہونا [illegible] کافی ہے و زوجہا ولو کان المسروق من حرز خاص لہ اور قطع نہین زوج کے مال چورانے سے اگرچہ
زوج کے حرز خاص سے مال مسروق ہو اسواسطے کہ زوجین کا مال [illegible] کا ہونا مانع قطع ہے کذا فی المنح [illegible]
اور غلام [illegible] نہین [illegible] زوج کے مال سے قطع نہین [illegible]
نہین [illegible] اجازت ہوتی ہے تو حرز باقی نہ رہا [illegible] زوجہ کے محرم نسبی [illegible]
[illegible] زوج کو [illegible] کہتے ہین [illegible]

قطع نہیں غنیمت کے مال چرانے سے اگرچہ سارق کا حصہ اُسمیں نہو اسواسطے کہ وہ مباح الاصل ہی تو شبہہ ہوگیا کذا فی غایۃ البیان کحمام فی وقت جرت العادۃ بدخولہ و
کذا حوانیت التجار والخانات مجتبی اور قطع نہیں حمام کی چوری سے اُسوقت میں کہ اُسمیں داخل ہونے کی عادت جاری ہو اور اسیطرح بوقت دخول قطع نہیں
سوداگرون کی دوکانون سے اور کاروان سراؤن سے چوری کرنے میں کذا فی المجتبی لیکن مصنف نے باتباع صاحب کنز اور حاوی کے حمام کو مطلق رکھا کذا فی المنح و بیت
اذن فی دخولہ او اذن لمخصوصین فدخل غیرہم وسرق ینبغی ان یقطع اور قطع نہیں اُس گھر کی چوری سے جسمین داخل ہونے کا اذن ہوگیا چنانچہ دوکان اور کاروان
سرا میں ہوتا ہو اور اگر خاص لوگون کو اذن دخول ہو پھر سوا اُنکے غیر شخص داخل ہوا اور اُسنے چوری کی تو لائق یہ ہو کہ قطع کیا جاوے دھم اگر دوکان اور سرا میں رات کو چوری
کریگا تو قطع ہو اسواسطے کہ یہ مکانات حفاظت کیواسطے بنے ہیں اور اذن دخول کا فقط دن کو ہو نہ رات کو کذا فی المنح واعلم انہ لا یعتبر الحرز بالحافظ مع وجود الحرز بالمکان لانہ
اقوی فلا یعتبر الحافظ فی الحمام لانہ حرز ولیعتبر فی المسجد لانہ لیس بحرز یعنی شمنی اور معلوم کر کہ حفاظت نگہبان کی باوجود حفاظت مکان کے معتبر نہیں اسواسطے کہ
مکانی قوی تر ہو نگہبان کے حرز سے تو نگہبان معتبر نہیں حمام میں اسواسطے کہ وہ حرز مکانی ہو اور حرز نگہبان کا مسجد میں معتبر ہو اسواسطے کہ وہ حرز نہیں یعنے اموال
کی حفاظت کیواسطے مسجد نہیں بنی اسیکا فتوی ہو کذا ذکرہ الشمنی ہم یعنے حمام میں غیر وقت دخول کی چوری سے قطع ہو صاحب مال اپنے مال کے پاس جاگتا ہو یا سوتا ہو اور مسجد
میں اگر مالک سوتا ہو مال کے پاس تو قطع نہیں اور یہی حکم ہو راہ اور جنگل کا وکلما کان حرزا لنوع فہو حرز للانواع کلہا فیقطع لسرقتہ لؤلؤۃ من اصطبل علی المذہب وقیل
حرز کل شیء معتبر بحرز مثلہ والاول ہو المذہب عینی و مجتبی لکن جزم القہستانی بان الثانی ہو المذہب فتنبہ اور جو مکان کہ حرز ہو ایک قسم کے مال کا وہ کل اقسام کے اموال کا حرز ہو
تو قطع کیا جاویگا بسبب موتی کی چوری کے اصطبل سے بنا بر صحیح مذہب کے اور بعضون نے کہا کہ حرز ہر شیء کا معتبر ہو اُسکے مماثل حرز سے اور پہلا قول ہمارا مذہب ہو کذا فی المجتبی
لیکن قہستانی نے یقین کیا ہو کہ ثانی مذہب صحیح ہو تو خبردار ہو جا اور شارح نے آگاہ کردیا کہ یہان دونون قولون کی تصحیح ہوئی ہو تو قول ثانی کے بموجب اصطبل سے موتی چرانے
میں قطع نہیں اسواسطے کہ اصطبل گھوڑون کا حرز ہو نہ جواہرات کا ولا یقطع قفاف ہو من یسرق الدراہم بین اصابعہ اور قطع نہ کیا جاوے قفاف یعنے جو دراہم کو اپنی انگلیون کے
اندر چرا رکھے ہم مصنف نے باتباع صاحب بحر اپنی شرح میں کہا کہ قفاف وہ ہو جسکو دراہم پرکھنے کیواسطے دیے جاوین وہ بدون اطلاع مالک کچھ اسمیں سے رکھ لے دفتاش
بالفاء ہو من یہیء المغلاق الابواب نقبۃ اور فتاش بالفاء وہ شخص ہو جو دروازون کے قفل کھولنے کیواسطے آلات طیار رکھے واذا فتش حانوتا او بابا نہارا وخلا البیت من اہلہ
فلو فیہ احد وہو لا یعلم بہ قطع شمنی قطع نہ کیا جاوے جبکہ وہ دوکان یا گھر کے مقفل دروازے کو دن میں کھولے اور گھر میں [illegible] کوئی نہو اور اگر گھر میں کوئی ہو اور وہ نہ جانتا ہو تو
قطع کیا جاویگا کذا فی الشمنی ہم و نیز قفل کا کھولنے والا مجاہر ہو مختفی نہیں اور اسیطرح جو جانتا ہو کہ گھر میں کوئی ہو وہ بھی مجاہر ہو اور شرط قطع خفیہ ہو منح الغفار میں جاویہ سے
منقول ہو کہ جب گھر کا دروازہ کھلا ہو مقفل نہو پھر اسمیں سارق چھپکر داخل ہوا اور اسباب چرا لیوے تو قطع کیا جاویگا اور اگر دروازہ کھلا ہو پھر دن کو گھسکر چرالاوے تو قطع نہیں و
یقطع لو سرق من السطح لانہ حرز شرح وہبانیہ اور قطع کیا جاویگا اگر چھت پر سے اسباب چراوے اسواسطے کہ چھت بھی حرز ہو کذا فی شرح الوہبانیہ بشرطیکہ چھت پر چڑھکر
چراوے اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے ہو کہ اگر کپڑا دیوار پر بچھایا ہو راہ کیطرف اور کوئی نیچے سے اُسکو کھینچ لے تو قطع نہیں او من المسجد اراد بہ کل مکان لیس بحرز نعم الطریق والصحراء
ورب المتاع عندہ ای بحیث یراہ ولو الحافظ نائما فی الاصح یا مسجد سے چراوے اور حال یہ کہ اسباب کا مالک اُسکے پاس ہو یعنے اُس جگہ میں جہانسے اُسکو دیکھتا ہو اگرچہ
حافظ سوتا ہو قول اصح میں مصنف نے مسجد سے ایسے ہر مکان کا ارادہ کیا جو حرز نہیں تو مسجد یا میں قصدراہ اور میدان کو بھی شامل ہو ہم مالک متاع سے حافظ مراد ہو تاکہ
ہو جانا ہو اور پاس ہونا عام ہو کہ اُسکے سر کے نیچے ہو یا پہلو کے یا آگے رکھا ہو اور حافظ سوتا ہو اسواسطے کہ نائم بھی حافظ گنا جاتا ہو اور یہی قول اصح ہو کذا فی المجتبی لا یقطع لو
سرق ضیف ممن اضافہ ولو من بعض بیوت الدار او من صندوق مقفل لاختلال الحرز قطع نہ کیا جاویگا اگر مہمان نے چرایا اُسکا مال جسنے اُسکی مہمانی کی اگرچہ گھر کی کسی کوٹھری
سے چرایا ہو یعنے جسمین مہمانی نہیں ہوئی یا صندوق مقفل سے چرایا ہو سبب خلل ہونے حرز کے یعنی گھر سب کوٹھریون کے ساتھ حرز واحد ہو تو دخول کے اذن سے اُسکی سب
کوٹھریونکا حرز جاتا رہا او سرق شیئا ولم یخرجہ من الدار لشبہۃ عدم الاخذ بخلاف الغصب یا کوئی چیز چرائی اور گھر سے باہر نہیں نکالی تو قطع نہیں بسبب شبہہ عدم اخذ کے

بخلاف غصب کے ہم چونکہ تمام گھر حرز واحد ہی تو بدون اخراج کے چوری ثابت نہین ہوئی بخلاف غصب کے کہ اسمین گھر سے نکال لیجانا شرط نہین یعنے مجرد غصب سے غاصب پر
ضمان واجب ہو گیا اگرچہ اُسنے گھر سے باہر نہین نکالا اور اس مسئلہ مین گھر سے مراد چھوٹا گھر ہی اسواسطے کہ بڑے گھر کا حکم بعد اسکے مذکور ہوتا ہی فان اخرجہ من حجرۃ الدار المتسعۃ
بیوتہا او اغار من اہل الحجرۃ علی حجرۃ اخری لان کل حجرۃ حرز اور اگر سارق نے مال کو نہایت بڑے گھر کے حجرے سے اسکے صحن تک نکالا یا غارتگری کی بعض اہل حجرہ نے دوسرے
حجرہ والے پر تو قطع نہین ہوگا اسواسطے کہ ہر حجرہ باعتبار اسکے ساکن کے علیحدہ حرز ہی ہم حجرات اسیسے مکانات و منازل مراد ہین جنکے رہنے والون کو اسکے گھر کے صحن کی حاجت
نہو یا صحن سے اسطرح منتفع ہوتے ہون جیسے راہ اور میدان سے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا مراد اغارت سے اخذ بالسرقہ ہی اور یطلب سرقہ ہی او نقب فدخل و القی کذا رأیتہ فی نسخ
المتن والشرح باو وصوابہ بالواو کما فی الکنز شیئا فی الطریق یبلغ نصابا ثم اخذہ قطع لان الرمی حیلۃ یعتادہا السراق فاعتبر الکل فعلا واحدا یا سارق نے نقب یعنے
کونجل لگایا اور پھر گھر مین داخل ہوا اور کوئی چیز بقدر نصاب کے ہی ڈالدی پھر نکلکر وہ چیز لی تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ چیز کا پھینک دینا ایک ایسا حیلہ ہی جسکی چورون کو عادت ہوتی
ہی تو یہ سب افعال یعنے نقب دینا اور داخل ہونا اور چیز کا پھینک دینا اور پھر اُٹھالینا ایک ہی فعل معتبر ہی شارح کہتا ہی اسطرح مین نے اسکو دیکھا ہی متن و شرح کے نسخون مین او القی لفظ
او دیکھا اور ٹھیک واو ہی چنانچہ کنز مین ہی ولہذا مترجم نے واو کا ترجمہ کیا نہ او کا ہم حموی نے کہا کہ شرط قطع یہ ہی کہ پھینکنے کے بعد چیز نظر آتی ہو اور اگر نظر نہ آتی ہوگی تو قطع نہین اگرچہ
پھر اسکو پا جاوے اسواسطے کہ وہ مانند مستہلک کے ہی کذا فی الطحطاوی حتی لو لم یاخذہ او اخذہ غیرہ فہو مضیع لا سارق اور اگر پھینکدینے والے نے اسکو نہ لیا یا غیر شخص نے اسکو
لے لیا تو پھینکنے والا ضائع کرنیوالا ہی نہ سارق یعنے تو اُسپر ضمان واجب ہوگا نہ قطع او حملہ علی دابۃ فساقہ واخرجہ او علق بعنق کلب زجرہ لان سیرہ یضاف الیہ
یا مال مسروق کو جانور پر لادا یا پھر اُسکو ہانکا اور اُسکو خارج کر دیا حرز سے یا مال مسروق کی رسی کُتے کی گردن مین معلق کر دی اور کُتے کو ڈانٹا اور للکارا کہ وہ نکل گیا
تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ جانور اور کُتے کا چلنا اور نکلنا اس شخص کیطرف منسوب ہوگا ہم اور اگر جانور کو ہانکا اور اخراج نہ کیا بلکہ وہ خود نکل گیا اور اسیطرح کُتا
بدون ڈانٹنے کے آپ نکل گیا تو اُسپر قطع نہین اسواسطے کہ خروج اُسکا آدمی کیطرف مضاف نہین کذا فی البحر او القاہ فی الماء فاخرجہ بتحریک السارق الماء یا مال مسروق کو پانی مین
ڈالدیا پھر اُسکو سارق کی حرکت دینے سے حرز کے اندر سے نکالا تو قطع کیا جاویگا بدلیل گذشتہ یعنے اسطرح نکالنا سارق ہی کیطرف نسبت کیا جاویگا ہم صورت اسکی یہ ہی
کہ گھر کے اندر نہر تھی اور اُسکا پانی کم بہتا تھا سو سارق نے مال اُسمین ڈالا پانی کو زور سے ہلادیا تو مال باہر گھر سے نکل گیا کذا فی المنح او لا بتحریکہ بل اخرجہ قوۃ جریہ علی
الاصح لانہ اخرجہ بسببہ یعنی یا بتحریک مال کو اپنی تحریک سے بلکہ پانی کے زور سے بہنے نے اُسکو باہر کر دیا تو بھی قطع ہی بنابر اصح قول کے اسواسطے کہ اُسکا باہر کر دینا سارق ہی کے
سبب سے ہوا کذا فی شرح الزیلعی فقطع فی الکل لما ذکرنا سارق کا ہاتھ کاٹا جاویگا جمیع مسائل مذکورہ مین بسبب اُن وجوہ کے جنکو ہمنے ذکر کیا ہم قطع جزاء ہی وان اخرجہ اور اسکے
ما بعد کے و یشکل علی الاخیر ما لو علقہ علی طائر فطار الی منزل السارق لم یقطع فلذا واللہ اعلم جزم الحدادی وغیرہ بعدم القطع اور بنابر اخیر مسئلہ کے مشکل ہوتا ہی
وہ مسئلہ جسکو مصنف نے کہا ہی کہ اگر مسروق کو چڑیا کی گردن مین لٹکا دیا سو چڑیا اڑکر سارق کے گھر مین پہونچے تو قطع نہ کیا جاویگا تو واللہ اعلم اسیواسطے حدادی وغیرہ نے مسئلہ اخیرہ
مین عدم قطع کا یقین کیا ہی ہم جیسے چڑیا کا اڑنا اور سارق کے گھر مین پہونچنا سارق کیطرف منسوب نہین تو چاہیے کہ پانی کی قوت سے باہر نکلنا بلا تحریک سارق کے بھی سارق کیطرف منسوب
نہو وان نقب ثم ناولہ آخر من خارج الدار او ادخل یدہ فی بیت واخذ ویسمی اللص الظریف اور اگر نقب دیا پھر گھر مین گھسکر مال مسروق دوسرے آدمی کو دیا جو گھر سے
باہر ہی یا نقب کے باہر سے کوٹھری مین ہاتھ ڈالا اور مال لیا تو قطع نہین اور ایسے شخص کو لص ظریف یعنے ظرافت چور کہتے ہین کہ چوری تو کرے اور اگر کرتا ہی تو قطع لازم نہ آوے ہم
پہلی صورت مین دونون پر قطع نہین اسواسطے کہ داخل پر اخراج صادق نہین دوسرے شخص کے لینے سے اور خارج پر ہتک حرز ثابت نہین تو سرقہ کسی پر نہ صادق آیا اور دوسری
صورت مین بھی ہتک حرز بسبب عدم دخول کے صادق نہین کذا فی المنح ولو وضعہ فی النقب ثم خرج واخذہ لم یقطع فی الصحیح شمنی اور اگر مال کو پہلے نقب مین رکھدیا پھر نکلکر
لے لیا تو قطع نہین صحیح قول مین کذا فی الشمنی او طر ای شق صرۃ خارجۃ من نفس الکم فلو داخلہ قطع وفی الحل بالعکس اور اگر ہمیانی کو جو آستین کی ذات سے باہر
ہی اور درہم کو لیا تو قطع نہین اور اگر ہمیانی آستین کے اندر ہی تو اسکے چیرنے سے قطع کیا جاویگا اور ہمیانی کھولنے مین بالعکس حکم ہی یعنے رباط خارج کے کھولنے مین قطع ہی

نہ داخل کے کھولتے ہیں ظاہر معنی شق ہے والنداعلم کو طرار کہتے ہیں اور صرہ سے مراد ہمیانی ہے کذا فی الطحطاوی او سرق من مرعی او من قطار بکسر القاف الابل علی نسق واحد بعیرا
او حملا علیہ لا یقطع لان السائق والقائد والراعی لم یقصدوا للحفظ یا اونٹوں کی چراگاہ یا قطار سے ایک اونٹ کی چوری کی یا اسپر لدے ہوئے بوجھ کی چوری کی تو قطع نہیں
اسواسطے کہ قطار ہانکنے والے اور کھینچنے والے سے اور چراگاہ کے چرانے والے سے نگہبانی مقصود نہیں جو بسبب حرز متحقق ہو بلکہ سائق اور قائد سے قطع مسافت
اور نقل متاع مقصود ہے اور راعی سے چرانا مقصود ہے شارح نے کہا کہ قطار ابل بکسر قاف وہ اونٹ ہیں جو نسق واحد پر ہوں ہم قطار بکسر قاف صواب ہے چنانچہ قاموس
اور منح الغفار اور حموی در شرح ملتقی میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی الکافی معہا حافظ او شق المحمل فسرق منہ او سرق جوالقا بضم الجیم فیہ متاع ورب یحفظہ او نائم علیہ
یقربہ او ادخل یدہ فی صندوق غیرہ او فی جیبہ او کمہ فاخذ المال قطع فی الکل والاصل ان الحرز ان امکن دخولہ فہتکہ بدخولہ والا بادخال الید فیہ الاخذ منہ اور اگر
قطار کے ساتھ کوئی حافظ ہو یا کہ وہ گون کو چیرے اور اسمیں سے چرا دے یا اس خرجی کو چرا دے جسمیں اسباب ہے اور حالانکہ مالک اسکی نگہبانی کرتا ہے یا اسپر سوتا ہے یا اسکے پاس
سوتا ہے یا اپنا ہاتھ سارق نے غیر کے صندوق میں ڈالا یا اسکی جیب میں یا اسکی آستین میں ڈالا پھر مال کو اسمیں سے لیا تو قطع کیا جاویگا ان سب صورتوں میں اصل
ان مسائل میں یہ ہے کہ اگر حرز ایسا ہے جسمیں گھسنا انسان کا ممکن ہے جیسے گھر ہے تو ہتک حرز اسکے دخول سے معتبر ہے اور اگر ایسا ہے کہ اسمیں دخول ممکن نہیں چنانچہ گون اور خرجی اور صندوق اور جیب اور
آستین تو ہتک حرز اسمیں ہاتھ ڈالنے اور اسکے مال لینے سے معتبر ہے جوالق بضم جیم خرجی کو کہتے ہیں اور جمع اسکی جوالق اور جوالیق اور جوالقات ہے بفتح جیم فروع مسائل الحقہ شارح
سرق فسطاطا منصوبا لم یقطع ولو ملفوفا او فی فسطاط آخر قطع فتح کسی نے خیمہ کو چرایا تو قطع کیا جاویگا اور اگر خیمہ کسی چیز میں لپیٹا ہوا ہے یا دوسرے خیمہ کے اندر ہے تو قطع کیا جاویگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے
کہ پہلی صورت میں خیمہ خود حرز ہے مگر محرز نہیں اور باقی صورتوں میں محرز ہے اخرج من حرز شاۃ لا تبلغ نصابا فتبعہا اخری لم یقطع سارق نے حرز سے بھیڑ یا بکری جو بقدر
نصاب نہیں نکالی پھر اسکے پیچھے دوسری بکری لگی چلی گئی اور نصاب پوری ہوگئی دونوں کے ملجانے سے تو قطع نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ جسکو اسنے نکالا تھا وہ بقدر نصاب
نہ تھی اور دوسری کا نکلنا اسکے طرف منسوب نہیں سرق مالا من حرز فدخل آخر وحمل لسارق بہا معہ قطع المحمول فقط سراج چورایا مال کو حرز سے پھر دوسرا داخل ہوا اور
سارق اول نے اپنے ساتھ کا مال اسپر لاد دیا تو جسپر لادا ہے وہی فقط قطع کیا جاویگا نہ لادنیوالا کذا فی السراج قال انا سارق ہذا الثوب قطع ان اضاف لکونہ
اقرارا بالسرقۃ وان نونہ ونصب الثوب لا یقطع لکونہ عدۃ لا اقرارا در ر وتوضیحہ اذا قیل ہذا قاتل زید معناہ انہ قتلہ واذا قیل قاتل زیدا معناہ انہ یقتلہ والمضارع
یحتمل الحال والاستقبال فلا یقطع بالشک کہا کہ میں اس کپڑے کا سارق ہوں تو قطع کیا جاویگا اگر اسنے سارق کے لفظ کو ہذا الثوب کے طرف مضاف کیا اسطرح کہ سارق
کی تنوین کو حذف کردیا اور ثوب کو مجرور رکھا اسواسطے قطع ہوگا کہ یوں کہنا چوری کا اقرار ہے اور اگر لفظ سارق کو تنوین کے ساتھ کہا اور ثوب کو منصوب کیا تو قطع نہ کیا جاویگا
اسواسطے کہ یہ وعدہ ہے چوریکا اقرار نہیں اور توضیح اسکی یوں ہے کہ جب یوں کوئی بولا کہ ہذا قاتل زید تو مطلب اسکا یہ ہے کہ اسنے زید کو قتل کر ڈالا اور جب یوں بولا کہ ہذا قاتل زیدا
تو مطلب یہ ہے کہ زید کو یہ قتل کریگا یا کرتا ہے اور مضارع حال اور استقبال کو محتمل ہے اور معلوم نہیں کہ کون مراد ہے تو قطع نہ کیا جاویگا شک سے ہم خلاصہ فرق اضافت اور عدم اضافت
کا یہ ہے کہ اضافت سے اسم فاعل بمعنی ماضی ہوجاتا ہے تو گویا اسنے یوں کہا کہ سرقت ہذا الثوب یہ اقرار ہوا سرقہ ماضیہ کا اور عدم اضافت میں اسم فاعل بمعنی مضارع ہوتا ہے تو گویا یوں
کہا انا اسرق ہذا الثوب اسواسطے کہ اعمال اسم فاعل کا دلالت کرتا ہے کہ قائل نے ماضی کا ارادہ نہیں کیا کیونکہ جب ماضی کے معنی میں ہوتا ہے تو عمل نہیں کرتا مگر کسائی اور ہشام کے
مذہب میں کذا فی المنح قلت وفی شرح الوہبانیۃ ینبغی الفرق بین العالم والجاہل لان العوام لا یفرقون لا ان یقال یجعل شبہۃ لدرء الحد وفیہ بعد شارح کہتا ہے اور شرح وہبانیہ
میں ہے کہ عالم اور جاہل ہر دو کے درمیان فرق کرنا لائق ہے اسواسطے کہ عوام عربیت بمسائل نحو یہ سے واقف نہیں ایسی ترکیب یعنی نصب و اضافت میں کچھ فرق نہیں کرتے ہیں
مگر یہ کہ اسکو چھپانے کا شبہ ٹھہرا دیجئے اور اسمیں بعد یعنی دوری ہے طحطاوی نے کہا کہ شاید وجہ بعد یہ ہے کہ اسطرح سے تو شبہۃ الشبہۃ کا اعتبار کرنا لازم آتا ہے اسواسطے
کہ عدم ایجاب قطع کا عالم پر تو اس شبہہ سے ہوا جو شک سے پیدا ہوا تو اگر جاہل میں اسکو اعتبار کیجئے تو عدم قطع اسوجہ سے ہوگا کہ جاہل کا کلام عالم کے کلام سے مشابہ ہے
للامام قتل السارق سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد درر وہذا ان عاد والا قتلہ یتقدر فلیس من السیاسۃ سے نہر اور امام کو جائز ہے قتل کرنا چور کا

یا ہر سیاست کے سبب سے قتل کیا جاوے گا یہ فائدہ ہے کیونکہ یہ مین ہے کذا فی الدرر اور یہ جواز قتل اسوقت ہے جب کہ چوری کر چکا ہو پہلے اور اس کی چوری مین قتل کرنا سیاسۃ
شرع مین کسیطرح داخل نہین کذا فی النہر جس نے بہ سبب ہے قتل کیا جب تیسری یا چوتھی بار چوری کرے تو امام کو اسکا قتل کرنا بطریق سیاست کے فساد کو دفع کرنیکے واسطے
جائز ہی معلوم ہوتی کہا کہ یہ جو ہمارے زمانہ کے حاکم پہلے ہی بار کے چور مین قتل کر ڈالتے ہین سیاست سمجھکر سو یہ چور از ظلم اور جہالت ہی کیونکہ سیاست شرعیہ شرع سے متعلق ہی
سخت حکم ہے عبارتہ ہی قلت وقد قدمناعنہ معزیا للبحر فی باب الوطی الموجب للحد ان التقیید بالامام یفہم انہ لیس للقاضی الحکم بالسیاسۃ فلیحفظ شارح کہتا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے
ہین نہر الفائق میں بحر الرائق کا قول باب الوطی الموجب للحد مین کہ قید لگانا امام کا مفہم ہے کہ قاضی کو حکم بسیاست کرنا جائز نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے
کہا ہم بھی اُسی مقام مین مذکور کر چکے ہین بسند کتاب کہ قاضی کو اکثر احکام سیاست کے کرنے جائز ہین واللہ سبحانہ اعلم

باب کیفیۃ القطع واثباتہ

یہ باب ہی کیفیت قطع اور اُسکے اثبات کے احکام مین یقطع یمین السارق من زندہ ہو مفصل الرسغ وتحسم وجوبا وعند الشافعی ندبا قطع کیا جاوے سارق کا
داہنا ہاتھ اُسکے بند دست یعنی پہونچے سے اور داغا جاوے گرم تیل سے بنا بر وجوب کے اور امام شافعی کے نزدیک داغنا مستحب ہی کذا فی فتح القدیر ہم
مطلق ہاتھ کا کاٹنا تو نص قرآنی سے ثابت ہے اور داہنے ہاتھ کی تعیین عبد اللہ بن مسعود کی قرأت سے ہی یعنی فاقطعوا ایمانہما سے اور یہ قرأت مشہور ہے تو اطلاق آیت کی تقیید اس قرأت
سے صحیح ہی اور پہونچے کا کاٹنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے فعل سے ثابت ہی اور پہونچے سے کاٹنا متوارث ہی یعنی متواتر ہی جس مین مخصوص کے طلب کی
احتیاج نہین اگرچہ دارقطنی وغیرہ میں اس مضمون کے احادیث بھی مروی ہین اور قطع اصابع پر کفایت کرنا یہ نقل شاذ ہی اور خارجیون کا قول کہ ہاتھ کو مونڈھے سے کاٹنا چاہیے
مخالف اجماع ہی اور داغنا تو حدیث سے ثابت ہی حاکم نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سارق کو لایا جسنے شملہ چورایا تھا تو حضرت نے
فرمایا کہ میں نہین گمان کرتا کہ اسنے چوری کی ہو سارق نے کہا بلے یا رسول اللہ تو ارشاد ہوا کہ لیجاؤ اسکو اور ہاتھ قطع کرو اور پھر داغو پھر اسکو میرے پاس لاؤ سو قطع ہوا اور داغا گیا پھر اُسکو حضرت کے
پاس لائے تو فرمایا کہ توبہ کر سو اُسنے توبہ کی فرمایا اللہ تعالے تیری توبہ قبول کرے حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہی بشرط مسلم اور اسکو ابو داؤد نے مراسیل مین اور قاسم بن سلام
نے غریب الحدیث مین بھی روایت کیا ہی اور دارقطنی نے بھی قطع ید اور داغنے کی روایت کی ہی اور مغرب وغیرہ مین ہی کہ حسم یعنی داغنا عبارت ہی گرم تیل مین ہاتھ رکھنے سے
اور فائدہ داغنے کا یہ ہی کہ خون بند ہو جاوے اور شافعی اور احمد کے نزدیک گلے مین ہاتھ لٹکانا یعنی بعد قطع اور داغ کے مسنون ہی اسواسطے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکا
حکم کیا چنانچہ ابو داؤد دار بن ماجہ مین مروی ہی اور ہمارے نزدیک یہ امام کی تجویز پر موقوف ہی اور حضرت کا حکم تعلیق سر قطع مین ثابت نہین کہ تعلیق سنت ہو کذا فی فتح القدیر مصنف نے
شرح مین کہا کہ اسمین اعتراض ہی کہ جب امر ثابت ہوا تو مسنون ہونا ثابت ہوا واندکم الا فی حر وبرد شدیدین فلا تقطع لان الحد زاجر لا متلف ویحبس لتوسط الامر مگر سخت گرمی
اور سردی مین قطع نہ کیا جاویگا ہلاک ہونے کے خوف سے اسواسطے کہ حد قطع زاجر ہی نہ تلف کر دینے والی اور سارق مقید رہیگا تا اعتدال پھر قطع ہوگا وثمن
زیتہ ومؤنتہ کاجرۃ حداد وکلفۃ حسم علے السارق عندنا لتسببہ بخلاف اجرۃ المحضر للخصوم ففی بیت المال وقیل علی المتمرد شرح وہبانیۃ قلت وفی قضاء
الخانیۃ ہو الصحیح لکن صرح فی دعوی البزازیۃ وقیل علی المدعی وہو الاصح کا السارق اور تیل کی قیمت اور اُسکے مصارف جیسے ہاتھ کاٹنے والے کی اجرت اور
داغنے کی کلفت یعنی لکڑیون کی قیمت اور تیل جوش کرنے کے برتن کی اجرت سارق پر ہی ہمارے نزدیک اسواسطے کہ وہی سبب ہوا ان مصارف کا بخلاف مدعی و مدعا علیہ کے
محضر کی اجرت کے کہ وہ بیت المال سے متعلق ہی اور بعضون نے کہا کہ متمرد یعنی سرکش پر ہی کذا فی شرح الوہبانیۃ شارح کہتا ہی اور خانیہ کی کتاب القضا مین ہی کہ متمرد پر ہی
کی ہونا ہی صحیح ہی لیکن بزازیہ کی کتاب الدعوی مین ہی اور ایک قول یہ ہی کہ اجرت محضر کی مدعی پر ہی اور یہی قول اصح ہی مانند سارق کے قطع یدین ثم رجلہ الیسری من الکعب
ان عاد اور سارق کا بایان پاؤں کاٹا جاوے ٹخنے سے اگر وہ دوسری بار چوری کرے فان عاد ثالثا لا قطع بل عزر الضیا بالفرسخنی یتوب ای تظہر اثارات التوبۃ
شرح وہبانیۃ پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو قطع نہوگا اور قید کیا جاویگا اور اُسکو مارنے سے بھی تعزیر دیجاویگی یہانتک کہ توبہ کرے یعنی آثار توبہ کے ظاہر ہون فقط

ربائی تو بہ کذا فی شرح الوہبانیۃ ہم سرقہ ثانیہ مین بایان پانون کاٹنا حدیث اور اجماع سے ثابت ہی اور کوبسے کاٹنا اکثر اہل علم کے نزدیک امیر المومنین عمر فاروق کا فعل ہی
اور سرقہ ثالثہ اور رابعہ مین قطع نہ کرنا امیر المومنین علی مرتضی کے قول سے ثابت ہی محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین یون روایت کی اخبرنا ابو حنیفۃ عن عمرو بن مرۃ عن عبد اللہ بن سلمۃ عن علی ابن ابی طالب
رضی اللہ عنہ فرمایا کہ جب سارق چوری کرے تو مین اُسکا داہنا ہاتھ کاٹون پھر اگر دوبارہ چوری کرے تو اُسکا بایان پانون کاٹون پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو اُسکو قید میں رکھون
یہان تک کہ آثار خیر اُس سے پیدا ہون مجکو حیا آتی ہی اللہ سے کہ مین سارق کو ایسا کرکے چھوڑون کہ نہ اُسکے ہاتھ رہے جس سے کھاوے یا استنجا کرے اور نہ پانون رہے جس سے چلے اور
دارقطنی اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ و بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہی اور ابن ابی شیبہ مین مروی ہی کہ عمر فاروق نے مشورہ کیا صحابہ کرام سے تو صحابہ نے اجماع کیا
مثل قول علی مرتضی کے وغیر ذلک من الآثار کذا فی فتح القدیر وما روی لقطعہ ثالثا ورابعا ان صح حمل علی السیاسۃ او نسخ اور یہ جو روایت ہی کہ تیسری بار اور چوتھی بار کی چوری
مین بھی قطع کیا جاوے اگر وہ روایت صحیح ٹھہرے تو سیاست پر محمول ہی یا منسوخ ہونے پر ہم امام شافعی کے نزدیک تیسری بار کی چوری مین بایان ہاتھ کاٹا جاوے اور
چوتھی بار کی چوری مین داہنا پانون کاٹا جاوے بدلیل حدیث ابی داؤد بروایت جابر خلاصہ مضمون اُسکا یہ ہی کہ ایک سارق کی چار بار کی چوری سے چارون ہاتھ پانون کاٹے گئے جب
پانچوین بار اُسنے چوری کی تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اُسکے قتل کر ڈالنے کا امر فرمایا چنانچہ وہ مقتول ہوا نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہی مصعب بن ثابت اسکا
راوی ضعیف ہی ہر چند مضمون اس حدیث کا طرق کثیرہ سے ثابت ہی لیکن کوئی سند طعن سے خالی نہین لہذا طحاوی نے کہا کہ ان آثار کو ہمنے تتبع کیا کسی کی ہمنے اصل نہین پائی اور
عقل سے نہایت بعید ہی کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوقت مین سارق کے چارون ہاتھ پانون قطع ہوتے اور صحابہ کرام اسکو جانتے اور علی مرتضی کی خلافت مین کوئی اُسکو ذکر
نہ کرتا اور مشورہ کیوقت اُسکے خلاف پر اجماع صحابہ ہوتا تو علی مرتضی کا اُسکے مخالف عمل کرنا یا روایات مذکورہ کے ضعیف ہونے پر دلیل ہی یا سیاست پر محمول ہی یعنے یہ حکم
بطریق حد سرقہ نہین بلکہ بطریق سیاست ہی مانند قتل سارق کے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق مین کہا کہ سیاست پر محمول ہونے کی دلیل ہی کہ پانچوین بار کی چوری مین
قتل کا حکم ہوا یعنے قتل سارق بطریق سیاست ہی سکے نزدیک بطریق حد کے کمن سرق وابہامہ الیسری مقطوعۃ او شلاء او صبعان منہا سوی الابہام او رجلہ الیمنی مقطوعۃ او شلاء لم یقطع لانہ اہلاک حل یحبس لیتوب چنانچہ جسنے چوری کی اور حالانکہ اُسکے ہاتھ کا بایان انگوٹھا مقطوع یا شل ہی یا سوا بائین انگوٹھے
کے اُسکے ہاتھ کی دو اُنگلیان مقطوع یا شل ہین یا سارق کا داہنا پانون مقطوع یا شل ہی تو کچھ قطع نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ اس حالت مین داہنا ہاتھ یا بایان پانون
کاٹنا اُسکا درحقیقت ہلاک کرنا ہی بلکہ ایسے سارق کو قید رکھنا چاہیے تا اظہار آثار توبہ ہم ان مسائل مین قطع نہین کہ گرفت اور رفتار کی منفعت کا فوت کرنا ہی کیونکہ
مدار چلنے کا انگوٹھے پر ہی انگوٹھے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک انگلی غیر ابہام مقطوع یا شل ہوگی تو قطع ہوگا اسواسطے کہ اُسکے فوت ہونے سے گرفت مین خلل نہین
ہوتا اور بائین ہاتھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر داہنا ہاتھ شل یا ناقص الاصابع ہوگا تو ظاہر الروایۃ مین قطع ہوگا کذا فی المنح حلبی نے کہا اصح روایت مین بایان
داہنا پانون اسواسطے قطع نہوگا کہ یہ محل قطع نہین ہمارے نزدیک اور داہنا ہاتھ اسواسطے نہ قطع ہوگا کہ جب بایان ہاتھ بیکار ہوا تو گرفت متصور نہوگی اور یہ ہلاک
ہی اور اگر داہنا پانون شل ہوگا تو ہاتھ پانون کا ایکہی طرف سے کاٹنا لازم آویگا اور یہ بھی اہلاک ہی ولا یضمن قاطع الید الیسری ولو عمدا فی الصحیح نہر اذا امر بخلافہ
لانہ اتلف واخلف من جنسہ ما ہو خیر منہ وکذا لو قطعہ غیر الحداد فی الاصح اور ضمان نہ دیگا بائین ہاتھ کا کاٹنے والا اگرچہ اُسنے عمدا کاٹا ہو قول صحیح مین کذا فی النہر جبکہ قاطع کو
اُسکے برخلاف حکم ہوا اسواسطے کہ اُسنے تلف کیا اور اُسکے ہم جنس ایسا چھوڑا جو اُس سے بہتر ہی یعنے داہنا اور اسیطرح ضمان نہین اگر غیر حداد نے بائین ہاتھ کو کاٹا قول
اصح مین یعنے قاضی نے حداد کو قطع کا حکم دیا اور غیر حداد نے قطع کر ڈالا اور قبل حکم کے قطع کرنا آگے آتا ہی نفی ضمان سے تعزیر لازم نہین تو اگر عمدا کیا ہوگا تو تعزیر دیا جائیگا ولو قطعہ احد قبل الامر والقضاء وجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء وسقط القطع عن السارق سواء قطع یمینہ او یسارہ اور اگر کسی نے ہاتھ کاٹا قبل حکم اور قضا کے تو
قصاص واجب ہی عمد مین اور دیت واجب ہی خطا مین اور سارق سے قطع ساقط ہو جائیگا خواہ اُسکا داہنا ہاتھ قطع ہوا ہو یا بایان وفی قضاء القاضی بالقطع کالامر علی الصحیح
فلا ضمان کافی اور قطع مین قاضی کی قضا مانند حکم کے ہی بنا بر قول صحیح کے تو بعد قضاء قاضی بھی قاطع پر ضمان نہین کذا فی الکافی وفی السراج

سرق فلم يؤخذ بها حتى قطعت يمينه قصاصا قطعت رجله اليسرى اور سراج مین ہے کہ ایک شخص نے چوری کی سو چور کا اُس سے مواخذہ نہوا یہان تک کہ اُسکا داہنا
ہاتھ قصاص مین کاٹا گیا تو اُسکا بایان پاؤن کاٹا جاویگا ہم قصاص کی قید سے احتراز ہوا سرقہ کی قطع سے یعنے اگر سرقہ مین اُسکا قطع ہوا تو اب دوسری بار قطع نہ ہوگا
بسبب اتحاد جنس کے کذا فی الطحطاوی وطلب المسروق منه المال لا القطع على الظاهر شرط القطع مطلقا فی اقرار وشهادة على المذهب لان الخصومة شرط لظهور
السرقة اور طلب کرنا مال کو مالک کا قطع کی شرط ہے مطلقاً یعنے اقرار سارق مین اور شہادت مین بنا بر مذہب صحیح ہی کے طلب مال اسواسطے شرط ہوئی کہ خصومت چوری کے ظاہر ہونے
کی شرط ہے اور طلب قطع ظاہر شرط قطع نہین کذا فی البحر اسواسطے کہ وجوب قطع خالص حق اللہ ہے واسطے مالک قطع کو عفو بعد الوجوب نہین کر سکتا ہے جب حق اللہ ہوا تو طلب عبد
مشروط نہوگی وکذا حضوره ای المسروق منه عند اداء الشهادة وعند القطع لاحتمال ان يقر له بالملك فيسقط القطع لا حضور الشهود على الصحيح شرح المنظومة واقره المصنف
قلت لكنه مخالف لما قدمناه وشرحا للبحر وقد حرره فی الشرنبلالية بما يفيد ترجيح الاول فتامل اور اسیطرح حاضر ہونا مسروق منه یعنے مالک یا نائب مال کا شرط ہے ادائے
شہادت اور قطع کیوقت مین اس احتمال سے کہ شاید وہ سارق کی ملک کا اقرار کرے تو ساقط ہو جاوے قطع سارق سے شرط نہین حضور گواہون کا قطع کیوقت بنا بر صحیح قول
کے کذا فی شرح المنظومة اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین شارح کہتا ہے لیکن عدم اشتراط شہود مخالف ہے اُس کلام کے جسکو ہمنے اسباب سے پہلے ذکر کیا ہے متن وشرح
دونون مین تو یہ مقام لائق تحریر ہے اور البتہ شرنبلالیہ مین ایسی تحریر کی ہے جو قول اول کی ترجیح کی مفید ہے یعنے اشتراط حضور کی سو سمجھ تامل کر ہم شرنبلالیہ مین فتح القدیر سے نقل کیا
کہ قطع نہین ہے بدون حضور مسروق منه اور شاہدین کے سو اگر غائب ہوئے شاہد یا مرجاوین تو قطع نہ کیا جاویگا انتہی ما فی الفتح اور اسیطرح اگر ایک شاہد غائب ہو گیا یا مرجاویگا ظاہر الروایت مین انتہی
ما فی الشرنبلالیہ شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہ مقام دقیق ہے تو بیان معتمد علیہ قول کو تلاش کرنا چاہیے فتاوی ہندیہ یعنے عالمگیری مین ہے کہ جب شاہد چوری کی گواہی دیکر غائب ہو جاوین
بعد ظہور عدالت کے یا مرجاوین قبل قضا کے یا بعد قضا جاری کرنیکے قبل تو دونون صورتون مین قاضی نہ قضا کرے نہ جاری کرے امام اعظم کے نزدیک اول قول مین اور قول آخر امام کا یہ ہے کہ قضا کرے اور جاری کرے انتہی تو اس
روایت سے معلوم ہو گیا کہ قول معتمد علیہ عدم حضور شاہدین ہے اسواسطے کہ مجتہد کا قول معتبر وہی ہے جو قول آخر ہے چنانچہ شارح نے شرح ملتقی مین توضیح تمام اسکو بیان کیا ہے کذا
فی الطحطاوی اور مصنف نے بھی اپنی شرح مین قول آخر امام کا عدم اشتراط حضور شاہدین مین اور موافقت قول صاحبین کے بدائع سے نقل کی ہے ثم فرع علی قوله وطلب
المسروق الخ فقال فلو اقر انه سرق مال الغائب توقف القطع على حضوره ومخاصمته پھر مصنف نے اپنے قول یعنے اشتراط طلب مسروق منه پر تفریع
کیا سو یون کہا تو اگر سارق نے اقرار کیا کہ اُسنے فلانے غائب شخص کا مال چرایا تو قطع موقوف رہیگا اُسکے حاضر ہونے اور جھگڑا کرنے پر کذا لو قال سرقت هذه الدراهم
ولا ادری لمن هی او لا اخبرك من صاحبها لا قطع لانه يلزم من جهالته عدم طلبه اور اسیطرح اگر سارق نے کہا کہ مینے یہ دراہم چوری کیے ہین اور مین نہین جانتا ہون
کہ یہ کسکے ہین یا یون اقرار کیا کہ مینے یہ دراہم چوری کیے ہین اور تجھکو مین نہین بتاتا کہ کون اسکا مالک ہے تو قطع نہین اسواسطے کہ ناواقفگی مالک سے اسکی عدم
طلب لازم ہے حالانکہ طلب مالک شرط قطع ہے وكل من له يد صحيحة يملك الخصومة ثم فرع عليه بقوله كمودع وغاصب ومرتهن ومتول واب ووصی وقابض على
سوم الشراء وصاحب ربوا بان باع درهما بدرهمين وقبضهما فسرقا منه لان الشراء فاسد بمنزلة المغصوب بخلاف معطى الربوا لانه بالتسليم لم يبق له ملك ولا يد یعنی اور جسکا
قبضہ صحیح ہے مال پر وہ مالک ہے خصومت کرنے کا اُس مال کے چرانے والے سے پھر اس اصل پر مصنف نے اپنا یہ قول متفرع کیا جیسے امانت دار اور غاصب
اور مرتہن اور مسجد کا متولی اور باپ صغیر کے مال مین اور وصی اور جسنے بیع پر قبضہ کیا بائع کی خرید کے نرخ پر اور بیاج لینے والا اسطرح کہ اُسنے ایک درہم
کو عوض دو درہم کے بیچا اور دونون درہم پر قبضہ کر لیا پھر اُسکے پاس سے دونون چوری گئے اسواسطے کہ فاسد خرید بمنزلہ مغصوب کے ہے بخلاف بیاج دینے
والے کے کہ وہ خصومت کا مالک نہین اسواسطے کہ بسبب تسلیم مال کے اُسکی ملکیت اور قبضہ باقی نہ رہا کذا فی التبیین [illegible]
ہے شارح نے تصویر یون کی ہے ایک درہم کی مثال دی حالانکہ یہ مناسب مقام نہین اسواسطے کہ دو درہم نصاب سرقہ نہین اور مصنف کی تصویر خوب ہے یعنے دس درہم کو بیس
درہم سے بیچا پھر وہ چوری ہوگئے تو سارق کا ہاتھ مقطوع ہوگا ہمارے نزدیک صاحب ربوا کی خصومت سے کذا فی المنح ولا قطع بسرقة [illegible]

کذا فی الخانیۃ ھ طحطاوی نے کہا کہ خانیہ میں سرقہ لقطہ سے عدم قطع مذکور نہیں بلکہ صاحب بحر نے اسکی عبارت پر تفریع کیا ہے خانیہ کا یہ مضمون ہے کہ ایک شخص نے لقطہ لیا اور اشہاد کیا
پھر اسکے پاس سے وہ چیز جاتی رہی سو اسکو غیر کے ہاتھ میں پایا تو پہلا شخص اس شخص سے خصومت نہیں کرسکتا اسواسطے کہ شخص ثانی لقطہ لینے کی ولایت میں اول شخص کے مانند ہے
صاحب بحر نے کہا تو لائق یہ ہے کہ ملتقط کی جانب سے قطع نہو ومن لا ید لہ صحیحۃ فلا یملک الخصومۃ کسارق سرق منہ بعد القطع لم یقطع بخصومۃ احد ولو المالک لان یدہ غیر
صحیحۃ کما یاتی انفا اور جس کا قبضہ صحیح نہیں مال پر تو وہ مطالبہ اور خصومت کا مالک نہیں چنانچہ سارق کے پاس سے مال چوری ہوگیا بعد قطع ید کے تو سارق ثانی کا
ہاتھ قطع نہوگا کسی کی خصومت سے اگرچہ اس مال کا مالک ہی مطالبہ کرے اسواسطے کہ قبضہ اسکا غیر صحیح ہے چنانچہ اسکا ذکر ابھی آتا ہے ویقطع بطلب المالک ان ضاع او
سرق منہم ای من الثلثۃ اور قطع ہوگا مالک کے بھی مطالبہ سے اگر ان تینوں کے پاس سے چوری ہوگئی یعنی امانت دار اور غاصب اور صاحب الربوا ھ [illegible] زیلعی و
عینی اور صاحب بحر اور مصنف نے ذکر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ بیاج دینے والا بھی مطالبہ کرسکتا ہے حالانکہ شارح نے شمنی سے مانند صاحب بحر و مصنف کے ابھی مذکور
کیا ہے کہ معطی ربوا مطالبہ نہیں کرسکتا اسواسطے کہ تسلیم سے اسکا قبضہ فاسد ہو [illegible] علم کذا فی الطحطاوی وکذا للطالب الراہن مع غیبۃ المرتہن فی الظاہر لانہ
ہو المالک اور اسیطرح قطع ہوگا راہن کے مطالبہ سے مرتہن کے غائب ہونے کے ساتھ بنابر قول ظاہر کے اسواسطے کہ مال مرہون کا راہن ہی تو مالک ہے کذا فی المنح عن المجمع
لا بطلب المالک لا یعین المسروق او الطالب السارق لو سرق من السارق بعد القطع لسقوط عصمتہ قطع نہیں مالک کے مال مسروق کے طالب ہونے سے یا سارق کے طالب ہونے سے
اگر سارق کے پاس سے چوری ہوگئی بعد قطع کے بسبب ساقط ہونے عصمت اس مال کے یعنی بعد قطع کے وہ مال غیر متقوم ہے سارق کے حق میں بعد استہلاک کے ضمان واجب نہیں
کذا فی المنح بخلاف ما اذا سرق الثانی من السارق الاول قبل القطع ولو بعد ما درئ بشبہۃ فان لہ ای للاول القطع لان سقوط التقوم ضرورۃ القطع ولم یوجد
فصار کالغاصب ثم بعد القطع ہل للاول استرداد [illegible] روایتان اختار الکمال [illegible] بخلاف اسکے جبکہ سارق ثانی نے سارق اول سے چوری کی قبل قطع کے یا بعد ٹالنے حد کے شبہ کے
سے اسواسطے کہ سارق اول کو اور صاحب مال کو مطالبہ قطع کا ہے اسواسطے کہ تقوم مال کا سقوط بضرورت قطع تھا سو یہاں موجود نہیں تو سارق مانند غاصب کے ہوگیا استحقاق طلب
میں پھر قطع ہوجانے کے بعد سارق اول کو سارق ثانی سے مال کا پھیر لینا جائز ہے یا نہیں اسمیں دو روایتیں ہیں اور کمال الدین نے فتح القدیر میں مال کا پھیرنا اختیار کیا ہے اسواسطے
کہ اول و ثانی دونوں خائن ہیں اور اگر مالک سے جدا ہو تو حاکم کی حفاظت میں رکھے جیسے غائب شخصوں کا مال محفوظ رکھتا ہے کذا فی الفتح سرق شیئا ورد قبل الخصومۃ
عند القاضی الی مالکہ او الی عیالہ او ملکہ ای المسروق بعد القضاء بالقطع ولو بہبۃ مع قبض او ادعی انہ ملکہ وان لم یبرہن لشبہۃ او نقصت قیمتہ من النصاب
بنقصان السعر فی بلد الخصومۃ [illegible] القطع فی المسائل الاربع جو چیز چرائی اور دعوے سے پہلے مالک کو پھیر دی یا مالک کے [illegible] کو چنانچہ مالک کے اصول [illegible] کی
عیال میں داخل ہیں بعد حاکم کے حکم قطع کے سارق نے مال مسروق کا مالک ہوگیا اگرچہ ہبہ مع القبض سے کردی یا سارق نے اس مال کے مالک ہونے کا دعوی کیا اگرچہ یہ دعوی گواہی
ثابت نہ کیا ہو کیونکہ شبہ پیدا ہوگیا یا قیمت مسروق کی کم ہوگئی نصاب سے کم ہوجانے سے مطالبہ کے شہر میں قطع نہوگا ان چاروں صورتوں میں او المسروق ذو رحم ادعی ما ہو
شبہۃ مسقطۃ للقطع لم یقطع اقر بالسرقۃ ثم رجع [illegible] فلان قطع المقر [illegible] انا وفلان اقرار کیا دو شخصوں نے نصاب کی چوری کا ایک سارق نے [illegible] کا
جو قطع کو ساقط کرتا ہے تو دونوں پر قطع نہوگا مصنف نے قید لگائی دونوں کے اقرار کی اسواسطے کہ اگر ایک سارق یوں اقرار کریگا کہ میں نے چوری کی اور فلاں شخص نے اور فلاں منکر ہے تو مقر پر
قطع ہے مانند اس شخص کے کہ میں نے قتل کیا اور فلانے نے اور فلاں منکر ہے تو مقر پر قصاص ہوگا ہمسر نصاب سے جنس وہی اسواسطے کہ دو سارقوں پر قطع نہیں تاوقتیکہ ہر ایک نصاب کو نہ پہنچے
نہو کذا فی الطحطاوی ولو شہد [illegible] لشبہۃ الشبہۃ لا قطع [illegible] اور اگر دو شخصوں نے چوری کی اور ایک [illegible] غائب ہوگیا
اور دو شاہدوں نے گواہی دی انکی چوری پر تو سارق حاضر قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ شبہۃ الشبہۃ معتبر نہیں ہم لیتے اس احتمال سے قطع ساقط نہیں
ہوسکتا کہ شاید جب غائب سارق آوے تو کوئی شبہہ حاضر سارق کے واسطے بیان کرے کیونکہ شبہۃ الشبہہ ہے اور مسقط قطع شبہہ ہے نہ شبہۃ الشبہہ
ولو اقر عبد مکلف بسرقۃ قطع وترد المسروقۃ الی المسروق منہ [illegible] اور اگر مکلف غلام نے چوری کا اقرار کیا تو قطع کیا جاویگا اور مال مسروق مالک

پھیر دیا جاویگا اگر مال قائم ہو سوم قطع اسواسطے ہی کہ اقرار عبد کا اپنی ذات پر صحیح ہی حدود اور قصاص مین مکلف کی قید اسواسطے لگائی کہ عبد صغیر کا اقرار پر قطع نہین پر اگر مال قائم
ہو گا ہو تو قطع ہوگا بلا ضمان کما لو قامت علیہ بینۃ بذلک لکن بشرط حضرۃ مولاہ عندہما خلافا للثانی لا عند اقرارہ بحد اتفاقا جیسا کہ قطع ہی غلام
پر اگر قائم ہون گواہ اُسکی چوری پر لیکن بشرط موجود ہونے اُسکے مالک کے شاہدون کی گواہی کے وقت خلافا لابی یوسف اور شرط نہین موجود ہونا مالک کا غلام کے
اقرار حد کے نزدیک بالاتفاق ولا غرم علی السارق بعد ما قطعت یمینہ ہذا لفظ الحدیث درر وغیرہا ورواہ الکمال بعد قطع یمینہ اور تاوان نہین سارق پر
بعد قطع ہونے اُسکے داہنے ہاتھ کے یعنے درصورت نہ موجود رہنے مال کے یہ الفاظ حدیث کے ہین کذا فی الدرر وغیرہا اور کمال الدین نے حدیث بایں لفظ روایت کی
کہ لا غرم علی السارق بعد قطع یمینہ ہم متن کی روایت حدیث بالمعنی ہی اسواسطے کہ یا مصدر ہی اور حدیث بالمعنی روایت کرنا عارف لغت کو جائز ہی فتح القدیر
مین اس حدیث کو کمال الدین بن ہمام نے دارقطنی سے روایت کیا اور نسائی مین یہ حدیث مرفوع بایں لفظ ہی لا یغرم صاحب سرقۃ اذا اقیم علیہ الحد اور بزار کی حدیث
بایں لفظ ہی لا یضمن السارق سرقتہ بعد اقامۃ الحد لیکن نسائی کی حدیث ضعیف اور منقطع ہی واللہ تعالی اعلم وترد العین لو قائمۃ وان باعہا او وہبہا لبقائہا علی
ملک مالکہا اور مالک کا مال پھیر دیا جاوے اگر موجود ہو اگرچہ سارق نے اُسکو بیع یا ہبہ کر دیا ہو بسبب باقی رہنے مال کے اُسکے مالک کی ملک پر ولا فرق فی عدم
الضمان بین ہلاک العین واستہلاکہا فی الظاہر من الروایۃ لکنہ یفتی بادا قیمتہا دیانۃ وسواء کان الاستہلاک قبل القطع او بعدہ مجتبی اور کچھ
فرق نہین عدم ضمان مین درمیان ہلاک ہوجانے مال مسروق یا اُسکے ہلاک کر ڈالنے کے ظاہر الروایت مین لیکن سارق کو فتوی دیا جاوے اُسکی
قیمت کے ادا کرنیکا اور برابر ہی کہ استہلاک قبل قطع کے ہو یا بعد قطع کے کذا فی المجتبی وفیہ لو استہلکہ المشتری منہ او الموہوب لہ فللمالک تضمینہ اور مجتبی
مین ہی کہ اگر سارق سے خرید کرنے والے نے یا موہوب لہ نے اُسکو ہلاک کیا تو مالک مال کو ضمان لینا مشتری یا موہوب لہ سے جائز ہی ہم اور مشتری سارق
سے اپنا پھیر لے جتنا دیا ولو قطع لبعض السرقات لم یضمن شیئا وقالا یضمن ما لم یقطع فیہ اور اگر بعضے چوریون کی جزا مین قطع ہوا تو باقی چوریون مین
سے کسیکا ضمان نہین اور صاحبین نے کہا ضمان لیا جاویگا اُس مال کا جسمین قطع نہین ہوا امام کی دلیل یہ ہی کہ جمیع سرقات مین قطع واحد بنابر حق اللہ کے
واجب ہی اسواسطے کہ بنای حدود تداخل پر ہی اور خصومت شرط ظاہر ہی قاضی کے نزدیک جب ایک سرقہ کیطرف سے قطع ہوا تو سب کی طرف سے قطع ہو چکا
خواہ ایک شخص کا چند بار مال چورایا ہو یا چند شخصون کا کذا فی المنح سرق ثوبا فشقہ نصفین ثم اخرجہ قطع ان بلغت قیمتہ نصابا بعد شقہ ما لم یکن
اتلافا بان ینقص اکثر من نصف القیمۃ فلہ تضمین القیمۃ فیملکہ مستندا الی وقت الاخذ فلا قطع زیلعی کپڑا چورایا پھر اُسکو چیر کر گھر مین آدھا آدھا کیا پھر اُسکو
گھر مین سے نکالا تو قطع کیا جاویگا اگر اُسکی قیمت بقدر نصاب کے پہونچے بعد پھاڑنے کے تا وقتیکہ پھاڑنا اُسکے تلف کر ڈالنے کا موجب نہو اسطرح پر کہ اُسکی نصف
قیمت سے اکثر کم ہو جاوے تو اُسوقت مین مالک کو اُسکی قیمت کا ضمان لینا جائز ہی تو ضمان دیکر سارق مالک ہو جاویگا اُس کپڑے کا چوری کے وقت سے بطریق استناد
کے پھر جب مالک ٹھہرا تو قطع نہین کذا فی الزیلعی ہم طحطاوی نے کہا اور اگر گھر سے نکالکر کپڑا پھاڑا تو قطع ہوگا اگرچہ اُسکی قیمت بقدر نصاب نہ رہی ہو پھر
ہل یضمن نقصان الشق مع القطع صحح الحدادی لا وقال الکمال الحق نعم اور کیا پھاڑ ڈالنے کا نقصان قطع کے ساتھ ہو سکتا ہی یعنے درصورت
تنصیف اور عدم اتلاف حدادی نے عدم ضمان کی تصحیح کی ہی اور کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا ان حق یہ ہی ضمان ہو ومتی اختار تضمین القیمۃ سقط القطع
لما مر اور جب مالک نے تضمین قیمت اختیار کی تو قطع ساقط ہوگا بدلیل گذشتہ یعنے ضمان مین وقت اخذ سے مالک ہو جائیگا سارق کا پھر قطع کیونکر ہو ولو
سرق شاۃ فذبحہا فاخرجہا لا لما مر انہ لا قطع فی اللحم وان بلغ لحمہا نصابا بل تضمین قیمتہا اور اگر بکری چورائی پھر گھر مین اُسکو ذبح کر ڈالا پھر
اُسکو گھر سے باہر نکالا تو قطع نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ گوشت مین قطع نہین اگرچہ گوشت اُسکا بقدر نصاب کے پہونچے بلکہ سارق اُسکی قیمت کا
ضمان دیگا ولو فعل ما سرق من الحجرین ہو قدر نصاب وقت الاخذ دراہم او دنانیر او انیۃ قطع وردت وقالا لا یرد لتقوم الصنعۃ عندہما خلافا لہ

اور سارق نے جس چاندی اور سونے کو چورایا اور حالانکہ وہ بقدر نصاب ہے چوری کے وقت اسکے دراہم اور دنانیر یا برتن بنائے تو قطع کیا جاویگا اور وہ مالک کو پھیر دیئے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ پھیر دینا نہوگا بسبب تقدم صنعت کے صاحبین کے نزدیک بخلاف امام کے کہ صاحبین کے نزدیک صنعت سے ذات اور نام بدل گیا اسواسطے کہ چاندی کا نام درہم ہوگیا اور سونے کا نام دینار ہوگیا اور امام اعظم اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک صنعت سے نام کا بدلنا شرعاً معتبر نہیں ہے بدلیل عدم تغیر حکم ربوا یعنی اگر چاندی کا برتن دس درہم کے وزن کا بیچا جاوے گیارہ درہم سے تو جائز نہیں پس حکما ذات ویسی ہی باقی رہی جیسی تھی تو قطع ہوگا اور مالک کو پھیر دیا جاویگا علاوہ اسکے درہم و دینار میں چاندی سونے کا نام بھی باقی ہے اسکے ساتھ دوسرا نام حادث ہوگیا واما نحو النحاس لو جعلہ اوانی فان کان یباع وزنا فلذلک وان عددا فہی للسارق اتفاقا اختیار اور تانبا وغیرہ تو اگر اسکو چورایا اور اسکے برتن بنا کے سو اگر وہ وزن سے بکتا ہو تو اسیطرح کا حکم ہے یعنی قطع ہے اور مالک کو پھیر دینا اور اگر بطریق شمار کے بکتا ہو تو وہ سارق کا ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الاختیار اسواسطے کہ حالت جدید پیدا ہوئی بنا بر بدل اور بیع اور شراکے ولو صبغہ احمر او طحن الحنطۃ اولت السویق فقطع لا رد ولا ضمان اور اگر سارق نے کپڑے کو سرخ رنگ کر دیا یا گیہوں کو پیس ڈالا یا ستو کو گھی یا شہد میں لت کیا کذا فی الطحطاوی پھر سارق قطع کیا گیا تو نہ رد مال ہے نہ تاوان کذا لو صبغہ بعد القطع بحر خلافا لما فی الاختیار اور اسیطرح حکم ہے اگر کپڑے کو بعد قطع ید کے رنگین کریگا کذا فی البحر خلافا لما فی الاختیار ولو صبغہ اسود ردہ لان السواد نقصان خلافا للثانی وہو اختلاف زمان لا برہان اور اگر سارق کپڑے کو سیاہ رنگیگا تو مالک کو پھیر دیا جاویگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہے بخلاف ابی یوسف کے کہ انکے نزدیک سیاہی موجب نقصان نہیں اور یہ اختلاف زمان کا ہے نہ اختلاف دلیل کا یعنی امام اعظم کے وقت میں سیاہی نقصان میں داخل تھی اور ابی یوسف کے وقت میں موجب خوشنمائی اور خوبی تھی اسواسطے کہ خلفاء عباسیہ پوشاک سیاہ کے ملتزم تھے سرق فی ولایۃ سلطان لیس لسلطان اخر قطعہ اذلا ولایۃ لہ علی من لیس تحت یدہ فلیحفظ ہذا الاصل چوری کی ایک سلطان کی حکومت میں تو دوسرے سلطان کو اسکا قطع کرنا نہیں پہنچتا اسواسطے کہ جو شخص اسکے تحت اختیار نہیں سرقہ کے وقت اسپر اسکی ولایت اور حکومت نہیں تو اس اصل کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر ہم سراجیہ میں ہے کہ جب سمرقند میں چوری کرے تو اور جند کے والی کو اسپر حد قائم کرنا نہیں پہونچتا کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم فقط حدود میں خاص ہے یا جمیع امور میں اسکی تصریح تلاش کرنا چاہیے اذا کان للسارق کفان فی معصم واحد قیل تقطعان وقیل ان تمیزت الاصلیۃ وامکن الاقتصار علی قطعہا لم تقطع الزائد لانہ غیر مستحق للقطع والا تمیز قطعا ہو المختار لانہ لا یمکن من اقامۃ الواجب الا بذلک سراج جبکہ سارق کی دو ہتھیلیاں ہوں ایک گٹے میں بعضوں نے کہا دونوں قطع کیجاویں اور بعضوں نے کہا کہ اگر اصلی ہتھیلی ممتاز ہو اور فقط اسیکا کاٹنا ممکن ہو تو اصلی کاٹی جاوے زائد نہ کاٹی جاوے اسواسطے کہ زائد مستحق قطع نہیں اور اگر اصلی زائد سے ممتاز نہو تو دونوں قطع کیجاویں یہی قول مختار ہے اسواسطے کہ حاصل نہیں ہوتی اقامت واجب کی مگر اسیطرح

کذا فی السراج واللہ اعلم

باب قطع الطریق

باب قطع الطریق

وہو السرقۃ الکبری یہ باب ہے قطع طریق یعنے رہزنی کے احکام میں اور یہ سرقہ کبری ہے اور جو اول مذکور ہوا وہ سرقہ صغری ہے اور چونکہ صغری کثیر الوقوع ہے لہذا اسکو مقدم کر کیا کبری ہے چہ قطع طریق علانیہ ہوتا ہے بطریق خفیہ تو اسکو سرقہ کہنا بنا بر مجاز کے ہے کہ ایک نوع کا اخفا اسمیں بھی ہے یعنی اخفا حاکم اور اسکے نائبوں سے اور شرائط قطع طریق سے یہ ہے کہ قطاع الطریق باقوت وشوکت ہوں ایک ہی آدمی ایسا ہو اور یہ کہ قطع طریق شہر سے باہر ہو تو شہر میں یا دو گانوں کے درمیان میں قطع طریق نہیں بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک شہر کے اندر بھی قطع طریق متحقق ہے اور اسی پر فتوی ہے لوگوں کی مصلحت کے واسطے کذا فی الاختیار اور یہ شرط ہے کہ دار الاسلام میں ہو اور یہ کہ ماخوذ بقدر نصاب ہو اور یہ کہ قطاع الطریق اصحاب حوائج کے قرابتدار نہوں اجنبی ہوں اور یہ کہ قطاع الطریق آپس میں جو موجب قطع کے ہیں اہل ہوں تو اگر عورت ہوگی تو صحیح قول یہ ہے کہ قطع نہیں اور یہ شرط ہے کہ قبل توبہ کرنیکے گرفتار ہوں تو اگر بعد توبہ گرفتار ہونگے تو مال مالکوں کو پھیر دیا جاویگا اور ان پر سے حد ساقط ہو جاویگی بالاتفاق کذا فی الطحطاوی عن الحلبی علی النہر الدرر المنتقی من قصدہ ولو فی المصر لیلا یفتی وہو معصوم علی شخص

معصوم ولو ذمیا جسنے کہ قطع طریق کا قصد کیا اگرچہ شہر میں رات کو قصد کیا اسی طرح الی ابی یوسف پر فتوی ہے حالانکہ قصد کرنیوالا معصوم یعنی محفوظ الدم ہو یعنی جو شخص محفوظ الدم والمال ہو رہزنی کا قصد کرے اگرچہ
دونون میں سے ہر ایک ہم قاصد معصوم الدم ہو یعنی مسلمان یا ذمی کہ بحکم شرع انکا خون محفوظ ہے خواہ آزاد ہو یا غلام عصمت کی قید سے کافر حربی نکل گیا سو اگر حربی دار الاسلام میں قطع
طریق کریگا تو وہ استیلاء کفار میں داخل ہے جسکا بیان کتاب الجہاد میں آویگا اور اگر قطع طریق مستامن کریگا تو اسکی حد میں اختلاف ہے کذا فی المنح فاعلی المستامنین فلا حد تو اگر
قطاع الطریق نے مستامن کے مال پر رہزنی کی تو حد نہیں اسواسطے کہ بسبب جنبی ہونیکے اسکا مال مباح ہے اور عصمت اسکی دائمی نہیں کذا فی المنح عن الکافی واخذ قبل اخذ شئی و قتل
نفس حبس وہو المراد بالنفی فی الایۃ سو قاطع طریق گرفتار ہوا قبل لینے کسی چیز کے اور قبل قتل کرنے جان کے تو قید کیا جاوے اور نفی من الارض سے قید کرنا ہی مراد ہے
آیت قرآنی میں ام ینفی من الارض سے حبس ہے اسواسطے مراد ہوا کہ اگر اسکی نفی جمیع ارض سے مراد ہو تو یہ نہیں ہو سکتا جبتک کہ وہ زندہ ہے اور اگر ایک شہر سے دوسرے شہر میں
نکالدینا مراد ہو تو اس سے مقصود حاصل نہیں یعنے دفع اذیت آدمیون سے اور اگر دار الاسلام سے دار الحرب کا نکالدینا مراد لیجیے تو اسمین اسکے ارتداد کا خوف ہے تو ثابت ہوا کہ
نفی عن جمیع الارض مراد یہی ہے اسطرح کہ اسکو ایک مکان میں قید کیجیے تا جمیع اہل ارض اسکے شر سے محفوظ رہیں بجز موضع حبس اسواسطے کہ محبوس کی خارج عن الدنیا ہوتا ہے
ظاہرین المراد توزیع الاجزیۃ علی الاحوال کما تقرر فی الاصول اور ظاہر ہے کہ آیت قرآنی میں تقسیم جزاون کی احوال پر مراد ہے چنانچہ کتب اصول میں ثابت ہوچکا ہے ہم
قطاع الطریق کی جزا قرآن مجید میں قتل کرنا یا سولی دینا یا ہاتھ پانون کا کاٹنا یا نفی یعنی حبس مذکور ہے تو اگر آیت کے اطلاق پر عمل کیجیے تو سخت گناہ کی ہلکی جزا اور ہلکے گناہ کی سخت
جزا جائز ہو سکتی ہے اور یہ امر قواعد شرع اور عقل کے مخالف ہے تو واجب ہوا تقسیم جزا کا قائل ہونا سخت گناہ کی سخت جزا اور ہلکے کی ہلکی اسواسطے کہ برابری عقوبت
کی باوجود تفاوت جنایت کے حکمت کے مخالف ہے اور یہ کیونکر نہو حالانکہ محمد بن الحسن نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ابی بردہ کے لوگون نے قطاع الطریقی کی
تو جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے یہ حد لیکر کہ جسنے قتال کیا اور مال لیا اور جسنے قتال کیا اور مال نہیں لیا وہ قتل کیا جاوے گا اور جسنے مال لیا
اور قتال نہیں کیا اسکے ہاتھ پانون کاٹے جاوین جانب خلاف سے اور جو مسلمان ہوکر آوے تو اسلام نے گناہ گذشتہ کو گرا دیا اور عطیہ کی روایت میں یون ہے کہ
جسنے راہ میں دھمکایا اور قتل نہیں کیا اور مال نہیں لیا وہ نفی کیا جاوے کذا فی الفتح والطحطاوی اور یہی مذہب ہے امام شافعی و لیث و اسحق اور ہمارے اصحاب کا اور ابو ثور و
داؤد ظاہری کے نزدیک امام کو اختیار ہے اطلاق آیت پر عمل کرنیکا لعد التعزیر لمباشرتہ منکر التخویف حتی یتوب لا بالقول بل بظہور سیماء الصالحین او یموت
مذکور محبوس کیا جاوے بعد تعزیر کے مخالف شرع دھمکانے کے سبب سے یہان تک کہ توبہ کرے نہ فقط زبانی توبہ بلکہ علامت صالحین کے ظہور سے یا مرجاوے قید میں
اگر آثار توبہ ظاہر نہون ہم مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ متون فقہ میں تعزیر مذکور نہیں حالانکہ مفتی الثقلین نے حبس بعد التعزیر کی تصریح کی ہے بسبب انکا سبب ہر منکر یعنی
تخویف کے اور صاحب کفایہ نے تمرتاشی سے اسیطرح نقل کیا ہے چنانچہ اخی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہے انتہی وان اخذ مالا معصوما بان یکون لمسلم او ذمی کما مر
واصاب کل نصابا قطع یدہ ورجلہ من خلاف ان کان صحیح الاطراف لما لفوت لفوہ وہذہ حالۃ ثانیۃ اگر رہزن نے مال معصوم لیا اسطرح کہ وہ مال
مسلم یا ذمی کا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا اور پہونچا مال ہر شخص کو بقدر نصاب کے تو انکا ایک ہاتھ اور ایک پانون قطع کیا جاوے جانب مخالف سے بشرطیکہ اسکے ہاتھ پانون صحیح
سالم ہون تاکہ اسکی منفعت حاجات انسانی کی نہ فوت ہون اور یہ دوسری حالت ہے ہم مخالف سے یہ مراد ہے کہ داہنا ہاتھ اور بایان پانون کاٹنا چاہیے تا رفع حاجت
ہو سکے اور صحیح الاطراف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اسکا بایان ہاتھ اور داہنا مقطوع یا شل ہوگا تو قطع نہوگا اور نصاب کی قید سے معلوم ہوا کہ اقل نصاب میں قطع
نہیں کذا فی المنح وان قتل معصوما ولم یأخذ مالا قتل وہذہ حالۃ ثالثۃ حدا لا قصاصا فلذا لا یعفو ولی لاشتراط ان یکون القتل موجبا للقصاص لوجوبہ جزاء
لمحاربۃ اللہ تعالی بمخالفۃ امرہ وہذا الحد یستغنی عن تقدیر مضاف کما لا یخفی اور تیسری حالت یہ ہے کہ اگر قتل کرے شخص معصوم کو اور مال نہ لے تو وہ بنا بر حد کے قتل
کیا جاویگا نہ از روے قصاص کے تو اسیواسطے ولی مقتول اسکو معاف نہیں کرسکتا اور شرط نہیں ہے کہ قتل کرنا قاطع طریق کا موجب قصاص ہو یعنے مباشرت آلہ ورسبب
قاطع الطریق کا قتل کرنا شرط نہیں بلکہ ایک شخص کا قتل کرنا سب کے قتل کیواسطے کافی ہے بسبب وجوب حد قتل کے اللہ تعالی کی لڑائی کے بدلے اللہ تعالی کی لڑائی بسبب انکی نافرمانی امر کے

اور اس تقریر سے تقدیر مضاف کی حاجت نہ رہی آیت قرآنی مین چنانچہ مخفی نہین ہم آیت قرآنی یعنے انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ مین مضاف کو اکثر علما محذوف مانتے ہین یعنے یحاربون
اولیاء اللہ یا یحاربون عباد اللہ اسواسطے کہ محاربہ خدا سے ممکن نہین شارح نے کہا جب محاربہ کو بمعنی مخالفت امر کے کہا بطریق اطلاق اسم سبب پر تو تقدیر مضاف
کی کچھ حاجت نہ رہی والحالۃ الرابعۃ ان قتل و اخذ المال خیر الامام بین ستۃ احوال ان شاء قطع من خلاف ثم قتل او قطع ثم صلب او فعل الثلثۃ او قتل و صلب
او قتل فقط او صلب فقط کذا فصلہ الزیلعی اور چوتھی حالت یہ ہے کہ اگر رہزن قتل کرے اور مال بھی لے تو امام مختار ہے جزا دینے مین چھ طرح پر اگر چاہے ہاتھ پانون جانب
مخالف سے قطع کرے پھر اُسکو قتل کرے یا چاہے قطع کرے پھر سولی دے یا قطع اور قتل اور سولی تینون عمل مین لاوے یا قطع کرے اور نہ سولی دے یا فقط قتل کرے یا فقط
سولی دیوے اسیطرح زیلعی نے تفصیل کی شرح کنز مین ہم وجہ حصر یہ ہے کہ حالات تین ہین قطع اور قتل اور سولی تو امام کو اختیار ہے کہ اول اور ثانی مین یا اول اور ثالث مین جمع
کرے یا ثانی پر اقتصار کرے یا ثالث پر یا ثانی اور ثالث مین جمع کرے یا حالات ثلثہ کو جمع کرے ویصلب حیا فی الاصح وکیفیتہ فی الجوہرۃ اور سولی پر زندہ چڑھاوے قول اصح مین
اور سولی پر چڑھانے کی کیفیت جوہرہ مین ہے کو رہم جوہرہ نیرہ مین کیفیت سولی پر چڑھانے کی یون لکھی ہے کہ ایک لکڑی زمین مین گاڑے پھر اُسکے اوپر ایک لکڑی عرض مین
باندھے اسپر رہزن کے دونون پانون رکھے دوسری لکڑی تیسری لکڑی درباندھے عرض مین اُسمین دونون ہاتھ اُسکے باندھے پھر برچھی سے اُسکی بائین چھاتی مین کوچے اور برچھی
اُسکا پیٹ خوب ہلاوے یہانتک کہ مرجاوے کذا فی المنح ویبعج بطنہ برمح لتشہیرہ ویخضخض بہ حتی یموت اور اُسکا پیٹ برچھی سے پھاڑے اُسکی تشہیر کیواسطے اور اُسکو برچھی
سے ہلاوے تاکہ مرجاوے ویترک ثلثۃ ایام من موتہ ثم یخلی بینہ و بین اہلہ لیدفنوہ لا اکثر منہا علی الظاہر وعن الثانی یترک حتی یتقطع اور موت کے بعد تین دن تک سولی پر چھوڑا
جاوے پھر اُسمین اور اُسکے قرابت والون مین تخلیہ کیا جاوے تاکہ اُسکو وہ لوگ دفن کرین تین دن سے زیادہ سولی پر نہ رہے بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ بدبو سے لوگون کو
تکلیف ہوگی اور ابی یوسف سے مروی ہے کہ وہین رہے یہان تک کہ گل سڑ کر گر پڑے وبعد اقامۃ الحد علیہ لا یضمن ما فعل من اخذ مال و قتل و جرح زیلعی اور اُسپر حد قائم کرنے کے بعد ضمان
نہین اُسکے فعل کا یعنے اخذ مال و قتل و زخم لگانیکا کذا فی الزیلعی ہم ضمان کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ مال خود لعینہ باقی نہین ہا اور اگر باقی ہوگا تو مالک کو دیا جاویگا کذا فی الملتقی وتجری
الاحکام المذکورۃ علی الکل بمباشرۃ بعضہم الاخذ والقتل والاخافۃ اور احکام مذکورہ سب قطاع الطریق پر جاری ہونگے اُنمین سے بعضے لوگون کے مال لینے اور
قتل کرنے اور ڈرانے سے یعنی اگرچہ افعال قطع طریق بعضے لوگ کرین اور باقی کھڑے رہین یا مدد کرین لیکن حبس و تعزیر اور قطع اور قتل و صلب سب پر جاری ہوگا علے حسب الحالات
و حجر و عصا لہم کسیف اور پتھر اور اُنکی لاٹھیان مانند تلوار کے ہین یعنے ہر چند امام اعظم کے نزدیک پتھر اور لاٹھی کے قتل سے قصاص نہین لیکن یہان بہر صورت قتل ہوگا
اسواسطے کہ یہ جزا الطریق قصاص نہین جو لاٹھی اور تلوار مین فرق کیا جاوے بلکہ یہ جزاء محاربہ خدا و رسول ہے بنا بر حد کے والحالۃ الخامسۃ ان لضم الیہ الجرح اخذ قطع من
خلاف و ہدر جرحہ لعدم اجتماع قطع و ضمان اور پانچوین حالت یہ ہے کہ اگر زخمی کرنے کے ساتھ مال کا لینا بھی ملے تو ہاتھ پانون جانب مخالف سے قطع کیے جاوین
اور زخم کا خون بہا باطل ہے بسبب جمع ہونے قطع اور ضمان کے و ان جرح فقط اے لم یقتل لم یاخذ نصابا قال الزیلعی ولو کان مع ہذا الاخذ قتل فلا حد
ایضا لان المقصود ہنا المال و ہی من الغرائب اور اگر فقط زخمی کیا یعنے نہ قتل کیا اور نہ بقدر نصاب مال لیا تو حد نہین زیلعی نے کہا اور اگر اس لینے کے
ساتھ یعنے کمتر از نصاب لینے کے ساتھ قتل ہو تو بھی حد نہین اسواسطے کہ مقصود یہان مال کا لینا ہے نہ قتل کرنا اور یہ مسئلہ عجائبات سے ہے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا عیسے
بن ابان نے کہا کہ فقط قتل موجب حد ہے پھر یہان کیون نہوئی باوجود زیادتی جنایت کے یعنے قتل کیا اور مال بھی لیا خلاصہ جواب کا جسکی طرف شارح نے اشارہ کیا
وہ یہ ہے کہ درصورت اخذ مال قطاع الطریق کا قصد مال لینے کیطرف غالب ہے تو وہی معتبر ہوا نہ غیر اُسکا بخلاف اسصورت کے جبکہ فقط قتل کیا بلا اخذ مال اسواسطے کہ صاف ظاہر ہو گیا
کہ اُنکا مقصود قتل تھا نہ مال لہذا یہان حد واجب ہوئی فوائد ظہیریہ مین اس مسئلہ کو غرائب مین شمار کیا اسواسطے کہ زیادتی جنایت صورت تخفیف ہو گئی کذا فی الطحطاوی عن البحر او قتل
عمدا او اخذ المال فتاب قبل مسکہ و من تمام توبتہ رد المال اولم یردہ قتیل لاحد یا رہزن نے قتل کیا عمدا اور مال لیا پھر توبہ کی قبل گرفتار ہونے کے تو حد نہین اور اُسکی تمامی
توبہ سے مال کا پھیر دینا ہے حاکم کے گرفتار کرنے سے پہلے کذا فی المبسوط والمحیط اور اگر مال نہ پھیر دیگا بعضون نے کہا تو بھی اُسپر حد نہین کذا فی المنح

کیفیت سولی دینا کی ۱۲

چوتھی صورت

پانچویں صورت

او کان منہم غیر مکلف او اخرس او کان ذا رحم محرم من احد المارة او شریک مفاوض با قطاع الطریق یعنی اگر کوئی شخص غیر مکلف ہو یا گونگا ہو یا کوئی راہ چلنے والے کا رہزن قرابتدار محرم ہو یا شریک مفاوض ہو تو کسی پر حد نہیں اسواسطے کہ جب ایک شخص سے بسبب عدم تکلیف یا گونگے ہونے یا محرمیت یا شرکت مال سے حد ساقط ہوئی تو باقی سے بھی ساقط ہو گئی بسبب اتحاد جنایت کے کذا فی المنح او قطع بعض المارة علی البعض یا قطع طریق کیا بعض راہ چلنے والوں نے بعض پر تو انپر بھی حد نہیں بسبب اتحاد حرز کے تو قافلہ بمنزلہ دار واحدہ کے ہو گیا او قطع شخص الطریق لیلا او نہارا فی مصر او بین مصرین یا رہزنی کی ایک شخص نے رات کو یا دن کو شہر کے اندر یا دو شہر کے درمیان میں تو ان امور مذکورہ کے حد نہیں بسبب عدم شرط قطع طریق وعن الثانی ان قصده لیلا مطلقا او نہارا بالسلاح فهو قاطع وعلیه الفتوی بحر ودرر واقره المصنف اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر اسنے قطع طریق کا قصد کیا راتکو کسی طرح یا دن کو ہتھیار کے ساتھ تو وہ شخص قاطع طریق ہے تو حد اسپر جاری ہو گی اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر والدرر اور مصنف نے بھی اسکو اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے فلا حد جواب المسائل الست تو حد نہیں یہ جواب ہے مسائل ستہ مذکورہ کا مع اگرچہ مسائل مذکورہ میں حد ساقط ہوئی لیکن حقوق العباد کا مواخذہ ہو گا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل عمد میں قصاص ہے اور اخذ مال میں رد مال ہے اگر قائم ہو اور اگر قائم نہو تو ضمان ہے کذا فی المنح وللولی القود فی العمد والارش فی غیره او العفو فیہما اور مسائل مذکورہ میں ولی مقتول کو جائز ہے قصاص لینا قتل عمد میں یا خونبہا لینا غیر عمد میں یا عمد اور غیر عمد میں معاف کر دینا والعبد فی حکم قطع الطریق کغیره وکذا المراة فی ظاهر الروایة فتح لکنها لا تصلب مجتبی اور عبد قطع طریق کے حکم میں مانند آزاد کے ہے اور اسیطرح عورت ظاہر الروایت میں مانند مرد کے ہے کذا فی فتح القدیر لیکن عورت سولی پر نہ چڑھائی جاویگی کذا فی المجتبی وفی السراجیة والدرر فیہم امراة فباشرت القتال فقط تقتل الرجال وبہا ہو المختار اور فتاوی سراجیہ اور درر میں ہے کہ قطاع الطریقین کے گروہ میں ایک عورت نے بھی مال لیا اور قتال کیا تو مرد قتل کیے جاوینگے نہ عورت یہی قول مختار ہے عشر نسوة قطعن واخذن وقتلن قتلن وضمن المال مثلا دس عورتوں نے قطع طریق کیا اور مال لیا اور قتل کیا تو سب قتل کیجاوینگی اور مال کا ضمان دینگی مع یہ قتل بنابر قصاص ہے نہ بنابر حد کے بدلیل ضمانت کے اور یہ توجیہ قول مختار پر مبنی ہے نہ ظاہر روایت پر و یجوز ان یقاتل دون ماله وان لم یبلغ نصابا ویقتل من یقاتله علیه لاطلاق الحدیث من قتل دون ماله فهو شهید فتح اور جائز ہے کہ مقابلہ کرے انسان اپنے مال کی حفاظت کیواسطے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہ پہونچے اور قتل کرے اسکو جو اس سے اسکے مال پر مقابلہ کرتا ہے بدلیل اطلاق اس حدیث کے کہ جو قتل کیا جاوے اپنے مال کے سوا یعنی اپنے مال بچانے میں مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی فتح القدیر مع نسائی میں مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اسنے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس میرا مال چھیننے کو آوے حضرت نے فرمایا کہ اسکو [illegible] یعنی یوں کہہ کہ اللہ کے عذاب سے ڈر میرا مال [illegible] کہا اگر وہ پسند پذیر نہو تو فرمایا کہ اپنے آس پاس کے لوگوں سے استعانت کر اسنے کہا کہ اگر کوئی مسلمان تیرے پاس نہو تو فرمایا تو سلطان یا حاکم سے استعانت کر اسنے کہا اگر حاکم دور ہو مجھ سے فرمایا قاتل دون مالک یعنی مقابلہ کر اپنے مال بچانے کیواسطے یہاں تک کہ یا تو شہید ہو جاوے یا تو اپنا مال بچا پاوے کذا فی تیسیر الوصول بحر الرائق میں ہے کہ سارق جب کسی کے گھر میں گھسے اور اسباب کو نکالے تو اسکو قتل کرنا جائز ہے جبتک کہ سارق کے پاس متاع رہے بدلیل حدیث قاتل دون مالک اور اگر سارق متاع پھینک دے [illegible] اسکو اس سے مقاتلہ جائز نہیں اسواسطے کہ حدیث [illegible] اسکو شامل نہیں اور سراجیہ میں ہے کہ سارقوں نے لوگوں کا مال لیا اور لیچلے اور مالکان مال نے اور لوگوں سے مدد چاہی [illegible] سارقوں کا پیچھا کیا تو اگر مال کے ساتھ ہوں یا ساتھ نہوں لیکن [illegible] مال کو پہچانتے ہوں اور چوروں سے چھین سکتے ہوں تو ان [illegible] مقابلہ کرنا مال چھیننے کیواسطے درست ہے اور اگر مال ساتھ نہوں اور [illegible] مال کو پہچانتے نہوں اور نہ چھین سکتے ہوں تو انکو مقابلہ کرنا جائز نہیں کذا فی المنح ومن تکرر الخنق منه فی المصر ای خنق مرارا ذکره مسکین قتل به سیاسة لسعیه فی الارض بالفساد وکل من کان کذلک یدفع شره بالقتل اور جس شخص سے گلا گھونٹنا اور پھانسی دینا شہر میں مکرر ہوا ہو یعنی بارہا یہ حرکت کی ہو تو وہ اس جرم سے قتل کر ڈالا جاوے بطریق سیاست کے بسبب اسکے فساد اٹھانے کے اور جو شخص کہ ایسا مفسد ہو اسکا شر قتل کر ڈالنے سے دفع کیا جاوے والا بان خنق مرة فالاشبه کالقتل بالمثقل وفیه القود عند غیر ابی حنیفة رحمه الله تعالی اور اگر ایسا نہو یعنی ایکہی بار اسنے پھانسی دی ہو تو بطریق سیاست اسکا قتل جائز نہیں اسواسطے کہ پھانسی سے مارنا بھاری چیز سے قتل کرنے کے برابر ہوا اور اسمیں قصاص ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے سوا اور علما کے نزدیک یعنی صاحبین وغیرہما کے نزدیک اور امام کے نزدیک اسمیں دیت ہے کذا فی المنح واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الجہاد

یہ کتاب ہے جہاد کے احکام میں اور اس کتاب کو کتاب السیر اور کتاب المغازی بھی کہتے ہیں سیر بکسر اول و فتح ثانی جمع ہے سیرت کی بکسر اول و سکون ثانی سیرت سیر بالفتح سے ہے بمعنی سفر دو قسم ظاہری اور معنوی ہو باعتبار قسم ثانی کے سیرت بمعنی طریقہ کے مستعمل ہے خواہ طریقہ نیک ہو یا بد چنانچہ بولتے ہیں کہ فلان محمود السیرت اور فلان مذموم السیرت ہے اور اہل شرع کی زبان میں جنگ کفار اور انکے متعلقات میں سیرت مستعمل ہے جیسے مناسک حج میں اسواسطے کہ لڑائی اور جہاد کو سیر یعنی سفر لازم ہے اور مغازی جمع ہے مغزاۃ کی و مغزاۃ اور غزاۃ اور غزوہ بمعنی جنگ ہے کذا فی الفتح والمنح و فتاوی عالمگیری میں ہے کہ آیا خیال دکھاؤ و شرطین ہیں اول یہ کہ کفار اسلام کو قبول کرتے ہوں اور اہل اسلام نے انکو امان نہ دی ہو اور انسے عہد صلح کا نہ کیا ہو اور شرط ثانی یہ ہے کہ قتال کرنے سے قوت اور شوکت اور غلبہ اہل اسلام متوقع ہو اپنے اجتہاد اور تخمین کے موافق یا کسی رے اور اجتہاد پر اعتقاد اور اقتدا ہو اُسکی تجویز کے موافق اور اگر غلبہ مسلمین کی قتال میں امید نہو تو لڑنا حلال نہیں اسواسطے کہ دیدہ اور دانستہ اپنی جان کو ہلاکی میں ڈالنا ہے اور حکم جہاد کا ساقط ہونا واجب کا ہے اپنے ذمہ سے دنیا میں اور حصول ثواب و سعادت ہے آخرت میں مثل عبادات کے اور وہ بعد الحدود و لاتحاد المقصود و وجہ الترقی غیر خفی مصنف کتاب الجہاد کو لایا بعد کتاب الحدود کے بسبب اتحاد مقصود کے اور وجہ ترقی جہاد کی مخفی نہیں ہم حدود اور جہاد کا مقصود ایک چیز ہے یعنی خالی کرنا عالم کا فساد سے اور اسیواسطے حدود اور جہاد دونوں حسن لغیرہ ہیں اور جہاد کی ترقی کی وجہ حدود پر یہ ہے کہ حدود میں اکثر معاملہ اہل اسلام سے ہے اور جہاد میں کفار سے تو معاملہ اہل اسلام کا اولی بالتقدیم ہوا یا یہ وجہ ہے کہ حدود میں ازالہ فسق ہے اور جہاد میں ازالہ کفر حالانکہ کفر جمیع مفاسد سے اعظم اور اقبح ہے یا یہ وجہ ہے کہ قتال کفار کا ثواب اعظم اور اکبر ہے و ہو لغۃ مصدر جاہد سے فی سبیل اللہ اور جہاد باعتبار لغت کے مصدر ہے جاہد فی سبیل اللہ کا یعنی بذل وسعت اور کوشش کا خدا کی راہ میں اور یہ شامل ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوشش کو و شرعا الدعاء الی الدین الحق و قتال من لم یقبلہ شمنی اور اصطلاح شرع میں جہاد عبارت ہے سچے دین کیطرف بلانے سے اور جو اسکو نمانے اُسکے قتال کرنے سے کذا فی الشمنی ہم قہستانی نے کہا کہ شرع میں جہاد عبارت ہے قتل کفار سے اور انکے ضرب اور اموال غارت کرنے اور انکے معابد اور اصنام کے توڑنے سے غیر ذلک مراد اجتہاد اور کوشش ہے دین کی تقویت میں مثل حربی اہل ردہ اور اہل بغاوت سے اگر کہا تو یہ جو شمنی نے تعریف جہاد میں فقط قتال ذکر کیا تو اسواسطے کہ جہاد کا جزو اعظم قتال ہے اور مراد یہ ہے کہ قتال اور اموال وغیرہ سے جہاد میں داخل ہے تو تعریف ابن کمال کی جسکو شارح ذکر کرینگے اتفصیل ہے اس اجمال کی کذا فی حاشیۃ الحلبی و زاد ابن الکمال او بذل الوسع فی القتال فی سبیل اللہ مباشرۃ او معاونۃ بمال او رای او تکثیر سواد او غیر ذلک انتہی اور ابن کمال نے جہاد کی تعریف اسطرح کی ہے کہ جہاد عبارت ہے بذل وسعت اور کوشش کرنے سے قتال فی سبیل اللہ میں خواہ مستعد ہو کر یا مال کی مدد کر یا تدبیر بتا کر یا مسلمین کا جماؤ بڑھا کر یا سوا اسکے اور طرح کی مددگاری انتہی کلامہ تنبیہ زخمیوں کی تیمارداری اور غازیوں کو کھانا پکا دینا انکے واسطے پانی لانا اور اہل و عیال کی خدمتگذاری کرنا جہاد میں داخل ہے چنانچہ اسکی تصریح احادیث میں پائی گئی ہے و من توابعہ الرباط و ہو الاقامۃ فی مکان لیس وراءہ اسلام ہو المختار اور جہاد کے توابع و ملحقات سے رباط ہے اور وہ عبارت ہے ایسے مکان کی اقامت سے جسکے آگے اسلام نہو یعنی آخر حد ہو یعنی حد دارالاسلام میں مجاہد کا اسواسطے ٹھہرنا کہ کفار دارالاسلام میں آکر اہل اسلام کو ضرر نہ پہنچا دیں اسکو رباط کہتے ہیں اسواسطے کہ اگر جگہ کے اندر رباط ہو تو جمیع اہل اسلام اپنے گھروں میں مرابط ٹھہریں حالانکہ ایسا نہیں ہے رد بعضوں نے کہا کہ جس موضع میں ایکبار کفار نے غارتگری کی وہ چالیس برس تک رباط رہیگا اور جہاں دو بار غارتگری ہوئی وہ ایک سو بیس برس تک رباط ہوا اور جہاں تین بار غارتگری ہوئی وہ تا قیامت رباط ہے کذا فی فتح القدیر و صح ان صلوۃ المرابط بخمسمائۃ و درہمہ بسبعمائۃ وان مات فیہ اجری علیہ عملہ و رزقہ و من الفتان و بعث شہیدا آمنا من الفزع الاکبر و تمامہ فی الفتح اور بحدیث صحیح ثابت ہوا ہے کہ مرابط یعنی رباط کے ٹھہرنے والے کی نماز پانسو نماز کے برابر ہے اور ایک درم اسکا سات سو درم کے صرف کرنے سے افضل ہے اور صحیح مسلم میں سلمان فارسی سے روایت ہے کہ جو رباط میں مرگیا اسکا عمل جو کرتا تھا قیامت تک جاری رہیگا اور روزی اسکی جاری رہیگی اور فتنہ منکر اور نکیر وغیرہ سے محفوظ رہیگا اور طبرانی میں حدیث مرفوع ہے کہ جو مرابط مرگیا روز قیامت کے شہید مبعوث ہوگا اور فزع اکبر یعنی بڑی دہشت اور ہول سے قیامت میں محفوظ اٹھیگا اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے چنانچہ مترجم نے فتح القدیر سے پورا نقل کردیا فف حدیث میں وارد ہے کہ جب ابن آدم مرتا ہے تو اسکا عمل منقطع ہوجاتا ہے لیکن احادیث سے ثابت ہوا ہے کہ تیرہ اعمال کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے اول نشر علوم یعنی علوم دینی کی تعلیم کرنا یا علم دین کی کتاب تالیف کرنا یا کتاب دینی کا ترجمہ کرنا یہ سب نشر علوم میں داخل ہے ۲ دعاے اولاد صالح ۳ کھجور وغیرہ کے درخت کا جمانا ۴ صدقات جاریہ مانند وقف وغیرہ ۵ قرآن مجید کو وارثون کے

بیان لغوی جہاد و شرعی یعنی زد و کوب اور کوشش خون ریزی کفار دین عالم کو قتال کرنا بیان تعریف جہاد ۱۲

واسطے چھوڑ جانا ۶ مسجد اسلام کی چوکیداری ۷ کنوان بنانا ۸ نہر جاری کرنا ۹ مسافر خانہ بنانا ۱۰ محل ذکر بنانا مثل مسجد اور خانقاہ ۱۱ مدرسہ دینیہ کے ۱۲ تعلیم قرآن مجید ۱۳ اشہاد ۱۳ اطرقیہ نیک نکالنا جو لوگون مین رایج ہو کذا فی الطحطاوی ہم فضیلت جہاد کی نہایت عظیم الشان ہے اور کیونکر نہو کہ عزیز ترین محبوبات پر سخت ترین تکالیف اور مشقات کا ڈالنا ہے یعنی جان نثاری اللہ سبحانہ کی رضامندی و تقرب کیواسطے اور اس سے زیادہ تر شاق نفس کو کوئی نہیں مگر سکتا ہے طاعات پر نشاط اور کاہلی ہے علی الدوام و نفسانی خواہشون سے صاف کنارہ کرنا و لہذا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی جنگ سے معاودت فرمائی کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر یعنی ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کیطرف پلٹ آئے چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث اسپر دلالت کرتی ہے کہا ابن مسعود نے یا رسول اللہ اعمال سے کون عمل افضل ہے فرمایا نماز کو اسکے وقت پر پڑھنا مین نے کہا پھر کون افضل ہے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا مین نے کہا پھر کون افضل ہے فرمایا فی سبیل اللہ جہاد کرنا اس حدیث مین نماز کے بعد جہاد کی فضیلت فرمائی اور ابو ہریرہ کی متفق علیہ حدیث مین جہاد کو بعد ایمان کے افضل فرمایا ہے ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کون عمل افضل ہے فرمایا اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ ایمان لانا سوال ہوا کہ اسکے بعد کون افضل ہے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ سوال ہوا کہ پھر کون افضل ہے فرمایا حج مقبول تو اس حدیث مین صلوۃ اور زکوۃ ایمان کی لفظ مین داخل ہین بطریق عموم مجاز کے تو دونون حدیثون مین کچھ معارضہ باقی نرہا اسواسطے کہ اسمین کچھ تردد کا مقام نہین کہ صلوۃ خمسہ پر مواظبت کرنا انکے اوقات مستحبہ مین افضل ہے جہاد سے اسواسطے کہ نماز فرض عین ہے اور بار بار واجب ہوتی ہے بخلاف جہاد کے اور اسواسطے کہ جہاد فرض نہین مگر شریعت کا ایمان لانا صلوۃ کے واسطے تو مقصود بالغیر اور حسن لغیرہ ہوا بخلاف ایمان و نماز کے کہ وہ مقصود بالذات اور حسن لعینہا ہین چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث صحیح مین صاف مصرح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اسکی جسکے قابو مین میری جان ہے کہ کوئی عمل و رجات آخرت کی طلب مین بعد صلوۃ مفروضہ کے جہاد فی سبیل اللہ کے برابر نہین بالجملہ احادیث صحیحہ فضائل جہاد مین بکثرت ہین از انجملہ حاکم نے بخاری کی شرط پر عمران بن حصین سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑا ہونا مرد کا صف مین فی سبیل اللہ افضل ہے خدا تعالی کے نزدیک ساٹھ برس کی عبادت سے ابو داؤد مین انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد جاری ہے جب سے کہ مجکو اللہ تعالی نے مبعوث فرمایا یہانتک کہ میری پچھلی امت دجال سے لڑیگی اسکو باطل نہ کریگا ظالم کا ظلم اور نہ عادل کا عدل انتہی اور اجماع اسپر قائم ہے تو جہاد کا نسخ ہونا رسالت کے مقصود نہین کذا فی فتح القدیر جامع ترمذی مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لڑا اللہ تعالی کی راہ مین بقدر فواق ناقہ تاکہ اللہ کا دین بلند ہو تو اسکے واسطے جنت واجب ہو گئی اور سوائے ابو داؤد کے صحاح ستہ مین ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ کون عمل جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے فرمایا کہ تم اسکو نہ کر سکو گے پھر اصحاب نے دو تین بار یہی سوال کیا پھر حضرت صلعم نے فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ایسے صائم اور قائم اور قانت بآیات اللہ کے مانند ہے جسکے صیام اور صلوۃ مین فتور نہین واقع ہوتا یہانتک کہ مجاہد گھر لپٹ آوے یعنی جو تمام دن روزہ رکھے اور تمام رات نماز اور قرآن مین بسر کرے ایک لحظہ آرام نہ کرے وہ البتہ مجاہد کے برابر ثواب مین ہو سکتا ہے سو یہ امر آدمی کی مقدور نہین اور ترمذی مین ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آنکھون کو آگ نہ لگیگی یعنی آتش جہنم نہ جلا دیگی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالی کے خوف سے روئی اور دوسری وہ آنکھ جو حراست فی سبیل اللہ مین جاگی اور مسلم اور نسائی مین ابو مسعود سے مروی ہے کہ ایک مرد ناقہ مخطومہ لایا اور بولا کہ یہ جہاد کیواسطے ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجکو اسکے عوض قیامت کے دن سات سو اونٹنیان مخطومہ ملینگی کذا فی تکمیل البیان اور صحیحین مین زید بن خالد سے روایت ہے کہ جسنے سامان درست کر دیا غازی فی سبیل اللہ کا تو البتہ اسنے خود جہاد کیا اور جو غازی کے اہل و عیال کی پیچھے خبرگیری کرتا رہا وہ بھی غازی ہے اور ابو داؤد مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد واجب ہے تمپر ہر سردار کیساتھ نیکوکار یا بدکار کے ساتھ اور نماز واجب ہے تمپر ہر مسلمان نیکوکار یا بدکار کے پیچھے اگرچہ کبائر گناہ کرتا ہو اور صحیح مسلم وغیرہ مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مر گیا اور اسنے جہاد نہ کیا اور جہاد کرنیکا اپنے دل مین بھی خیال نہ کیا وہ شعبہ نفاق پر مر گیا اور صحیحین مین ابو موسی سے روایت ہے کہ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ مرد لڑتا ہے اظہار شجاعت کیواسطے یا لڑتا ہے حمیت کیواسطے یا اپنی نمود کیواسطے لڑتا ہے انمین کون فی سبیل اللہ ہے فرمایا ہے جو قتال اسواسطے کرے کہ کلمۃ اللہ یعنی دین خدا کا بلند ہو وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہے اور سنن ابو داؤد مین ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور حالانکہ متاع دنیا کی خواہش رکھتا ہے یعنی غنیمت کے مال کا آرزومند ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اسکو کچھ ثواب نہین پھر سائل نے تین بار اسی سوال کا اعادہ کیا حضرت ہر بار یہی فرماتے تھے کہ اسکو کچھ ثواب نہین کذا فی تیسیر الوصول ہو فرض کفایۃ کل ما فرض لغیرہ فہو فرض کفایۃ اذا حصل المقصود بالبعض والا ففرض عین ولو لہ قدم الکفایۃ تکرہ

جہاد فرض کفایہ ہے یعنی بعضوں کے جہاد کرنے سے کل لوگوں سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے شارح کہتا ہے جو چیز اپنے غیر کے واسطے فرض ہوتی ہے وہ فرض کفایہ ہے جبکہ بعض کے کرنے سے مقصد حاصل ہو جائے
اور اگر ایسا نہ ہو یعنی جو بذات خود فرض ہو نہ غیر کی جہت سے یا ہرچند غیر کے واسطے فرض ہو جیسے نماز جنازہ ولیکن بعض کے کرنے سے مقصود حاصل نہیں ہوتا تو وہ فرض عین ہے اور شاید کہ مصنف نے فرض کفایہ کو مقدم کیا واسطے
علیحدہ بیان کے اسکی کثرت کے ہے کلام وارد کا مفید ہے اور لیکن جہاد کا فرض ہونا اور دوسرے فرض کفایہ ہونا دلیل فرضیت جہاد کی تو ادلہ قطعیہ ہیں قال تعالیٰ فاقتلوا المشرکین کافۃ وقاتلوا الذین لا یؤمنون
باللہ ولا بالیوم الآخر وکتب علیکم القتال وقاتلوہم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ لڑو مشرکوں سے سب سے اور فرمایا کہ قتال کرو اُنسے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر
اور پچھلے دن پر یعنی قیامت کا اور فرمایا کہ فرض کیا گیا تم پر قتال اور فرمایا کہ قتل کرو انکو یہاں تک کہ فتنہ یعنی کفر کا فتنہ نہ باقی رہے اور سب دین اللہ کا ہو جائے اگر کوئی کہے ان آیتوں کا عموم صبی
اور مجنون کا مخصوص ہے اور عام مخصوص ظنی الدلالۃ ہو جاتا ہے اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی اسکا جواب یہ ہے کہ خروج صبی اور مجنون کا عقل سے ثابت ہے تو اسکی تخصیص سے عام ظنی نہیں ہوتا اور عورت
اور مریض سے خطاب جہاد نہیں اسواسطے کہ خطاب جہاد انھیں لوگوں سے ہے جو لیاقت محاربہ رکھتے ہیں اور جہاد کا فرض کفایہ ہونا اسواسطے ہے کہ وہ فرض لعینہ نہیں کیونکہ فی نفسہ فساد ہے بلکہ لغیرہ
فرض ہے یعنی دین الٰہی کے غالب کرنے کے واسطے اور بندگان مسلمین کے اوپر سے دفع شر کے لیے فرض ہوا ہے تو جب یہ مدعا بعض لوگوں کے کرنے سے حاصل ہوگا تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جاویگا
چنانچہ نماز جنازہ اور سلام کا جواب اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیات قرآنی سے تو جہاد فرض عین معلوم ہوتا ہے تو اسکے فرض کفایہ جاننے اور ظاہر سے عدول کرنے کی کیا وجہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ سبب عدول
آیت قرآنی ہے لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاہدون الی قولہ وکلا وعد اللہ الحسنی یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا بیٹھنے والے مومنین سوائے اہل ضرر کے اور مجاہدین
برابر نہیں پھر آخر آیت میں فرمایا اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے نیکی کا وعدہ کیا ہے تو اگر جہاد فرض عین ہوتا تو قاعدین سے نیکی کا وعدہ نہ ہوتا بلکہ وہ مستحق عذاب کے ہوتے اور بروایت صحیح
ثابت ہوا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بعضی لڑائی میں تشریف نہ لیجاتے تھے اگر فرض عین ہوتا تو تخلف حضرت کا ممکن نہ تھا کذا فی المنح طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر
مسلمین کے ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر نے جہاد کیا تو واجب سب سے ساقط ہو گیا اگرچہ کسی گروہ نے بھی جہاد نہ کیا ہو اور اگر ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر لوگوں نے جہاد نہیں کیا تو سب پر
واجب ہوگا اور اگر ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے جہاد کرنیکا گمان کیا اور دوسرے گروہ نے عدم جہاد کا گمان کیا تو دوسرے گروہ پر واجب ہوگا نہ اول گروہ پر اسواسطے کہ مدار وجوب کا بیان ظن پر ہے کیونکہ
غیر کے فعل و عدم کا علم قطعی نہیں ہے امور میں متعسر ہے ابتداء وان لم یبدؤنا اما قولہ تعالیٰ فان قاتلوکم فاقتلوہم وتحریمہ فی الاشہر الحرم فمنسوخ بالعمومات کاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم
جہاد فرض ہے پہلے پہل اگرچہ کفار نے ہم سے لڑائی کی ابتداء نکی ہو اور وہ جو آیت قرآنی ہے کہ اگر کفار تم سے لڑیں تو تم بھی انسے لڑو اور تحریم جہاد کی بزرگ مہینوں میں یعنی رجب اور ذیقعدہ
اور ذی الحجہ اور محرم میں منسوخ ہے عمومات آیات سے چنانچہ یہ آیت کہ لڑو مشرکین سے جس وقت اور جہاں انکو پاؤ اسواسطے کہ لفظ حیث کا زمان و مکان دونوں میں مستعمل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی
ان قام البعض ولو عبیدا او نساء سقط عن الکل جہاد فرض کفایہ ہے یعنی اگر بعضے لوگ اسکو قائم کریں اگرچہ وہ لوگ غلام یا عورتیں ہوں تو سب سے ساقط ہو جاتا ہے ہم بعض کے جہاد کرنے سے
کل سے فرضیت ساقط ہوتی ہے جب کفایت حاصل ہو اور اگر بعض کا جہاد دفع کفار میں کافی نہ ہو تو جو ان سے اقرب ہے اس الاقرب پر جہاد فرض ہے اسی طرح اگر کفایت نہ ہوئی ہو یہاں تک تمام مسلمین کے شرقاً غرباً
جہاد فرض عین ہو جائیگا مانند صوم و صلوۃ کے کذا فی المنح والا اثموا بترکہ ای اثم الکل من المکلفین اور اگر جہاد کو کسی نے قائم نکیا کسی وقت میں تو اسکے ترک
کرنے سے سب گناہگار ہونگے یعنی سب عاقل بالغ مسلمان گنہگار ہونگے ہم یعنی ہر زمانے میں اگر بعض مسلمین جہاد نہ کریں تو سب عاصی ہونگے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر کسی زمانہ میں بعضے جہاد کر لیں
تو ہر وقت کے مسلمین سے گناہ ساقط ہو وایاک ان تتوہم ان فرضیتہ تسقط عن اہل الہند بقیام اہل الروم مثلا بل یفرض علی الاقرب فالاقرب من العدو الی ان تقع الکفایۃ
فلو لم تقع الا بکل الناس فرض عینا کالصلوۃ والصوم ومثلہ الجنازۃ والتجہیز فرضا کما فی الدرر اور لیکن ایسا نہ ہو کہ تم سمجھو کہ فرضیت جہاد اہل ہند سے ساقط ہو جاتی ہے
اہل روم کے جہاد کرنے سے مثلاً بلکہ جہاد فرض ہے اسپر جو زیادہ نزدیک ہو دشمن یعنی کفار سے پھر انکے بعد اسپر جو انسے اقرب ہے یہاں تک کہ کفایت حاصل ہو یعنی
غیر کی مدد کی حاجت نہ رہے کفار منہزم ہو جاویں اور اگر کفایت نہ حاصل ہوئی ہو مگر سب و تمام کے تو اسوقت میں سب پر جہاد فرض عین ہو جائیگا مانند صلوۃ اور صوم کے
اور جہاد کے مانند ہے نماز جنازہ اور تجہیز میت اور ایسا ہی اسکا درر میں ہے یعنی اگر ایک مسلمان شہر کے کنارے مرگیا تو اسکے پڑوسیوں اور اہل محلہ پر اسکی تجہیز اور تکفین اور نماز
جنازہ فرض ہے نہ محلات بعیدہ پر اور اگر اس محلہ کے قریب دوسرے محلہ والوں نے جانا کہ اہل محلہ میت کے حقوق ادا نہیں کر سکتے یا عاجز ہیں تجہیز اور تکفین سے تو دوسرے محلہ والوں پر فرض ہوگا اور اگر

بھی کوتاہی کرینگے یا عاجز ہونگے تو تیسرے اہل محلہ پر تجہیز میت فرض ہوگی علی ہذا القیاس جمیع محلات پر الاقرب فالاقرب فرض ہوگی لا یفرض علی صبی وبالغ لہ ابوان او احدہما لان
طاعتہما فرض عین وقال صلی اللہ علیہ وسلم للعباس بن مرداس لما اراد الجہاد الزم امک فان الجنۃ عند رجل امک اسی طرح جہاد فرض نہین صغیر پر اور اُس بالغ پر جسکے ماں باپ
یا ایک کوئی اُنمین سے زندہ ہو اسواسطے کہ اطاعت والدین کی فرض عین ہے تو فرض کفایہ واسطے فرض عین ترک نہوگا اور فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداس سے
جبکہ اُسنے جہاد کا ارادہ کیا لازم پکڑ اپنی ماں کو اسواسطے کہ بہشت تیری ماں کے قدم کے پاس ہے کذا فی السراج ہم جہاد مین جانا درصورت ناخوشی والدین حرام ہے اسواسطے کہ اُنکی
اطاعت اُسپر فرض عین ہے اور جہاد فرض نہین صحیح بخاری مین عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت مانگنے آیا آپ نے پوچھا کیا تیرے والدین زندہ ہین کہا
ہاں فرمایا اُنہین مین جہاد کر اور ابن مسعود کی حدیث جو مذکور ہو چکی اُسمین بر والدین جہاد پر مقدم ہے اور ابو داؤد مین ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف ہجرت کی یمن کے ملک سے تو فرمایا کہ یمن مین کوئی تیرا ہے اُسنے کہا میرے والدین ہین فرمایا تجھکو اذن دیا ہے بولا نہین فرمایا تو پلٹ جا اور اُنسے اجازت لے اگر وہ اجازت دین تو
جہاد کر اور جو اجازت نہ دین تو اُنکے ساتھ نیکی اور خدمتگزاری کر کذا فی الفتح بحر الرائق مین ہے کہ جہاد کے سوا اور اہل و عیال اگر مرد کے جہاد کے لیے کو مکروہ جانین تو اگر اُنکے ضائع ہونے کا
خوف ہو تو بدون اُنکی اجازت کے خروج نہ کرے وفیہ لاکل سفر فیہ خطر الا باذنہما وما لا خطر فیہ یحل بلا اذن ومنہ السفر فی طلب العلم اور سراج مین ہے کہ جس سفر مین ہلاکی کا خوف ہے جیسے جہاد
اور سمندر کا سفر کذا فی حاشیۃ الحلبی تو اُسمین جانا حلال نہین بدون اذن والدین کے اور جس سفر مین خطرہ نہین وہ بدون اذن کے حلال ہے اور سفر بلا خطر مین طلب علم کا سفر کرنا داخل ہے اور اسی طرح ہے
تجارت و حج کا سفر کذا فی البحر وعبد وامرأۃ لحق المولی والزوج ومفادہ وجوبہ لو امرہا الزوج بہ فتح وعلی غیر المزوجۃ نہر قلت تعلیل الشمنی بضعف بنیتہا یفید خلافہ قال فی البحر انما یلزمہا
امرہ فیما یرجع الی النکاح وتوابعہ اور جہاد فرض نہین غلام اور عورت پر بسبب فرض ہونے حق مولی اور زوج کے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے وجوب ہونا جہاد کا عورت پر
اگر عورت کا زوج اُسکو جہاد کا امر کرے کذا فی الفتح اور غیر منکوحہ پر وجوب ہونا تعلیل مذکور سے نکلتا ہے کذا فی النہر شارح کہتا ہے اور تعلیل شمنی کی بوجہ ضعیف جسم عورت اُسکے مخالف کی مفید ہے یعنے
عدم وجوب کی اگرچہ زوج بھی امر کرے بحر الرائق مین کہا کہ عورت پر زوج کا امر لازم الاتباع نکاح اور توابع نکاح کے متعلقات مین ہے یعنی امر جہاد متعلقات نکاح سے خارج ہے تو عورت پر
امتثال اُسکا لازم نہین تو وجوب جہاد بھی نہین ہم تعلیلات مذکورہ پر وجوب اور عدم وجوب کو مستفاد کرنا بے موقع ہے اسواسطے کہ عدم وجوب قہستانی مین محیط سے منصوص ہے خلاصہ اُسکا یون ہے کہ جہاد
غیرہ عورت پر واجب نہین خواہ منکوحہ ہو یا نہو اسواسطے کہ عورت سر سے قدم تک شایان ستر ہے اور جہاد مین کشف عورت ہو جاتا ہے چنانچہ محیط مین ہے تو مذکورہ وجہ کی خصوصیت نہ رہی جیسا
بعضون نے گمان کیا ہے کذا فی الطحطاوی واعمی ومقعد ای اعرج وقطع اور جہاد فرض نہین اندھے اور لنگڑے پر کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین مقعد بمعنی اعرج بیان ہوا ہے منقول ہے اور حموی نے مغرب سے نقل کیا
کہ مقعد وہ ہے جسکو بیماری نے چلنے پھرنے سے تھکا دیا ہو وقطع یمنی ہم اور جہاد واجب نہین دست بریدہ پر بسبب عاجز ہونے اندھے اور لنگڑے اور دست بریدہ ہم معذور ہونا اعمی و اعرج اور مریض اور ضعیف کا قرآن مجید
مین مصرح ہے اسواسطے کہ مدار تکلیف قدرت پر ہے قہستانی نے کہا اسمین اشعار ہے اسکا کہ جو شخص عاجز ہو جہاد سے کسی سبب سے اُسپر فرض نہین چنانچہ اختیار مین اسکی طرف اشارہ کیا ہے و مدیون بغیر اذن
غریمہ بل وکفیلہ ایضا لو بامرہ تجنیس ولو بالنفس نہر وہذا فی الحال اما المؤجل فلہ الخروج ان علم رجوعہ قبل حلولہ ذخیرہ اور فرض نہین قرضدار پر بلا اذن قرضخواہ کے بلکہ اُسکے ضامن کے
بلا اذن بھی اگر وہ قرضدار اُسکے اذن سے ضامن ہوا ہو کذا فی التجنیس اگرچہ ضامن مال کا نہو بلکہ حاضر ضامن ہو تو بھی بلا اذن اُسکے جہاد کرنا فرض نہین اور یہ یعنی اذن قرضخواہ فیما کہ
فی الحال کے قرض ادا کرنے مین شرط ہے اور مدت والے قرض مین تو اُسکو جہاد کے واسطے جانا جائز ہے اگر اپنا پلٹ آنا قبل مدت ہو چکنے کے معلوم ہو کذا فی الذخیرہ ہم صحیح مسلم مین عمرو بن العاص سے
مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہین سوا دین کے و عالم لیس فی البلدۃ افقہ منہ فلیس لہ الغزو خوف ضیاعہم سراجیہ
وعمم فی البزازیۃ السفر ولا یخفی ان المقید یفید غیرہ بالاولی اور اس عالم پر فرض نہین جس سے زیادہ تر فقیہ شہر مین نہین تو اُسکو جہاد کرنا جائز نہین لوگون کے ضائع ہونے کے خوف سے
کذا فی السراجیہ یعنے جب مسائل شرعیہ کا شہر مین بطور تحقیق کے بتانے والا نہ رہا تو وہان کے اہل اسلام ضائع ہوے بسبب تردد اور جہالت کے اور بزازیہ مین ہر سفر کو عام کہا ہے یعنی ایسے عالم کو
کوئی سفر کرنا جائز نہین اور پوشیدہ نہین ہے کہ مقید غیر مقید کا بطریق اولی مفید ہے ہم مقید سے مراد سفر فقیہ ہے جہاد کیواسطے وجہ افادہ کی یہ ہے کہ جب جہاد کا سفر باوجود فرض کفایہ ہونے کے
ممنوع ہوا تو غیر جہاد کا سفر جو فرض نہین ہے بطریق اولی ممنوع ہوگا طحطاوی نے کہا غیر جہاد کے سفر کو لازم نہین کہ غیر فرض ہو بلکہ گاہے غیر جہاد کا سفر فرض عین ہو جاتا ہے چنانچہ حج مفروض کا سفر

وفرض عین ان ہجم العدو فیخرج الکل ولو بلا اذن ویأثم الزوج ونحوہ بالمنع ذخیرہ اور جہاد فرض عین ہے بشرطیکہ دشمن یکبارگی ہجوم کرین تو سب اہل اسلام نکلین اگرچہ اہل حقوق کی اجازت
نہو اور زوج اور مانند اسکے جیسے باپ و مولی و قرضخواہ گنہگار ہوگا اس حالت مین جہاد کے منع کرنے سے کذا فی الذخیرہ هم دشمن عام ہے کافر ہو یا باغی شارح نے شرح ملتقی مین کہا کہ اگر دار الاسلام
کے کسی شہر پر کفار ہجوم کرین تو اگر وہان کے گرد و پیش کے قریب کے لوگ دفع پر قادر ہون تو انکے حق مین جہاد فرض عین ہے اور انکے سوا اور دور والون پر فرض کفایہ ہے لیکن جب دیکھے کہ وہ عاجز ہون یا
کاہلی کرین تو دور والون پر بھی فرض ہو جاتا ہے اسیطرح شدہ شدہ درجہ بدرجہ تمام اہل مشرق و مغرب پر فرض عین ہوگا اور جو بلا عذر اپنے وطن مین رہا سیگا وہ گنہگار ہوگا اور گناہ نہین دانستگی مین
اسواسطے کہ انسان مخاطب نہین نادانستہ کا انتہی اور اسیواسطے فتح القدیر مین کہا ہے کہ فرض عین ہونے کی شرط اسے دوام جنگ ہے یہان تک کہ دور کے لوگون کو خبر ہو پہنچے نہین تو تکلیف مالا یطاق ہے اور چھڑانا
مسلم اسیر کا سب اہل مشرق و مغرب پر واجب ہے جسکو خبر ہوا اور بزازیہ مین ہے کہ مسلمان عورت قید ہو گئی مشرق مین تو اہل مغرب پر اسکی تخلیص واجب ہے جبتک کہ دار الحرب مین نہ داخل ہو گئے ہون
اسواسطے کہ دار الاسلام مکان واحد حکم مین ہے کذا فی الطحطاوی ولابد لفرضیتہ من قید آخر وہو الاستطاعة فلا یخرج المریض المدنف اما من یقدر علی الخروج دون الدفع ینبغی ان یخرج
لتکثیر السواد ارہابا فتح اور ضرور ہے جہاد کے فرض ہونے کے واسطے دوسری قید یعنی استطاعت اور قدرت تو خروج نہ کرے دائمی بیمار اور جو شخص کہ خروج پر قادر ہو نہ دفع کفار پر تو اسکو بھی نکلنا چاہیے
جماؤ بڑھانے کے واسطے تاکثرت مسلمین سے کفار کو دہشت اور خوف ہو کذا فی الفتح وفی السراج وشرط لوجوبہ القدرة علی السلاح لا امن الطریق فان علم انہ اذا حارب قتل وان لم یحارب
اسر لم یلزمہ القتال اور سراج مین ہے کہ ہتھیار پر قادر ہونا وجوب جہاد کے واسطے مشروط ہے نہ امن راہ کا پھر اگر مسلم نے جانا کہ جب وہ لڑیگا تو مارا جاویگا اور اگر نہ لڑیگا تو قید ہو جاویگا
تو اسپر قتال لازم نہین ویقبل خبر المستنفر ومنادی السلطان ولو کان کل منہما فاسقا لانہ خبر یشتہر فی الحال ذخیرہ اور مقبول ہے خبر دینا مستنفر اور سلطان کے منادی کا اگرچہ
ہر ایک ان دونون مین سے فاسق ہو اسواسطے کہ ہجوم کفار کی خبر فی الحال مشہور ہو جاتی ہے تو مزید تحقیق کی حاجت نہین کذا فی الذخیرہ هم مستنفر وہ ہے جو نفیر عام سناوے اور نفیر بمعنی خروج ہے
یعنی جو بسبب ہجوم کفار کے سب مسلمین کے نکلنے اور جہاد کرنے کو کہے وکرہ الجعل اے اخذ المال من الناس لاجل الغزاة مع الفیٔ اے مع وجود شیٔ فی بیت المال درر وصدر الشریعة ومفادہ
ان الفیٔ ہنا یعم الغنیمة فلیحفظ اور مکروہ ہے جعل یعنی لوگون سے مال کا لینا غازیون کے واسطے باوجود ہونے فیٔ کے یعنی باوجود ہونے کسی چیز کے بیت المال مین کذا فی الدرر وشرح الوقایة
اور اس سے مستفاد ہوا کہ فیٔ یہان غنیمت کو شامل ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے هم فیٔ اس مال کو کہتے ہین جو کافرون سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج اور جزیہ اور غنیمت وہ مال ہے جو
قتال سے حاصل ہو خلاصہ یہ ہے کہ جب تک بیت المال مین کوئی مال موجود ہو تو حاکم کو رعیت سے مال لینا جہاد کے واسطے مکروہ ہے اسواسطے کہ اسکی کچھ ضرورت نہین اور بیت المال
ایسے ہی مصارف کے واسطے ہے نہ سلطان کے عیش و آرام کے واسطے جیسا ظالم حاکم سمجھتے ہین والا لا لدفع الضرر الاعلی بالادنی اور اگر بیت المال بالکل خالی ہو تو مکروہ نہین بسبب
دفع کرنے اعلی ضرر کے کمتر ضرر سے هم اعلی ضرر سے مراد تعدی ضرر کفار ہے اور کمتر ضرر سے مراد مالدارون سے مال لینا بقدر انکے مقدور کے تا محتاج غازیون کا سامان جہاد ہو فان
حاصرناہم دعوناہم الی الاسلام فان اسلموا فیہا والا فالی الجزیة ومحلہا کما سیجیٔ فان قبلوا ذلک فلہم ما لنا من الانصاف وعلیہم ما علینا من الانتصاف لخروج
العبادات اذ الکفار لا یخاطبون بہا عندنا ویؤیدہ قول علی رضی اللہ عنہ انما بذلوا الجزیة لتکون دماؤہم کدمائنا واموالہم کاموالنا پھر اگر ہم اہل اسلام کافرون کو گھیرین تو اول ہم
انکو مسلمان ہونے کیطرف بلاوین سو اگر وہ اسلام قبول کرین تو کیا خوب بات ہے اور اگر اسلام نہ قبول کرین تو جزیہ کیطرف بلاوین یعنی جزیہ دینے کی انسے درخواست کیجاوے اگر وہ محل جزیہ ہون
چنانچہ اسکا ذکر آویگا یعنی اگر وہ اہل کتاب یا آتش پرست یا عجم کے بت پرست ہون نہ عرب کا مشرک اور مرتد سو اگر وہ جزیہ دینا قبول کرین تو درصورت مظلومی انکے واسطے انصاف ہوگا جو
انصاف ہم اہل اسلام کے واسطے ہوتا ہے اور درصورت انکے ظلم کرنے کے انسے انتقام لیا جاویگا جیسا ہم اہل اسلام سے انتقام لیا جاتا ہے تو اس بیان سے عبادات نکل گئین اسواسطے
کہ کفار مخاطب بعبادات نہین ہمارے نزدیک اور موید اسکا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ذمیون نے تو جزیہ اسواسطے دیا ہے کہ انکے خون ہمارے جیسے خون ہو جاوین اور انکے مال
ہمارے سے مال ہو جاوین هم قول مرتضوی امام شافعی کے مسند مین بروایت محمد بن حسن شیبانی مروی ہے کذا فی الفتح شرح طحطاوی مین ہے کہ جب کفار اسلام قبول کرین تو انکے اموال سے
تعرض نہوگا اور انکی زمین سے خراج نہ لیا جاویگا بلکہ عشر سوا ان حصہ مانند اور اہل اسلام کے اور انکو حکم ہوگا کہ دار الاسلام مین آکر اقامت کرین اسواسطے کہ مسلمان کا رہنا دار الحرب مین
مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ولا یحل لنا ان نقاتل من لم تبلغہ الدعوة بفتح الدال الی الاسلام وان اشتہر فی زماننا شرقا وغربا لکن لا شک ان فی بلاد اللہ من لا شعور لہ بذلک

بلی لو بلغتہ الاسلام لا الجزیۃ ففی التتارخانیۃ لا ینبغی قتالہم حتی یدعوہم الی الجزیۃ نہر حلال فالما نقلہ نصا و رحلال نہین جنکو کہ تمام ان کافرون سے جنکو اسلام کی دعوت نہین پہونچی اور وہ یعنی دعوت اسلام اگرچہ ہمارے زمانہ مین مشہور ہوگئی ہے مشرق و مغرب مین لیکن اسمین شک نہین کہ بلاد خدا مین ایسے کافر بھی ہین جنکو مطلق اسکا شعور نہین یعنی دعوت اسلام سے خبر نہین باقی رہی یہ بات کہ اگر اسلام کی خبر اُنکو پہونچی نہ جزیہ دینے کی تو تاتارخانیہ مین ہے کہ اُنسے لڑنا نہ چاہئے نہین یہانتک کہ امام اُنسے جزیہ دینے کی درخواست کرے کذا فی النہر حلال نے نقل کہا مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ دعوت اسلام اسواسطے واجب ہے تاکہ کفار معلوم کرین کہ ہم دین کیواسطے لڑتے ہین نہ مال و غیرہ کی طمع سے شاید کہ اسطرح وہ اسلام قبول کریں اور قتال کی نوبت نہ آوے اور قبل دعوت قتال کرنا گناہ ہے لیکن ضمان نہین بسبب عدم عاصم کے یعنے دین اور احراز بالدار اور دعوت عام ہے حقیقی یعنی زبان سے کہنا یا دعوت حکمی یعنی شرق و غرب مین مشہور ہونا کہ اہل اسلام کس واسطے لڑتے ہین تو یہ شہرت قائم مقام دعوت ہے چنانچہ کبیر اور بدائع مین مصرح ہے انتہی تو مرجع خلاف مصنف اور صاحب نہر فقط شہرت ہے اور صاحب نہر اسمین تابع ہے صاحب فتح القدیر کا تو اصل کلام نقل کرنا چاہیے فتح القدیر مین محیط سے دعوت حقیقی اور حکمی نقل کرکے کہا کہ اسمین شک نہین کہ اللہ تعالی کے بلاد مین وہ لوگ بھی ہین جنکو اسکی خبر اور شعور نہین تو دعوت اسلام کرنا وہان واجب ہوگا جہان گمان ہو کہ اُنکو اسلام کی خبر نہین پہونچی اور جہان خبر پہونچی تو وہان دعوت کرنا مستحب ہوگا و ندعو ندبا من بلغتہ الا اذا تضمن ذلک ضررا و لو بلغتہ بظن کان یتعدوا و یستحصنوا فلا انفعل فتح اور بہتر دعوت الی الاسلام کرین بطریق استحباب کے اُنکو جنکو اسلام کی خبر ہوگئی ہو مگر جسوقت کہ دعوت الی الاسلام متضمن ضرر ہو کو ظن غالب ہو اسطرح کہ وہ سامان درست کرکے مستعد ہو جاوین یا قلعہ کے اندر رہ جاوین تو ایسی جگہ دعوت کرنا مستحب نہین کذا فی الفتح ہم دلیل استحباب دعوت وہ حدیث ہے جو صحیحین مین باین مضمون ہے عبد اللہ بن عون نے کہا کہ مین نے نافع کو لکھا اور دعا قبل القتال کا سوال کیا سو نافع نے کہا کہ یہ اول اسلام مین تھا اور حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر دوڑ کی اور وہ غافل تھے اور اُنکے جانور پانی پی رہے تھے تو اُنکے لڑنے والون کو قتل کیا اور اُنکی ذریت کو گرفتار کیا اور حضرت نے اُسی دن جویریہ کو پایا مجھسے یہ حدیث عبد اللہ بن عمر نے کہی وہ اُس لشکر مین موجود تھے و ان ابوا الجزیۃ استعنا باللہ و حاربہم بنصب المجانیق و حرقہم و غرقہم و قطع اشجارہم و لو مثمرۃ و فسادا زروعہم الا اذا غلب علی الظن ظفرنا فیکرہ فتح اور اگر جزیہ دینا بھی قبول نکرین تو ہم اہل اسلام مدد مانگین اللہ تعالے سے اور اُنسے لڑنے لگین منجنیق کو قائم کرکے اور اُنکو پانی مین ڈبوکر اور اُنکو آگ مین جلا کر اور اُنکے درختون کو کاٹ اگرچہ پھلدار درخت ہون اور اُنکے کھیتون کو خراب کر مگر جبکہ ظن غالب ہو ہماری فتح ہونے کا تو درختون و کھیتون کا خراب کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ وہ مسلمانون کے کام مین آوینگے کذا فی الفتح ہم مجانیق جمع ہے منجنیق بالفتح کی وہ ایک آلہ ہے جس سے بڑے بڑے پتھر پھینکا کرتے ہین اور یہ ترتیب جنگ کی احادیث صحیحہ مین مصرح ہے کہ افسران عساکر اسلام کو حکم ملتا تھا مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی مین بریدہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو لشکر یا چھاپہ کا سردار مقرر فرماتے تھے تو خاص اسکی ذات کو اللہ تعالی سے ڈرتے رہنے کی وصیت فرماتے اور ساتھی مسلمانون کے واسطے بھلائی کی وصیت فرماتے تھے پھر فرماتے تھے لڑو بسم اللہ فی سبیل اللہ قتل کرو جو منکر ہو اللہ کا لڑو غنیمت کا مال نہ چراؤ اور قول کرکے خلاف قول نہ کیجیو اور ناک کان وغیرہ نہ کاٹیو اور طفل صغیر کو نہ قتل کیجیو ورنہ بڑھے کو پھر جب تو اپنے مشرک دشمن سے ملے تو اُنکو تین خصلتون کی طرف بلا سو اگر وہ مان جاوین تیرا قول تو قبول کر اُنسے اور رکے جا اُنکے لڑنے سے اُنکو اسلام کی طرف بلا سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر اُنسے اور باز رہ اُنسے پھر اُنسے نقل مکان کی درخواست کر اپنی ملک سے نکل کر مہاجرین کی ملک میں آ رہین اور اُنسے خبر کر دے کہ اگر وہ یہ ہجرت کرینگے تو اُنکے واسطے وہ ہے جو مہاجرین کے واسطے ہے اور اُنپر وہ ہے جو مہاجرین پر ہے سو اگر وہ نقل مکان کرنا نہ قبول کرین تو اُنکو خبر کر دے کہ وہ مثل اعراب مسلمین کی طرح ہونگے اُنپر حکم خدا جاری ہوگا جیسے کہ مومنین پر جاری ہوتا ہے اور غنیمت اور فی سے اُنکو حصہ نہ ملیگا تا وقتیکہ مسلمین کے ساتھ شریک ہوکر جہاد نہ کرینگے اور اگر وہ اسلام نہ قبول کرین تو اُنسے جزیہ دینے کا سوال کر سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر اور اُنسے باز رہ اور اگر جزیہ دینا بھی نہ قبول کرین تو اللہ تعالے سے مدد مانگ اُنپر فتحیابی کی اور لڑنا شروع کر الحدیث کذا فی مسلم لو صول و ہم یتبسل نحوہ وان تترسوا بالنبی شل ذلک النبی و لقصدہم اے الکفار اور اہل اسلام لڑین اُنپر تیر و غیرہ پھینک مار کر اگرچہ کفار بعضے مسلمانون کو سپر بنا دین یعنے اپنے آگے کھڑا کرین تاکہ اس تدبیر سے بچ جاوین تو بھی ہم اُنکو مارینگے اور اس قتال مین ہم کفار ہی کے مارنے کا قصد کرینگے نہ مسلمان کا اور اگر کفار پیغمبر کو سپر کرین تو اس نبی سے سوال کیا جاوے کہ یا حضرت کیا حکم ہے ہم لڑین یا نہ لڑین ہم رمی لغت عرب مین دور سے پھینک مارنے کو کہتے ہین خواہ دور کا ہتھیار کمان اور منجنیق ہو خواہ بندوق اور توپ اور رباع ماسبق منہم لیس من المسلمین الا دیۃ فیہ ولا کفارۃ لان الفروض لا تقرن بالغرامات و رحم

مسلمان اُنکی طرف کے سپر بنانے سے قتل ہو جاویں تو ہمیں نہ دیت ہے نہ کفارہ اسواسطے کہ قتال کفار فرض ہے اور فرائض ڈانڈ سے مقرون نہیں ہوتے ہم لڑائی میں
آواز بلند کرنا مستحب نہیں اور مکروہ بھی نہیں اگر اسمین ترغیب مسلمین کا فائدہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور مجاہدین کو دار الحرب مین ناخن بڑھانا مستحب ہے اسواسطے کہ اگر تلوار وغیرہ
ہاتھ سے گر پڑے تو ناخن سے کافر کو کھروچ کر شاید ذبح جاوے جیسے مونچھون کا بڑھانا غازی کو سنت ہے رعب و دہشت کے واسطے کذا فی البحر خانیہ مین ہے کہ مسلمانون کو لائق نہین
کہ جب بارہ ہزار ہون تو فرار کرین اگرچہ کفار زیادہ ہون ہم اسواسطے کہ حدیث ترمذی مین وارد ہے کہ بارہ ہزار بسبب قلت کے مغلوب نہین ہوتے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ یہ
عدم فرار اسوقت ہے جبکہ سب لوگ متفق الکلمہ ہون اور اگر اختلاف ہو تو وہ چند کا اعتبار ہے ولو فتح الامام بلدۃ وفیہا مسلم او ذمی لا یحل قتل احد منہم اصلا ولو اخرج
واحد یحل حینئذ قتل الباقین لجواز کون المخرج ہو ذلک لیح اور اگر امام نے دار الحرب کا کوئی شہر فتح کیا جسمین ایک مسلمان یا ذمی کافر تھا تو اُنمین سے کسی کا قتل کرنا اصلا
جائز نہین اور اگر ایک کوئی شخص اُنمین سے نکال دیا گیا ہو تو اسوقت مین باقی لوگون کا قتل کرنا حلال ہے اس احتمال سے کہ جو شخص نکالا گیا شاید وہی مسلمان یا ذمی ہو کذا فی فتح القدیر
ونہینا عن اخراج ما یجب تعظیمہ ویحرم الاستخفاف بہ کمصحف وکتب فقہ وحدیث وامرأۃ ولو عجوزا للمداواۃ ہو الاصح ذخیرہ وارادہ بالنہی ما فی مسلم لا تسافروا بالقرآن
فی الارض العدو اور ہم ممنوع ہین اسکے نکالنے سے جسکی تعظیم واجب ہے اور اسکا استخفاف اور بے ادبی حرام ہے جیسا کہ مصحف اور کتابین فقہ اور حدیث کی اور عورت کا اخراج
ممنوع ہے اگرچہ عورت بڈھی ہو دوا کرنے کے واسطے یہی قول صحیح ہے کذا فی الذخیرہ اور مصنف نے نہی سے صحیح مسلم کی حدیث کا ارادہ کیا کہ سفر مین قرآن کو نہ لیجاؤ دشمن کی زمین مین ہم دلیل
اگرچہ قرآن مین خاص ہے لیکن علت عامہ نے فقہ اور حدیث کو بھی قرآن کے ساتھ ملحق کر دیا الا فی جیش یؤمن علیہ فلا کراہۃ لکن اخراج العجائز والاماء اولی لو کان
بڑے لشکر مین قرآن وغیرہ کا لیجانا ممنوع اور مکروہ نہیں جسمین اُسپر امن حاصل ہے لیکن بڈھی عورتون اور لونڈیون کا ساتھ لیجانا کام کے واسطے بہتر ہے جوان اور حرہ کے
لیجانے سے کہ جنگ کے وسردار و طحطاوی نے امام کا قول نقل کیا کہ کمتر لشکر چار سو ہے اور کمتر گھات ایک سو واذا دخل مسلم الیہم بامان جاز حمل المصحف معہ اذا کانوا یوفون
بالعہد لان الظاہر عدم تعرضہم ہدایۃ اور جبکہ مسلم دار الحرب مین اُنسے امان لیکر جاوے تو مصحف کا ساتھ لیجانا جائز ہے بشرطیکہ وہ عہد کو پورا کرتے ہون اسواسطے کہ ظاہرا
معترض نہونگے کذا فی الہدایۃ ونہینا عن غدر وغلول ومثلۃ بعد الظفر بہم اما قبلہ فلا بأس بہ اختیار اور ہم ممنوع ہین عہد شکنی اور خیانت اور ناک اور کان
کاٹنے سے اُنپر فتح پانے کے بعد اور فتح پانے کے پہلے امور مذکورہ کے کرنے مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی الاختیار رم نقض عہد کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ہم سے اور اُنسے عہد ہو گیا کہ آجکے
دن نہ لڑینگے یہان تک کہ اُنکو اطمینان ہوا تو اب اُسدن لڑنا جائز نہین کہ عہد شکنی حرام ہے اور عین لڑائی کے وقت فریب کرنا اور دھوکا دینا جائز ہے اسطرح
کہ بلا عہد ہمنے ایسی حرکت کی کہ اُنکو معلوم ہوا کہ آج لڑائی نہوگی سو وہ مطمئن ہو گئے پھر ہمنے اُنپر حملہ کیا یا اہل اسلام کسی اور سمت چلے گئے اور کافر غافل ہو گئے پھر
ناگہان رات کو اُنپر ٹوٹ پڑے اور چھاپہ مارا اور علی ہذا القیاس داؤ گھات کے بہت طریقے ہین فتح القدیر مین ہے کہ حالت قتال مین ہمارے نے ہاتھ مارا سو کافر کا کان
کاٹا پھر ہاتھ مارا تو آنکھ پھوڑ دی پھر ہاتھ مارا تو ناک اور ہاتھ کاٹے تو یہ جائز ہے انتہے پس حالت قتال کی قید سے معلوم ہوا جب کافر کو گرفتار کر لیا تو اُسکو مثلہ کرنا یعنے
ناک کان ہاتھ کاٹنا جائز نہین اور اختیار شرح مختار سے نکلتا ہے کہ اگر ہنوز جنگ قائم ہے تو جائز ہے وعن قتل امرأۃ وغیر مکلف وشیخ فان لا صیاح ولا نسل لہ
فلا یقتل الا اذا ارتد اور ہم ممنوع ہین عورت اور غیر مکلف یعنے صغیر اور مجنون اور نہایت کھاپٹ بڈھے کے قتل کرنے سے جسکو نہ چیخنے کی طاقت ہے جنگ کے
وقت اور نہ اولاد ہونے کی اُس سے توقع ہے تو ایسا بڈھا نہ قتل کیا جاوے مگر جبکہ مرتد ہو جاوے ہم رازی نے شرح طحطاوی مین کہا کہ شیخ فانی کامل العقل
حالت ارتداد مین مقتول ہو اور جو بڈھا خرف پریشان حواس ہے وہ مقتول نہوگا کہ مجنون مین داخل ہے واعمی ومقعد وزمن ومعتوہ وراہب واہل کنائس لم
یخالطوا الناس اور ہم ممنوع ہین کافر اندھا اور لنگڑے اور رد اتم المرض خستہ حال اور بیہوش اور درویش نصرانی تارک الدنیا اور یہودیون کے عبادتخانہ والے
لوگ جو آدمیون سے نہین ملتے ان سب کے قتل کرنے سے ہم اسواسطے کہ اہل اسلام کو اُنسے کچھ ضرر نہین اور یہی حال ہے ہندوستان کے اُن جوگیون کا جو گوشہ گیر اور
گوشہ نشین ہین الا ان یکون احدہم ملکا او مقاتلا او ذا رأی او مال فی الحرب مگر جبکہ اشخاص مذکورین سے کوئی بادشاہ یا لڑتا ہوا لڑائی مین

صاحب تدبیر یا صاحب مال ہو تو قتل کیا جائیگا یعنے عورت یا صغیر یا مجنون یا پیر فرتوت یا اندھا یا لنگڑا یا طویل المرض یا بیہوش یا راہب یا اہل کنیسہ ہوگا تو قتل کیا جاویگا اور اگر انمین سے کوئی قتل کرتا ہوگا تو مارا جاویگا لیکن صغیر اور مجنون فقط قتال ہی کے وقت مارے جاوینگے نہ بعد قتال کے اور عورتین اور راہب وغیرہ بعد قتال کے گرفتار رہنے سے بھی مقتول ہونگے اور بادشاہ عورت بہرصورت مقتول ہوگی قتال کرے یا نہ کرے اور اسیطرح لڑکا یا معتوہ اگر بادشاہ ہوگا تو مطلقاً مقتول ہوگا اسواسطے کہ بادشاہ کے قتل مین کفار کی شوکت ہے اور پیر فرتوت صاحب تدبیر جنگ بھی مقتول ہوگا اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دُرید بن الصمہ کہ لشکر ہوازن کا صاحب تدبیر تھا قتل کیا حالانکہ اندھا تھا اور اُسکی عمر ایک سو بیس برس کی تھی کذا فی فتح القدیر

ولو قتل من لا یحل قتله ممن ذکر فعلیه التوبة والاستغفار فقط کسائر المعاصی لان دم الکافر لا یتقوم الا بالامان ولم یوجد ثم لا یترکونهم فی دار الحرب بل یحملونهم تکثیرا للفئ ونماه فی السراج وسیجئ اور اگر کسی مسلمان نے قتل کر ڈالا اسکو جسکا قتل حلال نہین منجملہ اشخاص مذکورین کے تو اُسپر فقط توبہ و استغفار لازم ہے چنانچہ باقی معاصی پر توبہ لازم ہے اسواسطے کہ کافر کا خون متقوم اور محفوظ نہین مگر پناہ دینے سے اور حالانکہ وہ یہان موجود نہین لہذا دیت وغیرہ قاتل پر نہین پھر دریافت کرنا چاہیے کہ جنکا قتل جائز نہین اُنکو اہل اسلام بعد فتح کے دار الحرب مین نہ چھوڑ آوین بلکہ اُنکو دار الاسلام مین اُٹھا لاوین غنیمت کے بڑھانے کے واسطے اور پورا بیان اسکا سراج وہاج مین ہے اور آگے آویگا سراج وہاج کی پوری تقریر یہ ہے کہ جنکا قتل جائز نہین اگر اہل اسلام کو قدرت ہو تو اُنکو دار الاسلام مین گرفتار کر لاوین اور دار الحرب مین نہ چھوڑین اسواسطے کہ جب چھوڑ دینگے وہان رہین تو اُنسے اہل حرب کی اولاد ہوگی اور یہی حال ہے اطفال کا کہ اُنکے رہنے سے کفار کو قوت ہوگی اور اُنکے لانے مین مسلمانون کو فائدہ ہے اور اسیطرح معتوہ اور اندھے اور لنگڑے اور مفلوج اور مقطوع الید الرجل دار الحرب مین نہ چھوڑے جاوین کہ اُنسے اولاد ہوگی اور کفار کا گروہ زیادہ ہوگا اور پیر فرتوت جو قتال پر قادر نہین اور تدبیر بھی نہین کرسکتا اور اُس سے نسل ہونی ممکن نہین اُسکو چاہین لاوین اور چاہین وہین چھوڑ آوین کہ کفار کا اُسمین کچھ فائدہ نہین اور یہی حکم بڈھی عورت کا ہے کذا فی الفتح ملخصاً

فرع الحق بمسئلے الحق مشارح کے لا اولی لا باس بحمل رأس المشرک لو فیه غیظهم او فراغ قلبنا وقد حمل ابن مسعود رأس ابی جهل القاها بین یدیه علیه الصلوة والسلام فقال صلی الله علیه وسلم الله اکبر هذا فرعونی وفرعون امتی کان شره علی وعلی امتی اعظم من شر فرعون علی موسی وامته ظهیریة پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ ڈر نہین مشرک کے سر اُٹھانے مین یعنی برچھی وغیرہ پر اگر اُسمین کفار کو رنج اور غصہ آوے یا غازیون کی اُسمین تسکین دل ہو اور البتہ عبداللہ بن مسعود نے ابوجہل کا سر کاٹا یا تھا اور اُسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈالدیا تھا تو حضرت نے فرمایا اللہ اکبر یہ میرا فرعون اور میری اُمت کا فرعون ہے اسکا شر مجھپر اور میری اُمت پر عظیم تر تھا موسی اور اُنکی اُمت پر فرعون کے شر سے کذا فی الظهیریة اسواسطے کہ فرعون نے حضرت موسی علیہ السلام کی پرورش کیا تھا اور ڈوبنے کے وقت ایمان کا اقرار کیا تھا بخلاف ابوجہل ملعون کے کہ ابتدا سے انتہا تک سرور عالم اور اُمت کی ایذارسانی سے باز نہین رہا اور مرتے دم تک کفر پر مصر تھا

الثانی لا باس بنبش قبورهم طلبا للمال تاتارخانیة وعبارة الخانیة قبور الکفرة قیمة الذمی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہین اُنکی یعنی اہل حرب کی قبرین کھودنے مین مال نکلنے کے واسطے اور خانیہ کی عبارت یہ ہے کہ کفار کی قبور کھودنے مین کچھ مضائقہ نہین تو یہ عبارت ذمی کو بھی عام ہے بخلاف اول عبارت کے

ولا یحل للفرع ان یبدأ باصله المشرک بقتل کما لا یبدئ قریبه الباغی اور حلال نہین شاخ کو کہ اپنی مشرک جڑ کے قتل مین ابتدا کرے چنانچہ حلال نہین اپنے قرابتدار باغی کا قتل کرنا خواہ اصل ہو یا نہو ہم اصول عام ہین باپ کی طرف سے ہون یا مان کی طرف سے ذکور ہون یا اناث اصل کی قید سے فرع نکل گئی تو باپ کو مشرک بیٹے کا قتل جائز ہے جیسکہ ہین اور اسیطرح چچا اور ماموں اور بھائی مشرک کا قتل درست ہے کذا فی المنح ویمنع الفرع عن قتله بل یشغله الاصل ان یقتله غیره فان فقد قتله اور باز رہے فرع اصل کے قتل سے اسطرح کہ اُسکو چھوڑ نہ دے بلکہ مشغول رکھے تا کوئی غیر شخص اُسکو قتل کر ڈالے اور اگر غیر شخص وہان مفقود ہو تو خود اُسکو قتل کرے کذا فی النهر ولو قتله فهدر لعدم العاصم اور اگر فرع نے اصل کے قتل مین ابتدا کی تو اُسکا خون باطل ہے بسبب عدم عاصم کے یعنی ایمان یا امان نہین جو خون کو بچاوے ولو قصد الاصل قتله ولا یمکن دفعه الا بقتله قتله لجواز الدفع مطلقاً اور اگر مشرک والدین نے مسلم اولاد کے قتل کا ارادہ کیا اور اُسکا دفع کرنا بدون اُسکے قتل کے ممکن نہین تو اب اُنکو قتل کرے اسواسطے کہ اپنا بچانا اور اُنکا روکنا درست ہے خواہ والدین مشرک ہون یا مسلم کیونکہ اپنا بچانا فرض ہے اور یہان کوئی صورت بچانے کی نہین سوا اُسکے قتل کے لہذا اسوقت قتل والدین جائز ہے کذا فی الطحطاوی ویجوز الصلح علی ترک الجهاد معهم بمال منهم او منا لو خیرا لقوله تعالی وان جنحوا للسلم فاجنح لها اور ترک جہاد پر صلح کرنا کافرون سے اُنکا مال لیکر یا اپنا مال دیکر جائز ہے اگر اُسمین مصلحت اور بھلائی ہو اہل اسلام کے واسطے بدلیل قول اللہ تعالی کے کہ اگر کفار صلح کی طرف جھکین تو تو بھی اُدھر جھکا

ہم ہر چند آیت مطلق ہو لیکن بالاجماع صلح بقید مصلحت مقید ہو تو اگر مصلحت نہو تو بالاتفاق جائز نہین کذا فی الفتح و نبذ الیہم اے نعلمہم بنقض الصلح تحرزا عن الغدر المحرم
لو خیرا فعلہ علیہ الصلوۃ والسلام باہل مکۃ اور ہم صلح کو پھینک دین یعنے صلح توڑنے کا اعلام اور اطلاع کردین کافرون کو حرام عہد شکنی سے بچنے کے واسطے اگر صلح توڑنا
اہل اسلام کیواسطے بہتر ہو بدلیل فعل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کہ اہل مکہ سے ہم اعلام نقض صلح اسوقت ضرور ہی جب ہنوز صلح کی مدت باقی ہوا اور اگر مدت گذر گئی
تو صلح خود باطل ہوگئی اعلام کی کچھ حاجت نہین اور اگر مال لیکر صلح کی ہو اور ہنوز مدت باقی ہو تو اسکے حساب سے مال پھیر دینا چاہیے اور اگر بسبب صلح کے بعضے کافر
دار الاسلام مین آگئے ہون یا بسبب اطمینان صلح کے دار الحرب کے حصنون اور قلاع کو توڑ ڈالا ہو تا وقتیکہ کفار اپنے ملک مین نہ پہونچ لین یا اپنے مکانات مذکورہ کو
نہ بنالین جبتک ہم انسے لڑنا جائز نہین کہ عہد شکنی ہو اور یہ جو اہل مکہ کا نقض صلح شارح نے ذکر کیا باتباع صاحب ہدایہ بے موقع ہی بلکہ لائق تھا کہ قول آیندہ یعنی درصورت
خیانت کفار اس سے استدلال کرتا اسواسطے کہ فتح القدیر مین مذکور ہی کہ جمیع کتب سیر او مغازی مین مصرح ہو کہ نقض صلح کا اعلام آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے نہین ہوا
بلکہ اہل مکہ نے قبل گذرنے مدت صلح کے عہد شکنی کی تو ناگہان لشکر اسلام نے مکہ فتح کرلیا کذا فی الطحطاوی ونقاتلہم بلا نبذ مع خیانۃ ملکہم و لو بقتال ذی منعۃ باذنہ ولو
بدون اذنہ فلتنقض فی حقہم فقط اور ہم لڑین کافرون سے بلا اعلام نقض صلح کے ساتھ ظاہر ہوئے انکے بادشاہ کی خیانت کے اگرچہ خیانت صاحب قوت کسے قتال سے ہوگئی باجازت
بادشاہ اور اگرچہ بدون اذن کے بعضے کافرون نے قتل کیا ہو تو فقط انہین لوگون کے حق مین صلح ٹوٹیگی یعنے وہ مارے جاوینگے اور گرفتار لوگ لونڈی غلام ہونگے اور
اگر مقاتلین صاحب قوت اور شوکت نہونگے تو کسی کے حق مین نقض صلح نہین کذا فی الفتح ونصالح المرتدین اذا غلبوا علی بلدۃ وصارت دارہم دار حرب لو خیرا بلا مال اور
ہم اہل اسلام صلح کرین مرتدون سے بلا اخذ مال جبکہ وہ غالب ہوجاوین کسی شہر پر اور انکا مکان دار الحرب ہوجاوے اگر انسے صلح کرنا خیر اور مصلحت ہو اور یہی حکم مشرکین
عرب کا اور اہل ذمہ کا جبکہ وہ نقض عہد کرین کذا فی عالمگیری و الا یغلبوا علی بلدۃ لا لان فیہ تقریر المرتدین علی الردۃ وذلک لا یجوز فتح اور اگر غالب نہوے ہون کسی شہر پر تو ہم
صلح نہ کرینگے اسواسطے کہ صلح کرنے مین مرتدون کو ارتداد پر قائم رکھنا ہی اور یہ جائز نہین کذا فی الفتح وان اخذ المال منہم لا یرد لانہ غیر معصوم بخلاف اخذہ من بغاۃ
فانہ یرد بعد وضع الحرب اوزارہا فتح اور اگر صلح مین مرتدون سے مال لیا تو اسکا پھیر دینا نہ چاہیے اسواسطے کہ وہ معصوم نہین بخلاف باغیون سے مال لینے کے کہ وہ
پھیر دیا جاویگا بعد لڑائی ہوچکنے کے اسواسطے کہ انکا مال معصوم ہی کذا فی الفتح ولم نبع فی الزیلعی یحرم ان نبیع منہم ما فیہ تقویتہم علی الحرب کحدید وعبید وخیل اور
ہم نہ بیچین اور زیلعی مین ہی کہ حرام ہی ہمکو کافرون سے وہ چیز بیچنا جسمین انکو قوت حاصل ہو لڑائی پر چنانچہ لوہا اور غلام اور گھوڑے ولا نحملہ الیہم ولو بعد صلح لانہ
علیہ الصلوۃ والسلام نہی عن ذلک وامر بالمیرۃ وہی الطعام والقماش فجاز استحسانا اور انکی تقویت کی چیز کو ہم لاد کر نہ لیجاوین بطریق تجارت کے اہل حرب
کی طرف اگرچہ بعد صلح کے ہو اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یعنے سلاح کی بیع سے منع فرمایا کذا فی البیہقی وغیرہ عن عمران بن حصین اور حکم
دیا میرہ کا یعنے طعام اور قماش کے بیچنے کا تو یہ جائز ہی بطریق استحسان کے ہم شمامہ بن اثال جب مسلمان ہوا اہل مکہ نے اس سے کہا کہ تو بیدین ہوگیا اسنے کہا کہ مین بیدین
نہین ہوا مین اسلام لایا ہون اور محمد کی مین نے تصدیق کی ہی اب تمکو ایک دانہ گیہون کا اگر یمامہ سے نہ پہونچیگا بدون حکم آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے پھر کفار مکہ پر نہایت
تنگی ہوئی اناج کی حضرت کی خدمت مین التجا کی حضرت نے شمامہ کو لکھا کہ اناج وہان جایا کرے کذا فی الفتح عن البیہقی ولا نقتل من امنہ حر او حرۃ ولو فاسقا او اعمی
او فانیا او صبیا او عبدا اذن لہما فی القتال اور نہ قتل کیا جاوے وہ کافر حربی جسکو کسی مسلمان آزاد مرد یا عورت نے امان دی اگرچہ امان دینے والا فاسق یا اندھا
یا نہایت بڈھا یا وہ لڑکا یا غلام ہو جن دونون کو لڑنے کی اجازت ہوئی ہو ابو داؤد مین مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل اسلام تتکافو دماؤہم ویسعی بذمتہم
ادناہم یعنے مسلمانون کے خون برابر ہین اور سعی کرتا ہی انکی ذمہ داری سے ادنی انکا یعنے اقل یعنی ایک مسلمان کذا فی الفتح امان اہینی بنا عبارت ہو ازالہ خوف سے خواہ ایک کافر کو
امان ہو یا اہل شہر یا اہل قلعہ کو اور حکم امان ثبوت امن ہی کافر کے واسطے قتل سے اور گرفتاری سے اور اسکا مال لوٹنے سے لیکن اگر انکے پاس مسلم یا ذمی قید ہوگا
تو چھڑا لیا جاویگا کذا فی التاتارخانیہ اور صفت امان یہ ہی کہ وہ عقد غیر لازم ہی اگر اسکے توڑنے مین مصلحت ہو تو توڑنا جائز ہی کذا فی الدر المنتقی بامی فعلۃ کان

الامان وان كانوا لا يعرفونها بعد معرفة المسلمين ذلك بشرط سماعهم ذلك من المسلمين فلا امان لو كان بالبعد منهم امان صحیح ہے کسی بولی میں ہو اگرچہ کفار اس
بولی کو نہ جانتے ہوں بعد دریافت کرنے مسلمانوں کے اس امان کو بشرط سماعت کفار کے انکو مسلمانوں سے تو امان نہیں اگر کفار کے دور ہوتے میں ہوئی ہو فتاوی عالمگیری
میں ہے کہ اگر کافروں نے مسلمانوں کی امان دینے کی آواز نہیں سنی تو امان نہیں انکا قتل اور گرفتاری جائز ہے اور اگر مسلمانوں نے ایسے مکان سے پکارا کہ کافر سن سکیں لیکن کا
معلوم ہوا کہ انھوں نے سونے کے سبب سے یا لڑائی کی جہت سے نہیں سنا تو یہ امان ہے اور سب کی سماعت شرط نہیں بلکہ اکثر کی سماعت سب کے حق میں کافی ہے صحیح یا صریح کامنت ولا باس علیکم اور امان صحیح
صحیح لفظ سے مانند اس قول کے کہ میں نے امان دی یا تم پر کچھ خوف اور تنگی نہیں اور اسی طرح تم نہ ڈرو یا میں تم سے صلح کی یا آؤ بات سنو یا تم پر خدا کا عہد ہے یا خدا کا ذمہ ہے کذا فی المنح وبالکنایة
کتعال فانظنه امانا اور امان صحیح ہے کنایہ سے چنانچہ یوں کہنا کہ آ جبکہ کافر اسکو امان گمان کرے ہم عالمگیری میں ہے جب مسلم نے کافر سے کہا آ تا میں تجھکو قتل کروں سو کافر نے بلا یا سنا اور اسکو
سمجھا اور آخر کلام یعنی قتل کرنا نہ سنا یا سنا لیکن اسکو نہ سمجھا تو یہ امان ہے اور اگر آخر کلام اسنے سنا اور سمجھا تو امان نہیں اور یہی کے مانند ہے یوں کہنا کہ اگر تجھکو لڑنے کا ارادہ ہے اگر تو
مرد ہے یا آ تا تو دیکھے کہ میں تیرے ساتھ کیا کرتا ہوں تو اسمیں بھی یہی تفصیل کو ہے بالاشارة بالاصبع الى السماء اور امان صحیح ہے آسمان کیطرف انگلی کے اشارہ کرنے سے ہم اشارہ آسمانی کا مطلب
یہ ہے کہ میں نے تجھکو آسمان کے معبود کا ذمہ دیا کذا فی المنح خواہ اسطرح کی امان مسلمین لے یا کفار میں کوئی ہو یا نہو کذا فی عالمگیریہ ولو نادی المشرک بالامان صح لو ممتنعا اور اگر مشرک نے امان پکاری تو صحیح ہے
اگر وہ ممتنع ہو خواہ مسلمین نے اجابت کی ہو یا سکوت کیا ہو اور اگر مشرک ایسے مقام میں ہو کہ وہ ممتنع نہیں و رہا لا انکہ وہ اپنی تلوار یا برچھی کو بڑھائے ہو بھی تو وہ مال غنیمت ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی
وصح طلبه لذراریه لا لاهله اور صحیح ہے امان مانگنا کافر کا اپنی اولاد کے واسطے نہ اپنے اہل کیواسطے ہم حلبی نے کہا شارح یہاں چوک گیا بحر الرائق کی عبارت میں تأمل کرنے سے وہ عبارت یہ ہے لو طلب
الامان لاهله لا یکون ہو امنا بخلاف ما اذا طلبه لذراریه فانه یدخل تحت الامان انتہی یعنی اگر کافر نے اپنے اہل کیواسطے امان مانگی تو اسکو خود امان نہوگی بخلاف اسکے جبکہ اپنی اولاد کیواسطے امان
مانگیگا تو وہ بھی امان میں داخل ہو جاویگا یہ عبارت اس عاید میں صحیح ہے کہ امان کا طلب کرنا اپنے اہل اور اپنی اولاد کے واسطے صحیح ہے مگر پہلی صورت میں طالب امان میں داخل نہیں اور
دوسری صورت میں داخل ہے بخلاف شارح کی عبارت کے انتہی فی الواقع شارح علامہ سے بنا بر بشریت کے غلط فہمی ہو گئی کہ کتب معتمدہ کے مخالف ناطق ہیں چنانچہ نہر الفائق کی یہ عبارت ہے
ولو طلب الامان لاهله لا یکون امنا بخلاف ذراریه انتہی والله اعلم وعلم الحکم ویدخل فی الاولاد اولاد الابناء لا اولاد البنات اور داخل ہے اولاد کی امان میں بیٹوں کی اولاد یعنی پوتے
نہ بیٹیوں کی اولاد یعنی نواسے ولو غار علیهم بعد القسمة علموا بالامان فعلی القاتل الدیة وعلی الواطی المهر والولد حر مسلم تبعا لابیه وترد النساء والاموال لاهلها یعنی اور
اور اگر ایک لشکر مسلمین نے کسی شہر کے کفار کو امان دی پھر دوسرے لشکر نے اُن پر غارتگری کی پھر غنیمت بٹ جانے کے بعد انکو امان دینے کا حال معلوم ہوا تو جسنے قتل کیا
ہے اُسپر خون بہا ہے اور جسنے انکی عورتوں سے صحبت کی اُسپر مہر مثل لازم ہے اور جو اولاد پیدا ہوئی وہ حر مسلم ہے اپنے باپ کی تبعیت سے اور عورتیں اور مال اُن لوگوں کو پھیر دیے جاویں
یعنی عورتیں کسی معتمد کے پاس رکھی جاویں پھر بعد منقضی ہونے تین حیض کے پھیر دیجاویں کذا فی العالمگیریة وینقض الامام الامان لو بقاءه شرا ومباشرة بلا
مصلحة لو ذهب اور توڑ دے امام امان کو اگر اسکا باقی رہنا برا ہو اہل اسلام کے حق میں خواہ آپ امان دی ہو یا کسی مسلم نے اور بلا مصلحت امان کا دینے والا تعزیر دیا جاوے
ہم اور نقض امان میں بھی آگاہ کر دینا کفار کو ضرور ہے کذا فی النقایة وبطل امان ذمی الا اذا امره مسلم شمنی اور ذمی کا امان دینا باطل ہے مگر جبکہ مسلم نے اسکو امان دینے کا امر کیا ہے
تو صحیح ہے کذا فی الشمنی ہم زیلعی اور بحر اور نہر اور درر عالمگیری میں ہے کہ امیر لشکر جب امر کرے ذمی کو تب امان صحیح ہے تو اطلاق شمنی کا متقید بمسلم امیر ہے تو ظاہر اغیر امیر کا امر کافی نہیں واسیر
وتاجر وصبی وعبد محجورین عن القتال وصحح محمد امان العبد وفی الخانیة خدمة المسلم مولاه الحربی امان له اور باطل ہے امان دینا مسلم محبوس اور سوداگر اور لڑکے صغیر
اور غلام کا جنکو قتال کی اجازت نہیں اور صحیح جانا ہے محمد بن حسن نے غلام کا امان دینا اور خانیہ میں ہے کہ خدمت کرنا مسلم کا اپنے حربی مولی کی امان ہے اسکے واسطے ومجنون و
شخص اسلم ثمه ولم یهاجر الینا لانهم لا یملکون القتال اور مجنون اور اس شخص کی امان باطل ہے جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اور اسنے ہماری طرف ہجرت نہیں کی اسواسطے
کہ اشخاص مذکورین قتال کے مالک نہیں ہم امان مخصوص ہے خوف کے محل میں تو جو شخص قتال نہیں کر سکتا اسکی امان بموقع ہے ذمی کو اہل اسلام پر ولایت نہیں ہے اسکی امان
صحیح ہو اور مسلم اسیر اور مسلم تاجر جو دار الحرب میں وارد ہے اور جو شخص وہاں اسلام لایا وہ خود کفار کی امان میں ہے لہذا اسکا امان دینا بے معنی ہے کذا فی المنح عن السراج

باب المغنم وقسمتہ

یہ باب ہے غنیمت اور اُسکے بانٹنے کے احکام میں قاموس میں ہے کہ مغنم اور غنیم اور غنیمت اور غُنم بالضم عبارت ہے فَیٔ سے اور غُنم بالضم اور غنم بالفتح اور غنائم بالتحتین اور غنیمت عبارت ہے چیز کے پانے سے بدون محنت کے کذا فی المنح فی المغرب الغنیمۃ ما نیل من الکفار عنوۃ والحرب قائمۃ فتخمس وباقیہا للغانمین والفی ما نیل منہم بعد کخراج وہو لکافۃ المسلمین مغرب میں ہے کہ غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے حاصل ہو غلبہ اور قہر سے اور لڑائی ہنوز موجود ہے تو اُسمیں سے خمس یعنے پانچواں حصہ نکالا جاویگا اور باقی حق غازیوں کا ہے اور فَی وہ مال ہے جو کفار سے حاصل ہو بعد لڑائی ہوچکنے اور دار الاسلام ہوجانے کے جیسے زمین کا خراج اور وہ سب مسلمانوں کا حق ہے نہ فقط غازیوں کا کذا فی المنح اور فتاوے عالمگیری میں ہے کہ غنیمت اُسکا نام ہے جو کافروں سے حاصل ہو غازیوں کی قوت اور کفار کے مقہور اور مغلوب ہونے سے اور فَی وہ ہے جو کفار سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج زمین کا اور جزیہ غنیمت میں خمس ہے نہ فی میں اور جو کفار سے بطریق تحفہ یا سرقہ یا ہبہ یا کے بھاگ گئے سے حاصل ہو وہ غنیمت نہیں وہ فقط اخذ کی ملک ہے اذا فتح الامام بلدۃ صلحا جری علی موجبہ کذا من بعدہ من الامراء وارضہا تبقی مملوکۃ لہم جبکہ امام کسی شہر کو فتح کرے بطریق صلح کے نہ لڑائی کے تو بموجب صلح کے عمل کیا کرے اور اسیطرح اسکے بعد کے حاکم وہی معمول جاری رکھیں اور زمین اُسکی کفار کی ملک میں باقی رہیگی ہم قہستانی نے کہا کہ صلح کا اعتبار خراجی یا عشری پانے پر ہے تو اگر وہ ملک پانی خراجی ہے تو خراج پر امام صلح کرے اور اگر عشری ہے تو عشر پر صلح کرے اور اس صلح کا تغیر جائز نہیں کیونکہ بسبب نقض عہد ہے کذا فی الطحطاوی ولو فتحہا عنوۃ بالفتح ای قہرا قسمہا بین الجیش ان شاء او اقر اہلہا علیہا بجزیۃ علی رؤسہم وخراج علی اراضیہم اور اگر امام نے بطور قہر اور غلبہ شہر کو فتح کیا تو اُسکو لشکر کے درمیان یعنی غازیوں کو بانٹ دے اگر وہ چاہے یا وہاں کے لوگوں کو برقرار رکھے اُنکی ذاتوں پر جزیہ باندھ کر اور اُنکی زمینوں پر خراج یعنی محصول مقرر کرکے ہم اگر امام نے اراضی کو غازیوں میں تقسیم کیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں کیا تو زمین غازیوں کی مملوک ہوجاویگی اور اُسپر عشر معین ہوگا نہ خراج اور اگر بعد فتح کے وہاں کے کفار کو برقرار رکھا بطور احسان کے چنانچہ امیر المومنین عمر فاروق نے ملک عراق میں کیا کہ اُنکے گھر اور اُنکی زمین کو اُنکے قبضے میں رکھا اور تصرف میں رکھا جزیہ اور خراج لیکر اور غازیوں میں تقسیم نہیں کی تو کفار حر اصلی ذمی ہونگے اور زمین کے وہی مالک رہینگے کذا فی المنح اور کفار پر اُنکی جان اور اراضی کا احسان کرنا بدون مال منقول کے مکروہ ہے بلکہ اتنا مال دینا چاہیے کہ خود کھاویں اور کھیتی کریں یہانتک کہ غلہ پیدا ہو اور کافروں کو چھوڑنا بدون زمین اور مال کے یا فقط مال منقول دینا جائز نہیں کہ اہل اسلام سے پھر لڑنے کو تیار ہونگے امام مالک نے موطا میں اسلم سے روایت کی کہ میں نے عمر فاروق سے سنا فرماتے تھے کہ اگر پچھلے مسلمانوں کی محتاجی کا خیال نہوتا تو جس گاؤں کو مسلمان فتح کرتے تو میں انہیں کے درمیان تقسیم کردیتا حصہ حصہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو حصہ حصہ تقسیم کردیا اس روایت سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ سب خیبر کو تقسیم کیا حالانکہ ابو داؤد میں روایت صحیح ثابت ہے کہ خیبر کو نصفا نصف تقسیم کیا نصف اپنی حاجات میں اور نصف مسلمین کے درمیان میں مسلمین میں اٹھارہ سہم تقسیم فرمائے یعنی ہر سہم میں سو مرد کے حصے داخل کیے کذا فی الفتح مختصرا والاول اولی عند حاجۃ الغانمین اور اول یعنی لشکر میں بانٹ دینا بہتر ہے غازیوں کی حاجتمندی کے وقت واخرجہم منہا وانزل بہا قوما آخرین ووضع علیہم الخراج والجزیۃ لو کانوا کفارا فلو مسلمین وضع علیہا العشر لا غیر یا کافروں کو دار الحرب سے نکال دے اور وہاں اور قوم کو بساوے اور اُنپر خراج اور جزیہ مقرر کرے اگر وہ قوم کافر ہو اور اگر وہ مسلمان ہوں تو اُنپر عشر مقرر کرے نہ کچھ اور ہم فتاوے عالمگیری میں ہے کہ اگر مسلمان کو وہاں لاوے چاہیے اُنپر عشر مقرر کرے چاہے خراج طحطاوی نے کہا عشر ہی مقرر کرنا لایق بقواعد فقہ ہے واللہ تعالی اعلم وقتل الاساری ان شاء ان لم یسلموا او استرقہم او ترکہم احرارا ذمۃ لنا الا مشرکی العرب والمرتدین کما سیجی اور قتل کرے قیدیوں کو اگر امام چاہے بشرطیکہ مسلمان نہوگئے ہوں یا اُنکو لونڈی غلام بنادے یا اُنکو آزاد ذمی بناکر چھوڑدے سواے مشرکین عرب اور مرتدین کے کہ اُنکا ذمی ہونا جائز نہیں چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم قولہ ذمۃ لنا ای حال کونہم علیہم من الجزیۃ والخراج یعنی اہل ذمہ پر ہمارا حق واجب ہے از قسم جزیہ اور خراج کے اسواسطے کہ ذمہ بمعنی حق اور امان اور عہد ہے اور اہل ذمہ کو اہل ذمہ کہا اسواسطے کہ وہ مسلمین کے عہد اور امان میں داخل ہیں وحرم منہم ای اطلاقہم مجانا ولو بعد اسلامہم ابن کمال التعلق حق الغانمین وجوزہ الشافعی لقولہ تعالی فاما منا بعد واما فداء وقلنا نسخ بقولہ تعالے (اقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم) شرح مجمع اور حرام ہے کافروں پر احسان کرنا یعنے اُنکو مفت چھوڑ دینا اگرچہ بعد گرفتاری اور اُنکے مسلمان ہونے کے اُنکو چھوڑے کذا ذکرہ ابن کمال بسبب متعلق ہوجانے غازیوں کے حق کے یعنے بعد فتح کے غازی کافروں کے مالک ہوگئے تو اب مفت چھوڑنا اُنکی حق تلفی ہے اور امام شافعی نے اُنکا مفت چھوڑنا جائز رکھا ہے بدلیل اس آیت کے اما منا بعد واما فداء یعنی لڑائی کے بعد یا احسان کرو یا فدیہ لو یعنے کچھ مال لے کر

چھوڑ دینا ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ آیت مذکورہ منسوخ ہے اس آیت سے کہ اقتلوا المشرکین یعنی مشرکون کو قتل کرو جہان انکو پاؤ کذا فی شرح المجمع ہم دلیل نسخ یہ ہے کہ امر من و فدا سورۂ محمد میں ہے اور یہ
سورہ مکہ میں نازل ہوئی اور آیت سیف یعنی اقتلوا المشرکین سورہ برأۃ میں نازل ہوئی اور یہ پچھلی سورۃ ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی اور جنگ بدر سے فدیہ لینا کافرون کو چھوڑ دینا اقتضاء عبارت ہے اعتا
اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیت سیف سے فقط قتل ثابت ہوتا ہے تو چاہیے کہ استرقاق اور ذمی کرنا بھی جائز نہو اسکا جواب یہ ہے کہ استرقاق وغیرہ مین نص بلا نسخ موجود ہے بخلاف من اور فدا کے واللہ اعلم
وحرم فداؤهم بعد تمام الحرب اما قبله فيجوز بالمال لا بالاسير المسلم درر وصدر الشريعة وقالا يجوز وهو اظهر الروايتين عن الامام شمني اور حرام ہے فدیہ لینا انسے بعد تمام ہونے لڑائی کے اور قبل
تمامی جنگ مال کا فدیہ لینا جائز ہے نہ قیدی مسلمان کا فدیہ کذا فی الدرر اور شرح الوقایہ یعنی اگر مسلمان کافرون کے پاس گرفتار ہو تو کافر کو چھوڑنا اس مسلمان کے عوض قبل از
جنگ بھی امام کے نزدیک درست نہیں اور صاحبین نے کہا کہ جائز ہے اور وہ یعنی جواز فدا اسیر مسلم ظاہر تر ہے امام کی دو روایتون سے کذا ذکرہ الشمنی یعنے امام سے جواز اور عدم جواز
دونون مروی ہین لیکن جواز ظاہر الروایہ ہے اور صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا مذہب ہے اسواسطے کہ تخلیص مسلم کی بہتر ہے کافر کے قتل سے واتفقوا انه لا يفادى بنساء وصبيان وخيل وسلاح الا لضرورة
ولا باسير مسلم اسلم هناك الا اذا امن على اسلامه درر امام اور صاحبین متفق ہین کہ عورتون اور لڑکون اور گھوڑون اور ہتھیار کے عوض فدیہ نہ لیا جائے مگر ضرورت کیوقت اور نہ اس قیدی
کے عوض جو مسلمان ہوگیا ہے مسلم اسیر لیا جاوے مگر اسوقت جائز ہے جبکہ اسیر مسلم کے کافر ہو جانے کا خوف نہو ہم لڑکون کا فدیہ اسواسطے جائز نہوا کہ وہ بالغ ہوکر مسلمانون سے لڑینگے
اور عورتون سے نسل پیدا ہوگی وعلی ہذا القیاس گھوڑے اور ہتھیار لڑائی کے عمدہ سامان ہین طحطاوی نے کہا شاید کہ منع محمول ہے دراہم اور دنانیر کے لینے پر لا کافر بالغ کے عوض
مسلمان کا لینا بقول صاحبین جائز ہے تو لڑکون میں کیونکر منع ہوگا واللہ اعلم وحرم ردهم الى دارهم ثابت في نسخ الشرح تبعا للدرر دون المتن تبعا لابن كمال للعلم به من منع
المن بالاولى اور حرام ہے پھیر بھیجنا کافرون کا دار الحرب میں شارح کہتا ہے یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخون میں ثابت ہے موافق درر کے نہ متن کے نسخون مین موافق ابن کمال
کے اسواسطے کہ دار الحرب کا پھیرنا تو منع احسان سے بطریق اولی معلوم ہے ہم برجندی نے کہا کہ پھیرنا یا بعوض ہے تو وہ فدا میں داخل ہے یا بغیر عوض ہے تو وہ من میں داخل ہے اور وجہ اولویت یہ ہے کہ من
عبارت ہے کافر کے چھوڑنے سے بلا اخذ شی پھر جب یہ حرام ہوا تو رد کرنا بطریق اولی حرام ہوگا اسواسطے کہ اسمین من ہے زیادتی کے ساتھ یعنے دار الحرب میں پہونچا دینا و
حرم عقر دابة شق نقلها الى دارنا فتذبح وتحرق بعده لئلا ينتفعوا بها بالنار الا ربما اور حرام ہے کوچین کاٹنا اس جانور کا جسکا دار الاسلام میں لے آنا شاق ہے تو اسکو ذبح کرڈالیں
اور ذبح کے بعد جلا دے اسواسطے کہ جاندار کو آگ سے جلانا جائز نہیں سوا خدا تعالی کے كما تحرق الاسلحة والامتعة تعذر نقلها وما لا يحرق منها كحديد يدفن في موضع
خفي وتكسر اوانيهم وتراق ادهانهم مغايظة لهم جیسے جلائے جاتے ہین انکے ہتھیار اور اسباب جنکا نقل کرنا دار الاسلام کی طرف متعذر ہو اور جو چیز نہ جل سکے انمین سے
چنانچہ لوہا ہے کے ہتھیار وغیرہ تو وہ گاڑ دیے جاوین پوشیدہ مکان میں اور انکے برتن توڑ دیجاوین اور انکے تیل ڈھلکا دیے جاوین انکی رنج رسانی اور دل سوزی کیواسطے وترك صبيان
ونسائهم شق اخراجها بارض خربة حتى يموتوا جوعا وعطشا للنهي عن قتلهم ولا وجه الى ابقائهم اور انکے لڑکے اور عورتین جنکا نکالنا دار الحرب سے شاق ہے ویرانی
زمین میں چھوڑ دیے جاوین تاکہ وہ بھوک اور پیاس سے مرجاوین بسبب منع ہونے انکے قتل کے اور دار الحرب میں انکے باقی رکھنے کی کوئی وجہ نہیں یعنے اگر انکو
باقی رکھے تو لڑکے جوان ہوکر مسلمانون سے لڑینگے اور عورتون سے نسل پیدا ہوگی فتح القدیر میں محقق نے کہا کہ اسطرح سے مارنا تو قتل سے بھی سخت تر ہے
تو بدون اضطرار شدید کے کیونکر جائز ہوگا اضطرار یہ کہ انکے لانے کے واسطے بار برداری نہو وجد المسلمون حية او عقربا في رحالهم في دار الحرب ينزعون
ذنب العقرب وانياب الحية قطعا للضرر عنا بلا قتل ابقاء للنسل تتارخانيه مسلمانون نے سانپ یا بچھو کو انکے مکانون مین پایا یعنی دار الحرب مین تو بچھو کا
ڈنک اور سانپ کے دانت نکال لین تا مسلمانون سے ضرر منقطع ہو انکو قتل نہ کرین تا انکی نسل باقی رہے کفار کے ضرر کے واسطے کذا فی التاتارخانیہ وفيها
ماتت نساء المسلمات ثمه واهل الحرب يجامعون الاموات تحرقن بالنار اور تاتارخانیہ مین ہے کہ مسلمان عورتین دار الحرب مین مرگئین اور اہل حرب کی عادت
یہ ہو کہ مردون سے جماع کرتے ہون تو انکو آگ سے جلادین ہم طحطاوی نے کہا ظاہرا یہ حکم اسوقت ہے جب مکان مخفی مین دفن نہو سکے اور معذرت
مردون کو نہ کر سکتی ہو والا جلانا جائز نہیں ولا تقسم غنيمة ثمه الا اذا قسم عن اجتهاد او لحاجة الغزاة فتنفذ ولا تباع قبل ذلك الم

اور تقسیم نہ کیجاسے غنیمت وہان یعنے دار الحرب مین مگر جبکہ امام نے قسمت کی اجتہاد از مصلحت سے یا بسبب حاجتمندی غازیون کے تو قسمت صحیح ہوگی
یا قسمت کی غازیون کے پاس امانت رکھنے کیواسطے تو حلال ہے بشرطیکہ امام کے پاس بار برداری نہو فان لم اہل بحبرہم باجر المثل روایتان فاذا لعزر فلو بجال لو قسمہا
قدر کل علے حملہ قسم بینہم والا فہو مما شق نقلہ وسبق حکمہ پھر اگر غازی غنیمت لانے کو نمانین تو آیا امام جبر کرے اجر مثل مقرر کرکے یا نہ جبر کرے اسمین دو روایتین
ہین جواز جبر ایک روایت مین اور عدم جواز دوسری روایت مین پھر صورت عدم جبر امانت رکھنے کیواسطے قسمت کرنا متعذر ہے تو اگر یہ حال ہو کہ اگر بانٹ دے
تو ہر شخص اپنے بوجھ کے اٹھالانے پر قادر ہے تو غنیمت کو غازیون مین بانٹ دے اور اگر قادر نہو تو یہ وہ صورت ہے جسکا نقل کرنا شاق ہے اور اسکا حکم اول مذکور ہوچکا
یعنے دوابکا ذبح کرنا اور جلانا اور عورتون کو اور لڑکون کو ویرانے مین چھوڑ دینا ولم تبع الغنیمۃ قبلہا الا للامام لا لغیرہ یعنی للتمول وتباع شیا للطعام جائز جوہرہ اور ہم اہل اسلام
نہ بیچین غنیمت کو قبل قسمت کے نہ امام کو یہ جائز ہے نہ اسکے غیر کو یعنی بیع قبل قسمت تمول و ادخار کیواسطے جائز نہین لیکن اگر کسی چیز کو کھانے کیواسطے بیچے تو جائز ہے کذا
فی الجوہرۃ ورد البیع لو وقع دفعا للفساد فان لم یکن ردہ ثمنہ للغنیمۃ خانیہ اور بیع کو مردود کرے اگر قبل قسمت واقع ہوئی ہو واسطے دور کرنے فساد کے اور اگر رد کرنا ممکن نہو تو
اسکی قیمت غنیمت مین داخل کرے کذا فی الخانیۃ ومدد لحقہم ثمۃ کمقاتل لا سوقی وحربی ومرتد اسلم ثمۃ بلا قتال فان قاتلوا شارکوہم اور جو مدد اور کمک غازیون سے
ملی دار الحرب مین جاکر تو وہ غازی کے برابر ہے استحقاق غنیمت مین نہ مرد بازاری اور حربی اور جو مرتد کہ وہان مسلمان ہوا بدون قتال کے اور اگر بازاری وغیرہ کافرون سے لڑائی کرینگے
تو وہ بھی غازیون کے شریک ہونگے غنیمت مین ہم بازاری کو حصہ بدون قتال کے اسواسطے نہین کہ اسکا وہان جانا قتال کی نیت سے نہین بحر الرائق مین کہا تو اسمین اشارہ ہے
کہ اگر عورت دار الحرب مین جاوے اپنے زوج کی خدمت کے واسطے یا غلام جاوے اپنے میان کی خدمت کے واسطے اور قتال نہ کرے تو اسکے واسطے کچھ نہین کذا فی الاختیار اور
فتح القدیر مین ہے کہ اسیطرح گھوڑے کے سائیس کا کچھ حصہ نہین ولا من مات ثمۃ قبل قسمتہ او بیع وورث بعد احدہما ثمۃ او بعد الاحراز بدارنا یورث نصیبہ لتاکد ملکہ
تاتارخانیہ اور اس غازی کا حصہ نہین جو دار الحرب مین مرگیا غنیمت کے قسمت یا بیع ہونے سے پہلے اور اگر وہ مرگیا قسمت یا بیع کے بعد وہان یا بعد لے آنے غنیمت کے دار الاسلام
مین تو اسکے حصہ مین ارث جاری ہوگا یعنے اسکے وارث بقدر وراثت کے پاوینگے بسبب مستاکد ہوجانے اسکی ملکیت کے کذا فی التاتارخانیۃ فیہا ادعی رجل شہود الوقعۃ وبرہن وقد قسمت
لم تنقض استحسانا ویعوض بقدر حظہ من بیت المال و در تاتارخانیہ مین ہے کہ دعوی کیا ایک مرد نے لڑائی مین حاضر ہونے کا اور اسکو گواہون سے ثابت کیا اور حالانکہ غنیمت
کی تقسیم ہوچکی تو قسمت شکستنی نہوگی بنا بر استحسان کے اور بقدر اسکے حصے کے بیت المال سے اسکو عوض دیا جاویگا و فی البحر من باب الوقف قیاس الوقف علی الغنیمۃ ردہ فی النہر
ونظرنا فی الوقف اور بحر الرائق مین جو وقف کا قیاس غنیمت پر کر رہے ہیں پر تو اسکو رد کیا ہے نہر الفائق میں اور اسکو ہمنے اسی کتاب کی کتاب الوقف مین تحریر کیا ہے صاحب بحر نے کہا کہ اگر
مستحق وقف مرگیا بعد غلہ پیدا ہونے اور احراز ناظر کے قبل از قسمت تو اسکے حصے مین وراثت ہوگی جیسے غنیمت بعد الاحراز مین وراثت ہوتی ہے صاحب نہر نے کہا درر اور غرر
مین صاحب محیط کے فوائد سے منقول ہے کہ اگر امام اور موذن کا حصہ ہو وقف مین سو بدون قبضہ مرگیا تو حصہ ساقط ہوگیا اسواسطے کہ یہ بحکم صلہ اور عطا ہے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ بحکم اجرت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وقف کا قیاس غنیمت پر غیر صحیح ہے انتہی ملخصا ولہم ای للغانمین لا لغیرہم الانتفاع فیہا ای فی دار الحرب
بعلف وطعام وحطب وسلاح ودہن بلا قسمۃ اطلق الکل تبعا للکنز وقید فی الوقایۃ السلاح بالحاجۃ وہو الحق وقید الکل فی الظہیریۃ بعدم نہی الامام
عن کلہ فان نہی لم یبح فینبغی تقیید المتون بہ اور فقط غازیون کو نہ غیر کو جائز ہے منتفع ہونا اسمین یعنے دار الحرب مین جانورون کے چارے اور طعام اور لکڑی
اور ہتھیار اور تیل سے بدون قسمت کے مصنف نے ان چیزون کے انتفاع کو مطلق رکھا باتباع کنز اور وقایہ مین ہتھیار کے انتفاع کو مقید بحاجت کیا اور
یہی حق ہے اور سب اشیاء مذکورہ کو ظہیریہ مین مقید کیا ساتھ نہ منع کرنے امام کے اسکے کھانے سے اکل سے مراد تناول اور استعمال ہے تا سب چیزون کے
مناسب ہو تو اگر امام اشیاء مذکورہ کے انتفاع سے منع کردے تو مباح نہین تو لائق ہے تقیید متون کی عدم نہی کی قید سے ہم حلبی نے بحر الرائق سے نقل
کیا لائق یون ہے کہ نہی امام کو بعدم حاجت مقید کیجیے اسواسطے کہ جب غازیون کو اکل اور شرب کی حاجت ہوگی تو اسکے منع کرنے پر عمل نہوگا

و بلا بیع و لا تمول فلو باع رد ثمنہ فان قسمت تصدق بہ لو غیر فقیر اور غازیون کو انتفاع جائز ہے بدون بیع اور بدون تمول کے تو اگر قبل قسمت کے کسی چیز کو غازی نے بیچا ہو تو اسکی قیمت کو غنیمت مین پھیر دے پھر اگر غنیمت کی قسمت ہو گئی ہو اور اسکے بعد بیع واقع ہوئی ہو تو اسکی قیمت کو خیرات کرے اگر وہ غنی ہو اور اگر محتاج ہو تو خود کھا وے کذا فی المنح عن البحر من وجد مالا
یملکہ اہل الحرب کصید و عسل مہو مشترک فیتوقف بیعہ علی اجازۃ الامیر فان ہلک ادی الثمن لنفع اجازہ والا ردہ للغنیمۃ بحر اور جو دار الحرب مین اس چیز کو پاوے جسکے کفار مالک مین
جیسے شکار اور شہد تو وہ مشترک ہے سب غازیون مین تو اسکی بیع موقوف رہیگی امیر کی اجازت پر پھر اگر بلا اجازت بیع ہوئی اور مبیع ہلاک ہو گئی یا اسکی قیمت نافع نہ ہو تو امیر
بیع کو جائز رکھے اور اگر مبیع قائم ہو یا قیمت النفع نہو تو بیع کو فسخ کرکے غنیمت مین پھر داخل کرے یعنی بیع کو فسخ کرکے کذا فی البحر و لعد الخروج منہا لا الا برضاہم اور بعد نکلنے کے دار الحرب سے
اشیاء مذکورہ سے فائدہ لینا جائز نہین مگر سب غازیون کی رضامندی سے و من اسلم منہم قبل مسکہ عصم نفسہ و طفلہ و کل مال معہ فان کانوا اخذوا احرز نفسہ فقط اور کافرون سے
جو شخص کہ مسلمان ہو گیا اپنے گرفتار ہونے سے پہلے تو اسنے اپنی جان اور اپنے اطفال صغیر اور اپنے ساتھ والے مال کو بچا لیا سوا اگر غازیون نے اطفال و مال کو لے لیا ہو تو اسکے مسلمان
ہونے سے پہلے تو فقط اسکی ذات اسلام سے محفوظ رہیگی او او وعہ معصوماً و لو ذمیاً او عند حربی نفی یا وہ مال محفوظ رہیگا جسکو امانت سونپا شخص محفوظ الدم کے پاس گر جانا ما
ذمی ہو اور جو امانت ارکا فر حربی ہو تو وہ مال غنیمت ہے کما لو اسلم ثم خرج الینا ثم ظہرنا علی الدار فمالہ ثم سوی طفلہ للتبعیۃ چنانچہ اگر کافر دار الحرب مین مسلمان ہوا پھر دار الاسلام کو
وہ نکل آیا پھر مسلمان غالب ہوئے دار الحرب پر تو اسکا مال غنیمت ہے سوا اسکے طفل صغیر کے سبب اسکے تابع ہونے کے اسلام مین کالاولاد الکبیر و زوجتہ و حملہا
و عقارہ و عبدہ المقاتل و امتہ المقاتلۃ و حملہا لانہ جزء الام اور جو کافر قبل گرفتاری کے دار الحرب مین مسلمان ہوا تو اسکا بالغ بیٹا اور اسکی زوجہ اور اسکا حمل اور
اسکی زمین اور اسکا لڑنے والا غلام اور اسکی لڑنے والی عورت اور اسکا حمل محفوظ نہ رہیگا اسواسطے کہ حمل ماں کا تابع ہے تو اگر اسکا غلام یا لونڈی قتال نہ کرینگے تو اسکے مال
محفوظ مین داخل ہونگے حربی دخل دارنا بغیر امان فاخذہ احد فہو و ما معہ فی لکل المسلمین سواء اخذ قبل الاسلام او بعدہ و قالا لا خذہ خاصۃ و فی الخمس روایتان قنیہ کافر
حربی بدون امان کے دار الاسلام مین داخل ہوا پھر کسی مسلمان نے اسکو گرفتار کر لیا تو وہ اور اسکے ساتھ کا مال غنیمت ہے سب مسلمانون کیواسطے خواہ گرفتار ہوا قبل
اسلام کے یا بعد اسکے اور صاحبین نے کہا کہ وہ گرفتار کرنیوالے کی غنیمت ہے خاص کر اور وجوب خمس مین دو روایتین ہین امام اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح عن القنیہ و فیہا استاجرہ لیخدمہ
فی سفرہ فغزا بفرس المستاجر و سلاحہ فسہمہ بینہما الا اذا شرط فی العقد انہ للمستاجر اور قنیہ مین ہے کہ نوکر رکھا ایک شخص کو اپنے سفر کی خدمت کیواسطے سو نوکر نے جہاد کیا اسکے
گھوڑے اور ہتیار سے تو اسکا حصہ غنیمت کا دونون کے درمیان منقسم ہوگا مگر اسوقت منقسم نہو گا جب عقد مین شرط ہو گئی ہو کہ غنیمت کا حصہ مستاجر کے واسطے مخصوص ہو۔

فصل فی کیفیۃ القسمۃ

یہ فصل ہے کیفیت قسمت غازیون مین کیونکہ قسمت ہو قسمت عبارت ہے نصیب شائع کو محل معین مین کر دینے سے کذا فی المنح المعتبر فی الاستحقاق لسہم فارس و راجل وقت المجاوزۃ و عند الانفصال
من دارنا و عند الشافعی وقت القتال معتبر مستحق ہونے سوار اور پیدل کے حصے مین مجاوزت کا وقت ہے یعنی دار الاسلام سے جدا ہونے کے وقت اگر سوار تھا تو سوار کا حصہ پاویگا اور
اگر پیدل تھا تو پیدل کا حصہ پاویگا اور امام شافعی کے نزدیک لڑائی کا وقت معتبر ہے بحر الرائق مین تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ امام کو لائق
ہے کہ جب دخول دار الحرب کا ارادہ کرے تو لشکر کو ملاحظ کرے اور سوار اور پیدل کا شمار کرے اور انکے نام لکھے سو جسکا نام سوارون مین لکھا پھر اسکا
گھوڑا مر گیا بعد کوچ کے تو وہ سوار کے سہم کا مستحق ہوگا اور اگر بیچ کریگا تو مستحق نہو گا کذا فی المنح فلو دخل دار الحرب فارساً فنفق ای مات فرسہ استحق سہمین و من
دخل راجلاً فشری فرساً استحق سہماً تو اگر غازی دار الحرب مین سوار داخل ہوا پھر اسکا گھوڑا مر گیا تو دو حصے کا مستحق ہوگا اور جو وہان پیدل گیا پھر اسنے وہان گھوڑا
مول لیا تو ایک ہی حصے کا مستحق ہوگا باعتبار وقت انفصال کے ہم امام اعظم اور زفر کے نزدیک سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ اور صاحبین و ائمہ ثلثہ و اکثر اہل علم کے
نزدیک سوار کے تین حصے اور پیدل کا ایک حصہ صاحبین وغیرہما کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ مین سوا نسائی کے عبد اللہ بن عمر کی روایت سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے دو حصے مقرر فرمائے اور اسکے صاحب یعنی سوار کا ایک حصہ اور امام اعظم کی طرف سے یہ جواب ہے کہ معارض ہے اسکی وہ

حدیث ہے جو ابن ابی شیبہ کے مصنف میں ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کیواسطے دو حصے مقرر فرمائے اور پیدل کیواسطے ایک حصہ علاوہ اسکے اور احادیث ہیں
دو سہم سوار کے ثابت ہیں جنکی تفصیل فتح القدیر میں موجود ہے پھر جب سوار کے تین سہم اور دو سہم میں معارضہ ہوا تو امام اعظم نے دو سہم کو وجوب پر محمول کیا اور تین سہم کی روایت کو تنفیل یعنے
انعام پر محمول کیا اسواسطے کہ جمع بین الروایات اولی ہے ایک کے ابطال سے اگرچہ کوئی قوی ہو اور کوئی قوی نہ ہو یون نہ کہنا کہ بخاری کی حدیث اصح ہے غیر بخاری کی حدیث سے اگرچہ
راوی اُسکے ثقات ہون یا وہ راوی ہون جنسے بخاری نے روایت کی ہے یہ دعوی بے دلیل ہے اُسکو ہم نہین مانتے کذا فی الفتح ولا یسھم لغیر فرس واحد صحیح کبیر صالح
للقتال فلو مریضا ان صح قبل الغنیمۃ استحقہ استحسانا الا لو مھرا فکبر تتارخانیۃ اور حصہ نہ دیا جاویگا سوا ایک گھوڑے کے جو تندرست جوان لڑائی کے لائق ہے تو اگر گھوڑا بیمار ہو کر تندرست
ہو جاوے قبل غنیمت ملنے کے تو اُسنے سہم کا مستحق ہوگا بنا بر استحسان کے اور اگر بچھیڑا ہو دار الحرب کے طول جنگ لے رقامت سے جوان ہو جاوے تو گھوڑے کا حصہ نہ پاویگا وکان الفرق حصول
الارہاب ہو بکبیر بنفس لا بالمھر اور گویا کہ فرق دونون صورتون کے بیچ حصول تخویف ہے جوان بیمار گھوڑے سے نہ بچھیڑے سے لو غصب فرسہ قبل دخولہ او رکبہ آخر او نفر او دخل
راجلا ثم اخذہ فلہ سھمان اور اگر غازی کا گھوڑا غصب ہو گیا یا دوسرا شخص اُسپر سوار ہو گیا یا گھوڑا بھاگ گیا اور مالک اسکا پیدل داخل ہوا دار الحرب میں پھر اُسنے اپنے
گھوڑے کو پایا تو اُسکو دو حصے ملینگے سب صورتون میں لا لو باعہ او لو بعد تمام القتال فانہ لیسقط فی الاصح لانہ ظہر ان قصدہ التجارۃ فتح واقرہ المصنف لکن نقل فی الشر
نبلالیۃ عن الجوہرۃ والتبیین ما یخالفہ وفی القہستانی لو باعہ فی وقت القتال فراجل علی الاصح وبعد القتال فارس بالاتفاق انتہی فتنبہ ولیحفظ ہذہ القیود
ہو فت الحطا فی الاختیار والقضا مگر دو حصے نہ پاویگا اگر اُسنے گھوڑے کو بیچ ڈالا اگرچہ اُسنے لڑائی ہو جانے کے بعد بیع کی ہو تو البتہ اسکا حصہ ساقط ہو جاویگا
قول اصح مین اسواسطے کہ بیع سے ظاہر ہو گیا کہ اُسکی نیت سوداگری کی تھی نہ جہاد کی کذا فی الفتح اور مصنف نے بھی اس قول کو ثابت رکھا ہے لیکن شرنبلالیہ
مین جوہرہ اور تبیین سے اسکے مخالف منقول ہے اور قہستانی مین ہے کہ اگر غازی نے گھوڑا بیچا لڑائی کیوقت تو وہ پیادہ ہے بنا بر قول اصح کے اور لڑائی کے بعد بیع کرنے سے وہ سوار
ہے بالاتفاق انتہی تو خبردار رہنا اور ان قیود کو یاد رکھنا چاہیے بخوف خطا کاری فتاوی اور قضا مین ہم مصنف نے اپنی شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر گھوڑا بیچا
لڑائی کے بعد تو اُسکا حصہ ساقط نہین ہوتا حنفیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ساقط ہوتا ہے اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ اُسکا قصد تجارت کا تھا انتہی وفی المنح حلبی نے کہا کہ یہ
نقل فتح القدیر سے غلط ہے فتح القدیر کی عبارت یہ ہے ولو باعہ بعد الفراغ من القتال لا یسقط سہمہ الفارس لا بالاتفاق وکذا اذا باعہ حال القتال لا یسقط عند البعض قال الا
والاصح انہ یسقط لانہ ظہر ان قصدہ التجارۃ انتہی اور یہی مطلب ہے تبیین و جوہرہ اور قہستانی کا تو شارح کا استدراک کسنا اور خبرداری و حفظ کا امر کرنا بے معنی ہے انتہی قول
الحلبی ملخصا اور میں کہتا ہون کہ شارح کا استدراک حق ہے کہ اُسنے اس استدراک سے اُس خطا پر آگاہ کر دیا جو مصنف سے واقع ہوئی اور خبردار اسواسطے کر دیا کہ یہ مقام پوشیدگی سے
خالی نہین اور یاد رکھنے کا امر جمیع قیود کیواسطے صحیح ہے واللہ اعلم ولا یسھم لعبد وصبی وامرأۃ وذمی ومجنون معتوہ ومکاتب رضخ لہم قبل اخراج الخمس اذا باشر والقتال او
کانت المرأۃ تقوم بمصالح المرضی تداوی الجرحی او دل الذمی علی الطریق اور غنیمت سے حصہ نہ دیا جاوے غلام اور صغیر اور عورت اور ذمی اور مجنون اور بیہوش
اور مکاتب کو اور انکو کچھ تھوڑا سا دیا جاوے قبل نکالنے خمس کے ہمارے نزدیک جبکہ وہ لوگ لڑائی لڑین یا عورت بیمارون کی خدمت گذاری کرے یا زخمیون کا
علاج کرے یا کافر ذمی راہ بتا دے ومفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ وقد استعان علیہ الصلوۃ والسلام بالیہود علی الیہود ورضخ لہم اور دلالت
ذمی سے مستفاد ہوا امداد چاہنا کافر سے حاجت کے وقت اور البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد چاہی تھی یہودیون سے یہودیون پر اور انکو
کچھ عطا کیا تھا ہم واقدی نے روایت کی محیصہ سے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ کے دس یہودی لیگئے تھے اہل خیبر سے لڑنے کیواسطے
اور جنگ حنین مین صفوان بن امیہ سے استعانت کی تھی اور وہ جب مشرک تھا کذا فی الفتح ولا یبلغ بہ السہم الا فی الذمی اذا دل فیزاد
علے السہم لانہ کالاجرۃ اور نہ پہونچے اُنکی عطا بقدر سہم کے یعنے غازی کے حصے کے برابر نہ دینا چاہیے مگر ذمی مین جبکہ وہ راہ
بتا دے تو سہم سے زیادہ کچھ دے اسواسطے کہ عطا بعوض دلالت اجرت کے مانند ہے تو دینا چاہیے جس قدر رکھ

کہ ہو والذین یجلب الہجن والعتاق کہ ہجن جمع ہجین کا ہے یعنی وہ گھوڑا جسکا باپ عربی ہو اور ماں عجمی و مقرف بالعکس اسکے یعنی جسکا باپ عجمی ہو اور دین سے مرزوق و عجمی
گھوڑے اور عتاق جمع عتیق کی یعنی عمدہ گھوڑے عربی اور ہجین وہ گھوڑا جسکا باپ عربی ہو اور ماں اسکی عجمی و مقرف بالعکس اسکے یعنی جسکا باپ عجمی ہو
اور ماں اسکی عربی کذا فی القاموس یعنی گھوڑے سب برابر ہیں سوار کا حصہ پانے میں ہم بعضے علما کے نزدیک حصہ گھوڑے کا فقط عربی گھوڑے میں منحصر ہو مصنف ارشاد نے
اسکا رد کیا کہ گھوڑوں کی تفرقہ کرنا بے دلیل ہے اسواسطے کہ رحمت یعنی ہر جنس خیل کیطرف قال الله تعالیٰ ومن رباط الخیل یعنی سیکھے رو کی کہتے ہیں اور سوے کہ اگرچہ
گھوڑا اطلب ہو سو عرب میں قوی تر ہے لیکن عجمی گھوڑا اچھا کش اور باگ کا موڑنے میں نرم تر ہے تو ہر ایک میں جدی جدی منفعت ہے لا لسہم الراحلۃ والبغل والحمار یعنی الا بہ کہ سپاہی
ہوگا اونٹ اور خچر اور گدھے کا بسبب عدم رعب ان کے یعنی یہ جانور جہاد کے لائق نہیں اور ان میں نفع بھی وارد نہیں باوجودیکہ صدر اسلام میں اونٹ اور گدھے اور خچر جہاد
میں بکثرت ہوتے تھے لیکن سپاہی کا حصہ منقول نہیں و الخمس الباقی تقسیم ثلاثا عندنا للیتیم والمسکین وابن السبیل اور غنیمت کا باقی خمس یعنی پانچواں حصہ ہمارے نزدیک تین بانٹا
بانٹا جاتا ہے یتیم اور مسکین اور مسافر کو یتیم وہ نابالغ ہے جسکا باپ مرگیا اور بعد بالغ ہونے کے اسکو یتیم نہیں کہتے جاز صرفہ لصنف واحد فتح اور جائز ہے کہ خمس کو ایک
قسم میں کذا فی الفتح تو اقسام ثلثہ کا ذکر کرنا واسطے بیان مصارف کے ہے یعنی خمس یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہے خواہ تینوں کو دے خواہ ایک قسم کو و فی المنتقی اور صرفہ
للغانمین لحاجتہم جائز وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور ملتقی میں ہے کہ اگر خمس کو غازیوں پر صرف کرے بسبب انکی حاجتمندی کے تو جائز ہے اور البتہ میں نے اسکو تحقیق بیان
کیا ہے شرح ملتقی یعنی نام شرح ملتقی کا یہ مضمون ہے کہ غنیمت کا خمس اور فی مثل معدن اور رکاز کے محتاج یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہے تو ہمارے نزدیک یہ تینوں مال تین
تین حصے کرکے اقسام ثلثہ پر قسمت کیے جاویں انکے سوا اور کسی کا دینا جائز نہیں اقسام ثلثہ میں سبکو دے یا بعض کو بشرطیکہ غنی نہوں محتاج ہوں و قدم فقراء ذوی القربی من
بنی ہاشم منہم ای من الاصناف الثلثۃ علیہم لجواز الصدقات لغیرہم لا لہم اور خمس دینے میں محتاج قرابتدار بنی ہاشم جو منجملہ اصناف ثلثہ ہیں مقدم کیے جاوین یتیم اور
مسکین اور مسافر پر بسبب جائز ہونے صدقات کے غیر بنی ہاشم کیواسطے نہ بنی ہاشم کیواسطے ہم یعنی بنی ہاشم کا یتیم اور یتیموں پر مقدم ہے اور بنی ہاشم کا مسکین مسکینوں پر اور انکا مسافر
اور مسافروں پر نہر الفائق میں کہا کہ ذوی القربی سے مراد بنی ہاشم اور بنی مطلب ہیں فقط اور انکا استحقاق فقط قرابت سے نہیں بلکہ نصرت کے سبب سے بھی یعنی آنحضرت علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہمکلامی کی موانست اور مصاحبت کی نصرت نہ قتال کی نصرت اور ایسی نصرت بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سوا مفقود ہے ولہذا انکی عورتوں کو
بھی حصہ ملتا تھا پھر یہ حصہ حضرت کی موت سے ساقط ہو گیا بسبب باقی رہنے علت کے یعنی نصرت مذکورہ کے تو اب بنی ہاشم اور بنی مطلب خمس کے مستحق ہونگے بسبب محتاجی کے دلاحق
لاغنیائہم عندنا اور خمس میں کچھ حق نہیں بنی ہاشم کے مالداروں کا ہمارے نزدیک ہم اسواسطے کہ خلفاء اربعہ راشدین نے خمس کو اسیطرح اصناف ثلثہ پر تقسیم کیا اور ذوی القربی
کو کچھ نہیں دیا اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے گروہ بنی ہاشم حق تعالیٰ نے تمہارے واسطے لوگوں کا غسالہ اور انکا میل یعنی زکوٰۃ کو مکروہ رکھا اور اسکے عوض میں
خمس کو دیا تو معلوم ہوا کہ خمس الخمس عوض ہے زکوٰۃ کا اور زکوٰۃ کا مستحق نہیں مگر محتاج تو اسیطرح خمس کا مستحق نہیں مگر محتاج اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو انکو خمس دیا تھا
تو بسبب نصرت ہمکلامی اور مصاحبت کے دیا تھا اور خلفاء راشدین نے جو انکو نہ دیا تو اسواسطے کہ ذوی القربی بیان ہے مصرف کا نہ استحقاق کا اور ہمارے نزدیک اقتصار کرنا صنف
واحد پر جائز ہے یا انکو غنی جان کر نہ دیا معلوم کرنا چاہیے کہ نبی صلے الله علیہ وسلم محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں اور عبد مناف کے چار بیٹے تھے ہاشم اور عبد شمس اور
مطلب اور نوفل چنانچہ عثمان بن عفان عبد شمس کی اولاد میں ہیں اور جبیر بن مطعم نوفل کی اولاد میں جب کفار قریش نے آپس میں عہد کیا کہ بنی ہاشم کے پاس نشست و برخاست اور کلام
نہ کریں تاوقتیکہ وہ حضرت کو نہ دیں قتل کرنے کے واسطے تو بنی ہاشم نے بھی عہد کیا کہ ہم آنحضرت کے مددگار رہینگے سو نوفل کی اولاد اور عبد شمس کی اولاد
قریش کے شریک ہوئی اور بنی ہاشم حضرت کے شریک ہوئے یہانتک کہ تین برس تک پہاڑ کی گھاٹی میں حضرت کے ساتھ قید رہے کمال مشقت اور تکلیف
کے ساتھ چنانچہ کتب سیر میں یہ قصہ مفصل موجود ہے سنن ابو داؤد میں جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ جب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیبر کے ذوی القربی
کا حصہ فقط بنی ہاشم اور بنی مطلب کو دیا اور بنی شمس اور بنی نوفل کو نہ دیا تو میں اور عثمان بن عفان حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول الله

بنی ہاشم کی فضیلت کے ہم منکر نہیں اسواسطے کہ حق تعالی نے آپکو بنی ہاشم میں پیدا کیا سو کیا وجہ ہے کہ ہمارے بھائیون بنی مطلب کو آپنے دیا اور ہمکو چھوڑا اور قرابت ہماری اور انکی آپکے ساتھ ایک ہی طرح ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اور بنی مطلب جدا نہوئے کفر میں اور نہ اسلام میں اور ہم اور وہ تو شی واحد ہیں اور اپنی انگلیون کو بیچ میں قینچی کیا اسمین حضرت نے اشارہ کیا انکی نصرت کا یعنی موانست اور موافقت کی نصرت جاہلیت میں جب کفار قریش نے مہاجرت کا عہد کیا تھا اسواسطے کہ اسوقت نصرت قتال کی تو تھی کیونکہ فی المنح والنہر والطحطاوی اور امام شافعی اور احمد کا یہ مذہب ہے کہ خمس الخمس میں غنی اور فقیر ذوی القربی کے برابر ہیں اور امام مالک کے نزدیک امام مختار ہے چاہے انکو دے چاہے دو جاہے سبکو دے چاہے بعض کو چاہے غیر ذوی القربی کو دے اور دلائل مفصلہ اس مسئلہ کے کتب مبسوطہ مانند عینی ہدایہ اور فتح القدیر میں مفصل ہیں و ما نقلہ المصنف عن الحاوی فی حاوی یفید ترجیح الصرف الاغنیائہم نظر فیہ فی النہر اور جو مصنف نے بحر الرائق سے یہ نقل کیا ہے کہ البتہ جو قول کہ حاوی قدسی میں ہے وہ مفید ہے ترجیح صرف کا اغنیاء ذوی القربی کیواسطے اسمین اعتراض کیا ہے نہر الفائق میں ہم حاوی قدسی میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ خمس صرف کیا جاوے ذوی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابناء سبیل میں اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں بحر الرائق میں کہا کہ یہ اسکا مقتضی ہے کہ اغنیاء ذوی القربی کے دینے پر فتوی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے صاحب النہر الفائق نے کہا کہ اسمین نظر ہے بلکہ اسمین انکے دینے کی ترجیح ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ صاحب حاوی نے عطاء ذوی القربی میں اشتراط فقر سے سکوت اسواسطے کیا کہ عطاء خمس میں مشہور و ظاہر ہونا فقر کا معلوم و مشہور ہے کذا فی النہر و ذکرہ تعالی للتبرک باسمہ فی ابتداء الکلام اذ الکل للہ اور ذکر اللہ تعالی کے نام پاک کا مصارف خمس میں انکے نام سے برکت لینے کے واسطے ہے ابتداء کلام میں اسواسطے کہ ہر چیز خدا کی مملوک ہے خمس کی کچھ خصوصیت نہیں ہم قرآن مجید میں ارشاد ہوا واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل یعنی معلوم کرو کہ جو کچھ غنیمت میں حاصل کرو تو اسکا پانچوان حصہ اللہ تعالی کیواسطے ہے اور واسطے رسول کے اور ذوی القربی اور یتامی و ابن سبیل کیواسطے مصنف نے اس آیت کی تفسیر سے آگاہ کر دیا رفع اشتباہ کیواسطے اسلیے کہ طبرانی میں ابن عباس سے منقول ہے کہ ذکر اللہ جل جلالہ کا مفتاح کلام ہے اسواسطے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے وہ خدا ہی کا ہے اسمین دو قول ابو العالیہ کے قول کا کہ اللہ کا حصہ تعمیر بیت اللہ میں صرف ہو اگر وہ قریب ہو اور نہیں تو مساجد میں صرف ہو کذا فی النہر وسہمہ علیہ الصلوۃ والسلام سقط بموتہ لانہ حکم علق بمشتق وہو الرسالۃ کالصفی الذی کان صلی اللہ علیہ وسلم یصطفیہ لنفسہ اور حصہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا آپکی موت سے ساقط ہو گیا اسواسطے کہ وہ حکم مشتق پر معلق ہے یعنی رسالت پر یعنی وصف رسالت علت ہے حکم کی اور حالانکہ بعد آنحضرت کے کوئی رسول نہیں چنانچہ صفی ساقط ہو گیا آپکی موت کے بعد صفی وہ جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام اپنے واسطے پسند کر لیتے تھے غنیمت سے قبل قسمت اور اخراج خمس کے چنانچہ تلوار یا زرہ یا لونڈی اور امام شافعی کے نزدیک حصہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا خلیفہ کے واسطے ہے اور جو دلیل سقوط کی مذکور ہو چکی وہ انپر حجت ہے در المنتقی میں کہا کہ ہر چند رسالت آپکی موت کے بعد منقطع نہیں چنانچہ علماء کبار نے مذکور کیا ہے لیکن وصف رسالت میں آپکا کوئی خلیفہ نہیں اسواسطے کہ آپکے بعد کوئی رسول نہیں اور یہ مراد نہیں کہ رسالت آپکی موت کے بعد منقطع ہو گئی جیسا کسی ناقص الفہم نے مخالف اجماع کے گمان کیا بلکہ حکم منعدم ہو گیا بسبب منعدم ہونے اسکی علت کے ومن دخل دارہم باذن الامام او منعۃ ای قوۃ فاغار خمس ما اخذ والا لانہ غنیمۃ والا لا لانہ اختلاس اور جو مسلمان گیا دار الحرب میں امام کی اجازت سے یا قوت سے پھر مال لایا غارتگری سے تو خمس لیا جاویگا اس سے جو وہ لوگ لائے اسواسطے کہ وہ غنیمت ہے اور اگر امام سے حکم نہیں لیا یا قوت اور شوکت سے دار الحرب میں نہ گیا اور کچھ مال لایا تو اسمین خمس نہیں اسواسطے کہ وہ چھپا مارنا اور لے بھاگنا ہے ہم خلاصہ یہ ہے کہ جسمین قہر اور غلبہ اور قوت ہے اسمین خمس ہے اور جسمین غلبہ نہین اسمین خمس نہیں یا شوکت جانے میں تو قوت کا ہونا صریح ہے اور امام کے اذن میں اسواسطے قوت ہوئی کہ جب امام نے اذن دیا تو اسکی مددگاری کا التزام کیا تو یہ امر بحکم قوت ہوا وفی المنیۃ لو دخل اربعۃ خمس و لو ثلثۃ لا اور منیہ میں ہے کہ اگر چار شخص دار الحرب میں گئے اور کچھ مال لائے تو انسے خمس لیا جاویگا اور اگر تین شخص گئے تو نہیں قال الامام ما اصبتم لا اخمسہ فلو لسنعۃ لم یجز والا جاز امام نے کہا کہ جو مال تم دار الحرب سے لاؤ گے میں اسکا خمس نہ لونگا تو اگر غازی با قوت ہوں تو جائز نہیں اور اگر انکو قوت اور شوکت نہیں تو جائز ہے وندب للامام ان ینفل وقت القتال حثا وتحریضا فیقول من قتل قتیلا فلہ سلبہ

[illegible]

قبیلا القریبہ منہ اور امام کو مستحب ہے کہ انعام دینے کا وعدہ کرے لڑائی کے وقت ترغیب اور رغبت دلانے کے واسطے تو یون کہے کہ جو شخص قتل کریگا کسی مقتول کو تو اُسکے واسطے
اسباب ہے اُسکا زندہ کا ذکر مقتول کہا بسبب اُسکے قریب ہونے کے قتل سے ہم نفل بہ تحتین لغت میں بمعنی زیادت ہے پھر غنیمت مسمی بہ نفل ہوئی اسواسطے کہ اِس
امت پر او حلال چیزون سے غنیمت زیادہ ہوئی کیونکہ اور امتون پر غنیمت حلال نہ تھی اور اصطلاح شرع میں نفل وہ ہے جسکو امام بعضے غازیون کے واسطے مخصوص کرے کذا فی المحیط
اور انعام میں وقت قتال کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ قبل قتال بطریق اولی جائز ہے اور بعد قتال کے جائز نہین او یقول من اخذ شیئا فہو لہ قد یکون بدفع المال و
ترغیب مال یا امام یون کہے کہ جو غازی کسی چیز کو لیگا وہ اُسکی ہے اور کا تنفیل مال دینے سے ہوتی ہے یا مال کی ترغیب سے خواہ وہ مال امام کے پاس ہے یا مقتول کا اسباب ہے فالتحریض
نفسہ واجب للامر بہ واختیار الادعی للمقصود مندوب و تقع ترغیب فی نفسہ واجب ہے اُسکے امر کے سبب سے اور انعام میں اُسکا اختیار کرنا مستحب ہے جو زیادہ تر باعث مقصود اور
شوق انگیز ہو ولا ینحالفہ تعبیر القدوری بلا باس لانہ لیس مطردا لما ترکہ اولی بل یستعمل فی المندوب ایضا قالہ المصنف ولذا عبر فی المبسوط بالاستحباب اور استحباب تنفیل کے مخالف
نہین تعبیر کرنا قدوری کا لا باس کے اسواسطے کہ لفظ لا باس کا لفظ ترک اولی کو مطرد نہین بلکہ لا باس مستحب میں بھی مستعمل ہوتا ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اسیواسطے
مبسوط میں تنفیل کو مستحب کہا ہے ویستحق الامام لو قال من قتل قتیلا فلہ سلبہ اذا قتل ہو استحسانا اور انعام کا امام مستحق ہوگا اگر اُسنے یون کہا کہ جو کسی مقتول کو ماریگا تو اُسکے واسطے
اُسکا اسباب ہے جبکہ امام ہی قتل کرے بنا بر استحسان کے ہم قیاس میں اسواسطے جائز نہین کہ اس قول سے امام اپنی ذات کا انعام سمجھنے والا ہو تو متہم ہوگا اور استحسان میں
اسواسطے جائز ہوا کہ یہ قول قضا نہین ہے و صورت عدم تخصیص میں تہمت نہین بخلاف ما لو قال منکم او قال من قتلتہ انا فلی سلبہ فلا یستحقہ الا اذا عمم بعدہ ظہیریہ بخلاف سابق یہ ہے اگر
امام نے کہا کہ جو شخص تم سے ماریگا یا یون کہا کہ جسکو میں قتل کرون تو اُسکا اسباب میرا ہے سو امام اس قول سے اُسکے اسباب کا مستحق نہوگا مگر اُسوقت مستحق ہوگا جبکہ تعمیم
کرے بعد اس تخصیص کے کذا فی الظہیریہ تو ہم پہلی صورت میں اسواسطے مستحق نہوا کہ انعام کو غازیان مخاطب کے واسطے خاص کر دیگا اور دوسری صورت میں بوجہ
تہمت کے مستحق نہوا ویستحقہ مستحق سہم او رضخ کالذمی وغیرہ اور انعام کا مستحق ہے سہم یا رضخ کا حقدار تو انعام عام ہوگیا ذمی وغیرہ کو و کذا ای التنفیل انما یکون
فی مباح القتل فلا یستحقہ لقتل امرأۃ و مجنون و نحوہما ممن لم یقاتل اور یہ یعنی تنفیل تو مباح القتل ہی کے مارنے میں ہوتی ہے تو اُسکا مستحق نہوگا
عورت اور مجنون اور اُنکے مانند کے قتل سے منجملہ اُن لوگون کے جنہون نے قتال نہین کیا و سماع القاتل مقالۃ الامام لیس بشرط فی استحقاقہ اذ لیس فی الوسع اسماع
الکل اور سماعت قاتل کی امام کے کلام کو شرط نہین اُسکے استحقاق تنفیل میں اسواسطے کہ سب لشکر کو سنانا انسان کے مقدور میں نہین یعنے اور اخلاف البلیغ ہو سکتا ہے سو
پایا گیا کذا فی المنح و یعم کل قتال فی تلک السفرۃ ما لم یرجعوا وان مات الوالی او عزل ما لم یمنعہ الثانی نہر اور تنفیل مذکور شامل ہے اُس سال کی ہر لڑائی کو جبتک غازی
نہ پلٹ آوین اگرچہ والی مر جاوے یا معزول ہو جبتک دوسرے والی نے اُسکو منع نہ کر دیا ہو کذا فی النہر ہم یہ جو وقت ہے جب تنفیل قتال کے وقت نہوئی ہو اور اگر میں حالت
قتال میں ہوئی ہو تو اُسی لڑائی تک مفید رہیگی کذا فی البحر وکذا یعم کل قتیل لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فتعم اور اسیطرح تنفیل شامل ہے ہر مقتول کو اسواسطے کہ
قتیل کا نکرہ ہے شرط کے تحت میں اور وہ شرط لفظ من ہے یعنے من قتل قتیلا فلہ سلبہ میں ہم حلبی نے تحریر سے نقل کیا کہ عموم نکرہ نفی میں ضروری ہے اور سیاق
شرط میں عام نہین ہوتا مگر یہاں میں علاوہ اسکے من قتل قتیلا اور ان قتلت قتیلا میں کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا اسواسطے کہ دونون شامل
میں قتیل نکرہ ہے سیاق شرط میں کما لا یخفی بخلاف ان قتلت قتیلا بخلاف ما لو قال لک کہ امام نے غازی سے کہا کہ اگر تو مقتول کو ماریگا تو اُسکا اسباب تیرا ہے
یعنے اگر ایک غازی سے یہ خطاب کیا اور اُسنے دو کافرون کو مارا تو اُسکو اول مقتول کا اسباب ملیگا فقط ہاں اگر علے العموم اسطرح لشکر سے خطاب کیا کہ اگر کوئی
مرد تم میں کسی قتیل کو ماریگا تو اسکو اُسکا اسباب ملیگا پھر ایک مرد نے دو یا تین کو قتل کیا تو سب کے اسباب کا مستحق ہوگا اور یہ استحسان ہے کذا فی البحر
ولو قال ان قتلت ذلک الفارس فلک کذا لم یصح وان قطعت رؤس اولئک القتلی فلک کذا لم یصح ملتقی اور اگر امام نے یون کہا کہ اگر
تو اُس سوار کو قتل کرے تو تیرے واسطے ایسا ہے تو صحیح نہین اور اگر یون کہا کہ اگر تو ان مقتولون کا سر کاٹے تو تیرے واسطے ایسا کچھ ہے

تو صحیح ہے کذا فی المنیۃ ثم قاضیخان نے کہا اسواسطے کہ پہلی صورت از قسم جہاد ہے تو وہ اجرت کا مستحق نہوگا جیسے امامت اور اذان کی اجرت جائز نہیں بخلاف دوسری
صورت کے اسواسطے کہ مقتول کا سر کاٹنا از قسم جہاد نہیں تو اجارہ اسپر صحیح ہوگا حموی نے شرح کنز میں کہا کہ تعلیل قاضیخان متقدمین کے قول پر مبنی ہے کہ اجارہ طاعات پر صحیح
نہیں ولو نفل السریۃ ہی قطعۃ من الجیش من اربعۃ الی اربعمائۃ ماخوذ من السری وہو المشی لیلا درر الربع بسمع العسکر و ہذا فلہم النفل استحسانا ظہیریۃ اور اگر امام نے
سریہ یعنی چھاپہ مارنے والوں سے چوتھائی غنیمت کے انعام کا وعدہ کیا اور اس قول کو لشکر نے سنا نہ چھاپہ مارنے والوں نے تو انکو یہ انعام ثابت ہے بنابر استحسان کے
کذا فی الظہیریۃ سریہ عبارت ہے قطعہ لشکر سے یعنی چند لوگ لشکر کے چار سے چار سو تک یہ لفظ ماخوذ ہے سری سے یعنی رات کو چلنا کذا فی الدرر ہم یا عتبار اصل وضع کے
ہے تو استعمال متن میں ملحوظ نہیں وجاز التنفیل بالکل او بقدر منہ لسریۃ لا للعسکر والفرق فی الدرر اور تنفیل جائز ہے کل غنیمت سے یا اسکے برابر سے سریہ کو نہ لشکر کو اور
فرق درر غرر میں مذکور ہے ہم درر میں جو فرق یوں مذکور ہے کہ مقصود تنفیل سے ترغیب اور تحریض قتال ہے اور یہ حاصل نہیں مگر بعض کی تخصیص میں کسی چیز کے ساتھ اور تعمیم
میں تو سوار کی فضیلت پیدل پر باطل ہوتی ہے اور خمس کا بھی ابطال ہے بحر الرائق میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ سریہ اور لشکر عدم جواز تنفیل کل میں برابر ہیں بسبب ابطال [illegible]
کے اور سید احمد حواشی سے مذکور ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی ولا ینفل بعد الاحراز ہنا ای بدارنا الا من الخمس لجوازہ فی الغنیمۃ واحد کہ امام اور اگر تنفیل نہ کرے بعد پہنچ جانے غنیمت کے
دار الاسلام میں مگر خمس سے تنفیل بعد الاحراز بھی صحیح ہے بسبب جائز ہونے صرف خمس کے ایک قسم یعنی یتیموں وغیرہ کو [illegible] جب صرف خمس کا محتاج کیواسطے ہوا تو محتاج مقاتل
کیواسطے بطریق اولے جائز ہوگا کذا فی الفتح وغیرہ وسلبہ ما معہ من مرکبہ وثیابہ وسلاحہ وکذا ما علی مرکبہ لا ما علی دابۃ اخری اور اسباب مقتول کا وہ چیز ہے جو اسکے
ساتھ ہے یعنی اسکی سواری اور کپڑے اور ہتھیار کے اور اسیطرح وہ چیز جو اسکی سواری پر ہے نہ وہ اسباب جو دوسرے جانور پر ہے جسکو سپر تل کہتے ہیں ہم سلب بفتحتین بمعنی
مسلوب ہے کذا فی القہستانی والتنفیل حکمہ قطع حق الباقین لا الملک قبل الاحراز بدار الاسلام اور حکم تنفیل کا قطع ہونا ہے باقی لشکر کے حق کا نہ مالک ہونا
قبل احراز دار الاسلام کے ہم جب باقی لشکر کا حق منقطع ہوا تو جس مال کو تنفیل کے پاوے اُسمیں خمس نہیں اور وراثت اُسمیں جاری ہوگی اگرچہ بعد [illegible] دار الحرب میں
مر جاوے اور یہ جو کہا کہ مالک ہونا تنفیل کا حکم نہیں تو مطلب ہے کہ ملک کامل نہیں اور اگر ملک مطلق نفی ہوتی تو اسمیں وراثت کیونکر جاری ہوتی کذا فی شرح الملتقی اور یہ مذہب
شیخین کا ہے اور محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بمجرد تنفیل کے ملک ثابت ہو جاتی ہے کذا فی الفتح فلو قال الامام من اصاب جاریۃ فہی لہ فاصابہا مسلم فاستبرأہا لم تحل لہ وطیہا
ولا بیعہا کما لو اخذہا المتلصص ثمہ واستبرأہا لم تحل لہ اجماعا جب یہ قاعدہ ہوا کہ تنفیل میں ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہیں تو اگر امام نے یوں کہا کہ جو لونڈی
کو پاوے تو وہ اسی کی ہے پھر اسکو ایک مسلمان نے پایا پھر اسکا استبرا کیا یعنی دار الحرب میں تو اسکو اُسکی وطی اور بیع حلال نہیں جیسے کسی مسلم نے دار الحرب میں عورت کو
پکڑ لیا بطور خفیہ اور استبرا کیا تو اسکو وہ حلال نہیں باجماع شیخین اور محمد کے یہان تک کہ اسکو دار الحرب سے نکال لاوے اور استبرا کرے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن الاتقانی
والسلب للکل ان لم ینفل لحدیث لیس لک من سلب قتیلک الا ما طابت بہ نفس امامک فحملنا حدیث السلب علی التنفیل اور اسباب مقتول کا سب لشکر کا
حق ہے نہ فقط قاتل کا اگر امام نے انعام نہ مقرر کر دیا ہو بدلیل اس حدیث کے کہ تجھکو اپنے مقتول کے اسباب سے کچھ حق نہیں مگر جب تیرے امام کا دل اسکو چاہے تو ہمنے
حدیث سلب کو تنفیل پر محمول کیا ہم حدیث من قتل قتیلا فلہ سلبہ کی محتمل ہے کہ ہر قاتل اپنے مقتول کے اسباب کا مالک ہے اور تنفیل کی بھی محتمل ہے تو علمائے
حنفیہ نے اسکو تنفیل ہی پر محمول کیا بنظر حدیث اول کے تا دونوں حدیثوں میں تعارض باقی نہ رہے حدیث اول میں حبیب بن سلمہ سے خطاب ہے پھر یہ حدیث
ضعیف ہے لیکن بسبب کثرت طرق کے مرتبہ حسن کو پہونچ گئی ہے کذا فی الفتح قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود ہل یحل وطی الاماء المشتراۃ من الغزاۃ الآن مع
وقوع الاشتباہ فی قسمتہم بالوجہ المشروع فاجاب لا یوجد فی زماننا قسمۃ شرعیۃ لکن فی سنۃ ۹۴۸ وقع التنفیل الکلی فبعد اعطاء الخمس لا یبقی شبہۃ ابدا انتہی فلیحفظ
شارح کہتا ہے اور مفتی روم شیخ الاسلام ابو سعود کے معروضات میں مرقوم ہے کہ کیا حلال ہے جماع اُن لونڈیوں کا جو خرید کیجاتی ہیں اب غازیوں سے
جبکہ واقع ہوا ہے اشتباہ غازیوں کی قسمت میں بوجہ شروع تو جواب اُس سوال کا دیا مفتی ممدوح نے کہ ہمارے زمانے میں قسمت شرعی

موجود نہیں لیکن ۹۰۶ھ میں سلطان روم کیطرف سے تنفیل کلی واقع ہوگئی ہے سو بعد خمس لینے کے شروع سے شبہہ حرمت کا باقی نہ رہا انتہی کلام المفتی اور اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تنفیل کلی سے یہ مراد ہے کہ جو غازی کوئی چیز پاوے سو وہ مالک ہے اسکا اور کل غنیمت کی تنفیل بعضوں کیواسطے مراد نہیں جو عنقریب تو معلوم کر چکا فتح القدیر سے کہ تنفیل کلی نہ لشکر کیواسطے جائز ہے نہ سریہ کے واسطے تو معلوم ہوا کہ جواب مفتی ممدوح کا صحیح نہیں اور بالفعل اہل روم کے خمس نہ لینے کو تحقیق کرنا چاہیے بنا برایں ہے کہ خمس نہیں لیتے تو شبہہ موجود ہے علاوہ اسکے یہ جواب اسوقت مسلم ہو جب تنفیل مذکور ہمارے زمانہ تک باقی رہی ہو حالانکہ مذکور ہو چکا کہ وہ رجوع حاکم سے منقطع ہو جاتی ہے تو امام سابق کی تنفیل امام لاحق پر بطریق اولی جائز نہوگی مگر اسوقت جبکہ سلطان آخر بھی تنفیل مذکور کو قائم رکھے واللہ سبحانہ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب استیلاء الکفار

علے بعضھم بعضا و علے اموالنا یہ باب ہے غلبہ کفار کے احکام میں بعضوں کے بعضوں پر یا ہمارے مالوں پر ہم طحطاوی نے کہا کہ علے بعضھم بعضا کی ترکیب فاسد ہے اور کہنا صواب تھا کہ بعضھم علے بعض اور یہی کاف کافر اسر آخر بدار الحرب یا خذ مالہ ملکہ لاستیلائہ علے مباح جب گرفتار کیا ایک کافر نے دوسرے کافر کو دار الحرب میں اور اسکا مال چھین لیا تو وہ مالک ہوگیا بسبب اسکے غالب ہونے کے مباح چیز پر ہم شرح ملتقی میں کہا کہ اطلاق دار الحرب کا اسکا مفید ہے کہ احراز دار مالک شرط نہیں لیکن اگر کفار ترک اور ہند کفار روم پر غالب ہوں اور رومیوں کو ہند میں پکڑ لیجائیں تو وہاں کفار ترک کی بھی ملک ثابت ہوگی کفار ہند کے مانند کفار ہند کے نفوس اور اموال دار الحرب میں مباح ہیں ہم استیلاء علی المباح ملک کا سبب ہے انتہی استیلاء علی السبب ولو سبی اہل الحرب اہل الذمۃ من ارضنا لا یملکونہم لانہم احرار اور اگر گرفتار کیلئے کافر حربی ذمیوں کو دار الاسلام سے تو انکے مالک نہ ہونگے اسواسطے کہ ذمی دار الاسلام میں آزاد ہیں اور آزاد استیلاء سے مملوک نہیں ہوتا اور ذمیوں کے اموال مثل اموال مسلمین کے انکے مملوک ہو جاتے ہیں و ملکنا ما نجدہ من ذلک السبی الکافر ان غلبنا علیہم اعتبارا بسائر املاکہم اور ہم اہل اسلام مالک ہونگے جو ہم پاوینگے اس سبی کفار سے اگر ہم انپر غالب ہوں باعتبار انکی باقی املاک کے یعنی اگر ایک کافر حربی نے دوسرے کافر حربی کو گرفتار کیا پھر مسلمین انپر غالب ہوئے تو اس بندی کے مالک ہونگے جیسے حربیوں کے اور اموال کے مالک ہوتے ہیں ف فتاوی قاضیخان میں ہے کہ اگر کافر حربی دار الاسلام میں اپنے ولد کو بیچے تو باتفاق روایات جائز نہیں اور اگر مسلم دار الحرب میں جا کر حربی کا ولد مول لے اسمیں اختلاف ہے امام سے ایک روایت یہ ہے کہ جائز ہے اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ بیع باطل ہے اور یہی صحیح ہے پھر جب بیع دار الحرب کی جائز نہوئی ہو جب قول جمہور کے تو اگر مشتری دار الاسلام میں نکال لایا اسمیں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ نکالنے سے مالک ہوگا اسواسطے کہ بیع اگرچہ باطل ہے لیکن جب اسنے بجبر نکالا تو اسکا مالک ہوگیا بسبب قہر اور زبردستی کے اور بعضوں نے کہا کہ وہ حربی ہے اور بعضوں نے یعنی کرخی نے کہا کہ اگر بائع کے نزدیک بیع جائز ہے تو مشتری بسبب اخراج دار الاسلام کے مالک ہوگا خواہ خوشی سے اسکو لایا ہو یا جبر سے اور اگر بائع کے نزدیک بیع جائز نہیں تو اگر زبردستی سے لایا تو مالک ہے اور اگر وہ بخوشی آیا تو مالک نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر اسکو زبردستی سے نکال لایا تو مالک ہوگا اور اگر اسکو بخوشی لایا تو مالک نہوگا خواہ بائع جواز بیع کا معتقد ہو یا نہو واللہ اعلم وان غلبوا علی اموالنا ولو عبدا مومنا واحرزوہا بدارہم ملکوہا لا لملکہا

علی مباح لان الصحیح من مذہب اہل السنۃ ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحۃ رای المعتزلۃ بل لان العصمۃ من جملۃ الاحکام المشروعۃ وہم لم یخاطبوا بہا فبقی فی حقہم مالا غیر معصوم فیملکونہ کما حققہ صاحب المجمع فی شرحہ اور اگر کفار غالب ہوگئے ہمارے اموال پر اگرچہ منجملہ ہمارے اموال کے عبد مومن ہو اور اموال کو دار الحرب میں لے گئے تو اسکے مالک ہونگے نہ بسبب استیلاء علے المباح کے اسواسطے کہ اہل سنت کا صحیح مذہب یہ ہے کہ اشیا میں اصل توقف ہے اور اباحت معتزلہ کا مذہب ہے بلکہ کفار ہمارے اموال کے مالک ہوگئے اسواسطے کہ عصمت یعنی وجوب حفظ اموال منجملہ احکام شرعیہ کے ہے اور کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہیں تو ہمارے اموال انکے حق میں مال غیر محفوظ باقی رہے تو وہ مالک اسکے ہونگے چنانچہ صاحب مجمع نے اسکی تحقیق اپنی شرح میں کی ہے ہم اشباہ میں مذکور ہے کہ اصل اشیا میں اباحت ہے تاوقتیکہ دلیل اسکے مخالف پر نہ قائم ہو اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا یا اصل تحریم ہے تاوقتیکہ اباحت پر دلیل نہ دلالت کرے اور شافعیوں نے اسکو امام اعظم کیطرف نسبت کیا ہے اور بدائع میں کہا کہ مذہب مختار یہ ہے کہ افعال

مین قبل شرع کے کچھ حکم نہین انتہی اور مصنف کی شرح منار مین ہی کہ اصل اشیا مین اباحت ہی یعنے حنفیون کے نزدیک اکثر علما یعنی کرخی ہی اور بعض اصحاب شافعی نے کہا کہ اصل اشیا مین توقف ہی یعنی کہ واقع مین اشیا کیواسطے اباحت یا تحریم کا حکم ضرور ہی لیکن ہم اسپر واقف نہین ہو سکتے عقل سے بدون بیان شرع کے اور ہدایہ کی فصل حداد مین مذکور ہی کہ اصل اشیا مین اباحت ہی طحطاوی نے کہا کہ شاید صاحب ہدایہ بیان بعض اہل مذہب کی رائے پر چلا یا موافقت شافعی جب ثابت ہوا تو شارح کو نسبت کرنا اباحت کے قول کو معتزلہ کیطرف مناسب تھا اور یہ جو شارح نے کہا کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہین یہ قول غیر صحیح ہی اور قول صحیح یہ ہی کہ وہ مخاطب باحکام شرعیہ مین بنا بر اداء اور اعتقاد کے اور یہ جو کہا کہ جب کفار مخاطب احکام شرعی کے نہوئے تو انکے حق مین مال غیر محفوظ باقی رہا یعنے تو انکے واسطے مباح ہوا تو اسوقت مین قول بالاباحۃ کیطرف رجوع ثابت ہوا تو شارح جسکا منکر تھا اسی کا قائل ہو گیا **ویفترض علینا اتباعہم** اور ہم پر فرض ہی انکا پیچھا کرنا یعنے کفار کا پیچھا کرنا اور **فیمہ** اور اموال چھوڑانے کیواسطے فرض ہی **ما دمنا** جبتک وہ دار الاسلام مین ہین اور جب دار الحرب مین چلے گئے تو فرض نہین بلکہ مستحب ہی اور اگر اولاد کو پکڑلے گئے تو مطلقاً انکا پیچھا کرنا فرض ہی کذا فی المنح عن البحر عن المحیط **وان اسلموا تقرر ملکہم** اور اگر کفار مسلمان ہوگئے تو انکی ملک ثابت ہو گئی یعنے کفار مسلمین کے اموال لیکر دار الحرب مین جاکر مسلمان ہوگئے تو وہ مالک اموال کے ہوگئے اصحاب ان اموال انسے نہین لے سکتے کذا فی المنح عن شرح الطحاوی **وان غلبنا علیہم** بعد ما احرزوہا بدارہم **اما قبلہ فہی لمالکہا مجاناً مطلقاً** اور اگر ہم غالب ہوگئے انپر یعنے بعد اسکے کہ کفار اموال کو دار الحرب لے گئے اور قبل دار الحرب کے لیجانے کے تو اموال مذکورہ انکے مالکون کو مفت ملینگے ہر طرح سے خواہ قبل قسمت انکو پایا ہو خواہ بعد قسمت کے **فمن وجد ملکہ قبل القسمۃ** بین المسلمین لا بین الکفار کما حققہ فی الدرر **فہو لہ مجاناً** یعنے اگر ہم غالب ہون کافرون پر تو جو مسلمان اپنا مال مملوک پاوے قبل تقسیم ہونے بین المسلمین کے نہ کفار کے درمیان چنانچہ اسکو درر مین محقق کیا ہی تو وہ مال پانے والے مالک کو مفت ملیگا بدون دینے کوئی چیز کے **وان وجدہ بعدہا فہو لہ بالقیمۃ** جبراً للضرر بالقدر الممکن اور اگر صاحب مال نے اسکو بعد قسمت بین المسلمین کے پایا تو اسکو بعوض قیمت کے ملیگا تا بقدر ممکن دونون نقصان بھر جائین یعنے مالک قدیم کی ملک بلا رضامندی اسکی ہو گئی تو باین لحاظ اسکے لینے کا اسکو حق ہی لیکن بعد قسمت کے مفت لینے سے اسکا ضرر ہی جسنے اسکو اپنے حصہ مین پایا لہذا اس مال کو قیمت لینا چاہیئے تا جانبین کی حق تلفی نہو یہ دلیل عقلی ہی اور اسیکے موافق بحر الرائق مین حدیث منقول ہی **ولو کان ملکہ مثلیاً فلا سبیل لہ علیہ بعدہا اذ اخذہ اخذہ بمثلہ فلا یفید الذی اشتراہ بہ ولو قبلہا اخذہ مجاناً کما مر** اور اگر مالک قدیم کا مملوک مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی تو اسکے واسطے کوئی راہ لینے کی نہین اسپر بعد قسمت کے اسواسطے کہ اگر اسکو لیگا تو بعوض اسکے مثل کے لیگا مثلاً گیہون عوض گیہون کے لیگا تو اسکی خرید مین کچھ فائدہ نہین اور جو شخص اپنا مثلی مال قبل قسمت کے پاوے تو اسکو مفت لے چنانچہ عنقریب گذرا **وبالثمن الذی اشتراہ بہ لو اشتراہ منہم تاجر الینا من العدو واخرجہ الی دارنا وبالقیمۃ العرض لو اشتراہ بہ** اور مالک قدیم بعوض اس قیمت کے لے جس قیمت سے سوداگر نے اسے مول لیا یعنے دشمن سے خرید کیا اور اسکو ہمارے دار الاسلام مین نکال لایا اور بہ قیمت جنس کے لے اگر اسنے بعوض جنس کے خرید کیا ہو **ولو بالقیمۃ لو اتہبہ منہم زاد فی الدرر او ملکہ بعقد فاسد** اور بعوض قیمت کے لے اگر کفار سے اسنے بطریق ہبہ کے پایا ہو درر مین اتنا زیادہ کیا ہی یا مالک ہوا مال مذکور کا بعقد فاسد تو بھی بعوض قیمت کے لے **لکن فی البحر شراہ بخمر او خنزیر لیس لمالکہ اخذہ باتفاق الروایات وکذا لو شراہ بمثلہ نسیئۃ او بمثلہ قدراً ووصفاً بعقد صحیح او فاسد لعدم الفائدۃ فلو باقل قدراً او اردی وصفاً فلہ اخذہ لانہ یفید ولیس بربوا لانہ فداء** لیکن بحر الرائق مین ہی خرید کیا ایک شخص نے مال مذکور کو کفار سے بعوض شراب یا سور کے تو اسکے مالک کو اسکا لینا باتفاق روایات جائز نہین اور اسیطرح اگر اسکو بعوض اسکے مثل کے بوعدہ ادا ہے قیمت خرید کیا یا بعوض اس چیز کے خرید کیا جو مقدار اور وصف مین مبیع کے مثل ہی خواہ عقد صحیح خرید کیا خواہ بعقد فاسد تو جائز نہین بسبب عدم فائدہ کے سوا اگر بعوض اقل مقدار کے خرید کیا یا بعوض ناقص جنس کے خرید کیا تو مالک کو اسکا لینا جائز ہی اسواسطے کہ خرید مفید ہی اور یہ بیاج نہین اسلیے کہ یہ فداء ہی ہم لینے مثلی کی عدم مساوات یہان بیاج مین داخل نہین اسواسطے کہ مالک نے اپنے مال کو خلاص کیا تو یہ فی الحقیقۃ فداء ہی نہ عوض کذا فی المنح عن البحر **وان وصلیتہ ففقئ عینہ او قطع یدہ واخذ مشتریہ ارشہ او فقائہا المشتری فیاخذہ بکل الثمن ان شاء لان الاوصاف لا یقابلہا شئ منہ** یعنے مالک کو جائز ہی کہ اپنے مال کو سوداگر سے بقیمت لے اگرچہ

اُسکے مملوک کی آنکھ پھوٹی گئی ہو یا اُسکا ہاتھ کاٹا گیا ہو اور اُسکے مشتری تاجر نے اسکا خونبہا لیا ہو یا خود مشتری نے اُسکی آنکھ پھوڑی ہو تو مالک اسکو کل قیمت سے لے اگر چاہے اسواسطے
کہ اوصاف کے مقابل کچھ قیمت نہین پڑتی **والقول للمشتری فی مقداره ای الثمن بیمینه عند عدم البرهان لان البینة بینته ولو برهنا فبینة المالک ایضا خلافا**
للثانی نہر اور معتبر قول مشتری کا ہی قیمت کے مقدار مین اُسکے قسم کھانے کے ساتھ گواہ نہونے کیوقت اور اگر کوئی گواہ لادیگا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے
کہ گواہ بیان کرنے والے ہین اور اگر دونون گواہ لادین تو مالک کے بھی گواہ ادسلے ہین بخلاف ابو یوسف کے کذا فی النہر ہم طحطاوی نے کہا کہ
ایک نسخہ مین یون عبارت ہے فبینة المالک ایضاً اولے اور یہی نسخہ اولے ہے وان تکرر الاسر والشراء بان اسر ثانیا وشراه آخر اخذ المشتری
الاول من الثانی بثمنه لوقوع الاسر علی ملکه فکان الاخذ له ثم یاخذ المالک القدیم بالثمنین ان شاء لقیامهما علیه بهاه وقبل اخذه الاول
لا یاخذه القدیم کیلا یضیع الثمن اور اگر گرفتاری اور خرید مکرر ہوئی اسطرح پر کہ دوسری بار مثلاً غلام گرفتار ہوا اور دوسرے مشتری نے اُسکو
خرید کیا تو مشتری اول اُسکو مشتری ثانی سے لے بعوض اُسکی قیمت کے بسبب وارد ہونے گرفتاری کے مشتری اول کی ملک پر تو اُسکا لینا مقدم ہوا
پھر مالک قدیم اُسکو دونون قیمتین دیکر لے اگر چاہے اسواسطے کہ غلام مشتری اول کو دو قیمتون پر پڑا اور مشتری اول کے قبل مالک قدیم مشتری ثانی سے نہ لیگا
مشتری اول کی قیمت ضائع ہو **ولا یملکون حرنا ومدبرنا وام ولدنا ومکاتبنا لحریتهم من وجه فیاخذه مالکه مجانا لکن بعد القسمة تودی قیمته من بیت المال** اور کفار مالک
نہین ہوتے ہمارے حر کے اور ہمارے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے بسبب آزاد ہوجانے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے ایکطرح سے تو اُسکو اُسکا مالک مفت لے بلاعوض
لیکن بعد قسمت مین المسلمین اُسکی قیمت بیت المال سے ادا کیجائیگی حر وغیرہ اسواسطے مملوک کفار نہونگے کہ سبب مقید ملک کا محل ملک مین ہے تا ہم یعنی مال مباح مین اور
وہ معصوم بنفسہ ہے اور اسیطرح مدبر وغیرہ ہیں مع حریت ثابت ہے اور اگر تاجر کافر ون سے حر وغیرہ کو مول لے تو مالک اُس سے بلاعوض لے کذا فی المنح **وملک علیهم جمیع**
ذلک بالغلبة لعدم العصمة اور ہم اہل اسلام کفار پر مستولی ہوکر اُنکے مدبر اور ام ولد اور مکاتب سب کے مالک ہونگے بسبب غلبہ کے بواسطہ عصمت کے **ولو ند الیهم دابة ملکوها**
لتحقق الاستیلاء اذ لا ید للعجماء اور اگر کافرون کیطرف اہل اسلام کا کوئی جانور بھاگ گیا تو وہ اُسکے مالک ہونگے بسبب ثابت ہونے استیلا کے دارالاسلام
سے نکلتے اسواسطے کہ جانور کیواسطے اپنی ذات پر تصرف نہین کہ دارالاسلام سے نکلنے کیوقت ظاہر ہو اور کفار کا مانع ہو **وان ابق الیهم قن مسلم فاخذوه**
قهرا لا خلافا لهما لظهور یده علی نفسه بالخروج من دارنا فلم یبق محلا للملک اور اگر دارالاسلام سے کفار کی لونڈی یا غلام با مسلمان بھاگ نکلا سو انھون نے اسکو زبردستی
پکڑ لیا تو مالک نہونگے بخلاف مذہب صاحبین کے بسبب ظاہر ہونے تصرف غلام کے اپنی ذات پر ہمارے دارالاسلام سے نکلنے کے سبب سے تو وہ محل ملک
باقی نہ رہا ہم جب تک غلام دارالاسلام مین تھا تو اُسکا تصرف اپنی ذات پر ساقط الاعتبار تھا بسبب تحقیق ہونے کے تصرف کے مولی اُسکے انتفاع پر قادر ہے
اور خروج دارالاسلام سے ہوکے تصرف اُسپر سے زائل ہوگیا تو اُسکا تصرف اپنی ذات پر ظاہر ہوا تو وہ معصوم بنفسہ ہوگیا الغرض وہ محل ملک باقی نہ رہا جب کفار کی ملک
اُسپر ثابت نہوئی امام کے نزدیک تو مالک قدیم اُسکو مفت لیگا خواہ وہ موہوب ہو خواہ کسی نے اُسکو خرید کیا ہو خواہ مغنوم قبل از قسمت ہو اور بعد قسمت کے اسکا
عوض بیت المال سے ادا کیا جائیگا کذا فی البحر شارح نے قہر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غلام کو بلا قہر کفار لینگے تو باتفاق اور صاحبین کے مالک نہونگے
بخلاف ما اذا ابق الیهم بعد ارتداده فانهم یملکونه اتفاقا بخلاف اُسکے جبکہ غلام اُنکی طرف بھاگ جاویگا بعد اپنے مرتد ہونے کے پھر کفار اُسکو پکڑین
تو بالاتفاق مالک ہونگے **ولو ابق ومعه فرس ومتاع فاشتری رجل ذلک کله منهم اخذ المالک العبد مجانا والمتاع وغیره بالثمن**
لانهم ملکوه اور اگر غلام دار الحرب مین بھاگ گیا اور اُسکے ساتھ گھوڑا یا اسباب ہے پھر ایک مرد نے یہ سب اُنسے مول لیا تو مالک قدیم غلام کو
مفت لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ کفار غلام کے مالک نہین ہوتے اور غلام کے سوا اور چیز کو قیمت سے لے اسواسطے کہ کفار اُسکے مالک ہو چکے تھے
عبد مسلم او ذمی لانه یجبر علی بیعه ایضا لعلمی شمنی مستامن ههنا او دخل دارهم اعتقه لقیام ید الحربی فیه لا الا عتاق کما لو کتب لو اجاز عتقه او خلوه دارهم فانهم ملکوه ایضا او ازاد ذلک الا...

غلام مسلمان یا غلام ذمی اسواسطے کہ غلام ذمی کی بھی بیع پر جبر کیا جائیگا کذا فی شرح الزیلعی • غلام آزاد ہوگا جسکو کافر مستامن نے دار الاسلام میں خریدکیا اور دار الحرب میں داخل کیا قائم کرنے تباین دارین کے مقام اعتاق کے چنانچہ اسصورت میں آزاد ہوگا اگر کفار غالب ہوں غلام پر دار الاسلام میں یا اسکو دار الحرب میں داخل کریں پھر وہ وہاں سے ہماری طرف دار الاسلام میں بھاگ آوے امام کے نزدیک غلام دار الحرب میں داخل کرنے سے اسواسطے آزاد ہوا کہ مسلمان کافر کی ذلت سے خلاصی پاوے لہذا اشتراط تباین دارین کو جو علت کے قائم مقام کیا یعنے اعتاق کے قید المستامن لانہ لو شراہ حربی لا یعتق علیہ اتفاقا لما فی حق استرداد یعنی مصنف نے مستامن کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسکو کافر حربی خریدکریگا تو وہ آزاد نہوگا بالاتفاق امام و صاحبین کے اسکے حق استرداد کے مانع سبب سے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں شراء کے مقام میں اسر ہے یعنے اگر حربی نے عبد مسلم کو گرفتار کیا اور مترجم بھی جو نہر الفائق کیطرف رجوع کیا تو طحطاوی کے موافق پایا چنانچہ اسکی عبارت حاشیہ پر مرقوم ہے کعبد لہم اسلم ثمہ فجاءنا الی دارنا او الی عسکرنا ثمہ او اشتراہ مسلم او ذمی او حربی ثمہ او عرضہ علی البیع وان لم یقبل المشتری یعنے جیسا کہ حربیوں کا وہ غلام آزاد ہو جاتا ہے جو دار الحرب میں مسلمان ہوا پھر ہمارے پاس آیا یعنے ہماری طرف دار الاسلام میں آیا یا اس لشکر اسلام میں آیا جو دار الحرب میں اترا ہے یا اسکو مسلم یا ذمی یا حربی نے دار الحرب میں خریدکیا یا حربی نے اسکو بیع کے واسطے پیش کیا اگرچہ مشتری نے اسکی بیع نہ قبول کی ہو کذا فی البحر او ظہر نا علیہم ففی ہذہ الصور التسع یعتق العبد بلا اعتاق ولا ولاء لاحد علیہ لان ہذا عتق حکمی ذر ریا ہم اہل اسلام غالب ہوئے حربیوں پر تو ان نو صورتوں میں غلام مذکور آزاد ہو جائیگا بدون آزاد کرنے کے اور کسیکو حق ولاء اسپر نہوگا اسواسطے کہ یہ عتق حکمی ہے کذا فی الدرر ھم تو صورتیں مستامن کی خرید سے آخر تک میں حلبی نے کہا بلکہ گیارہ صورتیں ہیں اسطرحپر کہ خریدکرنا مستامن کا دو حال سے خالی نہیں یا اسنے عبد مسلم کو خریدکیا یا ذمی عبد کو اور اسیطرح استیلاء کفار عبد مسلم پر واقع ہوا ہو یا عبد ذمی پر و فی الزیلعی لو قال الحربی لعبدہ اخذ بیدہ انت حر لا یعتق عند ابی حنیفۃ لانہ معتق ببیانہ مسترق ببنانہ اور شرح زیلعی میں ہے اگر حربی اپنے غلام سے کہا اسکا ہاتھ پکڑکے کہ تو آزاد ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ آزاد ہے اسکے بیان سے اور مملوک ہوگیا اسکے ہاتھ پکڑنے سے یعنی بمجرد زوال ملک استیلاء جدید سے اسکی ملک ثابت ہوگئی استیلاء جدید سے مراد اسکا ہاتھ پکڑنا ہے دار الحرب میں واللہ تعالی اعلم

باب المستامن

ای الطالب للامان یہ باب ہے مستامن یعنے امان مانگنے والے کے احکام میں اور چونکہ طلب امان بدون استیلاء کے نہیں ہوتی لہذا اسکو باب الاستیلاء کے بعد مذکور کیا ہو من یدخل دار غیرہ بامان مسلما کان او حربیا مستامن وہ ہے جو غیر کی ملک میں پناہ لیکر جاوے خواہ مستامن مسلمان ہو یا حربی یعنے مسلم دار الحرب میں اہل حرب سے امان لیکر جاوے یا کافر حربی دار الاسلام میں اہل اسلام سے پناہ لیکر آوے دونوں کو مستامن کہتے ہیں دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضہ لشی من دم او فرج منہم اذ المسلمون عند شروطہم داخل ہوا مسلم دار الحرب میں امان لیکر تو اسپر حرام ہے کافروں کی ہر چیز سے متعرض ہونا خون سے یا مال اور شرمگاہ سے اسواسطے کہ اہل اسلام اپنی شرطوں کے نزدیک قائم رہتے ہیں یعنے مستامن کو حربیوں کا خون کرنا یا انکا مال حق لینا یا انکی عورتوں سے قربت کرنا جائز نہیں حرام ہے فلو اخرج الینا شیئا ملکہ ملکا حراما للغدر فیتصدق بہ وجوبا سو اگر مسلم مستامن دار الحرب سے ہماری طرف دار الاسلام میں کوئی چیز نکال لایا تو اسکا مالک ہوگا ملک حرام بسبب دغابازی کے تو اسکو خیرات کردے بنا بر وجوب کے ہم مالک اسواسطے ٹھہرا کہ سبب اخراج کے مال مباح پر مستولی ہوا اور حرمت عہد شکنی کی جہت سے ثابت ہوئی اور تصدق ثابت ہوا بسبب ملک خبیث کے تا اینکہ اگر جاریہ ہوگی تو اسکی وطی حلال نہیں اگرچہ اسکو دار الاسلام میں محرز کیا اور جو شخص کہ اس جاریہ کو مستامن سے خریدکرے اسکو بھی وطی حلال نہیں بسبب قائم ہونے حرمت کے ملک میں دغابازی سے اور یہ حرمت وطی مشروط بقید علم ہے یعنے اگر مشتری جانتا ہو کہ بائع اسکا مالک ہوا ہے بملک محظور اسواسطے کہ خانیہ میں ہے کہ حرمت اموال میں متعدد اور منتقل ہوتی ہے علم کے ساتھ مگر وارث کے حق میں اسواسطے کہ مورث کا مال وارث کو حلال ہے اگرچہ وارث اسکے مال کی حرمت کو جانتا ہو اور ظہیریہ میں حلت مال مورث میں یہ قید مذکور ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو تب اسکو مال مورث کا حلال ہے یعنے اگر جانتا ہو کہ فلانا مال فلانے شخص کا مورث نے غصب کیا ہے یا رشوت میں لیا ہے تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی

لہ فی النہر قید بشراء المستامن لان الحربی لو اشترى العبد المسلم او ذمیا دارہ لا یعتق علیہ اتفاقا للمانع عندہ من عمل المقتضی وہو حق استرداد المسلم ۱۲

باب المستامن

عن الحموی تقیید بالاخراج لانہ لو غصب منہم شیئا رد علیہم دیانۃ مصنف نے ذلک مین اخراج کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر دار الحرب مین کافرون کی کوئی چیز غصب کریگا تو انکو پھیر دینا
برد ہوجائے تاوقتیکہ وہ دار الحرب مین ہو اور یہی حکم ہے چوری و غارتگری کا بخلاف الاسیر فیباح تعرضہ وان اطلقوہ طوعا لانہ غیر مستامن فہو کالمتلصص بخلاف اس
مسلم کے جو دار الحرب مین گرفتار اور مقید ہے تو اسکو انکی جان اور مال سے متعرض ہونا مباح ہے اگرچہ کفار نے اسکو بخوشی چھوڑ دیا ہو اسواسطے کہ وہ مستامن نہین ہے وہ
متلصص کی مانند ہے یعنے جو دار الحرب مین چھپکر جا گھسے فانہ یجوز لہ اخذ المال وقتل النفس دون استباحۃ الفرج لانہ لا یباح الا بالملک مسلم مقید کو جائز ہے حربیون کا مال لینا اور جان کا
قتل کرنا سوائے استباحت شرمگاہ کے اسواسطے کہ جزئیات کا جماع حلال نہین مگر ملک سے اور ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہین اور ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہے
الا اذا وجد امرأتہ المأسورۃ وام ولدہ ومدبرتہ لانہم لم یملکوہن بخلاف الامۃ مسلم مستامن کو استباحت شرمگاہ حلال نہین مگر اسوقت حلال ہے جبکہ اُسنے
دار الحرب مین اپنی زوجہ گرفتار یا اپنی ام ولد یا مدبرہ کو پایا اسواسطے کہ کفار اُنکے مالک نہین ہوئے بخلاف لونڈی کے کہ وہ گرفتاری سے انکی مملوک ہوجاتی ہے تو اُسکی وطی بھی حلال
نہین ولم یطأہن اہل الحرب فان وطئوہن تجب العدۃ للشبہۃ زوجہ اور ام ولد اور مدبرہ اسوقت حلال ہین جبکہ اُنسے اہل حرب نے وطی نہ کی ہو اسواسطے کہ اگر اُنھون
نے اُنسے وطی کی ہوگی تو عدت واجب ہوگی بسبب شبہہ ملک کے فان اداتہ حربی دینا ببیع او قرض او ادانہ ہو او غصب احدہما صاحبہ وخرجا الینا لم نقض لاحد بشیء لانہ
ما التزم حکم الاسلام فیما مضی بل فیما یستقبل پھر اگر حربی نے مسلم مستامن کو مدیون کیا خواہ دین بواسطے بیع کے ہو یا قرض کے یا اُسکے بالعکس ہو یعنے مستامن نے حربی کو
مدیون کیا یا ایک نے دوسرے کا مال غصب کیا اور دونون ہماری طرف دار الاسلام مین نکل آئے دار الحرب سے تو ہم اہل اسلام کسی شخص کے واسطے کسی چیز کا حکم
نہ کرینگے اسواسطے کہ حربی مستامن نے حکم اسلام کا زمان گذشتہ مین التزام نہین کیا بلکہ زمان آئندہ مین التزام کیا ہم اداتہ مین ہے اسواسطے حکم نہوگا کہ اداتہ دار الحرب
مین واقع ہوئی وہان حکومت اسلام جاری نہین ہے قاضی ہمین کچھ حکم کرے اور وقت قضا بھی حربی مستامن پر ولایت اسلام نہین اسواسطے کہ اُسنے زمان گذشتہ مین التزام احکام نہین کیا
بلکہ آئندہ مین کیا ہے اور غصب مین اسواسطے حکم نہین کہ دار الحرب غلبہ و قہر کا ملک ہے جو ایک شخص دوسرے کے مال پر غالب ہوا مالک ہوگیا منح الغفار مین ہے کہ دین سے یہان عام مراد ہے
جو ثمن بیع فروختہ اور قرض کو شامل ہے اگرچہ صاحب قاموس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ لغت مین قرض کو دین نہین کہتے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ دار الحرب کے قرض کا بھی یہی
حکم ہے یفتی المسلم برد المغصوب زیلعی زاد الکمال برد الدین ایضا دیانۃ لا قضاء لانہ غدر اور مسلم کو رد مغصوب کا فتوی دیا جائیگا کذا فی شرح الزیلعی کمال الدین محقق نے اتنا زیادہ
کیا ہے اور دین کے بھی پھیر دینے کا فتوی دیا جائیگا باعتبار دیانت کے نہ قضاء کے دیانۃ اسواسطے فتوی ہوگا کہ عدم ادائے دین دغابازی ہے ہم یعنے قاضی بجبر حکم نہ کریگا بلکہ
مسئلہ شرعی بیان کردیگا وکذا الحکم یجری فی حربیین فعلا ذلک ای الادانۃ والغصب ثم استامنا لما بیناہ اور ایسا ہی حکم جاری ہے اُن دو حربیون مین جنھون نے وہ کام کیا ہے
یعنے ادانت اور غصب دار الحرب مین کیا پھر دار الاسلام مین داخل ہوکر مستامن ہوئے بنظر اسی دلیل کے جسکو ہمنے بیان کیا ہے یعنے دونون مین قاضی اسلام کچھ حکم نہ کریگا
اسواسطے کہ اُنھون نے التزام احکام اسلام مستقبال مین کیا ہے نہ ماضی مین خرج حربی مع مسلم الی العسکر فادعی المسلم انہ اسیرہ وقال الحربی کنت مستامنا فالقول للحربی
الا اذا قامت قرینۃ لکونہ مکتوفا او مغلولا عملا بالظاہر حربی نکلا دار الحرب سے مسلمان کے ساتھ لشکر اسلام کیطرف پھر مسلم نے دعوی کیا کہ وہ میرا قیدی ہے اور حربی نے
کہا کہ مین مستامن تھا تو حربی ہی کا قول معتبر ہوگا مگر اسوقت مسلم کا قول مقبول ہوگا جب کوئی قرینہ قائم ہو اسکی گرفتاری پر چنانچہ اُسکی مشکین بندھی ہونا یا اسکے گلے
مین طوق پڑا ہونا ظاہر حال پر عمل کرنے سے کذا فی البحر وان خرجا ای الحربیان الینا مسلمین تحاکما قضینا بالدین لوقوعہ صحیحا للتراضی ولا نقضی بالغصب فلا یامر
اور اگر دو حربی نکل آئے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر اور اُنھون نے مقدمہ رجوع کیا قاضی کیطرف تو ان دونون مین دائن و مدیون کا حکم کردیا جاویگا بسبب ثابت
ہونے دین کے صحیح بسبب رضامندی طرفین کے اور غصب مین تو حکم نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ دار الحرب مین [illegible] جاتا ہے
اسواسطے کہ دار الحرب دار القہر ہے قتل احد المسلمین المستامنین صاحبہ عمدا او خطأ تجب الدیۃ فی مالہ والقود [illegible] سقط [illegible] الا مع العصمۃ [illegible]
مع تباین الدارین دو مسلمان مستامن مین سے ایک نے دوسرے اپنے ساتھی کو قتل کیا قصدا یا چوک کر تو دیت واجب ہوگی بسبب ساقط ہونے

قصاص ہے کہ وہان یعنی دار الحرب مین اُنکی حفاظت ممکن نہیں اور دیت واجب ہوگی قاتل کے مال مین دونون صورتون عمد اور خطا مین بسبب متعذر ہونے حفاظت کے اہل محلہ پر باوجود اختلاف دارین کے یعنی اہل محلہ پر جو قتل خطا مین دیت واجب ہوتی ہے تو اس سبب سے کہ اُنھون نے بچانے مین قصور کیا سو یہ امر تباین دارین سے متصور نہین لہذا قاتل ہی کے مال سے دیت دلائی جائیگی والکفارۃ ایضا فی الخطاء لاطلاق النص اور کفارہ بھی واجب ہوگا قتل خطا مین بسبب اطلاق نص کے یعنی نص قرآنی مین بلا قید دار الحرب و دار الاسلام کے ارشاد ہوا ہے کہ جو مومن کو چوک کر مارے تو مسلمان گردن کا آزاد کرنا اور دیت مسلمہ مقتول کے وارثون کو وفی قتل احد الاسیرین الاخر کفر فقط کما مر بلا دیۃ فی الخطاء او دو قیدی مسلمان مین سے ایک دوسرے کے قتل کر ڈالنے مین فقط کفارہ ہے بدلیل گذشتہ بدون دیت کے قتل خطا مین ہم سقوط دیت کی وجہ قتل عمد مین نہ کوہیگی ولا شئی فی العمد اصلا لانہ بالاسر صار تبعا لہم فسقطت عصمتہ المقومۃ لا المؤثمۃ فلذا کفر فی الخطاء اور کچھ واجب نہین قتل عمد مین اصلا نہ کفارہ نہ دیت اسواسطے کہ مسلم بسبب گرفتاری کے اہل حرب کا تابع ہو گیا تو ساقط ہو گئی اسکی عصمت مقومہ نہ عصمت مؤثمہ تو اسیواسطے قتل خطا مین کفارہ دیگا نہ عمد مین اسلام عصمت مقومہ یعنی قیمت ٹھہرانے والی وہ ہے جو موجب مال ہو تعرض کے نزدیک اور عصمت مؤثمہ وہ ہے جو موجب گناہ کی ہو عند التعرض کذا فی المنح کقتل المسلم اسیرا ومن اسلم ثمۃ لو ورثتہ المسلمون ثمۃ فیکفر فی الخطاء فقط لعدم الاحراز بدارنا جیسے مسلم کے قتل کرنے مین قیدی مسلم کو یا اُسکو جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اگرچہ مقتول کے مسلمان وارث وہان موجود ہون دیت واجب نہین تو فقط قتل خطا مین کفارہ دے بسبب عدم احراز دار الاسلام کے ہم عصمت مقومہ جو انسان کی قیمت کو ثابت کرے اسطرح کہ جو اسکی عصمت کرے تو اُسپر قصاص لازم آوے یا دیت یہ ہمارے نزدیک بسبب احراز دار الاسلام کے ثابت ہے نہ بسبب اسلام کے کذا فی الطحطاوی عن علامہ نوح

فصل فے استیمان الکافر

یہ فصل ہے کافر کے طلب امان مین جب استیمان مسلم سے فراغت پائی تو مصنف نے احکام کافر مستامن کے شروع کیے لا یمکن حربی مستامن فینا سنۃ لئلا یصیر عینا لہم وعونا علینا نہ رہنے پاوے حربی مستامن ہم مین یعنی دار الاسلام مین ایکسال تا کافرونکا جاسوس اور ہماری خبر رسانی کو اُنکا مددگار نہو جاوے ہم حربی کا ہمیشہ رکھنا دار الاسلام مین جائز نہین مگر بطور استرقاق یا جزیہ تا کافرونکا جاسوس نبے اور مسلمین کے اضرار مین اُنکا مددگار نہو مگر کچھ مدت اُنکو رہنے دینا البتہ جائز ہے اسواسطے کہ بالکل نہ آنے دینے مین سبب انقطاع تجارت ہے لہذا دونون مدتون مین حد فاصل ایکسال کو قرار دیا کہ اس مدت مین جزیہ واجب ہوتا ہے کذا فی المنح وقیل لہ ای قبل الامام ان اقمت سنۃ قید اتفاقی لجواز توقیت ما دونہا کشہر وشہرین درر لکن ینبغی ان لا یلحقہ ضرر بتقصیر المدۃ جدا فتح وضعنا علیک الجزیۃ اور حربی سے کہا جاوے بادشاہ اسلام کیطرف سے کہ اگر تو دار الاسلام مین ایک سال رہیگا تو ہم تجھپر جزیہ رکھینگے شارح نے کہا ایکسال رہنے کی قید اتفاقی ہے بسبب جواز توقیت کمتر از سال کے جیسے ایک مہینے یا دو مہینے کذا فی الدرر لیکن لائق یون ہے کہ اُسکو ضرر نہ پہونچے نہایت کمتر مدت مقرر کرنے سے کذا فی الفتح ہم جزیہ مقرر کرنا سال بھر کے رہنے پر موقوف نہین بلکہ اگر امام نے ایک مہینہ رہنے کی اجازت دی تو اگر دو مہینے رہیگا تو ذمی ہو جائیگا جزیہ اُسپر لازم آویگا فان مکث سنۃ بعد قولہ فہو ذمی ظاہر المتون ان قول الامام ذلک شرط لکونہ ذمیا فلو اقام سنۃ او سنتین قبل القول فلیس بذمی وبہ صرح العتابی وقیل نعم وبہ جزم فی الدرر قال فی الفتح والاول اوجہ پھر اگر حربی دار الاسلام مین سال بھر بعد قول امام کے ٹھہرے تو وہ ذمی ہے ظاہر عبارت متون یہ ہے کہ امام کا یہ قول اُسکے ذمی ہونے کی شرط ہے تو اگر حربی ایکسال یا دو سال دار الاسلام مین ٹھہریگا تو امام سے پہلے تو وہ ذمی نہین اور اسی کی عتابی نے تصریح کی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ بدون قول امام کے بھی ذمی ہوگا اور اسی قول پر یقین کیا ہے درر مین فتح القدیر سے کہا کہ قول اول دلیل سے موافق تر ہے ولا جزیۃ علیہ فی اول الحول الا ان شرط اخذہا منہ فیہا اور حربی پر جزیہ نہین پہلے سال کی اقامت مین مگر اُس سے شرط کر لینے مین سال کے اندر جزیہ لینے کی یعنی اگر یون کہدیا ہو کہ اگر تو اس سال رہیگا تو تجھپر جزیہ دینا لازم آویگا تب تو لینا درست ہے والا نہین اسلیے کہ وہ دوسرے سال مین ذمی ہوا ہے نہ اول سال مین اور جزیہ دینا بدون ذمی ہونے کے لازم نہین اب آگے مصنف نے ذمی کے احکام شروع کیے واذا صار ذمیا یجری القصاص بینہ وبین المسلم ویضمن المسلم قیمۃ خمرہ وخنزیرہ اذا اتلفہ اور جب کہ حربی ذمی ہو گیا

تو قصاص جاری ہوگا اُسکے درمیان اور مسلم کے درمیان اور مسلم اُسکی شراب و سور کی قیمت کا ضامن ہوگا جبکہ مسلم اُسکو تلف کر ڈالیگا وتجب الدیۃ علیہ اذا قتلہ خطأ اور مسلمان پر
خون بہا دینا واجب ہوگا جبکہ ذمی کو چوک کر مار ڈالے گا ویجب کف الاذی عنہ وتحرم غیبتہ کالمسلم فتح اور واجب ہے اسپر سے تکلیف اور ایذا کو ہٹانا اور
اُسکی غیبت کرنا حرام ہے مسلمان کے مانند کذا فی فتح القدیر وفیہ لو مات المستامن فی دارنا وورثتہ ثمہ وقف مالہ لہم ویاخذہ ورثتہ ولو من اہل الذمۃ بکفیل ولا یقبل
کتاب ملکہم اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر کافر مستامن دار الاسلام میں مرگیا اور اُسکے وارث دار الحرب میں ہیں تو اُسکا مال انکے واسطے رکھ چھوڑا جاویگا اور اُسکے وارث مال کو گواہ
لاکر پاوینگے اور اگر انکے وارث کے گواہ اہل ذمہ ہوں تو ضامن لیکر انکو مال ملیگا اور حربیوں کے بادشاہ کا خط اس امر میں مقبول نہیں واذا اراد الرجوع الی دار الحرب بعد الحول
ولو للتجارۃ او لقضاء حاجۃ کما یفیدہ الاطلاق نہر منع لان عقد الذمۃ لاینقض ویفادہ منع الذمی ایضا اور جبکہ کافر مستامن دار الحرب کیطرف پھر جانے کا ارادہ
کرے بعد ٹھہرنے سال بھر کے تو منع کیا جائیگا اگرچہ تجارت یا حاجت روائی کیواسطے جاتا ہو چنانچہ اطلاق روایات اسکو مفید ہے کذا فی النہر اسواسطے روکا جائیگا کہ عقد ذمہ
بعد منعقد ہونے کے منقوض نہیں ہوتا اور اس تعلیل سے مستفاد ہوا ذمی کا منع کرنا بھی دار الحرب کے جانے سے ہم طحطاوی نے کہا منع ذمی بحث ہے صاحب بحر کی حالانکہ
یہ مسئلہ فتاوی عالمگیری میں مصرح ہے یعنی تو قیاس کی کیا حاجت ہے کما یمنع لو وضع علیہ الخراج بان الزمہ بہ واخذ منہ عند حلول وقتہ لان خراج الارض کخراج الراس
جیسے روکا جاتا ہے حربی مستامن دار الحرب کے جانے سے اگر اُسپر خراج زمین کا مقرر کیا جاوے اسطرح پر کہ خراج اُسکو لازم کیا گیا ہو اور خراج اُس سے لیا جائیگا اُسکے وقت آنیکے
نزدیک اسواسطے کہ زمین کا محصول گردن کے محصول کے برابر ہے ذمی ہو جانے میں یعنی جب مستامن نے دار الحرب میں زمین مول لی یا غیر کی زمین میں زراعت کی تو اُسپر
خراج لازم آیا تو وہ اُسی سے ذمی ہو گیا جیسے جزیہ سے ذمی ہوتا ہے لہذا دار الحرب میں نہ جانے پاویگا او صار لہا ای المستامنۃ الکتابیۃ زوج مسلم او ذمی لتبعیتہا وان لم
یدخل بہا یا مستامنہ کتابیہ کے واسطے مسلم یا ذمی زوج ہو گیا یعنی دار الاسلام میں اُسنے مسلم یا ذمی سے نکاح کیا تو اب دار الحرب میں نہ جانے پاویگی بسبب تابع ہونے زوج کے
زوج کیواسطے اگرچہ زوج نے اُس سے قربت نہ کی ہو لا عکسہ لامکان طلاقہا بالعکس اُسکے یعنی کافر مستامن اگر ذمیہ سے نکاح کرے تو ذمی نہیں ہوتا اُسکی طلاق دینے کے
امکان سے یعنی مرد زوجہ کو طلاق دیکر اپنے ملک میں جا سکتا ہے بخلاف عورت کے کہ وہ مالک طلاق کی نہیں قولہ لکنہا ینبغی ان یمنعہ من الرجوع تاتارخانیہ اور اگر مستامن
نے ذمیہ سے دار الاسلام میں نکاح کیا سو زوجہ نے اُس سے اپنا مہر مانگا تو اُسکو اُسکا روکنا دار الحرب کے جانے سے پہونچتا ہے کذا فی التاتارخانیہ فلو لم یثبت حتی
مضی الحول ینبغی صیرورتہ ذمیا علی ما مر من انہ لو اگر مستامن نے مہر نہ دیا یہاں تک کہ ایک سال گذر گیا تو اُسکا ذمی ہو جانا سزاوار ہے بنابر اُس روایت کے کہ جو درر
سے مذکور ہو چکی یعنی امام کا یوں کہنا مستامن سے کہ اگر تو سال بھر رہیگا تو ہم تجھ پر جزیہ مقرر کرینگے ذمی ہونے میں شرط نہیں بلکہ اقامت یکسالہ ثبوت ذمیت میں کافی ہے بر ایت
درر ومنہ علم حکم الدین الحادث فی دارنا اور مہر کے حکم سے معلوم ہو گیا اُس دین کا حکم جو دار الاسلام میں حادث ہوا یعنی صاحب دین کو مدیون کا روکنا دار الحرب
کے جانے سے جائز ہے اور اگر سال بھر ادا دین نہ کریگا تو ذمی ہو جائیگا فان رجع المستامن الیہم ولو لغیر دارہم حل دمہ لبطلان امانہ پھر اگر مستامن پھر گیا حربیوں
کیطرف اگرچہ دوسرے دار الحرب میں گیا ہو تو اُسکا خون بعد داخل ہونے دار الحرب کے حلال ہے بسبب باطل ہو جانے اُسکی امان کے تو وہ حربی ہو گیا
فان ترک ودیعۃ عند معصوم مسلم او ذمی او دینا علیہما فاسر او ظہر بالبناء للمجہول یعنی غلب علیہم فاخذوہ او قتلوہ سقط دینہ وسلمہ وما غصب منہ وجزء مین
اجر بالسبق یدہ پھر اگر مستامن دار الحرب میں پھر گیا اور امانت کو شخص معصوم یعنی مسلم یا ذمی کے پاس چھوڑ گیا یا دونوں پر اپنا دین چھوڑ گیا پھر بدون صحیح
ہونے دار الحرب کے گرفتار ہوا یا غلبہ حاصل ہوا اہل حرب پر سو اُسکو گرفتار کیا مسلمین نے یا اُسکو قتل کیا بعد غالب ہونے کے تو اُسکا دین و بیع سلم کا راس المال
اور جو مال کہ اُس سے غصب کیا اور کرایہ اُس مکان کا جسکو اُسنے اجارہ دیا تھا ساقط ہو گیا بسبب مقدم ہونے قبضہ امانت دار وغیرہ کے ہم مدیون وغیرہ پر اثبات ید
بسبب مطالبہ کے تھا اور مطالبہ تو بسبب گرفتاری یا قتل کے ساقط ہوا اور مدیون وغیرہ کا ید اور مسلمین کے ید سے سبقت ہے تو اُسی کو مخصوص ہوگا لہذا دین
وغیرہ ساقط ہوگا اور غنیمت نہوگا کذا فی البحر وصار مالہ کودیعۃ وما عند شریکہ ومضاربہ وما فی بیتہ فی دارنا فیئا اور مال اُسکا چنانچہ اُسکی امانت

اور جو مال کہ اُسکے شریک یا مضارب کے پاس ہے اور جو اُسکے گھر میں ہے دار الاسلام کے اندر غنیمت ہو جاویگا یعنے اسواسطے کہ مال کو اُسکے قبضے میں ہے تقدیراً کیونکہ مانند اُس وغیرہ کا قبضہ
قائم مقام صاحب امانت کے ہے تو امانت وغیرہ غنیمت ہو جاویگی اُسکی ذات کی تبعیت سے واختلف فی الرہن ورجح فی النہر انہ للمرتہن بدینہ اور اختلاف روایت ہے اُسکے رہن میں اور
نہر الفائق میں ترجیح دی ہے کہ مرتہن ہی کیواسطے ہے بعوض اُسکے دین کے یہ قول ہے ابو یوسف کا اور محمد کے نزدیک رہن بیچا جاوے اور اُس سے مرتہن کا دین ادا کیا جاوے اور جو
زیادہ ہو وہ ادا دین سے وہ غنیمت ہے مسلمین کی صاحب بحر نے محمد کے قول پر ترجیح دی ہے اور حموی نے صاحب نہر کی ترجیح کو رد کیا ہے کذا فی الطحطاوی حتی فی السراج لو بعث من یاخذ الودیعة والقرض
یجب التسلیم الیہ انتہی اور سراج میں ہے کہ اگر مستامن مذکور نے کسی شخص کو دار الحرب سے امانت اور قرض لینے کیواسطے بھیجا تو اُسکو امانت اور قرض کا سپرد
کرنا واجب ہے انتہی کلامہ یعنے اسواسطے کہ اُسکا مال غنیمت نہیں ہوتا مگر اُسکی گرفتاری یا قتل سے سو ہنوز حاصل نہیں فی حلیہ فیوفی منہ دینہ ولو صارت ودیعتہ
فیئا اور بنا بر وجوب تسلیم ودیعت اور قرض کے تو ادا کیا جائیگا اُسکے مال سے دین اُسکا جو اُسنے دار الاسلام میں مسلم سے قرض لیا یا ذمی سے اگرچہ اُسکی ودیعت غنیمت
ہوگئی طحطاوی نے کہا یہ بحث ہے صاحب بحر کی نہ روایت مذہب فان قتل او مات فقط بلا غلبة علیہم فدینہ وقرضہ وودیعتہ لورثتہ لان نفسہ لم تصر مغنومة فکذا
مالہ کما لو ظہر علیہم فہرب فمالہ لہ اور اگر مستامن مذکور بعد رجوع دار الحرب کے قتل کیا گیا بدون گرفتاری کے یا فقط مرگیا بدون غالب ہونے مسلمین کے
دار الحرب پر تو اُسکا دین اور قرض اور امانت اُسکے وارثوں کیواسطے ہے اسواسطے کہ ذات اُسکی مغنوم نہیں ہوئی تو اسیطرح اُسکا مال بھی غنیمت نہیں ہوا چنانچہ اگر وہ گرفتار
ہوا پھر بھاگ گیا تو اُسکا مال اُسیکیواسطے ہے کیونکہ اُسکی گرفتاری اُسکے بھاگ جانے سے باطل ہوگئی ہم خلاصہ یہ ہے کہ یہاں پانچ صورتیں ہیں تین صورتوں میں تو
اُسکا دین ساقط ہے اور اُسکی امانت غنیمت ہے ۱ - دار الحرب پر غالب ہونے اور اُسکے گرفتار کرنے سے ۲ دار الحرب پر غالب ہونے اور اُسکے قتل کرنے سے ۳ بدون غلبہ
دار الحرب کی گرفتاری سے اور دو صورتوں میں اُسکا مال غنیمت نہیں بلکہ بطور سابق قائم رہیگا اگر وہ زندہ ہے تو آپ ہی نہیں تو اُسکے وارث لینگے ۱ - اُسکے گرفتار ہونے سے پھر
بھاگ جانے سے ۲ - اُسکے مقتول ہونے سے بدون مغلوبی دار الحرب کے یا اُسکے مرجانے سے کذا فی المنح حربی ہنا لہ ثمہ عرس واولاد وودیعة مع معصوم وغیرہ فاسلم ہنا او صار
ذمیا ثم ظہرنا علیہم فکلہ فیء لعدم ید او ولایة ولو سبی طفلہ الینا فہو فیء مسلم ایک حربی یہاں دار الاسلام میں ہے جسکی وہاں دار الحرب میں جورو اور اولاد
اور امانت ہے کسی شخص معصوم یا غیر معصوم کے ساتھ پھر وہ یہاں دار الاسلام میں مسلمان ہوگیا یا ذمی ہوگیا پھر ہم اہل اسلام اہل حرب پر غالب ہوئے تو اُسکی زوجہ اور
اولاد اور امانت سب غنیمت ہے بسبب نہونے اُسکے قبضہ اور ولایت کے اور اگر اُسکا طفل دار الاسلام میں گرفتار ہو آیا تو وہ مملوک مسلم ہے حالانکہ طفل مسلمان ٹھیرا اپنے باپ
کی تبعیت سے اسواسطے کہ دونوں ایک ملک میں مجتمع ہوئے بخلاف اُن اطفال کے جو دار الحرب میں ہیں کہ وہ اسلام میں تابع اپنے باپ کے نہونگے بسبب تباین دارین کے
وان اسلم ثمہ فجاء فظہرنا علیہم فطفلہ حر مسلم لاتحاد الدار اور اگر حربی دار الحرب میں مسلمان ہوا پھر یہاں دار الاسلام میں آیا پھر اہل اسلام کا اہل حرب پر غلبہ ہوا تو اُسکا طفل
صغیر حر مسلم ہے اپنے باپ کی تبعیت سے بسبب متحد ہونے دار کے یعنی جب اُسکا باپ مسلمان ہوا تھا تو دونوں دار الحرب میں واقع تھے کذا فی المنح وودیعتہ مع معصوم
لان یدہ کیدہ محترمة اور امانت اُسکی شخص معصوم کے ساتھ اُسی کیواسطے ہے اسواسطے کہ قبضہ مانند اُس معصوم کا صاحب امانت کے قبضے کے مانند محترم ہے یعنے بسبب اسلام کے
وغیرہ فیء ولو غصبہا مسلم لعدم النیابة فتح اور سوائے امانت کے اور مال اُسکا غنیمت ہے اگرچہ اُسکی کسی چیز کو مسلم نے اُس سے غصب کیا ہو بسبب عدم نیابت
کے کذا فی الفتح اسواسطے کہ غاصب کا قبضہ صحیح نہیں جو مالک کے قبضے کے قائم مقام ہو وللامام حق اخذ دیة مسلم لا ولی لہ اصلا اور امام کیواسطے اس
مسلمان کی دیت کے لینے کا حق ہے جسکا کوئی ولی وارث نہیں ہے گرچہ مقصود یہ ہے کہ اُسکا خون بہا لیکر بیت المال میں رکھے والا قتل خطا کا حکم معلوم ہے ولہذا کفارہ
مذکور نہ کیا اسواسطے کہ جنایات میں مذکور ہوگا ودیة مستامن اسلم ہنا من عاقلة قاتلہ خطا لقتلہ نفسا معصومة اور امام کو اُس مستامن کی دیت کے لینے کا حق ہے
جو یہاں دار الاسلام میں مسلمان ہوا اور اُسکے قاتل کے اہل محلہ سے خون بہا لے قتل خطا میں بسبب قتل کرنے قاتل کے نفس معصوم الدم کو یعنے مستامن کا ولی دار الحرب
میں گویا معدوم ہے لہذا امام اُسکا خون بہا لیگا اسواسطے کہ امام اُسکا ولی ہے جسکا کوئی ولی نہیں ہے وفی العمد لہ القتل قصاصا او الدیة صلحا لا العفو نظرا لحق العامة ولا ارث

مسلم اور مستامن مسلم کے قتل عمد مین امام کو قاتل کا قتل جائز ہے بنا بر قصاص کے یا خون بہا لینا بطور صلح کے نہ معاف کرنا بنظر حق عامہ مسلمین کے یعنے اگر دیت بیت المال مین داخل ہوگی تو
سب اہل اسلام کو حصہ ملیگا تو خون معاف کر دینے مین انکی حق تلفی ہے حربی او مرتد او من وجب علیہ القود التجا بالحرم لا یقتل بل یحبس عنہ الغذاء لیخرج فیقتل
لان من دخلہ فہو امن بالنص وسیجی فی الجنایات حربی یا مرتد یا جسپر قصاص واجب ہوا اگر پناہ بیت اللہ کے حرم مین آ حرم کے اندر وہ مقتول نہوگا بلکہ اسکا کھانا روکا جاوے
یعنے اسکو کوئی کھانا پینا مطلقاً نہ دے تا وہ حرم سے باہر نکلے عاجز ہو کر پھر حرم کے باہر قتل کیا جاوے اسواسطے کہ جو شخص حرم مین داخل ہوا وہ امن مین ہوگیا بموجب نص
قرآنی کے یعنے (ومن دخلہ کان آمنا) اور یہ مسئلہ آگے کتاب الجنایات مین آویگا لا تصیر دار الاسلام دار الحرب الا بامور ثلثۃ باجراء احکام اہل الشرک وباتصالہا بدار الحرب و
بان لا یبقی فیہا مسلم او ذمی امنا بالامان الاول علی نفسہ و دار الاسلام دار الحرب نہین ہوتا مگر تین امور کے پائے جانے سے اہل شرک کے احکام جاری ہونے
سے ہے اور اسکے متصل ہونے سے دار الحرب کے ساتھ ہے اور اس سے کہ وہان مسلم یا ذمی بے دھڑک نہ باقی رہے اپنی ذات کی امان اول سے ہم اہل شرک سے سب اہل کفر
مراد ہین یعنے اہل کفر کے احکام علی الاعلان بلا دغدغہ جاری ہوون و حکم اسلام وہان نہ جاری ہو اور اتصال دار الحرب سے یہ مراد ہے کہ دونوں کے درمیان مین بلاد اسلام کا کوئی
شہر نہ واقع ہو اور امان اول سے وہ امان مراد ہے جو ثابت تھی قبل غالب ہونے کفار کے مسلم کو اسلام کے سبب سے اور ذمی کو عقد ذمہ کی سبب سے اور اس مسئلہ کی تین صورتین ہین
یا اہل حرب کسی شہر بلاد اسلام پر غالب ہو جاوین یا کسی شہر کے لوگ مرتد ہو کر احکام کفر جاری کرین یا اہل ذمہ عہد توڑ کر شہر پر غالب ہو جاوین تو ان سب صورتون مین وہ دار الحرب ہوگا
امام اعظم کے نزدیک اگر شرائط مذکورہ ثلثہ سے اور صاحبین نے کہا کہ فقط ایک ہی شرط سے دار الاسلام دار الحرب ہو جاتا ہے یعنے احکام کفر کے ظاہر کرنے سے اور یہی قول قیاس کے
موافق ہے کذا فی العالمگیریۃ عن السراج الوہاج طحطاوی نے کہا جب دار الاسلام دار الحرب ہوگیا تو وہان حدود و قصاص نہ جاری ہوگا اور جب مسلم کو اہل حرب کی بہ اسرار کا شعور
ہونا حلال ہے سوائے حلت فرج کے اور احکام مذکورہ مین مشغول ہو یعنے جب دار الحرب دار الاسلام ہوجاویگا و دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اہل الاسلام فیہا کجمعۃ و عید
وان بقی فیہا کافر اصلی وان لم تتصل بدار الاسلام وہذا ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح وکانہ ترکہ لکونہ واضحا و دار الحرب دار الاسلام
ہو جاتا ہے احکام اسلام کے جاری کرنے سے اسمین جیسے جمعہ اور عید اگرچہ اسکے کافر اصلی باقی رہے اور گو وہ ملک دار الاسلام سے متصل ہو کذا فی الدر اور یہ عبارت
یعنے حربی وغیرہ کے دخول حرم سے آخر تک متن کے نسخون مین ثابت ہے اور مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہے سو گویا مصنف نے اسکو شرح مین متروک کر دیا ہے اپنے یعنے
مضمون کے اور واضح ہونے باقی کلام کے یعنے دخول حربی کا حرم مین کتاب الجنایات مین آویگا اور باقی مضمون واضح ہے طحطاوی نے کہا اسکے واضح ہونے مین بحث ہے ہم شرح
ملتقی مین تحریر کر چکے ہین منقول ہے کہ قاری الہدایہ سے سوال ہوا دریا شور یعنے سمندر سے کہ وہ دار الاسلام ہے یا دار الحرب ہے جواب دیا کہ وہ کسی مین داخل نہین کیونکہ وہان کسی کا قہر اور حکومت
نہین طحطاوی نے کہا کہ ہم نکاح کافر کے باب مین مذکور کر چکے ہین کہ دریا شور دار الحرب مین داخل ہے اور شیخ الاسلام ابو السعود کے حاشیہ مین بعد ذکر جواب قاری
ہدایہ کے مذکور ہے شرح نظم ہاملی سے کہ بحر ملح کا سطح دار الحرب کے حکم مین ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ جو قاری ہدایہ نے مذکور کیا وہ اسکی بحث ہے تو نص مقدم ہے اسپر انتہی
سراجیہ فصول مین ابو الیسر سے مذکور کیا کہ دار الاسلام دار الحرب نہین ہوتا جب تک سب امور باطل نہو جائین جنکی جہت سے وہ دار الاسلام ہوا ہے اور ایسا ہی
اپنی مبسوط مین اسی طرح مذکور کیا ہے اور امام ناصر الدین نے منشور مین ذکر کیا کہ دار الاسلام بسبب جاری ہونے احکام اسلام کے دار الاسلام ہوا ہے تو جب تک
کوئی چیز علائق اسلام سے باقی رہیگی تو جانب اسلام کو ترجیح دیجاویگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ملتقط مین مذکور ہے کہ جو بلاد کہ کفار کے ہاتھ مین ہین بلاشک
وہ بلاد اسلام ہین نہ بلاد حرب اسواسطے کہ وہ بلاد حرب سے متصل نہین اور اسواسطے کہ کفار نے اسمین احکام کفر کے بھی جاری نہین کیے بلکہ اہل اسلام قاضی ہین
اور جس شہر مین انکی طرف سے حاکم مسلمان ہے تو اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضاۃ جائز ہے بسبب استیلاء مسلم کے اور کفار کی اطاعت یا بذریعہ عہد
ہے یا بخداع اور جن شہرون پر کفار حاکم ہین تو مسلمین کو اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور آپس کی رضامندی سے ایک شخص قاضی ہوسکتا ہے اور اہل
اسلام کو واجب ہے کہ کفار سے درخواست کرین کہ کسی مسلمان کو حاکم کرے کذا فی الفصول العمادیۃ

باب العشر والخراج والجزیۃ

یہ باب ہی عشر اور خراج اور جزیہ کے احکام مین ہم جب مصنف نے اُسکو ذکر کیا جس سے کافر مستامن ذمی ہو جاتا ہی تو اُسکے بعد ضائف مالیہ کو ذکر کیا یعنی ذمی بنتے کے لازم آتی ہی یعنے ذمی کی زمین اور سر کا خراج اور چونکہ خراج ارض و خراج راس کی تفریعات مین کثرت تھی لہذا اُنکو دو باب مین مذکور کیا اور خراج ارض کو مقدم کیا اسواسطے کہ اُسی مین گفتگو ہی پھر خراج کے ساتھ عشر کو بھی ذکر کر دیا تاکہ وظیفۂ ارض کی تکمیل اور تتمیم ہو جاوے اور ذکر عشر کا خراج پر اسواسطے مقدم کیا کہ اُسمین عبادت کا مضمون ہی بخلاف خراج کے کہ وہ عقوبت ہی عشر بالضم عین لغت مین عبارت ہی واحد من العشرۃ یعنے دسوان حصہ و خراج بالفتح وہ ہی جو زمین یا غلام کی پیدائش سے خارج ہو اور جسکو بادشاہ وظیفہ ارض وراس سے لے وہ مسمی بخراج ہی پھر مصنف نے تحدید اور تعیین عشری اور خراجی زمین کی اول شروع فرمائی اسواسطے کہ اسطرح ضبط احکام سہل ہی کذا فی المنح الغفار حاکم اسلام پر واجب ہی کہ جب اُسکو عشر اور خراج اور جزیہ ملے تو اُسکے مستحقین پر صرف کرے والا اسکا وبال اُسکی گردن پر ہی اور اگر عشر اور خراج خلاف شرع لیگا تو ظالم ہوگا اور جو اُسکو حلال جانکر لے وہ کافر ہی اور ہمارے زمانے کے حاکم فاسق اور ظالم ہین اسواسطے کہ وہ خراج وغیرہ کو خلاف شرع خرچ کرتے ہین یعنے ملک کے محصول کو اپنے باپ کا مال سمجھتے ہین اور اہل استحقاق کو محروم کرکے اُسکو بیہودہ اپنے عیش و آرام مین صرف کرتے ہین کذا فی الطحطاوی عن الحموی **ارض العرب** وہی من حد الشام والکوفۃ الی اقصے الیمن **وما اسلم اہلہ طوعا او فتح عنوۃ وقسم بین جیشنا والبصرۃ** ایضا باجماع الصحابۃ **عشریۃ** لانہ الیق بالمسلم زمین عرب کی اور وہ شام اور کوفہ کی حد سے انتہاے یمن تک ہی اور جس ملک کے رہنے والے بخوشی مسلمان ہوگئے یا جو ملک در اور شوکت اسلام فتح ہوا اور اُسکی زمین لشکر اسلام مین تقسیم ہوگئی اور بصرہ بھی باجماع صحابہ کرام عشری ہی اسواسطے کہ یہ حصہ لینا مسلمان سے لائق تر ہی مترجم کرخی نے کہا عرب عبارت ہی زمین حجاز اور تہامہ اور یمن اور مکہ اور طائف اور بادیہ یعنے جنگل سے اور غیر کرخی نے کہا کہ تہامہ مین داخل تہامہ بلکہ طول وہ زمین ہی جو نجد سے نیچی ہی اور نجد اونچی زمین کا نام ہی اور حجاز اُس زمین کا نام ہی جو تہامہ اور نجد کے درمیان حاجز اور فاصل ہی عرب کو جزیرہ یعنے ٹاپو اسواسطے کہتے ہین کہ بحر حبش اور بحر فارس اور فرات اُسکو محیط ہی اور عرب کی حد طول مین عدن سے عراق تک اور عرض مین جدہ سے شام تک زمین عرب کی عشری اسواسطے ہوئی کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین سے منقول نہین کہ وہان سے کسی نے خراج لیا ہو اور جیسے عرب کی رقیت جائز نہین ایسے ہی اُنکے ملک سے خراج درست نہین کذا البستان مسلم اور کرمہ کان داره دررومی بابا واستثنی منہ ما ہی نجد زادہ نے شرح الملتقی اور اسیطرح مسلمان کا باغ اور انگور اُسکا جہان اُسکا گھر تھا عشری ہی کذا فی الدر اور باب العاشر مین سکا بیان یہان سے زیادہ تر گذر گیا اور ہمنے اسکو تحریر کیا ہی شرح ملتقی مین ہم شرح ملتقی مین معراج سے یون مذکور ہی کہ جو گھر باغ بنایا گیا اگر گھر ذمی کا ہی تو اُسمین خراج ہی مطلقا اور اگر مسلمان کا ہی سوا اگر اُسنے خراج کے پانی سے سینچا تو اُسمین خراج ہی اور اگر عشر کے پانی سے سینچا تو عشر ہی اور اگر مسلم یا ذمی نے اُسکو کبھی خراج کے پانی سے سینچا اور کبھی عشر کے پانی سے تو مسلم پر عشر ہی اور ذمی پر خراج کذا فی الحلبی ملخصا **وسواد قری العراق وحدہ من العذیب** بالضم ففتح قریۃ من قری الکوفۃ **الی عقبۃ حلوان** بالضم فسکون قریۃ بین بغداد وہمدان **عرضا** اور سواد قریات عراق اور عراق کے ملک کی حد عذیب سے ہی عقبہ حلوان بن عمران تک عرض مین عذیب بالضم عین مہملہ وفتح ذال معجمہ ایک گانون کا نام ہی قریات کوفہ سے اور عقبہ حلوان بالضم حا و سکون لام ایک گانون ہی بغداد اور ہمدان کے درمیان ہم نہایہ مین ہی سواد عراق سے قریات عراق مراد ہین اُنکو سواد کہا بسبب اُنکے اشجار اور زراعت کی سرسبزی کے عرب سبز کو سیاہ بولتے ہین اسواسطے کہ سبز دور سے سیاہ نظر آتا ہی تو کلام شارح کا بحذف حرف تفسیر ہی اور اضافت بیانی ہی اور عراق سے مراد عراق عرب ہی جسمین کوفہ اور بصرہ اور بغداد اور نجف اور کربلا واقع ہین اور شرنبلالیہ وغیرہ مین کہا کہ عذیب بنی تمیم کے پانی کا نام ہی قریب کوفہ کے اور شاید کہ اُس چشمے کے کنارے پر گانون آباد ہو سمی بعذیب تو دونون قولون مین اختلاف نرہا **ومن العلث** بالفتح فسکون فمثلثۃ قریۃ شرقی دجلۃ موقوفۃ علے العلویۃ وما قیل من الثعلبیۃ بالفتح فسکون غلط مصنف **الی عبادان** بالتشدید حصن صغیر بشط البحر فے المثل لیس وراء عبادان قریۃ **طولا** اور حد عراق کی علث سے ہی عبادان تک طول مین علث بالفتح عین مہملہ و سکون لام پھر ثا سے مثلثہ قریہ ہی دجلہ کے مشرق

کی جانب سادات علویہ پر موقوف ہے اور وہ جو بعضون نے یعنی شارح وقایہ وغیرہ نے کہا ہے کہ طول عراق کا ثعلبیہ لفتح اول وسکون ثانی سے ہے مصنف نے معرب سے اپنی شرح مین نقل کیا کہ غلط ہے عبادان تبشدید ثانی فاتحہ صغیرہ ہے دریاے شور کے کنارے پر مثل مین وارد ہے عبادان کے پرے کوئی قریہ نہین یعنی بلکہ دریا ہے کذا فی المستصفی طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ عبادان بوزن صیغہ تثنیہ شہر ہے دریاے فارس پر متصل بصرہ وبالایام اثنان وعشرون یوما ونصف وعرضہ عشرۃ ایام سراج اور طول عراق کا بائیس ایام کے ساڑھے بائیس دن کی راہ ہے اور عرض اسکا دس دن کی راہ ہے کذا فی السراج م بحرالرائق مین شرح ذخیرہ سے منقول ہے کہ سواد عراق کا طول ایک سو ساٹھ فرسنگ کا ہے اور عراق اسی فرسنگ کا اور مساحت اسکی زمین کی چھتیس لاکھ جریب ہے کذا فی النہر مافتح عنوۃ ولم یقسم بین جیشنا الا مکۃ سواء اقر اہلہ علیہ او نقل الیہ کفار آخر او فتح صلحا خراجیۃ لانہ الیق بالکافر اور جو ملک کہ شوکت اسلام فتح ہوا اور لشکر اسلام کے درمیان تقسیم نہوا سوائے مکہ معظمہ کے خواہ وہان کے لوگ اس ملک پر ثابت اور قائم رکھے گئے یا اس ملک کیطرف کفار لاکر بسائے گئے یا جو ملک بطور صلح کے مفتوح ہوا وہ خراجی ہے اسواسطے کہ خراج کافر کیلئے مناسب ہے م سواد عراق پر امیرالمومنین فاروق اعظم نے صحابہ کرام کے سامنے خراج مقرر کیا چنانچہ کتب سیر مین مشہور ہے نقل روایت کی آئین حاجت نہین م اسیطرح بعد فتح مصر اور شام کے خلافت فاروقیہ مین خراج مقرر ہوا خراج کافر کے واسطے اسواسطے مناسب ہوا کہ وہ متضمن عقوبت ہے اور اسمین تغلیظ ہے والدا خراج بجبر لیا جاتا ہے اگرچہ کافر نے اسمین زراعت نکی ہو کیونکہ خراج عین ارض سے متعلق ہے بخلاف عشر کے کہ وہ عین خارج سے متعلق ہے بدون زراعت کے تقاضا عشر کا نہین م رہ گیا مکہ معظمہ جو فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکھے گئے لیکن وہ عشری ہے نہ خراجی اسواسطے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے وہان سے خراج نہ لیا اور لیا وجہ عدم خراج یہ ہو کہ وہان زراعت نہین ہوتی واللہ اعلم وارض سواد مملوکۃ لاہلہا یجوز بیعہم لہا وتصرفہم فیہا بدایہ وعند الائمۃ الثلثۃ ہی موقوفۃ علی المسلمین فلم یجز بیعہم فتح اور سواد عراق کی زمین مملوک ہے وہان کے لوگون کی انکو بیع کرنا اور اسمین تصرف کرنا مانند ہبہ اور وصیت اور اجارہ اور وقف کے جائز ہے کذا فی الہدایہ اور باقی تینون اماموں کے نزدیک وہ زمین مسلمانون پر وقف ہے تو وہان کے لوگون کی بیع انکے نزدیک جائز نہین کذا فی الفتح م اور عراق کے حکم مین وہ ملک ہے جو بزور اسلام فتح ہوا اور وہانکے لوگ وہین قائم رکھے گئے یا جو ملک بصلح فتح ہوا اور انکی اراضی پر خراج مقرر ہوا تو وہان کے زمیندار اپنی اراضی کے مالک ہین بیع اور ہبہ وغیرہ انکو جائز ہے اور ارث اسمین جاری ہے یہانتک کہ کوئی شخص انمین سے باقی رہے تب اسکی ملکیت بیت المال کیطرف منتقل ہوگی کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی تو معلوم ہوا کہ اکثر ریاست ہندوستان کے زمیندار اپنی زمین کے مالک ہین انکی بیع اور ہبہ وغیرہ نافذ ہے اسواسطے کہ جب ہندوستان فتح ہوا تو یہان کے لوگون پر ثابت رکھا گیا خراج لیکر ویجب الخراج فی ارض الوقف الا المشتراۃ من بیت المال اذا وقفہا مشتریہا فلا عشر فیہا ولا خراج شرنبلالیۃ عن البحر وکذا لو لم یوقفہا کما ذکرتہ فی شرح الملتقی اور خراج واجب ہے وقف کی زمین مین مگر اس وقفی زمین مین خراج نہین جو بیت المال سے خریدی ہوئی جبکہ اسکو وقف کیا اسکے مشتری نے تو اسمین عشر ہے نہ خراج کذا فی الشرنبلالیہ ناقلا عن البحر اور اسیطرح اسمین عشر اور خراج نہین اگر مشتری نے اسکو وقف نکیا چنانچہ مین نے اسکو شرح ملتقی مین مذکور کیا ہے م بیت المال کی اراضی بیچنا سلطان کو جائز نہین مگر اس شرط سے کہ جب مسلمین کو معاذ اللہ حاجت شدید واقع ہو کذا فی الطحطاوی عن التحفۃ المرضیۃ والصبی والمجنون لو کانت الارض خراجیۃ والعشر لو عشریۃ درر ومر فی الزکوۃ اور خراج واجب ہے وقف اور صغیر اور مجنون کی زمین سے اگر وہ زمین خراجی ہو اور عشر واجب ہے اگر وہ عشری ہو کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ کتاب الزکوہ مین مذکور ہوچکا وقالوا ارض الشام والمصر خراجیۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ زمینیں مصر اور شام کی خراجی ہین م ہدایہ مین ہے کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مصر پر خراج مقرر کیا جبکہ اسکو عمرو بن العاص نے فتح کیا اور اسیطرح باجماع صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم شام پر خراج مقرر ہوا کذا فی النہر وفی الفتح الماخوذ الان من اراضی مصر اجرۃ لا خراج الا تری انہا لیست مملوکۃ للزراع کانہ لموت المالکین شیئا فشیئا بلا وارث فصارت لبیت المال وعلی ہذا فلا یصح بیع الامام ولا شراء من وکیل بیت المال لشیء منہا لانہ کولی الیتیم فلا یجوز الا للضرورۃ والعیاذ باللہ زاد فی البحر او رغب فی العقار بضعف قیمتہ علی قول المتاخرین المفتی بہ قلت وبیجی فی باب الوصی جواز بیع عقار الیتیم فی سبع مسائل اور فتح القدیر مین ہے کہ جواب حاصل ہوتا ہے مصر کی اراضی سے وہ اجرت ہے نہ خراج کیا تو نہین جانتا کہ اراضی مذکورہ زراعت کرنے والون کی مملوک نہین گویا عدم مملوکیت اسکی بسبب مرجانے اسکے

مالکون کے ہین اندک انکی بلاوارث تو وہ اراضی بیت المال کی ہو گئی اور بموجب اسکے تو صحیح نہین بیچنا امام کا اُس اراضی کو اور نہ حاکم کا خریدکرنا بیت المال کے وکیل سے کسی مین کو
اسمین سے اسواسطے کہ امام وسلطان بیت المال کے مملوک مین یتیم کے ولی کے مانند ہی تو اسکی بیع اور شرا جائز نہین مگر بسبب ضرورت کے والعیاذ باللہ بحرالرائق مین تنا زیادہ کہا ہی یا
زمین کی خرید مین غبن زیادہ ہو گئی ہو اسکی دونی قیمت ہو جانے سے تو اسکی بیع جائز ہی بموجب قول متاخرین کے جو مفتی بہ ہی مین کہتا ہون باب الوصی مین آویگا اراضی صغیر کی
بیع کا جائز ہونا سات صورتون مین ہم بیت المال کا وکیل وہ ہی جسکو سلطان نے بیت المال کی خبرگیری پر داروغہ کیا شرح ملتقی مین کہا کہ عشری و خراجی کے سوا یہان ایک
تیسری قسم زمین ہی جسکو اراضی مملکت اور اراضی حوزہ کہتے ہین یعنے زمین سلطانی وہ اراضی ہی جسکے مالک مر گئے بلاوارث اور اسکی ملک بیت المال کیطرف راجع ہوئی یا
جو ملک بزور لشکر اسلام فتح ہوا اور اہل اسلام کی ملک مین تا قیامت واسطے سلطنت کے باقی رکھا گیا اور اس اراضی کا حکم تاتارخانیہ مین یون مذکور ہی کہ سلطان کو جائز ہی کہ وہ اراضی زراعت کرنیوالونکو
دے دو طریق پر یا مزارعین کو مالکون کے قائم مقام کرے زراعت اور خراج کے دینے مین یا زمین انکو اجارہ دے خراج کے برابر تو جو انسے حاصل ہو وہ خراج ہی امام کے حق مین پھر اگر نقد
مقرر ہو تو وہ خراج موظف ہی اور اگر بعض خارج ہو تو خراج مقاسمہ ہی اور مزارعین کے حق مین فقط اجرت ہی نہ عشر نہ خراج انتہی ما فی التاتارخانیہ اگر کوئی کہے کہ استیجار ارض کا
بعض خارج سے جائز نہین کیونکہ اجارہ فاسد ہی بسبب جہالت کے اسکا جواب ہی جو مذکور ہو چکا کہ حاصلات امام کے حق مین خراج ہی اور مزارعین کے حق مین اجرت بضرورت عدم صحت
خراج حقیقۃ و حکماً بسبب اراضی مذکورہ دو طرح پر مزارعین کو دی تھی اُس اراضی مین انکو بیع اور تصرف کرنا جائز نہین ہی در شرح اسمین جاری نہین کیونکہ فی الطحطاوی ملخصاً و افتی
مفتی دمشق فضل اللہ الرومی بان غالب اراضینا سلطانیۃ لانقراض ملاکہا فالت لبیت المال فتکون فی ید زراعہا کالعاریۃ انتہی اور یہ فتوے دیا مفتی دمشق فضل اللہ رومی
نے کہ اکثر ہماری اراضی سلطانی ہی بسبب ہلاک ہو جانے انکے مالکون کے تو وہ بیت المال کیطرف راجع ہوئین سو انکے کاشتکارون کے ہاتھ مین عاریت کے مانند ہین انتہی وفی النہر
عن الواقعات لو اراد السلطان شراءہا لنفسہ یامر غیرہ ببیعہا ثم لیشتریہا منہ لنفسہ انتہی اور نہرالفائق مین واقعات سے منقول ہی کہ اگر سلطان بیت المال کی
زمین کی خرید کا ارادہ کرے تو اپنے غیر کسی شخص کو مثلاً وکیل بیت المال کو امر کرے اسکے بیچڈالنے کا پھر اسکو اسکے مشتری سے خرید کرلے اپنے واسطے انتہی ہم طحطاوی
نے کہا یہ قول مخالف ہی قول سابق کے کہ امام کو بیت المال کے وکیل سے بھی خرید کرنا جائز نہین مگر یہ کہ اسکو اُس حالت پر محمول کیجیے جب سلطان کو ضرورت شدید پیش آئی
آوے وإذا لم یعرف الحال فی الشراء من بیت المال فالاصل الصحۃ وبعرف صحۃ وقف المشتراۃ من بیت المال ان شروط الوقفین صحیح وانہ لاخراج علی اراضیہا اور جبکہ
حال معلوم نہو بیت المال سے خرید کرنے کا یعنے بوقت شراء مجوز بیع شرعاً حاصل تھا یا نہ تھا تو اصل یہان صحیح ہونا خرید کا ہی اور بسبب اصل صحت کے معلوم ہو گئی صحت
وقف اس زمین کی جو بیت المال سے خرید ہوئی اور یہ کہ شروط وقفین کی صحیح ہین اور یہ کہ اُس اراضی موقوفہ پر خراج نہین ہم جب شروط وقفین کی صحیح ہوئین تو انکے
بموجب عمل کرنا چاہیے گا اور یہ جو وہمی نے توہم کیا ہی کہ اراضی مذکورہ بیت المال کے حکم پر باقی ہی سو غیر صحیح ہی وموات احیاہ ذمی باذن الامام اور صحیح نہ کہا مرخراجیۃ
اور جس لاوارث افتادہ زمین کو ذمی نے بحکم امام آباد کیا یا امام نے اسکو بطور عطا دیا چنانچہ مذکور ہو چکا وہ خراجی ہی ولو احیاہ مسلم اعتبر قربہ لان ما قارب الشیء یعطے حکمہ
اور اگر زمین افتادہ کو مسلم نے آباد کیا تو اسکا قرب معتبر ہوگا کیونکہ جو شے کے قریب ہوتا ہی اسکو اسی کا حکم دیا جاتا ہی ہم اگر وہ زمین خراجی کے قریب ہی تو وہ بھی
خراجی ہی اور اگر عشری کے نزدیک ہی تو عشری ہی اور یہ مذہب ہی ابو یوسف کا چنانچہ گھر کے آگے کے میدان مین صاحب خانہ منتفع ہوتا ہی اگرچہ وہ اسکی ملک مین
نہو یعنے اسکو بسبب قرب کے وہان مٹی ڈالنا اور گھوڑا باندھنا درست ہی کذا فی المنح وکل منہما ای العشریۃ والخراجیۃ ان سقے بماء العشر اخذ منہ العشر الا ارض
کافر تسقے بماء العشر اذ الکافر لایبتدأ بالعشر اور دونون قسمین یعنے زمین عشری اور خراجی اگر عشر کے پانی سے سینچی جاوے تو اُس سے
عشر لیا جائیگا مگر کافر کی زمین جو عشر کے پانی سے سینچی اُس سے خراج ہی لیا جاویگا نہ عشر اسواسطے کہ کافر سے عشر لینے مین ابتدا نہین
کی جاتی بالاتفاق وان سقے بماء الخراج اخذ منہ الخراج لان النماء بالماء اور اگر زمین سینچی جاوے خراج کے پانی سے تو اُس سے خراج
لیا جائیگا اسواسطے کہ افزونی ملکیت کی پانی سے ہوتی ہی ہم علامہ نوح نے فرمایا کہ یہ تفصیل فقط اموات یعنے افتادہ زمین مین جاری

یہ دو الاتقسیم اراضی کی باعتبار اسکی ذات کے عشری اور خراجی کیطرف ہو چکی قطع نظر پانی سے تو زمین افتادہ غیر مزروع کو قبل سینچنے پانی کے عشری اور خراجی موصوف نہیں کرسکتے
اور مصنف نے یہ قول مخالف کیا قول سابق کے یعنے اول کو معتبر کیا بموجب قول ابو یوسف کے اور حالانکہ دوسری بار پھر پانی کو مذکور کیا بموجب قول محمد کے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وھو ای الخراج
نوعان خراج مقاسمۃ ان کان الواجب بعض الخارج کالخمس ونحوہ وخراج وظیفۃ ان کان الواجب شیئا فی الذمۃ یتعلق بالتمکن من الانتفاع بالارض ور
وہ یعنی خراج دو قسم پر ہے ایک خراج مقاسمہ ہے اگر واجب بعض خارج ہو جیسے پانچواں حصہ یا نصف یا مانند اسکے اور دوسری قسم خراج وظیفہ ہے اگر واجب کچھ چیز معین ذمہ پر
جو متعلق ہے بسبب قادر ہونے کے زمین کی انتفاع سے ہم اہل ہند خراج کو محصول اور لگان کہتے ہیں اور خراج مقاسمہ کو بٹائی اور خراج وظیفہ کو جمع بندی کہتے ہیں خراج مقاسمہ خارج یعنے
ملکیت کی پیداوار سے متعلق ہے نہ قدرت انتفاع سے یہان تک کہ اگر زراعت کھیت نہ ہو دیگا اسپر کچھ دینا واجب نہیں کا بخلاف خراج وظیفہ خلاصہ یہ ہے کہ خراج مقاسمہ بحکم عشر ہو لیکن
مصرف اسکا خراج ہے کذا فی شرح الملتقی کما وضع عمر رضی اللہ عنہ علی السواد لکل جریب ہو ستون ذراعا فی ستین بذراع کسریٰ سبع قبضات فیل المعتبر فی کل بلدۃ عرفہم وعرف مصر قصبۃ
بالفدان فتح وعلی الاول والمعول بحر چنانچہ خراج وظیفہ مقرر فرمایا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سواد عراق پر ہر جریب کے واسطے جریب عبارت ہے شصت در شصت گز سے یعنے ساٹھ گز
طول اور ساٹھ گز عرض کسریٰ کے گز سے جو سات قبضے کا گز ہے اور بعضوں نے کہا جریب میں ہر شہر کا رواج معتبر ہے اور مصر کا رواج اندازہ کرنا ہے فدان سے کذا فی الفتح اور اعتماد قول اول پر ہے
کذا فی البحر ہر ملک کے رواج کا قائل صاحب کافی حافظ الدین رصاحب محیط ہیں اور قول اول مسوط میں صحیح اور معتمد ہوا کہ اگر ہر ملک کا رواج معتبر ہو تو خراج میں تعین لازم آتا ہے اتحاد خراج کا باوجود اختلاف
مقادیر کے ہندوستان میں مساحت زمین کی بیگھے کے حساب سے ہوتی ہے ہر بیگہہ ساٹھ گز قطعی طول میں اور اسیقدر عرض میں ہوتا ہے اور قطعی گز تخمیناً تہائی زائد ہے کسریٰ کے گز سے
یبلغہ الماء صاعا من بر او شعیر ودرہما علیہ فالصاع من اجود النقود زیلعی فاروق اعظم نے ہر ایک جریب میں جہان پانی پہونچتا ہے ایک صاع گیہون یا جو اور ایک درم نہایت
کھرے کو مقرر کیا کذا فی الزیلعی درہما کا عطف صاع پر ہے جہ پانی پہونچنے سے مراد یہ ہے کہ وہ زمین لائق زراعت کے ہو صاع سے مراد وہ صاع ہے جو آٹھ رطل ہوتا ہے اور لکھنؤ کے
سیر سے ایک صاع تخمیناً تین سیر اور ایک چھٹانک ہے بحر الرائق میں کہا جو اناج کھیت میں بویا جاوے اُس سے ایک صاع لیا جاویگا گیہون یا جو یا جوار اور یہی صحیح ہے غنیہ اور
درہم سے وہ درم مراد ہے جو دس درم سات مثقال کے برابر ہون تو ایک درم تین ماشہ اور ایک رتی اور خمس رتی چاندی کا ہوا خلاصہ یہ ہوا کہ خلافت فاروقیہ میں فی بیگہہ تخمیناً تین سیر
پختہ اناج اور پانچ آنہ محصول زمین کا مقرر ہوا ولجریب الرطبۃ خمسۃ دراہم اور رطبہ کی ہر جریب میں پانچ درم خراج مقرر ہوا نہر الفائق میں ہے کہ اہل مصر رطبہ کو برسیم
اور قرط کہتے ہیں اور غایہ میں ہے کہ رطبہ قصب کا نام ہے جیسے کہ وہ تر ہے اور جوہری نے تفسیر ثانی پر اقتصار کیا اور مغرب میں ہے رطبہ بفتح را و قصب را طب ہے جمع اسکی رطاب
اور کتاب العشر میں ہے کہ بقول غیر رطاب میں بقول جیسے گندنا اور رطاب کگڑی کھیرا اور خربوزہ اور بینگن اور جو اسکے مشابہ ہو اور کتب لغت میں قول اول ہی کو ذکر کیا انتہی کلام النہر
رطبہ اور قصب کو فارسی میں سپست کہتے ہیں وہ نباتی ہے پھیل کے مانند گھوڑے اُسکو کھاتے ہیں اور ظاہر التفسیر کتاب العشر کی فقہ میں زیادہ تر لائق اعتماد کے ہوگی واللہ تعالیٰ
اعلم ولجریب الکرم والنخل متصلۃ قید فیہما ضعفہا اور ہر جریب انگور اور نخلستان میں جنکے درخت باہم متصل ہون اُسکا دونا خراج ہے یعنے فی جریب دس
درم جسکے تخمیناً تین روپے ہوتے ہیں شارح نے کہا کہ اتصال اشجار کی انگور اور کھجور دونوں میں قید ہے ہم جس زمین کے گرد احاطہ ہو اور اُسمیں ایسے گھنے درخت انگور کے ہون
جسکے نیچے زراعت نہو سکے اُسکو زبان عرب میں کرم بولتے ہیں کذا فی النہر ولما سواہ مما لیس فیہ توظیف عمر کزعفران وبستان ہو کل ارض یحوطہا حائط وفیہا نخیل
متفرقۃ ویمکن الزرع تحتہا فلو ملتفۃ ای متصلۃ لا یمکن زراعۃ ارضہا فہو کرم طاقتہ اور ماسواے اقسام ثلثہ مذکورہ کے جسمین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
توظیف اور تعیین نہین چنانچہ زعفران اور بوستان بقدر اسکی طاقت کے خراج ہے شارح نے کہا بوستان اُس زمین کا نام ہے جسکے گرد احاطہ ہو اور اُسمین متفرق
درخت ہون اور زراعت اُسکے نیچے ممکن ہو اور اگر اسکے درخت پیچان ہون یعنی ایسے متصل ہون جسکی زمین کی زراعت ممکن نہو وہ کرم ہے ونہایۃ الطاقۃ نصف
الخارج لان التنصیف عین الانصاف فلا یزاد علیہ فی خراج المقاسمۃ ولا فی الموظف علی مقدار ما وظفہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وان طاقت علی الصحیح اور
نہایت طاقت نصف خارج ہے اسواسطے کہ تنصیف یعنے آدھا لینا عین انصاف ہے تو نصف خارج پر زیادہ نہ کیا جاسے بٹائی کے محصول میں اور نہ جمع

ف — زمین جسکو لوگ عرف عام میں کرتے ہیں بیگہہ... اندازہ محصول کا اہل اسلام کے ۱۲ سنہ

محصول مین زیادتی چاہیے اُس مقدار سے جسکو امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر فرمایا اگرچہ زمین خراج فاروقی سے زیادہ کی طاقت رکھتی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الکافی اور
خراج فاروقی سے زیادہ لینا اسواسطے نہین کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملون سے پوچھا کہ شاید تمنے زمین پر زیادہ محصول مقرر کیا جسکی اُسکو طاقت نہین انھون نے کہا
نہین بلکہ ہمنے بقدر طاقت کے معین کیا ہے اور اگر ہم اس سے بھی زیادہ مقرر کرتے تو بھی اُسمین گنجایش تھی انتہی تو اس سے ثابت ہوا کہ باوجود طاقت اور گنجایش کے بھی زیادہ لینا جائز
نہین اسواسطے کہ فاروق عادل نے باوجود دریافت طاقت اور گنجایش کے بھی زیادہ لینا تجویز نہ کیا اور یہی قول امام اعظم کا صحیح ہے چنانچہ کافی مین موجود ہے تو جو زمین کہ بعد فاروق
اعظم کے مفتوح ہوئی سو اگر اُسمین گیہون پیدا ہوتے ہون اور حاکم چاہے کہ آٹھ سیر فی جریب دو درم مقرر کرے باوجود طاقت اور گنجایش کے تو ہرگز جائز نہین کذا فی المنح
طحطاوی نے کہا کہ یہ نص صریح ہے اُس محصول کے حرام ہونے پر جسکو حکام ظالمین خراج فاروقی سے زیادہ لیتے ہین اور اگر یہ بھی مسلم کیجیے کہ اراضی بیت المال کی ہو کر مستاجرہ
ہو گئی ہے خراج باقی نہی تو بھی اجرت کی زیادتی خراج سے جائز نہین چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا وینقص مما وظفت علیہا ان لم تطق بان لم یبلغ الخارج ضعف الخراج
الموظف فینقص الی نصف الخارج وجوبا وجوازا عند الاطاقۃ وینبغی ان لا یزاد علی النصف ولا ینقص عن الخمس حدادی اور کم کیا جاے اُس خراج سے جو زمین پر مقرر ہو گیا
اگر زمین کو اُسکی طاقت نہو اسطرح کہ زمین کا غلہ خراج مقرر کے دوچند تک نہ پہونچے تو خراج گھٹایا جاوے نصف خارج تک بنا بر وجوب کے اور بنا بر جواز کے طاقت کیوقت اور لائق یون ہے
کہ زیادہ نہ لیا جاے نصف خارج سے اور کم نہ کیا جاے خمس سے کذا ذکرہ الحدادی یعنے اگر مثلا دس سیر فی جریب غلہ پیدا ہو تو محصول پانچ سیر سے زیادہ نہ لے اور دو سیر سے کم نہ کرے اور یہ حکم
شبابی کا ہے کذا فی الحلبی عن البحر وفیہ ایضا عن الرملی وانما الخراج کراہ جعلیہ خراج الارض الصالحۃ ان لطعم اور اُسمین یعنے جوہرہ حدادی مین ہے اگر ایک شخص خراجی زمین مین انگور بوئے
یا کوئی اور درخت پھلدار تو اُسپر زمین کا خراج واجب ہے یہان تک کہ انگور وغیرہ کھانے کے لائق ہون ہم خراج زمین سے خراج زراعت مراد ہے یعنے ایک صاع اور ایک درم کذا قولہ فلہ
الکرم زرع الحب فعلیہ خراج الکرم اور اسیطرح اگر انگور کو اکھاڑے اور اناج بوئے تو اُسپر انگور کا خراج واجب ہے ہم اُسپر ہمیشہ انگور کا خراج واجب ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اعلے کو چھوڑ کر
ادنی کو اختیار کیا فتاوی عالمگیری مین ہے کہ جو اخس الامرین کیطرف انتقال کریگا بدون عذر کے اُسپر عمدہ کا خراج واجب ہوگا جیسے زعفران چھوڑ کر مثلا باجرا بوئے اور اس
مسئلہ کو دریافت کرنا چاہیے اُسکا فتوی نہ دینا چاہیے حاکم ظالم لوگون کے مال نہ چھین لین یعنے جبکہ مال ظلم سے لیا چاہینگے تو اُسپر تہمت رکھینگے کہ اُسنے مثلا انگور یا زعفران
کی زراعت چھوڑ کے جوار یا باجرا بویا اور اُسپر خراج زعفران اور انگور کا لینگے واذا اطعم فعلیہ قدر ما یطیق ولا یزید علی عشرۃ دراہم ولا ینقص عما کان اور جبکہ انگور
کھانے کے لائق ہو تو اُسپر خراج لازم آویگا اتنا جسکی طاقت ہے اور نہ زیادہ کرے دس درم پر اور نہ کم کرے اس محصول سے جو اُس مین پر قبل انگور بونے کے تھا ہم
طحطاوی نے کہا اذا اطعم مسئلہ اولی سے مرتبط ہے تو بہتر یون تھا کہ بعد ان لطعم کے مذکور کرتا وکل ما لا یمکن الزرع تحت شجرۃ فبستان والا یمکن فکرم اور جہان زراعت
ممکن ہو درخت کے نیچے وہ بستان ہے اور جہان ممکن نہو وہ کرم ہے یہ مضمون مکرر ہو چکا واما الاشیاء التی علی المسناۃ فلا شیء فیہا انتہی اور جو درخت کہ پانی کے بان پر لگے
ہین اُنمین کچھ خراج نہین انتہی ما فی الجوہرہ لحدادی ہم مسناۃ بضم میم وتشدید نون بجامع اللغہ مین کہا کہ وہ عرم ہے یعنے جو سیلاب روکنے کیواسطے بنایا جاوے کذا فی الطحطاوی
وفی زکوۃ الخانیۃ قوم شروا ضیعۃ فیہا کرم وارض فشری احدہما الکرم والاخر الارض وارادوا القسمۃ الخراج فلو یعلم الحکم کان قبل الاشتراء والا کان کان جملۃ فان لم تعرف
الکرم الا کرو ما قسم بقدر الحصص اور خانیہ کی کتاب الزکوۃ مین مذکور ہے کہ ایک قوم نے ایک قریہ خرید کیا جسمین انگور اور زمین ہے سو ایک شخص نے انگور کے
باغ مول لیے اور دوسرے نے اراضی مول لی اور دونون نے قسمت خراج کا ارادہ کیا تو اگر خراج معلوم ہو یعنے انگور کا خراج علیحدہ اور اراضی کا خراج علیحدہ
معلوم ہو تو ویسا ہی خراج باقی رہیگا جیسا خرید کرنے سے پہلے تھا اور اگر انگور اور زمین کا خراج جدا جدا معلوم نہو تو خراج وہان کا مجمل اور مجموعہ رہیگا سو اگر انگور
سوم انگور کے کچھ اور نام ہے مشہور نہون تو خراج کی تقسیم ہوگی بقدر حصون کے یعنے کوئی شخص انگور کو اراضی نہ جانتا ہو اور اراضی کو انگور نہ جانتا ہو تو مجموع
خراج قریہ کا بقدر اُنکے حصون کے قسمت پذیر ہوگا کذا فی الحلبی عن الخانیۃ قریۃ خراجہم متفاوت طلبوا التسویۃ ان لم یعلم قدرہ ابتداء ترک علی ما کان ایک قریہ
ہے کہ وہان کے لوگونکا خراج مختلف ہے کسی پر کم اور کسی پر زیادہ پھر اہل قریہ نے خراج برابر کر دینے کی درخواست کی اگر مقدار خراج کی

ابتدا سے معلوم ہوگیا کہ اگر بچا یا کم بیچ تو بطور سابق چھوڑ دیا جاویگا (والخراج ان غلب الماء علی ارضہ او انقطع الماء) وا صاب الزرع آفۃ سماویۃ کغرق وحرق وشدۃ برد الا او ذاتی من سنتہ امکن الزرع فیہا لیا اور محصول نہین اُس کشتکار جسکی زمین پر پانی غالب ہوا یا پانی وہان سے منقطع ہوگیا یا کھیت کو آسمانی آفات پہونچین جیسے کھیتی کا ڈوبنا یا جل جانا یا زیادتی سردی کی برف پڑنی سے مگر اُسوقت البتہ محصول ہوگا جب ان آفات کے بعد سال مین سے اسقدر مدت باقی رہے جسمین دوسری بار زراعت ہوسکے فتح القدیر مین کہا فتوی اسپر ہے کہ اگر ابتدا آفات مذکورہ کے سال مین سے تین مہینے باقی رہین تو خراج ساقط ہوگا اور آفات سماویہ سے وہ مراد ہے جسکو انسان دفع نہ کرسکے فتاوی خیریہ مین کہا کہ زراعت کو ٹڈی کا کھانا بھی غرق و حرق کے ساتھ ملحق کیا ہے اسواسطے کہ اُسکا دفع کرنا نہین ہوسکتا اور شک نہین کہ کھیت مین کیڑا لگنا اور چوہا اور سنڈی کا بھی یہی حکم ہے اسلئے کہ انکا دفع نہین لیکن ہمارے اکثر علمانے بندر اور درندے جانور اور انعی مین سقوط کی تصریح کی ہے اور کچھ فرق نہین خراج وظیفہ اور خراج مقاسمہ اور عشر مین زراعت کے مانند رطبہ اور کرم اور مانند انکے مین یہی قول ہے سقوط خراج با آفات مذکورہ انصاف سے قریب ہے اور ظلم سے دور ہے انتہی اور فتاوی عالمگیری مین جیز کردری سے منقول ہے کہ بادشاہ نے اپنے وزیر سے پوچھا کہ کیا تھا کہ جب رعیت کی زراعت آفت مین رسیدہ ہوئی تھی تو اسکو بیج وغیرہ مصارف اپنے خزانہ سے دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اپنی رعیت کشتکار کے نفع مین شریک ہین تو ہم انکے نقصان مین کیون نہ شریک ہون تو بادشاہ اسلام اس نیک خصلت مین سزاوار ہے انتہی بحر الرائق مین کہا کہ اگر بادشاہ مزارع کو کچھ نہ دے تو لا اقل کہ اسپر سے خراج کو ساقط کرے (اما اذا کانت الآفۃ غیر سماویۃ ویمکن الاحتراز عنہا کاکل قردۃ وسباع ونحوہما کالانعام وفارۃ ودودۃ بحر او ہلک الخارج بعد الحصاد) (لا یسقط وقبلہ یسقط) اور جب آفت آسمانی نہو اور اُس سے بچ رہنا ممکن ہو جیسے بندر اور درندے جانور اور انکے مانند کے کھیتی کھا جانے سے جیسے چوپائے جانور اور چوہا اور کیڑا کذا فی البحر یا ہلاک ہوگیا غلہ کھیت کاٹنے کے بعد تو خراج ساقط نہوگا اور قبل کھیت کاٹنے کے اگر غلہ تلف ہوگیا تو خراج ساقط ہوگا مگر اُسوقت ساقط نہوگا جب سال مین اتنی مدت باقی ہو جسمین دوبارہ کھیتی ہوسکے چنانچہ یہ قید کلام سابق سے مفہوم ہوتی ہے نہر الفائق مین کہا کہ کیڑے کو آفت سماوی مین داخل کرنا مسلم نہین بلکہ ایسے کو آفت آسمانی ہونے مین تردد کرنا لائق نہین اسواسطے کہ اُس سے احتراز ممکن نہین (و) لو ہلک بعضہ ان فضل عما انفق شیء اخذ منہ مقدار ما بیناہ مصنف سراج وتمامہ فی الشرنبلالیۃ معزیا للبحر اور اگر تمام غلہ ہلاک نہوا بلکہ بعض ہلاک ہوا تو اگر کچھ غلہ فاضل پڑا ہے خرچ سے تو اُس سے خراج لیا جاوے اسقدر جسکو ہمنے بیان کیا کذا ذکر المصنف فی شرحہ عن السراج الوہاج اور پورا بیان اسکا شرنبلالیہ مین ہے بحر الرائق سے ہم منح الغفار مین سراج وہاج سے منقول ہے کہ اگر بعض خارج ہلاک ہو تو محرر نے کہا کہ اگر غلہ خراج کا دونا باقی رہا اسطرح کہ فی جریب بمقدار دو درم اور دو صاع کے باقی رہا تو خراج واجب ہے اور اگر مقدار خرچ کم باقی رہا تو نصف واجب ہے ہمارے مشایخ نے کہا اسمین صواب یہ ہے کہ اول اسکو دیکھنا چاہیے کہ زارع کا اس کھیت مین کتنا خرچ ہوا پھر غلہ کی پیدائش کو دیکھنا چاہیے تو پہلے غلہ سے مزارع کے خرچ کو پورا کرے پھر اگر کچھ بچے تو اسمین سے وہ مقدار خراج لے جسکو ہمنے بیان کیا یعنی نصف لے (قال وکذا حکم الاجارۃ فی الارض المستاجرۃ) شرنبلالیہ مین کہا اور یہی حکم ہے اجارہ ارض مستاجرہ مین ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین مذکور ہے کہ حکم اجارہ مخالف حکم خراج ہے اسواسطے کہ بقدر استیفا اجرت لیجاتی ہے بخلاف خراج کے تو اجارہ کو خراج کے ساتھ ملحق کرنا ظاہر صحیح نہین (فان عطلہا صاحبہا وکان خراجہا موظفا او اسلم صاحبہا او اشتری مسلم من ذمی ارض خراج یجب الخراج) پھر اگر خراجی زمین کو اُسکے مالک نے معطل رکھا نہ بویا اور اُس زمین کا خراج موظف یعنی جمعی تھا یا اُس زمین کا مالک مسلمان ہوگیا یا مسلمان نے ذمی سے زمین خراج کی مول لی تو ہر صورت مین خراج واجب ہے ہم مصنف نے نسبت تعطیل سے اشارہ کیا کہ صاحب ارض زراعت پر قادر تھا اور اُسنے زراعت نہ کی تو تقصیر اُسکی ثابت ہوگی لہذا خراج اُسپر لازم آیا اور اگر مالک زراعت کرنے سے عاجز ہو بسبب اپنے ناطاقت ہونے کے یا بسبب فقدان اسباب کے تو حاکم کو چاہیے کہ اُسکی زمین کسی شخص کو بٹائی پر دے اور مالک کے حصے سے خراج لیکر باقی کو مالک کے واسطے رکھے اور اگر حاکم چاہے زمین کو اجارہ دے اور خراج اجرت سے لے خواہ بیت المال کے مال سے زراعت کرا دے اور اگر یہ کچھ نہو سکے تو زمین کو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت سے خراج لے اور یہ حکم بلا اختلاف ہے کذا فی البحر اور خراج لینے کے بعد جو قیمت باقی رہے وہ مالک کو دے اور بعد بیع کے مشتری سے خراج لیا کرے کذا فی النہر الفائق مسلمان پر ابتداء خراج نہین بلکہ بقاء ہے اسواسطے کہ صحابہ کرام نے زمین خراج کی مول لی تھی

اسکا خراج دیا کرتے تھے کذا فی فتح القدیر ولو منعہ انسان من الزراعۃ او کان الخراج خراج مقاسمۃ لایجب شیء سراج اور اگر ذمی کو زراعت کرنے سے کسی انسان نے روکا یا خراج بٹائی کا خراج تھا تو کوئی چیز واجب نہیں کذا فی السراج اسواسطے کہ روکنے سے اُسکی عاجزی ثابت ہوگئی اور بٹائی کا خراج بدون پیدائش کے لازم نہیں

وقد علمت ان الماخوذ من اراضی مصر اجرۃ لا خراج فما یفعل الان من الاخذ من الفلاح وان لم یزرع ویسمی ذلک فلاحۃ واجبارہ علی السکنی فی بلدۃ معینۃ لعمر دارہ ویزرع الاراضی حرام بلاشبہۃ نہر اور تجکو معلوم ہو چکا کہ جو حاصل ہوتا ہے اراضی مصر سے اجرت ہے نہ خراج سو جو کہ اب معمول ہے کہ کاشتکار سے لینے کا اگرچہ وہ نہ بووے اور یہ مسمے بفلاحت ہے اور کاشتکار پر جبر کرنا ایک شہر معین کے رہنے پر کہ اپنے گھر کو آباد رکھے اور اراضی میں

زراعت کرے سو حرام ہے بلاشبہہ کذا فی النہر ونحوہ فی الشرنبلالیۃ معزیا للبحر حیث قال وتقدم ان مصر الان لیست خراجیۃ بل بالاجرۃ فلاشیء علی من لم یزرع ولم یکن مستاجرا ولا یجبر علیہ بسببہا فما یفعلہ الظلمۃ من الاضرار بہ حرام خصوصا اذا اراد الاشتغال بالعلم اور مانند نہر الفائق کے شرنبلالیہ میں ہے بحر الرائق کی طرف نسبت کرکے چنانچہ یوں کہا ہے اور مقدم مذکور ہو چکا کہ اراضی مصر کی بالفعل خراجی نہیں بلکہ باجرت ہے تو کوئی چیز اُسپر واجب نہیں جسنے کہ زراعت نکی اور حالانکہ وہ مستاجر نہیں یعنے درصورت مستاجری اور تمکن کے اجرت واجب ہوگی اور اُسپر جبر نہیں اُسکے سبب سے تو جو حکام ظالمین اُسکو

ضرر پہونچاتے ہیں وہ حرام ہے خصوصا جبکہ مزارع اشتغال علم کا ارادہ کرے وقالوا لو زرع الاخس قادرا علی الاعلی کزعفران فعلیہ خراج الاعلی وہذا یعلم ولا یفتی بہ کیلا یتجری الظلمۃ علما نے کہا کہ اگر مزارع بووے کمتر چیز عمدہ پر قادر ہو کر چنانچہ زعفران چھوڑ کر جو بووے تو اُسپر عمدہ چیز کا خراج واجب ہے اور اس مسئلہ کو دریافت کیجیے اسکا فتوی نہ دیجیے تاکہ حکام ظالمین لوگوں کے اموال پر جرات نکرین یعنے اگر حاکم ظالم اسکا فتوی پائیگا تو اُسکو مال لینے کا یہ حیلہ ملیگا کہ جسنے مثلا زعفران چھوڑ کر جو بویا اور اُس سے زعفران کا محصول ناحق لیگا اور یہ صریح ظلم ہے باع ارضا خراجیۃ ان بقی من السنۃ مقدار ما یمکن المشتری من الزراعۃ فعلیہ الخراج والا فعلی البائع عنایۃ بیچا خراجی زمین کو اگر سال سے اتنی مدت باقی ہے جسمین مشتری زراعت کرنے پر قادر ہے تو مشتری پر خراج ہے اور نہین تو بائع پر کذا فی العنایۃ ثم فی فتح القدیر سے مذکور ہو چکا کہ امکان زراعت مین تین مہینے پر فتوے ہے ولا یوخذ العشر من الخارج من ارض الخراج لانہما لا یجتمعان خلافا للشافعی بحر اور نہ لیا جاے عشر خراجی زمین کے غلہ سے اسواسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک بموجب حدیث کے عشر اور خراج مجتمع نہین ہوتے بخلاف امام شافعی کے کذا فی الفتح ولا یتکرر الخراج بتکرر الخارج فی سنۃ لو موظفا اما ان کان خراج مقاسمۃ تکرر لتعلقہ بالخارج حقیقۃ اور دوبار خراج نہین لیا جاتا دوبار غلہ پیدا ہونے سے ایک سال میں اگر جمعی خراج ہے اور اگر جمعی خراج نہو اسطرح پر کہ بٹائی کا خراج ہو تو دوبار لیا جائیگا اسلیے متعلق ہونے بٹائی کے خارج پر فی الحقیقۃ یعنے جو بار غلہ پیدا ہوگا بانٹ دینا ہوگا کالعشر فانہ یتکرر بٹائی کا خراج عشر کے مانند مکرر ہوتا ہے زراعت کی مکرر سے ترک السلطان او نائبہ الخراج لرب الارض او وہبہ ولو بشفاعۃ جاز عند الثانی وحل لو مصرفا والا تصدق بہ بہ یفتی وما فی الحاوی من ترجیح حلہ لغیر المصرف خلاف المشہور سلطان یا اُسکے نائب نے خراج چھوڑ دیا زمیندار کو یا اُسکو بخشدیا اگرچہ کسی کی سفارش سے چھوڑا یا بخشا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور زمیندار کو وہ حلال ہے اگر وہ خراج کا مصرف ہے مثلا غازی یا قاضی یا مفتی یا مدرس ہو اور اگر صاحب زمین خراج کا مصرف نہو تو وہ خراج کو خیرات کرے اُسی پر فتوی ہے اور جو قول کہ حاوی قدسی میں ہے غیر مصرف کی بھی حلت کی ترجیح میں تو قول مشہور کے خلاف ہے کذا فی النہر ولو ترک العشر لا یجوز اجماعا ویخرجہ بنفسہ للفقراء سراج خلافا لما فی قاعدۃ تصرف الامام منوط بالمصلحۃ من الاشباہ معزیا للبزازیۃ فتنبہ اور اگر سلطان عشر چھوڑ دے عشری زمین کے مالک کو تو جائز نہیں باتفاق صاحبین کے اور مالک اُسکو آپ نکالے فقیروں کے واسطے کذا فی السراج بخلاف اُس قول کے جو اشباہ کے اس قاعدے میں ہے بزازیہ کی طرف نسبت کرکے کہ تصرف امام کا مصلحت سے متعلق ہے سو آگاہ رہنا ہم درر المنتقی مین کہا بزازیہ میں ہے زمین عشری کے مالک کو عشر کا چھوڑنا جائز ہے جبکہ وہ غنی ہو

باقیہ لیکن اگر وہ غنی ہو اور سلطان عشر کا ضامن ہے خراج کے بیت المال سے صدقات کے بیت المال کو اور اگر وہ فقیر ہو تو ضمانت نہیں ہے پھر یہ حکم جب ہی ہے جبکہ عشر یعنی
لیکر اسکو صرف ہونے دیا ہو اسیطرح اگر عشر مقاتلین کو امام نے دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ عشر مقاتلین کی قوت سے حاصل ہوا اشرح حلبی نے کہا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ
یہ روایت رافع اختلاف ہے یعنی عشر کا چھوڑنا جو منع ہے تو وہ ہر غیر مستحق کو ہے لیکن مقاتل اور مثال اسکے غازی ہیں لہٰذا ان کے واسطے جواز کا قول ہے اور مقاتلین پر محمول ہے واللہ تعالیٰ اعلم

کذا فی الطحطاوی وفی النہر یعلم من قول الثانی حکم الاقطاعات من اراضی بیت المال اذ حاصلہا ان الرقبۃ لبیت المال والخراج لہ وحینئذ فلا یصح بیعہ
ولا ہبتہ ولا وقفہ نعم لہ اجارتہ تخریجا علی اجارۃ المستاجر انتہی اور نہرالفائق میں ہے کہ ابویوسف کے قول سے یعنی جواز ترک خراج یا اسکے ہبہ کرنے سے مصرف
خراج کیواسطے معلوم ہوتا ہے بیت المال کی اراضی کی معافی کا حکم اسواسطے کہ معافی کا حاصل یہ ہے کہ رقبہ زمین بیت المال کا مملوک ہے اور تحصیل زمین کا
معافیدار کیواسطے ہے اور اسوقت میں تو صحیح نہیں معافیدار کی بیع اور نہ اسکا ہبہ اور نہ اسکا وقف ہاں اسکو جائز ہے اجارہ دینا بقیاس اجارۂ مستاجر
اقطاعات کو بعضے عرف میں انعام کہتے ہیں اور بعضے اسکو جاگیر و صلہ بولتے ہیں اور صورت اسکی یہ ہے کہ بادشاہ قطعۂ ارض خراجیہ کو بعضے لوگوں کو عطا
کرے کہ وہ اس سے فائدہ پاویں تو یہ جائز ہے بشرطیکہ منعم علیہ یعنی جسکو بادشاہ نے عطا کی وہ مصرف خراج ہو ابویوسف کے نزدیک کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
اور ہندوستان کے عرف میں اقطاعات کو معافی کی زمین اور ائمہ اور ملک اور معاش بولتے ہیں اور جسکو وہ زمین ملی اسکو معافیدار و ائمہ دار و ملکی
کہتے ہیں اراضی معافیکا بیچنا اور وقف کرنا اسواسطے جائز نہیں کہ معافیدار اسکی مملوک نہیں اسکو فقط خراج میں اختیار ہے وفی البحر ومن الحوادث لو اقطعہا

السلطان لہ ولاولادہ ونسلہ وعقبہ علی ان من مات منہم انتقل نصیبہ الی اخیہ ثم مات السلطان ہل ینتقل من اقطعہ السلطان فی زمان سلطان
آخر ہل یکون لاولادہ ام لا والذی یقتضی قواعدہم الغاء التعلیق بموت المعلق فتدبرہ اور منجملہ حوادث فتوی یہ مسئلہ ہے کہ اراضی کو اگر معاف کر دیا سلطان نے اسکو
اور اسکی اولاد کو اور اسکی نسل اور ذریت کو اس شرط پر کہ اسکی اولاد میں جو مرے اسکا حصہ اسکے بھائی کو پہونچے پھر معاف کرنے والا سلطان مر گیا
اور جسکے واسطے معافی ہوئی وہ دوسرے سلطان کے زمانہ میں منتقل ہو گیا وہ معافی اسکی اولاد کیواسطے ہوگی صاحب بحر نے کہا کہ اس مسئلہ کو میں نے فقہا کے کلام میں
نہیں دیکھا اور مقتضی انکے قواعد کا تعلیق کا لغو کرنا ہے تعلیق کرنے والے کی موت سے سو اسکو غور کرو ہم تعلیق سے یہ قول مراد ہے کہ جو انمیں سے مرے اسکا حصہ اسکے بھائی کو
منتقل ہو اور تعلیق کرنیوالے سے سلطان اول مراد ہے طحطاوی نے کہا ظاہر اسکا یہ حکم ہے کہ وہ اراضی اسکی اولاد کیواسطے ہے اسواسطے کہ اسکی اولاد بالاصالت معافیدار ہے
بلا تعلیق کے ولو قطعہ السلطان ارضا مواتا او ملکہا السلطان ثم وقفہا لہ جاز وقفہا اور اگر سلطان نے زمین افتادہ ایکشخص کو معاف کر دی یا بادشاہ
زمین مذکور کا مالک ہوا پھر اسنے ایکشخص کو معاف کر دی تو اسکو وقف کرنا اسکو جائز ہے زمین افتادہ کی معافی سے یہ مراد ہے کہ اس شخص نے زمین
مذکورہ کو آباد کیا باذن سلطان اور تملیک سلطان سے یہ مراد ہے کہ سلطان نے زمین مذکورہ کو اپنے واسطے آباد کیا وقف کرنا اس شخص کا اسواسطے صحیح ہوا کہ وہ زمین مذکورہ کا
مالک ہو گیا بملک حقیقی تو اسکو جمیع تصرفات مالکانہ جائز ہوئے والارصاد من السلطان لیس بایقاف البتۃ اور ارصاد سلطان کا وقف کرنا جائز نہیں ہے
البتہ انتہی ما فی النہر سید حموی نے کہا کہ ارصاد اس عبارت سے ہے کہ جو لوگ بیت المال کے مستحق ہیں انکے واسطے بیت المال میں سے بقدر انکے حصے یا بعض حصہ کے
جدا کر دینا سو یہ جائز ہے اسکا نقض بالاتفاق جائز نہیں و یہ حکم وزرا و مصر علما و قرا و یتامی اور بیوہ اور بنا مساجد اور جو ذکر ہوا امام اور خطیبوں کے واسطے
ارصاد مقرر ہو اسکا نقض ہرگز جائز نہیں ہے اسواسطے کہ یہ لوگ بیت المال کے مصارف سے ہیں اور بیت المال فقط مصالح مسلمین کیواسطے ہے اور ہرگز مصلحت نہیں ہے مستحقین
بیت المال کے قطع کرنے میں اور ابن عبد السلام اور اکمل اور بلقینی اور ابن جماعہ کا اسی پر فتوی ہے انتہی اور شیخ قاسم حنفی نے اپنے رسالہ متعلقہ ارصاد میں
کہا کہ اراضی بیت المال کی مساجد وغیرہ پر سلطان نور الدین شہید نے اول وقف کی اور ابن عصرون سے اسکا استفسار ہوا سو انھوں نے اسکے جواز کا فتوی دیا اور
مذاہب اربعہ کے علما انکے ساتھ متفق ہیں اور ابن عصرون اور انکے موافقین نے یہ ارادہ نہیں کیا کہ یہ وقف حقیقی ہے اسواسطے کہ وقف کرنا

غیر مالک سے صحیح نہیں یعنی سلطان بیت المال کا مالک نہیں جو اسکا وقف صحیح ہو بلکہ علماء مذکورین نے اسکو ارصاد معلوم کیا یعنی بعض بیت المال اسکے مستحقین کیواسطے علیحدہ ہو گیا تا انکو بسہولت پہونچ جائے اسواسطے کہ فقہا اور ضعفا کا پہونچنا بادشاہوں تک اور اپنا حق انسے لینا متعذر یا متعسر ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فی الاشباہ

قبیل القول فی الدین افتی العلامۃ قاسم بصحۃ اجارۃ المقطع لہ وان للامام ان یخرجہ متی شاء اور اشباہ میں قبیل گفتگو دیکھے ہو علامہ قاسم نے اجارہ معافیدار کی صحت کا فتوی دیا اور یہ کہ امام کو جائز ہے کہ معافیدار کو جب چاہے خارج کر دے یعنی ارضی کو ضبط کرے ہم و بہ صحت اجارہ یہ ہے کہ معافیدار منافع ارضی کا

مالک ہو تو وہ مستاجر کے مانند ہو نہ مستعیر کے اور مستاجر کو اجارہ دینا درست ہے اسیطرح معافیدار کو بھی جائز ہے وقیدہ ابن نجیم بغیر الموات اما الموات فلیس للامام اخراجہ عنہ لانہ ملکہ بالاحیاء فلیحفظ اور معافیدار سے زمین کے نکال لینے کو ابن نجیم صاحب اشباہ نے غیر زمین افتادہ کو مقید کیا ہے اور زمین افتادہ میں تو سلطان اسکا نکال لینا معافیدار سے جائز نہیں ہے اسواسطے کہ زمین افتادہ کا بسبب آباد کر لینے کے وہ مالک ہو جاتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم والی ملک کو لازم ہے کہ تحصیل خراج پر ایسے شخص کو مقرر کرے جو رعایا پر آسانی کرے اور خراج لینے میں انصاف کرے اور جتنا غلہ پیدا ہوا سکے موافق خراج لے یہاں تک کہ پورا خراج آخر غلہ تک حاصل کرے یعنے خراج بمقدار غلہ لے یہاں تک کہ اگر زمین میں غلہ ربیع اور غلہ خریف دونوں ہوتے ہوں تو تخمین کرے اگر دونوں فصلوں میں برابر غلہ ہوتا ہو تو آدھا محصول ربیع میں لے اور آدھا خریف میں اور اسیطرح ساگ اور ترکاری کو غور کرے اگر پانچ بار کاٹی جاتی ہو تو اسکا پانچ بار میں محصول لے اور اگر چار بار کاٹی جاتی ہو تو چار بار لے وعلی ہذا القیاس جب عشر اور خراج ہو اور وہ مرجائے تو اسکے متروک سے لے اور خراج لینا چاہیے غلہ تیار ہونیکے وقت علی اختلاف البلدان اور صاحب ارضی کو حلال نہیں غلہ کھانا بدون ادا ے خراج کے اور اسیطرح عشری زمین کا غلہ کھانا جائز نہیں بدون ادا ے عشر کے اور اگر کھائیگا تو ضمان دینا ہوگا اور ارض خراج کا غلہ حبس کرنا سلطان کو جائز ہے محصول لینے کیواسطے کذا فی العالمگیریۃ

فصل فی الجزیۃ یہ فصل ہے جزیہ کے احکام میں ہی لغۃ فی الجزاء لانہا جزت عن القتل والجمع جزی کالحیۃ والحی وہی نوعان جزیہ لغت میں بمعنی جزا ہے اسواسطے جزیہ جزا واقع ہوا ہے قتل سے یعنے جزیہ قتل کا فرکا بدلا ہے اگر جزیہ نہ دیتا تو قتل کیا جاتا اور جزیہ کی جمع جزی ہے بضم اول وفتح ثانی جیسا کہ لحیہ کی جمع لحی ہے وہ یعنے جزیہ دو قسم ہے جزیۃ صلحیۃ وجزیۃ قہریۃ الموضوع من الجزیۃ بالصلح لا یقدر ولا یغیر علی ما اعتذر جو جزیہ کہ متعین ہوا بطور صلح کے اسمیں تقدیر اور تغییر نہیں عہد شکنی سے بچنے کیواسطے ہم یعنی جو جزیہ کہ تراضی سے معین ہوا تو اسکو بدل ڈالنا عہد شکنی ہے اور یہ جو کہا کہ اسمیں تقدیر نہیں یعنی تقدیر شرعیہ نہیں ہے الا وہ تو صلحاً مقدار رکھا ہے وما وضع بعد ما قہروا واقروا علی املاکہم لقدر فی کل سنۃ علی فقیر معتمل بقدر علی تحصیل النقدین باعی وجہ کان باثنا عشر

درہماً وعلی وسط الحال ضعفہ فی کل شہر درہمان وعلی المکثر ضعفہ فی کل شہر اربعۃ دراہم وہذا للتسہیل لا لبیان الوجوب لانہ باول الحول بنایۃ

ویکفی صحتہ فی اکثر السنۃ ہدایۃ اثنا عشر درہما فی کل شہر درہم اور جو جزیہ کہ ٹھہرایا جاسے کا فروں کے مغلوب ہونے اور املاک پر انکو قائم رکھنے کے بعد ہر محتاج کمانے والے پر جو تحصیل نقدین میں پیشہ اور کسی وجہ سے قدرت رکھتا ہو کذا فی العنایۃ اور تندرست رہنا اسکا اکثر سال میں وجوب جزیہ کیواسطے کافی ہے کذا فی الہدایۃ بارہ درہم شرعی معین کیے ہیں یعنی ہر مہینے میں ایک درہم یعنی تخمیناً پانچ آنہ مہینا اور متوسط الحال یعنی جو کہ نہ فقیر ہو نہ غنی اسکا دونا مقرر کیا جاتا ہے یعنے ہر مہینے میں دو درہم سال میں چوبیس اور غنی کثیر المال پر اسکا دونا ہر مہینے میں چار درہم اور یہ ماہواری اور قسط بندی واسطے آسانی کے ہے نہ واسطے بیان وجوب کے اسواسطے کہ وجوب جزیہ کا ابتدائے سال میں ہوتا ہے کذا فی البنایۃ ہم

اصل وجوب ابتدا سال میں ہے اور وجوب ادا آخر سال میں ومن ملک عشرۃ آلاف درہم فصاعداً غنی ومن ملک مأتی درہم فصاعداً متوسط ومن ملک ما دون المأتین او لا یملک شیئاً فقیر قالہ الکرخی وہو احسن الاقوال وعلیہ الاعتماد بحر واعتبر ابو جعفر العرف وہو الاصح تاتارخانیۃ اور جو دس ہزار درہم یا زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہے اور جو دو سو درہم یا زیادہ کا مالک ہو وہ متوسط الحال ہے اور جو دو سو درہم سے کمتر کا مالک ہے یا کسی چیز کا مالک نہیں وہ فقیر اور محتاج ہے یہ قول اچھا ہے

کرینگا اور یہ احسن الاقوال ہے اور اسی پر فتاویٰ ہے کذا فی البحر اور ابوجعفر طحاوی نے عرف کو معتبر کہا ہے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی التاتارخانیہ یعنے ہر شہر کا عرف معتبر ہے سو جسکو
اہل شہر غنی یا متوسط یا فقیر کہتے ہون وہی معتبر ہو فتاویٰ عالمگیری مین اسکو صحیح کہا اور ختیار مین اسکو مختار کہا کذا فی الطحطاوی ویعتبر وجود ہذہ الصفات فی آخر السنۃ فتح
لانہ وقت وجوب الاداء نہر اور موجود ان صفات کا علی اختلاف القولین آخر سال مین معتبر ہے کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ آخر سال میں جو ادا کا وقت ہے کذا فی النہر
وتوضع علی کتابی یدخل فی الیہود السامرۃ لانہم یدینون بشریعۃ موسیٰ علیہ السلام وفی النصاری الفرنج والارمن واما الصابئۃ ففی الخانیۃ توخذ منہم عندہ خلافا
لہما اور مقرر کیا جاوے جزیہ اہل کتاب پر یہودیون مین قوم سامرہ داخل ہے اسواسطے کہ وہ شریعت موسیٰ علیہ السلام پر چلتے ہین اور نصاریٰ مین فرنگی اور ارمنی
داخل ہین اور خانیہ مین ہے کہ قوم صابئی سے امام اعظم کے نزدیک جزیہ لیا جاوے نہ صاحبین کے نزدیک ہم کتابی عربی ہو یا عجمی بہر صورت اسپر جزیہ ہے اور صابئی امام کے
نزدیک منجملہ نصاریٰ ہین اور صاحبین کے نزدیک ستارہ پرست ہین حلبی نے کہا ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ صابئی منجملہ عرب ہین اسواسطے کہ اگر وہ عجمی ہوتے
تو امام اور صاحبین کا وجوب جزیہ مین اُنپر اختلاف نہ تھا اسواسطے کہ عجمی پر بہر صورت جزیہ لازم ہے کتابی ہو یا مشرک **ومجوسی** ولو عربیا لوضعہ علیہ الصلوۃ
والسلام علی مجوس ہجر اور مجوسی آتش پرست پر اگرچہ مجوسی عربی ہو بسبب مقرر کرنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے ہجر کے مجوسیون پر ہجر بفتحتین بحرین
مین ایک شہر کا نام ہے اور وہ عرب میں ہے **ووثنی عجمی** لجواز استرقاقہ فجاز ضرب الجزیۃ علیہ اور عجمی بت پرست پر بسبب جائز ہونے اُسکے استرقاق اور مملوک بنانے کے
تو اسپر جزیہ بھی جائز ہوا عجمی خلاف عربی ہے وثن وہ ہے جو دیوار مین منقوش ہو اور اُسکا جثہ نہو اور صنم اُسکا نام ہے جو بصورت انسان ہو اور صلیب وہ ہے
جسکا نقش ہو نہ صورت کذا فی النہر البحر الرائق مین کہا وثن وہ ہے جسکا جثہ ہو خواہ وہ لکڑی کا بنا ہو یا پتھر یا چاندی یا جوہر کا اور شرح ملتقی مین ہے کہ وثن وہ ہے
جسکی صورت ہو آدمی کی صورت کے مانند اور صنم صورت بلا جثہ ہے کذا فی الطحطاوی **لا علی وثنی عربی** لان المعجزۃ فی حقہم اظہر ابیعۃ جزیہ نہ مقرر کیا جاوے عربی
بت پرست پر اسواسطے کہ معجزہ اُسکے حق مین ظاہر تر ہے تو وہ معذور نہوا معجزہ حق عرب مین اسواسطے اظہر ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہین مین پیدا ہوئے اور
قرآن مجید انہین کی زبان مین اُترا تو وہ اُسکے معانی اور فصاحت کے زیادہ تر واقف ہین تو کفر انکا سخت ہوا لہذا اُنپر سخت حکم ہوا کہ جزیہ اُنسے مقبول نہین یا اسلام
لاوین یا مقتول ہوں اگر چہ اہل کتاب عرب ہے زیادہ تر عارف تھے حقیقت اسلام سے لیکن اُنمین قیاس متروک ہوگیا بسبب نازل ہونے آیت کے کہ اہل کتاب سے اخذ جزیہ کا حکم ہوا
نہ عرب سے اور عربی سے مراد عربی الاصل ہے تو اہل کتاب اس قید سے خارج ہوگئے اگرچہ وہ عرب مین ہین اسواسطے کہ وہ عربی الاصل نہین **ومرتد** فلم یقبل منہما الا الاسلام او السیف
اور جزیہ نہین مرتد پر تو کافر عربی اور مرتد سے کچھ مقبول نہین سوائے اسلام یا تلوار کے یعنے مسلمان ہون یا مقتول ہون اور چونکہ مرتد بعد اسلام کے مطلع ہو کر کافر ہوگیا لہذا اُس سے اور عربی سے غیر اسلام
یا تلوار اور کچھ مقبول نہین **ولو ظہرنا علیہم فنساؤہم وصبیانہم فئ** اور اگر ہم غالب ہوئے کفار عرب یا مرتدین پر تو اُنکی عورتین اور لڑکے غنیمت ہونگے کہ نساء اور صبیان مرتدین مسلمان
ہونے پر جبر کیے جائینگے بخلاف نساء وصبیان مشرکین عرب کے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی **ولا علی امرأۃ وعبد ومکاتب ومدبر وام ولد وصبی** ولا بالغ اور عورت اور غلام اور مکاتب
اور مدبر اور ام ولد کے لڑکے پر جزیہ نہین ہم ہدایہ مین لکھا ہے کہ ام ولد پر جزیہ نہین اور حالانکہ یہ غیر مناسب ہے کیونکہ جب باندی پر جزیہ نہوا تو ام ولد پر کیونکر ہوگا مراد
وہان ام ولد سے ابن ام ولد ہے کذا فی النہر **وزمن** من زمن یزمن زمانۃ نقص بعض اعضائہ او تعطل قواہ فدخل المفلوج والشیخ العاجز اور زمن پر جزیہ نہین زمن
مشتق ہے زمن یزمن زمانۃ سے یعنے جسکے بعض اعضا ناقص ہوگئے یا اُسکے قوی بیکار ہوگئے تو اس تفسیر سے فالج زدہ اور عاجز بوڑھا زمن مین داخل ہوگیا **واعمیٰ وفقیر
غیر معتمل وراہب لا یخالط الناس** لان لا تقبل الجزیۃ لاسقاط القتل وانہ حر محتاج غیر کاسب اور اندھے اور نصاریٰ کے اُس درویش پر جو لوگون سے نہین ملتا جلتا جزیہ نہین لیاجاتا کہ درویش
نظر فی قتل نہین کیاجاتا اور جزیہ لازم ہے اسقاط قتل کیواسطے ہر وہ جزم الحدادی بوجوبہا ونقل ابن الکمال انہ القیاس وافاد ان الاستحسان بخلافہ فتامل وحدادی نے
یقین کیا ہے واجب ہونے جزیہ کا راہب یعنی درویش نظر فی پر اور ابن کمال نے ایضاح اور اصلاح مین نقل کیا ہے کہ یہی قیاس ہے اور قیاس سے مستفاد ہوا کہ
استحسان بخلاف قیاس ہے سو اسکو تامل کرو مرعبہ نے فتاویٰ قاضی خان سے نقل کیا کہ راہب قسیس سے جزیہ لینا ثابت ہے ظاہر الروایۃ مین اور ایک روایت محمد سے یہ ہے کہ

جزیہ لیا جاوے انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ مصنف نے غیر ظاہر الروایۃ کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی عن الحموی والعبرۃ فی الاہلیۃ للجزیۃ وعدمہا وقت
الوضع فمن افاق او عتق او بلغ او برأ بعد وضع الامام لم توضع علیہ اور جزیہ کی اہلیت اور عدم اہلیت کا اعتبار امام کے مقرر کرنے کا وقت ہے سو جو مجنون کہ
ہوش میں آیا یا غلام آزاد ہوا یا صغیر بالغ ہو گیا یا بیمار تندرست ہوا بعد وضع امام کے تو اسپر جزیہ نہ رکھا جائیگا مگر یہ مراد نہیں کہ بعد وضع امام کے کبھی جزیہ مقرر
نہوگا باوجود اہلیت کے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس سال مقرر نہوگا بلکہ سال آیندہ سے معین ہوگا کذا فی العنایۃ عن قاضی خان بخلاف الفقیر اذا ایسر بعد الوضع
حیث توضع علیہ لان سقوطہا لعجزہ وقد زال اختیار بخلاف فقیر کے جب وہ مالدار ہو گیا بعد جزیہ مقرر کرنے کے اسواسطے جزیہ اسپر مقرر کیا جائیگا
کہ اسکا سقوط تھا عاجز ہونے کے سبب سے اور حالانکہ اسکا عجز زائل ہو گیا کذا فی الاختیار وہی ای الجزیۃ لیست رضی منا بکفرہم کما طعن الملحدۃ بل انما ہی عقوبۃ
لہم علی اقامتہم علی الکفر فاذا جاز اعطاء الامان لاستدعائہم الی الایمان فبدونہا اولی وقال تعالی حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون واخذہا علیہ الصلوٰۃ
والسلام من مجوس ہجر ونصاری نجران ثم اقرہم علی دینہم اور وہ یعنی جزیہ لینا رضامندی اہل اسلام کی نہیں انکے کفر پر جیسا کہ ملحدون نے طعنہ دیا ہے
بلکہ جزیہ تو انکے لیے عقوبت اور عذاب ہے بسبب انکے قائم رہنے کے کفر پر پھر جب کہ مہلت دینا کافرون کا ایمان کیطرف بلانے کے واسطے بدون جزیہ کے
جائز ہوا تو جزیہ لیکر مہلت دینا بطریق اولی جائز ہے اور حق تعالی نے فرمایا یہانتک کہ کفار جزیہ دیں ہاتھ سے ذلیل ہو کر اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجر
کے مجوسیون اور نجران کے نصاری سے جزیہ لیا اور انکو انکے دین پر رہنے دیا یعنی انکو مہلت دی تا محاسن اسلام دیکھکر اسلام قبول کریں ہم شارح نے جواب دیا اس سوال کا
جو منح الغفار میں اسطرح مذکور ہے کہ اگر تو کہے کہ کفر معصیت ہے تو اسکے قائم رکھنے پر عوض لینا کیونکر جائز ہوگا اور اگر جائز ہے تو چاہیے کہ زانیوں سے عوض لیکر اور
اسیطرح اور معاصی کے عوض مال لینا جائز ہو خلاصہ جواب یہ ہے کہ جزیہ لینا رضا بالکفر نہیں بلکہ عقوبت اور اذلال ہے اقامت علی الکفر سے اور جزیہ لینے کے جواز پر
قرآن اور حدیث دال ہے ثم فرع علیہ بقولہ فتسقط بالاسلام ولو بعد تمام السنۃ پھر مصنف نے جزیہ کے عقوبت ہونے پر اپنا یہ قول متفرع کیا تو جزیہ
ساقط ہوتا ہے ذمی کے مسلمان ہونے سے اگرچہ بعد تمامی سال کے اسلام لاوے ہم حلبی نے کہا کہ بعدیت یہاں مقارنت پر محمول ہے اسواسطے کہ اگر مسلمان
ہوگا سال کے بعد تو سقوط جزیہ کا بسبب تکرار کے ہوگا نہ بسبب اسلام کے ویسقط المعجل لسنۃ لا لسنتین فیرد علیہ سنۃ خلاصۃ اور ساقط ہوگا پیشگی جزیہ
ایک سال کا نہ دو سال کا سو ایک سال کا اسکو پھیر دیا جائیگا کذا فی الخلاصۃ یعنی اگر ابتدائے سال میں جزیہ دیا پھر اسی سال میں وہ مسلمان ہوا تو اسکو جزیہ
نہ پھیر دیا جائیگا اور اگر دو سال کا جزیہ پیشگی دیا ہے تو ایک سال کا اسکو پھیر دیا جائیگا اسواسطے کہ دوسرا جزیہ ثابت نہ تھا کذا فی الطحطاوی والموت والتکرار للتداخل
کما سیجیء اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب موت اور تکرار سال کے واسطے تداخل کے جیسا کہ ذکر تداخل کا عنقریب آتا ہے والعمی والزمانۃ وصیرورتہ فقیرا ومقعدا
او شیخا کبیرا لا یستطیع العمل اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب نابینا ہونے کے اور ناقص الاعضا ہو جانے کے اور ہو جانے ذمی کے فقیر یا اپاہج یا پیر فرتوت کہ کام نہیں
کر سکتا ثم بین التکرار فقال واذا اجتمع علیہ حولان تداخلت فی الاصح سقط جزیۃ السنۃ الاولی بدخول السنۃ الثانیۃ زیلعی لان الوجوب اول الحول
بعکس خراج الارض پھر مصنف نے تکرار کو بیان کیا سو یون کہا اور جب کسی پر دو سال مجتمع ہوں تو جزیہ متداخل ہو جائیگا یعنی ایک سال کا جزیہ
چند سال کو کفایت کریگا اور پہلے سال کے جزیہ کا ساقط ہونا دوسرے سال کے آنے سے قول اصح ہے کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ وجوب جزیہ کا اول سال میں
ہوتا ہے خراج الارض کے بالعکس وہ آخر سال میں واجب ہوتا ہے یعنی جب جزیہ اول سال سے ہوا تو دوسرے سال کے داخل ہونے سے تکرار لازم ہو گی ولا یسقط الخراج
بالموت فی الاصح حاوی قدسی بخلاف الجزیۃ وقیل لا یسقط کالعشر وینبغی ترجیح الاول لان الخراج عقوبۃ بخلاف العشر بحر قال المصنف وعزاہ فی الخانیۃ لصاحب المذہب
وکان ہو المذہب اور ساقط نہیں ہوتا ہے خراج قول اصح میں کذا فی الحاوی اور ساقط ہوتا ہے بخلاف جزیہ کے مانند اور قول ضعیف میں ساقط نہیں ہوتا مانند عشر کے اور
لائق ہے ترجیح دینا قول اول کا اسواسطے کہ خراج عقوبت ہے بخلاف عشر کے کہ وہ عبادت ہے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور خانیہ میں سقوط بالموت کو امام اعظم صاحب

مذہب کی طرف نسبت کیا تو وہی قول ہمارے علماء کا محل اختلاف وہ ہے جب خراج مکرر ہو جاوے بسبب عاجز ہونے ذمی کے زراعت سے سو اگر تکرار بسبب عاجزی کے نہ ہو تو بالاتفاق
خراج لیا جائیگا کذا فی المنح صدر الاسلام نے کتاب العشر والخراج میں سقوط اور عدم سقوط میں روایتیں امام اعظم سے نقل کی ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ خراج لیا جائیگا کذا
فی الہندیہ یعنی المحیط تو قول معتمد علیہ عدم سقوط ہوا اور یہ گفتگو خراج موظف میں ہے اور خراج مقاسمہ تو عین خارج سے متعلق ہے مانند عشر کے کذا فی الطحطاوی و فیہا لا یحل
اکل الغلۃ حتی یؤدی الخراج اور خانیہ میں ہے کہ حلال نہیں غلہ کا کھانا تا وقتیکہ ادا کرے خراج اور یہی حکم ہے عشر کا چنانچہ باب الخراج کے آخر میں عالمگیری سے مترجم نے
اسکو اور عدم سقوط خراج کو نقل کیا ہے ولا تقبل من الذمی لو بعثہا علی ید نائبہ فی الاصح بل یکلف ان یاتی بنفسہ فیعطیہا قائما والقابض منہ قاعد
اور ذمی سے جزیہ قبول نہ کیا جاوے اگر اسکو اپنے نائب کے ہاتھ بھیجے قول صحیح میں بلکہ اسکو حکم کیا جاوے کہ آپ لاوے سو اسکو کھڑا ہو کر دیوے اور ذمی سے
لینے والا بیٹھا رہے کذا فی الہدایہ ویقول اعط یا عدو اللہ ویصفعہ فی عنقہ لا یا ذمی فرد یاثم القائل ان اذاہ بغیبۃ اور جزیہ کا لینے والا ذمی سے کہے اے دشمن
خدا کے دے اور اسکی گردن میں طمانچہ مارے اور اسکو یا کافر نہ کہے اور یا کافر کہنے والا گنہگار رہیگا اور اسکو اس قول سے تکلیف دیگا کذا فی القنیۃ ولا
یجوز ان یحدث بیعۃ ولا کنیسۃ ولا صومعۃ ولا بیت نار ولا مقبرۃ ولا صنما حاوی فی دار الاسلام ولو قریۃ فی المختار فتح اور جائز نہیں ذمی کو
بنا بناوے بیعہ اور نہ کنیسا اور نہ صومعہ اور نہ آتشخانہ اور نہ قبرستان اور نہ صنم کذا فی الحاوی دار الاسلام میں اگرچہ دار الاسلام کے قریہ میں احداث کرے
تو بھی جائز نہیں قول مختار میں کذا فی الفتح ہم اصل لغت میں عبادتخانہ یہود اور نصاریٰ کو مطلقا بیعہ کہتے ہیں پھر غلبہ استعمال سے عبادتخانہ یہود کو کنیسہ
کہتے ہیں اور عبادتخانہ نصاریٰ کو بیعہ بولتے ہیں اور دیر کا لفظ نصاریٰ کیواسطے مخصوص ہے اور صومعہ وہ عبادتخانہ ہے جسکا سر لنبا بنایا جاتا ہے تاکہ خلق سے منقطع
ہو کر اسمیں عبادت کیجاوے کذا فی المنح ہندوستان میں نصاریٰ اپنے عبادتخانہ کو گرجا کہتے ہیں ویعاد المنہدم ای کما ہو لان الامام لا یا منہدم للتشبہ ای فی آخر الدہر
برفع الطاعون اور ذمیوں کا منہدم عبادتخانہ دوبارہ بنایا جاوے یعنے نہ وہ عبادتخانہ جسکو امام نے ڈھایا بلکہ وہ بنایا جاوے جو خود بخود منہدم ہو گیا چنانچہ
اشباہ کی دفع وباکی دعاکے اخیر میں کو ہے ہم مصنف کے کلام سے معلوم ہوا کہ معابد قدیمہ سے تعرض نہ چاہیے اور جو قدیم گرجاوے اسکا اعادہ جائز ہو کذا فی المنح
من غیر زیادۃ علی البناء الاول ولا یعدل عن النقض الاول ان کفی تمامہ فی شرح الوہبانیہ اعادہ منہدم جائز ہے بدون زیادہ کرنے کے پہلی عمارت پر اور بنانا چاہئے
کہ نہ بنایا جاوے شکست اول سے اگر وہ کافی ہو اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے اگر بنا ہے اول سے عدول ہو باوجود کفایت کے تو اسمیں بنائی کی زیادتی ہو اول کی
کذا فی النہر شرح وہبانیہ میں یہ کو ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے منع زیادتی کی تو اس سے معلوم ہوا کہ جو کچی اینٹ سے بنا ہے اسکو پکی اینٹ سے نہ بناوے اور جو پکی اینٹ ہو اسکو پتھر
نہ بناوے کذا فی الطحطاوی ہی اما القدیمۃ فتترک ہذا فی الفتح ومعابد فی الصلحیۃ بحر خلافا لما فی القہستانی فتنبہ اور معابد قدیمہ تو بنے کیواسطے چھوڑے جائیں بلاد فتح
میں عبادت کیواسطے چھوڑے جائیں بلاد صلحیہ میں کذا فی البحر یہ قول مخالف ہے قہستانی کے سو خبردار رہنا ہم حلبی نے کہا قہستانی میں تتمہ سے منقول ہے کہ جو بلاد
صلح سے قابو میں آئے انکے کل معابد منہدم کیے جائیں جمیع روایات میں ویمیز الذمی عنا فی زیہ بالکسر لباسہ وہیئتہ و مرکبہ و سرجہ و سلاحہ اور نشانہ
اور جدا کیا جاوے ذمی اہل اسلام سے اپنے لباس اور ہیئت میں اور اپنی سواری اور زین اور ہتھیار میں شارح نے کہا زی بالکسر عبارت ہے لباس اور ہیئت سے
اور نووی نے شرح مسلم میں کہا کہ زی بالفتح والتشدید ہے کذا فی الطحطاوی فلا یرکب خیلا الا اذا استعان بہم الامام لمحاربۃ وذب عنا ذخیرہ و بازنجل کھاتا تو نہ
تو ذمی سوار نہ ہو گھوڑے پر مگر جس وقت جبکہ امام انسے مدد چاہے لڑائی کیواسطے اور واسطے ہٹانے کفار کے مسلمانوں سے کذا فی الذخیرہ اور جائز ہے ذمی کو سوار ہونا خچر کا مانند گدھے
کے کذا فی التاتارخانیہ وفی الفتح ہذا عند المتقدمین واختار المتاخرون ان لا یرکب اصلا الا لضرورۃ وفی الاشباہ والمعتمد ان لا یرکب مطلقا ولا یلبس العمائم
وان رکب الحمار لضرورۃ نزل فی المجامع اور فتح القدیر میں ہے کہ یہ یعنی خچر اور گدھے پر سوار ہونا متقدمین کے نزدیک ہے اور متاخرین نے یہ قول
مختار کیا ہے کہ ذمی ہرگز سوار نہ ہو مگر بسبب ضرورت کے یعنے سفر یا مرض میں اشباہ میں ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ اہل ذمہ مطلقا سوار نہ ہوں اور نہ پگڑیاں باندھیں اور اگر

ذمی سوار ہو گدھے پر بسبب ضرورت کے تو مجامع مسلمین میں ایسے اُتر پڑے ویرکب سرجا کالاکف کالبرذعۃ فی مقدمہ تشبہ الرمانۃ اور سوار ہو ایسے زینون پر جو پالان کی
مانند ہیں پشم آگندہ جنکے آگے لکڑی ہو مانند انار کے ہم محل کو یہی استعانتا امام ہر یا ضرورت تو اب جواز اور عدم جواز رکوب میں اختلاف نہ رہا طحطاوی نے کہا کالبرذعۃ
بحذف حرف تفسیر ہر مگر شارح کو مناسب تھا کہ کالبرذع کہتا اسواسطے کہ جمع کی تفسیر ہر ولا یعمل بالسلاح اور نہ کام کرے ہتھیار باندھکر اسواسطے کہ ہتھیار کے
استعمال میں عزت ہر کذا فی العنایۃ ویظہر الکستیج فارسی معرب الزنار من صوف وشعر اور ذمی ہنود رکھے کستیج کو کستیج لفظ فارسی ہر معرب یعنے
زنار صوف یا بال کا ہم ابو یوسف سے منقول ہر کہ وہ تاگا ہر موٹا انگلی کے برابر جسکو ذمی اپنے سب کپڑوں کے اوپر باندھے باندھیں کذا فی المنح عن المغرب
فہل یلزم تمییزہم بکل العلامات خلاف اشباہ والصحیح ان فتحہا عنوۃ فلذلک والا فلا لشرط تاتارخانیۃ اور کیا لازم ہر تمییز ذمیوں کی جمیع علامات سے ہمیں خلاف ہر
کذا فی الاشباہ اور قول صحیح یہ ہر کہ اگر امام نے شہر کو بغلبہ فتح کیا ہو تو شکیہ جائز ہوا اور اگر بصلح فتح ہوا ہو تو شرط کے موافق عمل کرنا چاہیے کذا فی التاتارخانیۃ
ہم بعضوں نے کہا کہ اہل ذمہ کی تمییز تین علامات سے ضرور ہر اور بعضوں نے کہا نصرانی میں ایک علامت کافی ہر اور یہودی میں دو اور مجوسی میں تین اور
اسی پر بعضوں کا فتوی ہر کذا فی الطحطاوی عن الذخیرۃ ویمنع من لبس العمامۃ لو زرقاء او صفراء علی الصواب نہر ونحوہ فی البحر واعتمدہ فی الاشباہ کما قدمنا
وانما تکون بطویلۃ سوداء اور منع کیا جائے پگڑی باندھنے سے اگرچہ آسمانی یا زرد رنگ ہو بنا بر قول صواب کے کذا فی النہر اور ایسا ہی بحر الرائق میں ہر اور اسی قول کو
صاحب بحر نے اشباہ میں اختیار کیا ہر چنانچہ اسکو ہمنے پہلے ذکر کیا ہر اشباہ سے اور ذمی کی پگڑی تو لمبی سیاہ ہوتی ہر ومن زنار الابریسم والثیاب الفاخرۃ
والمختصۃ باہل العلم والشرف کالصوف المربع والجوخ الرفیع والابراد الرقیقۃ اور منع کیا جائے ذمی ریشم کے زنار سے اور عمدہ کپڑوں سے اور اس پوشاک سے جو
اہل علم اور شرف کو مخصوص ہر جیسے صوف مربع اور جوخ رفیع اور چادریں باریک طحطاوی نے کہا صوف مربع سے شاید فرجیہ مراد ہر کہ مخصوص باہل قرآن اور
اہل علم ہر ہم فرجیہ عرب کا ایک لباس ہر اور جوخ عمدہ بانات کا کشادہ آستین ابا عرب کا ہر جسکو قمیص اور جبہ پر پہنتے ہیں ومن استکتابہ ومباشرۃ یکون بہا معظما عند المسلمین
وتمامہ فی الفتح اور منع کیا جائے ذمی لکھانے اور اسکام کی مباشرت سے جس سے وہ مسلمین کے نزدیک معظم اور باعزت ٹھہرے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہر
یعنے کافر کو تحریر کا کام مثل نقشی گری یا متصدی کے نہ دینا چاہیے اسیطرح اسکو داروغگی یا تقسیم تنخواہ وغیرہ سپرد کرنا چاہیے جسمیں مسلمان اسکے حاجتمند ہوں وفی الحاوی
وینبغی ان یلازم الصغار فیما یکون بینہ وبین المسلمین فی کل شئ وعلیہ فیمنع من القعود حال قیام المسلم عندہ بحر اور حاوی قدسی میں ہر اور سزاوار یہ ہر کہ لازم کیجاے ذمی کو
ذلت اور حقارت ان معاملات میں جو اسکے درمیان اور مسلمین کے درمیان واقع ہوں ہر چیز کے اندر اور اسکے موجب منع کیا جائے بیٹھنے سے مسلم کے کھڑے ہونے کے
وقت اسکے پاس کذا فی البحر ویحرم تعظیمہ وتکرہ مصافحتہ ولا یبدأ بالسلام الا لحاجۃ ولا یزاد فی الجواب علی وعلیک اور حرام ہر تعظیم اور توقیر اسکی اور مکروہ ہر اس سے
مصافحہ کرنا اور اسکو پہلے سلام نہ کیا جائے مگر بسبب حاجت کے اور اسکے سلام کے جواب میں وعلیک سے زیادہ نہ کہا جائے ہم ذمی کی خدمت کرنا اور اسکے واسطے
کھڑا ہونا تعظیم محرم میں داخل ہر ذخیرہ میں ہر کہ جب یہودی حمام میں گیا اگر خادم مسلم نے اسکی خدمت کی فلوس کی طمع سے یا اس نیت سے کہ اسکا دل اسلام کیطرف مائل ہو
تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر خدمت کی اسکی تعظیم کے واسطے بلانیت مذکورہ تو مکروہ ہر اور اسیطرح اگر مسلم ذمی کیواسطے کھڑا ہو گیا بطمع اسکے اسلام لانے کے تو کچھ مضائقہ نہیں
اور اگر اسکے تعظیم کیواسطے قیام کیا بلانیت مذکورہ یا بسبب اسکی مالداری کے کھڑا ہو گیا تو مکروہ ہر ویضیق علیہ فی المرور ویجعل علی دارہ علامۃ وتمامہ فی الاشباہ
مسائل احکام الذمی اور اسپر تنگی کرنا چاہیے چلنے پھرنے میں یعنی مسلمانوں سے راہ میں دب کر چلے اور اسکے گھر پر کچھ علامت مقرر کیجاے اور اسکا پورا بیان ہر احکام ذمی
میں اشباہ کے ہم علامت کا فائدہ یہ ہر تا سائل اسکے واسطے مغفرت کی دعا نکرے اور تضرع نکرے جیسے مسلمین سے تضرع کرتا ہر وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ویمنعون من
استیطان مکۃ والمدینۃ لانہما من ارض العرب قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل للتجارۃ جاز ولا یطیل واما دخولہ المسجد الحرام فذکر
فی السیر الکبیر المنع وفی الجامع الصغیر عدمہ والسیر الکبیر آخر تصنیف محمد رحمہ اللہ تعالی فالظاہر انہ اور فیہ ما استقر علیہ الحال انتہی

اور شرح ملا علی کی شرح وہبانیہ مین ہی اور کفار ذمی رکھے جا سکین مکہ اور مدینہ کے وہان بنانے سے اسواسطے کہ حرمین شریفین عرب کی زمین ہین اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ مجتمع نہون عرب کی زمین مین دو دین اور اگر ذمی وہان سوداگری کیواسطے جاے تو جائز ہی اور وہان زیادہ قیام نکرے اور مسجد الحرام مین اسکا
جانا سو سیر کبیر مین تو منع مذکور ہی اور جامع صغیر مین عدم منع ثابت ہی اور سیر کبیر پچھلی تصنیف ہی محمد بن حسن رحمہ اللہ کی تو ظاہر یہ ہی کہ سیر کبیر مین جو حکم ذکر کیا ہی
وہ آخر الامر مین ثابت ہوگیا انتہی یعنی منع دخول راجح ہی وفی الخانیۃ ویمنع نساءہم لا عبیدہم بالتبیح اور خانیہ مین ہی اور ممتاز کیجاے ذمیون کی عورتون مثلا
ذمیکے غلامون مین نہ بائے سے تم انکی عورتون کی گلون مین لوہے کے طوق ڈالے جائین اور انکی ازارین مسلمات کی ازار سے مخالف ہون کذا فی الاختیار انتہی
اذا اشتری دارا ای اراد شراءہا فی المصر لا ینبغی ان تباع منہ فلو اشتری یجبر علی بیعہا من المسلم وقیل لا یجبر الا اذا کثرت فسدا و ذمی نے جب ایک گھر مول
لیا یعنی اسکے مول لینے کا ارادہ کیا شہر مین تو اسکے ہاتھ بیع کرنا لائق نہین سو اگر اسنے مول لیا تو جبر کیا جاے اسکے بیچ ڈالنے پر مسلم کے ہاتھ اور قول ضعیف یہ ہی کہ
بیع پر جبر اور زبردستی نہین مگر جبکہ بکثرت گھرون کو خرید کیا ہو کذا فی الدرر قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود من کتاب الصلوۃ سئل عن مسجد لم یبق فی
اطرافہ بیت احد من المسلمین واحاطہ بالکفرۃ فکان الامام والمؤذن فقدا الاهل وظیفتہا یذہبان الیہ فیؤذنان ویصلیان ہل یحل لہم الوظیفۃ فاجاب بقولہ
تلک البیوت یاخذہا المسلمون بقیمتہا جبرا علی الکفرۃ وقد ورد الامر الشریف السلطانی بذلک ایضا فالحاکم لا یوخر ہذا الحکم اصلا مین کہتا ہون اور مفتی ابو سعید کے
معروضات مین کتاب الصلوۃ سے وارد ہی کہ انسے سوال ہوا اس مسجد کا کہ اسکے گرد پیش کسی مسلمان کا گھر باقی نہین رہا اور اسکو کافرون نے گھیر لیا سو امام
اور موذن وہان جایا کرتے ہین اپنے مہینے یا سالانے کیواسطے سو وہان اذان دیتے ہین اور نماز پڑھتے ہین تو انکو مہینہ یا سالانہ حلال ہی یا نہین سو مفتی
موصوف نے باین قول جواب دیا کہ ان گھرون کو اہل اسلام قیمت دیکر زبردستی سے کفار سے لیلین اور البتہ امر شریف سلطانی بھی اسی باب مین وارد ہوا ہی تو
حاکم اسمین ہرگز تاخیر نکرے ہم شارح نے جواب مین سے بقدر مناسب مقام ذکر کیا اور سوال مذکور کا جواب یہ ہی کہ امام و موذن مستحق وظیفہ ہین کیونکہ ایسے کام میسر ہوتے
اور قائم ہین کذا فی الحاوی وفیہا من الجہاد وبعد ان ورد الامر الشریف السلطانی بعدم استخدام الذمیین للعبید والجواری لو استخدم ذمی عبدا او جاریۃ ماذا
یلزمہ فاجاب یلزمہ التعزیر الشدید والحبس فقال فی الخانیۃ وغیرہا ویومرون بما کان استخفافا لہم وکذا تمییز دورہم عن دورنا انتہی فلیحفظ اور مفتی ابو سعید کے
معروضات مین ہی کتاب الجہاد سے اور بعد وارد ہونے امر شریف سلطانی کے غلامون اور لونڈیون کو خدمت کرنے ذمیون کا اگر ذمی خدمت لے
غلام یا لونڈی سے اسپر کیا لازم ہی تو مفتی موصوف نے جواب دیا کہ اسپر تعزیر شدید اور قید کرنا لازم ہی سو خانیہ وغیرہا مین یہ مضمون ہی اور ذمیون کو
وہ امر کیا جاے جسمین انکی ذلت ہو اور اسیطرح جدائی کیجاے انکے گھرون کی ہمارے گھرون سے انتہی تم اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب ذمی یا سو استخفاف اسکو تو
استخدام مین انکی تعظیم ہوتی ہی لہذا انپر تعزیر شدید لازم آویگی ولو انکاری اہل الذمۃ دورا فیما بین المسلمین لیسکنوا فیہا فی المصر جاز لعود نفعہ علینا ولیروا
تعاملنا فیسلموا بشرط عدم تقلیل الجماعات بسکناہم شرطہ الامام الحلوانی اور اگر اہل ذمہ گھرون کو کرایہ لین مسلمانون کی آبادی کے اندر تاکہ اسمین رہین شہر مین
تو جائز ہی بسبب عائد ہونے اسکی منفعت کے مسلمین پر کرایہ ملنے سے اور تاکہ اہل ذمہ اہل اسلام کی حسن معاشرت کو دیکھین تو اسلام قبول کرین بشرطیکہ کثرت نہ جماعات
مسلمین کی انکی سکونت سے یہ شرط عدم تقلیل کی امام حلوانی نے کی ہی فان لزم ذلک من سکناہم امروا بالاعتزال عنہم والسکنی بناحیۃ لیس فیہا مسلمون
وہو محفوظ عن ابی یوسف بحر عن الذخیرۃ سو اگر انکے رہنے سے تقلیل جماعات لازم آوے تو انکو مسلمین سے علیحدہ ہونے کا اور ایسے کنارے مین سکونت کرنیکا حکم کیا جاوے
جسمین مسلمین نہ رہتے ہون اور یہی قول ابی یوسف سے محفوظ ہی کذا فی البحر عن الذخیرۃ وفی الاشباہ واختلف فی سکناہم بیننا فی المصر والمعتمد الجواز فی محلۃ خاصۃ انتہی
اقرہ المصنف وغیرہ لکن رد شیخ الاسلام جوی زادہ وجزم بانہ خطا وحکاہ فہم من الناحیۃ المحلۃ ولیس کذلک فقد صرح التمرتاشی فی شرح الجامع الصغیر بعد ما نقل
عن الشافعی انہم یومرون بالبیع وہم فی امصار المسلمین ولا بالخروج عنہا والسکنی خارجہا لئلا یکون لہم محلۃ خاصۃ لنقلہ عن النسفی والمراد

بالنبیع الذکر عن الاستصار ان یکون لہم فی المصر محلۃ خاصۃ لسکناہم ولم فیہا منعۃ عارضۃ لمنعۃ المسلمین فاما سکناہم بینہم وہم مقہورون فلا کذلک کذا

فی القنادی الاسکوبی ملتحظا اور اشباہ میں ہی اور اختلاف واقع ہی ذمیون کی سکونت میں اہل اسلام کے اندر شہرون میں اور جواز سکونت محلہ خاص میں قول
معتمد ہی انتہی اور اسی کو ثابت رکھا ہی مصنف وغیرہ نے لیکن شیخ الاسلام جوی زادہ نے اسکو رد کیا ہی اور اسپر یقین کیا ہی کہ صاحب اشباہ غلط سمجھا ہی سوگویا
وہ ناحیہ سے محلہ سمجھا ہی اور حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ تمرتاشی نے جامع صغیر کی شرح میں یہ نقل کرنے امام شافعی سے اسی طرح کہ ذمیون کو چاہئے
کہ نہ بیچے کہ اہل اسلام کے شہرون میں اور وہان سے نکل جانیکا اور خارج شہر کے رہنے کا حکم کیا جاوے تا اُنکے واسطے ایک محلہ خاص ہو نسفی سے تمرتاشی نے
نقل کرکے تصریح کی ہی کہ مراد یعنی منع سکونت امصار سے یہ ہی کہ اُنکے واسطے شہرمین ایک محلہ مخصوص ہو جسمین وہ سکونت کرین اور حالانکہ اُنکے واسطے وہان
جماعت باشوکت و عزت ہو جماعت مسلمین کے مانند اور سکونت اہل ذمہ کی اسمین اور حالانکہ وہ بیدلے اور ذلیل ہون اسطرح منع نہین کذا فی قتاوی الاسکوبی
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہ ہی کہ اہل ذمہ اگر اہل اسلام مین کمزور ہوکر رہین تو منع نہین اگرچہ خاص محلہ مین ہی لیکن اگر با جماعت و قوت ہون جیسا کہ
تمرتاشی نے ذکر کیا انکی سکونت سے تقلیل جماعت مسلمین لازم آوے جیسے کہ صاحب ذخیرہ نے تصریح کی ہی تو منع کیے جائینگے اور صاحب اشباہ نے جو سکونت محلہ خاص کے
جواز کو معتمد کہا ہی تو اسپر محمول ہی کہ جب انکو قوت اور شوکت نہ ہو تو تمرتاشی کے قول کے مخالف نہوا واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحاوی **وینتقض عہدہم بالغلبۃ علی
موضع للحرب او باللحاق بدار الحرب** اذ فی الفتح **او بالامتناع من قبول الجزیۃ او یجعل نفسہ طلیعۃ للمشرکین بان یبعث لیطلع علی اخبار العدو فلم یبعثہ**
لذا کلام ینتقض عہدہم وعلیہ یحمل کلام المحیط اور ذمیون کا عہد ٹوٹ جائیگا انکے غالب ہونے سے ایک مکان پر لڑائی کیواسطے یا دار الحرب میں جا کر ملنے سے
فتح القدیر میں اتنا زیادہ کہا ہی یا عہد شکنی ہوگی جزیہ نہ قبول کرنے سے یا آپ کو مشرکین کا جاسوس بنانے سے اسطرح پر کہ کافر حربی دار الحرب میں بھیجا ہی تاکہ مستامن ہو کر
تا اخبار دشمن پر مطلع ہو سوا اگر اہل حرب اسکو اسکے واسطے نہ بھیجین تو انکا عہد نہ ٹوٹیگا اور اسی تفصیل پر کلام محیط کا محمول ہی ہم محیط میں ہی کہ اگر ذمی مشرکین کو عیوب
مسلمین کی خبر پہونچا دے تو نقض عہد نہین صاحب بحر نے رفع اختلاف کیواسطے تاویل کی کہ اس صورت پر محمول ہی جبکہ اہل حرب نے اسکو جاسوسی کیواسطے نہ بھیجا ہو اور صاحب نہر
اور حموی اور شارح نے بھی اس تاویل کو پسند کیا کذا فی الطحطاوی **وصار الذمی فی ہذہ الاربع الصور کالمرتد فی کل احکامہ الا انہ لو اسر یسترق والمرتد یقتل ولا یجبر علی قبول
الذمۃ والمرتد یجبر علی قبول الاسلام** اور ہو گیا ذمی ان چارون صورتون مین مرتد کے مانند اسکے کل احکام مین مگر یہ کہ اگر ذمی گرفتار ہوگا تو غلام بنایا جائیگا اور
مرتد گرفتاری کے بعد قتل ہوگا اور ذمی پر قبول جزیہ کیواسطے جبر نہوگا اور مرتد پر قبول اسلام کیواسطے جبر ہوگا **لا ینتقض عہدہ بقولہ نقضت العہد** یعنی بخلاف **الا ان
یلحق فانہ ینتقض بالقول بحر** نہ ٹوٹیگا اُسکا عہد اُسکے یون کہنے سے کہ مین نے عہد کو توڑا کذا فی شرح الزیلعی بخلاف حربی کے اسلئے کہ وہ ٹوٹ جائیگی قول کرنے سے کذا فی البحر
ولا بالاباء عن الاداء والجزیۃ بل عن قبولہا کما مر ونقل العینی عن الواقعات قتلہ بالاباء عن الاداء قال وہو قول الثلثۃ لکن ضعفہ فی البحر اور ذمی کا عہد نہین ٹوٹتا
اداے جزیہ کے انکار سے بلکہ عہد ٹوٹتا ہی قبول جزیہ کے انکار سے چنانچہ فتح القدیر سے مذکور ہو چکا اور عینی نے واقعات سے ذمی کا قتل کرنا بسبب انکار اداے جزیہ سے
نقل کیا ہی کہا اور یہی قول ہی تینون اماموں کا لیکن اس قول کو ضعیف کہا ہی بحر الرائق مین اسلیے کہ درایت اور روایت کے مخالف ہی **ولا بالزنا بمسلمۃ وقتل مسلم
وقتنہ مسلم عن دینہ وقطع الطریق** اور عہد ذمی کا نہین ٹوٹتا مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرنے سے اور مسلمان کے قتل کر ڈالنے سے اور مسلمان کو اُسکے دین سے بہکا دینے
اور قطاع الطریقی سے ہم اسواسطے کہ زنا سے اسپر حد قائم ہوگی اور قتل سے قصاص لازم آویگا اور ذمی رہنے کا فائدہ بعد قصاص کے یہ ہی کہ اُسکی اولاد صغار رقیق
نہوگی اور اُسکا مال غنیمت نہوگا **وسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہ کفر والمقارن لا یمنعہ فالطاری لا یرفعہ فلو من مسلم قتل کما سیجی** اور نہین ٹوٹتا عہد ذمی کا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشنام اور بدگوئی سے اسواسطے کہ کافر ہونا ذمی کا جو مقارن ہی عہد کے مانع عہد کا نہین تو جو کفر کہ طاری ہوا بسبب دشنام کے
وہ عہد کا رافع نہوگا پھر اگر دشنام مسلم سے صادر ہو تو وہ مقتول ہوگا چنانچہ باب لاحق مین آویگا ہم شیخ شاہین نے ذخیرہ سے

تفصیل اسمیں نقل کی ہے کہ اگر ذمی نے اپنے اعتقاد کے موافق یوں کہا کہ آنحضرت رسول نہ تھے یا انھوں نے یہودیوں کو ناحق قتل کیا یا حضرت کیطرف نسبت کذب کی
تو بعضے علما کے نزدیک اسکا عہد نہیں ٹوٹتا اور اگر ذمی نے اپنے خلاف اعتقاد ذکر کیا اسطرح پر کہ آنحضرت کیطرف زنا کی نسبت کی یا آپکے نسب میں طعنہ کیا تو عہد
ٹوٹیگا انتہی اور یہ محمول ہے عدم اعلان پر کذا فی الطحطاوی ویؤدب الذمی ویعاقب علی سب دین الاسلام والقرآن والنبی صلی اللہ علیہ وسلم حاوی وغیرہ
قال العینی واختیاری فی السب ان یقتل انتہی وتبعہ ابن الہمام قلت وبہ افتی شیخنا الخیر الرملی وہو قول الشافعی اور ذمی تعزیر دیا جائیگا اور مارا جائیگا دین اسلام یا قرآن
یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی پر کذا فی الحاوی وغیرہ علامہ عینی نے کہا اور میرے نزدیک قول مختار بدگوئی میں یہ ہے کہ وہ قتل کیا جاے اور تابع ہوا انکا
عینی کا ابن ہمام صاحب فتح القدیر میں کہتا ہوں اور اسیکا فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اور یہی قول ہے امام شافعی کا مگر بحر الرائق میں کہا کہ ابن ہمام نے
یہاں بحث مخالف اہل مذہب کے کی ہے عینی کا تابع ہوکر اور علامہ قاسم نے تصریح کی ہے کہ ابن ہمام کے ابحاث مخالفہ پر عمل نکرنا چاہیے ہاں یہ البتہ ہے کہ مومن کا دل مسئلہ سب میں
قول مخالف کیطرف مائل ہوتا ہے لیکن ہمکو اتباع مذہب واجب ہے ثم رأیت فی معروضات المفتی ابی السعود انہ ورد امر سلطانی بالعمل بقول ائمتنا القائلین بقتلہ اذا
ظہر انہ معتادہ وبہ افتی پھر میں نے مفتی ابوسعود کے معروضات میں یہ لکھا کہ البتہ امر سلطانی وارد ہوا ہے ہمارے ان علما کے اقوال پر عمل کرنے کا جو قائل ہیں
ذمی کے قتل کرنیکے جبکہ ظاہر ہو جاے کہ بدگوئی اسکی عادت ہو اور اسیکا فتوی دیا ہے مفتی ممدوح نے ثم الطحطاوی نے شرح ملتقی سے نقل کیا کہ جب ذمی
علی الاعلان بدگوئی کرے یا اسکی یہی عادت ہو تو اسکو قتل کرنا چاہیے اگرچہ عورت ہو ثم افتی فی بکر الیہودی قال لبشر النصرانی نبیکم عیسی ولد زنا بانہ
یقتل لسبہ الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انتہی پھر مفتی ابوسعود نے بکر یہودی کے بشر نصرانی سے یوں کہنے میں کہ معاذ اللہ تمہارا نبی عیسی ولد الزنا ہے فتوی
دیا کہ وہ قتل کیا جاے بسبب اسکے کہ گالی دینے کے حضرات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو انتہی قتل کا فتوی دیا بسبب اعلان سب کے قلت ویؤیدہ ان ابن کمال باشا فی
احادیثہ الاربعینیۃ فی الحدیث الرابع والثلثین یا عائشۃ لا تکونی فاحشۃ ما نصہ والحق انہ یقتل عندنا اذا اعلن بشتمہ علیہ الصلوۃ والسلام صرح بہ فی سیر الذخیرۃ
حیث قال واستدل محمد لبیان قتل المرأۃ اذا اعلنت بشتم الرسول بما روی ان عمرو بن عدی لما سمع عصماء بنت مروان تؤذی الرسول فقتلہا لیلا مدحہ
صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلک انتہی فلیحفظ شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور مفتی ممدوح کے فتوی کا یہ مؤید ہے کہ ابن کمال پاشا نے اپنی چہل حدیث میں چونتیسویں
اس حدیث کے اندر یعنی یا عائشہ لا تکونی فاحشۃ میں جو اس طرح تصریح کی ہے اور حق یہ ہے کہ کافر ذمی قتل کیا جاویگا ہمارے نزدیک جبکہ آن حضرت
علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کو ظاہر کرے تصریح کی ہے اس مسئلہ کی ذخیرہ کی کتاب السیر میں چنانچہ یوں کہا ہے اور امام محمد نے واسطے بیان قتل کرنے
عورت کے جبکہ وہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کا اعلان کرے استدلال کیا ہے اس روایت سے کہ عمرو بن عدی نے جبکہ سنا عصماء بنت
مروان سے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو ایذا دیتی ہے تو اسکو قتل کرڈالا رات میں تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکے قاتل کی مدح کی انتہی ما فی الذخیرۃ
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم خلاصہ یہ ہوا کہ ذمی مقتول نہوگا حضرت کی بدگوئی سے مگر جبکہ اسکو بدگوئی کی عادت ہوگئی ہو کما فی المعروضات یا وہ اعلان کرتا ہو کذا فی الذخیرۃ
تو عدم قتل کی روایت عدم اعتیاد یا عدم اعلان پر محمول ہے تو ایسے دونوں قولوں میں تعارض باقی نرہا واللہ تعالی اعلم ویؤخذ من مال بالغ تغلبی وتغلبیۃ لا من
طفلہم الا الخراج ضعف زکوتنا باحکامہا مما تجب فیہ الزکوۃ المعہودۃ بیننا لان الصلح وقع کذلک اور لیا جائیگا بالغ تغلبی اور تغلبیہ کے مال سے نہ انکے
اطفال سے سواے خراج کے اہل اسلام کی زکوۃ کا دونا لیا جائیگا باحکام مفصلہ زکوۃ اس مال سے جسمیں زکوۃ مقرری بیں المسلمین واجب ہوتی ہے اسواسطے کہ صلح اس قوم سے
اسطرح پر واقع ہوتی ہے ف تغلبی بکسر لام منسوب ہے تغلب بن وائل بن ربیعہ کیطرف وہ عرب کی ایک قوم ہے جو جاہلیت میں نصرانی ہوگئی تھی اور روم کے متصل رہنا اختیار
کی تھی جب زمانہ اسلام کا آیا تو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے انسے جزیہ طلب کیا انھوں نے جزیہ دینے کا انکار کیا عار سمجھکر اور بولے کہ ہم لوگ بھی عرب ہیں ہمسے بھی زکوۃ لیجیے
جیسے اور عرب سے زکوۃ لیتے ہو فاروق اعظم نے فرمایا کہ مشرک سے ہم زکوۃ نہیں لیتے تو بعضے لوگ اس قوم کے روم کو بھاگ گئے سو نعمان بن زرعہ نے کہا یا امیر المؤمنین

یہ لوگ بڑے لڑنے والے ہیں اور عرب ہیں جزیہ دینے سے ننگ و عار کرتے ہیں سو تنگی کیجیے اور نہ جزیہ نام کو لیجیے سو فاروق اعظم نے انکو بلایا اور زکوۃ کا دونا اُنپر مقرر
کیا پھر اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا انکے بعد فقہا کا کذا فی النہر والبحر اور چونکہ صلح دو چند زکوۃ پر ہوئی لہذا انکے اطفال اور مجانین اور معتوہین پر کچھ لازم
نہیں کیونکہ زکوۃ انپر واجب نہیں کذا فی الدر المنتقی بخلاف خراج کے کہ وہ طفل وغیرہ پر لازم ہے اسواسطے کہ وہ زمین کا وظیفہ ہے عبادت نہیں کذا فی البحر اور جب انپر
دو چند زکوۃ بالکامہا لازم ہوئی تو چالیس بکریوں میں سے دو بکریاں اور ایک سو بیس بکریوں سے چار بکریاں وعلی ہذا القیاس اونٹ سے کذا فی الفتح **وتؤخذ**
من مولاہ ای معتق التغلبی فی الجزیۃ والخراج کمولی القرشی وحدیث مولی القوم منہم مخصوص بالاجماع اور لیا جائیگا اُسکے مولی سے یعنے تغلبی کے آزاد غلام
سے جزیہ اور خراج میں قرشی کے آزاد غلام کے مانند اور مولی القوم منہم کی حدیث بالاجماع مخصوص ہے یعنی یہ جو حدیث ہے کہ آزاد غلام قوم کا اُسی قوم میں داخل ہے
سو یہ مخصوص بحرمت صدقہ ہے یعنے جس قوم کو صدقہ لینا درست نہیں تو اُسکے آزاد غلام پر بھی لینا جائز نہیں **ومصرف الجزیۃ والخراج ومال التغلبی وہدیتہم**
للامام وانما یقبلہا اذا وقع عندہم ان قتالنا للدین لا للدنیا جوہرۃ **وما اخذ منہم بلا حرب** ومنہ ترکۃ ذمی وما اخذہ عاشر منہم ظہیریۃ **مصالحنا** خبر مصرف
اور مصرف جزیہ اور خراج کا اور تغلبی کے مال کا اور اس مال کا جسکو کفار نے سلطان کو بطور تحفہ دیا ہو اور اُس مال کا جو کفار سے بدون لڑائی کے لیا گیا اہل اسلام
کے مصالح ہیں سلطان کفار کا تحفہ اُس وقت قبول کرے جبکہ اُنکے نزدیک ثابت ہو جاوے کہ ہمارا لڑنا دین کے اسطے ہے نہ دنیا کی تحصیل کیواسطے کذا فی الجوہرۃ
اور مال بلا حرب میں اُس ذمی کا ترکہ داخل ہے جسکا کوئی وارث نہیں کذا فی الحموی اور وہ مال جسکو عاشر کفار سے لے کذا فی الظہیریۃ شارح نے کہا مصالحنا
خبر ہے مصرف کی مصالح جمع ہے مصلحت کی یعنے جسکی منفعت اسلام کیطرف عائد ہو کذا فی القہستانی اہل نجران کا مال اور جس مال پر کہ اہل حرب نے صلح کی ترک قتال کی
دار الحرب میں لشکر اسلام کے داخل ہونے سے پہلے مال بلا حرب میں داخل ہے کذا فی البحر **کسد ثغورنا وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والمتعلمین**
تجنیس وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح مصالح اہل اسلام کے جیسے دار الاسلام کی سرحدوں کی حفاظت کرنا اور پکے پل اور لکڑی کا پل بنانا اور علما اور متعلمین کو بقدر
کفایت دینا کذا فی التجنیس اور متعلمین کے لفظ سے طالب علم بھی مصرف میں داخل ہوگئے کذا فی الفتح ہم سد بالفتح والضم مضبوط کرنا و ثغور بالفتح وسکون غین معجمہ
عبارت ہے موضع مخافت بلاد سے تو سد ثغور سے مراد یہ ہے کہ اُن لوگوں پر صرف کرنا چاہیے کہ جو اس محل خوف کی محافظت کرتے ہیں جو فاصل ہے دار الاسلام اور
دار الحرب کے درمیان ہے اور علما سے مراد مفسرین اور محدثین ہیں اور ظاہر علما سے مراد وہ ہیں جو علوم شرعیہ کی تعلیم کرتے ہیں تو صرف اور نحو وغیرہا کو بھی
شامل ہے کذا فی الحموی عن البرجندی شہر الفائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ رازی سے سوال ہوا کہ بیت المال میں اغنیا کا بھی حصہ ہے یا کہ نہیں کہا نہیں مگر جبکہ عالم
یا قاضی ہو اور فقہا کا اسمیں حصہ نہیں مگر اُس فقیہ کا حصہ ہے جو لوگوں کو فقہ اور قرآن کی تعلیم کیا کرتا ہو **والقضاۃ والعمال** ککتبۃ قضاۃ وشہود قسمۃ ورقباء سواحل
اور بقدر کفایت قاضیوں اور عاملوں کو جیسے قاضیوں کے کاتب اور محتسب کو اور گواہ جو قسمت میں ہوں اور شاہد شہر کا کہ شاہد اور سواحل دریا کے نگہبان یعنے عشر لینے والے
کذا فی الطحطاوی **ورزق المقاتلۃ وذراریہم** ای ذراری من ذکر مسکین واعتمدہ فی البحر قائلا وہل یعطون بعد موت آبائہم حالۃ الصغر لم اره اور جیسے روزی
مقاتلین مجاہدین کی اور اُنکی ذریت کی یعنے محافظین حدود اور علما اور قضاۃ اور عمال اور مقاتلین سب مذکورین کی ذریت کی کذا فی الشرح مسکین اور
اسی پر اعتماد کیا بحر الرائق میں یوں کہکر اور کیا اُنکی ذریت کو روزی دی جائیگی اُنکے باپوں کے مرجانے کے بعد حالت طفلی میں میں نے اسکا حکم کسی کتاب میں
نہیں دیکھا ہم طحطاوی نے شیخ عیسی صفتی کے رسالے سے نقل کیا کہ ابو یوسف نے کہا کتاب الخراج میں کہ جو شخص بیت المال کا مستحق ہے اور آگے کے واسطے
اُسکا استحقاق بیت المال میں مفروض ہوگیا تو اُسکی ذریت کیواسطے بھی مفروض ہوگا اسکی تبعیت سے اور اُسکی موت سے ساقط نہوگا صاحب حاوی نے
کہا فتوی اسپر ہے کہ علما اور فقہا اور مقاتلین کی ذریت اور جو مستحق بیت المال ہے اُسکی ذریت کا حصہ معین کیا جاوے اور جو اُنکی اولاد کیواسطے مفروض
ہوا وہ اُنکی موت سے ساقط نہیں ہوتا والی ہنا تمت مصارف بیت المال الثلثۃ وہذا مصرف جزیۃ وخراج مصرف زکوۃ وعشر مر فی الزکوۃ

ومصرف خمس ورکاز مر فی السیر یعنی رابع وہو لقطۃ وترکۃ بلا وارث ودیۃ مقتول بلا ولی مصرفہا لقیط فقیر وفقیر بلا ولی اور یہان تک تمام ہو چکی تین قسم بیت المال
کے مصارف سو یہ مصرف جزیہ اور خراج کا ہوا اور زکوٰۃ اور عشر کا مصرف کتاب الزکوٰۃ مین مذکور ہو چکا اور مصرف خمس اور رکاز کا گذر گیا کتاب السیر مین
یعنے کتاب الجہاد کی فصل قسمت غنیمت مین مذکور ہو چکا باقی رہا چوتھی قسم کا بیت المال یعنے افتادہ مال اور متروکہ بلا وارث اور خون بہا اس مقتول کا جسکا کوئی
ولی نہین اور مصرف اسکا لقیط محتاج اور فقیر بلا ولی ہو یعنے انکے نفقات اور انکے معالجات اور انکے مولی کی تکفین اور انکے جنایات کی
دیت مین صرف کیا جاویگا کذا فی النہر وعلی الامام ان یجعل لکل نوع بیتا یخصہ اور بادشاہ پر لازم ہو کہ ہر قسم کا ایک ایک گھر بناوے کہ وہ گھر
اسی مال کے واسطے مخصوص رہے یعنے ایک بیت المال جزیہ اور خراج کا اور دوسرا عشر اور زکوٰۃ کا اور تیسرا خمس اور رکاز کا چوتھا لقطات اور لاوارث
ترکات اور لاوارث کی دیت کا اور فائدہ جدا خزانہ کرنے کا یہ ہو کہ ایک قسم کا مال دوسری قسم مین مخلوط نہ چاہیے اسواسطے کہ ہر قسم کا حکم علیحدہ ہو کذا فی البحر ولہ
ان یستقرض من احدہا لیصرفہ للآخر اور جائز ہو بادشاہ کو کہ قرض لے ایک بیت المال سے تا اسکو صرف کرے دوسرے بیت المال کے مصرف مین پھر
جب اس قسم کا مال آوے تو جس بیت المال سے قرض لیا تھا اسمین پھیر دے مگر جبکہ مال مصروف از قسم صدقات یا خمس کے ہو اور اہل خراج پر صرف کیا ہو اور حال یہ کہ
وہ محتاج ہین تو پھیر دینا کچھ ضرور نہین اسواسطے کہ فقراء اہل خراج مستحق صدقات ہین اپنی محتاجی کے سبب سے کذا فی البحر والنہر ویعطی بقدر الحاجۃ والفقہ والفضل
فان قصر کان اللہ علیہ حسیبا اور دیا جائے بقدر حاجت اور بقدر فقہ اور فضیلت کے سوا اگر اسمین بادشاہ قصور کریگا تو حق تعالی اس سے حساب لینے والا ہو
کذا فی شرح الزیلعی ثم قنیہ مین ہو کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اہل اسلام کو برابر دیتے تھے اور عمر فاروق انکو بقدر حاجت اور بقدر فقہ اور فضیلت کے عطا
فرماتے تھے اور عمل کرنا فاروق اعظم کے فعل پر ہمارے زمانے مین حسن ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی وفی الحاوی المراد بالحافظ فی حدیث لحافظ القرآن مائتا
دینار ہو المفتی الیوم اور حاوی قدسی مین ہو کہ حافظ سے مراد اس حدیث مین کہ حافظ قرآن کیواسطے دوسو دینار ہین مفتی ہو اسواسطے کہ صحابہ کرام کے زمانے مین
حافظ قرآن جو ہوتا تھا وہ احکام کا بھی عالم ہوتا تھا بخلاف اس وقت کے کذا فی الطحطاوی ولا شیء لذمی فی بیت المال الا ان یہلک لضعفہ فیعطیہ ما یسد جوعتہ اور کچھ حق
نہین ذمی کیواسطے بیت المال مین مگر یہ کہ وہ ہلاک ہوتا ہو بسبب اپنے ضعف کے تو اتنا اسکو بیت المال سے دے جس سے بیکارہ کی گرسنگی رفع ہو ومن مات فی نصف
الحول حرم من العطاء لانہ صلۃ فلا تملک الا بالقبض اور جو شخص مصارف بیت المال سے تھا اور مرگیا نصف سال مین مر گیا محروم ہوا عطا سے اسواسطے کہ عطا صلہ ہو
یعنے صدقہ اور احسان ہو تو وہ ملک نہین ہوتا بدون قبضے کے حموی کی شرح مین ہو کہ رزق اور عطا متقارب المعنی ہین مگر فقہانے دونون مین فرق کیا ہو سو جو اہل لشکر کو
بطور مشاہرہ دیا جاتا ہو اسکو رزق کہتے ہین اور جو بطریق سالانہ یا ششماہی کے دیا جاتا ہو اسکو عطا کہتے ہین اور فتح القدیر مین ہو کہ عطا وہ ہو کہ جو مستحقین بیت المال کے نام پر کچہری مین
لکھا جاتا ہو چنانچہ جاگیر ہمارے عرف مین [illegible] اور رزق ماہوار ہو واہل العطاء فی زماننا القاضی والمفتی والمدرس [illegible] اور اہل عطا یعنے سالانہ دار ہمارے زمانے مین
قاضی و مفتی اور مدرس ہین [illegible] بحر الرائق کی عبارت [illegible] القاضی والمفتی والمدرس [illegible] بہتر ہو کہ مقاتلین [illegible] کو بھی شامل ہو ولو مات فی آخرہ
او بعد تمامہ کما صحح فی البزازیۃ یستحب الصرف الی قریبہ لانہ فی تعبہ [illegible] اور اگر اہل عطا مرگیا آخر سال مین یا بعد تمام سال کے چنانچہ صحیح کی بزازیہ نے اسکی
تصحیح کی ہو تو مستحب ہو عطا کا صرف کرنا اسکے قریب کیطرف اسواسطے کہ اسنے اپنی محنت کشی کو پورا کردیا تو عطا کا بھی پورا کردینا اسکے واسطے مستحب ہو یعنے میت کے
وارثون کو دے کرم اور استحباب [illegible] علامہ عینی اور شارح مجمع کا مختار ہو اور [illegible] کو اختیار کیا ہو محقق ابن ہمام نے کہا کہ دلیل اسکی مقتضی ہو کہ اسکے
وارثون کو دینا واجب ہو اسواسطے کہ حق ثابت ہوگیا سال کے اندر اتمام عمل سے چنانچہ سہم غازی کا موروث ہوتا ہو بعد احراز دار الاسلام کے وہ میت کہ جسکے حق کی وقت
مین اگرچہ اسکی ملک ثابت نہین کذا فی الطحطاوی ومن تعجل ثم مات او عزل قبل الحول قیل یجب رد الباقی وقیل لا کالنفقۃ المعجلۃ زیلعی اور جو سالانہ پیشگی لے کر مرگیا
یا معزول ہو عمل سے سال سے پہلے بعضون نے کہا جسقدر سال کا باقی رہا اتنا اسکے پھیر دے اور بعضون نے کہا پھیر دینا واجب نہین نفقہ معجلہ کے مانند شوہرین کے

نزدیک خلاف ہے کذا فی النہر عن الزیلعی والمؤذن والامام اذا کان لہما وقف فلم یستوفیا حتی ماتا فانہ یسقط لانہ کالصلۃ وکذا القاضی و قیل لا یسقط لانہ کالاجرۃ وہذا ثابت فی نسخ الشرح ساقط من نسخ المتن ہنا وتمامہ فی الدرر وقد لخصناہ فی الوقف اور مؤذن اور امام مسجد کا جبکہ وقف انکے واسطے ہوا ور انکو پورا سال نگذرا کہ وہ مر گئے تو وہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ وہ بمنزلہ صدقہ اور احسان کے ہے اور یہی حکم ہے قاضی کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ مثل اجرت کے ہے اور یہ مسئلہ مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہے اور متن کے نسخوں سے ساقط ہے اور پورا بیان اسکا درر غرر میں ہے اور کتاب الوقف میں ہمنے اسکا ملخص بیان کیا ہے ہم اور اگر امام اور مؤذن کیواسطے اجرت معین ہے تو وہ موت سے ساقط نہیں ہوتی درر غرر میں صدر الاسلام طاہر بن محمود کے فوائد سے مذکور ہے کہ ایک گاؤن میں امام مسجد پر زمین وقف ہے سو امام نے اسکا غلہ دو برس پختہ ہونے کے لیا اور اُس گاؤن سے چلا گیا تو باقی سال کا حصہ اُس سے مسترد نہوگا اور امام کو باقی سال کا حصہ کھانا جائز ہے اگر وہ محتاج ہے اور یہی حکم ہے طلبہ علم اور مدرس کا کذا فی الطحطاوی

باب المرتد

یہ باب ہے مرتد کے احکام میں جب مصنف نے کفر اصلی کے احکام سے فراغت پائی تو کفر طاری کے احکام شروع کیے کفر اصلی سے مرادیہ ہے کہ اسپر ایمان مقدم نہو یا بعد بلوغ کے اور کفر طاری وہ ہے جسپر ایمان مقدم ہوا ہو ہو لغۃ الراجع مطلقا وشرعا الراجع عن دین الاسلام مرتد لغت میں پھر جانے والے کو کہتے ہیں مطلقا خواہ ایمان سے پھرے یا غیر ایمان سے اور اصطلاح شرع میں دین اسلام سے پھر جانے والے کو مرتد کہتے ہیں ورکنہا اجراء کلمۃ الکفر علی اللسان بعد الایمان اور ردت یعنی ارتداد کا رکن جاری کرنا ہے کلمہ کفر کا زبان پر بعد ایمان کے یہ ارتداد ظاہری کی تعریف ہے اور ارتداد قلبی کلام لسانی پر موقوف نہیں چنانچہ حق تعالی کو بصفت نالائق موصوف اعتقاد کرے یا بعد مدت کے کافر ہو جانیکا قصد مصمم رکھے کذا فی الطحطاوی وہو تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جمیع ما جاء بہ عن اللہ تعالی ما علم مجیئہ ضرورۃ اور وہ یعنی ایمان عبارت ہے سرور عالم محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تصدیق سے ہر چیز میں جسکو آنحضرت لائے اللہ تعالی کیطرف سے جسکا لانا بالیقین معلوم ہو چکا یعنے ضروریات دین محمدی کو دل سے ماننا یہی حقیقت ہے ایمان کی اور ضروریات سے مراد وہ ہے جسکو عوام بھی جانتے ہیں بلا احتیاج نظر و استدلال چنانچہ وحدانیت خدا و نبوت انبیاء و بہشت و جزاء و وجوب صلوۃ و زکوۃ و حرمت خمر وغیرہا کذا فی حاشیۃ الحلبی وہل ہو فقط او ہو مع الاقرار قولان اکثر الحنفیۃ علی الثانی والمحققون علی الاول اور کیا ایمان فقط تصدیق قلبی سے عبارت ہے یا تصدیق مع الاقرار سے اسمیں دو قول ہیں اور اکثر حنفیہ قول ثانی پر ہیں اور علمائے محققین قول اول پر ہیں محققین سے مراد اکثر ماتریدیہ و اشاعرہ ہیں اور خوارج کے نزدیک ایمان عبارت ہے تصدیق مع الاعمال سے لہذا انکے نزدیک گناہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور کرامیہ کے نزدیک فقط تصدیق زبانی کا نام ایمان ہے سو اگر تصدیق لسانی تصدیق قلبی کے مطابق ہے تو وہ مومن ناجی ہے والا مومن مخلد فی النار ہے والاقرار شرط لاجراء الاحکام الدنیویۃ بعد الاتفاق علی انہ یعتقد متی طولب بہ اتی بہ فان طولب بہ فلم یقر فہو کفر عناد محققین کے نزدیک ایمان کا اقرار کرنا شرط ہے احکام دنیویہ کے جاری کرنے کیواسطے انکے متفق ہونے کے بعد اسپر کہ مومن اسکا اعتقاد رکھے کہ جب کبھی اُس سے ایمان کا مطالبہ کریگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا سو اگر اُس سے ایمان کا مطالبہ ہوا اور اُسنے اقرار نہ کیا تو اُسکا یہ عدم اقرار اور جب رہنا کفر عناد ہے ہم احکام دنیویہ سے مراد نکاح اور انکاح اور قبول شہادت اور صحت قضا اور قتل نکرنا ہے اور نماز جنازہ اور مقابر مسلمین میں دفن کرنا ہے پھر اگر وہ مر گیا اور اُسنے ایمان کا اقرار نکیا اور اُسکے دل میں تھا کہ جب کوئی اُس سے پوچھیگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا تو خدا کے نزدیک وہ مومن ناجی ہوگا لیکن اسلام کے احکام دنیویہ اسپر جاری نہونگے علمائے محققین کا اسپر اجماع ہے کہ ترک عناد شرط ہے ایمان کی اور ترک عناد سے مراد یہ ہے کہ جب اُس سے ایمان کا مطالبہ ہو تو وہ اُسکا اقرار کرے سو اگر بعد مطالبہ اُسنے اقرار نہ کیا تو یہ عدم اقرار کفر عناد ہے اور اعتقاد سابق اسکو مفید نہوگا باقی رہا یہ کہ اگر معتقد نہو یعنے خالی الذہن ہو یا اُسکا معتقد ہو کہ مطالبہ کرنے سے ایمان کا اقرار نہ کریگا لیکن مطالبہ کے وقت اقرار کرے سو یہ اقرار کیا کافی ہوگا بمنزلہ حصول معتقد کے یا کافی نہوگا بسبب فقد اعتقاد سابق کے کذا فی حاشیۃ الحلبی الطحطاوی کہا ظاہر جواب یہ ہے کہ جب اُسنے اقرار کیا تو اُسکے ایمان میں

کچھ شک نہیں اور قبل اقرار کے درصورت ثانی کافر ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اپنی نیت میں اقرار ایمانی سے انکار کیا اور پہلی صورت میں شرط کرنا اعتقاد کا مقتضی کفر ہے
واللہ تعالیٰ اعلم قال المصنف فی الفتح من ہزل بلفظ الکفر ارتد وان لم یعتقدہ للاستخفاف فہو ککفر العناد مصنف نے کہا اور فتح القدیر میں ہے کہ جسنے ہنسی اور
خوش طبعی کی بلفظ کفر اگرچہ معتقد کفر نہو وہ مرتد ہوگیا بسبب تخفیف جاننے کے تو وہ کفر عنادی کے مانند ہے اور فتاوی خیریہ میں بحر الرائق سے منقول ہے
کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرے باعتبار ہزل کے وہ کافر ہے سب کے نزدیک اور کسیکے اعتقاد کا کچھ اعتبار نہیں اور جسنے باعتبار خطا یا اکراہ کے اسکا تکلم کیا وہ سب کے
نزدیک کافر نہیں اور جسنے معلوم کر کے قصداً تکلم کیا وہ بھی بالاتفاق کافر ہے اور جو کلمہ کفر کو خوشی بولا لیکن اُسکا کفر ہونے سے جاہل ہے تو اسمیں اختلاف ہے والکفر
لغۃ الستر وشرعاً تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شیء مما جاء بہ من الدین ضرورۃ اور کفر لغت میں بمعنی اخفا کے ہے اور شرع میں عبارت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
تکذیب سے کسی چیز میں جسکو آپ لائے منجملہ دین کے بالیقین بلا تردد یعنے ضروریات دین میں سے ایک چیز کا بھی انکار کرنا کفر ہے مثلاً جو فرضیت زکوۃ یا حج کا منکر ہو
یا ظہر کی مثلاً چار رکعت فرض کو نہ مانے وہ کافر ہے والفاظہ تعرف فی الفتاوی بل افردت بالتالیف مع انہ لا یفتی بالکفر بشیء منہا الا فیما اتفق المشایخ
علیہ کما سیجیء قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیء منہا اور کلمات کفر کے فتاوں میں مشہور ہیں بلکہ انکی جداگانہ تالیف ہوئی ہے رسائل ہیں باوجود
اسکے کہ کفر کا فتوی دیا نہیں جاتا بسبب کسی چیز کے انمیں سے مگر اسمیں جسپر فقہا کا اتفاق ہے جیسا کہ آویگا بحر الرائق میں کہا کہ میں نے اپنی ذات پر لازم
کرلیا ہے کہ میں فتوی نہ دونگا کسی چیز پر انمیں سے یعنے جسمیں فقہا کا اختلاف ہے اسواسطے کہ مومن کو کافر کہنا بلا دلیل قطعی خطرناک ہے فائدہ بعضے موجبات
کفر فتاوی عالمگیری اور طحطاوی سے مترجم نقل کرتا ہے تا اہل اسلام اُس سے کنارہ کریں جو شخص کہے کہ میں صفت اسلام کی نہیں جانتا وہ کافر ہوگا
صوم اور صلوۃ اور عبادت اور نکاح صحیح نہیں اور اسکی اولاد ولد الزنا ہے جو شخص حق تعالی کو ایسے اوصاف سے موصوف کرے جو اسکی شان مقدس کے لائق نہیں یا
کسی حکم سے تمسخر کرے یا اسکے وعدہ اور وعید کا انکار کرے یا اسکا کوئی شریک یا فرزند یا زوجہ ٹھہرائے یا اُس علیم اور قدیر کیطرف جہل یا عجز یا نقصان کی
نسبت کرے وہ کافر ہو جائیگا اگر خدا مجھکو اس کام کا امر کریگا تو میں نہ کرونگا وہ کافر ہے جو شخص بعض انبیا علیہم السلام کا مقر نہ ہو یا کسی سنت کو سنن مرسلین سے ناپسند کرے وہ کافر ہے جو
خضر اور ذوالکفل کی نبوت کا منکر ہو وہ کافر نہیں بسبب اختلاف کے انکی نبوت میں جو شخص کہے کہ اگر فلانا شخص نبی یا رسول اللہ ہو تو بھی اُسکا ایمان نہ لاؤنگا وہ
کافر ہے رافضی جب شیخین کو برا کہے یا لعنت کرے تو وہ کافر ہے اور اگر علی مرتضی کو ابی بکر صدیق پر فضیلت دے تو کافر نہیں مبتدع ہے قذف عائشہ صدیقہ کا کفر ہے [illegible]
اور ازواج طاہرات کے قذف کا کافر نہیں لیکن مستحق لعنت ہے خلافت شیخین کا منکر بقول صحیح کافر ہے رافضیوں کا یہ قول کہ دنیا میں اموات رجعت کرینگے
یا جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کی کہ علی مرتضی کو چھوڑ کر محمد علیہ الصلوۃ والسلام کو وحی پہونچائی یہ صاف کفر ہے یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور مرتدین میں
داخل ہیں حدیث متواتر کا منکر کافر ہے اور حدیث مشہور کا منکر بقول صحیح کافر نہیں اور اسطرح خبر واحد کا منکر کافر نہیں بلکہ گنہگار ہے بسبب ترک قبول کے
استخفاف ملائکہ کا اور انکو عیب لگانا کفر ہے جو شخص قرآن کو مخلوق کہے یا قرآن میں سے کسی آیت کا منکر ہو یا تمسخر اور بے ادبی کسی آیت سے
حقارت کرنا ۱۲
کرے وہ کافر ہے جو قرآن کو دف وغیرہ کی گت پر پڑھے وہ کافر ہے ایک شخص نے کہا دوسرے سے کہ نماز پڑھ اُسنے جواب دیا کہ اسکو کون سر پر اُٹھاوے یا بولا کہ ہمارے
واسطے لوگ نماز پڑھتے ہیں یا بولا کہ تو نے نماز پڑھ کے کیا کیا یا یوں بولا کہ نماز پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے یہ سب کفر ہے جو شخص کہے بطریق استخفاف اور طنز کہ میں نے
بہت نماز پڑھی ہماری کوئی حاجت روا نہوئی تو وہ کافر ہے جو شخص کہے کہ نماز مجھکو سزاوار نہیں یا ملال مجھکو سزاوار [illegible] یا نماز کو اونچے طاق پر رکھ دیا
وہ کافر ہے جو شخص بلا سبب عالم یا فقیہ کو گالی دے اُسپر خوف ہے کفر کا ایک جاہل نے کہا کہ یہ جو علم سیکھتے ہیں یہ داستان سیکھتے ہیں یا ہوا اور باد ہوائی کہتے ہیں یا یوں
کہا کہ یہ تزویر ہے سو وہ کافر ہے اگر فقیہ نے مسئلہ بیان کیا یا حدیث صحیح کی روایت کی دوسرے نے کہا یہ کچھ نہیں یا یوں بولا کہ یہ بات کس کام آتی ہے
درم چاہئے کہ موجب حشمت اور عزت ہو علم کسکے کام آتا ہے سو یہ قول کفر ہے جو شخص اونچے مکان پر بیٹھے بطور واعظ کے اور اُسکے ساتھ جماعت ہوں اور اُس سے

مسائل پوچھتے ہوں اور اُنسے ہنسی کرتے ہوں اور اُنکو تکیوں سے مارتے ہوں تو سب کافر ہونگے شرع کے ساتھ استخفاف اور بے ادبی کرنے سے اور اگر خصم اُسکا فتویٰ لکھا لاوے اور وہ فتویٰ کو زمین پر ڈال دے تو وہ کافر ہے جو شخص حرام کو حلال اعتقاد کرے یا حلال کو حرام جانے وہ کافر ہے لیکن اگر بازاری بلا اعتقاد حلت حرام کو حلال کہے تو اُسکا مال بک جائے یا جہالت سے کہے تو وہ کافر نہیں اور اصل یہ ہے کہ جو حرام کو حلال اعتقاد کرے سو اگر وہ حرام لغیرہ ہے جیسا کہ غیر کا مال تو وہ کافر نہیں اور اگر حرام لعینہ ہے سو اگر اُسکی دلیل قطعی ہے تو وہ کافر ہوا ورنہیں تو نہیں مرتکب صغائر سے کسی نے کہا کہ توبہ کر اُسنے جواب دیا کہ مینے کیا کیا ہے کہ توبہ کروں وہ کافر ہے جو شخص پیالۂ خمر کے پینے کیوقت یا زنا کرنیکے وقت یا قمار کھیلنے کے وقت بسم اللہ کہے وہ کافر ہے انکار اور اداے سے منسوخ ہونے روزی کرنا کفر ہے جو قیامت اور جنت اور نار اور میزان اور صراط اور نامۂ اعمال اور بعد موت کے زندہ ہونے کا منکر ہو وہ کافر ہوا اور اگر بعینہ ایک ایسی کے بعث کا منکر ہو تو وہ کافر نہیں ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ گناہ نکر کہ دوسرا جہان بھی ہے اُسنے کہا کہ اُس جہان کو کون جانتا ہے وہ کافر ہے جو کسی شخص کو کلمۂ کفر سکھاوے وہ کافر ہوا اگرچہ بطریق لہو و لعب کے سکھاوے اور اسیطرح اگر غیر کی عورت کو ارتداد کی تلقین کرے تاکہ وہ اپنے زوج سے جدا ہو جاوے یہ بھی کفر ہے جو شخص مجوسیوں کی ٹوپی اپنے سر پر رکھے وہ کافر ہے بقول صحیح مگر بضرورت دفع گرما اور سرما کفر نہیں اور اپنی کمر پر زنار باندھنے سے کافر ہوا مگر جبکہ جنگ میں بطور خدع کے یا جاسوسی کیلئے باندھے تو کفر نہیں بعض مشرکین کی عیدوں میں بطریق تعظیم جاوے تو کافر ہوا ہے مترجم کہتا ہے عیاد مشرکین یعنی کفار کے میلے جیسا کہ ہولی دیوالی بسنت نوروز وغیر ذلک کافر ہوتا ہے آدمی مجوسیوں کے نوروز میں جانے سے انکے افعال کی موافقت کے سبب سے اُس دن میں اور اُس چیز کے خرید کرنے سے نوروز میں جسکو قبل اسکے نہ خرید کرتا تھا تعظیم نوروز کے واسطے نہ واسطے کھانے اور پینے کے اور کافر ہوتا ہے اُس دن مشرکین کو تحفہ دینے سے اگرچہ انڈا ہی ہو بطریق اُسکی تعظیم کے اور کافر ہوتا ہے تحسین امر کفار سے بالاتفاق تو اگر کسی نے کھانے کیوقت کلام نکرنا یا حالت حیض میں عورت کو پاس رکھنا بہتر فعل ہے مجوسیوں کا تو وہ کافر ہے شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے وہ کافر ہوا اور بعضوں نے کہا کہ کافر نہیں خطیبوں کا القاب سلاطین میں یوں کہنا عادل اعظم شہنشاہ اعظم مالک رقاب الامم سلطان ارض اللہ مالک بلاد اللہ علی الاطلاق جائز نہیں اسواسطے کہ بعض الفاظ کفر ہیں اور بعض معصیت اور کذب ہیں اور شہنشاہ خصائص اسماء الٰہیہ سے ہے بلا وصف اعظم جو عورتیں سلاطین اطفال کے چیچک نکلنے کیوقت جو بھوانی کو پوجتی ہیں اور اُس سے شفا چاہتی ہیں کافر ہو جاتی ہیں نکاح اُنکا ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اُنکے شوہر بھی اس فعل سے راضی ہوں تو وہ بھی کافر ہو جاتے ہیں جو شخص کہے کہ اس زمانے میں بدون خیانت اور دروغگوئی کے گذارا نہیں ہوتا یا یوں کہے کہ جبتک خرید و فروخت میں جھوٹ نہ بولیگا روٹی کھانے کو نہ پاویگا اس کلام سے کافر ہو جاتا ہے جسنے کافر ہونیکا عزم کیا اگرچہ سو برس کے بعد تو وہ فی الحال کافر ہو گیا جسنے اپنی زبان سے کلمۂ کفر بخوشی کہا بغیر جبر کے اور اُسکا دل ایمان پر ہے وہ کافر ہوا خدا کے نزدیک مومن نہیں جس قول یا فعل کے کفر ہونے میں علما کا اختلاف ہو تو اُسکے قائل کو تجدید نکاح اور توبہ کا امر کیا جاوے بطریق احتیاط کے اور اگر از راہ خطا وہ قول یا فعل صادر ہوا ہو تو تجدید نکاح اور رجوع کی حاجت نہیں کذا فی العالمگیریۃ واللہ تعالیٰ اعلم

وشرائط صحتہا العقل والصحو والطوع فلا تصح ردۃ مجنون ومعتوہ وموسوس وصبی لا یعقل وسکران ومکرہ علیہا واما البلوغ والذکورۃ فلیستا بشرط بدائع اور صحت ارتداد کی شرطیں عقل اور ہوشیاری اور خود مختاری ہے تو صحیح نہیں مرتد ہونا مجنون اور بیہوش اور وسواسی اور طفل نافہم اور مست کا اور جسپر جبر اور زبردستی ہوئی ہو مرتد ہونے کیواسطے اور بالغ ہونا اور مرد ہونا ارتداد کی شرط نہیں کذا فی البدائع وفی الاشباہ لا تصح ردۃ السکران الا الردۃ بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ یقتل ولا یعفی عنہ اور اشباہ میں ہے کہ صحیح نہیں مرتد ہونا مست کا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کا ارتداد صحیح ہے اسواسطے کہ وہ قتل کیا جائیگا اور اُسکا قصور معاف نہوگا اور بحر الرائق میں قید لگائی ہے کہ اُسکا سکر حرام چیز سے ہوا اور اُسنے اپنی خوشی بلا جبر اُسکو استعمال کیا ہو والا وہ مجنون کے مانند ہے ومن ارتد عرض الحاکم علیہ الاسلام استحبابا علی المذہب لبلوغہ الدعوۃ جو شخص مرتد ہو جاوے حاکم اُسپر اسلام عرض کرے یعنے اُس سے اسلام قبول کراوے بطریق استحباب کے بنا بر صحیح مذہب کے اسواسطے کہ اُسکو دعوت اسلام کی پہونچ گئی یعنے جسکو دعوت پہونچ گئی اُسپر عرض اسلام واجب نہیں تاکشف شبہہ بیان لثمرۃ العرض و [illegible]

دور کیا جاوے یہ بیان ہو ثمرۂ عرض کا یعنے عرض اسلام کا فائدہ یہ ہے کہ اگر اسکو کوئی شبہ پڑگیا ہو تو رفع کیا جاوے ویحبس وجوبًا وقیل ندبًا ثلثة ایام یعرض علیه الاسلام
فی کل یوم منها خانية اور مرتد قید کیا جاوے بنا بر وجوب کے تین دن قول ضعیف میں جو بنا بر استحباب کے ہے تینوں دنوں میں ہر روز اسپر اسلام عرض کیا جاوے کذا فی الخانية
ان استمهل ای طلب المهلة والا قتله من ساعته الا اذا رجی اسلامه بدائع حبس تین دن کا اسوقت ہے جبکہ مرتد مہلت چاہے اور اگر مہلت نہ مانگے تو فی الفور
حاکم اسکو قتل کر ڈالے یعنے بعد عرض اسلام اور کشف شبہ کے مگر اسوقت قتل میں جلدی نہ کرے جبکہ اسکا مسلمان ہونا متوقع ہو کذا فی البدائع وکذا لو ارتد
ثانیا لکنه یضرب ویحبس فی الثالثة یحبس ایضا حتی یظهر علیه التوبة فان عاد فکذلک تاتارخانية قلت لکن نقل فی الزواہر عن آخر حدود الخانية معزیا للبلخی
ان یفید قتله بلا توبة فتنبه اور اسیطرح مہلت دیجائیگی اگر دوسری بار مرتد ہوگا لیکن مارا جائیگا بعد توبہ کے بلا حبس اور تیسرے بار کے ارتداد میں پھر اسکے
ساتھ حبس بھی کیا جائیگا یہانتک کہ اسپر آثار توبہ کے ظاہر ہوں پھر اگر چوتھے بار ارتداد کیطرف عود کریگا تو یہی حکم ہے یعنے بعد توبہ کے مارا جائیگا اور حبس رہیگا
تا ظہور آثار اسلام مقید رہیگا کذا فی المنح عن التاتارخانية شارح کہتا ہے لیکن زواہر میں آخر حدود خانیہ سے ابو عبداللہ بلخی کیطرف نسبت کرکے یہ مضمون
نقل کیا ہے جو مفید ہے مرتد بار بار کے قتل کا بلا قبول توبہ سو آگاہ رہنا امام فتح القدیر میں تاتارخانیہ کے قول کو ظاہر الروایۃ قرار دیا ہے اور خانیہ کے قول کو روایت نوادر
ٹھیرایا ہے اور جناب ناطفی اور مختصر سرخسی میں مذکور ہے کہ چوتھے بار کے ارتداد میں امام اسکو مہلت نہ دے اگر وہ مہلت مانگے اگر فی الحال اسلام قبول کرے تو بہتر ہے والا اسکو قتل
کیجے کذا فی حاشیة الطحطاوی فان اسلم فبها والا قتل لحدیث من بدل دینه فاقتلوه سو بعد مہلت کے دور کے اگر وہ اسلام قبول کرے تو کیا خوب ہے والا امام
اسکو قتل کرے بدلیل اس حدیث کے کہ جو اپنے دین کو یعنے اسلام بدل ڈالے تو اسکو قتل کرو روایت کیا احمد و البخاری نے کذا فی المنح واسلامه ان یتبرأ عن الادیان
سوی الاسلام او عما انتقل الیه بعد نطقه بالشهادتین وتمامه فی البحر اور مسلمان ہونا مرتد کا اسطرح ہے کہ بیزار ہوجاے سب دینوں سے سوائے اسلام کے یا اس دین سے
بیزار ہو جسکی طرف اسنے انتقال کیا بعد تکلم شہادتین کے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے اور بحر الرائق میں کہا کہ مرتد کے اسلام میں بعد شہادتین سوائے
اسلام کے اور دینوں سے بیزار ہونا دار الاسلام میں شرط ہے اور اگر دار الحرب میں مسلمان مرتد کو مارنے لگے اور وہ کہے محمد رسول اللہ یا کہے کہ میں اسلام میں داخل ہوا
یا دین محمدی میں آیا تو یہ دلیل ہے اسکے اسلام کی ولو اتی بهما علی وجه العادة لم ینفعه ما لم یتبرأ بزازیة اور اگر مرتد کلمہ شہادت کو بولا بطریق عادت کے تو
اسکو نافع نہیں جبتک سوا اسلام کے اور دینوں سے تبرا نکرے کذا فی البزازیة وکره تنزیها لمن قتله قبل العرض بلا ضمان لان الکفر مبیح للدم
اور بدلیل گذشتہ مکروہ تنزیہی ہے اسکا مار ڈالنا قبل عرض کرنے اسلام کے بدون ضمان کے اسواسطے کہ کفر مباح کرنے والا ہے اسکے خون کا مع دلیل گذشتہ یعنے کہ
عرض اسلام بقول صحیح مستحب ہے اور ترک مستحب مکروہ تنزیہی ہے نہ تحریمی فتح القدیر میں کہا کہ قاتل قبل العرض پر اگرچہ ضمان نہیں لیکن تعزیر ہے اور اسپر بحر
قائل مخصوصیہ فقیہ باسلام المرتد لان الکفار خمسة من ینکر الصانع کالدهریة ومن ینکر الوحدانیة کالثنویة ومن یقربها لکن ینکر بعثة الرسل کالفلاسفة
ومن ینکر الکل کالوثنیة ومن یقر بالکل لکن ینکر عموم رسالة المصطفی صلی الله علیه وسلم کالعیسویة فیکتفی من الاولین بقول لا اله الا الله وفی الثالث
بقول محمد رسول الله وفی الرابع باحدهما وفی الخامس بهما مع التبری عن کل دین یخالف دین الاسلام بدائع وآخر کراهیة الدرر اور مصنف نے
اسلام مرتد کو مقید بقید مذکور اسواسطے کیا کہ سب کافر پانچ قسم پر ہیں بعضے خالق کے منکر ہیں جیسا کہ فرقہ دہریہ اور بعضے وحدانیت کے منکر ہیں جیساکہ مجوسی کہ
وہ خالقوں کے قائل ہیں یعنی یزدان اور اہرمن کے اور بعضے کافر خالق اور اسکی وحدانیت کے مقر ہیں لیکن رسالت انبیا کے منکر ہیں جیسے حکماء فلاسفہ
اور بعضے خالق اور وحدانیت اور رسالت سب کے منکر ہیں جیساکہ بت پرست اور بعضے سب کا اقرار کرتے ہیں لیکن عموم رسالت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے
منکر ہیں جیساکہ فرقہ عیسویہ تو کفایت کرے اول دو یعنی دہریہ اور مجوسیوں سے لا اله الا الله کے کہنے پر اور ثالث یعنی حکماء فلاسفہ سے محمد رسول اللہ کے کہنے پر اور رابع یعنے
بت پرستوں سے دونوں میں ایک پر یعنی کلمہ توحید یا اقرار رسالت پر اور خامس یعنے عیسویہ سے دونوں قول پر یعنی شہادتین پر کفایت کرے ساتھ تبرا کرنے کے ہر دین سے جو مخالف ہے دین اسلام کے

كذا في البدائع وآخر كراہيۃ الدرر فلاسفہ سے یہاں جب کبار یونانیین مراد نہیں بلکہ بعضے مراد ہیں اسواسطے کہ جمہور فلاسفہ رسالت انبیاء کے قائل ہیں اور عیسویہ سے نصاری مراد نہیں بلکہ ایک قوم ہے یہود کی جو عیسی اصفہانی یہودی کی طرف منسوب ہے شارح مسایرہ کا قول بدائع اور درر کے مخالف ہے یعنے عیسویوں میں آدمی کو شہادتین ضروری ہے اور ظاہر یہ ہے کہ جو سیوائے کے مانند ہیں انکا بھی یہی حکم ہے اور رسالت میں یہی ہے کذا في حاشيۃ الحلبي وحينئذ فيستفسر من جهل حاله بل عمم في الدرر اشتراط التبري في كل يهودي ونصراني ومثله في فتاوى المصنف وابن نجيم وغيرهما وفي رهن فتاوى قارى الهدايۃ كذا افتى علمائنا والذي افتي به وصحته بالشهادتين بلا تبرى لان التلفظ بها صار علامۃ على الاسلام فيقتل ان رجع ما لم يعد ابدا اور شہوقت میں یعنی جب معلوم ہوا کہ کفار پانچ قسم پر ہیں اور انکے اسلام میں حکم مختلف ہے تو استفسار کرنا چاہیے جسکا حال معلوم نہو کہ اقسام خمسہ میں سے کس میں ہے مرتد داخل ہوا بلکہ عام کہا ہے درر میں مشروط ہونے تبرا کو ہر یہودی و نصرانی میں اور اسی کے مانند ہے مصنف اور ابن نجیم وغیرہما کے فتاووں میں اور فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الرہن میں ہے ایسا ہی فتوی دیا ہے ہمارے علماء نے اور جو میں فتوی دیتا ہوں وہ صحت اسلام ہے شہادتین سے بلا شرط تبرا اسواسطے کہ شہادتین کا بولنا اسلام کی علامت ہو گئی ہے تو قتل کیا جائیگا اگر پھر جائے درصورت عدم الاعادہ مسلمان ہونے کے باوجود اکتفا بالشہادتین معمول ہے کذا في الدرر المنتقى واعلم انہ لا يفتى بتكفير مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن او كان في كفره خلاف ولو كان ذلك رواية ضعيفة كما حرره في البحر وعزاه في الاشباه الى الصغرى اور یہ معلوم کر کہ فتوی نہ دیا جائے اس مسلمان کی تکفیر پر جسکے کلام کا محمول کرنا اچھے محمل پر ممکن ہو یا اسکے کفر میں علما کا اختلاف ہوا گرچہ یہ خلاف ضعیف روایت سے ہو چنانچہ بحر الرائق میں اسکو خوب منقح کر کے لکھا ہے اور اشباہ میں عدم تکفیر درصورت اختلاف کو فتاوی صغری کیطرف منسوب کیا ہے مفتی ابو مسعود نے حاشیہ اشباہ میں تصریح کی ہے کہ عدم تکفیر میں روایت ضعیف بھی کافی ہے اگرچہ روایت ہمارے مذہب کی ہو وفي الدرر وغيرها اذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر وواحد يمنعه فعلى المفتي الميل لما يمنعه ثم لو نيته ذلك فمسلم والا لم ينفعه حمل المفتي على خلافه اور درر وغیرہ میں ہے جبکہ ایک صورت میں چند وجوہ ہوں موجب کفر کے اور ایک وجہ مانع کفر ہو تو مفتی پر لازم ہے میل کرنا اس وجہ کیطرف جو مانع کفر ہے پھر اگر اس شخص کی نیت یہی ہے جو مانع کفر ہے تو وہ شخص مسلمان ہے اور اگر اسکی نیت یہی وجہ نہیں ہے تو فائدہ نکریگا محمول کرنا مفتی کا اسکے خلاف پر وينبغي للتعوذ بهذا الدعاء صباحا ومساء فانه سبب العصمة من الكفر بوعد الصادق الامين صلى الله عليه وسلم اللهم اني اعوذ بك من ان اشرك بك شيئا وانا اعلم واستغفرك لما لا اعلم انك انت علام الغيوب اور مسلمان کو لائق ہے پناہ مانگنا بواسطے اس دعا کے صبح اور شام اسواسطے کہ وہ سبب ہے کفر سے محفوظ رہنے کا بموجب وعدہ رسول صادق امانت دار کے علیہ الصلوۃ والسلام وہ دعا اللهم سے آخر تک ہے یعنے خداوندا میں پناہ مانگتا ہوں بواسطے تیرے اس سے کہ کسی چیز کو میں تیرا شریک ٹھہراؤں جان بوجھ کر اور تیری مغفرت چاہتا ہوں اس گناہ کیواسطے جسکو میں نہیں جانتا بلا شک تو علام الغيوب ہے وتوبة الياس مقبولة دون ايمان الياس اور توبہ کرنا گناہ ہونے اسوقت جب زندگی کی امید نہ ہے مقبول ہے نہ ایمان لانا اسوقت کا كذا في الدرر طحطاوی نے کہا قبولیت توبہ یاس متفق علیہ نہیں بلکہ بعضے علماء نے عدم قبول کی تصحیح کی ہے والله تعالى اعلم وفيها ايضا شهد نصرانيان على نصراني انه اسلم وهو منكر لم تقبل شهادتهما ولو شهد رجل وامرأتان من المسلمين في النوازل تقبل شهادة رجل وامرأتين على الاسلام وشهادة نصرانيين على نصراني بانه اسلم انتهى اور یہ بھی درر میں ہے اگر گواہی دی دو نصرانیوں نے ایک نصرانی پر کہ وہ مسلمان ہو گیا اور حالانکہ وہ منکر ہے تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور اسیطرح اگر گواہی دی ایک مرد اور دو عورتوں نے منجملہ مسلمین کے اور نوازل میں ہے کہ مقبول ہے گواہی ایک مرد اور دو عورتوں کی اسلام لانے پر اور مقبول ہے گواہی دو نصرانیوں کی ایک نصرانی پر کہ وہ مسلمان ہو گیا انتہی وكل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الا جماعة من تكررت ردته على ما مر اور جو مسلمان کہ مرتد ہو گیا تو اسکی توبہ مقبول ہے مگر چند مرتدین کی توبہ مقبول نہیں انمیں سے ایک وہ ہے جسکا ارتداد چند بار واقع ہوا بنا بر گذشتہ مگر یہ قول غیر معتمد ہے اور حق یہ ہے کہ اسکی توبہ مقبول ہے چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا والكافر بسب نبي من الانبياء فانه يقتل حدا ولا تقبل توبته مطلقا ولو سب الله تعالى قبلت لانه حق الله تعالى والاول حق العبد لا يزول بالتوبة اور توبہ مقبول نہیں اس

مرتد کی جو کافر ہوا بسبب گالی دینے کسی نبی کے انبیا میں سے اسواسطے کہ وہ قتل کیا جائیگا بنا بر حد کے اور اسکی توبہ مقبول نہو گی کیطرح خواہ خود توبہ کرکے آیا ہو خواہ اسکی توبہ گواہی سے ثابت ہوئی ہو کذا فی البحر اور اگر حق تعالی کو گالی دے تو توبہ مقبول ہے اسواسطے کہ وہ حق اللہ ہے اور اول یعنی نبی کی گالی حق العبد ہے جو توبہ کرنے سے زائل نہیں ہوتا ہم جو کہا کہ اسکی توبہ مقبول نہیں یعنی اسقاط قتل مقبول نہیں کذا فی الفتح بحر الرائق میں کہا اس قید سے معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک اسکی توبہ مقبول ہے چنانچہ فقہانے اسکی تصریح کی ہے ومن شک فی عذابه وکفره کفر وتمامه فی الدرر فی فصل الجزية معزيا للبزازية اور اسکی توبہ مقبول نہیں جو نبی کے گالی دینے والے کے عذاب اور کفر میں شک کرے اور پورا بیان اسکا درر میں جزیہ کی فصل میں ہے بزازیہ سے نقل کرکے ہم بزازیہ میں ہے کہ ابن سحنون مالکی نے کہا کہ اہل اسلام کا اجماع ہے اسپر کہ نبی کا گالی دینے والا کافر ہے اور حکم اسکا قتل ہے اور جو شک کرے اسکے عذاب اور کفر میں وہ کافر ہوگیا وكذا الو ابغضه بالقلب فتح واشباه اور اسیطرح وہ مرتد ہے جو نبی کے ساتھ بغض رکھے دل سے کذا فی الفتح والاشباه وفی فتاوی المصنف ويجب الحاق الاستهزاء والاستخفاف به لتعلق حقه ايضا اور مصنف کے فتاوے میں ہے اور واجب ہے لاحق استہزا اور استخفاف کا ساتھ گالی کے یعنے جو نبی صلعم سے تمسخر کرے وہ بھی مرتد غیر مقبول التوبہ ہے اسواسطے کہ نبی کا حق اس سے بھی متعلق ہوگیا وفيها سئل عمن قال لشريف لعن الله والديك والذي اولدك وكذا فاجاب لجمع المضاف يعم فالم يتحقق عهد خلافا لابي هاشم وامام الحرمين كما فی جمع الجوامع وحينئذ فيعم حضرة الرسالة فيشفى القول بكفره واذا كفر بسببه لا توبة له على ما ذكره البزازی وتوافره الشارحون نعم لو لوحظ قول ابی هاشم و امام الحرمين باتفاق العهد فلا كفر وهو اللائق بمذهبنا التصحيح بالميل الى عدم الكفر اور اسمین یعنے فتاوے مصنف میں سوال واقع ہوا اسکے حق میں جسنے سید فاطمی سے کہا کہ لعنت کرے اللہ تیرے باپون کو اور ان باپون کو جو تجھکو اپنے پیچھے چھوڑ گئے تو جواب یا کہ جمع مضاف عام ہو جاتی ہے تا وقتیکہ عہد ثابت ہو بخلاف ابی ہاشم اور امام الحرمین کے مذہب کے کذا فی جمع الجوامع اور اسوقت میں تو یہ کلام حضرت صاحب رسالت کو شامل ہو جائیگا تو اسکے کفر کا قائل ہونا لائق ہے اور جب وہ کافر ہوا صاحب رسالت کے گالی دینے سے تو اسکے واسطے توبہ نہیں بنا بر اسکے جسکو بزازی نے ذکر کیا ہے اور شارحین متون نے اسپر اتفاق کیا ہے ہان اگر ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ملاحظہ کیا جاوے بسبب تحقق عہد کے تو کفر اسکا ثابت نہیں اور یہی عدم تکفیر ہمارے مذہب کے لائق ہے بسبب تصریح کرنے ہمارے اہل مذہب کے اس وجہ کی طرف مائل ہونے پر جو مانع تکفیر ہو اور وجہ مانع کفر اس سوال میں ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ہے کہ جمع مضاف عام نہیں ہوتی اور احتمال عہد یہان یہ ہے کہ والدین اقربین معہود ہین تو صاحب رسالت کا شمول ثابت نہوا وفيها من نقص مقام الرسالة بقوله بان سبه صلى الله عليه وسلم او بفعله بان ابغضه بقلبه قتل حدا كما مر التصريح به لكن صرح فی آخر الشفاء بان حكمه حكم المرتد ومفاده قبول التوبة كما لا يخفى اور فتاوے مصنف میں ہے کہ جو گھٹا دے مرتبہ صاحب رسالت کو اپنے قول سے اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اپنے فعل سے اسطرح کہ اس محبوب رب العالمین سے بغض رکھے اپنے دل میں تو قتل کیا جاوے بنا بر حد کے چنانچہ اسکی تصریح گذر گئی لیکن قاضی عیاض مالکی نے آخر شفا میں تصریح کی ہے کہ حکم اسکا مانند حکم مرتد کے ہے تو مستفاد ہوا اس سے کہ توبہ اسکی مقبول ہے چنانچہ مخفی نہیں ہے اور المصنف فی شرحه قد سمعنا من مفتی الحنفية بمصر شيخ الاسلام ابن عبد العال ان الكمال وغيره تبعوا البزازية والبزازی تبع صاحب السيف المسلول وعزاه اليه لم يعزه لاحد من علماء الحنفية وقد صرح فی النتف ومعين الحكام وشرح الطحاوی وحاوی الزاهدی وغيرها بان حكمه كالمرتد ولفظ النتف من سب رسول الله صلى الله عليه وسلم فانه مرتد وحكمه حكم المرتد ويفعل به ما يفعل بالمرتد انتهى وهو ظاهر فی قبول توبته كما مر عن الشفاء فليحفظ اور یہ پڑھا یا ہو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں اور ہمنے سنا مفتی حنفیہ سے مصر میں یعنی شیخ الاسلام ابن عبد العال سے کہ کمال الدین صاحب فتح القدیر وغیرہ عدم قبول توبہ میں بزازی کے تابع ہیں اور بزازی اسکی کا تابع ہے جو مصنف ہے سیف مسلول کا اور بزازی نے اس قول کو اسکی کیطرف منسوب کیا اور اسکو منجملہ علماء حنفیہ کے کسی عالم کیطرف نسبت نہیں کیا اور مقرر تصریح کی ہے نتف اور معین الحکام اور شرح طحاوی اور حاوی زاہدی وغیرہا میں اسکی کہ حکم اسکا مانند مرتد کے ہے اور نتف کی عبارت کا یہ مطلب ہے کہ جسنے گالی دی اور بدگوئی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سو وہ مرتد ہے اور حکم اسکا

مانند حکم مرتد کے ہے اور اُسکے ساتھ وہ کیا جائے جو مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہے انتہی یعنی اگر اصرار نہیں قتل ہے ورنہ توبہ نہیں نہیں اور ظاہر ہے اُسکی توبہ قبول ہونے میں چنانچہ
شفا سے نقل کرچکا انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہ ہے کہ شاتم مصطفوی کی عدم قبول توبہ کی سند سبکی کیطرف ملتی ہے جو سیف مسلول کا مصنف ہے
اور حال یہ ہے کہ سبکی حنفی المذہب نہیں ہیں جو اسکا قول حنفیوں کیواسطے حجت ہو علی الخصوص کہ علماء حنفیہ کی تصریحات اسکے مخالف موجود ہیں واللہ اعلم قلت وظاہر الشفاء
ان محلہ اذا ابن الفاعل ... مطلب ان قول الشامی لعن اللہ ... ہاشم کذا کما ان شتم الملائکۃ کالانبیاء فلیحرر میں کہتا ہوں کہ ظاہر شفا اسپر دلالت کرتا ہے کہ یہ کہنا
کہ ... یا ... کہ ... اور یہ کہنا کہ ہاشمی ... کہ ... ہاشم ... کفر ہے اور البتہ شتم ملائکہ انبیاء کے شتم کے مانند ہے تو اسکی تحقیق اور
تحریر کرنا چاہیے یعنی کتب فقہیہ میں تلاش کرنا چاہیے کہ اسکا کیا حکم ہے اسواسطے قاضی عیاض صاحب شفا مالکی المذہب ہے اسکا قول حنفیوں کے واسطے حجت نہیں ومن
حوادث الفتوی ما لو حکم حنفی بکفرہ بسبب نبی ہل للشافعی ان یحکم بقبول توبتہ الظاہر نعم لانہا حادثۃ اخری ان حکم ... نہر اور حوادث فتوی سے یہ ہے کہ اگر حنفی المذہب
نے بسبب شتم نبی کے شاتم کے کفر کا حکم دیا تو کیا شافعی المذہب کو جائز ہے کہ اسکی قبول توبہ کا حکم کرے ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں جائز ہے اسواسطے کہ دوسرا حادثہ ہے سوائے
حادثہ تکفیر کے اگرچہ شافعی المذہب نے بسبب کفر حکم بھی کردیا ہو کذا فی النہر ... کہ موجبات کفر اور ارتداد کے متعدد ہیں چنانچہ زوجہ کا جدا ہوجانا اور عمل کا
حبط ہونا تو موجب متعین نہ رہا عدم قبول توبہ بیشک طحطاوی نے کہا کہ یہ سوال اور جواب برازی وغیرہ کے قول پر مبنی ہے الا کہ اہل مذہب قبول توبہ کے قائل ہیں تو اسکا ذکر بلا وجہ ہے

قلت ثم رأیت فی معروضات المفتی ابی السعود سؤالا ملخصہ ان طالب علم ذکر عندہ حدیث نبوی فقال کل احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق یعمل بہا فاجاب بانہ یکفر اولا
بسبب استفہامہ الانکاری ثانیا بالحاقہ الشین للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ففی کفرہ الاول عن اعتقادہ وعلیہ تجدید ایمان فلا یقتل وفی الثانی یقید الزندقۃ فبعد اخذہ
لا تقبل توبتہ اتفاقا فیقتل وقبلہ اختلف فی قبول توبتہ فعند ابی حنیفۃ تقبل فلا یقتل وعند باقی الائمۃ لا تقبل وتقتل حدا فلذلک ورد امر سلطانی فی سنۃ
اربع واربعین وتسعمائۃ لقضاۃ الممالک المحمیۃ برعایۃ رأی الجانبین بانہ ان ظہر صلاحہ وحسن توبتہ واسلامہ لا یقتل ویکتفی بتعزیرہ وحبسہ عملا بقول الامام الاعظم
وان لم یکن من اناس یفہم خیرہم یقتل عملا بقول بقیۃ الائمۃ ثم فی سنۃ ٩٥٥ تقرر ہذا الامر بأخر فینظر القائل من ای الفریقین ہو فیعمل بمقتضاہ انتہی فلیحفظ و

لیکن التوفیق شارح کہتا ہے پھر میں نے دیکھا مفتی ابوسعود کے معروضات میں ایک سوال جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک طالب علم کے نزدیک حدیث نبوی مذکور ہوئی سو اسنے کہا کیا
سب احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی ہیں جنپر عمل کیا جائے تو مفتی ممدوح نے یہ جواب دیا کہ وہ کافر ہوگیا اول اپنے استفہام انکاری کے سبب سے اور دوسری بار کافر ہوا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانے سے سو اسکے پہلے کفر اعتقادی میں امر کیا جائے تجدید ایمان کا تو قتل نہ کیا جائے اور کفر ثانی اسکا مقید زندقہ ہے سو بعد گرفتار ہونے کے اسکی
توبہ مقبول نہیں بالاتفاق تو قتل کیا جائے اور قبل اسکی گرفتاری کے خلاف ہے اسکی توبہ قبول ہونے میں سو امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو یہ مقبول ہے تو وہ مقتول نہوگا اور باقی
تینوں اماموں کے نزدیک توبہ مقبول نہیں مقتول ہوگا بنابر حد کے سو اسی خلاف کے سبب سے حکم سلطانی وارد ہوا ہے یعنی سلطان روم کا حکم سنہ ٩٤٤ میں ممالک محروسہ کے قاضیوں کو
ساتھ مراعات کرنے رائے جانبین کے اسطرح پر کہ اگر ظاہر ہو مرتد کی صلاحیت اور خوبی اسکی توبہ اور اسلام کی تو وہ مقتول نہو اور کفایت کیجائے اسکی تعزیر اور حبس پر امام اعظم کے
قول پر عمل کرنے سے اور اگر وہ شخص ان لوگوں سے نہو جنکی خیر اور نیکوکاری دریافت ہو تو قتل کیا جائے ائمہ ثلاثہ کے قول پر عمل کرنے سے پھر سنہ ٩٥٥ میں مستحکم ہوگیا یہ حکم سلطانی
دوسرے حکم کے آنے سے تو قائل کو دیکھنا چاہیے کہ دو فریق میں سے وہ کس میں ہے اہل صلاح میں ہے یا اہل فسق میں تو موافق اُسکے عمل کرنا چاہیے انتہی کلام المفتی سو
اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اس حکم سلطانی سے قبول توبہ اور عدم قبول کا اختلاف بھی رفع ہوگیا ہم طحطاوی نے کہا کہ طالب علم مذکور کے کفر میں تامل ہے اسواسطے کہ
اُسکا کلام محمل حسن پر محمول ہوتا ہے یعنی اُسکے کلام کی یہ مراد ہے کہ اثبات احکام میں عمل نہیں ہوتا مگر حدیث صحیح پر یا حسن پر اور نہیں حدیث ضعیف پر عمل نہیں یا یہ
مراد ہے کہ احادیث منسوخہ پر عمل نہیں اور جو حدیث کہ اُس طالب علم نے سنی یا ضعیف ہے جس سے حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا یا منسوخ تو اس قصد سے یا اُسکے احتمال سے اسپر
کفر کا حکم نہیں ہوسکتا اور محل استفہام اُسکے قول میں ... مصدوق ہے تو اس احتمال سے الحاق شین بھی نہوا اور برتقدیر تسلیم ارتداد و زندقہ اسکا ثابت نہیں ہوتا واللہ اعلم

والکافر بسب الشیخین او بسب احدہما فی البحر عن الجوہرۃ معزیا للشہید من سب الشیخین او طعن فیہما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وہو المختار للفتوی انتہی وجزم بہ فی الاشباہ واقرہ المصنف قائلا وہذا یقوی القول بعدم قبول توبۃ من سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وہو الکائن الذی ینبغی التعویل علیہ فی الافتاء والقضاء رعایۃ جانب حضرۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی لکن فی النہر وہذا لا وجود لہ فی اصل الجوہرۃ وانما وجد علی حاشیۃ بعض النسخ فالحق بالاصل مع انہ لا ارتباط لہ بما قبلہ انتہی قلت ویؤیدہ ما مر من الامر فتأمل

یا جو کافر ہوا بسبب دشنام شیخین یعنی صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے یا دونوں میں سے ایک کی دشنام اور بدگوئی سے کافر ہوا بحر الرائق میں جوہرہ صدر شہید کیطرف انتساب کر کے منقول ہے کہ جسنے شیخین کو برا کہا یا ان دونوں کو طعن کیا کافر ہو گیا اور توبہ اسکی مقبول نہیں رہی قول کو ابو نصر دبوسی اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے لیا ہے اور یہی پسندیدہ ہے فتوی دینے کیواسطے انتہی اور اسی قول پر یقین کیا ہے اشباہ میں اور ثابت کہا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں اور کہا کہ یہی دشنام شیخین کے کفر و عدم قبول توبہ کی روایت قوی کرتی ہے عدم قبول توبہ دشنام مصطفوی کے قول کو اور عدم قبول توبہ ایسی حالت ہے جس پر اعتماد کرنا افتاء و قضا میں لائق ہے بہ رعایت جناب مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی قول المصنف لیکن نہر الفائق میں لکھا ہے کہ اسکا وجود ہی نہیں اصل جوہرہ میں وہ عبارت تو جوہرہ کے بعض نسخوں کے حاشیہ پر پائی گئی تھی سو اصل کے ساتھ ملا دی گئی باوجودیکہ اس عبارت کو کچھ ارتباط نہیں اپنے ما قبل سے انتہی مافی النہر شارح کہتا ہے اور تقویت کرتا ہے اسکو یہ امر کہ گذر گیا یعنی قبول التوبہ اور عدم قبول شاتم رسول کا فتوی میں حکم سلطانی مع دلیل اسکے مذکور ہو چکا کافی ہے سو غور و تامل کرو شیخین کے تبرا کرنے والے اور طاعن کا کفر بروایات خلاصہ و بزازیہ و سراجیہ بلاشبہ ثابت ہے کذا فی المنح لیکن اسکا عدم قبول توبہ کتب مذکورہ میں کہیں نہیں فقط صاحب بحر الرائق نے جو جوہرہ سے اسکو نقل کیا ہے سو اسکا حال معلوم ہو چکا کہ اصل کتاب کی وہ عبارت نہیں کسی نے حاشیہ کی عبارت کو کتاب میں داخل کر دیا اور یہ جو مصنف نے عدم قبول التوبہ کی تقویت کی ہے اور اسکو قابل اعتماد کے کہا ہے بہ رعایت جانب مصطفوی سو لائق اعتماد کے نہیں کیونکہ عدم قبول التوبہ خود مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور نصوص اہل مذہب لائق اعتماد کے ہیں نہ ترجیح مصنف کی اسواسطے کہ دونوں روایت صحیح ہیں شاتم رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم مومنین پر رؤف و رحیم ہیں اور اسی کرم سے عفو منتقم ہو بعد توبہ کے سید حموی نے حاشیہ اشباہ میں کہا کہ عمر بن نجیم صاحب نہر کے بھائی کا یہ قول ہے کہ اسکے بھائی صاحب بحر نے عدم قبول توبہ کا فتوی یا اسکی روایت طلب کی تو پائی نہ گئی مگر جوہرہ کے حاشیہ پر میں کہتا ہوں اگر جوہرہ کے نسخوں میں روایت مذکور ہوتی تو کبھی حجت نہ تھی اسواسطے کہ ہم سابق ذکر کر چکے ہیں کہ ہمارے مذہب میں شاتم انبیا کی توبہ مقبول ہے خلافا للمالکیۃ والحنابلۃ اور جب یہ ہوا تو سب شیخین کی عدم قبول توبہ بلا دلیل ہے بلکہ میری نظر میں کسی امام سے یہ قول ثابت نہیں انتہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فی المعروضات للمرحوم ابی السعود العمادی ان من قال ان فصوص الحکم للشیخ محی الدین بن العربی انہ خارج عن الشریعۃ وقد صنفہ للاضلال ومن طالعہ ملحد ماذا یلزمہ اجاب نعم فیہ کلمات تباین الشریعۃ وتکلف بعض المتصلفین لارجاعہا الی الشریعۃ لکن تیقنا ان بعض الیہود افتراہا علی الشیخ قدس اللہ سرہ فیجب الاحتیاط بترک مطالعۃ تلک الکلمات وقد صدر امر السلطانی بالنہی فیجب الاجتناب من کل وجہ انتہی فلیحفظ اور مفتی ابو سعود کے معروضات مذکورہ میں ایک سوال ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ جو شخص شیخ محی الدین ابن عربی کی فصوص الحکم کو کہے کہ وہ شریعت سے خارج ہے اور انکو گمراہ کرنے کے واسطے تصنیف کیا ہے اور جو اسکو مطالعہ کرے وہ ملحد ہے کیا لازم ہے اس قائل پر مفتی ممدوح نے جواب دیا کہ ہاں اس کتاب میں چند کلمات مخالف شرع ہیں اور بعضے اہل تکلف نے ان کلمات کے پھیرنے میں شریعت کیطرف بناوٹ اور تکلف کیا ہے لیکن ہمکو یقین ثابت ہو گیا ہے کہ بعضے یہودیوں نے ان کلمات کو شیخ قدس سرہ پر افترا کیا ہے تو واجب ہے احتیاط کرنا ان کلمات مخالفہ شریعت کے مطالعہ کرنے سے اور البتہ صادر ہوا ہے حکم سلطانی منع کے عدم اشتغال پر تو واجب گیا پرہیز کرنا ہر جگہ یعنے نہ اسمیں نظر کرے نہ یاد رکھے نہ سنے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے شیخ محی الدین بن علی بن محمد بن علی بن محمد حاتمی طائی اندلسی مشہور بابن العربی و شیخ اکبر پانسو ساٹھ میں پیدا ہوئے اور چھ سو اڑتیس میں وفات پائی اور جامع دمشق میں دفن ہوئے علامۂ عصر اور عارف کبیر تھے عارف باللہ کی طبقات میں امام ناصر الدین طبلاوی سے منقول ہے کہ مرد عجمی ولی اللہ بمصر میں رہا ہے اکثر لوگ اسکے پاس بیٹھا کرتے تھے اور بیان کرتے ہیں کہ آپ انکو فصوص الحکم پڑھکر سناتے وہ قبول کرتے آخر شب بعد الحاح کثیر استخارہ کر کے وعدہ کیا کہ دریائے نیل کے پار در صورت عدم تعمیل بیانات شمار مطلب کا چنانچہ چند مدت بعد ذات سے بعد مدت ان کے اس کی تقریر بیان فرمایا کرتے تھے

تو بیچ دن اسی طرح مشغول رہے اُنکے بعد مخلصین نے سوال کیا کہ یہ کیا سبب ہے فرمایا کہ آج کی رات در سکا ایک مقام مشکل معلوم ہوا بار بار غور کیا اشکال زیادہ ہوتا جاتا تھا پھر عالم قدس کیطرف توجہ خالص کی تاکہ یہ مجھپر منکشف ہو تو حقیقت مجھپر کشف ہوئی سو مجھکو ثابت ہوا کہ شیخ کا کشف اس مسئلہ میں مختل ہو گیا لہذا میں ایک کتاب بالخصوص باز رہا انتہی اور بعض عارفین نے شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کے بعد کہا ہے کہ شیخ کی بعض کتب میں اکثر کلمات وحشت انگیز ظاہرۃ الاشکال ہیں جسکے سبب سے اکثر لوگ بدگمان ہو گئے ہیں حالانکہ محققین کاملین نے فرمایا ہے کہ اُن کلمات کا جو ظاہر مطلب ہے وہ مراد شیخ نہیں بلکہ مراد شیخ وہ امور ہیں جو منشا خرین اہل طریقت کے مصطلح علیہا ہیں انکی اصطلاح ٹھہر گئی کہ اُن امور کے معتبر الفاظ موہمہ کیجاتے تا کہ نا اہل کذاب اُن امور کا دعوی نکرے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کے کمال عرفانی میں منصف کو تردد نہیں لیکن کلمات وحشت انگیز مخالف شریعت حقہ انکی بعض تصانیف میں البتہ جابجا موجود ہیں اسکا سبب یہ ہے کہ عارف کتنا ہی کامل ہو خطاء کشفی سے معصوم نہیں چنانچہ طبقات سے بشہادت ولی مکاشف بعض مسائل میں ختلال کشف شیخ ثابت ہوا یا اسکا سبب یہ ہے کہ بنائے کلام شیخ اصطلاح قوم پر ہے نا واقف اصطلاح انکو مخالف شریعت سمجھتا ہے اور واقع میں مخالف نہیں یا اسکا سبب یہ ہے کہ معاندین حاسدین نے شیخ کے کلام میں گمراہی مسلمین کیواسطے کچھ کلمات مخالفہ شریعت درج کر دیے ہیں چنانچہ بشہادت شیخ الاسلام مفتی ابو سعود یہ معلوم ہو چکا اور عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی بھی اسکے معترف ہیں چنانچہ انکی تصانیف سے ظاہر ہے جب یہ ثابت ہوا تو ہر شخص کو مطالعہ اُن کلمات کا جائز نہیں علی الخصوص کم علم نا آشنائے عرفان کے حق میں انکا دیکھنا سم قاتل ہے اور یہ جو بعض جاہل متصوف کہتے ہیں کہ مخالفت شریعت کی کچھ مضر نہیں شریعت عوام کیواسطے ہے اہل حقیقت کا مرتبہ اس سے بالاتر ہے یہ قول صاف جہالت اور الحاد ہے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف میں فرمایا کہ کل حقیقۃ ردتہا الشریعۃ فہی زندقۃ یعنے جس حقیقت کو شریعت رد کرے وہ کفر اور زندقہ ہے طبقات عارف مناوی میں بھی کلام شیخ اکبر قدس سرہ العزیز سے منقول ہے کہ جو شخص شرائع انبیا میں سے ایک حکم کا جاہل ہو سکے واسطے مقام معرفت صحیح نہیں سو جو شخص کہ معرفت کا مدعی ہو اور شریعت محمدیہ غیر از ہیں ایک حکم اسپر مشکل ہو وہ کاذب ہے حق تعالی ہمکو اور مسلمانوں کو فہم صحیح عطا کرے اور افراط و تفریط سے بچائے آمین

وقد اثنی صاحب القاموس علیہ فی سوال رفع الیہ فیہ فقال اللہم انطقنا بما فیہ رضاک الذی اعتقدہ وادین اللہ بہ انہ کان رضی اللہ عنہ شیخ الطریقۃ حالا وعلما وامام الحقیقۃ حقیقۃ ورسما ومحیی رسوم المعارف فعلا واسما اذا تغلغل فکر المرء فی طرف من علمہ غرقت فیہ خواطرہ اور البتہ تعریف کی ہے صاحب قاموس نے شیخ اکبر کی اس سوال میں جو اُنکے پاس بھیجا گیا شیخ اکبر کے باب میں سو یوں کہا ہے کہ الٰہی ہمکو گویا کر اسمیں جسمیں تیری رضا مندی ہے جو اعتقاد کہ میں رکھتا ہوں اور جس اعتقاد سے کہ میں حق تعالی کی عبادت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ شیخ طریقت تھا حالت اور علم کی راہ سے اور امام حقیقت تھا باعتبار حقیقت اور رسم کے یعنے اہل حقیقت کا زینت دینے والا تھا اور آثار شکستہ عارفوں کا زندہ کرنے والا تھا بنا بر فعل اور اسم کے جبکہ فکر مرد کی نزدیک جا پہونچے اُسکے دریا علم کے کنارے سے تو ڈوب جاتے ہیں اُسمیں خطرات اُسکے یعنے اُسکے فہم سے عاجز ہو جاتے ہیں

عباب لا تکدرہ الدلاء وسحاب تتقاصی عنہ الانواء کانت دعوتہ تخرق السبع الطباق وتفرق برکاتہ فتملا الآفاق وانی اصفہ وہو یقینا فوق ما وصفتہ وناطق بما کتبتہ وغالب ظنی انی ما انصفتہ وما علی اذا ما قلت معتقدی دع الجہول یظن الجہل عدوانا واللہ واللہ واللہ العظیم ومن اقامہ حجۃ للدین برہانا ان الذی قلت بعض من مناقبہ ما زدت الا لعلی زدت نقصانا الی ان قال

ومن خواص کتبہ انہ من واظب علی مطالعتہا انشرح صدرہ لفک المعضلات وحل المشکلات وہ سیلاب عظیم ہے جسکو ڈول گدلا نہیں کرتے اور بادل ہے جس سے ستارے بعید ہو جاتے ہیں یعنی چھپ جاتے ہیں یعنی ستاروں سے بالاتر ہے اُنکے زمانے کے اہل عرفان میں اُنکی دعا سات آسمانوں کو پھاڑتی تھی یعنی مستجاب الدعوات تھے اور برکتیں اُنکی منتشر ہو کر آسمان کے کنارے بھرتے تھے اور البتہ میں اُنکی صفت کرتا ہوں اور وہ یقینا میرے بیان کرنے سے بالا ہیں اور جو میں نے اُنکی تعریف لکھی ہے اُسکا میں گویا ہوں یعنی تحریر مطابق تقریر ہے اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ میں نے اُسکا انصاف نہیں کیا یعنے اُسکا حق وصف ادا نہیں کیا اور کچھ مجھپر حرج نہیں جبکہ میں اپنا اعتقاد بیان کروں چھوڑ کر اس جاہل کو جو جہالت کا گمان کو ظلم کرتا ہے سرکشی سے واللہ واللہ واللہ العظیم اور اسکی قسم ہے جسنے شیخ اکبر کو حجۃ اللہ اور برہان کسکے قائم کیا ہے کہ بیشک جو میں نے اُنکی تعریف کی ہے وہ قدر قلیل ہے اُنکے مناقب اور فضائل سے میں نے زیادہ نہیں بیان کیا مگر اس خوف سے کہ شاید میں نقصان کو زیادہ کروں اسواسطے کہ مرد کامل کی اونی فضیلت کا بیان گویا حقیقت اسکی تنقیص ہے

بیان تک کہ صاحب قاموس نے کہا کہ انکی کتابوں کے خواص سے یہ ہے کہ انکا جو مطالعہ ہمیشہ کیا کرے اسکا سینہ کھل جاتا ہے اور مشکلات اور حل مشکلات کیواسطے وقت آتی ہے

علیہ الشیخ العارف عبد الوہاب شعرانی سیاقی کتابہ تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحر علوم الاولیاء فعلیک بہ وباللہ التوفیق اور البتہ شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کی شیخ عارف

عبد الوہاب شعرانی نے اپنی اکثر تصانیف میں خصوصاً اپنی اس کتاب میں جسکا نام تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحر العلوم الاولیاء ہے سو تو لازم پکڑ اس کتاب کو واللہ التوفیق

ھم عبد الوہاب شعرانی ولی کامل دیار عرب میں مشہور کثیر التصانیف ہیں والکافر بسبب اعتقاد السحر لا توبۃ لہ اور جو کافر ہو بسبب اعتقاد کرنے اباحت سحر یعنی جادو کے

اسکی توبہ مقبول نہیں ہے حاشیہ جلبی میں ہے کہ سحر وہ قول ہے جس سے تعظیم غیر اللہ ہو اور تقدیرات و تاثیرات اسکی طرف منسوب ہوں اور شیخ صالح نے کہا کہ سحر امر خارق عادت

کا اظہار ہے نفس شریر خبیث سے بمباشرت اعمال مخصوصہ محقق ابن ہمام نے کہا کہ ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا کہ سحر کی حقیقت و تاثیر ہے ایسا ہی حسام میں ہے قول ضعیف ہے

کہ سحر کی کچھ حقیقت نہیں بجز خیال بندی کے اور سحر کا سیکھنا اور سکھانا بلا خلاف اہل علم کے حرام ہے اور اسکو مباح اعتقاد کرنا کفر ہے اور ہمارے اصحاب اور امام مالک اور احمد سے

منقول ہے کہ ساحر کافر ہو جاتا ہے سحر کے سیکھنے اور کرنے سے خواہ اسکو حرام سمجھے یا مباح جانے اور اسکو قتل کرنا چاہیے کذا فی النہر عن الفتح اور تبیین المحارم میں امام ابو منصور ماتریدی سے

منقول ہے کہ سحر کو مطلقاً کفر کہنا خطا ہے بلکہ اسکی حقیقت سے بحث کرنا واجب ہے سو اگر سحر میں اس چیز کا رد ہو جو ایمان کی شرط میں لازم ہے تو وہ البتہ کفر ہے ورنہ کفر نہیں

پھر جو سحر کہ کفر ہے اسمیں مرد مقتول ہونگے عورتیں نہیں اور جو سحر کہ کفر نہیں لیکن اسمیں ہلاک نفس ہو تو اسمیں قطاع الطریق کا حکم ہے اور اسمیں مرد اور عورتیں برابر ہیں مقتول ہونگے بسبب

کوشش کرنے فساد فی الارض کے اور مقبول ہے توبہ ساحر کی اسواسطے کہ ساحرین فرعون جب ایمان لائے تھے تو انکا ایمان صحیح تھا اور عدم قبول توبہ کا قول غلط ہے انتہی اور عدم قبول توبہ کا

قول احکام دنیا کے حق میں محمول ہے اور احکام آخرت کے حق میں تو بلا شبہہ توبہ مقبول ہے ایک قسم کا سحر وہ ہے جس سے مرد عورت کی قربت پر قادر نہیں ہوتا تفسیر ابن جمل میں

وہب بن منبہ کی کتاب سے منقول ہے کہ جو شخص بیری کے سات پتے سبز لے اور انکو دو پتھر وں کے درمیان کچلے پھر انکو پانی میں گھول کر آیۃ الکرسی اس پر پڑھے پھر اس سے تین چلو لیکر

غسل کرے تو اسکی بستگی انشاء اللہ تعالی دفع ہو جائیگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمرأۃ فی الاصح لا تقتل بسعیہا فی الارض بالفساد وذکر الزیلعی اگرچہ معتقد سحر کی عورت ہو قول

اصح میں بسبب اسکی سعی کرنے کے فساد فی الارض کے زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے مگر اصح تحقیق کا قول ہے کہ ساحرہ مقتول نہ ہوگی بلکہ حبس کی جائیگی اور مرتدہ کے مانند ماری

جائیگی زیلعی نے اپنی شرح میں کہا کہ اسکے سحر کا کفر غیر کو متعدی ہے بخلاف مرتدہ اور حربیہ کے ثم قال وکذا الکافر بسبب الزندقۃ لا توبۃ لہ وجعلہ فی الفتح ظاہر المذہب لکن فی

خط الخانیۃ الفتوی علی انہ اذا اخذ الساحر والزندیق المعروف الداعی قبل توبتہ ثم تاب لم تقبل توبتہ ویقتل ولو اخذ بعدہا قبلت پھر زیلعی نے کہا اور اسیطرح جو کافر ہو

بسبب زندقہ کے اسکی توبہ مقبول نہیں اور عدم قبول توبہ کو فتح القدیر میں ظاہر المذہب قرار دیا ہے لیکن خانیہ کی کتاب الحظر میں ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جب ساحر یا زندیق

مشہور جو لوگوں کو زندقہ سکھاتا ہے گرفتار ہو قبل توبہ کرنے کے پھر اسنے بعد گرفتاری کے توبہ کی تو اسکی توبہ مقبول نہیں اور وہ مقتول ہوگا اور اگر بعد توبہ کرنے کے گرفتار ہوا

تو اسکی توبہ مقبول ہے وافاد فی البحر ان الخناق لا توبۃ لہ اسیطرح بحر میں تصریح کی ہے کہ پھانسی دینے والے کی توبہ مقبول نہیں یعنی جو گلا گھونٹ کر آدمی کو مارتا ہو جیسا کہ

کتاب الجہاد سے پہلے مذکور ہو چکا وفی الشمنی الکاہن قیل کالساحر اور شمنی میں ہے کہ کاہن کو بعضوں نے ساحر کے مانند کہا ہے عدم قبول توبہ میں ہم فتح القدیر میں کہا کہ بعضوں

کے نزدیک کاہن ہی ساحر ہے اور بعضوں کے نزدیک کاہن عراف کو کہتے ہیں جو اٹکل اور تخمین سے خبر دیتا ہے اور بعضوں کے نزدیک کاہن وہ ہے جسکے پاس جن خبر لاتے ہوں ہمارے اصحاب نے کہا

کہ اگر وہ اسکا معتقد ہو کہ شیاطین کرتے ہیں جو وہ چاہتا ہے تو وہ کافر ہے اور اگر فقط تخییل کا معتقد ہو تو کافر نہیں فی حاشیۃ البیضاوی لملا خسرو الداعی الی الالحاد والاباحۃ

کالزندیق اور ملا خسرو کے حاشیہ بیضاوی میں ہے جو الحاد کیطرف لوگوں کو بلاتا ہے اور اباحی زندیق کے مانند ہے یعنی اسکی توبہ مقبول نہیں اباحی وہ ہے جو ہر چیز کو مباح اعتقاد کرے

حرمت کا معتقد نہو وفی الفتح المنافق الذی یبطن الکفر ویظہر الاسلام کالزندیق الذی لا یتدین بدین وکذا من علم انہ ینکر فی الباطن بعض الضروریات کحرمۃ الخمر

ویظہر اعتقاد حرمتہ وتمامہ فیہا اور فتح القدیر میں ہے کہ منافق جو کفر کو چھپاتا ہے اور اسلام کو ظاہر کرتا ہے وہ زندیق کے مانند ہے جو کسی دین کو سچا نہ جانتا ہو اور اسیطرح وہ

شخص زندیق کے مانند ہے جو باطن میں بعض ضروریات دین کا منکر ہو مانند حرمت خمر کے اور ظاہر میں اسکی حرمت کا اعتقاد ظاہر کرتا ہو اور پورا بیان اسکا اسی میں ہے ہم نے فتح القدیر میں

کہا کہ واجب ہے کہ عدم قبول توبہ میں منافق زندیق کے مانند ہو اسواسطے کہ زندیق کے اظہار توبہ پر اطمینان نہیں کیونکہ وہ اپنے اعتقاد عدم تدین کو چھپاتا ہے اور منافق
اسکے مانند ہے اخفا میں اور اسکا حال یون معلوم ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اسپر کسیطرح آگاہ ہوگیا یا اُسنے اپنا عقیدہ کسی اپنے معتقد سے بیان کیا وفیہ یکفر الساحر بتعلمہ وفعلہ اعتقد
تحریمہ اولا ویقتل لکن فی خطر الخانیۃ لو تعلمہ للتجربۃ والامتحان ولا یعتقدہ لا یکفر وحینئذ فیستثنی اھ عشر اور فتح القدیر مین ہے کہ کافر ہوتا ہے ساحر سحر کے سیکھنے
اور کرنے سے اسکی حرمت کا معتقد ہو یا نہو اور وہ مقتول ہوگا لیکن خانیہ کی کتاب الحظر مین ہے کہ اگر سحر کو استعمال کرے آزمایش اور امتحان کیواسطے اور اُسکی
اباحت کا اعتقاد نرکھتا ہو تو کافر نہین ہوتا اور اسوقت مین گیارہ قسم کے مرتد مستثنے ہین یعنی ہر مرتد کی توبہ مقبول ہے سوا گیارہ شخصون کے یعنے جسکا ارتداد مکرر ہوا
اور جسنے انبیاء علیہم السلام کو بد کہا اور جسنے صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما کو برا کہا اور ساحر اور زندیق اور پھانسی دینے والا اور کاہن اور ملحد اور اباحی اور منافق اور
بعضے ضروریات دین کا منکر باطن ہے علم ان کل مسلم ارتد فانہ یقتل ان لم یتب الا جماعۃ المرأۃ والخنثی ومن اسلامہ تبعا والصبی اذا اسلم والمکرہ علی الاسلام
ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجل ثم رجع اھ اور معلوم کر کہ جو مسلمان کہ مرتد ہوگیا وہ قتل کیا جائے اگر توبہ نکرے مگر چند اشخاص مرتدین جو قتل نہین کیے جاتے عورت
اور خنثی اور جسکا اسلام بالتبع ہو اور صغیر جبکہ وہ مسلمان ہوچکا اور جو جبر سے مسلمان کیا گیا ہو اور جسکا اسلام ایک مرد کی گواہی سے ثابت ہوا ہو پھر وہ گواہ گواہی سے پھر گئے
ہون کذا فی النہر عن الفوائد الزینیۃ اسلام بالتبع کی صورت یہ ہے کہ غیر عاقل کے والدین مسلمان ہوگئے جبکہ وہ صغیر تھا اور بعد بلوغ کے اقرار اسلام اس سے مسموع نہوا تو اگر وہ مرتد ہوگیا تو مقتول
نہوگا اسواسطے کہ جو اسکے تصدیق نہین پائی گئی کہ ارتداد کی تعریف اسپر صادق آوے کذا فی الحموی اور صغیر کا بعد اسلام اگر مرتد ہوگا تو مقتول نہوگا بلکہ بعد رسالۃ پر قائم رکھا جائیگا
کذا فی النہر ملخصا وزاد فی الاشباہ ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجل وامرأتین انتہی اشباہ مین اتنا زیادہ کہا ہے کہ جسکا اسلام ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہوا وہ بھی
مقتول نہوگا انتہی حلبی نے کہا کہ یہ نوادر کی روایت ہے اور لو شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو ینکر لم تقبل شہادتہما وقیل تقبل وعلی نصرانیۃ تقبل اتفاقا وتمامہ فی آخر
کراہیۃ الدرر اور اگر دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر گواہی دی کہ وہ مسلمان ہوچکا ہے درحالانکہ وہ منکر ہے تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبول ہوگی اور اگر
نصرانیہ عورت کے اسلام کی دو نصرانیون نے گواہی دی تو بالاتفاق مقبول ہوگی اور پورا بیان اسکا درر کی کتاب الکراہیۃ کے آخر مین ہے ان دونون مین فرق یہ ہے
کہ مرتد مقتول ہوتا ہے تو قبول کرنا دونون کی گواہی کا جائز ہوا بخلاف مرتد کے ولیکن نصرانیہ پر جبر کیا جائیگا قبول اسلام پر یہی قول ہے امام کا اور نوادر کی روایت یہ ہے
کہ ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سلام پر اور نصرانیون کی گواہی نصرانی کے سلام پر مقبول ہے کذا فی آخر کراہیۃ الدرر اور قاضیخان نے امام ہی کے قول پر اعتماد کیا ہے کہ عورتونکی
گواہی پر قتل نہین لیکن وہ قبول سلام پر جبر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی عن فتح ہندی ویلحق بالصبی ومن لم یرتد المرتد بینا اذا بلغ مرتدا والسکران اذا اسلم وکذا اللقیط لان اسلامہ
حکمی لا حقیقی اور عدم قتل مین ملحق صغیر سے وہ شخص ہے جسکو مرتد نے دار الاسلام مین جنا جبکہ وہ بالغ ہوا مرتد ہوکر یا مست جبکہ اسلام لایا اور یہ امر جسے لقیط ہے
اسواسطے کہ مسلمان ہونا اسکا حکمی ہے نہ حقیقی وقیدہ فی الخانیۃ وغیرہا المکرہ بالحربی اما الذمی والمستامن فلا یصح اسلامہ انتہی لکن حملہ المصنف فی کتاب الاکراہ
علی جواب القیاس وفی الاستحسان یصح فلیحفظ وحینئذ فالمستثنی اربعۃ عشر اور خانیہ وغیرہ مین مکرہ علی الاسلام کو کافر حربی کی قید سے مقید کیا ہے اور
کافر ذمی اور مستامن کا اسلام زبردستی سے صحیح نہین لیکن مصنف نے کتاب الاکراہ مین عدم صحت سلام کو جواب قیاس پر محمول کیا ہے اور استحسان مین صحیح کہا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
تو مستثنی چودہ قسم کے مرتد ہین یعنی جو مسلمان کہ مرتد ہوجاے اور توبہ نکرے وہ قتل کیا جائیگا مگر چودہ مرتد مقتول نہونگے عورت اور خنثی اور جسکا اسلام بالتبع ہو اور صغیر جبکہ اسلام قبول کرے اور
حربی اور ذمی اور مستامن جبکہ زبردستی مسلمان کیے جائین اور جسکا اسلام مردون کی گواہی سے ثابت ہو پھر وہ شاہد سے رجوع کرین اور جسکا اسلام ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہوا
اور وہ نصرانی جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دین اور وہ نصرانیہ جسکے سلام پر دو نصرانی گواہی دین اور جسکو مرتد نے دار الاسلام مین جنا جبکہ وہ بالغ ہوکر مرتد ہوا اور مست جبکہ اسلام قبول کرے
اور لقیط شہدوا علی مسلم بالردۃ وہو منکر لا یتعرض لہ لا لتکذیب الشہود العدول بل لان انکارہ توبۃ ورجوع یعنے فیمتنع القتل فقط وثبت بقیۃ احکام المرتد کحبط عمل
وبطلان وقف وبینونۃ زوجۃ لو فیما نقتل ما الا قتل کالردۃ بسب حمل الصادق والاسلام کما فی اشباہ نہادہ فی البحر وقد رایتہ من غلطہ فی ہذا المحل فانہ المصنف حنفیہ

فالمستثنی اربعة عشر گواہی دی گواہوں نے ایک مسلمان کے ارتداد پر اور وہ منکر ہو تو اس سے تعرض نہ کیا جاوے نہ بسبب تکذیب شہود عدول کے بلکہ اس واسطے کہ اسکا انکار کرنا ارتداد سے یہی
توبہ ہے اور رجوع ہے ارتداد سے عدم تعرض سے مراد یہ ہے کہ فقط منکر کا قتل ممتنع ہوگا اور ثابت رہینگے باقی احکام مرتد کے چنانچہ عمل کا حبط ہونا اور وقف کا باطل ہوجانا
اور زوجہ کا جدا ہونا بشرطیکہ انکار راس ارتداد سے ہو جسمیں توبہ مقبول ہوتی ہے اور نہیں تو قتل کیا جائیگا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کی ارتداد سے چنانچہ مذکور ہو چکا
کذا فی الاشباہ بحر الرائق میں اتنا زیادہ کہا کہ میں نے دیکھا ہے اسکو جو اس مقام میں خلط کرتا ہے یعنی انکار کو عدم ارتداد پر مطلقاً محمول کرتا ہے یعنی عدم قتل کے سوا بقیہ احکام
میں بھی اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح منح میں لیکن اسوقت تو تشنے حیوۃ مستند ہیں ہم طحطاوی نے کہا مطلب یہ ہے کہ شارح جو شعر کرتا ہے اسطرح کہ عدم قتل منکر سابق کی حیوۃ ہونا
زائد ہے وفی شرح الوهبانية للشرنبلالي ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح واولاده اولاد زنى وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح اور شرنبلالی
کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو ارتداد کہ بالاتفاق کفر ہے اس سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے اسکی اولاد زنا کی اولاد ہے اگر تجدید نکاح نہ ہوا اور جس ارتداد کے کفر ہونے میں علماء کا
اختلاف ہے اسمیں استغفار اور توبہ اور تجدید نکاح کا امر کیا جائیگا یعنی بنا بر احتیاط کے تجدید نکاح کا فتوی دیا جائیگا اور بطلان نکاح کا حکم نہ ہوگا اور محیط میں قسم ثالث کو زیادہ
کیا کہ اگر الفاظ ارتداد از راہ خطا صادر ہوں تو موجب کفر نہیں اسمیں تجدید نکاح کا امر نہیں لیکن استغفار اور رجوع کا امر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی ولا يترك المرتد
على ردته باعطاء الجزية ولا بامان مؤقت ولا بامان مؤبد ولا يجوز استرقاقه بعد اللحاق بدار الحرب بخلاف المرتدة خانية اور مرتد چھوڑ نہ دیا جائیگا
اپنے ارتداد پر جزیہ لیکر اور نہ امان موقت اور امان دائمی سے اور جائز نہیں اسکا غلام بنانا بعد لحاق دار الحرب کے بخلاف مرتدہ کے کہ اسکا استرقاق بعد لحاق دار الحرب کے
جائز ہے کذا فی الخانیة والكفر كله ملة واحدة خلافا للشافعي فلو تنصر يهودي او عكسه ترك على حاله لم يجبر على العود وجمیع اقسام کفر کے ایک ملت میں بخلاف
امام شافعی کے تو اگر نصرانی ہوگیا یہودی یا اسکے بالعکس تو اپنے اسی حال پر چھوڑا جائیگا اور اسپر جبر نہ کیا جائیگا پہلے دین کی طرف عود کرنے پر وزوال ملك المرتد عن ماله زوالا موقوفا
فان اسلم عاد ملكه وان مات او قتل على ردته او حكم بلحاقه ورث كسب اسلامه وارثه المسلم ولو زوجته بشرط العدة زيلعي بعد قضاء دين اسلامه وكسب ردته
فئ بعد قضاء دين ردته فلا ميراث ايضا لكسب المرتدة اور زائل ہوتی ہے مرتد کی ملکیت اسکے مال سے بزوال موقوف یعنی اگر وہ پھر مسلمان ہوا تو اسکی ملک عود کریگی
اور اگر مر گیا اور حالت ارتداد میں مقتول ہوا یا الحاق دار الحرب کا اسپر حکم ہو گیا تو حالت اسلام کے اسکے کسب کا اسکا وارث مسلم وارث ہوگا اگرچہ وارث اسکی زوجہ
بشرط بقاء عدت کذا فی شرح الزیلعی وراثت ہوگی بعد ادا کے دین اسلام کے اور اسکے ارتداد کا کسب غنیمت ہے بعد ادا کے دین ارتداد کے اور صاحبین نے کہا کہ وہ بھی میراث ہے
مرتدہ کی کسب کے مانند امام حسن نے ابو یوسف سے روایت کی کہ دین ارتداد کا کسب اسلام سے ادا کیا جائیگا لیکن اگر کفایت نہ کریگا تو ارتداد کے کسب سے ادا کیا جائیگا بدائع اور سلوانیہ
میں کہا کہ یہی قول صحیح ہے تو متن کی روایت قول صحیح کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وان حكم القاضي بلحاقه عتق مدبره من ثلث ماله وام ولده من كل
ماله وحل دينه وقسم ماله ويؤدي مكاتبه الى الورثة والولاء للمرتد لانه المعتق بدائع اور اگر الحاق دار الحرب کا مرتد پر قاضی نے حکم کیا تو اسکا مدبر ثلث مال سے
آزاد ہوگا اور اسکی ام ولد کل مال سے آزاد ہوگی اور اسکا دین مؤجل فی الحال لازم الادا ہوگا اور اسکا مال وارثوں میں قسمت کیا جائیگا اور اسکا مکاتب بدل کتابت کو اسکے
وارثوں کو ادا کریگا اور ولاء مرتد ہی کیواسطے ہوگی اسواسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہے کذا فی البدائع یعنی اسکے وارث اسکے ولاء کے مالک نہ ہونگے بلکہ عصبہ نسبیہ اسکو وراثت میں
پاوینگے اور اگر ولاء میں وارثوں کا حق ہوتا تو عورت بھی اسمیں داخل ہوتی کذا فی الطحطاوی وينبغي ان لا يصح القضاء به الا في ضمن دعوى حق العبد نهر اور لائق یہ ہے کہ حکم الحاق دار الحرب
کا حکم صحیح نہ ہو مگر دعوی حق العبد کے ضمن میں کذا فی النہر یعنی حکم الحاق فقط صحیح نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ الحاق موت کے مانند ہے اور موت کا دخول تحت قضا نہیں حاصل اس بحث کی
صاحب بحر سے ہے واعلم ان تصرفات المرتد على اربعة اقسام نافذة منه اتفاقا ما لا يعتمد تمام ولاية وهي خمس الاستيلاد والطلاق وقبول الهبة وتسليم الشفعة والحجر
على عبده المأذون واضح معلوم ہو کہ تصرفات مرتد کے چار قسم پر ہیں سو ایک وہ تصرف ہے جو باتفاق امام اور صاحبین نافذ ہے جو کمال ولایت پر معتمد نہیں اور وہ پانچ چیزیں ہیں
استیلاد اور طلاق اور قبول ہبہ اور تسلیم شفعہ اور تصرف سے باز رکھنا اپنے عبد ماذون کا مگر استیلاد کی صورت یہ کہ مرتد کی لونڈی کے بچہ پیدا ہو اور اسنے اسکا دعوی کیا

تو ولد کا نسب مرتد سے ثابت ہوگا اور وہ ولد وارثون کے ساتھ اُسکا وارث ہوگا اور لونڈی اسکی ام ولد ہوگی اگر کوئی کہے کہ مرتد کی زوجہ بائن ہوجاتی ہے پھر
طلاق اُسمین کیونکر واقع ہوگی اُسکا جواب یہ ہے کہ وقوع بینونت سے امتناع طلاق لازم نہیں اور کتاب الطلاق مین بیان کور ہوچکا کہ مبانہ کو طلاق صریح عدت مین لاحق ہوسکتی ہے
کذا فی البحر **وبطل منہ اتفاقا ما یعتمد الملة وہی خمس النکاح والذبیحة والصید والشہادة والارث** اور مرتد کا وہ تصرف بالاتفاق باطل ہے جو ملت پر معتمد ہے
یعنے جسکی صحت اعتقاد ملت پر منحصر ہے اور وہ پانچ چیزین ہین نکاح اور ذبیحہ اور شکار کرنا اور گواہی اور وارث ہونا نکاح مرتد کا باطل ہے خواہ منکوحہ مسلمہ یا کافرہ
یا مرتدہ ہو اسواسطے کہ مرتد مستحق قتل ہے اور اِمہال اُسکا تامل کیواسطے ہے اور نکاح اُسسے باز رکھیگا اور باطل اُسکے شہادت ہے نہ تحمل اسکا اور وارث باطل ہے
یعنی مرتد کسیکا وارث نہین لیکن اگر وہ مرگیا تو اُسکے کسب اسلامی کے ورثہ مسلمین وارث ہونگے **ویتوقف منہ اتفاقا ما یعتمد المساواة وہو المفاوضة**
اور وہ تصرف اسکا بالاتفاق موقوف ہے جو مساوات دینی پر معتمد ہے اور وہ شرکت مفاوضہ ہے یعنی اگر مسلمان ہوگیا تو مفاوضہ کی شرکت نافذ ہوجائیگی ورنہ نہین تو
باطل ہوگی **او ولایة متعدیة وہو التصرف علی ولدہ الصغیر** یا موقوف رہیگا اُسکا وہ تصرف جو ولایت متعدیہ پر معتمد ہے اور وہ تصرف ہے اپنے ولد صغیر پر **ویتوقف
منہ عند الامام وینفذ عندہما کل ما کان مبادلة مال بمال او عقد تبرع کالمبایعة والصرف والسلم والعتق والتدبیر والکتابة والہبة والرہن والاجارة
والصلح عن اقرار وقبض الدین لانہ مبادلة حکمیة والوصیة** اور امام کے نزدیک موقوف رہیگا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہوگا ہر ایک وہ تصرف جو مبادلہ مال کا ہے ساتھ
مال کے یا عقد تبرع ہے جیسے مبایعہ اور صرف اور سلم اور عتق اور تدبیر اور کتابت اور ہبہ اور رہن اور اجارہ اور صلح اقرار سے اور قبض کرنا دین کا اسواسطے کہ دین کا قبض کرنا مبادلہ حکمیہ ہے
اور وصیت کرنا اور قبض دین مبادلہ حکمیہ اسواسطے ہوا کہ ادائے دین بالمثل ہوتا ہے تو قابض دین کا اس چیز کا بدلا لینا چاہتا ہے جو مدیون کے ذمے پر ثابت ہے
وبقی الامانة واللقطة ولا شک فی بطلانہا اور باقی رہا اُسکا امانت دینا اور وصیت کا حکم اور شک نہین اُنکے باطل ہونے مین اسواسطے کہ حب ذمی دوسرے کو امان
نہین دیسکتا تو مرتد بطریق اولی اور چونکہ وصیت تناصر سے متعلق ہے اور مرتد لائق نصرت کے نہین لہذا اُسکی وصیت باطل ہے **واما ایداعہ واستیداعہ والتقاطہ
واللقطة فینبغی عدم جوازہا** نہر اور مرتد کی ایداع واستیداع اور التقاط اور لقطہ کا عدم جواز لائق ہے کذا فی النہر **ان اسلم نفذ وان ہلک بموت
او قتل او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطل** کیونکہ اگر مرتد مسلمان ہوا تو جمیع تصرفات موقوفہ نافذ ہونگے اور اگر ہلاک ہوا موت سے یا قتل سے یا وہ
دار الحرب میں جا کر ملا اور اُسکے لحاق پر قاضی کا حکم ہوگیا تو یہ سب باطل ہوجائینگے **فان جاء مسلما قبلہ ای قبل الحکم فکانہ لم یرتد کما لو عاد بعد الموت** حقیقی
زیلعی پھر اگر مرتد دار الحرب سے آیا مسلمان ہوکر قبل حکم لحاق کے تو گویا وہ مرتد ہی نہوا تھا اور چنانچہ اگر عود کرے یعنی زندہ ہوجاوے میت بعد موت حقیقی کے تو وہ اپنا
مال وارث سے پھیر لیگا کذا فی شرح الزیلعی حب وہ مسلمان ہوکر آیا قبل حکم لحاق کے بسبب عدم ارتداد ہوا تو اپنے مال کا وہی مالک رہیگا اور مدبر اُسکا آزاد نہوگا اور اُسکا
دین مؤجل بھی حال نہوگا اور اُسکا مال جو وارثون کے پاس ہوگا اُسکو بلکیت ہین عود کریگی بلا حکم قاضی اور رضائے وارث اور اگر وارث نے اُسکا مال تلف کیا ہو تو ضامن ہوگا لیکن ارتداد کا
حکم فسخ نکاح اور حبط عمل میں جاری رہیگا کذا فی الطحطاوی **ان جاء مسلمان وما لہ مع وارثہ اخذہ بقضاء او رضی ولو فی بیت المال لا لانہ فی** نہر اور اگر دار الحرب سے
مسلمان ہوکر آیا بعد حکم لحاق کے اور حالانکہ مال اُسکا وارث کے پاس موجود ہے تو اُسکو لیگا قاضی کے حکم سے یا وارث کی رضامندی سے اور اگر مال اُسکا بیت المال
مین ہے تو اُسکو نہ پاویگا اسواسطے کہ وہ غنیمت ہے کذا فی النہر بیت المال کے مال سے وہ مال مراد ہے جو ارتداد کے سبب حاصل ہوا ہو اور اگر بسبب عدم وارث کے
کسب اسلام کا مال بیت المال مین رکھا گیا ہے تو اُسکو وہ پاویگا تو اطلاق شارح کا غیر مناسب ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود **وان ہلک او ازالہ الوارث عن ملکہ
لا یاخذہ ولو قائما لصحة القضاء** اور اگر اُسکا مال ہلاک ہوگیا یا اُسکو وارث نے اپنی ملک سے زائل کر دیا تو اُسکو نہ پاویگا اگرچہ وہ مال قائم ہو بسبب صحیح ہونے
حکم قاضی کے حق وارث میں **لا ولاء مدبرہ وام ولدہ** اور اسی کے واسطے ہے اُسکے مدبر اور ام ولد کی ولاء **ومکاتبہ ان لم یؤد وان عجز عاد رقیقا لہ بدائع**
اور مرتد مذکور مکاتب اُسیکا ہوگا اگر مکاتب نے بدل کتابت وارث کو نہین ادا کیا اور اگر عاجز ہوا ادائے بدل کتابت سے تو پھر اُسکا مملوک ہوجائیگا کذا فی البدائع

ولیقضی ما ترک من عبادة فی الاسلام لان ترک الصلوٰة والصیام معصیة والمعصیة تبقی بعد الردة اور جس عبادت کو حالت اسلام میں ترک کیا ہو اسکو بعد مسلمان ہونے کے قضا کرے اسواسطے کہ ترک صلوٰۃ اور صیام معصیت ہے اور معصیت باقی رہتی ہے بعد ارتداد کے کذا فی قاضی خان عن شمس الائمة وما ادی منها فیبطل اور جو عبادت کہ اسلام میں ادا کی وہ باطل ہوگئی ارتداد سے ولا یقضی من العبادات الا الحج لانه بالردة صار کالکافر الاصلی فاذا اسلم وهو غنی فعلیه الحج فقط اور قضا نہ کی جائیگی عبادتیں سوا حج کے اسواسطے کہ مرتد بسبب ارتداد کے کافر اصلی کے برابر ہوگیا پھر جب وہ اسلام لاوے اور غنی ہو تو اسپر فقط حج واجب ہے مراد قضاء حج سے اعادہ حج کا مراد ہے اسواسطے کہ حج کا وقت تمام عمر ہے طحطاوی نے کہا اعادہ حج کا حصر ممنوع ہے اسواسطے کہ اگر اول وقت نماز پڑھکر مرتد ہوگیا اور آخر وقت مسلمان ہوا تو اس نماز کا اعادہ واجب ہے کیونکہ اسکا وقت ہنوز باقی ہے مانند وقت حج کے مسلم اصاب مالا او شیئا یجب به القصاص او حد السرقة یعنی المال المسروق لا الحد خانیة واصله انه یؤاخذ بحق العباد لا غیره فلیحفظ تفصیل مسلم نے کسی کا مال لیا یا ایسا فعل کیا جس سے قصاص واجب ہے یا مرتکب حد سرقہ ہوا مراد اس سے مال مسروق ہے نہ حد کذا فی الخانیة اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ مرتد حق العباد میں ماخوذ ہوگا اور غیر حق العباد میں تفصیل ہے خانیہ میں ہے کہ اگر مسلم پر حد شرب خمر یا حد سکر واجب ہوئی پھر وہ مرتد ہوا پھر اسلام لایا قبل لحوق دار الحرب کے تو وہ ماخوذ نہ ہوگا اور اگر مرتد امام کی قید میں محبوس ہوا اور اسکا مرتکب ہوا تو وہ حد خمر اور سکر میں ماخوذ نہ ہوگا اور حدود اللہ میں ماخوذ ہوگا اور اگر مرتد امام کے پاس محبوس نہیں اور اسکا مرتکب ہوا پھر مسلمان ہوا قبل لحوق دار الحرب کے تو بھی اسپر مواخذہ نہیں کذا فی المنح والدیة ثم ارتد او اصابه وهو مرتد فی دار الاسلام ثم لحق محاربا ثم جاء مسلما یؤاخذ به کله یا مسلم موجب دیت کا مرتکب ہوا پھر مرتد ہوا یا مرتکب اشیاء مذکورہ کا ہوا حالانکہ وہ مرتد تھا دار الاسلام میں پھر وہ دار الحرب میں جاکر ملا اور اہل اسلام سے مدت تک لڑا کیا پھر دار الاسلام میں آیا مسلمان ہوکر تو ان سب چیزوں کا اس سے مواخذہ ہوگا یعنی مال اور قصاص اور مال مسروق اور دیت کا ولو اصابه بعد ما لحق مرتدا فاسلم لا یؤاخذ بشیء منه لانه کالحربی لا یؤاخذ بعد الاسلام بما کان صنع حال کونه محاربا لنا اور اگر مرتکب ہوا امور مذکورہ کا بعد لاحق ہونے دار الحرب کے مرتد ہوکر پھر وہ مسلمان ہوا تو امور مذکورہ میں سے کسی چیز کا مواخذہ اس سے نہوگا اسواسطے کہ مرتد مذکور مثل حربی کافر کے ہوگیا اور حربی ماخوذ نہیں ہوتا بعد اسلام کے ان افعال میں جنکا مرتکب ہوا بوقت محارب ہونے کے اہل اسلام سے اخبرت بارتداد زوجها فلها التزوج بآخر بعد العدة استحسانا کما فی الاخبار عن موته او تطلیقه ثلثا ولو کان غیر ثقة فاتاها بکتاب بطلاقها واکبر ظنها انه حق لا بأس بان تعتد وتتزوج مبسوط عورت کو خبر پہونچی اپنے زوج کے مرتد ہوجانے کی تو اسکو دوسرے زوج سے نکاح کرلینا جائز ہے بعد عدت کے بدلیل استحسان کے چنانچہ عورت کو دوسرا نکاح جائز ہے معتمد کی خبر کرنے میں زوج کی موت کی یا اسکے تین طلاق دینے کی اور اسیطرح اگر مخبر معتمد نہو اور عورت کے پاس اسکے طلاق کا خط لاوے زوج کیطرف سے اور عورت کے ظن غالب ہو کہ یہ اسکے حق ہونے کا کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ عدت میں بیٹھے اور بعد اسکے نکاح کرے کذا فی المبسوط والمرتدة ولو صغیرة او خنثی تحبس ابدا ولا تجالس ولا تؤاکل حقائق حتی تسلم ولا تقتل خلافا للشافعی اور عورت مرتدہ اگرچہ صغیرہ یا خنثی ہو کذا فی البحر ہمیشہ محبوس رہیگی اور پاس بٹھائی جاوے اور ساتھ نہ کھلائی جاوے کذا فی الحقائق یہانتک کہ اسلام قبول کرے اور قتل نہ کیجائیگی بخلاف امام شافعی کے ہم عدم قتل مرتدہ سے وہ ساحرہ مستثنی ہے جو آپ کو اسکا خالق اعتقاد کرتی ہو کذا فی المحیط امام شافعی کی قتل مرتدہ میں یہ دلیل ہے کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اسکو قتل کرو بخاری اور حدیث ہے جسمیں قتل نسا کی نہی وارد ہے اور وہ کافرہ اصلیہ و مرتدہ دونوں کو شامل بلکہ امام اعظم نے اپنی مسند سے بروایت ابن عباس عدم قتل مرتدات اور انکے قید رکھنے اور بزور اسلام قبول کرانے کی حدیث روایت کی ہے کذا فی الفتح وان قتلها احد لا یضمن شیئا ولو امة فی الاصح اور اگر مرتدہ کو کسی نے قتل کر ڈالا تو وہ کسی چیز کا ضمان نہ دیگا اگرچہ مرتدہ لونڈی ہو قول صحیح میں اسواسطے کہ قیمت خون کی اسلام کے سبب ہوتی ہے سو وہ زائل ہوگیا لیکن قاتل پر تعزیر ہے کذا فی الولوالجیة وتحبس عند مولاها لخدمته سوی الوطی سواء طلب او لم یطلب فی الاصح ویتولی ضربها جمعا بین الحقین اور مرتد لونڈی اپنے مولی کے پاس محبوس رہے گی کیونکہ اسکی خدمت کرنے کیواسطے سوا جماع کے

خواہ اسکے حبس کرنیکا اپنے پاس مولی طالب ہو یا نہو اور اسکی مرتکا مولی کو اختیار رہیگا بواسطے جمع کرنے کے دونوں حقوں مین یعنی حق خدا اور حق مولی ولیس

للمرتدۃ ان تتزوج بغیر زوجہا بہ یفتی وعن الامام تسترق ولو فی دار الاسلام ولو افتی بہ حسما لقصدھا السیئ لا باس بہ وتکون قنۃ للزوج بالاستیلاء مجتبی وفی الفتح انہا فیئ للمسلمین فیشتریہا من الامام او یہبہا لہ لو مصرفا اور جائز نہین مرتدہ کو نکاح کرنا اپنا زوج چھوڑ کر غیر سے اسیکا فتوی ہے اور امام سے ایک روایت یہ ہے کہ مرتدہ لونڈی بنائی جائیگی اگرچہ دار الاسلام مین ہو اور اگر مفتی اس روایت پر فتوی دے اسکے برے قصد کے استیصال کیواسطے تو کچھ مضائقہ نہین اور ہوگی مرتدہ لونڈی اپنے زوج کی استیلاء کے سبب سے کذا فی المجتبی اور فتح القدیر مین ہے کہ وہ غنیمت ہے سب مسلمین کیواسطے نہ فقط زوج کیواسطے تو زوج اسکو امام سے خرید کرلے یا امام اسکو بخشدے اگر مصرف ہو غنیمت کا مزوجہ کا برا قصد کیہ مرتد ہو کر اپنے زوج سے بائن ہوجاے اور امام سے اسوقت خرید کرے جب بیت المال منتظم ہو اور نہین تو زوج استیلا مالک ہوگا وصح تصرفہا لانہا لا تقتل اور صحیح ہے تصرف مرتدہ کا مانند بیع اور ہبہ کے اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی ہے وکسبہا مطلقا لورثتہا

ویرثہا زوجہا المسلم لو مرتدۃ مریضۃ ومات فی العدۃ کامر فی طلاق المریض قلت وفی الزواہر انہ لا یرثہا لو صحیحۃ لانہا لا تقتل فلم تکن فارۃ فتامل اور کمائی مرتدہ کی مطلقا خواہ اسلام کی کمائی ہو خواہ ارتداد کی اسکے وارثون کیواسطے ہے اور اسکا زوج مسلم اسکا وارث ہوگا اگر وہ مریض ہو اور عدت مین مرگئی ہو جیسا کہ طلاق المریض مین گذر گیا کہتا ہون اور زواہر مین ہے کہ زوج اسکا وارث نہوگا اگر وہ بیمار نہو اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی تو فارہ نہین ہوتی تو اسکو تامل کرلے مرحلبی نے کہا کہ مین نے تامل کیا اسکا مفہوم اسکے قبل مین پایا یعنے قولہ لو مریضۃ انتہی اور ایک نسخہ مین یہ عبارت زائد ہے وترث المرتدۃ زوجہا المرتد اتفاقا ثانیہ یعنی مرتدہ اپنے زوج مرتد کی وارث ہوتی ہے اتفاقا

کذا فی الخانیۃ ولدت امتہ ولدا فادعاہ فہو ابنہ حر ویرثہ فی امتہ المسلمۃ مطلقا ولدتہ لاقل من نصف حول او لاکثر لاسلامہ تبعا لامہ والمسلم یرث المرتد ان مات المرتد او لحق بدارہم مرتد کی لونڈی ایک لڑکا جنی سو اسکا دعوی کیا مرتد نے تو وہ لڑکا اسکا بیٹا آزاد ہے اسکا وارث ہوگا مسلمان لونڈی مین یعنی اگر مسلمان لونڈی سے پیدا ہو تو مطلقا وارث ہوگا خواہ اسکو چھ مہینے سے کم مین جنی ہو بعد ارتداد کے یا زیادہ مین بسبب مسلمان ہونیکے ولد کے اپنی ماں کی تبعیت سے اور مسلمان مرتد کا وارث ہوتا ہے اگر مرتد مرجاے یا دار الحرب مین جا ملے وکذا فی امتہ النصرانیۃ ای الکتابیۃ الا اذا جاءت بہ لاکثر من نصف حول منذ ارتد وکذا لمضغۃ لعلوقہ

من ماء المرتد فیتبعہ لقربہ للاسلام بالجبر علیہ والمرتد لا یرث المرتد اور یہی حکم ہے اسکی نصرانیہ لونڈی مین یعنی اگر مرتد کی نصرانیہ یا یہودیہ لونڈی سے لڑکا پیدا ہو تو اسکا وارث ہوگا مگر اسوقت وارث نہوگا جبکہ کتابیہ اسکو جنے چھ مہینے سے زیادہ مین ابتداے ارتداد سے اور اسیطرح نصف سال کی ولادت مین بھی وارث نہوگا بسبب اسکے علوق کے مرتد کی منی سے تو لڑکا مرتد ہی کا تابع ہوگا بسبب قریب ہونے ولد کے اسلام سے بواسطے جبر علی الاسلام کے اور مرتد وارث نہین ہوتا مرتد کا یعنے ولد تابع ہوتا ہے والدین مین سے اسکا جسکا بہتر دین ہے سو یہاں ماں ہے کتابیہ اور باپ مرتد لیکن چونکہ مرتد پر اسلام کیواسطے جبر ثابت ہے تو ولد پر بھی جبر ثابت ہوگا تو ظاہر حال اسکا اسلام پر دال ہے لہذا وہ باپکا تابع ہوگا نہ ماں کا پھر جب وہ مرتد ہا تو وارث نہوگا کیونکہ مرتد نہین وارث ہوتا مرتد کا کذا فی المنح وان لحق بدار الحرب مع مالہ فظہر علیہ فہو ای المال فیئ لانہ لان المرتد لا یسترق اور اگر مرتد دار الحرب مین گیا اپنے مال کے ساتھ اور اہل اسلام کا اسپر غلبہ حاصل ہوا تو اسکا مال غنیمت ہے نہ اسکی ذات

اسیواسطے کہ مرتد رقیق نہین ہوتا فان رجع ای بعد لحوقہ بلا مال سواء قضی بلحاقہ او لا فی ظاہر الروایۃ وہو الاوجہ فتح فلحق ثانیا بمالہ فظہر علیہ فہو لوارثہ لانہ بالقضاء انتقل لوارثہ فکان مالکا قدیما وحکمہ بامرانہ لہ قبل قسمتہ بلا شیئ وبعدہا بقیمتہ ان شاء ولا یاخذہ لو مثلیا لعدم الفائدۃ پھر اگر مرتد دار الاسلام مین پھر آیا یعنے بعد لاحق ہونے دار الحرب کے بلا مال خواہ اسکے الحاق کا حکم ہوگیا ہو یا نہ ہوا ہو ظاہر الروایۃ مین اور یہی مفتوی ہے کذا فی الفتح پھر دوسرے بار پلٹ گیا دار الحرب مین اپنا مال لیکر اور اسپر غلبہ حاصل ہوا تو وہ مال اسکے وارث کا ہوگا اسواسطے کہ بسبب لحوق دار الحرب کے مال اسکا اسکے وارث کیواسطے منتقل ہوگیا تو وہ مدت دراز سے اسکا وارث ہوچکا اور حکم اسکا گذر گیا کہ وہ مال اسکے وارث کا ہے قبل اسکی قسمت کے مفت اور بعد قسمت غنیمت کے بعوض قیمت کے پاویگا اگر دیجاے اور اگر وہ مال مثلی ہو یعنی کیلی اور وزنی ہو تو لینے کے سبب عدم فائدہ کے اسواسطے کہ اگر اسکو لیگا تو مثلی دیگا وان قضی بعبدہ لشخص مرتد لحق بدارہم لابنہ فکاتبہ الابن فجاء المرتد مسلما فبدلہا

والولاء کالا جا لاب الذمی حاد مسلما لجعل الابن کالوکیل اور اگر ایک شخص دار الحرب میں جا ملا اور اُسکے غلام کی مالک کا اُسکے لڑکے کیواسطے حکم کر دیا گیا
سو لڑکے نے اُسکو مکاتب کیا پھر مرتد آیا مسلمان ہو کر تو بدل کتابت اور ولا دونوں باپ کے واسطے ہونگے جو مسلمان ہو کر پھر آیا تو بیٹا وکیل کے مانند قرار دیا گیا
عقد کتابت میں مرتد قتل رجلا خطاء فلحق او قتل فدیتہ فی کسب الاسلام ان کان والا ففی کسب الردۃ بحر عن الخانیۃ مرتد نے قتل کیا ایک مرد کو بنا بر خطا کے پھر
وہ دار الحرب میں جا کر ملا یا مقتول ہوا ارتداد میں تو دیت مرد مقتول کی اسلام کی کمائی میں ہے اگر وہ ہوا اور اگر اسلام کی کمائی نہو تو ارتداد کی کمائی میں اسکی
دیت ہوگی کذا فی البحر عن الخانیۃ وکذا لو غصب اما لو کان الغصب بالمعاینۃ او بالبینۃ فانہ فی الکسبین اتفاقا ظہیریۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر مرتد نے غصب کیا اور اقرار کیا
اور اگر ثبوت غصب کا بمشاہدہ یا بگواہی ہو نہ اقرار سے تو وہ دونوں کسب میں ہے بالاتفاق کذا فی الظہیریۃ واعلم ان جنایۃ العبد والامۃ والمکاتب والمدبر کجنایتہم
فی غیر الردۃ اور معلوم کر کہ جنایت غلام اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر کی اُنکی جنایت غیر ارتداد کی کے برابر ہے یعنی مولی مختار ہے چاہے لونڈی اور غلام کا
فدیہ دے چاہے اُنکو دیدے اور مکاتب کی جنایت اُسکے کسب پر تادی میں ہے اور جنایت مدبر کی کتاب الجنایات میں آویگی قطعت یدہ عمدا فارتد والعیاذ باللہ
ومات منہ او لحق فحکم بہ فجاء مسلما فمات منہ ضمن القاطع نصف الدیۃ فی مالہ لوارثہ فی المسألتین لان السرایۃ حلت محلا غیر معصوم فاہدرت قید بالعمد لانہ
فی الخطاء علی العاقلۃ مسلم کا ہاتھ عمدا کاٹا گیا پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہو گیا اور اُسی زخم سے مرگیا یا دار الحرب میں جا ملا اُسکے لحوق کا حکم ہو گیا پھر دار الاسلام میں مسلمان
ہو کر آیا سو اُسی زخم سے مرگیا تو قاطع نصف دیت کا ضمان دے اپنے مال میں سے مرتد کے وارث کو دونوں صورت میں یعنی فقط قطع ید کی دیت لازم ہوگی
نہ جان کی اسواسطے کہ سرایت الی النفس نے محل غیر معصوم میں حلول کیا تو باطل ہو گئی مصنف نے عمد کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ خطا میں عاقلہ پر دیت ہو وقیدنا بالحکم بلحاقہ
لانہ ان عاد قبلہ واسلم ہہنا ولم یلحق فمات منہ بالسرایۃ ضمن الدیۃ کلہا لکونہ معصوما وقت السرایۃ ایضا اور مقید کیا ہمنے لحاق دار الحرب کے حکم کے ساتھ
اسواسطے کہ اگر مرتد دار الحرب سے قبل حکم لحاق عود کریگا یا مسلمان ہوا یہاں دار الاسلام میں اور دار الحرب میں ملحق نہوا پھر مرگیا اُسی قطع سے بسبب سرایت کے تو پوری
جنایت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ وہ معصوم الدم ہے سرایت کے وقت بھی جیسے کہ وہ معصوم تھا ثبوت حکم کے وقت ارتد القاطع فقتل او مات ثم سری الی النفس فہدر
لفوات محل القود والخطاء فالدیۃ علی العاقلۃ فی ثلث سنین من یوم القضاء علیہم خانیۃ ولا عاقلۃ لمرتد قاطع ید مرتد ہو گیا پھر مقتول ہوا یا مرگیا پھر سرایت کی
قطع نے جان تک یعنی اُسی زخم سے مرگیا تو قصاص باطل ہے اگر قطع عمدا ہو بسبب فوت ہو جانے محل قصاص کے اور اگر قطع بنا بر خطا ہو تو دیت عاقلہ پر تین برس
کے اندر جس دن سے کہ اُنپر حکم ہوا کذا فی الخانیۃ اور مرتد کیواسطے عاقلہ نہیں ہے خطا میں عاقلہ پر اسواسطے دیت لازم ہوئی کہ قطع کیوقت وہ مسلمان تھا مرتد ولو ارتد
مکاتب ولحق واکتسب مالا فاخذ بمالہ ولم یسلم فقتل فبدل الکتابۃ لمولاہ وما بقی من مالہ لوارثہ لان الردۃ لا تؤثر فی الکتابۃ اور اگر مکاتب مرتد
ہوا اور دار الحرب میں جا ملا اور کچھ مال کمایا اور اپنے مال کے ساتھ گرفتار ہوا پھر مقتول ہوا تو اسکا بدل کتابت اُسکے مولی کا ہے اور بدل الکتابت سے جو مال باقی
وہ مکاتب کے وارث کا ہے اسواسطے کہ ارتداد اثر نہیں کرتا کتابت میں زوجان ارتدا ولحقا فولدت المرتدۃ ولدا وولد لہ ای لذلک المولود ولد فظہر علیہم جمیعا
فالولدان فی کامہما والولد الاول یجبر بالضرب علی الاسلام وان حبلت بہ ثمہ لتبعیتہ لابویہ لا الثانی لعدم تبعیۃ الجد علی الظاہر فحکمہ کحربی زوج
اور زوجہ دونوں مرتد ہوئے اور دار الحرب میں جا ملے پھر مرتدہ بیٹا جنی اور اُس مولود کے بھی لڑکا ہوا پھر اُن سب پر غلبہ حاصل ہوا اہل اسلام کا تو بیٹا اور پوتا
ہیں اپنی ماں کے مانند اور بیٹا بزور مسلمان کیا جائیگا مار کر اگرچہ اُسکا حمل دار الحرب میں رہا ہو جبر علی الاسلام بہ صورت ثابت ہے باتباع والدین پر تو یعنی پوتے پر
جبر علی الاسلام نہیں بسبب اُسکے نہ تابع ہونے دادا کے ظاہر الروایۃ میں تو حکم اُسکا حربی کے مانند ہے ہم ارتداد کا حکم ایک پشت جاری ہوتا ہے دوسری پشت پر جب پوتا
دادا کا تابع نہوا جبر علی الاسلام میں تو پوتا اگر گرفتاری کے بعد غلام بنایا جائیگا یا اُسپر جزیہ مقرر ہوگا یا قتل کیا جائیگا اور دادا مقتول ہوگا حقیقۃً کہ جو علی زعم
با اسلام قبول کرے کذا فی المنح عن الفتح وقید بردتہما لانہ لو مات مسلم عن امرأۃ حامل فارتدت ولحقت فولدت ہناک ثم ظہر علیہم

ای عمل [illegible] الدار فانه لا یسترق ویرث اباه لانه مسلم ولو لم تکن له لدته حتی سبیت ثم ولدته فی دار الاسلام فهو مسلم تبعا لابیه فرق تبعا
لامه فلا یرث اباه لرقه بدائع اور مصنف نے مسئلہ سابقہ مین ارتداد زوجین کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مسلمان مرگیا اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑ کر پھر وہ مرتدہ
ہوگئی اور دار الحرب مین جا ملی پھر وہان لڑکا جنی پھر وہان کے لوگون پر اہل اسلام کا غلبہ ہوا تو وہ لڑکا غلام نہ بنایا جائیگا اور وہ اپنے باپکا وارث ہوگا
اسواسطے کہ وہ مسلمان ہے اپنے باپکا تابع ہوکر اور اگر مرتدہ مذکورہ دار الحرب مین نہ جنی یہانتک کہ گرفتار ہوگئی پھر لڑکا جنی دار الاسلام مین تو وہ مسلمان ہے اپنے
باپکا تابع ہوکر اور وہ مرقوق ہے اپنی ماں کا تابع ہوکر تو وہ اپنے باپکا وارث نہوگا بسبب اپنے رق کے کذا فی البدائع واذا ارتد صبی عاقل صح خلافا للثانی و
لاخلاف فی تخلیده فی النار لعدم العفو عن الکفر تلویح اور جبکہ مرتد ہوگیا صبی عاقل تو صحیح ہے بخلاف ابی یوسف کے اور خلاف نہین اسکے مخلد فی النار ہونے مین
بسبب معاف نہونے کفر کے کذا فی التلویح یعنے خلاف ابی یوسف کا فقط احکام دنیوی مین ہے نہ اخروی مین کاسلامه فانه یصح اتفاقا فلا یرث ابویه الکافرین
تفریع علی الثانی ویجبر علیه بالضرب تفریع علی الاول ارتداد صبی عاقل کا صحیح ہے اسکے مسلمان ہونے کے مانند کہ وہ صحیح ہے بالاتفاق تو وارث نہوگا اپنے کافر ماں
باپکا یہ تفریع ہے ثانی پر یعنی صحت اسلام صبی عاقل پر اور مسلمان ہونے پر زبردستی کیجائیگی مارکر یہ تفریع ہے اول پر یعنی صحت ارتداد صبی عاقل پر والعاقل الممیز
وهو ابن سبع فاکثر مجتبی وسراجیه وقیل الذی یعقل ان الاسلام سبب النجاة ویمیز الخبیث من الطیب والحلو من المر قاله الطرطوسی فی انفع الوسائل
قائلا ولم ار من قدره بالسن قلت وقد رایت نقله اور صبی عاقل عبارت ہے ممیز سے اور وہ یعنی طفل باامتیاز سات برس یا زیادہ کا ہوتا ہے کذا فی المجتبی والسراجیة
اور قول ضعیف یہ ہے کہ صبی عاقل وہ ہے کہ جو سمجھتا ہو کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور امتیاز کرتا ہو خبیث اور طیب اور شیرین اور تلخ مین قائل اس قول ضعیف کا طرطوسی ہے
کتاب انفع الوسائل مین یون کہکر کہ مین نے اس فقیہ کو نہین معلوم کیا جسنے صبی عاقل کی حد سال سے ٹھہرائی ہو مین کہتا ہون اور تو معلوم کرچکا اسکی نقل کو مجتبی اور
سراجیہ سے ہم حموی اور قہستانی کا قول طرطوسی کے قول کا مقوی ہے حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ عاقل وہ ہے جو جانے کہ اسلام حق ہے اور کفر باطل ہے اور قہستانی نے کہا
کہ عاقل وہ ہے جو کلمہ توحید کو نقل کرے اور جانے کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور یہ خلاف شرع کے ہے انتہی اور سات برس کا لڑکا ان امور کو کچھ نہین سمجھتا خصوصا اس
زمانے مین کذا فی الطحطاوی ویؤیده انه علیه الصلوة والسلام عرض الاسلام علی علی وسنه سبع وکان یفتخر به حتی قال سبقتکم الی الاسلام طرا غلاما ما بلغت
اوان حلمی وسبقتکم الی الاسلام طهرا بصارم همتی وسنان عزمی اور تقدیر بالسن کا یہ مؤید ہے کہ رسول علیه الصلوة والسلام نے علی مرتضی پر اسلام کو
پیش کیا اور حالانکہ عمر انکی سات برس کی تھی اور مرتضی کرم الله وجهه اسکا فخر کرتے تھے یہانتک کہ فرمایا صحابہ کرام سے مخاطب ہوکر کہ مین نے تم سب سے سبقت کی
مسلمان ہونے کی طرف لڑکپن مین جبکہ مین اپنی جوانی کے وقت کو نہ پہونچا تھا اور جاپایا مین نے تمکو اسلام کیطرف زبردستی اپنی ہمت کی تلوار اور اپنے عزم
کی برچھی سے ہم صحیح قول یہ ہے کہ عرض اسلام کیوقت جناب مرتضوی آٹھ برس کے تھے چنانچہ بخاری نے اسی پر اقتصار کیا ہے کذا فی الفتح اول من اسلم کی روایات مختلفہ کی
توفیق یہ ہے کہ صبیان مین علی مرتضی پہلے مسلمان ہوئے اور رجال احرار مین صدیق اکبر اور نساء مین خدیجة الکبری اور موالی مین زید بن حارثہ اور ورقہ بن نوفل اور بحیرا اور نسطورا
اہل فترت سے ہین یعنی قبل از نسخ دین عیسوی کے متمسک تھے اور رسول منتظر کے مؤمن اور مصدق تھے اور یہ تصدیق انکو آخرت مین مفید ہوگی لیکن وہ لوگ اہل اسلام مین داخل نہین
اسواسطے کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ حقیقت مین اول من اسلم خدیجة الکبری علیها السلام ہین اور ورقہ وغیرہ صحابہ مین داخل نہین اسواسطے کہ صحابی وہ ہے جو بعد نبوت کے یعنے بعد نزول
سورہ مدثر کے رسول کریم علیه الصلوة والسلام کا مصاحب ہو کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی ثم لم یقع عن ما قبل البلوغ ظاهر کلامهم نعم انه فادی التحریر المختار عند
الماتریدی انه مخاطب باداء الایمان کالبالغ حتی لو مات بعده بلا ایمان خلد فی النار نهر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ صبی عاقل کا ایمان کیا فرض واقع ہوگا قبل
بلوغ کے ظاہر کلام علماء یہ ہے کہ ہاں فرض واقع ہوتا ہے بالاتفاق اور تحریر مین ہے کہ ابو منصور ماتریدی کے نزدیک قول مختار یہ ہے کہ صبی عاقل ادائے ایمان کا مخاطب ہے
بالغ کے مانند یہانتک کہ اگر مرجائیگا بعد اسکے بلا ایمان تو ہمیشہ دوزخ مین رہیگا کذا فی النهر الفائق وفی شرح الوهبانیة مدرک ویلزم ونسیان کفر مجنونهم و صح

ان لا كفر وهو المحرر؛ كذا قول شيئا لله قيل يكفر ؛ او يا حاضر او يا ناظر ليس بكفر ؛ علامہ عبد الرحمن شمنی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ درویش دیشان کہنے کو بعضوں نے کفر کہا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ قول کفر نہیں اور یہی تحقیق ومنقح ہے اور اسی طرح شئی للہ کے قول کو بعضوں نے کفر کہا ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں ہے شرح وہبانیہ میں بزازیہ سے منقول ہے کہ ساتویں شہروں میں مشہور ہے کہ جو کہے درویش درویشان وہ کافر ہے اسواسطے کہ معنی اسکے یہ ہیں کہ جمیع اشیا مباح ہیں تو لازم آیا کہ حرام مباح ہو حالانکہ اباحت حرام کفر ہے اور یہ تکفیر باطل ہے اسواسطے کہ مستطیع لی مذکور کا یہ ہے کہ سکنت المساکین یا فقر الفقرا یعنی گویا قائل نے یوں کہا کہ ہم متمکن ہوئے بسکنت مساکین یا محتاج ہوئے تیری طرف بفقر فقرا اور اسمیں ایک شئی کی اباحت پر بھی کوئی دلالت نہیں چہ جا اباحت جمیع اشیا اور شئی للہ کے کفر ہونیکی شاید یہ وجہ ہے کہ قائل نے چیز اللہ تعالیٰ کے لیے مانگی حالانکہ حق تعالیٰ ہر چیز سے غنی ہے سب خلق اسکے محتاج ہیں اور لائق یوں ہے کہ اس قول میں عدم تکفیر کو ترجیح دیجیے اسواسطے کہ اسکی تاویل یوں ہوسکتی ہے کہ قائل کہنے کے نیچے یہ ارادہ کیا کہ میں شکر طلب کرونگا اللہ تعالیٰ کے اکرام کیواسطے شارح نے اسکو باختصار نقل کیا شرح وہبانیہ میں اسطرح ہے ومن قال شی للہ بعض یکفر ؛ ویخشی علیه الکفر بعض الفرق کذا فی الطحطاوی بعضے لوگ بطور وظیفہ یوں کہا کرتے ہیں یا عبد القادر شیئا للہ اسمیں راجح عدم تکفیر ہے لیکن خوف کفر سے خالی نہیں چنانچہ بیت وہبانیہ کی تصریح پر توجہ کرو اس قول کا لازم ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنے میں اسواسطے کفر نہیں کہ حضور بمعنی علم ہے اور نظر بمعنی رویت قال اللہ تعالیٰ (الم یعلم بان اللہ یری) گویا اسنے حق تعالیٰ کو یوں ندا کی کہ یا عالم یا من یری ؛ ومن یستحل الرقص قالوا بکفره ؛ ولا سیما بالدف یلهو ویزمر ؛ اور جو رقص کو حلال جانے اسکا کفر علمانے بیان کیا ہے خصوصا وہ رقص کرنے والا جو دف پر ناچے اور حالت لاوے قرطبی نے نقل کیا کہ یہ آگ اور ضرب قصب اور رقص حرام ہے امام مالک اور شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک اور شیخ الاسلام کرمانی کا فتویٰ یہ ہے کہ مستحل اس رقص کا کافر ہے جب معلوم ہوا کہ اسکی حرمت بالاجماع ہے تو لازم ہے کہ اسکا حلال جاننے والا کافر ہو کذا فی الطحطاوی ومن یدعی قال الطی مسافة ؛ یجوز جهول ثم بعض یکفره ؛ واثباتها فی کل ما کان خارقا ؛ عن النسفی النجم یروی ومظهر ؛ اور جو دعویٰ کرے اسواسطے طی مسافت جائز ہے وہ جاہل ہے پھر بعضوں نے اسکی تکفیر کی ہے اور اثبات کرامت کا خارق عادت امام نجم الدین نسفی سے مروی ہے اور ظاہر یہی معنی بالعرف عموم خوارق عادات کی امام محمد کے اس قول سے ثابت ہے کہ ہم کرامات اولیاء کے معترف ہیں اسلیے کہ قول طی مسافت کو بھی عام ہے مگر جو بنص قاطع سے ثابت ہوچکا کہ محال ہے جیسے قرآن کی مانند کلام کا ہونا وہ البتہ داخل کرامات نہیں چنانچہ کتاب الطلاق کے اندر فصل ظہار میں اسکا بیان گذر گیا

باب البغاة

یہ باب ہے باغیوں کے احکام میں جب علم قتال کفار سے فراغت ہوئی تو حکم قتال مسلمین بغاة و شقاة شروع ہوا (البغی لغة الطلب ومنه ذلک ما کنا نبغی) بغی لغت عرب میں بمعنی طلب ہے اور منجملہ معنی طلب یہ آیت ہے (ذلک ما کنا نبغی) یہ وہ چیز ہے جسکو ہم طلب کیا کرتے تھے صحاح میں ہے کہ بغی عبارت ہے تعدی اور حد سے تجاوز اور افراط سے (وعرفا طلب ما لا یحل من جور وظلم) فتح اور عرف میں بغی عبارت ہے اس چیز کی طلب سے جو حلال نہیں جور اور ظلم سے کذا فی الفتح (وشرعا هم الخارجون عن طاعة الامام الحق بغیر حق فلو بحق فلیسوا ببغاة وتمامه فی جامع الفصولین) اور شرع میں باغی وہ لوگ ہیں جو خارج ہوں امام حق کی اطاعت سے ناحق اور اگر امر حق پر خروج کریں تو وہ باغی نہیں اور اسکی تمام تقریر جامع الفصولین میں ہے کہ جب مسلمین نے ایک امام پر اجماع کیا اور اسکے سبب امن میں ہو پھر ایک جماعت مسلمین نے اسپر خروج کیا سو اگر یہ خروج امام کے ظلم کے سبب ہوا تو یہ لوگ باغی نہیں باقی مسلمانوں امام کی اعانت کریں کہ اعانت علی الظلم ہے اور نہ اہل خروج کی اعانت کریں کہ اعانت علی الخروج ہے اور اگر خروج مسلمین کا بطلب ظلم کے نہ ہو بلکہ بدعوی حقیت اور ولایت کے ہو تو وہ لوگ باغی ہیں مسلمین پر فرض امام کی مدد ہے قلانسی نے کہا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر علی مرتضی نہوتے تو ہمکو قتال اہل قبلہ معلوم نہوتا بنا بر نفی دعوی کسائی اہل بغی اور مخالفت کے اہل بغی اور ہمارے زمانہ میں غلبہ کیا اعتبار

زرقة عاد ولا اورا غیره معلوم نہیں تجا کہ ستطلاب بنیا ہیں انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی ثم الخارجون عن طاعة الامام ثلثة قطاع الطریق وعلم حکمهم بغاة ویجیء حکمهم وخوارج

وهم قوم لهم منعة خرجوا علیه بتاویل یرون انه علی باطل کفر او معصیة توجب قتاله بتاویلهم یستحلون دماءنا واموالنا ویسبون نساءنا ویکفرون اصحاب

نبینا علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام وحکمہم حکم البغاۃ باجماع الفقہاء کما حققہ فی الفتح پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اطاعت امام سے خارج ہونے والے تین قسم ہین
ایک قطاع الطریق یعنے اہل خروج بلا تاویل اور بلا شوکت اور انکا حکم معلوم ہوگیا اور دوسری قسم باغی جو مباح نہین جانتے جسکو خوارج مباح جانتے ہین اور انکا حکم
آتا ہے اور تیسری قسم خوارج وہ قوم ہین جنکے واسطے قوت اور شوکت حاصل ہو امام پر خارج ہوئے ہین تاویل سے گمان کرتے ہین کہ امام باطل پر ہے بسبب کفر اور ایسی
معصیت کے جو موجب قتال ہو امام کا انکی تاویل ہے وہ حلال جانتے ہین ہم اہل اسلام کے خونون اور مالون کو اور بندی کرتے ہین ہماری عورتون کو اور کافر کہتے ہین
ہمارے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو انکا حکم مانند حکم باغیون کے ہے باجماع فقہا چنانچہ اسکی تحقیق فتح القدیر مین کی ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ جمہور فقہا
اور محدثین کے نزدیک خوارج در حکم بغاۃ ہین اور بعضے محدثین انکے کفر کے قائل ہین ابن منذر نے کہا مین نہین جانتا کہ اہل حدیث کے ساتھ کوئی موافق ہوا ہو تکفیر خوارج
مین یہ مقتضی ہے اجماع فقہا کی نقل کا اور محیط مین مذکور ہے کہ بعضے فقہا اہل بدعت کی تکفیر نہین کرتے اور بعضے کرتے ہین اس بدعت والے کی جسکی بدعت دلیل قطعی کے مخالف ہو
اور صاحب محیط نے اسکو اکثر اہل سنت کیطرف نسبت کیا ہے اور نقل اول یعنی عدم تکفیر اثبت ہے ہان یہ البتہ ہے کہ اہل مذہب کے کلام مین اکثر اہل بدعت کی تکفیر
واقع ہے لیکن تکفیر ان فقہا کے کلام مین واقع نہین جو مجتہدین ہین اور فقہا مجتہدین کا کلام معتبر ہے اور غیر مجتہدین سے منقول تکفیر ہے اور ابن منذر نقل مذاہب مجتہدین سے زیادہ تر واقف ہے انتہی
حلبی نے کہا کہ یہ کلام صحیح ہے مگر مشکل یہ ہے کہ مقتضی ہو عدم تکفیر ان رافضیون کا جو سب شیخین اور قذف عائشہ صدیقہ کرتے ہین اور حالانکہ یہ صریح کفر ہے طحطاوی نے کہا اسکا
جواب ممکن ہے کہ عدم تکفیر اہل بدعت سے رافضی مذکورین کی تکفیر مستثنیٰ ہے اسواسطے کہ انکی تکفیر نص فقہا سے ثابت ہے واللہ اعلم وانما لم نکفرہم لکونہ عن تاویل وان کان باطلا بخلاف
المستحل بلا تاویل کما مر فی باب الامامۃ اور ہم جو خوارج کی تکفیر نہین کرتے تو اس سبب سے کہ انکا قتال اور استحلال تاویل سے ہے اگرچہ یہ تاویل باطل ہے بخلاف مستحل بلا تاویل کے کہ اسکی
تکفیر صریح ہے چنانچہ کتاب الصلوٰۃ کے اندر باب الامامۃ مین مذکور ہو چکا والامام یصیر اماما بامرین بالمبایعۃ من الاشراف والاعیان وبان ینفذ حکمہ فی رعیتہ خوفا
من قہرہ وجبروتہ اور امام ہو جاتا ہے امام دو چیز سے اشراف اور رئیسون کی بیعت کرنے سے اور اس سے کہ اسکا حکم جاری ہو جاوے اسکی رعیت مین اسکے غالب ہونے اور
دبدبہ سے امامت ثابت ہوتی ہے اہل حل وعقد کی بیعت سے یا خلیفہ سابق کے استخلاف سے اور امامت مین سب اہل اسلام کی بیعت کی یا عدد معین کی بیعت شرط
نہین بلکہ جماعۃ علما یا جماعۃ اہل رای اور تدبیر کی بیعت کافی ہے کذا فی الطحطاوی عن المسایرۃ وشرحہا فان بایع الناس الامام ولم ینفذ حکمہ فیہم لعجزہ عن قہرہم
لا یصیر اماما سو اگر لوگون نے ایک امام سے بیعت کی اور اسکا حکم نافذ نہوا انمین بسبب اسکے عاجز ہونے کے انکے مغلوب کرنے سے تو وہ امام نہوگا فاذا صار اماما فجار
لا ینعزل ان کان لہ قہر وغلبۃ لعودہ بالقہر فلا یفید والا ینعزل بہ لانہ مفید خانیۃ وتمامہ فی کتب الکلام پھر جبکہ ایک شخص بشروط مذکورہ امام ہوا پھر اسنے
ظلم شروع کیا تو معزول کرنے سے معزول نہوگا اگر اسکے واسطے قہر اور غلبہ ثابت ہوا سو اسواسطے کہ وہ بسبب اپنے قہر اور شوکت کے پھر سلطان ہو جائیگا تو معزول کرنا
مفید نہوگا اور اگر اسکے واسطے قوت حاصل نہین تو بسبب ظلم اور ستم کے معزول کرنے سے معزول ہوگا اسواسطے کہ وہ مفید ہے اور بحث امامت کا پورا بیان کتب کلام مین ہے
فاذا خرج جماعۃ مسلمون عن طاعتہ او طاعۃ نائبہ الذی ولاہ الناس بہ فی امان درر وغلبوا علی بلد دعاہم الیہ ای الی طاعتہ وکشف شبہتہم استحبابا

بلد

پھر جبکہ جماعت مسلمین نے امام کی اطاعت سے خروج کیا یا اسکے نائب کی طاعت سے خروج کیا جسکے سبب سے لوگ امان مین ہین کذا فی الدرر اور مسلمین کسی غالب ہو گئے ایک
شہر پر تو امام انکو اپنی اطاعت کیطرف بلاوے اور انکے شبہ کو حل کرے بنابر استحباب کے نہ بنابر وجوب کے فان تحیزوا مجتمعین حل لنا قتالہم بدءا حتی نفرق جمعہم
اذ الحکم یدار علی دلیلہ وہو الاجتماع والامتناع سو اگر باغیوں نے ایک مکان پکڑا اجتماع کرکے تو حلال ہوگیا ہمکو قتال انکا پہلے یہان تک کہ انکی جماعت پریشان ہو
اسواسطے کہ حکم قتال کا پھرتا ہے قتال کی دلیل پر اور وہ عبارت ہے اجتماع اور امتناع سے یعنی ظاہر اجتماع اور امتناع انکا ارادہ قتال کی دلیل ہے لہذا انکا قتال حلال ہو
اگرچہ وہ قتال کی ابتدا نکرین اسی قول کو خواہر زادہ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور یہی مذہب مختار ہے اور قدوری نے نقل کیا کہ قتال شروع کرنا نہ چاہیے تاوقتیکہ وہ شروع
نکرین کذا فی البحر ومن دعاہ الامام الی ذلک ای الی قتالہم افترض علیہ اجابتہ لان طاعۃ الامام فیما لیس بمعصیۃ فرض فکیف فیما ہو طاعۃ بدائع اور جسکو امام اس قتال کیطرف بلاوے

تو انپر اجابت انکی فرض ہی اسواسطے کہ اطاعت امام کی اس امر مین جو گناہ نہین ہی فرض ہی سوائین کیونکر فرض ہوگی جو طاعت ہی کذا فی البدائع ھ اور یہ جو امام اعظم سے مروی ہی کہ زمانہ فتنہ اور فساد مین علیحدہ ہوئے اپنے گھر مین بیٹھکر سو اُس صورت پر محمول ہی کہ جتک امام نے اسکو نہین بلایا اور بعضے اصحاب کبار کا بیٹھ رہنا اور جنگ قتال سے انکی عدم قدرت پر محمول ہی اور بعضون کو کچھ تردد تھا حلت قتال مین اور یہ جو حدیث مین وارد ہی کہ جب دو مسلمان تلوار لیکر سامنا کرین تو قاتل اور مقتول دوزخ مین ہین سو حمیت اور عصبیت کے قتال پر محمول ہی یا ملک گیری اور طلب دنیا کے قتال پر کذا فی الفتح لو قادرا والا لزم بيته درر وفي المبتغى لو بغوا لاجل ظلم السلطان ولا يمتنع عنه لا ينبغي للناس معاونة السلطان ولا معاونتهم اجابت امام کی فرض ہی اگر قادر ہی قتال پر اور نہین تو اپنے گھر مین بیٹھ رہے کذا فی الدرر اور مبتغی مین ہی کہ اگر چند مسلمین نے بغاوت کی بسبب ظلم بادشاہ کے اور حالانکہ بادشاہ ظلم سے باز نہین رہتا تو لوگون کو لائق نہین مددگار ہی سلطان کی اور نہ مددگاری باغی لوگون کی ولو طلبوا الموادعة اجيبوا اليها ان خيرا للمسلمين كما في اهل الحرب الا لا يجب بوابجر اور اگر باغیون نے صلح کرنا چاہا ترک قتال پر تو اسکو مان لینا چاہیے اگر صلح کرنا مسلمین کیواسطے بہتر ہو چنانچہ حربیون کی صلح مین یہی شرط ہی اور اگر انکے حق مین صلح بہتر نہو تو قبول کرنا نہ چاہیے کذا فی البحر ولا يوخذ منهم شئ اور اُنسے کچھ لینا نہ چاہیے یعنی نہ ہدیہ نہ مال صلح کے عوض مین فلو اخذنا منهم رهونا واخذوا منا رهونا ثم غدروا بنا وقتلوا رهوننا لا نقتل رهونهم ولكن يحبسون الى ان يهلك اهل البغي او يتوبوا وكذلك اهل الشرك اذا فعلوا ذلك لا نقتل رهونهم ولكن يجبرون على الاسلام او يصيروا ذمة لنا پھر اگر ہمنے باغیون سے اول لی اور باغیون نے ہمسے اول لی پھر انھون نے ہمسے عہد شکنی کی اور ہمارے اولون کو قتل کیا تو ہم انکے اولون کو نہ قتل کرینگے لیکن انکو محبوس رکھینگے یہان تک کہ اہل بغی ہلاک ہو جائین یا بغاوت سے توبہ کرین اور یہی حکم ہی کفار کا جبکہ وہ ہمارے اولون کو قتل کرین تو ہم انکی اولون کو نہ قتل کرینگے ولیکن وہ لوگ بزور مسلمان کیے جائینگے یا ہمارے ذمی ہو جائین ہم انکا قتل اسواسطے جائز نہو کہ وہ ہمارے قابو مین آگئے ہمارے امان مین ہوگئے کذا فی البحر ولو لهم فئة اجهز على جريحهم اي اتم قتله واتبع موليهم والا لا لعدم الخوف اور اگر باغیون کی جماعت قائم ہو تو امام انکے زخمیون کو پورا قتل کر ڈالے اور انکے بھاگنے والون کا پیچھا کرے اور اگر جماعت انکی پریشان ہوگئی تو زخمیون کو قتل کرنا اور بھاگے کا پیچھا کرنا نہ چاہیے بسبب نہ ہونے خوف کے والامام بالخيار في اسيرهم ان شاء قتله وان شاء حبسه حتى يتوب اهل البغي فاذا تابوا حبسه ايضا حتى يحدث توبة سراج اور سلطان کو اختیار ہی انکے قیدی مین چاہے اسکو قتل کرے چاہے محبوس رکھے یہان تک کہ اہل بغاوت توبہ کرین اگر وہ توبہ کرین تو بھی قیدی کو قید مین رکھے یہان تک کہ وہ بھی توبہ کرے کذا فی السراج ونقاتلهم بالمنجنيق والاغراق وغير ذلك كاهل الحرب اور ہم انسے لڑین منجنیق اور غرق کر دینے سے اور اسکے سوا اور طریق سے بھی مانند کفار کے ولا يجوز قتله من اهل الحرب بنساء وشيوخ لا يجوز قتله منهم ما لم يقاتلوا اور جسکا قتل کرنا کفار سے جائز نہین چنانچہ عورتون اور بڈھون کا اسکا قتل باغیون مین سے بھی جائز نہین تاوقتیکہ وہ لڑتے ہون یعنے اگر باغیون کی عورتین یا بڈھے قتال کرینگے تو انکا قتال جائز ہو سوائے اطفال اور مجانین کے کذا فی البحر ولا يقتل عادل محرمه الباغي مباشرة ما لم يرد قتله اور عادل یعنے امام کا مددگار اپنے محرم باغی کو اپنے ہاتھ سے نہ قتل کرے جبتک محرم نے اُسکے قتل کا ارادہ نہین کیا یعنے اگر محرم باغی قتل کا ارادہ کرے تو دفع کرنا اسکا جائز ہی اگرچہ دفع کرنا بقتل ہو بخلاف جنگ کفار کے کہ وہان قتل محرم جائز ہی سوائے والدین کے کذا فی البحر ولا تسبى لهم ذرية وتحبس اموالهم الى توبتهم فترد عليهم اور انکی ذریت بندی نہ کیجائے اور انکے مال محبوس رہین انکی توبہ ظاہر ہونے تک سو بعد توبہ انکو پھیر دیے جائینگے ھ اور انکی عورتین بھی بندی نہونگی اسواسطے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل مین قتل اسیر اور کشف ستر اور اخذ مال سے نہی فرمائی اور وہی پیشوا ہین اس باب مین کذا فی المنح وبيع الكراع اولى لانه انفع نفع اور بیچ ڈالنا انکے دواب کا بہتر ہی اسواسطے کہ نافع تر ہو کذا فی الفتح بیع کی منفعت یہ ہی کہ قیمت کا امانت رکھنا آسان بلا صرف ہو الا ایک مال کے کہ اُسے چارہ صرف ہوگا ويقاس عليه العبيد نهر اور دواب کی بیع پر انکے غلامون کی بیع قیاس کیجاے کذا فی النهر ونقاتل بسلاحهم وخيلهم عند الحاجة ولا ننتفع بغيرهما من اموالهم مطلقا ولو عند الحاجة سراج اور قتال کرین ہم انکے ہتھیارون اور گھوڑون سے اور ان دو چیزون کے سوا انکے اموال سے مطلقا منتفع نہین اگرچہ

انتفاع وقت حاجت کے ہو کذا فی السراج الوہاج جناب امیر مرتضیٰؓ نے باغیوں کے ہتھیار اپنے لشکر میں تقسیم کیے بصرہ میں اور یہ تقسیم بسبب حاجت کے تھی نہ واسطے تملیک کے اور فرمایا کہ انکا مال غنیمت
نہیں ہے اور انکی ذریت بندی نہیں کیجائیگی کذا فی النہر ولو قال الباغی تبت والقی السلاح من یدہ کف عنہ ولو قال کف عنی لانظر فی امری لعلی اتوب والقی
السلاح کف عنہ ولو قال انا علی دینک ومعہ السلاح لا لان وجود السلاح معہ قرینۃ بقاء بغیہ فمتی القاہ کف عنہ والا لا فتح اور اگر باغی نے کہا کہ میں نے توبہ
کی اور ہتھیار اپنے ہاتھ سے ڈالدیے تو عادل اسکے قتال سے باز رہے اور اگر اسنے کہا عادل سے کہ مجھکو چھوڑ تا میں اپنے امر میں تامل کروں شاید میں توبہ کروں اور ہتھیار
پھینک دیے تو باز رہے اور اگر باغی بولا کہ میں تیرے دین پر ہوں اور اسکے ساتھ ہتھیار ہیں تو اسکے قتال سے باز نہ رہے اسواسطے کہ ہتھیار کا ساتھ رہنا قرینہ ہے اسکی بقاء بغاوت کا
سو جبکہ ہتھیار پھینکے تو باز رہے ورنہ نہیں تو باز نہ رہے کذا فی فتح القدیر لو قتل باغ مثلہ وظہر علیہم فلا شئی فیہ لکونہ مباح القتل فتح فلا اثم ایضا اور اگر ایک
باغی کو دوسرے باغی نے قتل کیا اور اسپر اہل عدل کا غلبہ حاصل ہو تو اسکے قتل میں کوئی چیز نہیں قصاص نہ دیت اسواسطے کہ اسکا قتل مباح تھا کذا فی فتح القدیر پھر جب
قتل مباح ہوا تو اسکے قتل میں کچھ گناہ بھی نہیں فتح فلا نا شہداء ولا یصلی علی بغاۃ بل یکفنون ویدفنون بدائع اور ہمارے یعنے اہل عدل کے مقتول شہید ہیں تو انپر نماز
جنازہ پڑھی جائیگی اور بدون غسل دفن کیے جائینگے اور باغیوں کے مقتولوں پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائیگی بلکہ کفن پہنا کر دفن کیے جائینگے کذا فی البدائع ویکرہ نقل رؤسہم
الی الآفاق وکذا رؤس اہل الحرب لانہا مثلۃ وجوز بعض المتاخرین لو فیہ کسر شوکتہم او فراغ قلبنا فتح ومر فی الجہاد اور مکروہ ہے انکے سر اطراف عالم میں پھرانا
اور اسیطرح کفار کے سر کا نقل کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ مثلہ ہے اور اسکو بعضے متاخرین نے جائز کہا ہے اگر اسمیں انکی کسر شوکت ہو یا ہماری تسکین خاطر ہو کذا فی الفتح اور مذکور ہو چکا
جہاد میں لو غلبوا علی مصر فقتل مصری مثلہ عمدا فظہر علی المصر قتل ان لم یجر علی اہلہ احکامہم وان اجری لا لانقطاع ولایۃ الامام عنہم اور اگر باغی
غالب ہوگئے ایک شہر پر سو ایک شہری نے دوسرے شہری کو عمدا قتل کیا پھر اہل عدل کا بادشاہ غالب ہوا اس شہر پر تو قاتل مذکور بسبب اس قتل کے مقتول ہوگا اگر اہل شہر پر
باغیوں کے احکام جاری نہ ہوئے ہوں اور اگر انکے احکام جاری ہو چکے ہوں تو قصاص نہ ہوگا بسبب منقطع ہونے امام کی حکومت کے ان سے لیکن قاتل پر عند اللہ عزت ثابت ہے کذا فی الفتح و
ان قتل عادل باغیا ورثہ مطلقا اور اگر عادل نے باغی کو قتل کیا تو اسکا وارث ہوگا خواہ باغی کہے کہ میں حق پر ہوں خواہ کہے کہ میں باطل پر ہوں اسواسطے کہ قتل بحق مانع ارث کا نہیں و
بالعکس اذا قال الباغی وقت قتلہ انا علی باطل لا یرثہ اتفاقا لعدم الشبہۃ او رہا تو بالعکس یعنے باغی عادل کو قتل کرے جبکہ باغی بولا اسکے قتل کے وقت کہ میں باطل پر ہوں تو اسکا وارث
نہوگا بالاتفاق بسبب عدم شبہہ کے مر باغی اسواسطے وارث نہوگا کہ اسنے اتلاف بغیر تاویل فاسد کیا اور تاویل فاسد ملحق ہے تاویل صحیح سے جبکہ اسکے ساتھ قوت ہو کذا فی النہر
وان قال انا علی حق فی الخروج علی الامام اصر علی دعواہ ورثہ اما لو رجع تبطل دیانتہ فلا ارث ابن کمال اور اگر باغی نے کہا کہ میں حق پر ہوں امام پر خروج کرنے میں
اور اپنے دعوی پر مصر رہا تو عادل مقتول کا وارث ہوگا اور اگر اپنے دعوے سے رجوع کریگا تو اسکی دیانت باطل ہوگی تو وارث نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال و فی الفتح لو دخل
باغ بامان فقتلہ عادل عمدا لزمتہ الدیۃ کما فی المستامن لبقاء شبہۃ الاباحۃ اور فتح القدیر میں ہے اور اگر باغی دار العدل میں داخل ہوا امان لیکر پھر اسکو عادل نے
عمدا قتل کیا تو اسپر دیت لازم ہوگی جیسے مستامن کے قتل میں دیت لازم ہے بسبب باقی رہنے شبہ اباحت کے یعنی دیت لازم ہوگی نہ قصاص اسواسطے کہ اسکی اباحت
دم کا شبہہ موجود ہے ویکرہ تحریما بیع السلاح من اہل الفتنۃ ان علم لانہ اعانۃ علی المعصیۃ اور مکروہ تحریمی ہے ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے اگر معلوم ہو
کہ مشتری اہل فساد سے ہے اسواسطے کہ یہ مددگاری ہے گناہ پر ہم حموی نے کہا اور یہی حکم ہے ہبہ و وصیت اور اعارہ اور اجارہ دینے ہتھیار کا اور بیع کو مکروہ تحریمی کہنا
بحث ہے صاحب بحر کی اور اہل فتنہ بغاۃ او قطاع الطریق او لصوص سب شامل ہیں کذا فی النہر وبیع ما یتخذ منہ کالحدید ونحوہ یکرہ لاہل الحرب لا لاہل البغی لعدم تفرغہم
لعملہ سلاحا لقرب زوالہم بخلاف اہل الحرب زیلعی اور اس چیز کا بیچنا جس سے جنگی ہتھیار بنتا ہو جیسے لوہا وغیرہ مکروہ ہے اہل حرب سے نہ اہل بغاوت سے بسبب انکے فراغت نہ پانے
کے ہتھیار بنانے کیواسطے بسبب انکے قرب زوال ہونے کے بخلاف اہل حرب کے کذا فی الزیلعی قلت وافاد کلامہم ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا
نہر میں کہتا ہوں کہ فقہا کے کلام سے ثابت ہوا کہ جسکے سبب سے معصیت قائم ہو جیسے ہتھیار اسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور جسکے سبب سے گناہ نہ قائم ہو جیسے جاریہ مغنیہ اور کبوتر اڑانے والے اور شیرہ

انگور اور جس لکڑی سے باجے بنتے ہیں اسکی بیع مکروہ تنزیہی ہے کذا فی النہر وفی الفتح ینفذ حکم قاضیہم لو جار ولا والا لا ولو کتب قاضیہم الی قاضینا کتابا نعمل
علم انہ قضی بشہادۃ عدلین نفذ والا لا اور فتح القدیر میں ہے کہ باغیوں کے قاضی کا حکم نافذ ہے بشرطیکہ وہ عادل ہو باغی ہو اور اگر باغی ہو تو اسکا حکم نافذ نہ ہوگا اور اگر باغیوں کے
قاضی نے ہمارے قاضی کی طرف خط بھیجا سو اگر معلوم ہو کہ اُسنے دو عادلوں کی گواہی سے حکم کیا ہے تو وہ حکم نافذ ہوگا ورنہ نہیں اور ہم محل عدم نفاذ حکم قاضی باغی میں اگر قضا قاضی
مجتہد فیہ میں کی رائے کے مخالف ہو یہ ہے کہ حکم قاضی کا مجتہدات میں نافذ ہوگا اگرچہ قاضی عادل کی رائے کے مخالف ہو تو اطلاق شارح کا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی عن الفتح و اللہ سبحانہ اعلم و استغفر اللہ العظیم

کتاب اللقیط

یہ کتاب ہے لقیط کے احکام میں عقبہ مع اللقطۃ بالجہاد لعرضیتہما الفوات بالنفس والمال و قدم اللقیط لتعلقہ بالنفس فہی مقدمۃ علی المال مصنف نے کتاب اللقیط کو
کتاب الملتقط کے ساتھ کتاب الجہاد کے پیچھے لایا اسواسطے کہ جان و مال دونوں معرض ہلاک میں ہیں جیسے جہاد میں نفس و مال معرض آفت میں ہیں اور مقدم کیا لقیط کو
اسلیے کہ متعلق ہے جان سے اور یہ لائق ہے کہ جان مقدم ہو مال پر ہو لغۃ ما یلقط فعیل بمعنی مفعول ثم غلب علی الولد المنبوذ باعتبار المال لقیط لغت میں وہ چیز
جو زمین سے اٹھائی جاوے فعیل بمعنی مفعول ہے پھر اسکا استعمال غالب ہو گیا ولد مطروح پر باعتبار انجام کے یعنی جو لڑکا پھینکا ہوا اور ڈالا گیا آخر اسکو کوئی اٹھا لیگا
اسکو لقیط کہا و شرعا اسم لحی مولود طرحہ اہلہ خوفا من العیلۃ او فرارا من تہمۃ الریبۃ اور شرع میں لقیط اس زندہ بچے کا نام ہے جسکو لوگوں نے
اسکو پھینک دیا محتاجی کے خوف سے یا تہمت زنا سے بچنے کے واسطے مضیعہ آثم و محرزہ غانم اسکا ضائع کرنے والا یعنی جو اسکو نہ اٹھاوے وہ گنہگار ہے اور اٹھانے
والا فائدہ پاتا ہے یعنی ثواب پاویگا التقاطہ فرض کفایۃ ان غلب علی ظنہ ہلاکہ لو لم یرفعہ ولو لم یعلم بہ غیرہ ففرض عین ومثلہ روایۃ اعمی یقع فی بیر فتح لقیط کا اٹھا لینا
فرض کفایہ ہے اگر ملتقط کو گمان غالب ہو اسکی ہلاکی کا اگر وہ اسکو نہ اٹھاوے اور اگر لقیط کو کوئی نہ جانتا ہو سوا اُسکے تو اسوقت میں اٹھانا فرض عین ہے اور اسی مانند ہے
اندھے کو کوئیں میں گرتے دیکھنا کذا فی الفتح والا فمندوب لما فیہ من الشفقۃ والاحیاء اور اگر اسکی ہلاکی کا خوف نہ ہو تو اٹھا لینا لقیط کا مستحب ہے اسواسطے کہ اس
شفقت اور جلانا ہے جان کا اور شفقت اطفال پر افضل اعمال ہے اور ایک جان کا جلانا سب مخلوق کے جلانے کے برابر ہے حق تعالی نے فرمایا ومن احیاہا فکانما احیی الناس جمیعا
کذا فی الزیلعی وہو حر مسلم تبعا للدار الا بحجۃ رقہ علی خصم ہو الملتقط لسبق یدہ ولیقط آزاد مسلمان ہے دار الاسلام کی تبعیت سے مگر اسکی رقیت کی حجت بمقابلہ خصم
اور خصم یہاں ملتقط ہے بسبب سبقت ہاتھ کے اسکے ہاتھ کے ہم پر منع و خلل ہے کہ بینہ بغیر خصم کے حجت نہیں اور مخاصم یہاں کوئی نہیں شارح نے بیان کیا کہ خصم ملتقط ہے اسواسطے کہ
اسکے رکھنے میں بسبب سبقت کے احق ہے تو اسکا تصرف بدون بینہ زائل نہ ہوگا اور حجت سے یہاں بینہ مراد ہے نہ اقرار کذا فی الطحطاوی و ما یحتاج الیہ من نفقۃ و کسوۃ و سکنی و دواء و دیتہ
ونفقتہ السلطان فی بیت المال ان برہن التقاطہ اور جس چیز کی لقیط کو احتیاج ہو خوراک و پوشاک و مکان سکونت اور دوا اور جرمانہ جنایت کا سلطان کے ذمہ ہے
وہ بیت المال میں سے بشرطیکہ ملتقط اسکا اٹھا لینا گواہی سے ثابت کرے ان کان لہ مال او قرابۃ فنفقتہ فی مالہ و علی قرابتہ اور اگر لقیط کا مال ہو یا اسکی کوئی قرابت والا ہو
تو جمیع ضروریات مذکورہ اسکے مال میں یا قرابت والوں پر ہے وارثہ و لو دیۃ فی بیت المال لان الغنم بالغرم وراثت لقیط کی اگرچہ دیت ہو بیت المال
میں ہے جیسے اسکی جنایت بیت المال سے متعلق ہے اسواسطے کہ نقصان بمقابلہ فائدہ کے ہے ہم تو اگر لقیط صحرا میں مقتول پایا گیا تو اہل صحرا سے دیت لیکر بیت المال میں داخل
ہوگی اور اگر لقیط کو کوئی عمدا قتل کرے تو سلطان کو اختیار ہے چاہے قاتل کو قتل کرے چاہے دیت پر صلح کرے لیکن سلطان معاف نہیں کر سکتا کذا فی المنح اور اگر لقیط سے جنایت
صادر ہوگی تو اسکی دیت بیت المال سے دیجاویگی لیس لاحد اخذہ منہ قہرا ولو الامام الاعظم اخذہ بالولایۃ العامۃ فی الفتح الا وارثہ مصنف نے تبعا للبحر کے جو ضرر ہو
تو اسکے الا بسبب اخذہ الامیر یعنی کسیکو جائز نہیں لینا لقیط کا ملتقط سے زبردستی اور سلطان اعظم کو اسکا لینا بسبب ولایت عامہ کے جائز ہے یا نہیں فتح القدیر میں
کہا کہ جائز نہیں اور تابت کہا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں باتباع صاحب بحر اور تحریر کی ہے نہر الفائق میں کہ ہاں سلطان کو لینا زبردستی جائز ہے لیکن اسکا لینا
لائق نہیں بسبب عدم کے ملتقط سے لائق نہ ہو فللاخذ صدر خصمہ الاول و الیہ الا اذا رجع باختیارہ لانہ ابطل حقہ سو اگر لقیط کو کسی ملتقط سے

روبرو ستی لیا اور خصومت کی اُس سے ملتقط اولی نے تو اُسکو پھیر دیا جاویگا مگر اُسوقت نہ پھیرا جائیگا جبکہ اُسنے دوسرے کو اپنی خوشی سے دیا ہو اسواسطے کہ اُسنے اپنا حق آپ باطل کردیا وهذا اذا اتحد الملتقط فلو تعدد وتنوع رجح المسلم ولو وجده مسلم وكافر فتنازعا قضى للمسلم لانه انفع للقيط خانية ولو استويا فالرأي فيه للقاضي بحر بحثا اور یہ مسئلہ جب ہے کہ ملتقط ایک ہی ہو اور اگر ملتقط متعدد ہوں اور ایک ترجیح رکھتا ہو جیسا کہ اگر لقیط کو ایک مسلم اور ایک کافر نے پایا پھر دونوں نے جھگڑا کیا تو لقیط مسلم ہی کو دلایا جائیگا اسواسطے کہ مسلم کے پاس رہنا لقیط کو نافع ہے کہ وہ بھی مسلمان ہوگا کذا فی الخانیہ اور اگر دونوں ملتقط برابر ہوں اسلام یا کفر میں تو اُسمیں قاضی کی تجویز کو دخل ہے کذا فی البحر بحثا ويثبت نسبه من واحد بمجرد دعواه ولو غير الملتقط استحسانا لو حيا والا فبالبينة خانية اور اگر دو ملتقط نے پایا اور ایک نے اُسکے نسب کا دعوی کیا تو اُسکا نسب ایک ملتقط سے ثابت ہو جائیگا بمجرد اُسکے دعوی کرنے کے بدلیل استحسان بشرطیکہ لقیط زندہ ہو اور اگر زندہ نہوگا تو نسب دعوی سے ثابت نہوگا بدون گواہی کے کذا فی الخانیہ وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اقرار صغیر کیواسطے ہے اور حق ملتقط کا ابطال ضمنا واقع ہوا بعض دفعہ تو فساد اور بہت چیزیں ضمنا ثابت ہو جاتی ہیں قصدا نہیں کذا فی الکوی وهل يشترط ... ولو اشترك ... اور نسب لقیط کا ثابت ہوتا ہے دو یا زیادہ شخصوں کے دعوی سے جیسے مشترک لونڈی کے ولد کا نسب ثابت ہوتا ہے دو شریکوں سے بشرط دعوی ہم دو شخص یا زیادہ میں جنہیں کوئی مرجح نہیں تو ملتقط کا دعوی خارج سے مقدم ہوگا وعبارة الخانية وبما ادعاه اكثر من خمسة لا يقبل عن الامام اذ يثبت الى خمسة ظاهر في عدم قبول دعوى الزائد ولا اشتراط اتحاد الامام لكن في القهستاني عن النظم بانه يثبت من الاكثر الخ اور عبارت خانیہ کی یہ ہے کہ لقیط کے نسب کا دو سے زیادہ شخصوں نے دعوی کیا تو امام اعظم سے روایت ہے کہ نسب ثابت ہوگا پانچ شخص تک ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہے کہ پانچ سے زیادہ کا دعوی مقبول نہو اور شرط نہیں اتحاد دعاۃ کا دعوی کو یہ ہے کذا فی النہر لیکن قہستانی میں نظم سے وہ عبارت منقول ہے جو مفید ثبوت نسب ہے پانچ سے زیادہ میں بھی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم قہستانی میں نقل ہے منقول ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک دو سے زیادہ کا نسب ثابت نہوگا اور طحطاوی نے کہا کہ عبارت منیہ اور سراج کی صریح ہے کہ دعوت نسب کی پانچ شخص تک منتہی ہے اور قہستانی کی عبارت غیر صریح ہے اور لائق ترجیح کے صریح ہے نہ غیر صریح ولو ادعته امرأة ذات زوج فان صدقها زوجها او شهدت لها القابلة او قامت بينة ولو رجلا وامرأتين على الولادة صحت دعوتها والا لا لما فيه من تحميل النسب على الغير اور اگر لقیط کے نسب کا ایک عورت شوہر والی نے دعوی کیا سو اگر شوہر نے اسکی تصدیق یا دائی جنائی نے اسکی گواہی دی یا بینہ قائم ہوئی ولادت پر اگرچہ گواہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو عورت کا دعوی صحیح ہوا اور اگر ایسا نہیں یعنی زوج وغیرہ نے اسکی تصدیق نہ کی تو دعوی اسکا صحیح نہیں اسواسطے کہ اسکے دعوی میں غیر پر نسب کا ثابت کرنا ہے یعنی زوج پر ان لم یکن لہا زوج فلا بد من شہادۃ رجلین اگر عورت مدعیہ کا شوہر نہو تو دو مرد گواہی ضروری ہے ثبوت نسب میں ولو ادعته امرأتان واقامتاه بها البينة فهي ولو اقامتا جميعا فهو ابنهما خلافا لهما اكمل من الخانية اور اگر لقیط کا دو عورتوں نے دعوی کیا اور ایک نے گواہ قائم کیے تو وہی اُسکے ساتھ لائق تر ہے اور اگر دونوں عورتوں نے گواہ قائم کیے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک وہ کسیکا بیٹا نہیں یہ مسائل کو خانیہ سے منقول ہیں وان ادعاه خارجان ووصفه احدهما علامة به اي بجسد اللقيط ووافق فهو احق اذا لم يعارضها اقوى منها كبينة الآخر وسبقه وسلامة ... ان ارخا فان اشتبها ... اور اگر لقیط کے نسب کا دو خارج شخصوں نے دعوی کیا اور ایک نے اسمیں کوئی نشانی بیان کی یعنی اسکے بدن میں کپڑے میں تل یا کوئی اور نشان ہے اور نشان موافق پڑا تو وہی شخص زیادہ تر حقدار ہے بشرطیکہ کوئی دوسری تر علامت سے معارض نہو جیسا کہ دوسرے شخص کے گواہ یا اُسکا آزاد ہونا یا اسکی سبقت قبضہ یا مسلمان ہونا اسکا یا اسکی اتنی عمر ہو کہ اسکے لڑکا ہو سکے بشرطیکہ دونوں ہی عیون نے تاریخ ذکر کی ہو اگر اشتباہ واقع ہو تو لقیط دونوں میں مشترک ہوگا یعنی اگر ایک شخص کا بتایا نشان موافق پڑا اور دوسرے نے ثبوت نسب کے گواہ گزرانے یا کہ دوسرا آزاد ہو اور صاحب علامت غلام یا وہ مسلم اور صاحب علامت کافر تو ان دونوں میں علامت کا کچھ اعتبار نہوگا ولو ادعى احدهما انه ابنه والآخر انه ابنته فاذا هو خنثى فلو مشكلا قضي لهما والا فلمن ادعى انه ابنه اور اگر ایک نے دعوی کیا کہ لقیط اُسکا بیٹا ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ اُسکی بیٹی ہے پھر اُسکو دیکھا تو خنثی ہے سو اگر وہ خنثی مشکل ہے تو وہ دونوں کو دلایا جائیگا بسبب عدم ترجیح کے

اور اگر خنثیٰ مشکل نہیں تھی تو اسکو دلایا جائیگا جو دعوی کرتا ہو کہ وہ میرا بیٹا ہے یعنے بشرطیکہ موافق والا دوسرے کو دلایا جائیگا اسواسطے کہ جب علامت موافق واقع ہوگی تو حکم ہوگا
کذا فی الظہیریہ مقدم جیسے کہا ہو کہ نامناسب تھا والا فلمن وافق کذا فی الطحاوی و لو شہد لمسلم ذمیان للذمی مسلمان قضی للمسلم تاتارخانیہ اور اگر گواہی مسلمان کی
دو ذمیوں نے اور ذمی کیواسطے دو مسلمانوں نے تو لقیط مسلمان ہی کو دلایا جائیگا کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ دونوں گواہیاں صحت میں برابر ہیں لیکن مسلم کو بسبب اسلام کے
ترجیح ہوئی و یثبت نسبہ من الذمی ولکن ہو مسلم استحسانا فینزع من یدہ قبیل عقل الادیان [illegible] لم یبرہن مسلمین انہ ابنہ فیکون کافرا اور ثابت ہوگا نسب لقیط ذمی سے بسبب
دعوی نسب کے ولیکن لقیط مسلمان ہے بدلیل استحسان تو ذمی کے ہاتھ سے چھین لیا جائیگا قبل ادیان پہچاننے کے اور جبتک ذمی دو مسلمانوں کی گواہی سے ثابت نکرے کہ وہ اسکا بیٹا ہے
پھر جب یہ ثابت کریگا تو البتہ لقیط کافر ہوگا کذا فی النہر وجہ استحسان کی یہ ہے کہ دعوی ذمی متضمن دو باتوں کا ہے نسب اور اسلام لقیط کا [illegible] باعتبار [illegible] کے اور نفی اسلام میں اسکا
ضرر ہے اور ثبوت نسب کا ذمی سے لڑکا کافر ہونا ضروری نہیں ہے اسواسطے کہ لڑکا بیٹا مسلمان ہو جاتا ہے اپنی ماں کے مسلمان ہو جانے سے تو دعوی ذمی کی تصحیح ہوئی لقیط کی منفعت
میں نہ اسکی مضرت میں کذا فی الطحاوی عن الکرخی ان لم یکن ای یوجد فی مکان اہل الذمۃ کقریۃ او بیعۃ او کنیسۃ لقیط مذکور مسلم ہے بشرطیکہ اہل ذمہ کے
مکان میں نہ پایا گیا ہو مثلاً کسی ذمیوں کے گاؤں میں یا انکے عبادتخانہ یا یہود کی پرستشگاہ میں [illegible] او بیعۃ لانہ اذا وجد مسلم فی مکاننا فمسلم او کافر فی مکانہم
فکافر او کافر فی مکاننا او عکسہ فظاہر الروایۃ اعتبار المکان لسبقہ [illegible] اور مسئلہ مذکورہ چار صورت کا احتمال ہے اسواسطے کہ یا لقیط کو مسلم نے پایا ہے ایسے مکان میں جسمیں
اہل اسلام کی آبادی تھی وہ مسلم ہے یا کافر نے پایا کافروں کی آبادی میں تو وہ کافر ہے یا کافر نے پایا ہے مکان میں یا مسلم نے پایا کافر کے مکان میں تو ظاہر الروایۃ میں
مکان کا اعتبار ہے بسبب سابق ہونے مکان کے کذا فی الاختیار شرح المختار یعنی کان مقدم ہے آخذ پر اسواسطے کہ لقیط کا مکان میں ہونا متحقق ہے قبل وضع ید کے اور بسبب سبقت ترجیح کی
[illegible] ہوئی ہے کذا فی فتح القدیر ویثبت نسبہ من عبد وہو حر وان ادعی انہ ابنہ من زوجتہ الامۃ عند محمد وکلام الزیلعی ظاہر فی اختیارہ اور ثابت ہوتا ہے نسب لقیط کا
بسبب [illegible] کے دعوی نسب کے اور حالانکہ لقیط آزاد ہے اگرچہ غلام نے دعوی کیا ہو کہ لقیط اسکا بیٹا ہے اسکی زوجہ باندی سے ہے اسواسطے کہ [illegible] آزاد ہوجاتا ہے قبل الانفصال
اور بعد الانفصال کے بواسطے اعتاق کے یہ قول محمد کا ہے اور زیلعی کا قول [illegible] اختیار کرنے میں ظاہر ہے ولو ادعاہ حران احدہما انہ ابنہ من زوجتہ الحرۃ والآخر
من ہذہ الامۃ فالذی یدعیہ من الحرۃ اولی لثبوت [illegible] اور اگر لقیط کے نسب کا دعوی کیا دو آزادوں نے ایک نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے آزاد عورت سے اور دوسرے
نے کہا کہ میرا بیٹا ہے اس باندی سے تو جو شخص دعوی کرتا ہے حرہ سے وہ مقدم ہے بسبب [illegible] ثابت ہونے کے دو جانب سے کذا فی الزیلعی یعنی اثبات [illegible] مقدم ہے
وان وجد معہ مال فہو لہ عملا بالظاہر لو فوقہ او تحتہ او دابۃ ہو علیہا لا مکان [illegible] اور اگر لقیط کے ساتھ مال پایا گیا تو [illegible] ظاہر پر عمل کرنے سے یعنی ظاہر حال
اسپر دلالت کرتا ہے کہ جسنے لقیط کو ڈالا ہے تو اسکے صرف کیواسطے مال بھی رکھدیا اگر پایا مال لقیط کے اوپر [illegible] یا کوئی جانور جسپر لقیط ہو [illegible] قریب [illegible]
الواجد ویصرفہ الیہ بامر القاضی فی ظاہر الروایۃ لانہ مال ضائع تو اس مال کو پانے والا [illegible] اسکا لقیط کی طرف قاضی کے حکم سے ظاہر الروایۃ میں اسواسطے کہ وہ مال
ضائع ہے یعنی اسکا کوئی حافظ اور مالک متعین نہیں [illegible] مال ہے ایسا معروف کی طرف قاضی کو اختیار ہے کذا فی الفتح ولو قرر القاضی [illegible] لا [illegible]
فی فصل مجتہد فیہ [illegible] بیت المال [illegible] اور اگر قاضی نے لقیط کی ولاء ملتقط کیواسطے مقرر کی تو صحیح ہے کذا فی [illegible] اسواسطے
کہ فصل مجتہد فیہ میں قضا ہے یعنے بعضے علما کا یہ مذہب ہے کہ ملتقط معتق کے مانند ہے کذا فی البحر ان لقیط کو جائز ہے کہ اپنے بالغ ہونے کے بعد موالاۃ کرے جس سے
چاہے جبتک بیت المال سے اسکی جانب سے دیت نہ دیگئی ہو کذا فی الخانیہ یعنی اگر دیت بیت المال سے دیگئی ہوگی تو لقیط کو موالاۃ کا اختیار نہیں ہے بلکہ اسکا مال
اسکی موت کے بعد بیت المال ہی میں داخل ہوگا لان الخراج بالضمان ویدفعہ فی حرفۃ اور ملتقط لقیط کو سپرد کرے صناعت سیکھنے میں [illegible]
کہ اسکو علم سکھلاوے اور اگر اسمیں قابلیت علم کی نہو تو پیشہ سکھاوے ولیقبض ہبتہ وصدقتہ [illegible] ہبہ و خیرات پر ملتقط قبضہ کرے یعنے اگر لقیط کو کوئی شخص کوئی
چیز بطور ہبہ یا خیرات کے دیوے تو اسکے واسطے [illegible] ولیس لہ ختنہ فلو فعل فہلک ضمن [illegible] ملتقط کو ختنہ کرنا لقیط کا

اگر اسسے یہ کہا سو وہ ہلاک ہوگیا تو ملتقط پر ضمان لازم ہوگا اور اگر قبضہ کرنے والے نے جانا کہ وہ ملتقط ہے تو ضمان نہ ہوگا کذا فی الذخیرۃ ولقاضی حبسہ [illegible] اور یتیم کی مثل اس کے [illegible] ملتقط کو جائز ہے اسکا لینا جہان چاہے اور لائق ہے اسکا روکنا شہر کیجانب سے کہ گاؤن کیطرف کذا فی البحر اسواسطے کہ گاؤن میں اسکی خوبی بگڑ جائیگی ولا ینفذ للملتقط علیہ نکاح وبیع کہ باجارۃ فی الاصح لانہ لا ولایۃ علیہ فی مالہ ونفسہ للسلطان لحدیث السلطان ولی من لا ولی لہ اور لقیط کا نکاح اور بیع ملتقط کی نافذ نہ ہوگی اور اسیطرح اسکا اجارہ نافذ نہیں قول اصح میں اسلیے کہ لقیط پر کچھ ولایت نہیں اسکے مال اور جان میں اسلیے کہ جانکا ولی بسبب اس حدیث کے کہ بادشاہ ہے اسکا ولی جسکا کوئی ولی نہیں ہے فرع مسائل متفرقہ شارح کے لو باع او کفل او دبر او کاتب او اعتق او وہب او تصدق وسلم ثم اقر انہ عبد لزید لا یصدق فی ابطال شئ مما فعلہ انتہی تمامہ فی الخانیۃ اگر لقیط نے بعد بلوغ کے بیع کی یا ضمانت کی یا اپنے غلام کو مدبر کیا یا مکاتب کیا یا آزاد کیا یا ہبہ کیا یا صدقہ دیا اور قبضہ کرا دیا پھر اقرار کیا کہ وہ شخص زید کا غلام ہے تو اسکی تصدیق نہ کیجائیگی تصرفات مذکورہ کے ابطال میں اسواسطے کہ وہ اصل فطرت میں تصرف کر چکا اور اسکا اقرار بیان میں تمام مسائل مجہول النسب کے جیسے لقیط اور مجہول النسب کے ہاں ہے ثابت ہوتا ہے جسکا اطلاق نہ لقیط پر ہے لائقہ یعنی مجہول النسب میں جاری ہیں واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب اللقطہ

یہ کتاب ہے لقطہ کے احکام میں ہی بالفتح وسکون اسم موضوع للمال الملتقط بمعنی اللقطہ بضم اللام وفتح قاف ہے [illegible] اسم ہے مال ملتقط کیواسطے موضوع ہے کذا فی شرح مشکل الآثار وشرعا مال یوجد ضائعا ابن کمال [illegible] اصطلاح شرع میں لقطہ وہ مال ہے جو ضائع پایا جائے یعنے مال غیر محفوظ جسکا مالک معلوم نہو وفی التاتارخانیۃ عن مالک [illegible] مال یوجد لا یعرف مالکہ ولیس بمباح کمال الحربی اور تاتارخانیہ میں عبارت سے تعریف لقطہ یون ہے کہ وہ مال پایا جائے اور اسکا مالک معلوم نہو اور وہ مباح نہو جیسے حربی کے مال کے مانند وفی المحیط رفع شئ ضائع للحفظ علی الغیر لا للتملیک اور محیط میں ہے کہ لقطہ عبارت ہے چیز ضائع کے اٹھالینے سے حفاظت کیواسطے غیر شخص پر نہ کہ تملیک کے ہم لقطہ شئ مرفوع ہے نہ رفع تو بیان رفع بمعنی مرفوع ہے اور بہتر تھا کہ نبایا جائے مقام پر تہیا کذا فی البحر [illegible] اعلم الکامل القع من المکران فیہ امانۃ لا لقطۃ لانہ لا یعرف بل یدفع لمالکہ اور یہ تعریف محیط کی [illegible] ایسی مثال ہے جسکا مالک معلوم ہو چنانچہ گری ہوئی چیز مسجد اور اسی قسم میں یہ خلل ہے کہ مست کی گری ہوئی چیز امانت ہے لقطہ نہیں اسواسطے کہ وہ بیہوش کی نہیں جانی بلکہ اسکے مالک کو دیجائیگی ندب رفعہا لمالکہا ان امن علی نفسہ تعریفہا والا فالترک اولی اور بہتر ہے کہ اٹھالینا مالک کیلئے افضل ہے اگر اعتماد ہے اپنی ذات پر اسکی تعریف کرنے کا اور اگر اعتماد نہو یعنی شک واقع ہو تو رکھنا اور عدم تعریف میں تو اسکا ترک بہتر ہے وفی البدائع وان اخذہا لنفسہ حرم لانہا کالغصب اور بدائع میں ہے اور اگر لقطہ کو اپنے واسطے لیگا تو حرام ہوگا اسلیے کہ وہ غصب کرنے کے برابر ہے وجب ای فرض فتح وغیرہ عند خوف ضیاعہا کما مر لان لمال المسلم حرمۃ کما للنفس فلو ترکہا حتی ضاعت اثم وہل یضمن ظاہر کلام النہر لا وظاہر کلام الفتح نعم [illegible] فقال فی البدائع انہ یضمن انتہی اور واجب ہے اسکا اٹھانا یعنے فرض ہے کذا فی الفتح وغیرہ اسکے ضائع ہونے کے خوف کیوقت چنانچہ کتاب اللقیط میں مذکور ہوچکا اسواسطے کہ مسلمان کے مال کیواسطے حرمت ہے جیسے اسکی جان کی حرمت ہے سو اگر اسنے چھوڑا یہان تک کہ وہ مال ضائع ہوگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور کیا اسپر ضمان لازم آویگا ظاہر کلام نہر الفائق سے یہ ہے کہ ضمان نہیں آویگا اور ظاہر کلام مصنف کا اسکی شرح میں یہ ہے کہ ہان اسپر ضمان ہے اسواسطے کہ ضمیر نہیں ہے کہ اسکی کہ [illegible] انسان کے کیون لیتا ہے واسطے اسکو مدبر کہا یہان تک کہ وہ کہا گیا بدائع میں کہا قول صحیح یہ ہے کہ وہ ضامن ہوگا انتہی ہم معتمد علیہ نہر الفائق کا قول ہے یعنی عدم ضمان چنانچہ فتح القدیر کی آیندہ روایت اسکی موید ہے اور مسئلہ ہمارے بیان شاہد اور محقق ہے بخلاف ترک لقطہ کے یہان اتلاف غیر شاہد اور غیر محقق ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ لقطہ ایسے شخص کے ہاتھ میں جاوے جو اس سے زیادہ امین ہو کذا فی البحر اور فی الفتح وغیرہ [illegible] ثم ردہا الی مکانہا لم یضمن فی ظاہر الروایۃ اور فتح القدیر وغیرہ میں ہے کہ اگر لقطہ اٹھایا پھر اسی جگہ رکھدیا تو ضامن نہوگا ظاہر الروایۃ میں ضمان قول ظاہر الروایۃ کا قول ابن عمان ہے فتح اللقطۃ یعنی بعد [illegible] مدہوش ومعتوہ وسکران کا حکم حفظ ہے اور صحیح ہے لقطہ اٹھانا صغیر اور غلام کا مجنون اور مدہوش اور [illegible] کا مانند انکے کسیے ہم جب صغیر اور غلام لقطہ اٹھاویگا تو تعریف ولی اور مولی پر لازم ہوگی کذا فی البحر وفی الشمنی علیہ بانہ ینبغی

علی رجه یکفینا ان یقول من سمعتموہ ینشد لقطة فدلوہ علی سوا اگر اُسنے اقدام اپنے پر شاہد کیا اسطرح کہ اُسنے لقطہ لیا ہے تو اُسکو پھیر دے اُسکے مالک کو اور شاہد کرنے کے واسطے
اتنا کہنا بھی کافی ہے کہ جسکو تم سنو کہ لقطہ تلاش کرتا ہے تو اُسکو میرے پاس کھینچ دیجیو ۔ عرفها ای نادی علیها حیث وجدها وفی الجامع اور تعریف کرتا رہے یعنی پکارتا
رہے جہاں اُسکو پایا اور مجامع ناس میں یعنی مساجد ابواب ربا بازاروں اور ستونوں میں یوں پکارتا رہے کہ میں نے کسی کی چیز پائی ہے جس میں مالک کو نہیں جانتا تو اُسکا مالک جبتک
پاس رہے اور جسکا پایا جاتا ہے کذا فی النہر اور اگر اُسکی تعریف سے عاجز ہو تو دوسرے شخص کو دے کہ وہ تعریف کرے کذا فی التاتارخانیۃ الی ان علم ان صاحبها لا یطلبها او انها
تتفسد ان بقیت کالاطعمة والثمار یہاں تک پکارتا رہے کہ معلوم ہو جائے کہ اُسکا مالک اب تلاش نکرتا ہوگا یہاں تک کہ لقطہ سڑ جائیگا اگر باقی رکھا جائے جیسے کھانے کی چیزیں
جیسے یا پھل ۔ علم سے مراد ظن غالب ہے عدم طلب کا یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی المضمرات و ظاہر الروایۃ میں ایک سال کی تعریف ہے مطلقاً کذا فی المبسوط پھر تقدیر سال میں تین
اقوال ہیں کچھ جمعہ ہیں یا مہینے یا ششماہی میں تعریف کرے اور تلاش کی قید سے معلوم ہوا کہ جو چیز لائق طلب نہو جیسے کھجور کی گٹھلیاں یا انار کے چھلکے تو اُس سے فائدہ لینا
بلا تعریف جائز ہے لیکن یہ مالک ہی کی ملک سے زائل نہیں ہوتی اسواسطے کہ تملیک مجہول سے صحیح نہیں مگر جب پھینکنے کے وقت قوم متعین ہے کما جو اٹھاوے وہ مالک ہے اور یہی حکم
التقاط سنابل متفرقہ کا نہ مجتمعہ کا کذا فی الطحطاوی فکانت امانة لم تضمن بلا تعد بشرط الاشہاد در تعریف مذکور کے لقطہ ملتقط کے ہاتھ میں امانت ہوگا لینے بعد تعدی
لائق ضمان کے نہیں فلو لم یشہد مع التمکن منه او لم یعرفها ضمن ان انکر ربها اخذہ للرد وقبل الثانی قوله بیمینه وبہ ناخذ حاوی واقرہ المصنف وغیرہ سو اگر ملتقط نے
کسیکو گواہ کیا ؟ باوجود اُسکے قادر ہونے کے یا اُسنے تعریف نکی تو ضامن ہوگا اگر اُسکا مالک انکار کرتا ہو پھیر دینے کی نیت سے لینے کو اور قبول کیا ہے ابو یوسف نے قول ملتقط کا
اسکی قسم کے ساتھ اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں یعنی یہی مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی اور ثابت رکھا اُسکو مصنف رحمہ نے قول اصح میں محمد بھی ابو یوسف کے ساتھ ہیں
کذا فی الینابیع تو اُسکا جیسا کہ قول پر فتوی ہوا ولو من الحرم او قلیلة او کثیرة فلا فرق بین مکان ومکان و لقطة و لقطة اگرچہ لقطہ حرم کا ہو یا کم یا زیادہ ہو تو کچھ فرق
نہیں ہے درمیان ایک مکان کے دوسرے مکان سے اور نہ ایک لقطہ کا دوسرے لقطہ سے ہم لقطہ حل اور حرم کی تعریف میں کچھ فرق نہیں امام اعظم اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے
ایک قول میں اور دوسرا قول امام شافعی کا یہ ہے کہ ہمیشہ تعریف کرتا رہے یہاں تک کہ مالک اُسکا پیدا ہو اسواسطے کہ صحیحین میں بروایت ابو ہریرہ حدیث مرفوع میں وارد ہے
کہ لا یحل ساقطتها الا لمنشد یعنی حلال نہیں لقطہ مکہ کا مگر معرف کیواسطے اور یہاں تعریف کی قید نہیں تو دوام ثابت ہوا اُسکا جواب یہ ہے کہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ
التقاط حلال نہیں مگر معرف کو اور اپنے واسطے لینا حلال نہیں اور تخصیص مکہ واسطے رفع اس وہم کے ہے کہ کوئی وہاں کی تعریف کو ساقط سمجھے اس سبب سے کہ ظاہر وہ چیز
مسافروں کی ہے جو متفرق ہو گئے تو اب تعریف سے کیا فائدہ کذا فی الفتح اور اسیطرح لقطہ قلیلہ اور کثیرہ کی تعریف میں کچھ فرق نہیں قول معتمد میں اور غیر معتمد یہ قول ہے
کہ دس درہم یا زیادہ کی سال بھر تعریف چاہئے اور دس سے کم زیادہ کی دو سے تک ایک مہینہ اور تین درہم کی سات دن اور ایک درہم کی تین دن اور ایک دانگ کی ایک دن تعریف چاہئے
کذا فی الطحطاوی فینتفع الرافع بها لو فقیرا والا تصدق بها علی فقیر ولو علی اصله و فرعه وعرسه الا اذا عرف انها لذمی فانها توضع فی بیت المال تاتارخانیۃ پھر بعد
تعریف کے اٹھانیوالا منتفع ہو لقطہ سے اگر وہ محتاج ہو اور اگر محتاج نہو تو کسی فقیر پر تصدق کرے اگرچہ فقیر اُسکی اصل اور فرع اور زوجہ ہو مگر جبکہ معلوم ہو جائے کہ لقطہ ذمی کا ہے
تو وہ بیت المال میں رکھا جائیگا کذا فی التاتارخانیۃ وفی القنیة لو رجی وجود المالک وجب الایصاء اور قنیہ میں ہے کہ اگر وجود مالک کی امید ہو تو اُسکی وصیت کرجانا واجب ہے والا
واجب نہیں کذا فی البحر فان جاء مالکها بعد التصدق خیر بین اجازة فعله ولو بعد هلاکها وله ثوابها پھر اگر اُسکا مالک آیا تصدق کرنے کے بعد تو وہ مختار ہے اُسکے
تصدق کے جائز رکھنے میں اگرچہ بعد ہلاکی لقطہ کے اجازت واقع ہو اور اسی مالک کو اُسکے تصدق کا ثواب ملیگا او تضمینه والظاہر انه لیس للوصی والاب اجازتها مہر
یا مالک مختار ہے ضمان لینے میں ظاہر یہ ہے کہ مالک صغیر کے وصی اور باپ کو اجازت تصدق کا اختیار نہیں ہے فی الوہبانیۃ الصبی کبالغ فیضمن ان لم یشہد ثم لابیه
او وصیه التصدق وضمانه فی مالهما لا مال الصغیر اور وہبانیہ میں ہے کہ صغیر بالغ کے برابر ہے تو ضمان اُسپر لازم آویگا اگر اُسنے اٹھانے کے وقت شاہد نہ کیا ہو
پھر اُسکے باپ یا وصی کو تصدق کرنا اور لقطہ کا ضمان دینا جائز ہے اپنے مال سے نہ صغیر کے مال سے ولو تصدق بها بامر القاضی فی الاصح کما لو انفق

او القاضی او الامام لو فعل ذلک ای التصدق بمال الغیر اتقانی وذخیرہ ملتقط پر ضمان لازم ہے اگرچہ اُسنے بامر قاضی التصدق کیا ہو چنانچہ اُسکو جتایا ہے کہ قاضی یا بادشاہ سے
ضمان لے اگر قاضی یا امام نے بھی تصدق کیا ہو اسواسطے کہ یہ خیرات کرنا ہے غیر کے مال مین بغیر اُسکے اذن کے کذا فی الذخیرۃ او تفرق المسکین وایهما ضمن لا یرجع علی صاحبہ
یا ضمان لے مالک اُس فقیر سے جسنے اُسکا مال خیرات مین پایا اور دونون مین سے جس سے ضمان لے وہ دوسرے سے پھیر لے ولو العین قائمۃ اخذہا من الفقیر اور اگر وہ چیز قائم اور موجود ہو تو
اُسکو فقیر سے لے ولا شیء للملتقط لمال او بهیمۃ اوضال من الجعل اصلا الا بالشرط کمن رده فله کذا فیعطیه اجر مثله تاتارخانیۃ کاجارۃ فاسدۃ اور مال یا جانور یا صغیر گمشدہ کے
ملتقط کیواسطے کچھ مال عوض التقاط کے ہرگز نہین مگر اس شرط سے چنانچہ مالک نے کہا کہ جو اسکو لاوے اُسکے واسطے اتنا مال ہے تو اُسکو اجرت مثل ملیگی کذا فی تاتارخانیۃ جیسے اجارہ
فاسدہ مین اجرت مثل ملتی ہے وندب التقاط البهیمۃ الضالۃ وتعریفها ما لم یخف ضیاعها فیجب وکرہ لو معها ما تدفع به عن نفسها کقرن لبقر وکدم لابل تاتارخانیۃ اور
بہکے بہٹکے جانور کا التقاط اور تعریف مستحب ہے جب تک اسکے ضائع ہونے کا خوف نہو پھر اگر خوف ہو تو التقاط واجب ہے اور التقاط مکروہ ہے اگر جانور کے ساتھ وہ چیز ہو جس سے وہ اپنی جان
بچا سکے غیر کو ہٹا کر جیسے سینگ گاے بیل کا اور دانت سے کاٹنا اونٹ کا اسواسطے کذا فی تاتارخانیۃ ہم قاموس مین ہے کہ بہیمہ وہ جانور ہے جسکے چار پاؤن ہون اگرچہ پانی مین رہتا ہو
یا ہر جانور سواے تمیز کا نام بہیمہ ہے تو موجب تحقیق مذکور کے وہ اسپ رٹٹو اور اونٹ اور بیل اور بھیڑ بکری اور مرغی اور بطخ کبوتر کو لفظ بہیمہ شامل ہے اور یہ جو ذکر جنس صحیح مین اختلاف
جیسے نہی اور ہے مو کا جواب مبسوط مین ہون یا ہو کہ یہ حکم تھا بسبب غلبہ اہل صلاح کے اور ہمارے زمانے مین تو اہل فساد اور اہل طمع کا غلبہ ہے ہرگز اطمینان نہین کہ اہل عنایت
اسکو چھوڑین تاکہ مالک پاوے تو اب ایسا التقاط ہی فضل ہے اور جو مرد کا مال محفوظ ہے ولو کان التقاط فی الصحراء ان ظن انها ضالۃ حاوی اگرچہ التقاط بہیمہ جنگل مین
واقع ہو بشرطیکہ اسکی گمشدگی کا ظن غالب ہو کذا فی الحاوی وهو فی الانفاق علی اللقیط واللقطۃ متبرع لقصور ولایتہ اور ملتقط لقیط اور لقطہ پر صرف کرنے مین احسان کا
کرنے والا ہے بسبب اپنے قصور ولایت کے یعنی صرف کا تقاضا مالک سے نہین کر سکتا جیسے غیر کا دین ادا کر دیا بدون اسکے امر کے کذا فی البحر الا اذا قال له القاضی انفق لترجع فلو
لم یذکر الرجوع لم یکن دینا فی الاصح او یصدقه اللقیط بعد بلوغه کما فی المجمع ای یصدقه علی ان القاضی قال له ذلک لانه علیه ولایۃ مگر اسوقت صرف مذکور دین ہوگا
جبکہ ملتقط سے کسی قاضی نے کہا کہ خرچ کر تا کہ پھیر لیجیو سو اگر قاضی پھیر لینے کو نہ مذکور کرے تو اسکے مالک پر دین نہوگا قول اصح مین یا اسوقت دین ہوگا جبکہ لقیط ملتقط کی
تصدیق کرے اپنے بالغ ہونے کے بعد کذا فی المجمع یعنی لقیط اُسکی اسپر تصدیق کرے کہ قاضی نے اُس سے پھیر لینے کو کہا ہے اور اُسکا وہ مطلب نہین جسکو ابن ملک نے گمان کیا ہے
کذا فی النهر ابن ملک شارح مجمع نے تصدیق لقیط کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ جب قاضی نے انفاق کا حکم نہ کیا اور ملتقط نے دعوی کیا کہ قاضی نے حکم کیا ہے اور لقیط نے اسکی تصدیق
کی تو اسکو پھیر لینے کا اختیار ہے کذا فی الطحاوی ثم المدیون رب اللقطۃ والاب للقیط او سیده او هو بعد بلوغه پھر دریافت کرنا چاہیے کہ درصورت رجوع مدیون لقطہ کا مالک ہے اور لقیط کا باپ
یا اُسکا مولی یا خود لقیط بعد بالغ ہونے کے لیوے وان کان لها نفع اجرها باذن الحاکم وانفق علیها منه کالدابۃ بخلاف الآبق ویجیء فی بابه اور اگر لقطہ جانور لائق ہو اور انتفاع
کے قابل گم ہوا گھوڑا اور اونٹ تو اسکو اجارہ دے ملتقط حاکم کے اذن سے اور اسپر صرف کرے اسکی اجرت سے بخلاف غلام گریختہ کے کہ اسکا اجارہ صحیح نہین اُسکے
بھاگ جانے کے خوف سے اور یہ عنقریب آتا ہے باب الآبق مین وان لم یکن نفع باعها القاضی وحفظ ثمنها ولو الانفاق اصلح امر به لان ولایته نظریۃ اختیار فلو
لم یکن ثمه نظر لم ینفذ امره به فتح بحثا اور اگر جانور مین نفع لائق اجارہ کے نہو چنانچہ بھیڑ بکری ہین تو قاضی اسکو بیچ ڈالے اور اسکی قیمت رکھ چھوڑے اور اگر خرچ کرنا
بہتر ہو مالک کے واسطے تو قاضی ملتقط کو خرچ کرنے کا امر کرے دو تین دن تک بامید ظہور مالک کذا فی البحر عن الہدایہ اسواسطے کہ قاضی کی ولایت نظری ہے
یعنی تامل مصلحت کیواسطے ہے سو اگر وہان تامل مین مصلحت نہو تو اسکا امر بالاتفاق نافذ نہین کذا فی الفتح بحثا وله منعها من ربها لیاخذ النفقۃ فان هلکت بعد حبسه
سقطت وقبله لا اور ملتقط کو جائز ہے نہ دینا لقطہ کا مالک کو نفقہ لینے کے واسطے پھر اگر لقطہ ہلاک ہوگیا بعد حبس ملتقط کے تو نفقہ ساقط ہوگیا اور قبل
حبس کے ہلاکی سے ساقط نہین ولا یدفعها الی مدعیها جبرا علیه بلا بینۃ اور ملتقط لقطہ نہ دے اُسکے مدعی کو زبردستی بدون گواہی کے لینے درصورت تصدیق ملتقط کو
دینے کا اختیار ہے فان بین علامۃ حل الدفع بلا جبر وکذا الحکم ان صدقه مطلقا بین او لا اخذ کفیل الا مع البینۃ فی الاصح نہایۃ پھر اگر مدعی نے کوئی علامت

لقطہ کی بیان کی اور موافق پڑی تو دینا جائز ہے بلا جبر اور اسیطرح جائز ہے دینا اگر ملتقط نے مدعی کی تصدیق مطلقاً کی خواہ اسکے علامت بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو اور
جائز ہے ملتقط کو ضامن لینا مدعی سے مگر گواہی کے ساتھ جائز نہیں قول اصح میں کذا فی النہایۃ التقط لقطۃ فضاعت منہ ثم وجدہا فی ید غیرہ فلا خصومۃ
بینہما بخلاف الودیعۃ [illegible] لکن فی السراج الصحیح ان لہ خصومۃ لان یدہ احق ایک شخص نے لقطہ اٹھایا سو ضائع ہوگیا اسکے پاس سے پھر اسکو پایا غیر کے ہاتھ میں تو
دونوں میں خصومت نہیں یعنی ملتقط اول کو مطالبہ نہیں بخلاف ودیعت کے کذا فی المجتبی والخانیۃ لیکن سراج میں صحیح قول یہ ہے کہ اسکو خصومت کرنا درست ہے اسلئے کہ اسکا ہاتھ
زیادہ تر حقدار ہے بسبب [illegible] کے علیہ دیون ومظالم جہل اربابہا وایس من علیہ ذلک من معرفتہم فعلیہ التصدق بقدرہا من مالہ وان استغرقت جمیع مالہ ہذا
مذہب اصحابنا لا نعلم بینہم خلافا لکن [illegible] اعتبار الدیون بالاعیان ایک شخص پر ایسے دیون و مظالم ہیں جنکے لوگ معلوم نہیں [illegible] دیون و مظالم ہیں وہ
انکی پہچان سے ناامید ہوگیا تو اسپر تصدق واجب ہے [illegible] اپنے خاص مال سے اگرچہ تمام مال اسمین کھپ جاوے [illegible] صاحبوں کا اسمین اختلاف ہمکو معلوم نہیں چنانچہ
[illegible] جنکے مستحق معلوم نہیں [illegible] تصدق واجب ہے [illegible] مظالم [illegible] اگر اصحاب دیون و مظالم [illegible] وارث
معلوم [illegible] دنیا اور آخرت میں [illegible] اگر انکی معرفت کی توقع ہو تو [illegible] تصدق [illegible] انکے تصدق کا ثواب انکے
[illegible] اسواسطے انکا [illegible] ہے کہ تصدق [illegible] خیر ہو حق تعالی سے امید ہے کہ [illegible] کذا فی الخلاصۃ
[illegible] المظالم [illegible] فی المجتبی [illegible] مطالبہ [illegible] آخرت [illegible] کذا فی المجتبی [illegible] شاید [illegible]
[illegible] مظالم [illegible] اسکے مصرف [illegible] معلوم [illegible] مستحق [illegible] ادائے دین [illegible] حق تعالی کی [illegible] صدقہ [illegible] معلوم ہو
[illegible] واللہ تعالی اعلم [illegible] فانتفع بہا الفقیر ثم [illegible] ایک شخص [illegible] لقطہ
اور اسکی تعریف [illegible] سوائے [illegible] منتفع ہوا اپنی احتیاج کے سبب [illegible] تو واجب ہے [illegible] اسکے مالک [illegible]
المباحۃ [illegible] ایک شخص گیا جنگل میں [illegible] اسکے رفیق [illegible] اسباب [illegible] اسکے لوگون کو پہنچانا چاہیے
[illegible] والامتعۃ [illegible] حطب [illegible] فی الہدایۃ [illegible] والاغلال [illegible] کسائر المباحات [illegible] اور
[illegible] اگر وہ قیمت والی ہو تو وہ لقطہ ہے اور اگر قیمتی نہیں [illegible] باقی مباحات [illegible] لینا حلال ہے کذا فی الدرر و فی الحاوی
[illegible] فی بیت انسان [illegible] فان لم [illegible] فالہ [illegible]
مسافر [illegible] انسان کے گھر [illegible] اسکے وارث کو نہیں جانتا کہ کہاں ہے تو اسکا [illegible] لقطہ کے مانند ہے حکم میں [illegible] اور اگر زیادہ ہو
تو [illegible] بعد تلاش کرنے [illegible] وارثون کے چندسال تک سو اگر وارثون کو پایا تو [illegible] اگر وہ [illegible] یعنی فقیر [illegible]
[illegible] لقطہ [illegible] ای یجب [illegible] الی الغیر والاجنبی [illegible] لانہ کاللقطۃ فان [illegible]
[illegible] لا یتعرض [illegible] لانہ [illegible] فان الام لصاحب [illegible] والفرخ [illegible] لہ [illegible] تعالی
کبوتر [illegible] بچے [illegible] اسکے [illegible] غیر کے [illegible] صاحب مکان [illegible] اور اگر [illegible] اسکے مالک کو
[illegible] لقطہ کے مانند ہے [illegible] اسکا مالک [illegible]
[illegible] مکان کی ہو اور [illegible] مکان [illegible] اور اگر اسکا معلوم نہیں [illegible] غیر کا [illegible] گناہ نہیں انشاء اللہ تعالی
قلت اذا لم [illegible] فان [illegible] الامام [illegible] میں کہتا ہوں اور [illegible] مکان والا مالک
[illegible] اگر وہ فقیر ہو تو اسکو کھا لے اور اگر غنی ہو تو محتاج کو تصدق کرے پھر اس سے خرید کرے اور شمس الائمہ سرخسی نے کہا اسیطرح [illegible] شمس الائمہ حلوانی

کیا کرتے تھے کذا فی المنح عن الظہیریۃ وفی الوہبانیۃ مرشاء تحت اشجار فی غیر امصار لاباس التناول بالم یعلم النہی صریحا او دلالۃ وعلیہ الاعتماد اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر ایک شخص جنگلوں میں ہو کر نکلا جو درختوں کے نیچے پڑے ہیں شہروں کے سوا دیہات میں تو اسکے کھانے کا کچھ مضائقہ نہیں جب تک نہی صریحا یا دلالۃ معلوم نہ ہو اور یہی قول پر اعتماد ہے ہم شرح وہبانیہ میں ہے کہ ایک شخص درختوں کے نیچے پڑے پھلوں پر ہو کر نکلا تو اگر وہ شہر ہے تو اسکا کھانا درست نہیں مگر اس شرط سے کہ معلوم ہو جائے کہ اسکے مالک نے مباح کر دیا ہے خواہ تصریح اباحت ثابت ہو یا دلالت حال سے اسواسطے کہ شہر میں مباح کر دینے کی عادت نہیں اور اگر باغ میں ایسے پھل ہوں جو سال بھر سال بھر رہتے ہیں اور سڑتے نہیں جیسے اخروٹ اور بادام تو انکا لینا جائز نہیں جب تک انکا مالک معلوم ہو اور اگر ایسے پھل ہوں جو مدت تک باقی نہیں رہ سکتے تو مشائخ میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ بدون ثبوت اباحت لینا جائز نہیں اور بعضوں نے کہا کچھ مضائقہ نہیں جبکہ صراحۃ یا دلالۃ یا عادۃ نہی معلوم نہ ہو اور یہی قول پر اعتماد ہے اور اگر دیہات اور قریات میں ہو تو اگر پھل باقی رہنے والے ہیں تو انکا لینا بدون دریافت اذن مالک کے جائز نہیں اور اگر ایسے ہوں جو باقی نہیں رہتے جلد سڑ جاتے ہیں تو یہ قول بالاتفاق ہے کہ انکا لینا درست ہے جب تک نہی معلوم ہو اور اگر پھل درخت پر ہیں تو شہر اور گاؤں میں کہیں لینا درست نہیں بلا اذن مالک کے مگر یہ کہ موضع کثیر الثمار ہو اور معلوم ہو کہ ایسی جگہ بخل نہیں کرتے ہیں تو اسکو کھانا درست ہے لیکن اٹھا لے جانا جائز نہیں انتہی ملخصا کہا طحطاوی نے کہ اب تو نے جانا کہ شارح کا کلام مجمل ہے اور تفصیل یہی ہے جو ہم نے مذکور کی تنبیہ واخذک ثمارا من النہر جاریا یجوز کثیری وفی الجوز ینکر اور وہبانیہ میں ہے اور سیب یا امرود کو تیر لینا جاری نہر سے جائز ہے اور اخروٹ میں لینا جائز نہیں ہم نہر جاری کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ پانی کا بھی حکم یہی ہے سیب اور امرود کا لینا بسبب جلد سڑ جانے کے جائز ہے اور اخروٹ کا نہ لینا بسبب نہ سڑنے کے اور مالک کیواسطے رکھنا درست ہے اگر قیمتی ہو والا اپنے واسطے بھی لینا جائز ہے کذا فی الحلبی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الابق

یہ کتاب ہے آبق یعنے غلام گریختہ کے احکام میں مناسبتہ عرضیۃ التلف والزوال کتاب الآبق کی مناسبت کتاب اللقطہ وغیرہ سے عارض ہونا آفت اور زوال کا لیکن لقیط اور لقطہ میں عروض تلف باعتبار ذات کے ہے اور آبق میں باعتبار انقطاع مولی کے ہے نہ باعتبار اسکی ذات کے والاباق انطلاق الرقیق تمردا کذا عرفہ ابن کمال الہارب من مستاجرہ ومستعیرہ ومودعہ ووصیہ اور اباق عبارت ہے لونڈی غلام کے چلے جانے سے از راہ شرارت اور سرکشی کے یہی تعریف کی ہے ابن کمال نے اباق کی تا کہ داخل ہے آبق کی تعریف میں وہ غلام جو بھاگ گیا مولی کے مستاجر اور عاریت مانگنے والے اور امانت دار اور اسکے وصی کے پاس سے ہم موجر بفتح جیم مستاجر ہے اور مودع بفتح دال ہے کذا فی الحلبی اور وصی عام ہے میت کی طرف سے ہو یا قاضی کی طرف سے اخذہ فرض ان خاف ضیاعہ غلام گریختہ کا پکڑ لینا فرض ہے اگر خوف ہو کہ ضائع ہو جائے گا یعنی مولی کے پاس پہونچنے کا اسواسطے کہ پکڑ لینے میں مال مسلم کا قائم رکھنا ہے وحرم اخذہ لنفسہ حرام ہے اسکا پکڑ لینا اپنے ذات کیواسطے وندب اخذہ ان قوی علیہ الافلا ندب فی الباقی حکم اخذہ کاللقطۃ اور مستحب ہے اگر وہ شخص گرفتار کرنے پر قادر ہو یعنی اسکی حفاظت پر اور ایصال مولی پر قادر ہو اور اگر عاجز ہو تو مستحب نہیں اور باقی میں ہے کہ بدائع میں ہے کہ اسکی گرفتاری کا حکم لقطہ کا سا ہے فان ادعاہ آخر دفعہ الیہ ان برہن واستوثق منہ بکفیل ان شاء لجواز ان یدعیہ آخر ویحلفہ الحاکم ایضا باللہ ما اخرجہ عن ملکہ پھر اگر غلام گریختہ کا دوسرے شخص نے دعوی کیا تو اسکو دے اگر اسنے گواہی سے اپنا دعوی ثابت کیا اور اس سے ضامن لے اگر چاہے بسبب احتمال اسبات کے کہ شاید اسکا دوسرا مدعی ہو اور حاکم بھی اس سے حلف لیوے یوں قسم لے کہ اسنے غلام کو اپنے ملک سے کسی وجہ سے خارج نہیں کیا نہ بیچا نہ ہبہ ہم مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جنمیں گواہی اور قسم مجتمع ہوتی ہیں اسواسطے کہ ایک کا مقصود دوسرے کے مقصود سے مغائر ہے کذا فی الطحطاوی یعنے گواہی سے اثبات ملک مقصود ہے اور قسم سے انتفاء ملک ان لم یبرہن حلف علی ان ہو من اقر العبد انہ عبدہ او ذکر المولی علامتہ وحلیتہ دفع الیہ بکفیل اور اگر مدعی گواہ نہ لایا اور غلام نے اقرار کیا کہ اسکا غلام ہے یا مولی نے اسکی علامت یا اسکی صورت شکل مطابق واقع بیان کی تو اسکو دے ضامن لیکر شارح نے کہا وان لم یبرہن عطف ہے برہن پر کہ فی متصلا سمجھے طحطاوی نے علامہ نوح سے نقل کیا کہ دو صورت بینہ دفع واجب ہے اور دو صورت اقرار و ذکر علامت جائز ہے فان انکر المولی اباقہ فحلف الا ان

یجبر من علی اباقہ او علی اقرار المولی بذلک زیلعی سو اگر مولی اُسکے بھاگنے کا منکر ہو تو جُعل نہ دینے کے فوت ہے تو خدا کی قسم کھائے کہ وہ نہیں بھاگا تھا گرفتار کرنے والا
گواہ لاوے اُسکے بھاگنے پر یا مولی کے بھاگ جانے کے اقرار پر تو اب قسم معتبر نہو گی کذا فی الزیلعی فان طالت المدۃ ای مدۃ المجیٔ باعہ القاضی لو علم مکانہ
لئلا تستغرق المولی بکثرۃ النفقۃ سو اگر مولی کے آنے کی مدت دراز ہو جائے تو قاضی اسکو بیچ ڈالے اگرچہ اسکا مکان جانتا ہو مولی کا ضرر نہو کثرت خرچ سے وحفظ ثمنہ لصاحبہ
وامسک من ثمنہ ما انفق علیہ منہ اور قاضی اسکی قیمت کو اُسکے مالک کیواسطے محفوظ رکھے اور رکھ لے اسکی قیمت سے جو خرچ ہوا ہو اسپر یعنی اگر بیت المال سے اسپر خرچ ہوا تو تب اُسکی
قیمت سے بیت المال میں رکھدے طحطاوی نے کہا بہتر تھا کہ شارح ثمنہ کے لفظ کو نہ لاتا اسلیے کہ مصنف کا قول یعنی منہ مغنی ہے اس جار مجرور سے فقط وہو برہن او علم دفع ای الثمن
الیہ اگر مولی بعد بیع آیا اور گواہ اپنی ملک ثابت کی یا علامت بیان کری تو باقی قیمت اسکو دیجائے حلبی نے کہا علم بتشدید لام ہے یعنی علامت اور حلیہ کو کہتے ہیں
طحطاوی نے کہا قاموس سے یہی مطلب بتخفیف ثابت ہوتا ہے ولا یملک المولی نقض بیعہ ای بیع القاضی لانہ بامر الشرع فکانہ حکم لا ینقض اور مالک یعنی مولی اُسکے بیع کے
توڑنے کا اسواسطے کہ بیع قاضی بامر شرع قاضی کے حکم کے مانند ہے نہیں ٹوٹتی قلت لکن رأیت فی معروضات المرحوم ابی السعود مفتی الروم انہ صدر امر السلطان بمنع القضاۃ
عن اعطاء الاذن ببیع عبید العسکریۃ وحینئذ فلا یصح بیع عبیدہم بعد فلہم اخذہا من مشتریہا ویرجع المشتری بثمنہ علی البائع واما فی عبید الرعایا فان [illegible]
بغبن فاحش والا فلہم اخذہا بالثمن وبذلک ورد الامر ایضا انتہی بالمعنی فلیحفظ فانہ مہم میں کہتا ہوں میں نے دیکھا ابو السعود مرحوم مفتی روم کے معروضات میں کہ صادر
ہوا حکم سلطان روم کا قاضیوں کے منع کرنے میں اہل لشکر کے غلاموں کی بیع کی اجازت دینے سے اور اسوقت بیع صحیح نہیں سو بیچے گئے غلاموں
کی بیع تو انکو مشتری سے مفت لینا جائز ہے اور مشتری اسکی قیمت بائع سے پھیر لے اور رعایا کے غلاموں میں بھی یہی حکم ہے جبکہ بیع صریح نقصان سے ہوئی ہو اور اگر بیع
منسار اسنہو ہو تو رعایا کو قیمت دیکر لینا درست ہے اور اسکا بھی حکم سلطانی وارد ہوا ہے انتہی جواب المفتی بالمعنی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ ضروری ہے ولو زعم المولی
تدبیرہ او کتابتہ او استیلادہا لم یصدق فی نقضہ الا ان یکون عندہ ولد منہا او بینۃ علی ذلک نہر اور اگر مولی گمان کرے اُسکے مدبر یا مکاتب ہونے کا یا لونڈی کی
استیلاد کا تو اسکی تصدیق نہو گی نقض بیع میں مگر اسوقت تصدیق ہو گی کہ مولی کے پاس لونڈی سے بچہ کا لڑکا ہو یا اس گمان پر گواہ لاوے کذا فی النہر واختلف
فی ایصال الجعل اخذہ افضل وقیل ترکہ ولو عرف بیتہ فایصالہ الیہ اولی اور بھاگے ہوئے غلام میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اُسکا لینا افضل ہے اور بعضوں نے کہا کہ
چھوڑنا افضل ہے اور اگر اُسکا گھر جانتا ہو تو اسکا پہونچا دینا بہتر ہے ابق عبد فجاء بہ رجل وقال لم اجد معہ شیئا من المال صدق ولا شیء علیہ ایک غلام بھاگا سو اُسکو کوئی
مرد پکڑ لایا اور یہ کہا کہ میں نے اُسکے ساتھ کچھ مال نہیں پایا تو اسکی تصدیق ہو گی اور اسپر کچھ نہیں ہے ولمن یردہ خبر بقولہ الاتی اربعون بہا الیہ من مدۃ سفر فاکثر
وہذا ای والحال ان الراد ولو صبیا او عبدا لکن الجعل لمولاہ ممن یستحق الجعل اور جو پھیر لاوے غلام کو تو اسکے پاس سفر کی مدت یا زیادہ سے حالانکہ پھیر لانے والا کون
ہی کیوں ہو جو مختانہ کے مستحق ہیں اگرچہ پھیر لانے والا صغیر یا غلام ہو لیکن غلام کا مختانہ اُسکے مولی کا ہے جعل بالضم وجعالہ بالکسر وجعیلہ بوزن کریمہ عبارت ہے اجرت سے لہذا
جعل کا ترجمہ مختانہ کیا مستحق مختانہ وہ شخص ہے جسے خلط بالمولی اجنبیا ای ربوہ کا خادم نہو اور جس مولے نے استعانت نہیں چاہی شارح نے کہا المتن وہ کی خبر مصنف کا
آیندہ قول اربعون درہما ہی قیدہ لانہ لا جعل للسلطان او شحنۃ او خفیر ووصی یتیم وعائلہ ومن استعانہ بہ کان جعلہ فخذہ فقال لم اوکان فی عیالہ وابن ح الزوجین مطلقا زیلعی وشریک
مفاوضۃ وہبانیۃ ولو الجیۃ فالمستثنی احد عشر مصنف نے استحقاق اجرت کی قید لگائی اسلیے کہ مختانہ نہیں واسطے بادشاہ کے اور کوتوال اور معاہد اور یتیم کے وصی کے
اور یتیم کے عیال کے اور جس مولی نے مدد چاہی اسطرح کہ اگر بھاگے غلام کو پایا تو اسکو پکڑ لینا سو وہ کہا اچھا یا غلام کا پھیر لانے والا اسکی عیال میں ہو اور احد الزوجین کا
ثنیا مطلقا خواہ عیال میں ہو یا نہو کذا فی الزیلعی اور شریک کیواسطے اجر نہیں کذا فی المنح والوہبانیہ وولوالجیہ تو استحقاق اجر سے گیارہ شخص مستثنی ہیں طحطاوی نے کہا کہ جو
مستثنین اوپر حساب سے گیارہ ہیں کہ احد الزوجین میں دو صورتیں ہیں یعنی زوجہ کا بیٹا زوج کے غلام کو پھیر لاوے یا زوج کا بیٹا زوجہ کے غلام کو لاوے اور بحر الرائق میں عدم استحقاق کی تعریف
میں ام باب کو شمار کیا ہے جبکہ وہ فرزند کی عیال میں ہے یہ دونوں صورتیں شارح کے اس قول میں داخل ہیں او کان فی عیالہ اربعون درہما فبطل صلحہ فیما زاد علیہا ولو بلا شرط استحسانا

غلام کے پھیر لانے والے کیواسطے چالیس درم مختنانہ ہو اگرچہ شرط نہ کی ہو کیونکہ مختنانہ کی بنا پر استحسان کے پھر جب مختنانہ چالیس درم ٹھہر گیا تو چالیس سے زیادہ درم پر تبرع کرنا باطل ہو ہم قیاس ہے کہ دین کو
مختنانہ نہ ہو لیکن وجہ استحسان صحابہ کرام کا اجماع ہے اصل مختنانہ پر اگرچہ اسکی مقدار میں اختلاف ہے لہذا مدت سفر میں چالیس درم مقرر ہوا اور کمتر میں کمتر تاکہ جمیع روایات جمع ہو جاویں کذا
فی الظہیریہ و عن الحموی شیخ او ولدہ امتہ او لہا ولد لایعقل الاباق فجعلان نہر جتبا اور اگر پھیر لایا لونڈی کو اور اسکا ایک بیٹا ہے جو فرار کے سمجھ کو سمجھتا ہو تو دو مختنانے ہیں کذا فی النہر جتبا وان لم
یعد لہا عندنا الثانی لشبوتہ بالنص فلنا ان عول علیہ ارباب المتون چالیس درم مختنانہ لازم ہوا اگرچہ غلام کی قیمت چالیس کے برابر نہو ابو یوسف کے نزدیک بسبب ثابت ہونے چالیس درم
کے صحابہ کرام کی نصوص سے تو اسیواسطے متون فقہ کے مصنفوں نے ابو یوسف ہی کے قول پر اعتماد کیا ہو ان اشہد انہ اخذہ لیردہ والا لاشی لہ مختنانہ لازم ہو اگر پھیرنے
والے نے اسپر گواہ کیا کہ اسکو گرفتار کیا ہو پھیر دینے کیواسطے اور اگر گواہ نہیں کیا تو اسکے واسطے کچھ نہیں ہو کیونکہ ترک اشہاد دلالت کرتا ہو کہ اُسنے اپنے واسطے گرفتار کیا اولارادہ
من اقل منہا لقسطہ و قیل یرضخ لہ برای الحاکم اور بقدر صحیح کما فی التاتارخانیہ اور اسکے پھیرنے والے کیواسطے کمتر مدت سفر سے مختنانہ ہو چالیس کے حساب سے
اور دوسرا قول یہ ہو کہ اسکو قدر قلیل دینا چاہیے حاکم کی تجویز سے یا اسکی تقدیر پر دونوں کی رضا مندی سے اسی قول پر فتوی ہو کذا فی البحر عن التاتارخانیہ ولو
من المصر فیرضخ لہ او بقدرہ کما مر اور اگر اسکو اسی شہر سے پھیر لایا جسمیں مولی رہتا ہو تو اسکو قدر قلیل دینا چاہیے یا چالیس کے حساب سے جیسا کہ گذر گیا وام ولد و مدبر کالقن
کالقن فی الجعل ان لم یکن ام ولد او مدبرا ور عبد ماذون فی التجارۃ خالص غلام کے برابر ہو مختنانہ میں ان مات المولی قبل ان یردہ لانہ یعتقان بموتہ فلا جعل لہ کالقن ہما
بمنزلہ اور اگر مولی مر گیا غلام کے پہنچنے سے پہلے حالانکہ وہ مدبر یا ام ولد ہو تو پھیر لانے والے کیواسطے مختنانہ نہیں بسبب آزاد ہو جانے دونوں کے مولی کی موت سے اور آزاد کے
پھیر لانے میں کچھ مختنانہ نہیں وان ابق منہ بعد الاشہاد لم یضمن لانہ امانۃ حتی لو استعملہ فی حاجۃ نفسہ ثم ابق ضمن لصیرورتہ غاصبا کما فی القنیۃ اور اگر غلام بھاگ گیا
پھیر لانے والے کے پاس سے بعد اسکے اشہاد منعقد کیا تو پھیر لانے والے پر ضمان نہیں اسواسطے کہ غلام اسکے پاس امانت تھا اور امانت میں بلا تعدی ضمان نہیں حتی کہ اگر اُسنے غلام کو اپنے ذاتی کام میں
لگایا پھر وہ بھاگ گیا تو وہ ضمان دیگا کذا فی شرح ابن ملک عن القنیۃ و فی الوہبانیۃ لو انکر المولی اباقہ قبل قولہ بیمینہ یعنی مرید الردیۃ مالم یبرہن علی اباقہ اور وہبانیہ میں ہو کہ اگر مولی نے اسکے
بھاگنے کا انکار کیا تو اسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ اور چاہیے کہ اسکی قیمت لازم ہوگی جبتک وہ بھاگنا ثابت کرے یعنی گواہی یا مولی کے اقرار سے کذا فی الطحطاوی و یضمن لو ابق
او مات قبلہ مع تمکنہ منہ لانہ غاصب اور ضامن ہوگا گرفتار کرنے والا اگر غلام بھاگ گیا یا مر گیا قبل اشہاد کے باوجود اسکے قادر ہونے کے اشہاد پر اسواسطے ضامن ہوگا کہ وہ
غاصب ہو ولا جعل لہ فی الوجہین خلافا للثانی فی ثانیہما لان الاشہاد عندہ لیس بشرط فیہ فی اللقطۃ اور اسکے واسطے مختنانہ نہیں دونوں صورتوں میں یعنی صورت فرار
بعد الاشہاد اور در صورت ترک اشہاد بخلاف ابو یوسف کے دوسری صورت میں کیونکہ انکے نزدیک اوکرنا شرط نہیں غلام کے مختنانہ میں لقطہ میں ہم طحطاوی نے کہا
کہ یہ ان اعتراض ہی ہے کا ابو یوسف کے نزدیک بعد الاشہاد کے بھی بھاگ جانے میں مختنانہ و جب نہیں ترک اشہاد میں تو آدمی وجب ہوگا بلکہ انکے نزدیک مختنانہ دینے پہنچانے
کے وجب نہیں ہاں انکے نزدیک اشہاد شرط نہیں پس بہتر یہ تھا کہ شارح قول خلافا للثانی کو یہاں سے حذف کرتا اور انہ اخذہ لیردہ قول کے پاس ذکر کرتا اور محتمل ہو کہ
خلافا للثانی جملہ قبلہ کیطرف راجع ہو اسواسطے کہ وہ ثانی ہو و ان ابق منہ کی و لا جعل لہ و مکاتب لحریتہ یدا اور مختنانہ نہیں مکاتب کے پھیر لانے پر بسبب اسکے آزاد ہونے
کے تصرف کی راہ سے و جعل عبد الرہن علی المرتہن لو قیمتہ مساویۃ للدین او اقل و لو اکثر من الدین فعلیہ بقدر دینہ و الباقی علی الراہن لان حقہ بالقدر
المضمون اور مختنانہ رہن کے غلام کا مرتہن پر ہے اگر اسکی قیمت برابر ہو دین کے یا کمتر اور اگر قیمت زیادہ ہو دین سے تو مرتہن پر مختنانہ ہو بقدر اسکے دین کے اور باقی مختنانہ
راہن پر ہے اسواسطے کہ اسکا حق اسی بقدر مضمون کے ہو ہم مختنانہ بمنزلہ تصرف مرتہن پر ہے خواہ راہن زندہ ہو یا مردہ اسواسطے کہ موت سے رہن باطل نہیں ہو جاتا کذا فی الفتح
والبحر و جعل عبد اوصی برقبتہ لانسان و بخدمتہ لآخر علی صاحب الخدمۃ فی الحال لان المنفعۃ لہ فاذا انقضت الخدمۃ رجع صاحبہا علی صاحب
الرقبۃ او بیع العبد فیہ ای فی الجعل اور مختنانہ اُس غلام کا جسکی گردن کی وصیت ایک انسان کیواسطے ہوئی ہو اور اسکی خدمت کرنے کی وصیت دوسرے
انسان کیواسطے ہوئی ہو صاحب خدمت پر ہے فی الحال اسواسطے کہ منفعت اُسی کے واسطے ہو پھر جب خدمت کی مدت منقضی ہو جاوے تو صاحب خدمت اسکی

گردن لیے مالک سے محنتانہ نہ پھیرے یا غلام پیدا لائے محنتانہ نہیں جعل ماذون ہیوت علی من یستقر له الملک فان بیع بدا بالجعل لها تی للغرما ماذون ہونگا اسپر جسکی ملک اسپر ٹھہرجائے خواہ مولی کی خواہ اُن کی سو اگر وہ بیچا جائے تو پہلے قیمت سے محنتانہ دیا جائیگا اور باقی قرضخواہوں کو ملے گا کیا یجب جعل الآبق جنی خطاء فی یدالآخذ علی من یستقر ملکہ چنانچہ وہ جبہ ہو محنتانہ اس غلام کا جسنے خطا کی راہ سے جنایت کی غیر آخذ کے ہاتھ میں اسپر ہے جسکا وہ آخر کو غلام ہو گا خواہ ولی خواہ ورثہ مقتول اور اگر آخذ کے پاس جنایت کریگا تو کسی پر محنتانہ نہیں کہ انی البحر ومغصوب علی غاصبہ وموہوب علی موہوب لہ وان رجع الواہب بعد الرد لان زوال الملک بالرجوع بتقصیر منہ وہو ترک التصرف اور غلام مغصوب کا محنتانہ اسکے غاصب پر ہوا اور غلام موہوب کا موہوب لہ پر اگرچہ ہبہ دینے والے نے اسکو پھیر لیا بعد ہبہ کے پھیر دینے کے اسلئے کہ زوال ملک موہوب لہ کا بسبب رجوع کے اسکی تقصیر سے ہوا یعنی ترک تصرف سے وجعل عبد صبی فی مالہ وصغیر کے غلام کا محنتانہ اسکے مال میں ہو گا الا نفقتہ کنفقۃ اللقطۃ کما مر اور غلام گریختہ کا خرچ لقطہ کے خرچ کی مانند ہے چنانچہ گذر گیا یعنی اگر گرفتار کرنے والے نے بلا امر قاضی خرچ کیا ہو تو احسان ہے اسکو مالک سے پھیر لے نہیں سکتا اور اسکے اذن سے پھیر لے سکتا ہے بشرطیکہ قاضی نے رجوع کی شرط کر دی ہو ولہ حبسہ لنفقتہ اور غلام گرفتار کرنے والے کو اسکا اپنے نفقہ کے دینے کے واسطے روکنا درست ہے والا وجرہ القاضی خشیۃ اباقتہ ثانیا ولکن یحبسہ تعزیرا لہ وقیل یوجرہ للنفقۃ وبہ جزم فی الہدایۃ والکافی اور غلام گریختہ کو قاضی اجارہ نہ دے اسکے دوبارہ بھاگ جانے کے خوف سے ولیکن اسکو محبوس کرے باعتبار تعزیر کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اسکو اجارہ دے نفقہ کیواسطے اور اسی قول اخیر پر تقیید کیا ہے ہدایہ اور کافی میں بخلاف اللقطۃ والضال وقدر فی التاتارخانیۃ مدۃ حبسہ بستۃ اشہر ونفقتہ فیہا من بیت المال ثم بعدہا یبیعہ القاضی کما مر بخلاف لقطہ اور گم ہوئے غلام کے کہ انکو قاضی اجارہ دے اور تاتارخانیہ میں مدت حبس غلام کی چھ مہینے کے ساتھ متعین کی ہے اور خرچ غلام کا مدت حبس میں بیت المال سے ہے پھر مدت مذکورہ کے بعد قاضی اسکو بیچ ڈالے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب اللقطہ میں یعنی جسقدر بیت المال سے صرف ہوا ہے اسکو لیکر باقی قیمت کو مالک کیواسطے رکھ چھوڑے فرع مسئلۃ شارح کا ابق بعد البیع قبل القبض للمشتری فع الامر للقاضی لیفسخ غلام مذکور بھاگ گیا بعد بیع قبل القبض کے تو مشتری کو جائز ہے قاضی سے نالش کرنا تاکہ وہ بیع کو فسخ کرے ہیواسطے کہ مشتری دغلام کے انتظار سے متضرر ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب المفقود

یہ کتاب ہے شخص مفقود کے احکام میں مناسبت اسکی سابق سے اس راہ سے ہے کہ غائب اور بے نشان ہونے میں دونوں برابر ہیں ہو لغۃ المعدوم وشرعا غائب لم یدر حیاتہ وموتہ قدوم امر میتا ودع اللہ الباقی ای القدر جمعہ بلا رفع فی خلل الاشیر مرتبہ لم یدر الحاکم لا مفقود لغت میں یعنی معدوم ہے اور شرع میں اس غائب کو کہتے ہیں جو معلوم نہیں کہ زندہ ہے کہ اسکا آنا متوقع ہے یا مردہ ہے کہ جنگل میدان کی لحد میں گاڑا گیا بلقع بمعنی قفر ہے یعنی زمین بے نبات اور جمع اسکی بلاقع ہے تو اس تعریف میں اہل حرب کا قیدی اور وہ مرتد داخل رہا جو معلوم نہیں کہ دار الحرب میں داخل ہوا یا نہیں ہم سعدی نے باتباع صاحب بحر الرائق جہل مکان مفقود کو قید نہیں کیا اسواسطے کہ محیط میں مسلم اسیر اہل حرب کہ جسکی حیات اور موت معلوم نہیں مفقود میں شمار کیا ہے حالانکہ مکان اسکا معلوم ہے کہ دار الحرب لیکن نقایہ اور اسکی شرح قہستانی میں تعریف مفقود کی یوں کی ہے کہ وہ غائب ہے جسکا اثر معلوم نہیں یعنی حیات اور موت اور مکان اسکا معلوم نہیں اور کنز اور فتاوی عالمگیری میں بھی جہل مکان کی شرط کیا ہے اور صاحب نہر نے صریح سے جہل مکانی ثابت نہیں کیا طحطاوی نے کہا تو معتد یہی ٹھہرا کہ جہالت مکان تعریف مفقود میں ضرور ہے وہو فی حق نفسہ حی بالاستصحاب ہو الاصل فیہ وہ یعنی مفقود اپنی ذات کے حق میں زندہ ہے باعتبار استصحاب کے یعنی بنظر ظاہر حال کے یہی حیات بنظر ظاہر حال اصل ہے مفقود کے احکام میں چنانچہ اسی اصل پر مصنف نے قول آئندہ کو متفرع کیا فلا تنکح عرسہ غیرہ ولا یقسم مالہ نکاح کرے اسکی جورو اسکے غیر سے اور اسکا مال وارثوں میں تقسیم کیا جائے قالت وفی معروضات المفتی ابی السعود انہ لیس لامین بیت المال نزعہ من ید من بیدہ من امنہ حملہ قبل ثبات کما سبحی مفصلا فی خزانۃ المفتین میں کہتا ہوں اور مفتی ابی السعود کے معروضات میں ہے کہ جائز نہیں بیت المال کے امین کو مفقود کا مال لینا اس شخص کے ہاتھ سے جسکو

مفقود نے اپنے مال پر امین کیا اپنے جانے سے پہلے چنانچہ آگے آویگا جوا ہذا المفقیتین ہے ولا الفسخ اجارتہ اور اسکا اجارہ فسخ کیا جائے ونصب القاضی من ای وکیلا
یاخذ حقہ کغلاتہ ودیونہا المقر بہا ویحفظ مالہ ویقوم علیہ عند الحاجۃ اور حاجت کے وقت منصوب کرے قاضی اسکو یعنی وکیل کو جو مفقود کا حق لیا کرے چنانچہ غلات اور اُسکے وہ دین
جنکے مدیون مقر ہیں منکر نہیں اور محافظت کرے اُسکے مال کی اور قائم رہے اسپر اسطرح کہ مثلاً کھیت کا کٹوانا اور خرمنگاہ میں جمع کرنا پھر غلہ کو بھوسے سے جدا کرکے مخزن میں
رکھنا تو قیام عام ہوا حفظ سے طحطاوی نے لکھا کہ عند الحاجۃ نصب قاضی سے مرتبط ہے بدلیل ما بعد لہٰذا ترجمہ اسطرح کیا گیا فلو له وکیل فلا حفظ بالا تعمیر داره الا باذن الحاکم
لانہ لعلہ مات فلا یکون وصیا تجنیس سو اگر مفقود کی طرف سے کوئی وکیل ہو تو اسکو اُسکے مال کی حفاظت کا اختیار ہے نہ اُسکے گھر کی تعمیر کا مگر حاکم کے اذن سے اسواسطے
کہ شاید وہ مرگیا ہو اور یہ شخص اسکا وصی نہیں کیونکہ ای التجنیس لکنہ ای ہذا الوکیل المنصوب لیس بخصم فیما یدعی علی المفقود من دین ودیعۃ وشرکۃ فی عقار او
رقیق ونحوہ لانہ لیس بمالک ولا نائب عنہ وانما ہو وکیل بالقبض من جہۃ القاضی وانہ لا یملک الخصومۃ بلا خلاف لیکن یہ وکیل منصوب صاحب خصومت نہیں
ہوسکتا اسمیں جو مفقود پر دعوی کیا جائے از قسم دین اور امانت اور شرکت کی زمین یا غلام وغیرہ میں اسواسطے کہ وکیل مذکور مالک نہیں ہے نہ اسکا نائب و الا
قبض مال کا وکیل ہے قاضی کی طرف سے اور وہ خصومت کا مالک نہیں بلا اختلاف ہم قاضی کے وکیل منصوب میں اختلاف نہیں اسواسطے کہ حکم علی الغائب لازم آتا ہے اور وہ
جائز نہیں بلکہ اختلاف ہے مالک کے وکیل میں جسکو قبض دین کے واسطے اُسنے وکیل کیا کہ وہ خصومت کا مالک ہے یا نہیں تو امام کے نزدیک تو مالک ہے اور صاحبین کے نزدیک
مالک نہیں کذا فی المنح ولو قضی بخصومتہ لم ینفذ زاد الزیلعی فی القضاء تبعا للکمال الا بتنفیذ قاض آخر لکن فی الخلاصۃ الفتوی علی النفاذ یعنی لو القاضی مجتہدا نہر
اور اگر قاضی کے وکیل منصوب کی خصومت سے کوئی قاضی حکم کرے تو اسکا حکم نافذ نہ ہوگا زیادہ کیا ہے زیلعی نے کتاب القضا میں اور کمال الدین صاحب فتح القدیر اسکا
تابع ہوا ہے کہ حکم مذکور نافذ نہیں مگر دوسرے قاضی کی تنفیذ سے لیکن خلاصہ میں ہے کہ فتوی ہے حکم نافذ ہونے پر بلا شرط تنفیذ یعنی اگر قاضی مجتہد ہو نہ مقلد کذا فی النہر
ہم عنایہ اور فتح القدیر اور خلاصہ اور بزازیہ میں ہے کہ اگر قاضی مصلحت دیکھے اور اعتقاد کرے تو قضا علی الغائب جائز ہے اور جو صحیح کہا کہ ظاہر کلام علماء مذکورین کا یہ ہے کہ قاضی سے
مراد قاضی مجتہد ہے یا قاضی غیر حنفی مذہب جو قضا علی الغائب کا معتقد ہے اور حنفی المذہب تو کیونکر اسکا اعتقاد کریگا اپنے امام کے مذہب کے مخالف اس سے معلوم ہوا کہ قضا علی الغائب
ہمارے مذہب میں علی الاطلاق باطل ہے پھر اگر اسپر غیر حنفی حکم کریگا تو اسکے نفاذ میں دو روایتیں ہیں تصحیح میں پھر اگر دوسرا قاضی اسکو نافذ کردیگا تو اختلاف جاتا رہیگا اور اگر حنفی اسکا
حکم کریگا تو نافذ نہوگا اسواسطے کہ اسکا امام اسکا معتقد نہیں کذا فی البحر کتاب القضاء ولا یبیع القاضی ما لا یخاف فسادہ فی نفقتہ ولا فی غیرہا بخلاف ما یخاف فسادہ فانہ
یبیعہ القاضی ویحفظ ثمنہ اور نہ بیچے قاضی مفقود کی اس چیز کو جسکے بگڑ جانے کا خوف نہیں نہ نفقہ میں بیچے نہ اسکے غیر میں بخلاف اس چیز کے کہ جسکے سڑنے اور بگڑنے کا خوف ہے
کہ اسکو قاضی بیچ ڈالے اور قیمت اسکی رکھ چھوڑے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود ان القضاۃ وامناء بیت المال فی زماننا مامورون بالبیع مطلقا وان لم
یخف فسادہ فان ظہر حیا فلہ الثمن لان القضاۃ غیر مامورین بفسخہ نعم اذا بیع بغبن فاحش فلہ فسخہ انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابوالسعود کے
معروضات میں یہ ہے کہ قاضی اور بیت المال کے امین سلطان روم کی طرف سے مامور ہیں بیچ ڈالنے کے مطلقاً اگرچہ اسکے بگڑنے کا خوف نہو پھر اگر مفقود زندہ
ظاہر ہو تو اسکے واسطے قیمت ہے اسواسطے کہ قاضی مامور نہیں اسکی بیع فسخ کرنے کے ہاں جبکہ نقصان صریح سے بیع ہوئی ہو تو اسکو فسخ بیع کا اختیار ہے انتہی کلام المفتی
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وینفق علی عرسہ وفرعہ وکذا اصلہ ہم جو لوگ خرچ کیا جائے مفقود کی زوجہ اور عیال اور وہ قرابت والوں پر اور وہ اسکے اصول ہیں اور فروع
ہم اصول و فروع کو بشرط احتیاج اور فقر کے نفقہ ملیگا اور زوجہ کو بلا فقر بھی چنانچہ باب النفقات میں گذر چکا ولا یفرق بینہ وبینہا ولو بعد مضی اربع
سنین خلافا لمالک اور تفریق نکیجائے درمیان مفقود اور درمیان اسکی زوجہ کے اگرچہ بعد گذرنے چار برس کے ہو بخلاف امام مالک کے کہ امام مالک کے نزدیک جب چار برس تک
مفقود بیخبر ہوگیا تو قاضی میاں بیوی میں تفریق کرے پھر وفات کی عدت بیٹھکر جس سے چاہے نکاح کرے اسواسطے کہ عمر فاروق نے یہی حکم کیا تھا اس شخص میں جسکو جن اٹھالیگئے
تھے ہماری دلیل حدیث مرفوع ہے کہ انہا امرأتہ حتی یاتیہا البیان یعنی مفقود کی عورت اسکی زوجہ ہی ہے یہاں تک کہ اسکے پاس خبر پہونچے یعنی موت یا طلاق کی اور علی نے فرمایا کہ وہ عورت مبتلا

ہوئی ہو تو اُسکو صبر کرنا چاہیے تا وقتیکہ اُسکی موت معلوم ہو یا طلاق اسواسطے کہ نکاح کا ثبوت معروف ہو چکا اور غیبت فرقت کی موجب نہین ہے موت فقط احتمال ہے
تو نکاح شک سے زائل نہین ہو سکتا اور عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ تعالی عنہ کے قول کیطرف آخر کو رجوع کیا ہے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا مفتی ابو السعود نے قہستانی سے نقل کیا
کہ اگر امام مالک کے قول پر موضع ضرورت مین فتویٰ دیوے یعنے حنفی المذہب قاضی تو بشرط ... ہے کہ لا باس بہ **وہو میت فی حق غیرہ فلا یرث من غیرہ حتی لو مات رجل عن**
ابنتین وابن مفقود وللمفقود بنتان وابن ترکت الترکة فی ایدی البنتین الکل مقرین بفقد الابن ثم یخاصمہ القاضی لا ینتزع المال عن موضعہ الا ان یظہر من یدہما المفقودین
اور مفقود میت ہے اپنے غیر کے حق مین تو وارث نہوگا غیر سے یہان تک کہ اگر ایک مرد مر گیا دو بیٹیان اور ایک بیٹا مفقود چھوڑ کر اور مفقود کی دو بیٹیان اور ایک
بیٹا ہے اور ترکہ متوفی کی بیٹیون کے ہاتھ مین ہے اور سب لیے کہ ہم بفقدان ابن میت ہین یعنی کہتی ہین اُسکی حیات اور موت اور مکان معلوم نہین اور جھگڑے قاضی کے پاس
تو قاضی کو لائق نہین کہ مال کو اُسکے مکان سے منتقل کرے یعنے مال کو مورث کی بیٹیون کے ہاتھ سے نکالے کذا فی خزانة المفتیین **ولا یستحق ما اوصی لہ اذا مات الموصی**
بل یوقف قسطہ الی موت اقرانہ فی بلدہ علی المذہب لانہ الغالب واختار الزیلعی تفویضہ للامام اور مفقود مستحق نہین اُس مال کا جسکی وصیت ہوئی اُسکے
واسطے جبکہ وصیت کرنیوالا مر گیا بلکہ مفقود کی وراثت کا حصہ اُٹھا رکھا جاوے اُسکے شہر والے ہمعصرون کی موت تک بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی
ہوتا ہے کہ آدمی اپنے ہمعصر اقران اور امثال سے زیادہ کمتر زندہ رہتا ہے اور اختیار کیا ہے زیلعی نے تفویض اسکی امام کیطرف یعنے حاکم جسوقت مصلحت دیکھے تو اُسکی موت کا حکم دے
ہم مقابل ظاہر مذہب کے ہے اور یہ قول ہے ... اقل نوے سال کی تقدیر ہے بحر الرائق مین کہا تعجب ہے مشائخ سے کہ ظاہر مذہب کے خلاف کیونکر اختیار کرتے ہین حالانکہ مقلد ہین
امام اعظم کے اتباع ظاہر المذہب واجب ہے **وطریق قبول البینة ان یجعل القاضی من فی یدہ المال خصما عنہ او ینصب علیہ قیما فتقبل علیہ البینة** ہے اور طریق قبول
شہادت کا یہ ہے کہ جسکے ہاتھ مین مفقود کا مال ہے اُسکو قاضی خصم ٹھہراوے مفقود کی طرف سے یا قاضی کسی کو اُسکا کارندہ بنا کر اُسپر گواہی قبول کرے کذا فی النہر **قلت وفی**
وقعات المفتیین لقدری افندی معزیا للقنیة انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجة مین کہتا ہون قدری افندی کے
واقعات المفتیین مین قنیہ سے منقول ہے کہ مفقود کی موت کا تو حکم قاضی کی قضا سے کیا جائیگا اسواسطے کہ اسکی موت امر محتمل ہے تو جبتک اسکی طرف قضاء قاضی منضم
نہو گی حجت نہوگی ہم اور دوسرا قول یہ ہے کہ مجرد انقضاء مدت بلا قضاء قاضی اسکی موت کا حکم ہوگا کذا فی الفتاوی اور اقتصار قدری افندی کا قول اول پر اسکی
ترجیح کا مفید ہے قدری افندی کا تمام ہوا کلام عبد القادر کذا فی الطحطاوی **فان ظہر قبلہ حیا فلہ ذلک القسط** پھر اگر مفقود زندہ ظاہر ہوا قبل مرنے اپنے
ہمعصرون کے تو اُسکو وہ حصہ اُسکا ملیگا جو اُسکے واسطے اُٹھا رکھا گیا ہے اور یہی حکم ہے اگر وہ زندہ ظاہر ہوا بعد مدت قبل حکم قاضی کے اور اگر زندہ ظاہر ہوا
بعد اپنی موت کے حکم کے تو ظاہر وہ اسی میت کے برابر ہے جو زندہ ہو گیا اور مرتد کے برابر ہے جو مسلمان ہوا تو جو مال کہ وارثون کے ہاتھ مین باقی ہے وہ اُسکو دیدیا جاویگا اور جو
مال صرف ہو گیا اسکا مطالبہ نہین شیخ شاہین نے کہا کہ اُسکی زوجہ اُسکو ملیگی اور اولاد زوج ثانی کو کذا فی الطحطاوی عن المفتی ابی السعود فتاویٰ مالکیہ مین تاتارخانیہ سے
منقول ہے کہ اگر مفقود آیا بعد گذرنے مدت کے تو اپنی زوجہ کا وہی احق ہے اور اگر اُسکی زوجہ نے دوسرے سے نکاح کر لیا تو اُسکا اُسپر کچھ اختیار نہین **ثم بعدہ یحکم**
بموتہ فی حق مالہ یوم علم ذلک ای موت اقرانہ فتعتد منہ عرسہ للموت وتقسیم مالہ بین من یرثہ الآن اور بعد موت اقران کے اسکی موت کا حکم کیا جاوے
اسکے مال کے حق مین جسدن کہ یہ معلوم ہوا یعنے اسکے اقران کا مرنا تو اُسیدن سے اُسکی زوجہ موت کی عدت مین بیٹھے اور اُسکا مال تقسیم کیا جاوے اُن لوگون کو درمیان
جو اُسکے اب وارث ہین ہم اور جو اُسکے وارث قبل موت کے مر گئے اُنکو حصہ نہ ملیگا گویا مفقود اب مر گیا اور اسیلیے اُسکے ام ولد اور مدبر آزاد ہونگے **ویحکم بموتہ فی**
حق مال غیرہ من حین فقدہ فیرد الموقوف لہ الی من یرث مورثہ عند موتہ لما تقرر ان الاستصحاب ہو ظاہر الحال حجة دافعة لا مثبتة اور بعد
موت اقران حکم کیا جاوے مفقود کی موت کا اُسکے غیر کے مال کے حق مین جسوقت سے کہ وہ گم ہوا تو جو حصہ کہ اُسکے واسطے اُٹھا رکھا گیا تھا وہ پھیرا جاوے
اُن لوگون کی طرف جو اپنے مورث کے وارث تھے اُسکی موت کے نزدیک اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے علم اصول مین کہ استصحاب یعنے ظاہر حال حجت دافعہ ہے نہ مثبتہ

ہے اسواسطے اُسکی موت کا حکم نہیں اُسکے مال کے حق میں گم ہونے کے وقت سے ہو اسواسطے کہ ظاہر حال اُسکی حیات پر دلالت کرتا ہے اور وہ مقتضی ہے عدم قسمت کا
ولو کان مع المفقود وارث یحجب به لم یعط الوارث شیئا وان ینتقص حقه یعطی اقل النصیبین و یوقف الباقی اور اگر مفقود کے ساتھ ایسا
وارث ہو جو محجوب ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اُس وارث کو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر وارث کا حق کم ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اُسکے دو حصوں میں سے اُسکو کمتر حصہ دیا جائیگا
اور باقی اُٹھا رکھا جائیگا مثلاً ایک شخص مر گیا دو بیٹیاں اور ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا یا پوتی چھوڑ کر اور مال مورث کا اجنبی کے ہاتھ میں ہے اور سب وارثوں نے
اس میں اتفاق کیا یا مقر ہو بیٹیوں نے میراث طلب کی تو انکو نصف دیا جائیگا اسواسطے کہ اتنا انکا حصہ بہر صورت متیقن ہے اور نصف باقی اُٹھا رکھا جائیگا اور اولاد ابن کو کچھ نہ ملیگا
اسواسطے کہ وہ محجوب ہیں اگر مفقود زندہ ہو تو وہ میراث کے مستحق نہونگے بسبب شک کے اور اجنبی کے ہاتھ سے مال نہ لیا جائیگا تاوقتیکہ اُسکی خیانت ظاہر ہو کذا فی المنح **کالحمل**
ومحله الفرائض لذا حذفه القدوری وغیره یا مانند حمل کے اور محل اس گفتگو کا فرائض ہے لہذا قدوری وغیرہ نے اسکو یہاں حذف کیا ہے یعنی اگر حمل کے ساتھ دوسرا ایسا وارث
ہو جو کسیطرح ساقط نہوتا ہو اور حمل سے متغیر نہوتا ہو تو اُسکو پورا حصہ ملیگا بسبب اُسکے متیقن ہونے کے ہر حال میں چنانچہ اگر مورث نے ایک بیٹا اور حاملہ زوجہ چھوڑی تو زوجہ کو آٹھواں
حصہ ملیگا اور اگر ایسا وارث ہو کہ حمل سے اُسکا حصہ ساقط ہو جاتا ہو تو اُسکو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر ایسا وارث ہو جسکا حصہ حمل سے متغیر ہو جاتا ہو تو اُسکو اقل النصیبین ملیگا
چنانچہ اگر مورث نے زوجہ حاملہ اور جدہ چھوڑی تو جدہ کو چھٹا حصہ دیا جائیگا اسواسطے کہ اُسکو تغیر نہیں ہے اور اگر حاملہ اور بھائی کو چھوڑا تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ بھائی ساقط نہیں
ہوتا بیٹی سے بلکہ عصبہ ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ حاملہ بیٹا جنے اور ساقط ہو جاتا ہے بیٹے کے سبب سے اور جائز ہے کہ حاملہ بیٹیاں جنے تو امر دائر ہے سقوط اور عدم سقوط میں تو اصل
استحقاق میں شک کہ غیبہ ہوا لہذا اُسکو کچھ نہ ملیگا اور حمل کے واسطے ابن واحد کا حصہ اُٹھا رکھا جائیگا اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المنح والطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا
لیس للقاضی تزویج امة غائب ومجنون وفی عبدهما ولهما ان یكاتبهما و یبیعهما قاضی کو درست نہیں کہ شخص غائب یا مجنون کی لونڈی اور اُنکے غلام کا نکاح کر دینا اور
اُسکو اختیار ہے اُنکے مکاتب کرنے اور بیچ ڈالنے میں اور اسیطرح اُنکو اجارہ دینے میں کذا فی شرح الملتقی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الشرکۃ

یہ کتاب ہے شرکت کے احکام میں **لا یخفی مناسبتها للمفقود من حیث الامانة بل قد تتحقق فی ماله عند موت مورثه** پوشیدہ نہیں مناسبت شرکت کی ساتھ مفقود کے
امانت کی حیثیت سے بلکہ گاہے شرکت ثابت ہو جاتی ہے مفقود کے مال میں اُسکے مورث کے مرنے کے وقت مصنف نے کتاب الشرکت کو کتاب المفقود کے بعد لایا
دو وجہ کی مناسبت سے ایک وجہ یہ کہ ایک شریک کا مال دوسرے شریک کے پاس امانت ہوتا ہے جیسے مفقود کا مال شخص حاضر کے پاس امانت ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ کہ گاہے
مفقود کے مال میں شرکت متحقق ہو جاتی ہے چنانچہ اگر مفقود کا مورث مر گیا زندہ مفقود اور دوسرے وارث کو چھوڑ کر اور یہ مناسبت بعض فنون میں مخصوص ہے اور پہلی
مناسبت عام ہے دونوں میں پائی جاتی ہے اور لقطہ اور لقیط میں اگر لقیط کے ساتھ مال ہو کذا فی المنح **هی بکسر فسکون فی المعروف لغة الخلطة سمی بها العقد لانها سببه** شرکت
بکسر اول و سکون ثانی بقول معروف لغت میں عبارت ہے خلط سے یعنی دو حصوں کو اسطرح ملانا کہ جدائی باقی نہ رہے اس عقد کا نام شرکت رکھا گیا اسواسطے کہ شرکت سبب ہے
عقد کی طحطاوی میں ہے کہ ضمیر سببه کی عقد کی طرف راجع ہے اور بعض نسخوں میں لانها سببه ہے اور اسمیں قلب ہے بلکہ لانه سببها کہنا ٹھیک ہے **وعرفا عبارة عن**
عقد بین المتشارکین فی الاصل والربح جوہرہ اور اصطلاح شرع میں شرکت عبارت ہے عقد سے بین المتشارکین کے اصل یعنی راس المال و منفعت میں کذا فی الجوہرہ
تو اگر منفعت میں شرکت ہو راس المال میں نہ ہو وہ مضاربت ہے اور اگر راس المال میں ہو نہ منفعت میں تو وہ بضاعت ہے کذا فی الطحطاوی **ورکنها فی شرکة العین اختلاطهما**
اور رکن شرکت کا شرکۃ العین میں دونوں مالوں کا ملنا ہے یعنی دونوں مالوں میں ایسا اختلاط ہو کہ ایک کی تمیز دوسرے سے متعذر یا متعسر ہو اور نہ ملانا ذکر کے مانند خلط ہے یعنے
اور مال کا ملانا اور نہ ملانا یکساں ہے حکم میں کذا فی البرجندی **وفی العقد اللفظ المفید له** اور رکن شرکت کا شرکۃ العقد میں لفظ ہے جو عقد کا مفید ہو یعنی ایجاب و قبول
رکن ہے چنانچہ یوں کہنا ایک شریک کا کہ میں تیرا شریک ہوا فلانی فلانی چیز میں اور دوسرے شریک کا یوں کہنا کہ میں نے قبول کیا **وشرط جوازها کون الاصل قابلا للشرکة**

اور جواز شرکت کی شرط یہ ہو کہ ایک چیز کا یعنے معقود علیہ کا قابل شرکت کے ہم قابل شرکت کی قید سے وقف معین سے احتراز ہو گیا تو ناظر وقف کو جائز نہیں کہ غیر
مستحق وقف کو ساتھ مستحق کے شریک کرے وہی ضربان شرکۃ ملک وہی ان یملک متعدد اثنان فاکثر عینا او حفظا لکنوبیۃ البیع فی ودیعۃ فانہا شرکۃ
فی الحفظ قہستانی اور شرکت دو قسم ہو ایک شرکت ملک کی وہ یہ ہو کہ چند شخص ہوں یا زیادہ مالک ہوں ایک چیز موجود کا یا مالک ہوں حفاظت کے چنانچہ ایک کپڑا ہوا سے اڑا کر
دو شخصوں کے گھر میں ڈالدیا تو وہ دونوں شریک ہیں اسکی حفاظت میں کذا فی القہستانی او دینا علی ما ہو الحق فلو دفع المدیون لاحدہما فللآخر الرجوع بنصف ما اخذ
فتح ومثلہ فی متن الصلح یا چند لوگ مالک ہوں قرض کے بنا بر اس قول کے جو حق ہو تو اگر مدیون ایک شریک کو دیدیا کرے تو دوسرے شریک کو نصف دین ماخوذ کا لینا جائز ہو کذا
فی الفتح اور یہ مسئلہ کتاب الصلح کے متن میں آئیگا اس بعضوں نے کہا کہ دین میں شرکت نہیں الا مجازا اسواسطے کہ دین صفت شرعی ہو کہ مملوک نہیں ہوتا اور حق یہ ہو کہ شرعا
مملوک ہوتا ہو بدلیل تقریر شارح وان من حیل تخصیصہ باخذہ ان یہبہ المدیون قدر حصتہ و یہبہ رب الدین حصتہ ہبۃ اور جو دین کہ شریک نے لیا اسکے خاص کر
لینے کی تدبیر یہ ہو کہ شریک آخذ کو مدیون بقدر اسکے حصے کے ہبہ کرے اور مالک دین اسکو اپنا حصہ ہبہ کرے کذا فی الوہبانیۃ ہم ہبہ دین جائز ہو اسقاط سے لہذا غیر مدیون کو
ہبہ کرنا جائز نہیں بارث او بیع او غیرہا ای بسبب کان جبریا او اختیاریا و لو متعاقبا کما لو اشتری شیئا ثم اشرک فیہ آخر منیۃ چند شریک مالک ہوں بسبب ارث کے
یا بیع کے یا سوا انکے جس سبب سے کہ ملک حاصل ہو خواہ سبب جبری ہو یا اختیاری اگرچہ ملک متعاقب ہو چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی چیز کو خرید کیا پھر دوسرے شخص کو
شریک کر لیا کذا فی المنیۃ ہم سوا ارث او بیع کے منجملہ اسباب ملک ہبہ ہو اور صدقہ اور دو شخصوں کا غالب جانا حربی کے مال پر یا تحلیل یعنی دو شخصوں کا مال ملانا بلا
تخلیط یا بخلط ما تعذر خلط کرنا کہ تمیز متعذر ہو یا متعسر چنانچہ گیہوں کا جوؤں میں ملا دینا ان سب صورتوں میں شرکت املاک متحقق ہوتی ہو وکل من شرکاء الملک اجنبی
فی الامتناع من تصرف مضر فی مال صاحبہ لعدم تضمنہا الوکالۃ اور ہر شریک شرکاء ملک سے اجنبی کے مانند ہو اس تصرف کے امتناع میں جو مضر ہو اسکے ساتھی کے مال میں یعنے
شریک کے حصے میں تصرف مضر شریک کو کرنا جائز نہیں بسبب یہ کہ متضمن نہیں شرکۃ املاک وکالت کو ہم تصرف مضر کی اسواسطے قید لگائی کہ تصرف غیر مضر جائز ہو چنانچہ مشترک گھر میں
رہنا یا مشترک زمین میں کھیتی کرنا بشرط حصول منفعت درصورت غیبت شریک کذا فی القہستانی فصح لہ بیع حصتہ ولو من غیر شریکہ بلا اذن الا فی
صورۃ الخلط والاختلاط کحنطۃ بشعیر ولبناء وشجر وزرع مشترک قہستانی وتمامہ فی فصل الشاملین من العمادیۃ ونحوہ فی فتاوی ابن نجیم تو صحیح ہو بیچنا اپنے
حصے کا اگرچہ غیر شریک کے ہاتھ بیچا ہو بدون اسکے اذن کے مگر خلط کی صورت میں غیر شریک سے بیچنا بلا اذن جائز نہیں یعنی دو شخصوں نے دو مال اپنے فعل اختیاری
سے ملائے جیسا گیہوں کو جو سے ملانا یا اختلاط چنانچہ عمارت اور درخت اور کھیتی مشترک کذا فی القہستانی اور پورا بیان اسکا عمادیہ کی تیسویں فصل میں ہو اور اسی کے مانند ابن نجیم
کے فتاوی میں ہو ہم خلط میں فعل شریکین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک شخص خلط کریگا تو وہ دوسرے کے مال کا مالک ہو جائیگا ضمان دیکر شرکت نہ ہوگی اگر کوئی کہے
کہ خلط اور اختلاط کی صورت میں اور انکی غیر میں کیا فرق ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ جب شریکوں میں ابتدا سے شرکت ہوئی اسطرح پر کہ دونوں نے گیہوں کو خرید کیا یا ورثہ میں
پایا تو ہر دانہ گیہوں کا دونوں میں مشترک ہو پس ہر شریک کو اپنا حصہ شائع بیچنا شریک سے یا اجنبی سے جائز ہو بخلاف خلط اور اختلاط کے کہ اسمیں ہر دانہ پورا مملوک ہو
ایک شخص کا اسمیں دوسرے کی شرکت نہیں پس جب اپنا حصہ غیر شریک کے ہاتھ بیچا تو اسکی تسلیم پر قادر نہوگا مگر حصہ شریک کے مخلوط کر کے لہذا اسکے اذن پر بیع موقوف ہوگی
اور اگر شریک کے ہاتھ بیچیگا تو جائز ہو بسبب قدرت علی التسلیم کے جیسے اجارہ مشاع کا شریک سے جائز ہو اور بظاہر بیان شارح کا مقتضی ہو کہ عمارت اور درخت
اور زراعت مشترک من قبیل خلط ہو اور حالانکہ ایسا نہیں ہو بلکہ اسمیں بیع کا متوقف ہونا شریک کے اذن پر اسواسطے ہو کہ شریک کو درخت کے
اکھاڑنے سے اور عمارت کے ڈھانے سے ضرر پہونچیگا کذا فی الطحطاوی وفیہا بعد ورقتین ان البطیخۃ کذلک لکن فیہا بعد ورقتین اخر من جواز
بیع البناء او الغرس المشترک فی الارض المحتکرۃ ولو لاجنبی فلینتبہ اور ابن نجیم کے فتاوی میں دو ورق کے بعد ہو کہ خربوزوں کی فالیز بھی اسی طرح ہو یعنی اسکی
بیع اجنبی سے جائز نہیں لیکن اسی کتاب میں دو ورق کے بعد جواز بیع ہو عمارت اور شجر مشترک کا جو ارض محتکرہ میں قائم ہو اگرچہ اسکی بیع اجنبی سے کی ہو

قصہ مختصر دارین ہشام شارح نے تناقض کتاب کو ہر آگاہ کر دیا اور اطمینان دل کے لائق وہ قول ہے جو اور کتب معتمدہ کے موافق ہے بیع بنا اور غرس کی اجنبی سے جائز
نہیں کذا فی الطحطاوی (فلا یجوز بیعہ الا باذنہ ولو کانت الدار مشترکۃ) تو جائز نہیں شار مشترکہ کی بیع بلا اذن شریک کے اگرچہ گھر مشترک ہو ہم جلبی نے کہا عدم
جواز بیع راجح ہے (فلو باع الخ) اُسکے مابعد کی طرف (اذا باع احدہما بیتا معینا او نصیبہ من بیت معین فللآخر ان یبطل البیع) ایک گھر مشترک ہو دو شریکوں میں ایک
شریک نے ایک معین کوٹھری یا اپنا حصہ ایک معین کوٹھری سے بیچا تو دوسرے شریک کو جائز ہے کہ بیع کو باطل کر ڈالے اسواسطے کہ بائع کا حصہ مبیع میں متحقق نہیں اس
احتمال سے کہ شاید قسمت کے وقت جسکو بائع نے بیچا ہو اُسکے شریک کے حصے میں پڑے ہاں اگر اپنا حصہ بلا تعیین مکان بیچا تو جائز ہوتا (و فی الواقعات دار بین رجلین باع احدہما
نصیبہ للآخر لم یجز لانہ لا یخلو اما ان باعہ بشرط الترک او بشرط القلع او الہدم اما الاول فلا یجوز لانہ شرط منفعۃ للمشتری سوی البیع فصار کشرط اجارۃ فی البیع وان کان
بشرط الہدم والقلع لان فیہ ضررا بالشریک الذی لم یبع) اور واقعات میں ہے کہ ایک گھر مشترک ہو دو مردوں میں انمیں سے ایک نے اپنا حصہ اجنبی کے ہاتھ بیچا
تو جائز نہیں اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ یا اُسنے بیع کی ہے بشرط ترک کے یعنے جیسا گھر ہے ویسا ہی بنا رہے یا بیع کی ہے بشرط قلع یا ہدم کے پہلی صورت تو
جائز نہیں اسواسطے کہ بائع نے مشتری کی منفعت شرط کی ہے سوا بیع کے تو یہ شرط مانند شرط اجارہ کے ہوئی بیع میں اور بشرط ہدم او قلع بھی جائز نہیں اسواسطے کہ گھر کے
گرانے میں اس شریک کا ضرر ہے جسنے اپنا حصہ نہیں بیچا اور بیع مذکور سے فقط عمارت کی بیع مراد ہے چنانچہ عمادیہ میں مصرح ہے اور اگر شریک نے اپنا تمام حصہ یعنی عمارت کے
ساتھ زمین بھی بیچا تو اُسکے جواز کا کوئی مانع نہیں کذا فی الجلبی اور اجارہ شرط کرنا بیع میں اس طرح کہ عمارت کا حصہ بیچنے کے وقت اسکی زمین کا اجارہ شرط کرے تو یہ
جائز نہیں اسواسطے کہ دو حال ایک عقد کا ہے دوسرے عقد میں (و فی الفتاوی شجرۃ بین قوم باع احدہم نصیبہ منہا بغیر اذنہم والاشجار قد انتہت وان القطع حتی لا یضرہا القطع
جاز الشراء وللمشتری ان یقطع لانہ لیس فی القسمۃ ضرر) اور فتاوی میں ہے کہ درخت مشترک ہیں ایک قوم میں انمیں سے ایک شخص نے اپنا حصہ بلا تعیین بیچا اور حالانکہ
درختوں کے کاٹنے کا زمانہ پورا ہو چکا کہ اب مشتری و شریک کو کاٹنا ضرر نہیں کرتا تو خرید کرنا جائز ہے اور مشتری کو کاٹنا درست ہے اسواسطے کہ قسمت میں ضرر نہیں
ہم طحطاوی نے کہا قطع مشتری بعد تقسیم درست ہے اور یہ حکم اُن اشجار میں ہے جنہیں قطع کرنا مقصود ہوتا ہے یعنے جیسے شیشم اور ساکھو اور جن درختوں سے پھل مقصود
ہوتا ہے انکا یہ حکم نہیں (و فی النوازل باع نصیبہ من الشجرۃ بلا ارض بلا اذن شریکہ ان بلغ اوان انقطاعہا جاز البیع لانہ لا یتضرر المشتری بالقسمۃ وان لم یبلغ فسد
لتضررہ بہا) اور نوازل میں ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ اشجار میں سے بدون زمین کے بلا اذن شریک بیچا اگر اُسکے قطع کا وقت ہے تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ
مشتری کو ضرر نہ ہوگا قسمت سے اور اگر قطع کا وقت ہنوز نہیں پہنچا تو بیع فاسد ہے بسبب ضرر پانے مشتری کے قسمت سے (و فیہا باع بناء بلا ارض علی انہ
یترک المشتری البناء فالبیع فاسد عمادیۃ من الفصل الثلثین من مسائل الشیوع) اور نوازل میں ہے کہ ایک شریک نے عمارت بدون زمین کے بیچی
اس شرط پر کہ مشتری عمارت کو چھوڑے یعنی بدستور سابق قائم رکھے تو بیع فاسد ہے کذا فی العمادیۃ مسائل شیوع کی تیسویں فصل سے طحطاوی نے کہا اشجار اور
عمارت کے دونوں مسئلے مکرر ہو گئے پہلا مسئلہ فتاوی میں مذکور ہے اور دوسرا واقعات میں (والاختلاط بلا صنع من احدہما فلا یجوز بیعہ الا باذنہ لعدم شیوع
الشرکۃ فی کل حبۃ بخلاف نحو حمام و طاحون فانہ جمیع اجزائہ حیث یصح بیع حصتہ اتفاقا کما بسطہ المصنف فی فتاواہ) بیع مشترک کی بلا اذن شریک صحیح ہے
مگر خلط اور اس اختلاط کی صورت میں جو بلا صنعت احد الشریکین کے حاصل ہے تو اسکی بیع جائز نہیں مگر باذن شریک بسبب شائع ہونے شرکت کے ہر ہر دانہ میں
بخلاف مانند حمام او چکی اور غلام اور جانور مشترک کے اسواسطے کہ انمیں سے اپنا حصہ بیچنا بالاتفاق صحیح ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے مصنف نے اپنے فتاوی میں ہم
اختلاط بلا صنعت کی صورت یہ ہے مثلا کہ تھیلی پھٹکر درہم مل گئے یا گیہوں یا جو مختلط ہو گئے اور عدم شیوع شرکت عدم جواز بیع کی علت ہے خلط اور اختلاط کی
دونوں صورتوں میں چنانچہ مسئلہ خلط میں اسکی تصحیح ہو چکی (ثم الظاہر ان البیع لیس بقید بل المراد الاخراج عن الملک لو بہبۃ او وصیۃ تمامہ فی الرسالۃ المبارکۃ فی الاشیاء المشترکۃ
وبہ فقہ لمن یلی بالاقرار) ظاہر یہ ہے کہ مصنف کے قول مذکور میں بیع کی قید نہیں بلکہ بیچنے سے مراد اخراج ہے اپنے ملک سے اگرچہ اخراج بسبب ہبہ یا وصیت کے ہو اور پورا بیان اسکا رسالہ مبارکہ

فی الاشباہ المشترکہ میں ہے اور وہ رسالہ اس شخص کو نافع ہے جو مبتلا با فتا ہو یعنی مفتی کو مفید ہے ہم رسالہ ابسار کہ صاحب نہر الفائق کی تصنیف ہے کذا فی المنح وزاد
الواقی محشی الدر الشفعۃ ایضاً فراجعہ اور واقی محشی درر غرر نے شفعہ کو بھی زیادہ کیا ہے خلاصہ اور اختلاط ہو تو اسکی طرف مراجعت کرو حاشیہ مذکورہ کی عبارت کا یہ
مطلب ہے کہ اشتمار صورت خلط اور اختلاط پر ایک عقار فروخت ہو کہ مصنف کو لائق تھا کہ اشتمار صورت شفعہ کا بھی شمار کرتا اسواسطے کہ اگر وہ شخص وارث ہوں تو ایک وارث کو
اپنا حصہ میں غیر کو غیر شریک سے بیچنا جائز نہیں الا باذن شریکہ کذا فی الطحطاوی ولما الانتفاع بنصیبہ شریکہ ففی بیت خادم ارض ینتفع بالکل ان کانت الارض ینفعہا الزرع والا
بحر بخلاف الدابۃ ونحوہا وتمامہ فی الفصل الثالث والثلثین من الفصولین ہو فائدہ لینا چیز مشترک سے اپنے شریک کی غیبت میں ہیتا وخادم اور زمین ہیں تو بالکل مشترک سے منتفع ہو
اگر زمین کو زراعت فائدہ کرتی ہو اور اگر زمین کو ضرر پہونچتا ہے تو جائز نہیں کذا فی البحر بخلاف جانور اور اسکے مانند کے اور اسکا پورا بیان فصولین کی تینتیسویں فصل میں
ہے ہم سمجھے کہا جانور مشترک پر سوار ہو بغیر اذن شریک کے اسواسطے کہ سواری میں تفاوت ہوتا ہے یعنی واقف کار کی سواری سے جانور کو تکلیف نہیں ہوتی اور ناواقف کی سواری سے
مشقت ہوتی ہے اور علماء نے کہا ہے کہ مشترک لونڈی ایک دن ایک شریک کے پاس رہے اور دوسرے دن دوسرے کے پاس انتہی آیت چند مسائل مہایاۃ کے بمناسبت مقام
مذکور ہوتے ہیں جنکو مفتی ابو السعود نے سراج سے نقل کیا ہے مہایاۃ عبارت ہے باری مقرر کرنے سے منافع مشترکہ میں سو معلوم کرنا چاہیے کہ باری باندھنا منافع
مشترکہ میں جائز ہے بنا بر استحسان کے اور اسمین قاضی کا جبر جاری ہے قسمت کے مانند مگر یہ کہ قسمت اقوی ہے استکمال منفعت میں اسواسطے کہ اسمین منافع کا اجتماع ہے زمان واحد
میں اور مہایاۃ میں اجتماع منافع علی التعاقب ہے اور مہایاۃ باطل نہیں ہوتی موت سے تو وہ از قسم اجارہ اور عاریت نہیں کیونکہ انکا بطلان ہو جاتا ہے موت سے اور جب ایک
شریک طالب قسمت کا ہو تو نقض کر سکتا ہے اور کوئی ایسا عقد نہیں جسکا فسخ دوسرے کی طلب سے جائز ہو سوا مہایاۃ کے اور مہایاۃ تین قسم پر ہے ایک مہایاۃ اس چیز میں ہے جو
اصل کی قسمت کرنے سے بھی حاصل ہے اور اختلاف مستقل سے مختلف نہیں تو یہ قسم صحیح ہے چنانچہ ایک گھر دو شخصوں میں مشترک ہے سو انھوں نے اسمین یہ قرار دیا کہ بعضے
مکان میں ایک رہے اور بعضے میں دوسرا اسمین بیان مدت کی کچھ حاجت نہیں ہر شخص کو جائز ہے کہ آپ اسمین رہے یا اتنا مکان اس گھر کا کرایہ پر دے اور اگر اسمین قرار
پایا کہ ایک شخص کوٹھے پر رہے اور دوسرا نیچے تو بھی جائز ہے دوسری قسم مہایاۃ کی وہ ہے جو اس شے کے منافع میں ہو جو اصل کی قسمت کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی لیکن
اختلاف پذیر نہیں چنانچہ دو غلام میں یوں قرار دینا کہ ایک غلام ایک مولی کی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے مالک کی خدمت کرے اور یہ جائز ہے صاحبین کے
قول پر بسبب جائز ہونے قسمت رقیق کے اور امام اعظم اگرچہ جواز قسمت رقیق کے قائل نہیں لیکن انکے نزدیک قسمت فی المنافع جائز ہے اسواسطے کہ منفعت احد غیر مختلف ہے
تیسری قسم مہایاۃ کی وہ ہے جو منافع مختلفہ میں ہو چنانچہ سواری کے دو جانوروں میں یہ بات مقرر ہو کہ ایک پر ایک شریک سوار ہو اور دوسرے پر دوسرا اور دونوں
جانور دونوں شریکوں کی سواری میں ہیں تو یہ مہایاۃ جائز نہیں بسبب مختلف ہونے منفعت دو ابہ کے اور اسیطرح ایک سواری پر باری باری سوار ہونا بھی
جائز نہیں بخلاف عبید کے اسواسطے کہ یہ سوار ہونا مختلف ہے باعتبار رفتار سوار کے اور خدمت غلام کی مختلف نہیں اسواسطے کہ غلام اپنے قیاس سے خدمت کرتا ہے لا روایت
کا متحمل نہیں ہوتا اور جانور سواری میں مجبور ہے اور اگر دو شریکوں نے ایک نخل یا شجر میں یہ مقرر کیا کہ ہر شخص ایک جانب کے پھل لیا کرے یا بکری میں ایک تھن کا ایک شخص
دودھ لے اور دوسرے تھن سے دوسرا شریک لے تو جائز نہیں اسواسطے کہ مہایاۃ منافع کے ساتھ مخصوص ہے اس سبب سے کہ انکو بقا نہیں تو قسمت اسمین متعذر ہے اور پھل اور
دودھ شے موجود ہے اسمین تو بخوبی قسمت ہو سکتی ہے بعد حصول کے علاوہ اسکے اولاد اور البان متفاوت ہیں اور اعیان میں قسمت جائز نہیں الا بتعدیل کذا
فی الطحطاوی ملخصاً اور طحطاوی نے کہا فصولین کی فصل ۳۳ کو میں مذکور ہے کہ مشترک گھر میں ایک شریک یا دوسرے شریک کی غیبت میں تو اسپر حصہ شریک
غائب کا کرایہ لازم نہیں اگرچہ وہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اسواسطے کہ سکونت کے حق میں مشترک گھر ہر شریک کا ملوک قرار دیا جاتا ہے علی سبیل الکمال اسواسطے
کہ اگر ایسا نہو تو ہر شریک کا اسمین دخل ہونا اور بیٹھنا اور اسباب رکھنا ممنوع ہو تو منافع ملک بالکل باطل ہو جاوین اور حالانکہ یہ جائز نہیں پھر جبکہ یہ ٹھہرا تو شریک
حاضر اپنی ملک میں ساکن ہوا تو اسپر کرایہ نہوگا اسواسطے کہ وہ تاویل ملک اسمین ہا و شرکۃ عقد ای اقتضۃ بسبب عقد قابلہ للوکالۃ اور دوسری قسم شرکت کی عقد

شرکت ہی یعنی وہ شرکت جو واقع ہو بسبب عقد کے قابل ہو واسطے وکالت کے **ورکنها** ای ہیئتہا **الایجاب والقبول** لو معنی کما لو دفع الفا و قال اخرج مثلہا
واشتر والربح بیننا اور رکن اسکا یعنی شرکت العقد کی ماہیت اور حقیقت ایجاب و قبول ہو اگرچہ ایجاب و قبول لفظی نہو بلکہ معنوی ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کو
ہزار درہم دیئے اور کہا کہ تو بھی ایسے درہم نکال اور اشیا تجارت کی مول لے اور نفع ہمارے تمہارے درمیان نصفا نصف ہو جبکہ دوسرے شخص نے دراہم مذکورہ کو لیا اور اپنے
دراہم اپنے پاس سے نکالے تو شرکت منعقد ہو گئی کذا فی البحر **وشرطها** ای شرکۃ العقد **کون المعقود علیہ قابلا للوکالۃ فلا تصح فی مباح** کالاحتطاب اور شرکۃ العقد کی
شرط یہ ہونا معقود علیہ کا قابل وکالت کے تو صحیح نہیں شرکت امر مباح میں جیسے جنگل کی لکڑیاں لینا معقود علیہ یعنی جس کام کے واسطے شرکت واقع ہوتی ہے اسکو
قابلیت وکالت اسواسطے شرط ہوئی تاکہ جس چیز کو دونوں شریک حاصل کریں وہ دونوں میں مشترک واقع ہو تو ہر ایک کے واسطے بطریق اصالت کے اور دوسرے کے واسطے
کے واسطے بطریق وکالت کے تو یہ بات مباحات میں حاصل نہوگی چنانچہ جنگل کی لکڑیوں کا لانا اور شکار اسواسطے کہ توکیل نہیں صحیح نہیں تو مباحات کو جو شخص حاصل
کریگا وہی بالعموم اسکا مالک ہوگا نہ شریک کذا فی شرح الزیلعی **وعدم ما یقطعها کشرط دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما لانہ قد لا یربح غیر المسمی** وحکمہا الشرکۃ
فی الربح اور شرکۃ العقد کی دوسری شرط نہ ہونا اسکا جو قاطع ہو شرکت کا چنانچہ شرط کر لینا دراہم معینہ کا منفعت سے ایک شریک کے واسطے اسلئے کہ ممکن ہو کہ منفعت
سوا قدر معین کے نہو اور حکم شرکت کا اشتراک فی المنفعۃ ہو مثلا زید اور خالد شریک ہیں تجارت میں اور زید نے ہزار روپے اور خالد سے کہا کہ مجھکو دو یا چار سو
سالانہ مشاہرہ دیا کرنا تو یہ شرط باطل ہو اور مفسد شرکت ہو اسواسطے کہ شاید کبھی دو یا چار کے سوا منفعت ہی نہو تو خالد منفعت سے بے نصیب یا بالکل فائدہ نہ اٹھائیگا
عالمگیری میں بدائع سے منقول ہو کہ شرکۃ العقد کی شرط یہ ہو کہ فائدہ معلوم القدر ہو سو اگر مجہول القدر ہوگا تو مفسد شرکت ہو اور یہ شرط ہو کہ فائدہ جزء شائع ہو فی الجملہ
یعنی شریک اپنے واسطے نصف منفعت ٹھہرالے یا تہائی یا چوتھائی سو اگر دس یا سو درہم کی تعیین کی تو شرکت فاسد ہو جائیگی انتہی **وہی** ای شرکۃ العقد **مفاوضۃ و عنان و تقبل و وجوہ و کل من**
الاخیرین یکون مفاوضۃ و عنانا کما یجئ اور شرکۃ العقد چار قسم پر ہو ایک مفاوضہ دوسری عنان تیسری تقبل چوتھی وجوہ اور پچھلی دو قسمیں مفاوضہ اور عنان کبھی ہوتی ہیں
چنانچہ آویگا ہم بحر الرائق میں کہا کہ زیلعی نے شرکت کو چھ قسم کہا ہو اصل اعتبار سے کہ یا شرکت بالمال ہو یا شرکت بالاعمال ہو یا شرکت بالوجوہ ہو اور ہر ایک دو قسم ہیں مفاوضہ
اور عنان اور یہ تقسیم بہتر ہو اور اسی کو طحاوی اور کرخی نے ذکر کیا ہو اسواسطے کہ چار قسم کہنا جیسا کہ شارح نے کہا ہو اسکا موہم ہو کہ اخیرین یعنی تقبل اور وجوہ میں مفاوضہ اور عنان
نہیں ہوتی انتہی اور عالمگیری میں ذخیرہ سے یہی اقسام ستہ مذکورہ منقول ہیں **فالمفاوضۃ من التفویض بمعنی المساواۃ فی کل شئ** اور شرکۃ العقد یا مفاوضہ ہو اور مفاوضہ
مشتق ہو تفویض سے اور تفویض بمعنی مساواۃ ہو یعنی ہر چیز میں برابر ہونا مشتق ہونا مفاوضہ کا تفویض سے دلالت کرتا ہو کہ مفاوضہ بھی فوض سے مشتق ہوتا ہو اور قیل فوضی سے ہو کذا
فی شرح الملتقی قاموس میں کہا کہ مفاوضہ عبارت ہو اشتراک فی کل شئ اور مساوات ہے لہذا ہدایہ میں کہا چونکہ یہ شرکت عام جمیع تجارات میں ہوا تفویض کرتا ہو ہر شریک
دوسرے کو امر شرکت کا علی الاطلاق اسواسطے یہ عقد مسمی مفاوضہ ہو لیکن مفاوضہ مطلقا میں ہر چیز کی مساوات لازم نہیں اسلئے کہ زیادتی ہر شریک کی دوسرے پر باعتبار
زمین اور اسباب کی مفسد شرکت نہیں بعضوں نے کہا کہ مفاوضہ مشتق ہو فوض سے بمعنی انتشار اور انتشار ہے چونکہ یہ عقد جمیع تصرفات کے انتشار اور ظہور پر مبنی ہو لہذا اسکو
مفاوضہ کہا **ان تضمنت وکالۃ و کفالۃ فتصح الوکالۃ بالمجہول ضمنا لا قصدا** شرکت یا مفاوضہ ہو اگر وہ وکالت اور ضمانت کی متضمن ہو بسبب صحیح ہونے
مجہول کی وکالت کے ضمنا نہ قصدا اھ یہ جواب ہو سوال مقدر کا کہ وکالت بالمجہول جائز نہیں تو لازم ہو کہ شرکت مفاوضہ جائز نہو کہ مجہول الجنس کی وکالت کو
متضمن ہو شارح نے اسکا جواب دیا کہ وکالت بالمجہول قصدا البتہ صحیح نہیں لیکن ضمنا صحیح ہو چنانچہ مضاربت صحیح ہو باوجودیکہ مضاربت چیز مجہول کی خرید کی توکیل سے عبارت
ہو لیکن در ضمن عقد مضاربت **وتساویا مالا تصح به الشرکۃ** اور بشرطیکہ دونوں شریک اس مال میں برابر ہوں جس سے شرکت صحیح ہو ہم صحت شرکت کی قید سے عرض
اور عقار خارج ہو تو اسکی زیادتی مفسد مفاوضہ نہیں کذا ذکرہ الکمال المولی اور ربح و منفعت میں دونوں برابر ہوں جیسا کہ دافی نے اسکی تحقیق کی ہو ہم دافی
نے حاشیہ درر میں کہا کہ شرکت مفاوضہ عبارت ہو مساوات جمیع متعلقات شرکت سے تو منفعت کی برابری کو بھی مقتضی ہو لہذا فقہا نے اسکا تعرض نہیں کیا کہ فی سنے

لینے میں متعلق شرائط صحت مفاوضہ کہا ہے کہ دونوں منفعت میں برابر ہوں بالتفصیل کذا فی الطحاوی ۔ وتصرفا ودینا لا یخفی ان التساوی فی التصرف یستلزم التساوی
فی الدین اور بشرطیکہ دونوں شریک برابر ہوں تصرف اور دین میں مخفی نہیں کہ تصرف میں برابر ہونا مستلزم ہے دین کی برابری کو ولہذا زیلعی نے کہا کہ اختلاف الدین
اختلاف ہے اُن تصرفات کا موجب ہے کہ کافر نے جب شراب و سور کو خرید کیا تو مسلم اُسکی بیع پر قادر نہیں اور یہی شرط مفاوضہ ہے کہ جمیع مشتریات شریک کی بیع پر قادر ہو واسطے
کہ وہ وکیل ہے بیع اور شرا میں اور اسیطرح مسلم اور ذمی دونوں کی خرید پر بھی قادر نہیں ہے جائز یا ابو یوسف مع خلاف الملتقی الکراہتہ اور ابو یوسف کے نزدیک مفاوضہ جائز ہے کہا ہے اختلاف ملت
کے ساتھ بھی کراہت کے ساتھ واسطے کہ کافر عقود جائزہ سے واقف نہیں فلا تصح مفاوضۃ وان صحت عنانا بین حر وعبد ولو مکاتبا او ماذونا وصبی بالغ ومسلم وکافر
لعدم المساواۃ تو شرکت صحیح نہیں باعتبار مفاوضہ اگرچہ صحیح ہے باعتبار عنان کے درمیان آزاد اور غلام کے اگرچہ غلام مکاتب ہو یا ماذون ہو اور درمیان صغیر اور بالغ کے اور مسلم اور کافر کے
بسبب برابر نہ ہونے دونوں کے اسواسطے کہ حر بالغ بذات خود تصرف کا مالک ہے اور غلام اور صغیر بلا اذن ولی اور مولے مالک نہیں علی ہذا القیاس مسلم اور کافر تصرف میں برابر نہیں
چنانچہ عنقریب گذر چکا وافاد انہا لا تصح بین صبیین لعدم اہلیتہما للکفالۃ ولا ماذونین لتفاوتہما قیمۃ اور مصنف نے اپنے کلام میں اشارہ کیا کہ شرکت مفاوضہ صحیح نہیں
دو نابالغوں میں بسبب اُنکی عدم اہلیت کے واسطے کفالت کے اور صحیح نہیں ہے درمیان دو غلاموں ماذون میں بسبب متفاوت ہونے دونوں کی قیمتوں میں یعنی جب قیمت میں برابر نہ ہونگے
تو ضمانت میں برابر نہ ہونگے حالانکہ مفاوضہ میں ایک شریک کا کفیل ہونا دوسرے شریک کا ضرور ہے وکل موضع لم تصح المفاوضۃ لفقد شرطہا ولا یشترط ذلک فی العنان
کان عنانا لاجتماع شرائطہ کما سیتضح اور جس موضع میں شرکت مفاوضہ صحیح نہ ہو بسبب فقدان اُسکی شرط کے اور حالانکہ وہ شرط مفقود عنان میں شرط نہیں
تو وہ شرکت عنان ہو جاویگی چنانچہ مذکور ہو چکا کہ حر اور عبد اور صبی اور بالغ اور مسلم اور کافر میں مفاوضہ صحیح نہیں لیکن عنان صحیح ہے اُسکی شرائط کے جمع ہونے سے چنانچہ
شرائط عنان عنقریب واضح ہونگے وتصح المفاوضۃ بین حنفی وشافعی وان تفاوتا تصرفا فی متروک التسمیۃ لتساویہما ملۃ وولایۃ والالزام بالحجۃ ثابتۃ اور صحیح ہے شرکت مفاوضہ
درمیان حنفی اور شافعی کے اگرچہ دونوں متروک التسمیہ میں متفاوت ہیں باعتبار تصرف کے بسبب برابر ہونے دونوں کے ملت میں اور ولایت الزام کی دلیل سے ثابت ہے یعنی متروک التسمیہ کے مال
غیر متقوم ہونے پر دلیل قائم ہے اور ثبوت حجت کا بسبب اتحاد ملت اور اعتقاد کے لازم ہے اسواسطے کہ شافعی المذہب کا گمان ہے کہ متروک التسمیہ کی فروخت شافعی اور حنفی دونوں کو درست
اور حنفی کا یہ حکم ہے کہ وہ دونوں کو جائز نہیں پس دونوں تصرف میں برابر ہیں اپنے اعتقاد کی راہ سے بخلاف مسلم اور ذمی کے کذا فی النہر ولا تصح الا بلفظ المفاوضۃ وان
لم یدر معناہا سراج او بیان جمیع مقتضیاتہا ان لم یذکر لفظہا اذ العبرۃ للمعنی لا للمبنی اور شرکت مفاوضہ صحیح نہیں مگر بذکر لفظ مفاوضہ اگرچہ شریک اُسکے معنی کو
نہ جانتے ہوں یا کہ جمیع مقتضیات کے بیان سے صحیح ہے اگر اُسکے لفظ کو ذکر نہ کیا اسواسطے کہ اعتبار معنی کا ہے نہ لفظ کا ہم لفظ مفاوضہ میں علم اُسکے معنی کا اسواسطے نہ شرط ہوا کہ
صریح محتاج نیت کا نہیں اور جمیع مقتضیات کا بیان اسطرح ہے کہ دو مرد بالغ مسلم یا دو ذمی ایک دوسرے سے یوں کہا کہ میں تیرا شریک ہوا اپنے سب نقد مال میں بقدر تیری ملک کے
بطریق تفویض عام دونوں جانب سے تجارات اور نقد اور نسیہ میں باین شرط کہ ہر شخص دوسرے کا ضامن ہے کذا فی البحر واذا صحت فما اشتراہ احدہما یقع مشترکا الا طعام اہلہ
وکسوتہم استحسانا لان المعلوم بدلالۃ الحال کالمشروط بالمقال وکذا استثنی ما کان من حوائجہ ولو جاریۃ للوطی باذن شریکہ کما مر اور جبکہ شرکت مفاوضہ باجماع شرائط مذکورہ
صحیح ہوئی سو جس چیز کو کہ ایک شریک خرید کریگا وہ مشترک واقع ہوگی مگر اپنے اہل وعیال کا طعام ولباس خرید کرنا مشترک نہیں بنابر استحسان کے اسواسطے کہ جو چیز کہ بدلالت حال
معلوم ہو وہ بانی شرط کے برابر ہے اور مصنف نے طعام ولباس مستثنی سے جمیع حاجات ضروریہ کا ارادہ کیا اگرچہ لونڈی خرید کی ہو وطی کے واسطے اپنے شریک کے اذن سے چنانچہ فصل
میں احکام وطی کے مانند مذکور ہوا اور اذن شریک کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بے اجازت شریک خرید کریگا تو لونڈی مشترک ہوگی وللبائع مطالبۃ ایہما شاء بثمنہما ای الطعام
والکسوۃ ویرجع الآخر بما ادی علی المشتری بقدر حصتہ ان ادی من مال الشرکۃ اور بائع کو قیمت طعام اور لباس کا مطالبہ جائز ہے دونوں میں سے جس سے چاہے کرے خواہ مشتری سے بالاصالۃ
خواہ اُسکے شریک سے بالکفالۃ اور دوسرا شریک مشتری سے بھر لے جو اُسنے قیمت ادا کی بقدر اُسکے حصے کے اگر اُسنے شرکت کے مال سے ادا کی ہو ہاں اگر اپنے غیر شرکت مال سے قیمت ادا کی تو رجوع نہ
اور شرکت مفاوضہ باطل ہو گئی اگر مال ہو وہی جس سے شرکت صحیح ہوتی ہے [illegible]

شرکت نہیں چنانچہ عرض میں مفاوضہ باطل نہیں کذا فی البحر وکل دین لزم احدھما بتجارۃ واستقراض وغصب واستہلاک وکفالۃ بمال بامرہ لزم الآخر ولو لزمہ
باقرارہ اور جو دین کہ ایک شریک کو لازم ہوگا بسبب تجارت اور قرض لینے اور غصب یا استہلاک اور مال کی ضمانی سے مکفول لہ کے امر سے تو وہ دین دوسرے
شریک کو بھی لازم ہوگا اگرچہ لزوم اسکا شریک کے اقرار سے ہو ہم کفالت بامر کی قید اسواسطے لگائی کہ کفالت بلا امر اسکے شریک پر دین لازم نہیں چنانچہ کفالت بنفس بھی بالاجماع
لازم نہیں کذا فی الملتقی وشرحہا الا اذا اقر لمن لا تقبل شہادتہ لہ ولو معتدتہ فیلزمہ خاصۃ کمہر وخلع وجنایۃ وکل ما لا یصح الشرکۃ فیہ مگر جبکہ شریک نے دین کا اقرار کیا اس شخص کے واسطے
جسکے حق میں اسکی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصول اور فروع اور زوجہ اگرچہ زوجہ معتدہ ہو تو یہ دین اسیکو لازم ہوگا بالخصوص اسکے شریک کو چنانچہ مہر اور خلع اور جنایات اور وہ چیز
جسمیں شرکت صحیح نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ دوسرے شریک کو جنایت کی دیت اور مہر اور خلع اور صلح قتل عمد اور نفقہ زوجات اور اقارب لازم نہیں اسواسطے کہ یہ دیون اس چیز کے بدل میں
جسمیں شرکت صحیح نہیں لیکن لازم نہیں مباشر کو وفائدۃ اللزوم انہ اذا ادعی علی احدھما فلہ تحلیف الآخر ولو ادعی علی الغائب تحلیف الحاضر علی علمہ ثم اذا قدم احلیفہ
البتۃ ولوالجیۃ اور فائدہ لزوم میں کا یہ ہے کہ جب مدعی نے دین کا دعوی کیا ایک شریک پر تو اسکو قسم دینا دوسرے شریک پر جائز ہے یعنی درصورت انکار وعدم بینہ اور اگر مدعی نے
شریک غائب پر دعوی کیا تو مدعی کو شریک حاضر کا قسم دینا جائز ہے اسکے علم پر پھر جب غائب آوے تو مدعی کو اس سے قسم لینا بالیقین جائز ہے کذا فی الولوالجیۃ حاضر کے علم پر اسواسطے قسم ہوئی
کہ غیر کا فعل ہے نہ اپنا بخلاف غائب کے اسپر بالقطع قسم ہے کہ اپنا فعل ہے وبطلت ان وھب لاحدھما او ورث ما تصح فیہ الشرکۃ یعنی وصل لیدہ ولو بصدقۃ او ایصاء لفوات
المساواۃ ابتداء وہی شرط کالابتداء اور شرکت مفاوضہ باطل ہو جائیگی اگر ایک شریک نے ہبہ یا وراثت میں وہ چیز پائی جسمیں شرکت صحیح ہے منجملہ نقدین وغیرہ کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا
اور حالانکہ چیز موہوبہ اور موروثہ اسکے ہاتھہ میں پہنچ گئی اگرچہ وصول بذریعہ خیرات اور کسیکی وصیت کے ہوا ہو شرکت باطل ہوگی بسبب فوت ہونے مساوات مالی کے اس حیثیت سے کہ بقاء
اور حالانکہ مساوات بقائی شرط ہے مانند ابتدا کے ہم اسواسطے کہ عقود غیر لازمہ میں بقا در حکم ابتدا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر کلام زیلعی اسکا مقتضی ہے کہ میراث میں قبضہ ہونا شرط بطلان
نہیں بلکہ جب میراث نقدین کی ہو لا تبطل بقبض ما لا تصح فیہ الشرکۃ کعرض وعقار باطل نہیں ہوتی شرکت مفاوضہ اس چیز کے قبضہ سے جسمیں شرکت صحیح نہیں چنانچہ اسباب
اور زمین واذا بطلت بما ذکر صارت عنانا ای تنقلب الیھا اور جبکہ شرکت مفاوضہ باطل ہوگئی بسبب اسکے جو مذکور ہو چکا تو شرکت عنان ہو گئی یعنی مفاوضہ منقلب ہو کر
عنان ہو گئی بسبب اسکے کہ اسمیں اسواسطے کہ مساوات اسمیں شرط نہیں کذا فی المنح ولا تصح مفاوضۃ وعنان ذکر فیہا المال والا فہما تقبل ووجوہ بغیر النقدین والفلوس النافقۃ والتبر
والنقرۃ ای فضۃ لم یضربا اذا جری مجری النقود التعامل بہما والا فکعروض اور صحیح نہیں شرکت مفاوضہ اور عنان سواے نقدین اور فلوس رائجہ اور سونے چاندی
کی ڈلی کے جبکہ بیچ نقود معاملات میں چلتی ہوں اور اگر بجاے دراہم اور دنانیر رائج نہوں تو سونے چاندی کی ڈلی اسباب کے مانند ہے شارح نے کہا سوا نقد وغیرہ کے وہ
شرکت مفاوضہ اور عنان صحیح نہیں جنمیں مال کو رہا اور اگر مال ذکر نہیں تو مفاوضہ اور عنان در ضمن شرکت تقبل اور وجوہ ہو نگی تبر کہا اول ڈلی اور نقرہ سے سونا اور
چاندی غیر مضروب مراد ہے بطریق لف ونشر مرتب وصحت بعرض ہو المتاع غیر النقدین ویحرک قاموس ان باع کل منہما نصف عرضہ بنصف عرض الآخر
ثم عقدا ہا مفاوضۃ او عنانا وہذہ حیلۃ لصحتہا بالعروض اور شرکت اموال صحیح ہے اسباب سے اگر بیع کرے ہر شخص دونوں میں سے اپنے نصف اسباب
بعوض نصف اسباب دوسرے کے پھر دونوں شرکت کو منعقد کریں خواہ شرکت مفاوضہ خواہ عنان اور یہ حیلہ ہے واسطے صحیح ہونے شرکۃ العقد کے اسباب
عرض بالفتح عبارت ہے اس متاع یعنی اسباب سے جو نقدین کے سوا ہو اور تحریک عرض بھی جائز ہے کذا فی القاموس ہم جب ایک نے اپنا نصف اسباب دوسرے کے
نصف اسباب سے بیچا تو دونوں قیمت میں شریک ہو گئے بشرکت ملک تو جائز نہیں ایک کو دوسرے کے حصے میں تصرف کرنا پھر عقد سے شرکۃ المال
شرکۃ العقد ہو گئی اب ہر شخص کو اپنے شریک کے حصہ میں تصرف جائز ہو گیا کذا فی المنح زیلعی نے کہا بیع کرنا بعوض نصف اسباب شریک کے اتفاقی قید ہے
اسواسطے کہ اگر بعوض دراہم بیع کرکے شرکت منعقد کریگا عرض بیع میں تو بھی جائز ہے اور ایک شخص کا بیع کرنا ثبوت شرکت کے واسطے کافی ہے وہذا
ان تساویا قیمۃ وان تفاوتا باع صاحب الاقل بقدر ما تثبت بہ الشرکۃ ابن کمال فقولہ بنصف عرض الآخر اتفاقی اور یہ یعنی نصف

عرض کو نصف عرض سے بیع کرنا اسوقت ہی جب دونوں کے اسباب برابر ہوں قیمت میں اور اگر قیمت میں متفاوت ہوں تو کم قیمت والا اسقدر اپنا اسباب بیع
کرے جس سے شرکت ہو جاوے کذا صرح ابن کمال تو مصنف کا یہ قول کہ نصف عرض شریک سے بیع کرے اتفاقی ہی ہم مثلاً ایک شخص کے اسباب کی ہزار قیمت ہی اور دوسرے
کے اسباب کی دو ہزار قیمت ہی تو صاحب قلیل اپنے اسباب کی دو تہائیاں بعوض ایک تہائی دوسرے کے اسباب کے بیع کرے تو تمام مال دونوں میں ثلث ہوگا دو ثلث صاحب کثیر
کے اور ایک ثلث صاحب قلیل کا پھر دونوں شخص شرکت کو منعقد کریں تو منفعت دونوں میں بقدر ملک کے ہوگی کذا فی النہر اور جسقدر دوسرے کا اسباب زیادہ ہیگا وہ مفسد شرکت
نہیں اسواسطے کہ ملک اسباب باطل شرکت نہیں اور نصف عرض کی قید یا اتفاقی ہی یا قصد تو مفاوضہ اور عنان دونوں کو شامل ہے اسواسطے کہ مفاوضہ نہیں ہیگا جو شرط ہی
نہ عنان میں کذا فی الطحطاوی ولا تصح بمال غائب او دین مفاوضۃ کانت او عنانا لتعذر المضی علی موجب الشرکۃ اور شرکت صحیح نہیں غائب کے مال اور دین سے
خواہ شرکت مفاوضہ ہو یا عنان بسبب تعذر پہنچنے کے موجب شرکت پر یعنی جب دونوں مال یا ایک مال حاضر نہوا تو دونوں میں منفعت کا ہونا متعذر ہی ہم شلبی نے اتقانی
سے نقل کیا کہ وقت عقد کے مال کا ہونا شرکت کی شرط نہیں بلکہ خرید کے وقت مال کا ہونا شرط ہی بسبب حصول مقصود کے واما عنان بکسر فتح اور یا شرکت عنان مالک ہو دوسرے
فتحہ میں کا بھی جائز ہی ہم اما عنان عطف ہی اما مفاوضۃ پر یہ بیان ہی شرکۃ العقد کی نوع ثانی کا عنان یعنی عرض ہی یعنی پیش آیا اور سامنا ہوا سو جبکہ ایک شریک نے دوسرے کو
اسکا اختیار دیا کہ خرید کرے جو اسکے سامنے آوے لہذا یہ شرکت مسمی بعنان ہی یا عنان فرس سے ہی وہ عنان الفرس سے اسواسطے کہ ہر شریک نے اپنے بعض مال کی عنان تصرف دوسرے
شریک کو دی ان تضمنت وکالۃ فقط بیان لشرطہا شرکت عنان ہوتی ہی اگر متضمن ہو فقط وکالت کی یہ بیان ہی اسکی شرط کا ظاہر قید فقط کی اسکو مقتضی ہی کہ
کفالت سے عنان منعقد نہیں ہوتی لیکن اگر وکالت اور کفالت کے ساتھ باقی شروط مفاوضہ موجود ہیں تو شرکت مفاوضہ ہی الا لائق یہ ہی کہ عنان منعقد ہو اور فقہا کے
اس قول کا کہ عنان کفالت سے منعقد نہیں ہوتی یہ مطلب ہی کہ ذکر کفالت عنان میں شرط نہیں لیکن یہ نہیں کہ عدم کفالت شرط ہی کذا فی البحر فتصح من اہل التوکیل کصبی
یعقل البیع الم یکن اہلا للکفالۃ لکونہا لاتقتضی الکفالۃ تو شرکت عنان صحیح ہی اہل توکیل سے جیسا کہ صغیر اور اس نابالغ کم عقل سے جو بیع کو سمجھتا ہی اگرچہ وہ ضمانت کی
لیاقت نہ رکھتا ہو اسواسطے کہ شرکت عنان ضمانت کی مقتضی نہیں ہم اہل توکیل رجال اور نساء اور بالغ اور صغیر ماذون لہ اور حر اور عبد ماذون اور مسلم اور کافر اور مکاتب سب کو
شامل ہی کذا فی العالمگیریہ تو ان سبکو بین بین شرکت عنان صحیح ہی بل الوکالۃ و لذا تصح عاما و خاصا و مطلقا و موقتا بلکہ شرکت عنان وکالت کی مقتضی ہی اور اسی سبب سے
عنان صحیح ہی عام اور خاص ہو کر اور مطلق اور موقت ہو کر یعنی چونکہ عنان وکالت پر مبنی ہی اور وکالت تو عام اور خاص اور مطلق اور موقت ہر طرح صحیح ہی تو عنان بھی
اسی طرح صحیح ہی و مع التفاضل فی المال دون الربح وعکسہ و عنان صحیح ہی مال کی زیادتی کے ساتھ بلا زیادتی منفعت اور اسکے بالعکس یعنی تفاضل منفعت کا مال میں دونوں
شریکوں کا مال برابر ہو یا کم و بیش اور نفع دونوں میں برابر ہو یا کم و بیش خواہ دونوں تجارت کریں یا ایک بہر صورت شرکت عنان صحیح ہی لیکن اگر سب نفع ایک شخص کے
واسطے مشروط ہو تو جائز نہیں کیونکہ شراکت نہ رہی قرض ہو گیا اگر عامل کیواسطے نفع مشروط ہی یا بضاعت ہو گئی اگر نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہو کذا فی الطحطاوی عن النہر
و ببعض المال دون بعض اور شرکت عنان صحیح ہی بعض مال سے نہ بعض آخر سے اسواسطے کہ مساوات عنان میں شرط نہیں و بخلاف الجنس کدنانیر من احدہما و دراہم من الآخر
اور عنان صحیح ہی مخالفت جنس سے چنانچہ ایک شریک کی اشرفیاں اور دوسرے شریک کے روپے ہم عنان میں تخصیص خلاف جنس اسکی موہم ہی کہ شرکت مفاوضہ میں یہ جائز نہ ہو حالانکہ
ایسا نہیں ہی اسواسطے کہ اگر دراہم اور دنانیر قیمت میں برابر ہیں تو مفاوضہ جائز ہی والا عنان صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن الخزانۃ و بخلاف الوصف کبیض و سود و ان
تفاوتت قیمتہما اور عنان صحیح ہی مخالف وصف سے چنانچہ دراہم سفید اور سیاہ سے اگرچہ دونوں کی قیمت متفاوت ہو والربح علی ما شرطا اور نفع دونوں
شریکوں کی شرط کے موافق ہوگا و مع عدم الخلط لاستناد الشرکۃ فی الربح الی العقد لا المال فلم یشترط مساواۃ واتحاد و خلط اور عنان صحیح ہی ساتھ
نہ ملانے دونوں مالوں کے بسبب مستند ہونے نفع کے شرکت کے عقد کی طرف نہ مال کی طرف تو مشروط نہیں مساوات اور اتحاد اور خلط ہم عدم مساوات مع التفاضل پر متفرع ہی
اور عدم اتحاد مال بخلاف الجنس والوصف پر متفرع ہی اور عدم خلط مع عدم الخلط پر متفرع ہی و یطالب المشتری بالثمن فقط لعدم تضمن الکفالۃ و رفقاء المشتری سے

سے بلا کسی عیب کا کیا جائیگا نہ اسکے شریک سے بسبب متضمن ہونے شرکت عنان کے ضمانت کو ویرجع علی شریکہ بحصتہ منہ ان ادی من مال نفسہ ای من مال (کذا)
مال الشرکۃ وما الاولی الشراء اجازۃ فسا یعیش مسلند با علی مال الشرکۃ بلا اذن ہے اور شریک مشتری قیمت بھرے اپنے شریک سے بقدر اسکے حصے کے اگر مشتری نے قیمت اپنے
اپنے ذاتی مال سے یعنی اپنے موجود باقی رہنے مال شرکت کے اور اگر مال شرکت کا نقد باقی نہیں ہے بلکہ سب مال اسباب اور متاع کے ہوگیا ہو تو خریدا کرنا مشتری ہی کے واسطے مخصوص
ہوگا نہ شریک مشتری قرض کرنے مال شرکت کے مال پر بلا اذن شریک کے اذ فی البحر ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک شریک نے کوئی چیز خریدی اور شرکت کا مال نقد نہیں موجود ہو
تو شریک سے قیمت بقدر اسکے حصے کے اور اگر نقد باقی نہیں بلکہ متاع اور قماش مشترکہ ہو اور مشتری نے ادھار خریدی تو یہ خرید فقط مشتری ہی کے واسطے مخصوص ہوگا
کہ اگر شریک ہو تو لازم آوے گی پہنے شرکت کے مال پر قرض کیا اور حالانکہ شریک عنان بلا اذن شریک استدانت کا مالک نہیں کذا فی البحر عن المحیط وتبطل الشرکۃ بہلاک
المالین او احدہما قبل الشراء والہلاک علی مالکہ قبل الخلط وعلیہما بعدہ اور باطل ہو جاتی ہے شرکت دونوں مالوں کی ہلاک ہونے سے یا ایک مال کے ہلاک ہونے سے
قبل خریدنے کے اور ہلاکی مالک کی مال پر ہے قبل خلط کرنے دونوں مالوں کے اور دونوں شریکوں پر ہے بعد خلط کرنے کے وان اشتری احدہما بمالہ وہلک بعدہ مال
الآخر قبل ان یشتری شیئا فالمشتری بالفتح بینہما شرکۃ عقد علی ما شرطا ورجع علی شریکہ بحصتہ منہ ای من الثمن لقیام الشرکۃ وقت الشراء اور اگر
ایک شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خریدی اور بعد خریدنے کے دوسرے شریک کا مال ہلاک ہوگیا قبل اسکے خرید کرنے کسی چیز کے تو جو چیز خریدی ہوئی وہ مشترک ہے دونوں میں
بشرکت عقد بموجب دونوں کی شرط کے اور شریک مشتری اپنے شریک سے قیمت بھرے اسکے حصے کے موافق بسبب قائم ہونے شرکت کے خریدنے کے وقت میں طحطاوی نے کہا قیام شرکت
علتہ لتعیین المشتری بینہما کی توضیح اور کہ اسکے مستدل نہ ساقط ہوا وان ہلک مال احدہما ثم اشتری الآخر بمالہ فان صرحا بالوکالۃ فی عقد الشرکۃ بان قال علی ان ما اشتراہ
کل منہما بمالہ ہذا یکون مشترکا صححہ صدر الشریعۃ فالمشتری مشترک بینہما علی ما اشترطا فی اصل المال لا الربح لصیرورتہا شرکۃ ملک لبقاء الوکالۃ المصرح بہا اور اگر
ایک شریک کا مال ہلاک ہوگیا پھر دوسرے شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خریدی تو اگر دونوں شریکوں نے وکالت کی تصریح کر دی عقد شرکت میں اس طرح کہ دونوں نے کہا کہ ہم
ہوگا اور شریک پر ادا دونوں ہاتھ جو شخص نے اس مال سے خریدے تو وہ چیز مشترک ہے کذا فی النہر وشرح الوقایہ تو جو چیز خریدی ہوئی وہ مشترک ہوگی دونوں میں موجب انکی شرط کے اصل
مال کے اندر نہ منفعت میں بسبب ہوجانے اس شرکت کے شرکۃ الملک بسبب باقی رہنے اس وکالت کے جسکی تصریح ہو چکی ہے ایک شریک کے مال ہلاک ہونے سے شرکۃ العقد باطل
ہو چکی لیکن وکالت صریح باقی ہے اور خریدی ہوئی تھی بحکم وکالت تو اب شرکۃ الملک ہوگئی سوا کسی کو کوئی شریک دوسرے کے نصیب میں تصرف نہیں کرسکتا کذا فی المنح ویرجع
بحصتہ ثمنہ وان لم یذکر الوکالۃ بل ذکر مجرد الشرکۃ ولم یتقیدا وقالا علی الوکالۃ فیہا ابن کمال فہو لمن اشتراہ خاصۃ لان الشرکۃ لما بطلت بطل ما فی ضمنہا من الوکالۃ اور شریک مشتری
اسکی قیمت کا حصہ پھیر لے والاعلی اور اگر دونوں شریکوں نے فقط شرکت کو ذکر کیا ہوا ور صریح وکالت پر اتفاق نکیا ہو کذا صرح ابن کمال تو وہ خریدی ہوئی چیز اسی شخص کی مخصوص
ہوگی جسنے خریدی کی اس واسطے کہ شرکت جبکہ باطل ہوگئی بسبب ہلاکی مال کے تو جو اسکے ضمن میں وکالت تھی وہ بھی باطل ہوگئی وتفسد باشتراط دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما لقطع
الشرکۃ کما مر اور فاسد ہوتی ہے شرکت ایک شریک کے واسطے دراہم معینہ شرط کرنے سے منفعت میں بسبب منقطع ہونے شرکت کے چنانچہ اول باب میں گذر گیا کہ تعیین دراہم قاطع
شرکت ہے مثلا ایک شریک نے شرط کی کہ نفع میں سے سو درہم اول لے لے باقی کو تقسیم کرینگے تو یہ شرط قطع شرکت کی موجب ہے بعض وجوہ میں کیونکہ شاید کبھی فائدہ حاصل نہ ہوا سوائے
سو درہم کے تو اس صورت میں تمام نفع ایک ہی شخص کے واسطے مشروط ہو گیا تو یہ شرکت نہیں قرض یا بضاعت ہوگی کذا فی المنح والطحطاوی الا لانہ شرط لعدم فسادہا بالشروط وظاہر
بطلان الشرط لا الشرکۃ بحر ومصنف شرکت فاسد ہوگئی قطع شرکت سے نہ اس سبب سے کہ تعیین دراہم شرط فاسد ہے بسبب فاسد ہونے شرکت کے شروط فاسدہ سے اور ظاہر اس
قول کا یہ ہے عدم فساد شرکت بشروط فاسدہ بطلان شرط پر دلالت کرتا ہے نہ بطلان شرکت پر کذا فی البحر وشرح المصنف فقاتہ صرح صدر الشریعۃ وابن الکمال بفساد الشرکۃ
میں کہتا ہوں کہ تصریح کی ہے صدر الشریعۃ اور ابن کمال نے فساد شرکت کی تعیین دراہم سے مع طحطاوی نے کہا کہ شارح کا طرز بیان فہم مقصود میں موجب
ترک کا ہے تو اگر شارح مصنف کی عبارت کے بعد یوں کہتا کہ اس طرف صدر الشریعۃ اور ابن کمال گئے ہیں اور فقہا کے اس قول سے کہ شرکت فاسد

ہیں ہوتی شروط فاسدہ سے صاحب بحر اور مصنف یہ کہتے ہیں کہ شرط ایسی ہیں جن کی باطل ہے نہ شرکت تو وہ سب صحیح ہے ولکن الربح علی قدر المال وہو گا
نفع بقدر مال کے یعنی درصورت اشتراط دراہم معینہ ہر شریک کے نفع بقدر مال کے ملیگا اسواسطے کہ شرکت فاسدہ کا یہی حکم ہے ولکل من شریکی العنان والمفاوضۃ
ان یستاجر من یتجر لہ ویحفظ المال اور ہر شریک عنان و مفاوضہ کے دونوں شریکوں میں سے جائز ہے کہ نوکر رکھے جسکو جو تجارت کرے یا مال کی حفاظت کرے یہ اسواسطے
کہ یہ بیوپاروں کی عادت ہے ویصح ان یدفع المال بضاعۃ بان یشترط الربح لرب المال اور شریک کو جائز ہے کہ دے مال کو بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے
واسطے مشروط ہو یہ مال کے واسطے ہم محیط اور یہی کہا بضاعت کے یہ معنی عرفی ہیں لغوی باعتبار لغت کے بضع بمعنی شریک ہے کذا فی القاموس ویودع ویعیر ویبضع
لان منہا دون الشرکۃ فیتضمنہا اور جائز ہے شریک کو کہ امانت رکھائے اور عاریت دے اور مال کو بطریق مضاربت دے یہ اسواسطے کہ مضاربت شرکت سے کمتر ہے تو شرکت اسکو متضمن ہے ویوکل
اجنبیا ببیع و شراء ولو نہاہ المفاوض الآخر صح نہیہ بحر اور جائز ہے شریک کو کہ شخص غیر کو بیع اور شراء کا وکیل کرے اور اگر اسکو دوسرا شریک مفاوض منع کرے توکیل سے تو اسکا منع کرنا
صحیح ہے کذا فی البحر تقیید مفاوض کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ ہر شریک کی نہی صحیح ہے کذا فی المحیط ویبیع بما عز وہان عناصلہ جائز ہے بیع کرنا شریک کا
اور دلیل ہے کذا فی الخلاصۃ یعنی معوض قلیل یا کثیر بیع جائز ہو وبنقد ونسیئۃ بزازیۃ اور جائز ہے بیع نقد اور ادھار کذا فی البزازیۃ ویسافر بالمال لہ حمل او لا مؤنۃ
خلافا للاشباہ وقیل ان لہ حمل یضمن الا لضرورۃ ظہیریۃ اور جائز ہے شریک کو سفر میں لیجانا مال کا خواہ اسکے واسطے حمل ہو یا نہو یہی قول صحیح ہے بخلاف اشباہ اور بعضوں نے کہا
کہ اگر مال کے واسطے حمل ہے تو شریک پر ضمانت ہے ورنہ نہیں کذا فی الظہیریۃ ہم تفسیر الحمل میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ وہ محمول بلا اجرت ہے اور بعضوں نے کہا کہ جو ایک آدمی
اٹھا سکے کذا فی جامع الفصولین خلاصہ یہ ہے کہ سفر میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ مطلقا سفر جائز ہے اسواسطے کہ اذن تصرف کا بقتضائے شرکت ثابت ہے اور شرکت مطلق
صادر ہوئی اور جو اذن کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے مگر یہ کہ قید لگائی جائے ومؤنۃ السفر والکراء من راس المال ان ربح خلاصہ اور خرچ سفر اور کرایہ کا راس المال سے متعلق ہے اگر
نفع ہوا ہو تجارت میں کذا فی الخلاصۃ عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ شریک کا نفقہ اسکی ذات اور طعام و سواری کا راس المال میں ہے اور اگر نفع حاصل ہوا
تو حصہ میں محسوب ہے لا یملک الشریک الشرکۃ الا باذن شریکہ جوہرہ مالک نہیں شریک غیر کو شریک کرنے کا مگر اپنے شریک کی اجازت سے کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ شریک نہیں
کرسکتا کہ شئ اپنی برابر والی چیز کی متضمن نہیں ہوتی بلکہ کمتر کی کذا فی الہدایۃ ولا الرہن الا باذنہ ویکون ہو العاقد فی موجبہ اور مالک نہیں شریک رہن کا
مگر اپنے شریک کے اذن سے یا کہ آپ ہی عاقد ہو موجب میں ہے یعنی شریک نے کوئی چیز مول لی اور بعوض اسکی قیمت کے کوئی چیز شرکت کے مال سے رہن رکھی
تو جائز ہے اور جیسے رہن جائز نہیں ویسے ہی ارتہان بھی جائز نہیں الا درصورت لا یتیہ عقد کذا فی المحیط وفی عن البحر والخانیۃ وحینئذ یصح اقرارہ بالرہن والارتہان
اور اسوقت میں یعنی جبکہ آپ ہی عاقد بنفسہ ہو تو صحیح ہے اسکا اقرار رہن اور ارتہان کا کذا فی السراج ولا الکتابۃ والاذن بالتجارۃ وتزویج الامۃ وکذا کل
لو عنانا اما المفاوض فلہ کل ذلک اور مالک نہیں شریک غلام کے مکاتب کرنے کا اور اسکو تجارت کے اذن دینے کا اور لونڈی کے نکاح کر دینے کا اور یہ سب جو مذکور ہوا
اسوقت ہے جبکہ وہ شریک عنان ہو اور شریک مفاوض کو تو یہ سب کچھ جائز ہے ولو فاوض ان باذن شریکہ جاز والا انعقد عنانا بحر اور اگر شریک مفاوض غیر کو
شریک مفاوض بنالے اگر یہ اپنے شریک کے اذن سے ہے تو جائز ہے اور نہیں تو شرکت عنان منعقد ہو جائیگی کذا فی البحر اسواسطے کہ عنان کمتر ہے مفاوضہ سے
اور شئ اپنی کمتر کی متضمن ہوتی ہے ولا یجوز لہما ای عنان ومفاوضۃ تزویج العبد ولا الاعتاق ولو علی مال اور جائز نہیں دونوں شریکوں کو
عنان اور مفاوضہ میں تزویج غلام کی اور نہ اسکا آزاد کرنا جائز ہے اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو ولا الہبۃ ای لثوب ونحوہ فلم یجز فی حصۃ شریکہ
جاز فی نحو لحم وخبز وفاکہۃ اور نہ شریکوں کو ہبہ کرنا جائز ہے یعنی کپڑا اور اسکے مانند کو ہبہ کرنا صحیح نہیں اور اگر ہبہ کریگا تو اپنے شریک کے
حصے میں جائز نہوگا اور جائز ہے ہبہ مانند گوشت اور روٹی اور میوہ سے کے خلاصہ یہ ہے کہ چاندی سونا اور اسباب ہبہ کرنا درست نہیں
اور ماکولات کا ہبہ درست ہے ولا القرض الا باذن شریکہ اذا صرحا فیہ سراج اور نہ قرض دینا جائز ہے مگر اپنے شریک کے اذن سے ایسا اذن

جو صحیح ہے قرض میں کذا فی السراج وفیہ اذا قال لہ اعمل برایک فلہ کل التجارۃ الا القرض والہبۃ اور سراج میں ہے جبکہ ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ عمل کر اپنی
تجویز کے موافق تو اسکو اس قول سے ہر تجارت جائز ہے سوا قرض دینے اور ہبہ کرنے کے یعنی اس قول سے رہن و ارتہان و سفر اور خلط اور غیر کے مال سے
شرکت کرنا جائز ہے مگر قرض اور ہبہ درست نہیں کذا فی البحر وکذا کل ما کان اتلافا للمال او کان تملیکا للمال بغیر عوض لان الشرکۃ وضعت للاسترباح
وتوابعہ ما لیس کذلک لا ینتظمہ عقدہا اور یسے ہی قرض کے مانند ہر جسمین مال تلف ہوتا ہو یا تملیک مال ہو بغیر عوض کے اسواسطے کہ شرکت موضوع ہے واسطے طلب منفعت اور
توابع منفعت کے اور جو کام ایسا نہیں اسکو عقد شرکت منتظم نہیں وصح بیع شریک مفاوض ممن ترد شہادتہ لہ کابنہ وابیہ نفذ علی المفاوضۃ اجماعا اور صحیح
شریک مفاوض کی بیع اس شخص سے جسکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اسکا بیٹا اور باپ اور بیع شرکت مفاوضہ پر نافذ ہو گی بالاجماع لا یصح اقرارہ
بدین خلا نیفذ علی المفاوضۃ عندہ بزازیۃ صحیح نہیں اسکا اقرار دین کا تو یہ اقرار نافذ نہو گا مفاوضہ پر امام اعظم کے نزدیک کذا فی البزازیۃ یعنی اگر شریک
مفاوض نے مثلاً اقرار کیا کہ میں نے اپنے بیٹے یا باپ سے قرض لیا ہے تو یہ اقرار صحیح شرکت میں جاری نہ ہو گا فی الخلاصۃ اقر شریک العنان بجاریۃ لم تجز فی حصۃ شریکہ
اور خلاصہ میں ہے اقرار کیا شریک عنان نے ایک لونڈی کا تو جائز نہیں اسکے شریک کے حصہ میں یعنی ایک شریک کے پاس شرکت کی لونڈی ہے سو اسنے اقرار کیا کہ لونڈی
فلانے شخص کی ہے تو یہ اقرار اسکے شریک کے نصیب میں جائز نہیں کذا فی العالمگیریۃ عن قاضی خان لو باع احدہما لیس للآخر اخذ ثمنہ ولا الخصومۃ فیما باع واما نہ اور اگر ایک
شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو اسکی قیمت لینا جائز نہیں اور نہ اسکے بیع اور امانت میں خصومت جائز ہے یعنی جس مال کو شریک نے بطریق بیع یا امین ہیں یا ثانی خصومت نہیں
کرسکتا ویطوہی الشرکاء امین فی المال فیقبل قولہ بیمینہ فی مقدار الربح والخسران والضیاع والدفع لشریکہ ولو ادعاہ بعد موتہ کما فی البحر مستمدا بما فی وکالۃ
الولوالجیۃ کل من حکی امرا لا یملک استینافہ فان فیہ ایجاب الضمان علی الغیر ولا یصدق وان فیہ نفی الضمان عن نفسہ صدق انتہی فلیحفظ ہذا الضابط اور درر میں یعنی شریک خواہ
شریک عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی المحیط وہ امانت دار ہے مال میں تو اسکا قول مقبول ہو گا قسم کے ساتھ بمقدار منفعت اور نقصان اور راس المال کے ضائع ہونے اور اپنے
شریک کو دینے میں اگرچہ اسکا دعوی کیا اپنے شریک کی موت کے بعد چنانچہ بحر الرائق میں ہے وکالت ولوالجیہ سے استدلال کر کے کہ جس شخص نے حکایت کی اس امر کی جسکے استیناف کا
وہ مالک نہیں اگر اسمیں ایجاب ضمان ہے تو غیر پر تو اسکی تصدیق نہو گی اور اگر اس حکایت میں نفی ضمان کی ہو اپنی ذات سے تو اسکی تصدیق ہو گی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے حکم
صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا یہ ہے کہ اگر اپنے شریک کو دفع مال کا دعوی کیا تو اسکا قول مع الیمین معتبر ہے خواہ یہ دعوی شریک کی حیات میں یا موت میں اور ظاہر کلام ان کا بھی کتاب الوکالۃ
میں کا مفید ہے اسواسطے کہ انہوں نے کہا کہ اگر قبض ودیعت کیواسطے وکیل کیا پھر موکل مر گیا سو وکیل نے کہا کہ میں نے قبضہ کیا اسکی حیات میں اور وہ چیز ہلاک ہو گئی اور وارث اسکے منکر ہیں یا وکیل نے کہا
کہ میں نے ودیعت موکل کو دی تو اسکی تصدیق ہو گی اور اگر قبض دین کیواسطے وکیل کیا تو تصدیق نہو گی اسواسطے کہ وکیل نے دونوں موضع میں اس امر کی حکایت کی جسکے استیناف کا مالک نہیں وکیل
بقبض ودیعت نفی ضمان کی اپنی ذات سے حکایت کرتا ہے لہذا اسکی تصدیق ہو گی اور وکیل بقبض دین جا کی ضمان ہے موکل پر تو اسکی تصدیق نہو گی انتہی ملخصا کذا فی المنح وضمن بالتعدی
وہذا الحکم عام فی الامانات ضمان ہو گا شریک پر بسبب تعدی کے اور یہی حکم امانات کا یعنی امانت میں ضمان نہیں بتعدی فی الخانیۃ لتقلیدہا ان کان تصحیح فلو قال لا تتجاوز خوارزم فجاوز ضمن حصۃ شریکہ
اور خانیہ میں ہے کہ مقید کرنا شرکت کا ساتھ مکان کے صحیح ہے تو اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا کہ خوارزم سے آگے نہ بڑھنا پھر وہ بڑھ گیا اور مال تباہ ہوا تو ضامن ہو گا اپنے شریک کے حصہ کا بسبب تعدی
کے وفی الاشباہ نہی احدہما شریکہ عن الخروج وعن بیع النسیئۃ جاز اور اشباہ میں ہے کہ ایک شریک نے منع کی اپنے شریک کو شہر کے باہر جانے سے اور ادھار بیچنے سے تو بھی جائز ہے یعنی اگر اسکے خلاف کیگا
اور مال تلف ہو گا تو ضامن ہو گا کما لو ضمن الشریک شیئا او مفاوضۃ بحر بہو وعملا نصیب صاحبہ علی المذہب القول بخلافہ غلط کما فی وقف الخانیۃ ویکفی فی الودیعۃ خلافا للاشباہ
فیما سیجیء ضامن ہوتا ہے شریک اپنے شریک کے حصہ کا خواہ شرکت عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی البحر اپنے مرجانے سے بلا بیان یعنی اگر ایک شخص مر گیا اور اسنے اپنے شریک کے مال کا جو اسکے پاس تھا حال
نہ بیان کیا تو ضامن ہے بنا بر مذہب صحیح کے اور قول اسکے مخالف یعنی عدم ضمان کا قول غلط ہے کما فی وقف الخانیۃ اور کتاب الودیعۃ میں اسکی تصریح آویگی بخلاف اشباہ کے اور اشباہ کی کتاب الامانات
میں ہے کہ المتفاوض جب گیا اور اسنے بیان کیا اس مال کا جو اسکے پاس ہے تو ضامن نہیں جو صاحب اشباہ نے کہا کہ صاحب اشباہ کا کلام مبنی علی الغلط ہے فی فروع مسائل متفرقۃ شارح کے فی المحیط

فھو وقع ما ذکرنا من المسائل الاولی نساہ عن البیع لنسیئۃ فباع فاجبت نفاذہ فی حصتہ وتوقفہ فی حصۃ شریکہ فان اجاز فالربح لھما محیط یعنی ہر گاہ دونون ساجھیون مین سے پہلا ساجھی ہے کہ ایک شریک نے دوسرے کو ادھار بیچنے سے منع کیا سو شریک نے ادھار بیع کی تو یہ بیع جواب دیا بیع کے نافذ ہونیکا اسکے حصہ مین رہا تو وہ بیع اسکے شریک کے حصہ مین موقوف رہیگی اگر شریک اپنے حصہ کی بیع کو جائز رکھیگا تو نفع اسکا دونون کے واسطے ہے یعنی اگر جائز رکھیگا تو اسکے حصہ کی بیع باطل ہوگی ثانیۃ نہاہ عن الاخراج فخرج ثم بیع فاجبت انہ غاصب حصۃ شریکہ بالاخراج یعنی ان لا یکون الربح علی الشرط الا التہی قلت نفاذہ فساد الشرکۃ فھو دوسرا مسئلہ یہ ہوا ایک شریک نے دوسرے کو منع کیا مال کو شہر کے باہر لیجانے سے سو شریک باہر نکلا یعنی مال لیکر پھر اسکو منفعت حاصل ہوئی تو یہی جواب دیا کہ وہ اپنے شریک کے حصہ کا غاصب ہو بسبب باہر لیجانے کے تو لائق یہ ہے کہ نفع موافق شرط کے شریک کو نہ ہو انتہی اقتضی اس جواب کا فساد شرکت ہے کذا فی النہر یعنی اسلئے کہ شرکت غصب کیطرف منتقل ہوئی وفیہ وتفرع علی کونہ امانۃ ما سئل قارئ الہدایۃ عمن طلب محاسبۃ شریکہ فاجاب لا یلزم بالتفصیل وشمل لفظہا والوصی والمتولی نہر وقضاۃ زماننا لیس لہم قصد بالمحاسبۃ الا الوصول الی سحت الحصول ور سفر الفائق ہین ہر او متفرع ہوا مال شرکت کے امانت ہونے پر وہ مسئلہ جسکا سوال قاری ہدایہ سے ہوا ہے کہ جو شخص اپنے شریک سے محاسبہ طلب کرے تو قاری ہدایہ نے جواب دیا کہ شریک پر جواب دینا بالتفصیل لازم نہ کیا جائیگا یعنی جو شریک امین ہو تو نفع نقصان امین کا قول اسکا مع الیمین معتبر ہوگا اور شریک کے مانند مضارب و یتیم کا وصی اور متولی وقف ہو کذا فی النہر اور ہمارے زمانے کے قاضیون کو حساب لینے سے سوائے حرام ملنے کے مطلب نہیں ہے کہا یہ شبیہ عبارت نہر الفائق کی ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ نہر کو نہ لاتا کیونکہ لفظ فی کافی ہوا و آخر میں لفظ نہی لکھتا و الفعل فی تسمی شرکۃ صنائع واعمال وابدان و ایاشرکۃ تقبل ہے اور اسکو شرکت صنائع اور شرکت اعمال و شرکت ابدان بھی کہتے ہین ہم شرکت تقبل اسواسطے کہتے ہین کہ ایک شریک عمل کو قبول کرتا ہے اور دوسرے شریک کیطرف سے ایسا ہوا اور شرکت صنائع اسواسطے کہتے ہین کہ اہل حرفہ یہ شرکت باہم کرتے ہین شرکت اعمال و ابدان اسواسطے کہتے ہین کہ دونون شخص اپنے ابدان سے عمل کرتے ہین غالبا اگرچہ دونون کو عمل کرنا لازم نہیں ان اتفق صانعان خیاطان او خیاط وصباغ فلا یلزم اتحاد صنعۃ ومکان علی ان یتقبلا الاعمال التی یمکن استحقاقہا یا شرکت تقبل ہوا اگر متفق ہوے دو اہل حرفہ یعنی دو درزی یا درزی و رنگریز اسپر کہ ان اعمال کو قبول کرین جنکا استحقاق ممکن ہے اور جنکا بیان آتا ہے اگر یہ شرکت صحیح ہوئی تو ثابت ہوا کہ اتحاد حرفہ اور اتحاد مکان کا لازم نہیں شرکت مین ہم اسکا استحقاق عمل کی قید سے ان اعمال کی شرکت نکل گئی جو غیر مستحق ہین عقد سے خیاطیہ لالی اور یہ ضرور ہو کہ عمل حلال ہو حرام اور عمل قبول کرنے میں دونون کا شرط نہیں بلکہ اگر ایک شخص کام لے اور دوسرا کام کرے ایک درزی کسی کا کپڑا لاوے اور قطع کرے دوسرا خیاط کو وہ سینے کیواسطے تو جائز ہو کذا فی الخلاصۃ ومنہ تعلیم کتابۃ وقرآن وفقہ علی المفتی بہ اور منجملہ عمل حلال جسکا استحقاق عقد سے ممکن ہے تعلیم کتابت اور قرآن و تعلیم فقہ ہے بموجب قول مفتی بہ کے جو متاخرین نے دیا اسپر فتوی ہوا کہ تعلیم پر اجرت لینا صحیح ہے بخلاف شرکۃ دلالین ومغنین وشہود محاکم وقراء مجالس تعازی و عاظ وسوال لان التوکیل بالسوال لا یصح قنیۃ واشباہ بخلاف دلالون کی شرکت اور گویون کی شرکت اور محکمہ کے گواہی کی شرکت اور مجالس ماتم کے قاریون کی شرکت اور واعظون کی شرکت اور سائلین کی شرکت کے اسواسطے سائلین کی شرکت جائز نہیں کہ سوال کرنے کیواسطے وکیل کرنا صحیح نہیں کذا فی القنیۃ والاشباہ شرکت دلالین اسواسطے صحیح نہیں کہ دلال کے عمل کا استحقاق بعقد اجارہ صحیح نہیں بلا اجارت کذا فی المجتبی اور مغنی یعنی گویون کی شرکت اسواسطے صحیح نہیں کہ غنا حرام ہے اور شرکت شہود اسواسطے جائز نہیں کہ گواہی پر اجرت لینا صحیح نہیں اور شرکت قرآن خوانون کی مجالس ماتم کے مکانون مین بطریق قرآن خوانی یعنی تیجہ وغیرہ کی یہ بھی صحیح نہیں اسواسطے کہ محل الاستحقاق نہیں اور شرکت واعظین کی بھی اسی سبب سے صحیح نہیں ہے جو تعزیت ہو اور ماتم ہو جو اموات کیواسطے ہوتا ہے کذا فی الخلاصۃ والکسب بینہما علی ما شرطا مطلقا فی الاصح لانہ لیس بربح بل بدل عمل فصح تقویمہ اور ہوگا کسب دونون شریکون کے درمیان جیسا انکی شرط ہے مطلقا قول اصح مین اسواسطے کہ کسب نفع نہیں بلکہ عمل کا بدلا ہے تو اسکی تقویم صحیح ہے اگرچہ عمل بالمناصفہ مشروط ہوا اور مال اثلاثا یعنی ایک ثلث ایک شریک کا اور دو ثلث دوسرے شریک کے تو بھی صحیح ہے باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ جو مال کسب سے حاصل ہوتا ہے وہ منفعت مین داخل نہیں اسواسطے کہ منفعت ہوتی ہے جنس کے اتحاد کے وقت یعنی جبکہ راس المال اور منفعت ایک جنس ہون اور حالانکہ یہان دونون مختلف الجنس ہین اسواسطے کہ راس المال یہان عمل ہے اور منفعت مال تو یہ مال عمل کا بدلا ہوا اور عمل تقویم پذیر ہے یعنی عمل قلیل کی تقویم مال کثیر سے صحیح ہے چنانچہ ایک شخص کو مزدور ٹھہرایا اجرت مثل سے زیادہ دیکر بخلاف شرکت اموال کے کہ تقسیم کی...

زیادتی منفعت کی صحیح نہیں بموجب قیاس کے چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی النہر وکل ما تقبلہ احدہما یلزمہما وعلی ہذا الاصل فیطالب کل واحد منہما بالعمل ویطالب
کل منہما بالاجرۃ ویبرأ دافعہا بالدفع الیہ ای الی احدہما اور جس کام کو ایک شریک قبول کریگا تو دونوں پر وہ لازم ہوجائیگا اور بموجب اسی قاعدے کے تو مطالبہ
عمل کا کیا جائیگا ہر شریک سے اور ہر شریک مزدوری کا مطالبہ کریگا اور بری الذمہ ہوگا مزدوری کا دینے والا ایک شریک کو دیکر والحاصل ان اجر عمل احدہما بینہما علی الشرط
ولو الآخر مریضا او مسافرا او امتنع عمدا بلا عذر لان الشرط مطلق العمل لا عمل القابل الا تری ان القصار لو استعان بغیرہ او استاجرہ استحق الاجر بزازیۃ اور جو مزدوری
ایک شریک کے کام کرنے سے حاصل ہوگی وہ دونوں میں منقسم ہوگی بموجب شرط کے اگرچہ دوسرا شریک بیمار ہو یا سفر میں ہو یا عمداً بلا عذر عمل سے باز رہا ہو اسواسطے کہ شرط
مطلق عمل ہے کسی شریک کا عمل ہو نہ بالخصوص قبول کرنے والے شریک کا عمل کیا تو نہیں جانتا کہ دھوبی اگر امداد چاہے غیر شخص سے یا کسیکو مزدوری لگائے تو اجرت کا مستحق
ہوگا کذا فی البزازیۃ واما الوجوہ ہذا رابع وجوہ شرکۃ العقد اور رہا شرکۃ الوجوہ ہے یہ چوتھی قسم ہے شرکۃ العقد کے اقسام کی ہم شرکۃ الوجوہ اسواسطے اسکا نام ہوا کہ ادھار
خرید کرنا بدون وجاہت کے نہیں ہوتا یعنی جس شخص کی وجاہت اور اعتبار لوگوں میں ہوتا ہے اسی کے ہاتھ ادھار بیچتے ہیں کذا فی المنح ان عقداہا بلا مال علی ان
یشتریا بوجوہہما ای بسبب جاہہما ویبیعا فتصح بالبیع یدفعان منہ ثمن ما اشتریا بالنسیئۃ وما بقی بینہما اور رہا شرکت الوجوہ ہے اگر دونوں شریکوں
نے ایجاب قبول کیا بدون مال کے اس شرط پر کہ دونوں شخص ایک قسم یا چند اقسام کی چیزیں خرید کریں اپنی وجاہت و اعتبار سے اور بیچیں سو بیچ جو حاصل ہو اس سے قیمت اسکی
دیں جسکو ادھار خرید کرلیا اور جو باقی رہے بعد ادائے قیمت کے دونوں میں منقسم ہو ہم شرکۃ الوجوہ یہ ہے کہ دو شریک ہوں نہ انکے پاس مال نہیں لیکن لوگوں میں انکی وجاہت ہے
سو دونوں کہیں کہ ہم شریک ہوئے اسپر کہ ادھار مول لیویں نقد بیچیں اس طور پر کہ جو حق تعالی نفع دے وہ ہمارے مابین منقسم ہو بموجب ایسی ہی شرط کے کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع
ویکون کل منہما من التقبل والوجوہ عنانا ومفاوضۃ ایضا بشرطہا السابق اور ہر ایک قسم تقبل اور وجوہ کی عنان ہوتی ہے اور مفاوضہ بھی موافق اپنی شرط سابق کے
ہم شرکت تقبل میں مفاوضہ اس طرح ہوگا کہ دونوں شریک لفظ مفاوضہ یا معنی مفاوضہ ذکر کریں اس شرط سے کہ دونوں اہل حرفہ اعمال کو قبول کریں رضامندی اعمال کے
برابر اور نفع اور نقصان میں بھی برابری ہے اور ہر شخص دوسرے کا ضامن ہو ملحقات شرکت میں اگر عمل اور اجرت میں کمی بیشی ہو تو شرکت عنان ہوگی اور شرکت وجوہ میں مفاوضہ
اسطرح ہوگا کہ دونوں شریک اہل کفالت ہوں اور جو چیز خرید کریں وہ دونوں میں نصفا نصف ہو اور ہر شخص اسکی نصف قیمت ہو اور نفع میں دونوں برابر ہوں اور لفظ مفاوضہ ذکر کریں
یا اسکے مقتضیات کو بیان کریں یعنی وکالت اور کفالت متحقق ہوگی اور اگر کوئی ان شرطوں میں سے فوت ہو تو شرکت عنان ہوجائیگی کذا فی العالمگیریۃ عن الفتح والمحیط واذا
اطلقت کانت عنانا اور اگر شرکت تقبل اور وجوہ مطلق ہے یعنی بلا ذکر مفاوضہ یا عنان تو عنان ہی ثابت ہوگی بسبب کثرت رواج عنان کے وتتضمن الشرکۃ کل من التقبل والوجوہ
الوکالۃ لاعتبارہا فی جمیع انواع الشرکۃ اور ہر ایک شرکت تقبل اور وجوہ وکالت کی متضمن ہوگی واسطے معتبر ہونے وکالت کے جمیع اقسام شرکت میں والکفالۃ
ایضا اذا کانتا مفاوضۃ بشرطہا اور ہر شرکت تقبل اور وجوہ کی ضمانت کی بھی متضمن ہوگی جبکہ شرکت مفاوضہ ہو موافق اسکی شرط کے خلاصہ یہ ہے کہ
شرکت مذکورہ میں وکالت کا ہونا بہر صورت ضروری ہے اور کفالت در صورت مفاوضہ والربح فیہما علی ما شرطا من مناصفۃ المشتری بنصفین او اثلاثا او مثالثۃ
لیکون الربح بقدر الملک لئلا یودی الی ربح ما لم یضمن بخلاف العنان کما مر اور شرکۃ الوجوہ میں نفع بقدر شرط شریکین کے ہوگا خرید کی چیزوں میں مناصفۃ ہو یا مثالثۃ
یعنی اگر دونوں شریکوں نے آدھوں آدھ خرید کی ہے تو نفع بھی آدھوں آدھ ہوگا اور اگر ایک شریک نے تہائی خرید کی اور دوسرے نے دو تہائیاں تو
اسکے موافق نفع ہوگا تا نفع بقدر ملک کے ہو تا اسکے نفع کی طرف نوبت نہ پہونچے جسکا یہ شخص ضامن نہیں بخلاف اس شرکۃ العنان کے جو
شرکۃ الاموال میں ہوتی ہے کہ اسمیں زیادتی نفع باوجود کمی مال کے جائز ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم خلاصہ یہ ہے کہ نفع شرکۃ الوجوہ میں تابع خرید کی چیز کے
اسواسطے کہ نفع بقدر ضمان کے ہوتا ہے اگر کوئی شریک شرکۃ الوجوہ میں زیادہ نفع شرط کریگا تو شرط باطل ہے تو نفع دونوں میں بقدر ضمان کے ہوگا پھر اگر ایک چیز
ادھار خرید کی اور ہر شخص مثلاً نصف نصف قیمت کا ضامن ہوا اور ایک شریک نے نصف سے زیادہ دو ثلث نفع شرط کرلیا تو یہ نفع اسکا ہوا جس کا

ضمان اسپر نہیں لہذا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی علی الدر وفی الدرر لا یستحق الربح الا باحدی ثلث بالمال او العمل او التقبل اور دررمین ہو کہ نفع کا استحقاق نہیں ہوتا
مگر بسبب ایک کے تین چیزون مین سے یا مال سے یا عمل سے یا قبول کرنے سے مال سے نفع حاصل ہوتا چنانچہ صاحب مال کو حاصل ہوتا ہو مضاربت مین اور عمل سے
نفع ہوتا چنانچہ مضارب کو ہوتا ہو اور قبول کرنے سے نفع ہوتا چنانچہ ایک شخص کان پر بیٹھا ہو اور لوگ اسکو سینے یا رنگنے کا کام دیتے ہین اور وہ اپنے شریک سے
کام کروا تا ہو تو نصف اجرت کا وہ مستحق ہو بسبب تقبل اور ضمان کے ان تین چیزون کے سوا نفع لینا شرع مین جائز نہین کذا فی الطحطاوی

فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ

یہ فصل ہو شرکت فاسدہ کے احکام مین شرکت فاسدہ وہ ہو جسمین صحت شرکت کی شرائط سے کوئی شرط نہو کذا فی العالمگیریہ لا تصح شرکۃ فی احتطاب
واحتشاش واصطیاد واستقاء وسائر المباحات کاجتناء ثمار من جبال وطلب معدن من کنز وطبخ اجر من طین مباح لتضمنہا الوکالۃ والتوکیل
فی اخذ المباح لا یصح صحیح نہین شرکت مباح لکڑی اور گھانس اور پانی لینے اور شکار کرنے اور باقی مباحات مین چنانچہ پہلون کا چننا پہاڑ پر سے اور
معدن کا طلب کرنا کنز سے اور اینٹ کا پکانا مباح مٹی سے بسبب متضمن ہونے شرکت کے وکالت کو اور چالانکہ مباح چیز کے لینے مین وکیل کرنا صحیح نہین ہو شرکت
بلا وکالت نہین ہو سکتی اور فی مباحات مین وکالت متصور نہین اسواسطے کہ توکیل عبارت ہو اثبات ولایت تصرف سے اس چیز مین جسمین موکل کا تصرف ثابت ہو سو یہان
حاصل نہین اسواسطے کہ موکل مباح چیز کا خود مالک نہین تو اپنی جگہ غیر کی اقامت کا کیونکر مالک ہوگا کذا فی الفتح معدن وہ ہو جسکی وضع بیدائشی ہو اور کنز وہ ہو جسکی
وضع بنی آدم سے ہوا ور کان دونون کو شامل ہو تو اگر شارح تعداد مباحات مین طلب معدن من کنز چابلی کہتا تو اچھا لگتا کے مانند تو مناسب تھا اسواسطے کہ کنز مباح نہین
نہ مباح اور اگر مٹی اور کنکر مملوک ہون اور دو شخص انکو خرید کر کے اینٹ اور چونہ پکاوین اور بیچین تو جائز ہو بعضی نے کہا یہ شرکۃ الوجوہ ہو اور فتح القدیر مین کہا کہ یہ شرکۃ الصنائع ہو
کذا فی الطحطاوی ما حصلہ احدہما فلہ وما حصلاہ معا فلہما نصفین ان لم یعلم ما لکل اور مباحات مین جو ایک شریک حاصل کریگا تو وہی اسکا مالک ہوگا
یعنی بسبب فاسد ہونے شرکت کے اور جبکہ دونون ساتھ ہی حاصل کرینگے تو وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا اگر معلوم نہو کہ ہر شخص نے کتنا حاصل کیا ہے اگر ہر ایک کی تحصیل
معلوم ہو تو اسکے موافق مالک ہونگے ہم فتاوی خیریہ مین ہو کہ عورت کا زوج اور بیٹا ایک گھر مین رہتے اور دونو علیحدہ کسب کرتے اور اصلات کسب کیا رکھتے ہین
اور نقاوت اور تساوی اور تمیز معلوم نہین تو وہ مال دونون مین برابر ہوگا اور اسیطرح چند بھائی اپنے باپ کی میراث مین سوداگری یا کھیتی کرتے ہین اور مال زیادہ
ہو تو برابر سب مین تقسیم ہوگا اگرچہ کام اور تدبیر مین متفاوت ہون ما حصلہ احدہما باعانۃ صاحبہ فلہ ولصاحبہ اجر مثلہ بالغا ما بلغ عند محمد وعند ابی یوسف لا یجاوز بہ
نصف ثمن ذلک قیل لعلہ قول محمد یوذن باختیارہ نہر وعنایہ اور مباحات مین جو ایک شخص نے حاصل کیا اپنے ساتھی کی مدد سے تو وہ چیز اسی شخص کی ہو اور اسکے ساتھی کیواسطے
اجرت ہو اسکی محنت کے مانند اجرت مثل کتنی کیون نہو چاہے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اس چیز کی نصف قیمت سے اجرت زیادہ نہوگی بعضون نے کہا مقدم لانا
فقہا کا محمد کے قول کو اسکے مختار اور مفتی بہ ہونے پر آگاہ کرتا ہو کذا فی النہر والعنایہ حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ قول محمد فتوی کیواسطے مختار ہو اور نہایۃ البیان مین ہو کہ
قول ابو یوسف استحسان ہو والربح فی الشرکۃ الفاسدۃ بقدر المال ولا عبرۃ بشرط الفضل فلو کل المال لاحدہما فللآخر اجر مثلہ کما لو دفع دابتہ لرجل لیوجر
والاجر بینہما فالشرکۃ فاسدۃ والربح للمالک وللآخر اجر مثلہ وکذلک السفینۃ والبیت اور شرکت فاسدہ مین نفع بقدر مال کے ہوا اور اعتبار نہین
زیادہ لینے کی شرط کا سو اگر سب مال ایک شریک کا ہو تو دوسرے شریک کو اسکی محنت کے مانند اجرت ملیگی چنانچہ ایک شخص نے اپنا جانور
ٹٹو یا بیل دوسرے مرد کو دیا تا اسکو کرایہ چلاوے اور اجرت دونون مین مشترک ہو تو یہ شرکت فاسدہ ہو اور تمام نفع مالک کا ہو اور دوسرے مرد کے
واسطے اجرت مثل ہو اور یہی حکم ہو ناؤ اور گھر کا قنیہ مین ہو کہ ایک شخص ناؤ کا مالک ہو اسنے اپنے ساتھ چار شخص شریک کیے اس شرط پر کہ
ناؤ کو چلاوین جو فائدہ ہو اسمین سے پانچوان حصہ مالک کا اور باقی چار ون مین برابر تو یہ شرکت فاسدہ ہو اور حاصل کا مالک صاحب کشتی ہو

اور اسپر چارون کی اجرت مثل ہو ولو لبیع علیہا البر فالربح لرب البر وللآخر اجر مثل الدابۃ ولو لاحدہما بغل وللآخر بعیر فالاجر بینہما علی مثل اجر البغل والبعیر نہر اور اگر ایک شخص نے اپنا جانور دوسرے کو دیا تاوہ اُسکے اوپر گیہون لاد کر بیچے تو نفع گیہون کے مالک کا ہی اور دوسرے کو جانور کی اجرت مثل ملیگی اور اگر ایک شخص کا خچر ہو اور دوسرے کا اونٹ تو اجرت دونون مین منقسم ہوگی خچر اور اونٹ کی اجرت کے مانند کذا فی النہر صاحب نہر نے کہا اسواسطے شرکت فاسد ہی کہ جانور کی منفعت مال شرکت ہونیکی لیاقت نہین رکھتی وتبطل الشرکۃ ای شرکۃ العقد بموت احدہما علم الآخر او لا لانہ عزل حکمی اور باطل ہوجاتی ہی شرکت یعنی شرکۃ العقد ایک شریک کے مرنے سے دوسرے شریک نے اُسکی موت معلوم کی ہو یا نہ اسواسطے کہ موت عزل حکمی ہی تو علم اسمین شرط نہین ہوتی ہے شرکت اسواسطے باطل ہوگئی کہ شرکت مین وکالت ضرور ہی اور موت سے وکالت باطل ہوجاتی ہی کذا فی المنح ولو حکما بان قضی بلحاقہ مرتدا موت سے شرکت باطل ہوتی ہی اگرچہ موت حقیقی نہو حکمی ہو اسطرح پر کہ ایک شریک کے ملحق دارالحرب بحالت ارتداد ہونے پر قاضی کا حکم ہوگیا ہو وتبطل ایضا بانکارہا وبقولہ لا اعمل معک فسخ اور شرکت باطل ہوتی ہی شرکت کے انکار سے اور یون کہنے سے کہ مین تیرے ساتھ کام نہین کرتا کذا فی الفتح وبفسخ احدہما ولو المال عروضا بخلاف المضاربۃ ہو المختار بزازیۃ خلافا للزیلعی اور شرکت باطل ہوتی ہی ایک شریک کے فسخ کر ڈالنے سے اگرچہ مال شرکت عروض ہو نہ نقد بخلاف مضاربت کے کہ وہ فسخ کرنے سے فسخ نہین ہوتی اگر مال عروض ہو اور یہی قول مختار ہی کذا فی البزازیۃ بخلاف زیلعی کے کلام کے ہم زیلعی کے کلام سے نکلتا ہی کہ جب مال عروض ہو تو فسخ جائز نہین ویتوقف علی علم الآخر لانہ عزل قصدی اور فسخ شرکت موقوف ہی دوسرے شریک کے علم پر اسواسطے کہ یہ عزل قصدی ہی نہ حکمی ہم نے طحطاوی سے کہا تینون طرح کا فسخ علم پر موقوف ہی یعنی فسخ انکاری اور اظہار عدم عمل کا فسخ اور فسخ صریح ویجنونہ مطبقا فالربح بعد ذلک للعامل لکنہ یتصدق بربح مال المجنون تاتارخانیۃ اور شرکت باطل ہوتی ہی شریک کے جنون مطبق ہونے سے اور فسخ شرکت کے بعد کا نفع عامل کیواسطے ہی لیکن وہ خیرات کریگا مجنون کے مال کی منفعت کو کذا فی التاتارخانیۃ ہم ظاہر شرکت فسخ ہونیکا حکم نہین بلا اطباق جنون اور اطباق جنون کی مدت ایک مہینہ ہی یا چھ مہینے علی اختلاف القولین کذا فی الطحطاوی ولم یزک احدہما مال الآخر بغیر اذنہ فان اذن کل فادیا معا اوجہل ضمن کل نصیب صاحبہ تقاصا او رجع بالزیادۃ اور زکوٰۃ نہ دے ایک شریک دوسرے شریک کے مال کی بدون اُسکے اذن کے پھر اگر ہر شریک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کا اذن دیا پھر دونون نے ساتھ ہی زکوٰۃ دی یا تقدیم و تاخیر معلوم نہوئی تو ہر شریک حصہ شریک ثانی کا ضامن ہے اور دونون باہم مجرا کرلین یا زیادتی کو پھیرلے یعنی اگر شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان مین دونون کا مال برابر ہو تب باہم مجرا کرلین اگر ایسی شرکت عنان ہو جسمین دونون کا مال کم وبیش ہو تو زیادہ مال والا مقدار زیادت کو شریک سے ضمان لیلے وان ادیا متعاقبا کان الضمان علی الثانی علم باداء صاحبہ اولا کما لو ادی بعد اداء المالک الزکوٰۃ او الکفارۃ اذا دفع للفقیر بعد اداء الامر بنفسہ لان فعل الامر عزل حکمی فلا یشترط العلم خلافا لہما اور اگر دونون شریکوں نے زکوٰۃ آگے پیچھے ادا کی تو دوسرے دینے والے پر ضمان ہوگا خواہ ثانی کو اپنے شریک کے ادا کرنے کا علم ہو یا نہو جیسے ادا زکوٰۃ اور کفارہ کا مامور جبکہ فقیر کو دے بعد ادا کرنے آمر کے بذاتہ خود ضامن ہوتا ہی اسواسطے کہ آمر کا فعل عزل حکمی ہی اور اسمین علم شرط نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے مذہب کے کہ اُنکے نزدیک ضمان نہین صورت عدم علم ہم درصورت نہ علم ثانی ادا کرنے والے پر ضمان نہ ہونیکی وجہ یہ ہی کہ اُسنے ادا کیا آمر کا امر یعنی فرض کا ساقط کرنا آمر پر ہے اسواسطے کہ جب آمر نے اول زکوٰۃ دی تو اسپر سے فرض ساقط ہوگیا پھر مامور کے دینے سے کچھ ساقط نہوا تو وہ آمر کا مخالف ہوا لہذا اُسپر ضمان لازم آیا خواہ اُسکو اُسکا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ آمر کے ادا سے مامور حکما معزول ہوگیا بسبب فوت محل کے اور یہ مختلف نہین ہوتا علم اور جہل سے جیسے بیع عبد کا وکیل موکل کے آزاد کردینے سے معزول ہوجاتا ہی اُسکو عتاق کا علم ہو یا نہو کذا فی المنح اشتری احد المتفاوضین امۃ باذن الآخر صریحا فلا یکفی سکوتہ لیطاہا فہی لہ بلا شیٔ لتضمن الاذن بالشراء للوطی الہبۃ اذ لا طریق لحلہ الا بہا لحرمۃ وطی المشترکۃ وہبۃ المشاع فیما لا یقسم جائزۃ وقالا یلزمہ نصف الثمن ایک شریک متفاوض نے لونڈی خرید کی دوسرے شریک کے صریح اذن سے تو کافی نہوگا چپ رہنا اسواسطے خرید کی تاکہ اُس سے قربت کرے تو وہ لونڈی اُسکی ملک خاص ہوگی نہ شرکت کی منفعت بلا کچھ مشتری ہوگی اسواسطے کہ وطی کے واسطے خرید کا اذن دینا ہبہ کو متضمن ہی اسواسطے کہ وطی کے حلال ہونیکا کوئی طریقہ نہین سوا ہبہ کے بسبب حرام ہونے مشترک لونڈی کی وطی کے اور ہبہ مشاع کا اُس

اور صحیح یہ ہے کہ تقسیم نہیں ہو سکتی جائز ہوا اور صاحبین نے کہا کہ شریک یا مشتری کو نصف قیمت دینا لازم ہو وللبائع والمستحق اخذ کل منہما بعقرہا لتضمن المفاوضۃ
للکفالۃ اور لونڈی کے بائع اور مستحق کو جائز ہو لونڈی کی قیمت اور اسکا مہر مثل لینا ہر شریک سے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے ضمانت کو ہم بیان کر چکے
مرتب ہو یعنی بائع ہر شریک سے قیمت اسکی لے سکتا ہو اور مستحق مہر مثل ومن اشتری عبدا مثلا فقال لہ آخر اشرکنی فیہ فقال فعلت ان قبل القبض لم یصح
وان بعدہ صح ولزمہ نصف الثمن وان لم یعلم بالثمن خیر عند العلم اور جسنے مثلا ایک غلام خرید کیا تو غیر شخص نے اس سے کہا کہ اسمیں مجھکو شریک
کرلے سو مشتری نے کہا کہ میں نے یہ کام کیا یعنے شریک کیا اگر یہ قول قبل قبض کے ہو تو صحیح نہیں ہو اگر بعد قبض کے ہو تو صحیح ہوا اور اسکو نصف قیمت لازم ہوا اور اگر دوسرے کو
قیمت معلوم نہیں ہو تو جب اسکو قیمت معلوم ہو اسوقت چاہے لے چاہے نہ لے اور قبل القبض شرکت اسواسطے صحیح نہوئی کہ بیع منقول کی قبل القبض جائز نہیں ولو قال
اشرکنی فیہ فقال نعم ثم لقیہ آخر وقال مثلہ فاجابہ بنعم فان کان القائل عالما بمشارکۃ الاول فلہ ربعہ وان لم یعلم فلہ نصفہ لانہ طلب
شرکتہ فی کاملہ حینئذ فخرج العبد من ملک الاول اور اگر غیر شخص نے کہا کہ مجھکو شریک کرلے مثلا غلام کی خرید میں سو مشتری نے کہا ہاں تجھکو شریک کیا پھر مشتری کو
دوسرا شخص ملا اور اسنے بھی مانند اسکے کہا یعنے شرکت کی درخواست کی اور جواب پایا کہ ہاں تو بھی شریک ہو تو اگر قائل ثانی مشارکت شخص اول کی جانتا ہو تو وہ چوتھائی کا
مالک ہوا اور اگر اسکو مشارکت کا علم نہیں یعنی نصف کا مالک ہوگا اسواسطے کہ قائل ثانی کو پوری غلام کی شرکت مطلوب ہو اور اسوقت میں غلام کل جاتا رہا اول کی ملک سے
قائل ثانی درصورت علم مشارکت اسواسطے چوتھائی کا مالک ہوگا کہ اسکا اول سے نصف غلام قائل اول کا ہو گیا تھا اور نصف مشتری کا تو اسکا جواب اول سے مشتری
مشارکت نہیں کر سکتا مگر اپنے نصف میں یعنی نصف النصف کی بیع ہوا اور قائل ثانی درصورت عدم علم مشارکت اسواسطے نصف کا مالک ہوگا کہ قائل ثانی کو عبد کامل میں شریک ہونا
مطلوب ہو حالانکہ اسکا اول سے نصف عبد میں قائل اول کو شریک کر چکا اور نصف باقی قائل ثانی کا ہوگا اب مشتری اول کی غلام میں کچھ بھی ملکیت باقی نہیں رہی کذا
فی الفتح ما اشتریت الیوم من انواع التجارۃ فہو بینی وبینک فقال نعم جاز اور جسنے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو میں آج خرید کروں تجارت کی قسم سے سو وہ مجھ میں اور
تجھ میں مشترک ہو سو دوسرے نے کہا ہاں تو یہ جائز ہو کذا فی الاشباہ ذکرہ ... اور وقت شراء ... نہیں اور ایک شخص دوسرے کا حصہ بیع نہیں کر سکتا بدون اسکی اجازت
اسواسطے کہ دونوں حصے مانند دیگر شخص کے ہیں بیع میں کذا فی الخلاصۃ وفیہا تقبل ثلثۃ عملا بلا عقد شرکۃ فعملہ احدہم فلہ ثلث الاجر ولا شئی للآخرین اور اشباہ میں ہو کہ
تین شخصوں نے ایک کام کرنا قبول کر لیا بلا عقد شرکت سو ایک شخص نے وہ عمل پورا کر دیا تو اسکو تہائی مزدوری ملیگی اور باقی دو شخصوں کو کچھ نہ ملیگا اور چونکہ وہ باہم شریک نہ تھے
تو ہر شخص پر ثلث عمل لازم تھا اسواسطے کہ ہر شخص پر تہائی کام تہائی مزدوری کے عوض مستحق تھا سو جب ایک شخص نے پورا کام کر دیا تو وہ ثلث عمل کے اپنے بطور تبرع
کے کیے لہذا مستحق مزدوری کا ہوگا ابن وہبان نے کہا یہ حکم باعتبار قضا کے ہی لیکن باعتبار دیانت کے اسکو پوری مزدوری دینا مناسب ہو جبکہ انہوں نے کام لیا اور بطور ...
ہو اسواسطے کہ ظاہر حال عامل یہ ہو کہ اسنے تمام کام اسلئے کیا کہ پوری مزدوری پاویگا ... مسائل ملتقطہ شتی ... القول لمنکر الشرکۃ ... قول معتبر شرکت کے منکر کا ہو
اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا شریک مفاوضہ ہو اور ... مال ... منکر ہو تو منکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوا اور ...
... لازم ہو کذا فی الفتح ... الورثۃ علی المفاوضۃ ... وارث شرکت مفاوضہ ...
... کہ انکے گواہ نہ لاویں کہ مال مشترک شریک زندہ کے پاس تھا ... کی زندگی میں ... مال نہیں بلکہ حکم یہ کہ مال ہلاک
ہو گیا ہو تو اسکا بیان ضرور لازم ہو کہ یہ مال مشترک ہو ... نصف مال کا حکم ہوگا ... علی الارث ... وارث گواہ لاویں میت کی
وراثت پر اور شریک زندہ نے گواہ گذرانے شرکت مفاوضہ پر ... تو شریک زندہ کو وہ مال ... کا دیا جاویگا ... الشریکین ... الآخر ...
وارادا القسمۃ فقال ... القول ... المال فی یدہ ... ایک شریک نے ... دوسرے شریک ... کسی شریک نے ... تو بعض مال کے ... کہا کہ میں نے تو
ہزار درم قرض لیے تھے یعنی شرکت میں جو قسمت ہو تو اسکا قول معتبر ہوگا اگر مال اسکے ہاتھ میں ہو ہم اور دوسرے کو ہزار درم لینا جائز ہو کذا فی ... شرح ... کہا فاقہم ...

کرنے کے بعد قبض مال کی شرط کی کچھ حاجت نہیں شرو اکریا فباعوا ثمرتہ ودفعوہ لاحدہم لیحفظہ فدسہ فی التراب لم یجدہ ضمن فقط چند لوگونے انگور کا باغ خرید کیا پھر اُسکا پھل بیچا اور اُسکی قیمت آپس مین سے ایک شخص کو دی حفاظت کے واسطے سونپی مال کو مٹی مین گاڑدیا پھر تلاش کیا تو مال نہ پایا تو اُسپے فقط قسم لیجائیگی یعنی ضمان اُسپر نہیں کیونکہ وہ امین ہو دفع لاخر مالا قرضہ نصفہ وعقد الشرکۃ فی الکل فشری الثانی متعۃ فطلب رب المال حصتہ ان لم یصبر لنفسہ انفذ المتاع بقیمتہ الوقت ایک شخص نے دوسرے کو کچھ مال دیا نصف کا اُسکو قرض دیا اور کل مال مین شرکت کا عقد کیا سو دوسرے شخص نے تجارت کا اسباب خرید کیا پھر مال کے مالک نے اپنا حصہ طلب کیا یعنی اپنا قرض مانگا کذا فی الطحطاوی اور اگر وہ مال بکنے اور نقد حاصل ہونے تک صبر کرے تو اسباب کو لے فی الحال کی قیمت سے یعنے وقت طلب قیمت سے لے خرید کی بموجب نہیں متاع علی دابۃ فی الطریق سقطت فاکتری احدہما دابۃ لنفسہ الآخر فہو متبرع کا لمتاع ونقصہ ضمن بحصتہ قنیہ وشخصون کا اسباب مشترک ایک جانور پر تھا راہ مین وہ جانور گر پڑا تو ایک شریک نے دوسرے شریک کی غیبت مین ایک جانور کرایہ کیا اسباب کے ضایع ہونے یا نقصان کے خوف سے تو اپنے شریک سے بقدر اُسکے حصہ کے کرایہ پھیر لے کذا فی القنیہ دابۃ مشترکۃ قال البیطار لاحدہما فکوہ بالحاضر لم یضمن اور ایک جانور مشترک بیمار ہو سالوتری نے کہا کہ اُسکا داغنا ضرور ہے سو داغ دلایا اُسکو شریک حاضر نے دوسرے شریک کی غیبت مین پھر جانور ہلاک ہو گیا تو حاضر پر ضمان نہیں کذا فی المنح دار بین اثنین سکن احدہما وخربت بسکناہ ضمن ایک گھر دو مین مشترک ہے امین ایک شریک نے سکونت کی اور وہ منہدم ہو گیا اگر اُسکی سکونت کے سبب سے منہدم ہو گیا تو ساکن پر ضمان ہے گھر مشترک غیر مقسوم مین شریک کو بقدر اپنے حصہ کے سکونت کرنا جائز ہے جدھر چاہے رہے اور مقسوم مین سوائے اپنے حصے کے سکونت جائز نہین کذا فی الطحطاوی طاحونۃ مشترکۃ فی الاحدہما لصاحبہ عمرہا فقال لہ العمارۃ تکفینی لا ارضی بعمارتک فعمرہا لم یرجع جواہر الفتاوی پنچکی مشترک ہے دو مین سے ایک شریک نے کہا اپنے دوسرے شریک سے کہ اُسکی مرمت تعمیر کر دو تو اُس نے کہا کہ یہی عمارت مجھکو کافی ہے مین تیری عمارت سے راضی نہیں ہون سو اُسنے اُسکی تعمیر کی تو وہ اپنے شریک سے عمارت کا خرچ نہیں لے سکتا کذا فی جواہر الفتاوی وھم طاحون مشترک ہے ہر چیز قسمت پذیر مراد ہو فی الاسراجیۃ طاحونۃ مشترکۃ انفق احدہما فی عمارتہا فلیس بمتطوع ولو انفق علی عبد مشترک او ادی خراج کرم مشترک فہو متطوع الکل من منح المصنف اور سراجیہ مین ہے مشترک پنچکی کی عمارت مین ایک شریک نے خرچ کیا تو وہ محسن نہین یعنی شریک سے اُسکے حصہ کے موافق لیگا اور اگر غلام مشترک پر خرچ کیا یا انگور مشترک کا خراج ایک شریک نے ادا کیا تو وہ محسن ہے یہ جمیع مسائل مذکورہ مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہین قلت ولعضا بطلان کل من اجبر ان لو فعل مع شریکہ اذا فعلہ احدہما بلا اذن فہو متطوع والا لا شامی کہتا ہے مین کہتا ہون اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ جس شخص پر اپنے شریک کے ساتھ کام کرنے کا جبر ہو سکتا ہو تو جب ایک شریک وہ کام کریگا دوسرے شریک کے بلا اذن تو وہ محسن ہے اور اگر اُس کام مین شریک پر جبر نہین تو فاعل محسن نہین ہے درصورت جواز جبر شریک فاعل قاضی سے نالش کرسکتا ہے تا قاضی زبردستی شریک ثانی سے وہ کام کرا دے پھر باوجود اسکے جبکہ اُسنے نالش نہ کی تو وہ تعمیر وغیرہ مین متطوع نہ ٹھہر یعنی محسن ہو الہذا شریک سے نصف خرچ کا دعوی نہین کر سکتا اور درصورت عدم جواز جبر اگر ایک شریک تعمیر وغیرہ کریگا بلا اذن تو محسن نہوگا کہ اب وہ اپنے مال بچانے کے واسطے مضطر ہے تو اپنے شریک سے نصف خرچ کا دعوی کریگا اور یہ قاعدہ جمیع فروع مذکورہ کو شامل ہے سوائے مسئلہ سراجیہ اور ظاہر جواہر الفتاوی کا مسئلہ مقدم ہے اسواسطے کہ قاعدہ کے اور نظائر کے موافق ہے یا سراجیہ کا مسئلہ اُس صورت پر محمول ہے جبکہ بحکم قاضی خرچ کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولا یجبر الشریک علی العمارۃ الا فی ثلث وصی وناظر وضرورۃ تعذر قسمۃ کسفل لکری نہر ومرمۃ قناۃ وبئر ودولاب وسفینۃ معیبۃ وحائط لا یقسم اساسہ فان کان الحائط یحتمل القسمۃ ویبنی کل واحد فی نصیبہ السترۃ لم یجبر والا اجبر کذا کل ما لا یقسم کحمام وخان وطاحون تمامہ فی متفرقات قضاء البحر والعینی وشرح الوہبانیۃ اور شریک پر عمارت کیواسطے زبردستی نہین ہوتی مگر تین صورتون مین وصی یتیم اور ناظر وقف اور تعذر قسمت کی ضرورت مین چنانچہ اصلاح نہر اور کاریز اور کنوئین اور رہٹ اور معیب کشتی کی مرمت اور اُس دیوار کی مرمت جسکی بنیاد تقسیم نہین ہو سکتی سو اگر دیوار قسمت کی محتمل ہو یعنی طویل ہو اور ہر شریک اپنے حصے مین پردہ کر سکتا ہو تو اُسکی مرمت مین شریک ثانی پر جبر نکیا جائیگا اور اگر دونون شریک نہین کر سکتے اور پردہ نہ ہو سکتا ہو تو شریک ثانی پر تعمیر کیواسطے جبر ہوگا اور یہی حکم ہے ہر ایک اُس چیز مین جو قسمت پذیر نہین چنانچہ حمام اور خانقاہ اور پنچکی اور پورا بیان اُسکا بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات اور عینی اور شرح وہبانیہ مین ہے فلو انہدم ہر کہ ایک دیوار مشترک ہو دو شخصون کے درمیان اور اُس پر چھپر وغیرہ کا بوجھ ہو کہ خوف ہو سقوط کا اور ہر ایک کا حصہ ہو سو ایک حصہ نے

دیوار کی مرمت طلب کی اور وہ دوسرا راضی نہیں ہوتا تو قاضی اہل بصیرت کو بھیجے کہ اسکو دیکھیں کہ اگر دونوں کا مرمت میں نقصان کا ضرر معلوم کرنے تو زبردستی ہے ۱۲ ادب القاضی للخصاف
میں ہے کہ چکی اور حمام اگر منہدم ہو کر جنگل ہو گیا تو اسکی تعمیر میں جبر نہیں ہے کیونکہ دونوں شریک تقسیم کر لیتے ہیں اگر عمارت قائم ہو اور کچھ منہدم ہو تو جو شریک مرمت کرتا ہے اس پر
زبردستی چاہیے اور اگر محتاج ہو تو دوسرا شریک مرمت کرے اور نصف خرچ اسپر دین ہوگا کذا فی الخلاصۃ ۱۲ وفی غصب المجتبیٰ زرع بلا اذن شریکہ فدفع الیہ شریکہ نصف البذر
یکون الزرع بینھما قبل النبات لم یجز وبعدہ جاز والرای فی قلعہ قبل النبات فیقاسمہ فیقلع من نصیبہ ویضمن الزارع نقصان الارض بالقلع ویطالب بنقصان الزرع ادب المجتبیٰ کی کتاب الغصب میں
ہے کہ زراعت کی بلا اذن شریک کے سوا شریک نے اسکو آدھا بیج دیا کہ کھیتی دونوں میں مشترک ہو اگر کھیتی جمنے سے پہلے بیج دیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ وہ چیز ابھی معدوم ہے اور
بعد کھیت جمنے کے جائز ہے اور اگر شریک غیر زارع نے کھیت کو اکھاڑنے کا ارادہ کیا تو اسکو باہم تقسیم کر لے پھر اسکو اکھڑوا لے اپنے حصہ سے اور زراعت کرنے والا نقصان زمین کا ضامن
ہے جو نقصان کہ اکھاڑنے سے ہوا اور کھیت کا نقصان زراعت کا ضامن ہے ۱۲ ... کما قال غیر شارح کا ہے اسواسطے کہ عبارت مجتبیٰ کی بالقلع پر منتہی ہو گئی چنانچہ
مجتبیٰ کے نسخ معتمدہ میں اسیطرح پایا ہے اور تصحیح شارح کی بابت ... ہے کہ ... شریک کے کھیتی کی ... وفی قسمۃ الاشباہ لا یجبر الشریک اذا
انہدم علی البناء مع الشریک فان احتمل القسمۃ لا جبر والا قسم والابنی ثم آجر لیرجع وتمامہ فی شرکۃ المنظومۃ المحبیۃ اشباہ کی کتاب القسمۃ میں ہے کہ مکان مشترک اگر منہدم ہو جائے
اور ایک شریک اسکی مرمت سے انکار کرے تو اگر وہ مکان قابل قسمت ہے تو اسکی تعمیر پر جبر نہیں کیا جائے گا اسکی تقسیم کر دیں گے یعنی دوسرا شریک اپنی خوشی سے ... اور اگر مکان قابل
تقسیم نہ ہو تو وہ شریک اسکو بنا دے یعنی قاضی کے حکم سے پھر اسکو کرایہ پر دے تا نصف خرچ حاصل کر لے اور پورا اسکا بیان منظومہ محبیہ کی کتاب الشرکۃ میں ہے وفیھا ۱۲ باع شریکہ
حصتہ لا آخر ولولا اذن شریکہ فیما عدا الخلط والاختلاط فھو ذلک البیع والتعاطی اور منظومہ محبیہ میں ہے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے شخص کو بیچا اگرچہ بلا اذن
شریک حاضر کے بیع کی ہو سوا صورت خلط اور اختلاط کے تو یہ بیع اور تعاطی جائز رکھی گئی ہم مسئلہ شرکۃ الملک کا ہے جو اول بیان کیا گیا ۱۲ ... اگر ایک شریک نے اپنا حصہ
حصتہ من فرس او باعاہ ذلک منہ للاجنبی ہلکا وکان ذا بغیر اذن الشرکاء فان شاء ضمنوا الشریک او من المشتری منہ علی ما قد رووا ۱۲ پھر یہ ... اگر ایک شریک
اگر اپنا حصہ گھوڑے میں سے بیچے دوسرے شخص اجنبی اس سے مول لے اور گھوڑا ہلاک ہو جائے اور یہ بیع بغیر اذن شریکوں کے ہوئی ہو تو ... اگر شریک ...
کو اختیار ہے کہ شریک سے ضمان لیں یا اس سے جس نے اسے خرید کیا ہے درصورت اذن شریکوں کے تضمین نہیں لے سکتے اور شریک پر ضمان اس صورت میں ہے جب اسنے
گھوڑا مشتری کو تسلیم کر دیا ہو اور اگر مشتری نے بلا تسلیم بائع اسکو لیا ہو تو فقط مشتری پر ضمان ہے کذا فی الحموی ۱۲ وان یکن کل شریکیہ اجر حصتہ حمام لآخر
آخرا وکان شخص منھما قد اذن لہ لذلک فی تعمیرہ والبناء فلا رجوع صاح للمستاجر فی ذا البناء علی الشریک الآخر اور اگر ہر شریک نے اپنا حصہ حمام دوسرے
کو اجارہ دیا ہو اور ایک شخص نے دونوں شریکوں سے اس مستاجر کو اسکی تعمیر اور بنانے کی اجازت دی ہو تو مستاجر کو جائز نہیں اس مرمت کا خرچ مانگنا دوسرے
شریک سے جسنے اجازت نہیں دی ہم جانتے ہیں کہ شارح نے حاشیہ پر یہ عبارت یہاں لکھی ہے قلت ظاہرہ انہ یرجع علی الآذن لکن ... اسکا ... یرجع بنصف
مانگتا ہوں کہ ظاہر کلام مذکور یہ ہے کہ مستاجر اذن دینے والے شریک سے مرمت کا خرچ لیگا انتہی یا تمام خرچ اس سے لیگا یا بقدر حصہ کے تو اسکو کسیقدر تامل ہے اور
شریک کا حصہ اجارہ بیچ دیا ہے ... کہا کہ یہی عبارت بعض نسخ دُرّمختار کے اندر مرقوم ہے اور آخر میں ہے انتہی منہ ہے تو یہ قرینہ ہے کہ یہ عبارت حاشیہ کی ہے اسواسطے کہ دونوں
مصنفین نے ... ہر کہ حاشیہ کے اختتام کے بعد منہ لکھتے ہیں ۱۲ لو واحد من الشریکین سکن فی الدار مدۃ من الزمن فلیس للشریک ان یطالبہ باجرۃ السکنی
ولا المطالبۃ بان یسکن مثل الاول ۱۲ الا انہ ان کان فی الحقیقۃ قبل لیطالبان بمہائی شہر کذا یجاب فافہم وع التشکیک اور شریکین میں سے ایک شریک
رہا گھر میں ایک مدت تک جو گذر گئی زمانہ سے تو دوسرے شریک کو کرایہ مانگنا جائز نہیں اور نہ اسکا اسکو مطالبہ ہے کہ اتنے ہی زمانہ وہ ساکن رہے برابر
لیکن اگر زمانہ مستقبل میں شریک سے مطالبہ سکونت کا بطور مہایاۃ کرے تو قبول کیا جائے اسکو سمجھ لے اور چھوڑ تشکیک کو اب چند مسائل شرکت فتاویٰ
عالمگیری سے نقل کرتا ہوں باپ اور بیٹے نے ایک حرفہ سے مال حاصل کیا اور پہلے انکے پاس کچھ مال نہ تھا تو یہ مال باپ ہی کا ہے اگر بیٹا اسکی عیال میں رہتا ہو اسلئے

کہ بیٹا مسکین ہو جائیگا اور اسیطرح اگر دو بیٹوں کے پاس مال نہو اور وہ دونوں اپنی سعی سے مال کثیر جمع کیا ہو تو وہ مال دونوں کا ہوگا ہر دو جدا جدا نکی معاون و مددگار ہو گی جاگیر
دو کا عالم پیشہ ہوگا تو اسکی بالکی یہی ہوگی دو شخصوں کا جو دونوں ایک شخص ہوا ہے جسکا سبب جدا ہو حقیقۃً ہوا تو وہ دونوں اسمیں مشترک ہونگے تو جب ایک شریک
دونوں میں سے کچھ حاصل کریگا تو دوسرا شخص بھی اسمیں شریک نہوگا اور جو دونوں شخصوں کا دو سبب جدا جدا ہے تو وہ مشترک نہیں تو اگر ایک شخص کچھ حاصل کریگا تو دوسرا اسمیں
شریک نہیں ہو سکتا ایک اونٹ دونوں میں مشترک ہے پھر ایک شریک اسپر کچھ لاد کر بستی سے چلا اپنے شریک کے اذن سے پھر اونٹ راہ میں گرپڑا سو شریک نے اسکو حلال کر ڈالا
تو اگر اسکی زندگی کی امید تھی تو وہ ضامن ہے اور اگر امید نہ تھی تو نہ اسی طرح اگر غیر شریک اسکو حلال کریگا تو بصورت امید ضامن ہے امید ہو یا نہو یہی فتح القدیر
اور یہی حکم ہوگا سب بکری چرانے والے کا کہ درصورت قطع امید حیات اسکے ذبح کرنے میں ضمان نہیں غیر شخص کے ذبح میں ضمان ہے مطلقاً طعام اور دراہم دو شریکوں
میں مشترک ہیں ایک شریک غائب ہے شریک حاضر نے پیچھے نصف طعام اور دراہم کو صرف کیا محمد نے کہا میں استحساناً کہتا ہوں کہ کچھ مضائقہ نہیں فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی
قول ہمارا مختار ہے اور کیل اور موزون مشترک سے اپنا حصہ لینا شریک کی غیبت میں جائز ہے ایک گھر دو شریک ہیں اگر ایک شریک چھت پر چڑھے تو دوسرا
اسکو روک نہیں سکتا جب تک کہ وہ اپنے حق میں متصرف ہو اگر ایک وارث نے ترکہ مشترکہ میں تجارت کی اور نفع حاصل کیا تو یہ نفع فقط اسیکا ہے ایک شخص نے دوسرے کو ایک
ہزار درہم قرض دئے اور کہا ہم میں تجارت کرو نفع میں ہم اور تم شریک ہیں پھر اسنے قرض پایا اور فائدہ حاصل ہوا تو تمام نفع مستقرض کا ہے نہ مقرض کا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الوقف

یہ کتاب ہے وقف کے احکام میں ہم مناسبت وقف کے ظاہر ہیں کہ دونوں میں انتفاع طبقات مقصود ہیں من جملہ اپنی اولاد یا محتاجوں کے اور عمل صالح کے اور ثمرہ ہے کہ بعد مرنے کے
بھی اسکا ثواب باقی ہے امام شافعی نے فرمایا کہ میری دانست میں اہل جاہلیت میں وقف نہ تھا یہ خصلت حمیدہ اہل اسلام میں جاری ہوئی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے سات باغ مدینہ میں وقف فرمائے اور خلیل الرحمن علیہ السلام کے اوقاف اب تک باقی ہیں اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے اوقاف مشہور ہیں کذا فی الاسعاف مناسبت
لاشرکۃ اور فعال عمرو معدہ ... ان ملکہ باقی فیہا لا غیرہ مناسبت وقف کی شرکت سے یہ ہے کہ مال میں غیر کا داخل کرنا ہے اپنے ساتھ مگر اتنا فرق ہے کہ اس کی ملک
شرکت میں باقی ہے نہ وقت میں ہم غیر کا ادخال شرکت میں تبع ظاہر ہے کہ شریک مالک کے ساتھ تصرف اور نفع میں داخل ہے لیکن اپنے ساتھ غیر کا داخل کرنا اقسام وقف
میں لازم نہیں بلکہ جبکہ اپنی ذات اور غیر پر وقف کرے تو اگر شارح صاحب نہر الفائق وغیرہ کی اتباع یوں کہتا کہ مناسبت وقف کی شرکت سے اس اعتبار سے ہے کہ مقصود
دونوں سے اس مال کا انتفاع ہے جو اصل مال پر زائد ہے لیکن شرکت میں اصل مال اور حاصل مال کی ملک باقی رہتا ہے اور وقف میں امام کے نزدیک اسکی ملک سے نکلتا ہے تو خوب
واضح تھا کذا فی الطحطاوی وہو لغۃ الحبس وقف لغت میں بمعنی حبس ہے یعنی بند کرنا اور روکنا ہے وہذا موقف الحساب اسی سے کہتے ہیں جہاں لوگ قیامت میں حساب کیلئے
محبوس ہونگے وقف مصدر ہے بمعنی موقوف اسلئے اسکی جمع اوقاف ہے وشرعا حبس العین علی حکم ملک الواقف والتصدق بالمنفعۃ ولو فی الجملۃ اور اصطلاح شرع میں وقف
عبارت ہے حبس کرنے عین شے وقف کرنے والے کی ملک کے حکم پر اور خیرات کرنی منفعت کے اگرچہ تصدق فی الجملۃ ہو یہ تعریف وقف کی امام کے مذہب پر شارح
نے قید حکم باتباع شرنبلالیہ زیادہ کی اور یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ بتصحیح قہستانی امام کے نزدیک رقبہ مملوک ہے وقف کا حقیقۃً نہ حکماً اور قید فی الجملۃ جواب ہے فتح القدیر کا
صاحب فتح القدیر نے کہا کہ تعریف وقف میں ترتی عبارت زیادہ کرنا چاہیے اور صرف منفعتہا الی من احب یعنی اسکی منفعت کا صرف کرنا جدھر چاہے اسواسطے کہ اغنیا
کیطرف صرف کرنا بلا قصد قربت وقف میں صحیح ہے بشرطیکہ اسکے آخر میں قربت ہو لیکن قبل انقراض اغنیا وقف ثابت ہے بلا تصدق اور بقدر زیادہ کرنے سے
تعریف صحیح ہو جاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ تصدق فی الجملۃ مراد ہے اور ہم صحیح کی عبارت دلالت کرتی ہے کہ اگر اغنیا پر وقف کرے تو جائز نہیں اسلئے کہ قربت نہیں
ہے ہاں اسکے کہ اگر اسکے آخر میں محتاجوں کے واسطے مقرر کرے تو قربت ثابت ہوگی فی الجملۃ کذا فی الحلبی فالاصح انہ عندہ جائز غیر لازم کالعاریۃ اور قول اصح
یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک وقف جائز ہے لازم نہیں مانند عاریت کے یعنی واقف کو ابطال وقف کا اختیار ہے وعندہما ہو حبسہا علی

حکم ملک اللہ تعالی و صرف منفعتہا علی من احب ولو غنیا فیلزم فلا یجوز لہ ابطالہ ولا یورث عنہ وعلیہ الفتوی ابن کمال و ابن الشحنۃ اور صاحبین کے
نزدیک وقف عبارت ہے عین کے حبس کرنے سے اللہ تعالی کی ملک کے حکم پر اور اسکی منفعت کے صرف کرنے سے جسپر چاہے اگرچہ موقوف علیہ غنی ہو پھر جب وقف
ملک سے خارج ہوا تو وقف لازم ہو گیا تو واقف کو اسکا باطل کر دینا جائز نہیں اور اسکا وارث اسکو وراثت میں نہ پاویگا اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے کذا صحح
ابن کمال و ابن الشحنۃ وسببہ ارادۃ محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحباب و بالآخرۃ بالثواب اور سبب وقف کا ارادہ کرنا ہے محبوب نفس کی اور پسندیدہ چیز کا دنیا میں دوستوں
کے ابرار اور آخرت میں ثواب حاصل ہونے سے یعنی بالنیۃ من اہلہا لانہ مباح بدلیل صحتہ من الکافر یعنی حصول ثواب وقف اس شخص کی نیت سے ہے جو اہل ہو نیت کا یعنی مسلم عاقل
بالغ اسواسطے کہ وقف کرنا مباح ہے بدلیل صحیح ہونے وقف کے کافر سے یعنی جبکہ کافر کا وقف فی نفسہ عبادت نہیں تو ثواب نہیں ہوگا نہ اصل وقف اور تحقیق کبھی واجب بالنذر فیتصدق
بہا او بثمنہا ولو وقفہا علی من لا یجوز لہ الاکل جاز فی الحکم والغی نادرہ و بہذا عرف صفتہا اور وقف کرنا کبھی واجب ہوتا ہے نذر کرنے سے تو چیز موقوف کو تصدق کرے
یا اسکی قیمت کو اور اگر اسکو وقف کیا اسپر جسکو نذر کو دینا جائز نہیں تو حکم میں وقف جائز ہوگا اور نذر باقی رہیگی اور اس تقریر سے صفت وقف کی معلوم ہو گئی ہم
صفت وقف کی یہ ہے کہ وہ مباح اور قربت اور فرض ہوتا ہے مباح وہ وقف ہے جو بلا قصد قربت ہو لہذا آدمی کا وقف صحیح ہے اور اسکو کچھ ثواب نہیں اور وقف
قربت بقصد عبادت تو وہ مسلم سے اور وقف فرض منذور ہے چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میرا فلانا آئے تو مجھپر اس گھر کا وقف کرنا مسافروں پر لازم ہے پھر اگر نذر کرنے والا اپنے حصول
وقوع پر وقف کریگا تو وقف جائز ہوگا لیکن نذر ادا نہوگی کذا فی البحر اور یہ خیال رہے کہا کہ اسکو تصدق کرے یا اسکی قیمت کو تو مسئلہ نذر بالوقف کو اس مسئلہ کے ساتھ مخلوط کر دیا
جبکہ صیغہ وقف کا نذر ہو جا لانکہ دونوں کا حکم مختلف ہے نذر بالوقف کا حکم تو ابھی معلوم ہو چکا اور صیغہ وقف کے نذر ہونے کا بحر الرائق میں یہ حکم ہے کہ اگر بحکم عرف یا قائل
کے پوچھنے سے وقف ثابت ہو تو وقف ہوا اور اگر کہدے کہ میں نے وقف کا ارادہ کیا تو وہ نذر ہے اسکو تصدق کرے یا اسکی قیمت کو اور اگر کچھ نیت نہو تو وہ میراث ہے کذا فی الطحطاوی
ملخصا وحکمہا مر فی تعریفہا اور حکم وقف کا گذر گیا اسکی تعریف میں ہم حکم یعنی اثر مرتب جو تعریف میں گذرا ہے کہ وہ تصدق ہے منفعت کا ومحلہ المال المتقوم اور وقف کا محل مال
متقوم ہے جو قابل وقف ہو طحطاوی نے کہا مال سے وہ مال مراد ہے جو واقف کا مملوک ہو وقف کرنے کے وقت تو اگر زمین کو غصب کر کے وقف کیا پھر اسکو خرید لیا یا مالک سے تو صحیح نہیں
ورکنہ الالفاظ الخاصۃ کارضی ہذہ صدقۃ موقوفۃ مؤبدۃ علی المساکین ونحوہ من الالفاظ کموقوفۃ للہ تعالی او علی وجہ الخیر او البر واکتفی ابو یوسف بلفظ موقوفۃ فقط
قال الشہید ونحن نفتی بہ للعرف اور رکن وقف کا الفاظ مخصوصہ ہیں چنانچہ یوں کہنا کہ میری زمین صدقہ موقوفہ دائمی ہے مساکین پر اور مانند ان الفاظ کے چنانچہ
یوں کہنا کہ یہ زمین اللہ کے واسطے موقوف ہے یا علی وجہ الخیر یا وجہ البر موقوف ہے اور ابو یوسف نے فقط بلفظ موقوف اکتفا کی ہے یعنی اگر اسیقدر کہے کہ زمین یا باغ
موقوف ہے بلا ذکر مصارف و بلا قید دوام تو کافی ہے صدر شہید نے کہا کہ ہم اسی کا فتوی دیتے ہیں بسبب عرف کے ہم الفاظ کو رکن اسواسطے کہا کہ اگر وقف مع اشارہ کے
بلا تلفظ تو وقف صحیح نہیں بالاتفاق کذا فی القہستانی اور شرح ملتقی میں ہے کہ طرفین کے نزدیک وقف صحیح نہیں جب تک اسکو اپنے ہاتھ سے نہ لکھے اور شاہدوں کو اسکے مضمون پر
گواہ کرے انتہی مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے کہ مجرد لفظ وقف بلا ذکر دوام اور جہت مصرف کافی ہے اور اکثر علما نے محمد رح کے قول پر فتوی دیا ہے یا اشتراط تسلیم میں
کذا فی الطحطاوی وشرطہ شرط سائر التبرعات کحریۃ وتکلیف اور شرط وقف کی وہ ہے جو باقی تبرعات کی شرط ہے چنانچہ آزادی اور تکلیف تو غلام اور صغیر اور
مجنون کا وقف صحیح نہیں وان یکون قربۃ فی ذاتہ اور شرط وقف یہ ہے کہ فی ذاتہ قربت ہو ہم تو مسلم یا ذمی کا وقف نصاری یا یہود کے معبد اور فقرا سے
اہل حرب پر صحیح نہیں اور غنی پر وقف کرنے میں قربت ہے اسواسطے کہ ذخیرہ میں ہے کہ تصدق علی الغنی میں ایک طرح کی قربت ہے کمتر قربت فقیر سے معلوما منجزا لا معلقا
الا بکائن شرط وقف کی یہ ہے کہ معلوم ہو نہ مجہول منجز ہو نہ معلق کسی شرط پر مگر معلق بشرط موجود جائز ہے ہم تو اگر اپنی کچھ زمین وقف کی بلا تعیین تو صحیح
نہیں یا یوں کہا کہ یہ زمین فقرا یا میرے قرابت والوں پر وقف ہے تو باطل ہے بسبب شک کے کذا فی العالمگیریہ اور اسیطرح وقف زمین سے تہنا اشجار صحیح
نہیں بسبب عدم تعیین کے وقف اور اگر بولا کہ اگر میرے بیٹا ہو تو میرا گھر وقف ہے مساکین پر تو صحیح نہیں بسبب تعلیق کے اور اگر یوں کہا کہ اگر یہ گھر میرا ملک ہو تو وہ

کہ وقت تکلم وہ گھر متکلم کا مملوک تھا تو وقف صحیح ہوگا اسواسطے کہ تعلیق تحقیقی شرط موجود پر ہے ولا مضافا ولا موقتا ولا بخیار شرط اور شرط وقف یہ ہی کہ مضاف نہو
اور موقت نہو اور خیار شرط نہو ہم اضافت وقف اسطرح کہ میرا گھر صدقہ ہے کل یا پرسوں چلپی نے کہا کہ عدم اضافت کو شرط وقف کی کہنا غلط ہے اسواسطے کہ بحر اور نہر میں
جامع الفصولین سے صحت اضافت منقول ہے ولا ذکر معہ اشتراط بیعہ وصرف ثمنہ لحاجتہ فان ذکرہ بطل وقفہ بزازیہ اور شرط یہ ہی کہ وقف کے ساتھ اسکے بیع کو اور اسکی
قیمت صرف کرنے کو اپنی حاجت میں ذکر نکرے اور اگر یاد کرکیگا یعنی اسطرح کہ یہ میرا وقف ہے لیکن اگر مجھکو حاجت ہوگی تو بیچکر میں اسکی قیمت صرف کرونگا تو
وقف اسکا باطل ہے کذا فی البزازیہ وفی الفتح لو وقف المرتد فقتل اومات او ارتد المسلم بطل وقفہ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر مرتد نے وقف کیا پھر وہ مقتول ہوا یا مر گیا
یا مسلم بعد وقف کرنے کے مرتد ہو گیا تو اسکا وقف باطل ہے ہم وقف مرتد میراث ہو جائیگا خواہ وہ مقتول ہو اپنے ارتداد پر یا مر جائے یا مسلمان ہو لیکن بعد اسلام کے اعادہ وقف
صحیح ہے اور مرتدہ کا وقف کرنا صحیح ہے اسواسطے کہ وہ مقتول نہیں ہوتی کذا فی البحر ولا یصح وقف مسلم او ذمی علی بیعۃ او حربی قیل او مجوسی اور صحیح نہیں وقف کرنا مسلم یا ذمی کا
معبد نصاری پر یا حربی پر اور بعضوں نے کہا یا مجوسی پر ہم معبد نصاری سے جمیع معابد کفار مراد ہیں معابد کفار کا وقف عہد اسلام میں باطل ہے اور اگر زمانہ جاہلیت میں
یعنے حربی ہونے کے وقت وقف کیا تو صحیح یہ ہے کہ معبد ذمی ہونے کے اُس سے تعرض نہیں کرینگے قول معتمد یہ ہے کہ مجوسیوں پر وقف جائز ہے کذا فی البحر وجاز علی ذمی
لانہ قربۃ حتی لو قال علی ان من اسلم من ولدہ او انتقل الی غیر النصرانیۃ فلا شیء لہ لزم شرطہ علی المذہب اور جائز ہے وقف کرنا ذمی پر اسواسطے کہ وہ قربت ہے لہذا اسکو
صدقہ اور نذر اور کفارہ دینا جائز ہے یہانتک کہ اگر نصرانی ذمی وقف کرے اس شرط پر کہ جو اسکی اولاد سے مسلمان ہو جائے یا نصرانیت کے سوا اور دین کیطرف
انتقال کرے تو اسکو حاصل وقف سے کچھ حصہ نہیں تو اسکی شرط لازم ہوگی بنا بر مذہب مختار کے اسواسطے کہ مالک کو اپنے تصرفات میں اختیار ہے کذا انفع الخصاف ویزال الملک
عن الموقوف بافراز مسجد لہ کما سیجیء او بقضاء القاضی لانہ مجتہد فیہ وصورتہ ان یسلمہ الی المتولی ثم یظہر الرجوع معین المفتی معزیا للفتح المولی من قبل
السلطان لا المحکم اور ملک واقف کی زائل ہوتی ہے موقوف سے ایک امر سے منجملہ چار امور کے مسجد کے جدا کر دینے سے چنانچہ عنقریب اسکا بیان آویگا یا اس قاضی کے
حکم کر دینے سے جو بادشاہ کی طرف سے مقرر ہے نہ محکم کے حکم سے حکم قاضی کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ زوال ملک مجتہدین میں مختلف فیہ ہے اور صورت اسکی یہ ہے کہ وقف
متولی کو وقف تسلیم کر دیوے پھر اپنا رجوع ظاہر کرے یعنی کہے کہ اب میں وقف نہیں کرتا کذا فی معین المفتی عن الفتح پھر قاضی بعد مرافعہ متولی کے لزوم کا حکم کرے ہم
مصنف نے لزوم وقف کو زوال ملک کر تعبیر کیا اسواسطے کہ زوال ملک کو لزوم وقف لازم ہے اور قضا کی احتیاج امام کے مذہب پر ہے اسواسطے کہ صحت وقف میں اختلاف نہیں
خلاف لزوم وقف میں ہے امام کے نزدیک لازم نہیں اور صاحبین کے نزدیک لازم ہے تو اسمیں بیع اور ارث نہیں اور ترجیح دلیل سے ہے اور انصاف یہ ہے کہ صاحبین کا مذہب قوی ہے اسواسطے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے اوقاف سے بکثرت استدلال کیا ہے اور ابو یوسف اول امام کے قول پر تھے پیچھے ہارون الرشید کے ساتھ حج کیا اور مدینہ طیبہ اور اسکے نواح میں
اوقاف صحابہ کرام کے دیکھے تو امام کے مذہب سے رجوع کیا اور لزوم وقف کا فتوی دیا خلاصہ یہ ہے کہ مشائخ نے صاحبین کے قول کو ترجیح دیکر فتوی دیا ہے علاوہ اسکے فقہا نے تصریح
کی ہے کہ جب قاضی نے رشوت لی تو اسکا حکم نافذ نہوگا اور ہمارے زمانہ میں قاضی رشوت سے خالی نہیں تو اسوقت میں لزوم وقف نہیں ہو سکتا مگر صاحبین کے قول پر کذا فی الطحطاوی
ویجیء ان البینۃ تقبل بلا دعوی اور آگے آویگا کہ گواہی مقبول ہے بلا دعوی یعنی اسواسطے کہ حکم وقف کا تصدق ہے محصول کا اور وہ حق تعالی کا حق ہے اور حقوق اللہ میں
قضا بالشہادۃ بلا دعوی صحیح ہے کذا فی الحلبی ثم ہل القضاء بالوقف قضاء علی الکافۃ فلا تسمع فیہ دعوی ملک آخر ووقف آخر ام لا تسمع افتی ابو السعود مفتی الروم
بالاول وبہ جزم فی المنظومۃ المحبیۃ ورجحہ المصنف ہنا عن الخلیل لابطالہ لکنہ نقل بعدہ عن البحر ان المعتمد الثانی وصححہ فی الفواکہ البدریۃ وبہ افتی
المصنف پھر کیا قضا بالوقف حکم ہے سب پر کہ اسمیں دوسرے مالک یا دوسرے وقف کا دعوی مسموع نہیں یا سب لوگوں پر حکم نہیں کہ دعوی مذکور مسموع ہے
ابو السعود مفتی روم نے قول اول یعنی عدم کا فتوی دیا اور یہی قول منظومہ محبیہ میں بیقین کیا اور اسکی ترجیح مصنف نے دی تاکہ وقف ابطال کے حیلوں سے محفوظ رہے
لیکن مصنف نے اپنی شرح میں اس کلام کے بعد بحرالرائق سے نقل کیا کہ قول ثانی یعنی جواز سماع دعوی معتمد ہے اور اسکی فواکہ بدریہ میں تصحیح کی ہے اور اسیکا فتوے

مصنف نے دیا ہو او بالموت اذا علق به ای بموته کا ذا مت فقد وقفت دار ی علی کذا فی الصحیح انه کوصیة تلزم من الثلث بالموت لا قبله ولو للوارث وان رده لکنه یقسم کالثلثین بالکت ائل ہوتی ہے واقف کے موت سے جبکہ وہ اپنی موت پر وقف کو معلق کرے اس طرح کہ جب میں مرجاؤں تو میں اپنے گھر کو فلانے پر وقف کیا تو صحیح یہ ہے کہ یہ وقف وصیت کے مانند لازم ہے تہائی مال سے بسبب موت کے نہ قبل اسکے اگرچہ واقف نے اپنے وارث کے واسطے وقف کیا ہو گو اسکے وارثوں نے اسکو جائز نہ رکھا ہو لیکن ثلث تقسیم ہوگا وارثوں پر دو ثلث کے مانند ظہیریہ میں ہے کہ ایک عورت نے گھر کو اپنے مرض الموت میں اپنے بیٹوں پر وقف کیا انکے بعد انکی اولاد پر اور انکی اولاد کی اولاد پر جب تک کہ نسل باقی رہے پھر انکے محتاجوں کے واسطے پھر وہ عورت مرگئی اور دو بیٹیاں اور ایک بہن وارث چھوڑ گئی اور بہن اسکے وقف کرنے سے راضی نہیں اور میت کا کچھ مال نہیں سوائے اس گھر کے تو وقف جائز ہوگا ایک ثلث میں اور دو ثلث میں جو دو ثلث وارثوں میں بقدر انکے سہام کے تقسیم ہونگے اور ایک ثلث وقف رہیگا تو اسکا جو کرایہ وغیرہ ہوگا وارثوں پر تقسیم ہوا کریگا بقدر انکے حصوں کے جب تک وارث زندہ رہینگے یعنی بیٹوں پر پھر انکی اولاد پھر اولاد کی اولاد واقفہ کی شرط کے مانند اور وارثوں کا اسمیں حق نہیں یعنی اسکی بہن کا یا اسکی اولاد کا انتہی بزازیہ کی عبارت یہ ہے قال الرجل فی مرضه وقفت علی بنی فلان فان مات ولدی فعلی ولدی ونسلی و لم تجز الورثة فهو ارث بین کل الورثة ما دام الابن الموقوف علیه حیا فان مات صار کله للنسل انتہی یعنی ایک شخص نے کہا کہ میری بیماری میں وقف ہے میرے فلانے بیٹے پر پھر جب بیٹا مرے تو اسکے ولد پر اور میری نسل پر اور وارثوں نے اسکو جائز نہ رکھا تو وہ ارث ہے سب وارثوں میں جب تک کہ ابن موقوف علیہ زندہ ہوگا پھر جبکہ مرجائیگا تو تمام میں نسل کیواسطے ہے انتہی النہر مختصراً صاحب بحر الرائق نے کہا کہ عبارت بزازیہ کی صحیح نہیں اسواسطے کہ ظاہر ہے کہ یہ ہوگا کہ دو ثلث ملک ہیں اور ایک ثلث وقف ہے اور اسکا محصول وارثوں پر تقسیم ہوگا جب تک وارث موقوف علیہ زندہ رہیگا شامی نے اس اعتراض کا جواب لکھا بنا بر ینکہ قول البزازیة انه ارث ای حکما فلا خلل فی عبارته فاعتبر الوارث بالنظر للغلة والوصیة وان ردها بالنظر للغیر وان لم تنفذ للوارث لانها لم تخلص له بل لغیره بعده فافهم تو بزازیہ کا قول کہ ثلث وقف کا ارث ہے محمول ہے ارث حکمی پر یعنی باوجود وقف ہونیکے تا حیات موقوف علیہ بمنزلہ میراث کے مقسوم ہوگا تو اب کچھ خلل نہ بزازیہ کی عبارت میں تو فقہا نے وارث کا اعتبار کیا بنظر محصول وقف کے اور وصیت کا اعتبار کیا اگرچہ وارثوں نے اسکو جائز نہ رکھا بنظر غیر کے گو وصیت جاری نہو وارث کیواسطے اسواسطے کہ وصیت یہاں محض وارث کیواسطے نہیں بلکہ غیر وارث کیواسطے بھی نافذ ہوتی ہے وارث کے بعد یعنی چونکہ وصیت فقط وارث کیواسطے خالص نہ تھی لہذا اسمیں دو اعتبار کی رعایت کی وارث کا اعتبار بنظر محصول کے کیا اور غیر وارث کا اعتبار بنظر وصیت کیا تا وصیت نافذ ہو کہا شامی نے کہ ظاہر نہیں اسواسطے کہ عبارت بزازیہ میں صریح ہے کہ تمام ملک میراث ہے جب تک ابن موقوف علیہ زندہ ہو اور اسکی موت کے بعد بالکل نسل کیواسطے ہو جائیگی و شارح کا جواب بات ٹھیک ہوسکتا ہے لیکن بنظر نسل نہیں ہوسکتا اسلئے کہ نسل کیواسطے ثلث ہونا سبب ارث کے فقط و قفهما فی صحته فی حیاته او بعد وفاته فی مرضه فانه جائز عندهم لکن عند الامام دام حیا ہو نذر بالتصدق بالغلة فعلیه الوفاء وله الرجوع ولو لم یرجع حتی مات جاز من الثلث یا ملک زائل ہوگی ہر دوں کیطرح اگر اسکو وقف کیا اپنی زندگی میں اور ابعد وفات اپنی کے ہمیشہ کو تو یہ جائز ہے امام اور صاحبین کے نزدیک لیکن امام کے نزدیک جب تک وہ زندہ ہو وہ تصدق محصول کی نذر ہے تو اسپر اسکا پورا کرنا لازم ہوا اور اسکو اختیار ہے رجوع کرنا بھی جائز ہے اور اگر اسنے رجوع نکیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو وقف جائز ہوگا ثلث مال سے جو واضح ہو کہ صاحبین کے نزدیک منافی لزوم نہیں فلیس لہ عند ہما الرجوع و ما ذکر والا قوم الی امر قاضی او غیرہ کما زعم الشیخ الرملی الدر لکونه القاضی لا یحیل الحکم الا بعد القاضی بل یجیز منظوره فیہ ہیں کہ تا ہمیشہ ان کو لوٹ معلق بالموت اور وقف مطلقا بات ہیں واقف کو رجوع کرنا جائز ہے جبکہ وہ زندہ ہو بالدراہم یا محتاج قاضی کے امر سے رجوع کرے یا سواے اسکے کذا فی شرح الملتقی الرملی تو قول کا کہ اگر وقف محتاج ہو تو قاضی اسکو فسخ کرے اگر وقف پر قاضی کی سجل ہوگئی ہو منظور فیہ یعنی مسلم نہیں ہم اسواسطے کہ فسخ قاضی کی حاجت نہیں بلکہ واقف خود فسخ کر سکتا ہے اور قاضی کی بھی کچھ حاجت نہیں اور جب قبل فسخ کے واقف کچھ تصرف نہیں کرسکتا اور نہ کسی کو فسخ کا مشورہ دینا جائز نہیں اسواسطے کہ امر الاول یہی ہے اور امام کا قول بھی فتوی نہیں دیا کذا فی المحیط وی لا یتم الوقف حتی یقبض لم یقل للمتولی لان تسلیم کل شیء بما یلیق به ففی المسجد بالافراز وفی غیره بنصب المتولی وتسلیمه ایاه ابن کمال اور وقف تمام نہیں ہوتا یہانتک کہ مقبوض ہو مصنف نے یوں نہ کہا کہ متولی کا مقبوض ہو اسواسطے کہ تسلیم ہر چیز کی اسکے لائق ہوتی ہے تو مسجد میں

تسلیم جدا کر دینے سے ہوتی ہی اور غیر مسجد مین متولی مقرر کرنے اور اُسکو تسلیم کر دینے سے ہوتی ہی کذا صحح ابن کمال و یفرز ملا یجوز وقف مشاع یقسم خلافا للثانی اور وقف تمام نہین ہوتا یہان تک کہ جدا کر دیا جاے تو جائز نہین ہی وقف کرنا مشاع قسمت پذیر کا بخلاف ابو یوسف کے ہم وقف کا جدا کر دینا قسمت کر کے مبنی ہی اشتراط قبض پر سوا امام محمد نے قبض کو شرط کیا ہی تو وقف مشاع یعنی غیر مقسوم کو جائز نہین کہا اور امام ابو یوسف نے قبض نہین شرط کیا تو وقف مشاع جائز رکھا اور خلاف ہی محتمل القسمۃ مین اور غیر محتمل القسمۃ کا وقف تو بالاتفاق جائز ہی سوا مسجد اور مقبرہ کے کہ اُسکا وقف باوجود عدم احتمال قسمت بھی تمام نہین بالاتفاق مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول کو لیا ہی اور مشائخ بخارا نے محمد کے قول کو لیا ہی اور خلاصہ و بزازیہ و ولوالجیہ و شرح مجمع اور تجنیس و غایۃ البیان مین کہا کہ مشاع مین امام محمد کے قول پر فتوی ہی کذا فی البحر ویجعل آخرہ لجہۃ قربۃ لا تنقطع ہذا بیان شرائط الخاصۃ علی قول محمد لانہ کالصدقۃ وجعلہ ابو یوسف کالاعتاق اور آخر وقف کا مقرر کیا جاے اُس جہت قربت کیواسطے جو منقطع نہو یعنی انجام کار وقف مو بد ہو کہ مساکین پر یعنی تسلیم اور افراز اور تابید بیان ہی وقف کی شرائط خاصہ کا محمد کے قول پر سیواسطے کہ وقف مانند صدقہ ہی اور ابو یوسف نے اُسکو اعتاق کے مانند قرار دیا ہی ہم ابو یوسف سے دو روایتین ہین ایک روایت یہ کہ تابید وقف ضرور ہی لیکن ذکر دوام شرط نہین یہی قول صحیح ہی اور دوسری روایت یہ ہی کہ دوام شرط نہین اور امام محمد کے نزدیک تصریح تابید ضروری ہی کذا فی الہدایۃ والفتح ملخصا و بنی کہا مصنف کا طرز بیان مناسب نہین اسواسطے کہ اول امام کے مذہب پر چلا کہ لزوم وقف نہین ہوتا مگر قضا سے پھر بیان شرائط مین محمد کے طور پر چلا حالانکہ فتوی صاحبین کے قول پر ہی لزوم وقف مین بلا قضا واختلف الترجیح والاخذ بقول الثانی احوط واسہل بحر فی الدرر وصدر الشریعۃ وبہ یفتی واقرہ المصنف اور محمد اور ابو یوسف کے قول کی ترجیح مختلف ہی اور ابو یوسف کا قول لینا احوط اور اسہل ہی وقف کی ترغیب کیواسطے اور درر غرر اور شرح وقایہ مین ہی کہ اسیکا فتوی ہی اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں اسکو ثابت کہا ہی واذا وقتہ بشہر او سنۃ بطل اتفاقا درر وعلیہ فلو وقف علی رجل بعینہ عاد بعد موتہ لورثۃ الواقف بہ یفتی فتح قلت جزم فی الخانیۃ بصحۃ الموقت مطلقا فتنبہ واقرہ الشرنبلالی اور جب وقف مین مہینا یا کچھ وقت بیان کیا تو باطل ہی بالاتفاق کذا فی الدرر اور جب بطلان موقت کے اگر وقف کیا ایک مرد معینہ پر تو اُسکی موت کے بعد واقف کے وارثوں کی طرف وقف عود کریگا اسی پر فتوی ہی کذا فی الفتح مین کہتا ہون اور خانیہ مین تفصیل کیا ہی صحت موقت کا مطلقا تو خبردار رہو اور ثابت کہا ہی اسکو شرنبلالی نے ہم مسئلہ وقف علی المعین بطلان موقت پر مبنی نہین ہوسکتا جبتک شخص معین پر وقف کرنا بالاتفاق باطل نہو حالانکہ ایسا نہین بلکہ یہ مسئلہ اُس پر مبنی ہی کہ ابو یوسف کے نزدیک تابید بطلان شرط نہین موقوف علیہ کی حیات تک وقف رہیگا اور بعد اسکے میراث ہوگا اور خانیہ مین ہی کہ کسی نے اپنے گھر کو ایک مہینا یا ایک برس یا وقت معین تک وقف کیا اور اسسے زیادہ کچھ نہ کہا تو جائز ہی اور وقف ابدی ہوگا انتہی تو اسکا قول یعنی عدم تابید اُس تفصیل کا مشعر ہی جسکو ہلال نے بیان کیا ہی کہ اگر وقت شرط کرے کہ بعد وقت وقف موقوف سے رجوع کرے تو وقف باطل ہی اور اگر یہ شرط نہین تو صحیح ہی تو خانیہ کی عبارت باطلاق نہین جیسکو شارح نے بیان کیا ہی مگر کیہ اطلاق وقت مراد رکھے اور توفیق عبارت کی یون ممکن ہی کہ بطلان موقت کا قول مطلقا محمد کے قول پر محمول ہی کہ اُنکے نزدیک تابید بلفظ شرط ہی اور صحت موقت مطلقا کا قول ابو یوسف کی اس روایت پر محمول جسمین مطلقا اشتراط تابید نہین اور قول بالتفصیل ابو یوسف کے اُس قول صحیح پر محمول ہی جسمین تابید معنوی ضروری ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولا یعار ولا یرہن فبطل شرط واقف الکتب الرہن کما مر فی الاشباہ پھر جب وقف باجتماع شرائط وارتفاع موانع تمام ہو تو مملوک نہین ہوتا اور تملیک اُسمین جائز نہین نہ عاریت دیا جاے نہ رہن تو کتابون کے وقف کرنے والے کو رہن کی شرط کرنا باطل ہی چنانچہ کتاب الاشباہ مین بیان کر چکا ولو سکنہ المشتری او المرتہن ثم بان انہ وقف او للصغیر لزم اجر المثل قنیۃ اور اگر وقف مین مشتری یا مرتہن بسا پھر ظاہر ہوا کہ یہ وقف ہی یا صغیر کا ملک ہی تو اُسپر اجرت مثل واجب ہی کذا فی القنیۃ ولا یقسم بل یتہایؤن الا عندہما فیقسم المشاع وبہ یفتی فاری الہدایۃ وغیرہ اور قسمت نہ کیا جاے وقف مستحقین مین بلکہ اہل استحقاق نوبت بنوبت اُس سے فائدہ لین مگر صاحبین کے نزدیک تو غیر مقسوم قسمت ہو اور اسیکا فتوی دیا ہی قاری ہدایہ وغیرہ نے اذا کانت القسمۃ بین الواقف وشریک المالک او الوقف الاخر اوناظرہ ان اختلف جہتہ وقفہا قاری الہدایۃ صاحبین کے نزدیک قسمت وقف مشاع صحیح ہی جبکہ قسمت ہو درمیان واقف اور اسکے شریک مالک کے یا دوسرے واقف یا اسکے ناظر کے بشرطیکہ جہت اُسکی وقف کی مختلف ہو کذا صحح قاری الہدایہ ہم فقیہ قاضی نے جبکہ دو دار وقف مشاع کا حکم کیا اور اُسکی قضا نافذ ہی اور نقض جائز نہوگی سوا اگر بعضے شرکا طالب قسمت ہون تو امام کے نزدیک قسمت نہوگی نوبت بنوبت استعمال کرنا چاہیے اور صاحبین کے نزدیک قسمت ہوگی کذا فی الفتح و اگر جہت وقف مختلف نہین

تو قسمت کی احتیاج نہیں اسلیے کہ دونون وقف کا مصرف متحد ہی ولو وقف نصف مشاعا کان للقاضی قسمتہ مع الواقف صدر الشریعۃ وابن الکمال وبعد موتہ لورثتہ
ذلک فیفرز القاضی الوقف من الملک ولہم بیعہ بہ افتی قاری الہدایۃ واعتمدہ فی المنظومۃ المحبیۃ اور اگر واقف نے آدھی زمین کا نصف وقف کیا جسکی کل کا وہ مالک ہو تو قاضی
اسکو تقسیم کرے باوجود واقف کے کذا صحح صدر الشریعۃ وابن الکمال اور واقف کی موت کے بعد اسکے وارثون کو تقسیم جائز ہی تو قاضی وقف کو ملک سے جدا کرے
اور وارثون کو نصف مملوک کا بیع کرنا جائز ہی اور اسیکا فتوی دیا ہی قاری ہدایہ نے اور اسی پر اعتماد کیا ہی منظومہ محبیہ مین من فروع المسائل تنبیہ ہر کہ جمع بین الوقف والملک
کی قسمت قاضی کو جائز نہیں مگر شرکا کی تراضی سے کذا فی النہر لا الموقوف علیہم فلا یقسم الوقف بین مستحقیہ اجماعا درر وکافی وخلاصۃ وغیرہا لان حقہم لیس فی العین
وبہ جزم ابن نجیم فی فتاواہ وفی فتاوی قاری الہدایۃ ہذا ہو المذہب وبعضہم جوزہا لکنہ جبکہ ان موقوف علیہم کے قسمت ہو تو وقف مقسوم ہوگا یا مستحقین کے باجماع
امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر والکافی والخلاصۃ وغیرہا اسواسطے کہ مستحقین کا حق عین وقف مین نہین بلکہ اسکے محاصل مین ہی اور اسیکا یقین کیا ہی ابن نجیم نے اپنے فتاوی مین
اور قاری ہدایہ کے فتاوی مین ہی کہ یہی مذہب ہی اور بعضے علمانے قسمت موقوف علیہم بین المستحقین جائز رکھی ہی ہم یہ قول غیر معتبر ہی کہ مخالف اجماع ہی کذا فی الطحطاوی ولو سکن
بعضہم لم یجد الآخر موضعا یکفیہ فلیس لہ اجرۃ ولا لہ ان یقول انا استعمل بقدر استعمالہ لان المہایاۃ انما تکون بعد الخصومۃ قنیہ اور اگر بعض مستحقین وقف مین سکونت کی
اور دوسرے مستحق نے ایسی جگہ نہ پائی جو اسکو کافی ہو تو اسکو اجرت لینا حق نہیں ہے جائز نہیں اور نہ اسکو یون کہنا جائز ہی کہ مکان وقف کو مین استعمال کرونگا جسقدر تو نے استعمال
کیا اسواسطے کہ مہایاۃ یعنی نوبت بنوبت استعمال کرنا نہیں ہوتا مگر بعد خصومت کے کذا فی القنیہ ہم طحطاوی کہا یہ خصاف کی عبارت ہی شارح نے قنیہ کی طرف منسوب کی نعم لو اخذہ کلہ
احدہم بالغلبۃ بلا اذن الآخر لزمہ اجر حصۃ شریکہ لو وقفا علی سکناہا بخلاف الملک المشترک لو معدا للاجارۃ قنیہ ہان اگر ایک مستحق نے تمام مکان وقف کو استعمال کیا
زبردستی بلا اذن مستحق ثانی کے تو ساکن پر بقدر حصہ شریک کے اجرت لازم ہوگی اگرچہ وہ مکان انہون کی سکونت کیواسطے وقف ہوا ہو بخلاف ملک مشترک کے کہ اسمین کرایہ
اجرت لازم نہیں اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے مہیا ہو کذا فی القنیہ قلت لو بعضہ ملکا وبعضہ وقفا یأتی فی الغصب بین کیا ہو اور اگر کچھ مکان ملک اور کچھ وقف ہو غصب مین بیان ہوگا
ویزول ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل وبقولہ جعلتہ مسجدا عند الثانی وشرط محمد والامام الصلوٰۃ فیہ بجماعۃ وقیل یکفی واحد وجعلہ فی الخانیۃ ظاہر الروایۃ اور زائل ہوتی ہی
ملک واقف کی مسجد اور عیدگاہ سے بواسطہ فعل کے یعنی علیحدہ کر دینے سے یا اس قول سے کہ مین نے اس مکان کو مسجد کر دیا ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور امام نے اسمین جماعت سے
نماز پڑھنا شرط کیا ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ ایک شخص کا بھی نماز پڑھنا کافی ہی اور خانیہ مین اسی قول کو ظاہر الروایہ کہا ہی ثم مسجد عند الثانی مطلقا وقت سے نزدیک امام
کے نزدیک حکم حاکم اور وصیت کرنا اسکے واسطے شرط نہین ہی اور ابو یوسف کے نزدیک مشاع کا مسجد کرنا جائز نہیں ہی محمد کے نزدیک تسلیم متولی شرط نہین مسجد کیواسطے عمارت بنانا شرط
نہیں اسواسطے کہ خانیہ مین ہی کہ ایک شخص کی زمین میدان ہو جسمین کچھ عمارت نہیں اور اسنے لوگون کو جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دیدی اگر دوام کا لفظ ذکر کیا لیکن بیت
دوام کی کی پھر وہ مرگیا تو وہ مکان مسجد ہو گیا اسمین میراث نہیں کذا فی النہر جسنے مسجد بنائی تو اسکی ملک موجود ہی جب تک مسجد کو اسکی راہ سمیت اپنی ملک سے جدا نہ کرے اسواسطے
کہ وہ خالص اللہ تعالی کیواسطے نہیں ہوئی بغیر جدا کر دینے کے تو اگر اپنے گھر کے درمیان مین مسجد بنا دی اور لوگون کو دخول اور نماز کا اذن دیا اگر اسکی راہ بھی شرط کی ہو تو سب کے نزدیک مسجد ہو گئی
والا امام کے نزدیک مسجد نہیں ہوئی صاحبین کے نزدیک مسجد ہو گئی اور راہ منجملہ حقوق مسجد ثابت ہو جاویگی بلا شرط اور نماز سے شرط ہوئی کہ امام اور محمد نزدیک تسلیم ضروری ہی اور مسجد مین جماعت سے
تسلیم ثابت ہوتی ہی بنا بر صحیح روایت کے امام اور محمد کے ساتھ اذان اور اقامت سے نماز جہری بھی شرط ہی تو اگر نماز سری بلا اذان اقامت ہوگی تو امام اور محمد کے نزدیک مسجد ثابت ہو گی
اور اگر ایک شخص کو امام اور موذن مقرر کیا تو اسکے تنہا نماز سے مسجد ہوگی بالاتفاق اور متولی یا قاضی یا اسکے نائب کی تسلیم سے مسجد ثابت ہوگی کذا فی النہر لیکن چونکہ خصاف اور دیگر
قضا مین ابو یوسف کا قول ارجح ہی لہذا مصنف نے اسکو مقدم کیا تنویر اور درر اور ملتقی کے مانند یعنی بمجرد قول مسجد ہو جاتی ہی کذا فی الطحطاوی فرع مسئلۃ شارح کا ارادہ اہل محلہ
نقض المسجد بنائہ احکم من الاول ان کان البانی من اہل المحلۃ لہم ذلک والا لا بزازیہ اہل محلہ کا مسجد کا توڑنا اور اسکے بنانا اسکا محکم تر اول سے اگر دوسرا بانی اہل محلہ سے ہو تو
جائز ہی اور نہیں تو نہیں جائز کذا فی البزازیہ واذا جعل تحتہ سردابا لمصالحہ ای المسجد جاز کمسجد القدس ولو جعل لغیرہا او جعل فوقہ بیتا وجعل باب المسجد الی طریق وعزلہ عن ملکہ

لا یکون مسجدا ولہم بیعہ ویورث عنہ خلافا لہما اور جبکہ مسجد کے نیچے تہ خانہ بنایا مسجد کے مصالح کیواسطے تو جائز ہے جیسے بیت المقدس کی مسجد کے نیچے ہے اور اگر تہ خانہ مصالح
مسجد کے سوا کسی اور کے واسطے بنایا گیا یا مسجد کے اوپر کوٹھری بنائی اور مسجد کا دروازہ راہ کیطرف کر دیا اور اسکو اپنی ملک سے جدا کر دیا تو مسجد ہو گی اور اسکو اسکی بیع جائز ہے اور اسکے بعد اسکا
وارث ہو گا بخلاف صاحبین کے مذہب کے ہم امام کا قول ظاہر ہے اسلیے مسجد نہ ہو گی کہ اسمین حق العبد باقی ہے اور جب حق العبد مسجد کے اعلیٰ یا اسفل یا جوانب مین باقی رہا تو وہ خالص اللہ تعالیٰ
کیواسطے نہو گی کذا فی الہدایۃ وعن البحر کما لو جعل وسط دارہ مسجدا واذن للصلوۃ فیہ حیث لا یکون مسجدا الا اذا شرط الطریق زیلعی چنانچہ ایک شخص نے اپنے گھر کے
درمیان مسجد بنائی اور اسمین نماز کا اذن دیا تو وہ مسجد نہو گی مگر جبکہ مسجد کیواسطے راہ بھی شرط کرے کذا فی الزیلعی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ من المصالح
اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیۃ فاذا کان ہذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرۃ
منہ ولا ان یجعل شیئا منہ مستغلا ولا سکنی بزازیہ اور اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کیواسطے کوٹھری بنائی تو ضرر نہیں اسواسطے کہ یہ منجملہ مصالح مسجد ہے اور اگر اس
مکان کا مسجد ہونا پورا ہو گیا یعنی فقط قول سے جیسر فتویٰ ہے یا اسمین نماز پڑھنے سے پھر واقف نے مسجد کے اوپر مکان بنانے کا ارادہ کیا تو منع کیا جائیگا اور اگر
کہیگا کہ یہی میری نیت تھی تو اسکی تصدیق نہو گی کذا فی التاتارخانیۃ پھر جب واقف کا یہ حال ہے کہ بنا نہیں سکتا تو غیر واقف کا بنانا کیونکر جائز ہوگا تو اسکا گرا دینا
واجب ہے اگرچہ عمارت مسجد کی دیوار پر ہو نہ چھت پر اور اسکا کرایہ لینا جائز نہیں ہے نہ یہ جائز ہے کہ منجملہ مسجد کے کوئی ٹکڑا مکان کرایہ یا سکونت کیواسطے مقرر کیا جائے کذا
فی البزازیۃ ہم کرایہ لینا بہر صورت جائز نہیں اگرچہ مسجد کی عمارت وغیرہ مین صرف ہو اور یہ جو بعض مسجد کا کرایہ لینا صاحب مسجد کیواسطے جائز کہا ہے وہ قول غیر صحیح ہے کذا فی البحر
ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعۃ وبہ یفتی حاوی القدسی اگر مسجد کا گرد و پیش منہدم ہو کر ویران ہو گیا اور اسکی کچھ حاجت
نرہی تو وہ بھی مسجد ہی باقی رہیگی امام اور ابو یوسف کے نزدیک ہمیشہ قیامت تک اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الحاوی القدسی یعنی اسکی ملکیت واقف اور اسکے وارثوں کیطرف عود
نہ کریگی اور اسکا نقل کرنا دوسری مسجد کیطرف جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مسجد ہے الی الدوام گو اسمین نماز پڑھے یا نہ پڑھے کذا فی المنح وفی الحاوی القدسی وعاد الی الملک ای ملک الباقی
او ورثتہ عند محمد اور مسجد منہدم ہو کر پھر ملک کی طرف عود کریگی یعنی بانی یا اسکے وارثوں کو اسکی ملک عائد ہو گی محمد کے نزدیک وعن الثانی ینقل الی مسجد آخر باذن القاضی …
دوسری روایت ہے کہ وہ منتقل ہو گی دوسری مسجد کیطرف قاضی کے اذن سے یعنی اسکا شکستہ اسباب قاضی کے اذن سے بیع ہو کر قیمت اسکی دوسری مسجد مین صرف ہو گی اور یہ روایت …
کی … کذا فی النہر ومثلہ فی الخلاف المذکور حشیش المسجد وحصیرہ مع الاستغناء عنہما اور خلاف مذکور یہین پر ہے کہ منہدم مسجد کی گھاس اور اسکی چٹائیان جب
اسکی حاجت نرہے یعنی شیخین کے نزدیک ملک بانی کیطرف عود نہیں کرینگی محمد کے نزدیک بانی یا واقف کی ملک کیطرف عود کرینگی وکذا الرباط والبیر اذا لم ینتفع بہما فیصرف وقف المسجد والرباط
والبیر والحوض الی اقرب مسجد او رباط او بیر او حوض الیہ تفریع علی قولہما دررا اور اسیطرح مسافر خانہ اور کنوان جبکہ لائق انتفاع کے نرہے تو صرف کیا جائیگا وقف مسجد
مسافرخانہ اور کنوئین اور حوض کا اس مسجد اور مسافر خانہ اور کنوئین اور حوض کیطرف جو اس سے قریب تر ہے یہ تفریع شیخین کے قول پر ہے کذا فی الدرر عبارت یہان بلا شرح ترتیب ہے یعنی وقف مسجد
اقرب مسجد کیطرف اور وقف مسافرخانہ اقرب مسافرخانہ کیطرف وعلی ہذا ہر ایک کا وقف اقرب جنس کیطرف صرف ہو … وقف ضیعتہ علی الفقراء وسلمہا للمتولی ثم قال لوصیہ اعط من غلتہا
فلانا کذا وفلانا کذا لم یجز لخروجہ عن ملکہ بالتسجیل فلو قبلہ صحت … قلت لکن سیجی فی فروع الاقضیہ … ومؤید زادہ ان للواقف الرجوع فی الشرط لو مسجلا اور درر مین ہے کہ ایک شخص نے زمین فقرا پر
وقف کی اور متولی کو سپرد کر دی پھر اپنے وصی سے کہا کہ اسکی آمدنی میں سے فلانے کو اتنا دینا اور فلانے کو اتنا تو صحیح نہیں ہے اسلیے کہ خارج ہو چکا موقوف واقف کی ملک سے تو حکم
مسجل سے اگر قبل حکم کے وصیت کیگا تو صحیح ہوگا میں کہتا ہوں لیکن آگے آویگا فتاویٰ مؤید زادہ سے منقول ہے کہ واقف کو شرط وقف مین رجوع کرنا جائز ہے اگرچہ وقف مسجل ہو گیا ہو
… عدم صحت … معلوم ہوا کہ شارح نے اسکی تحریر نہیں کی اتحد الواقف والجہۃ وقل مرسوم بعض الموقوف علیہ بسبب خراب وقف احدہما جاز للحاکم ان یصرف
من فاضل الوقف الاخر علیہ لانہما حینئذ کشیء واحد اگر واقف اور جہت متحد ہو اور بعض موقوف علیہ کا مرسوم تھوڑا ہو یا سالیانہ کم ہو گیا بسبب ویران ہو جانے احد الوقفین کے تو حاکم کو
جائز ہے کہ دوسرے وقف کی فاضل آمدنی سے وہ مرسوم پورا کرے اسواسطے کہ دونون وقف ایک کے مانند ہیں ہم مصنف نے اپنی شرح مین بحث کیا ہے … اور جہت کی اسطرح مثال دی ہے کہ ایک شخص نے

دو مسجدیں بنائیں اور ہر ایک کے مصالح کیواسطے علیحدہ وقف معین کیا تو اگر ایک مسجد کے امام یا مؤذن کا وظیفہ کم ہو گیا اسکی وقف کی ویرانی سے تو دوسری مسجد کے وقف کی فاضل آمدنی سے
انکو حاکم دے سکتا ہے انتہی علامہ نے توضیح کیا کہ اتحاد جہت کے اسطرح محمول کرنا کلام بزازی کے صریحاً مخالف ہے اسواسطے کہ بزازی نے اتحاد وقف اور جہت کی یہ مثال دی ہے کہ دو وقف ایک مسجد کے
ہوں ایک وقف اسکی مرمت کیواسطے اور دوسرا وقف اسکے امام اور مؤذن کیواسطے کذا فی البحر الرائق وان اختلف احدہما بان بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدا ومدرسۃ ووقف علیہما اوقافا
لا یجوز له ذلک اور اگر وقف اور جہت کوئی مختلف ہو اسطرح پر کہ دو شخصوں نے دو مسجدیں بنائیں یا ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا اور دونوں پر اوقاف مقرر کیے تو حاکم کو یہ
جائز نہیں کہ ایک کا محصول دوسرے پر صرف کرے ولو وقف ضیعتہ ببقرۃ واکرۃ وہم عبیدہ والحراثون صح استحسانا تبعا للعقار اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو مع بیلوں اور
کھیتی کرنے والے اپنے غلاموں کے ساتھ وقف کیا تو صحیح ہے بنابر استحسان کے زمین کی تبعیت سے اکرۃ بفتح اول وثانی جمع اکار ہے یعنی کاشتکار اور اسیطرح باقی آلات کاشتکاری کا وقف
کرنا زمین کے ساتھ صحیح ہے کذا فی شرح الملتقی وجاز وقف القن علی مصالح الرباط خلاصۃ ونفقتہ وجنایتہ فی مال الوقف ولو قتل عمدا لا قود وفیہ [illegible] بل تجب قیمتہ لیشتری بہا بدلہ
اور جائز ہے وقف کرنا غلام کا مسافر خانہ کے مصالح کیواسطے کذا فی الخلاصہ اور اسکا خرچ اور جنایت وقف کے مال میں ہے اور اگر وہ غلام مقتول ہو عمداً تو قصاص نہیں کذا فی البزازیہ بلکہ
قاتل پر اسکی قیمت دینا واجب ہے تا عوض اسکے دوسرا خرید کیا جاوے کما صح وقف مشاع قضی بجوازہ لانہ مجتہد فیہ فللحنفی المقلد ان یحکم بصحۃ وقف المشاع وبطلانہ لاختلاف الترجیح
واذا کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز الافتاء والقضاء باحدہما بحر ومصنف چنانچہ صحیح ہے وقف اس مشاع کا جسکے جواز پر قاضی کا حکم ہو گیا اسواسطے کہ وقف مشاع میں مجتہدین کا
اختلاف ہے تو قاضی حنفی مقلد کو جائز ہے کہ صحت وقف مشاع کا حکم کرے بسبب اختلاف ترجیح صحت اور عدم صحت کے اور جبکہ مسئلہ میں دو قول صحیح ہوں تو کسی ایک قول پر فتوی دینا
مفتی کو اور حکم کرنا قاضی کو جائز ہے کذا فی البحر وشرح المصنف [illegible] کوئی قول مفتی بہ نحو والاصح [illegible] عدول کرنا جائز نہیں اور جب ایک قول پر فتوی کیا قاضی حکم
کرے تو دوسرے قول پر فتوی دے اور حکم کرے کذا فی المحیط [illegible] وکما صح ایضا وقف کل منقول قصدا فیہ تعامل للناس کفاس وقدوم بل ودراہم ودنانیر
اور چنانچہ صحیح ہے وقف اس مال منقول کا بھی بالقصد بالتبع جس میں لوگوں کا عمل جاری ہو گیا یعنی جس منقول کا وقف کرنا مسلمین میں رائج ہو گیا جیسے کلہاڑی اور بسولہ
بلکہ درہم اور دینار ہم [illegible] ہتھیار کی صحت وقف میں [illegible] خلاف نہیں ہے اسواسطے کہ اسمیں احادیث اور آثار وارد ہیں بلکہ انکے غیر میں اختلاف ہے مشہور یہ ہے کہ امام کے نزدیک
وقف منقول کا بشرط رواج صحیح ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح نہیں اور مجتبی میں یہ منقول ہے کہ محمد جواز وقف منقول کے مطلقا اور ابو یوسف بشرط رواج اور ظاہر ہے کہ الفاظ [illegible]
دلالت کرتا ہے کہ وقف منقول [illegible] وقف کا رواج ہوا اور مفتی ابو سعود کے نزدیک انکا مقبول نہیں کذا فی [illegible] قلت بل ورد الامر للقضاۃ بالحکم بہ کما فی
معروضات المفتی ابی السعود [illegible] ویدفع ثمنہ مضاربۃ او بضاعۃ فعلی ہذا لو وقف کرا علی شرط ان یقرضہ لمن لا بذر لہ لیزرعہ لنفسہ فاذا ادرک اخذ مقدارہ ثم قرضہ
لغیرہ وہکذا جاز [illegible] میں کہتا ہوں کہ سلطان کا حکم قاضیوں کو صحت وقف دراہم و دنانیر کے حکم کرنے کا وارد ہے چنانچہ مفتی ابو سعود کی معروضات میں ہے اور
ہر چیز کیلی اور وزنی کے وقف کرنے کا [illegible] کیلی اور موزونی بیچی جاوے اور اسکی قیمت بطور مضاربت یا بضاعت کسیکو دیدی جاوے تو بموجب صحت وقف منقول کے اگر کوئی [illegible] گیہوں یا جو وقف
کرے اس شرط پر کہ متولی اسکو قرض دے اس مزارع کو جسکے پاس بیج نہیں ہے تاکہ وہ بوئے اپنے واسطے پھر جب اناج پختہ ہو تو اتنا اس سے لے لے پھر وہ اناج دوسرے محتاج مزارع کو قرض
دے اور اسیطرح ہمیشہ قرض دیا کرے اور [illegible] لیا کرے تو یہ جائز ہے کذا فی الخلاصۃ وفیہا وقف بقرۃ علی ان ما یخرج من لبنہا او سمنہا للفقراء ان اعتادوا ذلک رجوت ان یجوز
اور خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے گاے وقف کی اس شرط پر کہ جو اسکا دودھ اور گھی نکلے وہ فقیروں کو دیا جاوے اگر وہاں کے لوگ ایسے وقف کرنے کے معتاد ہوں تو مجھے
جواز کی امید ہے [illegible] وقدر وجنازۃ وثیابہا ومصحف وکتب لان التعامل یترک بہ القیاس لحدیث ما رآہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن بخلاف ما لا تعامل
فیہ کثیاب ومتاع وہذا قول محمد وعلیہ الفتوی اختیار اور صحیح ہے وقف کرنا دیگ اور جنازہ اور اسکے کپڑوں کا اور مصحف اور کتابوں کا اسواسطے کہ تعامل یعنی رواج مسلمین سے قیاس
متروک ہو جاتا ہے بدلیل حدیث کے کہ جسکو اہل اسلام اچھا جانیں وہ خدا کے نزدیک اچھا ہے بخلاف اس منقول کے جسکا رواج نہیں چنانچہ کپڑوں اور اسباب کا وقف
کرنا جائز نہیں یہ قول محمد کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الاختیار شرح المختار جنازہ [illegible] عبارت ہے [illegible]

نسخ ہوچکا ہے جا ہے ملا امیر نے کہا کہ وقف کتب کا مطلقاً جائز ہے اگرچہ صرف و نحو بلاغت کی کتابوں کا وقف میں قیاس یہ ہے کہ زیر کیا وقف جائز ہو نہ منقول کا اسواسطے کہ تابید
ہمیشگی وقف میں شرط ہے اور منقول ہمیشہ نہیں رہتا ہے فی البحر المحیط بتابع اور اسی کیا ہے بحر الرائق میں کشتی اور جہاز کو اسواسطے عدم جواز وقف میں یعنی سبب عدم عرف کے جیسے
کہا جاتا ہے اسمین جائز ہو گا وقف رائج ہو گیا ہو اسواسطے کہ جواز عرف پر ہے کما فی النہر پہونچا ہے وقف ہے فی البزازیہ جائز وقف ان کا سیلئے الفقراء فیدفع الیہم
یہ دو مسئلے اور براز یہ میں ہے کہ جائز ہو وقف کلون کا فقیرون پر سوا انکو بیچا جاوین جائز ہے پھر انکو دو پیچیرین سکے ہم یہ وقف عدم جواز وقف متاع سے مستثنیٰ ہے فی الدر وقف
مصحفاً علی اہل مسجد للقراءۃ القرآن ان یحصون جاز اور در بزازیہ میں ہے کہ وقف کیا مصحف کو اہل مسجد پر قرآن پڑھنے کیواسطے اگر اہل مسجد شمار کیے جاتے ہوں تو جائز ہے
تقسیم اہل ... ہے کہ دلالت عدم اور وقف جائز ہو لیکن ... شرح میں ہے اہل مسجد شرط نہیں ... وقف ... اور فیہ لا یکون ...
اور اگر مصحف کو وقف کیا مسجد پر تو جائز ہے اور اسمیں پڑھا جاویگا اور مخصوص نہ ہوگا اسی مسجد سے کذا فی البحر ... ایک مسجد ... دوسرے اہل محلہ
کو دینا جائز نہیں ... حکم نقل الکتب الموقوفۃ من محالہا للانتفاع بہا والفقہاء بذلک مشہورون فان وقفہا علی مستحقی وقفہ ... وان علی طلبۃ العلم ... مقرر کئی
فی خزانۃ ... لمکان انفی ... ہے معلوم ہو گیا نقل کرنا کتب موقوفہ کا ... فائدہ لینے کیواسطے اور فقہاء ... ہوا کرتا ہے اگر وقف
کتابوں کو وقف کیا اپنے وقف یعنی اپنی مسجد یا مدرسہ کے مستحقین پر تو ان کتابوں کا دوسری جگہ لیجانا جائز نہیں ... اگر مطلق طالب علموں پر وقف کیا ... اپنے
خزانہ میں ... ہے کہ جواز نقل ہے ... کذا فی النہر ... ہے کہ جواز نقل ...
اور دوسرے میں عدم جواز ... کہا کہ تقاضا کا ... کہ وقف ... لازم ہے ... نقل کرنا ... متعین ہو جاتا ہے
خصوصاً ... یا ... کا وارث ... مدرسہ کا امام ...
لئلا ... قوت کی آمدنی سے پہلے وقف کی مرمت شروع کیجائیگی ... عمارت ... نزدیک ہے جیسے مسجد کا امام اور مدرسہ کا مدرس
انکو دینا چاہیے ... اور فراش کو اسی طرح بقدر کفایت دینا چاہیے ... چراغ ... کا پانی اور بوریا ... کا
... موافق صرف کرنا واجب ہے اور ابتدا عمارت لازم نہیں ... تعمیر ... جس ...
... اگر مستحقین کی رضامندی ... وقف کی دیوارون کی سفیدی یا سرخ کرنا جائز نہیں اگرچہ ... شرط الواقف
... عمارت مقدم ہو اگرچہ ... اسکو شرط نکیا ہو اسلیے ... کہ وقف کا قصد یہ ہے کہ ... ہمیشہ صرف ہوتا رہے
اور ہمیشگی ... عمارت ... تو شرط عمارت کی اقتضاء ثابت ہوئی کذا فی المنح ... قطع الجہات للعمارۃ ان لم یخف ضرر بین فتح فان خیف ... کامام وخطیب وفراش
... الجابی فان عملوا زمن العمارۃ فلہم اجرۃ عملہم ... فقال فی البحر ... فلا ... الاشباہ ... قطع کیے جاوینگے ...
مستحقین ... اگر صریح ضرر کا خوف ہو ... اگر ضرر صریح کا خوف ہو جیسے امام اور خطیب اور فراش تو انکی تقدیم ہوگی ... انکو ... مشروط ... دیا
جائیگا ... اور تحصیلدار اگر عمارت کے زمانہ میں اپنے کام کریں تو انکو اپنے عمل کی اجرت ملیگی ... مشروط کذا فی البحر ... میں کہا کہ یہی ... خلافاً للاشباہ
... بقدر کفایت دیا جائیگا ... عن الذخیرۃ ... الناظر لہم مع الحاجۃ الی التعمیر ... المطالبۃ ... بالدفع ... والاشباہ ...
... اگر ناظر نے مستحقین پر صرف کیا باوجود حاجت تعمیر کے تو ضامن ہوا اور کیا ناظر مستحقین ... سکتا ہے ... حکم یہ ہے کہ ...
... دینے سے وما قطع للعمارۃ یسقط راساً اور جو حق مستحقین کا قطع ہوا عمارت کیواسطے وہ بالکل ساقط ہو جاتا ہے یعنی ... نہیں ہوتا
اسلیے کہ ... عمارت میں انکا کچھ حق نہیں ہے اگر سال آئندہ آمدنی حقوق سے فاضل رہیگی تو انکو بعوض سال گذشتہ ملیگی کذا فی الاشباہ وفیہا لو شرط الواقف تقدیم العمارۃ
... الناظر ... قدر العمارۃ کل سنۃ ... ان یحدث حدث ولا خلافاً ... اذا لم یشترط ... الفرق بین الشرط وعدمہ ...

کہ اگر واقف نے وقف میں تقدیم عمارت شرط کی بعد اسکے حاصل کی مدنی نقد مستحقین کیواسطے تو ناظر کو لازم ہے کہ چھوڑنا بقدر عمارت کے ہر سال اگرچہ اسکی بالفعل حاجت نہو کہ شاید
کوئی حاجت پیش آوے اور محصول نہو تو جانا دستیاب جبکہ واقف نے تقدیم عمارت شرط کی ہو تو ہر سال اٹھا رکھنا لازم نہیں تجنیس شرط اور عدم شرط کے فرق کو یاد رکھنا چاہیے فی الوہبانیۃ
لو ادی المتولی ما تفاحش اجر المثل ضمن الکل لو شرع الاجارۃ اھ وہبانیہ میں ہے کہ اگر متولی نے اجرت مثل سے ایک دانگ بھی زیادہ کی تو مجموع اجرت کا ضامن ہے اپنے مال سے بسبب واقع
ہونے اجارہ کے متولی کیواسطے صورت اسکی یہ ہے کہ متولی نے ایک شخص کو مسجد میں ایک دن کام کرنے کو ایک دانگ پر مزدوری لگایا اور اجرت مثل ایک درم ہے تو متولی کو تمام اجرت اپنے مال
سے ادا کرنا ہوگا کذا فی شرح الوہبانیۃ عن جامع الفصولین رد دانگ ششم حصہ ہے درم کا و فی شرحہا للشرنبلالی عند قول الشعر ویدخل فی وقف المصالح قیم اما م خطیب والموذن
یعبر والشعائر التی تقدم شرط ام لم یشترط بعد العمارۃ ہی امام وخطیب ومدرس ووقاد وفراش وموذن وناظر وثمن زیت وقنادیل وحصیر وماء وضوء وکلفۃ نقلہ للمیضاۃ
فلیس مباشر وشاہد وشاد وجابی وخازن کتب من الشعائر فتقدیمہم فی دفتر الحساب لیس بشرعی ویقع الاشتباہ فی بواب ومزملاتی قال فی البحر قلت لا تردد فی تقدیم
بواب ومزملاتی وخادم مطہرۃ انتہی اور وہبانیہ کی شرح شرنبلالی میں ہے کہ اس شعر کے پاس داخل ہے مصالح وقف میں ناظر اور امام اور خطیب و موذن یعنی یہ کہ شعائر کہ مقدم
ہیں خواہ واقف نے شرط کیا ہو یا نہ شرط کیا ہو بعد عمارت کے وہ امام و خطیب و مدرس و چراغچی و فراش و موذن و ناظر اور تیل اور قنادیل اور چٹائیوں اور وضو کے پانی کی قیمت اور پانی
لانے کی مزدوری وضو کے برتن میں تو مباشر اور شاہد اور شاد اور محصل کا تحصیلدار اور کتابوں کا خزانچی شعائر وقف میں نہیں تو انکی تقدیم دفتر حساب میں شرعی
نہیں سمجھ اور اشتباہ ہے کہ دربان و مزملاتی میں اشتباہ واقع ہوا ہے کہ یہ بھی مقدم ہیں یا نہیں کہتا ہوں کچھ تردد نہیں دربان و مزملاتی اور خادم مطہرہ کی تقدیم میں انتہی کلام
شرنبلالی اور مزملاتی منسوب ہے مزملہ کیطرف مزملہ بروزن معظمہ وہ برتن ہے جسمیں پانی سرد ہو اور مراد یہاں وہ شخص ہے جو اہل مسجد کے پانی پینے کے برتن پانی سے بھرا کرتا وہ شخص
جو خبر گیر مسجد ہو یعنی جو لازم مسجد ہے پاک صاف رکھنے کیواسطے اور خادم مطہرہ وہ ہے جو اسکو پاک صاف رکھے اور وہ مراد نہیں جو مطہرہ میں پانی بھرے کہ وہ پہلے مذکور ہو چکا
کذا فی الحلبی قلت انما یکون المدرس من الشعائر لو مدرس المدرسۃ کما مر اما مدرس الجامع فلا لانہ لا یتعطل لغیبتہ بخلاف المدرسۃ حیث تقفل اصلا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں
کہ مدرس اسوقت شعائر میں داخل ہوگا اگر مدرسہ کا مدرس ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور جامع مسجد کا مدرس تو شعائر میں داخل نہیں اسواسطے کہ اسکی غیبت سے معطل نہیں ہوتا بخلاف مدرسہ کے
کہ وہ اسکے نہونے سے بالکل معطل اور مقفل ہو جاتا ہے اشباہ میں ہے کہ مدرس مدرسہ اسوقت شعائر میں ہوگا جبکہ لازم مدرسہ ہو واقف کی شرط کے مطابق اور جو کہ مدرس ہو
نہیں ہیں انتہی اور مدرس صورت ملازمت تدریس مستحق ہوگا مشروط کا خواہ طالبین شروط پر تعلیم کرے یا اور طالبوں کو وہل یاخذ ایام البطالۃ کعید ورمضان لم ارہ وینبغی الحاقہ ببطالۃ
القاضی وقد اختلفوا فیہا والاصح انہ یاخذ لانہا للاستراحۃ اشباہ من قاعدۃ العادۃ محکمۃ وینبغی الحاقہ ببطالۃ اور کیا مدرس ایام تعطیل میں جیسے عید و رمضان میں مشروط لیگا
یا نہیں اسکو صریح نہیں دیکھا اولائق ہے الحاق تعطیل مدرس کا قاضی کے تعطیل سے اور علماء اسکے لینے میں مختلف ہیں اور قول اصح یہ ہے کہ قاضی اسکو لے اسواسطے کہ ایام تعطیل کے استراحت
کیواسطے ہیں چنانچہ اشباہ میں ہے اس قاعدہ کے تحت میں العادۃ محکمۃ اور آگے آویگا وہ مسئلہ کہ اگر مدرس غائب ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم نے کہا کہ علامہ بیری نے اس الحاق کو قنیہ
کی اس عبارت سے رد کیا کہ اگر واقف نے ہر روز کی تدریس پر کچھ معین کیا پھر مدرس نے جمعہ و منگل کو تعطیل کی تو اسکو روزینہ حلال نہیں اور اگر ہر روز کیواسطے کچھ مبلغ مقرر نہیں کیا تو لینا
حلال ہے اگرچہ ان دونوں دنوں میں نہ پڑھائے بسبب عرف کے بخلاف غیر جمعہ و منگل کی تعطیل کے کہ اسکی اجرت لینا حلال نہیں مطلقا خواہ ہر روز کی اجرت معین کی ہو یا نہ کی ہو
ولو کان الموقوف دارا فعمارتہ علی من لہ السکنی ولو متعددا من مالہ لا من الغلۃ اذ الغرم بالغنم درر اور اگر موقوف گھر ہو تو اسکی مرمت اس شخص پر ہے جسکی سکونت کیواسطے وہ موقوف ہے
اگرچہ ساکن متعدد ہوں یعنی اپنے مال سے مرمت کرے گھر کے کرایہ سے نہیں اسواسطے کہ نقصان عوض منفعت کے ہے کذا فی الدرر ولم یزد فی الاصح یعنی انما تجب العمارۃ علیہ بقدر الصفۃ التی
وقفہا الواقف اور ساکن گھر کی مرمت زیادہ نکرے قول اصح میں یعنی اسپر عمارت بقدر اسی صفت کے واجب ہے جس صفت پر واقف نے اسکو وقف کیا ولو ابی من لہ السکنی
او عجز لفقرہ عمر الحاکم ای اجرہا الحاکم منہ او من غیرہ وعمرہا باجرتہا کعمارۃ الواقف ولم یزد فی الاصح الا برضاء من لہ السکنی زیلعی ولا یجبر الآبی علی العمارۃ والصحیح اجارۃ من لہ
السکنی بل المتولی او القاضی اور جسکے واسطے سکونت وقف ہے اگر عمارت بنانا قبول نکرے یا اپنی محتاجی سے عاجز ہو تو حاکم اسکی تعمیر کرے یعنی حاکم اس گھر کو اسی شخص

ساکن یا کسی غیر کو کرایہ پر دیکر اُسکے کرایہ سے اُسکی درستی کرے واقف کی عمارت کے مانند اور زیادہ عمارت نکرے کیونکہ اُسکی رضا مندی نہی جسکے واسطے سکونت ہے کذا فی الزیلعی اور اباکرنے
والے پر زبردستی نہیں عمارت کیواسطے اور جسکے واسطے سکونت ہے اُسکا اجارہ دینا صحیح نہیں بلکہ متولی یا قاضی کا اجارہ دینا صحیح ہے ثم رد بالبناء الی من لہ السکنی رعایۃ للحقین پھر
حاکم اُس گھر کو بعد تعمیر کے پھیر دیگا اُسکو جسکے واسطے سکونت ہے برعایت دونوں حقوق کے یعنی تعمیر برعایت حق وقف ہوئی اور پھیر دینا برعایت حق ساکن ہوا اسواسطے کہ اگر تعمیر نہوتی تو
سکونت بالکل فوت ہوجاتی ولا عمارۃ علی من لہ الاستغلال لانہ لا سکنی لہ فلو سکن ہل تلزمہ الاجرۃ الظاہر لا لعدم الفائدۃ تو گھر کی عمارت اُس شخص پر واجب نہیں جسکے واسطے گھر کا کرایہ
وقف ہے اسواسطے کہ اُسکے لیے سکونت نہیں اگر یہ شخص گھر میں سکونت کرے کیا کرایہ اُسپر لازم ہوگا ظاہر جواب یہ ہے کہ اُسپر واجب نہیں بسبب عدم فائدہ کے یعنی اگر کرایہ اُسپر لازم ہو تو پھر کرایہ
بھی اُسکو ملیگا پھر لینے میں عبث کا کیا فائدہ بل یؤخذ منہا الاجرۃ للعمارۃ فیما یظہر المتولی المسعر لہا ولو ابی المتولی ینبغی ان یجبرہ القاضی علی عمارتہا مما علیہ من الاجرۃ فان لم یفعل
نصب متولیا لیعمرہا بلکہ اُس صورت کرایہ اُسپر لازم ہوگا جبکہ عمارت کی حاجت ہو تو متولی اُس سے کرایہ لیکر گھر کی درستی کرے اگر خود وہی متولی بھی ہو تو لائق یہ ہے کہ قاضی اُسپر
زبردستی کرے عمارت کیواسطے اُس کرایہ سے جو اُسپر لازم ہوا ہے بسبب سکونت کے پھر اگر وہ نکرے تو قاضی دوسرا متولی مقرر کرے اُسکی تعمیر کیواسطے ولو شرط الواقف غلتہا لہ وعمارتہا
علیہ صح ولا یجبر علی عمارتہا الظاہر لا نہر اور اگر واقف نے گھر کی آمدنی ایک شخص کیواسطے شرط کی اور اُسکا خرچ بھی اُسپر شرط کیا تو یہ دونوں شرطیں صحیح ہیں اور کیا اُس شخص کو
عمارت کیواسطے زبردستی کیجاویگی یا نہیں ظاہر جواب یہ ہے کہ اُسپر جبر نہیں کیجاتی فی النہر وفی الفتح لو لم یجد القاضی من یستاجرہا لم ارہ وخطر لی انہ یجبر ان یعمرہا او یردہا للورثۃ
الواقف قلت لو کان ہو الوارث فلم ارہ فی فتاوی قارئ الہدایۃ یفیدہ بیتہ الاوقاف وثمنہ للوارث الفقراء اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی اُسکو نہ پاوے جو اُس گھر کو
کرایہ پر لیوے تو اُسکو نہیں دیکھا اور میرے دل میں یہ آتا ہے کہ جسکے واسطے رکھنے وقف ہے اُسکو قاضی مختار رکھے کہ یا اُسکی تعمیر کرے یا اُسکو واقف کے وارث کو پھیر دے شارح
کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر وارث ہی پر سکونت وقف ہو تو میں نے اُسکو نہیں دیکھا اور قاری ہدایہ کے فتاوی میں ایک مضمون ہے جو مفید ہے اُسکے استبدال کا یا اُسکی قیمت فقیر کو دیکر
وارث کو یا فقیروں کو کہ بحر الرائق میں بعد نقل عبارت فتح القدیر کے کہا کہ یہ عجیب ہے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب وقف ویران ہوجاوے اور لائق انتفاع نرہے تو اُسکا استبدال
چاہیے خواہ یہ گھر خواہ گھر ہو یا زمین ہلال سے منقول ہے کہ ہشام نے کہا کہ میں نے محمد سے سنا کہتے تھے کہ جب وقف خراب ہوجاوے اس طرح کہ اُس سے انتفاع مساکین کو باقی نرہے تو قاضی کو جائز ہے
کہ اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت سے زمین اگر موجود ہو اور جائز نہیں ہے قاضی کو اور وقف کا عود کرنا بیچ بانی کی ملک میں یا اُسکے وارث کیطرف سو ہم ذکر کر چکے کہ وہ قول ضعیف ہے
حاصل یہ ہے کہ موقوف علیہ السکنی جب تعمیر سے انکار کرے تو قاضی استاجر کو دیدے تو اُسکا بیچ ڈالنا اور اُسکی قیمت دیکر دوسرا گھر خرید کرے جو وقف ہو انتہی شارح کا قول کہ اگر موقوف علیہ
السکنی وارث ہو اسکو میں نے نہیں دیکھا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ اُسکا حکم فقط استبدال ہے اور وہ مختلف نہیں ہے وارث اور غیر وارث سے اور فتاوی قاری ہدایہ کا بھی ضعف ظاہر ہوگیا اور
تعجب ہے شارح کا اس قسم کا تردد کرنا با وجود کلام بحر الرائق کو دیکھنے کے علی الخصوص صاحب نہر الفائق نے بھی اسکو ثابت کہا ہے کذا فی الحلبی وصرف الحاکم او المتولی حاصل نقضہ
او ثمنہ ان تعذر اعادۃ عینہ الی عمارتہ ان احتاج والا حفظہ لیحتاج الا اذا خیف ضیاعہ فیبیعہ ویمسک ثمنہ لیحتاج حاوی اور صرف کرے حاکم یا متولی کذا فی الحاوی وقف
منقوض یعنی مکان کی شکستہ لکڑی و پتھر اور اینٹ کو یا اُسکی قیمت کو اگر وقف کا بعینہ اعادہ متعذر ہو اُسکی عمارت کیطرف اگر حاجت ہو مرمت کی ورنہ بیچ اُسکو محفوظ رکھے حاجت وقت
کیواسطے اگر ضائع ہونیکا خوف ہو تو اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت رکھ چھوڑے حاجت کیواسطے کہ بحر الرائق میں بیع منقوض کی وجہ ہے کہ دستور متعذر اعادہ اور ہرمت خوف ہلاک
ولا یقسم النقض او ثمنہ بین مستحقی الوقف لان حقہم فی المنافع لا فی العین ولا یقسم کا وقف کا منقوض یا اُسکی قیمت مستحقین وقف کے درمیان اسواسطے کہ انکا حق منافع وقف میں ہے نہ
وقف میں یعنی اصل میں کہ عین میں نہیں بلکہ حق ہوتا ہے فقال الحلبی علی خلاف القول المرجوح معلوم ہوگیا کہ مسجد کی پرانی چٹائیوں کی تقسیم مستحقین میں جائز نہیں اور اسیطرح باقی زیت
رمضان کی بتیاں بیع مرکی او ریل الامام او موذن کو لینا جائز نہیں بلا اذن کے اور اگر اُسکے واسطے حاجت ہو امام و موذن بلا اذن صریح لیتے ہوں تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی وجعل شیء ای
جعل الباقی شیئا من الطریق مسجدا لضیقہ ولم یضر بالمارین جاز لانہما للمسلمین کعکسہ ای کجواز عکسہ وہو ما اذا جعل فی المسجد ممرا لتعارف اہل الامصار فی الجوامع وجاز لکل احد ان یمر فیہ حتی الکافر
الا الجنب والحائض والدواب زیلعی یا فی المسجد کو تنگی ہو اور مسجد میں کچھ لینا بسبب تنگی مسجد جبکہ راہ چلنے والوں کو مضرت نہو تو جائز ہے اسواسطے کہ مسجد اور راہ دونوں مسلمین کیواسطے ہیں جیسا کہ عکس بنانا

یعنی جبکہ مسجد میں گذرگاہ ٹھہرا لیا جاوے تو سب کو یہاں تک کہ کافر کو بھی اس میں گذرنا جائز ہے اور جنب و حائض کو گذرنا جائز نہیں ہے کذا فی الزاہدی ہم اسکے خلاف فتاوی عالمگیری میں مجتبیٰ سے منقول ہے کہ اگر لوگوں نے ارادہ کیا کہ کچھ مسجد کو مسلمانوں کے واسطے راہ ٹھہرا دیں تو صحیح یہ ہے کہ انکو جائز نہیں مطلقاً یعنی کہا کہ اسمیں مخالفت نہیں ہے اسلیے کہ مصنف کا کلام بانی مسجد کے ٹھہرانے میں ہے اور مجتبیٰ کا کلام اہل محلہ کے ٹھہرانے میں ہے کما لو جعل الامام الطریق مسجدا لا عکسہ لجواز الصلوٰۃ فی الطریق لا المرور فی المسجد چنانچہ جائز ہے کہ ٹھہرانا سلطان کا راہ کو مسجد کر دینا لیکن اسکے عکس یعنی مسجد کو راہ بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ نماز کے راہ میں پڑھنا جائز ہے اور مسجد میں راہ بنانا جائز نہیں کما یعنی جیسا کہ حائض اور نفساء اور جانوروں کا چلنا مسجد میں جائز نہیں ہے قیل لسانی ما تقدم نہیں ہے تو خوذ افیض و دار و حانوت بجنب مسجد ضاق علی الناس فلا القیمۃ کرہا دروہ عادیہ میں گھر اور دکان مسجد کے پہلو میں ہے اور وہ مسجد لوگوں پر تنگی کرتی ہو تو اسکو یعنی قیمت پر لیکر لے لینا جائز ہے کذا فی الدرر و العادیہ ہم اسواسطے کہ جب مسجد الحرام میں تنگی ہوئی تھی تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے لوگوں کی اراضی اکراہ سے لی اور مسجد میں ملائی اوکراہ جائز ہوا اور اگر وقف کی زمین مسجد کے پہلو میں ہو تو اسکا لینا بحکم حاکم جائز ہے کذا فی الفتح و الخلاصۃ و جعل الواقف الولایۃ لنفسہ جائز بالاجماع ٹھہرانا واقف کا ولایت وقف کو اپنے واسطے جائز ہے بالاجماع ہم اسواسطے کہ شرط وقف کی شرط معتبر ہے نص کے مانند اگر کوئی کہے محمد کے نزدیک تسلیم شرط ہے صحت وقف کی پھر قول بالاجماع کیونکر صحیح ہوگا اسکا جواب یہ ہے کہ ولایت واقف منافی تسلیم نہیں اسواسطے کہ ممکن کہ وہ متولی کو تسلیم کرے پھر اس سے لیوے اور محتمل ہے کہ تسلیم شرط نہ ہو واقف کی ولایت ہو کذا لو لم یشترطہا لاحد فالولایۃ لہ عند الثانی و ہو ظاہر المذہب خلافا لما نقلہ المصنف اور اسیطرح اگر واقف نے کسیکے واسطے ولایت شرط نہ کی ہو تو وقف ہی کے واسطے ولایت ثابت ہوگی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی ظاہر المذہب ہے کذا فی النہر بخلاف اسکے جسکو مصنف نے نقل کیا ہم اپنی شرح میں اسکے نقل کیا ہے کہ محمد کے قول پر فتویٰ ہے یعنی در صورت عدم شرط ولایت وقف صحیح نہیں ثم لوصیہ ان کان والا فللحاکم قاسم ابن نجیم قاری الہدایۃ پھر در صورت عدم شرط واقف بعد اسکے وصی کیواسطے ولایت ہوگی اور اگر وصی نہیں تو حاکم کیواسطے ولایت ہوگی کذا فی فتاوی ابن نجیم قاری الہدایۃ اور آگے آویگا فی شرح وہبانیۃ الواقف و مثلہ بالاولی و نحوہ ما مولہ عاجزا و ظہر بہ فسق کشرب خمر و نحوہ فتح او کان یصرف مالہ فی الکیمیاء نہر بحثاً او نکال ایسا جائز وقف بنا ہر جب کہ کذا فی البزازیۃ اگر واقف پر اطمینان نہ ہو یعنی خائن ہو کذا فی الدرر تو غیر واقف سے در صورت خیانت نکال لینا بطریق اولی جائز ہوگا یا متولی وقف کا عاجز ہو یا اسکا فسق ظاہر ہو گیا ہو جیسے شراب پینا یا مانند اسکے کذا فی الفتح یا متولی اپنا مال کیمیا میں صرف کرتا ہو کذا فی النہر بحثاً ہم خلاصہ یہ ہے کہ متولی وقف کا امین اور دیانتدار ہونا چاہیے اسواسطے کہ مقصود وقف بدون ان صفات کے حاصل نہیں اسیطرح جسکو کیمیا کی لت ہو لائق تولیت نہیں کیونکہ صحاب وقف طلب کیمیا میں برباد کریگا و ان شرط عدم نزعہ او ان لا ینزعہ قاض و لا سلطان لمخالفتہ لحکم الشرع فیبطل کما لو فلو مامونا لم تصح تولیۃ غیرہ اشباہ اگرچہ واقف نے اسکا عدم نزع شرط کیا ہو یا یہ شرط کی ہو کہ متولی کو قاضی و سلطان نکالے تو بھی نکالنا واجب ہے اسواسطے کہ یہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے تو باطل ہوگی جیسے وصی غیر مامون سے نکال لینا جائز ہے سو اگر متولی امین ہو تو اسکے غیر کی تولیت صحیح نہیں کذا فی الاشباہ ہم یعنی اگر واقف کے متولی و ناظر کو بلا ظہور خیانت قاضی معزول کرے اور دوسرے کو قبول کرے تو اسکی تولیت صحیح نہیں اگر متولی واقف کی جانب سے نہیں تو قاضی کو اسکا معزول کرنا بلا ظہور خیانت بھی جائز ہے اور دوسرے قاضی کو اسکا بحال کرنا جائز نہیں مگر جو واقف کو متولی کا معزول کرنا مطلقاً جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے کذا فی البحر الکا و جاز جعل غلۃ الوقف و الولایۃ لنفسہ عند الثانی و علیہ الفتویٰ اور جائز ہے فی وقف کو یا ولایت کو اپنی ذات کیواسطے مقرر کرنا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے یعنی ایک شخص نے وقف کیا اور تمام یا بعض محصول کو اپنی ذات کیواسطے شرط کیا جب تک وہ زندہ ہے اور بعد اسکی موت کے فقیروں کیواسطے ہے تو محمد کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر متاخرین مشائخ بلخ کا فتویٰ ہے کذا فی المنح جوہرہ نے کہا کہ اگر واقف محصول وقف میں شرط کرے کہ میری طرف سے حج کر دیا جاوے یا میرے کفارات ایمان یا نذورات ادا کیے جاویں یا جو باقی رہے وہ فقیروں میں صرف ہو تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے ابو یوسف کی دلیل یہ حدیث ہے جو مشائخ نے روایت کی کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے وقف سے کھاتے تھے اور حلال نہیں ہوتا بدون شرط کے اسواسطے کہ اجماع ہے کہ بدون شرط یہ حلال نہیں کذا فی البحر الکا و جاز شرط الاستبدال بہ ارضا اخری حینئذ او جائز ہے شرط کرنا بدل ڈالنے وقف کا دوسری زمین سے اسوقت میں یعنی جبکہ ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے ہم بحر الرائق میں ہے کہ جواز شرط استبدال بالاجماع ہے اور بعضوں نے اسکو ابو یوسف کا قول منقی کیا ہے کذا فی البحر الکا او شرط بیعہ و یشتری بثمنہ ارضا اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیۃ کالاولی فی شرائطہا و ان لم یذکرہا ثم لا یستبدلہا

بشا المشترط لانہ حکم ثبت بالشرط وبعدہ لا الاولی لا الثانیہ یا شرط کرنا وقف کی بیع کا جائز ہے اور خرید کرے اسکی قیمت سے دوسری زمین جب جاہے پھر جب کہ چکا تو دوسری زمین پہلی زمین کے مانند ہوگی اسکی شرائط میں اگرچہ واقف نے شرائط سابقہ کو ذکر نہ کیا ہو پھر دوسری زمین کو تیسری زمین سے نہ بدلے سوا اسطے کہ استبدال کا حکم ثابت ہوا تھا بسبب شرط کے اور شرط پہلی زمین میں پائی گئی نہ دوسری میں اما الاستبدال ولو للمساکین بدون الشرط فلا یملکہ الا القاضی درر وشرط فی البحر خروجہ عن الانتفاع بالکلیۃ وکون البدل عقارا والمستبدل قاضی الجنۃ المفسر بذی العلم والعمل اور بدون شرط کے وقف کی زمین کا بدلنا اگرچہ استبدال فقط مساکین کے واسطے ہو کوئی اسکا مالک نہیں سوا قاضی کے کذا فی الدرر اور بحرالرائق میں استبدال قاضی کیواسطے شرط کیا ہے نکل جانا وقف کا انتفاع سے بالکل اور ہونا عوض کا زمین اور ہونا مستبدل کا قاضی جنت یعنی قاضی صاحب علم وعمل ہو شارح البحر الرائق کی پانچ شرط ہیں دو شرط اور کہہ کر دو شرط اور ذکر کیا یعنی آمدنی نہ باقی رہنا جس سے وقف کی مرمت ہوسکے اور بیع میں غبن فاحش نہ ہو قاضی عالم باعمل ہو قاضی جنت کہا موجب اس حدیث مرفوع کے جو حاکم نے روایت کی ہے کہ قاضی تین ہیں ایک قاضی جنت میں ہے جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر اسکے موافق حکم کیا سو وہ جنت میں ہے اور جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر ظلم کیا دانستہ یا حکم کیا بغیر علم تو وہ دونوں ناری ہیں ہکذا فی الحلبی وفی النہر استبدال قاضی الجنۃ انفس مظنۃ فلا یخشی ضیاعہ ولو بالدراہم والدنانیر وکذا لو شرط عدمہ وہی احدی المسائل السبع التی یخالف فیہا شرط الواقف کما بسطہ فی الاشباہ اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر وقف کا بدلنے والا قاضی جنت ہو تو اس سے دل کو اطمینان ہے تو اسکے ضائع ہونے کا خوف نہیں اگرچہ استبدال دراہم اور دنانیر سے ہو اور اسیطرح استبدال قاضی جائز ہے اگر واقف نے عدم استبدال کی شرط کی ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان سات مسئلوں سے جنمین شرط واقف کی مخالفت کیجاتی ہے چنانچہ اسکو اشباہ میں شرح بیان کیا ہے ہم اشباہ میں کہا کہ شرط واقف کی نص شارع کی برابر ہے واجب العمل ہے مگر چند مسائل میں اول شرط کی واقف نے ناظر کے معزول ہونیکی تو نا لائق ناظر کے معزول کرنے میں قاضی کو اختیار ہے دوم شرط کی کہ وقف کو ایک سال سے زیادہ اجارہ نہ دے حالانکہ لوگ ایک سال کے اجارہ میں رغبت نہیں کرتے یا زیادتی اجارہ میں فقیروں کا نفع ہے تو قاضی کو مخالفت جائز ہے بغیر ناظر کے سوم واقف نے شرط کی کہ میری قبر پر قرآن پڑھا جاوے تو تعیین باطل ہے اما م صاحب کے قول پر اسواسطے کہ قبر پر قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور صحیح اور مختار محمد کا قول ہے عدم کراہت کا تو تعیین لازم ہوگی سوم شرط کی کہ فاضل آمدنی فلانی مسجد کے سائلون پر تصدق کیا جاوے تو قیم یعنی متولی کو غیر مسجد کے سائلوں اور فقیروں پر سائل کو دینا جائز ہے پنجم شرط کی کہ مستحقین کو اتنی روٹی اور آٹا گوشت ہر روز دیا جاوے تو متولی کو نقد دینا جائز ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ فقیروں کی طلب میں قیمت لینا جائز ہے ششم قاضی کو جائز ہے کہ امام کے مشروط کو زیادہ کر دے اگر امام کو اسقدر کفایت نکرتا ہو بشرطیکہ امام عالم متقی ہو ہفتم واقف نے عدم استبدال کی شرط کی تو قاضی کو استبدال جائز ہے اگر بہتر ہے اسکے حق میں انتہی ملخصا وزاد ابن المصنف فی زواہر الجواہر ثامنۃ وہی لو نص الواقف وراعی الحاکم ضم مشارف جاز کما لو علم خیانۃ الناظر وفی انفع الوسائل اور ابن مصنف نے اپنے حاشیہ اشباہ مسمی بہ زواہر الجواہر میں آٹھواں مسئلہ زیادہ کیا وہ یہ ہے کہ جب تصریح کی واقف نے کہ کوئی شخص ناظر کا شریک اس کے ساتھ نہیں اور حاکم نے اسکے ساتھ شریک کے لائق کی مصلحت دیکھی تو جائز ہے جیسے ساتھ دوسرے کو شریک کرنا جائز ہے اور اسکی نسبت انفع المسائل کی ہے کہ مشرف بضم اول وسکون ثانی وہ ہے جسکو حفاظت کا امر ہو کسی ولی کا کام اور مشارف بھی بمعنی مشرف ہے اور رسائل ثمانیہ پر نواں مسئلہ زیادہ کیا گیا کہ جب واقف نے شرط کی کہ اسقدر سے زیادہ اجرت پر اجارہ نہ دیا جاوے اور جالانکہ اجرت مثل اس سے زیادہ ہے طرسوسی نے کہا کہ جائز نہیں یعنی بدون اجرت مثل کے اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ واقف نے یہ شرط کی ہو کذا فی الحلبی وفیہا لا یجوز استبدال العامر الا فی اربع اور اشباہ میں ہے کہ موقوف کا بدلنا جائز نہیں مگر چار صورت میں ہم اشباہ میں چاروں صورتیں لکھی ہیں اول واقف نے اگر استبدال کی شرط کی ہو دوم جبکہ اسکو غصب کیا اور اس پر پانی جاری کیا کہ زمین زراعت کے لائق نہ رہی متولی اس سے ضمان لیکر دوسری زمین اسکے عوض خرید کرے سوم غاصب نے زمین وقف غصب کی اور گواہ نہیں ہیں تو غاصب سے قیمت لیکر دوسری زمین خرید کرکے پہلے شرائط کے موافق وقف کرے چہارم اگر کوئی شخص زمین کثیر المحصول وقف کے عوض میں دیتا ہو تو ابو یوسف کے مذہب پر قول پر جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے لکن فی معروضات المفتی ابی السعود انہ فی سنۃ احدی وخمسین وتسعمائۃ ورد الامر الشریف بمنع استبدالہ وامران یصیر باذن السلطان تبعا لترجیح صدر الشریعۃ انتہی فلیحفظ لیکن معروضات مفتی ابو سعود کی معروضات میں یہ ہے کہ ابوسعود کا دن سال ہجری میں شریف سلطان روم کا منع استبدال وقف کے بیچ میں وہ ہوا اور حکم ہوگیا کہ استبدال باذن سلطان ہوا کرے منع کا تابع ترجیح صدر الشریعہ کے ہے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شارح اشباہ کے جواز استبدال پر استقرار کیا صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا

کہ ابو یوسف مجوز استبدال ہیں اگر آمدنی کم ہوجائے اور ہم اسکا فتوی نہیں دیتے اور البتہ ہمنے استبدال میں بیشمار فساد دیکھے کہ ظالم قاضیوں نے اسکو حیلہ مقرر کیا ہے اوقاف مسلمین کے ابطال میں انتہی ملخصاً اور دیکھو اگر جائز ہو تو قاضی باطل کو جائز ہو سو وہ کیونکر ہو سکتا ہے بھی یاد رہے اور تتر عزیز الوجیز اور فیها ایضاً او شرط الواقف العزل والنصب وسائر التصرفات من یتولی من اولاده لا یدخلهم احد من القضاة والامراء وان ادخلوهم فعلیهم لعنة الله هل یمکن ادخالهم فاجاب بانه فی سنة اربع واربعین تسعمائة قد حررت هذه الاوقاف المشروطة هکذا فالمتولون لهم من الامراء یرضون للدولة العلیة علی مقتضی الشرع ومنهم رتبة یعرض بارائهم مع قضاة البلاد علی الشرع من الامر لا یخالف القضاة المتولین علی ان المتولون القضاة بهذا وردالامر الشریف فالواقفون لو رأوا فسادا بعد یرید وادخلهم القضاة والامراء فعلیهم اللعنة فهم الملعونون لما تقرر ان الشرائط المخالفة للشرع جمیعها لغو وباطل انتهی فلیحفظ اور مفتی ابو سعود کی معروضات میں یہ بھی ہے کہ اگر واقف عزل و نصب اور باقی تصرفات اسکے واسطے شرط کرے جو اسکی اولاد سے متولی ہو اور مداخلت کرے اسکی اولاد اہل تولیت سے قاضیوں اور امیروں میں سے کوئی اور اگر مداخلت کریں تو ان پر اللہ کی لعنت ہو کیا اس صورت میں قاضیوں اور امیروں کو دخل کرنا ممکن ہے تو مفتی مرحوم نے یہ جواب دیا کہ نو سو چوالیس ہجری میں ایسے وقف مقوم ہوئے ہیں جنمیں ایسی شرط ہیں تو متولی اگر منجملہ امرا یا وجاہت ہوں تو تصرفات وقفیہ کو ارباب دولت علیہ سلطانیہ کے آگے پیش کیا کریں اور اگر متولی ان سے کمتر رتبہ ہوں تو اپنی تجویزوں کو قضاۃ بلاد سے پیش کیا کریں اور دونوں امور شرع پر عمل کریں قاضی متولیوں کی مخالفت کریں متولی قاضیوں کی امر شریف سلطانی اسی پر وارد ہوا جب یہ معلوم ہو چکا تو اگر وقف کرنے والے یہ ارادہ کریں کہ متولیوں سے جو فساد صادر ہو وہ صادر ہوا کرے اور جبکہ قاضی اور امیر ان سے مداخلت کریں دفع فساد کیلئے ان پر لعنت ہو تو وہی واقف ملعون ہیں اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ شرائط مخالف شریعت بالکل لغو اور باطل ہیں انتہی کلام المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ جب واقف یہ شرط کرے کہ قاضی یا حاکم وقف میں دخل نہ کریں تو یہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ مستحقین کی مصلحت کی تضییع ومنع وقف کی تعطیل ہے تو مقبول نہیں انتہی چونکہ حتی الامکان حاجت شرط واقف و رعایت حاکم لازم ہوئی لہذا مفتی مرحوم نے توافق کا حکم کیا یعنی متولی حاکم کی مرضی سے وقف میں تصرفات کیا کرے اسی سے معلوم ہوا کہ اگر متولی حاکم سے اجازت لیتا تھا کہ مستحقین سے خیانت کرنا جائز ہو اور شہر کے حاکم نے منع کیا تو واقف پر گناہ نہ ہوگا بلکہ وہی علی الارض ثم وقف البناء قصدا بدونها ان الارض مملوکة لا یصح وقیل یصح وعلیه الفتوی اگر کسی نے زمین پر عمارت بنائی پھر عمارت کو وقف کیا بالقصد بدون زمین کے اگر زمین مملوک ہے کسی کی تو وقف صحیح نہیں اکثر اہل مذہب کے نزدیک کذا فی البحر اور دوسرا قول ہے کہ صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے سئل قاری الهدایة عن وقف البناء والغراس بلا ارض فاجاب الفتوی علی صحته ذلک ورجحه شارح الوهبانیة واقره المصنف معللا بانه منقول فیه تعامل فتعین به الافتاء قاری الہدایہ سے وقف کرنے عمارت اور اشجار کا بدون زمین کے سوال ہوا سو جواب دیا کہ اسکے صحیح ہونے پر فتوی ہے اور اسکو ترجیح دی شارح وہبانیہ نے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں دلیل لا کر کہ عمارت اور اشجار مال منقول ہیں اور اسکے وقف میں عرف جاری ہے تو اسکا فتوی دینا متعین ہو گیا قاری ہدایہ کا نام سراج الدین ہے وہ شاگرد ہیں اکمل کا اور استاد ہیں صاحب فتح القدیر کے چونکہ ہدایہ اپنے استاد کے ہاں اکثر پڑھا لہذا ملقب بقاری ہدایہ ہوئے کذا فی الحواشی ومن بنی ابنیة واتخذ وقفه علی عین البناء ملة جاز تبعا اجماعا وان لجهة اخری ففی صحته خلاف والاصح الصحة کما فی المنظومة المحبیة اور اگر زمین موقوف ہو اسپر اسکے واسطے عمارت معین ہوئی تو جائز ہو وقف عمارت کا بالتبع بالاتفاق اور اگر زمین دوسرے مصرف کیواسطے وقف ہو تو اسمیں اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ اسکا وقف صحیح ہے کذا فی المنظومة المحبیة وسئل ابن نجیم عن وقف الاشجار بلا ارض فاجاب یصح لو الارض وقفا ولغیر الواقف اور ابن نجیم سے سوال ہوا وقف اشجار بلا ارض کا تو جواب دیا کہ وقف صحیح ہے اگر زمین بھی وقف ہو اگرچہ واقف اشجار کے سوا کسی اور نے وقف کیا ہو ہم یہ قول مفتی کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا قاری ہدایہ سے وسئل ایضا عن البناء والغراس فی الارض المحتکرة هل یجوز بیعه ووقفه وهل یجوز وقف البعض المرهونة والمستاجرة فاجاب نعم اور اسکا بھی سوال اس سے ہوا کہ عمارت اور اشجار ارض محتکرہ میں ہیں کیا انکی بیع اور وقف جائز ہے اور کیا جائز ہے وقف کرنا اس زمین یا گھر کا جسکو گرو رکھا ہے یا مستاجر کو اجارہ دیا ہے تو جواب دیا کہ ہاں ارض محتکرہ وہ جائز ہے اس کے معنی قبضے سے جسکی اجرت لیتے ہیں یا لانہ مقرر ہو گئی ہو اور یہی کہا اسکے ذکر کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ زمین وقف کی عمارت اور اشجار کا وقف بقول صحیح صحیح ہے اور زمین مرہونہ اور مستاجرہ کے

جواب میں اجمال ہو تفصیل اسکی بحر الرائق میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اُس زمین کو وقف جو غیر شخص کے اجارہ میں ہو تو صحیح ہے اور اجارہ باطل نہوگا پھر جب مدت اجارہ منقضی ہو گی یا موجر یا مستاجر میں
کوئی مریگا تو مصرف وقف میں وہ زمین ہو گی اور رہن ہو تو اگر قبضہ لیا ہو یا واسطے ادا کرنے زر رہن کے کچھ مال چھوڑا ہو تو وقف صحیح ہو اور اگر کچھ مال ادا کو نہیں ہے تو وہ زمین بیچی جاوے گی
اور وقف باطل ہوگا اور اگر راہن نے چاہا کہ قاضی ادا کرے زر رہن کو اسواسطے اُسپر جبر کریگا اگر اُسکو مقدور ہوگا اور اگر وہ مفلس ہو تو وقف باطل ہو وفی البزازیۃ لایجوز وقف البناء
ارض عاریۃ او اجارۃ یعنی زمین ہو کہ جائز نہیں وقف عمارت کا عارت اور اجارہ کی زمین میں یعنی مستعیر اور مستاجر کو جائز نہیں طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں کچھ خصاف
نے ذکر کیا وہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ اگر زمین محتکرہ ہو تو جائز ہو وما حکم الزیادۃ فی الارض المحتکرۃ ففی المنیۃ حانوت لرجل فی ارض وقف فابی صاحبہ ان یستاجر الارض باجر المثل
ان کانت العمارۃ لو رفعت تستاجر باکثر مما استاجرہ امر برفع العمارۃ وتوجر بغیرہ والا تترک فی یدہ بذلک الاجر وہلہ فی البحر اور اجرت زیادہ ہونے کا حکم منیہ میں بتفصیل ہے کہ
ایک شخص کی دکان جو وقف کی زمین میں ہے اُسکے مالک نے انکار کیا کہ زمین کی اجرت مثل پر دیوے تو اگر عمارت وہاں سے ہٹالی جاوے تو اُسکی اجرت زیادہ ہو جاتی مستاجر کی اجرت سے تو
اُسکو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت کا اسباب اُٹھا لیجاوے اور وہ زمین غیر شخص کو اجارہ دیجاوے اور اگر عمارت وہاں سے ہٹنے سے اجرت زیادہ نہو تو اُسکو مستاجر کے ہاتھ میں اُسی اجرت پر چھوڑا جاوے اور اسیکے مثل
بحر الرائق میں ہے وفیہ زید علیہ ان اجارتہ مشاہرۃ تنفسخ عند راس الشہر ثم ان ضر رفع البناء لم یرفع وان لم یضر رفع او تملکہ القیم برضی المستاجر وان لم یرض یبقی الی ان یخلص ملکہ
بحر الرائق میں اس سے زیادہ ہے کہ اگر مستاجر کی اجرت سے زیادہ اجرت ہو اگر اسکا اجارہ ماہواری ہو تو شروع مہینہ کے نزدیک اجارہ اُسکا فسخ کیا جاوے بعد اسکے اگر رفع عمارت مضر
وقف کو نہو تو اُٹھائی جاوے اور اگر رفع مضر نہو تو اُٹھائی جاوے یا متولی وقف اُسکا مالک ہو جاوے مستاجر کی رضامندی سے اور اگر وہ راضی نہو تو باقی رکھی جاوے یہانتک کہ اُسکی ملک خالص
ہو جاوے بقی لو اجارتہ مسانہۃ ومدتہ طویلۃ والظاہر انہ لا تقبل الزیادۃ وفیہ الضرر علی الوقف لان الزیادۃ انما کانت بسبب البناء لا الزیادۃ فی نفس الارض اتنی باقی رہی
یہ بات کہ اگر مستاجر کا اجارہ سالانہ ہو اور مدت دراز کا اجارہ ہو تو ظاہر یہ ہو کہ یہاں زیادتی اجرت مقبول نہو مستاجر کے دفع ضرر کیواسطے اور وقف پر بھی کچھ ضرر نہیں ہوتا کہ زیادتی کرایہ کی بسبب
عمارت کے تھی نہ بسبب زیادتی زمین کے فی نفسہا انتہی کلام صاحب البحر واما وقف الاقطاعات ففی النہر لایجوز الا اذا کانت الارض مواتا او ملکا للامام فاقطعہا رجلا قال وغلب وقف الامراء
بمصر انما ہو وقف الاقطاعات یعنی ہا مشترات وہ مدیون کیل بیت المال اور وقف کرنا ارض معافی کا سو نہر الفائق میں ہو کہ جائز نہیں مگر اُسوقت جبکہ زمین معافی کی موات ہو یعنی
اُسکا کوئی مالک نہو یا حاکم کی مملوک ہو سو حاکم نے کسی شخص کیواسطے معاف کر دیا صاحب نہر نے کہا کہ امیروں کے اکثر اوقاف مصر میں انعامی اراضی ہو وقف کرنے والے
بیت المال کے وکیل سے خرید کیے لیتے ہیں ہم تفصیل اس مقام کی یوں ہو کہ وہ معافی یا مالک اصلی ہوگا اسطرح کہ وہ اُسکا مالک تھا جبکہ وہ ملک دار الاسلام میں
ہوا اور امام اراضی ان کی لوگوں کے ہاتھ میں بھی تو یہ وقف بلا شبہ صحیح ہو یا واقف نے زمین کی ملکیت اُسکے مالک اصلی سے کسی سبب سے حاصل کی تو یہ وقف بھی صحیح ہو یا واقف کو
زمین بطور انعام سلطانی ملی تو اگر زمین موات ہو یا حاکم کی مملوک ہو تو وقف صحیح ہو اور اگر بیت المال کی زمین سلطانی کسی کو دی تو اُسکا وقف صحیح نہیں ہوا اسواسطے
کہ وہ منفعت کا مالک ہو نہ زمین کا اور سلطان وہ اپنے حق کا مالک ہو اور اگر واقف نے بیت المال سے بموجب شرع وہ زمین خرید کر لی تو اُسکا وقف صحیح ہو اسواسطے کہ وہ اُسکا مالک ہو اُسکی جمیع شروط کی
رعایت کی جاوے گی اور اگر بیت المال کی زمین کو سلطان وقف کرے بلا خرید کے علامہ قاسم نے فتویٰ دیا کہ وقف صحیح ہو اور دوسرا سلطان اُسکو باطل نہیں کر سکتا کذا فی الطحطاوی
عن الحموی عن التحفۃ المرضیۃ فی الاراضی المصریۃ وقد وقف السلطان من بیت المال لمصلحۃ عمت یجوز ویوجر قلت وفی شرحہا للشرنبلالی وکذا یصح اذا بذلک ان
فتحت عنوۃ لاحتیاج البقاء ملک اہلہا قبل الفتح اور وہبانیہ میں ہو کہ اگر بادشاہ نے مسلمین کے بیت المال سے وقف کیا مصلحت عام کیواسطے تو جائز ہو اور سلطان ثواب
پاویگا میں کہتا ہوں اور وہبانیہ کی شرنبلالی کی شرح میں ہو اور جو زمین اذن دینا بادشاہ کا اسکے وقف صحیح ہو اگر وہ ملک بزور اہل اسلام نے فتح ہوا ہو نہ بطور صلح کے بسبب
باقی نہ رہنے ملک مالکوں کے قبل فتح کے ہم نے یہ بیان کیا اگر سلطان نے کسی شخص کو اذن دیا کہ شہر کی زمین میں خالی زمین میں مسجد وقف کیواسطے دکانیں بنا لیں اگر وہ ملک بقہر فتح ہوا تو
اذن سلطان کا نافذ ہو اسواسطے کہ وہ مالک تھا زمین کا مملوک ہو گیا تو بحسب امر سلطانی جائز ہوا اور اگر بصلح فتح ہوا تو مالکان قدیم کی ملک قائم ہو کذا فی الطحطاوی
وطلق القاضی بیع الوقف غیر المسجل لوارث الواقف فباع صح وکان حکما ببطلان الوقف لعدم تسجیلہ حتی لو باع الواقف او بعضہا ورجع

عنه ووقفه لجهة اخرى وحكم بالثاني قبل الحكم بالاول صح الثاني لوقوعه في محل الاجتهاد كما حققه المصنف وافتى به تبعا لشيخه وقارى الهداية والمولى ابي السعود
قلت لكن حمله في النهر على القاضي المجتهد فليحفظ جازت دی قاضی نے وقف غیر مسجل کے بیع کے وقف کی وارث کو سو اسنے بیع کی تو یہ بیع صحیح ہوا اور یہ جائز ہے قاضی
بطلان وقف کا حکم ہوگا اسواسطے نہ مسجل نہیں ہو وقف کے یہاں تک کہ اگر واقف تمام وقف یا بعض کو بیع کرے یا رجوع کرے وقف سے اور دوبارہ اسکو دوسرے مصرف کیواسطے وقف
اور وقف ثانی پر قاضی حکم کرے قبل حکم کرنے کے وقف اول کے تو وقف ثانی صحیح ہوگا بسبب واقع ہونے حکم قاضی کے محل اجتہاد میں چنانچہ اسکو محقق کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اسکا
فتوی دیا ہے اپنے استاد اور قاری ہدایہ و مفتی ابو سعود کی پیروی کے میں کہتا ہوں لیکن حمل کیا ہے اسکو نہر الفائق میں قاضی مجتہد کے حکم پر سو اسکی طرف اعتنا کرو خلاصہ یہ ہے کہ وقف مسجل کی
بیع میں درصورت حکم اختلاف ہے مصنف نے خلاصہ وغیرہ سے صحت نقل کی اگرچہ قاضی مقلد حنفی المذہب ہو اور قنیہ کی روایت اسکے بطلان میں ہے یہی صحیح ہوا اور اسکو علامہ قاسم نے
پسند کیا اور یہی قول اولی ہو سد باب کے واسطے اور قول صاحب قنیہ اور امام کا قول یعنی وقف کا لازم نہ ہو بلا حکم قاضی اگرچہ بعضوں نے اسکی تصحیح کی ہے لیکن کیسے اسپر فتوی دیا جائے
حالانکہ حنفیوں کے غیر مفتی بہ پر حکم کرنا جائز نہیں کما فی الجواہر ولو طلب القاضي البيع لغيره اى لغير الوارث فلا يصح بيعه لانه اذا بطل عاد الى ملك الوارث فبيعه لا
لايجوز درر يعني بغير طريق شرعي لما في العمادية باع القيم الوقف بامر القاضي ورآه جائزا اور اگر قاضی بیع وقف کی غیر وارث کو اجازت دے تو اسکی بیع صحیح نہیں
اسواسطے کہ وقف جب باطل ہوا یعنی قاضی کی اجازت بیع سے تو وارث کی ملک میں عود کر آیا اور حالانکہ غیر کے مال کو بیچنا جائز نہیں کذا فی الدرر یعنی عدم جواز بیع وقف
کا بغیر طریق شرعی ہے اسواسطے کہ عمادیہ میں ہے کہ متولی نے وقف بیچا قاضی کے امر اور تجویز سے تو جائز ہے یعنی اسواسطے کہ یہ طریق شرعی ہے قلت وان سجل لانقطاع ثبوته واراد
اولاد الواقف ابطاله فقال المفتي ابو السعود في معروضاته قد منع القضاة من استماع هذه الدعوى انتهى فليحفظ میں کہتا ہوں اور جو وقف مسجل کا اگر ثبوت منقطع
ہوا اور واقف کی اولاد اسکا ابطال چاہے تو مفتی ابو سعود نے اپنی معروضات میں کہا کہ ایسے دعوے کے استماع سے قاضی ممنوع ہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم
انقطاع ثبوت سجل کی یہ صورت ہے کہ مثلا قاضی کی سجل میں یہ مرقوم ہو کہ فلانے شخص نے فلانی زمین وقف کی اور قاضی نے اسپر حکم کر دیا اور ملکوں میں اسکے ثبوت پر حکم
نہیں ہے الوقف في مرض موته كهبته فيه من الثلث مع القبض وقف کرنا اپنے مرض الموت میں مانند ہبہ کے ہے مرض الموت میں یعنی ثلث مال سے معتبر ہے قبضہ کے ساتھ فان خرج
الوقف من الثلث او اجازه الوارث نفذ في الكل والا بطل في الزائد على الثلث ولو اجاز البعض جاز بقدره سو اگر وقف ثلث مال سے
نکل آیا یا اسکے وارث نے جائز رکھا تو کل میں نافذ ہوگا اور اگر ثلث سے نکلا یا وارث نے جائز رکھا تو تہائی مال سے زائد میں باطل ہوگا اور اگر بعض وارثوں نے
وقف میت کا جائز رکھا تو بقدر اسکے جائز ہوگا وبطل وقف راهن معسر ومريض مديون بمحيط اور باطل ہے وقف کرنا راہن مفلس کا اور اس مریض کا جو دین محیط کا مدیون ہو
او قبل الحجر فان شرط وفاء دينه من غلته صح وان لم يشترط يوفى من الفاضل عن كفايته بلا سرف ولو وقفه على غيره فغلته لمن جعله له خاصة فتاوى ابن نجيم
بلکہ اگر اسنے وقف کیا قبل ممنوع التصرف ہونے کے سو اگر اسنے ادائے دین کی شرط کی ہو وقف کے محصول سے تو صحیح ہو اور اگر شرط کی ہو تو دین ادا کیا جائے آمدنی
وقف کی واقف کی بقدر کفایت سے بلا فضول خرچی اور اگر واقف نے اپنے سوا اور شخص پر وقف کیا ہو تو اسکی آمدنی اسی شخص کے واسطے مخصوص ہوگی جسکے واسطے واقف
مقرر کر دیا کذا فی فتاوی ابن نجیم دین محیط مریض میں مانع صحت وقف ہے اگر صحیح بسبب دین کے محجور التصرف ہوا تو وقف اسکا صحیح نہیں قلت
قيد بمحيط لان غير المحيط يجوز في ثلث ما بقي بعد الدين لو له ورثة والا فالكل فلو باعها القاضي ثم ظهر مال شرى به ارض بدلها وتمامه في الاسعاف
میں کہتا ہوں کہ دین میں محیط کی قید لگائی گئی اسلیے کہ دین غیر محیط میں وقف جائز ہے اس ثلث مال میں جو بعد ادائے دین باقی رہے بشرطیکہ واقف کے وارث ہوں اور اگر
وارث نہوں تو اسکے کل مال میں بعد ادائے دین وقف صحیح ہوگا پھر اگر قاضی نے وقف کو بیچا واسطے ادائے دین کے خواہ وہ دین محیط ہو یا غیر محیط پھر میت واقف کا مال ظاہر ہوا
تو قاضی اس مال سے دوسری زمین عوض اسکے خرید کرے اور پورا بیان اسکا اسعاف میں ہے وقف ... في الوهبانية فان وقف المرهون فافتكه
عن حبس بقي لا لغيره اى والا يفتكه بل مات فليبيعه ... وہبانیہ میں ہے کہ اگر شی مرہون کو وقف کیا پھر اسکو خلاص کرایا تو جائز ہے سو اگر مر گیا وہ مال

ہوا اور دین میں پورا ہو تو وقف معتبر ہو گا یعنی اگر دین ادا نہ ہو گا تو وقف باطل کیا جائیگا یا آمدنی کیواسطے مہلت دیجائیگی تو اس سے دریغ ہوا اور وقف باطل ہو تو تامل کرنا چاہیے
ہم طلبا و نے کہا کہ یہ جو بیان شارح کا ہم نے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ طرز بیان شارح خوب نہیں اسواسطے کہ شرنبلالی نے وہبانیہ میں کہا آمدنی کیواسطے مہلت دینا بعض علما کی بحث ہے
روایت نہیں جسکو بطور نص کر دیا قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود سئل عمن وقف علی اولادہ وھو مستغرق بالدیون ہل یصح فاجاب لا یصح ولا یلزم والقضاۃ
ممنوعون من الحکم وتسجیل الوقف بقدر ما شغل بالدین انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو السعود کی معروضات میں سوال ہوا اس شخص کا جسنے اولاد پر وقف کیا اور وہ قرض میں ڈوبا ہوا ہے کیا یہ وقف صحیح ہے تو جواب دیا کہ صحیح نہیں اور لازم نہیں اور قاضیوں کو منع ہے اسکا حکم کرنا اور وقف مسجل کرنا بقدر اسکے جو مشغول ہو دین میں انتہی جواب المفتی اسکو یاد رکھنا
چاہیے ہم نے منع سلطان کی جانب سے ہو جیسے بعد پندرہ سال کے استماع دعوی سے منع کیا کذا فی الطحطاوی الوقف علی ثلثۃ اوجہ بالفقراء او الاغنیاء ثم الفقراء و یستوی

فیہ الفریقان کرباط وخان ومقابر وسقایات وقناطر ونحو ذلک کمساجد وطواحین وطست لاحتیاج الکل لذلک بخلاف الادویۃ فلم یجز للغنی الا بتعمیم او تنصیص فیدخل

الاغنیاء تبعا للفقراء قنیۃ وقف تین جہت پر ہے یا فقیرون کیواسطے ہے یا مالدارون کیواسطے یا بعد اغنیا کے فقیرون کیواسطے یا ایسی تین ہی جن میں فریق برابر ہیں جیسے مسافرخانہ و قہوہ خانہ اور
قبرستان و آبدار خانہ یعنی پانی کی سبیل و پل و مساجد کے مانند اور پن چکیاں جیسے مسجدیں اور پنچکیاں اور طاس کہ ان چیزون کے وقف میں فقیر اور غنی برابر ہیں اسواسطے کہ انکی طرف سب کی
حاجت ہے بخلاف دوا یعنی جو دوا کہ دار الشفا میں وقف ہو تو وہ مالدار کو جائز نہیں الا تعمیم یا تنصیص کے تو صورت تعمیم اغنیا بھی اسمیں فقیر کے تبع ہو کر داخل ہونگے کذا فی القنیۃ
تعمیم کی صورت یہ ہے کہ وقف کیے کہ یہ دوائیں سب بیمارون کیواسطے وقف ہیں اور تنصیص یہ کہ واقف اغنیا کو کھولکر ذکر کر دے تو اغنیا اسمیں بقصد داخل ہیں اور تعمیم میں بالتبع
مسئلہ لغتہ شارح کا اقر بوقف صحیح وبانہ اخرجہ من یدہ ووارثہ یعلم خلافہ جاز الوقف لا تسمع دعوی وارثہ قضاء در اقرار کیا واقف نے وقف صحیح کا اور اسکا کہ اسنے اسکو اپنے ہاتھ سے نکالکر دیا
اور وقف ہوگا وارث اسکے خلاف جانتا ہے یعنی جانتا ہے کہ مورث نے وقف نہیں کیا تو وقف جائز ہے اور اسکے وارث کا دعوی مسموع نہیں باب القضا میں کذا فی الدر وہبانیہ
وتبطل الاوقاف بارتداد فحال الارتداد منہ لان الوقف اور وہبانیہ میں ہے کہ باطل ہو جاتے ہیں وقف مرد کے مرتد ہو جانے سے حالت ارتداد کے اوقاف بطریق اولیٰ باطل ہونگے

فصل

فصل شروط واقف کی مراعات میں یراعی شرط الواقف فی اجارتہ فلم یزد القیم بل القاضی لانہ ولایتہ انظر للفقیر وغائب ومیت رعایت کیجاتی ہے
واجب الرعایت ہیں واقف کی شرط اجارہ وقف میں تو متولی واقف کی شرط سے زیادہ اجارہ نہ دے بلکہ قاضی اسکو شرط سے زیادہ کر سکتا ہے اسواسطے کہ قاضی کو ولایت عامہ ہے
فقیر و غائب و میت کیواسطے ہم مثلا واقف نے شرط کی کہ زمین وقف کو ایکسال سے زیادہ اجارہ نہ دے اور حالانکہ مستاجر اتنی مدت کے اجارہ پر رغبت نہیں کرتے اور بہ سال کا اجارہ فقیر و
وقف میں نافع تر ہو تو متولی وقف تین سال کا اجارہ نہیں کر سکتا بلکہ قاضی سے چار سال تک مدت اجارہ زیادہ کر دے کذا فی البحر فلو اہمل الواقف مدتہا قیل تطلق
للقیم وقیل تقید بسنۃ مطلقا وبہا افتی ویفتی فی الدار بسنۃ وفی الارض بثلث سنین الا اذا کانت المصلحۃ بخلاف ذلک وہذا مما یختلف زمانا
پھر اگر واقف نے مدت اجارہ بلا قید کہی تو بعضون نے کہا زیادتی مدت کی متولی کیواسطے علی الاطلاق باقی رہیگی اور بعضون نے کہا کہ ایکسال کی قید رہیگی
اور تین سال کی مدت پر فتوی ہے گھر کے اجارہ میں اور تین سال پر فتوی ہے زمین کے اجارہ میں جبکہ مصلحت اسکے مخالف ہو اور یہ مختلف ہے مدت اجارہ
اسکا زیادتی مدت اجارہ اسلیے وقف میں جائز نہ ہو کہ ابطال وقف لازم آوے اسواسطے کہ جو مستاجر کو مدت تک تصرف کرتے دیکھیگا تو اسکی ملک کا اسکو وہم ہوگا
فی البزازیۃ لو احتیج لذلک یعقد عقودا مترادفۃ فیکون العقد الاول لازما لانہ ناجز والثانی لا لانہ مضاف قلت لکن قال ابو جعفر الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود کرامکم
فی الباب التاسع عشر واقرہ قدری افندی وحی فی الاجارۃ اور بزازیہ میں ہے کہ اگر اسکی یعنی طول مدت اجارہ کی احتیاج ہو تو چند عقود منعقد کرے تو عقد اول
لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ فی الحال کا عقد ہوا اور عقد ثانی لازم نہیں ہوا اسواسطے کہ وہ مضاف ہے میں کہتا ہوں لیکن فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اجارہ طویلہ کے ابطال پر فتوی ہے
اگرچہ چند عقود ہو چنانچہ اسکو کرامی نے انیسوین باب میں ذکر کیا ہے اور قدری افندی نے اسکو قائم رکھا ہے اور کتاب الاجارہ میں شارح استاد کی کہ دیا کذا بزازیہ کی

هذا هو المفتی بہ ہو وہ جبر با جر المثل فلا یجوز بالاقل ولو ہو المستحق تنازعی الہدایة الا بنقصان یسیر او اذا لم یرغب فیہ الا بالاقل اشباہ اور وقف اجارہ دیا جائے اجرت
مثل پر تو اس سے کمتر اجارہ دینا درست نہیں اگرچہ مستحق ہی مستاجر ہو کذا ذکرہ قاری الہدایة مگر اجرت مثل سے اگر تھوڑا سا کم ہو تو جائز ہے یا جبکہ اس میں کوئی رغبت نہ
کرے الا بالاقل کذا فی الاشباہ فلو رخص اجرہ بعد العقد لا یفسخ العقد للزوم الضرر اور اگر وقف کا کرایہ ارزان ہو گیا بعد عقد کے تو عقد فسخ نہ ہوگا بسبب لازم آنے ضرر کے
بسبب فسخ کے ولو زاد اجرہ علی اجر مثلہ قیل یعقد ثانیا بہ وعلی الاصح اور اگر اجرت وقف کی گراں ہو گیا اسکی اجرت مثل سے تو بعضوں نے کہا اجارہ کو دوبارہ
کرے بالقول الصحیح فی الاشباہ لو زاد اجر مثلہ فی نفسہ بلا زیادة احد فللمتولی فسخہا یفتی وما لم یفسخ فلہ المسمی اشباہ میں ہے اگر اسکا اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہو گیا بدون زیادتی
کسی شخص کے تو متولی کو اسکا فسخ کر دینا جائز ہے اسی پر فتوی ہے اور جب تک فسخ نہ کریگا تو اسکو اجر معین ہی ملیگا وقیل لا یعقد ثانیا کزیادة واحد تعنتا فانہا
لا تعتبر وکذا لا اجارة اور بعضوں نے کہا دوبارہ عقد نہ کرے جیسا کہ بڑھا دینے کسی شخص کے سبب تکلیف دہی اور مشقت اندازی کے کہ وہ زیادتی
معتبر نہیں [illegible] المستاجر الاول علی من یخبرہ قبل الزیادة اور پہلا مستاجر اپنے غیر سے جبکہ زیادتی اجر کو قبول کرے [illegible]
قول اول پر [illegible] والموقوف علیہ الغلة [illegible] لا یملک الاجارة ولا الدعوی لو غصب الوقف الا بتولیة او اذن قاض لو الوقف علی رجل معین
ما بہ المفتی [illegible] اس واسطے محصول اور سکونت وقف ہو وہ اجارہ دینے کا مالک نہیں اور نہ دعوی کا مالک ہے اگر اس کو کسی نے
غصب کیا ہو مگر بسبب تولیت یا اذن قاضی کے اگرچہ وہ معین پر وقف ہو بنا بر قول مفتی بہ کے کذا فی العمادیة اجارہ دینے کا اس واسطے مالک نہیں کہ مستحق کا محصول ہے
[illegible] لا یملک المنفعة [illegible] شرح الاشباہ [illegible] اور کیا ساکن وقف کا وہ شخص مالک ہے جو مستحق ہو اسکی آمدنی کا [illegible]
کہا کہ وہ مالک سکونت کا نہیں [illegible] شرنبلالی [illegible] سکونت کا مالک ہے الموقوف اذا آجرہ المتولی بدون اجر المثل لزم المستاجر
[illegible] تمام اجر المثل اور جبکہ متولی موقوف کو کمتر اجرت مثل سے اجارہ دے تو مستاجر کو پورا اجر مثل دینا لازم ہوگا متولی کو جیسا کہ بعضوں نے [illegible]
[illegible] اجر مثل الصغیر [illegible] فانہ یلزم المستاجر تمامہ [illegible] الاستقاط [illegible] کذا فی الخانیہ [illegible]
[illegible] اجرت مثل سے تو البتہ مستاجر پر پورا اجر لازم ہوگا اس واسطے کہ ایک [illegible] اور ساقط کرنے کی ولایت نہیں [illegible] کہا کہ اگر
[illegible] متولی کو [illegible] فی الاشباہ عن القنیة ان القاضی یامر المستاجر بالاتمام [illegible] لما [illegible]
[illegible] علی المستاجر اذا ظفر الناظر بمال الساکن فلہ اخذ النقصان منہ فیصرفہ فی مصرفہ قضاء ودیانة
[illegible] اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ قاضی مستاجر کو بعوض اجر مثل اجارہ لینے کا امر کرے [illegible] زیادتی لازم ہوگی یعنی [illegible] کم [illegible] اجارہ
[illegible] اجرت مثل [illegible] اور اگر متولی [illegible] قاضی [illegible] مستاجر ہی پر ہو اور جبکہ ناظر ساکن [illegible] وقف [illegible]
[illegible] نقصان [illegible] کلام الاشباہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے [illegible] باجارة المتولی [illegible]
[illegible] فعلی المستاجر [illegible] لا اجر المثل [illegible] انتہی فلیحفظ [illegible] کہتا ہوں [illegible]
[illegible] متولی کی [illegible] اشباہ کی کتاب الغصب میں [illegible] اجارہ [illegible] منافع کا ضمان غاصب پر [illegible] مال یتیم [illegible]
[illegible] مستاجر [illegible] اجر مثل [illegible] عقد اجارہ انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے [illegible]
[illegible] الوقف [illegible] ساکنہ المتولی بلا اجر کان علی الساکن اجر المثل ولو غیر معد للاستغلال [illegible] صیانة للوقف کذا [illegible]
[illegible] منافع کے [illegible] منافع [illegible] اگر کسی مکان وقف [illegible] بلا اذن متولی [illegible] بلا اجرت
[illegible] اجر مثل [illegible] اگرچہ [illegible] وقف کی حفاظت کے واسطے اور یہی حکم مال یتیم کے منافع کا کذا فی الدرر [illegible] المعد [illegible]

وتعلقت العلماء بقياس القيمي بالقيمة تشتري بها عقارا آخر فيكون وقفا بدل الاول ... اس قول پر جو وقف کیلئے زیادہ نافع ہو جس میں علما کا اختلاف ہو کذا في حاوي القدسي اور جبکہ قاضی بھی وقف کی قیمت کا حکم کرے تو معوض لیکے دوسری زمین خرید لے تو یہ بھی وقف ہوگی بدل اول کی عوض یعنی اسکا وقف ہو تلف ہونا وقف ہے سو قوم نے بیان کیا معین المفتی اور مختار علما کی یہ ہے مثلا کہ ایک شخص زمین ہیں ... اور دوسرا قول ہے جائز نہیں مگر ... فقدان محصول مطلقا تو عدم جواز فتوی دیا جائیگا کہ یہ وقف کو نافع تر ہے ... کہ قیمت ... ولا تقبل فيه الشهادة بجهالة الدعوى بعد عشرين سنة

الوقف على ما في الاشباه لان حكمه التصدق بالغلة وهو حق الله تعالى اور جس میں گواہی بلا دعوی مقبول ہوتی ہے ... مقام ہیں نہیں ہے ایک وقف کہ کذا في الاشباه ... کہ اس پر وقف کا ... اور ... مقامات مذکور ہیں ... وقف طلاق تعليق طلاق ... آزاد ... بلا دعوی کذا في الطحطاوي عن الاشباه

بقي لو الوقف على معينين هل تقبل بلا دعوى في الخانية ينبغي لا اتفاقا وفي شرح الوهبانية للشيخ حسن ... المختار وفي التتارخانية ان هو حق العبد لا تقبل الا بالدعوى فحفظ باقی رہی یہ بات کہ اگر وقف معین لوگوں پر ہو ... گواہی بلا دعوی مقبول ... کہنا لائق یہ ہے کہ مقبول نہیں بالاتفاق شیخ حسن کی شرح وہبانیہ میں ہے ... تفصیل ہی مختار ہے ... تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر وہ ... مقبول ... گواہی بلا دعوی مقبول نہیں اسکو یاد رکھنا چاہیے ... تفصیل ... تاتارخانیہ کی ... غیر معین ... ابن الشحنہ ... لیکن بحث کی ہے ... اطلاق قبول شہادت ... مستحق ہو ... اسکے استحقاق ... مستحق ... کما صرح ... اطلاق

جو کلام ... تفصیل ... شارح کی ... لثبوت اصل الوقف لقبوله للفقراء اشتراط الدعوى لثبوت الاستحقاق ... في الخانية ... مستحق ... کو رد کر دیا ... مقبول ... مطلقا ... ثابت ... استحقاق ... مستحق ... دعوی ... پایا جائیگا اور تمام ... کیا جائیگا ... ثبوت اصل وقف ... مطلقا اگرچہ مستحق ... دعوی ...

استحقاق شخص معین بالشہادۃ دعوی ... کلام ... المفتی الا بقوله ... مستحق ... دعوی ... مستحق ... مسموع نہیں ... استحقاق ...

... في الاشباه ... الدعوى الموقوف عليه الوقف فانها تسمع عند البعض والمفتى به لا الا بتولية فاذا لم تسمع دعوى الاجنبي ... اشباہ میں ہے ... مقام ... نزدیک ... مسموع ... دعوی ... مسموع نہیں ... کلام الاشباہ اور البتہ مذکور ... دعوی ... وقف کا دعوی ... دونوں کی ... نہیں ... بیان الوقف ... انما يكون اثبات المجهول ... تقبل ... وقف میں ... صحیح ... اثبات مجہول ... مقبول ... مشائخ ... وقف میں ... قول ... في المنح وتقبل فيه الشهادة على الشهادة ... الاشهاد بالشهرة لاثبات اصله وان

صح جوابا من التباع فی البحار ولو الوقف علی مسجد حفظا للاوقاف القدیمة عن الاستہلاک بخلاف غیرہ اور مقبول ہے وقف مین گواہی پر گواہی دینا اور گواہی عورتون
کی مردون کے ساتھ اور مقبول ہے شہرت کی گواہی اصل وقف کے اثبات کے واسطے اگرچہ انہون نے سماعت کی تصریح بھی کر دی ہو قول مختار پر اور گو کہ وقف معین لوگون پر ہو بحر اور گواہی
مقبول ہوتا اوقاف قدیمہ کے استہلاک سے محفوظ رہین بخلاف غیر وقف کے یعنی [illegible] شہادت [illegible] جائز ہو [illegible] اگر گواہ لوگ اپنی شہادت مین سماع کی تصریح کرینگے تو گواہی مقبول نہو گی کذا فی الخلاصة
علی الدرر لا تقبل بالشہرة لاثبات شرائطہ فی الاصح درر وغیرہا مقبول نہین شہرت کی گواہی شرائط وقف کے اثبات کیواسطے قول صحیح مین کذا فی الدرر وغیرہ ہم اسی پر فتوی ہے کذا
فی العالمگیریہ علامہ شامی نے کہا شہادت بالشہرت کے یہ معنی ہین کہ دعوی کرے کہ [illegible] وقف ہے فلانے [illegible] مشہور ہوا اور گواہ [illegible] گواہی دین اور شہادت بالتسامع
کی شاید کہ یہ کہین کہ ہم گواہی دیتا ہون بسبب تسامع کے کذا فی البحر الرائق اور [illegible] ہین کہ شہادت بالتسامع اصل وقف [illegible] ہو اور [illegible] اسکی شرائط [illegible] باقی رہتا ہے
وقف کا بعد قرن بخلاف شرائط کے [illegible] صحت وقف کی متعلق ہو [illegible] اور [illegible] صحت وقف [illegible] اسکی شرائط مین ہے کذا
فی المنح لکن فی المجتبی المختار قبولها علی شرائطه ایضا واعتمده فی المعراج واقره الشرنبلالی وقواه فی الفتح [illegible] المجهولة [illegible]
القضاة انتهی وجوابا [illegible] للضرورة والمعنی [illegible] لیکن مجتبی مین کہا کہ قبول کیا جانا شہادت شہرت کا وقف کی شرائط پر بھی قول مختار ہے اور معراج مین [illegible]
اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکھا ہے اور فتح القدیر مین اسکو قوی کہا [illegible] وقف کا [illegible] شرائط [illegible] مصارف مجہول [illegible]
عمل کیا جائیگا جو قاضیون کے دفاتر مین ہے انتہی اور جواب [illegible] عام ہے کذا فی البحر [illegible] فتح القدیر مین ہے کہ [illegible] مذکورہ
جب قاضیون کے دفاتر پر عمل ہو [illegible] ثبوت بالتسامع کا اور جواب بحر الرائق [illegible] مجہول [illegible] اور [illegible]
یا [illegible] کلام فتح القدیر کا اس وقف مین ہے جسکا ثبوت منقطع ہو [illegible] اور [illegible] قضا کی [illegible] ثبوت سماعت کی گواہی سے
ہو و بیان المصرف کقولهم علی مسجد کذا من جملة الشرط وقف صحتہ الوقف [illegible] اور مصرف وقف کا بیان چنانچہ گواہ [illegible] گواہی دین کہ یہ زمین فلانی مسجد پر
وقف ہو داخل ہے اصل وقف مین [illegible] صحت وقف [illegible] بیان مصرف [illegible] شہادت [illegible] مقبول ہو و بعض مستحقیہ کذا بعض الورثة ولا [illegible]
الا [illegible] کذا لو ثبت [illegible] فی وجه [illegible] قالوا [illegible] الکل کلام کذا
الاان [illegible] العام [illegible] المسلمین والمتجه [illegible] بعض [illegible]
یعنی سوا مستحق اور وارث کے ایک شخص سب کی طرف سے [illegible] ہو سکتا کذا فی الاشباہ [illegible] قرضخواہ کے سامنے ثابت
چنانچہ آویگا تو اسکو [illegible] کرا اور فقہا نے کہا ہے کہ [illegible] گواہ مدعی کی [illegible] مقبول [illegible] حکم ہو [illegible] اقرار [illegible] ہر ایک [illegible]
اور یہی حکم ہے امان اور قصاص اور ولایت مطالبہ [illegible] دفع کرنے کے [illegible] عدم [illegible] کہ وہ دو حصے
قائل ہم [illegible] الکل [illegible] دعوی [illegible] معلوم کرنا چاہیے [illegible] ثبوت کی طرف سے اگر
[illegible] دعوی مین خصومت ہونے مین [illegible] دعوی [illegible] مدعی علیہ [illegible] الکل [illegible]
بین جماعة وادعی واحد [illegible] الدعوی علی واحد منهم [illegible] مستحق وقف [illegible] سب کی طرف سے یعنی جب وقف ہو ایک جماعت کے
درمیان [illegible] اسکا وقف کرنے والا ایک ہی ہو تو [illegible] ایک مستحق [illegible] شخص [illegible] لا ینتصب [illegible]
[illegible] اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ بعض مستحق سب کی طرف [illegible] خصومت نہین کر سکتا [illegible] ہم قائل اس قول کا
[illegible] لا ینتصب [illegible] الاصل [illegible] اور یہ یعنی بعض مستحقین کا خصومت کرنا اسوقت ہے جب اصل
وقف ثابت ہوا ور اگر ثابت نہو تو ایک مستحق خصومت نہین کر سکتا اور [illegible] الوقف [illegible] المنازل

الموقوفة ويجوز بيعها في الصحيح لان للزومه كلاما كثيرا ولم يوجد هنا متولی وقف نے ال وقف سے ایک گھر خرید کیا وقف کرنے کیواسطے تو یہ گھر منازل وقف کے
ساتھ ملایا جائیگا اور اسکی بیع جائز ہے قول صحیح میں اسواسطے کہ اسکے لزوم وقف میں بہت سا کلام ہوا ہے اور یہاں وہ موجود نہیں یا مات المؤذن والامام ولم یستوفیا وظیفتهما
من الوقف سقط لانه في معنى الصلة كالقاضي وقيل لا يسقط لانه كالاجرة كذا في الدرر وصدر الشريعة وغيرهما قال المصنف وهو ظاهر في ترجيح الاول لحكاية الثاني بقيل قلت قد جزم
في البغية تلخيص القنية بانه يورث بخلاف رزق القاضي كذا في وقف الاشباه ومنعه النهر مرگیا موذن یا امام اور حالانکہ وہ دونوں نے اپنا وظیفہ یعنی بلوہا یا سالانہ وقف سے
نہیں لیا تو ساقط ہو گیا مثل قاضی کے اسواسطے کہ وظیفہ مانند صلہ اور عطا کے ہے کہ بغیر قبض ملک نہیں ہوتا اور دوسرا قول یہ ہے کہ ساقط نہوگا اسواسطے کہ وہ اجرت کی مانند ہے کذا
فی الدرر وصدر الشریعہ وغیرہما مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ ظاہر ہے ترجیح قول اول کا مقتضی ہے یعنی سقوط کا بسبب حکایت قول ثانی کے بلفظ قیل ہے کہتا ہوں کہ بغیہ تلخیص القنیہ میں
یقین کیا ہے کہ امام اور موذن کا وظیفہ میراث ہوتا ہے بخلاف رزق قاضی کے کذا فی وقف الاشباه ومنعه النهر ولو على الامام وقف فلم يستوف الاجرة حتى مات الاجير او المتولي سقط
وان اجر الامام كالمتولي ... اور اگر امام مسجد پر ایک گھر وقف ہو تو ... گھر کا پورا نہ پایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اگر وہ گھر متولی نے کرایہ پر دیا تھا تو کرایہ ساقط ہو گیا اور اگر کوئی امام
کرایہ پر دیا تھا تو ساقط نہوگا کذا في العمادية یعنی اسواسطے کہ امام کا اجارہ دینا بمنزلہ اسکی ... کے قرار دیا گیا اخذ الامام الغلة وقت الادراك وذهب قبل تمام السنة لا يسترد منه غلة باقي السنة
فصار كالجزية وموت القاضي قبل الحول ويحل للامام غلة باقي السنة لو فقيرا كذا الحكم في طلبة العلم في المدارس اور امام نے غلہ لیا پکنے کی زراعت کے وقت اور اس سے
چلا گیا قبل تمام ہونے سال کے تو اس سے باقی سال کا غلہ پھیر لیا جائیگا تو وہ ہو گیا جزیہ یا موت قاضی کے مانند سال سے پہلے اور حلال ہوگا امام کو غلہ باقی سال کا اگر وہ محتاج
ہوگا اور یہی حکم ہے طالب علموں کا مدرسوں میں کذا فی الدرر یعنی اگر طالب علم غلہ سال بھر کا مدرسے لیکر چلا جاوے تو ... اگر فوتی اثنائے سال میں ہو جاوے تو اس سے گذشتہ ایام
جزیہ لیا جائیگا اور محتمل ہے کہ مراد ہو کہ اگر کسی سال میں جزیہ پیشگی دے کر ذمی مسلمان ہو جاوے یا مر جاوے تو وہ ... ونظم ابن الشحنة الغيبة بما يسقط المعلوم
المقتضية للعزل منه وهو ان لم يزد على ثلاث شهور فهو معفو وبغيرها ... اور ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اس غیبت کو جو ساقط کرتی ہے مشروط کو اور مقتضی عزل کی
اور منجملہ نظم مذکور یہ ہے اور جو غیبت جاری کی ہے اگر تین مہینہ سے زیادہ نہو تو وہ معاف اور مغفور ہے ... لا يأخذ السهم مطلقا لانه في الحكم في الشرع ...
البتہ ... اتفاق کیا ہے کہ در صورت غیبت ایام گذشتہ کا حصہ مطلقا نہ لے اور یہ حکم شرع میں ... مطلقا یعنی خواہ سفر ضروری ہو یا غیر ضروری قلت هذا كله في
سكان المدرسة وفي غير فرض الحج وصلة الرحم اما فيهما فلا يستحق العزل كما في شرح الوهبانية للشرنبلالي میں کہتا ہوں کہ یہ تمام مذکور سکان مدرسہ میں ہے اور فرض حج اور صلہ
رحم کے سوا میں ہے اور ان دونوں میں یعنی فرض حج اور صلہ رحم میں تو مستحق عزل اور سقوط کا نہیں کذا فی شرح الوهبانیہ للشرنبلالی وفي المنظومة المحبية لا تجوز استنابة
الفقيه ولا المدرس لعذر حصل به كذا الحكم في سائر الارباب ... اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ جائز نہیں نائب کرنا فقیہ اور مدرس کا بسبب عذر کے ...
ہو اسیطرح حکم ہے باقی ارباب وظائف کا ... والمتولي لو وقفت اجرة لانه في حكم ... جهة تولى الوقف
فذلك ... اور متولی نے اگر وقف کو اجارہ دیا لیکن ... وقف ... قاضی کی جانب سے تو
فقہا نے اجارہ دینا جائز نہیں کہا ... ومثله الوصي ... التقليد ...
کہ وصی ہے ... کہ متولی اور وصی دونوں کا حکم ... تصرفات ... اجازت ...
... متولی اور وصی بالتصریح ... کہ ایک وصی ... قاضی کی جانب
... قلت لكن للسيوطي رسالة سماها الضيابة في جواز الاستنابة ونقل الاجماع على ذلك فليحفظ میں کہتا ہوں کہ جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ ہے جسکا نام ... الضيابة في
جواز الاستنابة کہا ہے اور جواز نیابت پر اجماع فقہا نقل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے لانه نصب القيم الى الواقف ثم لوصيه لقيامه مقامه لا يتقلم ... متولی کی
پھر اسکی وصی ... وصی مقام ... ولو جعله ... فقط كان وصيا في كل شيء ... والشافعي ... الاخر وصيا ...

عالم یحصف معاملہ فی الاستشفا فلو وصلنا باوقفہ کل اشتم فعلی تاریخ الثانی بتاخرہ شرط کیا ہو اور اگر واقف نے ایک شخص کو فقط امر وقف پر وصی کیا تو وہ جمیع [illegible]

ابو یوسف کے اور اگر واقف نے نظارت ایک مرد کو دیا پھر دوسرے کو وصی کیا تو دونوں ناظر ہونگے تا وقتیکہ تفصیل نہ بیان کرے اور اگر وقف کے دو وثیقے پائے گئے کہ ہر ایک میں

متولی کا نام ہے اور دوسرے وثیقہ کی تاریخ متاخر ہے تو وہ دونوں شخص تولیت میں شریک ہونگے کذا فی البحر۔ مسئلہ شارح کا طالب تولیت لا یولی الا المشروط لہ النظر [illegible]

تولیت کی درخواست کرنے والے کو تولیت نہ دیجائیگی اس شخص کے جسکے واسطے تولیت مشروط ہو چکی تو اگر بعد شرط کے درخواست کریگا تو دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ متولی ہو چکا

بسبب شرط کے تو وہ اس درخواست سے تنفیذ شرط کا ارادہ کرتا ہے کذا فی النہر۔ اور جو تولیت کا طالب ہو اسکو تولیت نہ دیجائیگی کہ حدیث میں ہے اور جو اذا مات المشروط لہ بعد موت

الواقف ولم یوص لاحد فولایۃ النصب للقاضی اذ لا ولایۃ للمستحق الا بتولیتہ کا مر جبکہ وہ شخص گیا جسکے واسطے تولیت مشروط تھی بعد موت واقف کے اور اسنے کسیکو وصیت نہیں کی تو

تولیت متولی کی ولایت قاضی کیواسطے ہو نہ مستحق وقف کیواسطے اسواسطے کہ مستحق کو ولایت نہیں ہوتی مگر اسکی تولیت سے چنانچہ گذر گیا۔ ما دام احد یصلح للتولیۃ من اقارب الواقف

لا یجعل المتولی من الاجانب لانہ اشفق ومن قصدہ نسبۃ الوقف الیہم جبتک کوئی شخص تولیت کی لیاقت رکھتا ہو واقف کے اقارب سے تو متولی بیگانہ نہ مقرر کیا جائیگا

اسواسطے کہ واقف کا برادری الاصلح زیادہ شفیق ہے اور اسکا مقصود یہ ہے کہ وقف کی نسبت اسکی خاندان کیطرف بنی رہے۔ اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ ان کان

التفویض لہ بالشرط عاما صح ولا یملک عزلہ الا اذا کان الواقف جعل لہ التفویض والعزل اگر متولی نے اپنے غیر شخص کو اپنی جگہ قائم کرنیکا ارادہ اپنی زندگی و صحت میں کیا اگر شرط

کو تفویض تولیت بشرط کرنے واقف کے عام ہو تو اقامت کو صحیح ہے اور متولی مذکور اسکے معزول کرنیکا بعد اقامت کے مالک نہ ہوگا مگر جبکہ واقف نے اسکے اسواسطے متولی کرنا

معزول کرنا دونوں مقرر کردیا ہو [illegible] شارح نے کہا کہ صحیح ہونا تفصیل ہے صحیح نہیں ہے صاحب اشباہ کو الا فان فوض فی صحتہ لا یصح وان فی مرض موتہ صح

انکی لہ العزل التفویض الی غیرہ الا ان یعم الشرط اور اگر متولی نے غیر کو تولیت سپرد کی اپنی صحت میں تو صحیح نہیں اگر اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو صحیح ہے اور ہمارا وہی ہے کہ

اور تفویض عموم کا فتویٰ [illegible] کذا فی الاشباہ مثلا یا بیٹے وصی کو ختیار ہے کہ دوسرے کو بھی کردے اور اسکو معزول کردے قال وسئلت عن ناظر معین بالشرط ثم من بعدہ للحاکم اور

فوض النظر لغیرہ ثم مات فہل ینتقل للحاکم فاجبت ان فوض فی صحتہ فنعم وان فی مرض موتہ لا ما دام المفوض لہ باقیا لقیامہ مقامہ عن الواقف شرط مرتبا لرجل معین ثم من بعدہ للقاضی

ففرغ عنہ لغیرہ ثم مات ہل ینتقل للقاضی فاجبت بالانتقال صاحب اشباہ نے کہا کہ مجھ سے سوال ہوا اس ناظر کا جو معین بالشرط ہے پھر بعد اسکے حاکم کو ختیار ہے تو کیا ناظر کو غیر کو

نظارت سپرد کرکے پھر مرگیا تو اسکی ولایت حاکم کیطرف منتقل ہوگی سو میں نے جواب دیا کہ اگر ناظر نے اپنی صحت میں غیر کو تولیت تفویض کی تو ہاں حاکم کیطرف منتقل

ہوگی اور اگر اسنے اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو منتقل نہوگی جبتک وہ شخص باقی رہیگا جسکو ناظر نے تولیت سپرد کی بسبب قائم ہونے اس شخص کے بجائے ناظر کے اور مجھ سے سوال

اس وقف کا کیا گیا جسکو [illegible] وقف کیا ایک مرد معین کے واسطے پھر بعد اسکے قاضی کے واسطے سو مرد مستحق اپنا حصہ غیر کو دیکر کنارہ گیر ہوا پھر مرگیا وظیفہ متعلق کیا

کیطرف منتقل ہوگا یا نہیں [illegible] کا جواب یا بیٹے بہ مستحق مذکور کے وفیہا للواقف عزل الناظر مطلقا یفتی ولم ار حکم عزل المدرس والامام لاہما وقولہم یعزل بلا خلاف [illegible]

تملیک الواقف اخراجہ لہ عزل الناظر نفسہ ان علم الواقف والقاضی صح والا لا اور اشباہ میں ہے کہ واقف کو ختیار ہے معزول کرنے ناظر کا مطلقا یعنی خواہ اسنے اپنے واسطے

شرط کیا ہو یا نکیا ہو اسیکا فتویٰ ہے اور میں نے نہیں دیکھا حکم معزول کرنے واقف کا مدرس اور امام کو جنکو واقف ہی نے مقرر کیا اور اگر واقف نے ناظر معین کیا ہو

قاضی نے منصوب کیا تو واقف اسکے اخراج کا مالک نہیں اور اگر ناظر نے اپنی ذات کو معزول کیا اگر واقف یا قاضی کو اسکا علم ہو تو عزل صحیح ہے والا نہیں ہم [illegible]

امام اور مؤذن کی معزولی تو صحیح ہو بلا شک [illegible] یہی حکم ہے جبکہ امام اور مؤذن بسبب کسی عذر کے اپنا کام نکریں متولی انکا معزول کرنا اور غیر کو قائم کرنا [illegible]

انتہی لیکن یہ عزل بسبب عذر کے ہے اور کلام ہمارا عدم عذر میں ہے باع دارا ثم ادعی انہا وقف علی [illegible] اشتری منہ فریہ ثم ادعی انی [illegible]

[illegible] ایک شخص نے گھر بیچا پھر دعوی کیا کہ میں نے اس گھر کو وقف کر دیا تھا یا یوں کہا کہ وہ گھر [illegible]

[illegible]

فیبطل البیع ویلزم اجر المثل فیما لی الملک لو استحق علی المعتمد بزازیۃ وغیرہا اور اگر بائع مذکور گواہ قائم کرے اُسکے وقف ہونے پر یا حجت شرعی ظاہر کرے تو مقبول ہوگی تو بیع باطل ہوگی اور مشتری پر اجر مثل لازم ہوگا وقف میں نہ ملک میں بصورت اُسکے استحقاق کے بقول معتمد کذا فی البزازیۃ وغیرہا مُوقف میں اجرت مثل لازم ہو جاتی ہے بلا عقد اجارہ بخلاف ملک مستحق کے اور حجت شرعی سے وہ نوشتہ مراد ہے جو مبیع کے وقف ہونے پر گواہی دے چنانچہ فتاوی ابن نجیم میں سائل کے سوال میں یہ مصرح ہے اور ظاہر بیان شارح کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ مکتوب پر عمل کرنا چاہیے بلا بیان شرعی اور حالانکہ قاعدہ مذہب کے مخالف ہے کہ خط معمول بہ نہیں ہے اور خود ابن نجیم نے سوال کے جواب میں فقط گواہوں پر اقتصار کیا ہے بان اشباہ کے بعض محشیوں نے کہا ہے کہ قاضی کی محفوظ سجل پر عمل کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری حبس المبیع لثمن منیۃ من الاستحقاق اور مشتری کو جائز نہیں کہ شے وقف مذکور کا قیمت لینے کیواسطے کذا فی المنیۃ من باب الاستحقاق حبس کرے اسلئے کہ حبس جائز نہیں ہے اور وقف ہونے میں جائز نہیں ہے اور یہی المسائل السبع المستثناۃ من قولہم من سعی فی نقض ما تم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ اور وہ یعنی بیع کرکے وقف کا دعوے کرنا ایک مسئلہ ہے ان سات مسائل سے جو مستثنےٰ ہیں فقہا کے اس قول سے کہ جو شخص سعی کرے اسکے توڑنے میں جو اُسکی جہت سے پوری ہوئی ہے تو اُسکی سعی نامقبول ہے کذا فی قضاء الاشباہ واعتمد فی الفتح والبحر انہ ان ادعی وقفا محکوما بلزومہ قبل والالا وہو تفصیل اعتمدہ المصنف فی الاستحقاق لکن اعتمد الاول اٰخر الکتاب تبعا للکنز وغیرہ اور فتح القدیر میں اور بحر الرائق میں اسپر اعتماد کیا ہے کہ اگر بائع نے اسکا دعوی کیا کہ مبیع ایسا وقف ہے جسکے لزوم پر قاضی کا حکم ہوگیا تو دعوی اسکا مقبول ہے اور نہیں تو نہیں اور یہ خوب تفصیل ہے جسپر مصنف نے باب الاستحقاق میں اعتماد کیا ہے لیکن آخر کتاب میں قول اول پر یعنی علی الاطلاق وقف پر خواہ لزوم کا حکم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو مصنف نے اعتماد کیا ہے کنز وغیرہ کے تابع ہو کر اور تفصیل مذکور امام کے قول پر مبنی ہے اور بقول مفتی بہ حکم بالزوم کی کچھ حاجت نہیں وفی العمادیۃ لا تقبل عند الامام وبہ نأخذ وصححہ الزیلعی قال وہو المختار اور عمادیہ میں ہے کہ گواہ مقبول نہیں امام کے نزدیک اور یہی مختار ہے اور زیلعی نے اسکی تصویب کی ہے اور کہا کہ یہی قول قریب تر با عتبار دلائل ہے وفی دعوی المنظومۃ المحبیۃ وہذا فی وقف ہو حق اللہ تعالی اما لوکان علی العباد لم یجز قلت فقد افادنا قبولہا مطلقا لثبوت اصلہ لما مالہ الافقراء فتدبرہ وفی فتاوی ابن نجیم تسمع دعواہ وبینتہ ویبطل البیع اور منظومہ محبیہ کے کتاب الدعوی میں ہے کہ اور یہ یعنی دعوی وقف کے گواہ مقبول ہونا اُس وقف میں ہے جو حق اللہ ہے اور اگر وہ وقف عباد پر ہو تو جائز نہیں میں کہتا ہوں ہم مقدم ذکر کر چکے کہ مقبول ہونا شہادت کا مطلقا اسواسطے ثابت ہے جو اصل وقف ہے کیونکہ اُسکا انجام کار فقیروں کیلیے ہے تو اسکو غور کر لے اور ابن نجیم کے فتاوی میں ہے کہ بائع کا دعوی وقف کا اور گواہی مسموع ہو اور بیع باطل ہوگی البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ البانی بنانے والا مسجد کا مقدم ہے اہل محلہ سے امام اور موذن کے مقرر کرنے میں بقول مختار مگر جبکہ قوم نے امام اور موذن بانی کے امام اور موذن سے اصلح اور الیق معین کیا یعنی اہل وقت میں تجویز اہل محلہ بہتر ہو اسواسطے کہ اسکی منفعت اہل محلہ کیطرف راجع ہے صح الوقف قبل وجود الموقوف علیہ فلو وقف علی اولاد زید ولا ولد لہ او علی مکان ہیأہ لبناء مسجد او مدرسۃ صح فی الاصح صحیح ہے وقف کرنا قبل وجود موقوف علیہ کے تو اگر خالد نے زید کی اولاد پر وقف کیا اور حالانکہ اُسکے کوئی اولاد نہیں یا اُس مکان پر وقف کیا جسکو مسجد یا مدرسہ بنانے کے لیے مہیا کیا تو صحیح ہے قول اصح میں وتصرف الغلۃ للفقراء الی ان یولد لزید او یبنی المسجد عمادیۃ زاد فی النہر وینبغی انہ لو وقفہ علی مدرسۃ یدرس فیہا المدرس مع طلبۃ فدرس فی غیرہا لتعذر التدریس فیہا ان تصرف العلوفۃ لہ لا للفقراء کما یقع فی الروم اور صرف کیا جائے محصول وقف کا فقیروں پر یہاں تک کہ زید کی اولاد ہو یا مسجد بنائی جائے کذا فی العمادیۃ نہر الفائق میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اُس مدرسہ پر جسمیں مدرس درس کرتا ہے طالب علموں کے ساتھ سو مدرس پڑھانے لگا اور مدرسہ میں سو اسکے بسبب متعذر ہونے درس کے اُس مدرسہ میں تو لائق یہ ہے کہ علوفہ مدرس کو دیا جاوے نہ فقیروں کو چنانچہ بلاد روم میں ایسا رسم تدریس متعذر ہوئی بسبب منہدم ہو جانے مدرسہ کے یا بعید واقع ہونے کے آبادی سے فرع مہمۃ حدثت للفتوی مسائل ضروریہ میں جو فتوی کیلیے حادثہ ہوئی شارح علائی نے آخر کتاب الوقف میں بکثرت مسائل ملحقہ کو زیادہ کیا اور بعد بعض کتاب کے تنگنائے اسیانہ سے نکلکر گلگشت میدان اطناب فقط اسی باب میں پسند کیا ارشد الامام ایضا علی ساقیۃ لیصرف خراجہا لکلفتہا فاستغنی عنہا لخراب الباب فنقلہا دلیل الامام لساقیۃ اخری ہل یصح اجاب بعض الشافعیۃ

(باب الاستحقاق)

بان الارصاد على الملك لا رصاد على المالك يعني فلا يصح تحقيقا يلزم المرصد جاليه دائما كما كانت فى الحاوى الحصل اذا خرب صرفت وقافه فى حوض آخر
فتد بر مقرر کر دی بادشاہ نے کوئی زمین ایک نہر پر تا اسکا محصول نہر کی درستی اور مرمت کیواسطے صرف ہوا کرے پھر اس نہر کی حاجت نہ ہی شہر کے ویران
ہوجانے سے سو بادشاہ کے وکیل نے اُسکا خراج اُس نہر کی طرف نقل کیا جو مملوک ہے کیا یہ نقل کرنا صحیح ہے بعضے شافعیونکے جواب یا مملوک پر مقرر کر دینا مالک پر مقرر کرنا ہے
یعنے صحیح ہے تو اسوقت میں مرصد علیہ یعنی مالک نہر پر اسکا جاری کرنا اور صرف کرنا لازم ہے چنانچہ پہلی نہر پر صرف کرنا لازم تھا اسواسطے کہ حاوی میں ہے کہ جب حوض ویران
ہوجاے تو اسکے اوقاف کو دوسرے حوض پر صرف کرنا چاہیے اسکو غور کر ہم طحطاوی نے کہا حاوی کے مسئلہ میں نقل اوقاف ہوا ایک وقف سے دوسرے وقف کیطرف اور حادثہ
مذکورہ میں نقل ہے وقف سے ملک کیطرف دار كبيرة فيها بيوت وقف بيتا منها على عتيقه فلان ثم الباقي على ذريته ثم عتيقه ثم على عتقائه قال الموقف الى انتقاء ال
يدخل من خصه بالبيت في الثاني اختلاف الافتاء اخذا من خلاف مذكور في الذخيرة لكن في الخانية اوصى لرجل بمال وللفقراء بمال هو اوصى له محتاج هل يعطى من نصيب الفقراء اختلفوا
والاصح نعم ایک بڑا گھر ہے جسمیں چند مکانات اور کوٹھریاں ہیں مالک نے اسمیں سے ایک کوٹھری فلانے اپنے آزاد غلام پر وقف کی اور باقی مکانات کو اپنی ذریت اور
نسل اولاد پر وقف کیا پھر انکے بعد اپنے آزاد غلاموں پر پھر وقف مذکور میں مرگئے ذریت کے آزادوں کے طرف پھر گیا اس وقف ثانی میں وہ شخص بھی داخل ہوگا جسکو وقف پہلے
خاص کر دیا تھا ایک کوٹھری بیکر اس سوال کے جواب میں فتوی مختلف ہے باعتبار اس خلاف کے جو ذخیرہ میں مذکور ہے لیکن خانیہ میں ہے کہ وصیت کی ایک مرد کیواسطے ایک مال کی
اور فقیروں کیواسطے وصیت کی دوسرے مال کی اور جس شخص کیواسطے اول وصیت ہوئی وہ محتاج ہے کیا اسکو فقیروں کے حصہ سے دیا جائیگا اسمیں علما مختلف ہوئے اور قول اصح یہ ہے کہ اسکو
اسکو بھی دیا جائیگا ہم ذخیرہ میں مذکور ہے کہ اگر اپنی نہر کی نصف محصول اپنے محتاج قرابتیوں پر مقرر کیا اور نصف ثانی کو مساکین کیواسطے معین کیا سو اسکے قرابت والے محتاج ہے
کیا نصف مساکین سے انکو دیا جائیگا ہلال نے کہا نہ دیا جائیگا اور یہی قول ہے ابراہیم بن خالد کا اور ابراہیم بن یوسف اور علی رازی نے یہ فتوی دیا کہ انکو بھی دیا جائیگا انتہی خیر
میں کسیقدر تبدیل کر کے تصحیح نقل ہے خانیہ سے استدراک کیا یہ ہے اور ستاجر دار موقوفہ فيها اشجار مثمرة هل له الاكل منها الظاهر انه اذا لم يعلم شرط الواقف فلم يأكل لما في الحاوي
غرس في المسجد اشجارا تثمر ان غرس للسبيل فلكل مسلم الاكل او للمصالح المسجد وقف کا گھر کرایہ لیا جسمیں پھل والے درخت ہیں کیا کرایہ دار کو انمیں سے کھانا درست ہے
ظاہر جواب یہ ہے کہ جب واقف کی شرط معلوم نہو تو کھاے اسواسطے کہ حاوی میں ہے کہ واقف نے مسجد میں پھلدار درخت بوئے اگر فی سبیل اللہ وقف کیواسطے بوئے تو
ہر مسلم کو اسکا کھانا جائز ہے اور نہیں تو پھل بیچے جائیں ضروریات مسجد کیواسطے قولهم شرط الواقف كنص الشارع اي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به فيجب عليه خدمة
وظيفته او تركها لمن يعمل والا اثم لاسيما فيما يلزم بتركه تعطيل الكل من النهر قول فقہا کا کہ وقف کرنے والے کی شرط شارع کی نص کے مانند ہے یعنی مفہوم اور دلالت
اور وجوب عمل میں پس صاحب منصب پر اپنے وظیفہ کی خدمت کرنا یا وظیفہ چھوڑنا اس شخص کیواسطے جو خدمت مذکورہ ادا کرتا ہو اور اگر باوجود اسکے ترک کرے تو وہ مقرر
لیگا تو گنہگار ہوگا علی الخصوص اُس خدمت میں جسکے ترک سے تعطیل لازم آوے چنانچہ مدرسین کی تدریس جامع مذکورہ نہر الفائق سے منقول ہے ہم قتادہ خبریہ میں ہے کہ وقف کی
عبارت اگر معین و قابل تفسیر ہو حمل کرینگے اسپر اگر بعض ان کی متعین ہے تو اسی پر عمل کیا جائیگا اور جو شرط مجمل ہے اور ظاہر ہو تو اسکا بھی یہی حکم ہے اور اگر محتمل ہے لیکن اسمیں قرینہ ہو تو اسپر بھی عمل ہوگا اور اگر قرینہ
اور محتمل ہو تو عمل نہوگا لیکن اگر وہ وقف بتفرد ہو گا تو اس سے دریافت کیا جائیگا وفي الاشباه الخانية في الاوقاف انما تعتبر الاجرة اي في ضمن المباشرة والعمل للاغنياء وقسمة الصلات
فالوقات او عزل لا يستر والمحلة وشبه البصرة تتحقق الصحيح حمل الوقف فانه لا يصح على الاغنياء ابتداء وتمامه فيها اور اشباہ میں ہے کہ وظیفہ مرتب اوقاف میں اجرت کے
مشابہ ہے ہنگام خدمت گزاری میں اور اغنیا کیواسطے حلال نہیں پس وہ رشا ہے صلہ اور عطا کے تو اگر صاحب منصب مثلا امام یا مدرس مرجاے یا معزول ہو تو جو کچھ لیچکا ہے
نہ پھیر لیا جاویگا اور مشابہ ہے کہ وقف کیواسطے صحیح نہیں اصل وقف کے اسواسطے کہ وقف صحیح نہیں مالداروں پر باعتبار ابتدا کے اور پورا بیان اسکا اسمیں ہے ہم بلکہ تحقیق ہے تمام
اور یعنی جو فقرمین قوت لایملک اور غیر تمام لینے کے نام رکھا جاتا ہے لیکن عطا سا لیا نہ ہو اور اگر ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہر جہت وہ مراد ہے جو واقف کی جانب سے مرتب کردہ فی المطولات
يكره اعطاء نصاب لفقير من وقف الفقراء الا اذا وقف على فقراء قرابته اختيارا ومنه يعلم حكم المرتب الكثير من وقف الفقراء لبعض العلماء

ہو افتقار اور قسم فقراء کردہ ہو بقدر رضا ہے کہ فقیروں کو دینا فقر کے وقت ہے گو جبکہ واقف نے اپنے قرابتی فقیروں پر وقف کیا تو بقدر رضا ہے یا مگر وہ نہیں کہ زائد الاحتیاج
اور اسی سے معلوم ہو گیا حکم مرتب کثیر کا فقر کے وقت سے بعضے محتاج علما کہتے ہیں تو گویا ورکھنا چاہیے یعنے فقیروں کے وقت ہے بقدر رضا یا زیادہ محتاج عالم کو دینا
جائز نہیں اسلئے کہ وقف میں ہو تو مشابہ کوہ ہو الیس للقاضی ان یقرر وظیفۃ فی الوقف بغیر شرط الواقف ولا یحل للمقرر الاخذ الا النظر علی الواقف بأجر مثلہ قنیہ
قاضی کو جائز نہیں کہ کسیکے واسطے وظیفہ مقرر کرے وقف میں بدون شرط واقف کے اور جسکے واسطے قاضی نے مقرر کر دیا اسکو لینا حلال نہیں مگر نظارت وقف کی
باجرۃ مثل کے فاقی بھی جائز ہے کذا فی القنیہ ہم کہ اسوقت ہو جبکہ ضرورت نہو اور اگر ضرورت اسکی ہو واجب ہو تو قاضی کے پاس مرافعہ کیا جاوے اور ضرورت ثابت کیجاوے تو قاضی
اسکو مقرر کیجیوے کہ اصلاح کرے اور اسکے واسطے اجر مثل معین کرے یا متولی کو قاضی اجازت اسکی دے کذا فی الطحطاوی عن ابو الجنیہ یجوز الزیادۃ من القاضی علی معلوم الامام
ان کان لا یکفیہ وکان عالما تقیا ثم قال بعدہ قیل الخطیب یلحق بالامام بل ہو امام تہ قلت وعزاہ فی المنظومۃ المحبیۃ قاضی کو جائز ہے زیادہ کرنا امام کی مقرری
پر جبکہ اسکو کفایت نکرتی ہو اور وہ عالم متقی ہو مصنف صاحب الاشباہ نے کہا دو ورق کے بعد خطیب امام کے ساتھ ملحق ہے بلکہ خطیب امام الجمعہ ہے میں کہتا ہوں اور یہی
روایت پہنچتا کیا ہے منظومہ محبیہ میں ونقل عن المبسوط ان السلطان یجوز لہ مخالفۃ الشرط اذا کان غالب جہات الوقف قری ومزارع فیعمل بأمرہ وان غایر شرط الواقف
لان اصلہا لبیت المال اہ وتمامہ فی المحبیۃ مصنف نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ البتہ بادشاہ کو مخالفت شرع کی جائز ہے جبکہ اکثر جہات وقف کی دیہات اور
مزارع کی ہو تو اُسکے حکم کے موافق عمل کیا جاوے اگرچہ واقف کی شرط کے مغائر ہے اسواسطے کہ دیہات اور اراضی کی اصل بیت المال کی مملوک ہے تصحیح تعلیق
التقریر فی الوظائف نحو قال القاضی ان مات فلان اوسفرت فوظیفۃ لک کذا فی فتاوی ابن نجیم وظائف میں مقرر کرنیکی تعلیق صحیح ہے تو اگر قاضی کہے اگر فلانا
شخص مرجاوے یا فلانا وظیفہ خالی ہو تو تیرے لئے اسکو معین مقرر کیا تو یہ تعلیق صحیح ہے لیس للقاضی عزل الناظر بمجرد شکایۃ المستحقین حتی یثبتوا علیہ خیانۃ وکذا الوصی
جائز نہیں قاضی کو معزول کرنا متولی کا بمجرد شکایت مستحقین کے یہانتک کہ اسپر خیانت ثابت کریں اور اسیطرح وصی کو معزول کرنا بدون اثبات خیانت جائز نہیں الناظر
اذا اجر انسانا فہرب مال الوقف علیہ ضامن بخلاف ما اذا فرط فی بیت الوقف حتی ضاع ضمن ناظر نے جبکہ اجارہ دیا کسی کو سو وہ بھاگ گیا اور حالانکہ اسپر وقف کا
مال ہو تو ناظر پر ضمان نہیں بخلاف اسکے کہ جب ناظر نے وقف کی لکڑی کی محافظت اور خبرگیری نہ کی یہانتک کہ وہ ضائع ہو گئی تو اسپر ضمان لازم ہے اور یہی
حکم ہے جبکہ فرش کا حجرہ پھٹ گیا اور بہائم اسکو کھا گئی یا کتب موقوفہ کے داروغہ نے خبرگیری کی یہانتک کہ دیمک کھا گئی تو اسپر ضمان ہے اگر اُسکی کچھ اجرت
معین ہے کذا فی الوہبانیہ لا تجوز الاستدانۃ علی الوقف الا اذا احتیج الیہا لمصلحۃ الوقف کتعمیر وشراء بذر فیجوز بشرطین الاول اذن القاضی فلو بعید منہ یستدین
بنفسہ الثانی ان لا تتیسر اجارۃ العین والصرف من اجرتہا والاستدانۃ القرض والشراء نسیئۃ جائز نہیں استدانت یعنی دین کرنا وقف پر مگر جبکہ اسکی حاجت ہو
وقف کی مصلحت کیواسطے جیسا تعمیر مرمت کرنا یا زمین وقف کیواسطے بیج مول لینا تو استدانت جائز ہے دو شرطوں سے شرط اول اذن قاضی ہے سو اگر
ناظر وقف دور ہو قاضی سے تو خود بلا اذن قاضی استدانت کرے دوسری شرط یہ ہے کہ عین وقف کا اجارہ دینا اور اسکی اجرت سے صرف کرنا ممکن نہو
اور یہاں استدانت سے مراد قرض دینا اور ادھار خرید کرنا ہے علامہ شلبی نے کہا صواب یہ ہے کہ شارح بجائے قرض استقراض کہتا اسلئے کہ قرض عبارت ہے قرض دینے سے
اور استقراض قرض لینے سے ہے سئل للمتولی شراء متاع ونحوہ نسیئۃ بسبب العمارۃ بزیادۃ علی القیمۃ علی الوقف الجواب نعم کیا متولی کو جائز ہے خرید کرنا متاع کا اسکی قیمت سے
زیادہ کر کے پھر اسکا بیچنا عمارت کیواسطے اور وہ مقدار زیادتی کو وقف پر ڈالنا جواب اسکا یہ ہے کہ ہاں متولی کو جائز ہے طحطاوی نے کہا منشاء اسکا عدم اطلاع علم سابق
ہو اسواسطے کہ تاتارخانیہ اور قنیہ میں ابو یوسف سے یوں منقول ہے کہ زیادتی قیمت کو متولی وقف سے نہ لے بلکہ اپنے اسپر رہیگی اسکے پرفتوی ہے اقر بارض فی یدہ
انہا وقف وکذبہ فہو ملکہا صارت وقفا اور قنیہ میں معنون بعنوان غیر میں اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ یہ وقف کی زمین ہے اور قابض نے اسکی تکذیب کی پھر کسی وجہ سے
مقر اس زمین کا مالک ہوا تو وہ زمین وقف ہو جاویگی عملا بالمصادقۃ علی الاستحقاق وان خالف کتاب الوقف لکن سے

فی حق المقر خاصۃ فلو اقر المشروط له الریع او الولایۃ انہ یستحقہ فلان دونہ و لو جعلہ لغیرہ لا یصح اخرا الاقرار عمل کیا جائیگا باہم تصدیق کے موجب مستحق ہونیکا اگرچہ
یہ مسائل وقت وثیقہ کے مخالف ہو لیکن یہ عمل فقط مقر کے حق میں مخصوص ہوگا سو اگر اس شخص نے جسکے واسطے وقف کی آمدنی یا تولیت مشروط ہے اقرار کیا کہ اس
آمدنی یا تولیت کا فلانا شخص مستحق ہے نہ میں تو صحیح ہے اور اگر موقوف علیہ اپنا حصہ غیر کیواسطے مقرر کریگا تو صحیح نہوگا اور آگے کتاب الاقرار کے اخیر میں مسائل آئینگے
ہم اقرار دینے ہوں ملکیۃ کا مخالف وثیقہ وقف کے اس احتمال سے صحیح ہوا کہ شاید واقف نے مقر کے بعد غیر شخص کیواسطے معین کیا ہو اور غیر کو اپنا حصہ بنا صحیح اسواسطے نہوا
کہ استحقاق فی شرط الارث کے مانند ہے اقرار کرنے سے ساقط نہیں ہوتا ولا یکفی صرف الناظر لثبوت استحقاقہ بل لا بد من اثبات نسبہ و تجیء فی باب دعوی ثبوت النسب اور
کفایت نہیں کرتا صرف کرنا متولی کا واسطے ثابت ہونے استحقاق مستحق کے بلکہ ضرور ہے اسکی نسب کے اثبات ہے اور دعوی ثبوت النسب کے باب میں آویگا اور صرف کرنا
متولی کا بسبب احتمال خطا کے ثبوت استحقاق نہیں ہوتی ذکر الواقف شرطین متعارضین یعمل بالمتاخر منہما عندنا لانہ ناسخ للاول جنبیہ وقف فیض و شرطین متعارض کریں
تو شرط اخیر پر عمل ہوگا ہمارے نزدیک اسواسطے کہ متاخر اول شرط کی ناسخ ہے ہم شرطیں متعارضین چنانچہ اتوفیح اول استبدال وقف کو ذکر کیا پھر منع کردیا
الوصف بعد الجمل یرجع الی الاخیر عندنا والی الجمیع عند الشافعیۃ لو بالواو و لو بثم فالی الاخیر اتفاقا الکل من وقف الاشباہ و تمامہ فی الفن الثالث منہا صفت
بعد تمام معطوفات کے راجع ہوتی ہے اخیر معطوف کیطرف ہمارے نزدیک اور سب معطوفات کیطرف راجع ہوتی ہے شافعیوں کے نزدیک اگر عطف بحرف واو ہو اور اگر
عطف بحرف ثم ہو تو اخیر معطوف کیطرف باتفاق حنفیہ و شافعیہ راجع ہوتی ہے یہ مسائل سابقہ مذکورہ اشباہ کے کتاب الوقف سے منقول ہیں اور پورا بیان اسکا اشباہ
کے فن ثالث میں ہے یعنی اگر واقف نے یوں کہا کہ وقفت علی اولادی و اولاد اولادی و اولاد اولاد اولادی الذکور تو ہمارے نزدیک کو صفت ہے فقط بطن ثالث کی نہ بطن اول و ثانی
کی بخلاف شافعیہ کے تو تینوں بطن کی صفت ہے وقف علی اولادہ فی صحتہ وقال علی الفریضۃ الشرعیۃ قسم علی ذکورہم واناثہم بالسویۃ ہو المختار المنقول عن الاخیار کما حققہ مفتی دمشق یحیی بن المنقار فی الرسالۃ
المرضیۃ علی الفریضۃ الشرعیۃ و نحوہ فی فتاوی المصنف جس شخص نے وقف کیا اپنی اولاد پر اپنی صحت میں اور یوں کہا کہ میں نے وقف کیا ہے موجب فریضہ
شرعیہ کے تو وارثوں کے ذکور اور اناث پر تقسیم ہوگی یہی قول مختار علماء اخیار سے منقول ہے چنانچہ اسکی تحقیق بیان کی مفتی دمشق یحیی بن منقار نے رسالہ مرضیہ
علی الفریضۃ الشرعیۃ میں اور اسی کے مانند ہے مصنف کے فتاوی میں ہم طحطاوی نے کہا کہ فریضہ شرعیہ شاید اسواسطے تساوی ذکور و اناث کی ثابت ہوئی کہ سبب
فرض کے بیچ المتساویین فی الدرجۃ والقوۃ کے ارث برابر ہوتی ہے چنانچہ اولاد مادری میں تفاوت بین الابن والبنت تو سبب عصبیت کے ہے نہ بسبب فرض کے واللہ اعلم
و فیہا اتی ثبت بطریق شرعی وقفیۃ مکان حیث ینقض البیع ولا اثم علی البائع مع عدم علمہ وللمتولی اجر مثلہ و لو بنی المشتری او غرس فان اما فیہ اکبر ... و الا وقع
للوقف اور فتاوی مصنف میں ہے جبکہ بطریق شرعی ثابت ہو وقف ہونا مکان کا تو اسکی بیع کو توڑنا واجب ہے اور کچھ گناہ نہیں اسکے بائع پر جبکہ اسکو
کے ساتھ اور متولی کو اجرت مثل ہو مشتری سے اور اگر مشتری نے زمین وقف میں عمارت بنائی یا درخت لگایا تو وہ عمارت اور درخت بانی اور غارس کا ہے
تو عمارت اور درخت کے ساتھ وہ کرنا چاہیے جو نافع تر ہو وقف کیواسطے یعنی اگر عمارت اور درخت وقف کیواسطے نافع ہو تو متولی اسکا استحقاق ہو اور اگر
مشتری کے اجارہ میں رکھنا نافع ہو تو اسکے پاس رکھے و فی البزازیۃ معزیا للجامع انما یرجع بقیمۃ البناء بعد نقضہ ان سلمہ المشتری الی البائع والا لم یرجع بشیء
بخلاف ما لو استحق المبیع اور بزازیہ میں ہے جامع سے کہ رجوع کرنا بالقیمت عمارت تو بعد شکستگی عمارت کے ہے یعنی بنا منقوض کی قیمت معتبر ہے نہ بناء قائم کی اگر
مشتری نے اسکو بائع کے تسلیم کردیا ہو اور اگر اپنے پاس رکھا ہو تو مشتری کچھ نہ پاویگا بخلاف اسکے وہ ہے اگر بیع میں استحقاق ملک غیر ثابت ہو یعنی وہاں
مشتری بناء قائم کی قیمت لیگا نہ بناء منقوض کی لو انقطع ثبوتہ فان کان فی دواوین القضاۃ اتبع والا فمن برہن علی شئ حکم لہ والا صرف للفقراء
بالم یظہر وجہ بطلانہ لوجہ شرعی فیعود للمالک او لوارثہ او لبیت المال اگر منقطع ہو ثبوت اسکا یعنی مصرف وقف کا معلوم نہ ہو بسبب
تقادم زمان کے سو جو مصرف قاضیوں کے دفاتر میں مرقوم ہو تو اسکی پیروی کرنا چاہیے اور اگر وہاں نہ ہو تو جو شخص کہ کسی چیز کو

اور اولاد کی اولاد کی اولاد و الخ

بگواہی ثابت کرے تو اسکا حکم کیا جائے اور اگر گواہی بھی نہو تو فقیروں پر صرف کیا جائے جبتک کہ وجہ بطلان وقف فقراء بوجہ شرعی نہ ظاہر ہو اور اگر بطلان وقف فقراء ظاہر ہو جیسے بطور یہ کہ اسکے واقف نے اسکو نہیں پایا یہ وقف کیا تو وقف مذکور واقف کی ملک میں پھر آویگا اگر وہ زندہ ہو یا اسکے وارث کی ملک میں اگر واقف مر گیا ہو یا بیت المال کی ملک میں عود کریگا اگر واقف اور وارث کوئی نہو فلو وقف السلطان عاما جاز و لو لجہۃ خاصۃ فظاہر کلامہم لا یصح اور اگر وقف کیا بادشاہ نے علی العموم تو جائز ہے اور اگر جہت خاص کیواسطے وقف کیا چنانچہ ایک شخص کی اولاد پر وقف کیا تو ظاہر کلام فقہا یہ ہے کہ یہ وقف خاص نہیں ہے یعنی سلطان کا وقف بیت المال سے عام صحیح ہے نہ خاص اسواسطے کہ خصوصیت میں بقیہ مسلمین کی حق تلفی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ لو شہد المتولی مع آخر بوقف مکان فالاصح انہ تقبل فظاہر کلامہم قبولہا اگر گواہی دی متولی نے دوسرے گواہ کے ساتھ فلانے مکان کے وقف ہونے کی مسجد پر تو ظاہر کلام علما قبول شہادت پر دلالت کرتا ہے لازم

الکتابۃ فی کل عام ویکفی القاضی منہ الاجمال لو معروفا بالامانۃ و لو متہما یجبرہ علی التعیین شیئا فشیئا ولا یحبسہ بل یہددہ و لو اتہمہ یحلفہ قنیۃ قلت وقد منا فی الشرکۃ ان الشریک والمضارب والوصی والمتولی لا یلزم بالتفصیل وان غرض قضاۃ ہذا الزمان لیس الا الوصول للسحت المسمی بالمحصول الا زم نہیں حسابہ متولی کا ہر سال اور قاضی متولی کو حساب اجمالی پر کفایت کرے اگر وہ امانت میں مشہور ہو اور اگر متہم بخیانت ہو تو ہیر پھیر کرے تعیین مصارف پر اور کڑکا اور اسکو قید نہ کرے بلکہ اسکو دھمکا وے اور اگر اسکو متہم پاوے تو قسم کھلاوے کذا فی القنیۃ میں کہتا ہوں اور پہلے کتاب الشرکۃ میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ شریک اور مضارب اور وصی اور متولی کو حساب بتفصیل لازم نہیں اور ہمارے زمانہ کے قاضیوں کو حساب لینے سے کچھ غرض نہیں سوائے اسکے کہ حرام مال لیکر کھاوین انتہی فی الدفع

یقبل قولہ بلا یمین لکن افتی المنلا ابو السعود بانہ ان ادعی الدفع من غلۃ الوقف فی وقفہ کاولادہ و اولاد اولادہ قبل قولہ وان ادعی الدفع الی الامام بالجامع والبواب ونحوہما لا یقبل قولہ کما لو استاجر شخصا للبناء فی الجامع باجرۃ معلومۃ ثم ادعی تسلیم الاجرۃ لم یقبل قولہ قال المصنف وہو تفصیل فی غایۃ الحسن فیعمل بہ واعتمدہ ابنہ فی حاشیۃ الاشباہ اگر متولی نے مقدار کو حق دینے کا دعوی کیا تو اسکا قول بدون قسم کے مقبول ہوگا لیکن مفتی ملا ابو سعود نے فتویٰ دیا ہے اسکا کہ اگر متولی نے دعوی کیا حق دینے کا غلہ وقف سے اپنے وقف میں جیسا کہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو تو اسکا قول مقبول ہے اور اگر اسنے جامع مسجد کے امام یا دربان یا مانند انکے اہل خدمات کے دینے کا دعوی کیا تو اسکا قول مقبول نہوگا چنانچہ اگر ایک شخص کو مزدوری لگا جامع مسجد کی تعمیر کیواسطے بعوض اجرت مقرری کے پھر دعوی کیا تسلیم اجرت کا تو اسکا قول مقبول نہیں مصنف نے اپنے فتاوی میں کہا کہ یہ تفصیل مفتی مرحوم کی نہایت خوبی میں ہے تو اسی پر عمل کرنا چاہیے اور اسی پر مصنف کے بیٹے نے حاشیہ اشباہ میں اعتماد کیا ہے قلت وسیجی فی العاریۃ معزیا للاخی زادہ انہ لو عزل

فقبض الاجرۃ للمعزول ثم نقل عنہ وینبغی ان یکون ہذا الجواب مبنیا علی القول الذی نقلہ فقط انہ فتوی اصح المنصوب جاری اللانقل اور آگے آویگا کتاب العاریۃ میں منقول اخی زادہ کہ اگر متولی نے مکان وقف اجارہ دیا پھر وہ متولی معزول کیا گیا تو اجرت لینا متولی منصوب کا حق ہے قول اصح میں اسواسطے کہ متولی سابق کا اجارہ دینا وقف کیواسطے تھا نہ اپنی ذات کیواسطے وہل یملک المعزول مصادقۃ المستاجر علی التعجیل ثم قال المصنف الذی یترجح عندی لا اور کیا متولی معزول مالک ہے تصدیق مستاجر کا مرتب پر جیسا کہ مصنف نے کہا اور رجوع قول مصنف نزدیک میرے راجح ہے عدم ملک مصادقت ہے یعنی اگر متولی معزول کہے کہ میں نے مستاجر کو مرمت کرنے کا اور صرف کرنے کا اذن دیا تھا تو میں اختلاف نہ ہو وہی عملا کا لیس للمتولی اخذ زیادۃ

علی ما قدر لہ الواقف اصلا جائز نہیں متولی کو زیادہ لینا اسپر جو اسکے واسطے واقف نے مقرر کر دیا مطلقا خواہ اجرت مثل کے برابر ہو یا نہو کذا فی الحطاوی ویجب صرف جمیع الحاصل من وجوہ شرعیۃ وعرفیۃ لمصارف الوقف الشرعیۃ اور جو بڑھوتی اور فوائد شرعی اور عرفی حاصل ہوں ان سب کا وقف کے مصارف شرعیہ میں صرف کرنا واجب ہے اس صورت میں ہے کہ جب متولی کی اجرت نہ مقرر ہو ولا عوائد قدیمہ معہودہ کا متولی کو لینا جائز ہے اسواسطے کہ معہود کا المشروط ہے کذا فی الطحاوی ویجب علی الحاکم امر المفتی بردہ لرشوۃ علی الراشی عقب الدعوی الشرعیۃ الکل من فتاوی المصنف قلت لکن سیجی فی الوصایا ومر ایضا ان للمتولی اجر مثل عملہ فتنبہ اور واجب ہے حاکم پر رشوت لینے والے پر حکم کرنا رشوت پھیر دینے کا رشوت دینے والے کو بعد دعوی شرعی کے یہ مسائل سابقہ فتاوی مصنف کے

منقول ہے میں کہتا ہوں لیکن کتاب الوصایا میں آویگا اور مذکور ہو چکا ہے کہ متولی کو اپنے عمل کی اجرت مثل لینا جائز ہے تو آگاہ ہو جا علامہ طحطاوی نے کہا
ہے شارح نے استدراک کیا اس قول کا کہ متولی کو وظیفہ واقف سے زیادہ لینا جائز نہیں ہے حالانکہ ان دونوں قولوں میں کچھ منافات نہیں ہے اسلئے کہ عدم جواز درصورتیکہ
مقرر کیا ہو واقف نے ہے اور جواز اجرت مثل اس صورت میں ہے جبکہ قاضی نے متولی کو مقرر کیا ہو چنانچہ بحر الرائق میں مفصلاً مذکور ہے لو وقف لفقراء قرابته
ثم المستحق [illegible] ولو ولیا لصغیر الا ببینة علی فقره وقرابته مع بیان جهتها فاذا الغنی له استحقه من حین الوقف علیه قنیة وفی ابن نجیم اگر واقف نے وقف کیا اپنے قرا
بت والے محتاجوں پر تو قرابت کا مدعی مستحق وقف نہوگا اگرچہ وہ صغیر کا ولی ہو بدون گواہی کے اپنی محتاجی اور قرابت پر جہت قرابت کے بیان کے ساتھ پھر قاضی کا
حکم ہوگا اُسکے استحقاق پر تو وہ مستحق ہوگا وقف کا وقف کرنے کے وقت سے کذا فی فتاوی ابن نجیم وفیها سئل عمن شرط السکنی لزوجته فلانة بعد وفاته مادامت عازبا
[illegible] مطلقة هل ينقطع حقها بالتزوج اجاب نعم قالت وكذا لو وقف على امهات اولاده الا من تزوج او على بنى فلان الا من خرج من هذه البلدة فخرج بعضهم
ثم عاد وعلى بنى فلان ممن تعلم العلم فترك بعضهم ثم اشتغل به فلا شئ له الا ان شرط انه لو عاد فله [illegible] اور فتاوی ابن نجیم میں ہے کہ سوال ہوا اس
شخص کا حکم جسنے سکونت مکان کی شرط کی اپنی فلانی زوجہ پر بعد اپنی وفات کے تبتک کہ وہ مجرد بلانکاح رہے پھر وہ مرگیا اور زوجہ نے دوسرے سے نکاح کیا اور مطلقہ ہوئی
کیا منقطع ہو جائیگا اُسکا حق نکاح کرنے سے جواب دیا کہ ہاں نکاح کرنے سے حق سکونت منقطع ہو جائیگا میں کہتا ہوں اور یہی حکم ہے اپنی امہات اولاد پر
وقف کے کہ اگر جو ام ولد نکاح کرے اُسکے واسطے حق سکونت نہیں یا وقف کیا فلانے کی اولاد پر مگر اُسپر نہیں جو نکل گیا اس شہر سے سو کوئی اُنمیں شہر سے نکلا
پھر پلٹ آیا یا وقف کیا فلانے کی اولاد پر جو اُنمیں سے علم حاصل کرے سو اُنمیں سے کسی نے علم سیکھنا ترک کیا بعد اسکے پھر تحصیل علم میں مشغول ہوا تو اُسکے واسطے مال وقف
سے کچھ نہیں مگر یہ کہ واقف نے یہ شرط کی ہو کہ اگر شرط مخصوص کی طرف پھر عود کریگا تو وہ مستحق ہوگا تو اس شرط سے البتہ مستحق ہوگا [illegible] کذا فی
فتاوی ابن نجیم فی الوهبانية [illegible] الا القاضی [illegible] اور وہبانیہ میں ہے کہ قاضی کا حکم ہوا [illegible]
گذرے چند سال کے تو اُسکو آیندہ کا غلہ ملیگا نہ گذشتہ اگر غلہ صرف ہوگیا ہو یعنی اگر غلہ موجود ہوگا تو ایام گذشتہ کا بھی پائیگا [illegible]
علی بنیه وله ولد واحد فله النصف والباقی للفقراء ایک شخص نے وقف کیا اپنے بیٹوں پر اور اُسکا ایک ہی بیٹا ہے تو اُسکو نصف ملیگا اور باقی فقیروں کو [illegible]
نہیں جمع ہوا در قول جمع وقف اور وصیت میں [illegible] کذا فی الحلبی وعلی ولده [illegible] اور وقف کیا اپنے ولد پر اور اُسکا ایک ہی بیٹا ہے
تو اُسکو کل ملیگا اسواسطے کہ لفظ ولد کا مفرد مضاف ہے تو عام ہوگا للمتولی الاقالة [illegible] غیر المتولی کو اجارہ توڑنا جائز ہے اگر وقف کو اسمیں بہتری ہو [illegible]
جبکہ اُسنے خود اجارہ دیا ہو نہ دوسرے متولی نے کذا فی الصیرفیة [illegible] اجرت کو [illegible] اور اگر متولی [illegible] جائز نہیں
فی الاشباه [illegible] بعرض معین صح [illegible] متولی نے وقف کو اجارہ دیا [illegible] کی عوض تو صحیح ہوا [illegible] اجارہ وقف کو نقود کے ساتھ [illegible]
لیس [illegible] غرس الشجر بلا اذن الناظر اذا لم یضر بالارض ولیس له حفر الابار بلا اذنه [illegible] درخت کا بونا بدون اذن متولی کے [illegible]
درخت بونا [illegible] کنواں کھودنا جائز نہیں [illegible] اذن سے اور متولی کھود [illegible] اگر وقف کیواسطے بہتر ہو [illegible]
[illegible] الوقف والمتولی بناءه وغرسه للوقف [illegible] لنفسه [illegible] عمارت بنائے یا درخت لگائے وہ [illegible] کا مملوک ہے [illegible] وقف کیواسطے اسکی
نیت کی ہو اور متولی کا عمارت بنانا اور درخت لگانا وقف ہی کا مملوک ہے تبتک کہ اُسنے قبل تعمیر اور درخت لگانے کے گواہ نہ کیا ہو کہ تعمیر وغیرہ اپنی ذات
کے واسطے ہے ولو آجر لابنه لم یجز خلافا لهما کعبده اتفاقا [illegible] القاضی صح کذا الوصی بخلاف الوکیل اور اگر متولی نے وقف اجارہ دیا اپنے بیٹے کو
تو جائز نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے چنانچہ اپنے غلام کو اجارہ دینا باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں اور یہ حکم مذکور اسوقت ہے جب
متولی نے بذات خود اجارہ دیا سو اگر قاضی متولی کے بیٹے یا غلام کو اجارہ دیگا تو صحیح ہوا اور یہی حکم ہے وصی کا کہ اسکی بیع اور اجارہ [illegible] فرزند سے صحیح ہے

بخلاف وکیل کے کہ اسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح نہیں وقف علی اصحاب الحدیث لایدخل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلب الحدیث ویدخل الحنفی کان فی طلبہ ولا بزازیۃ اسی لکونہ یعمل بالمرسل ویقدم خبر الواحد علی القیاس ایک شخص نے وقف کیا اہل حدیث پر تو اسمین شافعی مذہب داخل ہوگا جبکہ وہ علم حدیث نہ پڑھتا ہو اور حنفی مذہب اہل حدیث مین داخل ہوگا خواہ وہ علم حدیث کی طلب مین ہو یا نہو کذا فی البزازیۃ یعنی اسواسطے کہ حنفی مذہب حدیث مرسل پر عمل کرتا ہے اور حدیث واحد یعنی جو حدیث متواتر اور مشہور نہو اسکو مقدم کرتا ہے قیاس پر بخلاف شافعی المذہب کے کہ وہ حدیث مرسل پر عمل نہین کرتا اور قیاس کو احادیث احاد پر مقدم کرتا ہے ثم حدیث مرسل وہ ہے جسمین صحابی مذکور نہو تابعی یون کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے یون فرمایا خلاصہ یہ ہے کہ حنفی کے نزدیک حدیث مرسل پر عمل لازم ہوا اور بمقابلہ احادیث احاد قیاس متروک ہوا تو حنفی کو اہل حدیث کہنا الیق ہے انتہی الطحطاوی کہتا ہے ظاہر اس مسئلہ کا دم ہے جب واقف کو تخصیص محدثین کی نیت نہو الا بلا شک اہل استحقاق محدثین ہی ہونگے نہ فقہا اسواسطے کہ واقف کی مراد معلوم ہوگئی اور درصورت عدم نیت واقف گفتگو کا مقام ہے کہ شاید وہ یہ ہے اہل حدیث ہین یعنی کہ انکے اماموں نے موافق اپنے شرطون کے حدیث پر عمل کرنا واجب جانا ہے اور حنفی کا عمل کرنا مرسل پر اور خبر واحد کو قیاس پر مقدم کرنا اسکی تخصیص کا مقتضی نہین ہے جاز علی الصوفیۃ والاکفان لا علی الصوفیۃ ہو بیان ہو الاصح اور وقف جائز ہے قبرون اور کفنون پر اور صوفیون اور اندھون پر یہی قول صحیح ہے ہوم بحر الرائق مین ہے کہ وقف مین یہ شرط کرنا کہ اسکی قبر کے نزدیک قرآن پڑھا جاے باطل ہے لیکن فتوی محمد کے قول پر ہے کہ قرأت عند القبر مکروہ نہین صوفیون پر وقف اسوقت جائز نہین جبکہ وہ طریقہ پسندیدہ خلاف شرع پر ہون اسواسطے کہ اسوقت مین وقف کرنا امر قربت نہین ہے اور اگر صوفیہ طریقہ پسندیدہ پر ہون تو وقف صحیح ہے اور یہی محمول ہے جواز وقف جو شمس الائمہ سے منقول ہے اور اندھون پر اسواسطے وقف جائز نہین کہ اندھے غنی بھی ہوتے ہین اور محتاج بھی اور اسیطرح کانے اور لنگڑے بھی کذا فی الطحطاوی ولو شرط الناظر للارشد فالارشد من اولادہ فاستویا اشترکا بہ افتی المولی ابو السعود معللا بان افعل التفضیل یتنظم الواحد والمتعدد وہو الظاہر اور اگر واقف نے اپنی اولاد مین تولیت شرط کی ارشد فالارشد کیواسطے یعنے جو زیادہ تر ہوشیار ہو وہ درجہ بدرجہ متولی وقف ہے سو فرزند اسکے برابر ٹھہرے ہوشیاری مین تو دونون تولیت مین شریک ہونگے سیکا فتوی دیا ہے ملا ابو السعود نے یون استدلال کر کے کہ افعل التفضیل کا صیغہ واحد اور متعدد کو شامل ہوتا ہے اور یہی قول ظاہر ہے وفی النہر عن الاسعاف شرط الافضل اولادہ فاستویا فلاسنہم ولو احدہما اورع والاخر اعلم بامور الوقف فہو اولی اذا امن خیانتہ انتہی جوہر اور نہر الفائق مین اسعاف سے منقول ہے کہ واقف نے تولیت شرط کی اپنی افضل اولاد کیواسطے سو اسکی اولاد مین سے دو شخص برابر ٹھہرے تو تولیت زیادہ عمر والے کو ملیگی اور ایک فرزند زیادہ پرہیزگار ہوا اور دوسرا زیادہ تر دانا ہو امور وقف کا تو دانا تر بہتر ہے بشرطیکہ اسکی خیانت کا خوف نہو انتہی نقل النہر عن الجوہرہ ہم یہ ستدرک ہے قول سابق پر تو شرط تولیت سے وقت ہوگا جب دونون عمر مین برابر ہون اور نہر الفائق کے ایک نسخہ مین ترجمہ نے جو دیکھا تو اولویت عالم کی روایت ظہیریہ کیطرف منسوب پائی نہ جوہرہ کیطرف واللہ اعلم وکذا لو شرط للارشد ہم کما فی النفع الوسائل اور اسیطرح افضل کی شرط کے مانند ہے اگر واقف نے ارشد اولاد کیواسطے تولیت شرط کی کما فی النفع الوسائل یعنے جو شرط افضل مین کلام ہے وہی اشتراط ارشد مین کذا فی الطحطاوی ولو ضم القاضی للقیم ثقۃ اخر حسبۃ ہل للاصیل ان یستقل بالتصرف لم ارہ افتی الشیخ الاخ انہ ان ضم الیہ لخیانتہ لم یستقل والا فلہ ذلک وہو حسن نہر اور اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرے شخص معتمد کو بلا یا یعنے ناظر بلا اجرت کو تو متولی اصیل کو تصرف وقف مین کرنا بالاستقلال جائز ہے یا نہین صاحب نہر نے اسکو مصرح نہین دیکھا اور صاحب نہر کے استاد دیعنی بھائی یعنی صاحب بحر الرائق نے فتوی دیا کہ اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرا ناظر اسکی خیانت کے سبب سے ملایا تو اصیل مستقل نہوگا اور نہین تو اسکو استقلال بالتصرف جائز ہے اور یہ فتوی خوب ہے کذا فی النہر نفسہ فبل ولا ناظر اور وصی ہر قاضی کو جائز نہین بلکہ یہ عہدہ قاضی القضاۃ کا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وفی فتاوی مؤیدزادہ معزیا للخانیۃ وغیرہا لیس للمشرف التصرف بل الحفظ اور فتاوی مؤیدزادہ مین منقول ہے خانیہ وغیرہ سے کہ مشرف کو وقف مین تصرف کرنا جائز نہین بلکہ اسکا عہدہ حفاظت کا ہے لیس للمتولی ان یستدین علی الوقف للعمارۃ الا باذن القاضی متولی کو وقف کے اوپر ادھار کرنا عمارت کیواسطے جائز نہین مگر قاضی کے اذن سے مات المتولی والجباۃ یدعون تسلیم

التفلة الیه فی حیاته ولا بینة لهم صدقوا بیمینهم لانکارهم الضمان متولی مرگیا اور تحصیلدار دعوی کرتے ہیں کہ ہمنے غلہ ارضی کا متولی کو تسلیم کیا اسکی زندگی میں یا اُناکوئی گواہ نہیں تو اُنکی تصدیق ہوئی اُنکی قسم کے ساتھ بسبب اُنکے منکر ہونے ضمان کے لایجوز الرجوع عن الوقف اذا کان مسجلا لکن یجوز الرجوع عن علیه الشرط والکالموذن والامام والمعلم ان لم یکونوا اصلح انتہی ج بہرہ جائز نہیں وقف کرکے پھرنا جبکہ وقف مسجل بحکم قاضی ہوگیا ہو لیکن جس پر کہ وقف مشروط ہو چنانچہ موذن و امام اور معلم کا تغیر کرنا جائز ہو اگرچہ وہ لائق تر ہوں انتہی نقل الفتاوی عن الجوہرہ طحطاوی نے کہا شارح کی نقل میں خلل ہے صواب یہ ہو کہ جواز تغییر شرط عدم صلاحیت ہو کذا فی الدر المنتقی عن معین زادہ وہکذا فی الخلاصۃ و فی جواہر الفتاوی شرط التغییر ولو قال حبسا لولدہ فلان ما عاش ثم من بعدہ للاً رشد من اولادہ فالولایۃ تصرف للابن لا للواقف لان الکنایۃ تصرف لاقرب المکنیات بمقتضی الوضع اور جواہر الفتاوی میں ہو واقف نے شرط کی تولیت اپنی کیواسطے جبتک وہ زندہ ہے پھر اپنے فلانے ولد کیواسطے جبتک وہ زندہ ہے پھر بعد اسکے عقیف تر اور ہوشیار تر کیواسطے اسکی اولاد میں سے تو ضمیر بعدہ اور اولادہ کی وقف کی ولد کیطرف پھرے گی نہ واقف کیطرف اسواسطے کہ کنایہ منصرف ہوتا ہو قریب تر ملنے کیطرف بمقتضا ے وضع کے ہم کنایہ سے یہاں مراد ضمیر ہو اور ضمیر کو کنایہ کہنا اصطلاح کوفی ہو اور مکنی سے مراد ضمیر کا مرجع ہو کذا فی الطحطاوی وکذلک مسائل ثلثۃ وقف علی زید وعمرو ونسلہ فالنسل لعمرو فقط اور اسیطرح مسائل ثلثہ میں اقرب کا اعتبار ہو پہلا مسئلہ یہ ہو کہ وقف کیا زید اور عمرو اور اسکی نسل پر تو اسے ضمیر فقط عمرو کیطرف پھرے گی یعنی اسواسطے کہ وہی قرب ہو نہ زید کیطرف پھرے گی کہ وہ بعید ہو کہ لو وقفت علی ولدی وولد ولدی الذکور فالذکور راجع لولد الولد دوسرا مسئلہ یہ ہو کہ وقف نے کہا کہ میں نے وقف کیا اپنے بیٹا و بیٹے کے لڑکے ذکور کیطرف تو صفت ذکور کی پوتے کیطرف راجع ہو گی فقط یعنی اسواسطے کہ ذکور اقرب ہو پوتے سے وعکسہ وقفتہ علی بنی زید وعمرو ولم یدخل بنا عمرو لانہ فیم الی زید فیصرف الیه ہذا ہو الصحیح اور انکے عکس مسئلہ ثالث کہ یہ قول ہو کہ وقف کیا بیٹے ابنا زید اور عمرو پر تو ابنا عمرو وقف میں داخل نہونگے اسواسطے کہ لفظ ابنی کا زید سے قریب ہو تو اسیکی طرف منصرف ہوگا نہ عمرو کیطرف یہی قول صحیح ہو ہم یہاں ہو اصل مسئلہ کیطرف اور قول غیر صحیح کمال الدین کا قول ہو کہ مسائل مین ابنا فیہم داخل ہیں کیطرف منصرف ہے اسکے ابن کیطرف کذا فی الطحطاوی وقدمنا ان الوصف بعد متعاطفین للاخیر عندنا فی الزیلعی من باب المحرمات و قولہم یصرف الشرط الیہما وہو الاستثناء فلذالک فی الشرط مرح بہ والاستثناء بمشیۃ اللہ تعالی واما فی الصفۃ المذکورۃ فی آخر الکلام فتنصرف الی ما یلیہ کجاء زید وعمرو العالم الخ فلیحفظ اور ہم مقدم ذکر کرچکے ہیں کہ صفت بعد دو معطوفوں کے اخیر معطوف کے واسطے ہوتی ہو ہمارے نزدیک زیلعی کے باب المحرمات میں یہ ہو اور فقہا کا یہ قول کہ شرط دو معطوفوں کیطرف پھرتی ہو اور یہی اصل ہو ہم کہتے ہیں کہ دونوں معطوفوں کیطرف شرط کا پھرنا شرط صریح اور استثنا بمشیت اللہ میں ہو اور اس صفت میں جو آخر کلام میں مذکور ہو تو یہ اصل ہو کہ اپنے قریب کیطرف منصرف ہوگی چنانچہ جاء زید وعمرو العالم میں عالم فقط عمرو کی صفت ہو انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرط صریح کی مثال ہو کہ زینب طالق و ہندان دخلت الدار تو دخول دار دونوں کی طلاق کی شرط ہونہ فقط ہند کی اور استثنا کی مثال ہو کہ زینب طالق و ہند طالق انشاء اللہ ہو فی المنظومۃ المحبیۃ والوصف بعد جمل اذا اتی یرجع للجمیع فیما ثبتا عند الامام الشافعی فیا وان کان ذا العطف بوا والمراد ان کان العطف بثم دفعا الی الاخیر باتفاق رجعا اور منظومہ محبیہ میں ہو اور صفت بعد سب معطوفات کے جب آوے تو جمیع معطوفات کیطرف راجع ہو اس روایت میں جو امام شافعی سے ثابت ہو اگر معطوف بحرف واو ہو اور اگر عطف ثم سے واقع ہو تو باتفاق حنفی اور شافعی اخیر معطوف کیطرف راجع ہوگی ولو علی البنین دخل البنات فان فی ذاک البنات تدخل اور اگر وقف بیٹوں پر مقرر ہوا تو اسمیں بیٹیاں بھی داخل ہونگی ہم اور اخوۃ کے وقف میں اخوات داخل ہونگی کذا فی الظہیریۃ وقاضی خان اور شاید کہ وجہ اسکی تغلیب ذکور ہو اناث پر واللہ اعلم وولد الابن کذاک البنت یدخل فی ذریتہ اور پوتا اور اسیطرح نواسی ذریت کے وقف میں داخل ہو کذاک البنت اصل میں کذاک ولد البنت تھا مضاف محذوف ہوا اور مضاف الیہ اسیطرح مجرور رہا کذا فی الحلبی ولو وقف الوقف علی الذریۃ من غیر ترتیب فبالسویۃ یقسم بین من علا والاسفل ومن نقل

اگر وقف کیا ذریت پر باترتیب تو بالتقسیم ہوگی ذریت عالیہ و سافلہ میں بدون ناوتی بعض کے بعض پر سو اس روایت کو نقل کر کے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ وقف
کیا اپنی نسل اور ذریت پر تو قریب و بعید اسمین داخل ہیں اور اولاد بنین و بنات اسمین برابر ہیں آزاد ہوں یا مملوک اور مملوک کا حصہ اسکا مولی لیگا + وتنقض القسمۃ
فی کل سنۃ + ویقسم الباقی علی عددہم + اور قسمت ٹوٹ جاتی ہر سال اور باقی مقسوم ہوگا انپر جنکے واسطے معین کیا ہو واقف نے یعنے اگر واقف کی ذریت میں کوئی اور لڑکا
پیدا ہو جو سال گذشتہ میں مستحق تھے یا ذریت موجودہ میں سے کوئی مرگیا تو سال گذشتہ کی قسمت بدل جائیگی اور اگر موقوف ذریت پر بعض وقف ہو تو باقی مقسوم ہوگا اور
کل وقف ہو تو کل مقسوم ہوگا کذا فی الطحطاوی + ولو علی اولادہ ثم علی اولاد اولادہ قد جعلا + وقفا فقالوا لیس فی ذا یدخل + اولاد بنتہ علی ما نقل + اور
اگر وقف کیا اپنی اولاد پر پھر اپنی اولاد کی اولاد پر تو علما نے کہا ہو کہ اسمین واقف کی اولاد بنت یعنی نواسی اور نواسے داخل نہیں ہیں موافق روایت منقولہ کے ہم یہ ظاہر الروایۃ
اور واقعات اور ضیاء و مجتبی و خانیہ و ولوالجیہ و تجنیس و مزید میں اسی پر فتوی ہو کذا فی الطحطاوی + بنی اولادی کذا اقاربی + واخوتی ولفظ آبائی حسب + ویشترک الاناث
والذکور + فیہ کذا کے واضح مسئلہ یہ ہے اولادی کے لفظ میں اسی طرح اقاربی اور اخوتی اور آبائی کے لفظ کو شمار کر اسمین اناث اور ذکور شریک ہیں یہ قول صحیح
اور مسئلہ یہ ہم ہے یعنی اگر واقف نے کہا وقفت علے آبائی یعنی میں نے باپوں پر وقف کیا تو اسمین اسکی ماں اور باپ دادا دادی نانا نانی داخل ہونگے استحسانًا کہ جمع مذکر
اختلاط کے وقت مونث کو بھی شامل ہوتی ہو کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ + وما یکثر وقوعہ ما لو وقف علی ذریتہ مرتبا + وجعل من یموت منہم عن ولد قبل
استحقاقہ ولدہ قائم مقامہ لو بقی حیا فہل لہ حظ ابیہ لو کان حیا ویشارک الطبقۃ الاولی ولا افتی السبکی بالمشارکۃ وخالفہ السیوطی وہذہ المخالفۃ واجبۃ
کما افادہ ابن نجیم فی الاشباہ من القاعدۃ الثالثۃ عشرۃ اور جو صورت وقف اولاد کی کثیر الوقوع ہے یعنی مصر میں یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی ذریت پر
علی الترتیب یعنی طبقہ بعد طبقہ و بطنا بعد بطن اور شرط وقف کی یہ مقرر کی کہ جو شخص انکی اولاد میں سے قبل استحقاق کے مرجاوے اور ولد چھوڑ کر تو اسکا ولد اپنے
باپ کے قائم مقام ہوا اگر اسکا باپ زندہ باقی رہتا تو کیا اس لڑکے کو اپنے باپ کا حصہ ملیگا اگر اسکا باپ زندہ رہتا اور یہ لڑکا استحقاق میں طبقۂ اولی کا شریک ہوگا
یا نہیں علامہ سبکی نے مشارکت کا فتوی دیا اور سیوطی نے اسکی مخالفت کی ہے اور یہ مخالفت واجب ہے چنانچہ اسکو بیان کیا ہے ابن نجیم نے اشباہ کے تیرہوین
قاعدہ میں اور اشباہ میں اس سوال اور اسکے جواب اختیار یوں مذکور ہے کہ جب واقف نے اپنی اولاد اور پوتوں پر وقف کیا پھر انکے بعد پوتوں پر پھر اپنی ذریت اور
نسل پر طبقہ بعد طبقہ و بطنا بعد بطن کہ طبقہ علیا طبقۂ سفلی کا حاجب ہو اس شرط پر کہ جو مرجاوے تو اسکا حصہ اسکے لڑکے لے اور جو مرجاوے قبل داخل ہونے کے اس وقف میں اور مستحق ہونے
اسکے منافع کے اور بیٹا اور پوتا یا پروتا چھوڑے تو بیٹا اپنے باپ کے حق کا مستحق ہوگا اگر اسکا باپ زندہ رہتا اور یہ صورت کثیر الوقوع ہے قاہرہ یعنی مصر میں انتہی طحطاوی نے کہا
یہ جو شارح نے فتوی مشارکت کا سبکی کی طرف نسبت کیا سو غلط ہے بلکہ اشباہ میں عدم مشارکت کا فتوی سیوطی سے مصرح ہے اور یہ فتوی واقف کے پوتے کے دو فرزندوں میں مذکور ہے
جو پوتا اپنے باپ کی زندگی میں مرگیا لکن ذکر بعدہ فروعًا ان التعبیر بعضہم ببعض بالطبقات ثم بعضہم بالواو فیشارک بخلاف ثم فراجعہ متاملا مع شرح الوہبانیۃ فانہ
نقل عن السبکی عدۃ فروع یحتاج الیہا ولم یزل العلماء متحیرین فی فہم شروط الواقفین الا من رحم اللہ لیکن صاحب اشباہ نے دو ورق کے بعد مذکور کیا ہے کہ
بعضے وقف کرنے والے طبقات اولاد میں بلفظ ثم تعبیر کرتے ہیں اور بعضے بلفظ واو اور واو کی تعبیر سے طبقہ سافلہ طبقۂ عالیہ کا شریک ہوگا بخلاف ثم کا کہ مشارکت نہوگی
سو مراجعت کر اشباہ کیطرف غور کر کے شرح وہبانیہ کے ساتھ کہ اسنے سبکی سے دو اور صورتیں نقل کی ہیں جنکی طرف حاجت پڑتی ہے اور ہمیشہ علما حیران
رہے ہیں شروط واقفین کے فہم میں مگر جسپر خدا نے رحم کیا علامہ طحطاوی نے کہا ہمنے مراجعت کی اشباہ کیطرف سو ہمنے پایا کہ واو کی تعبیر میں قسمت منقوض ہوگی اور ثم میں
منقوض نہوگی اسمین مشارکت اور عدم مشارکت جو شارح نے نقل کی مذکور نہیں ہے یہ بھی تحقیق معلوم ہوا کہ یہ جو صاحب اشباہ نے واو اور ثم کا فرق کیا ہے
صحیح نہیں بلکہ دونوں صورتوں میں قسمت منقوض ہوگی انقراض بطن اعلی سے چنانچہ علامہ مقدسی نے بسند کلام خصاف اسکو واضح کر دیا ہے اور جو توضیح
اس مسئلہ کی چاہے وہ اشباہ اور اسکے حواشی کیطرف رجوع کرے انتہی ملخصًا + وقد فتیت فیمن وقف علی اولادہ للذکور دون الاناث فمات مستحقہ عن ابن

ابوہما من اولاد الظہور بانہ ینتقل نصیبہا لہما لصدق کونہما من اولاد الظہور باعتبار ابیہما کما یعلم من الاسعاف وغیرہ اور اس شخص کے حق میں
جسنے وقف کیا ذکور کی اولاد پر نہ اناث کی اولاد پر سوا ایک مستحق عورت اپنی دو لڑکے چھوڑ کر مرگئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہو یہ فتوی دیا کہ عورت
مستحقہ کا حصہ دونوں لڑکوں کیطرف منتقل ہوگا اسواسطے کہ دونوں پر صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد سے ہیں اپنے باپ کے اعتبار سے چنانچہ اسعاف وغیرہ سے معلوم
ہوتا ہے وفی الاسعاف والتاتارخانیۃ لو وقف علی عقبہ یکون لولدہ وولد ولدہ ابدا ما تناسلوا من اولاد الذکور دون الاناث الا ان یکون ازواجہن من ولد
ولدہ الذکور کل من یرجع نسبہ الی الواقف بالآباء فہو من عقبہ وکل من کان ابوہ من غیر الذکور ممن یرجع الی الواقف فلیس من عقبہ انتہی اور اسعاف و تاتارخانیہ
میں ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے عقب یعنی پس ماندوں پر تو یہ وقف واقف کے ولد اور پوتے پر ہمیشہ ہوگا جبتک انکی نسل باقی رہیگی ذکور سے
نہ اناث سے مگر اناث کی اولاد اسوقت وقف میں داخل ہوگی جبکہ اناث کے ازواج واقف کے پوتوں کی اولاد ہوں جس شخص کا نسب واقف کیطرف راجع
ہو واسطے آباء کے وہ واقف کا عقب ہوا اور جس شخص کا باپ واقف کی اولاد ذکور سے نہو سو وہ شخص واقف کے عقب میں داخل نہیں انتہی کلام الاسعاف قول اخیر قول اول کی
توضیح ہے خلاصہ یہ ہے کہ اولاد پسری پر عقب صادق آتا ہے نہ اولاد دختری پر وفیہ ایضا فی الوصایا انہ لو اوصی لآلہ دخل فیہ کل من ینسب الیہ من قبل آبائہ
لا یدخل اولاد البنات انہا لو اوصت الی اہل بیتہا او جنسہا لا یدخل ولدہا الا ان یکون ابوہ من قومہا لان الولد انما ینسب الی ابیہ لا الی امہ قلت فیعلم جواب حادثۃ
لو وقف علی اولاد الظہور دون اولاد البطون فماتت مستحقۃ عن ولدین ابوہما من اولاد الظہور انہ ینتقل نصیبہا لہما فاجبت انہ ینتقل نصیبہا لہما لصدق
کونہما من اولاد الظہور باعتبار والدہما المذکور اور آگے آویگا کتاب الوصایا میں یہ کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی اپنی آل اور اپنی جنس کیواسطے
تو داخل ہوگا اس وصیت میں جو شخص کہ منسوب ہو اسکی طرف اسکے آباء و اجداد کی جانب سے اور نہ داخل ہوگی اولاد بنات کی اور اگر عورت نے وصیت کی
اپنے اہل بیت یا اپنی جنس کیواسطے تو عورت کا ولد وصیت میں داخل ہوگا مگر اس صورت میں داخل ہوگا جبکہ باپ اسکا عورت کی قوم سے ہو اسلئے کہ لڑکا اپنے
باپ کیطرف منسوب ہوتا ہے نہ اپنی ماں کیطرف میں کہتا ہوں اس تقریر سے جواب اس حادثہ کا معلوم ہوگیا کہ اگر وقف کیا اولاد ذکور پر اولاد بنات پر پھر مرگئی
ایک عورت مستحقہ دو ولد چھوڑ کر جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہے کیا عورت کا حصہ دونوں لڑکوں کیطرف منتقل ہوگا سو میں نے جواب دیا کہ ہاں عورت کا حصہ دونوں
کیطرف انتقال کریگا اسواسطے کہ دونوں پر صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد ہیں باعتبار اپنے والد کے سو یہ مسئلہ بعینہا عنقریب گذر چکا

فصل

فیما یتعلق بوقف الاولاد من الدرر یہ فصل ہے اُن مسائل میں جو متعلق ہیں اولاد کے وقف سے منقول ہیں درر وغیرہ سے ہم یہاں عبارت درمختار کی
نسخ میں مختلف ہے نسخہ مکتوبہ عربیہ میں یوں ہے فیما یتعلق بوقف الاولاد من الدرر وغیرہا اور نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں من الدرر وغیرہا لیکن مترجم نے نسخہ مطبوعہ مصر کا
اعتماد کیا کما لا یخفی وجہہ عبارۃ المواہب فی الوقف علی نفسہ وولدہ ونسلہ وعقبہ جعل ریعہ لنفسہ ایام حیاتہ ثم وثم جاز عند الثانی وبقی جعلہ لولدہ ولکن تخصیص بالصلبی
اور عبارت مواہب کی یہ ہے کہ اپنی ذات اور اپنی ولد اور اپنی نسل اور اپنے عقب کے وقف میں محصول وقف کا اپنی ذات کیواسطے ٹھہرایا اپنے ایام حیات تک
پھر اسطرح درجہ بدرجہ جائز ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ وقف کا اپنے ولد کیواسطے محصول وقف کا مقرر کرنا جائز ہے لیکن فرزند صلبی کو مخصوص ہوگا
یعنی پوتے پر وقف نہ ملیگا ویعم الانثی بالم یقیدہ بالذکر اور ولد کا لفظ عورت کو بھی شامل ہے جبتک واقف نے ولد ذکر کی قید لگائی ہو ولد عورت کو اسواسطے عام
ہے کہ ماخوذ ہے ولادت سے اور ولادت عورت میں بھی موجود ہے کذا فی الکبیر عن البزازیۃ ویستقل بہ الواحد فان انتفی المولد الصلبی فللفقراء دون ولد الولد الا ان یکون حین الوقف
صلبی فیختص بولد الابن ذکر او انثی دون من دونہ من البطون ودون ولد البنت فی الصحیح اور مستقل ہوگا ساتھ وقف کے واحد صلبی سو اگر واحد صلبی منتقل ہو
بیشتر گیا ہو تو وقف مقرر کیا واسطے فقرا کے نہ واقف کے پوتے کیواسطے مگر اسوقت جبکہ وقف کے وقت ولد صلبی نہو تو اسوقت ولد الابن کو مخصوص ہوگا اگرچہ ولد الابن

عورت ہو تو غیر ولد الابن کو منجملہ مطلوب کے اور نہ وقف کے ناتی کو قول اصح میں یعنی ہوتے ہیں اولاد بنات کی اپنے آبا کیطرف منسوب ہوتی ہے نہ ماں کیطرف نجلاف ولد الابن کے کذا

فی الدرر ولو زاد وولد ولدی فقط اقتصر علیہما اور اگر واقف نے زیادہ کیا کہ میں نے وقف کیا اپنے ولد پر اور اپنے بچے پر فقط تو ولد اور پوتے مخصوص ہونگے ولو زاد البطن الثالث عم نسلہ اور

اگر واقف نے بطن ثالث کو زیادہ کیا تو اسکی تمام نسل کو شامل ہوگا یعنے اگر یوں کہا کہ وقف کیا ولدی وولد ولدی وولد ولد ولدی کذا فی الدرر یعنی میں نے وقف کیا اپنے بیٹے پر اور اپنے پوتے پر

اور اپنے پرپوتے پر تو غلہ اسکی نسل پر صرف ہوگا جبتک اسمیں کا سلسلہ باقی رہیگا نہ فقرا پر اسلئے کہ جب واقف نے بطن ثالث کو ذکر کیا تو سبب کثرت کے وہ لفظ کے تفاوت میں پایا گیا تو صفت تخصیص کی

مرتفع ہوگئی تو فقط معنی انتساب کا اعتبار باقی ہے تو سبکو شامل ہوگا کیونکہ قریب بعید سب میں معنی موجود ہے بخلاف بطن ثانی کے اسواسطے کہ اسمیں ایک ہی سلسلہ ہے کذا فی الخلاصہ ویستوی

الابعد والاقرب الا ان ذکر ما یدل علی الترتیب کما لو قال ابتدا علی اولادی بلفظ الجمع او علی ولدی وولد اولادی اور بطن ثانی کی زیادتی میں بعید اور اقرب

برابر ہونگے مگر یہ کہ واقف وہ چیز ذکر کرے جو ترتیب پر دلالت کرے چنانچہ بعید اور قرب برابر ہیں اگر یوں کہے بلفظ جمع کہ ابتدا وقف میرا اولاد پر ہے یا یوں کہے کہ وقف

میرے ولد پر اور میرے اولاد کی اولاد پر ہے ترتیب پر دلالت کرنا اسطرح ہے کہ واقف کہے کہ الاقرب فالاقرب یا یوں کہے کہ میرے ولد پر پھر میرے پوتے پر یا کہے کہ بطنا بعد بطن

تو اسوقت اسی سے ابتدا ہوگی جس سے واقف نے ابتدا کی ولو قال علی اولادی لکن سہام ثمانۃ منہم صرف نصیبہ للفقراء ولو علی امراتہ واولادہ ثم ماتت لم یختص بہا نصیبہا

لم یشترط رد نصیبہا من مات منہم الی ولدہ اور اگر واقف نے کہا کہ میں نے وقف کیا اپنی اولاد پر ولیکن اولاد کا نام ذکر کیا اور اخیر وقف فقیروں کیواسطے ٹھہرایا کذا

فی الدرر سو انمیں سے ایک لڑکا مرگیا تو اسکا حصہ فقیروں میں صرف ہوگا اور اگر وقف کیا اپنی زوجہ پر اور اپنی اولاد پر پھر زوجہ مرگئی تو اسکا بیٹیا اسکے حصہ کے علاوہ مخصوص نہوگا جبکہ

واقف نے اس شخص کا حصہ جو نہیں ہے مرگیا اسکے ولد کیواسطے پھیر دینا شرط نکیا ہو ہم شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا ولو علی امراتہ ثم علی اولادہ تھا کلام متناسب تھا اور مراد یہ ہے کہ واقف نے

زوجہ کو بعد مستحقاق اپنی اولاد کیواسطے ٹھہرایا تو زوجہ کا ولد زوجہ حصہ کے ساتھ مخصوص نہوگا در مختار میں کہا ولد الزوجہ وہ لڑکا مراد ہے جو واقف سے پیدا ہوا انتہی اور جو لڑکا زوجہ کا

اور شوہر ہم سے ہو اسکو وقف میں کچھ دخل نہیں کذا فی الطحطاوی ولو قال علی بنی ادخل خنثی دخل الاناث علی الاوضح علی بناتی لایدخل البنون اور اگر واقف نے کہا کہ میں نے وقف کیا

اپنے بیٹوں یا اپنے بھائیوں پر تو اسمیں اناث بھی داخل ہیں بقول موجہ یعنے بیٹیاں وہ بہنیں بھی وقف میں داخل ہونگی یعنی اسواسطے کہ جمع ذکور عند الاختلاط اناث کو بھی شامل ہوتی ہے

بخلاف جمع اناث کے کہ مرد کو شامل نہیں ولو قال علی بنی و لہ بنات فقط او قال علی بناتی ولہ بنون فالغلۃ للمساکین لیکون وقفا منقطعا فان حدث ما ذکر عاد الیہ اور اگر وقف کیا اپنے

بیٹوں پر اور حال یہ کہ اسکی بیٹیاں ہیں یا وقف کیا اپنی بیٹیوں پر اور حال یہ کہ اسکے فقط بیٹے ہیں تو غلہ مساکین کیواسطے ہوا اور وقف منقطع ہوگا پھر اگر وہ پیدا ہو جسکو

واقف نے ذکر کیا تھا تو وقف اسکی طرف عود کریگا یعنی پہلی صورت میں اگر واقف کا بیٹا پیدا ہوا اور دوسری صورت میں بیٹی پیدا ہوئی تو وقف مذکور کی مستحق

ہوگی ویدخل فی قسمۃ الغلۃ من حمل لہ لدون نصف حول من طلوع الغلۃ لا لاکثر الا اذا ولدت مبانۃ او ام ولد معتقۃ لدون سنتین لثبوت نسبہ بلا حل وطئہا

فلو یحل فلا لاحتمال علوقہ بعد طلوع الغلۃ اور اولاد کے وقف میں غلہ کی قسمت میں وہ لڑکا داخل ہوگا جو چھ مہینے سے کمتر مدت میں پیدا ہوا ابتداے

نمودار ہی غلہ سے وہ لڑکا جو زیادہ مدت میں پیدا ہوا اگر وہ لڑکا داخل ہوگا جسکو واقف کی زوجہ مبانیہ یا اسکی آزاد ام ولد جنی کمتر دو سال سے بسبب ثابت ہونے نسب

کے واسکے بلا حلت وطی اسکی ماں کے سو اگر اسکی وطی حلال ہو اسطرح پر کہ ام ولد آزاد نہو یا زوجہ معتدہ رجعی ہو کذا فی الحلبی تو اکثر مدت کی ولادت میں داخل قسمت نہوگا

بسبب احتمال علوق ولد کے بعد نمودار غلہ کے تقسیم نہیں ہوتا ان لم یرتب البطون ان قال للذکر کالانثیین فکما قال ورا اولاد طبقات میں غلہ برابر منقسم ہوگا اگر واقف نے بطون

میں ترتیب نکور نہیں کی اور اگر واقف نے کہا کہ مرد کو دو حصہ عورت کا تو موجب اسکے قول کے ملیگا فلو وصیتہ فرض کر مع الاناث وانثی مع الذکور ویرجع سہمہ للورثۃ

لعدم صحۃ الوصیۃ للمعدوم فلا بد من تنفیذ لیعلم ما یرجع للورثۃ سو اگر وصیت ہو تو فرض کیا جائے مرد عورتوں کے ساتھ اور عورت فرض کیجائے مردوں کے ساتھ اور سہم

شخص مفروض کا اسکے وارثوں کی طرف رجوع ہو بسبب صحیح نہونے وصیت کے معدوم کیواسطے تو ضرور ہوا اسکی فرضیت تا معلوم ہو کہ قدر غلہ موصی کے وارثوں

کیطرف راجع ہوگا یہ مسئلہ تمام معضل ہے توضیح اسکی یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی اولاد پر للذکر مثل حظ الانثیین اور مرد اور عورت انمیں مختلط ہیں یوں وجوب اسکی

نسل کے لئے اور اگر فقط ذکور ہوں یا فقط اناث ہوں تو انہیں پر برابر تقسیم ہوگا اور اگر وصیت کی ذکور و اناث کے واسطے
ہوگا اور اگر ذکور ہوں یا فقط اناث تو عورتوں کے ساتھ مرد اور مردوں کے ساتھ عورتیں شریک ہونگی اور وصیت میں تقسیم ہوگی
اور ہر فریق کو اسکا حصہ دیا جائیگا اور وقف تمام مال کا وقف کی آیات سے نکل جاتا ہے تو اگر انکے ساتھ مرد یا عورت شریک ہو تو وہ مصرف وقف میں
پس وقف میں ملیگا بخلاف وصیت کے کیونکہ وصیت ذکور و اناث کیواسطے ہو تو فقط ذکور یا فقط اناث کیلئے صحیح ہوگی اسواسطے کہ معدوم کیلئے وصیت باطل ہے
یہاں فرق کرنا ضرور ہے یہ معلوم ہوچکا کہ دونوں کیطرف کتنا راجع ہوگا کذا فی البحر اور عمل ہے جسمیں شرحہا ولو قال علی ولدی و نسلی ابدا وکلما مات احدهم کان نصیبه لنسله
فالغلة لجمیع ولده ونسله بینهم بالسویة ونصیب المیت لولده ایضا بالارث عملا بالشرطین اور اگر واقف نے کہا کہ وقف کیا میں نے اپنے ولد اور نسل پر ہمیشہ اور جو انمیں
مرجائے تو اسکا حصہ اسکی نسل کیواسطے ہو تو غلہ اسکی تمام اولاد اور نسل کیواسطے ہوگا زندہ اور مردہ کو برابر اور میت کا حصہ بھی اسکا ولد پاویگا بسبب میراث کے تا بر عمل کرنے
شرط کے اور توضیح اسکی یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے والد پر اور اپنے ولد کے ولد پر جب تک انکی نسل رہے اور واقف نے بطنا بعد بطن نہ کہا اور حصہ میت کا
والد کیواسطے شرط کیا تو غلہ اسکی جمیع اولاد اور نسل کو برابر ملیگا اور اگر واقف کا کوئی بیٹا مر گیا اور اپنا ولد چھوڑ گیا تو میت کا حصہ اسکا ولد پاویگا بسبب ارث کے تو ولد میت
دو سہم پاویگا ایک سہم وہ جو واقف نے اسکے واسطے مقرر کیا اور دوسرا سہم اپنے والد کا چنانچہ شارح نے دونوں سہموں کیطرف بلفظ ایضا اشارہ کر دیا ولو قال کل من مات منهم عن غیر
نسل کان نصیبه لمن فوقه ولم یترک قدما او سکت فنصيبه یکون راجعا الی اصل الغلة لا للفقراء ما دام نسله باقیا اور اگر مسئلہ مذکورہ میں واقف نے کہا کہ جو ولد انمیں سے بلا نسل مرجائے
تو اسکا حصہ طبقہ علیا کیواسطے ہوگا مگر یہ کہ میت کے اوپر کوئی باقی نہیں یا اس شرط سے واقف نے سکوت کیا تو میت کا حصہ اصل غلہ کیطرف راجع ہوگا یعنے
غلہ کے مصرف میں صرف ہوگا فقیروں کو نہ ملیگا جبتک واقف کی نسل باقی رہیگی والنسل اسم للولد وولده ابدا ولو انثی اور نسل نام ہے ولد کا اور اسکے ولد کی اولاد کا ہمیشہ
بطنا بعد بطن اگرچہ ولد عورت ہو والعقب للولد وولده من الذکور ای دون الاناث الا ان یکون ازواجهن من ولد ولده الذکور اور عقب نام ہے ولد کا اور
اسکے ذکور اولاد کا یعنے عورتوں کا نام عقب نہیں مگر یہ کہ عورتوں کے شوہر اسکے پوتوں کی اولاد ہوں چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا والاہل وجنس اہل بیت کل من
یناسبه الی اقصی اب له فی الاسلام وهو الذی ادرک الاسلام اسلم اولا اور جنس کے آل اور جنس اور اہل بیت ہر شخص کو جسکا ہم نسب اسکے اقصاے والد کی طرف
اسلام میں اور اقصے والد فی الاسلام وہ ہے جسنے ابتداے اسلام کو پایا خواہ اسنے اسلام قبول کیا یا نہ کیا اور ادراک اسلام کی قید اسواسطے لگائی کہ زمانہ جاہلیت
لائق اعتبار کے نہیں اہل بیت میں مسلمان اور کافر مرد اور عورت محرم اور غیر محرم قریب اور بعید اور والد اور ولد داخل ہیں لیکن والد اقصی اور اولاد بنات اور
اخوات اور انکے سوا اور عورتوں کی اولاد اہل بیت میں داخل نہیں مگر جبکہ انکے شوہر واقف کے بنی اعمام سے ہوں کذا فی البحر عن الظہیریة وقرابته وارحامه
وانسابه کل من یناسبه الی اقصی اب له فی الاسلام من قبل ابیه سوی ابویه وولده لصلبه فانهم لا یسمون قرابة اتفاقا وکذا من علا منهم او سفل عندهما خلافا لمحمد فعنده هما
اور مرد کی قرابت اور ارحام اور انساب وہ لوگ ہیں جو اسکے ہم نسب ہوں اسکے اقصاے والد تک اسلام میں اسکے ماں باپ کیطرف سے اسکے والدین اور ولد صلبی
کے سوا کہ انکو قرابت نہیں کہتے باتفاق شیخین اور محمد کے اور اسیطرح جو والدین کے اوپر ہوں جیسے اجداد اور جدات یا جو ولد صلبی سے نیچے ہوں جیسے پوتا پوتی نانی
انکو بھی قرابت نہیں کہتے شیخین کے نزدیک بخلاف محمد کے کہ انکے نزدیک یہ بھی قرابت میں شمار کیا ہے اور انسان کی عیال اور حشم وہ لوگ ہیں جو اسکے نفقہ میں ہوں خواہ
اسکے گھر میں ہوں یا نہوں کذا فی البحر وان قید بفقراء هم یعتبر الفقر وقت وجود الغلة اور اگر واقف نے وقف کو اہل قرابت فقیروں کے ساتھ مقید کیا تو غلہ
وجود غلہ کے وقت معتبر ہوگی یعنی مستحق غلہ وہ ہوگا جو اس وقت محتاج ہوگا جبکہ غلہ پایا گیا یہ قول ہلال رحمہ اللہ کا ہے والمجوز لاخذ الزکوة الفقر سے مراد وہ ہے
جو زکوة لینے کا مجوز ہو جسکو زکوة لینا درست ہو وہ فقیر ہے پس وقف میں قاضی خان میں ہے کہ جسکے پاس حاجت سے زیادہ اسباب اسقدر ہوں جنکی قیمت دو سو درم
ہو وہ غنی ہے اسکو زکوة و وقف لینا حلال نہیں کذا فی البحر فلو اخر صرفها سنین لعارض فافتقر الغنی واستغنی الفقیر شارک المفتقر وقت القسمة

الفقیر وقت وجود الغلة لان الصلات انما تملک حقیقة بالقبض فلم ۔ والغنی والموت لا یبطل ما استحقه پھر اگر واقف کے صرف میں تاخیر ہوگئی چند سال کسی وجہ
سے غنی محتاج ہوگیا اور محتاج غنی ہوگیا تو مشارک ہوگا وہ غنی جو فقیر ہوگیا وقت قسمت کے اسکا جو فقیر ہوگیا وقت وجود غلہ کے اسلئے کہ صلات تو مملوک
نہیں ہوتی مگر قبضہ سے اور طاری ہونا لداری اور موت کا مبطل اس حق کا نہیں جسکا وہ مستحق ہوچکا اور غنی کا فقیر ہونا اسطرح پر کہ گواہ ہوں گواہی کہ وہ محتاج ہوگیا
قبل پیدا ہونے غلہ کے اور فقیر مستغنی ہوا بعد آنے غلہ کے اور اپنا حصہ لینے سے پہلے اور غلہ کے وقت وہ فقیر ہی تھا کذا فی العالمگیریۃ اور یہاں سوال وارد ہوا تھا کہ وقف تو
فقیروں کا حق ہے تو چاہیے کہ اس غنی کو نہ ملے شارح نے جواب دیا کہ وقف مذکور فقیروں کا حق نہیں ہوگیا اسلئے کہ صلہ مملوک نہیں ہوا مگر قبضہ سے واما من لم یکن لہ [illegible]
حول بعد مجی الغلة فلا حظ له لعدم احتیاجه فکان بمنزلة الغنی وقیل یستحق لان الفقیر من لا شئ له والحمل لا شئ له اور وقف مذکور میں جو اہل قرابت میں اسکا پیدا ہوا
کمتر چھ مہینے کی مدت میں غلہ آنے کے بعد تو اسکا حصہ نہیں بسبب اسکی عدم احتیاج کے تو وہ بمنزلہ غنی کے ہوگا تو غلات مستقبلہ کا مستحق ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے
کہ وہ مستحق ہوگا اسلئے کہ فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور حمل کسی چیز کا مالک نہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ اشکال ہے فقیر کی تعریف میں اور قول معتمد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو بقدر نصاب
کے مالک نہ ہو ولو قید الصلحاء منهم او بالاقرب فالاقرب او فالاحوج او بمن جاوره منهم او بمن سکن مصر تقیید الاستحقاق به عملا بشرطه اور اگر واقف نے اہل قرابت کو
صالحین کے ساتھ مقید کیا یا اقرب فالاقرب یا احوج فالاحوج کی قید لگائی یا جو شخص اسکا مجاور رہے یا جو مصر میں مثلاً سکونت رکھے تو استحقاق وقف کا قید
مخصوص کے ساتھ مقید ہوگا بنظر عمل کرنے اسکی شرط کے هم اہل صلاح وہ ہے جو مستور[1] مستقیم الطریقة سلیم الناحیة کامن الاذی قلیل الشر لیس بمہتک ولا صاحب ریبة
ولا قذاف للمحصنات ولا معروف بالکذب و اہل عفاف و اہل خیر و اہل فضل اور اہل صلاح برابر ہیں کذا فی العالمگیریۃ عن الحاوی وتمامه فی الاسعاف ومن اوجب
حوادث زماننا الی ما خفی من مسائل الاوقاف فعلیه بالکتاب المخصوص باحکام الاوقاف الملخص من کتابی ہلال والخصاف کذا فی البرہان شرح مواہب الرحمن
للشیخ ابراہیم بن موسی بن ابی بکر الطرابلسی الحنفی نزیل القاہرة بعد دمشق المتوفی فی اوائل القرن العاشر سنة اثنین وعشرین وتسعمائة وهو ایضا صاحب الاسعاف
اور یہ پورا بیان مسائل مذکورہ کا اسعاف میں ہے اور جس مفتی اور عالم کو مسائل خفیہ اوقاف کیطرف حوادث زمانہ محتاج کریں تو اسپر مطالعہ اس کتاب کا لازم ہے
جو احکام اوقاف کے ساتھ مخصوص ہے اور کتاب ہلال اور کتاب خصاف کا خلاصہ ہے اسیطرح مذکور ہے برہان شرح مواہب الرحمن میں جو تصنیف ہے ابراہیم بن موسی
بن ابی بکر طرابلسی حنفی کی جو اقامت پذیر تھے مصر کے بعد دمشق کے جنکی وفات ہوئی قرن عاشر کی ابتدا میں نو سو بائیس ہجری میں اور وہی اسعاف کے بھی
مصنف ہیں ہم یہاں تک فروع اوقاف مذکور ہو چکے اب آگے مسائل اختلاف شہادت وغیرہ مذکور ہوتے ہیں واللہ اعلم شارح رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل
مذکورہ کو بے محل یہاں مذکور کیا اور تکلف کرکے مناسبت کو ثابت کرنا خالی وقت سے نہیں بہرحال مترجم بیچارہ ترجمہ مسائل مذکورہ میں تابع ہے شارح کا

قول الاشباہ اختلاف الشاہدین مانع الا فی احدی اربعین قیل ہے اشباہ کا کہ اختلاف دو گواہوں کا مانع ہے قبول ہونے شہادت کا مگر اکتالیس مسئلوں میں مانع نہیں
ہم یعنی جسمیں تعدد شہادت کا شرط ہو اسمیں اختلاف مانع ہے اسواسطے کہ ہر شاہد دوسرے کا مکذب ہے اور مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے درایت کرنا چاہیے کہ تطابق کلام شاہدین کا
لفظاً او معنی ضرور ہے اسطرح پر کہ دونوں کا لفظ معنی واحد پر بالوضع بطریق دلالت مطابقی کے دلالت کرے بطریق تضمن کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اسکا اعتبار
جیسے دونوں شاہدوں نے اتفاق کیا تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام کے نزدیک گواہی رد ہے اسواسطے کہ اقل پر بطریق تضمن دلالت کی امام کے نزدیک
معتبر نہیں لیکن صاحبین کے نزدیک ہزار پر گواہی مقبول ہے جبکہ اکثر کا مدعی دعوی کرتا ہو اسواسطے کہ ہزار پر دونوں نے اتفاق کیا ہے اور اگر مدعی نے اقل کا دعوی کیا تو صاحبین کے نزدیک بھی
گواہی مردود ہے اسواسطے کہ مدعی اکثر کے شاہد کا مکذب ہے اور یہی صحیح صاحبین کا قول ہے کذا فی الطحطاوی [illegible] اور شارح کو مناسب تھا کہ بجائے الا فی احدی واربعین
الا فی اثنین واربعین کہتا تا تفصیل آئندہ کے مطابق ہو اسواسطے کہ بیالیس صورتیں مستثنی مذکور ہیں قال فی زواہر الجواہر حاشیتها للشیخ صالح ابن المصنف [illegible]

الشرح [illegible] مسائل [illegible] اختلاف الشاہدین [illegible] قول الاولی شہد احدهما ان علیه الف درهم وشهد الآخر انه اقر له بالف درهم [illegible]

[1] یعنی حال اسکا مستور ہو اور مستقیم الطریقة یعنی راست رو اور سلیم الناحیة سے مراد سلیم الزبان اور کامن الاذی سے غرض یہ کہ دوسروں کو تکلیف دینے سے امن رہے ط منہ ۱۲

شیخ صالح بن مصنف تنویر الابصار نے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ والنظائر میں کہا البتہ مصنف اشباہ نے اس شرح میں جس پر حوالہ کیا ہے یعنی بحر الرائق میں چند
مسائل کو ذکر کیا ہے جنمیں اختلاف شاہدین مضر نہیں ہوتی ہیں ان مسائل کو شمار کرکے بالتفصیل ذکر کرتا ہوں سو کہتا ہوں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شاہد نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے
ہزار درم دیئے ہیں اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ہزار درم کا اقرار کیا تو گواہی مقبول ہے الثانیۃ ادعی کر حنطۃ جیدۃ شھد احدھما بالجودۃ والاخر بالردیۃ تقبل ای فی
ویقضی بالاقل ۲ دعوی کیا مدعی نے بقدر کر کے گھر سے گیہوں کا تو ایک نے کھرے گیہوں کی گواہی دی اور دوسرے گواہ نے ناقص گیہوں لینے کی گواہی دی ناقص کی گواہی مقبول
ہوگی اور قل پر حکم ہوگا ہم کر بفتح اول و تشدید ثانی پیمانہ کا نام ہے الثالثۃ ادعی مائۃ دینار فقال احدھما نیسابوریۃ والآخر بخاریۃ والمدعی یدعی نیسابوریۃ وھی اجود یقضی بالبخاریۃ
۳ دعوی کیا سو دینار کا تو ایک گواہ نے کہا کہ نیشاپوری دینار تھے اور دوسرے نے کہا بخاری دینار تھے اور مدعی نیشاپوری کا دعوی کرتا ہے اور وہی کھرے ہیں تو بھی دینار
بخاری کا حکم ہوگا بالاتفاق الرابعۃ لو اختلفا فی الھبۃ والعطیۃ ۴ اگر دونوں اختلاف کریں ہبہ اور عطیہ میں الخامسۃ اختلفا فی لفظ النکاح والتزویج ۵ اگر اختلاف
کریں نکاح اور تزویج کے لفظ میں ہم بحر الرائق میں کہا کہ تطابق لفظی میں یہ شرط نہیں کہ وہی بعینہ لفظ مذکور ہو بلکہ یا بعینہ یا اسکے مرادف تو ہبہ اور عطیہ کا
اختلاف یا نکاح اور تزویج کا اختلاف مانع قبول کا نہیں انتہی ہم کہتے ہیں کہا تو استثنا کی حاجت نہیں کیونکہ واقع میں یہاں اختلاف ہی نہیں السادسۃ شھد احدھما انہ
جعلھا صدقۃ موقوفۃ ابدا علی ان لزید ثلث غلتھا وشھد آخر ان لزید نصفھا تقبل علی الثلث ۶ ایک نے گواہی دی کہ واقف نے زمین کو صدقہ موقوفہ کیا ہے اس
شرط پر کہ زید کو اسکا تہائی غلہ ملے اور دوسرے گواہ نے گواہی دیا ہے کہ زید کو اسکا نصف غلہ ملے تو گواہی تہائی پر مقبول ہوگی ہم اور یہی حکم ہے اگر ایک کل کی گواہی دے اور
دوسرا نصف کی تو نصف متفق علیہ پر حکم ہوگا بشرطیکہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو السابعۃ انہ باع بیع الوفاء فشھد احدھما بہ والآخر ان المشتری اقر بذلک تقبل ۷ مدعی نے
دعوی کیا کہ اسنے بیع الوفا کی بیع کی تو ایک گواہ نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ مشتری نے بیع الوفا کا اقرار کیا تو مقبول ہے ہم بیع الوفا یا بیع کی کچھ خصوصیت
نہیں بلکہ ہر قول کا یہی حکم ہے بخلاف فعل کے اور نکاح فعل میں داخل ہے کذا فی الحلبی عن البحر الثامنۃ شھد احدھما انھا جاریتہ والآخر انھا کانت لہ تقبل ۸ ایک نے گواہی دی
کہ وہ اسکی لونڈی ہے اور دوسرے نے کہا کہ پہلے اسکی لونڈی تھی تو قبول ہوگی کما سیجیء التاسعۃ ادعی الفا مطلقا فشھد احدھما علی اقرارہ بالف قرض والآخر بالف ودیعۃ
تقبل ۹ دعوی کیا مطلق ہزار کا بلا قید قرض یا ودیعت کے سو ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر قرض کی اور دوسرے نے ہزار امانت کی تو مقبول ہے العاشرۃ ادعی
الابراء فشھد احدھما بہ والآخر انہ وھبہ او تصدق علیہ او حللہ جاز ۱۰ دعوی کیا ابراء دین کا تو ایک نے اسکی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دائن نے مدیون کو دین ہبہ کردیا
یا خیرات کیا یا اسکو چھوڑ دیا تو جائز ہے اسلئے کہ ہبہ کرنا اور تصدق کرنا اور تحلیل دین ابراء میں داخل ہے الحادیۃ عشرۃ ادعی الھبۃ فشھد احدھما بالبراءۃ والآخر بالھبۃ وانہ حللہ
جاز ۱۱ دعوی کیا ہبہ کا یعنی دائن نے اسکو دین ہبہ کردیا سو ایک نے براءت کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تحلیل کی تو جائز ہے الثانیۃ عشرۃ ادعی الکفیل الھبۃ فشھد احدھما
بھا والآخر بالابراء یثبت الابراء ۱۲ دعوی کیا ضامن نے ہبہ کا یعنی مدیون اصیل کو دائن نے دین ہبہ کردیا تو ایک نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ابراء کی تو ما بری
اور ابراء ثابت ہوگا اور ضامن کی ضمانت باطل ہوجاویگی الثالثۃ عشرۃ شھد احدھما علی اقرارہ انہ اخذ منہ ھذا العبد والآخر علی اقرارہ بانہ اودع منہ ھذا العبد تقبل ۱۳ ایک نے گواہی
دی مدعا علیہ کے اقرار پر کہ اسنے مدعی سے غلام لیا ہے اور دوسرے نے اسکے اس اقرار پر کہ اسنے مدعی کا غلام بطور ودیعت کے رکھا تو گواہی مقبول ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک مرد نے
غلام کا دعوی کیا جو دوسرے مرد کے پاس ہے سو مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے شہادت مذکورہ ثابت کی تو مدعی غلام کو پاویگا اور اسیطرح ہے مسئلہ آئندہ الرابعۃ عشرۃ شھد
احدھما انہ غصبہ والآخر ان فلانا اودع منہ ھذا العبد یقضی للمدعی ۱۴ ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے مدعی سے غلام کو غصب کیا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ
فلانے نے اسکا غلام بطور ودیعت کے رکھا ہے تو مدعی کو دیئے کا حکم ہوگا الخامسۃ عشرۃ شھد احدھما انھا ولدت منہ والآخر انھا حبلت منہ تقبل ۱۵ ایک نے گواہی دی کہ عورت اسکا لڑکا جنی
اور دوسرے نے یہ کہ وہ اس سے حاملہ ہوئی تو مقبول ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ شوہر نے زوجہ کی طلاق اسکی ولادت پر معلق کی پھر گواہوں نے شہادت مذکورہ دی تو طلاق
واقع ہوگی اسلئے کہ حمل کو غالبا ولادت لازم ہے گویا اسنے ولادت کی گواہی دی السادسۃ عشرۃ شھد احدھما انہ اقر ان الدار لہ والآخر انہ سکن فیھا تقبل

ہے ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ گھر مدعی کا ہے اور دوسرے نے یہ کہ مدعی نے اسمیں سکونت کی تھی تو مقبول نہ ہوگی ہم ہر چند سکونت با جارہ یا بطور عاریت بھی ہوتی ہے لیکن
مالک سے ہونا اصل ہے لہذا گواہی مقبول ہوگی علی ہذا جس دوسرے کی شہادت سے مالک کی تائید ہوگی ہی لیسا بقہ عشرۃ شہد احدہما انہا ولدت منہ وکرا وقال الآخر انثی تقبل لھا
ایک نے گواہی دی کہ زوجہ نے شوہر سے لڑکا جنی اور دوسرے نے کہا کہ اسکی لڑکی جنی تو مقبول ہے ہم صورت آکی یہ ہے کہ طلاق اسکی متعلق ولادت پر معلق ہوئی تھی الثامنۃ عشرۃ
اذن لہ فی بیعہ فشہد احدہما علی انہ فی الثیاب والآخر فی الطعام تقبل ١٨ مولی نے انکار کیا اپنے غلام کو تجارت کی اذن دینے کا تو ایک نے گواہی دی کپڑوں کی تجارت کے
اذن کی اور دوسرے نے طعام کی تجارت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اسواسطے کہ ایک قسم میں اذن دینا جمیع انواع کو شامل ہے اور کذا فی باب الماذون التاسعۃ عشرۃ
اختلاف شاہد الاقرار بالمال فی کونہ اقر بالعربیۃ او بالفارسیۃ تقبل بخلافہ فی الطلاق ١٩ اختلاف کیا اقرار بالمال کے دو شاہدوں نے کہ اسنے عربی زبان میں اقرار کیا
یا فارسی میں تو مقبول ہوگی بخلاف طلاق کے کہ اسمیں مقبول نہ ہوگی یعنی اسواسطے کہ اقرار میں اتفاق معنوی کافی ہے بخلاف طلاق کے العشرون شہد احدہما انہ
قال لعبدہ انت حر والآخر انہ قال آزادی تقبل ٢٠ ایک نے گواہی دی کہ مولی نے اپنے غلام سے عربی میں کہا کہ انت حر یعنی تو آزاد ہے اور دوسرے نے کہا فارسی میں
آزادی یعنی تو آزاد ہے تو مقبول ہے الحادیۃ والعشرون قال لامرأتہ ان کلمت فلانا فانت طالق فشہد احدہما انہا کلمتہ غدوۃ والآخر عشیۃ طلقت ٢١ زوج نے
اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو فلانے سے بات کریگی تو تو طالق ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اسنے اس سے اول روز بات کی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس سے آخر روز بات کی تو وہ
مطلقہ ہوگی الثانیۃ والعشرون ان طلقتک فعبدی حر فقال احدہما طلقہا الیوم والآخر انہ طلقہا امس یقع الطلاق والعتاق ٢٢ زوج نے اپنی زوجہ سے
کہا اگر میں تجھکو طلاق دوں تو میرا غلام آزاد ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اسنے آج کے دن اسکو طلاق دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسکو کل طلاق دی تو طلاق اور
عتاق واقع ہوگی ہم اس مسئلہ اور مسئلہ سابقہ میں مقصود ملحوظ ہے یعنی حصول شرط قطع نظر زمان کے الثالثۃ والعشرون شہد احدہما انہ طلقہا ثلثا البتۃ والآخر
انہ طلقہا ثنتین البتۃ یقضی بطلقتین ویملک الرجعۃ ٢٣ ایک نے گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو تین طلاق البتہ دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دو طلاق
البتہ دی ہے تو دو طلاق کا حکم ہوگا اور زوج رجعت کا مالک ہوگا ہم اگر لفظ البتہ کا شہادت سے متعلق ہو نہ طلاق سے تو رجعت بلا تکلف ثابت ہے اور
اگر طلاق سے متعلق ہو تو ملک رجعت سے مراد یہ ہے کہ اعادہ نکاح کا مالک ہے بعقد جدید اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد اعادہ عقد جائز ہے الرابعۃ والعشرون شہد احدہما
انہ اعتق بالعربیۃ والآخر بالفارسیۃ تقبل ٢٤ ایک نے گواہی دی کہ مولی نے عربی زبان میں غلام کو آزاد کیا اور دوسرے نے کہا فارسی میں تو مقبول ہے ہم یعنی شاہد نے
عربی فارسی میں گواہی دی اور شاید یہ ہے کہ یہ نہیں کہا کہ مولی نے حر یا آزاد کہا تو یہ مسئلہ بیسویں مسئلہ کے ساتھ مکرر ہوا کہ اسمیں قول مولی کا عربی فارسی میں ذکر ہے
الخامسۃ والعشرون اختلفا فی مقدار المہر یقضی بالاقل ٢٥ شاہدوں نے اختلاف کیا مقدار مہر میں تو اقل مہر پر حکم ہوگا ہم طحطاوی نے کہا جامع الفصولین میں ذکر
کہ شاہدوں نے بیع او اجارہ اور طلاق او عتاق کی گواہی دی بعوض مال کے اور مختلف ہوئے مقدار مال میں تو گواہی مقبول نہیں مگر نکاح میں مقبول ہے
اور مہر مثل کے بعد متیقن ہوگا اور صاحب بحر نے کہا کہ نکاح میں بھی مقبول نہیں انتہی تو اقل پر حکم کرنا اسکے منافی ہے السادسۃ والعشرون شہد احدہما انہ وکلہ
بخصومۃ مع فلان فی دار سماہا وشہد الآخر انہ وکلہ بخصومتہ فیہ وفی شیء آخر تقبل فی الذی اجتمعا علیہ ٢٦ گواہی دی ایک نے کہ فلانے نے فلانے کو ساتھ خصومت
کرنے کا وکیل کیا ہے اس گھر میں جسکا وکیل نے نام لیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے اسکو خصومت کا وکیل کیا ہے اسی گھر کی خصومت میں اور دوسری چیز کی خصومت میں بھی تو
گواہی مقبول ہوگی اس گھر کی وکالت میں جس پر دونوں شاہد متفق ہوئے السابعۃ والعشرون شہد احدہما انہ وقفہ فی صحتہ والآخر بانہ وقفہ فی مرضہ قبلا ٢٧
ایک نے گواہی دی کہ واقف نے اسکو وقف کیا اپنی صحت میں اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اسکو اپنے مرض میں وقف کیا تو دونوں مقبول ہیں ہم
طحطاوی نے کہا لیکن اسکی تصحیح ہوگی کہ وقف کل میں ہوگا یا ثلث میں اگر اسکا اتنا ہی مال ہے اور ظاہر ثلث ہی مال معلوم ہو مگر اسکو نقل ثابت
کرنا چاہیے الثامنۃ والعشرون لو شہدا انہ اوصی الیہ یوم الخمیس والآخر یوم الجمعۃ جازت ٢٨ اگر ایک شاہد نے گواہی دی کہ زید نے خالد کو

مثلاً وصی کیا پنجشنبہ کے دن اور دوسرے نے کہا جمعہ کے دن تو جائز ہے (الساسة والعشرون) اوحی بالاف شہد احدہما ان المحتال علیہ احال غریمہ بہذا وشہد الآخر انہ کفل عن غریمہ بہذا المال تقبل ٢٩ مدعی نے دعوی کیا مال کا سو ایک گواہ نے گواہی دی کہ محتال علیہ نے اسکے واسطے مال کا حوالہ قبول کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعی علیہ نے عوض کے مدیون کا ضامن ہوا بواسطہ اسکے تو گواہی مقبول ہے (ف) غریم بمعنی دائن و مدیون دونوں کے بولا جاتا ہے سو یہاں غریم اول بمعنی دائن اور غریم ثانی بمعنی مدیون ہے اور محتال علیہ وہ ہے جسپر کوئی مال حوالہ کرے یعنی اتارے اور وہ قبول کرے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے خالد پر مال کا دعوی کیا سو خالد نے انکار کیا زید دو شاہد گذرانے ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ خالد محتال علیہ ہے یعنی خالد کے واسطے زید کا حوالہ خالد پر کیا یعنی جو اسکا دین خالد پر ہے وہ زید کو دلایا اور دوسرے نے گواہی دی کہ خالد ضامن ہوا ہے مدیون کا خالد پر ہے کیا بخلاف ہے پر بہر صورت ہے لیکن ایک شاہد نے کہا کہ اسپر مال بطریق حوالہ ہوا اور دوسرے نے کہا بطریق ضمانت ہوا اور یہ صورت شیخ صالح کے کلام میں آگے آویگی گو اُنسے کہا ہے کہ حکم ضمانت پر ہوگا اسلیے کہ وہ اقل ہے کذا فی البحر (الثامنة والعشرون) شہد احدہما انہ باع عبدہ الی شہر وشہد الآخر بالبیع ولم یذکر الاجل تقبل ٢٨ ایک نے گواہی دی کہ اُسنے اپنے غلام ایک مہینہ کی مدت پر اور دوسرے نے بیع کی گواہی بلا ذکر مدت دی تو مقبول ہے (الحادیة والثلثون) شہد احدہما انہ باعہ بشرط الخیار ثلثة ایام ولم یذکر الآخر الخیار تقبل فیہما ٣٠ ایک نے گواہی دی کہ اُسنے بیع کی بشرط خیار تین دن کے اور دوسرے نے خیار کو نہ ذکر کیا تو دونوں میں مقبول ہے (الثانیة والثلثون) شہد احدہما وکلہ بالخصومة فی دار عند قاضی الکوفة والآخر عند قاضی البصرة جازت شہادتہما ٣٢ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو اس گھر کی خصومت میں وکیل کیا قاضی کوفہ کے سامنے اور دوسرے نے کہا کہ قاضی بصرہ کے سامنے تو دونوں کی گواہی جائز ہے (الثالثة والثلثون) شہد احدہما وکلہ بالقبض والآخر انہ جریہ تقبل ٣٣ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اسکو مسلط کیا تو مقبول ہے قولہ جریہ من التجریة یعنی التسلیط کذا فی البحر (الرابعة والثلثون) شہد احدہما انہ وکلہ بالقبض والآخر انہ سلطہ علی قبضہ تقبل ٣٤ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اسکو قبض کرنے پر مسلط کیا ہے یہ صورت اور صورت سابقہ یکساں ہے فقط لفظ کا فرق ہے (الخامسة والثلثون) شہد احدہما انہ وکلہ بقبضہ والآخر انہ اوصی الیہ بقبضہ فی حیوتہ تقبل ٣٥ ایک نے گواہی دی کہ اسکو اسنے اسکے قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُسنے اسکو اپنی زندگی میں اسکے قبض کرنے کی وصیت کی تو مقبول ہے (ف) موصی الیہ بالقبض بمنزلہ وکیل کے ہے حقیقةً وکیل نہیں ہے واسطے کہ وکالت موت سے باطل ہوجاتی ہے (السادسة والثلثون) شہد احدہما انہ وکلہ بطلب دینہ والآخر بتقاضیہ تقبل ٣٦ ایک نے گواہی دی کہ اُسنے اسکو وکیل کیا اپنے دین کے طلب کرنے میں اور دوسرے نے کہا کہ دین کے تقاضا کرنے کے واسطے وکیل کیا تو مقبول ہے (السابعة والثلثون) شہد احدہما انہ وکلہ بقبضہ والآخر بطلبہ تقبل ٣٧ ایک نے گواہی دی کہ اسکو وکیل کیا اسکے قبض کرنے کے واسطے اور دوسرے نے کہا اسکے طلب کرنے کے واسطے تو مقبول ہے (الثامنة والثلثون) شہد احدہما انہ وکلہ بقبضہ والآخر انہ امرہ باخذہ وارسلہ لیاخذہ تقبل ٣٨ ایک نے گواہی دی کہ اُسنے اسکو اسکے قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُسنے اسکو اسکے لینے کا حکم کیا یا اسکو بھیجا کہ اسکو لے تو مقبول ہے (التاسعة والثلثون) اختلفا فی زمن اقرار ہ فی الوقف تقبل ٣٩ دونوں شاہدوں نے اختلاف کیا واقف کے زمانہ اقرار فی الوقف میں (ف) اسمیں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مشہود بہ اگر قول محض ہے تو اختلاف زمانی یا مکانی قبول شہادت کا مانع نہیں بسبب حکایت کے اعادہ اور تکرار کے قول میں اور اگر فعل محض ہے جیسا کہ غصب یا قول ملحق بفعل ہے جیسا کہ نکاح تو اسمیں اختلاف زمانی یا مکانی کا مانع ہے قبول کا نکاح اگرچہ قول ہے لیکن حضور شاہدین اسکی شرط ہے اور وہ فعل ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیة (الاربعون) اختلفا فی مکان اقرارہ تقبل ٤٠ شاہدوں نے اختلاف کیا وقف کے مکان اقرار میں تو مقبول ہے (الحادیة والاربعون) اختلفا فی وقفہ فی صحتہ او فی مرضہ تقبل ٤١ گواہوں نے اختلاف کیا واقف کے وقف کرنے میں اسکی صحت میں یا اسکے مرض میں (ف) یہ مسئلہ ستائیسویں مسئلہ کے ساتھ مکرر ہوگیا (الثانیة والاربعون) شہد احدہما بوقف علی زید والآخر علی عمرو یکون وقفا علی الفقراء ٤٢ ایک شاہد نے گواہی دی کہ واقف نے وقف کیا زید پر اور دوسرے نے عمرو پر تو مقبول ہے اور یہ وقف فقراء پر ہوگا انتہی کلام البحر قلت وزدت لفظ الف حنیفة الخ

مسائل منہا لو اختلفا فی تاریخ الرہن بان شہد احدہما انہ رہن یوم الخمیس والآخر یوم الجمعۃ تسمع عندہما خلافا لمحمد جواہر الفتاوی و شیخ صالح نے کہا میں کہتا ہوں
اور مسائل مصنف اشباہ اور بحر الرائق نے مذکور کیے اُنپر میں نے چند مسائل زیادہ کیے یعنی تیرہ مسئلے از انجملہ یہ ہے کہ شاہدوں نے تاریخ رہن میں اختلاف کیا سو ایک نے
گواہی دی کہ راہن نے پنجشنبہ کے دن رہن کیا اور دوسرے نے کہا کہ جمعہ کے دن تو گواہی شیخین کے نزدیک مسموع ہے بخلاف محمد کے کذا فی جواہر الفتاوی ومنہا لو اتفق الشاہدان
علی الاقرار بمال واختلفا فقال احدہما کنا جمیعا فی مکان کذا وقال الآخر کنا فی مکان کذا تقبل اور از انجملہ یہ کہ اگر شاہدوں نے ایک شخص کے اقرار بمال پر اتفاق کیا اور
مکان میں افتراق کیا سو ایک شاہد نے کہا کہ ہم سب اسی مکان میں تھے اور دوسرے نے کہا کہ ہم فلانے مکان میں تھے تو مقبول ہے ہم حلبی نے کہا یہ مکرر ہے چالیسویں صورت کے
طحطاوی نے کہا مگر دونوں میں فرق ہے اسواسطے کہ چالیسویں وقف کے اقرار میں ہے اور یہ مال کے اقرار میں علاوہ اسکے وہاں شاہدوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم سب تھے حتی کہ حاصل کر والا
اسکا بقیہ تینتیسویں صورت کے ساتھ مکرر ہو جائیگا ومنہا لو قال احدہما فی مسئلۃ بحالہا کان فی کاب بالغداۃ وقال الآخر کان فی کاب بالعشی تقبل وہما فی الولوالجیۃ اور از انجملہ
یہ کہ ایک نے کہا اور بحالہا کہ مسئلہ سابقہ بحال خود ہے یعنی مال کا اقرار متفق علیہ ہے یوں کہا کہ یہ اقرار اول روز تھا اور دوسرے نے کہا آخر روز تھا تو مقبول ہے اور
یہ دونوں صورتیں ولوالجیہ میں مذکور ہیں ومنہا شہدا علی رجل انہ طلق امرأتہ واحدہما یقول انہ عین منکوحتہ بنت فلان والآخر یقول لا یعینہا انی اعلم شہد ان
المرأۃ التی کانت لہ سوی ابنۃ فلان طلقہا والآخر جہاما اذ قبل ہذا التطلیق قال فخر الدین اذا شہدا علی الطلاق قال لانہ عین احدہما المرأۃ وذکرہا باسمہا ولم
یعین الآخر التی ہی فی نکاحہ لیس فی نکاحہ غیر امرأۃ واحدۃ تصح الشہادۃ وہی فی جواہر الفتاوی اور از انجملہ یہ کہ دو شاہدوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اُسنے اپنی
زوجہ کو اور ایک کہتا ہے کہ زوج نے اپنی معین منکوحہ زید کی بیٹی کو مثلا طلاق دی اور دوسرا شاہد کہتا ہے کہ وہ مطلقہ بعینہا سہیں میں مقرر جانتا ہوں اور
گواہی دیتا ہوں کہ جو عورت کہ زوج کی تھی زید کی بیٹی کے سوا اُسکو اُسنے طلاق دی اور اُسکو یعنی زید کی بیٹی کو تو اُسنے اپنے گھر سے نکال دیا قبل اس تطلیق کے یعنے
جسمیں ایک شاہد تعیین کرتا ہے کذا فی الطحطاوی فخر الدین نے کہا جبکہ دونوں نے طلاق پر گواہی دی مگر یہ کہ ایک شاہد نے عورت مطلقہ کی تعیین کی اور اسکا نام مذکور
کیا اور دوسرے شاہد نے اُس عورت کو جو اُسکے نکاح میں تھی علی التعیین ذکر نہ کیا اور حالانکہ زوج کے نکاح میں نہیں ہے الا ایک عورت تو شہادت صحیح ہوگی یعنی اسواسطے کہ صاف
معلوم ہو گیا کہ مطلقہ زید ہی کی بیٹی ہے اور یہ مسئلہ جواہر الفتاوی میں ہے ومنہا ادعی ملک دار فشہد لہ احدہما انہا لہ وقال الآخر وشہد الآخر انہا کانت لہ تقبل ذکرہ المفتی اور
از انجملہ یہ کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی ملک کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے گواہی دی کہ وہ گھر اُسیکا ہے یا یوں بولا کہ اُسکا مملوک ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ گھر اسکا مملوک
تھا تو مقبول ہے کذا فی المنیۃ المفتی ہم جب بیان گذشتہ یہاں اُسکا مملوک ٹھہرا تو اصل یہ ہے کہ بدستور سابق اُسیکا مملوک ہوگا اسوقت تک کہ ناقل شرعی اسکو نقل کرے ومنہا ادعی الفین
والفا وخمسماۃ فشہد احدہما بالالف والآخر بالف وخمسماۃ قضی بالالف اجماعا منیۃ اور از انجملہ یہ کہ دعوی کیا دو ہزار کا یا ایک ہزار اور پانسو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور
دوسرے نے ایک ہزار اور پانسو کی گواہی دی تو ہزار کا حکم بالاجماع ہوگا کذا فی المنیۃ المفتی اسواسطے کہ شاہد نے ہزار کا لفظ صراحۃ ذکر کیا بخلاف ایکہزار اور دو ہزار کے گواہی کے
اسواسطے کہ ہزار دو ہزار میں تضمنا داخل ہیں نہ صراحۃ اور معلوم ہو چکا کہ مفتی صاحبین کی قول ہے کذا فی الطحطاوی ومنہا لو شہدا انہ علی ہذا الرجل الف درہم وشہد احدہما انہ
قد قضاہ المطلوب منہا خمسمائۃ والطالب ینکر ذلک فالشہادۃ علی الالف مقبولۃ ولوالجیہ اور از انجملہ یہ کہ دونوں شاہدوں نے بالاتفاق اسکی گواہی دی کہ مدعی کے
اس پر ہزار درم ہیں اور ایک نے یہ گواہی دی کہ درم مطلوب یعنی مدعی علیہ نے پانسو درم ادا کیے ہیں اور طالب اسکا منکر ہے تو اس گواہ کی گواہی ہزار پر مقبول ہے
کذا فی الولوالجیۃ یعنی مدعی علیہ کو چاہیے کہ دوسرا گواہ پانسو کے ادا کرنے پر قائم کرے ومنہا ادعی جاریۃ فی ید رجل جاء بشاہدین فشہد احدہما انہا جاریتہ غصبہا منہ
وشہد الآخر انہا جاریتہ ولم یقل غصبہا منہ قبلت الشہادۃ جمع الفتاوی اور از انجملہ یہ کہ مدعی نے دعوی کیا ایک لونڈی کا ایک مرد کے ہاتھ میں اور مدعی دو شاہد
لایا سو ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ لونڈی مدعی کی لونڈی ہے مدعی علیہ نے اُس سے غصب کر لی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسکی لونڈی ہے اور یہ نہ کہا کہ اُسنے اُس سے
غصب کر لی ہے تو شہادت مقبول ہے کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ مطلق مقید کے ساتھ مجتمع ہو جاتا ہے ومنہا شہدا ببقرۃ واختلفا فی لونہا تقبل عندہ خلافا لہما

جامع الفصولين ہو اور از انجملہ یہ کہ شاہدون نے گائے کی چوری کی بالاتفاق گواہی دی اور اختلاف کیا اُسکے رنگ مین تو یہ گواہی امام کے نزدیک مقبول ہی بخلاف صاحبین کے کذا فی جامع الفصولین ومنہا شہد احدہما بالکفالۃ والاخر بحوالۃ تقبل فی الکفالۃ لانہا اقل جامع الفصولین اور از انجملہ یہ کہ ایک نے کفالت کی گواہی دی اور دوسرے نے حوالہ دین کی تو کفالت مین گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ ضمانت نسبت حوالہ کے تہر ہی کذا فی جامع الفصولین یہ صورت تیئسوین صورت کے ساتھہ مکرر ہی

ومنہا شہد احدہما انہ وکلہ بطلاقہا وعدہا وشہد الاخر انہ وکلہ بطلاقہا وطلاق فلانۃ الاخری فہو وکیل فی طلاق التی اتفقا علیہا وہی فیہ ایضا اور از انجملہ یہ کہ ایک نے گواہی دی کہ شلا زید کو عمرو نے ہندہ فلانی زوجہ کی طلاق کا وکیل کیا ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسکی طلاق کا اور دوسری فلانی عورت کی بھی طلاق کا وکیل کیا ہو تو زید اسی عورت کی طلاق مین وکیل ہوگا جس عورت پر دونون شاہد متفق ہوے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہو ومنہا شہد انہ وکلہ وزاد احدہما انہ عزلہ تقبل فی الوکالۃ لا فی العزل وہی فیہ ایضا اور از انجملہ یہ کہ دو شاہدون نے وکالت کی گواہی دی اور ایک گواہ نے اتنا زیادہ کہا کہ وکیل مذکور کو معزول کیا وکالت سے تو شہادت وکالت مین مقبول ہوگی نہ معزولی کے مین اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین ہو ومنہا ادعت ارضا شہد احدہما انہا ملکہا لان زوجہا دفعہا الیہا عوضا عن الاستیمان وشہد الاخر انہا تملکہا لان زوجہا اقر انہا ملکہا تقبل لان کل بائع مقر بالملک للمشتری فکانہما شہدا انہ ملکہا اور از انجملہ یہ کہ عورت نے ایک زمین کا دعوی کیا ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ زمین اُس عورت کی مملوک ہو اسواسطے کہ اسکے زوج نے وہ زمین اسکو بعوض مہر کے دی ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس زمین کی عورت ہی مالک ہو اسواسطے کہ اُسکے زوج نے اقرار کیا کہ زمین عورت کی مملوک ہو تو گواہی مقبول ہو اسواسطے کہ ہر بائع اپنے مشتری کی ملک کا مقر ہو تو گویا دونون شاہدون نے بالاتفاق گواہی دی کہ زوج نے عورت کو زمین کا مالک کیا ہو جب زوج نے زمین عوض مہر کے دی تو زوج بائع ٹھہرا اور استیمان عبارت ہی مہر سے کذا فی الطحطاوی قیل تردلانہ لما شہد احدہما انہ دفعہا عوضا وشہد بالعقد وشہد الاخر باقرارہ بالملک فقد اختلف المشہود بہ اما لو شہد احدہما انہ دفعہا عوضا والاخر باقرارہ انہ دفعہا عوضا تقبل لاتفاقہما کما لو شہد احدہما بالبیع والاخر باقرارہ وہی فی جامع الفصولین انتہی کلام الشیخ صالح ابن الشیخ محمد بن عبد اللہ الغزی اور قول ضعیف مین شہادت مذکورہ مردود ہی اسواسطے کہ جب ایک گواہ نے اسکی گواہی دی کہ زوج نے زمین کو عوض مہر کے دیا اور عقد معاوضہ کی گواہی دی اور دوسرے نے زوج کے اقرار بالملک کی گواہی دی تو مشہود بہ مختلف ہوگیا یعنی اس سبب سے کہ شاہد اول نے اقرار بالملک کی گواہی دی اور اگر ایک شاہد یون گواہی دیتا کہ اُسکے زوج نے زمین عوض مہر کے دی اور دوسرا زوج کے اقرار پر یون گواہی دیتا کہ اُسنے زمین عوض دی ہی تو مقبول ہوتی بسبب متفق ہونے دونون شاہد کے چنانچہ ایک شاہد اگر گواہی دیتا بیع کی اور دوسرا گواہ بائع کے اقرار بیع پر گواہی دیتا تو مقبول ہو اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہی تمام ہو چکا کلام شیخ صالح بن شیخ محمد بن عبد اللہ غزی کا فی الاشباہ السکوت کالنطق الا فی مسائل عد منہا سبعۃ وثلثین اشباہ مین ہو کہ سکوت نطق کے مانند ہو مگر چند مسائل مین شمار کیا ہو مسائل مذکورہ مین سے سینتیس کو ہم اول یہ تھا کہ شارح یون کہتا السکوت لیس کالنطق الا فی کذا چنانچہ اصلاح اور بعض نسخ در المختار مین اور یہ نقل بالمعنی ہی اسواسطے کہ اشباہ کی عبارت یون ہی القاعدۃ الثانیۃ عشر لا ینسب الی ساکت قول ثم قال خرج عن ہذہ القاعدۃ مسائل کثیرۃ یکون السکوت فیہا کالنطق کذا فی الطحطاوی اور مترجم نے یہ مسائل کتاب النکاح کے باب الاولیاء مین مفصل ذکر کیا ہو قلت وزاد فی تنویر البصائر مسائل مین کہتا ہون اور تنویر البصائر مین دو مسئلہ اور زیادہ کیے ہین الاولی مسئلۃ السکوت فی الاجارۃ قبول ورضی کقولہ للساکن دارہ اسکن بکذا والا فانتقل فسکت لزمہ المسمی وذکرہ المؤلف فی الاجارۃ پہلا مسئلہ یہ ہو سکوت کرنا اجارہ مین قبول اور رضامندی ہی چنانچہ صاحب خانہ کا یون کہنا اپنے گھر کے رہنے والے سے کہ ساکن کر یعنی اتنے کے والا اٹھ جا اور وہ مستاجر چپ رہا تو اسکو معین کرایہ دینا لازم ہوگا اور مولف اشباہ نے اسکو کتاب الاجارہ مین ذکر کیا ہو الثانیۃ سکوت المودع قبول لانہ قال المولف فی اخر سکوتہ عنہ وضعہ بین یدیہ قبول ولالۃ انتہی دوسرا مسئلہ یہ ہو کہ ساکت رہنا امانت رکھنے والے کا قبول ہو دلالت حال اور مولف اشباہ نے

اپنی کتاب بحر الرائق میں کہا چپ رہنا امانت دار کا امانت رکھنے کے وقت اپنے سامنے قبول ہے باعتبار دلالت کے انتہی کلام التنویر و زاد محشیہ زواہر الجواہر
مسائل و مسائل مذکورہ پر زواہر الجواہر میں چند مسائل بڑھائے ہیں منہا عند قولہ الرابعۃ والعشرون سکوتہ عند بیع زوجتہ فقال و کذا سکوتہا عند بیع زوجہا
لما فی البزازیۃ الفتوی علی عدم سماع الدعوی فی التربیۃ الزوجۃ انتہی و صحح قاضی خان انہا تسمع فلیتامل عند الفتوی از انجملہ یہ ہے کہ اس کے پاس کہ سکوت
زوج کا زوجہ کے بیع کرنے کے وقت سوشیخ صالح زواہر کے مصنف نے کہا اور اسیطرح سکوت زوجہ کا اپنے زوج کے بیع کرنے کے وقت بجائے قول کے ہے اسواسطے
کہ بزازیہ میں فتوی ہے عدم سماع دعوی پر قرابت دار اور زوجہ میں انتہی ما فی البزازیہ اور قاضی خان نے تصحیح کی ہے کہ دعوی کو مسموع ہے تو تامل کرنا چاہیے فتوی
دینے کے وقت یعنی مفتی کو مناسب ہے کہ خصمین کو نظر کرے اور جو انکے حق میں احوط ہو اسکا فتوی دے کذا فی الطحطاوی و قلت بزاد ما فی متفرقات التنویر من سکوت الجار
عند تصرف المشتری فیہ زرعا و بناء و عزیناہ للبزازیۃ و ہکذا ذکرہ فی تنویر البصائر معزیا الیہا فالعجب من صاحب الجواہر الزواہر کیف ذکر صدر کلام البزازیۃ
و ترک آخرہ شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور زیادہ کیا جاے وہ مسئلہ جو متفرقات تنویر میں ہے یعنی ساکت رہنا پڑوسی کا مشتری کے تصرف کے وقت خریدے
مکان میں باعتبار زراعت کرنے یا عمارت بنانے کے اور اس قول کو ہمنے بزازیہ کیطرف نسبت کیا ہے اور اسیطرح تنویر البصائر میں ذکر کیا ہے اسکی طرف نسبت
کرکے تو تعجب ہے جواہر زواہر کے مصنف سے کہ کیونکر اُسنے ابتداء کلام بزازیہ کو ذکر کیا اور آخر کلام کو چھوڑا ہم صدر کلام بزازیہ سکوت زوجہ کا ہے اپنے زوج کی بیع کرنے
کے وقت اور آخر کلام بزازیہ کا مسئلہ ہے متفرقات کا و منہا لو زوجت بغیر کفو فسکت الولی حتی ولدت کان سکوتہ رضی زیلعی اور منجملہ زوائد صاحب جواہر الجواہر
کے یہ ہے کہ اگر عورت نے نکاح کیا غیر کفو سے سو ولی ساکت رہا یہاں تک کہ وہ جنے تو اسکا سکوت رضامندی ہوگا کذا فی الزیلعی و منہا ما فی المحیط رجل زوج
رجلا بغیر امرہ فہناہ القوم و قبل التہنیۃ فہو رضی لان قبول التہنیۃ دلیل الاجازۃ اور از انجملہ وہ مسئلہ ہے جو محیط میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کا نکاح
کر دیا بدون اسکے امر کے سو اسکو قوم نے مبارکباد دی اور اُسنے مبارکباد قبول کیا تو وہ رضامندی ہے نکاح کی اسواسطے کہ مبارکباد کا قبول کرنا اجازت
نکاح کی دلیل ہے ہم یہ مسئلہ مبنی ہے ظاہر الروایۃ پر اور یہ جب ثابت ہے جس کے جسپر فتوی ہے نکاح ہی منعقد نہوگا اور قبول تہنیت بمنزلہ سکوت ہے والا سکی بات نہیں
ہوگا و منہا ان الوکالۃ کما تثبت بالصریح تثبت بالسکوت و لذا قال فی الظہیریۃ لو قال ابن العم للکبیرۃ انی ارید ان ازوجک من نفسی فسکتت فزوجہا جاز
ذکر المولف فی بحرہ من بحث الاولیاء اور از انجملہ یہ کہ وکالت جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہے ویسے ہی سکوت سے بھی ثابت ہوتی ہے اور اسواسطے ظہیریہ میں
کہا ہے کہ اگر ابن عم نے چچا کی بالغ بیٹی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تیرا نکاح کر لوں اپنی ذات سے سو وہ چپ ہی سو اُسنے اس سے نکاح کر لیا تو جائز ہے ذکر کیا ہے اسکو
مولف نے اپنی کتاب بحر الرائق میں اولیا کی بحث سے ہم یہاں سکوت سے موکل کا سکوت مراد ہے اور یہ غیر ہے ما تقدم کا کہ وہاں وکیل کا سکوت مراد ہے و منہا سکوت
اہل العلم و الصلاح فی التعدیل کما فی الشہادات البحر قال و یکتفی بالسکوت من اہل العلم و الصلاح فیکون سکوتہ تزکیۃ للشاہد لما فی الملتقط و کان اللیث بن مساور قاضیا
فاحتاج الی تعدیل شاہد و کان المزکی مریضا فعادہ القاضی و سال عن الشاہد فسکت المعدل ثم سالہ فسکت فقال اسالک لا تجیبنی فقال المعدل اما
یکفیک من مثلی السکوت قلت قد عد ہذہ فی الاشباہ معزیا لشہادات شرحہ فکیف تکون زائدۃ نعم زاد فیہ تقییدہ بکونہ من اہل العلم و الصلاح فعد ما
من الزوائد اور از انجملہ سکوت اہل علم و صلاح کا قول کے برابر ہے شاہد کے تعدیل میں چنانچہ بحر الرائق کے کتاب الشہادت میں ہے کہا اور کفایت کرتا ہے
سکوت اہل علم و صلاح کا تو ہوگا سکوت اُسکا تزکیہ شاہد کا اسواسطے کہ ملتقط میں ہے کہ لیث بن مساور قاضی تھا سو اسکو ایک شاہد کی تعدیل کی حاجت ہوئی اور
مزکی بیمار تھا سو قاضی اسکی عیادت کو گیا اور شاہد کا حال اُس سے پوچھا سو وہ چپ رہا پھر پوچھا پھر چپ رہا تو قاضی نے کہا میں تجھسے پوچھتا ہوں تو جواب
نہیں دیتا تو معدل نے کہا کیا تجھکو مجھ سے آدمی کا چپ رہنا کفایت نہیں کرتا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں سکوت مزکی کو اشباہ میں شمار کیا اپنی شرح کی کتاب
الشہادات کیطرف نسبت کرکے تو یہ مسئلہ زائد کیونکر ہوگا ہاں یہ البتہ ہے کہ صاحب اشباہ نے سکوت مزکی میں اُسکے اہل علم و صلاح ہونے کی قید زیادہ کی ہے لہذا اسکو

اسکو رد اور بیان شمار کیا ہے اور بعض نسخوں میں یوں عبارت ہے فلیسعہ یکون فی التقیید بکونہ من اہل العلم و الصلاح مفیدا من ان یردہ انتہی کلطحطاوی یعنی جس
سے ملی ہو اور غیر ہو یکون کی اور قول اسکا فقد کا مفہوم کرنا اولیٰ ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب پہلے شاہد میں ہو تو فقط اہل علم و صلاح کی قید لگا نے سے وارد میں
کیونکر ہوگا چونکہ عبارت مذکور خالی تکلف سے نہ تھی لہذا مترجم نے نسخہ صحیحہ کو بعد بیان اعتماد کیا و منہ علم و منہا لو ان العبد خرج للصلوٰۃ بجمعۃ فراہ مولاہ فسکت حل لہ
الخروج الیہا لان السکوت بمنزلۃ الرضی کما فی جمعۃ البحر اور از انجملہ یہ کہ اگر غلام نماز جمعہ کیواسطے نکلا سو اسکے مولیٰ نے اسکو دیکھا سو چپ رہا تو اسکو نماز کیواسطے نکلنا
حلال ہے واسطے کہ سکوت بمنزلہ رضامندی کے ہے چنانچہ یہ بحر الرائق کے باب جمعہ میں مذکور ہے و منہا ما فی القنیۃ بعد ان تم ایہا ثم بعلامۃ قطع عنہ لوزفت
الیہ بلا جہاز فلہ ان یطالبہا بما بعث الیہ من الدنانیر وان کان الجہاز قلیلا فلہ المطالبۃ بما یلیق بالمبعوث فی عرفہم فخنیۃ الفقہ باذا لم یجہزہا بما یلیق فلہ استرداد
ما بعث والمعتبر ما یتخذ للزوج لا ما یتخذ لہا ولو سکت بعد الزفاف زمانا لا یعرف بذلک رضاہ لم یکن لہ ان یخاصم بعد ذلک ان لم یتخذ لہ شیئا و از انجملہ وہ مسئلہ
جو قنیہ میں مذکور ہے بعد علامت قطع عنہ کے اگر جہیز وغیرہ زوج کے پاس بھیجی گئی ہو اور جہیز نہ کرنے والی نے ماہر کا دیکھنا اسکے باپ چچا کی طرف سے بھیجے تھے
جائز ہے اور اگر تھوڑا ہے یا ہو تو سکا مطالبہ کرنا اور زوجہ سے جہیز کا جو انکے عرف میں مبعوث کے ساتھ لائق ہو درست ہے پس اسوقت میں یہ فتوی ہے کہ جب جہیز کے ولی نے
جہیز مناسب حال نہ دیا تو زوج کو پھیر لینا اس مال کا جو قبل نکاح کے بھیجا تھا جائز ہوا اور معتبر وہ جہیز ہے جو زوج کی منفعت کیواسطے بنایا جاتا ہے نہ وہ جہیز جو زوجہ کیواسطے بنایا ہو
اور اگر زوج سکوت کیا بعد زفاف کے اتنی مدت کہ اس سے عدم رضا ثابت ہوئی تو زوج کو جھگڑا کرنا بعد اسکے جائز نہیں اگر زوجہ زوج کیواسطے
کوئی چیز بنائی گئی ہو ہم قطع علامت ہر قاضی عبد الجبار کی اور عنت علامت ہر علاء الدین ترجمانی کی یعنی یہ مسئلہ قاضی عبد الجبار اور علاء الدین ترجمانی سے روایت ہے
اور یہاں مقصود بالذکر فقط سکوت بعد زفاف ہے حلبی نے فی عرفہم کے بعد ضبط کیا ہے یا تحقیق و جا جہلا جا لانکہ قنیہ کی رمز سے مشہور کیا لا تخفی علی ناظرہا و رسخ
کثیرہ میں تحقیقہ ہے کذا فی الطحطاوی اور مسئلہ جہیز کا کتاب النکاح میں مفصل مذکور ہو چکا و منہا اذا ابرأہ فسکت صح فلا یحتاج الی القبول کذا ذکرہ البرہان
فی الاختیار شرح فی کتاب الاقرار و ازانجملہ یہ کہ جب کسی نے مدیون کو قرض سے بری کر دیا سو مدیون چپ رہا تو ابرا صحیح ہوا اور حاجت نہیں قبول کرنے مدیون کی اسی طرح برہان نے
اختیار شرح کتاب الاقرار کے اندر ذکر کیا و منہا سکوت الراہن عند بیع المرتہن الرہن یکون مبطلا فی احد الروایتین ذکرہ الزیلعی وغیرہ من تعلم من الاشباہ دلل القاعدۃ
الحمد للہ العزیز الوہاب یہ علم بالصواب اور ازانجملہ سکوت راہن کا مرتہن کے بیچنے کے وقت رہن کو مبطل رہن ہوگا اور ایک روایت میں مبطل نہیں ذکر کیا ہے اسکو زیلعی
وغیرہ نے اشارۃ معلوم ہوا اشباہ و اور قاعدہ سب تعریفیں اس کو جو غالب ہے بخشنے والا ہے اور بہتر ہے ماتم کو ٹھیک بات کا ہے شیخ صالح مؤلف نے ذکر
ذوالنجہ کے بعد چند مسائل کی تالیف کی توفیق پر بعض علما نے چند مسائل اور زیادہ کیے ہیں جیسے اپنا اسباب کسی کے پاس رکھ دیا اور چپ رہا پھر چلا گیا تو
صاحب مال نے رکھوایا لگا گھر بیگا یعنی امانت رکھو لی اور اگر جب بیت کے وہ وصیتوں کو ایک صحیح جنازہ اٹھانے کیواسطے قبرستان تک دوسرا گھر سے لیے اور دوسرا وصی
حاضر و ساکت ہو یا بعض وارثوں نے کرایہ پر کیا دوسرے سامنے اور وہ ساکت ہیں تو جائز ہوا اور یہ اجرت صحیح نہ ہوگی بمنزلہ کفن کے ہم جعت اور خلاصہ
دیکھا ساکت رہنا رضامندی کی مانند ہے بشرطیکہ ہاتھ یا زبان سے اسکے روکنے پر قادر ہو اور اگر قادر نہ ہو تو دلالت نہ کریگا یعنی رضامندی عدم قدرت اگر سبب
اور کوئی کرہ جانیگا تو اسوقت میں سکوت رضامندی میں شمار ہوگا ہم زید نے خالد کو وصیت کی پھر خالد زید کی حیات میں ساکت رہا پھر جب مر گیا تو بعض ترکہ
لے لیا اور دین کا تقاضا کیا تو وصیت کا قبول کرنا ہے ان مسائل کو حموی نے معین الحکام سے نقل کیا ہم زوج اپنے گھر میں بیوی کو لایا اور اسکی زوجہ کے ساتھ کا اسباب زوج سوت لایا
اور زوجہ کپڑے پہنا تو زوج اسکے قیمت کا تاوان نہیں لے سکتا اور ساکت رہنا زوج کا رضامندی میں شمار ہوگا زید نے آگ میں ہاتھ ڈالا خالد نے اسکی کوٹھی بچائی یا زید نے خیر
کو بچھایا اور خالد نے اسکو بیچ کیا تو زید کا سکوت ظاہر کرنے کے مانند ہو یا فتیار والا لتحال شکے اور خالد کے سکا معین ہو جائیگا اجرت ملیگی نہ شہر ضمان ہے
اس قسم میں کذا فی الطحطاوی عن الحموی ہم تو معلوم ہوا کہ ان مسائل میں سکوت نطق کے مانند ہے یہ تفصیل اشباہ کے مسائل کے ہیں اور تنویر الابصار کے ہیں اور زواہر الجواہر

اور ظاہر ہے کے منقول ہے **قولہ الاشباہ لا یحلف المنکر فی احدی و ثلثین مسئلۃ ذکرتہا فی الشرح** یہ قول ہے اشباہ کا کہ قسم نہ لی جائے منکر سے اکتیس مسئلوں میں جنکو شرح میں بیان کیا ہے یعنی بحر الرائق میں **قال الشیخ شرف الدین فی حاشیتہ علیہا المسماۃ تنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر اقول قال فی شرح المنار للعلامۃ ابن الملک علی عدم الاستحلاف عندہ فی الاشیاء الستۃ فعلی ہذا یکون التحلیف فی احدی وثلثین بعضہا متفق علیہ فذکر سبعۃ و عشرین** شیخ شرف الدین نے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے جسکا نام تنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر ہے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ مصنف نے اپنی شرح میں جو اشباہ میں ہوا لکھا ہے یوں کہا کہ پھر ہم کر کہ کنز کے مصنف نے اقتصار کیا عدم استحلاف پر امام کے نزدیک چھ چیزوں میں پھر رضاعیہ میں ہے کہ منکر سے قسم نہیں لیجاتی اکتیس صورت میں بعضے انمیں مختلف فیہ ہیں اور بعضے متفق علیہ ہیں پھر اسنے بطور شمار کے بلا دلیل اکتفا کیا واسطے نو چیزوں کو ذکر کیا ہم اشیاء تسعہ میں تنویر و غیرہ میں یوں ذکر کیا ہے کہ تحلیف نہیں اُس نکاح میں جسکا انکار زوج یا زوجہ اور اُس رجعت میں جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا عدت کے بعد اور ایلا میں جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت کے اور استیلاد کے انکار میں جسکا دعوی لونڈی کرتی ہو اور رقیت اور نسب اور ولا میں سطرح کہ مثلاً زید شخص مجہول پر دعوی کرے کہ وہ میرا غلام یا بیٹا یا لونڈی یا بالعکس اور حد اور لعان میں جو اصل یہ ہے کہ مسائل مذکورہ میں فتوی یہی ہے عدم تحلیف پر سوا حدود کے **کذا فی المحیط و فی تزویج البنت صغیرۃ او کبیرۃ و عندہما یستحلف الاب فی الصغیرۃ** اور تحلیف نہیں تزویج بنت میں صغیرہ ہو یا کبیرہ اور صاحبین کے نزدیک باپ سے قسم لیجائیگی صغیرہ میں هم **قولہ فی تزویج البنت عطف علی قولہ فی تزویج المولی امتہ خلافا لہما** اور کسی کے نکاح کردینے میں اپنی لونڈی کا بخلاف صاحبین کے **و فی دعوی الدین علی الایصاء فانکرہ لا یحلف** اور دائن نے دعوی میں وصیت کے کیا پھر مدعی علیہ نے اسپر انکار کیا تو قسم لیجائیگی ہم وارث نے دعوی کیا کہ میت نے ادا کرنے دین کی وصیت کی ہے اور چاہتا ہے کہ اپنا دین مدعی علیہ سے لے اور وہ وصیت کا منکر ہے تو اسپر قسم نہیں **و فی دعوی الدین علی الوصی** اور دین کے دعوی میں بھی پر ہم یہاں بھی وصیت متحقق ہے لیکن دین کا انکار بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں اصل وصیت کا انکار ہے **و فی الدعوی علی الوکیل فی المسئلتین** کا وصی کی طرح وکیل پر دعوی کرنے میں وہ دونوں صورتوں میں جو وصی میں جانتے ہو ہم یعنی مسئلے میں ایک یہ کہ مدعی نے دعوی کیا کہ مدعی علیہ فلانے کا وکیل ہے اور وہ اصل وکالت کا منکر ہے دوسرا مسئلہ یہ کہ وکالت متحقق ہے لیکن مدعی کے دعوی کا منکر ہے **کما مر فی المسئلتین المذکورتین فیما اذا کان فی ید رجل شیء فادعاہ رجلان کل الشراء منہ فاقر لاحدہما و انکر الآخر لا یحلف** اور اس صورت میں جبکہ ایک مرد کے ہاتھ میں ایک چیز ہو جسکا دو شخص نے دعوی کیا ہر شخص اس چیز کے خرید کرنے کا مدعی علیہ سے دعوی کرتا ہو سو اسنے ایک شخص کے خرید کا اقرار کیا اور دوسرے شخص کے خرید کا انکار کیا تو دوسرے شخص اس سے قسم نہ لیگا **ولو انکرہما فحلف لاحدہما فنکل یقضی علیہ ولم یحلف للآخر** اور اسیطرح اگر مدعی علیہ نے دونوں کی خرید کا انکار کیا سوا ایک مدعی کیواسطے اس سے قسم لی گئی سو اسنے قسم کھائی اور پھر حاکم کا حکم ہو گیا چیز دینے کا تو دوسرے مدعی کیواسطے قسم نہ لیجائیگی **و فیما اذا ادعی الہبۃ مع التسلیم من کل فاقر لاحدہما لا یحلف للآخر** اور نیز اس صورت میں جبکہ دو شخصوں نے دعوی کیا ہبہ مع التسلیم کا قابض سے سو ایک کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم لیجاویگی **و فیما اذا ادعی کل انہ رہنہ و قبضہ فاقر لاحدہما** اور اس صورت میں جبکہ دو شخصوں میں سے ہر ایک نے دعوی کیا کہ مدعی علیہ نے اس چیز کو رہن کیا ہے اور ہاتھ اسکے قبضہ کیا ہے سو اسنے ایک مدعی کے رہن اور قبض کا اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی **او حلف لاحدہما فنکل لا یحلف للآخر و دعوی رہن مع القبض** میں ایک مدعی کیواسطے قسم کھائی تو دوسرے کیواسطے قسم لیجائیگی **و فیما اذا ادعی احدہما الرہن والتسلیم والآخر الشراء فاقر بالرہن و انکر البیع لا یحلف للمشتری** اور اس صورت میں جبکہ ایک مدعی نے رہن اور تسلیم کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے رہن کا اقرار کیا اور بیع کا انکار کیا تو مشتری کیواسطے قسم لیجائیگی **و لو ادعی احدہما الاجارۃ والآخر الشراء فاقر بہا و انکرہ لا یستحلف لمدعیہ ای الشراء لمدعیہ ان شاءت فانتظر انقضاء المدۃ او فسخ الاجارۃ** اور ایک مدعی نے اگر اجارہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا سو مدعی علیہ اجارہ کا اقرار کیا اور خرید کا منکر ہوا تو خرید کے مدعی کیواسطے قسم لیجائیگی اور اسکے مدعی سے کہا جائیگا کہ اگر تو راضی ہے تو انقضاء مدت اجارہ کی راہ دیکھ یا انتظار کر اور اگر تو چاہے تو بیع کو فسخ کر ڈال ہم خرید کے مدعی سے تب اسکے فسخ کرنے کو کہا جائیگا جبکہ اسنے خرید کو ثابت کیا ہو یعنی اجارہ اس مسئلہ سے متعلق ہے اور فسخ بیع سے مسئلہ سابقہ کی عبارت بلفظ و نشر غیر مرتب کیا ہے **و فیما اذا ادعی احدہما الصدقۃ**

وان كان عين الاجراء الفعل اقر لاحد منهما لا يحلف اور اس صورت میں جبکہ ایک مدعی نے کسی چیز کے صدقہ اور قبض کرنے کا دعوی کیا اور دوسرے نے اسی چیز کے خریدنے کا دعوی کیا
سو مدعی علیہ نے ایک کے دعوی کا خواہ صدقہ خواہ خرید کا اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے قسم لیجائیگی وفیہا اذا ادعی کل منهما الاجارة فاقر لاحدهما اور اس صورت میں جبکہ
دو شخصوں میں سے ہر ایک نے اجارہ کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے قسم لیجائیگی اور اگر اس نے حلف سے انکار کیا اور اگر ہر ایک نے
ذي اليد لغصب فاقر لاحدهما ويحلف لا حدهما فنكل يحلف للثاني كما لو ادعى كل منهما الايداع فاقر لاحدهما يحلف للثاني وكذا الاجارة ويحلف ما لكه
كذا ولا قيمته وهي كذا وكذا او باجارہ کے دعوی میں ایک مدعی کے واسطے قسم طلب کی اور اس نے قسم کھائی تو دوسرے کے واسطے قسم طلب ہوگی بخلاف اسکے صورت
ہر ایک اگر ہر ایک نے غاصب پر غصب کا دعوی کیا سو ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا یا ایک مدعی کے واسطے اس سے قسم طلب کی سو اس نے قسم کھالی تو دوسرے مدعی سے
قسم لیجائیگی چنانچہ اگر ہر ایک مدعی نے امانت رکھنے کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے اس سے قسم لیجائیگی اور یہی حکم ہو اجارہ
لینے کا اور قسم یوں لیجائیگی کہ مدعی کی تجھ پر فلانی چیز نہیں ہو اور نہ اسکی قیمت ہو اور قیمت تو اتنی اتنی ہو قیمت کی قسم اسواسطے لیجائیگی کہ شاید مدعی علیہ متنازع فیہ کا ایک
مدعی کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کے حق کو اسنے فوت کیا لہذا اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسی طرح کی قسم غصب میں تو ظاہر ہے اور ودیعت اور اجارہ میں ان کے
انکار کی نوع اور تغییر کبھی حکم غاصب ہوتا ہے وفیہا اذا ادعی البائع رضی الموکل بالعیب لم یحلف الوکیل اور اس صورت میں جبکہ بائع نے دعوی کیا کہ موکل بیع کے عیب سے
راضی ہوگیا ہے اور وکیل اسکا منکر ہے تو وکیل سے قسم نہ لیجائیگی یعنی اسواسطے کہ رضامندی موکل کی جہت سے ہو تو وکیل سے غیر کے فعل کی بابت قسم طلب ہو وفیہا
اذا انکر تولیة الولی النکاح اور اس صورت میں جبکہ مدعی علیہ انکار کرے کہ مدعی کو نکاح میں وکیل نہیں کیا وفیہا اذا اختلف الصانع والمستصنع فی المامور
به لا يمين على واحد منهما اور اس صورت میں جبکہ کاریگر اور کام بنوانے والا کام میں مختلف ہوں یعنی صانع کہتا ہے کہ تو نے فلانے کام کی فرمایش کی اور مستصنع کہتا
کہ میں نے دوسرے کام کی فرمایش کی تھی تو دونوں میں سے کسی پر قسم نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ صورت کہ اختلاف فی المامور به اور اسمیں
اور دوسری صورت یہ کہ مستصنع پر قسم نہیں کذا لو ادعی الصانع علی رجل انه صنع له كذا فانكر لا يحلف اور اسی طرح اگر صانع نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ تو نے
فلانا کام بنوایا اور وہ منکر ہو تو اس سے قسم لیجائیگی ہم کہتے ہیں کہ اگر صانع اور مستصنع عمل میں متفق ہوں تو مستصنع کو اختیار ہے چاہے اسکو
لے اور چاہے نہ لے تو صورت اختلاف یا انکار میں بطریق اولی اسکو اختیار ہوگا پھر قسم لی کیا وجہ ہے الکافیة والمستون لو ادعی انه وکیل عن الغائب بقبض دينه وبرهن فانكر
لا يستحلف المديون على قوله انه وكيل فيما اذكر البعض قال الحلوائی يستحلف فی قولهم جميعا انتهی مستون کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر دعوی کیا ایک شخص نے کہ میں وکیل ہوں
شخص غائب کا اسکا دین لینے اور قبضہ کرنے کے واسطے سو مدیون نے اسکا انکار کیا تو اس سے قسم نہ لیجائیگی امام کے قول پر بخلاف صاحبین کے اسیطرح ذکر کیا ہے
بعضوں نے اور حلوائی نے کہا کہ امام اور صاحبین سب کے قول میں مدیون سے قسم لیجائیگی انتهی کلام الخانية وبعلم ان ما فی الملاحظة تسامح قال کل موضع
لو اقر لزمه اذا انكره يستحلف الا فی ثلث او خانیہ کی اس مسئلہ سے معلوم ہوگیا کہ جو ملاحظہ میں ہے سو تسامح ہے اور تسامح ہے کہ صاحب ملاحظہ نے کہا کہ جس موضع میں
اگر شخص اقرار کرے تو اقرار اسکو لازم ہو جائے اسکا انکار کرے تو اس سے قسم لیجائیگی مگر مسائل ثلثہ میں باوجود انکار کے قسم نہیں ہے فقط یہ ہے کہ صاحب ملاحظہ نے فقط تین
صورتوں میں تخصیص کیا باوجود کثرت مسائل کے اور وہ آگے مسائل ثلثہ کا بیان ہو منها الوکیل بالشراء اذا وجد بالمشتری عیبا فاراد ان يرده بالعيب فادعى البائع ان يحلفه بالله
ما يعلم ان الموكل رضى بالعيب يحلف فانه لو اقر الوكيل لزمه ان مسائل ثلثہ میں سے یہ مسئلہ ہے کہ خریدنے کے وکیل نے مول لی چیز میں عیب پایا
سو ارادہ کیا کہ اسکو بسبب عیب کے پھیرے اور بائع نے ارادہ کیا کہ اس سے قسم لے اس بات کی کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ اسکا موکل عیب سے راضی ہوگیا ہے تو اس سے قسم لیجائیگی ہر
اگر وکیل رضامندی موکل کا اقرار کرے تو اسکو بیع لازم ہے اور پھیرنے کا حق باطل ہو جاتا ہے مسئلہ ثانیہ لو ادعی علی الامر رضاه لا يحلف وان اقر
لزمه مسئلہ اگر مدعی امر کرنے والے پر دعوی کرے مامور کی رضامندی کا تو اس سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر اقرار کرے تو لازم ہو جاتا ہے ضمیر رضاه کی مامور کی طرف راجع ہو

چنانچہ اسکے موافق ترجمہ ہوچکا اور احتمال ہے آمر کیطرف راجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ مدعی رضائے آمر کا دعوی کرے اور ایک نسخہ میں یوں ہے کہ لو ادعی الآمر رضانا
اگر آمر رضامند ہوگا دعوی کرے یعنی مامور جسکے ساتھ راضی ہوگیا غرض اسکی یہ کہ مامور پر الزام آوے کذا فی الطحطاوی الثالثۃ الوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون ان الموکل
برأ عن الدین و طلب یمین الوکیل علی العلم لا یحلف و لو اقر لزمہ انتہی یعنی قبض دین کے وکیل پر مدیون نے دعوی کیا کہ موکل نے اسکو دین چھوڑ دیا اور اسنے وکیل سے
قسم طلب کی تو اس سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر وکیل اقرار کرے ابراء دین کا تو اسکو اقرار لازم ہے انتہی یعنی فی الخلاصۃ ہم اقرار لازم ہے یعنی وکیل کو مقتضا اقرار یعنی
ترک مخاصمت یہ بوجہ ساتھ لازم آوے اور مطلب نہیں کہ اسکے موکل پر وکیل کا اقرار لازم آوے و زدت علی الواحد و ثلاثین لمسابقۃ البائع اذا انکر قیام العیب
للحال لا یحلف عند الامام و لو اقر بہ لزمہ کما مر فی خیار العیب صاحب بحر الرائق نے کہا اکتیس مسائل سابقہ پر اپنے میں مسائل زیادہ کیے اول یہ کہ بائع جب
قیام عیب فی الحال کا انکار کرے تو اس سے قسم لیجائیگی امام کے نزدیک اور اگر وہ اقرار کرے عیب کا تو اسکو لازم ہوگا جیسا کہ مذکور ہوچکا خیار العیب میں ہم صورت یہ ہے کہ
مشتری نے دعوی کیا مثلا کہ غلام مرض پیشاب کرتا ہے اور بائع اسکا منکر ہو تو اسپر قسم نہ آوے گی و الشاہد اذا انکر رجوعہ لا یستحلف و لو اقر بہ ضمن ما تلف بہا
اور شاہد جبکہ رجوع عن الشہادۃ کا انکار کرے تو قسم نہ لیجائیگی اور اگر رجوع کا اقرار کرے تو ضامن ہوگا اس مال کا جو اسکی گواہی سے تلف ہوگیا والسارق
اذا انکر لا یستحلف للقطع و لو اقر بہا قطع و ذکر الاسبیجابی و لا یحلف الاب فی مال الصبی و لا الوصی فی مال الیتیم و لا المتولی فی مال الوقف الا اذا ادعی
علیہم العقد فیحلفون حینئذ انتہی اور چور جب چوری کا انکار کرے تو قطع کیواسطے در صورت نکول اس سے قسم نہ لیجائیگی لیکن لزوم مال کیواسطے البتہ قسم لیجائیگی
کذا فی البحر اور اگر چوری کا اقرار کریگا تو ہاتھ قطع کیا جائیگا اور اسبیجابی نے ذکر کیا کہ قسم نہیں لیجاتی باپ سے صغیر کے مال میں اور نہ وصی سے یتیم کے مال میں اور نہ مسجد اور
اوقاف کے متولی سے یعنی در صورت دعوی کے باپ اور وصی اور متولی پر قسم نہیں ہے مگر جبکہ انپر عقد کا دعوی ہو تو ان سے قسم لیجائیگی انتہی کلام البحر یعنی اگر باپ یا وصی یا متولی پر
اراضی صغیر یا یتیم یا وقف کے عقد اجارہ کا کوئی دعوی کرے اور وہ منکر ہو تو اس سے قسم لیجائیگی قلت و زدت علی ما ذکرہ مسائل شرف الدین حاشیہ تنویر الابصار کے مصنف نے
کہا میں کہتا ہوں اور میں نے چند مسائل زیادہ کیے صاحب بحر الرائق کے ذکر کردات پر الاولی لو ادعی رجل شیئا و اراد استحلافہ فقال المدعی علیہ ہو لابنی الصغیر فلا
وفی فتاوی قاضی خان یحلف علیہ الیمین فی قولہم جمیعا فاذا استحلف فنکل و المدعی ارض یقضی بالارض للمدعی ثم ینتظر بلوغ الصبی ان صدقہ المدعی کان فیہا و ان کذبہ
ضمن الوالد قیمۃ الارض و توقف الارض من المدعی و تدفع للصبی و ہذا نظیر ما لو اقر الغائب لم یلتفت الیہ و جحدہ و لا تصدیقہ لا تسقط عنہ الیمین فکذلک ہہنا قلت
و علی الاول یتوجہ ہذا الی قول المصنف و لا یستحلف الاب فی مال الصبی لانہ لما اقر بہا للصبی ظہر انہا من مالہ و فیہ تامل پہلا مسئلہ تنویر الابصار کا یہ ہے کہ اگر دعوی کیا
ایک مرد نے کسی چیز کا اور مدعی علیہ سے قسم لینا چاہا تو مدعی علیہ نے کہا کہ وہ چیز میری صغیر بیٹے کی ہے تو قسم نہ لیجائیگی اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اسپر قسم ہے سب کے
قول میں پھر جب اس سے قسم طلب کی اسنے قسم نہ کھائی اور جسکا دعوی ہے وہ زمین ہے تو وہ زمین مدعی کو دلا دی جائیگی پھر صغیر کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جاویگا
اگر بعد بالغ ہونے کے صغیر نے مدعی کی تصدیق کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اسنے کہا اور اگر اسنے مدعی کی تکذیب کی تو صغیر کا والد زمین کی قیمت کا ضامن
دیگا مدعی کو کذا فی البحر اور زمین مدعی سے لیکر صغیر کو دیجائیگی اور یہ مسئلہ بمنزلہ اسکے ہے کہ اگر مدعی علیہ نے اس شخص غائب کیواسطے اقرار کیا جسکی تصدیق اور تکذیب ظاہر
نہیں تو مدعی علیہ سے قسم ساقط نہ ہوگی تو اسیطرح یہاں اقرار صغیر میں بھی ساقط نہ ہوگی شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور قول اول کے بموجب یعنی در صورت عدم یمین توجیہ اس مسئلہ کا
مصنف بحر الرائق کے اس قول کی طرف ہوگا کہ باپ پر صغیر کے مال میں قسم نہیں اسواسطے کہ جب باپ نے صغیر کیواسطے اقرار کیا تو ظاہر ہوگیا کہ متنازع فیہ صغیر کے مال سے ہے اور اسمیں
تامل ہے طحطاوی نے کہا شاید وجہ تامل کی یہ ہے کہ صاحب بحر کا کلام اس صورت میں ہے جب متحقق ہوجاوے کہ وہ صغیر کا مال ہے اور یہاں صغیر کا مال ہونا ثابت نہیں مگر باپ کے
اقرار سے اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاید مدعی علیہ نے ابطال دعوی مدعی کا حیلہ کیا ہو الثانیۃ لو اشتری دارا فحضر الشفیع فانکر المشتری الشراء قال فی النوازل لو ان رجلا
اشتری دارا فحضر الشفیع فانکر المشتری الشراء او اقر ان الدار لابنہ الصغیر و لابنتہ فلا یمین علی المشتری لانہ قد لزمہ الاقرار لابنہ فلا یجوز الاقرار لغیرہ بعد ذلک

۱۰ اگر خرید کیا ایک گھر کو سو شفیع حاضر ہوا تو مشتری نے خرید کا انکار کیا یا یہ اقرار کیا کہ گھر اسکے صغیر بیٹے کا ہے اور شفیع کے پاس گواہ نہیں خرید پر تو مشتری پر قسم نہیں
اسواسطے کہ اسکو اپنے بیٹے کا اقرار لازم ہوگیا تو جائز نہیں غیر ولد کیواسطے اقرار کرنا بعد اسکے ہم کہیں گے بائع سے مراد ہے یعنے اگر قسم مشتری پر لازم ہوا اور شاید وہ قسم سے انکار کرے
تو وہ گھر شفیع کو دیا جاوے اور صغیر کی ملک سے نکل جاوے الثالثة لو کان فی ید رجل غلام او جاریة او ثوب ادعاہ رجلان فقدماہ الی القاضی فاقر بہ لاحدھما ثم اراد الآخر تحلیفہ
فان ادعی ملکا مرسلا او شراء من جہتہ لم یکن لہ ان یحلفہ وان ادعی علیہ الغصب فلہ تحلیفہ لانہ لو اقر بالغصب یجب علیہ الضمان کذا فی النوازل ۱۱ اگر ایک شخص کے پاس غلام یا لونڈی
یا کپڑا ہو جسکا دو مردوں نے دعوی کیا سو دونوں مدعا علیہ کو قاضی کے پاس لیگئے سو اُسنے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا پھر دوسرے نے اسکی قسم لینے کا ارادہ کیا سو اُسنے ملک
مرسل یا اسکی خرید کرنے کا مدعا علیہ سے دعوی کیا تو اسکو قسم لینا جائز نہیں اور اگر اسپر غصب کا دعوی کیا تو اسکو قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ غصب کا اقرار کریگا
تو اسپر ضمان واجب ہوگا کذا فی النوازل ہم اگر مدعی ثانی خرید کا اقرار کریگا تو اسپر ضمان واجب نہوگا اسواسطے کہ وہ چیز اسکے ہاتھ سے نکل گئی دوسرے مشتری کو ملی اور اسکا اقرار دوسرے پر
حجت نہیں غایة الامر یہ ہو کہ دوسرا مستردہ قیمت پھیر لیگا اگر قیمت دینا ثابت ہوگا کذا فی الخطاء ملک مرسل کہ وجہ ملک کسی بیان نہو یعنی کہ بجہت خرید یا ہبہ یا وراثت کے
ملک ہوا اور مسئلہ مکرر ہو خانیہ کے سولہویں مسئلہ سے فقط ملک مرسل کی قید آئی زیادہ ہے الرابعة لو اشتری الاب لابنہ الصغیر دارا ثم اختصم مع الشفیع فی مقدار الثمن فالقول للاب
بلا یمین کما فی کثیر من کتب المذہب ۱۲ اگر خرید کیا باپ نے اپنے صغیر بیٹے کیواسطے ایک گھر پھر اختلاف ہوا شفیع کے ساتھ مقدار قیمت میں تو باپ ہی کا قول معتبر ہو بلا قسم کے
چنانچہ اکثر کتب اہل مذہب میں ہے یعنی قسم اسواسطے نہیں کہ باپ پر صغیر کے مال میں قسم نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا الخامسة لو ادعی السارق انہ استہلک المسروق وادعی رب المسروق
انہ قائم عندہ فالقول للسارق ولا یمین علیہ ۱۳ اگر سارق نے دعوی استہلاک مسروق کا کیا اور مسروق کا مالک مدعی ہو کہ وہ مال قائم ہے سارق کے پاس تو سارق کا
قول معتبر ہوا اور اسپر قسم نہیں ہم مسئلہ مفروض ہی سارق کے قطع ید کے بعد بقرینہ عبارت نوازل قال ابو اللیث فی النوازل وسئل ابو القاسم عن السارق اذا
استہلک المسروق بعد ما قطعت یدہ ہل یضمن قال لا ویستوی حکمہ فیما استہلکہ قبل القطع وبعد القطع قیل لہ فان قال السارق قد ہلک قال صاحب المال لم تستہلکہ
وہو عندک قائم ہل یحلف قال یجب ان یکون القول قول السارق ولا یمین علیہ فقیہ ابو اللیث نے نوازل میں کہا کہ ابو القاسم سے سوال ہوا سارق کا
جسنے مال مسروق کو مستہلک کیا اپنے قطع ید کے بعد کیا اسپر ضمان لازم آویگا جواب دیا کہ ضمان نہیں اور سارق کا حکم یکساں ہی استہلاک کرنا مال میں قبل قطع ید اور
بعد قطع ید کے پھر انسے سوال ہوا کہ اگر سارق کہے کہ مال ہلاک ہوا اور مال والا کہے کہ تونے اسکو مستہلک نہیں کیا وہ تیرے پاس موجود ہے کیا سارق سے قسم لیجاویگی کہا
ابو القاسم نے واجب یہ ہے کہ سارق ہی کا قول معتبر ہو بدون قسم کے ہم ملحوظ رہے کہ یہاں ہلاک مال اور استہلاک کا حکم یکساں ہے السادسة اذا وہب لرجل شیا واراد الرجوع
فادعی الموہوب لہ ہلاک الموہوب فالقول قولہ ولا یمین علیہ کما فی الخانیة وغیرہا ۱۴ جب ایک مرد نے کوئی چیز ہبہ کی اور ارادہ کیا پھیر لینے کا سو موہوب لہ نے موہوب کے ہلاک
کا دعوی کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہوگا اور اسپر قسم نہیں کما فی الخانیة وغیرہا السابعة ادعی علیہ انک وصی فلان المیت فانکر لا یحلف ۱۵ مدعی علیہ پر دعوی ہوا کہ تو
فلانی میت کا وصی ہے سو اُسنے انکار کیا تو اُس سے قسم نہ لیجاویگی ہم مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے بارھویں مسئلہ کے ساتھ الثامنة ادعی علیہ انک وکیل فلان فانکر انہ وکیل فلان
لا یحلف وہما فی البزازیة ۱۶ مدعی علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانے کا وکیل ہے سو اُسنے انکار کیا کہ میں فلانے کا وکیل نہیں تو اُس سے قسم نہ لیجاویگی اور یہ دونوں مسئلے بزازیہ میں ہیں
ہم مسئلہ بھی خانیہ کے چودھویں مسئلہ کے ساتھ مکرر ہے التاسعة قال الواہب شرطت العوض فقال الموہوب لہ لم تشترط فالقول لہ بلا یمین ۱۷ واہب نے کہا کہ میں نے ہبہ میں شرط
عوض کی کیا اور موہوب لہ نے کہا کہ تونے عوض شرط نہیں کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہے بلا قسم اسواسطے کہ اصل ہبہ میں یہ ہے کہ بلا عوض ہو العاشرة اشتری العبد شیا فقال البائع
انت محجور وقال العبد انا ماذون فالقول للعبد بلا یمین ۱۸ غلام نے کوئی چیز خرید کی پھر بیچنے والے نے غلام سے کہا کہ تو محجور ہے یعنی تجھکو تجارت کی اجازت نہیں اور غلام نے کہا میں ماذون
فی التجارة ہوں تو غلام ہی کا قول معتبر ہوگا بلا قسم الحادیة عشرة اذا اشتری عبد من عبد فقال احدہما انا محجور وقال الآخر انا وانت ماذونان فالقول لہ
بلا یمین ۱۹ جب ایک غلام نے دوسرے غلام سے کوئی چیز خرید کی سو ایک غلام نے کہا کہ میں محجور ہوں اور دوسرے غلام نے کہا کہ ہم تم دونوں ماذون فی التجارة ہیں تو

قول معتبر ہوسکتا ہی جو مدعی ہو اذن کا بلا بینہ اسواسطے کہ صدور بیع قرینہ ہو اذن کا الثانیۃ عشرۃ باع القاضی مال الیتیم فردہ المشتری علیہ بعیب فقال بریٔ منہ

فالقول قولہ بلا یمین کذا الوادعی علی قبلہ اجارۃ ارض الیتیم اراد تحلیفہ لم یحلفہ لان قولہ علی وجہ الحکم وکذا فی کل شیٔ یدعی علیہ ۱۲ قاضی نے یتیم کا مال بیچا

مشتری نے قاضی کو پھیر دیا بسبب عیب کے سو قاضی نے کہا کہ تونے مجھکو اسسے بری الذمہ کردیا ہو تو قول معتبر قاضی کا قول ہوگا اور اسیطرح اگر ایک شخص نے اجارہ مین یتیم کا دعوی

کیا قبل بیچنے قاضی کے اور اُسنے تحلیف قاضی کا ارادہ کیا تو قاضی سے قسم نہ لیجائیگی اسواسطے کہ قاضی کا قول حکم ہو یعنی حاکم پر قسم نہین یہی حکم ہو ہر چیز کے دعوی کا قاضی پر الثالثۃ

عشرۃ لو طالب ابو الرود بنۃ زوجہا بالمہر فلہ ذلک لو صغیرۃ او کبیرۃ بکرا و لو قالت لا ابث الزوج فی بکارتہا ولا بینۃ للزوج والتمس من القاضی تحلیفہ علی العلم لہ ذلک

عن ابو یوسف انہ یحلف وذکر الخصاف انہ لا یحلف کالوکیل لقبض الدین اذا ادعی المدیون ان صاحب الدین ابراہ وانکر الوکیل لا یحلف الوکیل کذا

ہنا کذا فی الظہیریۃ ۱۳ اگر زوجہ کے باپ نے اُسکے زوج سے مہر کا تقاضا کیا تو اُسکو جائز ہی اگر زوجہ صغیرہ یا کبیرہ باکرہ ہو اور اگر باپ اور زوج نے اُسکی بکارت مین

اختلاف کیا اور گواہ نہون زوج کے عدم بکارت پر اور زوج نے التماس کیا قاضی سے باپ کی قسم لینے کا اُسکی عدم علمی پر ابو یوسف سے روایت یون ہی کہ اُس سے قسم

لیجاے اور خصاف نے ذکر کیا کہ اُس سے قسم لیجاے چنانچہ قبض دین کے وکیل سے مدیون یون دعوی کرے کہ صاحب دین نے اُسکو دین معاف کردیا ہی اور وکیل اسکا منکر ہو تو اُس سے

قسم لیجائیگی اسیطرح یہان بھی قسم لیجائیگی کذا فی الظہیریۃ الرابعۃ عشرۃ اشتری امۃ فادعی ان لہا زوجا فقال البائع لہا زوج عبدی فطلقہا قبل البیع او مات

فالقول لہ بلا یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم ہذا التحریر من خواص ہذا الکتاب کذا فی حاشیۃ الاشباہ للشرف الغزی ایضا ۱۴ اخرید کیا لونڈی کو پھر مشتری نے

دعوی کیا کہ اس لونڈی کا زوج ہی یعنی اس عیب سے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو بائع نے کہا کہ اُسکا زوج میرا غلام ہو سو اُسنے اُسکو طلاق دی قبل بیع کے یا وہ مرگیا تو بائع کا

قول معتبر ہوگا بلا یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم اس قسم کی تحریر اس کتاب کے خواص مین ہی اسیطرح مذکور ہی شرف الدین غزی کے حاشیہ اشباہ مین قلت فی حاشیتہا

للشیخ صالح زاد سبعۃ آخر فنقول شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور شیخ صالح کے حاشیہ اشباہ مین سات مسئلے اور زیادہ کیے ہین ہم اُنکو بیان کرتے ہین الخامسۃ عشرۃ

لو طعن المدعی علیہ فی الشاہد فقال ہو اجیر لہ بہذہ الدار لنفسہ قبل شہادتہ فانکر فارادتحلیفہ لا یحلف مجمع الفتاوی ۱۵ اگر مدعا علیہ نے شاہد مین طعن کیا کہ اُسنے اس

گھر کا اپنی ذات کیواسطے دعوی کیا تھا قبل اس شہادت کے سو شاہد نے اسکا انکار کیا تو مدعا علیہ نے اُس سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو قسم نہ لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی

السادسۃ عشرۃ اذا کانت الترکۃ مستغرقۃ بدیون جماعۃ باعیانہا فجاء غریم آخر وادعی دینا لنفسہ فالخصم ہو الوارث لکنہ لا یحلف لانہ حینئذ لو اقر لہ لم یقبل فلم یحلف

مجمع الفتاوی ۱۶ اجنبی کہ جماعت معین کے دین مین مستغرق ہو پھر دوسرا قرضخواہ آئے اور دین کا دعوی کرے اپنی ذات کیواسطے تو خصم وارث ہو میت کا لیکن اُس سے قسم نہ لیجائیگی

اسواسطے کہ اسوقت مین اگر اُسکے دین کا اقرار کریگا تو مقبول نہوگا تو اُس سے قسم بھی نہ لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی السابعۃ عشرۃ رجل لہ علی رجل الف درہم فاقر بہا

ثم انکر اقرارہ ہل یحلف باللہ ما اقررت قال الدبوسی نعم وقال الصفار لا وانما یحلف علی نفس الحق مجمع الفتاوی ۱۷ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم ہین سو اُسنے

ہزار کا اقرار کیا پھر اپنے اقرار کا منکر ہوگیا کیا اُس سے اللہ کی قسم لیجائیگی کہ مین نے اقرار نہین کیا دبوسی نے کہا کہ ہان قسم لیجائیگی اور صفار نے کہا کہ نہین اور اُس سے نفس

حق پر یعنی ہزار درہم ہونے پر قسم لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی الثامنۃ عشرۃ دفع لآخر مالا ثم اختلفا فقال قبضت ودیعۃ وقال الدافع بل لنفسک لا یحلف المدعی علیہ فالقول

القول لرب المال لانہ اقر بسبب الضمان وہو قبض مال الغیر مجمع الفتاوی ۱۸ ایک شخص نے دوسرے کو مال دیا پھر دونون مختلف ہوے سو جسنے مال لیا تھا کہا کہ مین نے بطور امانت کے

قبضہ کیا تھا اور دینے والے نے کہا بلکہ تونے اپنی ذات کیواسطے یعنی قرض لیا تھا تو قسم لیجائیگی مدعا علیہ سے قاضی نے کہا قول معتبر صاحب مال کا ہی اسواسطے کہ وہ سبب ضمان کا

مقر ہی یعنی قبض مال غیر کذا فی مجمع الفتاوی ۱۸ وجہ غرض یہ ہی کہ اُسپر ضمان لازم آوے اسواسطے کہ بلا تعدی ہلاک ہوجانے ودیعت سے امانت دار پر ضمان نہین ہو قول قاضی

بیان ہی حکم مسئلہ یعنی جب مدعا علیہ پر قسم ہوگی تو صاحب مال کا قول معتبر ہوگا کذا فی المحیط التاسعۃ عشرۃ رجل قدم حلا للقاضی قال ان فلانا ابن فلان توفی ولم یترک

وارثا غیری ولہ علی ہذا کذا وکذا من المال فانکر المدعی علیہ جحودہ فقال الابن استحلفہ ما یعلم انی ابنہ وانہ مات لم یحلف بل یبرہن الابن علیہما ثم یحلفہ علی ما یدعی

لہ صاحب مال ۔۔۔ یعنی مدعا علیہ ... اس پر جو اسکا ... بر الال ... المدعی ... واعظم

لابيه من المال وقيل يستحلف على العلم الاول قول الامام والثاني قولهما وقال الحلواني الصحيح قول الثاني انه يحلف ولوالجية ١٩ ایک مرد نے آیا ایک مرد کو
قاضی کے پاس لا کر کہا کہ فلاں ابن فلاں مرگیا اور اُسنے کوئی وارث نہیں چھوڑا سوا میرے اور اُس میت کا اس مرد پر اتنا اور اتنا مال ہے سو مدعا علیہ نے اسکے دعوی کا
انکار کیا تو مدعی کے بیٹے نے کہا قاضی سے کہ اس سے قسم لیجیے اسکی کہ وہ نہیں جانتا کہ میں اسکا بیٹا ہوں اور وہ شخص نہیں مرگیا تو اس سے قسم لیجائیگی بلکہ بیٹا اپنی
ولدیت اور اسکی موت گواہی سے ثابت کرے پھر مدعا علیہ سے قسم لے اپنے باپ کے مال کے دعوی پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے قسم لیجائے علم پر یعنی نفی علم ولدیت اور موت پر
پہلا قول امام کا ہے اور دوسرا قول صاحبین کا ہے اور حلوانی نے کہا ثانی کا قول یعنی ابو یوسف کا قول صحیح ہے کہ اس سے قسم لیجائے کذا فی الولوالجیہ طحطاوی نے کہا تخصیص
ابو حنیفہ کی اسکی مفید ہے کہ محمد انکے ساتھ نہیں ہیں مگر ابو یوسف الا اکثر مولی عبارت اسکے مخالف ہے یعنی ان حالف لبنا صاحبین کی طرف منسوب ہے انتہی م اکثر نسخ میں الصحیح قول الثانی
باضافت ہے اور اگر قول کا لفظ معرف باللام ہے تو مخالفت عبارت باقی نہیں ابو یوسف اور محمد دونوں کا قول ٹھہریگا واللہ اعلم ومنها العشرون لو ادعى عليه الف فقال المدعى عليه
للقاضي انه قد كان ادعى علي هذه الدعوى عند قاضي بلد كذا ثم خرج من دعواه وكان طالبا ان يحلفه انه لم يبرأني منها فان حلف حلف بالله على شيء يخالفه فيه
والصحيح انه يستحلف على دعواه ولوالجية وراز انجملہ ۲۰ اگر ایک شخص پر دعوی کیا ہزار درم کا سو مدعا علیہ نے قاضی سے کہا کہ مدعی نے یہ دعوی مجھپر فلاں شہر کے قاضی کے پاس کیا تھا پھر مدعی
اس دعوی سے نکل بھاگا تھا سو اسنے مجھکو بری الذمہ کر دیا تھا اس مدعی سے سو اے قاضی صاحب اس سے قسم لیجیے کہ اُسنے مجھکو اس دعوی سے بری الذمہ نہیں کر دیا پھر اگر مدعی یہ قسم کھا گیا تو میں قسم
کھا سکونگا کہ اسکا مجھپر کچھ نہیں سو اس میں اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ اسکے دعوی پر قسم لیجائیگی کذا فی الولوالجیہ یعنی مدعی سے قسم لیجائیگی مدعا علیہ کے دعوی براءت پر اس طرح پر
یعنی اسکو اپنے اس دعوی سے بری الذمہ نہیں کیا طحطاوی نے کہا کہ مجھکو اس عبارت کا یہی مطلب معلوم ہوتا ہے جو مذکور ہوا ومنها لو ان رجلا ادعى على رجل انه خرق ثوبه واحضر الثوب معه
للقاضي واراد استحلافه على السبب لا يحلف على السبب از انجملہ ۲۱ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد پر یہ دعوی کیا کہ اُسنے اسکا کپڑا پھاڑا اور وہ اپنے ساتھ کپڑا بھی لایا قاضی کے پاس اور اس سے قسم
لینا چاہا سبب پر تو اس سے قسم لیجائیگی سبب پر یعنی مدعا علیہ سے یوں قسم لیجائیگی کہ واللہ میں نے اسکو نہیں پھاڑا اس لئے کہ پھاڑنا کبھی مالک کے اذن سے بھی ہوتا ہے یا کپڑا
مدعا علیہ کا تھا اور اسنے اسکو اپنی ملک کی حالت میں پھاڑا پھر اسکو بیچ ڈالا تو استحلاف علی السبب میں حرج ہے بلکہ اس پھاڑنے کے تاوان پر قسم لیجائیگی فائدہ تلک
وبهذه مع قبلها صارت اربعين مسئلة فليحفظ فائدہ میں کہتا ہوں اور یہ واحد مسائل سابقہ کے ساتھ ملکر بائیس مسئلے ہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے حموی حلبی نے کہا
باون مسئلے ہیں بلکہ ساٹھ اور بیان ہیں جو اسم خانیہ کے اور بحر الرائق کے ہیں اور تنویر لیجائیگی ہم اور ہیں و الجواہر وقد افاد الامام الحلواني ان الجهالة كما تمنع قبول البينة
تمنع الاستحلاف لهما الا اذا اتهم القاضي وصي اليتيم او قيم الوقف ولا يدعيان شيئا معلوما فانه يحلف نظرا للوقف واليتيم واللہ اعلم اور امام حلوانی نے کہا کہ جہالت دعوی کی
جیسے قبول شہادت کی مانع ہے قسم لینے کی بھی مانع ہے مگر جبکہ تہمت کرے قاضی یتیم کے وصی کو خواہ وقف کے متولی کو اور کسی چیز معین کا دعوی نہ ہو تو اس سے قسم لیجائیگی بلحاظ وقف
یتیم کے واللہ اعلم قول الاشباه القاضي اذا قضى في مجتهد فيه نفذ قضاؤه الا في مسائل الخ اي فينقض حكم الحاكم یہ قول ہے اشباہ کا کہ قاضی جب حکم کرے کسی امر میں جسمیں اجتہاد
مجتہدین مختلف ہے تو اسکا حکم جاری ہو جائیگا مگر چند مسائل میں آخر یعنی چند مسائل مستثنی ہیں جنکا حکم توڑا جائیگا نافذ نہوگا حموی نے کہا کہ قاضی سے مراد قاضی مجتہد ہے اور
قاضی مقلد کو تو حکم کرنا سوا اپنے مذہب کے قول راجح کے جائز نہیں ہے یہاں تک کہ اگر غیر مذہب کا حکم کریگا تو اسکا حکم نافذ نہوگا انتہی یعنی مثلا اگر قاضی حنفی مذہب شافعی
یا مالکی یا حنبلی مذہب کا حکم کریگا تو اسکا حکم نافذ نہوگا اور قنادی گار زوائد میں شیخ شبلی سے منقول ہے کہ اگر قاضی حنفی صاحبین کے قول پر حکم کرے امام صاحب کے خلاف
قول اس مسئلہ میں صحیح نہیں تو اسکا حکم نافذ نہوگا توڑا جائیگا کذا فی الطحطاوی شارح نے اشباہ کے مسائل مستثنی کو بسبب کثرت کے نقل کیا منجملہ مسائل اشباہ نکاح متعہ ہے یعنی اگر قاضی مجتہد
اپنے خلاف مذہب جواز نکاح متعہ کا حکم کرے تو نافذ نہوگا اس لئے کہ متعہ منسوخ ہے اور ابن عباس اگرچہ جواز کے قائل تھے لیکن قول مخالف کتاب اور سنت کے معتبر نہوگا علاوہ
اسکے اس مسئلہ سے ابن عباس کا رجوع بھی صحیح طور ثابت ہے قال ابن المصنف الشيخ صالح بن محمد بن عبد الله في حاشيته عليها المسماة بزواهر الجواهر في النظير على الاشباه والنظائر
وقد ظفرت بمسائل آخر فزدتها تتميما للفائدة وقسمتها على ثلثة اقسام الاول ما لم يختلف فيه مشائخنا والثاني ما اختلفوا فيه الثالث ما لا نص فيه عن الامام

واختلف اصحابنا فیه تعارضت فیه تصانیفهم مصنف کے بیٹے شیخ صالح ابن محمد بن عبداللہ نے اپنے اشباہ کے حاشیہ میں جسکا نام زواہر الجواہر فی التنضیر علی الاشباہ
والنظائر ہے کہا اور البتہ میں نے چند مسائل ورق پر لکھے ہیں سو میں نے انکو بڑھایا ہے تا فائدہ پورا ہو جائے اور انکو تین قسم کیا ہے پہلی قسم وہ جسمیں ہمارے مشائخ یعنی اماموں اور
صاحبین مختلف نہیں ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جسمیں وہ مختلف ہیں اور تیسری قسم وہ ہے جسمیں امام سے روایت صحیح نہیں اور ہمارے اصحاب یعنی مصنفین اہل مذہب مختلف ہیں
اور انکی تصانیف آپس میں متعارض ہیں فمن القسم الاول اذا باع دارا وقبضها المشتری واستحقت منه وتعذر علی البائع ردها فقضی علی البائع للمشتری بدار مثلها فی الهوا
والخطة والاذرع والبناء کقول عثمان البتی ثم رفع لقاض آخر ابطله والزم برد الثمن فقط الا ان یکون احدث بناء او غرسا فیلزمه بقیمته ذلک مع الثمن سو قسم
اول سے یہ مسئلہ ہے کہ جب ایک شخص نے گھر بیچا اور مشتری نے قبضہ کیا اور وہ گھر مستحق ہو کر رد ہوا اس سے یعنی غیر بائع کا مملوک ثابت ہوا اور بائع پر اسکا پھیرنا
متعذر ہوا اسوقاضی نے بائع پر مشتری کیواسطے ایسے دوسرے گھر دینے کا حکم کیا جو اسکے برابر ہو باعتبار ہوا کے اور محلہ اور طول اور عرض کی ناپ اور عمارت میں
چنانچہ عثمان البتی کا یہ مذہب ہے پھر اسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اسکو باطل کرے اور فقط قیمت پھیرنا بائع پر لازم کرے مگر یہ کہ مشتری نے اسمیں عمارت بنائی ہو
یا درخت لگایا ہو تو اسکی قیمت بھی گھر کی قیمت کے ساتھ لازم کرے ومنها حکم قاضی ببطلان شفعة الشریک ثم رفع لقاض آخر فانه ینقضه لمخالفته لنص الحدیث اور از انجملہ
یہ کہ ایک قاضی نے شفعہ شریک کے بطلان کا حکم کیا پھر دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو اسکو باطل کردے کیونکہ یہ حکم نص حدیث کے مخالف ہے ومنها المحدود فی قذف
اذا قضی لشیٔ بعد ثبوته ثم رفع الحکم لقاض لایراه ابطله اور از انجملہ یہ کہ جب حد قذف کی حد پڑی جبکہ وہ کسی چیز کا حکم کرے بعد اسکے ثابت ہونے کے گواہی پھر اسکا مرافعہ
ہو اس قاضی کے پاس جسکا یہ مذہب نہیں ہے تو اسکو باطل کردے ہم نے طحطاوی سے کہا اور ایک نسخہ میں بعد توبته ہے بتاء مثناة فوقانیه یعنی محدود فی القذف اپنے توبہ کرنے
کے بعد قاضی ہو کر حکم کرے ومنها لو حکم اعمی ثم رفع لقاض لم یره نقضه لانه لیس من اهل الشهادة والقضاء فوقها اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر اندھا حکم کرے
پھر اسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہو جو اسکو جائز نہیں جانتا تو اسکو باطل کردے اسواسطے کہ اندھا اور اسیطرح محدود فی القذف لائق شہادت کے نہیں اور قاضی تو تو
شہادت سے بھی بالاتر ہے یہ دونوں مسئلوں کی دلیل ہے ومنها لو حکم بشهادة الصبیان ثم رفع لآخر نقضه لانه کالمجنون کذا اذا ادا النائم فی نومه اور از انجملہ یہ کہ جب قاضی لڑکوں کی
گواہی سے حکم کرے پھر اسکا دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہو تو اسکو باطل کردے اسواسطے کہ یہ مجنون کے مانند ہے اور اسیطرح وہ مسئلہ ہے جبکہ سوتا آدمی سونے کی حالت میں گواہی ادا کرے اور اسپر کوئی
حکم کرے لازم الابطال ہے اگرچہ بعضوں کے نزدیک شہادت اطفال معتبر ہو لیکن مخالف ہے نص قرآنی کے لهذا لازم الابطال ہے قال الله تعالی واستشهدوا شهیدین من
رجالکم یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ دو گواہ کرو اپنے مردوں میں سے یعنے مسلمانوں میں سے دو مرد گواہی میں شرط ہیں اسلئے اطفال کو جائز نہیں ومنها الحکم بشهادة النساء
وحدهن فی شجاج الحمام رفع لآخر ابطله اور از انجملہ حکم کرنا فقط عورتوں کی گواہی سے زخموں میں حمام کے اندر اور اسکا مرافعہ ہوا تو دوسرا قاضی اسکو نہ جاری رکھے بلکہ
باطل کردے اسواسطے کہ نص قرآنی کے مخالف ہے ومنها الحکم باجارة المدیون فی دینه لاینفذ اور از انجملہ حکم کرنا مدیون کے اجارہ پر اسکے دین میں نافذ نہ ہوگا ومنها القضاء بخط
شهود اموات لاینفذ اور از انجملہ حکم کرنا مردہ گواہوں کے خط دیکھکر نافذ نہیں ومنها القضاء بجواز بیع الدراهم بالدنانیر نسیئة اور از انجملہ حکم کرنا جواز بیع دراہم کا
دنانیر سے ادھار یعنی ایک شخص روپے نقد دے اور دوسرا اشرفی دینے کا وعدہ کرے یا بالعکس واجب الابطال ہے اسواسطے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے ومنها
القضاء بشهادة اهل الذمة فی الاسفار وفی الوصیة ثم رفع لمن لایراه نقضه اور از انجملہ حکم کرنا کفار ذمیوں کی گواہی سے سفر اور وصیت میں پھر مرافعہ ہوا
اس قاضی کے پاس جسکا یہ مذہب نہیں تو اسکو باطل کردے ومنها اذا قضی بشئ فرفع لآخر فنقضه لم یبین وجه النقض امضی نقضه اور از انجملہ یہ کہ جب ایک قاضی نے
کسی چیز کا حکم کیا پھر اسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا سو دوسرے حاکم نے اسکو باطل کیا اور وجہ بطلان کو بیان نہ کیا تو حاکم ثانی کا حکم جاری رکھا جائیگا اسواسطے کہ ظاہر
نقض میں اصل یہ ہے کہ علی وجہ الفساد ہو کذا فی المحیط ومنها اذا باع رجل من آخر عبدا او امة ومضی علی ذلک مدة ثم ظهر فیه عیب لم یقر البائع به ولم تقم بینة بانه کان
موجودا عنده فرده القاضی علی البائع ثم رفع حکمه لآخر فانه یبطل الرد ویعیده للمشتری اور از انجملہ یہ کہ جب ایک مرد نے دوسرے سے غلام یا لونڈی کو بیچا اور ایک

مدت گذر گئی پھر اسمیں وہ عیب ظاہر ہوا جسکا بائع اقرار نہیں کرتا اُسپر گواہ بھی قائم نہیں کہ وہ عیب بائع کے پاس تھا سو قاضی نے اُسکو بائع پر رد کیا پھر اُسکا مرافعہ ہوا
دوسرے حاکم کے پاس تو وہ اُس پھیر دینے کو باطل کرے اور مشتری کے پاس اسکو پھیرے ومنہ اذا حکم بتحریم بنت المرأۃ التی لم یدخل بہا ثم رفع لحاکم آخر ابطل
حکم الاول لمخالفتہ بمنصوص بالکم اللاتی فی حجورکم الآیۃ اور ازانجملہ یہ کہ ایک حاکم نے اُس عورت کی بیٹی کی تحریم کا حکم کیا جسکے اُسکے زوج نے صحبت نہیں کی
اور قبل قربت کے طلاق دی پھر اسکا مرافعہ دوسرے حاکم کے پاس ہوا تو حاکم اول کے حکم کو باطل کردے اسواسطے کہ تحریم اس نص قرآنی کے مخالف ہے اور حرام ہیں تمہاری
ربیبہ جو تمہاری گود میں ہیں تمہاری اُن عورتوں سے جنسے تمنے صحبت کی سو اگر تمنے اُنسے صحبت نہ کی تو تمپر کچھ گناہ نہیں ومن القسم الثانی اذا اختلف الصحابۃ علی
قولین ثم اخذ الناس بعد قولہم باحدہما ترکوا الآخر فحکم القاضی بالمتروک لم ینقض عندہ خلافا للثانی اور قسم ثانی یعنی جسمیں امام اور صاحبین مختلف ہیں مسئلہ ہے کہ جب صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم مختلف ہوں دو قول پر پھر لوگوں نے انکے ایک قول پر عمل کیا اور دوسرے قول کو چھوڑا تو قاضی نے قول متروک پر حکم کیا تو امام کے نزدیک حاکم ثانی اسکو نہ توڑے
بخلاف ابو یوسف کے ومنہ اذا وطئ ام امرأتہ فحکم ببقاء النکاح ثم رفع لآخر یری خلافہ لم یبطلہ ثم ان الزوج جاہلا فہو سعۃ وان عالما لا یحل لہ المقام معہا لان القضاء
لا یحل ولا یحرم خلافا لابی حنیفۃ اور ازانجملہ یہ کہ جب ایک شخص نے اپنی خوشدامن سے وطی کی یعنی زنا کیا اور حالانکہ منکوحہ سے قربت نہیں ہوئی کذا فی
جامع الفصولین اور قاضی نے بقاء نکاح منکوحہ کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جو اُسکے مخالف عقیدہ رکھتا ہے تو حاکم ثانی اسکو باطل نکرے پھر اگر
زوج جاہل ہے تو وہ کشایش میں ہے یعنی منکوحہ کے پاس رہنا اسکو جائز ہے اور اگر عالم ہے تو اسکو منکوحہ کے پاس رہنا حلال نہیں اسواسطے کہ قاضی کا حکم حرام کو حلال نہیں
کردیتا اور نہ حلال کو حرام بخلاف امام اعظم کے کہ انکے نزدیک بقاء نکاح کا حکم لازم البطلان ہے کذا فی البحر وذکر الحاکم فی الکافی فی رجل وطئ ام امرأتہ
فقضی ان لا تحرم علیہ ثم رفع لآخر فرق بینہما وذکر ذلک من مسائلہا فالظاہر ان ذلک مذہبہ او قول الامام لمخالفتہ للنص ولا نکارا وہو ... اور حاکم نے اس
مرد کے حق میں ذکر کیا جسنے اپنی خوشدامن سے وطی کی پھر قاضی کا حکم ہوگیا کہ وہ وطی اُسکی منکوحہ کو حرام نہیں کردیتی پھر مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس
ہوا وہ تفریق کردے دونوں میں اور حاکم نے اسکو مطلقا ذکر کیا یا خلاف امام اور صاحبین کے تو ظاہر یہ تفریق حاکم کا مذہب ہے یا امام کا قول ہے بسبب
مخالف ہونے کے اس نص قرآنی سے کہ نکاح نکرو جو تمہارے باپوں نے نکاح کیا عورتوں سے اور نکاح سے یہاں وطی مراد ہے یعنی اُس عورت سے قربت نکرو جس سے تمہارے
باپوں نے قربت کی ہو نص مذکور اس مسئلہ کی دلیل نہیں ہوسکتی بلکہ اُس مسئلہ کی دلیل ہے جسکو جامع الفصولین میں اسطرح ذکر کیا کہ اگر قاضی نے بعد از نکاح مزنیہ کا حکم
کیا یا بالعکس تو یہ حکم نافذ نہوگا کہ اسکی حرمت کتاب اللہ میں منصوص ہے کذا فی البحر ومنہ اذا قضی بخلاف مذہبہ غلطا ووافق قول مجتہد ثم رفع لآخر
امضاہ الامام وقال یبطلہ لانہ غلط والغلط لیس بحجۃ اور ازانجملہ یہ کہ قاضی خلاف اپنے مذہب کے غلط حکم کیا اور کسی مجتہد کے قول کے موافق پڑ گیا پھر دوسرے قاضی
پاس مرافعہ ہوا تو وہ اسکو جاری رکھے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اسکو باطل کردے اسواسطے کہ وہ غلط ہوا اور غلط مجتہد فیہ نہیں ہے جامع الفصولین میں ہے کہ
قضا فی المجتہدات نافذ ہے سب علما کے نزدیک بالاجماع لیکن شرط اور یہ ہے کہ قاضی عالم ہو موضع خلاف کا اور قول مخالف کو چھوڑے اور اپنے مذہب کے موافق حکم کرے
تا جمیع علما کے نزدیک باتفاق روایات صحیح ہو اور اگر قاضی کو موضع اجتہاد کا علم نہو تو اُسکے نفاذ حکم میں ہمارے علما سے دو روایتیں ہیں یعنی صحت اور عدم صحت
اور اگر قاضی مجتہد ہو سو اپنے غیر کے مذہب پر بھولکر حکم کیا تو حکم امام کے نزدیک نافذ ہے اور اگر عمداً حکم کیا تو بھی بقول صحیح نافذ ہے اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ نے
کہا کہ نافذ نہیں بموجب اُسکے زعم کے اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام کے قول پر فتوی ہے کذا فی البحر ومنہ المدیون اذا حبس لا یکون
حجرا علیہ قال القاسم بن معن حجر فلو حکم بہ ثم رفع لآخر نقضہ وقالا ینفذ فلو حکم الثانی بہ نفذ ولم ینقض اور ازانجملہ یہ کہ مدیون محبوس ہوا تو اسکا حبس مانع
اُسکے تصرفات کا نہیں اور قاسم بن معن نے کہا کہ مانع تصرفات ہے سو اگر قاضی نے اسکے منع تصرف کا حکم کیا پھر اُسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اسکو باطل
کردے اور صاحبین نے کہا کہ وہ حکم نافذ ہے اگر دوسرے قاضی نے بھی پہلے قاضی کے موافق حکم کیا تو اب وہ حکم نافذ ہوگا اور باطل نہوگا یعنی باتفاق ومن القسم الثالث

اذا حکم بالشاہد والیمین فی الاموال ثم رفع لحاکم آخر یری خلافہ نقضہ عند الثانی عن الامام لا لاختلاف الآثار دیر تیسری قسم سے یہ مسئلہ ہے جب قاضی نے حکم کیا ایک شاہد اور مدعی کی قسم پر مالی مقدمات میں پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جسکا مذہب اسکے خلاف ہے تو اس حکم کو باطل کرے امام ابو یوسف کے نزدیک امام سے ایک روایت یہ ہے کہ باطل نکرے بسبب اختلاف آثار کے یعنی بعضے آثار ایک شاہد اور یمین پر حکم کے جواز پر دلالت کرتے ہیں اور بعضے عدم جواز پر جو موافق تفقیہ اتو کے مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ قسم ثانی میں مذکور ہوتا اسلیے کہ قسم ثالث وہ ہے جس میں امام سے روایت نہو حالانکہ اسمین امام سے روایت موجود ہے مگر یہ ایک روایت غیر معتبر ہے

ومنہ او قضی القاضی بشہادۃ الاب لابنہ ولعبدہ ثم رفع لآخر امضاہ عند الثانی ونقضہ عند محمد اور ازانجملہ یہ ہے جب قاضی باپ کی گواہی اسکے بیٹے یا غلام کے واسطے حکم کرے پھر دوسرے کے پاس مرافعہ ہو جسکا مذہب اسکے مخالف ہو تو ابو یوسف کے نزدیک اسکو جاری رکھے اور محمد کے نزدیک اسکو باطل کرے

ومنہ اذا تزوج الثانی بابنتہ من الزنی وحکم الحاکم بحل فالحاکم الذی یرفع الیہ لا یبطلہ لانہ مجتہد فیہ کما فی شرح الطحطاوی اور ازانجملہ یہ ہے جب زانی نے اپنی زنا کی بیٹی سے نکاح کیا اور حاکم نے اسکے حلال ہونے کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جسکا مذہب اسکے مخالف ہو تو اسکو باطل نکرے اسواسطے کہ اسکو لوگ مجتہد فیہ جانتے ہیں ہم لوگوں کے اہل فضل اور مترجم کے مناسب یہ تھا کہ اسمین خلاف کو ذکر کرتا اسواسطے کہ قسم ثالث سے ہو ومنہ رجل اعتق عبدا ثم مات المعتق ولا وارث لہ

ثم قضی القاضی بمیراثہ للمعتق ثم رفع لحاکم آخر نقضہ وجعل المال لبیت المال عند ابی یوسف وتبطیق لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الولاء لمن اعتق والامام یقول الولاء لہ مستحق بالعقد وہنا قائم مقام ہما فاستویا کالزوجیۃ فانتقض بہذا المقام فانہ من اجزاء الکتاب والعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

اور ازانجملہ یہ کہ ایک مرد نے غلام کو آزاد کیا پھر آزاد کرنے والا مر گیا اور اسکا کوئی وارث نہیں پھر قاضی نے اسکی میراث غلام آزاد کیے ہوئے کو دلائی پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس تو اس حکم کو باطل کرے اور اسکا مال بیت المال کو دے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک اس حدیث کے رو سے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ولا اسی شخص کے واسطے ہے جسنے آزاد کیا یعنے غلام آزاد کیے ہوئے کے واسطے میراث نہیں اور امام کے نزدیک مولی الموالاۃ کی طرح یہ دونوں مستحق میراث کا عقد موالاۃ سے ہوتا ہے اور عتق عقد کے قائم مقام ہے تو دونوں میراث پانے میں برابر ہیں جیسے زوجیت زوجین میں برابر قائم ہے یعنی مطلق ارث میں پس یہ مقام ختم ہے کیونکہ اس مقام کو کتاب کے اجزا سے اور اللہ تعالی دانا تر ہے ساتھ ٹھیک بات کے اور اسی کی طرف مرجع اور بازگشت ہے مولی الموالاۃ یہ کہ وہ شخص مجہول النسب جسکے عقد موالاۃ کیا ہو تو اگر کوئی اسکا وارث نہو تو ایک دوسرے کا وارث ہوگا بخلاف عتاقت کے کہ اسمیں آزاد کرنیوالا وارث غلام آزاد کا ہوتا ہے اور غلام آزاد کا وارث نہیں ہوتا

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علی احسانہ کہ اس ایام برکت انجام مین جلد دوم غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در مختار شرح تنویر الابصار فقہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی جنکا مذہب تمام ہندوستان میں رائج ہے جسکا ترجمہ زبان اردو میں مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے مطابق حاشیہ طحطاوی کے اول سے آخر تک کیا اور جسکا تکملہ جناب مولوی صاحب ... افضل العلما جناب مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی نے فرمایا بار سوم مطبع نامی منشی نولکشور صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ واقع لکھنو میں ماہ مئی سنہ ۱۸۸۵ء مطابق ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۲ ہجری ہزاران حسن و خوبی طبع ہو کر نفع بخش کافہ مسلمین ہوئی

در المختار شرح تنویر الابصار۔ مختصر منقح از علامہ علاء الدین حصکفی معروف متداول ہر چہار مجلدات کامل۔

فتاوائے عالمگیری۔ ہر چہار جلد کامل در سہ جلد

ہدایہ مع الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرلانی نہایت مستند شرح مشہور معروف حامل المتن اسکے مجلدات اربعہ مین سے جلد اول دوم تا کتاب النکاح جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب الفرائض

فتاوی قاضیخان۔ از امام قاضی حسن بن منصور قاضیخان مستند معتمد معروف متداول مع فتاوی سراجیہ آخر میں بطور ضمیمہ۔

شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع حاشیہ ذخیرۃ العقبی بن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح۔

شرح وقایہ خرد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم ذخیرۃ العقبی۔ حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف۔

اشباہ والنظائر۔ مع شرح حموی معروف مستند متداول۔

ملا مسکین۔ از بیوع تا وصایا محشی جدید۔

کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب۔

مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مشہور متداول

عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی مستند معروف متداول دو مجلد۔

(۱) دونون جلد عبادات۔

(۲) دونون جلد معاملات۔

مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعۃ درسی متداول۔

عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم۔

قدوری محشی۔ تالیف امام ابو الحسن درسی متداول۔

شرح الیاس۔ شرح مختصر وقایہ۔ از شیخ محمود بن الیاس دو مجلد۔

اصول فقہ عربی

غایۃ التحقیق شرح حسامی۔ از مولانا عبد العزیز بخاری معروف و متداول۔

توضیح تلویح۔ از صدر الشریعت و سعد الاسلام تفتازانی مع کامل ستہ حاشیہ از حسن چلپی و شیخ الاسلام و ملا خسرو نہایت نایاب مجموعہ

حسامی۔ از مولانا حسام الدین۔

شرح مسلم الثبوت۔ از ملا بحر العلوم نہایت نفیس۔ و معروف و مستند شرح۔

اصول الشاشی محشی۔ بحصول الحواشی از ملا محمد حسن سنبھلی مرحوم۔

حدیث اردو

مظاہر حق۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین خان دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدوں مین۔

تحفۃ الاخیار۔ ترجمہ اردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔

ترجمہ جامع ترمذی۔ حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد جلد ثانی زیر طبع۔

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ مولانا عبد الحق محدث دہلوی۔ چار مجلدات مین پوری شرح مع ترجمہ۔

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف۔

جامع ترمذی۔ امام ابو عیسیٰ صحاح ستہ مین سے مع رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی

قسطلانی شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری مسمی بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی دس مجلدات مین پوری شرح خط نسخ۔

سنن ابی داؤد۔ ہر چہار جلد کامل دو جلد مین از امام سلیمان بن اشعث داخل صحاح ستہ معروف۔

دلائل الخیرات۔ با ترجمہ فارسی و اسما متبرکہ و خواص اسماء حسنی معروف۔

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل ذخیرۂ احادیث از مولانا غلام یحییٰ۔

عناصر الخیرات۔ با ترجمہ اردو از حکیم ناصر علی صاحب آروی بے نقط درود کا مجموعہ

تفسیر اردو

تفسیر قادری۔ ترجمہ اردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین مرحوم کامل دو جلد مین

تفسیر زاد الآخرت۔ منظوم مین پوری تفسیر قرآن کی کمال عمدگی سے کامل چار جلد مین از

مولوی عبد السلام۔

تفسیر سورہ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔

تفسیر سورۂ یوسف۔ مصرعہ از مولوی شہر علی۔

ایضاً۔ چہار مصرعہ۔

پنجسورۂ مترجم۔ با ترجمہ اُردو۔

تفسیر فارسی

تفسیر حسینی۔ از ملاحسین واعظ۔ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط۔

تفسیر بحر مواج۔ ہفت پارہ از علامہ قاضی دولت آبادی نفیس طریقہ تعلیم تفسیر اول منزل۔

تفسیر اسرار الفاتحہ۔ مصنفہ ملا معین در تصوف۔

میزان الفرقان۔ در اصول تفسیر از ملا محمد عثمان قیسی۔

ایضاً عربی

عرائس البیان۔ جو حق مین مولفہ حضرت شاہ رکن الدین روزبہان شیرازی سلطان الاولیا اور تفسیر کی حاشیہ پر مولفہ خاتم الاولیا محی الدین عربی دونون تصوف مین بہت معروف و مشہور ہین بخط نسخ کامل دو جلدین۔ (جلد اول) اولین پندرہ پارہ۔ (جلد دوم) آخرین پندرہ پارہ۔

تفسیر بے نقط فیضی مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج لیجیے جو کتاب خزانۂ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجیے عجیب صنعت ہی بالکل بے نقط اسیر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر و شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط۔ فرعون و قارون کا نام بے نقط روایت کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا۔ ویسا ہی پایا جیسا سنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا۔

فتح الخبیر مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعۂ مجیر۔

تفسیر جلالین مع کمالین۔ بہ تحشی جدید مطبوعۂ دہلی۔

تفسیر سراج المنیر۔ چار جلدین مشہور تالیف شیخ محمد بن احمد شربینی خطیب دمشق جامع تفاسیر بیضاوی و کشاف و معالم و تفسیر کبیر و مزید بر فوائد تحقیق و قرات سبعہ و عشرہ نقل از چھاپہ مصر

تبیان فی اعراب القرآن۔ مولفہ شیخ عبد اللہ بن حسین عکبری محدث مفسر نحوی متوفی سنہ ۶۱۶ھ اس فن کی کوئی کتاب ہند مین طبع نہوئی۔ غلط فہمی سے خلاصۃ الکشاف نام درج ہو گیا ہی۔ ساتھ مین رسالہ فتح الخبیر مولانا ولی اللہ دہلوی کا لگا ہوا ہی۔

تفسیر جمالین فی شرح الجلالین تفسیر جلالین پارۂ عم پر شرح مولانا تراب علی مرحوم۔

در النظیم۔ خواص و تاثیرات آیات و سور ربانی قرآنی مولفہ قاضی ابوالحسن المصری۔

توریت۔ بزبان عربی ترجمہ بطور اصل کے اسکے نیچے فارسی ترجمہ موجود تھا۔ اور اُردو ترجمہ بصرف زر کثیر مطبع ہذا کی طرف سے اضافہ ہوا

اخلاق و تصوف

اُردو

جامع الاخلاق۔ ترجمۂ اخلاق جلالی۔

تہذیب النفوس۔ از سید فخر الدین حسین۔

باب دانش۔ مولفۂ مولوی محمد کریم بخش۔

اوقات عزیزی۔ از سید غلام حیدر خان۔

ترجمہ عوارف المعارف۔ کامل دو جلدین۔ مترجمہ مولانا ابوالحسن فرید آبادی۔

خزینۂ دانش۔ ہوشمندی کی تعلیم از مولوی حبیب محمد کریم بخش۔

بستان تہذیب۔ جامع اخلاق و ادب کتاب نواب حاجی محمد عمر علیخان بہادر فیروز جنگ۔ مطبوعۂ نظامی۔

مذاق العارفین۔ ترجمہ احیاء علوم الدین عربی۔ ہر چہار جلد کامل۔

پیراہن یوسفی۔ ترجمہ مثنوی مولانا روم مع فوائد تصوف۔

بحر الحقیقت۔ اصلاح نفس مین۔

آبحیات۔ اخلاق و موعظت مین مصنفہ منشی کامتا پرشاد۔

اکسیر ہدایت۔ ترجمہ اُردو کیمیائے سعادت

جامع شریعت و حقیقت مترجمۂ مولوی فخر الدین احمد۔

کیمیائے حکمت۔ حصۂ اول۔ بیان شرائف علم و ادب۔

نجات المومنین۔ ذکر کرامات حضرت شاہ نجات اللہ مطبوعہ مطبع پٹیالہ۔